بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ

قرآن و حدیث کی روشنی میں فتنۂ تقلید پرستی کی روک تھام کے لیے ایک مہلک ضرب

دیوبندی تحفظِ سُنّت کانفرنس

(۲،۳ مئی ۲۰۰۱ء) کے موقع پر شائع کردہ انتیس

مجموعۂ مقالات

پر

سلفی تحقیقی جائزہ

تالیف

وکیلِ سلفیت علامہ محمد رئیس ندوی حفظہ اللہ تعالیٰ

اُستاذ جامعہ سلفیہ بنارس

مکتبۃ الفضیل بن عیاض

کراچی

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ (الانبیاء)

قرآن و حدیث کی روشنی میں فتنۂ تقلید پرستی کی روک تھام کے لیے ایک کاری ضرب

دیوبندی تحفظِ سُنّت کانفرنس

(۲، ۳ مئی ۲۰۰۱ء) کے موقع پر شائع کردہ انتیس

مجموعہ مقالات

پر

سلفی تحقیقی جائزہ

تالیف

وکیلِ سلفیت علامہ محمد رئیس ندوی حفظہ اللہ تعالیٰ

اُستاذ جامعہ سلفیہ بنارس

مکتبۃ الفضیل بن عیاض

کراچی

نام کتاب

مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ

تالیف

وکیلِ سلفیت علامہ محمد رئیس ندوی حفظہ اللہ تعالیٰ
اُستاذ جامعہ سلفیہ بنارس

اشاعت

2008ء

ناشر

مکتبۃ الفضیل بن عیاض
کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ

فہرست

عرض ناشر

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، وبعد:

اللہ رب العزت نے اس جہان رنگ وبو کے مظاہر اور حیات انسانی میں مختلف متضاد پہلو جمع کر دیے ہیں۔ اگر رات آتی ہے، تو دن اس کا ہم قرین ہوتا ہے، زمستان کی سرد ہوائیں موسم گرما کا پیش خیمہ ہوتی ہیں تو بہار کی فرحت آگیں سانس خزاں رسیدہ پتوں کے لیے نوید حیات لاتی ہے۔اسی طرح خوشی اپنے پہلو میں غم رکھتی ہے،تو بیماری پیام شفا! جہاں حق اپنا وجود رکھتا ہے،تو وہی پر باطل بھی رقیب روسیاہ کی شکل میں موجود رہتا ہے۔

ان تضادات کی حکمت یہ ہے کہ ان کے ذریعے اشیاء کی حقیقت اور اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔کہا جاتا ہے:

وبضدها تتميز الأشياء!

معرکہ حق وباطل کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے، جتنا ان کا وجود پرانا ہے۔جب سے حق کا ظہور ہوا ہے،اسی وقت سے باطل نے بھی اپنے بال و پر نکالنا شروع کر دیے ہیں۔حق کی یہ خصوصیت ہے کہ حق دبائے نہیں دبتا، چھپائے نہیں چھپتا،اس کو جتنا دبایا جاتا ہے، یہ اتنا ہی شوریدہ سر ہو کر اپنا وجود منوالیتا ہے: **الحق يعلو ولا يعلى عليه!**

ازل سے رچ گئی سر بلندی اپنی فطرت میں

باطل حق کو مٹانے کے لیے ہمیشہ اپنے خون آشام پنجوں سے اس پر حملہ آور ہوتا رہا ہے،لیکن ہمیشہ منہ کی کھاتا رہا۔اہل باطل حق کو پچھاڑنے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں، جن میں سب سے زیادہ گھناونی حرکت یہ ہے کہ وہ باطل پر حق کی ملمع کاری کر کے اس کو پیش کرتے ہیں،تاکہ باطل کے مکروہ چہرے کو چھپا سکیں۔کسی نے حق کو خود ساختہ تاویلات کی بھینٹ چڑھایا ہے،تو کسی نے انکار کی سولی پر!

آفرین ہے فدایان دیوبند پر جو اپنے سارے پیشرؤوں سے چار ہاتھ آگے جا نکلے اور اپنے لاؤ لشکر سمیت حق کی بیخ کنی کے لیے حملہ آور ہو گئے۔

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کیشی کو
بہت ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

ان لوگوں نے قصر دیوبندیت کی زمین بوس ہوتی عمارت کو سہارا دینے لے لیے ''تحفظ سنت کانفرنس'' کے نام سے ایک کانفرنس منعقد کی، جس میں مسلک سلف اہل حدیث پر طرح طرح کے اوچھے وار کیے اور تزویراتی انداز میں بے بنیاد الزامات کی بوچھاڑ کردی۔ مزید برآں اہل حدیث کے کتاب وسنت سے ثابت شدہ مسائل کا رد کرنے کے لیے اپنے بھولے عوام کو طفل تسلیاں دیتے ہوئے انتیس کتابوں پر مشتمل ایک نصابی سیٹ تیار کیا، تاکہ وہ لوگ جو مسلک حق سے ہمکنار ہو رہے ہیں، اس سے دستبردار ہو جائیں، لیکن ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!

انہی دیوبندی تحریفات وتلبیسات اور اتہامات والزامات کے جواب میں بقول ''ہر فرعون را موسیٰ'' جماعت اہل حدیث کے ایک نامور محقق اور ایک غیور مرد مجاہد حضرت علامہ محمد رئیس ندوی حفظہ اللہ ہر طرح کے نامساعد حالات کے باوجود اس فتنے کی سرکوبی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، انہوں نے مسلکی فریضہ کی بجاآوری میں اپنی جان لیوا بیماری کے باوجود اس دیوبندی پیکٹ کی ایک ایک کتاب نما تلبیس کاری پر جو محققانہ تبصرہ کیا اور دیوبندی تحریفات واتہامات کا جو پوسٹ مارٹم کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ انہی کا طرہ امتیاز ہے۔ جزاہ اللہ عن الإسلام والمسلمین خیرا لجزاء!

دوران مطالعہ قارئین کو بسااوقات زبان کی تلخی اور قلم کی شدت کا احساس ہوگا، تو اولاً: جن لوگوں نے دیوبندی پیکٹ کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، ان کو تو کوئی اچنبھا نہیں ہوگا، ثانیاً: ''البادي أظلم'' کے مصداق ردعمل کے طور پر اس عمل کو گوارہ کرلیا جائے، کیوں کہ مختصر الفاظ میں بھی اگر دیوبندی کانفرنس کے مقاصد کا ذکر کیا جائے، تو ان کے اجزائے ترکیبی یہی ہیں کہ مسلک اہل حدیث اور اسلام کا آپس میں کوئی تعلق نہیں اور ہر فتنے کی جڑ اور امت میں انتشار وافتراق کا سبب سلفی طرز عمل اور تقلید مخالف رویہ ہے۔ ان دفاعی سطور میں اگر چند تلخ حقائق بھی پڑھنے کو ملے، تو قابل برداشت ہونے چاہیے، کیونکہ فریق مخالف کو آئینہ دکھانے کے لیے ان کا اظہار ازبس ضروری تھا!

نہ تم صدمے ہمیں دیتے، نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتی!

موجودہ طباعت اور اس کا پس منظر

دیوبندی کانفرنس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کے ازالے میں یہ کتاب ہندوستان میں شائع ہوچکی ہے۔اگر یہ بات یہی تک رہتی تو مناسب تھی کہ ہندوستان میں دیوبندی حضرات نے ایک کانفرنس منعقد کی ،جس کے جواب میں مسلکی غیرت وحمیت کے پیش نظر ہندوستانی سلفی حضرات نے یہ کتاب شائع کردی۔

لیکن جب سلفی کتاب کا جواب لکھنے کی بجائے انہی مردود و مطرودہ مقالات کو درآمد کرکے پاکستان میں خود ساختہ "امیر الھند" کی تحریض وترغیب سے شائع کیا گیا ،تو مسلکی حمیت کے پیش نظر ہم نے بھی اس کتاب کی اشاعت پاکستان میں ضروری سمجھی۔

﴿لِيُحِقَّ الحَقَّ وَ يُبْطِلَ البَاطِلَ وَ لَوْ كَرِهَ المُجْرِمُوْنَ﴾

طباعتی خصوصیات:

قبل ازیں اس کتاب کے ہندوستانی ایڈیشن میں بہت ساری طباعتی غلطیاں تھیں ،جن کا موجودہ طباعت میں کافی حد تک ازالہ کردیا گیا ہے،خصوصاً:

۱۔ کتاب میں موجود عربی عبارات کا اصل مراجع سے تقابل کیا گیا ہے۔

۲۔ کتاب میں موجود دیو بندی مقالات سے نقل کردہ اقتباسات کا تقابلی جائزہ

۳۔ اردو عبارات میں موجود کثیر اغلاط کی حتی الوسع تصحیح

۴۔ چند مقامات پر مختصر حواشی

انسانی حد تک ہم نے اس ایڈیشن کو بہتر سے بہتر بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے،پھر بھی اگر کوئی کمی باقی رہ گئی ہو،تو ہم قارئین کرام سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی مخلصانہ تجاویز اور مفید آراء سے ضرور مستفید فرمائیں۔جزاکم اللہ خیرا الجزاء!

وأخيرا نسأل الله العظيم رب العرش الكريم أن يجعل أعمالنا خالصا لوجهه الكريم .اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

شیخ الحدیث ومفتی مولانا محمد رئیس ندوی حفظہ اللہ

حیات وخدمات

اس دار فانی میں لوگ آتے ہیں اور ایک مخصوص عمر گذار کر چلے جاتے ہیں،مگر کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں، جن سے اللہ تعالی کو غیر معمولی کام لینا مقصود ہوتا ہے، وہ علم وعرفان کی شمعیں روشن کرتے ہیں اور ان کی جد وجہد سے اہل فکر ودانش کی دنیا میں انقلاب آجاتا ہے۔انھیں میں سے ایک شخصیت والد محترم حضرت مولانا محمد رئیس ندوی حفظہ اللہ کی ہے۔ جو بیک وقت ایک نامور محقق ، مدقق ،مفکر،مدرس،مصنف،مناظر اور شیخ الحدیث ومفتیٔ جامعہ سلفیہ بنارس ہونے کے ساتھ ساتھ اس دور کے ایک جلیل القدر عالم ،زہد وتقوی سے متصف اور اعلی اخلاق وعادات کے حامل شخص ہیں۔ جو توحید وسنت کی ترویج واشاعت اور شرک وبدعت کے بیخ کنی کے لیے نہایت ٹھوس کام کررہے ہیں۔خصوصاً آل دیوبند کی ہفوات کا جواب دینے کے لیے موصوف ہمہ وقت فکر مند رہتے ہیں۔وہ ان کی تلبیسات کو پہلی نظر میں تاڑ جاتے ہیں اور دلائل وبراہین سے ان کے مزعومات کی حقیقت کو روز روشن کی طرح عیاں کر دیتے ہیں۔یقیناً ان کی اس کوشش سے بہت سے پردے اٹھے ہیں،مزاعم واتہامات کی حقیقت بے نقاب ہوتی رہی ہے اور شخصیت پرستی میں غلو ومبالغہ کے مفاسد عیاں ہوتے رہے ہیں۔مسلک ائمہ محدثین کے دفاع اور دین حق کی توضیح کے لیے انہوں نے جس عرق ریزی اور دوررسی کا ثبوت دیا ہے، اس کی داد ہر حق پرست ہردور میں دیتا رہا ہے اور یقیناً دیتا رہے گا۔اللہ تعالی سے دعاہے کہ وہ ان کی ان تمام کوششوں کو مفید و مقبول بنائے۔آمین!

نام ونسب:

محترم والد صاحب حفظہ اللہ نے استفسار کرنے پر بتلایا کہ میرا نسب نامہ تحریری طور پر محفوظ نہیں، کیوں کہ آباء اجداد میں علوم سے ربط نہیں رہا۔البتہ داداصاحب کے بیان کے مطابق نسب نامہ اس طرح ہے:

محمد رئیس ندوی ولد سخاوت علی ولد محمد باقر ولد جہانگیر ولد رجب علی۔

اس کے آگے کانسب معلوم نہ ہوسکا۔ہمارا خاندان انصاری کہلاتا ہے۔جس کی وجہ رفیق محترم صفی الرحمٰن مبارکپوری صاحب "الرحیق المختوم" یہ بتلاتے تھے کہ ولائے اسلام ہے، یعنی ہمارے اجداد کسی انصاری بزرگ کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے، جیسا کہ امام بخاری کے اجداد میں سے کوئی صاحب یمان جعفی کے ہاتھ پر

ایمان لائے، تو وہ اس رشتہ کے سبب اپنے کو "یمانی جعفی" کہنے لگے۔ والد صاحب کا بیان ہے کہ میرا یہ نام میرے دادا نے تحریر کیا تھا، جو ایک سوبیس سال کی عمر میں ۱۹۵۲ء میں فوت ہوئے۔ میں اپنی والدہ کی ہدایت کے مطابق دادا، دادی کی بہت خدمت کرتا تھا، اسی لیے دونوں مجھے بہت چاہتے تھے۔ وہ بہت دیندار، اقرباء پرور اورغرباء ومساکین کی مالی ومعنوی امداد کیا کرتے تھے۔

ولادت:

والد صاحب حفظہ اللہ کے بیان کے مطابق ان کی پیدائش ۷/جولائی ۱۹۳۷ء میں ان کے آبائی گاؤں بھٹیا، مروٹیا بازار ضلع بستی یوپی ہند میں ہوئی۔ پہلے ضلع بستی ضلع گورکھپور کا ہی ایک حصہ تھا اور فی الحال اس ضلع بستی میں تین اضلاع بن چکے ہیں۔ تحریک شہیدین کے زمانہ میں ہمارے ضلع کے بہت سارے اہل علم اس تحریک سے وابستہ رہے۔ باسی کے قاری عبدالحق کے آباء واجداد اور مجھوا میر کے مولانا میر جعفر صاحب وغیرہ اس تحریک میں روح رواں کی حیثیت رکھتے تھے، والد صاحب نے اپنی طالب علمی کے زمانہ میں مجھوا میر کا سفر کیا اور میر جعفر کے خاندان کا پتہ لگایا، لیکن معلوم ہوا کہ اس گاؤں میں کوئی بھی شخص اہل حدیث نہیں ہے۔

تعلیم وتربیت:

محترم والد صاحب حفظہ اللہ کا بیان ہے کہ جس زمانے میں میں پیدا ہوا، اس سے تھوڑے ہی دنوں پہلے ہمارے گاؤں میں مولوی پیر علی کی جدوجہد سے ایک مکتب کی تاسیس ہوئی۔ اس موقع پر جو دینی اجلاس ہوا، اس میں سلفی علماء ہی مدعو کیے گئے تھے، مثلاً حضرت العلام مولانا عبدالرؤف خان صاحب جھنڈانگری، مولانا عبدالتواب ملتانی، مولانا عبدالغفار رفیق، ومولانا محمد زماں رحمانی وغیرہم۔

میں پانچ سال سے بھی کم عمر کا تھا کہ میری والدہ نے مجھے نماز پنجگانہ پر مواظبت کرائی اور گاؤں کے مکتب نیز ننھیال میں رہنے کے زمانے میں وہاں کے مکتب اور نانا صاحب سے پڑھنے کی تاکید کی۔ اس وقت دونوں مکاتب میں صرف دو درجات کی تعلیم دی جاتی تھی۔ پھر اپنے گاؤں سے قریب واقع پرائمری اسکول میں داخل ہوگیا اور پرائمری پاس کیا۔ اس زمانے میں پرائمری کے سارے اساتذہ غیر مسلم تھے۔ مکتب کے اساتذہ منشی معین الحق و منشی عبدالمجید ومنشی رضا تھے۔ مروٹیا ہی میں میں نے جونیئر ہائی اسکول پاس کیا۔ پرائمری اور جونیئر ہائی اسکول میں پڑھنے کے زمانے میں سردی کے مہینے میں استاد کے گھر یا اسکول کی عمارت میں پڑھنے جانا ہوتا تھا اور اساتذہ بڑی محنت سے پڑھاتے تھے۔ میں نے جونیئر ہائی اسکول کے بعد پرائیویٹ طریقہ پر ہائی اسکول مدرسہ بدریہ پکہ بازار بستی (جو دارالعلوم ندوۃ العلماء کی شاخ تھی) میں رہ کر پاس کیا۔ ادھر دینی عربی وفارسی تعلیم بھی جاری رہی اور پھر ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ جا کر داخلہ لیا۔

مشہور اساتذہ:

محترم والد صاحب ﷾ نے بیان کیا کہ ہمارے اساتذہ میں مشہور اساتذہ یہ ہیں:

1. حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی، ان سے میں نے حدیث کی سند اجازہ بھی حاصل کی، جو مولانا سید نذیر حسین دہلوی وعلامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی وغیرہما تک پہنچتی ہے۔
2. مولانا عباس ﷫،
3. مولانا عبدالغفار صاحب ندوی،
4. مولانا محمود الحسن عثمانی،
5. مولانا رابع حسن ندوی،
6. مولانا اسباط صاحب،
7. مولانا مفتی ظہور صاحب۔

درس وتدریس:

والد صاحب کا بیان ہے کہ **دارالعلوم ندوۃ العلماء** سے فارغ ہونے پر ۱۹۶۰ء میں مدرسہ بدریہ پکہ بازار اور پھر **دار العلوم ندوۃ العلماء** کے ناظم حضرت الاستاذ العلام سید ابوالحسن ندوی ﷫ کے حسب ارشاد **ندوہ** ہی میں پڑھاتا رہا، پھر مولانا ہی کے حسب مشورہ میں **جامعہ سراج العلوم** جھنڈانگر گیا، بعدازیں موصوف ہی کے حسب مشورہ **دارالعلوم احمدیہ سلفیہ**، دربھنگہ بہار میں پڑھایا اور ۱۹۶۹ء میں مرکزی **دارالعلوم جامعہ سلفیہ**، بنارس میں درس وتدریس کے لیے مقرر ہوا، تب سے آج تک جامعہ سلفیہ ہی میں اپنے تدریسی فرائض انجام دے رہا ہوں۔

درس قرآن وحدیث:

محترم والد صاحب کا بیان ہے کہ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت مولانا سید عبدالغفار ندوی نگرامی کے زیر اہتمام تھا، سال کے تین مہینوں کی چھٹی میں وہ اپنے گھر چلے جاتے تھے، تو میں جامع مسجد پکا بازار میں مولانا ہی کے حکم کے مطابق بعد نماز فجر درس قرآن دیا کرتا تھا، یہ سلسلہ **جامعہ سراج العلوم**، جھنڈانگر میں بھی جاری رہا، حتی کہ کئی کلومیٹر سے لوگ میرے درس قرآن میں شریک ہونے کے لیے جامع مسجد جھنڈانگر میں چلے آتے، مولانا جھنڈانگری بذات خود پورے درس میں موجود رہتے اور بعض باتیں نوٹ کرتے رہتے، یہ سلسلہ بحمداللہ **دار العلوم سلفیہ**، دربھنگہ میں بھی جاری رہا۔

خطابت:

محترم والد صاحب حفظہ اللہ نے بیان فرمایا کہ جب تک میں جھنڈا نگر میں رہا، خطبہ جمعہ میں ہی دیتا تھا، بلکہ زمانہ طالب علمی میں بھی بکثرت نماز جمعہ پڑھانے اور خطبہ دینے جاتا رہا۔ تبلیغی جماعت کے جلسوں میں حاضر ہوتا اور موقع بموقع ان میں بھی خطاب کرتا، مگر کئی سالوں سے ہارٹ اٹیک کا مریض چل رہا ہوں، بنابریں معالج کی ہدایت کے مطابق تقریر و خطابت سے قاصر ہوں، ہاں صرف درس دیا کرتا ہوں۔

تصانیف:

دار العلوم ندوۃ العلماء کی عالمیۃ سال کے آخر میں ایک مقالہ پیش کرنا ضروری قرار دیا گیا تھا، لہٰذا والد صاحب حفظہ اللہ نے "الیھود فی القرآن" کے موضوع پر مقالہ لکھا، اسے دیکھ کر اساتذہ نے بہت تعریف کی، بنا بریں حضرت العلام مولانا علی میاں ندوی نے والد صاحب کو یہود پر ایک کتاب لکھنے کا مشورہ دیا اور مراجع کی فراہمی کا وعدہ کیا، حتی کہ اپنا ذاتی کتب خانہ والد صاحب کے حوالہ کردیا، تو والد صاحب نے زمانہ طالب علمی ہی میں بڑی محنت، توجہ، عرق ریزی اور دماغ سوزی سے چار ضخیم جلدوں میں یہ کتاب لکھی، پانچویں جلد بھی آدھی سے زیادہ لکھ چکے تھے، مگر افسوس کہ والد صاحب کی یہ اہم کتاب کسی کی نظر بد کا شکار ہوگئی اور منصۂ شہود پر آنے سے پہلے ہی مفقود ہوگئی۔ محترم والد صاحب کا بیان ہے کہ دوبارہ اسے لکھنے کی بالکل ہمت نہیں ہوئی، کیونکہ میں مولانا سید علی میاں ندوی کی صحبت اور استفادہ سے محروم ہو چکا تھا۔

میں جب جھنڈا نگر آیا، تو ایک بدعتی کتاب کے جواب کے لیے مجھ سے مولانا عبد الرؤف صاحب نے کہا، جو میں نے لکھ دیا، جسے انہوں نے "تصحیح العقائد بابطال شواھد الشاھد" کے نام سے چھپوایا۔ پھر یہی کتاب کئی گنا اضافات کے ساتھ جامعہ سلفیہ میں طبع ہوئی، باقی کتابوں کے نام یہ ہیں:

١. "اللمحات الی مافی انوار الباری من الظلمات" اس کی چار ضخیم جلدیں شائع ہوگئی ہیں، پانچویں جلد بھی جامعہ سلفیہ بنارس کے شعبہ طباعت میں منتظر طباعت ہے، چھٹی اور آخری جلد زیر تصنیف ہے۔
٢. "اسلام میں نماز جمعہ کا حکم" یہ کتاب مطبوع ہے۔
٣. "غایة التحقیق فی تضحیة ایام التشریق" یہ کتاب کئی بار متعدد مقامات سے شائع ہوچکی ہے۔
٤. "تحویل قبلہ" یہ کتاب کشمیر کی صوبائی جماعت اہل حدیث نے طبع کی۔
٥. "تنویر الآفاق فی مسئلة الطلاق" یہ کتاب بھی مطبوع ہے۔
٦. "سیرت امام ابن حزم" مطبوع۔

⑦ ''علوی مالکی سے دودو باتیں'' مطبوع۔

⑧ ''سیرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ'' یہ کتاب بھی جامعہ سلفیہ سے چھپ چکی ہے۔

⑨ ''ضمیر کا بحران'' یہ بھی جامعہ سلفیہ سے چھپ چکی ہے۔

⑩ ''قصہ ایام قربانی کا'' یہ کتاب دہلی سے باہتمام حافظ شکیل احمد میرٹھی چھپ چکی ہے۔

⑪ ''رکعات تراویح'' یہ کتاب چھ ضخیم قسطوں میں اخبار اہل حدیث دہلی باہتمام مولانا سہسوانی چھپ چکی ہے۔

⑫ ''ابانہ'' یہ کتاب دربھنگہ میں چھپی ہے۔تین سو صفحات سے زیادہ کی ہے۔

⑬ ''مفقود الخبر شوہر کا شرعی حکم''۔

⑭ ''صحت نکاح کے لیے ولی اور کفو کی شرط''۔

⑮ ''تاریخ اہل حدیث ہند'' مطبوع ۔

⑯ ''خطبات نغمہ حدیث'' جامعہ محمدیہ مالیگاؤں سے چھپ چکی ہے۔

⑰ ''سیرت آدم علیہ السلام''۔

⑱ ''کتاب العقیقہ''۔

⑲ ''اولاد ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ'' زیر تصنیف۔

⑳ ''سیرت علامہ نذیر احمد املوی رحمانی۔

㉑ ''دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس پر سلفی تحقیقی جائزہ''، یہ کتاب ممبئی کی جمعیت چھپوا چکی ہے۔

㉒ ''نماز جنازہ اور اس کے مسائل''۔

اولاد:

محترم والد صاحب رحمہ اللہ کی دو شادیاں ہوئیں ۔ پہلی بیوی سے صرف ایک بچی ہے۔دوسری بیوی سے پانچ لڑکیاں اور ایک لڑکا عبدالحق ہے۔

شاگردان:

① مولانا ڈاکٹر رضاء اللہ صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ

② مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی،

③ شیخ صلاح الدین مقبول،

④ مولانا شاہد جنید سلفی،

⑤ مولانا عبداللہ سعود سلفی،

⑥ شیخ وصی اللہ محمد عباس مکہ مکرمہ،
⑦ شیخ عبدالباری فتح اللہ، ابوظہبی امارات،
⑧ ڈاکٹر عزیر شمس مدنی،
⑨ ذوالفقار ابراہیم اثری، لندن،
⑩ ڈاکٹر عبدالجبار فریوائی مدنی۔

محترم والد صاحب کا بیان ہے کہ پڑھنے کو تو بہت سے لوگوں نے مجھ سے پڑھا ہے، لیکن مجھے یاد نہیں۔

عبد الحق
بن محمد رئیس ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ کتاب وتمہید

«إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِيْنُهُ وَ نَسْتَغْفِرُهُ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ»

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَ لَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (پ: ٤، سورة آل عمران:١٠٢)﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾(پ: ٤، سورة النساء:١)﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (پ:٢٢، سورة الاحزاب:٧٠، ٧١)

أمّا بعد: فإن خير الحديث كتاب اللّٰه، و خير الهدي هدي محمد ﷺ۔ وشر الأمور محدثاتها۔ وكل محدثة بدعة، و كل بدعة ضلالة، و كل ضلالة في النار۔"

(أخرجه ابوداود والنسائي ، وابن ماجه)

حضرات! ہمارے رسول محمد ﷺ اپنے خطباتِ جمعہ وعیدین و نکاح و اہم امور میں مندرجہ بالا خطبہ ہی پڑھا کرتے تھے، اس کا ایک نام خطبۃ الحاجہ بھی ہے، اس خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، اس سے استعانت، طلب مدد و معاونت و اپنے گناہوں کی معافی اور اپنے نفوس و اعمال بد کے شرور سے اسی اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اللہ جسے راہ یاب کرے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے گمراہ کرے، اسے کوئی راہ یاب نہیں کرسکتا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں اور اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ﷺ ہیں۔ بے شک سب سے سچی و اچھی حدیث کتاب اللہ ہے اور سب سے اچھا طریق طریقِ محمدی ہے، اور بدترین امور دین برحق اسلام میں اختراع کردہ باتیں ہیں اور دین میں ہر اختراعی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت ضلالت ہے، اور ہر ضلالت جہنم رسید کرنے والی ہے، پھر تعوذ وتسمیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ تین قرآنی آیات کی تلاوت کرتے تھے، جن میں تقویٰ شعاری، صلہ رحمی اور قول سدید (ٹھوس، پختہ، عمدہ بات، نرم پیرایہ میں کرنے) کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے عوض بندے کے اعمال کی اصلاح اور گناہوں کی مغفرت کا وعدۂ الٰہی ہے اور صراحت ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کرنے

والے فوز عظیم (بہت بڑی کامیابی) سے بہرہ ور ہوں گے۔"

روایت ہے کہ ان تینوں آیات کی تفسیر وتوضیح کے ساتھ تذکرہ وموعظت بھی کی جاتی تھی۔

اس خطبہ نبوی کو ملحوظ رکھنے والے تمام امور گفتار وکردار اور طور وطریق میں تقوی شعاری کی بدولت ہر قسم کی غلط روی، غلط کاری، غلط گفتار سے محفوظ رہیں گے اور تقریری وتحریری طور پر جو بات بھی کہیں گے، وہ دائرہ شریعت میں رہ کر ہی کہیں گے۔ خلاف شریعت کوئی لفظ بھی نہ بولیں گے، نہ لکھیں گے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ (سورہ ق:١٨) یعنی انسان جو لفظ بھی بولتا ہے، اس پر نہایت مستعد فرشتہ مقرر ہے، بات صحیح یا غلط اسے ضبط تحریر میں لایا جاتا ہے اور اسے پیمانہ عدل میں تولا جائے گا، اسی کے مطابق جزاء یا سزاء ہوگی۔

امت میں اختلاف وانتشار پیدا کرنے سے شرعی ممانعت

قرآن مجید نے پوری صراحت اور وضاحت سے بتلایا ہے کہ ابتدائے امر میں انسانوں کے مورث اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر زمانہ دراز تک تمام لوگ متحدہ ومتفقہ طور پر ایک ہی دین وملت سے وابستہ تھے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّا اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا﴾ (سورہ یونس:۱۹)

یعنی ابتداء میں تمام لوگ ایک ہی ملت و مذہب سے وابستہ تھے اور سبھی لوگ ایک ہی امت بھی تھے، مگر بعد میں باہم اختلاف کر بیٹھے۔

اس معنی ومفہوم کی بہت ساری آیات ہیں، جن کو ہم نے ایک دوسری کتاب میں جمع کر دیا ہے اور معاملہ فہمی کے لیے یہاں پر اسی ایک آیت کریمہ کا ذکر کافی ہے۔

ابتداء میں تمام لوگ جس مذہب کے پیرو تھے، اس کے متعدد نام ہیں، ان میں اسلام صراط مستقیم، دین قیم، امت واحدۃ، مذہب اہل حدیث مشہور ومعروف ہیں۔ یہ دین واحد دس قرون یعنی لگ بھگ دس ہزار سالوں تک برقرار رہا، جس کی تفصیل ہماری دوسری کتاب ''الأدیان والمذاھب'' میں ہے۔ نصوص شرعیہ میں اس ملت واحدہ سے انحراف اور اس میں رخنہ اندازی، تفرقہ بازی، انتشار اور اختلاف سے پوری شدت کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ ان نصوص کی تفصیل بھی ہماری محولہ کتاب میں ہے۔ انسانوں کے مورث اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام قانون قدرت کے مطابق جنت سے مع اہلیہ نکالے گئے، تو باجماع یہود ونصاریٰ و دیگر حضرات ہمارے ملک ہندوستان میں سکونت پذیر ہوئے اور اسی ملک ہندوستان میں ان کی اولاد ونسل ابتداء میں پروان چڑھی، پھر رفتہ رفتہ دنیا کے دوسرے ممالک میں پھیلی، ان امور کی تفصیل ہماری کتاب ''سیرت آدم'' میں ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نبی ورسول تھے، اور ان پر آسمانی صحیفے بھی نازل ہوئے تھے، اس کی تحقیقی تفصیل بھی ہماری کتاب ''سیرت آدم'' میں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی ورسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنیادی طور پر ایک ہی دین اسلام کے پیرو وپابند تھے اور ان کے متبعین بھی!

ہمارے آخری نبی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دینی امور میں بہت سارے اختلافات کے سبب بہت سارے فرقے ہوئے، مگر ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے فرقہ سازی وپارٹی بندی میں ساری اگلی امتوں کو مات دیدی اور اسلامی فرقوں میں سے ہر ایک میں پارٹی در پارٹی ہوئی اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ یہ حال اس وقت امتِ محمدیہ کا ہے، جو

محمد ﷺ پر ایمان رکھنے اور ان کے راستے پر چلنے کی مدعی ہے۔ اس کے علاوہ جو لوگ آپ کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور مختلف مذاہب و ادیان سے اپنی وابستگی ظاہر کرتے ہیں۔

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں افتراق کی نبوی پیش گوئی:

متعدد صحابہ سے مروی بہت ساری احادیث نبویہ کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے رسول ﷺ نے فرمایا:

"إن اليهود افترقت على إحدى و سبعين فرقة كلهم في النار وواحدة في الجنة، و تفترق أمتي على ثلاث و سبعين ملة كلهم في النار إلا ملة واحدة، قالوا: من هي يا رسول الله؟ قال:" ما أنا عليه و أصحابي " و في رواية: قالوا: من هي يا رسول الله؟ قال: السواد الأعظم؟ و في رواية: قال: "كلهم على الضلالة إلا السواد الأعظم"، قالوا: يا رسول الله! من السواد الأعظم؟ وفي رواية: قال: "من كان على ما أنا عليه و أصحابي" و في رواية :"و هي الجماعة"

"یعنی یہود اکہتر فرقوں میں اور نصاریٰ (عیسائی) لوگ بہتر فرقوں میں منقسم ہوئے، ان دونوں میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں جائے گا، باقی جہنم رسید ہوں گے اور میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے، ان میں سے ایک فرقہ کے علاوہ سبھی فرقے جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ کونسا فرقہ جنت میں جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس مذہب و مسلک پر میں اور میرے صحابہ ہیں، اس پر چلنے والا فرقہ ہی وہ واحد فرقہ ہوگا، جو جنت میں جائے گا، اس کے علاوہ تمام دوسرے فرقہ جہنم میں جائیں گے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے اس ارشاد گرامی کو سن کر آپ ﷺ سے سوال کیا کہ وہ فرقہ واحدہ جو جنت میں جائے گا، وہ کون سا فرقہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا وہ سوادِ اعظم والا فرقہ ہے۔

ایک تیسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سوادِ اعظم کے علاوہ سارے فرقے راہ ضلالت پر چلنے والے ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: سوادِ اعظم کون سا فرقہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جس طریق و مذہب پر میں چلتا ہوں اور میرے صحابہ بھی، اس طریق و مذہب پر چلنے والے سوادِ اعظم ہیں۔ اور ایک تیسری روایت میں ہے کہ میری امت کے تہتر فرقوں میں سے جو فرقہ جنتی اور ناجیہ ہوگا، وہ جماعت یعنی بشمول رسول اللہ ﷺ وصحابہ کرام کی راہ پر چلنے والے لوگ ہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مرعاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، مع مشكوٰة المصابيح(١/٢٦٩ تا ٢٧٨، طبع ثالث ۱۴۰۵ھ، مطابق: ۱۹۸۵ء)

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ نجات یافتہ جہنم میں جائے بغیر جنت میں جانے والے جس فرقہ کو حدیث نبوی میں سوادِ اعظم و جماعت کہا گیا ہے، اس سے مراد وہ فرقہ ہے، جو طریق نبوی وطریق صحابہ کو اپنی راہ عمل بنائے رکھے گا اور جو فرقہ ناجیہ جہنم میں گئے بغیر جنت میں جانے کے مدعی ہوں، نیز سوادِ اعظم و جماعت بھی ہونے کے مدعی ہوں، مگر طریق نبوی وطریق صحابہ پر چلنے کی بجائے خود ساختہ طریق کو مذہب بنائے ہوں اور دعویدار ہوں کہ ہم طریق نبوی وطریق صحابہ ہی پر چلنے والے ہیں، وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے بھی ہیں اور راہ ضلالت پر چلنے والے فرق ضالہ بھی ہیں اور جہنم رسید بھی ہونے والے ہیں، البتہ ان فرقوں میں سے جو لوگ ایسے عقائد و اعمال والے ہوں گے، جن کے سبب وہ دائرۂ اسلام ہی سے خارج ہوں اور ان کے دل میں حقیقی ایمان کا ایک ذرہ بھی نہ ہو، صرف زبانی طور پر اسلام لانے کے مدعی ہوں، وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں رہیں گے، مگر جو فرق ضالہ راہ ضلالت پر چلنے کے باوجود ایسے عقائد و اعمال پر کاربند ہوں، جن کے سبب دائرۂ اسلام سے خارج نہ ہوں اور کلمہ توحید وکلمہ رسالت پر صدق دل و اخلاص سے ایمان رکھتے ہوں، اور زبان سے اقرار بھی کرتے ہوں، نیز ایمان کی دیگر بنیادی باتوں پر ایمان و عقیدہ رکھتے ہوں، وہ اپنی ضلالت کی مقدار بھر جہنم میں رہنے کے بعد نبیوں، رسولوں اور اولیاء و صالحین وغیرھم کی سفارشات یا محض رحمت خداوندی سے جنت میں داخل کیے جائیں گے، حتیٰ کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا، وہ جہنم میں کچھ زمانہ تک رہنے کے بعد شفاعت یا رحمت الٰہی سے داخل جنت کیا جائے گا۔ اللہ کے کچھ ایسے بھی بے راہ رو بندے ہوں گے، جنھیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے ان کی غلط روی کو نظر انداز کر کے جہنم میں ڈالے بغیر جنت میں بھیج دے گا۔

''يد الله على الجماعة'' والی حدیث نبوی:

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نبوی مروی ہے کہ

" إن الله لا يجمع أمتي أو قال: أمة محمد على ضلالة ، ويد الله على الجماعة، و من شذ شذ في النار"

بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو یا فرمایا کہ امت محمدی کو ضلالت پر متفق نہیں بنا سکتا، اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے، اور جو شخص جماعت سے الگ ہو کر طریق عمل اختیار کرے گا، وہ جہنم رسید ہوگا۔

(رواه الترمذي، و له شواهد ذكرها الحافظ في التلخيص، والحاكم في المستدرك، فهو حسن صحيح بشواهده ، مرعاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح :١/٢٧٩، ٢٨٠)

اس حدیث نبوی کا حاصل مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ ضلالت پر متفق نہیں ہو سکتی اور اس کا ظاہر مطلب ہے کہ

صحابہ کرام ضلالت پر متفق نہیں ہو سکتے، کیونکہ جس وقت آپ ﷺ نے یہ بات کہی تھی، اس وقت صحابہ کرام ہی موجود تھے اور تھوڑے ہی حضرات ایسے تھے، جو ایمان سے بہرہ ور ہونے کے باوجود شرف صحابیت سے مشرف نہیں ہو سکے تھے، انھیں اصطلاح اہل علم میں ''مخضرم تابعی'' کہا جاتا ہے، اس کا مطلب محقق اہل علم نے یہ بتلایا ہے کہ صرف صحابہ کے زمانہ کا اجماع حجت ہے، اگرچہ زمانہ صحابہ میں غیر صحابہ بھی موجود رہے ہوں، ایسے غیر صحابہ کا بھی صحابہ کے ساتھ کسی امر پر اتفاق اجماع ہی ہوگا اور صحابہ کے بعد کا اجماع حجت نہیں ہوسکتا، بلکہ صحابہ کے بعد کسی دینی معاملہ پر پوری امت کا اجماع ہونا محال ہے، لہٰذا صحابہ کے بعد والوں کے اجماع کا دعویٰ ہی باطل ہے، البتہ اگر کسی معتبر ذریعہ سے صحابہ کے بعد والوں کے اجماع کا ثبوت مل جائے، تو اسے حجت مانا جا سکتا ہے۔ عام محقق اہل علم کا یہی موقف ہے اور اس حدیث نبوی میں جس جماعت پر اللہ تعالیٰ کے دست کرم ہونے کا ذکر ہے، ظاہر ہے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی جماعت ہے، صحابہ کرام کے بعد جس جماعت پر اللہ تعالیٰ کے دست کرم ہونے کی توقع ہے، وہ صحابہ کرام اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر چلنے والی جماعت ہے، جیسا کہ احادیث نبویہ میں صراحت ہے۔

''اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَم'' والی حدیث نبوی:

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے کہ

لا يجمع الله هذه الأمة على الضلالة أبدا، و قال: يد الله على الجماعة. فاتبعوا السواد الأعظم فإنّه من شذ شذ في النار۔''

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی بھی ضلالت پر مجتمع نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر رہا ہے اور رہے گا، لہٰذا تم سوادِ اعظم کا اتباع کرو، کیونکہ سوادِ اعظم سے جو الگ ہوگا وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔''

(مستدرك حاكم:۱/۱۱۵، و كنز العمال: ۱/۵۳، بحواله ابن جرير و نوادر الاصول للحكيم الترمذي،ص:۱۲۸)

یہ حدیث نبوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی کی روایت سے ''مشکوٰۃ المصابیح'' میں صرف ''اتبعوا السواد الأعظم فإنّه من شذ شذ في النار'' کے لفظ سے مروی ہے، گویا اوپر والی حدیث کا ابتدائی بڑا حصہ اس میں حذف کردیا گیا ہے، یعنی ''لا يجمع الله هذه الأمة على الضلالة ابداً و قال: يد الله على الجماعة'' کو حذف کردیا گیا ہے اور مشکوٰۃ میں اس طویل حدیث کی تخریج کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے اور علامہ البانی نے بتلایا کہ مشکوٰۃ کے متعدد نسخوں میں اس کے تخریج کار کا کوئی ذکر نہیں، بلکہ صرف تخریج کار کی جگہ پر بیاض چھوڑا ہوا ہے، جس کا مطلب ہے کہ صاحب مشکوٰۃ اس حدیث کے تخریج کار پر واقف نہیں ہو سکے، البتہ اس حدیث کے آخری حصہ ''اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَم فإنّه من شذ شذ فی النار'' کا ذکر مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۷۴ (۳۵) میں بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

بحوالہ سنن ابن ماجہ میں موجود ہے، اور "زوائد ابن ماجه" میں امام بوصیری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی ابن ماجہ والی سند ضعیف ہے اور اس کے کئی طرق ہیں، مگر سب میں نظر ہے، یعنی کہ ضعیف ہے۔ (مشکوۃ مع مرعاۃ: ۱/ ۲۸۰)

ہم کہتے ہیں کہ اس طویل حدیث کے ہر فقرہ کے معتبر شواہد و متابع موجود ہیں، لہٰذا مجموعی طور پر یہ حدیث کم از کم حسن درجہ کی معتبر ہے اور اس کا حاصل معنی گزشتہ صفحات میں واضح ہو چکا ہے۔

"سوادِ اعظم" کا لغوی معنی اگرچہ بہت بڑی جماعت ہے، مگر متعدد احادیث نبوی میں حق پرست ایک ہی فرد کو "امت واحدۃ" کہا گیا ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو تن تنہا "امت" کہا گیا ہے، لہٰذا ان احادیث نبویہ کا حاصل صرف حق پرستوں کی جماعت ہے، خواہ ان کی تعداد کتنی ہی قلیل ہو، حتی کہ اگر دوسروں کے بالمقابل ایک ہی آدمی حق پرست رہ جائے، تو وہی سوادِ اعظم، جماعت اور امت ہے، باقی غیر حق پرست لوگ خواہ باعتبار تعداد کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہو، شرعی طور پر انھیں شریعت کی نظر میں سوادِ اعظم، جماعت اور امت نہیں مانا جائے گا۔

قرآن مجید میں صراحت ہے کہ دنیا کے اکثر لوگ ہمیشہ گمراہ و گمراہ گر اور کافر رہے ہیں اور رہیں گے، یعنی صحیح معنوں میں اہل ایمان کی تعداد ہمیشہ کم رہی ہے اور رہے گی، لیکن معنوی طور پر غلبہ اہل ایمان کو حاصل رہے گا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ:۲/ ۲۴۹)

یعنی بحکم الٰہی کثیر تعداد والی جماعتیں قلیل تعداد والی جماعت سے مغلوب رہا کرتی ہیں۔

بلکہ فرمان قرآنی ہے کہ

﴿وَ إِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (أنعام:۶/ ۱۱۶)

اگر اے ہمارے رسول! آپ دنیا میں رہنے والے اکثر لوگوں کی اطاعت کریں گے، تو وہ آپ کو راہِ الٰہی سے گمراہ کردیں گے!

نیز فرمایا:

﴿إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَ لٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (ھود:۱۱/ ۱۷)

یعنی یہ اسلام و قرآن آپ کے رب کی طرف سے حق ہی ہے، مگر اکثر لوگ ناحق پرستی کے شکار ہیں۔

اس معنی و مفہوم کی آیات بہت ہیں اور احادیث نبویہ بھی، مگر صرف یہی حقیقت فہمی کے لیے کافی ہیں۔ اسلام کی طرف منسوب اکثر لوگ واقعتاً اسلام سے خارج ہیں اور جو کھلے ہوئے غیر مسلم ہیں، ان کی تعداد مسلمان کہلانے والوں سے چھ گنا زیادہ ہے۔

حدیث نبوی میں تین قرون کو خیر القرون کہا گیا ہے، یعنی بشمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ اس کے

بعد تابعین عظام کا زمانہ، وفات نبوی ۱۱ ہجری ۱۲/ ربیع الاوّل کو ہوئی، وفات نبوی کے ساتھ قرن نبوی کا خاتمہ ہو گیا اور آخری صحابی أبو الطفيل عامر بن واثلة ليثي (۱۱۰) ہجری یا (۱۱۱) ہجری میں فوت ہوئے، ان کی وفات کے ساتھ قرن صحابہ کا خاتمہ ہو گیا اور تیسرا قرن (۱۸۱) ہجری میں خلف بن خليفه بن صاعد اشبهي کی وفات کے ساتھ ختم ہو گیا، انھوں نے عمرو بن حریث صحابی سے سماع حدیث کیا تھا۔(مشاهير علماء الأمصار لابن حبان، ص:۱۰۵)

انھیں تین قرون کو رسول اللہ ﷺ نے خیر القرون کہا ہے اور اس کے بعد والے کسی قرن کا خیر القرون میں داخل ہونا مشکوک و مشتبہ ہے، اس لیے انھیں تین قرون کو خیر القرون ماننا چاہیے اور اس میں شک نہیں کہ آخری قرن یعنی تابعین کے طبقہ کے لوگ اپنے پہلے والے قرون میں بھی پائے جاتے تھے، اگرچہ وہ شرف صحابیت حاصل نہ کر سکے، مثلاً بہت سارے مخضرم حضرات عہد نبوی میں مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے، مگر دیدار نبوی سے مشرف نہ ہو سکے، اسی طرح وفات نبوی کے بعد یعنی ۱۱ ہجری سے لے کر قرون صحابہ (۱۱۱) ہجری تک بہت سارے لوگ دیدارِ نبوی سے اگرچہ مشرف نہیں تھے، مگر بہت سارے صحابہ یا بعض صحابہ سے ان کا لقاء ثابت ہے۔

الحاصل: طبقہ تابعین میں سے بہت سے لوگوں کا عہد نبوی و عہد صحابہ میں بحالت اسلام موجودگی کا شرف حاصل ہونا بدیہی بات ہے، اگرچہ دیدار نبوی نہ ہو سکنے کے سبب وہ صحابی نہیں ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث نبوی میں بھی "**عليكم بالجماعة والعامة**" کے الفاظ ہی مذکور ہیں۔(مسند احمد:۵/۲۴۳) نیز معجم کبیر للطبرانی و الإبانة لابن السجزي سے منقول طویل حدیث کے آخر میں "**فعليكم بالجماعة و الإلفة والعامة والمساجد**" کے الفاظ مذکور ہیں۔(مرعاة شرح مشكوة:۱/۲۸۸، بحواله كنز العمال:۱/۵۲، الفصل الثالث، تحت حديث نمبر:۱۸۴/۴۵)

ان ساری احادیث کے مجموعہ سے حاصل ہوتا ہے کہ حق پرست لوگوں کی جماعت کو حدیث نبوی میں "جماعت" و "عامہ" و "سوادِ اعظم" کہا گیا ہے، خواہ اس کی تعداد کتنی ہی کم ہو، اور ناحق پرست بے راہ رو لوگ خواہ کتنے ہی زیادہ تعداد میں ہوں، ان پر شرعاً جماعت، سوادِ اعظم، عامة کا لفظ صادق نہیں آتا۔ ناظرین کرام! ان احادیث اور ان کے معانی و مطالب کو ذہن نشین رکھیں۔ آگے چل کر آنے والے مباحث کو سمجھنے میں ان سے مدد ملے گی۔

اسلام کی طرف منسوب فرقوں میں سب سے زیادہ ضرر رساں فرقہ اہل الرائی ہے:

شیخ عبد القادر جیلانی اور متعدد ائمہ کرام حضرت عوف بن مالك اشجعی صحابی سے یہ حدیث نبوی نقل کیے ہوئے ہیں کہ:

"تفترق أمتي على ثلاث و سبعين فرقة أعظمها فتنة على أمتي الذين يقيسون الأمور برأيهم" (الحديث)

یعنی میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، ان تہتر فرقوں میں میری امت کے لیے سب سے زیادہ فتنہ پرور فساد انگیز جماعت وہ ہوگی، جو اپنی رائے و قیاس سے مستنبط کردہ مسائل و امور کو اپنا دین و مذہب قرار دے لے گی۔

(غنية الطالبين مع اردو ترجمه، مطبع رفيق عالم، لاهور، ١٣٨٨ھ، ص:٢٧، و "اللمحات" إلى ما في أنوار الباري من الظلمات مع الحواشي بسند صحيح: ١/٣٧٨)

حدیث نبوی کی نظر میں فرقہ اہل الرأي گمراہ و گمراہ گر ہے:

حدیث نبوی میں صراحت ہے کہ بنو اسرائیل عرصہ دراز تک راہِ اعتدال و صراط مستقیم پر قائم رہے:

"حتی بدأ فیھم أبناء سبایا الأمم فأفتوا بالرأي فضلوا وأضلوا"

یعنی پھر ان میں کچھ لونڈی اور غلام زادے ایسے رونما ہوئے، جنھوں نے رائے و قیاس کو دین و مذہب بنا کر رائے و قیاس سے فتاوی دینے شروع کیے، تو وہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر ڈالا۔

(رواه البزار في مسنده بسند حسن، كشف الأستار و مجمع الزوائد، و جامع البيان، ص: ١٣٦، ١٣٨، والإحكام لابن حزم: ٦/٥٥، و تاريخ بغداد للخطيب: ١٣/٣٩٤، ٣٩٥ واللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات: ١/٣٨٠)

ان احادیث نبویہ کے مجموعہ سے مستخرج ہوتا ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ و امت محمدیہ میں فرق باطلہ اور فرق ضالۃ بہت ہوئے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ احادیث نبویہ نصوص قرآنیہ کی نبوی تفسیر ہیں اور نصوص کتاب و سنت سے خدمت نبوی میں رہ کر مستفید ہونے والے صحابہ کرام نے بھی بالاجماع یہی بات کہی ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروق خلیفہ راشد سے مروی ہے کہ

صحابہ کرام کی نظر میں أہل الرأی أعدائے سنن ہیں اور حفظ و روایت حدیث سے محروم بھی:

" أصبح أھل الرأي أعداء السنن أعیتھم أن یعوھا و تفلتت منھم أن یرووھا فأفتوا بالرأي، و في روایة: إیاکم وأصحاب الرأي فإنھم أعداء السنن أعیتھم الأحادیث أن یحفظوھا و تفلتت منھم أن یعوھا، واستحیوا حین سئلوا أن یقولوا لا نعلم فأعرضوا السنن برأیھم فإیاکم وإیاھم۔"

''یعنی اہل الرأی سنتوں کے دشمن ہیں، وہ احادیث کے حفظ و روایت کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں، اس لیے احادیث کی روشنی میں فتویٰ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے، کیونکہ علوم حدیث سے یہ أہل الرأی بے بہرہ، محروم اور جاہل محض ہوتے ہیں، مگر فتوی دینے اور مسائل بتلانے کے اتنے زیادہ شوقین ہوتے ہیں کہ پوچھے جانے پر اپنے جاہل و محروم علم ہونے کا اعتراف نہیں کرتے بلکہ اپنی رائے و قیاس سے ایسے مسائل لوگوں کو بتلاتے ہیں، جو نصوص کے خلاف ہوتے ہیں، اس طرح خود تو گمراہ و ضال ہوتے ہی

ہیں، دوسروں کو بھی گمراہی وضلالت کے گڑھوں میں جھونک اور گرا دیتے ہیں، لہٰذا اے اہل اسلام ان اُہل الرأی اور رائے پرست جاہلوں سے بچ کر رہو۔"

(إعلام الموقعين:١/٥٥، الإحكام لابن حزم:٦/٤٢، ٤٣، و جامع بيان العلم لابن عبد البر، قال الحافظ ابن قيم الجوزيه: أسانيد هذه الآثار عن عمر في غاية الصحة، یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ان روایات کی سند بے حد وحساب صحیح ہیں۔)

دیکھنے میں مذکورہ بالا روایات صحیحہ صرف عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، مگر وہ خلیفہ راشد ہیں اور نصوص شرعیہ میں خلفائے راشدین کی ان باتوں اور احکام کی تعمیل کا حکم پوری امت کو دیا گیا ہے، جو خلاف نصوص نہ ہوں، اور مذکورہ بالا روایات نصوص کے خلاف نہیں، بلکہ موافق ہیں اور اس فرمان فاروقی سے کسی بھی صحابی کا اختلاف منقول نہیں، لہٰذا یہ تمام صحابہ کا اجماعی موقف ہوا۔(نیز ملاحظہ ہو ہماری کتاب: اللمحات الى ما في أنوار الباري من الظلمات: ١/١٩٦، ١٩٧)

چونکہ اُہل الرأی اور ان کی مدوّن فقہ اور دوسرے علوم شرعیہ بتصریح نصوص و آثار صحابہ و اجماع صحابہ خلاف نصوص شرعیہ ہیں، اس لیے اُہل الرأی بذات خود باطل پرست ہیں اور ان کی مدوّن و مرتب فقہ اور عام علوم شرعیہ مجموعہ اباطیل واکاذیب، وطومار اغلاط واخطاء ہیں، اس لیے اُہل الرأی اور ان کی فقہ وفتاوی و دیگر علوم مدوّنہ سے راہ فرار اختیار کرنے اور نصوص سے وابستہ رہنے کا حکم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نصوص کی پیروی میں بالإجماع وبالاتفاق دیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سبھی اہل اسلام کو نصوص کا علم حاصل کرنے کا حکم دیا:

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں نصوص شرعیہ کا علم حاصل کرنے کا بہت زیادہ تاکیدی حکم دیا گیا ہے، تاکہ اہل اسلام نصوص کتاب وسنت پر عمل کریں اور رائے پرستی کی فتنہ سامانی سے بچ سکیں، چنانچہ قرآن مجید کی پہلی وحی الٰہی ہی میں تکرار کے ساتھ ﴿اِقْرَاْ﴾ کا حکم دیا گیا، جس کا حاصل مطلب یہ ہے قرآن و حدیث اہل اسلام بہت توجہ سے پڑھیں اور رائے وقیاس پرستی کی ہلاکت خیزیوں سے محفوظ رہ سکیں، بسند صحیح مروی ہے کہ اپنی وفات کے صرف پانچ دن پہلے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

" إني أشهد الله على أمراء الأمصار فإني إنما بعثتهم ليعلموا الناس دينهم و سنة نبيهم ﷺ " الخ

بے شک میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے شہروں پر امراء و حکام محض اس لیے مقرر کیے ہیں کہ وہ لوگوں کو دین اور سنت نبویہ کی تعلیم وتربیت دیں۔

(مسند أبي عوانه:١/٤٠٩، و طبقات ابن سعد:٣/٣٣٥، ٣٣٦، بسند صحيح، و اللمحات الى ما في أنوار الباري من الظلمات:١/١٧٧)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس بات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متفق تھے اور اسے بنظر تحسین دیکھتے تھے۔ خود ہمارے

رسول محمد ﷺ کی بعثت بھی اسی لیے ہوئی تھی کہ ﴿وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (سورة البقرة:٢/١٢٩، سورة آل عمران:٤/١٦٤، وسورة الجمعة:٦٢/٢)

آپ ﷺ لوگوں کو کتاب وسنت کی تعلیم دیں۔

اور جن احکام الٰہی کے مکلّف آپ تھے، ان کی مکلّف آپ کی پوری امت ہے، اِلّا یہ کہ جس کا استثناء بدلیل معتبر ثابت ہو۔ ارشاد نبوی ہے:

" بَلِّغُوا عَنِّي وَ لَوْ آيَة" (میری طرف سے اے میری امت کے لوگو! تم خواہ ایک ہی آیت کی تبلیغ وتعلیم دے سکتے ہو تو دو۔) (متعدد کتب حدیث)

بنا بریں آپ ﷺ کے جانشین اوّل خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق اور خلیفہ راشد ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابی بھی یہ کام اپنی استطاعت بھر کرتے رہتے تھے۔

(اللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات:١/١٧٥،١٧٦، بحواله مسند دارمي، ص: ٣٢،٣٣، و كتاب القضاء لأبي عبيد قاسم بن سلام و أعلام الموقعين: ١/٦٢، و حجة الله البالغة:١/١٤٩، وإزالة الخفاء وغيرها)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم بھی دیا کہ:

" تعلموا الفرائض والسنة كما تعلمون القرآن "

اور تم لوگوں کو کتاب وسنت وفرائض کی تعلیم دو۔(جامع بيان العلم لابن عبد البر:١/١٧٧)

حضرت ابوموسیٰ اشعری حکم فاروقی سے حاکم بنا کر بھیجے گئے، تو انھوں نے اپنے زیر فرمان لوگوں سے کہا:

" بعثني إليكم عمر بن الخطاب أعلمكم كتاب ربكم و سنة نبيكم"

یعنی مجھے آپ لوگوں کے پاس حضرت عمر فاروق نے اس لیے بھیجا ہے کہ تمھارے رب کی کتاب قرآن مجید اور سنت نبویہ کی تعلیم دوں۔(سنن دارمی:١/١١٤، و ٥٦٦)

سمجھنے والوں کے لیے مذکورہ بالا نصوص بہت کافی ہیں۔!!

حکم فاروقی کہ فرق باطلہ بشمول اہل الرائی وتقلید پرستوں کا ردّ بلیغ احادیث نبویہ سے کرو:

یہ معلوم ومعروف حقیقت ہے کہ تقلید پرستی علوم قرآن وحدیث ونصوص کے منافی ہے اور متعدد آیات واحادیث نبویہ وآثار صحابہ وتابعین میں تقلید پرستی سے منع کیا گیا ہے، مگر تقلید پرستی کی دیوی کے پرستار اپنی عیاری ومکاری وفریب کاری کے ذریعہ بعض قرآنی نصوص میں معنوی تحریف کاری کر کے انھیں (نص قرآنی کو) تقلید پرستی والی اپنی دیوی کی پرستش پر تاویل وشبہات آفرینی کے ذریعہ دلیل وحجت بنا لیتے ہیں، اس طرح کی بے جا حرکت کرنے والوں کی بابت حضرت عمر فاروق ہی نے اہل اسلام کو یہ نسخہ کیمیا بتلایا کہ

" سيأتي قوم يجادلونكم بشبهات القرآن فخذوهم بالسنن"

یعنی آنے والے زمانہ میں کچھ لوگ (بشمول تقلید پرست لوگ) قرآن مجید میں شبہات آفرینی کر کے تم سے مجادلہ و مناظرہ و مباحثہ کریں گے۔ ان کی ان شرارتوں اور شیطانی کارستانیوں کا توڑ تم احادیث نبویہ کے ذریعہ کر کے انھیں ناکام و نامراد و شکست خوردہ و ہزیمت زدہ بناؤ، لہٰذا سنن نبویہ کا علم حاصل کرو۔

(اللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات: ۱/۱۹۸، بحواله الإحكام لابن حزم: ۲/۱۴۰، و سنن دارمي و جامع بيان العلم و مفتاح الجنة للسيوطي: ۱۳۵)

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ امت مسلمہ میں قرن صحابہ کرام کے اختتام میں ظہور پذیر ہونے والے امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت فرقۂ اَہل الرأی کے بہت بڑے حامی، مبلغ، مناظر اور متکلم تھے، جو ۸۰ ہجری میں بلادِ عربیہ اسلامیہ سے کافی دور خراسان کے شہر نساء یا اس کے مضافات میں پیدا ہوئے اور ائمہ **جهمیه و مرجیه و معتزله** سے تعلیم و تربیت پا کر مختلف خراسانی شہروں و بلاد و قصبات و دیہاتوں کا اپنے والد کے ساتھ گشت کرتے ہوئے لگ بھگ (۱۰۱) ہجری، (۱۰۲) ہجری میں عراقی راجدھانی کوفہ میں نزول پذیر ہوئے، اور اسی کو اپنا مرکز و ہیڈ کوارٹر بنایا، اور مختلف عراق و غیر عراقی مقامات میں اپنے مسلک و مذہب سے متعلق بازار مباحثہ و مناظرہ و مجادلہ و مکالمہ گرم کیا، پھر کسی مصلحت کے تحت کوفہ میں قائم مرجیہ کی درسگاہ حماد بن ابی سلیمان میں لگ بھگ ۱۰۲، ۱۰۳ ہجری میں مرجی فقہ پڑھنے کے لیے داخل ہوئے، ان سارے امور کی تفصیل ہماری کتاب "اللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات" اور "ضمیر کا بحران" میں مرقوم ہے، الحاصل اختتام دورِ صحابہ پر امام ابوحنیفہ اَہل الرأی بلکہ امام اَہل الرأی اور مذہب اَہل الرأی کی طرف سے زبردست مناظر و مجادل و مدافع کے طور پر ظہور پذیر ہوئے، انھیں علوم حدیث سے محض برائے نام لگاؤ رہا، ورنہ ان کی تمام تر دلچسپی، لگاؤ و حمایت مذہب اَہل الرأی بالخصوص مذہب مرجیہ، جہمیہ، معتزلہ سے رہی، کیونکہ یہی ان کا پسندیدہ و اختیار کردہ مذہب و مسلک و موقف تھا!

اس بات پر سبھی کا اتفاق ہے کہ موصوف امام ابوحنیفہ کی ساری مذہبی و دینی سرگرمیوں کا مرکز و محور عراقی ریاست کی راجدھانی کوفہ تھا اور حسب ضرورت کبھی کبھار شہر کوفہ سے نکل کر دوسرے عراقی شہروں اور شاذ و نادر بعض غیر عراقی مقامات پر بھی جاتے رہے۔ انھیں اپنے ہم مذہب لوگوں میں بہت زیادہ شہرت و مقبولیت حاصل تھی، اور ان کے ہم مذہب انھیں اپنے مذہب کا سب سے بڑا داعی و مبلغ و مناظر و متکلم و مدافع مانتے تھے۔

عراق سے متعلق ایک اہم نبوی پیش گوئی:

یہ ایک معلوم و مسلم حقیقت ہے کہ اسلام کی طرف منسوب اسلام کی جڑ و بنیاد کھوکھلی کرنے اور کاٹنے والے تمام ہی فرقے تارکین نصوص شرعیہ ہیں، مگر مدعی ہیں کہ ہم اصلی اسلام کے متبع و پیرو ہیں، ان فرقوں کی تعداد بہت ہے، انہیں میں ایک فرقہ اَہل الرأی کا ہے، جن کی بہت سی شاخیں ہیں، انہیں شاخوں میں سے احناف و حنفیہ بھی

ایک شاخ ہے اور یہ بہت معروف حقیقت ہے کہ تمام باطل پرست أہل الرأی فرقوں بشمول فرقہ حنفیہ کا اصل مرکز اور گڑھ عراق بالخصوص کوفہ ہے، وہاں اگرچہ کچھ صحابہ اور تابعین عظام بھی سکونت پذیر رہے، مگر وہ فرقہ ہائے أہل الرأی کی سرگرمیوں سے ہمیشہ نالاں و پریشاں رہے، اور ہمارے رسول محمد خاتم النبیین ﷺ پہلے ہی فرما چکے تھے کہ عراق فتنوں و مفاسد کی سرزمین ہے، اس کا دوسرا قدیم نام بابل ہے اور بابل ملک بابل یعنی عراق کی راجدھانی والے شہر کا نام بھی تھا، جو تباہ و برباد ہو کر کھنڈرات میں تبدیل ہو گیا، اس کے تھوڑے ہی فاصلہ پر بابل بلفظ دیگر عراق کی راجدھانی والا شہر بنام کوفہ بسایا گیا، ان امور کی تفصیل ہماری کتاب ''اللمحات'' میں ہے۔ قرآن مجید میں بابل کا ذکر جس انداز میں موجود ہے، وہ عراق کی حقیقت سمجھنے کے لیے کافی ہے، امام یعقوب بن سفیان فسوی نے فرمایا:

" حدثنا محمد بن عبد العزيز الرملي حدثنا ضمرة بن ربيعة عن عبد اللّٰه بن شوذب عن توبة العبري عن سالم بن عبد اللّٰه بن عمر بن الخطاب عن أبيه قال: قال: رسول اللّٰه ﷺ: اللهم بارك لنا في مدينتنا، و صاعنا، و مدنا، و يمننا، و شامنا، فقال: رجل: يا رسول اللّٰه! و في عراقنا، فقال: رسول اللّٰه ﷺ: بها الزلازل والفتن و بها يطلع قرن الشيطان"

یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! ہمارے مدینہ منورہ اور اس کے ناپ تول کے پیمانوں صاع و مد میں اور یمن و شام میں برکت دے، اس دعائے نبوی کو سن کر ایک آدمی نے خدمت نبوی میں گزارش کی: کہ ہمارے ملک عراق کے بارے میں بھی دعائے برکت کر دیجیے! اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ سرزمین عراق زلزلوں، فتنوں و مفاسد کا مرکز و گڑھ و آماجگاہ ہے، اور وہیں یعنی عراق سے ''قرن شیطان'' یعنی شیطانی گروہ و شیطانی سرکردہ کا ظہور ہوگا۔"

(المعرفة والتاريخ للإمام الفسوي:٢/٧٤٦ تا ٧٥١، و تاريخ دمشق لابن عساكر مخطوطه:١/٥٨، ٥٩، واللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات کے متعدد مقامات)

بعض روایات میں عراق کی جگہ پر ''ارض نجد'' و ''مشرق'' کا لفظ بھی آیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہماری کتاب: ''ضمیر کا بحران'' ص:٢٤٨، واللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات:١/٣٤٤، ٣٤٥) اسی یعنی عراق کے لوگوں کا متعدد صحابہ نے ایک خاص وصف بتلایا ہے کہ یہ لوگ بڑے کذاب و افتراء پرداز اور اکاذیب پرست ہوتے ہیں۔ (ضمیر کا بحران، ص:٢٤٦)

تنبیہ بلیغ و ایضاح اوّل:

یہ بہت واضح بات ہے کہ جس بھی ملک، شہر، بلاد و آبادی کا مذہب نصوص کتاب وسنت میں مذکور ہے، اس میں رہنے والے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے متبعین و پیروکار لوگوں پر مذمت منطبق نہیں ہوتی، اسی طرح جن ممالک وشہر و بلاد و آبادی و بستی کی مدح و ثناء نصوص کتاب وسنت میں مذکور ہے، ان میں رہنے والے معاندین اسلام و مخالفین انبیائے کرام علیہم السلام پر وہ مدح و ثناء منطبق نہیں ہوسکتی، یہ بات اتنی واضح ہے کہ اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔

تنبیہ بلیغ و ایضاح ثانی:

متعدد احادیث نبویہ میں سرزمین مشرق کی مذمت ونحوست بیان کی گئی ہے۔

(فتح الباري، مع صحيح البخاري، كتاب الفتن باب قول النبي ﷺ: الفتنة من قبل المشرق، حديث نمبر:٧٠٩٤، ١٣/٤٧، و صحيح مسلم مع شرح نووی متعدد كتب حديث ، نیز ملاحظہ ہو ہماری کتاب:اللمحات :١/٣٤٤، ٣٤٥)

اگرچہ عام اہل علم نے سرزمین مشرق سے مراد عراق ہی بتلایا ہے اور یہ صحیح بھی ہے، مگر ایک خاص بات ملحوظ رکھنے کے لائق ہے کہ ہمارا ملک ہندوستان بھی ہمارے رسول محمد ﷺ کے ملک حجاز خصوصاً آپ کے موطن و مسکن مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ سے مشرق جانب ہی واقع ہے، اور اوّل امر میں اگرچہ ہندوستان حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے لے کر بہت زمانہ تک حق پرست لوگوں کا ملک رہا، مگر بعد میں یہ ملک شرک و کفر و بت پرستی، تعلیمات انبیاء علیہم السلام کی خلاف ورزی کا بہت بڑا منظم گڑھ بن گیا، اور آج بھی ہے، البتہ عہد نبوی سے لے کر چھٹی صدی ہجری تک اس ملک ہندوستان میں بہت سارے لوگ ہمارے رسول محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام رحمہم اللہ کے پکے سچے مذہبی یعنی مذہب اہل حدیث کے راہ رو رہے، پھر یہاں مختلف وجوہ سے مذہب اہل حدیث میں اضمحلال آ گیا اور ان کی تعداد رفتہ رفتہ بہت گھٹ گئی اور اسلام کی طرف منسوب فرقہ اَہل الرأی کی یہاں پر حکومت قائم ہو گئی، جو طویل زمانہ تک برقرار رہی۔

پھر بھی اَہل الرأی کے دورِ حکومت میں بلند پایہ علماء اہل حدیث وعوام قدرے قلیل تعداد میں نمایاں طور پر پائے جاتے رہے اور دو تین صدیوں سے جماعت اہل حدیث میں نشأۃ ثانیہ پیدا ہونے لگی اور دورِ حاضر میں مخالفین اہل حدیث جو اسلام کی طرف اپنے کو منسوب کرتے اور خالص تقلید پرست و غالی مقلد اور شدید مخالفین و معاندین اہل حدیث ہیں، وہ نصوص شرعیہ کے خلاف اپنے اختراعی تقلیدی مذہب پر چلنے کے دعویدار ہیں، نیز تقلید ابی حنیفہ کے بھی مدعی ہیں، وہ اہل حدیث کے بالمقابل اپنی کثرت تعداد پر بہت نازاں وفرحاں و شاداں ہیں اور اپنے کو حدیث نبوی والے سوادِ اعظم "جماعت اہل سنت و جماعت" کا مصداق کہتے رہتے ہیں، وہ ہمیشہ اہل حدیث افراد و جماعت و مذہب کے خلاف بیہودہ گوئی و بیہودہ نویسی اور بیہودہ اجلاسوں اور درسگاہوں و تنظیموں کے ذریعہ زہرافشانی کرتے اور

اہل حدیثوں کو غیر مقلدین نیز دوسرے ناپسندیدہ ناموں سے موسوم کر کے دائرہ اہل سنت و جماعت بلکہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں، اور خود کو اہل سنت و جماعت سے موسوم کرتے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مقلد ابی حنیفہ ہیں، جب کہ درحقیقت یہ صحیح معنوں میں مقلد ابی حنیفہ بھی نہیں!!

یہ جماعت جب سے وجود میں آئی ہے، تب سے اہل حدیث کے خلاف ہر طرح کے اقدامات کو اپنا سب سے بڑا فریضہ سمجھتی ہے اور اہل حدیث کے خلاف غیر مسلم حکومتوں سے بھی ساز باز رکھتی اور انھیں اہل حدیث کے خلاف اقدامات پر ابھارتی اور آمادہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے، ان سارے امور پر نظر رکھتے ہوئے ہم سرزمین ہند کو بھی نبوی پیش گوئی کا مصداق یعنی فتنوں وفساد کی سرزمین قرار دینے میں اپنے کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔

ہندوستان میں اہل حدیث کے خلاف فتنہ سامانی کرنے والے اَہل الرأی:

ہندوستان میں اپنے کو تقلید ابی حنیفہ کے دعویدار دو بڑے بڑے فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، ایک فرقہ دیوبندیہ، دوسرے فرقہ بریلویہ۔ دونوں فرقوں کے کچھ ذیلی فرقہ بھی ہیں، جیسے فرقہ دیوبندیہ کا ایک ذیلی فرقہ قادیانی، دوسرا منکرین حدیث اور متعدد دوسرے ذیلی فرقے ہیں، یہ فرقے خصوصاً دیوبندیہ و بریلویہ مدعی تقلید ابی حنیفہ ہونے کے باوجود آپس میں بڑی مخاصمت و مخالفت و معاندت و مجادلت رکھتے اور ایک دوسرے کی تکفیر، تبدیع، تفسیق، تکذیب، و تردید میں سرگرم عمل رہا کرتے ہیں۔

ان دونوں فرقوں کی تولید کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا ہے، یہ دونوں کے دونوں چودھویں صدی کی پیداوار ہیں، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہندوستان پر مسلط ہوجانے والی انگریزی برطانوی حکومت کے قائم کردہ کالجوں خصوصاً دہلی کالج کے تعلیم و تربیت یافتہ لوگوں میں سے کچھ لوگوں نے ''دارالعلوم دیوبند'' کے نام سے ابتداءً ایک بہت معمولی درسگاہ ۱۲۸۳ ہجری، ۱۹۶۷ء میں قائم کی، جو رفتار زمانہ کے ساتھ ترقی کرتی گئی، اس دیوبندی درسگاہ کے تعلیم و تربیت یافتہ لوگوں نے چودھویں صدی ہجری میں ''فرقہ دیوبندیہ'' کی شکل اختیار کی، اس کے پہلے اس درسگاہ کے فارغین تعداد میں اتنے کم تھے کہ ان پر ''فرقہ'' کے لفظ کا اطلاق نہیں ہوسکتا تھا۔ چودھویں صدی میں جب یہ ایک فرقہ بن گیا، جس کا نام ''فرقہ دیوبندیہ'' ہوا، تو شروع شروع میں اہل حدیث کے خلاف یہ فرقہ دیوبندیہ زیادہ جارحیت و عناد و شرارت نہیں کرتا تھا، پھر دھیرے دھیرے اہل حدیث کی مخالفت ومعاندت میں یہ تیز سے تیز تر ہونے لگا، یہ فرقہ دیوبندیہ اپنے آپ کو مخصوص جھوٹ و تلبیس ومکروفریب کے زور پر مذہب ولی اللہی کا پیرو و متبع کہتا رہا اور اب تک ایسا ہی کرتا اور کہتا ہے، حالانکہ یہ فرقہ دیوبندیہ مذہب ولی اللہی سے کوئی بھی لگاؤ نہیں رکھتا، بلکہ اس کا مخالف ہے۔ مگر اکاذیب پرستی فرقہ دیوبندیہ کا اصل دین و مذہب ہے اور یہ فرقہ دیوبندیہ انگریزوں کے قائم کردہ دہلی کالج کی بدولت چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہوا ہے اور انگریزوں کا حال معلوم ہے کہ اس نے ہندوستان مین مسلمانوں کے لیے

کیوں بہت سے کالج قائم کیے تھے۔ انگریزی کالجوں کی حکمت عملی دیکھ کر اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا:

وہ قتل سے بچوں کے ہوتا نہیں بدنام
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

فرقہ دیوبندیہ بہر حال اپنے اس دعوی میں جھوٹا ہے کہ وہ مقلد ابی حنیفہ ہے، وہ مقلد ابی حنیفہ نہیں، بلکہ درحقیقت انگریزوں کے قائم کردہ دہلی کالج کا پروردہ وتربیت یافتہ انگریزی سامراج کا آلہ کار وانگریزی سامراج کا نمک خوار ایسا فرقہ ہے، جو اپنے ولی نعمت انگریزی سامراج کا کام کرتا ہے۔ یہ فرقہ دیوبندیہ ولی اللہی مذہب کا شدید مخالف و حریف و معاند ہونے کے باوجود اپنے کو ولی اللہی مذہب کا پیرو کہتا ہے، پھر اس نے مقلد ابی حنیفہ ہونے کا لبادہ بھی پہن رکھا ہے، جب کہ ولی اللہی مذہب اور دیوبندیہ کے تقلیدی مذہب میں زمین وآسمان کا فرق ہے، ہم نے اس فرق کو اپنی بعض تصانیف میں واضح بھی کیا ہے۔

یہ فرقہ دیوبندیہ درحقیقت حنفی تقلیدی مذہب کا بھی پیرو نہیں، اس نے اور اس کے ہم مذہب فرقہ بریلویہ نے اپنی ولادت سے بہت زمانہ پہلے ہندوستان میں رہنے والے اہل حدیثوں کو ختم کر دینے کی جان توڑ کوشش کی، مگر ختم ہونے کے بجائے مذہب اہل حدیث اور متبعین اہل حدیث روز بروز ترقی کرتے گئے، یہ ترقی دونوں تقلید پرستی فرقوں کو خصوصاً فرقہ دیوبندیہ کو بہت ناپسند آئی اور اس نے دیگر بہت ساری فتنہ سامانیوں کے ساتھ اہل حدیث کو ختم کرنے کے لیے کئی سالوں کی تیاریوں، سازشوں، مسلسل میٹنگوں کے ذریعہ "تحفظ سنت کانفرنس" کا منصوبہ و پلان بنایا، کیونکہ فرزندان اہل حدیث کی مسلسل کاوشوں سے اسے تحفظ دیوبندیت کے لیے بہت زیادہ خطرہ محسوس ہونے لگا، بہت سارے دیوبندی و بریلوی عوام وخواص اپنی دیوبندیت و بریلویت کو چھوڑ کر دائرۂ اہل حدیث، سلفیت، اثریت اور محمدیت میں داخل ہونے لگے۔

جسے تم کوستے ہو عمر اس کی روز بڑھتی ہے
تمھیں سب کچھ تو آیا کوسنا اب تک نہیں آیا

تحفظ دیوبندیت کانفرنس بنام تحفظ سنت کانفرنس:

اپنی اس مزعومہ و مجوزہ کانفرنس کے لیے سب سے پہلے اس فرقہ دیوبندیہ نے ہندوستان کی راجدھانی دہلی کا نام تجویز کیا اور اس کے انعقاد کی تاریخ ۷،۸ صفر المظفر ۱۴۲۲ ہجری بروز بدھ و جمعرات مطابق ۲،۳، مئی ۲۰۰۱ء مقرر کی، اس کے لیے فرقہ دیوبندیہ نے جو دعوت نامہ جاری کیا۔ اس دعوت نامہ کے جاری کرنے کی تاریخ تو نہیں لکھی، مگر دعوت نامہ ہی پر یہ لکھ دیا کہ ۱۵/اپریل تک اپنی آمد سے مطلع کریں اور دعوت نامہ ہمراہ لائیں۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ دیوبندیہ نے اپنی تحفظ سنت کانفرنس کا پہلا دعوت نامہ ۱۵، اپریل سے کہیں پہلے اپنے دیوبندی لوگوں کو بھیجا، یہ فرقہ

دیوبندیہ کی تحفظ سنت کانفرنس کا پہلا اجلاس تھا، اس کے بعد نامعلوم کتنی کانفرنسیں فرقہ دیوبندیہ نے پوری دنیا میں کیں۔

فرقہ دیوبندیہ کا اپنی ''تحفظ دیوبندیت'' کا دعوت نامہ:

فرقہ دیوبندیہ کا یہ دعوت نامہ چار صفحات پر مشتمل ہے، اس کے ٹائٹل پیج کے دو سرکاری جھنڈوں کے درمیان ''يد الله على الجماعة'' لکھا ہوا ہے، جس سے یہ فرقہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ ''يد الله على الجماعة'' والی حدیث نبوی کا مصداق ہے، حالانکہ جو جماعت ازروئے حقیقت اصل اسلام کے بجائے اپنے خودساختہ تقلیدی مذہب کی تابع ہو، اس پر اس حدیث نبوی کا انطباق ناممکن و محال ہے۔ اس دعوت نامہ میں اللہ کی حمد و ثناء و رسول و آل رسول و اصحاب رسول پر درود و سلام کے بعد ''گرامی منزلت'' کے عنوان سے لکھا گیا ہے کہ:

''برصغیر میں اسلام کے طلوع کے وقت سے ہی مسلمانوں کی نوّے فیصد سے زائد اکثریت بغیر کسی فکری انتشار کے فقہ حنفی کی روشنی میں شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا ہے۔'' (تحفظ دیوبندیت کانفرنس کا دوسرا صفحہ، سطر ایک و دو)

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب پرست فرقہ دیوبندیہ نے اپنے دعوت نامہ کی اس عبارت میں بھاری کذب بیانی و تلبیس کاری کی ہے، کیونکہ برصغیر میں طلوع اسلام کے وقت عہد نبوی ہی میں مسلمان موجود تھے اور عہد صحابہ و تابعین میں بھی، اور فرقہ دیوبندیہ اپنے کو جس فقہ حنفی کا پرستار کہتا ہے، وہ فقہ حنفی چوتھی صدی ہجری کے بعد تقلیدی مذہب بنی ہے اور جو فقہ حنفی تقلیدی مذہب چوتھی صدی کے بعد بن سکی، اس سے بھی پہلے ہندوستان میں مذہب اسلام داخل ہو چکا تھا، جس کی تفصیل ہماری کتاب ''تاریخ اہل حدیث ہند'' میں تحقیق کے ساتھ موجود ہے۔ لہٰذا مذکورہ دیوبندی بیان خالص جھوٹ و تلبیس، دھوکہ، فریب، مکروعیاری ہے، فرقہ دیوبندیہ فقہ حنفی کے جس تقلیدی مذہب کی طرف اپنے کو منسوب کرتا ہے اور اس انتساب میں وہ جھوٹا ہے، وہ فقہی تقلیدی حنفی مذہب چوتھی صدی ہجری کے بعد ہندوستان میں داخل ہو سکا، جب کہ طلوع اسلام اس کے چار صدی پہلے ہو چکا تھا اور اس اسلام کے ناموں سے ایک نام اہل حدیث بھی ہے، جیسا کہ ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں مسطور ہے۔

پھر چوتھی صدی کے بعد جس حنفی تقلیدی مذہب کی طرف فرقہ دیوبندیہ اپنے کو منسوب کرتا ہے، وہ ہندوستان میں بہت معمولی تعداد والے افراد پر مشتمل تھا، اس کے بالمقابل اہل حدیث افراد کی کئی گنا کثرت تھی، پھر فرقہ دیوبندیہ کا یہ دعویٰ خالص کذب کے علاوہ کیا ہے کہ ہندوستان میں طلوع اسلام کے وقت ہی سے مسلمانوں کی نوّے فیصد سے زائد اکثریت بغیر کسی فکری انتشار کے فقہ حنفی کی روشنی میں شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا رہی؟ درحقیقت دیوبندیت کا حنفی تقلیدی مذہب کی طرف انتساب غلط ہے، پھر بھی تقلیدی فقہ حنفی کی اصل بنیاد و اساس فکری انتشار قائم ہے اور یہ تقلیدی فقہ حنفی سراپا ظلم کدہ ''ظلمات بعضها فوق بعض'' ہے۔ اس میں روشنی کہاں سے کس راہ سے آئی کہ اس کی روشنی میں شریعت اسلامیہ پر عمل ہو سکے۔ شریعت اسلامیہ اور تقلیدی حنفی مذہب دو متضاد چیزیں ہیں، اور متضاد چیزیں

ہرگز یکجا نہیں ہوسکتی ہیں، پھر تقلیدی حنفی مذہب پر عمل کو شریعت اسلامیہ پر عمل کہنا جھوٹ کا پوٹ ہے۔

مسلمانوں کا عہد زوال کب سے شروع ہوا؟

اپنی مذکو بات کے بعد فرقہ دیوبندیہ نے اپنے دعوت نامہ میں لکھا:

''مگر مسلمانوں کے عہد زوال میں سامراجی سازشوں کے تحت جماعت مسلمین میں اختلاف و انتشار پیدا کرنے کی غرض سے مذہبی فرقہ بندیوں کا سلسلہ شروع کیا گیا، تو فقہ اسلامی اور فقہائے اسلام بالخصوص امام ابوحنیفہ اور ان کے متبعین و مقلدین کے خلاف موحدین کے نام سے عدم تقلید کا نعرہ لے کر نئے فرقے نے سر اٹھایا، جس کو اس وقت کے علمائے راسخین مثلاً حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی، مولانا عبدالخالق دہلوی، مولانا نواب قطب الدین دہلوی مولف مظاہر حق شرح مشکوٰۃ، مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی وغیرھم لامذہبوں کا فرقہ کہا کرتے تھے۔'' (مذکورہ دعوت نامہ دوسری سطر کا اواخر تا ساتویں سطر)

ہم کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا عہد زوال تو تقلیدی فقہی مذاہب بشمول فقہی تقلیدی حنفی مذہب کے ظہور کے زمانہ سے شروع ہوا، اس کے پہلے تو عامۃ المسلمین مذہب عدم تقلید یعنی نصوص کتاب وسنت پر چلتے رہے، اور اسلام کی طرف منسوب جو مسلم فرقے چوتھی صدی تک پائے جاتے تھے، وہ عامۃ المسلمین میں داخل نہیں تھے، ان میں سے کچھ فرقے اپنے اسلامی عقائد ونظریات و اعمال کے باعث اسلام سے خارج مانے جاتے تھے اور کچھ فرقے اسلام سے خارج نہیں، بلکہ بدعت پرست اور راہ شذوذ اختیار کرنے والے مانے جاتے تھے۔

اور فرقہ دیوبندیہ کی تولید چوتھی صدی ہجری کے اندر یا بعد میں مستقبل قریب میں بھی نہیں ہوئی تھی۔ فرقہ دیوبندیہ جیسا کہ ہم نے کہا چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہوا اور اس کی پیدائش انگریزی سامراج کے قائم کردہ کالج میں تعلیم و تربیت پا کر پیدا ہونے والوں نے کیا، ابتدائے امر میں یہ لوگ دیوبندی نہیں کہلاتے تھے، پھر بعد میں کہلانے لگے، یہی فرقہ دیوبندیہ اسلام دشمن برطانوی سامراج کی سرپرستی میں ہندوستان میں پروان چڑھتا رہا، لہٰذا اس کی ساری مذکورہ بالا باتیں مجموعہ اکاذیب ہیں۔

فرقہ دیوبندیہ اور اسی طرح کے نوزائیدہ حنفی مذہب کی طرف اپنے کو منسوب کرنے والے فرقوں نے اپنی تولید سے پہلے ہندوستان میں عہد نبوی سے لے کر ان کی ولادت تک رہنے والے مذہب اہل حدیث اور متبعین اہل حدیث کے خلاف دشمنان اسلام کے ساتھ مل کر سازش کر کے منصوبہ بند طریق پر شورش و بدعنوانی و الزام تراشی و بہتان بازی و افتراء پردازی کرنے لگے، ان کی اس سازشی منصوبہ بند طوفان بے تمیزی کا اہل حدیث صرف دفاع کرتے رہے اور حالات کے پیش نظر بہت صبر وضبط سے کام لیتے ہوئے ان سازشی فرقوں کے خلاف زبان کھولنے سے پرہیز و اجتناب کرتے رہے، جب پانی سر سے اوپر چڑھنے لگا، تو ''تنگ آمد بجنگ آمد'' والی مثل کے مطابق اینٹ کا جواب پتھر سے

دینے لگے اور اپنے بکھرے ہوئے افراد کو منظم کر کے ان فرق باطلہ ضالہ کا زور دار مقابلہ کرنے کے لیے تخطیط کی، جس کے مطابق تعلیمی ادارے قائم کیے، مساجد تعمیر کیں اور تحریر کا جواب تحریر سے اور تقریر کا جواب خطبات جمعہ وعیدین و اپنے منعقد کردہ جلسوں میں خطاب سے دینا شروع کیا، جس سے یہ اکاذیب پرست فرقے بلبلا اٹھے اور اہل حدیث کے خلاف اپنی عددی و مالی و مادی و سرکاری پشت پناہی کی بدولت طوفان بدتمیزی میں مزید در مزید شدت وحدت پیدا کرتے رہے۔

نصوص کتاب وسنت، و اسلاف امت کے مطابق راہ عمل اہل حدیث کا مذہب تو فرقہ دیوبندیہ سے تیرہ سو سال پہلے سے موجود تھا اور ہر دور وصدی میں جاری وساری رہا، اسی فرقہ دیوبندیہ اور اس کے حلیف چودھویں صدی میں جنم لے کر اہل حدیث کے خلاف اپنی فطری جولانی دکھلانے لگے، پھر ناظرین کرام دیکھیں کہ کس دجل وتلبیس وقلب ومسخ حقائق والی اپنی عادت کے مطابق اس نوزائیدہ فرقہ نے معاملہ کو بالکل الٹ کر لوگوں کے سامنے پیش کرنے کا وہ طریقہ اختیار کیا، خصوصاً اپنی تحفظ دیوبندیت والی کانفرنس کے موقع پر اس نے اہل حدیث کے خلاف اپنی فطری حرکات کا کہیں زیادہ زور وشور کے ساتھ مظاہرہ کیا اور کرتا آ رہا ہے۔

ہم کو تو یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ شاہ اسحاق محدث دہلوی و مولانا عبدالخالق دہلوی و نواب قطب الدین مولف مظاہر حق و قاری عبدالرحمٰن پانی پتی اور ان جیسے لوگوں نے مذہب اہل حدیث کو لا مذہبوں کا مذہب کہا ہو، مگر اس اعتبار سے اہل حدیث کو لا مذہب کہا جا سکتا ہے کہ وہ کسی تقلیدی مذہب کے پنجہ خونخوار میں جکڑے نہیں ہیں، بلکہ حدیث نبوی والے مذہب ''ما أنا علیه و اصحابی'' پر نصوص شرعیہ وصحابہ کرام وتابعین عظام کے غیر تقلیدی مذہب اہل سنت و جماعت پر چلتے آ رہے ہیں۔

سنت کا لفظ حدیث کا مترادف لفظ ہے، اس لیے یہ لوگ اپنے کو اہل حدیث بھی کہتے ہیں اور اہل سنت بھی کہتے ہیں، اور انہیں لوگوں کو حدیث نبوی میں سوادِ اعظم و ''جماعت'' بھی کہا گیا ہے، اس لیے یہ اپنے آپ کو اس حدیث نبوی کا مصداق مانتے ہیں۔ ''سوادِ اعظم و جماعت'' کا معنی و مطلب نوزائیدہ فرقہ دیوبندیہ کا اپنے آپ اور اپنے حلیفوں کو بتلانا، دیوبندی فطرت والی تحریف بازی وتلبیس کاری وقلب حقائق ومسخ وقائع ہے، اسے اپنے دعوت نامہ کی تحریر میں آگے بڑھتے ہوئے یہ فرقہ دیوبندیہ رقم طراز ہے کہ:

کیا مذہب اہل حدیث اور متبعین اہل حدیث کو انگریزی سامراج نے پیدا کیا ہے؟

ہم اشارہ کر آئے ہیں کہ عہد نبوی وعہد خلفائے راشدین سے ہندوستان میں مذہب اہل حدیث ومتبعین اہل حدیث پائے جاتے رہے، جب کہ بشمول حنفی مذہب کسی بھی تقلیدی مذہب کی تولید نہیں ہوئی تھی اور دیوبندی مذہب تو چودھویں صدی ہجری کی پیداوار ہے، نیز دیوبندی نوزائیدہ فرقہ کی حلیف وہم مذہب پارٹیاں ودیوبندی فرقہ کی پیدائش

کے بعد تولد پذیر ہوئی ہیں۔ اس بات کی تعیین وتحدید ہمارے لیے مشکل ہے کہ حنفی تقلیدی مذہب کی طرف منسوب فرقہ حنفیہ کے لوگ تقلید پرست کی شکل میں کب اور کس زمانہ میں کس چور دروازہ سے سرزمین ہند میں داخل ہوئے ، اور چوروں کی طرح چھپ کر اپنی زندگی کے ایام کاٹتے رہے۔

پھر نہ جانے کس زمانہ میں اس فرقہ کے بال وپر نمایاں ہوئے اور ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ حنفی تقلیدی مذہب کی طرف منسوب فرقہ مقلدہ کی بعض ہندوستانی خطوں پر حکومت قائم ہوئی اور رفتہ رفتہ پورے ہندوستان پر اس کی حکومت قائم ہوگئی، مگر حقیقت یہ ہے کہ صحیح معنوں میں حنفی تقلیدی حکومت مغل حکمراں محمد اورنگ زیب عالم گیر، متوفی ۱۱۱۸ ہجری، مطابق ۱۷۰۰ء کے دورِ حکومت میں پائی جانے لگی۔ اسی عالم گیری دورِ حکومت میں اورنگ زیب عالم گیر کے حکم سے بہت سارے حنفی مقلد علماء نے ''فتاوی عالم گیری'' کی تدوین کی، یہ عالم گیری فقہ حنفی صرف حنفی مذہب کی طرف منسوب ہے، ورنہ اس کا حقیقت امر سے کوئی واسطہ نہیں۔ اسی اورنگ زیب عالم گیر کی وفات کے بعد ہندوستانی نام نہاد تقلیدی حنفی مذہب جسے اسلامی حکومت کہا جاتا ہے، زوال پذیر ہونے لگی اور سات سمندر پار برطانوی عیسائی المذہب قوم، جو تاجر کی حیثیت سے اورنگ زیب کے دادا جہاں گیر کے زمانہ میں ہندوستان آئی تھی، رفتہ رفتہ ہندوستانی حکومت میں دخیل ہونے لگی، حتی کہ ایک دن ایسا بھی آیا کہ پورے ہندوستان پر بالواسطہ یا بلا واسطہ صرف بعض خطوں کو چھوڑ کر انگریزی نیز فرانسیسی حکومتوں کا قبضہ ہوگیا، انگریزی وفرانسیسی دونوں قومیں عیسائی المذہب تھیں، مگر اتحاد مذہب کے باوجود اقتدار کے معاملہ میں دونوں کے درمیان مسلسل جنگ و جدال و فوجی کشمکش ہندوستان و بیرون ہندوستان میں جاری رہا کرتی تھی، بالآخر ہندوستان کے اکثر حصوں پر انگریزی سامراج کا غلبہ اور فرانسیسی سامراج کا خاتمہ ہوگیا۔ ہندوستان پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے یورپ کی پرتگالی حکومت بھی کوشاں رہی، مگر اسے صرف ہندوستانی ریاست گوادمن پر غلبہ و اقتدار جمائے رکھنے پر اکتفا کرنا پڑا۔ یہ پرتگالی حکومت بھی مذہباً عیسائی و نصرانی تھی یہ پرتگالی حکومت انگریزی تسلط ہندوستان سے ختم ہونے کے ایک زمانے بعد تک یعنی اگست ۱۹۴۷ء کے بعد بھی ایک عرصہ تک قائم رہی اور بعد میں یہ بھی ختم ہوگئی۔

ہندوستان انگریزی سامراج کے ہوتے ہی اگست ۱۹۴۷ء میں دو حصوں میں منقسم ہوگیا۔ پاکستان اور بھارت کو آج بھی زیادہ تر ہندوستان ہی کہا جاتا ہے۔ بھارت کا رقبہ اور باشندوں کی تعداد پاکستان کے بالمقابل پانچ گنا زیادہ ہے۔ پھر تھوڑے ہی دنوں بعد پاکستان کے دو ٹکڑے بھارتی فوج کی مداخلت سے ہوگئے، ایک کا نام بنگلہ دیش ہوا، جسے مشرقی پاکستان کہا جاتا تھا اور پاکستان بننے سے پہلے اسے مشرقی بنگال کہا جاتا تھا۔ ان تینوں ممالک میں یعنی بنگلہ دیش و پاکستان و ہندوستان میں مسلم و غیر مسلم باشندے رہتے ہیں، لیکن اوّل الذکر دونوں ملکوں میں زمام اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے۔

برٹش سامراج کے ساتھ مسلمانوں کے کس فرقہ کی وفاداریاں مربوط ہیں:

دیوبندی دعوت نامہ میں آگے بڑھتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

''لیکن برٹش برطانوی سامراج کے ساتھ اپنی یعنی موحدین مراد اہل حدیث کی وفاداریوں کے صلہ میں جب یہ فرقہ دربار حکومت سے اپنے لیے اہل حدیث نام الاٹ کرانے میں کامیاب ہوگیا، تو موحدین کا نام چھوڑ کر اپنے کو اہل حدیث کہنے لگا اور اپنے اس سرکاری نام کی بنیاد پر عوام الناس کو یہ باور کرانے کی سعی کرتا ہے کہ کتاب وسنت پر بس یہی فرقہ عامل ہے اور بقیہ سارے مسلمان فقہاء کے اجتہادات و اقوال و آراء کے پابند ہیں، چنانچہ اس فرقہ کے سرخیل جناب نواب صدیق حسن خان صاحب اپنے فرقہ اور دیگر سارے مسلمانوں کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''فرق درمیان مقلدین وفرقہ موحدین (غیر مقلدین کا پرانا نام) کے فقط اتنا ہے کہ موحدین نرے قرآن و حدیث کو ماننے والے ہیں اور باقی اہل مذاہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اہل الرائی ہیں جو مخالف سنت و طریقہ شریعت ہے۔'' (ترجمان وہابیہ:۶۳، دیوبندی دعوت نامہ، ص:۲، دسویں سطر تا اٹھارہویں سطر)

ہم کہتے ہیں کہ موحدین کا ''اہل حدیث'' نام اتنا ہی پرانا ہے، جتنا مذہب اسلام پرانا ہے، اس کی تفصیل ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں ہے، مگر اس نام کو حسب عادت وفطرت مسخ ومحرف کر کے فرقہ دیوبندیہ اور اس کے حلیف فرقوں نے اپنے ولی نعمت انگریز کے ایماء و اشارہ پر ''وہابی'' رکھ لیا، اس زمانہ میں جماعت اہل حدیث ہی کے لوگ عیسائی تسلط سے ملک کے استخلاص و آزاد کرانے کے لیے پیش پیش تھے اور اہل حدیث ہر ہر قدم پر انگریزوں اور اس جیسی اقوام سے مزاحمت کرتے تھے، خاص طور سے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی تمیمی نے انگریزی سامراج سے حجاز مقدس کو آزاد کرایا، وہاں دوبارہ اسلامی حکومت قائم کی۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب اور ان کے معاونین برائے نام حنبلی مذہب کی طرف منسوب تھے، ورنہ مجموعی طور پر مسلک اہل حدیث سے وابستہ تھے۔ ہندوستانی اہل حدیث نے تحریک شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی بھرپور حمایت و معاونت کی۔ مخالفین شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب اور ان کے معاونین کو ''وہابی'' نام سے موسوم کرتے تھے، اس لیے ہندوستان پر انگریز سامراج کو برقرار رکھنے کے لیے انگریز سامراج نے فرقہ دیوبندیہ اور اس جیسے فرقوں کو ابھار کر اہل حدیث کو ''وہابی'' سے موسوم کیا۔ اس غلط کاری کے آثار بد سے جماعت اہل حدیث کو بچانے کے لیے جماعت اہل حدیث نے جماعت کے مشہور عالم مولانا محمد حسین بٹالوی کی قیادت میں انگریز پر زور ڈال کر اپنا پرانا نام ''اہل حدیث'' الاٹ کرلیا، تو اپنا حق ہی حاصل کیا۔

اس کی تفصیل ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں ہے اور فرقہ دیوبندیہ نے ہندوستان میں انگریزوں کی وفاداری کے لیے مسلمانوں کے لیے فتاویٰ جاری کیے، جن میں سے دو دیوبندی فتاوی ہم نے ''ضمیر کا بحران'' میں نقل کردیے

ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ہندوستان میں انگریز سامراج کی وفاداری فرقہ دیوبندیہ نے کی، بلکہ برطانوی سامراج کی مدافعت میں مسلح زور آزمائی، کی جیسا کہ ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں مسطور ہے اور الٹ کر یہ فرقہ دیوبندیہ ظلماً و جوراً و زوراً اہل حدیث کو انگریز کا وفادار بتلانے لگا، اس وحشی فرقہ دیوبندیہ کی وحشت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ:

وحشی کو وحشت میں الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

کیا نواب سید صدیق حسن قنوجی ثم بھوپالی نے یہ بات غلط لکھی ہے کہ موحدین بمعنی اہل حدیث کتاب و سنت پر عمل پیرا ہیں اور بشمول دیوبندی فرقہ دوسرے تمام اہل الرائی فرقے رائے و قیاس پرست ہیں۔ دیوبندی دعوت نامہ میں باقی اہل مذاہب کے بعد بریکٹ میں ''حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی'' لکھ کر تحریف بازی کی گئی ہے، کیونکہ مالکی و شافعی و حنبلی مجموعی اعتبار سے اہل حدیث ہیں، جیسا کہ اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' کے اوائل میں ہم نے معتبر حوالوں سے واضح کیا ہے۔ دیوبندی اور اس کے حلیف فرقوں بشمول مودودی فرقے نے اپنی اپنی حمایت اور اہل حدیث کی تردید و تغلیط میں اپنے تیار کردہ لٹریچر کا اتنا بڑا انبار جمع کر دیا ہے، جس کے مطالعہ کے لیے غالباً عمر نوح بھی ناکافی رہے گی اور یہ سارے لٹریچر تلبیسات و تحریفات و تدلیسات و اکاذیب و مغالطات ورڈو مسخ حقائق پر مشتمل ہیں، إلاّ ما شاء اللّٰہ!

فرقہ دیوبندیہ کی اہل حدیث کی بابت بھاری اکاذیب و تلبیسات نویسی:

اکاذیب پرست فرقہ دیوبندی نے اپنے مذکورہ دعوت نامہ میں آگے بڑھتے ہوئے یہ ہرزہ سرائی کی کہ:

''جب کہ اس فرقہ (اہل حدیث) کا عمل بالحدیث صرف دعویٰ کی حد تک ہے، ان کا اصل منشاء جماعت مسلمین میں انتشار پھیلانا ہے، اس لیے عمل بالحدیث کے عنوان سے چن چن کر انھیں اعمال اور ان سے متعلق احادیث کو بحث و نظر اور اتباع و عمل کا محور بناتے ہیں، جن کے درجہ ثبوت اور معنی و مفہوم کی تفسیر و تعبیر میں ائمہ مجتہدین و اکابر محدثین مختلف الخیال ہیں، چنانچہ اس فرقہ کے نزدیک ہر وہ شخص جو نماز میں بحالت قیام سینے پر ہاتھ باندھے، امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے، بلند آواز سے آمین کہے، رکوع میں جھکنے اور اٹھنے کے وقت رفع الیدین کرے، وہ سچا پکا محمدی عامل بالحدیث اور فرقہ ناجیہ کا مصداق ہے، خواہ وہ مطلق جاہل فرائض دینیہ سے غافل اور بدکردار کیوں نہ ہو، اس کے بالمقابل جو شخص احادیث نبویہ ہی کے پیش نظر ان مذکورہ باتوں کو اختیار نہ کرے، وہ عالم باعمل ہونے کے باوجود نہ محمدی ہے، نہ عامل بالحدیث، بلکہ ان کے نزدیک یہ فرقہ ناجیہ و اہل حدیث و سنت جماعت سے بھی خارج ہے۔'' (مذکورہ الفاظ دیوبندی دعوت نامہ کے صفحہ ۲ کا آخری پیراگراف ہے)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کو ہم ایک سے زیادہ بار جو اکاذیب پرست فرقہ کہہ آئے ہیں، وہ عین حقیقت ہے،

جس پر نہایت معتبر ومستحکم دلائل ہماری متعدد کتابوں میں اور دیوبندی پیکٹ کی اکتیس کتابوں کے ردّ میں موجود ہیں۔ مذکورہ دیوبندی دعوت نامہ کا پیراگراف بھی کذب محض اور تلبیس ومغالطہ خاص ہے جس کی تفصیل جلد آ رہی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی ڈھکوسلہ بازی:

اپنے دعوت نامہ میں پیش رفت کرتے ہوئے فرقہ دیوبندیہ رقم طراز ہے کہ:

''اپنے ابتدائی زمانہ میں اس فرقہ یعنی اہل حدیث کے لوگ عام طور احناف کی مسجدوں میں نماز پڑھتے، ان کے بچے علماء دیوبند کے قائم کردہ مدارس میں تعلیم حاصل کیا کرتے تھے، ملی واجتہادی کاموں سے دلچسپی رکھنے والی جمعیت علماء ہند وغیرہ تنظیموں سے باقاعدہ منسلک رہتے تھے، مگر اکثر مقامات میں انھوں نے اپنی مسجدیں الگ تعمیر کرلی ہیں، تعلیم گاہیں بھی جدا بنا لیں ہیں، قدیم مسلم تنظیموں سے اپنا رشتہ بھی منقطع کرلیا ہے، اس طرح سے گویا ان لوگوں نے اپنے آپ کو جماعت مسلمین سے الگ کرلیا ہے۔''

(دیوبندی دعوت نامہ، ص:۳، پہلا پیراگراف)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی یہ بات بھی جھوٹ اور تلبیس وتدلیس ہے، جب ہندوستان میں اہل حدیث عہد نبوی سے ہر دور میں پائے جاتے رہے اور فرقہ دیوبندیہ اور اس جیسے اس کے حلیف فرقے چودھویں صدی کی پیداوار ہیں، تو فرقہ دیوبندیہ اور اس جیسے فرقوں کی ولادت با سعادت سے پہلے پہلی صدی سے تیرہویں صدی تک اہل حدیث کن کی بنوائی مساجد میں نمازیں پڑھتے، کن کے قائم کردہ مدرسوں میں اپنے بچوں کو تعلیم دلاتے اور کن کی بنائی ہوئی مسلم تنظیموں سے منسلک رہتے تھے؟ ظاہر ہے کہ تیرہویں صدی ہجری سے پہلے ہندوستان میں نہ فرقہ دیوبندیہ اور اس کی ہم عمر وہم ساز وہم آواز حلیف پارٹیوں کی تعمیر کردہ مساجد ودرسگاہیں ہندوستان میں موجود تھیں، نہ ان کی کوئی دینی و ملی وقومی تنظیم کا وجود تھا۔ اس زمانہ میں ظاہر ہے کہ دیوبندی یا اس کی حلیف وہم عمر پارٹیوں کی مساجد ودرسگاہوں و تنظیموں کا وجود ہی نہیں تھا، تو وہ قطعاً اور یقیناً غیر دیوبندی اور اس کے ہم عمر وہم ساز پارٹیوں کے علاوہ ہی اپنی بنائی ہوئی مساجد ودرسگاہوں وتنظیموں سے روابط رکھتے تھے یا اس زمانہ کے غیر دیوبندی لوگوں کی مساجد ومدارس وتنظیموں سے ہی واسطہ رکھتے تھے۔

البتہ جب تیرہویں صدی کے اواخر میں کسی خاص منصوبہ بند سازش کے تحت فرقہ دیوبندیہ کا دارالعلوم دیوبند اور اس کی ذیلی شاخوں کے ادارے قائم ہوئے، تو جیسا کہ ایام قدیم سے ہوتا آیا ہے۔ بلاتفریق مذہب وملت اہل حدیث دیوبندیوں اور اس جیسے فرقوں کی مساجد میں نمازیں اور درسگاہوں میں بچوں کی تعلیم اور تنظیموں سے ربط وتعلق رکھتے رہے۔

لیکن جب اہل حدیث کو نمایاں طور پر محسوس ہوا کہ غیر اہل حدیث دیوبندی و بریلوی وغیرہ لوگ ان کی

مسجدوں میں اہل حدیثوں کو نماز پڑھنے پر معترض اور بھاری بوجھ محسوس کرتے، یہاں تک کہ انھیں مارتے پیٹتے اور دھکے دے کر اپنی مسجدوں سے اہل حدیث کو نکال کر باہر کرتے اور اس موضوع پر بڑے بڑے ضخیم فتاوی کی کتابیں لکھتے اور طرح طرح سے اہل حدیثوں کو پریشان کرتے ہیں، تو انھوں نے فرقہ دیوبندیہ اور اس جیسے فرقوں کی مساجد و مدارس وتنظیموں سے منسلک رہنے کے بجائے اپنی ہی مسجدوں و مدرسوں وتنظیموں سے وابستگی رکھنے میں عافیت محسوس کی ، دیوبندیوں کے دارالعلوم دیوبند سے بیک وقت چالیس اہل حدیث طلبہ کو محض اہل حدیث ہونے کے جرم میں نکال باہر کیا گیا، یہی کام دیوبندیوں کے دوسرے اداروں نے بھی کیا، دریں صورت جنگ و جدال کے بغیر وہ اپنی مسجدوں اور مدرسوں میں ہی محدود رہنے لگے اور اپنی تنظیموں سے واسطہ رکھنے لگے، ابھی حال ہی میں سہارنپور کے اہل حدیثوں پر دیوبندیوں نے عرصہ حیات تنگ کر دیا اور انھیں ان کی اپنی مسجدوں میں نماز پڑھنے سے مانع ہی نہیں ہوئے ، بلکہ زدوکوب بھی کرنے لگے اور اس طرح کی بات دیوبندیوں نے بکثرت کی۔

ہم ذاتی طور پر جانتے ہیں کہ ہمارے گاؤں سے کچھ فاصلہ پر دیوبندیت کی علم بردار تبلیغی جماعت نے اپنی تقلیدی مسجدوں میں نماز پڑھنے سے بڑی شدت کے ساتھ روک دیا، تو تعداد و دولت میں بہت کم ہونے کے باوجود اہل حدیث جماعت کی مدد سے اہل حدیثوں نے اپنی الگ مسجد اور مدرسہ بصد مجبوری قائم کیا اور ایک دیوبندی گاؤں میں کوئی نووارد اہل حدیث رات گزارنے پر مجبور ہوا، اس نے مغرب وعشاء کی نماز میں آمین بالجہر کہہ دی، اسے دیوبندیوں نے یہ سزا دی کہ شدید سردی کے زمانے میں رسیوں سے اس کے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ کر کنویں میں لٹکا دیا، اس کا سر گلے اور سینے تک پانی میں اچھی طرح ڈوب گیا، پھر اسے نکالا اور پوچھا کہ آئندہ پھر کبھی زور سے آمین کہو گے؟ وہ اہل حدیث بڑا جان باز و مستعد تھا، اس نے کنویں ہی میں سے باواز بلند آمین کی کئی صدائیں لگائیں، آخر کسی دیوبندی آدمی ہی کی مداخلت کے ساتھ اس اہل حدیث کے خلاف فرقہ دیوبندیہ نے یہ طوفان بے تمیزی بند کیا۔

جامع الشواھد اور اس جیسی کتابوں کے سبب فرقہ دیوبندیہ اور اس کے موافق فرقے اہل حدیث پر عرصہ حیات تنگ کرنے لگے، فرقہ دیوبندیہ ذرا انصاف سے بتلائے کہ جامع الشواھد اور اس جیسی فتنہ پرور وفساد انگیز کتابیں کس فرقہ کی تصنیف کردہ ہیں؟ جمعیت علماء ہند کا قیام اہل حدیثوں ہی کے دم قدم سے عمل میں آیا، اسے جماعت اہل حدیث کے نامور عالم و راہبر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے قائم کیا، اسے مولانا امرتسری اور امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد و مولانا عبدالوہاب آروی نے اپنے خون جگر سے پروان چڑھایا، مگر جوں ہی فرقہ دیوبندیہ کا بس چلا، اس تنظیم سے اہل حدیث کو بے دخل کر دیا، اسی طرح بہت سارے معاملہ میں اس نومولود تقلید پرست ٹولہ نے اسی طرح

کی حرکات قبیحہ شنیعہ کیں اور ابھی تک ان کا سلسلہ شرارت جاری و ساری ہے، یہاں سوال یہ ہے کہ اہل حدیث کو فرقہ دیوبندیہ اور اس جیسے نومولود فرقوں نے اپنے سے الگ کر دیا یا اہل حدیث خود ان فرقہائے شرور وفتن سے الگ ہوئے، اس کا مدلل صحیح غیر مکذوب ثبوت ہم کو درکار ہے، فرقہ دیوبندیہ اور اس جیسے نومولود فرقے ہماری اس بات کا تحریری طور پر مدلل جواب دیں۔

فرقہ دیوبندیہ کی تعلی بازیاں:

فرقہ دیوبندیہ کی ''تحفظ دیوبندیت کانفرنس'' کے طویل دعوت نامے میں آگے بڑھتے ہوئے کہا گیا ہے:

''ہندو پاک و بنگلہ دیش میں اہل سنت و جماعت کا مرکز ثقل علماء دیوبند ہی ہیں، کیونکہ اس خطہ ارضی میں اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ و بقاء کے سلسلے میں جن کے جہد و عمل و ایثار و قربانی کی ایک طویل تاریخ ہے اور آج کے دورِ انتشار میں بھی عام مسلمان دینی احکام و مسائل میں دیوبند ہی کے علم و ہدایت پر اعتماد کرتے ہیں۔ علماء دیوبند کے ساتھ برصغیر کے مسلمانوں کا یہ مذہبی تعلق و ہم آہنگی غیر مقلدین کے انتشار آفریں منصوبہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے، اس لیے ایک عرصہ سے یہ فرقہ علماء دیوبند بالخصوص ان کے اکابر مثلاً حجۃ الاسلام مولانا نانوتوی، قطب ارشاد محدث گنگوہی، حضرت شیخ الھند، شارح سنن ابی داوٗد مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی، حکیم الامت مولانا تھانوی، محدث عصر علامہ انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام مولانا مدنی، کے بارے میں الزام تراشیوں، بہتان بازیوں کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ دین اسلام میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے والے ان بزرگوں کی شان میں ملا قبوری، خرافی، وثنی جیسے قبیح الفاظ استعمال کیے جا رہے ہیں اور علمی دیانت کو بالائے طاق رکھ کر علماء دیوبند کو اہل سنت و جماعت سے خارج بتا کر اہل بدعت، قبوری، جھمی، مرجی، وغیرہ گمراہ فرقوں کی صف میں کھڑا کر دینے کی مہم پوری قوت کے ساتھ جاری ہے۔

حیف صد حیف کہ ہمارے وہ اکابر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر محدثین تک اسناد دین کی ہر کڑی سے پورے وفادار رہے اور سلف صالحین کی اتباع کے اس حد تک پابند رہے کہ چھوٹی سی چھوٹی بدعت کو دین نہ بننے دیا، آج انھیں محافظین دین اور پاسبان اسلام کو دین اسلام سے خارج کر دینے کی ناپاک مہم چلائی جا رہی ہے، ان حالات میں مذہب حق و حضرات اکابر سے ہماری وابستگی اور وفاداری کا تقاضا ہے کہ احقاق حق و ابطال باطل کے لیے حالات و واقعات کو سامنے رکھ کر باہم متحد و متفق ہو کر راہ عمل متعین کریں، اسی ضرورت کے تحت تحفظ سنت [تحفظ سنت نہیں تحفظ دیوبندیت] کے عنوان سے حضرات وعلماء،

دانشوران قوم و ہمدردان ملت کا ایک ملک گیر اجتماع مورخہ ۲،۳، ۲۰۰۱ء کو نئی دہلی میں ہوگا، جناب عالی کی ملی حمیت سے یہ توقع ہے کہ اس اہم اجتماع میں ضرور شریک ہوں گے۔

والسلام

مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ العالی

صدر جمعیت علماء ہند

(دیوبندی دعوت نامہ ختم ہوا)

ہم کہتے ہیں کہ جو فرقہ دیوبندیہ چودھویں صدی ہجری میں تولد پذیر ہوا، وہ زیادہ سے زیادہ ایک سو سال سے کچھ ہی زیادہ اپنی دینی و جماعتی سرگرمیاں ہندو پاک و بنگلہ دیش میں جاری رکھ سکا ہے، وہ مذکورہ خطہ ارضی میں اپنی جدوجہد کی تاریخ کو طویل بتلانے میں جھوٹا ہے، اس نے جس انداز میں بزعم خویش مذکورہ خطہ ارضی میں مسلمانوں اور اسلام کے تحفظ و بقاء کی جہد و بقاء کرتا رہا ہے، اس کا اندازہ صرف اس بات سے ہوسکتا ہے کہ اس فرقہ دیوبندیہ سے تعداد و دولت وثروت میں کہیں زیادہ فرقہ بریلویہ جو اسی کا ہم مذہب اپنے کو کہتا ہے اور اسی طرح کا نومولود ونوزائیدہ فرقہ ہے۔فرقہ دیوبندیہ کے تمام عوام وخواص وعلماء وائمہ کو کافر وملحد ومرتد و بے دین اور خارج از اسلام کہتا ہے

پھر اپنے مذکورہ بالا دعویٰ میں فرقہ دیوبندیہ جھوٹا کذاب ہونے کے علاوہ کیا ہے؟ پھر اس فرقہ ہی سے نکلی ہوئی مختلف نئی شاخیں مودودی جماعت، قادیانی جماعت، وغیرہ اس سے ہمیشہ باہم دگر نزاع کے طویل ناخوشگوار دور میں مشغول رہتی ہیں، اس کے اکابر پر بقول فرقہ دیوبندیہ انتشار آفریں غیر مقلدین اگر قبوری، خرافی، وثنی، جہمی، مرجی، معتزلی، دشمنان اہل سنت و جماعت و خارج از اہل سنت و جماعت علمائے اہل حدیث الزام لگاتے ہیں، تو وہ فرقہ دیوبندیہ کی طرح بہتان تراشی نہیں کرتے، بلکہ اسی فرقہ کی کتابوں سے مدلل باتیں لکھتے ہیں، یہ فرقہ دیوبندیہ اس دعویٰ میں بہت بڑا کذاب ہے کہ اس کے افراد صحابہ کرام سے لے کر محدثین دہلی تک کی ہر کڑی سے پورے وفادار رہے اور سلف صالحین کی اتباع کے اس حد تک پابند رہے کہ چھوٹی سی بدعت کو دین نہیں بننے دیا، کیونکہ اس کی سرشت میں سنن نبویہ ونصوص شرعیہ وصحابہ کرام اور تابعین عظام کی مخالفت و معاندت داخل ہے اور اپنے اسی موقف و اصول پر اپنی تولید چودھویں صدی سے لے کر اب تک قائم ہے۔

ان سب کی تفصیل ہماری کئی کتابوں اور ہماری سلفی جماعت کے اکابر کی تصنیف میں مدلل طور پر موجود ہے، اس کا اپنے کو رسول وصحابہ و تابعین کے طریق پر چلنے کا دعویٰ جھوٹ ہے ہماری اس کتاب میں بھی اس کی تحقیقی تفصیل آنے والی ہے۔معلوم نہیں کتنے زمانے سے اس فرقہ دیوبندیہ نے اپنی ''تحفظ دیوبندیت کانفرنس'' کی جاں توڑ کوشش کی اور اہل حدیث کے خلاف فرقہ دیوبندیہ کے تیار کردہ انتیس کتابوں کا پیکٹ اپنی اس کانفرنس کے موقع پر علماء

دیوبند وعوام وخواص دیوبندیوں میں مفت تقسیم کروایا، تاکہ دیوبندی لوگ اہل حدیث سے خوب لڑ جھگڑ سکیں، یہ دیوبندی پیکٹ جنگ وجدل کے دیوبندی ہتھیار اور اکاذیب کے مجموعے ہیں، مگر ان کا جائزہ لینا ہم ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اس فرقہ کا دجل وفریب وتلبیس ومغالطہ وجھوٹ لوگوں پر واضح ہو سکے۔

و ما توفيقي إلاّ باللّٰه، و هو المستعان على ما يصفون، و آخر دعوانا أن الحمد للّٰه رب العالمين

ہمیں دیوبندی پیکٹ بہت زمانہ بعد اواخر مارچ ۲۰۰۱ء میں حاصل ہو سکا اور اپنی تمام تر مصروفیات کو ترک کر کے اپنی جان لیوا بیماری کے باوصف یہ کام شروع کرنا پڑا، ان نامساعد حالات میں بھی حقائق، اسلاف، آثار اور سنن کی مدافعت کے لیے بے سروسامانی کے باوجود ہم نے کمر کسی ہے۔ اللہ رب العالمین ہماری مدد فرمائے۔ آمین

فقط والسلام

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

''دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس'' کے دعوت نامہ جاری ہونے پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم اعلیٰ مولانا عبدالوہاب خلجی نے اس دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے داعی مولانا اسعد ٹانڈوی کے نام ایک کھلا خط لکھا، جس پر غور کرنے کے بجائے دیوبندیہ کی طرف سے مولانا خلجی کے کھلے خط کا کھلا جواب کئی صفحات پر مشتمل شائع کیا گیا۔ ہم ابھی اس سلسلے میں تھوڑا ہی سا لکھ سکے تھے کہ اس دیوبندی خط کے کھلے جواب پر جماعت اہل حدیث کے نہایت غیرت مند صاحب علم وفضل اطہر نقوی صاحب کا بہت عمدہ تبصرہ بنام ''حبیب الرحمٰن اعظمی'' کے کھلے خط کا مسکت جواب ''دامن کو ذرا دیکھ'' مشتمل بر ۶۴ صفحات ملا، ہم اس جواب کو بہت کافی سمجھتے ہیں، لہٰذا ناظرین کرام اسی کا مطالعہ کریں۔

فقط

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس

(منعقدہ ۷، ۸/ صفر المظفر ۱۴۲۲ ہجری ...... ۲، ۳/ مئی، ۲۰۰۱ء)

کے خطبہ صدارت پر

سلفی تحقیقی نظر اور انکشاف حقائق

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس (یوپی، الہند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم عرض کر آئے ہیں کہ مولانا اسعد صاحب خود ساختہ طور پر امیر الہند کے لقب سے ملقب ہو گئے ہیں۔ ہندوستان کی اسی فیصد مسلم آبادی انھیں امیر الہند نہیں مانتی اور یہ سمجھتی ہے کہ موصوف دیوبندی مولویوں وعوام وخواص کے یہاں جمعیت علماء ہند کے عجیب وغریب طرح کے صدر بن گئے ہیں۔ وہ دراصل ہندوستان کے مقام بانگر مئوشم ٹانڈہ ضلع فیض آباد کے اصل باشندہ ہیں، ان کے باپ کچھ دن مدینہ منورہ میں رہنے کے باعث مدنی کہلائے، جو قابل اعتراض چیز نہیں، مگر ان کے نام کے ساتھ ان کے اصل مسکن وموطن بانگر مئوشم ٹانڈہ کا اظہار بھی اسی نام کے ساتھ ہونا چاہیے، مثلاً مولانا حسین احمد بانگر موؤی ٹانڈوی مدنی، مگر تدلیس کرکے ناواقف عوام پر یہ ظاہر کرنا کہ گویا مولانا کا اصل مسکن وموطن ومولد مدینہ منورہ ہی ہے۔ دیانت دار اہل علم کا شیوہ وشعار نہیں، پھر موصوف کے صاحب زادے مولانا اسعد بانگر مئوی وٹانڈوی کے مدنی النسبۃ پر بھی سوالیہ نشان ہے اور اپنے نام کے ساتھ لازم وملزوم کی طرح لفظ سید کا استعمال جب ہی درست مانا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خاندان تک موصوف کے سلسلہ نسب کی معتبر وقابل قبول سند ہو، بہت سارے عوام وخواص اس نسبت کا قوی وصحیح ثبوت چاہتے ہیں۔

اگر یہ صحیح ہے کہ مولانا اسعد اور ان کے باپ دادا باعتبار حسب ونسب واقعی خانوادہ نبوت کے افراد ہیں، نیز مدینہ منورہ کے باشندہ ہیں، تو مدینہ منورہ جس ذات گرامی کے سبب اس نام سے موسوم ہوا، اس ذات گرامی یعنی خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام جسے آپ ﷺ کے نام کی مناسبت سے دین محمدی بھی کہا جاتا ہے، اسی دین کی پیروی اسعدی خاندان کرتا، تاکہ مدنی اور سید ہونے کا مفہوم اس پر منطبق ہوتا، لیکن دین محمدی اسلام کے بجائے آپ ﷺ کی وفات کے ایک صدی سے زیادہ گزرنے پر غیر مدنی وغیر سادات کے برعکس جہمی، مرجی، معتزلی اور نہ جانے کن کن مذاہب کے مجموعے سے کشید کردہ ملغوبہ نیز اس کشید کردہ ملغوبہ میں مزید خود ساختہ اشیاء شامل کرکے چودھویں صدی ہجری میں تولد پذیر ہونے والے دیوبندی مذہب کے مقلد بن گئے۔ ہم بیان کر آئے ہیں کہ دیوبندی دراصل مذہب اہل الرأی والقیاس کی ایک ایسی دلفریب شاخ ہے، جس نے ایک دنیا کو اپنے دام تزویر میں پھانس رکھا ہے۔

بھلا رائے وقیاس کی پرستار اور تقلید پرستی کی شکار دیوبندیہ جماعت تحفظ سنت کیوں اور کیسے کر سکتی ہے؟ جس کا دین وایمان ومذہب ومسلک مجموعہ رائے وقیاس ہو، جیسا کہ دیوبندی جماعت اپنے کو جن امام ابوحنیفہ کی مقلد کہتی

ہے، وہ اپنے دین و مذہب کو مجموعہ رائے و قیاس کہہ گئے ہیں، جب کہ دین محمد مذہب اسلام کتاب و سنت کا مجموعہ ہے۔ دین محمدی، دیوبندی مذہب میں یہی بنیادی فرق ہے کہ دین محمدی مجموعہ کتاب و سنت ہے اور دیوبندی مذہب مجموعہ رائے و قیاس ہے، اور مجموعہ رائے و قیاس کو مذہب بنانے والوں کی بابت اجماع صحابہ ہے کہ ان کا دین مجموعہ ضلالت و جہالت ہے، نیز امام ابوحنیفہ اپنے دین و مذہب کو مجموعہ رائے و قیاس کہنے کے ساتھ مجموعہ اکاذیب و اباطیل و شرور و فتن کہہ گئے ہیں۔ نیز صحابہ کرام اس مذہب کے پیر و مقلد کو دشمنان سنت کہہ گئے ہیں، بھلا دشمنان سنت تحفظ سنت کے علمبردار بن جائیں، تو سوائے اس کے کیا ہوگا کہ بھیڑیا بکریوں کا چرواہا بن کر بھیڑ بکریوں کی نسل کشی کر ڈالے۔ اسی طرح جن اہل الرأی کو صحابہ کرام دشمنان سنت کہہ گئے ہیں، وہ محافظین سنت بن کر اپنی درسگاہوں، تصانیف و تقریر کے ذریعے اپنی چاہت اور اپنی جانکاری کو مٹا چکے ہیں۔ پھر ان اہل الرأی نے سنت کے خلاف اپنے تیار کردہ لٹریچر کا اتنا بڑا انبار لگا دیا ہے، جس کا مطالعہ عمر نوح پانے والوں کے لیے بھی مشکل ہوگا اور ان کا مطالعہ کرنے والا اگر حقائق سے پوری طرح باخبر نہ ہو، تو دیوبندی لٹریچر کے دام تزویر میں پھنس کے رہے گا۔

اپنے خطبہ صدارت میں مولانا اسعد صاحب نے پورا خطبہ مسنونہ بھی نہیں لکھا، اس کا بہت کافی حصہ اپنے دیوبندی مصالح کے پیش نظر لکھنے سے اجتناب کیا، جس قدر انھوں نے یہ خطبہ لکھا، اس میں محمد رسول اللہ ﷺ کے آل و اَتباع پر درود و دعائے رحمت پڑھی ہے۔ اگر فی الواقع مولانا اسعد دیوبندی آل نبوی میں سے ہیں، تو اس میں شک نہیں کہ موصوف اور ان کے اکثر و بیشتر اجداد و اہل خاندان دین نبوی و دین محمدی سے منحرف ہو کر دیوبندی المذہب بن گئے ہیں اور ﴿اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ﴾ کے نص قرآنی کے مطابق ان حضرات نے اس درود و دعائے رحمت سے اپنے کو الگ تھلگ کر لیا ہے۔ نیز اتباع محمد ﷺ بھی یہ لوگ نہیں، کیونکہ دین محمدی کے بجائے چودھویں صدی ہجری میں تولد پذیر ہونے والے دیوبندی مذہب کے پرستار ہیں حد یہ ہے کہ یہ لوگ دین محمدی سے چڑتے جلتے، اعراض و انحراف، بغض و کدورت رکھتے ہیں۔ جماعت اہل حدیث کے لوگ اپنے کو اسلاف کرام کی پیروی میں اپنے رسول محمد ﷺ کی طرف اپنے کو منسوب کرتے ہوئے اگر اپنے کو دین محمدی کا پیرو کہتے اور اپنے کو محمدی کہتے ہیں، تو اس پر فرقہ دیوبندیہ کے مولوی اور عوام و خواص طنز و تعریض، سب و شتم کرتے اور اس نام سے موسوم کرنے کا ثبوت اہل حدیث سے طلب کرتے ہیں، انھوں نے اسی طرح کی باتوں پر بہت ساری کتابیں لکھیں، ہم اس کا جواب زمانہ پہلے اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' نیز دیوبندیوں کے اس بھان متی والے پٹارے کی بعض تحریروں کے ردّ میں اسی کتاب میں دے آئے ہیں۔

اس خطبہ صدارت میں ادھورا خطبہ نبوی نقل کر کے یہ قول الٰہی نقل کیا کہ:

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰاهُمُ اللّٰهُ وَ

أُولَئِكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ یعنی سو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجیے، جو کلام الٰہی کو پوری توجہ سے سنتے ہیں، پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں، یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے اور یہی اہل عقل ہیں۔(دیوبندی خطبہ صدارت تحفظ سنت کانفرنس، ص:۲)

مگر فرقہ دیوبندیہ کی اپنی نقل کردہ اس آیت پر عمل کا یہ حال ہے کہ آٹھ قرآنی آیات اور سینکڑوں احادیث و آثار و اجماع صحابہ سے ایمان میں عمل کے داخل ہونے اور گھٹنے بڑھنے کا ذکر ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ ان ساری آیات و احادیث و آثار و اجماع صحابہ کو پس پشت ڈال کر کہتا ہے کہ ایمان میں اعمال داخل نہیں، نہ وہ گھٹتا بڑھتا ہے، یہ بات فرقہ دیوبندیہ اپنے مرجی اور جہمی اسلاف و ائمہ کی تقلید میں اپنا دین و ایمان بنائے ہوئے ہے، اسی طرح بہت سے امور میں یہ فرقہ کرتا ہے۔

امام فسوی نے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین و رجیم کا ایمان یکساں ہے۔ دونوں کے ایمان میں کوئی بھی فرق نہیں، ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے کہا: ﴿رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي﴾ نیز ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی کہا کہ ﴿ رَبِّ فَأَنْظِرْنِيْ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ اور حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا﴾ دونوں کا ایمان یکساں ہے۔(المعرفة والتاريخ للفسوي: ۲/۷۸۸)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ نعوذ باللہ فرقہ دیوبندیہ اپنے کو جس امام ابوحنیفہ کا مقلد کہتا ہے، وہ ابلیس لعین کو بھی حضرت آدم کی طرح مؤمن ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے، اور دونوں کے مؤمن ہونے میں کسی قسم کا تفاوت و فرق بھی نہیں مانتے تھے، یہ غالی صوفیاء و جہمیہ و غالی مرجیۂ اور دوسرے متعدد فرق ضالة کا عقیدہ و نظریہ خلاف نصوص کتاب و سنت و اجماع امت ہے۔

علماء أعلام و معزز حاضرین:

اپنے خطبہ صدارت کے مذکورہ بالا عنوان کے تحت حضرت مولانا اسعد بالقابہ نے اپنی طرح کے جہمی مرجی، دیوبندی علماء اور خواص و عوام کا دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کا صدر منتخب کرنے کا شکریہ ادا کیا اور اپنے بے بضاعت ہونے کے اعتراف کے ساتھ اپنے صدر تحفظ سنت کانفرنس منتخب ہونے کو اعزاز و شرف دنیا و آخرت، اپنی خوش بختی پر نازاں، اپنے لیے اسے فال نیک و شهداء الله فی الارض کی شہادت، اسے اپنے لیے ذریعہ نجات اور اپنے کو رب ذوالمتین کے فضل و کرم سے متوقع ظاہر کیا ہے کہ دیوبندی جہمی، مرجی، علماء سے ارتباط کی بدولت ان کا حشر اسی جماعت حقہ کے ساتھ ہوگا۔

جہمی، مرجی و دیگر متعدد فرق ضالہ کے ملغوبہ فرقہ دیوبندیہ کے ذریعہ اپنی پذیرائی و وابستگی کو جماعت حقہ سے وابستگی بتلانا نیز مذکورہ بالا باتیں بڑے فخر کے ساتھ لکھنا جب کہ متواتر المعنی حدیث نبوی میں ان تمام فرق ضالة کو جہنم

رسید ہونے والا بتلایا گیا ہے اور اس فرق ضالۃ کے مجموعہ پر دیوبندیت کا مزید دو آتشہ چڑھانا جن عواقب و نتائج کا حامل نصوص شرعیہ، اجماع صحابہ و تابعین و اسلاف کرام کے ذریعہ بتلایا گیا ہے، ان پر کوئی توجہ نہ دینا اس فرقۂ دیوبندیہ کے لیے بہرحال نصوص شرعیہ ہی کے مطابق بہت زیادہ سے بھی زیادہ وبال جان ہو کر رہے گا۔

اساطین اسلام:

اپنے خطبہ صدارت کے مذکورہ بالا عنوان کے تحت صدر اجلاس نے کہا:

''برصغیر یعنی متحدہ ہندوستان کی علمی و ثقافتی تاریخ سے معمولی واقفیت رکھنے والے بھی جانتے ہیں کہ ۹۲ ہجری میں عراق کے گورنر کے حکم پر اسلامی فوج محمد بن قاسم کی سرکردگی میں سندھ پہنچی، اور تین سالہ جدوجہد کے نتیجہ ۹۵ ہجری میں سندھ کا پورا علاقہ اسلام کے زیر نگین آ گیا، چونکہ ان حضرات کا تعلق عراق سے تھا اس لیے عراقی فقہ ہی کے پابند تھے۔'' (مذکورہ خطبہ صدارت کے صفحہ ۳، پہلا گراف۔)

ہم کہتے ہیں کہ پوری دیوبندی جماعت بشمول اس کے صدر محترم و امیر الہند جہل مرکب کے بحر ناپیدا کنار میں غرق ہے، متعدد حنفی علماء نے لکھا ہے اور متقدمین مؤرخین کی تصریحات ہیں کہ عہد نبوی و عہد خلفائے راشدین ہی میں ۴۰ ہجری سے پہلے اور ۴۰ ہجری کے بعد عہد خلافت معاویہ و یزید و دیگر خلفائے بنوامیہ میں اسلام کی روشنی سرزمین ہند میں پھیل چکی تھی، اس کی تحقیقی تفصیل ہماری غیر مطبوع کتاب ''تاریخ اہل حدیث ہند'' میں ہے بہرحال ہندوستان پر اسلامی تسلط قائم کرنے کے لیے محمد بن القاسم ثقفی کو اس کے چچا اور خسر حجاج بن یوسف ثقفی نے بارہ ہزار لشکر کے ساتھ بڑے انتظامات و اہتمامات کر کے بھیجا تھا اور وہ اسلامی لشکر کے لیے مسلسل کمک بھیجتا اور احوال سے باخبر رہنے کے لیے وسائل کا انتظام کر رکھا تھا، حجاج بن یوسف اور اس کے داماد محمد بن قاسم اور ان کے اعیان و انصار و امراء و حکام اس زمانہ کے اہل عراق خصوصا اہل کوفہ اور ان کے خصوصی مذہب کوفی کے سخت مخالف تھے، حجاج تو اہل کوفہ و اہل عراق کو منافق کہا کرتا تھا، یعنی کہ اس وقت عراقیوں کا مذہب حجاج کی نظر میں منافقت تھا، محمد بن قاسم بھی اپنے چچا و خسر کا ہم خیال تھا۔ دیوبندی جمعیۃ العلماء کے صدر کا یہ بیان بہت زیادہ تلبیس کاری و مغالطہ اندازی پر مبنی ہے یا پھر اپنے جہل مرکب کے سبب اس دیوبندی جماعت کے صدر نے محض اپنے ظنون فاسدہ و اوہام باطلہ کی بنیاد پر اس طرح کے خیالات کا ذبہ اپنے ذہن و دماغ میں قائم کر لیے۔

فإن كنت لا تدري فتلك مصيبة
وإن كنت تدري فالمصيبة أعظم

دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے انعقاد سے پانچ سالہ پہلے اپریل ۱۹۹۶ء میں جامعہ نگر نئی دہلی سے شائع ہونے والی کتاب ''تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینہ میں'' از مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری ہی کو اگر زعیم

الدیوبندیہ مولانا اسعد نے دیکھ لیا ہوتا، تو تاریخ و دیانت علمی کے خلاف اپنی یہ دیوبندی کوفی ہذیاں سرائی نہ کرتے اور یہ بھی بعید نہیں ہے کہ جاننے کے باوجود بھی دیوبندی مزاج کا مظاہرہ کرنا موصوف نے اپنا فریضہ بنا لیا ہے، جو نصوص شرعیہ کو دیکھنے سمجھنے کے باوجود نصوص شرعیہ کے خلاف دیوبندی کوفی زور آزمائی میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ اس کتاب ''تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینہ میں'' سے بہت زمانہ پہلے اہل علم لکھ گئے ہیں کہ عہد نبوی ہی سے ہندوستان نور اسلام سے منور ہو گیا تھا اور عہد نبوی کے بعد بھی منور ہوتا رہا ہے، مگر زعمائے دیوبندیت اپنی جہالتوں کے بحر ظلمات کے ﴿بعضها فوق بعض﴾ میں مستغرق ہیں، انھیں حقائق کیا خاک نظر آئیں گے؟

آنکھ والے تیری قدرت کا نظارہ دیکھیں
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے؟

الحاصل: ہندوستان پر محمد بن قاسم ثقفی کی فوجی کارروائی کو زعمائے دیوبندیہ کا عراقی عرف دیوبندی فقہ کی یورش قرار دینا، خالص جھوٹ و تدلیس و تلبیس ہے۔ اس فوجی کارروائی کے وقت امام ابوحنیفہ بارہ تیرہ سال کے وہ نو خیز لڑکے تھے، جو بلاد خراسان میں جہمی و مرجی و رافضی اماموں کی درسگاہوں میں زیر تعلیم رہ کر جہمیت و مرجیت کے علم بردار بننے کے لیے کوشاں وجوشاں تھے، اس وقت امام ابوحنیفہ کے وضع کردہ فقہی و کلامی مذہب کا تولد بھی نہیں ہوا تھا، وہ سرزمین عراق میں تھے ہی نہیں، وہ ترکوں کی سرزمین خراسان کی کوچہ نوردی میں مصروف تھے، وہ عراقی سرزمین پر کہیں (۱۰۱، یا ۱۰۲) ہجری کے لگ بھگ نو وارد ہوئے اور متکلمین کے مناظر و خطیب کی حیثیت سے شہرت پذیر ہوئے، پھر کوفہ کے ائمہ اہل سنت و جماعت کے خلاف نو ایجاد و مرجی وجہمی مذہب کے فقہی علوم حاصل کرنے کے لیے درسگاہ حماد بن ابی سلیمان میں داخل ہوئے، جو تمام عراقی ائمہ اہل سنت و جماعت کی نظر میں بے حد مذموم و مطعون و گھناؤنی تھی، اس کی تفصیل ہماری کتاب ''اللمحات إلی ما في أنوار الباري من الظلمات'' میں ملے گی۔

زعیم دیوبندیہ اپنے زیر نظر خطبۂ صدارت میں مزید فرماتے ہیں کہ:

''اس وقت یعنی ہندوستان پر محمد بن قاسم کی فوجی کارروائی سے لے کر آج تک ہمیشہ سندھ عراقی مدرسہ فکر اور فقہ حنفی کا گہوارہ رہا ہے، اس کے بعد چوتھی صدی ہجری یعنی ۳۹۲ ہجری میں محمود غزنوی نے لاہور اس کے مضافات اپنی قلم رو میں داخل کر کے اسلامی حکومت کو سندھ سے لاہور تک وسیع کر دیا۔ سلطان محمود غزنوی بھی فقہ حنفی ہی سے وابستہ تھے، بعد ازاں ۵۸۹ ہجری میں سلطان غوری کے زمانہ میں اسلامی سلطنت دہلی تک وسیع ہو گئی، اس وقت سے ۱۲۷۳ ہجری تک پورے برصغیر میں حنفی حکمراں کے علاوہ کوئی حکمراں آپ کو نہیں ملے گا۔'' (دیوبندی خطبۂ صدارت تحفظ سنت کانفرنس، ص:۳)

ہم کہتے ہیں کہ ہندوستان پر محمد بن قاسم کی فوجی کارروائی سے پہلے عہد نبوی سے لے کر بہت زمانہ تک دیوبندی

مذہب کا دور دور تک بھی پتہ نہیں تھا۔ دیوبندی مذہب تو چودھویں صدی میں انگریزی سامراج کے قائم کردہ کالج میں تعلیم و تربیت پا کر اور انگریزی تہذیب و ثقافت میں پوری طرح رنگ جمانے والوں کی سعی نامشکور کا رہین منت ہے اور یہ انگریزی رہین منت والا دیوبندی مذہب اپنے کو جس فقہ حنفی و مذہب ابی حنیفہ کی طرف منسوب کرتا ہے، جب کہ یہ انتساب غیر صحیح ہے، اس وقت حنفی و مذہب ابی حنیفہ کا وجود بھی زمانہ محمد بن قاسم میں نہیں تھا، بلکہ محمد بن قاسم کی وفات کے بہت زمانہ بعد تک بھی فقہ حنفی و مذہب ابی حنیفہ کی ولادت نہیں ہوئی تھی، پھر امام ابوحنیفہ نے اپنی فقہی و مذہبی باتوں کو مجموعہ رائے و قیاس کہا اور صرف یہی نہیں، بلکہ اس مجموعہ رائے و قیاس کو مجموعہ اغلاط و اکاذیب و شرور و فتن کہا، اس کی طرف انتساب پر فرقہ دیوبندیہ کا نازاں و فرحاں ہونا، اس کے لیے باعث صد ہزار رسوائی ہے۔ رسوائی کے اس ہار کو گلے کا طوق بنانے والے زعماء دیوبندیہ کی طرح صدر تحفظ سنت کانفرنس نے کہا:

''چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب (ائمہ اہل حدیث میں سے ایک نامور امام) بھی اس تاریخی حقیقت کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے، وہ اپنے رسالہ ''ترجمان وھابیہ'' (ص:۱۱) میں لکھتے ہیں:'' خلاصۂ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے، چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ و مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس وقت سے لے کر آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم، فاضل، قاضی، مفتی اور حاکم ہوتے رہے، یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاوی عالمگیری جمع کیا، اس میں شیخ عبد الرحیم دہلوی والد بزرگوار شاہ ولی اللہ بھی شریک تھے۔'' حقیقت خود کو منوالیتی ہے، مانی نہیں جاتی۔ (مذکورہ خطبۂ صدارت، ص:۳)

ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیث کا نظریہ یہ ہے کہ نبی معصوم علیہ السلام کے علاوہ بڑے سے بڑے ائمہ خواہ صحابہ کرام میں سے ہوں یا تابعین و تبع تابعین عظام میں سے یا دیگر اسلاف میں سے غلطی سے محفوظ نہیں، کوئی بھی امام اہل حدیث اپنی دانست بھر صحیح باتیں خواہ کسی فن سے متعلق ہوں، لکھنے اور کہنے کی کوشش و التزام کرتا ہے، مگر از روئے حقیقت ان کی بعض باتیں خلاف امر واقعہ ہوتی ہیں۔ بس امام سید صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی کی مذکورہ بات بھی اسی قبیل سے ہے، ورنہ بہت سارے غیر اہل حدیث، حنفی، دیوبندی علماء مستقل طور پر کتابیں و مقالات لکھ چکے ہیں کہ ہندوستان میں عہد نبوی سے ہی اسلام داخل ہو چکا تھا اور تقلید پرستی جیسی مہلک بیماری کے رونما ہونے سے پہلے تک ہندوستان میں اہل حدیث حکومت ہی تھی، جو کسی نہ کسی طرح چھٹی صدی ہجری تک برقرار رہی، اگرچہ تقلید پرستی کی بلائے بے درمان کے ظہور کے وقت سے لے کر چھٹی صدی ہجری تک ہندوستانی سلفی حکومت کو کبھی کبھار شدید ناموافق حالات سے بھی گزرنا پڑا، مگر چھٹی صدی ہجری کے بعد بھی ہندوستان اسلامی حکومت ختم ہونے اور اس کے بعد انگریزی سامراج اور انگریزی سامراج کے ختم ہونے سے لے کر ابھی تک اہل حدیث فرقہ دیوبندیہ اور اس جیسے فرقوں کی تولید

کے بعد اور تولید سے پہلے حنفی یا غیر حنفی تقلید پرستوں کے لیے ہمیشہ گلے کا پھانس بنے رہے۔

جس فرقہ اہل حدیث کو دیوبندیہ اور اس کے حلیف فرقے فرعونی لفظ "شرزمة قليلون" کہتے کہتے نہیں تھکتے، وہ فرعونی "شرزمة قليلون" والا گروہ نقل قرآنی کے مطابق باعتراف فرعون ﴿وَ إِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُوْنَ ۝ وَ إِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ۝ فَأَخْرَجْنَا هُمْ مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ وَ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ كَذٰلِكَ وَ أَوْرَثْنٰهَا بَنِيْ إِسْرَآءِيْلَ ۝﴾ (سورۃ الشعراء:۲۶/۵۵-۵۹) یعنی اس شرذمہ قلیلہ والوں نے تو ہماری اور پوری فرعونی قیادت کی ناکوں میں دم کر دیا ہے اور ہم سارے فرعونی لوگ یقیناً بلاشک اس شرذمہ قلیلہ والوں سے بہت خوف زدہ ہیں۔ اس کے بعد فرعونی بات پر اللہ تعالیٰ کا تبصرہ قابل ملاحظہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ ہم نے فرعونوں کو ان کے باغات اور عشرت کدوں اور سامان تعیش کے برتنوں اور آرام وہ مقامات سے بے دخل کر کے نکال باہر کیا اور ہم اس طرح کے فرعونی مزاج والوں کے ساتھ یہی معاملہ کرتے ہی رہتے ہیں، پھر ہم نے باغات وغیرہ سامان ہائے عشرت سے انھیں شرذمہ قلیلون یعنی بنواسرائیل مراد اس وقت کے حق پرستوں کو بہرہ ور کر دیا۔" الخ۔

اپنی کثرت تعداد و سروسامان و عیش و عشرت کی فراوانی و مال و دولت و دنیاوی جاہ و جلال پر نازاں و فرحاں فرقہ دیوبندیہ کو فرعون اور فرعون کے اعوان و انصار کے "شرذمة قليلون" کے بالمقابل اپنے نتائج و انجام پر بے خوف و خطر رہ کر اہل حدیث کے خلاف اس قدر ہذیاں سرائی پر غور و فکر کرنی چاہیے۔

حاضرین ذوی الاحترام:

عنوان بالا کے تحت دیوبندیہ کے امیر الهند وصدر جمعية العلماء وصدر تحفظ سنت کانفرنس نے مزید کہا:

"یہ ہے برصغیر ہندوپاک و بنگلہ دیش میں مذہب حنفی کی اجمالی تاریخ جس سے روز روشن کی طرح نمایاں ہے کہ متحدہ ہندوستان میں اسلام کے داخلہ کے وقت سے انگریزوں کے تسلط تک بلا اختلاف و نزاع یہاں کے عالم فاضل قاضی مفتی، حاکم اور عام مسلمان تواتر کے ساتھ اجماعی طور پر فقہ حنفی ہی کی روشنی میں اسلامی مسائل اور دینی احکام پر عمل پیرا رہے۔ (زیر نظر دیوبندی خطبۂ صدارت، ص:۳،۴)

ہندوستان میں اسلام کے داخلہ کے وقت سے لے کر اہل حدیث مذہب کی حکومت چھٹی صدی ہجری تک مجموعی طور پر رہی، اس زمانہ میں ہندوستانی مسلم حکومت کے سربراہ و حکام و عہدیدار اہل حدیث ہی رہا کرتے تھے، انھیں کے مدارس و مساجد و سرکاری مکانات ہوا کرتے تھے، چوتھی صدی ہجری کے اواخر سے لے کر چھٹی صدی ہجری تک کچھ غیر اہل حدیث عناصر بھی سایۂ سلفیت میں آ کر پناہ گزیں ہوتے رہے اور انھیں کوئی کوئی سرکاری عہدے بھی اپنی چاپلوسی اور فطری کارستانی کی بدولت مل جاتے رہے اور اس زمانہ میں حنفیوں کے علاوہ متعدد گمراہ فرقوں کے لوگ مثلاً، قرامطہ، روافض، کرامیہ، جهمیہ، مرجیہ، اهل تشیع بھی داخل ہوتے رہے رفتہ رفتہ اہل حدیث حکومت نہ

جانے کن اسباب سے ختم ہوگئی، مگر پھر بھی اہل حدیث افراد، علماء، قضاۃ، حکام ہر دور میں تھوڑے بہت موجود رہتے رہے اور ہندوستان کے متعدد خطوں میں روافض و اہل تشیع و کرامیہ کی حکومتیں بھی قائم رہیں، شوافع بھی ہندوستان میں خصوصاً ساحلی علاقوں میں بکثرت پائے جاتے رہے۔ یہ وہ حقائق ہیں، جن کا انکار وہی کذابین کر سکتے ہیں جو چمگادڑ و چھچھندر کی طرح روز روشن میں بھی دیکھنے کی صلاحیت سے محروم رہا کرتے ہیں، فقہ حنفی جب بقول ابی حنیفہ مجموعہ رائے و قیاس و اغلاط و اکاذیب وفتن ہے، تو اس کی روشنی میں اسلامی احکام و مسائل جس طرح سے حل ہوا کرتے ہوں، وہ محتاج ایضاح نہیں۔

دسویں گیارھویں صدی ہجری میں شیخ نصیر الدین بن سراج محمد برہانپوری متوفی ۱۰۳۱ ہجری زبردست اہل حدیث امام تھے اور سلطان وقت جہانگیر اور اس کے وزیراعظم عبدالرحیم بن بیرم خان خاناں کے زمانہ میں منصب قضا پر فائز تھے، اور بادشاہ و وزیراعظم نیز دوسرے حکام ان کی بڑی قدر و منزلت و حمایت و طرفداری کرتے تھے، ان کی خدمت میں حاضری کو جہاں گیر کا لڑکا شاہ جہاں جو بعد میں خود بھی بادشاہ ہوا، اپنی سعادت مندی سمجھتا تھا (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ہماری کتاب "ضمیر کا بحران" ص:۳۷۶، ۳۷۷)

ہمارے استاذ محترم و شیخ الحدیث علامہ ابوالحسن علی میاں ندوی نے لکھا کہ گجرات ہندوستانی صوبہ میں عربوں کی آمد سے مسلک اہل حدیث اور تعلیمات کتاب و سنت کو فروغ ملتا رہا۔ (تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینہ میں، ص:۱۴۶، ۱۴۷، بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت: ۱۷۶/۵) اللہ تعالیٰ فرقہ دیوبندیہ اور اس کے حلیفوں کو حق پرستی، حق فہمی اور حق کوشی کی توفیق دے۔ آمین

محافظانِ سنت:

زیرِ نظر دیوبندی خطبۂ صدارت میں عنوان بالا کے تحت کہا:

"مسلمانوں کے عہد زوال میں جب سامراجی سازشوں کے تحت جماعت مسلمین میں اختلاف و انتشار پیدا کرنے کی غرض سے مذہبی فرقہ بندیوں کا سلسلہ شروع کیا گیا، تو فقہ اسلامی، فقہاء اسلام بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے متبعین اور مقلدین کے خلاف عدم تقلید کا نعرہ لگا کر ایک نئے فرقے نے سر اٹھایا، چنانچہ خود اسی فرقہ کے جماعتی مؤرخ مولانا محمد شاہ جہاں پوری اپنی کتاب "الإرشاد إلى سبيل الرشاد" میں لکھتے ہیں کہ: "کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں، جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں، بلکہ ان کا نام بھی ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے، اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں، مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد، وہابی یا لا مذہب لیا جاتا ہے۔ الخ (الارشاد إلى سبيل الرشاد، ص:۱۳، مع الحاشيه) اس نو پید اور غیر مانوس فرقہ کا

تعارف اس کے محسن اعظم نواب صدیق حسن خان صاحب جن کے مالی تعاون نے اس کی نشو ونما میں بنیادی کردار ادا کیا ہے، ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''فرق درمیان مقلدین وفرقہ موحدین کے فقط اتنا ہے کہ موحدین صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اور باقی اہل مذاہب اُہل الرأی ہیں، جو مخالف سنت و طریقہ شریعت ہے۔'' (ترجمان وھابیہ، ص:٦٢) جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ بزعم خود کتاب وسنت پر عامل یہی مدعیان ترک تقلید شر ذمہ قلیلہ ہیں، ان کے علاوہ دنیا بھر کے کروڑوں مسلمان جو ائمہ میں سے کسی نہ کسی کی تقلید کے پابند ہیں، کتاب وسنت کے مخالف اور اسلامی شریعت سے دور ہیں، الخ۔

(دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کا خطبۂ صدارت، ص:٥٤)

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب فرقہ دیوبندیہ کے اکاذیب ومغالطات ہیں۔ اہل حدیث تو طلوع آفتاب اسلام یعنی عہد نبوی ہی سے بلکہ ہندوستان میں انسانوں کے مورث اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام ہی کے زمانہ سے ہندوستان میں رہتے آرہے ہیں، البتہ ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد زوال میں جب سامراجی سازشوں کے تحت مسلمانوں میں اختلاف وانتشار پیدا کرنے کی کوشش شروع ہوئی، تو انگریزوں کے آلہ کار ومرہون منت فرقہ دیوبندیہ اور اس کے حلیف فرقہ انگریزوں کے کالجوں میں تعلیم وتربیت پا کر تولد پذیر ہوئے اور محض جھوٹ کے زور پر اپنے کو مقلدین ابی حنیفہ کہنے لگے، جب کہ امام ابوحنیفہ بھی صراحت فرما گئے تھے کہ میرا فقہی مذہب مجموعہ رائے وقیاس و مجموعہ اغلاط واباطیل و اکاذیب وشرور وفتن ہے۔

امام ابوحنیفہ کی اس صراحت کی تقلید میں یہ مدعیان تقلید ابی حنیفہ اپنے خانہ ساز دیوبندی، و بریلوی وغیرہ مذاہب کو مجموعہ رائے وقیاس و مجموعہ اکاذیب واباطیل واغلاط نہیں کہتے، لہٰذا ان چودھویں صدی ہجری کے پیداوار مقلدین فرقہ اپنے دعویٔ تقلید ابی حنیفہ میں قطعاً ویقیناً کذاب اور جھوٹے ہیں، اور ان فرقوں خصوصاً دیوبندیہ نے سیاق وسباق اور مقاصد علماء اہل حدیث کو ترک کر کے ان پر بہتان بازی کرتے ہیں، کیونکہ بہتان بازی کو انھوں نے اپنا دین و مذہب بنا رکھا ہے، فرقہ دیوبندیہ و بریلویہ اور اس طرح کے فرقے ہی حدیث نبوی: '' عَلَيْكم بِالْجَمَاعَةِ وَالعامة واتبعوا السواد الأعظم'' کے مخالف ہیں انھوں نے اس طرح کے فرمان قرآنی ونبوی کے مخالف بن کر دین اسلام کو محرف ومتغیر کرنے کو ہی اپنا فریضہ بنا رکھا ہے۔

تنبیہ:

بعنوان ''تنبیہ'' دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے خطبۂ صدارت میں کہا گیا:

''یہ ہے فرقہ غیر مقلدین کا صحیح تعارف جس سے صاف طور پر عیاں ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے فکر وخیال کے بالمقابل احادیث کو ردّ کر دیتے ہیں، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی ان کے نزدیک ادنیٰ وقعت نہیں، ہادی برحق

نبی ﷺ کی تعلیم وتربیت سے آراستہ ان تلامذہ نبوی کے آثار وارشادات کو قانونی قوت سے عاری اور بے نور کہہ کر پس پشت ڈال دیتے ہیں۔'' (ملخص از دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کا خطبۂ صدارت، ص:۵،۶)

ہم کہتے ہیں کہ مذہب اہل حدیث خالص کتاب وسنت کا مجموعہ ہے اور مذہب دیوبندیہ اور اس کے حلیف مذاہب بقول ابی حنیفہ مجموعہ اکاذیب و اغلاط وشرور وفتن ہے دونوں مذاہب کے درمیان فرق بہت واضح ہے، احادیث نبویہ ہی نہیں نصوص قرآنیہ کو بھی اپنی خودساختہ آراء کے خلاف پا کر رڈ کرنے کا فرقہ دیوبندیہ عادی ہے، قرآن مجید کی بتلائی ہوئی عدت رضاعت وعدت حمل کو اس فرقہ نے رد کر رکھا ہے، اور اس طرح کے بہت سارے نصوص قرآنیہ ونبویہ کو اس نے اپنی تقلیدی ہتھکنڈے سے رڈ کر دیا ہے، تمام صحابہ کا اجماع ہے کہ فرقہ اہل الرأی مخالف نصوص شرعیہ اور ضال و مضل ومعنوی طور پر جاہل مطلق ہے، صحابہ کرام کے اجماعی موقف تک کا فرقہ اہل الرأی بشمول فرقہ دیوبندیہ مخالف ہے، صحابہ کرام بشمول خلفائے راشدین کی باتوں سے اس فرقہ دیوبندیہ کی مخالفت و معاندت ناظرین کرام ہماری کتاب ''تنویر الآفاق'' میں دیکھیں۔ حقیقت واضح ہو جائے گی۔

صحابہ کرام اگرچہ اپنی استطاعت بھر نصوص کتاب وسنت کا اتباع کرتے تھے، مگر سہو ونسیان ولغزش ونصوص فہمی میں غلطی سے وہ مبرا نہیں تھے، ان کا خود یہ اصول تھا کہ ان کی جو باتیں خلاف نصوص ہوں، رد کر دی جائیں، اور یہی موقف موجودہ دیوبندیہ کے تولد پذیر ہونے سے پہلے احناف کا بھی بالإجماع رہا، چودھویں صدی کا یہ نوزائیدہ دیوبندی فرقہ خانہ ساز اکاذیب کو دین وایمان کہتا پھر رہا ہے، اہل حدیث کا اجماع ہے کہ علماء اہل حدیث اپنی ذاتی تحقیق کی روشنی میں جو بھی موقف اختیار کریں، وہ اس کے مجاز ہیں، اگر ان کی تحقیق میں خطا اجتہادی شامل ہوگئی، تو عند اللہ و عند الناس ان کی اجتہادی غلطی معاف ہے اور انھیں اجتہاد کے حق محنت کے طور پر ایک نیکی بھی ملے گی، لیکن جن کی تحقیق خطا اجتہادی سے پاک ہو اور صحیح وصواب بات صادر ہوئی ہو، انھیں دوہرا اجر ملے گا۔ ہماری یہ بات زیر نظر دیوبندی خطبۂ صدارت، ص:۶، ۷، ۸، کا اصولی اور اجمالی رڈ بلیغ ہے۔ جن کی تغلیط وتردید کی ہمت فرقہ دیوبندیہ اپنے حلیفوں کی مدد ومعاونت کے باوجود تا قیامت نہیں کر سکے گا۔

حضرت علماء ذی شان:

مذکورہ بالا عنوان کے تحت زیر نظر خطبۂ صدارت میں کہا گیا:

''اب تک کی مذکورہ تفصیلات سے جو خود فرقہ غیر مقلدین کے اکابر علماء کی تحریروں کے حوالہ سے پیش کی گئی ہیں درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں: (۱) یہ ایک نوپید، غیر مانوس فرقہ شاذہ ہے۔ (۲) یہ فرقہ اپنے آپ کو اہل حدیث بتاتا ہے، جب کہ تمام مسلمان اسے غیر مقلد، وہابی اور لا مذہب کہتے ہیں۔ (۳) یہ فرقہ اپنے ماسوا سارے مسلمانوں کو مخالف سنت وشریعت سمجھتا ہے۔ (۴) یہ فرقہ اتباع سنت کے دعویٰ

میں جھوٹا ہے، کیونکہ سلف وخلف کے یہاں معمول بہ حدیثوں کو بھی بلا وجہ رڈ کر دیتا ہے۔(۵) آثار صحابہ اس فرقہ کے نزدیک قانون کی طاقت سے عاری بے نور اقوال ہیں۔(۶) یہ فرقہ اجماعی مسائل کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔(۷) یہ فرقہ سلف صالحین اور احادیث مرفوعہ وغیرہ سے ثابت قرآنی تفسیروں کے مقابلہ میں اپنی من مانی تفسیروں کو ترجیح دیتا ہے۔(۸) بس رفع الیدین و آمین بالجھر وغیرہ مختلف فیہ حدیثوں تک اہل حدیث ہے آداب وسنن و اخلاق نبوی سے اسے کوئی سروکار نہیں۔(۹) یہ فرقہ ائمہ مجتہدین و اولیاء اللہ کی شان میں بے ادبی و گستاخی کرتا ہے۔(۱۰) یہ فرقہ اپنے علاوہ دیگر تمام طبقات مسلمہ کو بدعتی ومشرک وکافر سمجھتا ہے۔''

اوپر مذکور یہ سب باتیں اس فرقہ کے لوگوں کے بارے میں خود انھیں کے اکابر علماء کی بیان کردہ ہیں، إلی ان قال: غیر مقلدین کا صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ وفکر بڑی حد تک شیعیت اور رافضیت کا ترجمان ہے، ان کے اکابر کی کتابوں میں صحابہ کرام کی ایک جماعت تک کو فاسق کہا گیا ہے اور اب جو نئی نئی کتابیں سلفیت کے مراکز سے چھپ کر آرہی ہیں، ان میں صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کے بارے میں نہایت گستاخانہ انداز گفتگو اختیار کیا گیا ہے، مثلاً جامعہ سلفیہ سے شائع ہونے والی کتابیں'' اللمحات ،تنویر الآفاق اور ضمیر کا بحران، وغیرہ میں اسلام کی اس مقدس جماعت صحابہ کرام کے بارے میں جو کچھ تحقیق و ریسرچ کے نام پر لکھا گیا ہے، ایک سنی العقیدہ مسلمان کے لیے قطعاً ناقابل برداشت ہے۔ تنویر الآفاق کی ان عبارتوں کو ذرا سینہ پر ہاتھ رکھ کر آپ حضرات بھی سن لیں، مصنف لکھتا ہے:''اس بناء پر ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ذاتی مصلحت ہی کی بنیاد پر بعض خلفاء راشدین بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیال خویش اصلاح امت کی غرض سے دوسرے احکام صادر کر چکے ہیں، ان احکام کے سلسلے میں ان خلفاء کی باتوں کو عام امت نے رڈ کر دیا إلی آخر ما ھذی وظفی۔(زیر نظر دیوبندی، خطبۂ صدارت، ص: ۸، ۹، ۱۰، ۱۱)

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب تلبیسات و اکاذیب دیوبندیہ ہیں اور اہل حدیث پر لگائے گئے ان اتہامات و بہتانات کی حقیقت ہماری کتابوں میں واضح کر دی گئی ہے، ہماری جن کتابوں کے نام دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے صدر نے لیے ہیں، وہ محض دیوبندیوں اور ان کے حلیف بریلوی فرقہ کی اہل حدیث مخالفت تحریروں کے رڈ و ابطال میں ہیں اور اس دیوبندی اقتباس کی حقیقت تکذیب و تردید ہماری اوپر والی تحریروں میں آچکی ہے اور ہماری کتابوں پر صدر دیوبندیہ و دوسرے دیوبندیہ نے جو بذریعہ اکاذیب غوغا آرائیاں کی ہیں ان کی حقیقت ہمارے بعض تلامذہ و متوسلین نے مستقل کتابوں اور مقالات میں واضح کر دی ہے، ہماری جماعت کی ان کتابوں اور مقالات و مضامین کو دیکھے بغیر یا

دیکھنے کے باوجود مجرمانہ تجاہل وتغافل سے کام لے کر فرقہ دیوبندیہ کا بے جا شور وشغب انتہائی علمی وتحقیقی خیانت و خباثت و بدعنوانی و بددیانتی وتحریف وتلبیس وتدسیس وتدلیس ہے۔

حضرات:

مذکورہ بالا سرخی کے تحت اسعدی تحریر ملاحظہ ہو:

''امنائے دین ومحافظان شریعت کی شان میں بد زبانی اور مذہب اسلام کے ان سچے وفاداروں کے خلاف بدگمانی پھیلانا اس فرقہ کا خاص شیوہ ہے، ان کی تقریریں''إذا خاصم فجر'' کی تصویر اور تحریریں''لعن آخر هذه الأمة أولها'' کی نمونہ ہوتی ہیں، امام الائمة سراج الامه سیدنا امام ابوحنیفہ کو امام أعظم کہنا ان کے یہاں شرک مگر ملکہ وکٹوریہ کو ملکہ معظمہ کہنا عین توحید ہے، امام صاحب کی شان میں اس فرقہ کی بدزبانیوں کے لیے خاص'' اللمحات'' مصنفہ محمد رئیس ندوی، مطبوع ادارة البحوث الاسلامیہ والدعوة والافتاء الجامعة السلفیه بنارس، '' اصلی اسلام کیا ہے'' مصنفہ :ابو الاقبال سلفی مطبوع ادارة دعوة الاسلام ممبئی '' مذہب حنفی کا اسلام سے اختلاف'' شائع کردہ شہر جمعیة اہل حدیث بریلی،'' اختلاف امت کا المیہ'' از فیض عالم مطبوع پاکستان،'' امام ابوحنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں'' از محمد بن عبد اللہ ظاہری وغیرہ کتابیں دیکھی جائیں، جن میں امام صاحب کی شان میں ایسی ایسی بدزبانیاں کی گئی ہیں، ایسی ایسی جھوٹی جھوٹی من گھڑت باتیں کہی گئی ہیں کہ شریف و بامروّت لوگ اس قسم کی باتیں زبان وقلم پر لانے سے شرم و عار محسوس کرتے ہیں۔ ادھر چند سالوں سے اس فرقہ نے علماء دیوبند بالخصوص ان کے اکابر کے خلاف ہمہ گیر پیمانے پر مہم چلا رکھی ہے اور انھیں نہ صرف یہ کہ دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج بتا رہے ہیں، بلکہ دائرہ اسلام ہی سے خارج کردینے کی ناپاک و نامراد کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔'' (زیر نظر دیوبندی، خطبہ صدارت، ص:۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ نے تحفظ سنت کانفرنس کی ہے یا اہل حدیث پر سب وشتم، طعن وتشنیع اور گالی گلوچ دینے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا ان دیوبندیوں نے کوئی اکھاڑہ قائم کیا اور مسابقہ و مقابلہ کی محفل منعقد کی؟ پوری کی پوری دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس صرف اہل حدیث کو گالی دینے ومطعون کرنے کے لیے منعقد کی گئی اور حسب عادت اکاذیب کے اس اکھاڑے اور اہل حدیث کو گالی گلوچ دینے مطعون کرنے میں زعماء دیوبندیہ بشمول ان کے امیر الہند مولانا اسعد بانگر مئوی ٹانڈوی نے ''تحفظ سنت'' کے نام سے دیوبندی مجلس مسابقہ و مقابلہ قائم کی تھی اور تقریباً اٹھائیس کتابوں پر مشتمل بھان متی کا پٹارا یعنی دیوبندی پیکٹ دیوبندی عوام وخواص میں مفت تقسیم کرکے اور اس دیوبندی تحفظ سنت پر کروڑوں سے بھی زیادہ روپے فی سبیل الطاغوت ضائع کرکے ہر دیوبندی کے لیے اہل

حدیث پر سب وشتم وطعن وتشنیع، ان سے جدال ومباحثہ ومناظرہ کے گھناؤنے آلات واسلحہ جات فراہم کیے، حالانکہ امام احمد بن حنبل (جن کو فرقہ دیوبندیہ ان چار ائمہ میں شمار کرتا ہے، جن میں کسی نہ کسی کی تقلید دیوبندی خانہ ساز مذہب میں فرض وواجب ہے) اہل حدیث کی شان میں گستاخی وسب وشتم کرنے کو اہل سنت وجماعت سے خارج ہونے اور بدعت پرست وضلالت پرست ہونے کی نشانی بتلاتے ہیں، نیز فرقہ دیوبندیہ کے پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ہماری کتاب "ضمیر کا بحران"، ص: ۹ تا ۳۵، وص:۱۵۴ تا ۱۶۲، و طبقات الحنابلہ لابن أبي يعلى، ولابن رجب، وغنية الطالبين کے متعدد مقامات خصوصاً ص:۱۹۸، ۱۹۹، مع فارسی ترجمہ از شیخ عبدالحکیم سیالکوٹی)

صرف اتنی ہی بات سے فرقہ دیوبندیہ اور اس کے حلیف فرقے کا اہل سنت وجماعت سے خارج، گمراہ وگمراہ گر، بدعت وضلالت پرست ہونا ظاہر ہے۔ مزید تفصیل اختصار کے پیش نظر ہم نظر انداز کر رہے ہیں۔

فرقہ دیوبندیہ وبریلویہ درحقیقت غیر مقلد ہیں:

فرقہ دیوبندیہ کا حلیف فرقہ بریلویہ کا کہنا ہے کہ "اصول وعقائد میں تقلید جائز نہیں، بلکہ جو بات ہو یقین قطعی کے ساتھ ہو، خواہ وہ یقین کسی طرح بھی حاصل ہو سکے، اصول میں بالخصوص علم استدلال کی حاجت نہیں۔ الخ (بہار شریعت، حصہ اوّل، ص:۳۹، و جاء الحق وزهق الباطل از حاجی احمد یار خاں:۱/۱۵، ۱۶ و ہماری کتاب "ضمیر کا بحران"، ص:۱۶۲، ۱۶۳)

ظاہر ہے کہ فرقہ دیوبندیہ کا بھی یہی اصول ہے اور یہی اصول کسی مذہب وملت کی جان ہے، لہٰذا فرقہ دیوبندیہ کا اپنے کو مقلد ابی حنیفہ کہنا، خالص جھوٹ اور افتراء وتلبیس کاری ومغالطہ اندازی ہے۔ البتہ چودھویں صدی ہجری کے نومولود فرقہ دیوبندیہ وبریلویہ کی غیر مقلدیت مطلق العنان ہے اور وہ کسی اصول وضابطہ کی پابند نہیں، اور اہل حدیث پر ان نومولود فرقوں کی غیر مقلدیت کا اتہام اس معنی کر کے خالص جھوٹ وفریب ہے کہ اہل حدیث لا مذہب و بے دین وخارج از اہل سنت وجماعت ہیں، کیونکہ اہل حدیث نصوص کتاب وسنت وتصریحات اسلاف امت کی پابندی میں تقلید کا موقف رکھنے کے ساتھ تمام امور شرعیہ میں نصوص واسلاف امت صحابہ وتابعین وغیرہ کے طریقہ کے پابند ہیں۔ اور فرقہ دیوبندیہ اپنے مقلد ہونے کا جھوٹا ڈھنڈھورا پیٹنے کے باوجود شتر بے مہار کی طرح مادر پدر آزاد ہے۔

امنائے دین ومحافظین شریعت ہی نہیں، بلکہ خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے خلاف نعوذ باللہ بدگمانی پھیلانا اور نصوص سے اپنے آپ کو آزاد کر کے اپنے اختراعی وافترائی آراء وقیاس کو دین وایمان بنا لینا، فرقہ دیوبندیہ کا شیوہ وشعار ہے، چنانچہ جن امام ابوحنیفہ کا مقلد یہ فرقہ دیوبندیہ اپنے کو کہتا ہے، ان کی بابت بسند صحیح مروی ہے کہ:

قال: الإمام ابن حبان: أخبرنا أحمد بن عبيدالله بانطاكية قال: حدثنا علي بن

حرب قال: حدثنا علي بن عاصم قلت: لأبي حنيفة: ما تقول في رجل أعتق جارية وجعل عتقها صداقها، قال: لا يجوز،قلت: كيف أنا عندك؟ قال: ثقة، قلت: فعبد العزيز بن صهيب؟ قال: ثقة قلت: فحدثني عبد العزيز بن صهيب عن أنس بن مالك أن النبى ﷺ اعتق صفية و جعل عتقها صداقها، فقال: أبو حنيفة: كنت أشتهى أن يكون تم بدريهمات "

"یعنی امام ابوحنیفہ کی معتبر قرار دی ہوئی سند سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک صحابی نے کہا کہ نبی ﷺ نے اپنی لونڈی و باندی صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور ان کی اسی آزادی کو مہر نکاح قرار دیا،ابو حنیفہ نے کہا، کہ اس طرح کا نکاح جائز نہیں میں چاہتا ہوں کہ کاش نبی ﷺ نے چند درہم بطور مہر مقرر کر دیے ہوتے۔"

(المجروحين لابن حبان،مطبوع:١٤٠٢ هجرى،ج:٣،ص:٦٧، ترجمة أبي حنيفة نعمان بن ثابت)

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ سے متصف امام الأنبياء والمرسلین کے فرمان پر اپنی رائے و قیاس کو ترجیح دے کر آپ ﷺ کی اطاعت و پیروی کی بجائے خودساختہ رائے و قیاس کو دین و ایمان قرار دے کر پابندی شرع سے فرقہ دیوبندیہ نے اپنے کو آزاد کر لیا ہے، یہ آخری رسول اللہ ﷺ کے خلاف بدگمانی پھیلانے کا کاروبار فرقہ دیوبندیہ نے تقلید ابی حنیفہ کے بہانے زور وشور و پوری طاقت سے کر رکھا ہے، یہ فرقہ اگر اہل حدیث پر مذکورہ بالاقسم کے مکذوبہ اتہامات لگاتا ہے، تو یہ اس کی فطرت ہی ہے، جو فرقہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف اس طرح کی مہم جوئی کو اپنا دین بنائے ہو، وہ سچے متبعین رسول کی شان میں جتنے بھی اکاذیب پھیلائے، کم ہے۔

بسند معتبر مروی ہے کہ امام احمد بن حنبل (جن کی تقلید کو فرقہ دیوبندیہ واجب کہتا ہے) نے فرمایا:

" إنما كان أبو حنيفة تابعة ما اخترع قولا، ولا اعتبر خلافه؛ لأن أهل الكوفة إبراهيم التيمي، والشعبي، والحكم وغيرهم"

"یعنی امام ابوحنیفہ صرف اپنی اختراعی رائے و قیاس کو دین و ایمان بنا کر اسی کی پیروی کرتے تھے، مگر ان کی مخالفت کا کوئی وزن نہیں، اس لیے کہ جن ائمہ کوفہ کا اعتبار رکھا جاتا اور وزن سمجھا جاتا ہے، وہ امام إبراهیم تیمی و عامر شعبی و حکم بن عتیبہ وغیرہ جیسے ائمہ کرام ہیں۔(الكامل لابن عدي: ٧/٢٤٧٥)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ نے اپنے دین و مذہب کو جو مجموعہ رائے و اکاذیب و قیاس کہا ہے، وہ امام احمد بن حنبل کی نظر میں اس قدر زیادہ صحیح ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کو اپنے اختراعی قیاس، ورائے کا پیرو کہتے تھے، اور کیوں نہ ہو امام ابوحنیفہ رائے وقیاس ہی کو دین و مذہب کہتے تھے۔(الكامل لابن عدي:٧/٢٤٧٥، وعام کتب ضعفاء الرجال)

بسند معتبر یہ بھی مروی ہے کہ امام حماد بن زید نے کہا:

"سمعت أباحنيفة يقول لم أكد ألقى شيخا إلاّ أدخلت عليه ما ليس من حديثه إلاّ هشام بن عروة" (المجروحين لابن حبان:٣/٧٢)

"یعنی امام ابوحنیفہ نے کہا کہ ہشام بن عروہ کے علاوہ جتنے بھی شیوخ سے میں نے حدیث پڑھی، ان کی طرف بہت ساری باتوں کو احادیث کہہ کر نبی معصوم علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا۔

بہت سارے ثقہ محدثین نے کہا:

" سمعنا أبا حنيفة يقول: لو أن رجلا عبد هذا النعل تقربا بذلك إلى الله ـ جل وعلا ـ لم أر بذلك باساً"

"یعنی امام ابوحنیفہ کہا کرتے تھے کہ کوئی آدمی تقرب الٰہی کے حصول کے لیے اگر جوتے اور چپل کی بھی عبادت کرے، تو میرے نزدیک یہ درست فعل ہے۔" ("اللمحات" میں اس کی متواتر سندوں کا ذکر ہے۔)

ہم دیکھتے ہیں کہ اس فتویٰ ابی حنیفہ کے مطابق حنفیہ خصوصاً بریلویہ و دیوبندیہ توسّل کی غرض سے غیر اللہ کے ساتھ وہ سب کرتے ہیں جو سراسر کفر وشرک تک پہنچانے والا ہے۔ (ملاحظہ ہو: روداد مناظرہ بجرڈیہ، بنارس)

بسند معتبر یہ بھی مروی ہے کہ:

" جاء رجل إلى أبي حنيفة، فقال: ما تقول فيمن أكل لحم الخنزير؟ فقال: "لا شيئ عليه۔" (المجروحين لابن حبان:٣/٧٣)

"یعنی امام ابوحنیفہ نے فتویٰ دیا کہ خنزیر، سور کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔"

بسند صحیح یہ بھی مروی ہے کہ امام ابوعبد الرحمن مقری نے کہا:

"قال: لنا أبو حنيفه ممن أنت؟ قلت: أهل دورق، قال: فما منعك أن تنتمي إلى بعض أحياء العرب؟ قال: فإني هكذا كنت حتى اعتزيت إلى هذا الحي من بكر بن وائل، فوجدتهم أحياء صدقاً"

"یعنی ہم سے امام ابوحنیفہ نے پوچھا کہ تم کون ہو، یعنی کس قبیلہ ونسل سے تمہارا تعلق ہے؟ میں نے کہا: اہل دورق سے، ابوحنیفہ نے کہا کہ تمھیں اس بات سے کون سی چیز مانع ہے کسی عربی قبیلہ کی طرف اپنے کو منسوب کر لیتے، میں بھی اسی طرح کا آدمی تھا، میں نے اپنے کو عربی قبیلہ انصار بکر بن وائل کی طرف منسوب کر لیا، انھیں میں نے بہت اچھا سچا پکا قبیلہ پایا۔" (الكامل لابن عدي:٧/٢٤٧٥)

اسی روایت کو اس صدی کے امام الجھمیہ والمرجیہ کوثری نے توڑ مروڑ کر اس امر کی دلیل بنا لیا کہ امام ابوحنیفہ آزاد خاندان کے فارسی الاصل تھے اور قبیلہ بکر بن وائل سے ان کا انتساب محالفه کی بنیاد پر ہوا ہے، ہم نے اس کوثری تلبیس کاری کا بھرپور جائزہ اپنی کتاب "اللمحات" میں لیا ہے، حد یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنے ہی جیسا خلاف نص کام کرنے کا حکم اپنے تلامذہ خصوصاً ابوعبدالرحمن مقری کو بھی دیتے تھے۔

اس قسم کی روایات بکثرت ہیں اور سمجھنے والوں کے لیے حقیقت فہمی کے واسطے کافی ہیں، خاص طور سے یہ کہ فرقہ دیوبندیہ اپنے آپ کو جن امام ابوحنیفہ کا تقلید پرست کہتا ہے، وہ محض رائے، و قیاس کو دین قرار دیتے تھے اور نصوص کے خلاف اپنی اختراعی آراء کو اصل دین مانتے اور اسی کے پیرو تھے، کیا یہ شان نبوی میں معمولی قسم کی جارحانہ کارروائی ہے؟ جو قوم خاتم النبیین محمد ﷺ سے اعتماد ختم کرنے کی مہم چلاتی ہو، وہ اہل حدیث پر اگر اپنی اختراعی و افترائی باتیں تھوپے، تو کیا عجب؟

پاسبان ملت:

عنوان بالا کے تحت دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے خطبۂ صدارت میں کہا گیا:

"کون نہیں جانتا کہ علماء دیوبند محدثین دہلی یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث اور ان کے خانوادہ کے علمی وفکری منہاج کے وارث وامین ہیں اور مسند ہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے توسط سے سلف صالحین سے پوری طرح مربوط ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر محدثین دہلی تک بإسناد اسلام کی ہر کڑی کے پورے وفادار ہیں...... إلی ما هذی۔ (زیر نظر دیوبندی خطبۂ صدارت، ص:۱۲ تا ۱۶)

ہم کہتے ہیں کہ یہ ساری باتیں زعیم دیوبندیہ مولانا اسعد ٹانڈوی کے اختراعی اکاذیب ہیں اور فرقہ دیوبندیہ اپنے اس زعیم دیوبندیہ کی باتوں کا پابند ہے۔ شاہ ولی اللہ اور ان کا خانوادہ فرقہ دیوبندیہ کی تولید سے بہت پہلے تقلید پرستی کو مفاسد وفتن کی جڑ د بنیاد قرار دے چکا ہے، جیسا کہ ہماری کتاب "ضمیر کا بحران" میں صراحت ہے اس کے برخلاف فرقہ دیوبندیہ تقلید کی دیوی کا پرستار ہے۔ شاہ ولی اللہ سے لے کر ذات نبوی کی سند کی ہر کڑی کا فرقہ دیوبندیہ وفادار نہیں، بلکہ غدار ومخالف و معاند ہے، جس کی تفصیل "اللمحات" کی چھٹی جلد میں دیکھی جا سکے گی۔ شاہ ولی اللہ کے جد امجد حضرت عمر بن خطاب نے اہل الرأی کو أعدائے سنن اور ضال و مضل کہا اس پر سارے صحابہ کا اجماع ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ اہل الرأی کی ایک شاخ ہونے پر نازاں وفرحاں وشاداں ہے اور ڈھونگ بازی کرتے ہوئے تحفظ سنت کانفرنس کا ڈھکوسلہ رچا کر اپنے آپ کو محض جھوٹ موٹ پاسبان ملت، محافظین سنت کہتا ہے۔ اس کی عیاری ومکاری صرف اس بات سے ظاہر ہے کہ میری متعدد کتابوں کے خلاف زہر افشانی کو اپنا شیوہ بنایا، مگر اسکے مندرجات سے آنکھیں ملانے کی اس فرقہ کو تاب نہیں۔ اپنے خطبۂ صدارت کے ص:۱۴ سے لے کر ص:۱۶، تک اپنی اور اپنے

باپ اور دیوبندی اسلاف کی ثنا خوانی میں دروغ بانی کے خوب جو ہر صدر زعمائے دیوبندیت نے دکھلائے، مگر کیا جھوٹ کی تاریکی علم وفن کی روشنی کے بالمقابل کوئی تاب رکھتی ہے؟

امام ابوحنیفہ کی خلاف نصوص سرگرمیوں سے دل برداشتہ ہو کر اس زمانہ کی غیر تقلیدی سلفی حکومت اور ائمہ وقت نے امام ابوحنیفہ سے ان کے کفریہ وشرکیہ رویہ سے جبراً وقہراً توبہ کرائی، یہ بات بھی تواتر سے منقول ہے، مگر حکومت کے دباؤ اور عوامی خوف کے سبب وقتی طور پر موصوف توبہ کر لیا کرتے تھے، پھر اپنی توبہ توڑ کر اپنے اختیار کردہ عقائد ونظریات وسرگرمیوں کی طرف واپس آجاتے۔ حکومت وقت نے جو کہ مقلد نہیں تھی، موصوف پر فتویٰ دینے کی پابندی لگا دی اور مسجد میں فرض نماز سے سلام پھیرنے کے فوراً بعد ٹھہرنے نہیں دیتی تھی، بلکہ پولیس ان کی نگرانی کرتی رہتی تھی کہ کہیں مسجد میں بیٹھ کر اپنی درسگاہ نہ جمالیں اور فتویٰ دینے لگیں، ان امور کی تفصیل بڑی احتیاط سے ہماری کتابوں خصوصاً ''اللمحات'' میں پیش کی گئی ہے، ہماری کتابیں فرقہ دیوبندیہ و بریلویہ عبرت کی نگاہ سے دیکھنے کی بجائے ایسی دیوبندی تنقیدی نظر سے دیکھتی ہے کہ اسے ان کتابوں میں اپنے خلاف زہر ہلاہل والے مواد ومضامین نظر آتے ہیں۔ بنا بریں دیوبندی زعماء و قائدین اور خواص وعوام مجھے اور میری کتابوں کو نشانہ سب وشتم وطعن وتشنیع بناتے اور محافظین سنت بن کر ''تحفظ سنت کانفرنس'' اور اس طرح کے کارنامے لوگوں کو اپنے دام تزویر میں لانے کے لیے کیا کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ عدل وانصاف واعمال وعقائد ودعاویٰ وجھوٹی شہرت طلبی کے محاسبہ کے لیے ایک دن مقرر ہے، یعنی محشر کا یوم الحساب اس دن کا انھیں کوئی خوف نہیں، معلوم نہیں یہ عقیدہ آخرت رکھتے ہیں یا کیا معاملہ ہے؟

یہ کتنی عجیب بات ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مجموعہ رائے وقیاس کے پرستار زعماء دیوبندیہ یہ جھوٹا دعویٰ تحریری و تقریری طور پر کرتے ہیں کہ'' ہندوستان کی دینی وثقافتی تاریخ سے واقف جانتے ہیں کہ علماء دیوبند اسلام کی سنت قائمہ کے حامی اور بدعت سے بہت دور ہیں۔ الخ......(زیر نظر دیوبندی خطبہ صدارت، ص:۱۴، ۱۵) جو فرقہ بدعت پرستی کے بحر ناپیدا کنار میں سرتا سر غرق ہو، وہ اس طرح کے جھوٹے دعاوی کی آخرت میں سزا بھگتنے کے لیے تیار رہے۔

صدر تحفظ سنت کانفرنس نے اپنی اور اپنے باپ اور اپنے دیوبندی اسلاف واخلاف کی اکاذیب پر مشتمل مدح سرائی والی راگنی اس طرح کی کانفرنسوں کے بہانے الاپی ہے اس پر علامہ اقبال کا یہ منظوم تبصرہ ملاحظہ کیا ہے یا نہیں؟

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجب است
سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر زمقام محمد عربی است

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

انگریزی سامراج کی اسلام دشمن مساعی، شدھی سنگٹھن، اہل وطن پر عیسائیت کے تسلط کی انگریزی کوشش اور قیام مدارس ان فتنوں کا مقابلہ وتوڑ کرنے کے طویل وعریض سلسلے کا سہرا دیوبندی صدر نے اپنے اور اپنے دیوبندی گروپ کے سر منڈھ لیا، جب کہ ہندوستانی مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے انگریزوں کے کالجوں میں فرقہ دیوبندیہ کے لوگ ٹریننگ وتربیت حاصل کر رہے تھے اور اس انگریزی تربیت سے آراستہ ہو کر بذریعہ فریب ومکر ''دارالعلوم دیوبند'' کے نام سے قرن الشیطان والی درسگاہ اور پورے ملک میں اس کی شاخیں کھولیں اور تصانیف کا لامتناہی سلسلہ جاری کیا۔

انگریز بہادر کے خزانہ کی بدولت انھیں اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے میں کسی طرح کی مالی دشواری پیش نہیں آئی، جب کہ قیام دارالعلوم دیوبند بشمول شاخہائے دارالعلوم دیوبند سے پہلے درسگاہ ولی اللهی کی بدولت ان عناصر کا خاتمہ ہونے جا رہا تھا، جن کی کوکھ سے فرقہ دیوبندیہ نے جنم لیا ہے۔ انگریزی سامراج کے عروج میں درسگاہ ولی اللهی کے صدر نشین حضرت **الامام العلام سید نذیر حسین بھاری ثم دھلوی** کی بدولت اسلام کے ایسے جان باز سپاہی پیدا ہوئے، جو علمی وفوجی ذرائع سے انگریز اور اس کے نام نہاد اسلامی دم چھلے کے تار و پود کو بکھیرنے لگے۔ فرقہ دیوبندیہ کی طرف سے بقلم مولانا محمد میاں ''علماء ہند کا شاندار ماضی'' چار جلدوں میں لکھی اور اس میں اعتراف کیا کہ خانوادہ ولی اللهی کے سپوت امام شاہ اسماعیل شہید تقلید پرست حنفی ہندوستانی حکومت کا خاتمہ کر کے سچی پکی اسلامی حکومت قائم کرنی چاہتے تھے۔ اس کی روداد مع تبصرہ ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں ہے۔

جس زمانہ میں درسگاہ ولی اللهی خصوصاً تحریک شہیدین وامام علامہ سید نذیر حسین اور ان کے تلامذہ ومتوسلین کی مساعی جمیلہ انگریزی فتنوں کے توڑ میں مصروف تھے، اس وقت وہ عناصر جن کی کوکھ سے فرقہ دیوبندیہ تولد پذیر ہوا، انگریزی دولت کے کھلے ہوئے دہانوں سے عیش وعشرت میں مستغرق تھے۔ انھی دیوبندیوں جیسے طور وطریق اختیار کرنے کے سبب مسلمان اندلس کو گنوا بیٹھے تھے۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا

(اقبال)

فرزندانِ اسلام:

عنوان بالا کے تحت زیر نظر دیوبندی خطبۂ صدارت میں عام زعماء دیوبندیت کی طرح کہا گیا:

''حیف صد حیف کہ فرقہ غیر مقلدین اور خارجیت جدیدہ کے علم برداروں نے نصوص فہمی کے سلسلے میں سلف صالحین کے مسلمہ علمی منہاج و دستور کو حق و باطل کا معیار قرار دے کر اجتہادی مختلف فیہ مسائل کو حق و باطل اور ہدایت وضلالت کے درجہ میں پہنچا دیا۔'' (الی آخر صفحہ:۲۰)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ اور اس کے حلیف فرقوں اور جن عناصر سے یہ نومولود فرقے پیدا ہوئے، ان کی بابت محققین سلفیت کو دیوبندی اصطلاح ''فرقہ غیر مقلدین اور خارجیت جدیدہ'' و ''رافضیت وشیعیت زدہ'' والے الفاظ استعمال کرنے اور دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس جیسے دیوبند ڈھکوسلوں سے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف فرقہ دیوبندیہ کی مخفی دسیسہ کاریاں چھپ نہ رہ سکیں گی۔ فرقہ دیوبندیہ ہم ہندوستانی اہل حدیثوں کو انگریزی سامراج کا ایجاد کردہ فرقہ کا ورد کرتے کرتے تھکتا نہیں۔ لیکن کیا امام شافعی بھی ہندوستانی غیر مقلد تھے؟ یہ تو دیوبندیہ کے ان اسلاف میں سے ہیں، جن میں سے کسی نہ کسی کی تقلید فرض ہے، وہ فرماتے ہیں:

''أبو حنيفة يضع أوّل المسألة خطأً ثم يقيس الكتاب كله عليها''

یعنی ابوحنیفہ پہلے ایک مسئلہ کو اصول بناتے ہیں، جو سراسر غلط ہوتا ہے، پھر اسی غلط اصول پر اپنی پوری کتاب کو قیاس کر کے قیاسی مسائل سے بھر دیتے ہیں، لہٰذا ان کے مدوّن کردہ سارے مسائل مجموعہ رائے واغلاط ہوتے ہیں۔ (آداب الشافعي و مناقبه لابن أبي حاتم، ص:٤٣١، و سنده صحيح جداً)

فرقہ دیوبندیہ کے سلف صالحین میں سے یہی امام شافعی فرماتے ہیں کہ:

'' نظرت في كتب لأصحاب أبي حنيفة، فاذا فيها مئة و ثلاثون ورقة فعددت منها ثمانين ورقة خلاف السنة، قال: ابن أبي حاتم: لأن الأصل كان خطأً فكانت الفروع ماضية على الخطأ۔''

''یعنی میں نے ابوحنیفہ کے ہم مذہب اصحاب کی تحریریں دیکھیں، جو ایک سوتیس اوراق پر مشتمل تھیں، میں نے ان سے اَسّی اوراق خلاف سنت پر مشتمل دیکھے۔ امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ چونکہ امام ابوحنیفہ کا اصل بنایا ہوا پہلا ہی مسئلہ سراسر غلط تھا اس لیے اس غلط اصل مسئلہ پر قیاس کردہ مسائل بھی مجموعہ اغلاط بنے۔ (آداب الشافعي و مناقبه لابن أبي حاتم، ص:٤٣١)

جب امام شافعی جیسے متبحر علوم حدیث کو امام ابوحنیفہ کے ایک سوتیس اوراق پر مشتمل مسائل میں سے اسّی اوراق خلاف سنت نظر آئے، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقی پچاس اوراق والے حنفی مسائل صحیح و معتبر تھے، کیونکہ وہ سب کے سب بقول ابی حنیفہ مجموعہ رائے وقیاس واغلاط واکاذیب واباطیل وشرور وفتن تھے۔

دیوبندیہ کے اسلاف کرام میں سے یہی امام شافعی فرماتے ہیں:

" ما أشبه رأي أبي حنيفة إلاّ بخيط سحارة تمده هكذا فيجئ أصفر و تمده هكذا فيجئ أخضر وقال: في رواية أخرى ما أشبه اصحاب الرأى إلاّ بسحارة تمده هكذا فيجئ أصفر وتمده هكذا فيجئ أحمر"

"یعنی میں ابوحنیفہ اوران کے ہم مذہب اصحاب الرأی کو بہت بڑے کرتب دکھلانے والے جادوگر، سحرکار جیسا سمجھتا ہوں، جو اپنی جادوگری کے تماشے دکھلاتے ہوئے کسی سفید دھاگے کو لوگوں کے سامنے کھینچ کر دکھلاتے ہیں، تو وہ سفید دھاگہ زرد رنگ کا نظر آتا ہے، پھر اسی دھاگہ کو دوبارہ کھینچتے ہیں تو وہ سرخ رنگ یا سبز رنگ کا نظر آتا ہے۔" (آداب الشافعي و مناقبه، ص: ١٧٢، و سنده صحيح)

امام شافعی کی اس بات کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اَہل الرأی دینی مسائل کو اپنی سخن سازی سے مختلف رنگوں میں جادوگروں کی تماشا بازی کی طرح دکھلاتے تھے۔ یعنی دین کے ساتھ کھلواڑ کر کے ایک ہی مسئلہ کو متعدد طریق پر بیان کرتے تھے، جو باہم متعارض ہوتے ایک ہی چیز کو کبھی سفید کہتے اور اسی بات کو کبھی زرد یا سرخ یا سبز کہتے، اس طرح دین کے ساتھ کھلواڑ کرتے تھے۔

فرقہ دیوبندیہ کے اسلاف صالحین میں سے امام شافعی ہی نے کہا:

" كان محمد بن الحسن يقول: سمعت من مالك سبع مئة حديث و نيفا إلى ثماني مئة لفظا، وكان أقام عنده ثلاث سنين أوشبيها بثلاث سنين وكان اذا وعد الناس أن يحدثهم عن مالك امتلأ الموضع الذى هو فيه و كثر الناس عليه وإذا حدث عن غير مالك لم يأته إلاّ النفر اليسير، فقال: لهم لو أراد أحد أن يعيبكم بأكثر مما تعملون ما قدر إذا حدثتكم عن أصحابكم إنما يأتي النفر أعرف فيكم النكارة و إذا حدثتكم عن مالك امتلأ الموضع۔"

"یعنی امام ابوحنیفہ کے شاگردِ خاص اور فقہ حنفی کے رکن رکین محمد بن حسن شیبانی سے میں نے یہ کہتے سنا کہ میں نے تین سال یا تقریباً تین سال درسگاہ مالک میں رہ کر سات سو سے کچھ زائد آٹھ سو تک احادیث پڑھیں اور جب امام محمد بن حسن کوفہ و بغداد میں اعلان کرتے کہ میں فلاں روز اپنے استاذ امام مالک سے پڑھی ہوئی احادیث کا درس دوں گا، تو احادیث مالک کا درس سننے کے لیے اَہل الرأی اتنی کثرت سے درسگاہ محمد میں حاضر ہوتے کہ درسگاہ بھر جاتی۔ مگر جب وہ یہ اعلان کرتے کہ میں فلاں روز تمھیں اصحاب ابوحنیفہ اور ان جیسے لوگوں کے علوم کا درس دوں گا، تو بہت ہی گنے چنے بعض لوگ درسگاہ محمد میں حاضر ہوتے، وہ بھی بادل نخواستہ کبیدگی کے ساتھ، تو اس صورت حال کو دیکھ کر محمد بن حسن نے

أہل الرأی سے کہا کہ تم پر کوئی آدمی جس قدر بھی عیب گیری اور نقد و جرح کرنا چاہے، تمہارے عیوب وخرابیاں اتنی زیادہ ہیں کہ کوئی بھی آدمی تمہاری خرابیاں بیان کرنے پر قادر نہیں ہو سکے گا۔ میں جس دن احادیث مالک کا درس دیتا ہوں درسگاہ بھر جاتی ہے اور بہت زیادہ لوگ شریک درس ہوتے ہیں، مگر میں جب تمہارے فرقہ امام ابوحنیفہ وغیرہ کے علوم کا درس دیتا ہوں، تو بہت تھوڑے سے لوگ آتے ہو، مزید برآں یہ کہ علوم ابی حنیفہ وغیرہ کے علوم کے درس میں گنے چنے لوگوں کے چہرہ پر بھی میں کبیدگی و ناپسندیدگی کے آثار دیکھتا ہوں۔'' (آداب الشافعي و مناقبه لابن أبي حاتم، ص:۱۷۳)

اصحاب الرأی خصوصاً امام ابوحنیفہ پر امام شافعی کے تجریحی اقوال بہت زیادہ ہیں۔ مگر جس قدر بھی ہم نے نقل کیا، وہ امام شافعی کی نظر میں اصحاب الرأی و مذہب أہل الرأی کی حقیقت سمجھنے کے لیے کافی ہیں، اور امام احمد بن حنبل کے اقوال امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب کی بابت ہم نے اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' کے اوائل و اواخر میں نقل کردیے ہیں۔ ان میں سے امام احمد کا ایک قول یہ بھی ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اہل سنت و جماعت سے خارج بلکہ وہ اہل سنت و جماعت کے شدید مخالف اور عداوت رکھنے والے ہیں، نیز امام احمد نے کہا کہ یہی بات ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب لوگوں کی بابت صحابہ کرام کے بعد والے تمام ائمہ کرام امام مالک سے لے کر آج تک کے سبھی ائمہ دین کہتے ہیں۔

اب اسعدی دیوبندی پارٹی بتلائے کہ اسی کے اپنے اسلاف کرام قرار دیے ہوئے ائمہ کرام نے ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب لوگوں کو اہل سنت و جماعت سے خارج اور اہل سنت و جماعت کے حریف و مخالف و دشمن کہہ رہے ہیں اور اسی خارج از اہل سنت و جماعت و اعدائے سنت، دشمنان اہل سنت کا ہم مذہب اسعدی دیوبندی پارٹی بھی اپنے کو بتاتی ہے، تو تمام ائمہ اہل سنت و جماعت کے طریق پر چلتے ہوئے اہل حدیث دیوبندیہ اور اس جیسے فرقہ اور ابوحنیفہ و پیروان مذہب ابی حنیفہ کو اہل سنت و جماعت سے خارج اور اعدائے سنت و اعدائے اہل سنت و جماعت نہ کہیں، تو کیا اسعدی پارٹی جیسی کذابہ حرافہ سحارہ کے اکاذیب کو نصوص شرعیہ کی طرح مان کر جماعت اہل حدیث وہی کرے جو اسعدی پارٹی چاہتی ہے۔

دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے خطبۂ صدارت پر اب ہم اپنا تبصرہ ختم کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید و سبز و سرخ کہنے اور کر دکھانے کی عادی اسعدی پارٹی کو اللہ تبارک وتعالیٰ اس راہ ضلالت و تلبیسات سے دور ہٹا کر صحیح معنوں میں اہل سنت و جماعت بنائے، جو اپنی اسعدی تحفظ سنت کانفرنس کو بڑے عالم گیر پیمانے پر پروپیگنڈہ کے ذریعہ تحفظ سنت کانفرنس سے موسوم کرتی ہے، اور جس طرح کفار مکہ و دیگر مخالفین انبیاء کرام اپنے لوگوں کو رسولوں، نبیوں کی بات سننے ان کے پاس جانے ان سے ربط ضبط رکھنے سے روکتے تھے، اسی طرح

اسعدی پارٹی بھی اہل حدیث درسگاہوں، اجلاسوں و اہل حدیث لوگوں سے ربط ضبط نہ رکھنے کی تجاویز پاس کرتی اور اپنی کانفرنسوں میں بطور خطبات صدارت خطبات استقبالیہ میں اسے بار بار دہراتی ہے۔

و آخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین، وخاتم النبیین محمد و آلہ و اصحابہ و أتباعہ إلی یوم الدین۔

محمد رئیس ندوی
مدرس جامعہ سلفیہ بنارس
۱۱/اپریل،۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس

کے خطبہ استقبالیہ

از

مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

منعقدہ ۲،۳/مئی، ۲۰۰۱ء مطابق ۷، ۸، صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

پر

ہمارا تحقیقی تبصرہ و جائزہ و نقد و نظر

از

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۱۲/اپریل ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ کتاب وتمہید

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَة، وَ كُلُّ بِدْعَة ضَلَالَة، وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ، أما بعد: فأعوذ باللّٰه السميع العليم من الشيطان الرجيم، بسم اللّٰه الرحمن الرحيم، قال: اللّٰه تعالىٰ:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (ب:٤، سورة آل عمران:١٠٢) ﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝﴾ (ب:٤، سورة النساء:١) ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝﴾ (ب:٢٢، سورة الاحزاب:٧٠، ٧١)

حضرات خطبہ مسنونہ کے بعد عرض یہ ہے کہ ہمارے ملک ہندوستان ہی میں انسانوں کے مورث اعلیٰ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا موطن و مسکن رہا اور ان دونوں سے پیدا ہونے والی اولاد بھی اسی ہندوستان میں عرصہ دراز تک رہتی سہتی رہی۔ پھر جیسے جیسے بنو آدم کی نسل بڑھتی رہی، ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک میں بھی یہ نسل انسانی پھیلتی گئی۔ اس زمانہ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمانی صحیفے نازل ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر دس قرون تک حضرت نوح کی بعثت سے کچھ پہلے تک تمام انسان ایک ہی مذہب و ملت یعنی مذہب توحید و اسلامی شریعت پر قائم رہے۔ اس مذہب توحید و اسلامی شریعت کو اللہ کی نازل کردہ آخری کتاب ''قرآن مجید'' میں جو اللہ کے آخری رسول و نبی محمد ﷺ پر نازل ہوئی، جابجا مختلف مقامات پر ''اُمَّةً وَّاحِدَةً'' اور ''مِلَّةً وَّاحِدَةً'' کہا گیا اور حکم دیا گیا کہ اسی ''امة واحدة و ملة واحدة'' پر سب لوگ متفق و متحد رہ کر قائم رہیں، اس سے اختلاف نہ کریں، مگر اللہ تعالیٰ کے تکوینی نظام کے تحت دس قرون بمعنی دس

طبقات انسانی جو لگ بھگ نو دس ہزار سال ہوتے ہیں کہ بعد رفتہ رفتہ اس "امة واحده" اور "ملة واحدة" سے بعض لوگ شیطانی بہکاوے میں آ کر منحرف ہو گئے اور دھیرے دھیرے انھیں کی اکثریت ہو گئی اور ملت واحدۃ کے خلاف بڑے پیمانے پر زور آزمائی کرنے لگی۔ ملت واحدۃ سے منحرف یہ کثرت کا لوہ اگرچہ حضرت نوح علیہ السلام کی بد دعاء سے ہلاک و برباد ہو گئی، پھر بھی حضرت نوح علیہ السلام کے تھوڑے ہی دنوں بعد انحراف آ تا گیا اور عرصہ دراز سے اس ملت واحدۃ کے مخالفین کی بڑی اکثریت رہتی رہی، اور اب بھی ہے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تا قیامت ایسا ہی رہے گا۔ الا أن يشاء الله رب العالمين۔

آخری نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اسلام میں نئی روح پھونک دی گئی اور اسلام کو بڑی قوت و حیثیت حاصل ہو گئی، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دنیا کی اکثریت شریعت محمدی سے منحرف ہی رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر ایمان لانے والوں کو متحد و متفق رہ کر دین محمدی پر قائم رہنے کی اگرچہ بہت تلقین دی، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبان وحی ترجمان سے واضح کر دیا گیا کہ امت محمدیہ میں تہتر مختلف فرقے پیدا ہو جائیں گے، جو ہمیشہ ایک دوسرے سے برسر پیکار رہیں گے، ان تہتر فرقوں میں سے ایک ہی فرقہ اصل دین محمدی پر قائم رہے گا، جو "ما أنا عليه و أصحابي" کا مصداق ہوگا، یعنی جس مذہب وملت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باقی تہتر فرقے اصل دین محمدی یعنی "ما أنا عليه و أصحابي" سے منحرف رہیں گے اور سب کے سب اپنی غلط روی و بدعت پرستی اور غیر اسلامی طور وطریق ونظریات وعقائد واعمال کے پیرو وداعی ہونے کے باعث جہنم رسید ہوں گے۔ یہ ساری باتیں باطل پرست منحرف فرقوں اور اصل دین محمدی پر قائم "ما أنا عليه و أصحابي" کے مصداق لوگوں کو معلوم ہے اور یہ بات سب کے نزدیک مسلم ومعروف ومشہور بھی ہے۔ ہر فرقہ اپنے کو اصل دین محمدی کا پیرو اور "ما أنا عليه وأصحابي" کا مصداق ہونے کا مدعی ہے اور یہ سبھی باطل پرست فرقے باہم دگر متحارب و متصادم تو رہتے ہی ہیں، مگر ان کی شرارتوں، شیطنوں اور بے روی کے اصل نشانہ اس ایک فرقے کے لوگ ہیں، جو واقعتاً اصل دین محمدی کے پیرو اور "ما أنا عليه و أصحابي" کے مصداق ہیں، اس حق پرست فرقہ کو دوسرے فرقہ اپنے خود ساختہ مختلف ناپسندیدہ ناموں سے مطعون کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ حق پرست فرقہ مختلف ناموں سے دلائل شرعیہ کی روشنی میں اپنے آپ کو موسوم کرتا ہے، مگر اس کا زیادہ مشہور نام "اہل حدیث" ہے۔ جماعت ناجیہ، یعنی اہل حدیث کے خلاف سارے فرقوں کو احادیث نبویہ میں جہنمی کہا گیا ہے، اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ان باطل فرقوں میں سے کچھ فرقے و افراد اپنی باطل پرستی کے سبب دائرہ اسلام سے خارج ہونے کے باعث کافر وزندیق وملحد ومشرک ہونے کی بناء پر أبد الآباد کے لیے، ہمیشہ ہمیش جہنم میں پڑے رہنے کے مستوجب ومستحق رہیں گے اور وہ ہمیشہ عام کفار ومشرکین کی طرح جہنم میں رہا کریں گے، یا یہ کہ جو

اس درجہ کے باطل پرست ہوں گے، جو دائرہ اسلام سے خارج ہو کر کافر و مشرک و ملحد و زندیق تو نہ ہوں گے۔ مگر تھوڑا سا نور اسلام ان میں پایا جائے گا اور جس قدر جس میں ایمان موجود ہو گا، اسی کے مطابق جہنم میں رہ کر اپنے مدارج کے اعتبار سے جہنم سے نجات پا کر جنت میں جا سکے گا، ان باطل پرستوں کی جہنم میں سکونت کی مدت ان کے عقائد و بدعات و اعمال کے مطابق مختلف اور کم و بیش ہوا کرے گی۔

ہمارا ملک ہندوستان اگرچہ ابتدائے امر میں ہزاروں سال تک حق پرست ہی رہا، مگر بعد میں یہاں رفتہ رفتہ باطل پرستی پائی جانے لگی، ابلیس اور اس کے معاونین نے اپنی زور آزمائی بھی یہاں زیادہ کی اور یہ ملک رفتہ رفتہ پوری دنیا کے بالمقابل کہیں زیادہ باطل پرست بلکہ اسلام دشمن بنتا گیا، حتیٰ کہ مرکز الشیاطین یہاں سے اسلام کا نام و نشان بھی مٹانے کے لیے ایک عرصہ سے کوشاں و جوشاں رہنے لگا ہے اور زمانہ حال میں تو اس کی شیطنت حد عروج کو بھی پار کرنے لگی ہے۔ سب سے زیادہ المناک معاملہ یہ ہے کہ اسلام کی طرف منسوب مگر اسلام دشمن فرقے اصل اسلام اور اس کے ماننے والوں پر اپنی شیطنت کے سبب کفار و مشرکین سے بھی زیادہ عرصہ حیات تنگ کرنے پر تلے ہیں اور آئے دن حق پرست جماعت کے خلاف پوری طاقت سے طوفان بدتمیزی برپا کیے رہتے ہیں اور کیوں نہ ہو، ہمارے رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی کر رکھی ہے کہ سرزمین حجاز سے مشرق والی زمین سے قرن شیطان نمودار ہو کر مسلمانوں کے لیے پریشان کن بنا رہے گا، اس سرزمین مشرق سے مراد احادیث نبویہ و آثار صحابہ و تابعین میں اگرچہ ملک عراق بتلایا گیا ہے، لیکن سرزمین مشرق کا لفظ عام ہے، اس عموم میں ہمارا ملک ہندوستان بھی آتا ہے اور ''قرن الشیطان'' سے مراد گروہ شیطانی و سرگروہ شیطان ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کی بدقسمتی و بداعمالی سے ہندوستان پر غیر مسلم انگریزی و برطانوی حکومت قابض ہو گئی، جو حسب عادت و فطرت مسلمانوں کو بہت زیادہ ستانے لگی اور اپنی سازشی حکمت عملی سے بھی کام لینے لگی، تعلیم و تربیت کے نام پر اس نے مسلمانوں کے لیے ملک کے طول و عرض میں خصوصی تعلیمی ادارے کھولے اور ہندوستان پر ہمیشہ حکومت کرتے رہنے کی بڑی پلاننگ کی، پھر بھی مجاہدین اسلام کی سرفروشی کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو سال یا اس کے کچھ کم و بیش ہندوستان میں ٹک سکی، مگر اپنی شیطنت کے جال بچھا گئی، جس کے سبب حق پرست جماعت کے خلاف طرح طرح کی پارٹیاں اسلام کی طرف منسوب ہونے کے باوجود نیز کھلے ہوئے مشرکین و کفار حق پرست جماعت کو اپنی شیطنت کا نشانہ بناتے رہے۔

تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں دہلی کالج میں اپنے تعلیم و تربیت یافتہ اور بہی خواہان کے ذریعہ انگریزی سامراج ''دارالعلوم دیوبند'' کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ قائم کرانے میں کامیاب ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک اچھا خاصہ دیوبندی فرقہ کے نام سے مشہور و معروف ہو کر انگریز سامراج کی پلاننگ کو بروئے کار لانے میں سرگرم ہو گیا،

بہت جلد اس کی بہت ساری شاخیں قائم ہوگئیں اور چودھویں صدی ہجری میں اس نے حق پرست جماعت اہل حدیث کے خلاف زور آزمائیاں عملاً و قولاً شروع کردیں، اور بہت ساری کتابیں تصنیف کر ڈالیں۔ انگریز اگرچہ چودھویں صدی کے نصف اوّل سے پہلے ہندوستان چھوڑنے پر مجبور ہوگیا، مگر اس کے بچھائے ہوئے جالوں میں سے دیوبندی جال بھی اپنی پوری توانائی کے ساتھ جماعت اہل حدیث کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے میں مصروف رہا، دیوبندی جال کے معاونین بھی بعض باطل پرست فرقے ہوگئے اور ان سے سب نے مل کر اپنے کو ہی اصل حق پرست قرار دیا اور حق پرست جماعت کو طرح طرح کے اسماء قبیحہ سے موسوم کیا۔ ان اسماء قبیحہ میں سے ''غیر مقلدین'' کے نام کو زیادہ شہرت دی گئی۔

یہ دیوبندی جماعت مرور زمانہ کے ساتھ حق پرست جماعت اہل حدیث کے خلاف اپنے وجود پذیر ہونے کے بعد ہی سرگرم عمل رہی۔ ابھی گزشتہ سال ۲، ۳/مئی ۲۰۰۱ء میں اس نے اہل حدیث کے خلاف اپنے مجوزہ پروگراموں میں سے ''تحفظ سنت کانفرنس'' کا ڈھونگ رچایا۔ اس نے کئی مہینہ پہلے اس کانفرنس کے لیے دعوت نامہ جاری کیا اور غالباً کئی سالوں سے یہ دیوبندی پارٹی اس کانفرنس کے لیے خفیہ طور پر تیاریاں کرتی رہی، اس کے اس دعوت نامہ سے خود اس کی دیوبندی جماعت کے بہت سارے سنجیدہ لوگ ناراض ہوگئے اور مختلف جماعتوں کے لوگ بھی، مگر یہ ضدی دیوبندی جماعت اپنے ولی نعمت انگریز اور اس کے نقش قدم پر چلنے والی ہندوستانی حکومت سے بہت زیادہ ادھار جماعت اہل حدیث کے خلاف اودھم مچانے کے لیے کھا رکھا ہے، اس لیے وہ اپنے اس عزم پر قائم رہی۔

ہم کو بہت بعد میں دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کی خلاف اہل حدیث باتوں کی خبر ہوسکی، کیونکہ میں عرصہ سے ہارٹ اٹیک کا مریض ہونے کے باعث اپنے رہائشی کمرہ میں محدود رہتا ہوں اور مجھے دل پر اثر انداز ہونے والی باتیں بتلانے سے لوگ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق مطلع نہیں کرتے مگر......

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفل ہا

دیر سہی، مجھے اس کی خبر ہوئی اور اکتیس کتابوں پر مشتمل دیوبندی پیکٹ مہیا کرنے کی میں نے گزارش کی، جو کافی تاخیر سے مجھے دست یاب ہوسکا اور کئی الجھنوں کے بعد میں نے اواخر مارچ ۲۰۰۲ء پیکٹ کا جائزہ لینے کا عزم کیا اور اپریل میں میں نے یہ کام شروع کردیا، سب سے پہلے اس کے دعوت نامہ کا جائزہ لیا، بعد میں معلوم ہوا کہ اس دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے لیے دیوبندیہ کی طرف سے جاری کردہ دعوت نامہ پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا عبدالوہاب خلجی مدنی سلمہ اللہ نے اپنی اور جماعت اہل حدیث کی طرف سے ایک کھلا خط داعی دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس اور خود ساختہ امیر الھند مولانا اسعد مدنی ثم ٹانڈوی فیض آبادی کے نام نہایت دردمندانہ انداز میں امت مسلمہ میں مزید در مزید دیوبندی جماعت کی فتنہ سامانی سے باز رکھنے کی خاطر نہایت محقق اور دل آویز کھلا

خط مشتمل بر سولہ صفحات لکھا ہے۔ جماعت اہل حدیث کی طرف سے لکھے گئے اس کھلے خط کا بھی کوئی اثر ہونے کے بجائے دیوبندیہ کی طرف سے اس کا طویل وعریض جواب شائع ہوا، جس کا عنوان ہے: ''خلجی صاحب کے کھلے خط کا کھلا جواب'' پھر میں نے اس کا جواب لکھا، مگر معلوم ہوا کہ جماعت اہل حدیث کے غیرت مند اور نہایت مخلص بہی خواہ مولانا اطہر نقوی صاحب نے اس کا بھرپور جواب دیا ہے، یہ بھرپور جواب بھی ہماری تردید دیوبندی پیکٹ بموقعہ دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے ساتھ شامل اشاعت ہے، پھر ہم نے دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے خطبہ صدارت پر تبصرہ لکھا اور اب اس کے خطبہ استقبالیہ پر نقد ونظر کر رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب سے پہلے جیسا کہ رواج ہے، پونے تین سطروں میں دیوبندیہ نے بزبان عربی خطبہ لکھا، جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر طرح کی حمد وثنا اللہ کے لیے ہے اور ہم اسی کی حمد وثنا کرتے بھی ہیں ہم اسی سے مدد ومغفرت طلب کرتے اور اسی پر ایمان رکھتے اور بھروسہ رکھتے ہیں اور اپنے نفوس و اعمال بد کے شرور سے اسی کی پناہ مانگتے ہیں، وہ جسے ہدایت یافتہ بنائے، اسے کوئی گمراہ کر سکنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کرے، اسے کوئی ہدایت یاب کر سکنے والا نہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سید ومولی محمد ﷺ اللہ کے بندے ورسول ہیں، اس کے بعد اظہار مدعا کیا گیا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ بے شک تمام حمد وثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، مگر جن امام ابوحنیفہ کا اپنے کو فرقہ دیوبندیہ مقلد کہتا ہے، ان کی حمد وثناء و مدح حقیقت میں اس نے اور اس کے ہم مذہب اسلاف نے مدح ابی حنیفہ میں جتنے لٹریچر تیار کیے، اس کا عشر عشیر بھی اس نے حمد باری تعالیٰ میں نہیں لکھے اور دینی یا دنیوی امور میں یہ فرقہ جس قدر امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب مسائل وملفوظات سے طلب اعانت کرتے ہیں۔ اس کا عشر عشیر بھی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت وحدیث سے طلب نہیں کرتے، اور اللہ اور اس کے رسول پر اسی طرح کا ایمان رکھتے، جس طرح کے ایمان لانے کا حکم انھیں امام ابوحنیفہ نے دیا ہے اور اسی طرح کا استغفار بھی یہ لوگ کرتے ہیں اور توکل علی اللہ کے بجائے یہ لوگ امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب مذہب پر بھروسہ کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ابوحنیفہ کی تقلید فرض و واجب ہے، اس سے اختلاف کفر و زندقہ وضلالت ہے، یا پھر فرقہ دیوبندیہ تین مزید نامزد اماموں میں سے کسی نہ کسی کی تقلید کو فرض و واجب کہتا ہے، حالانکہ قرآن مجید کے بہت سارے نصوص میں تقلید پرستی کو کفار ومشرکین کا شیوہ وشعار بتلایا گیا ہے اور اسی پر ہمارے رسول ﷺ وصحابہ کرام وتابعین عظام رحمہم اللہ کا عمل رہا: ''ما أنا علیه و أصحابي'' والے قول نبوی کا یہی مطلب ہے۔

مہمانان گرامی قدر اور معزز حاضرین:

اپنے مختصر سے پونے تین سطروں پر مشتمل خطبہ کے بعد دیوبندیہ نے مذکورہ بالا عنوان اپنے خطبہ استقبالیہ برائے

دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے بعد قائم کیا، جس کے تحت کہا:

''خداوند رحمٰن و رحیم کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے قرآن کریم نازل کیا اور رسول پاک ﷺ کی سنت کے ذریعہ اس کی ایسی عملی صورت معین کر دی کہ بندوں کے لیے صراط مستقیم پر قائم رہنا آسان ہو گیا اور آج اس صراط مستقیم کے تحفظ کے لیے آپ حضرات جمعیۃ علماء ہند کی دعوت پر جمع ہیں۔'' (دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کا خطبۂ استقبالیہ، ص:۲)

ہم کہتے ہیں کہ بندوں کی ہدایت کے لیے اللہ کی نازل کردہ کتاب وسنت نبویہ کی بجائے فرقہ دیوبندیہ امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب مذہب والی کتابوں سے بزعم خویش صراط مستقیم کا تحفظ کر رہا ہے، جس کی ایک کڑی اس کی تحفظ سنت کانفرنس بھی ہے، اسی قسم کی دیوبندی کانفرنسوں کو کامیاب کرنے کے لیے فرقہ دیوبندی کے لوگ آئے دن جمع ہوا کرتے ہیں، ان کی صراط مستقیم یقیناً اس صراط مستقیم سے مختلف ہے، جو کتاب وسنت میں بتلائی گئی ہے، جیسا کہ تفصیل آ رہی ہے۔

دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کا خطبۂ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے دیوبندی خطبۂ استقبالیہ نگار اس قدر مست ہوئے کہ حاضرین کی حاضری پر صمیم قلب سے شکریہ ادا کرنے کو اپنا سب سے خوشگوار فریضہ قرار دیا اور گرمی کے موسم میں سفر کی برداشت و اپنی علمی و دینی خدمات کو بالائے طاق رکھ کر اس کانفرنس میں شمولیت کو دین ابراہیمی، شریعت اسلامی اور حریم حنفیت (حنفیت غالباً حنیفیت کی تصحیف ہے یا پھر عمداً و قصداً اسے دیوبندیہ نے اسی طرح لکھ دیا ہے، جو اس کا شعار ہے) کی پاسبانی بتلایا، پھر سب کو مبارک اور دعائیں دیں اور شکریہ ادا کیا۔(دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے خطبۂ استقبالیہ میں، ص:۲، کا ماحصل)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ دیوبندیہ کی علمی و دینی خدمات دین ابراہیمی و شریعت اسلامی اور حریم حنیفیت کی پاسبانی سے مختلف چیز ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دیوبندیوں کی دینی و علمی خدمات کے نام پر ساری مشغولیتیں بشمول بلند بانگ دعاوی، مختلف ناموں سے کانفرنسیں اور تقریری و تحریری مجلسیں، دین ابراہیمی، شریعت اسلامی حریم حنیفیت کی پاسبانی سے مختلف دیوبندی ہوابندیاں ہیں۔ کما سیأتي۔

پاسبان ملت!

مذکورہ بالا باتوں کے بعد اس دیوبندی خطبۂ استقبالیہ میں مذکورہ بالا سرخی قائم کر کے کہا گیا:

''آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی صراحت کے مطابق خدا نے انسانیت کے لیے وہ دین مقرر فرمایا ہے، جس کی بنیادی دفعات کا پچھلے پیغمبروں کو بھی تاکیدی حکم دیا گیا تھا، ارشاد ہے: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ

عِیْسٰی أَنْ أَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ﴾ (سورہ شوریٰ:۱۳) اللہ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا، جس کا تاکیدی حکم نوح کو دیا گیا تھا اور وہی دین بذریعہ وحی آپ پر نازل کیا گیا ہے اور اسی کا ابراہیم، موسیٰ وعیسیٰ کو تاکیدی حکم دیا گیا تھا کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

ان بنیادی دفعات میں الوہیت، توحید، رسالت، آخرت اور کتب سماویہ پر ایمان وغیرہ ہیں۔ ان بنیادی دفعات کے بعد عملی احکام ہیں، جیسے زہد وعبادت، صدق و دیانت، عدل وسخاوت اور احسان وغیرہ کہ اصولی طور پر یہ تمام مذاہب میں مشترک ہیں، لیکن ان پر عمل درآمد کے طریقوں میں ہر دور کے تقاضوں کی رعایت سے اختلاف رہا ہے، جسے قرآن کریم کی زبان میں ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾(سورۃ المائدۃ:۴۸) تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک دستور وطریق عمل مقرر کیا ہے۔ کہا گیا کہ پیغمبران کرام کے لائے ہوئے اسلامی مذاہب کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے، وہ منہاج یعنی طریق کار کا اختلاف ہے کہ اس اختلاف کے باوجود سب کو برحق تسلیم کیا گیا ہے اور اگر ان ادیان سابقہ میں تحریف نہ ہوگئی ہوتی، تو اس کا سمجھنا بہت آسان تھا، اسی طرح یہ بات سمجھنی چاہئے کہ ہماری شریعت میں غیر منسوخ وغیر متعارض نصوص صریحہ کے بارے میں امت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اوران کے علاوہ دیگر مقامات پر مدارک اجتہاد کے اختلاف کی وجہ سے نصوص فہمی میں جو اختلاف رائے ہوا ہے، وہ درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے اور اگر اس کو اختلاف کہا جائے، تو وہ منہاج کا اختلاف ہے، جس میں کوئی تنگی نہیں، بلکہ اختلاف کرنے والے تمام اہل علم کا مقصد چونکہ رضائے الٰہی کا حصول ہے، اس لیے اس طرح کے اختلاف کو پسندیدہ توسع پیدا کرنے کی وجہ سے رحمت قرار دیا جائے گا۔ البتہ اگر منہاج کے اس ضروری اور پسندیدہ اختلاف کو کچھ لوگ حدود سے بڑھا کر ضد اور عناد کی صورت میں تبدیل کردیں، تو یہ قابل مذمت ہیں اور قرآن کریم کی زبان میں اس کو ﴿بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ فرمایا گیا ہے ۔﴿وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ إِلَّا الَّذِيْنَ أُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ (سورۃ البقرۃ:۲/۲۱۳)اور نہیں جھگڑا ڈالا کتاب میں مگر انھیں لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی تھی، اس کے بعد کہ ان کے پاس صاف حکم پہنچ چکے تھے، صرف آپس میں ضد کی وجہ سے، چنانچہ امت کا سوادِ اعظم بنیادی دفعات میں مکمل اتفاق اور اصول احکام میں طریق کار کے اختلاف کے باوجود صراط مستقیم پر قائم رہا، لیکن اسی کے ساتھ ناپسندیدہ اختلاف پیدا کرنے والے معدودے چند افراد یا اقل قلیل تعداد پر مشتمل کچھ فرقے بھی پیدا ہوتے رہے اور امت کے مستند اہل علم ان کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے رہے، نیز یہ کہ دیانت داری سے غور کرنے والے اپنی غلطی کا ادراک کرکے رجوع إلی اللہ کی نعمت سے ہمکنار ہوتے

رہے اور جن لوگوں نے ضد کا راستہ اختیار کیا، وہ اللہ کی ﴿وَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً﴾ کی سنت کے مطابق اپنی غلط روش کی وجہ سے صفحۂ ہستی پر اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکے۔'' (دیوبندی خطبہ استقبالیہ برائے تحفظ سنت کانفرنس، ص: ۳، ۴، ۵)

اس دیوبندی بیان پر ہمارا تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ جتنے بھی انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم السلام لوگوں کے درمیان اختلاف رونما ہونے سے پہلے دنیا میں بھیجے گئے، وہ سارے کے سارے رسول و نبی تقلید پرستی کے حرام و جہل و ضلال و جرم عظیم ہونے پر متفق رہے۔ مگر چودھویں صدی ہجری میں ہمارے آخری نبی محمد ﷺ کے ملک حجاز سے مشرق جانب پیدا ہونے والے دیوبندیہ تقلید پرستی کو نہ صرف یہ کہ حرام و جہل و ضلال و جرم عظیم نہیں کہتے، بلکہ تقلید پرستی کو دیوبندیہ تمام لوگوں پر فرض و واجب قرار دیتے اور اس تقلید کی دیوی کی پرستش سے انکار کرنے والے اہل حدیث کو گمراہ و گمراہ گر جاہل نہیں اجہل اور ضال نہیں اضل کہنے پر متفق ہیں۔ تمام ہی انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف تقلید پرستی کو دین و ایمان بنا لینے والے اس حقیقت سے محروم ہیں کہ جو تقلید پرستی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے یہاں حرام و ممنوع و محظور و جہل و ضلال و جرم عظیم ہے، ان سب کی مخالفت کر کے تقلید کی دیوی کی پرستش کو دین و ایمان فرض و واجب بنا لینا کس قدر بھیانک و خوفناک طریق عمل ہے؟ خصوصاً اس صورت میں کہ جن لوگوں کی تقلید کو یہ دیوبندیہ دین و ایمان اور فرض و واجب بنائے ہوئے ہیں، وہ بذات خود بڑی صراحت کے ساتھ اپنی اور غیروں کی تقلید سے پوری شدت کے ساتھ ممنوع قرار دے گئے ہیں، پھر دیوبندیہ منع تقلید میں امام ابوحنیفہ کے مقلد کہاں رہ گئے اور ان کا دعویٰ تقلید پرستی کھلا ہوا جھوٹ و کذب و دروغ بے فروغ ہے یا نہیں؟ جب ان دیوبندیہ کا مسلک و مذہب و دین و ایمان و عمل تمام انبیاء کرام علیہم السلام صحابہ کرام و تابعین عظام و اسلاف کے خلاف ہے، تو اس کا کتب سماویہ خصوصاً قرآن مجید پر دعویٰ ایمان کس نام سے موسوم کیے جانے کے لائق ہے؟ اور یہ تقلید پرست اپنی تحریر و تقریر میں کیوں نصوص کتاب و سنت کا نام لیتے اور اپنے دام تزویر میں سادہ لوح بندگان خدا کو پھانسنے کی پر فریب و پر فتن و پر مکر چال بازی کر کے نصوص قرآنیہ و نصوص نبویہ کی تلاوت کرتے ہیں؟ کیا یہ انتہائی دوغلی و دورخی بے حد گھناؤنی اور مجرمانہ پالیسی نہیں ہے؟ ایک طرف نصوص کی بار بار تلاوت دوسری طرف نصوص کے خلاف تقلید پرستی کو دین و ایمان فرض و واجب بنا لینا، مکاری و عیاری و فریب کاری کے علاوہ کیا ہے؟ پھر اپنی تقلید پرستی کی ترویج و اشاعت کی خاطر تحفظ سنت کانفرنس اور اسی جیسی سینکڑوں کانفرنسیں کرنی انتہائی بیہودہ چال بازی کے علاوہ کیا ہے؟

اس جگہ ہم صرف اتنی ہی بات پر اکتفا کرتے ہیں، البتہ دیوبندیہ نے ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا

وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا﴾(الایة) والی آیت کی تلاوت کی ہے اور اس کی باتوں کو بنیادی دفعات بتلایا ہے، یقینی طور پر ان دفعات کو دیوبندیہ منہدم کرنے والے ہیں، جیسا کہ تفصیل آرہی ہے۔﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾ والی آیت کا واضح مطلب ہے کہ امت محمدیہ کے ہر فرد کو خطاب کرکے کہا گیا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے دستور کار یعنی شریعت و راہ عمل مقرر کردی ہے، اسی پر ہمیشہ گامزن رہنا، اس سے اختلاف و انحراف مت اختیار کرنا، پھر بھی حکم الٰہی سے اختلاف کرتے ہوئے بقول نبوی بہت سارے لوگوں نے اپنے الگ الگ فرقے اور مذہب و شریعت و منہاج بنا لیے اور تہتر فرقوں میں منقسم ہو گئے۔ ان میں سے ایک کے علاوہ سبھی جہنم رسید ہونے والے ضال و مضل ہوئے اور جسے حق پرست کہا گیا، اسی کو یہ سارے باطل پرست فرقے ناحق پرست کہنے پر متفق نظر آرہے ہیں۔ یہ عجیب کرشمہ قدرت ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ سے یہ فرمان نبوی مروی ہے کہ:

"نحن معاشر الأنبياء إخوة لعلات ديننا واحد"

"یعنی ہم سارے انبیاء علاتی بھائی ہیں، ہمارا دین ایک ہے۔"

کوئی شک نہیں کہ اس نص نبوی سے دیوبندیہ نوے فیصدی منحرف ہیں، بلکہ اس سے زیادہ ہی۔ كما سيأتي۔

عالی مقام علماء کرام:

اپنی مذکورہ بالا پرفریب و پرفتن تلبیسات کے بعد اس دیوبندی خطبہ استقبالیہ میں مذکورہ بالا سرخی قائم کی گئی اور کہا گیا:

"دار العلوم دیوبند اپنے قیام کے ابتدائی ایام سے دین کے تحفظ کے لیے دو باتوں پر زور دیتا رہا ہے، طلبہ کے لیے دین کی تعلیم و تربیت کا انتظام کہ رجال کار تیار ہوتے رہیں اور عام مسلمانوں کے لیے ایسے معاشرے اور حالات پیدا کرنے کی کوشش جن میں زیغ و ضلال کو راستہ نہ ملے اور عام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر عمل پیرا رہنا آسان رہے، چنانچہ جن افراد اور جماعت نے اسلام پر حملہ کیا یا دعویٰ اسلام کے ساتھ ناپسندیدہ و مذموم اختلاف کو ہوا دی دار العلوم دیوبند نے پوری قوت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا عیسائیت کے فروغ کی کوشش کا فتنہ، آریہ سماج اور سدھی سنگھٹن کا فتنہ، اہل قرآن کا فتنہ، قادیانیت کا فتنہ اور اسلاف کرام سے اعتماد کو متزلزل کرنے کا فتنہ، وہ موضوعات ہیں جن کے لیے اکابر دار العلوم دیوبند اور فرزندان دار العلوم کی مساعی جمیلہ کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، مگر یہاں نہ تفصیل کی ضرورت ہے نہ اس کا موقع ہے۔

اسی طرح کا ایک فتنہ عدم تقلید سے پیدا ہوا تھا اگر یہ حضرات غیر مقلدین حدود شرعیہ میں رہتے، تو چشم

پوشی کی گنجائش ہوسکتی تھی، لیکن دارالعلوم دیوبند کے قیام کے ابتدائی زمانہ میں ان حضرات کی جارحیت نے مجبور کیا اور حضرت نانوتوی، گنگوہی، حضرت شیخ الہند، علامہ کشمیری، مولانا منصور مراد آبادی، حضرت تھانوی، حضرت مدنی، مولانا فخر الدین مراد آبادی کو ان کے خلاف تقریر وتحریر کے میدان میں سرگرم عمل ہونا پڑا اور اس زمانہ میں یہ فتنہ روپوشی پر مجبور ہوا، تاہم وقتی اور ہنگامی ضرورت کے موقع پر فرزندان دارالعلوم دیوبند نے اپنی مساعی کو جاری رکھا اور مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمی، مولانا مفتی مہدی حسن، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، اور مولانا سرفراز صفدر کی کوششوں کو اس کی نظیر میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ پھر اب یہ رفتہ رفتہ نیا لباس پہن کر سامنے آیا ہے، صرف برصغیر نہیں پورے عالم اسلام میں ان کی جارحیت سے بے چینی محسوس کی جا رہی ہے، جن افکار ونظریات کی صحت پر امت کا اجماع ہے اور جن اولوالعزم اکابر کی صداقت ودیانت مسلم ہے، غیر مقلدین حضرات ان کے بارے میں تکلیف دہ اور دل آزار ہرزہ سرائی کر رہے ہیں، اس لیے ضرورت اور شدید ضرورت ہے کہ حق کی سربلندی کے لیے اپنی مساعی کو تیز تر کردیا جائے اور واضح کیا جائے کہ جن مسائل کو ان لوگوں نے حق و باطل کا معیار بنا دیا ہے، ان میں اختلاف کی کیا نوعیت ہے؟ اور ان اختلاف میں کہاں تک جانا: "اختلاف أمتي رحمة" کا مصداق ہے اور کہاں تک جانا ﴿بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ کا مصداق ہے۔

جمعية علماء هند نے تحفظ سنت کانفرنس منعقد کر کے ایک اہم ملی اور دینی ضرورت کو پورا کیا ہے، دارالعلوم دیوبند اور جمعية العلماء هند کے تمام فرزندوں اور ان کے ذریعہ قائم ہونے والی انجمنوں اور مدرسوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ عدل و اعتدال کے دائرے میں رہتے ہوئے اس فتنہ کا سد باب کریں اور عام مسلمانوں کے دین کی حفاظت کے لیے اختلاف کی نوعیت کو اس طرح واضح کریں کہ جس اختلاف کو یہ حضرات گمراہی بتا رہے ہیں، وہ عین رحمت ہے اور اس اختلاف کے بارے میں زیغ وضلال اور کفر وشرک کے الفاظ استعمال کرنا یا اس طرح کا اختلاف رائے کرنے والوں کو مباح الدم قرار دینا خارجیت کا مذموم طریقہ ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔ محمد بن ابی ذئب نے کسی موقع پر ایک بڑے محدث کو ان کی اپنے زعم میں ایک غلطی پر مباح الدم کہہ دیا تھا، تو علامہ ذہبی نے ان کی پرزور تردید کرتے ہوئے لکھا: "إنما يرى السيف على من أخطا في اجتهاده الحرورية" خطاء اجتہادی کرنے والوں کے لیے قتل کو جائز سمجھنا صرف خوارج کے یہاں ہے، پھر یہ کہ یہاں خطائے اجتہادی کا مسئلہ نہیں۔ غیر مقلدین ان مسائل میں یہ جارحیت اختیار کر رہے ہیں، جن کا سنت کے مطابق ہونا امت کے سوادِ اعظم کے نزدیک تسلیم شدہ ہے۔" (دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کا خطبۂ استقبالیہ،ص:۵ تا ۷)

اس دیوبندی بیان پر ہماری نظر:

ہم کہتے ہیں کہ اس دیوبندی خطبۂ استقبالیہ میں اہل حدیث کو حدود شرعیہ سے خارج اور خوارج کہا گیا اور بہت سارے اتہامات سے متہم کیا گیا اور اپنی بابت دعویٰ کیا گیا کہ غیر منسوخ و غیر متعارض نصوص صریحہ میں چونکہ کوئی اختلاف نہیں، اس لیے فرقہ دیوبندیہ بھی ان نصوص صریحہ پر عمل پیرا ہے اور یہ بھی دعویٰ کیا گیا کہ مذہب اہل حدیث فتنہ ہے، جسے دیوبندی مولویوں نے اپنی ایمانی وروحانی قوت سے دبا کر ختم کر دیا تھا، پھر بھی اس نئے زمانہ میں یہ فتنہ دوسرے بھیس میں زیادہ فتنہ سامانی لے کر ظہور پذیر ہوا، جس کا خاتمہ دیوبندیہ پر فرض ہے اور وہ اپنے اس فرض کو پورا کر کے رہے گا، یعنی صفحۂ ہستی سے اہل حدیث کو مٹا کر دم لے گا اور بہت ساری باتیں اس چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہونے والے فرقہ دیوبندیہ نے کہہ رکھی ہیں، مگر ہم کہتے ہیں کہ مذہب اہل حدیث وہی مذہب ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے "ما أنا عليه و أصحابي" فرمایا ہے، اس دیوبندیہ کیا جن عناصر سے دیوبندیہ نے جنم لیا ہے، وہ اپنی متحدہ کوششوں کو کلی طور پر ناکام ہوتے ہوئے ہر دوَر و زمانہ میں دیکھ چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام و غیر اہل اسلام کے لیے جو شرعة و منهاج بنایا، اس سے یہ فرقہ دیوبندیہ منحرف و متصادم وجنگ آزما رہا ہے۔ یہ دیوبندی فرقہ البتہ اپنے لغو و لایعنی دعاوی کے برخلاف زیغ و ضلال اور غیر اسلامی طور وطریق پر عامل ہونے کے سبب معارضین ومخالفین و معاندین نصوص میں داخل ہو کر دائرہ اہل سنت سے خارج ہو کر نہ جانے اپنے کو کن اوصاف سے متصف کر رہا ہے۔ اور الٹا الزام اہل حدیث پر لگا رکھا ہے کہ جن امور کا سنت ہونا امت کے سوادِ اعظم کے نزدیک تسلیم شدہ ہے، ان سے اہل حدیث نے اختلاف بلکہ جارحانہ اختلاف کر رکھا ہے، اس فرقہ دیوبندیہ کی بدعنوانی کو دیکھ کر اس کے جماعت اہل حدیث کے خلاف کھلے تحریری جواب کے ردّ بلیغ کا نام جناب اطہر نقوی نے بجا طور پر "دامن کو ذرا دیکھ" رکھا ہے، معلوم نہیں دیوبندیہ نے اسے پڑھ کر کچھ سبق لیا یا باطل پرست فرقوں کی طرح ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے۔

عہد نبوی وعہد صحابہ میں آل نبی ﷺ اور صحابہ کرام پوری استقامت کے ساتھ " ما أنا عليه و أصحابي" والے دین اسلام پر قائم رہے، مگر بعض لوگ اس دین اسلام سے منحرف رہے اور اپنے خانہ ساز دین کے پیرو رہے، خوارج و روافض وسبائی وقدریہ و مرجیۂ و جهميه وغیرہ عہد صحابہ میں بھی ظہور پذیر ہو چکے تھے، اور انھوں نے اسلام و اہل اسلام کے خلاف بہت مہلک قسم کے فتنے کھڑے کیے۔

امام ابوحنیفہ اور مرجیہ و جهمیه:

حافظ ابوزرعہ دمشقی نے کہا:

" أخبرني محمد بن للوليد قال: سمعت أبا مُسهر يقول: قال: سلمة بن عمرو

القاضي على المنبر: لا رحم الله أبا حنيفة فإنّه أوّل من زعم أن القرآن مخلوق"
سے "یعنی قاضی سلمہ بن عمرو نے برسرِ ممبر کہا کہ اللہ ابو حنیفہ پر رحم مت فرمائے کیونکہ سب سے پہلے وہی قرآن کے مخلوق ہونے کا خیال خام رکھنے والے تھے۔"

(تاريخ أبي زرعة الدمشقي: ١/٥٠٦، و تاريخ خطيب: ١٣/٣٧٨، و تاريخ ابن عساكر: ٢٢/١٠٧، ١٠٨)

امام ابوحنیفہ کی بابت یہ بات قاضی سلمہ بن عمرو کے علاوہ کئی دوسرے ائمہ کرام حتی کہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد خاص ابو یوسف نے بھی کہی ہے، مگر ہم صرف ایک ہی روایت صحیحہ کے ذکر پر بنظر اختصار اکتفاء کرتے ہیں، (تفصیل ہماری کتاب "اللمحات" میں دیکھیں) اس روایت سے صاف طور پر واضح ہے کہ تمام لوگوں کی نظر میں سب سے پہلے معتقد خلق قرآن ہونے کا اظہار کرنے والے امام ابوحنیفہ تھے، ورنہ برسرِ ممبر قاضی سلمہ کی اس بات پر ضرور اعتراض ہوتا، تمام لوگوں کے اس سکوت کا حاصل یہ ہے کہ بالاجماع امام ابوحنیفہ عقیدہ خلق قرآن کے اظہار میں سبقت کرنے والے تھے، لیکن اس اجماعی بات کے خلاف چودہویں صدی کے دیوبندیہ کے امام کوثری نے آواز بلند کی، مگر جس بات پر صدیوں تک اجماع رہا ہو، اس کے خلاف دیوبندیہ کوثریہ کی بات مکذوب کے علاوہ کچھ نہیں، اس پر تفصیلی بحث ہماری کتاب "اللمحات" میں ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عقیدہ خلق قرآن جھمیہ اور غالی مرجیہ کا خصوصی وصف ہے، یعنی کہ امام ابوحنیفہ جھمی تھے اور مرجی بھی، کیوں کہ امام وکیع اور دوسرے متعدد علماء و ائمہ کرام نے کہا ہے کہ مرجیہ کے پیٹ سے جہمیہ نے جنم لیا اور مرجیۃ و جھمیہ کفار ہیں، مسلمان نہیں ہیں، اس کی زیادہ تفصیل امام احمد بن حنبل کے صاحب زادے امام عبداللہ کی کتاب السنہ کے کئی صفحات میں پھیلی ہوئی ہے اور مختصر بحث "اللمحات" میں بھی ہے۔ امام ابوحنیفہ کے اس عقیدۂ خلق قرآن کو ان کے استاد حماد بن ابی سلیمان نے بھی کفر و شرک قرار دیا ہے اس کی تفصیل بھی "اللمحات" اور دوسری متعدد کتب تراجم خصوصاً "کتاب السنة" للامام عبداللہ بن احمد بن حنبل میں ہے۔

امام ابوحنیفہ سے ان کے شرکیہ و کفریہ عقائد سے بار بار توبہ کرائی گئی:

دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے موقعہ پر اکتیس کتابوں پر مشتمل جو ہزاروں لاکھوں پیکٹ مفت تقسیم کیے گئے، ان میں سے ایک کتاب کا نام ہے "ایک غیر مقلد کی توبہ" مگر فرقہ دیوبندیہ کو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ بہت ساری کتابیں اس بات سے بھری ہیں اور تواتر معنوی سے ثابت ہے کہ خلق قرآن کے عقیدہ ابی حنیفہ نیز ان کے دوسرے عقائد و مذہبی بے راہ روی کے سبب ان سے بار بار توبہ کرائی گئی، کیونکہ موصوف ابوحنیفہ کسی گمراہ کن عقیدہ سے توبہ کرنے میں مخلص نہیں، بلکہ تقیہ سے کام لیتے تھے اور تھوڑے دنوں تک خاموش رہنے کے بعد پھر انھیں عقائد و نظریات و مذہبی خیالات کا اظہار کرنے لگتے، بنابریں بار بار اس زمانے کی سرکاری عدالتوں اور ائمہ کرام کی مجلسوں میں توبہ کرنی پڑتی تھی۔

جهمی مذہب پر امام ابوحنیفہ کی موت ہوئی:

حافظ خطیب ناقل ہیں کہ:

"أخبرنا أبوبكر محمد بن عمر بن بكير المقرئ أخبرنا عثمان بن أحمد بن سمعان الرزاز، حدثنا هيثم بن خلف الدوري حدثنا محمود بن غيلان حدثنا محمد بن سعيد عن أبيه قال: كنت مع أمير المومنين موسى بجرجان و معنا أبويوسف فسألته عن أبي حنيفة، فقال: ما تصنع به و قد مات جهميا"

"یعنی سعید بن سابق رازی نے کہا کہ میں امیر المومنین موسیٰ ہادی کے ساتھ جرجان میں تھا اور ہمارے ساتھ ابویوسف بھی تھے، میں نے ابویوسف سے امام ابوحنیفہ کی بابت پوچھا، تو ابویوسف نے کہا کہ آپ کو ابوحنیفہ سے کیا مطلب؟ وہ تو جهمی مذہب پر فوت ہوئے"۔

(تاريخ خطيب: ١٣/٣٨١، و تاريخ جرجان للسهمي، ص: ٢١٨، ٢١٩)

یہ روایت بھی ابو یوسف تک معتبر ہے، اسے ابو یوسف سے روایت کرنے والے سعید بن سابق رازی ثقہ ہیں۔ (ثقات ابن حبان: ٦/٣٦١، و٦/٢٦٣، نیز ملاحظہ ہو: الجرح والتعديل: ٤/٣٠) اور سعید بن سابق رازی سے ان کے بیٹے محمد سعید بن سابق رازی ابوسعید بھی ثقہ ہیں۔ (ثقات ابن حبان: ٩/٦٢) اور اس سند کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں، (ملاحظہ ہو: نشر الصحيفة، ص: ٣٩٢، ٣٩٣) صرف ابویوسف مختلف فیہ ہیں، لیکن دیوبندیہ کوثریہ ان کے ثقہ ہونے پر متفق ہیں، لہٰذا اصول دیوبندیہ سے یہ روایت صحیح ہے اور اس معنی کی بہت سی روایات اس کی معنوی متابع ہیں، ابویوسف کے علاوہ بھی متعدد رواۃ نے ابویوسف کی متابعت کر رکھی ہے، جس کی تفصیل "اللمحات" میں ہے۔

خود ابویوسف کا بھی جهمی ہونا **بسند معتبر** ہم نقل کر آئے ہیں اور ابو یوسف چونکہ کذاب راوی تھے، اس لیے وہ جیسی مصلحت دیکھتے، اپنے جهمی ہونے سے انکار کر دیتے تھے۔

اس تفصیل کا حاصل ہے کہ دیوبندیہ کے جن اماموں پر مذہب دیوبندیہ کا دارومدار ہے، وہ سب **جهمی و مرجی** بدعقیدہ تھے، بنا بریں ان پر کفر و شرک کا فتویٰ ائمہ زمانہ نے لگایا، پھر دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے خطبہ استقبالیہ میں فرقہ دیوبندیہ کی مدح سرائی اور اہل حدیث کی مذمت میں اتنی طول بیانی کیا معنی رکھتی ہے؟

غیر اللہ کی پرستش کرنے والا دیوبندیہ کی نظر میں کامل الایمان رہتا ہے:

امام قاسم بن حبیب نے کہا:

" وضعت نعلي في الحصى ثم قلت: لأبي حنيفة: أرأيت رجلا صلى لهذه النعل

حتی مات إلاّ إنّه یعرف اللہ بقلبه فقال: مؤمن الخ۔"

(خطیب:۱۳/۳۷۷، و نشر الصحیفة،ص:۳۶۲)

"یعنی میں نے اپنا جوتا چپل کنکریوں پر رکھ کر ابوحنیفہ سے کہا کہ اگر کوئی آدمی زندگی بھر اس جوتے چپل کی عبادت کرتا رہے، مگر دل سے اللہ کی معرفت رکھے، تو آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ زندگی بھر جوتے چپل کی عبادت کرنے والا مؤمن ہے۔"

اس معنی کی روایات بکثرت معتبر سندوں سے مروی ہیں۔ جب دیوبندیہ تقلید ابی حنیفہ کو اپنے اوپر فرض قرار دیے ہوئے ہیں، یقینی طور پر امام ابوحنیفہ کی مذکورہ بالا باتوں پر ایمان رکھتے ہوں گے، پھر بھی اہل حدیث کے خلاف ان کی زہر افشانی اور اپنی اور اپنے تقلیدی اماموں کی مدح سرائی و ثنا خوانی حیرت انگیز معاملہ ہے۔ ہم صرف اتنی ہی مختصر گفتگو پر اکتفا کرتے ہیں، ورنہ تفصیل میں پڑیں گے، تو کئی ضخیم جلدوں والی کتاب تیار ہو جائے گی۔ ناظرین کرام بڑی حد تک ہماری کتاب "اللمحات" کی چھ جلدوں کے مطالعہ سے تفصیلی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

دیوبند تحفظ سنت کانفرنس کے خطبہ استقبالیہ کا خاتمہ:

اپنے خطبہ استقبالیہ میں مذکورہ دیوبندی اکاذیب ومغالطات وتلبیسات و تدلیسات کا سلسلہ ختم کرتے ہوئے "مہمانان ذوی الاحترام" کے عنوان سے دیوبندیہ رقم طراز ہیں کہ:

"یہ موضوع بہت طویل ہے اور خطبہ صدارت میں اس پر سیر حاصل بحث ہے اس لیے اختصار کے ساتھ عرض حال کے بعد تشریف لانے والے علماء اور ارباب مدارس کی خدمت میں تشکر و امتنان کے جذبات پیش کرتا ہوں اور خدمت کی بجا آوری میں تقصیرات سے معافی کا خواستگار ہوں، دعا ہے کہ پروردگار تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر قائم و دائم رکھے مسلک حق کی حفاظت کے لیے آپ کی مساعی جمیلہ کو کامیاب کرے اور غلط کاروں کو قبول حق کی توفیق دے۔"

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین (خطبہ استقبالیہ،ص:۷)

ہماری گزارش:

جس فرقہ دیوبندیہ کے اماموں کا وہ حال ہو اور جن کے مدوّن و مرتب کردہ مذاہب کا دارو مدار انھیں اماموں پر ہو اور جو مذہب بقول ابی حنیفہ مجموعہ رائے و اباطیل و شرور وفتن و اغلاط ہو، اس کے شر سے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے اور اس دیوبندی مذہب کے محافظین و پاسبانوں دیوبندی علماء و زعماء و دینی مدارس کو اللہ تعالیٰ توفیق توبہ نصوح دے، پھر دین برحق قبول کرنے کی صلاحیت دے اور اسی پر انھیں قائم دائم رکھے

اور اسی پر موت دے۔

ہم دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے خطبہ صدارت اور دعوت نامہ اور دیوبندیہ کے کھلے خط پر اپنا تبصرہ کر کے سب کی حقیقت واشگاف کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق پرست جماعت اہل حدیث کو زندہ جاوید رکھے، اور مخالفین اہل حدیث کا جس طرح اب تک قلع قمع کرتا رہا ہے اسے تاقیامت برقرار رکھے جیسا کہ اس کے آخری رسول محمد ﷺ نے پیش گوئی کی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین الذی تتم بہ الصالحات۔

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۱۳/ اپریل ۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس

انتیس دیوبندی کتابوں پر مشتمل دیوبندی پیکٹ کی پہلی کتاب

کشف الغمة بسراج الأُمة

پر

سلفی تحقیقی جائزہ

از

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ، بنارس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ کتاب وتمہید

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِيْنُهُ وَ نَسْتَغْفِرُهُ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ، أما بعد: فأعوذ باللّٰه السميع العليم من الشيطان الرجيم، بسم اللّٰه الرحمن الرحيم قال: اللّٰه تعالىٰ

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (پ:٤، سورة آل عمران:١٠٢)﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝﴾(پ:٤، سورة النساء:١) ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝﴾ (پ:٢٢، سورة الأحزاب:٧٠، ٧١)

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کے رسول ﷺ پر درود وسلام کے بعد عرض ہے کہ مذکورہ بالا جو خطبہ میں نے لکھا ہے، اسی کو ہمارے رسول اللہ ﷺ عام خطبات جمعہ، عیدین، نکاح وغیرہ کے مواقع پر پڑھا کرتے تھے، اس میں اللہ کی حمد وثنا اس سے طلب اعانت ومغفرت کی گئی ہے اور اپنے نفوس و برے اعمال کے شرور سے اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے اور اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ رکھنا چاہے، اسے کوئی راہ یاب نہیں بنا سکتا پھر توحید الٰہی ورسالت وعبودیت محمد ﷺ کا اقرار کیا گیا ہے اور اس کا بھی اقرار کیا گیا ہے کہ سب سے سچی حدیث کتاب اللہ ہے اور سب سے اچھا طریقہ طریق محمدی ہے اور دین میں جن باتوں کے اختراع کی اجازت نہیں وہ محدثات ہیں اور ہر محدث چیز بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے اور ضلالت جہنم رسید کرنے والی ہے پھر تعوذ وتسمیہ کے بعد تین قرآنی آیات کی تلاوت کی گئی، جن میں سے ہر ایک میں تقویٰ شعاری اختیار کرنے کا حکم سب کو خصوصاً مومنوں ومسلموں کو دیا گیا ہے اور آخری والی آیت میں اہل ایمان کو تقویٰ شعاری

قول سدید، سچی پکی ٹھوس و پختہ، نرم لب و لہجہ میں بات کرنے کا حکم دے کر اس کا فائدہ بتلایا گیا ہے کہ اعمال کی اصلاح اللہ تعالیٰ کر دے گا اور گناہوں کو بخش دے گا اور جو لوگ اللہ و رسول کی اطاعت گزاری کریں گے، وہ فوز عظیم یعنی بہت بڑی کامیابی سے سرفراز و بہرور ہوں گے۔

تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر دیوبندیہ نے اکتیس کتابیں اہل حدیث کے خلاف تیار کیں اور ان سب کو ایک دیوبندی پیکٹ میں بھر کر اس کا نام ''رد غیر مقلدیت مراد اہلحدیث کا جامع سیٹ'' رکھا۔ اور اہل نظر پر مخفی نہیں کہ فرقہ دیوبندیہ اور اسی جیسے اس کے حلیف و معاون فرقے چودہویں صدی میں جب سے تولد پذیر ہوئے ہیں، جب سے اگرچہ ایک سو سال سے کچھ ہی زیادہ ہوئے ہیں، مگر انھوں نے اہل حدیث کے خلاف اپنی تحریروں کا اتنا بڑا انبار لگا دیا ہے کہ ان کے مطالعہ کے لیے عمر نوح بھی نا کافی ہوگی، اس فرقہ دیوبندیہ کی تولید ہندوستان پر ہندوستانی مسلم حکومت اور اس کے حکام و عہدیدار و خواص و عوام کی بداعمالیوں و غلط کاریوں و احکام شرعیہ سے انحراف کے سبب مسلط ہو جانے والی برطانوی انگریزی سامراج کی حکمت عملی سے ہوئی تھی، اس انگریزی سامراج نے مسلمانوں کو دین حق سے ہٹائے رکھنے اور باہم رفتہ رفتہ فساد و شورش برپا کیے رکھنے کی خاطر چند پیسوں میں دین و ملت فروشی کے لیے ساز گار نام نہاد مسلمان بچوں بلکہ بڑی عمر والوں کی اپنی منصوبہ بند سازش و **تخطیط** سے بہت سارے کالج ہندوستان کے طول و عرض میں کھولے، ان کالجوں خصوصاً دہلی کالج میں انگریزی **تخطیط** کے مطابق تعلیم و تربیت پانے والوں کے ایک گروہ نے ''دارالعلوم دیوبند'' کے نام سے اواخر تیرہویں صدی ہجری میں ایک درسگاہ قائم کی، اس ''دارالعلوم دیوبند'' کے ارکان و رجال کی بڑی پیمانے پر انگریزی سرکار مدد و معاونت بلکہ سرپرستی کرتی رہی، اس دارالعلوم دیوبند کے تربیت یافتہ لوگ دیوبند کی طرف منسوب ہوتے رہے۔ اور ان لوگوں کے عقائد و نظریات و مذہب و مسلک سے وابستہ ہو جانے والے عوام و خواص بھی دیوبندی ہی کہلائے، یہاں تک کہ یہ لوگ چودہویں صدی میں ایک فرقہ بن گئے اور یہ فرقہ بھی نبوی پیش گوئی کے مطابق اسلام کی طرف منسوب بہتر فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے، جو اسلام کے حق پرست فرقہ اہل حدیث قول نبوی ''ما أنا علیه و أصحابي'' کے مصداق فرقہ منصورہ ناجیہ کا شدید ترین معاند و مخالف و کینہ پرور اور ہمیشہ اہل حدیث کے خلاف اپنی ممکنہ حد تک فتنہ و فساد مچانے میں سرگرم عمل رہا کرتا ہے، بلکہ اسے صفحہ ہستی ہی سے مٹا دینے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، اکتیس کتابوں کے اس دیوبندی پیکٹ میں (۱) دعوت نامہ، (۲) خلجی صاحب کے کھلے خط کا کھلا جواب، (۳) خطبہ صدارت، (۴) خطبہ استقبالیہ، (۵) تجاویز کے علاوہ پہلی کتاب ''کشف الغمة بسراج الأمة'' از حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہاں پوری، سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند ہے۔ اس کے مصنف عرصہ ہوا فوت ہو چکے ہیں، مگر فرقہ دیوبندیہ کے یہاں نہایت بلند پایہ نامور محدث فقیہ، جامع العلوم، مصنف کتب حدیث و فتاویٰ، وسیع النظر، کثیر المعلومات، دقت نظری میں امتیازی

شان والے غیر مقلدین (اہل حدیث) کی دراز دستیوں کے جواب میں لاجواب تحقیقی کتابیں لکھنے والے احادیث و رجال پر بڑے وسیع النظر ہیں۔(مقدمہ أنوار الباري:۲/۲۷۶)

انھیں دیوبندی اوصاف کے سبب ان کی کتاب ''کشف الغمة بسراج الأمة'' کو مذکورہ دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر فرقہ دیوبندیہ نے اپنے دیوبندی پیکٹ کی پہلی کتاب کے طور پر شائع کیا اور اس کا نام ''امام اعظم ابوحنیفہ اور معترضین ، امام اعظم ابوحنیفہ کی محدثیت پر کیے گئے اعتراضات کا مدلل جواب'' رکھا ہے، اس کتاب کو اپنے مصطلح غیر مقلدین یعنی اہل حدیث کے ردّ میں بہت زیادہ زوردار سمجھ کر ہی دیوبندیہ نے اوّلی کا مقام دیا ہے، اس کتاب پر ہمارا تبصرہ ونقد ونظر سے اس کی حقیقت واشگاف ہو جائے گی۔

فرقہ دیوبندیہ کے بہت سارے القاب وآداب والے زعماء خصوصاً جو ردّ اہل حدیث پر کوئی یا کئی کتابیں لکھے ہوں، عام طور سے اپنے نام کے ساتھ سید کا لفظ بڑے اہتمام سے لکھتے لکھواتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سادات خاندان سے ہیں، جس کے سربراہ اعلیٰ خاتم النبیین و سید المرسلین ورحمة للعالمین جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، آپ ﷺ نے اپنے خاندان، آل واولاد ونسل کو خصوصاً اور پوری امت کو عموماً صدق مقال، اکل حلال، ملبوسات حلال، مکانات حلال، کسب حلال کی بڑی تاکید کی اور کذب بیانی اور دروغ بافی تلبیس وتدلیس وتدسیس کاری وبدزبانی وبدکلامی ولغوطرازی، مکذوبہ دعاوی، جھوٹے بلند بانگ دعاوی سے بڑی شدت کے ساتھ منع کیا ہے، اور دنیا وآخرت میں ان باتوں کا انجام رسوائی، ذلت، وخواری، مبتلائے عذاب الٰہی کا خوف دلایا ہے، اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ زعماء دیوبندیہ خصوصاً ''سید'' کہلانے والے اہل قلم ان احکام نبویہ وفرامین الٰہیہ کی خلاف ورزی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے کوشاں اور جوشاں رہتے آئے ہیں۔ كما سيأتي التفصيل۔

یہ دیوبندی کتاب ''کشف الغمة بسراج الأمة'' (امام اعظم ابوحنیفہ اور معترضین امام اعظم ابوحنیفہ کی محدثیت پر کیے گئے اعتراضات کا مدلل جواب) ایک اہل حدیث نامور محقق و ماہر علوم رجال وتاریخ کی مشہور ومعروف کتاب ''الجرح علی أبي حنيفة'' کا جواب وردّ ہے۔''الجرح علی أبي حنيفة'' علامہ محدث و ماہر رجال وتاریخ سیف ابو القاسم بنارسی متوفی:۱۳۶۹ ہجری کی تصنیف ہے۔ افسوس کہ کتاب ''الجرح علی أبي حنيفة'' مجھے طلب بسیار کے باوجود نہ مل سکی، البتہ ''کشف الغمة'' میں ''الجرح علی أبي حنيفه'' کے مضامین آگئے ہیں، اس لیے ہم اس پر تبصرہ کو کافی سمجھتے ہیں۔

فقط والسلام

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۶/اپریل ۲۰۰۲ء

دیوبندی کتاب ”کشف الغمة بسراج الأمة“ کی وجہ تسمیہ:

فرقہ دیوبندیہ چودھویں صدی ہجری میں جن عناصر سے تولد پذیر ہوا، ان میں سے بہت سے عناصر نے اپنی طرف سے گڑھ کر اور وضع کر کے یہ جعلی حدیث رسول معصوم علیہ السلام کی طرف منسوب کردی ہے کہ:

”یکون في أمتي رجل یقال: له محمد بن إدریس الشافعي أضر علی أمتي من إبلیس، و یکون في أمتي رجل یقال: له النعمان بن ثابت أبوحنیفة هو سراج أمتي“

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں محمد بن ادریس شافعی نامی ایک شخص پیدا ہوگا، جو میری امت کے لیے ابلیس لعین سے بھی زیادہ مضرت رساں وخطرناک ہوگا اور ایک دوسرے شخص میری امت میں ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہوں گے، جو میری امت کے لیے روشن چراغ کی طرح ہوں گے، جن سے جہل وضلال کی ساری تاریکی وگردوغبار چھٹ جائیں گے۔

(ملاحظہ ہو ہماری کتاب ”اللمحات إلی ما في أنوار الباري من الظلمات، طبع دوم:١٤١٧، هجری:١/٩١ تا ٩٦ بحواله اللآلي المصنوعة: باب بقية المناقب ١/٢٨٠، و تاريخ خطيب:٥/٣٠٨ تا ٣١٠، و مناقب أبي حنيفة للموفق ١/١٠تا ٢٠ و مناقب أبي حنيفة للكردى:١/٢١ تا،ص:٣٦، و جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة للخوارزمي:١/١٢ تا ٣٠، وخطيب:٢/٢٨٩)

فرقہ دیوبندیہ کے مورثین اعلیٰ نے اپنی خانہ ساز اس حدیث میں بحوالہ نبی معصوم کہا کہ امام شافعی امت محمدیہ کے لیے ابلیس لعین سے بھی زیادہ مضرت رساں اور ابوحنیفہ میری امت کے روشن چراغ ہوں گے۔ دیوبندی مفتی سید مہدی حسن نے نہایت دیوبندی مکروفریب وتلبیس کا فن استعمال کرتے ہوئے اپنی اس کتاب کے نام میں امام شافعی کی شان میں اپنے مورثین کے طوفان بے تمیزی کی طرف اشارہ کیے بغیر اس کے دوسرے حصہ کو جس میں امام ابوحنیفہ کو سراج الأمة کہا گیا ہے، اسی سے کتاب کے نام میں جان پیدا کرنے کی نہایت گھناؤنی مذموم اور نصوص کتاب وسنت کے مطابق اپنے کو جہنم رسید ہونے کا سامان کیا ہے۔ ”کشف الغمة بسراج الأمة“ کا مطلب دیوبندی نظریات وعقائد کے مطابق یہ ہے کہ اس کتاب میں نص نبوی کے مطابق جن امام ابوحنیفہ کو سراج الأمہ کہا گیا ہے، اس میں سراج الأمہ ابوحنیفہ کی ظلمات وگردوغبار دور کرنے والی انوار دیوبندیہ کی روشنی بکھیری گئی ہے، یعنی کہ ”الجرح علی أبي حنیفہ“ نامی سلفی اہلحدیث کتاب سراسر ظلمات وگردوغبار ہے جسے دیوبندی سراج الأمہ کے ذریعہ چھانٹ کر ناکارہ بنا دیا گیا ہے دیوبندیوں کے پھیلائے ہوئے جن فسادات وفتن وخرافات کے مدنظر یہ سلفی کتاب ”الجرح علی ابی

حنیفه" لکھی گئی تھی، وہ پورے ہندوستان کی فضا کو زہر آلود بنائے ہوئے تھے، دیوبندیوں کی انھیں مفسدت پردازیوں اور بکھیری ہوئی ظلمات کے گھناؤنے اثرات کے ازالہ کے لیے "الجرح علی ابی حنیفه" لکھی گئی تھی، مگر اس کا جواب فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مفتی اعظم سید مہدی حسن سے لکھوا کو پوری دنیا خصوصاً ہندوستان میں اپنی جہل وضلال و ظلمات و مکاری وعیاری و رسوائی کا مظاہرہ کیا، کیا موضوع و خانہ ساز حدیث کا دیوبندی کتاب کے نام میں استعمال سے کسی صاحب علم یا علمی ادارہ کا کام ہوسکتا ہے؟ یہ کام تو شیاطین و دجاجلہ کا ہے۔

دیوبندی کتاب "كشف الغمة" کی تمہیدی باتوں کا حاصل:

اپنی کتاب کا شیطانی نام رکھ کر اس کے مصنف احقر الزمن سید مہدی حسن نے بطور تمہید جو باتیں لکھیں ان کا حاصل یہ ہے کہ احقر الزمن سید مہدی حسن کی نظر سے "الجرح علي أبي حنيفة" گزری، جس میں انھیں غیر مقلدین کی تیزی زبانی و بدتہذیبی اور غیر علمی وغیر تحقیقی وتعصب و ہٹ دھرمی و امام ابوحنیفہ کے ساتھ قلبی عداوت کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ "الجرح علي أبي حنيفه" والا رسالہ احقر الزمن سید مہدی حسن کے پاس چندون رہا، اس کے کچھ اقوال کے جواب احقر الزمن صاحب نے لکھے اور اسے "كشف الغمة بسراج الأمة" کے نام سے چھپوا دیے، اس دیوبندی کتاب کے مصنف احقرالزمن سید مہدی حسن کی بابت فرقہ دیوبندیہ کہتا ہے کہ موصوف احقرالزمن صاحب غیر مقلدین کی درازدستیوں کے جواب میں لا جواب کتابیں لکھنے والے نامور محدث وفقیہ و جامع العلوم اور وسیع النظر دیوبندی مفتی اعظم تھے۔ (کما مرّ)

لیکن ان کی اس کتاب پر ہمارے تبصرہ سے ناظرین کرام کو معلوم ہو جائے گا کہ موصوف ان دیوبندی اوصاف کے کتنے ماہر خصوصاً اہل حدیث کے ردّ میں کتنی لا جواب کتابیں لکھنے والے تھے، مصنف مذکور نے "الجرح علی ابی حنیفه" کی عبارتیں "قوله" کر کے نقل کی ہیں، اور پتہ نہیں نقل عبارت "الجرح علي أبي حنيفة" میں موصوف نے کتنے دیوبندی کرتب دکھائے اور ہتھکنڈے استعمال کیے، چونکہ "الجرح علی ابی حنیفہ" فی الوقت ہمارے سامنے نہیں ہے ،اس لیے اس سے نقل عبارت میں ہم دیوبندی مصنف پر کوئی حرف گیری نہیں کریں گے، دیوبندی مصنف نے "قوله" کے ردّ و جواب میں "اقول" کہہ کر اپنی باتیں لکھیں ہیں اور ناظرین کتاب "كشف الغمة" سے التماس کیا ہے کہ اس کتاب میں غلطی نظر آئے، تو اس کی اصلاح فرمائیں، بنابریں ہم بغرض اصلاح اس دیوبندی کتاب کی جہل مرکب والی جاہلانہ باتوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

مذکورہ دیوبندی کتاب میں پہلے "قوله" کے تحت کہی گئی بات اور اس کا دیوبندی جواب:

"قوله" آج تک جس قدر محدثین گزرے ہیں، سب نے امام صاحب کو من جهة الحفظ ضعیف کہا ہے

"أقول" یہ قول محدثین پر محض افتراء ہے، صرف عوام کو دھوکہ میں ڈالنا اور گمراہ کرنا مقصود ہے، مگر چاند پر

خاک ڈالنے سے چاند کا کوئی نقصان نہیں ہوتا، اپنے اوپر ہی وہ لوٹ کر آتی ہے۔ یہ عجب بات کہ تمام محدثین نے ان کو ضعیف کہا ہے اور پھر انھیں کی شاگردی بے واسطہ یا بالواسطہ اختیار کی، اگر امام ابوحنیفہ کو ضعیف في الحدیث مانا جائے، تو جملہ محدثین کا سلسلہ حدیث ضعیف اور بے بنیاد ہو جاتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف رسالہ (علامہ سیف بنارسی) کو اس کی خبر نہیں کہ تمام محدثین کے شیخ ابوحنیفہ ہی ہیں، ورنہ یہ افتراء پردازی سرزد نہ ہوتی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۳،۴)

جواب: امام ابوحنیفہ تمام محدثین کے نزدیک سیٔ الحفظ ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ فن رجال و حدیث وفقہ کے بہت بڑے امام حافظ ابن عبدالبر مولود ۳۶۸ ہجری، متوفی ۴۶۳ ہجری نے کسی بھی محدث کو مستثنیٰ کیے بغیر بہت واضح طور پر کہا:

"و هو يعني أباحنيفة سيئ الحفظ عند أهل الحديث."

"یعنی تمام کے تمام اہل حدیثوں مراد محدثین کے نزدیک امام ابوحنیفہ خراب حافظہ والے ہیں۔" (التمهيد لابن عبد البر، شرح موطا: ۴۸/۱۱)

چوتھی پانچوی صدی کے حافظ ابن عبدالبر کی مذکورہ بالا صراحت سے واضح ہے کہ پانچویں صدی کے اواخر تک کسی استثناء کے بغیر تمام محدثین نے امام ابوحنیفہ کو خراب حفظ والا کہا ہے اور علامہ سیف بنارسی کی بات کا بھی یہی مطلب ہے، کیونکہ اواخر پانچویں صدی کے بعد والے مقلدین ابی حنیفہ کی ان باتوں کا کوئی اعتبار نہیں، جو اواخر پانچویں صدی کے تمام محدثین کے خلاف ہو۔

موطا مالك کی جس شرح تمہید سے مذکورہ بالا بات منقول ہے، اس کی بابت خود فرقہ دیوبندیہ کا اعتراف ہے کہ حافظ ابن عبدالبر کی کتاب "التمهيد" نادرہ روزگار نہایت جلیل القدر علمی تصنیف ہے، محققین علماء کا فیصلہ ہے کہ آپ کا علمی پایہ خطیب، بیہقی، ابن حزم سے کہیں زیادہ تھا، صدق و دیانت، حسن اعتقاد، اتباع سنت، ونزاهت لسان کے اعتبار سے زمرہ علماء میں آپ کا خاص مقام تھا۔ (مقدمه أنوار الباري: ۱۰۲/۲)

فرقہ دیوبندیہ کے ان اوصاف کے حامل قرار دیے ہوئے حافظ ابن عبدالبر کی ممدوح کتاب "التمهيد" کی یہ بات فرقہ دیوبندیہ پر قبول کرنی واجب ہے، پھر حافظ ابن عبدالبر کی اس حقیقت بیانی کی فرقہ دیوبندیہ نے کیوں مخالفت کر رکھی ہے؟ اور جب پانچویں صدی ہجری تک کے محدثین کا امام ابوحنیفہ کے سیٔ الحفظ ہونے پر اجماع تھا، تو اس اجماع کے خلاف بعد کے کسی شخص کا انحراف و اختلاف کوئی وزن نہیں رکھتا۔

امام ابوحنیفہ نے خود اپنے کو سیٔ الحفظ کہا:

کئی اسانید صحیحہ سے مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ:

"ما رأيت أفضل من عطاء وعامة ما أحدثكم به خطأ"

یعنی میں نے امام عطا بن ابی رباح سے کسی کو افضل نہیں دیکھا اور میری بیان کردہ عام احادیث وعلوم بشمول فقہ مجموعہ اغلاط ہیں۔

(الكامل لابن عدي:۷/۲٤۷۳، و تاريخ خطيب:۱۳/٤۲۵، و كتاب الكنى لأبي أحمد حاكم:۵/۱۷۵)

کسی بھی راوی کا خود اپنی بابت یہ صریح بیان کہ میری بیان کردہ عام احادیث وعلوم مجموعۂ اغلاط ہیں، کا لازمی معنی ہے کہ وہ شخص اپنے بہت زیادہ سیٔ الحفظ ہونے کا اعتراف واقرار واعلان کرتا ہے، فرقہ دیوبندیہ تو امام ابوحنیفہ کا اپنے کو مقلد کہتا ہے، لہٰذا لازم ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کے اس بیان پر ایمان رکھے اور اسی کو اپنا دین و مذہب قرار دے کہ موصوف امام ابوحنیفہ باعتراف کو خویش بہت زیادہ سیٔ الحفظ وخراب حافظہ والے تھے۔ فرقہ دیوبندیہ جب امام ابوحنیفہ کے اقوال کے بالمقابل نصوص کتاب وسنت واجماع امت واصول دین وضوابط اسلام کو ردّ قرار دینے کا عادی ہے اور اسی کو اپنا دین وایمان بنائے ہوئے ہے، تو پوری دنیا کے لوگ امام ابوحنیفہ کی بابت خواہ کچھ کہیں، فرقہ دیوبندیہ کو اس کا عقیدہ ونظریہ رکھنا لازم ہے کہ امام ابوحنیفہ بہت زیادہ سیٔ الحفظ ہیں۔

امام ابوحنیفہ نے اپنے بیان کردہ تمام علوم کو بشمول حدیث وفقہ مجموعہ ریاح واباطیل کہا:

جب امام ابوحنیفہ نے بتصریح خویش وضاحت کردی ہے کہ میرے بیان کردہ علوم بشمول حدیث وفقہ مجموعہ اغلاط ہیں، تو ان اغلاط میں اکثر کا مجموعہ اباطیل وریاح یعنی بدبودار گھناؤنی گندگی کا بکثرت ہونا ایک لازمی بات ہے، ان اباطیل وریاح واغلاط کو عقیدت مندان ابی حنیفہ کا اپنا دین وایمان و مذہب بنالینا عین قرین قیاس تھا، اس لیے اپنے مجموعہ اغلاط وریاح قرار دیے ہوئے علوم سے دور رہنے کے لیے موصوف نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ:

" نا عبد الرحمن أنا إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني فيما كتب إلي عن أبي عبد الرحمن المقرئ قال: كان أبو حنيفة يحدثنا فإذا فرغ من الحديث قال: هذا الذي سمعتم كله رياح وأباطيل"

یعنی امام ابوحنیفہ اپنی درسگاہ میں احادیث بیان کرکے فارغ ہوتے تھے، تو ہم سے مخاطب ہو کر کہتے تھے کہ تم ہماری درس گاہ میں جو بھی باتیں سنتے ہو، وہ مجموعہ اغلاط، وریاح اور مجموعہ اباطیل ہیں۔ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم:۸/٤۵۰، و سنده صحيح)

امام ابوحنیفہ نے اپنی بیان کردہ علمی باتوں کو مجموعہ شرور واباطیل کہا:

بقول ابی حنیفہ ان کی بیان کردہ فقہ وحدیث مجموعہ اغلاط ہونے کے سبب لفظ دیگر مجموعہ ریاح واباطیل ہے، تو موصوف امام ابوحنیفہ کا یہ بیان بھی ملاحظہ ہو:

قال: النضر بن محمد کنا نختلف إلی أبي حنیفة و شامي معنا فلما أراد الخروج جاء لیودعه فقال: یا شامي تحمل هذا الکلام إلی الشام؟ فقال: نعم، قال: تحمل شراً کثیراً۔ و قال: مزاحم بن زفر قلت: لأبي حنیفة یا أباحنیفة، هذا الذی تفتي والّذي وضعت في کتبك هو الحق الذی لا شك فیه قال: فقال: واللّٰه ما أدری لعله الباطل الذی لا شك فیه۔"

یعنی نضر بن محمد نے کہا: ہم ابوحنیفہ کے پاس جاتے رہتے تھے اور ایک شامی آدمی بھی ہمارے ساتھ جایا کرتا تھا، پھر وہ شامی اپنے گھر شام جانے لگا، تو امام ابوحنیفہ کو وہ الوداع کہنے آیا، ابوحنیفہ نے پوچھا کہ کیا تم ہماری بیان کردہ فقہی و علمی باتیں بھی اپنے ساتھ شام لے جاؤ گے؟ شامی شخص نے کہا: جی ہاں! انھیں میں اپنے ساتھ اپنے وطن شام لے جاؤں گا۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: تب تو تم اپنے ساتھ مجموعہ شرور لے جاؤ گے، اور مزاحم بن زفر نے کہا کہ اے ابوحنیفہ آپ جو فقہی و علمی باتیں اپنی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، جن کے خلاف آپ فتاویٰ دے رہے ہیں، وہ بلا شک حق ہیں؟ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ مجھے پتہ نہیں، ہوسکتا ہے میری کتابوں میں لکھی ہوئی باتیں مجموعہ اباطیل ہوں۔"

(تاریخ خطیب: ۱۳/۴۲۳، ۴۲۴، باسنادین صحیحین) ✵

امام ابوحنیفہ کے ان بیانات سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی فقہی و علمی باتوں کو مجموعہ اغلاط کہنے کے ساتھ مجموعہ شرور و فتن و اباطیل بھی قرار دیتے تھے اور انھیں خرابی حافظہ کے باعث پتہ نہیں چل پاتا تھا کہ ان کی کون سی بات صحیح ہے اور کون سی مجموعہ اغلاط و اباطیل و شرور ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حد درجہ خرابیٔ حافظہ کا نتیجہ تھا۔

ابتدائے امر میں امام ابوحنیفہ کو خرابی حفظ کے سبب پتہ نہیں رہتا تھا کہ میری کونسی علمی بات صحیح ہے اور کونسی غلط:

ہماری اوپر ذکر کردہ امام ابوحنیفہ کی باتوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ انھیں یقین ہوگیا تھا کہ ان کی تحریر کردہ یا بیان کردہ علمی و فقہی باتیں مجموعہ اغلاط و اباطیل و ریاح و شرور ہیں، مگر بعض روایات معتبرہ کا مفاد ہے کہ کسی زمانہ میں امام ابوحنیفہ کو اس کا پتہ ہی نہیں رہتا تھا کہ ان کی تحریر کردہ یا بیان کردہ کون سی علمی و فقہی بات غلط و باطل و شرور و ریح ہے اور کون سی صحیح ہے، چنانچہ موصوف امام ابوحنیفہ نے اپنی علمی و فقہی باتیں قلم بند کرنے والے شاگرد امام ابویوسف سے کہا:

" ویحك یا یعقوب، لا تکتب کل ما تسمعه مني فإني قد أری الرأی الیوم فأترکه غداً و أری غداً فأترکه بعد غد۔ لا تروعني شیئاً، فإني واللّٰه ما أدری أمخطئ أنا أم مصیب"

یعنی اے یعقوب ابویوسف! تم میری درس گاہ میں میری بیان کردہ ہر علمی وفقہی بات مت لکھا کرو، کیونکہ میری رائے وفقہی بات روزانہ بدلا کرتی ہے اور مجھے خبر نہیں رہتی کہ میری بیان کردہ مختلف ایام میں مختلف باتوں میں سے کون سی بات میں مجھ سے غلطی واقع ہو رہی ہے اور کون سی بات ٹھیک ہے۔"

(تاریخ خطیب:٣/٤٢٤)

امام ابوحنیفہ کی ان باتوں کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوءِ حفظ وخرابی دماغ کے اس حد تک خود اپنی نظر میں اس قدر شکار تھے کہ اپنی لکھی، لکھوائی وبطور تحدیث وتقریر بیان کردہ علمی وفقہی باتوں کی بابت مبتلائے شک رہا کرتے تھے اور سمجھ نہیں پاتے تھے کہ کون سی باتیں مجموعہ اغلاط ہیں اور کون سی ٹھیک ہیں، پھر انھیں یہ یقین ہو گیا کہ ان کی بیان کردہ اور تحریر کردہ نیز بطور املاء لکھوائی اور تدوین کرائی ہوئی کتابوں کے مسائل مجموع اغلاط واباطیل وشرور، وفتن اور آدمی کے جسم سے خارج ہونے والی گندی گھناؤنی ریاح ہیں۔ نیز یہ کہ وہ مجموعہ رائے وقیاس ہیں، ان میں نصوص قرآنیہ اور نصوص نبویہ بالکل نہیں ہیں۔

امام ابوحنیفہ اپنی مدوّن کرائی ہوئی کتب فقہ وحدیث کو مجموعہ اکاذیب کہتے ہیں:

امام ابونعیم فضل بن دکین نے کہا کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو ابویوسف سے کہتے ہوئے سنا:

"ويحكم كم تكذبون علي في هذه الكتب ما لم أقل"

یعنی اے میرے شاگردو! جو میری طرف منسوب علوم کی کتابوں میں تدوین کرتے ہو، ان میں بڑی کثرت سے جھوٹی باتیں میری طرف مکذوب طور پر منسوب کر دیتے ہو، جو میری بیان کردہ نہیں ہوتی ہیں۔"(تاریخ خطیب:١٣/٢٥٨)

امام عبد الرحمن بن ابی حاتم ناقل ہیں کہ امام ابونعیم فضل بن دکین نے کہا:

"سمعت أباحنيفة يقول لأبي يوسف: انكم تكتبون في كتابنا ما لا نقوله"

یعنی امام ابوحنیفہ نے ابویوسف سے کہا: اے میرے تلامذہ! تم لوگ میری مدوّن کرائی ہوئی کتابوں میں ایسی باتیں لکھا کرتے ہو، جو میری کہی ہوئی اور بیان کردہ نہیں ہوتی ہیں۔"

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم:٩/٢٠١، الضعفاء للعقيلي:٤/٤٤٠)

ان روایات معتبرہ کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنی مدوّن وبیان کردہ فقہی وغیر فقہی باتوں کو مجموعہ اکاذیب کہتے تھے۔

اوپر منقول روایات معتبرہ ہماری کتاب "اللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات" میں مذکورہ روایات کی تلخیص و اختصار ہیں اور ان سب کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ بہت زیادہ سیّئ الحفظ، خراب حافظ والے آدمی تھے اور امام ابوحنیفہ کی بالصراحت کہی ہوئی ان باتوں کو ائمہ محدثین نے بھی اظہار امر واقع کی خاطر اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے۔

حافظ ابن حبان نے امام ابوحنیفہ کو بہت زیادہ خراب حافظے والا کہا:

مشہور و معروف ماہر فن رجال و مصنف کتب کثیرہ نے جب دیکھا کہ خود امام ابوحنیفہ اپنے کو بے حدسیٔ الحفظ کہتے ہیں، تو انھوں نے مرویات ابی حنیفہ کا تحقیقی جائزہ لیا، نیز ان کے مناقب و مثالب میں مروی روایات پر بھی غائر و عمیق نظر ڈالی اور اپنی کتاب "التمویه" میں اس معاملہ پر بڑی تفصیل پیش کی، مگر افسوس کے حافظ ابن حبان کی اس اہم کتاب تک ہماری رسائی نہیں، نیز مرویات ابی حنیفہ و مناقب و مثالب ابی حنیفہ پر موصوف نے جو دو کتابیں لکھیں ان تک بھی ہماری رسائی نہ ہوسکی، البتہ ان کی کتاب "المجروحین" سے ہم ایک بات نقل کرتے ہیں جس کا حاصل وہی ہے جو امام ابوحنیفہ نے اپنے حافظہ کی بابت کہا ہے۔ امام ابن حبان نے کہا:

"و كان رجلا جدلا ظاهر الورع لم يكن الحديث صناعته حدث بمائة وثلثين حديثا مسانيد، ما له في الدنيا غيرها، أخطأ منها في مائة و عشرين حديثا، إما أن يكون قلب إسناده أو غيّر متنه من حيث لا يعلم فلما غلب خطأه على صوابه استحق ترك الاحتجاج به في الأخبار و من جهة أخرى لا يجوز الاحتجاج به لأنه كان داعيا إلى الإرجاء، والداعية إلى البدع لا يجوز أن يحتج به عند أئمتنا قاطبة ، لا نعلم بينهم فيه خلافا على ان أئمة المسلمين و أهل الورع في الدين في جميع الأمصار وسائر الأقطار جرحوه و أطلقوا عليه القدح إلاّ الواحد، بعد الواحد قد ذكرنا ما روي فيه من ذلك في كتاب التنبيه على التمويه فأغنى ذلك عن تكرارها في هذا الكتاب غير أني أذكر منها مما يستدل بها على ما وراء ها۔"

یعنی امام ابوحنیفہ ایک مناظرہ و مجادلہ باز آدمی تھے، بظاہر تقوی شعار تھے، مگر حدیث ان کی صنعت نہ تھی، انھوں نے کل ایک سوتیں مسند احادیث بیان کیں، ان ایک سوتیں مسند احادیث کے علاوہ روئے زمین پر ایک بھی اور حدیث نہیں، ان میں سے ایک سوبیں احادیث کی سندوں کو یا تو الٹ پلٹ کر مقلوب کردیا اور ان کے مضامین میں ردّ وبدل و ترمیم و تغیر کردیا اور یہ سب موصوف سے عمداً نہیں، بلکہ بہت زیادہ سیٔ الحفظ ہونے کے باعث ان کی لاعلمی میں ہوا، وہ سمجھ نہیں پائے کہ غلطیاں ہو رہی ہیں، چونکہ ان کے اغلاط کا ان پر غلبہ رہا، اس لیے وہ متروک قرار دیے جانے کے لائق ہوگئے، وہ متروک الحجه ہوگئے، دوسرے رخ سے یہ بات تھی کہ امام ابوحنیفہ غالی قسم کے مرجیٔ تھے اور مبلغ بدعات تھے، مبلغ بدعات کی روایت ہمارے تمام کے تمام ائمہ اہل حدیث کے نزدیک ساقط الاعتبار ہوتی ہے، اس میں ہمارے علم کے مطابق پوری دنیا کے ائمہ مسلمین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، یکے بعد دیگر ائمہ کرام

نے انھیں مجروح و متروک قرار دیا ہے، اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ''التنبیه علی التمویه'' میں پیش کر دی ہے، لہٰذا یہاں اس کے تکرار کی ضرورت نہیں، پھر بھی ہم مختصر سی گفتگو پیش کرتے ہیں، جن سے تمام دوسری باتوں پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔'' (المجروحين: ٣/٦٣، ٦٤) ملخصاً

حافظ ابن حبان کی یہ بات اظہار مدعا کے لیے کافی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کے حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن معلوم نہیں ان حقائق سے واقف تھے، اس کے باوجود انھوں نے انتہائی بے راہ روی و غلط کاری و خیانت و بددیانتی سے کام لے کر سادہ لوح بندگان خدا اور نام نہاد علماء دیوبند کو قعر ضلالت و جہالت میں پڑے رہنے کا یہ حربہ یعنی ''كشف الغمة بسراج الأمة'' کا نہایت ناخدا ترسی و جرأت مندی سے استعمال کیا۔

ہم عرض کر آئے ہیں کہ تمام صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ أہل الرأی دشمنان سنت اس لیے ہوئے ہیں کہ انھیں سنتوں اور احادیث کا یکسر علم نہیں ہوتا، وہ حفظ و روایت احادیث کی استعداد و صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں اور جو بات آدمی جانتا نہیں اور جاننے کی دل فریبی ادعائے کاذبہ میں مبتلا ہوتا ہے، وہ اس چیز کا دشمن ہوتا ہے، اسی بناء پر وہ احادیث کے بالمقابل رائے و قیاس کو اپنا دین و ایمان بناتا اور اسی خانہ ساز دین و ایمان کی طرف دوسرے لوگوں کو آنے کی دعوت دیتا ہے اور چونکہ وہ بہت عیار قسم کا سخن ساز ہوتا ہے، اس لیے اس کی دلفریب عیاری والی باتوں کے دام و جال میں پھنس جاتا ہے۔

ان ساری باتوں کا حاصل یہ ہے کہ تمام کے تمام محدثین کرام مع صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم بشمول امام ابوحنیفہ تمام أہل الرأی کو بے حدسیٔ الحفظ اور خراب حافظ والا کہتے تھے، حتی کہ زندگی بھر پڑھنے پڑھانے کے مشغلہ کے باوجود کل صرف ایک سو تیس احادیث بیان کر پائے تھے، وہ بھی اس طرح کہ ایک سو بیس احادیث کی سندوں کو الٹ پلٹ دیا یا ان کے مضامین بدل ڈالے اور جو باقی دس احادیث ان کی بیان کردہ ہیں، وہ بھی موصوف کے بے حد سیٔ الحفظ اور داعی مذہب مرجیہ ہونے کے سبب ساقط الاعتبار و ناقابل استدلال و احتجاج ہیں۔ یہی بات اہل حدیث امام سیف بنارسی نے لکھ دی، تو ایوان دیوبندیت میں زلزلہ آ گیا یا فرقہ دیوبندیہ خصوصاً اس کے بہت بڑے نامور محدث و فقیہ و مفتی کو اتنا طیش آیا، جس سے مغلوب ہو کر دائرہ جنون میں داخل ہو گئے اور امام سیف بنارسی کی بات کو محدث فرقہ دیوبندیہ نے سارے محدثین پر افتراء کرنے والا کہہ دیا۔ جب آدمی کے دماغ کی چولیں لرزہ زدہ و مرتعش ہو جائیں، تو وہ بالکل حواس باختہ ہو کر عقل و شعور سے محروم ہو کر لغو طرازی کرنے لگتا ہے اور یہی کام فرقہ دیوبندیہ نے کیا، خصوصاً اس فرقہ نے اپنے اس مفتی و محدث سے یہ ناکارہ کتاب لکھوائی، جس سے از روئے تحقیق فرقہ دیوبندیہ کی مٹی پلید ہوئی اور دنیا میں رسوائی و ذلت الگ سے ہوئی اور اس کا رہا سہا بھرم بھی جاتا رہا، اس فرقہ نے اس کتاب کو اپنی ''تحفظ سنت کانفرنس'' میں تقسیم کے لیے بنائے گئے دیوبندی پیکٹ میں اس رسوائے عالم کتاب کو اوّلیت کا مقام دے کر اپنے اوپر

اکاذیب کی گندگی کے وہ انبار الٹ لیے ہیں، جو سات سمندروں میں دھونے کے باوجود دور نہیں ہوسکتا، اس کی تطہیر کا صرف ایک ذریعہ ہے کہ یہ فرقہ صدق دل سے پورے اخلاص سے تائب ہو کر کتاب وسنت کے طاہر ومطہر و پاکیزہ اور صاف و شفاف سایہ تلے آ کر واقعی انسان بن جائے۔

ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بو العجبی است:

ظلمات میں شرابور "كشف الغمة بسراج الأمة" کے بے نور بلکہ ظلمت ریز دیا کو اہل حدیث کے خلاف اپنی "تحفظ سنت کانفرنس" میں دیوبند پارٹی نے اوّلیت کا مقام دیتے ہوئے صحرائے ظلمات میں یا بھٹکتے ہوئے بحر ظلمات میں غوطہ زنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جہالت کی خوب ترویج کی۔ اور اسعدی پارٹی کے مورث مولانا حسین احمد ٹانڈوی کی روح کو تازگی بخشنے کے ارادے سے ان کے ہونہار بیٹے مولانا اسعد صاحب نے جادوگری کے خوب کرتب دکھلائے۔

كشف الغمة میں جو یہ کہا گیا کہ یہ عجیب بات ہے کہ تمام محدثین نے ابوحنیفہ کو ضعیف في الحديث ماننے کے باوجود انھیں امام ابوحنیفہ کو بھی محدثین نے بلاواسطہ یا بالواسطہ شیخ الحدیث بنایا۔ فرقہ دیوبندیہ کی عادت اکاذیب پرستی کے سبب کھوپڑی الٹی ہوگئی ہے اور اسے علم وفن کے ابجد کی بھی شدھ بدھ نہیں۔ امام ابوحنیفہ نے اپنے جس استاذ خاص جابر جعفی سے اور اسی جیسے شیوخ سے پڑھ کر جهمي مرجي مذہب اختیار کیا، انھیں کو " أكذب الناس" بھی کہا، ہم نے اپنی کتاب "اللمحات" کی پہلی جلد کے اوائل میں امام ابوحنیفہ کے متعدد کذاب و وضاع و بد دین و بد دینی کے داعی و مبلغ اساتذہ وشیوخ کا ذکر کر دیا ہے، فرقہ دیوبندیہ اگر صرف میری اسی کتاب کے اسی حصے کا مطالعہ کر لیتا، تو اسے معلوم ہو جاتا کہ کذاب اور وضاع، بے حد خراب مذہب و حافظہ والے متروک رواۃ کی درسگاہوں میں خود امام ابوحنیفہ پڑھتے تھے اور عام محدثین بھی ایسا ہی کرتے تھے، جس کے مختلف اسباب و مصالح ہوتے تھے۔ اتنی واضح اور آفتاب نصف النہار سے بھی روشن بات کا احساس وادراک سے بھی فرقہ دیوبندیہ اور اس کے نامور محدثین و مناظرین ردّ غیر مقلدیت پر کئی کئی کتابیں لکھنے والے محروم اور بے بصارت وبصیرت ہیں، ان کی آنکھوں اور دلوں سے انکی بدعنوانیوں کے سبب نور بصیرت وبصارت چھن گیا ہے، وہ بصیرت و بصارت سے محروم ہو کر حواس باختگی میں چیختے چلاتے ہیں، انھیں اس کا بھی احساس نہیں کہ زبان وقلم سے نکلنے والے ہر لفظ کا اللہ تعالیٰ کے یہاں محاسبہ ہوگا، تو وہ اپنے پھیلائے ہوئے اکاذیب وفریب ومکر وتلبیس وتدلیس وتدسیس کا کیا جواب دے کر راہِ نجات پائیں گے؟

شریعت محمدی نے یہود ونصاریٰ سے بھی تحدیث روایت و حصول تعلیم کی اجازت دی ہے، غزوۂ بدر میں اسیر ہونے والے جن مشرکین کے پاس فدیہ دینے کی استطاعت نہیں تھی، ان سے مسلم بچوں کو تعلیم دلائی گئی، خود امام ابوحنیفہ ضال ومضل و بدعت پرست و داعیان بدعت کی درسگاہوں میں پڑھ کر دیوبندی عناصر کے امام بنے اور

دیوبندیہ کو یہ نظر نہیں آتا کہ محدثین میں سے صرف گنے چنے افراد نے کسی وجہ سے اگر درسگاہ ابوحنیفہ میں پڑھا اور ذاتی طور پر ان کا حال معلوم کر کے انھیں متروک الحدیث قرار دینے پر اجماع محدثین کے دائرہ میں داخل ہو گئے، تو یہ جھوٹا دعویٰ کرنا باعث صد ہزار ملامت ہے کہ تمام محدثین امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ جب محدثین کرام نے بالاجماع امام ابوحنیفہ کو متروک قرار دیا اور اس سے بھی زیادہ بھیانک کلمات تجریح استعمال کر کے بتلادیا کہ ان کی بیان کردہ کوئی روایت قبول نہ کی جائے، تو دیوبندیہ کا یہ دعویٰ کہاں جائے گا کہ ابوحنیفہ کو ضعیف کہنے سے سارے محدثین کا سلسلہ اور سارا سرمایہ حدیث ضعیف قرار پائے گا؟ معلوم نہیں فرقہ دیوبندیہ کی کھوپڑی میں کیا چیز ہے کہ اسے ادنی ترین اور واضح ترین بات بھی سمجھ میں نہیں آئی۔

امام وکیع بن جراح کی امام ابوحنیفہ پر تجریح (پہلی تجریح ودوسری تجریح):

کئی صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ امام عبداللہ بن مبارک نے امام ابوحنیفہ کے بغل میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی، امام ابن مبارک رکوع کے لیے جھکتے اور اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرتے تھے، جیسا کہ اہل حدیث کرتے ہیں، نماز سے فارغ ہو کر امام ابوحنیفہ نے امام ابن مبارک سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ دوران نماز بوقت رکوع جھکتے اور کھڑے ہوتے ہوئے فضائے آسمانی میں پرواز کرنی چاہتے ہیں۔ امام ابن مبارک نے کہا کہ بوقت تحریمہ اگر رفع الیدین کرتے ہوئے آپ پرواز کرتے ہوں، تو میں بھی اگر بوقت رکوع پرواز کرنا چاہتا ہوں، تو کیا خرابی ہے؟ امام ابوحنیفہ اس جواب ابن مبارک پر مبہوت ہو کر لاجواب ہو گئے، امام ابن مبارک کے ساتھ اس موضوع پر مناظرہ میں ہار جانے اور لاجواب ہوجانے پر امام وکیع بن الجراح نے امام عبداللہ بن مبارک کی ابوحنیفہ پر علمی برتری اور ساکت کن عاقلانہ جواب کی تحسین کرتے ہوئے کہا کہ ابوحنیفہ کو ابن المبارک نے اپنے زوردار دلائل سے ایسا ساکت و مبہوت کر دیا کہ ابوحنیفہ سے کوئی بھی جواب نہ بن پڑا۔

(تاريخ خطيب: ١٣/ ٤٠٥، ٤٠٦، جزء رفع اليدين للبخاري، وكتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل و متعدد كتب رجال) ×

فرقہ دیوبندیہ نے یہ جھوٹا و مکذوبہ پروپیگنڈہ کر رکھا ہے کہ زیر تبصرہ دیوبندی کتاب "کشف الغمة" کے مصنف دیوبندی مفتی احقر الزمن سید مہدی حسن کے فضائل کثیرہ بیان کرتے ہوئے کہ کہ غیر مقلدین یعنی اہل حدیث کے ردّ میں دیوبندی مفتی موصوف کئی لاجواب کتابیں لکھے ہوئے ہیں، اور یہاں معاملہ یہ ہے کہ دیوبندیہ اپنے کو جس امام ابوحنیفہ کا مقلد ہونے کے مدعی ہیں، ان کے یہ امام اعظم صاحب صرف ایک اہل حدیث امام ابن مبارک کے بالمقابل بذات خود لاجواب و حواس باختہ ہو گئے، پھر چودھویں صدی کا نومولود فرقہ دیوبندیہ کا کوئی بھی امام و علامہ و محدث و محقق و مناظر کسی اہل حدیث عالم کے سامنے کیا ٹک سکتا ہے، اور تاریخ شاہد ہے جب سے فرقہ دیوبندیہ نے ولادت پذیر ہو کر اہل حدیث کے خلاف کوئی تقریری و تحریری مناظرہ بازی کی تحریک چلائی ہے، تب سے وہ ہمیشہ ہر معاملہ میں

بڑا شکست خوردہ ہو کر ذلیل و رسوا و حواس باختہ ہوتا رہا ہے، پھر بھی اپنی عادت دیوبندیت سے باز نہیں آتا، نہ عبرت پذیر ہوتا ہے، نہ موعظت گیر ہوتا ہے۔ یہاں کہنا یہ ہے کہ امام اہل حدیث ابن المبارک کے بالمقابل فرقہ اہل الرأی کے امام اعظم ابوحنیفہ کی لاجوابی و حواس باختگی و سکوت مسلسل پر امام وکیع نے بطور تبصرہ امام ابن المبارک کی، مدح وثنا کی جس کا لازم مطلب ہے کہ انھوں نے امام ابوحنیفہ کے اہل حدیث کے ہاتھوں شکست خوردگی و حواس باختگی پر اظہار خوشی کیا۔

اب فرقہ دیوبندیہ بتلائے کہ امام وکیع نے تجریح ابی حنیفہ کی یا توثیق ابی حنیفہ کی۔ شاگرد ہونا یا کسی سے پڑھنا دوسری بات ہے اور اس کا ثنا خواں مقلد ہونا دوسری بات ہے۔ بہت سارے دیوبندیہ اسکولوں کالجوں، یونیورسٹیوں میں غیر مسلم اساتذہ سے پڑھتے ہیں، تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ فرقہ دیوبندیہ کے لوگ ہندو، عیسائی، یہودی، مجوسی، بدھسٹ، وجہمی ودہریت والحاد وغیرہ مذاہب کے پیروکار ہیں؟ اور کیا کسی غیر مسلم استاذ کی کسی بات کو پسندیدہ سمجھ کر اختیار کرنے کے سبب وہ اپنا پورا دیوبندی مذہب چھوڑ اور توڑ کر اس غیر مسلم استاذ کے ہم مذہب ہو گئے؟ اگر امام وکیع نے اپنی صوابدید سے کوئی ایک حنفی موقف اختیار کر لیا، تو کیا انھوں نے اپنے مذہب اہل حدیث کو چھوڑ کر مذہب حنفی کی تقلید اختیار کی، آخر ان کی درسگاہ میں کسی رائے پرست حنفی نے کہہ دیا کہ حج کے موقع پر اونٹوں کا اشعار ابوحنیفہ کے مذہب میں مُثلہ و بدعت ہے۔ (جامع ترمذی، ومتعدد کتب رجال وسیر) تو امام وکیع اس پر اس قدر برہم ہوئے کہ فرمایا احادیث نبویہ کے مقابلہ میں تم بدعتی حنفی مذہب کا ذکر کرتے ہو، تمھیں تو قید خانہ میں اس وقت تک ڈالے رکھنا چاہیے، جب تک تم حنفی مذہب سے توبہ نہ کرلو۔ (متعدد مراجع **باسانید صحیحہ معتبرہ**) فرقہ دیوبندیہ بتلائے کہ حنفی مذہب کو بدعت و خلاف احادیث نبویہ کہنے والے امام وکیع نے امام ابوحنیفہ پر بدعت پرست و مخالف سنت ہونے کی بھاری جرح کی یا نہیں؟

امام وکیع کی امام ابوحنیفہ پر تیسری تجریح:

ایک دوسرے کی متابعت کرنے والی دو معتبر سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ ابوالسائب نے کہا:

"سمعت وكيعاً يقول وجدنا أباحنيفة خالف مائتي حديث"

"یعنی میں نے امام وکیع کو کہتے سنا کہ امام ابوحنیفہ کو دو سو احادیث کی مخالفت کرنے والا پایا۔"

(خطیب:١٣/٤٠٧، ٤٠٨، ومتعدد کتب رجال)

امام وکیع کی امام ابوحنیفہ پر چوتھی تجریح:

بسند صحیح مروی ہے کہ امام وکیع نے کہا:

"حدثنا أبو حنيفة أنه سمع عطاءً إن كان سمعه۔"

"یعنی ہم سے ابوحنیفہ نے بیان کیا کہ انھوں نے امام عطاء سے سماع حدیث کیا ہے، امام وکیع نے کہا کہ

امام عطاء بن ابی رباح سے ابوحنیفہ کا سماع نہیں ہے۔" (خطیب: ۱۳/ ۴۲۵)
یہ امام ابوحنیفہ پر امام وکیع کی شدید تجریح ہے کہ عدم سماع از عطاء کے باوجود انھیں عطاء سے سماع کا دعویٰ تھا، اس طرح کی تجریح جس پر ہو، وہ **ساقط الاعتبار** ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ امام وکیع کی نظر میں امام ابوحنیفہ غیر معتبر و نا قابل اعتبار راوی تھے۔ کسی خاص حدیث کے دعویٰ سماع ابی حنیفہ من عطا پر یہ تجریح وکیع ہے ورنہ بعض روایات ضرور ہی امام ابوحنیفہ نے امام عطا سے سنی ہیں۔

امام وکیع کی امام ابوحنیفہ پر پانچویں تجریح:

امام وکیع نے کہا:

" ذكروا أباحنيفة في مجلس سفيان فقال: يقال: عوذوا بالله من شرالنبطي إذا استعرب"

یعنی مجلس سفیان ثوری میں لوگوں نے ابوحنیفہ کا ذکر کردیا، تو سفیان ثوری نے کہا کہ یہ بطور مثال کہا جاتا ہے کہ ایسے نبطی کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو، جو غلط طور پر اپنے کو عربی کہا کرتا ہو۔"

(تاریخ خطیب: ۱۳/ ۴۳۰، ملاحظہ ہو: كتاب السنة للامام عبد الله بن أحمد بن حنبل: ۱/ ۱۹۷، و نشر الصحيفة، ص: ۳۴۰، ۳۴۱) مطلب یہ کہ ابوحنیفہ بقول سفیان ثوری جعل ساز و فریب کار تھے۔

امام سفیان ثوری کی اس تجریح کو نقل کر کے اسے امام وکیع کا برقرار رکھنا، اس امر کی واضح دلیل ہے کہ وہ بھی امام ابوحنیفہ کو ثوری ہی جیسا مجروح سمجھتے تھے، اور جعل ساز و خلاف امر واقع امور بیان کرتے پھرنا اعلیٰ درجہ کی قادح تجریح ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امام وکیع ابوحنیفہ کو حد درجہ کا غیر ثقہ کہتے تھے۔

امام وکیع کی امام ابوحنیفہ پر چھٹی تجریح:

امام وکیع سے کئی سندوں کے ساتھ منقول ہے جن سے مل کر یہ سندیں معتبر ہو جاتی ہیں کہ ایک مجلس میں امام سفیان ثوری و شریک قاضی و حسن بن صالح و ابن ابی لیلی موجود تھے، جس میں امام ابوحنیفہ باز پرس کے لیے بلائے گئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ جس آدمی نے اپنے باپ کو قتل کر دیا، پھر اپنی ماں سے نکاح کر لیا اور اپنے باپ کی کھوپڑی میں شراب پی، اس کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ امام ابوحنیفہ نے کہا وہ شخص ایسا مومن ہے کہ اس کا ایمان حضرت جبرائیل علیہ السلام کے برابر ہے۔ ظاہر ہے کہ غالی مرجیہ و جہمیہ کا یہی مسلک ہے، جس کے مطابق امام ابوحنیفہ نے یہ فتویٰ دیا، اس پر امام ابن ابی لیلیٰ نے کہا: اے ابوحنیفہ! آپ اپنے اس باطل نظریہ کے سبب میری نظر میں اس قدر زیادہ مجروح ہیں کہ میں اپنی عدالت میں آپ کی شہادت کو قبول نہیں کرسکتا۔ امام سفیان ثوری نے کہا کہ میں آپ سے کبھی بات نہیں کرسکتا۔ (امام سفیان نے امام ابوحنیفہ کو غیر ثقہ و متروک قرار دے کر ان سے ہر قسم کا رابطہ ختم کر لیا

تھا، حتی کہ ان کے مرجی ہونے کے سبب ان کی نماز جنازہ میں بھی شریک نہیں ہوئے، کیونکہ وہ مرجیۂ کو اتنا غالی بدعت پرست سمجھتے تھے، جس سے وہ دائرہ اسلام سے خارج تھے) امام قاضی شریک نے کہا کہ اگر مجھے اختیار ہوتا، تو اس طرح کا عقیدہ رکھنے کے سبب میں آپ کو قتل کر دیتا، امام حسن بن صالح نے کہا میں آپ سے تازندگی ملاقات کا روادار نہیں۔ (ملاحظہ ہو تاریخ خطیب: ۱۳/۳۷۷، ۳۷۸، و الكامل لابن عدي: ۲٤٧٤/۷ ومتعدد کتب رجال)

مذکورہ بالا چاروں ائمہ کرام نے بقول وکیع امام ابوحنیفہ پر سخت **قادح تجریح** کی ہے اور امام وکیع نے اسے نقل کر کے برقرار رکھا، اس پر موصوف نے کوئی نقد و تعلیق نہیں کی، اس سے معلوم ہوا کہ امام وکیع امام ابوحنیفہ کو قابل گردن زدنی و **غالی مرجی و جهمي و مردود الشهادة** و متروک قرار دیتے تھے۔

امام ابوحنیفہ پر امام وکیع کی تجریحات ہماری منقولہ بالا تجریحات سے بھی زیادہ ہیں، مگر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں، اس سے معلوم ہو گیا کہ امام وکیع کی طرف فرقہ دیوبندیہ خصوصاً مصنف "**كشف الغمة**" **احقر الزمن** امام ابوحنیفہ کی توثیق کا انتساب محض اور خالص اکاذیب دیوبندیہ میں سے ہے، پھر فرقہ دیوبندیہ کا یہ دعویٰ کہ بواسطہ احمد بن منیع امام بخاری کی سند کا سلسلہ وکیع کے ذریعہ ابوحنیفہ تک پہنچتا ہے، محض کذب خالص ہے، کیونکہ امام بخاری نے اور عام محدثین نے بواسطہ وکیع امام ابوحنیفہ کی کوئی بھی روایت نہیں نقل کی، پھر ابوحنیفہ تک وکیع یا غیرے وکیع کے واسطہ سے امام بخاری و عام محدثین کا سلسلہ اسناد پہنچنے کا دعویٰ دیوبندیہ کیسے صحیح ہے؟ بلاشک و شبہ یہ دعویٰ دیوبندیہ کذب و افتراء و فریب و مکر و مغالطہ ہے۔

کیا بواسطہ امام ابن المدینی امام بخاری ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں؟

اپنے ان اکاذیب کثیرہ کے بعد فرقہ دیوبندیہ کے مصنف "**كشف الغمة**" **احقر الزمن** مفتی سید مہدی حسن نے امام ابن المدینی کے واسطہ سے امام بخاری اور دیگر محدثین کا شیخ الحدیث قرار دینے کی ناروا کوشش کی ہے مفتی مہدی حسن کے عقیدت مند دیوبندیہ **بسند صحیح** ثابت کریں کہ فلاں صحیح العقیدہ ثقہ محدث نے فلاں کتاب میں ابوحنیفہ سے روایت حدیث کی ہے۔

کیا ابن معین نے توثیق ابی حنیفہ کی ہے؟

مذکورہ بالا اکاذیب و تلبیسات کے بعد دیوبندیہ کے مفتی **احقر الزمن** مہدی حسن لکھتے ہیں کہ:

"علامہ صفی الدین خزرجی "**خلاصه تذهيب**"ص:۴۰۲، میں فرماتے ہیں کہ:

"النعمان بن ثابت الفارسي أبوحنيفة إمام العراق فقيه الأمة عن عطاء ونافع والأعرج،وطائفة وعنه ابن حماد وزفر و أبويوسف و محمد و طائفة وثقه ابن معين الخ"(كشف الغمة،ص:٥، ٦)

''یعنی نعمان بن ثابت فارسی الاصل ہیں، ان کی کنیت ابوحنیفہ ہے، عراق کے امام اور امت محمدیہ کے فقیہ ہیں، فن حدیث کو عطاو نافع اور اعرج اور ایک گروہ محدثین سے پڑھا اور ابوحنیفہ سے ان کے صاحبزادے حماد و زفر و ابو یوسف و محمد اور ایک جماعت محدثین نے روایت حدیث کی اور ان کو امام یحیٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ یہ بات علامہ خزرجی نے اپنے علم کی حد تک لکھی ہے، ورنہ ان کے فارسی الاصل ہونے کی بات مکذوبہ روایت پر قائم ہے۔ یہ مکذوبہ روایت امام ابوحنیفہ کے پوتے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے مروی ہے اور اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ میں سے ہر ایک کو امام شریک قاضی نے کذاب و افاک و افتراء پرداز کہا۔(المجروحين لابن حبان:٣/٦٩،٧٠)

معلوم ہوا کہ امام شریک کی نظر میں یہ تینوں پوتے و باپ و دادا کذاب تھے انھی شریک کو دیوبندیہ نے فقہ حنفی کی تدوین امام ابوحنیفہ کی سرپرستی میں کرنے والی چہل رکنی کمیٹی کا رکن رکین قرار دیا ہے۔
(مقدمه أنوار الباري شرح صحيح البخاري، ج:١)

جس فقہ کی تدوین کرنے والی چہل رکنی مجلس کے رکن رکین نے اس مجلس کے ایک رکن حماد بن ابی حنیفہ کو کذاب قرار دیا ہو اور اس چہل رکنی مجلس کے صدر و سرپرست کو بھی کذاب قرار دیا ہو، اس مجلس تدوین فقہ کی مدوّن کردہ فقہی مذہب کے شرور و فتن سے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو محفوظ و مامون رکھے۔ آمین اس چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی اور اس کے چہل ارکان کا مفصل تعارف ہم نے اپنی کتاب ''اللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات'' میں کرایا ہے۔

اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کو امام ابن عدی و امام صالح جزرہ و امام معین نے غیر ثقہ کہا ہے۔(لسان الميزان:١/٣٩٨،٣٩٩) ہم نے بتلایا ہے کہ امام ابوحنیفہ بابلی الاصل وخراسانی المولد و باپ کی طرف سے نبطی اور ماں کی طرف سے سندھی تھے، انھیں فارسی الاصل کہہ کے کذابین نے ان پر حدیث نبوی ''لو كان الدين معلقا با لثريا لناله رجال من أهل الفارس'' کو منطبق کر کے اپنا ٹھکانا بقول نبوی جہنم میں بنایا ہے اور اسی راستہ پر دیوبندیہ بھی گامزن ہے۔

ایضاح:

واضح رہے کہ ''خلاصه تذهيب'' امام ذہبی کی کتاب ''تذهيب التهذيب'' کی تلخیص ہے، اور علامہ خزرجی نے ''تذهيب'' کی باتوں کو صرف ملخص کر دیا ہے، اس میں لکھی باتوں کو علامہ خزرجی کی بات کہنا قابل بحث ونظر ہے، خلاصہ خزرجی کی بات مفتی مہدی حسن نے وحی منزل من اللہ کی طرح نقل کر دی اور یہ تحقیق نہیں کی کہ دسویں صدی

کے مصنف خلاصہ خزرجی کی کتاب میں تذھیب ذھبی مصنف آٹھویں صدی کی جو باتیں بہت تلخیص کر کے لکھی ہوئی ہیں اور تذھیب ذھبی جو خود بھی تھذیب الکمال للمزی کی تلخیص ہے اور مزی کی تہذیب "الکمال و الکمال" کی تلخیص ہے۔ ان کو اصول روایت و درایت کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لیں کہ وہ معتبر سندوں سے ثابت ہے یا نہیں، نیز یہ کہ غیر معتبر سندوں سے ثابت ہونے والی باتیں روایات معتبرہ صحیحہ کے خلاف ہیں یا نہیں؟ یہ سب کرنے کے بجائے اکاذیب پرست دیوبندیہ کے ترجمان احقر الزمن مفتی مہدی حسن نے خانہ ساز اکاذیب سے اپنی کتاب بھر دی اور الٹ کر اہل حدیث پر کذب بیانی و دروغ بانی کا گھناؤنا بہتان لگایا اور ذرا بھی نہیں شرمایہ یا انھیں جیسے نام نہاد گمراہ و گمراہ گر نام نہاد مولویوں کو قرآن مجید نے گدھا اور کتا کہا ہے، نص نبوی ہے کہ " إذا لم تستح فاصنع ما شئت" یعنی تم لباس حرم وحیاء سے اپنے کو برہنہ کرلو، تو جو بھی تم بدعنوانی چاہو کرتے پھرو۔ '' بے حیاباش ہر چہ خواہی کن!

نشہ دیوبندیت میں دیوبندیہ کے احقر الزمن مفتی مہدی حسن کی ہذیاں سرائی:

علامہ صفی الدین کے خلاصہ میں اپنے مطلب کی بات پا کر نقل کر کے دیوبندیہ کے مفتی مہدی حسن پر دیوبندیت کا کچھ زیادہ نشہ چڑھ گیا، بنابریں ترنگ میں آ کر فرماتے ہیں:

> '' امام ابوحنیفہ کو ابن معین نے ثقہ کہا، اس عبارت سے چند باتوں پر روشنی پڑتی ہے، اوّل یہ کہ امام ابوحنیفہ کی امامت فی العلم ثابت ہوئی، جو علوم شرعیہ مختلفہ کو مستلزم ہے، ورنہ بے علم آدمی امام فی الدین نہیں ہوسکتا، دوسرے یہ کہ ابوحنیفہ کا فقیہ الامت ہونا ثابت ہوا، جس کی فضیلت نصوص میں آئی ہے، تیسرے آپ کے استاذ نافع، عطا، اعرج اور ایک گروہ محدثین تھے، یہاں سے مصنف "الجرح والتعدیل" للامام سیف کا قول صفحۂ ہستی سے مٹ گیا کہ ابوحنیفہ کے صرف دو استاذ حماد و اعمش تھے، چوتھے امام "الجرح والتعدیل" ابن معین نے توثیق ابی حنیفہ کی، شاید مصنف "الجرح علی أبي حنیفه" کے نزدیک ابن معین محدث نہ ہوں، اسی بناء پر فرمایا کہ جس قدر محدث گزرے، سب نے ابوحنیفہ کو ضعیف کہا۔ ذرا بھی تو شرمانا چاہیے کہ کیونکہ جھوٹ سے آخرت برباد ہوتی ہے، حافظ ابن حجر نے "تھذیب التھذیب" میں بروایت محمد بن سعد و صالح بن محمد اسدی، ابن معین کی توثیق أبی حنیفہ نقل کی اور حافظ ذہبی نے بھی "تذھیب التھذیب" میں ایسا ہی لکھا اور مزی نے بھی "تھذیب الکمال" میں ایسا ہی کہا۔ (ماحصل از کشف الغمة، ص: ٦، ٧)

ہم کہہ چکے ہیں کہ ابن معین کی طرف توثیق ابی حنیفہ کی سندیں ساقط الاعتبار ہیں اور ابن معین سے تجریح ابی حنیفہ ثابت ہے، علامہ خزرجی کی خلاصہ میں ابن معین کی طرف غلط طور پر منسوب قول نقل ہوگیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "درایة تخریج هدایه" میں صراحت کی ہے کہ "قراءۃ الإمام قراءۃ له" اور اس

معنی کے روایت کے ناقل ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ بقول امام دارقطنی و ابن عدی ضعیف ہیں، پھر حافظ نے اس تجریح ابی حنیفہ کو برقرار رکھا۔ (ملاحظہ ہو درایہ، مطبوع دھلی، ۱۳۵۰ھجری محشی از علامہ أبو المکارم مئوی، ص:۹۳، و تلخیص الحبیر ۱/۲۳۲، میں ہے کہ "و من کان له امام فقراءة الإمام له قراءة" حضرت جابر بن عبداللہ اور دوسرے صحابہ سے مروی ہے اور اس کے سارے طرق معلول ہیں اور کوئی شک نہیں کہ اس حدیث کے رواۃ میں سے امام ابوحنیفہ بھی ہیں جن کی روایت معلول ہونے کا مطلب ہے کہ حافظ ابن حجر کے نزدیک ابوحنیفہ غیر معتبر و غیر ثقہ و ناقابل اعتبار راوی ہیں، حافظ ابن حجر نے اپنی دوسری کتاب "لسان المیزان" میں بھی امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے اور ذہبی نے "میزان الاعتدال" و "دیوان الضعفاء" میں بھی)

اور ابن حجر مکی کی کتاب "خیرات حسان" ذکر اسانید سے خالی ہے، اس میں امام ابن مدینی کی توثیق ابی حنیفہ کا ذکر بے دلیل ہے اور مستند و معتبر سند سے ثابت ہے کہ امام ابن مدینی نے امام أبوحنیفہ کی سخت تجریح کی ہے۔ (کما مر وسیأتی)

اس تفصیل کے باوجود بھی دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ حافظ ابن حجر و حافظ ذہبی نے تجریح ابی حنیفہ نہیں کی۔ انتہا درجہ کی جہالت، بلکہ جہالت مرکبہ ہے۔

آنکس که نداند و بداند که بداند
در جہل مرکب ابد الدہر بماند

کیا امام ابن المدینی نے امام ابوحنیفہ کی توثیق کی ہے؟

فرقہ دیوبندیہ کے مفتی أعظم نے علامہ ابن حجر مکی کی کتاب سے نقل کیا کہ امام ابن المدینی نے امام ابوحنیفہ کو "لا باس به" یعنی ثقہ کہا ہے۔ (کشف الغمة، ص:۷، ۸، بحواله الخیرات الحسان، فصل :۳۸)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندی مفتی اور فرقہ دیوبندیہ کو کیا یہ نہیں معلوم ہے کہ ابن حجر مکی نے اپنی اس معمولی سی کتاب الخیرات الحسان کی سندیں بیان نہیں کی ہیں، بلکہ حذف کر دی ہیں اور بے سند بات نصوص کتاب وسنت کے مطابق مکذوب قرار دیے جانے کے لائق ہے، لہٰذا فرقہ دیوبندیہ کا دعویٰ مذکورہ بھی مکذوبہ وباطل ہے، صحیح سندوں سے ثابت ہے کہ امام ابن المدینی نے امام ابوحنیفہ کو بہت زیادہ غیر ثقہ و غیر معتبر وضعیف الحدیث کہا ہے۔ (تفصیل کے لیے امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل کی کتاب السنة، وتاریخ خطیب و دوسری کتب رجال دیکھیں) بہرحال فرقہ دیوبندیہ اپنے اس دعویٰ میں بھی جھوٹا ثابت ہوا۔

دیوبندی تلبیسات کی بھرمار:

فرقہ دیوبندیہ کے ترجمان مذکور احقر الزمن مفتی دیوبند نے جھوٹ کے بل بوتے پر دعویٰ کر دیا کہ ابوحنیفہ کو محمد

بن سعد عوفی اور صالح بن محمد اسدی و احمد بن محمد بن محرز وابو الحجاج مزی و حافظ ذہبی و حافظ ابن حجر عسقلانی اور صفی الدین خزرجی نے ثقہ کہا ہے، حالانکہ یہ خالص جھوٹ ہے، ان حضرات نے صرف ابن معین والی ایک روایت امام ابوحنیفہ کی توثیق میں نقل کر دی ہے اور ناقل کا منقول عنہ سے متفق ہونا ضروری نہیں، جب کہ بالصراحت انھوں نے توثیق نہ کی ہو، حافظ ذہبی نے تو امام ابوحنیفہ کا بے حد ضعیف وغیر ثقہ ہونا اپنی کتاب ''**دیوان الضعفاء**'' میں واضح کردیا ہے، حافظ ذہبی نے اپنی مشہور کتاب ''میزان'' ترجمہ: ۸۶۶ میں کہا کہ " **اسماعیل بن حماد بن نعمان ثلاثتهم ضعفاء**" یعنی یہ تینوں دادا، بیٹے، پوتے ضعیف ہیں، حافظ ذہبی نے یہ بات نقل کی اور اس سے اپنے کسی اختلاف کا اظہار نہیں کیا۔ جن عناصر سے فرقہ دیوبندیہ تولد پذیر ہوا ہے، انھوں نے ایک جھوٹا پروپیگنڈہ یہ کر رکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق سے لے کر ابوحنیفہ کے پوتے کے قاضی بننے تک اسماعیل سے زیادہ صاحب علم قاضی کوئی نہیں ہوا، دیوبندیہ کے اس جھوٹے پروپیگنڈے کا مکذوب ہونا واضح کر کے ہم نے ثابت کر دکھایا ہے کہ اسماعیل کو خود ان کے باپ حماد نے کذاب کہا اور انھیں عام ائمہ فن نے بھی کذاب کہا، نیز ان کے باپ حماد کو اور دادا ابوحنیفہ کو قاضی شریک نے افاك یعنی بہت افتراء پرداز کذاب کہا ہے۔(ملاحظہ ہو المجروحین:۳/۷۱،۷۲، و ہماری کتاب اللمحات) امام ابوحنیفہ کے لڑکے حماد کو بھی حافظ ذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے۔(میزان الاعتدال و دیوان الضعفاء) حافظ ابن حجر نے ان باتوں کو ''**لسان المیزان**'' میں برقرار رکھا ہے، پھر ان ائمہ پر دیوبندیہ نے کتنے بڑے پیمانہ پر افتراء پردازی کر رکھی ہے، کیا فرقہ دیوبندیہ یہ سمجھتا ہے کہ اسی کی طرح سارے ائمہ رجال و حدیث کذاب و افتراء پرداز ہیں؟

کیا اساتذہ ابی حنیفہ غیر ثقہ یا ثقہ تھے

یہ ایک امر مسلّم ہے کہ شاگردوں کے غیر ثقہ اور مجروح ہونے سے استاذ کا غیر ثقہ و مجروح ہونا لازم نہیں آتا، اسی طرح اساتذہ کے غیر ثقہ و مجروح ہونے سے شاگردوں کا مجروح و غیر ثقہ ہونا لازم نہیں آتا، مؤلف رسالہ ''**الجرح علی أبي حنیفه**'' نے اظہار امر واقع کے طور پر مجروح و غیر ثقہ امام ابوحنیفہ کے استاذ خاص حماد بن ابی سلیمان کو بھی مجروح و غیر ثقہ قرار دے دیا تھا، تو عقل سے محروم ترجمان دیوبندیہ **احقر الزمن** مفتی اعظم سید مہدی حسن نے سمجھ لیا کہ مصنف ''**الجرح علی أبي حنیفه**'' نے تمام ہی اساتذہ ابی حنیفہ کو غیر ثقہ کہہ دیا، حالانکہ یہ دیوبندیہ کے مفتی اعظم کا افتراء محض اور جہالت مرکبہ ہے، مصنف ''الجرح علی ابی حنیفہ'' نے تمام ہی اساتذہ ابی حنیفہ کو ضعیف نہیں کہا، مگر دیوبندیہ کا جو یہ پروپیگنڈہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے درسگاہ حماد میں حماد کے خصوصی شاگرد بن کر اٹھارہ یا پچیس تیس سال پڑھتے رہے اور انہی کے مذہب و مسلک پر چلتے رہے، وہ ضعیف ہیں۔ **کثیر الغلط و الخطاء** و مختلط ہونے کے سبب وہ غیر معتبر ہیں، صرف تین افراد یعنی ہشام دستوائی و سفیان ثوری و شعبہ کا ان سے

قبل از اختلاط سماع ثابت ہے، لہٰذا ان سے ابوحنیفہ کی روایت بھی معتبر نہیں۔

حماد بن ابی سلیمان کو فرقہ دیوبندیہ نے جو بحوالہ "میزان الاعتدال' صحیح بخاری وغیرہ کا راوی قرار دیا، وہ بھی جھوٹ ہے، حماد صحیح بخاری کے رواۃ میں سے نہیں ہیں۔ ہمارے پاس میزان الاعتدال کا جو نسخہ مطبوع دار الفکر کا ہے، نیز تقریب التهذیب و خلاصه و تهذیب میں حماد کے نام پر صرف "م، عو" کا رمز دیا ہوا ہے، یعنی کہ ان کی روایات صحیح مسلم وسنن اربعہ میں تو ہیں، مگر صحیح بخاری میں نہیں ہیں لیکن میدان تحقیق میں محقق کالبادہ اوڑھ کر اترنے والے مفتی دیوبند نے سراسر علمی و تحقیقی بددیانتی و خیانت سے کام لیا، امام ذہبی کی دوسری کتاب دیوان الضعفاء میں بھی حماد پر صرف "م، عو" کا رمز دیا ہوا ہے۔ (ديوان الضعفاء، ص:٧٣، ترجمه:١١٣٤) نیز دیوان الضعفاء میں صراحت ہے کہ "ضعفه محمد بن سعد" یعنی کہ حماد بن ابی سلیمان کو صاحب طبقات ابن سعد نے ضعیف قرار دیا اور "میزان" میں کہا کہ انھیں اعمش (امام ابوحنیفہ کے استاذ) نے کذاب وغیر ثقہ کہا۔ نیز بعض دیگر ائمہ نے بھی انھیں کذاب کہا ہے، لیکن یہاں کذاب سے مراد سہواً غلط بیانی ہے، ہم نے حماد کا تعارف "اللمحات" میں کرایا ہے، جو قابل ملاحظہ ہے۔

صحیح مسلم میں حماد کی بعض روایات بطور متابع ہیں۔ حماد متشدد و غالی مرجی بن گئے تھے، پہلے وہ اہل سنت و جماعت کے امام اور امام اہل سنت ابراہیم نخعی کے جانشین رہے، پھر انھیں امام ابوحنیفہ اور ان کے کچھ ساتھیوں نے چالیس ہزار درہم دے کر مرجی بنالیا، بلکہ انھیں فرقہ مرجیۂ کا سرپرست وصدر بنا دیا، تب سے ان کی تمام تر توجہ تبلیغ مذہب مرجی کی طرف ہوگئی، مگر امام نخعی کی وصیت کے مطابق انھیں ان کے غیر مرجی تلامذہ و اصحاب نے متروک قرار دے کر ان سے سلام وکلام بھی بند کر دیا، نہ ان کے جنازہ میں شریک ہوئے، انہی کے غالی مذہب مرجیۂ کے پیروان کے شاگرد خاص امام ابوحنیفہ بھی ہوئے۔ ہم اسی اتنی بات پر یہاں اکتفا کرتے ہیں تفصیل "اللمحات" میں ملاحظہ ہو۔

امام ابوحنیفہ کے استاد الاستاذ امام ابراہیم نخعی:

امام اہل حدیث سیف بنارسی نے صرف یہ کہا تھا کہ امام ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ بھی ضعیف ہیں، اس سے متعین طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ علامہ سیف کی مراد ابوحنیفہ کے کون سے استاذ الاستاذ ہیں مگر فرقہ دیوبندیہ کا نامور محدث و القاب کثیرہ والے مفتی مہدی حسن نے بتلایا کہ حماد کے ایک استاذ تو حضرت انس بن مالک صحابی بھی ہیں، انھیں مجروح نہیں قرار دیا جا سکتا، ورنہ قیامت ابھی ہی قائم ہو جائے گی۔ لیکن حضرت انس کو امام ابوحنیفہ نے غیر مقبول الروایة کہا مگر قیامت قائم نہیں ہوئی، قیامت تو دیوبندی اصول سے پہلی و دوسری صدی ہجری میں قائم ہوجانی چاہیے تھی، حضرت انس کا استاذ حماد ہونے کا دعویٰ دیوبندیہ بھی جھوٹا ہے، کیونکہ حماد کو تقریب التهذیب کے

طبقہ خامسہ کا راوی کہا گیا ہے اور اس طبقہ کے کسی راوی کا کسی صحابی کا شاگرد ہونا محال ہے، اتنی موٹی اور واضح بات بھی فرقہ دیوبندیہ سمجھنے سے محروم ہے، وہ مدعی علم وفن ہو تو یہ بھی اس فرقہ کے اکاذیب میں سے ہے، اس طرح کا فرقہ درحقیقت جہل مرکب کا شکار ہے، پھر فرقہ دیوبندیہ نے زبردستی سیف بناری کے کلام کا مطلب ابراہیم نخعی بتلا دیا، حالانکہ امام ابوحنیفہ کے متعدد استاذ الاساتذہ مجروح ہیں ان میں سے ایک حارث اعور کذاب بھی ہے۔ فرقہ دیوبندیہ نے تلبیس و تدلیس سے کام لے کر بلاضرورت ابراہیم نخعی کو ثقہ و غیر ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی۔ میزان الاعتدال للذہبی سے فرقہ دیوبندیہ نے ابراہیم نخعی کی یہ ادھوری بات نقل کی کہ: "قلت: استقر الامر علی أن إبراهيم حجة" مگر اس کے بعد والی عبارت میزان کی یہ بات حذف کر دی کہ

"فإنّه إذا أرسل عن ابن مسعود وغيره فليس بحجة و ليس بحسن"

"یعنی امام ابراہیم نخعی حضرت ابن مسعود یا کسی سے بھی جو مرسل روایت کریں، وہ نہ حجت ہے، نہ حسن ہے، بلکہ ساقط الاعتبار ہے۔"

اس سے دیوبندیہ کی خیانت و بددیانتی بہت واضح ہے اور فرقہ دیوبندیہ اکثر و بیشتر نخعی کی مرسل روایات ہی کو حجت بناتا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ دیوبندیہ غیر معتبر روایات کو اپنا دین و مذہب بنائے ہوئے ہیں اور احادیث صحیحہ حسنہ معتبرہ کو پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔ ابراہیم نخعی بھی "تقريب التهذيب" کے طبقہ خامسہ کے راوی ہیں، یعنی وہ کسی بھی صحابی کا شاگرد بننے سے شرف یاب نہیں صرف بعض صحابی کو دیکھے ہوئے ہیں، امام الدیوبندیہ انور شاہ کشمیری نے ابراہیم نخعی کو بلحاظ روایت تبع تابعی اور بلحاظ دیدار تابعی کہا ہے، بہت سے اہل علم اس وصف والے راوی کو تابعی ماننے کے لیے کسی بھی طرح تیار نہیں، میزان ذہبی میں یہ بھی ہے کہ:

"ما رأيت أحد أروى حديثا لم يسمعه من إبراهيم"

"یعنی ابوحنیفہ کے استاذ اعمش نے کہا کہ میں نے غیر مسموعہ روایات کی روایت کرنے والا ابراہیم نخعی کے بالمقابل کسی کو نہیں دیکھا۔"

میزان کے بعض نسخوں میں "أروى" کی جگہ "ارد" لکھا ہے، جس کا مطلب ہے کہ منقطع السند و مرسل احادیث کو ابراہیم نخعی سے زیادہ رد کرنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا، اس کا مطلب ہوا کہ ابراہیم نخعی منقطع و مرسل روایات کو مردود و غیر معتبر قرار دیتے تھے، مگر دیوبندیہ کے دین و مذہب کا دارومدار ہی منقطع و مرسل روایات پر ہے إلّا ما شاء اللہ۔ دیوبندیہ ابراہیم نخعی کے اصول سے منحرف ہو کر اپنے تقلیدی امام ابوحنیفہ سمیت مرسل کو حجت مانتے ہیں۔ اپنے امام ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ نخعی سے انحراف و اعراض و مخالفت فرقہ دیوبندیہ کا شیوہ و شعار ہے، دیوبندیہ ابوسعید علائی سے ناقل ہیں:

"جماعة من الأئمة صححوا مراسيله"

"ائمہ کی ایک جماعت مراسیل نخعی کو صحیح کے درجہ میں مانتی ہے۔" (ماحصل از کشف الغمه، ص:۱۱)

ہم نے "اللمحات" میں واضح کیا ہے کہ مراسیل نخعی کو صحیح قرار دینے والوں کا موقف غلط ہے، جیسا کہ خود ذہبی کی صراحت ہے۔

امام ابوحنیفہ کے بیٹے و پوتے ضعیف ہیں:

تصریحات ائمہ کے مطابق امام اہل حدیث سیف بنارسی نے ابوحنیفہ کے بیٹے حماد اور پوتے اسماعیل کو ضعیف کہا، اس پر فرقہ دیوبندیہ آگ بگولہ ہوگیا ہے اور تنسیق النظام جیسی غیر معتبر کتاب سے نقل کیا ہے کہ متعصبین نے حماد بن ابی حنیفہ اور حماد کے باپ ابوحنیفہ اور حماد کے بیٹے اسماعیل کو ضعیف کہا ہے، حالانکہ ہم گزشتہ عبارات میں ان تینوں کا بہت زیادہ ضعیف غیر ثقہ بلکہ کذاب و افاک ہونا بیان کر آئے ہیں، ائمہ کے بالمقابل دیوبندیوں کی معتمد کتاب "تنسیق النظام" کے اکاذیب پر صرف اکاذیب پرست ہی ایمان رکھتے ہیں۔

فرقہ دیوبندیہ نے کہا: "کون سا ایسا محدث ہے جس میں کسی نے کلام نہیں کیا، حتی کہ امام بخاری و مالک و شافعی وغیرہ بھی نہیں بچے۔" (کشف الغمة، ص:۱۳)

ہم کہتے ہیں کہ یہ باتیں اکاذیب ہیں، جن کی حقیقت "التنكيل بما في تانيب الكوثري من الأباطيل" میں واضح کردی گئی ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ پھر بھی اپنی اکاذیب پرستی والی پالیسی کے مطابق انھیں اکاذیب کو بطور معارضہ پیش کرتے ہیں، پھر جن لوگوں نے بے حیائی کو اپنا شیوہ و شعار بنالیا ہو، وہ جو کچھ بھی کر گزریں، بعید نہیں۔

تلامذہ ابی حنیفہ ابو یوسف و محمد کذاب ہیں:

ہماری گزشتہ تحریروں میں یہ بات آچکی ہے کہ اپنے مذہب کی تدوین کرنے والے اپنے تلامذہ کو امام ابوحنیفہ نے کذاب و الحاق کنندہ اور مکذوبہ باتیں دوسروں کی طرف منسوب کنندہ کہا ہے، جس سے ابو یوسف و محمد کا کذاب ہونا واضح ہے، اسی بات کو نہایت خفیف الفاظ میں امام اہل حدیث سیف بنارسی نے "الجرح على أبي حنيفه" میں لکھ دیا تھا، اس پر آگ بگولہ ہو کر دیوبندیہ نے امام سیف بنارسی کے خلاف تقریباً پانچ صفحات مبنی بر تلبیسات و اکاذیب سیاہ کیے، یعنی کہ اپنے نامہ اعمال کو اپنے جرائم سے سیاہ کیا، مگر ان ساری دیوبندی چوکڑی کے بالمقابل امام ابوحنیفہ کا یہ بیان کافی ہے کہ میرے علوم کی تدوین کرنے والے میرے تلامذہ کذاب ہیں۔ تفصیل "اللمحات" جلد سوم و چہارم میں دیکھیں۔

امام ابوحنیفہ کے ہم مسلک تلامذہ علم حدیث کی بصیرت سے محروم تھے:

امام اہل حدیث سیف بنارسی نے لکھا تھا کہ "پہلے ایک مجمل کلام سنو: قیام اللیل، ص:۱۲۴، میں ہے کہ:

" حدثني أحمد بن سعيد الفسوي قال: سمعت أحمد بن حنبل يقول هولاء أصحاب أبي حنيفة ليس لهم بصر بشيء من الحديث ما هو إلاّ الجرأة"

یعنی امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے ہم مذہب اصحاب میں علم حدیث کی ذرا بھی بصیرت نہیں، یہ لوگ محض بے جا جسارت سے مسائل گھڑتے ہیں۔

امام سیف کی اس بات پر فرقہ دیوبندیہ چراغ پا ہے اور کہتا ہے کہ بالفرض تلامذہ ابوحنیفہ ضعیف ہوں، تو اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ ابوحنیفہ بھی ضعیف ہیں۔ (كشف الغمة، ص:۱۷، ۱۸)

ہم کہتے ہیں کہ انھیں اصحاب ابی حنیفہ نے بدعویٰ دیوبندیہ امام ابوحنیفہ کی سرپرستی میں مذہب ابی حنیفہ کی تدوین کی ہے اور جب بقول ابی حنیفہ یہ سب کذاب ہیں اور ان کی طرف ان کی نہ کہی ہوئی باتیں بکثرت منسوب کرنے کے عادی ہیں، تو اس کا اثر امام ابوحنیفہ اور ان کے مدوّن کرائے ہوئے مذہب پر کیوں نہیں پڑے گا، ایک طرف امام ابوحنیفہ انھیں کذاب کہیں، دوسری طرف اپنے کذاب قرار دیے ہوئے انھیں تلامذہ سے اپنی فقہ و مذہب کی تدوین کرائیں، تو امام ابوحنیفہ بذات خود کیوں نہ اس جرم میں پوری طرح ملوث نہ مانے جائیں؟ قرآنی آیات واحادیث کو اپنے مزاعم مکذوبہ پر منطبق کر لینا کیا فرقہ دیوبندیہ کی بے راہ روی نہیں ہے؟ ہابیل کو قابیل کے قتل ناحق کا وبال تمام قتل ناحق الی یوم الدین قابیل پر نص قرآنی کے مطابق آئے گا۔ اکاذیب کا مجموعہ تیار کر کے اسے امام ابوحنیفہ کا اپنا مذہب قرار دے لینا کیا کوئی معمولی معاملہ ہے؟

زید بن ابی عیاش کی تجہیل وتضعیف وتوثیق پر بحث:

اس بحث کے دوران فرقہ دیوبندیہ کے ترجمان احقر الزمن مفتی سید مہدی حسن نے کہا:

"امام ابوحنیفہ کا قول رواۃ کی جرح وتعدیل میں اعتبار کیا جاتا تھا، گر ابوحنیفہ کو علم حدیث میں بصارت نہیں اورفن رجال سے واقف نہیں، تو ان کے قول کا اعتبار جرحاً و تعدیلاً کیوں کیا جاتا تھا؟" (كشف الغمة بسراج الأمة)

ہم کہتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ نے یہ تصریح کر رکھی ہے کہ ہماری عام باتیں مجموعہ اغلاط و اباطیل ہیں، تو جرح وتعدیل ہو یا کوئی بھی فن، اس میں امام ابوحنیفہ کی کسی بات کا اعتبار کیوں کیا جا سکتا ہے۔ فرقہ دیوبندیہ خصوصاً اس کے مفتی وترجمان مولانا مہدی حسن کسی بھی معاملہ میں بشمول جرح وتعدیل امام ابوحنیفہ کی کسی بھی بات کا اعتبار

کیوں کرتے ہیں، جب کہ تقلید ابی حنیفہ کے دعویٰ دیوبندیہ کا تقاضا ہے کہ ان کی کسی بھی بات کا اعتبار نہ کیا جائے، پھر دیوبندیہ کا تقلید ابی حنیفہ والا دعویٰ کہاں گیا؟

ائمہ احناف کی توثیق زید بن ابی عیاش:

امام الدیوبندیہ محمد بن حسن شیبانی نے کہا:

"أخبرنا مالك اخبرنا عبد الله بن يزيد مولى الأسود بن سفيان أن زيداً أبا غياش مولى لبنى زهرة أخبره أنّه سأل سعد بن أبي وقاص عمن اشترى البيضاء بالسلت فقال له سعد: أيهما أفضل قال: البيضاء، قال: فنهانى عنه و قال: إني سمعت رسول الله ﷺ سئل عمن اشترى التمر بالرطب فقال: أينقص الرطب إذا يبس قالوا: نعم فنهى عنه، قال محمد: وبهذا نأخذ لا خير في ان يشتري الرجل قفيز رطب بقفيز من تمر يدا بيد لأن الرطب ينقص إذا جف فيصير أقل من قفيز فلذلك فسد البيع فيه۔"

''یعنی ابوعیاش زید زہری نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے اس خریدار کی بابت پوچھا، جو گیہوں کو جو کے بدلے فروخت کرے، حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ دونوں میں سے کون افضل ہے؟ ابوعیاش زید نے کہا: گیہوں بمقابلہ جو افضل ہے، تو حضرت سعد نے ایسی بیع سے مجھے منع کیا، اور بطور دلیل انھوں نے یہ حدیث نبوی ذکر کی کہ آپ ﷺ سے خشک کھجور کو تر کھجور کے بدلے بیع کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تر کھجور خشک ہونے پر گھٹ جاتی ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ ہاں گھٹ جاتی ہے، لہٰذا اس طرح کی بیع سے آپ ﷺ نے منع فرمادیا۔''

اس حدیث کو نقل کر کے دیوبندیہ کے امام محمد بن حسن شیبانی نے کہا کہ ہمارا ردعمل زید ابوعیاش کی بیان کردہ اسی حدیث پر ہے کہ دست بدست ایک قفیز تر کھجور کا ایک قفیز خشک کھجور سے بیع میں کوئی بھلائی نہیں، بلکہ برائی ہے کیونکہ تر کھجور خشک ہونے پر گھٹ کر ایک قفیز سے کم ہو جاتی ہے، لہٰذا ایسے بیع فاسد و ناجائز ہے۔ (موطا محمد مع التعليق الممجد، مطبوع ديوبند، ١٩٨٢ء، ص: ٣٣١،٣٣٠)

اپنے اس بیان میں کسی بھی حنفی امام کو مستثنیٰ کیے بغیر امام محمد کہتے ہیں کہ ہم سارے احناف کا اسی حدیث زید ابی عیاش پر عمل ہے، یعنی کہ امام ابوحنیفہ کو بھی اس اطلاق سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا، جب کہ ابوحنیفہ کا ایک فتویٰ یہ ہے کہ ایسی بیع جائز ہے۔ اور حقیقت امر یہ ہے کہ آئے دن ابوحنیفہ کے ایک ہی موقف میں دس دس یا پانچ پانچ بار تبدیلیاں ہوتی رہتی تھیں، شرعی مسائل میں موصوف ابوحنیفہ کی اس تلون مزاجی سے ان کے کئی تلامذہ نے ان کی درسگاہ و مذہب سے بے رخی اختیار کر کے اہل حدیث درسگاہ و مذہب کی طرف رخ کر لیا۔

(اللمحات و ضمیر کا بحران، بحوالہ کتاب السنة للامام عبد اللہ بن أحمد بن حنبل و تاریخ خطیب)

زیر بحث مسئلہ میں بھی یہی ہوا ہے کہ کسی زمانہ میں امام ابوحنیفہ بیع مذکور کے جواز کے قائل تھے، پھر اپنے تلامذہ سے بحث وتمحیص کے بعد انھیں اپنے اس فقہی موقف کی غلطی محسوس ہوئی، تو وہ اپنے تمام تلامذہ کے موقف کی طرف آگئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام ائمہ احناف بشمول ابوحنیفہ ابوعیاش زید زہری والی زیر بحث حدیث کو صحیح ومعتبر مانتے تھے، اس سند کے سبھی رواۃ کو صحیح الحدیث قرار دیتے تھے۔ امام مالک و نبی ﷺ کے درمیان اس روایت کی سند میں صرف تین رواۃ ہیں، سعد بن ابی وقاص صحابی اور صحابی کی تعدیل وتوثیق منصوص ہے لہٰذا ان کے ثقہ ہونے پر بحث کی ضرورت نہیں۔ سعد سے اسے روایت کرنے والے ابوعیاش زید جلیل القدر ثقہ تابعی ہیں، جنھیں ثقہ قرار دینے پر تمام ائمہ احناف بشمول ابوحنیفہ و عام محدثین متفق ہیں۔

کسی زمانہ میں امام ابوحنیفہ جب بیع مذکور کو جائز کہتے تھے، تو حدیث مذکور کو اس لیے غیر معتبر مانتے تھے کہ ان کی اپنی تحقیق کے مطابق زید ابوعیاش مجہول تھے، مگر جب اہل علم خصوصاً اپنے تلامذہ سے مباحثہ کے نتیجے میں ان پر واضح ہوگیا کہ ابوعیاش زید مجہول نہیں، بلکہ جلیل القدر ثقہ تابعی ہیں، تو اس کے مطابق وہ بھی ابوعیاش زید کو ثقہ سمجھنے لگے۔ یعنی کہ انھوں نے تجریح ابی عیاش زید سے رجوع کرکے توثیق کو اختیار کرلیا۔ اور اپنے جس قول تجریح سے ابوحنیفہ نے رجوع کرکے قول توثیق اختیار کیا اسے کالعدم ماننا ضروری ہوگیا اور کسی شخص کا کسی مشہور ومعروف ثقہ تابعی کو مجہول کہنا بذات خود مجہول کہنے والے کی لاعلمی و جہالت ہے، اس کی لاعلمی وجہالت اگر اہل علم کے بتلانے سے دور ہوگئی، تو تجہیل ولاعلمی والی اس کی تجریح بھی ختم ہوگئی، پھر دراصل اس کی یہ تجریح، تجریح ہی نہیں رہ گئی، جس کے قبول یا مردود ہونے کا کوئی سوال باقی رہ جائے، جس زمانہ میں ابوحنیفہ ابوعیاش زید کو مجہول کہہ کر ان کی روایت کردہ حدیث کو رد کر دیے ہوئے تھے اور یہ امام ابوحنیفہ کی خصوصی عادت تھی کہ علوم حدیث سے ناآشنا ہونے کے باعث وہ اپنے قیاس و رائے سے عام احادیث کو ردّ کر دیتے تھے، جیسا کہ تفصیل گزری، اس زمانہ ابوحنیفہ میں کوئی ایک فرد بشر بھی روئے زمین پر ایسا نہیں تھا، جو ابوعیاش زید کو مجہول کہنے میں امام ابوحنیفہ کا ہم نوا ہوتا، وہ تو وفات ابوحنیفہ کے بہت زمانہ بعد ہی بعض احناف نیز بعض ہی غیر احناف ابوعیاش زید کو مجہول کہنے میں ابوحنیفہ کے مرجوع عنہ قول کی ہم نوائی کرنے لگے، ظاہر ہے کہ ایسے بعض مقلدین ابی حنیفہ یا غیر مقلدین ابی حنیفہ کی بات کا کوئی وزن نہیں، جو ابوعیاش زید کی توثیق پر منعقد ہوجانے والے اجماع کے خلاف لب کشائی کریں۔ اور لب کشائی کریں بھی تو اس کا کوئی وزن و اعتبار نہیں۔

نیز ہم نے ''اللمحات و ضمیر کا بحران'' میں احناف کی کتب معتبرہ سے واضح کیا ہے کہ جو بات تلامذہ ابی حنیفہ خصوصا ابو یوسف وزفر ومحمد بن حسن نے کہی ہے، وہ بات امام ابوحنیفہ نے بھی کہی ہے، لہٰذا اس اعتبار سے بھی

امام ابوحنیفہ نے ابوعیاش زید کی توثیق کی ہے اور ان کی روایت کردہ زیر بحث حدیث کو حجت مان کر اس کے مقتضی پر عمل کیا ہے، صرف اسی تفصیل سے ابوعیاش زید کی تجریح میں ائمہ دیوبندیہ صاحب بذل المجهود شرح سنن ابی داؤد وصاحب اوجز المسالك شرح موطا مالك، ومفتی مہدی حسن کے مزعومات کی تکذیب وتردید ہوگئی۔

مزاعم دیوبندیہ کی تکذیب:

ہماری پیش کردہ مذکورہ بالا تحقیق ہی زید ابوعیاش سے متعلق امام ابوحنیفہ کے قول جرح کے غیر معتبر ہونے کی بہت واضح دلیل ہے، مگر زید ابوعیاش والی جس حدیث پر چودھویں صدی میں پیدا ہوانے والے ائمہ دیوبندیہ نے لاف گزاف بکا ہے اور لمبی کذب بیانی وتلبیس کاری کی ہے، وہ حدیث معنوی طور پر صحیحین ودیگر کتب حدیث میں تواتر معنوی کے ساتھ مروی ہے، چنانچہ ''عون المعبود شرح سنن ابی داؤد'' کے جس نسخہ کے ساتھ تلخیص سنن ابی داؤد للمنذری کی شرح ابن قیم الجوزیہ چھپی ہے، اس میں حافظ ابن قیم ﷫ نے اس مفہوم کی کئی احادیث نبویہ کا ذکر کرنے کے ساتھ آخر میں یہ تصریح کی ہے کہ:

'' و لفظ الصحيحين فيه: نهى رسول الله ﷺ عن بيع التمر حتى يبدو صلاحها و عن بيع الرطب بالتمر۔''

(سنن أبي داود مع شرح أبي داود و شرح الحافظ ابن القيم الجوزية:٥/١٥٤، وسنن نسائی:٢/١٩١، و سنن ابن ماجه)

پھر صحیحین کے ابواب "بيع المزابنة و بيع العرايا" میں بھی یہ حدیث معنوی طور پر کئی اسانید کے ساتھ مروی ہے۔ اہل علم صحيح مسلم میں شرح نووی و صحیح بخاری مع شرح فتح الباری و سنن ابی داؤد مع عون المعبود و شرح ابن قیم وغیرہ کی طرف مراجعت کرکے اطمینان حاصل کر سکتے ہیں۔

ہماری اس تفصیل نے چودہویں صدی ہجری کے پیداوار زعمائے دیوبند کی قطعاً بیخ کنی کر دی۔

زعماء دیوبندیہ خصوصاً دیوبندی مفتی مہدی حسن کی تکذیب مزید:

چودھویں صدی ہجری کے پیداوار زعمائے دیوبندیہ میں سے مفتی مہدی حسن نے زید ابوعیاش کی شان میں تجہیل ابی حنیفہ نقل کرکے کہا کہ ابوحنیفہ کا قول رواۃ کی تجریح میں اعتبار کیا جاتا تھا، اگر ابوحنیفہ کو علم حدیث میں بصارت نہیں اور فن رجال سے واقفیت نہیں، تو ان کے قول کا اعتبار جرحاً و تعدیلاً کیوں کیا جاتا تھا؟ دیکھو ''عقود الجواهر المنيفة'' کی جلد ثانی ص:٢٨، کو، اس میں یہ عبارت حافظ ابن عبدالبر کی كتاب العلم سے منقول ہے کہ امام منذری نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ زید ابوعیاش کو کسی نے ضعیف کہا، اس کے سوا کہ بقول ابن الجوزی ابوحنیفہ نے انھیں مجہول کہا، اسی طرح حافظ ابن حزم نے بھی۔ میں یعنی مصنف ''جواهر العقود'' کہتا ہوں کہ ان کے مجہول ہونے کی بات امام حاکم صاحب مستدرک وابن جریر طبری نے تهذيب الآثار میں کہا ہے۔

ہم کہتے ہیں جب امام ابوحنیفہ نے اپنی تمام باتوں کو مجموعہ اغلاط و اباطیل کہا ہے، تو کسی بھی راوی کی بابت ان کی تجریح و تعدیل والا قول خود بتصریح ابی حنیفہ ساقط الاعتبار ہے، لہٰذا رواۃ کی بابت ان کے کسی بھی قول کا اعتبار چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہونے والے ائمہ دیوبندیہ خصوصاً دیوبندی مفتی مہدی حسن کس منہ سے کرتے اور دوسروں کے اعتبار کرنے کا مطالعہ کرتے ہیں، چونکہ امام ابوحنیفہ بہر لحاظ اپنے کو ساقط الاعتبار کہے ہوئے ہیں، اس لیے ان کے زمانہ میں کسی نے بھی ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کیا بلکہ ان کے ہم مذہب رائے پرست تلامذہ نے بھی نہیں کیا اور حد یہ ہوگئی کہ انھوں نے زید ابوعیاش کو مجہول کہنے سے رجوع کر کے تمام ائمہ کرام کی موافقت کرتے ہوئے زید ابوعیاش کو معتبر و ثقہ راوی مان لیا جیسا کہ تفصیل گذری۔

کیا امام ابوحنیفہ نے فی الواقع ابوعیاش زید کو مجہول کہا ہے؟

ہماری مذکورہ بات اس مفروضہ کی بنیاد پر ہے کہ امام ابوحنیفہ نے زید ابوعیاش کو مجہول کہا ہے، لیکن کتب رجال و سیر و تاریخ میں امام ابوحنیفہ پر بہت سارے اعتراضات کیے گئے، مگر ان پر یہ اعتراض ہم کو کہیں نظر نہیں آیا کہ جس ابو عیاش زید کی توثیق پر اجماع اہل علم دورِ امام مالک، و حیات ابی حنیفہ میں ہو چکا تھا، انھیں ابوحنیفہ نے مجہول کہہ کر اجماع کی خلاف ورزی کی، اور ہم کو ابوحنیفہ تک پہنچنے والی کوئی بھی ایسی سند نہیں نظر آتی کہ انھوں نے ابوعیاش زید کو مجہول کہا، لہٰذا چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہونے والے فرقہ دیوبندیہ کے زعماء و علماء سمجھے جانے والے حضرات کسی معتبر سند کے ساتھ جو امام ابوحنیفہ تک پہنچتی ہو ثابت کریں کہ واقعی امام ابوحنیفہ نے ابوعیاش کو مجہول کہا، یہ بات دیوبندیہ ثابت بھی کردیں، تو بھی چونکہ امام ابوحنیفہ فرما چکے ہیں کہ میری بیان کردہ علمی باتیں مجموعہ اغلاط و اباطیل ہیں، اس لیے ان کی یہ بات کالعدم مانی جائے گی، ہمارا چیلنج ہے کہ تا قیامت فرقہ دیوبندیہ **بسند معتبر** ابوحنیفہ سے اس بات کا ثبوت نہیں پیش کر سکے گا، خواہ وہ سب کے سب مل کر اس کے لیے کوشش کریں۔

بارہویں تیرہویں صدی ہجری کے تقلید پرست حنفی المذہب مرتضی زبیدی ہندی کی تکذیب:

اوپر ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن کا یہ بیان آچکا ہے کہ مصنف **عقود الجواهر** (۲/۲۸) میں حافظ ابن عبد البر کی کتاب العلم سے منقول ہے کہ امام منذری نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ زید ابوعیاش کو کسی نے ضعیف کہا ہو، اسی طرح حافظ ابن حزم نے بھی ......الخ۔

ہم کہتے ہیں کہ حافظ ابن عبد البر ۳۶۷ ہجری یا ۳۶۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۴۶۳ ہجری میں فوت ہوئے اور مصنف **عقود الجواهر** نے جو یہ کہا کہ حافظ ابن عبد البر کی **کتاب العلم** سے منقول ہے کہ امام منذری نے کہا، الخ، تو امام منذری عبد العظیم بن عبد القوی ساتویں صدی کے امام اہل حدیث ہیں، پھر ساتویں صدی کے امام اہل

حدیث منذری سے چوتھی پانچویں صدی کے حافظ ابن عبد البر نے کوئی بات کیسے نقل کی؟ یہ تو ناممکن ومحال بات ہے اور مصنف **عقود الجواهر** کا ناممکن کو ممکن بنا دینا اتنا قبیح جرم ہے جس سے کم از کم مصنف **عقود الجواهر** کا کذاب و دروغ بان ہونا لازم آتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے کذاب کی بات کو حجت بنایا ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فرقہ دیوبندیہ اکاذیب پرست ہے۔ لہٰذا دیوبندی مفتی مہدی حسن کی زیر نظر بات مکذوب ہونے کے سبب قبیح جرم تو ہے ہی، لغو و لایعنی و ناقابل التفات بھی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی ولادت سے پہلے کئی ائمہ احناف بشمول عام تلامذہ ابی حنیفہ اور امام ابن الهمام شارح هدایه و شارح هدایه مصنف غایة البیان وعینی شارح ہدایہ مصنف البدایه نے ابوحنیفہ کی طرف منسوب تجہیل زید ابوعیاش کو مردود قرار دے کر کہہ دیا کہ اگر زید ابوعیاش کو امام ابوحنیفہ نے نہ پہچان سکنے کے سبب مجہول کہا، تو عام ائمہ فن نے انھیں ثقہ کہا ہے، لہٰذا ابوحنیفہ کی **تجریح ابی عیاش زید** مردود ہے۔ (تفصیل کے لیے التعلیق الممجد علی موطا محمد، ص: ۳٤۰، ملاحظہ ہو)

امام منذری نے بھی زید ابو عیاش کی توثیق کی ہے، جن کی طرف دیوبندیہ نے اکاذیب منسوب کیے ہیں۔ (التعلیق الممجد، ص: ۳۳۰) فرقہ دیوبندیہ اپنے ان اماموں کی بات کس دلیل کی بنیاد پر قبول نہیں کرتا، جب کہ إعلاء السنن میں کئی جگہ اس نے کہہ رکھا ہے کہ مجہول ہونا کسی قدح کا باعث نہیں۔

تنبیہ:

ایک مکذوبہ کہانی فرقہ دیوبندیہ نے حسب عادت گھڑ لی ہے کہ امام ابوحنیفہ بغداد گئے، ان سے بیع الرطب بالتمر کا مسئلہ پوچھا گیا، انھوں نے اسے جائز کہا، تو ابوحنیفہ پر تشدد والا موقف رکھنے والے اہل حدیث نے ابوعیاش زید والی حدیث پیش کی ابوحنیفہ نے اسے معلول کہا، اس پر ابن المبارک نے یہ تبصرہ کیا کہ حدیث پر اس طرح کا کلام کرنے والے ابوحنیفہ کو لوگ معرفت حدیث و جرح وتعدیل سے ناواقف بتلا کر غلط روی سے کام لیتے ہیں۔ (التعلیق الممجد، ص: ۳۳۱)

یہ پوری کہانی مکذوبہ اور جھوٹ ہے اور اس کا کوئی سر پیر نہیں، اس کی سند مذکور نہیں، مگر اس جھوٹ کو بھی دیوبندیہ کی نمائندہ کتاب **اعلاء السنن** میں مدح ابی حنیفہ کی دلیل ظلماً و جوراً وزوراً بنا لیا گیا ہے، اگر فرقہ دیوبندیہ میں ذرہ برابر بھی دم ہے، تو اس کی سند پیش کر کے اس کا معتبر ہونا ثابت کرے اور ہم ابھی کہہ دے رہے ہیں کہ تاقیامت فرقہ دیوبندیہ نہ کر سکے گا اور بروز قیامت میدان محشر میں جب اس کی اکاذیب پرستی کا محاسبہ ہوگا، تو وہ لا جواب ہو کر سزایاب ہوگا، کیونکہ علوم حدیث میں اکاذیب پرستی جہنم رسید کرنے والی چیز ہے۔

تنبیہ مزید:

فرقہ دیوبندیہ میں اگر ذرہ برابر بھی دم ہے، تو ثابت کرے کہ زید ابو عیاش کی بابت ابوحنیفہ کی طرف منسوب تجرح یعنی تجہیل کو کس معتبر ماہر فن جرح تعدیل نے حجت مان کر مجہول کہا ہے؟ یہ بات **بسند معتبر** دیوبندیہ پر ثابت کرنی ضروری ہے۔

زید ابو عیاش کے اختلاف نسبت کو تجہیل زید ابی عیاش بنانے کی دیوبندی تلبیس کاری کی تکذیب:

چودھویں صدی ہجری میں تولد پذیر ہونے والے فرقہ دیوبندیہ کے کئی اصحاب تصنیف اماموں نے کہا کہ زید ابو عیاش کی نسبت میں اختلاف ہے، کسی نے انھیں زرقی کہا، کسی نے مخزومی کہا اور کسی نے زہری کہا، لہٰذا یہ ان کے مجہول ہونے کی دلیل ہے۔

(بذل المجهود شرح سنن أبي داود لخليل أحمد سهارنپوري ديوبندي: ٤/ ٢٤٧، و موطا کی شرح اوجز المسالك و اعلاء السنن وغیرہ)

ہم کہتے ہیں کہ موصوف زید ابو عیاش کا زرقی ہونا متعین ہے اور انھیں کسی معتبر سند کے ساتھ کسی معتبر امام جرح و تعدیل و مورخ، و تراجم نگار نے مخزومی نہیں کہا، فرقہ دیوبندیہ اگر اپنے کو سچا سمجھتا ہے، تو اپنے اس دعویٰ پر معتبر دلیل پیش کرے۔ امام ابوداود نے اس باب کے اخیر میں کہا:

"رواه عمران بن أبي أنس، عن مولى لبني مخزوم عن سعد نحوه"

اس سند میں "**عن مولى لبني مخزوم عن سعد**" میں واقع لفظ **مولیٰ لبنی مخزوم** کا نام اپنی کذب بیانی کی عادت کے مطابق دیوبندیہ کے امام خلیل احمد سہارنپوری نے زید ابو عیاش زور دار ظلم کی بنیاد پر متعین کر لیا، پھر انھیں مخزومی قرار دے لیا۔ (بذل المجهود: ٤/ ٢٤٨)

مگر ظاہر ہے کہ جھوٹ سے کوئی علمی بات نہیں ثابت ہوتی یہی حال ان کے **زهری النسبة** ہونے کی بابت بھی ہے۔

یہ مولی بنی مخزوم کوئی اور راوی ہیں؛ جو اس حدیث کی روایت میں زید ابو عیاش کے متابع ہیں، فرقہ دیوبندیہ اپنے کو جن ابوحنیفہ کا مقلد کہتا ہے، ان کی نسبت میں بڑا اختلاف ہے، کسی نے انھیں کابلی کہا، کسی نے بابلی کہا، کسی نے کوفی کہا، کسی نے نسائی خراسانی کہا کسی نے ترمذی خراسانی کہا، کسی نے سندھی کہا، کسی نے فارسی کہا، کسی نے نبطی کہا، کسی نے انصاری کہا، کسی نے جولاہا کہا۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب "**اللمحات**" میں ہے۔ دریں صورت دیوبندی اصول سے ابوحنیفہ مجہول ہیں اور مجہول شخص کی تقلید اس نوزائیدہ فرقے نے کر رکھی ہے۔

واضح رہے کہ حافظ ابن حزم نے بھی ابو عیاش زید کو مجہول کہا ہے، مگر انھوں نے ابوحنیفہ کو امام جرح و تعدیل مان کر ان کی تقلید و متابعت میں نہیں، بلکہ اپنی تحقیق کے مطابق کہا ہے اور ان کی یہ تحقیق دلائل قاہرہ کے سبب مردود ہے۔

ابوعیاش زرقی کی معنوی متابعت:

”قال: الإمام البيهقي : أخبرنا أبوسعيد بن أبي عمرو الصيرفي ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب: ثنا الربيع بن سليمان: ثنا عبد الله بن وهب: أنا سليمان بن بلال: حدثني يحيى بن سعيد، عن عبد الله بن أبي سلمة: أن رسول الله ﷺ سُئل عن رطب بتمر فقال: أينقص الرطب إذا يبس؟ قالوا: نعم، فقال: لا يباع رطب بيابس وهذا مرسل جيد شاهد لما تقدم۔“

(سنن بیهقی :۵/۲۹٤، و سنن دارقطنی و متعدد کتب حدیث)

اس حدیث کا بھی وہی معنی ہے، جو زید ابوعیاش والی حدیث کا ہے، یہ حدیث مرسل صحیح و مرسل جید ہے اور فرقۂ دیوبندیہ جس حنفی مذہب کی طرف اپنے کو منسوب کرتا ہے، اس کے یہاں اور امام مالک اور متعدد حنابلہ کے یہاں مرسل مطلقاً حجت ہے اور جب اس کی معنوی متابعت حدیث زید ابی عیاش سے ہو رہی ہے، جو صحیح و معتبر اور متصل السند ہے، تو اسے احناف کے یہاں بدرجہ اولیٰ حجت ہونا چاہیے، مگر فرقہ دیوبندیہ کے کرتوت کی ایسی مار اس پر پڑی کہ اس کی کھوپڑی الٹ گئی اور وہ بصیرت و بصارت وفہم وادراک سے یکسر محروم وکورا ہو گیا۔

”بيع التمر بالرطب نسيئة“ کی ممانعت نبویہ:

” قال: الإمام أبوداود: حدثنا الربيع بن نافع أبو توبة أخبرنا معاوية بن سلام عن يحيى بن أبي كثير أنبأنا عبد الله أن أباعياش أخبره إنّه سمع سعد بن أبي وقاص يقول: نهى رسول الله ﷺ عن بيع الرطب بالتمر نسيئة قال أبوداود: عن مولى لبني مخزوم عن سعد عن النبي ﷺ نحوه۔“

”یعنی سند مذکور سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رطب کھجور (تر کھجور) کو خشک کھجور سے قرض اور تفاضل کے ساتھ بیچنے اور خریدنے سے منع کیا ہے۔“

(سنن أبي داود مع عون المعبود:۹/۱۵۲،۱۵۳، و شرح ابن القیم و سنن بیهقی: ۵/۲۹٤)

مذکورہ بالا حدیث دو سندوں سے مروی ہے، پہلی سند صحیح ہے، دوسری میں مولی بنی مخزوم مجہول ہیں، جو زید ابوعیاش کے متابع ہیں، لہٰذا ان کی متابعت سے اس حدیث میں مزید قوت آ گئی ہے، یہ ایک مستقل حدیث ہے، جس میں بيع الرطب بالتمر نسيئة سے ممانعت کی گئی ہے۔ بیع کی یہ صورت بھی ممنوع ہے۔ (فرقہ دیوبندیہ نے اپنی دیوبندی چال بازی سے اس حدیث کو ابوعیاش زید والی اس حدیث سے مختلف کہا ہے، جس میں بيع التمر سے مطلقاً ممانعت کی گئی ہے۔ الٹی کھوپڑی والے اسی طرح کی سمجھ رکھتے ہیں۔

امام حاکم پر مفتی دیوبندیہ مفتی مہدی حسن کی افتراء پردازی:

امام حاکم نے اپنی کتاب "المستدرك" میں زید ابی عیاش والی حدیث کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس تصحیح حاکم کو برقرار رکھا ہے، جس کا مطلب بہت واضح ہے کہ امام حاکم نے متفقہ طور پر زید ابوعیاش کو مطلقاً ثقہ کہا ہے، لہٰذا مفتی دیوبندیہ اور سارے دیوبندیہ کا امام حاکم پر یہ خالص افتراء ہے کہ انھوں نے زید ابوعیاش کو مجہول کہا ہے۔ (كشف الغمة، ص: ۱۹)

امام ابن الجوزی پر مفتی دیوبندیہ کی افتراء پردازی:

امام ابن الجوزی نے زید ابوعیاش کو اپنی کسی کتاب میں مجہول نہیں کہا، البتہ **عقود الجواهر المنيفة** جیسی مجموعہ اکاذیب کتاب میں مذکور ہے کہ حافظ ابن عبدالبر کی کتاب العلم میں منذری سے منقول ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے زید ابوعیاش کو ضعیف کہا ہو، البتہ ابن الجوزی نے کہا کہ ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ زید ابوعیاش مجہول ہیں۔ (كشف الغمة، ص: ۱۸، ۱۹)

ہم بتلا آئے ہیں کہ منذری سے ابن عبدالبر کا کوئی قول نقل کرنا ناممکنات میں سے ہے لہٰذا یہ دیوبندی دعویٰ مکذوبہ ہے اور ابن الجوزی و ابوحنیفہ کے درمیان صدیاں حائل ہیں، ابن الجوزی نے وہ معتبر سند نہیں بیان کی، جس سے معلوم ہو کہ واقعی ابوحنیفہ نے ابوعیاش زید کو مجہول کہا ہے، اس لیے فرقہ دیوبندیہ پر لازم ہے کہ ابن الجوزی سے لے کر ابوحنیفہ تک بسند متصل و معتبر ثابت کرے کہ اس معتبر سند سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن الجوزی نے بحوالہ ابی حنیفہ کہا کہ ابوعیاش زید مجہول ہیں۔

امام طبری کی تهذيب الآثار کی اس جلد و صفحہ کی فرقہ دیوبندیہ تعیین کرے، جس میں طبری نے زید ابوعیاش کو مجہول کہا ہے، نیز یہ بھی بتلائے کہ توثیق زید ابوعیاش پر اجماع اہل علم کے خلاف طبری یا کسی کا قول قبول بھی ہے، نیز فرقہ دیوبندیہ بتلائے کہ اپنی کتاب جامع بیان العلم میں حافظ ابن عبدالبر نے کیا باب باندھا ہے کہ جرح و تعدیل میں قول ابی حنیفہ مقبول ہے، تمام اہل علم کا اجماع ہے اور خود امام ابوحنیفہ کی تصریح ہے کہ تمام علوم ابی حنیفہ مجموعہ اغلاط و اباطیل ہیں، پھر امام ابن عبدالبر نے اپنی کسی کتاب میں کیسے یہ باب باندھا کہ جرح و تعدیل میں اقوال ابی حنیفہ مقبول ہیں، جب کہ ابن عبدالبر نے صراحت کر رکھی ہے کہ تمام اہل حدیث ابوحنیفہ کے سیئ الحفظ ہونے پر متفق ہیں؟

فرقہ دیوبندیہ کے ترجمان مفتی مہدی حسن اور امام ترمذی:

مفتی مہدی حسن ترجمان دیوبندیہ نے کہا:

"امام ترمذی نے خود "العلل" میں امام ابوحنیفہ کا قول جرح وتعدیل کے بارے میں نقل کیا ہے، چنانچہ جامع ترمذی مطبوعہ مصر کے ص:۳۳۳، میں یہ عبارت موجود ہے:

" حدثنا محمود بن غيلان: ثنا أبو يحيى اليماني قال: سمعت أبا حنيفه يقول: ما رأيت أكذب من جابر الجعفي و لا أفضل من عطاء بن أبي رباح"

"یعنی سند مذکور سے مروی ہے کہ ابوحنیفہ نے کہا کہ میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطا بن ابی رباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔"

امام ترمذی نے جابر کی جرح میں اس قول کو نقل کیا ہے، اس سے ہر مصنف اس امر کو اچھی طرح معلوم کر سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ فن رجال میں کس پایہ کے محدث تھے، حافظ ابن حجر نے "تقریب التھذیب" میں بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی روایت ترمذی ونسائی میں ہے، مگر غضب یہ ہوا کہ معاندین نے عداوت امام کی وجہ سے کتابوں ہی سے اڑا دیا۔ (کشف الغمة، ص: ۱۹، ۲۰)

ہم کہتے ہیں کہ اقوال جرح وتعدیل واقدی، کلبی وابن کلبی وغیرہ جیسے کذابین سے بھی نقل کیے جاتے ہیں اگر کوئی قول ابی حنیفہ اس معاملہ میں منقول ہو گیا، تو اس سے یہ استدلال صحیح نہیں کہ ان کے اقوال جرح وتعدیل میں مقبول ہیں، جب کہ خود ابوحنیفہ نے اپنے کو ساقط الاعتبار کہہ دیا۔ اور ترمذی کے نسخوں سے مذکورہ روایت ابی حنیفہ معاندین ابی حنیفہ نے نہیں اڑائی ہے، بلکہ امام وکیع وغیرہ کے حکم کے مطابق یہ ہوا کہ ابوحنیفہ بدعت پرست ہیں، ان کی کسی بات پر نظر التفات مت ڈالو، نیز ابوحنیفہ ہی نے کہا کہ میری بیان کردہ باتوں کو مت لکھو۔ سنن نسائی سے بھی امام ابوحنیفہ کا نام اسی بناء پر خارج کر دیا گیا۔

ابوحنیفہ کا یہ قول تو خود دیوبندیہ ہی نے مردود قرار دیا ہے، کیونکہ اس کا مقتضی یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے باقرار خویش کسی صحابی کو نہیں دیکھا، اس لیے کہ عطا تابعی تھے اور تابعی سے کسی افضل کو نہ دیکھنا اس کو مستلزم ہے کہ ابوحنیفہ بتصریح خویش تابعی نہیں ہیں، مگر فرقہ دیوبندیہ ابوحنیفہ کو تابعی کہتا اور اپنے اس زعم باطل پر اکاذیب سے استدلال کرتا ہے، اس اکاذیب پرست فرقہ کی تکذیب ہماری کتاب "اللمحات" میں ہے، اور امام ابوحنیفہ جابر جعفی کو اکذب الناس کہنے کے باوجود جابر جعفی سے استفادہ کرتے اور اپنے نامہ بر کو اس کے پاس بھیج کر اس کے جمع کردہ اکاذیب کو اپنا دین وایمان قرار دیتے تھے اور جابر جعفی مرجی رافضی ہونے کے ساتھ جہمی بھی تھا وہ جہم سے روابط رکھتا اور اس سے مل کر اسلامی حکومت کے خلاف سازش کرتا تھا اور امام ابوحنیفہ کی تعلیم وتربیت بھی جہم کی کسی باندی یا بیوی سے ہوئی تھی اور امام ابوحنیفہ کو مرجی وجہمی قرار دینے پر اہل علم متفق نظر آتے ہیں، اگر جابر جعفی کو اکذب الناس قرار دے کر امام ابوحنیفہ لوگوں کو اس کے اکاذیب سے بچنے کے لیے یہ بات کہتے ہوتے، تو انھوں نے جہم وجابر

جعفی اور حارث بن سریج کے ساتھ مل کر کیوں طرح طرح کے موقف اختیار کیے، اس کی تفصیل بھی ''اللمحات'' میں ہے۔

امام ابوحنیفہ پر امام احمد بن حنبل کی تجریح:

امام احمد بن حنبل نے صرف امام ابوحنیفہ کے ہم مذہب اصحاب کو علوم حدیث میں بے بصیرت کہا ہے، ان کے اہل حدیث تلامذہ کو نہیں۔

امام احمد بن حنبل نے امام سفیان ثوری کا یہ قول بطور حجت نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ غیر ثقہ تھے۔(الضعفاء الکبیر للعقیلی:٤/٢٨٥، والكامل لابن عدي:٧/٢٤٧٢، وتاريخ خطيب: ١٣/٤٤٦، ٤٤٧، و تاريخ فسوي:٣/١٤، وغيره)

امام احمد نے بطور حجت سفیان ثوری کا یہ قول بھی نقل کیا کہ ابوحنیفہ غیر ثقہ وغیر مامون ہیں، یہ بات بقول امام احمد سفیان ثوری نے تکرار کے ساتھ کہی اور تکرار کے ساتھ یہ بات بہت زیادہ قادح تجریح ہے۔(تاریخ خطيب:١٣/٤٤٧، و عام کتب رجال)

امام احمد نے بطور حجت امام یحییٰ بن سعید قطان کا یہ قول بھی نقل کیا کہ:

''لم يكن أبوحنيفة بصاحب حديث''

''یعنی ابوحنیفہ علم حدیث کے جان کار نہیں تھے۔''(تاريخ خطيب:١٣/٤٤٥، وعام کتب رجال)

امام احمد نے یہ بھی فرمایا کہ:

'' لا رأي و لا حديث۔'' (خطيب:١٣/٤٤٥، و عام کتب رجال)

''یعنی ابوحنیفہ کو نہ علم ورائے وقیاس آتا جاتا تھا نہ علم حدیث ہی۔''

حد یہ ہوگئی کہ امام احمد بن حنبل نے صاف صاف کہا کہ ''ابو حنيفه يكذب''یعنی امام ابوحنیفہ کذب بیانی کرتے ہیں۔(خطيب:١٣/٤٤٨، ٤٤٩، الضعفاء الكبير للعقيلي: ٤/٢٨٤)

یہ امام ابوحنیفہ پر امام احمد کی بہت سخت تجریح ہے، مگر اس کی یہ تاویل کی جا سکتی ہے کہ امام ابوحنیفہ بقول خود اس قدر سیّٔ الحفظ تھے کہ اپنی مرویات و بیانات کو مجموعہ اغلاط کہتے تھے، انہی کثرت اغلاط واخطاء کو دیکھ کر امام احمد کو گمان ہوتا تھا کہ ابوحنیفہ کذب بیانی کرتے ہیں ورنہ موصوف ابوحنیفہ عمداً وقصداً کذب بیانی نہیں کرتے تھے اور غلطی سے غلط بات یا خلاف واقع بات زبان سے نکل جانے پر عربی زبان میں کذب کا اطلاق ہوتا تھا، رائے پرستی جو امام ابوحنیفہ کا شیوہ وشعار تھا، اس میں بھی امام ابوحنیفہ کو امام احمد بن حنبل مذموم ومعیوب ہی کہتے تھے۔(عام کتب رجال)

فرقہ دیوبندیہ کے ترجمان مفتی مہدی حسن کیا سمجھتے ہیں کہ امام اہل حدیث سیف بنارسی بھی دیوبندیہ کی طرح جھوٹ کو اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے تھے۔ موصوف امام سیف بنارسی بہر حال انسان تھے، ان سے غلطی کا صدور ناممکن

نہیں، مگر وہ دیوبندی کی فتنہ سامانی کے بالمقابل ٹھوس دلائل ہی سے کوئی بات کہتے تھے۔

مفتی دیوبندیہ کی دوسری عرض:

دیوبندی مفتی مہدی حسن نے کہا:

''امام صاحب (ابوحنیفہ) کے شاگردوں ہی کی کیا خصوصیت ہے، اور ائمہ کے بھی ایسے شاگرد ملیں گے، جن کو علم حدیث میں کچھ بھی بصارت نہیں۔الخ۔'' (کشف الغمة، ص: ۲۰)

حالانکہ ہم پہلے بتلا آئے ہیں کہ امام احمد کے اس قول سے مراد تمام تلامذہ ابی حنیفہ کے بجائے ان کے ہم مذہب اصحاب ہیں۔

مفتی دیوبندیہ کی تیسری عرض:

مفتی دیوبندیہ مہدی حسن نے کہا:

''امام احمد کے قول سے کلیۃً مراد لینی قطعاً غلط ہے، کیونکہ ابوحنیفہ کے سینکڑوں شاگرد فن حدیث کے امام اور شیوخ تسلیم کیے گئے ہیں، مثلاً امام وکیع جو امام محدث حافظ عراقی کوفی ہیں، کیا انھیں بھی فن حدیث میں بصارت نہیں تھی؟'' (کشف الغمة، ص: ۲۰)

ہم کہتے ہیں کہ امام وکیع کو فن حدیث میں بڑی بصارت تھی، تبھی تو انھوں نے امام ابوحنیفہ کو سخت مجروح و متروک کہا۔ (کما تقدم) اور امام وکیع کے جن تلامذہ کے نام مفتی دیوبندیہ نے لیے ہیں۔ (کشف الغمة، ص: ۲۰) ان سب نے امام ابوحنیفہ کو سخت مجروح کہا ہے۔ (کما سیأتی) یہاں دیوبندی ترنگ میں آ کر مفتی دیوبندیہ نے کہا کہ مصنف رسالہ امام اہل حدیث سیف بنارسی امام احمد کی طرف سے جواب دیں، حالانکہ امام احمد کی طرف سے ہمارا جواب دیوبندیہ کو مل گیا، اب دیوبندیہ اس کا جواب الجواب دیں۔

امام یزید بن ہارون کی تجریح ابی حنیفہ:

مفتی دیوبندیہ مہدی حسن نے کہا:

''دوسرے یزید بن ہارون حافظ حدیث اور شیخ الاسلام کہلاتے تھے، یہ ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، لہٰذا مولف رسالہ امام سیف بنارسی سے دریافت کرنا ہے کہ یزید بن ہارون کو فن حدیث میں بصیرت تھی یا نہیں؟''

(ماحصل از کشف الغمة، ص: ۲۰، ۲۱)

ہم کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون کو علم حدیث میں ضرور بالضرور بصیرت تھی، تبھی تو انھوں نے تجریح ابی حنیفہ میں حماد کا یہ قول نقل کیا کہ:

"شهدت أبا حنيفة و سئل عن محرم لم يجد إزارا لبس سراويل قال: عليه الفدية قلت: سبحان الله"

"یعنی میں نے مشاہدہ کیا کہ ابوحنیفہ سے پوچھا گیا کہ محرم کو اگر ازار (تہہ بند ولنگی) میسر نہیں آیا، تو اس نے پائجامہ پہن لیا، امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اس پر فدیہ فرض ہے، میں نے کہا: سبحان اللہ! ابوحنیفہ کا یہ فتویٰ بھی عجوبہ روزگار ہے۔" (خطیب: ۱۳/۴۰۹)

یہ ابوحنیفہ پر یزید بن ہارون کی سخت تجریح ہے کہ متواتر المعنیٰ حدیث نبوی کی پرواہ کیے بغیر ابوحنیفہ نے متواتر حدیث نبوی کو اپنی رائے پرستی کی بناء پر قیاس سے رد کر دیا، یعنی اپنی ذاتی رائے کو متواتر حدیث نبوی پر فوقیت دی، کیونکہ وہ نصوص کے بالمقابل اپنی رائے ہی کو دین و مذہب قرار دیتے تھے۔ (کما تقدم)

امام یزید بن ہارون سے یہ بھی مروی ہے کہ

" ما رأيت قوما أشبه بالنصارى من أصحاب أبي حنيفة"

"میں نے نصاریٰ جیسے دشمنان اسلام کے ساتھ مشابہت رکھنے والا اصحاب ابی حنیفہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔" (خطیب: ۱۳/۴۳۶)

فرقہ دیوبندیہ بتلائے کہ یزید بن ہارون کی اصحاب ابوحنیفہ پر جرح قادح نہیں ہے؟ یہاں بھی اصحاب ابی حنیفہ سے مراد وہ اصحاب ابی حنیفہ ہیں، جو ابوحنیفہ کے طور وطریق و مذہب و مسلک پر چلتے تھے، ورنہ یہ تجریح کرنے والے امام یزید بن ہارون بھی تو تلامذہ ابی حنیفہ میں سے ہیں۔

امام ابونعیم فضل بن دکین کی تجریح ابی حنیفہ:

مفتی دیوبندیہ مہدی حسن نے کہا:

"ابوحنیفہ کے تیسرے شاگرد ابونعیم فضل بن دکین ہیں، جو امام بخاری وغیرہ کے استاذ ہیں، مولف رسالہ (امام اہل حدیث سیف بنارسی) فرمائے کہ یہ اصحاب ابی حنیفہ میں داخل ہیں یا نہیں اور ان کو فن حدیث میں کمال حاصل تھا یا نہیں۔" (كشف الغمة، ص: ۲۱)

ہم کہتے ہیں کہ امام ابونعیم بن دکین شاگرد ابی حنیفہ ضرور تھے، مگر ان کے ہم مذہب نہیں، بلکہ اہل حدیث تھے اور انھیں فن حدیث میں فضل و کمال حاصل تھا، وہ کہتے ہیں کہ "ابوحنیفہ نے ابویوسف سے کہا:

" لا تكتب كل ما تسمعه مني فإني قد أرى الرأى اليوم فأتركه غدا و أرى الرأى غدا و أتركه بعدغد. و في رواية: قال: أبونعيم الفضل بن دكين سمعت: أباحنيفة يقول لأبي يوسف: لا تروعني شيئا فإني والله ما أدري أمخطئ أنا أم مصيب"

''یعنی کہ میں نے ابوحنیفہ کو ابویوسف سے کہتے سنا کہ مجھ سے سنی ہوئی باتیں تم مت لکھا کرو کیونکہ میری رائے آئے دن بدلتی رہتی ہے اور تم میری بیان کردہ باتوں کی نقل وروایت بھی مت کرو کیونکہ مجھے پتہ ہی نہیں رہتا کہ اپنی کہی ہوئی باتیں میں ٹھیک بھی کہتا ہوں یا غلط۔(خطیب:۱۳/۴۲۴، و عام کتب رجال)

اس کا مطلب ہم نے ''اللمحات'' میں واضح کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ خود رائے پرست تھے اور دوسروں کو رائے پرستی کی تعلیم دیتے تھے، پھر دیوبندیہ کا یہ مکذوبہ دعوی کے علاوہ کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ متبع نصوص کتاب وسنت تھے، نیز جب ابوحنیفہ کو اس کا پتہ ہی نہیں رہتا تھا کہ روز بدلنے والی ان کی رائے ان کی نظر میں معلوم نہیں کہ غلط ہوتی ہے یا صحیح؟ تو کیا ابوحنیفہ پر ابونعیم بن دکین کی یہ کوئی معمولی تجریح ہے؟

ابوعبدالرحمٰن عبداللہ مقری:

مفتی دیوبندیہ نے امام ابوحنیفہ کے چوتھے شاگرد ابوعبد الرحمن مقری کو بتلا کر کہا کہ اگر ان میں علم حدیث کی بصیرت نہیں تھی، تو ان سے امام بخاری وغیرہ نے کیوں تلمذ اختیار کیا۔ (ماحصل از کشف الغمة،ص:۲۱)

ہم کہتے ہیں کہ امام مقری مذکور کو حدیث میں ضرور بصارت وبصیرت تھی، تب ہی تو انھوں نے امام ابوحنیفہ پر بہت سخت تجریحات کی ہیں، ان میں سے بعض کا ذکر ہماری اس کتاب میں آیا ہوا ہے اور تفصیل ''اللمحات'' میں ہے۔

امام عبدالرزاق حمیری:

مفتی دیوبندیہ نے کہا کہ ابوحنیفہ کے پانچویں شاگرد امام عبدالرزاق تھے، اب امام اہل حدیث سیف بنارسی بتلائیں کہ عبدالرزاق محدث تھے یا نہیں؟(کشف الغمة،ص:۲۱)

ہم کہتے ہیں کہ عبدالرزاق نے کہا کہ میں نے ابوحنیفہ سے کچھ روایات صرف اس لیے نقل کر لیں، تاکہ میری کتاب حدیث کے رجال کی تعداد زیادہ ہو جائے۔(عام کتب رجال)

امام عبدالرزاق نے نہ ابوحنیفہ کی کوئی توثیق کی نہ مدح، پھر اس طریق کے مطابق فرقہ دیوبندیہ کیسے امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب کا ثقہ محدث ہونا ثابت کر سکے گا؟

ابویوسف قاضی:

مفتی دیوبند نے کہا:

''ابوحنیفہ کے چھٹے شاگرد قاضی ابویوسف تھے، جو امام احمد وغیرہ کے استاد تھے۔''

الخ (کشف الغمة،ص:۲۱، ۲۲، ملخصاً)

ہم کہتے ہیں کہ ابویوسف کو خود امام ابوحنیفہ نے کذاب کہا اور ابویوسف نے ابوحنیفہ پر بڑی تجریحات کیں،

کذاب کا شاگرد ابی حنیفہ ہونے سے امام حنیفہ کا کیا فائدہ ہوا؟ تفصیل ''اللمحات'' میں ہے اور اس کتاب میں بھی کسی قدر آئی ہوئی ہے۔ اس جگہ مفتی دیوبندیہ نے لغوطرازی کی ہے اس کی حقیقت ''اللمحات'' میں واضح کردی گئی اور اس کتاب میں بھی مختصراً حقیقت واضح کی گئی ہے۔

امام زفر بن ہذیل عنبری:

مفتی دیوبندیہ نے کہا:

''ابوحنیفہ کے آٹھویں شاگرد زفر بن ہذیل ہیں جو بقول ذہبی فقہاء و عابدوں میں سے صدوق تھے، بہت سے محدثین بشمول ابن معین نے ان کی توثیق کی إلی ان قال: مولف رسالہ یعنی امام اہل حدیث سیف بنارسی جواب مرحمت فرمائیں کہ اس کا حل کس طرح ہے۔'' (کشف الغمة، ص: ۲۲)

ہم کہتے ہیں کہ ''اللمحات'' میں ہم نے تحقیق پیش کی ہے کہ امام زفر ابوحنیفہ کے ہم مذہب اصحاب میں نہ تھے، خصوصاً امام ابوحنیفہ کے نظریہ ''یریٰ السیف'' کے شدید مخالف تھے۔

اس کے بعد مفتی دیوبندیہ نے کئی محدثین کے نام لیے، جو مذہباً و مسلکاً امام ابوحنیفہ کے شدید مخالف اور ان پر جرح کرنے والے تھے۔

مفتی دیوبندیہ کی بدعنوانی:

مفتی دیوبندیہ نے کہا:

''شعبہ، سفیان بن عیینہ، لیث بن ابی سلیم، وغیرہ محدثین علم حدیث میں کچھ دخل رکھتے تھے یا نہیں، کیونکہ یہ سب امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، اگر انکار کیا جائے، تو قیامت قائم ہو جائے گی، مولف رسالہ یعنی امام اہل حدث سیف بنارسی سوچ سمجھ کر جواب دیں، ناظرین کی وسعت معلومات کے لیے ان حضرات کا شمار کرنا پڑا۔ الخ۔'' (کشف الغمة، ص: ۲۲)

ہم کہتے ہیں کہ یہاں بات ہے ابوحنیفہ کے ہم مذہب اصحاب کی اور مفتی دیوبندیہ بدعنوانی کرتے ہوئے ان کے غیر مذہب والے محدثین کا ذکر کر رہے ہیں، جو سب کے سب ابوحنیفہ پر شدید جرح کیے ہوئے ہیں، مثلاً امام شعبہ، وحماد بن سلمہ، ابوحنیفہ کو ملعون کہتے اور ان پر لعنت کرتے تھے۔ (الضعفاء الكبير للعقيلي: ٤/٢٨١، وعام كتب رجال) امام سفیان بن عیینہ نے بطور حجت کہا کہ امام رقبہ بن مصقلہ ابوحنیفہ کو غیر ثقہ کہتے تھے۔ (الضعفاء الكبير: ٤/٢٨٤، وعام كتب رجال) تفصیل ''اللمحات'' میں دیکھیں۔

مفتی دیوبندیہ کو اس کی بھی خبر نہیں کہ امام احمد نے اگر ابویوسف کو منصف فی الحدیث کہہ دیا، تو اس سے ابویوسف وابوحنیفہ کا ثقہ ہونا لازم نہیں آتا، نہ یہ لازم آتا ہے کہ امام احمد نے دونوں کو متروک کہا ہے، چنانچہ اپنے

بہت سارے اقوال میں امام احمد نے دونوں کو متروک و نا قابل اعتبار و مذموم الرائے والحدیث کہا ہے، جیسا کہ عام کتب رجال میں مرقوم ہے۔

مفتی دیوبندیہ نے کہا:

''امام احمد کا قول ابن معین کے اس قول کے منافی ہے، جسے مقدمہ **عقود الجواھر** میں بحوالہ **جامع العلم لابن عبد البر** میں نقل کیا گیا کہ ابن معین نے کہا کہ ہمارے اصحاب امام ابوحنیفہ واصحاب ابوحنیفہ پر زیادتی کرتے اور حد سے بڑھ جاتے ہیں۔'' (ماحصل از كشف الغمة، ص: ۲۲، ۲۳)

ہم کہتے ہیں کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ **عقود الجواھر** مجموعۂ اکاذیب ہے، اس کی باتوں کا اعتبار نہیں، اور حافظ ابن عبد البر نے صراحت کی ہے کہ تمام محدثین نے ابوحنیفہ کو متفقہ طور پر سیّئ الحفظ کہا ہے اور ابن معین کا قول امام احمد کے قول کے منافی کیسے ہو گیا؟ ہر ایک نے اپنی تحقیق کے مطابق بات کہی ہے، امام احمد نے بھی امام ابو یوسف و امام ابوحنیفہ کو متروک و مجروح کہا ہے اور ابن معین نے بھی۔ ابن معین نے اگر وہ بات کہی بھی ہو، جسے مفتی دیوبندیہ نے نقل کیا، تو اس سے لازم نہیں آتا کہ ابن معین نے ابوحنیفہ کو غیر ثقہ نہیں کہا، اور حقیقت یہ ہے کہ ابن معین نے ابوحنیفہ کو بالصراحت غیر ثقہ کہا ہے۔ (**كما مر و كما سيأتي**)

رہی بات یہ ہے کہ ابن معین نے کہا کہ ابوحنیفہ جھوٹ نہیں کہتے تھے اور امام احمد نے کہا کہ ابوحنیفہ جھوٹ بولتے تھے، تو فرقہ دیوبندیہ **بسند صحیح** ابن معین کی طرف اس کا انتساب ثابت کرے۔ نیز ابن معین کی طرف مفتی دیوبندیہ کی منسوب کردہ بات ہی سے ثابت ہو گیا کہ ابن معین اور ان کے اصحاب کا مذہب و مسلک ابوحنیفہ کے مذہب و مسلک سے مختلف تھا، اس کے بعد مفتی دیوبندیہ نے بحوالہ **تذکرہ الحفاظ** جو ہذیاں سرائی کی ہے، اس کی حقیقت ہمارے گزشتہ صفحات سے واضح ہے اور بحوالہ خیرات حسان مفتی دیوبندیہ کی کہی بات بھی مجموعہ اکاذیب ہے، کیونکہ ہم بتلا آئے ہیں کہ خیرات حسان میں منقول روایات بلا سند اور مکذوب ہیں، اقران کا قول ہر شخص کی بابت مردود نہیں ہوتا، مفتی دیوبندیہ کو کسی سلفی درسگاہ میں پڑھنا چاہیے تھا، تاکہ انھیں اصل بات معلوم ہو جاتی کہ امام ابوحنیفہ کے اقران اور غیر اقران سبھی محدثین نے تجریح کی ہے، مفتی دیوبندیہ کو اور ان کے فرقہ کے لوگوں کو اس کی خبر ہی نہیں۔ دیوبندی لوگ ہماری کتاب "**اللمحات**" پڑھیں۔

مفتی دیوبندیہ کی مزید تلبیس کاری:

مفتی دیوبندیہ مہدی حسن نے کہا:

''امام احمد کا قول مذکور ان کے قاعدہ اور اصل کے معارض ہے، کیونکہ **تنسيق النظام** میں ہے کہ "صرح ابن تيميه والتقي السبكى، والسخاوى أن الإمام لا يروي إلّا عن ثقة" یعنی امام

ابن تیمیہ، تقی سبکی وسخاوی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ امام احمد ثقہ ہی سے روایت کرتے ہیں۔" الخ

(ماحصل از کشف الغمة، ص:٢٤).

ہم کہتے ہیں "تنسیق النظام" نامی کتاب کا فرقہ دیوبندیہ تعارف کرائے اور یہ بتلائے کہ " تنسیق النظام" میں صرف ابن تیمیہ وسبکی وسخاوی کا نام لیا گیا ہے اس پر مفتی دیوبندیہ نے وغیرہ کا اضافہ کرکے الحاق وتحریف والی یہودی عادت اختیار کی ہے اور تحریف اور الحاق ورد وبدل دیوبندیہ کا شعار ہی ہے۔

امام احمد نے پہلے اصحاب ابی حنیفہ سے پڑھا، اس سے انھیں معلوم ہوا کہ اصحاب ابی حنیفہ ابوحنیفہ ہی کی طرح حق وصواب سے ہٹے ہوئے دین اسلام کے خلاف زور آزمائی کرتے ہیں، لہٰذا انھوں نے اصحاب ابی حنیفہ کو مطلقاً متروک ومجروح قرار دیا ہے۔

مفتی دیوبندیہ کی جہالت آفرینی:

چودہویں صدی ہجری میں پیدا ہونے والی اپنی دیوبندی پارٹی کی نمائندگی کرتے ہوئے مفتی دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے کہا:

"ابوحنیفہ واصحاب ابی حنیفہ کی بابت امام احمد کے جرحی قول کا اعتبار نہیں اور حقیقت میں امام احمد کا یہ قول جرح ہی نہیں، تاکہ ضعف ثابت نہ ہو۔"(ماحصل از کشف الغمة، ص:٢٤)

ہم کہتے ہیں کہ امام احمد نے صاف طور پر کہا: "ابو حنیفه یکذب" اس کے علاوہ امام احمد نے کہا کہ ابوحنیفہ سے خود ان کے اصحاب نے ارتکاب کفر سے توبہ کرائی (عام کتب رجال) کیا کذب وکفر و توبه عن الكفر بھی جرح قادح نہیں، توبہ کے بعد بھی توبہ توڑ کر ابوحنیفہ نے جس بات سے توبہ کی تھی، وہی بات کرنے اور کہنے لگے۔

(والتفصيل في اللمحات) دیوبندیو......! "دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ۔"

جہل مرکب اور مفتی دیوبندیہ:

مفتی دیوبندیہ مہدی حسن نے آگے بڑھتے ہوئے کہا:

"اگر بالفرض امام احمد وغیرہ کی جرح مذکور جرح ہی ہو، تو وہ مجمل ومبہم ہے، جو مقبول نہیں کیوں کہ "ليس لهم بصر بشي من الحديث" قائم مقام "ليس بعدل" وغیرہ کے ہے۔"

کشف اصول بزدوی میں ہے کہ

" أما الطعن من ائمة الحديث فلا يقبل مجملاً اى مبهما بأن قيل هذا الحديث غير ثابت، أو منكر، أو فلان متروك الحديث أو ذاهب الحديث، أو مجروح، أو ليس بعدل من غير أن يذكر سبب الطعن و هو مذهب عامة المحدثين والفقهاء"

’’یعنی ائمہ حدیث کا کسی حدیث یا راوی میں مبہم طعن کرنا معتبر نہیں اور حدیث کو درجہ اعتبار سے گراتا نہیں، مثلاً کوئی محدث یہ کہے کہ فلاں حدیث ثابت نہیں یا منکر ہے یا فلاں راوی متروک الحدیث یا مجروح یا غیر عادل ہے، تو یہ جرح مبہم مقبول نہیں، جب تک سبب طعن و جرح کو ذکر نہ کرے، عام محدثین وفقہاء کا یہی مذہب ہے، لہٰذا صورت مذکورہ وحالت مذکورہ میں اصحاب ابی حنیفہ پر امام احمد کے قول مذکور سے کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔‘‘ (كشف الغمة، ص: ٢٤،٢٥)

ہم کہتے ہیں کس مصطلح حدیث کی کتاب میں ’’ليس لهم بصر بشيء من الحديث، ليس بعدل‘‘ کو جرح مبہم و مجمل کہا گیا ہے؟ جو شخص لیس بعدل کے وصف سے متصف ہو، اس کا ثقہ ہونا، ممکن ہے، شروط عدل کے بعد بھی کسی کی توثیق و تجریح پر بحث ہوسکتی ہے اور جو عدل ہی نہ ہو، وہ لازمی طور پر غیر ثقہ ہے، یہ جرح قطعی طور پر جرح مفصل ہے، جرح مبہم و مجمل ہرگز نہیں، مفتی دیوبندیہ نے دیوبندی مسلک کے تحفظ کی خاطر یہ جھوٹی خانہ ساز بات اپنی طرف سے گڑھ کر اہل علم کی طرف منسوب کردی ہے، اگر دیوبندیہ میں دم ہو، تو کسی مصطلح حدیث کی کتاب سے کسی محدث کا یہ قول مع تعیین کتاب و مطبع و جلد و صفحہ نقل کرے۔ اور یقین ہے کہ فرقہ دیوبندیہ تا قیامت یہ کام نہ کر سکے گا۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ فرقہ دیوبندیہ جہل مرکب کا شکار ہو کر دروغ بافی و کذب بیانی سے اپنا کام بنانے کا عادی ہے۔ کشف اصول بزدوی حنفی کتاب ہے، جو قصر حنفیت کے تحفظ کی خاطر اصول محدثین کے خلاف لکھی گئی ہے، اس میں شک نہیں کہ فلاں حدیث ثابت نہیں یا منکر ہے، سے لازم نہیں آتا کہ اس کی سند کے سبھی رواۃ غیر ثقہ ہیں، ثقہ رواۃ سے مروی کوئی نہ کوئی حدیث غیر ثابت و منکر کسی علت قادحہ کے سبب ہوسکتی ہے، مگر اسے جرح مبہم کہہ کے اسے ثابت و غیر منکر ماننا حد درجہ کی بدعنوانی و جہالت آفرینی ہے، سند ثقات سے مروی جس حدیث کو کوئی امام فن اگر غیر ثابت و منکر کہے، تو اسے ماننا ہوگا، جب تک کہ اصول وضوابط سے اسے ثابت و غیر منکر ثابت نہ کردیا جائے، اور یہ بات راوی پر نہیں بلکہ حدیث پر جرح ہے، اس فرق کو فرقہ دیوبندیہ اپنے جہل مرکب یا مغالطہ اندازی والی عادت کے سبب سمجھتا نہیں یا نا سمجھنے کا جھوٹا دعوی کرتا ہے، فرقہ دیوبندیہ کا حال یہ ہے کہ

تمیز ندارد کمند ہوا
الٹنے کو روئی الٹ دیا توا

اور ’’فلان متروك الحديث‘‘ اور ’’ذاهب الحديث‘‘ محدثین کے یہاں جرح قادح ہے، جیسا کہ کتب

اصول حدیث میں وضاحت ہے، البتہ ''مجروح'' محدثین کے یہاں بھی بعض اعتبار سے جرح غیر مفسر ہے، لیکن لیس بعدل بڑی سخت جرح ہے اور بزدوی کا یہ دعویٰ کذب خالص ہے کہ عام محدثین وفقہاء کا یہی مذہب ہے، ہوسکتا ہے کہ بعض غالی اور اندھے تقلید پرست حنفیہ کے یہاں ایسی ہی بات ہو، مگر بزدوی کا دعویٰ مذکورہ محدثین وفقہاء پر افتراء ہے۔

مفتی دیوبندیہ بصیرت و بصارت سے محروم ہیں:

مفتی دیوبندیہ مہدی حسن دیوبندیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس قول کا (یعنی ابوحنیفہ واصحاب ابوحنیفہ پر امام احمد کے تجریحی قول کا) عداوت واختلاف مذہب پر مبنی ہونا، اس امر سے ظاہر ہے کہ محمد بن نصر مروزی اس قول کو تین رکعات وتر کے بیان میں لاتے ہیں اور تین رکعت وتر ابوحنیفہ وشاگردان ابوحنیفہ کا مذہب ہے، جو مذہب محمد بن نصر مروزی کے خلاف ہے اور اسی خلاف مذہب کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کے بارے میں جو الفاظ مروزی مذکور نے استعمال کیے، وہ مروزی مذکور کی شان میں عیب پیدا کرتے ہیں۔''، ص:۱۲۳، کے طرز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مروزی کو امام ابوحنیفہ پر بہت طیش آرہا ہے، بنابریں فرماتے ہیں کہ:

" و زعم النعمان أن الوتر ثلاث وزعم أنه ليس للمسافر أن يوتر على دابته و زعم أنه من نسي الوتر فذكره في صلاة الغداة بطلت صلاته، و قوله هذا خلاف للأخبار الثابتة عن رسول اللهﷺ و أصحابه و خلاف لما أجمع عليه و إنما أتى من قلة معرفته بالأخبار و قلة مجالسته للعلماء"

''یعنی مروزی کی یہ عبارت بآواز بلند بتا رہی ہے کہ مروزی غصہ میں بھرے ہیں۔ الخ(ماحصل از کشف الغمة،ص:۲۵،۲٦)

ہم کہتے ہیں کہ مفتی دیوبندیہ ابوحنیفہ پر امام احمد کی تجریح والے قول پر بحث کررہے ہیں اور بتلا رہے ہیں کہ امام احمد کا قول عداوت وخلاف مذہب پر مبنی ہے، پھر اپنے اکاذیب پر دلیل دے رہے ہیں کہ یہ بات اس امر سے ظاہر ہے کہ مروزی اسے تین رکعت وتر کے بیان میں لاتے ہیں، ظاہر ہے کہ ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن کے دعوی و دلیل میں مطابقت نہیں، بلکہ مخالفت و تضاد ہے اور دیوبندیہ کی ایسی باتیں بکثرت ہیں، جو ان کے کذاب ہونے پر واضح دلائل ہیں۔

یہ بات اہل علم کو معلوم ہے کہ امام ابوحنیفہ ایک زمانہ میں وتر کو فرض کہتے تھے، پھر اپنی اصطلاح والا واجب کہتے تھے، جس کا درجہ فرض سے کم تر اور سنت مؤکدہ سے برتر ہے، پھر وہ اسے سنت موکدہ کہنے لگے، فرض و واجب والا قول

خلاف نصوص ہونے کے سبب باطل ہے، سنت موکدہ والا قول مطابق نصوص ہونے کے باعث صحیح ہے، جس زمانہ میں وہ وتر کو فرض و واجب کہتے تھے، اس زمانہ کے محدثین وفقہاء ان پر ردّ و قدح کرتے تھے، کیونکہ انکا یہ قول خلاف نصوص ہونے کے ساتھ اجماع امت کے بھی خلاف تھا، جو آدمی نصوص و اجماع کا مخالف ہو، اس پر اہل علم کے ردّ و قدح کو مبنی بر عداوت بتلانا دیوبندیہ کا خالص جھوٹ ہے اور خلاف نصوص و اجماع بات کرنے والے پر اہل علم کا برانگیختہ وخفا ہونا فطری بات ہے، اس خفگی کو دیوبندیہ کا مذموم بتلانا بہت زیادہ بے راہ روی ہے۔

تین رکعت وتر کو سنت ماننا کسی بھی محدث کے نزدیک عیب نہیں، مگر وتر کی نماز ایک رکعت سے لے کر گیارہ رکعات بلکہ بعض روایات کے مطابق تیرہ رکعات تک سنت نبویہ ہے۔ جس سے ابوحنیفہ کو انکار تھا اور صرف تین رکعت ہونے پر اصرار تھا، شریعت جس چیز کو ایک سے گیارہ یا تیرہ رکعت تک مشروع کہے، اسے صرف تین رکعت میں محصور ماننا غلط و بے راہ روی اور نصوص کی خلاف ورزی و اجماع کی مخالفت ہے، اس پر اہل علم کی ابوحنیفہ پر ردّ وقدح فطری بات ہے اور شریعت کا تقاضا بھی یہی ہے۔

پھر تین رکعت وتر امام ابوحنیفہ خلاف نصوص و اجماع پڑھنے کے لیے مصر تھے۔ نصوص میں صراحت ہے کہ تین رکعت وتر اس طرح پڑھنی مسنون ہے کہ دوسری رکعت پر قعدہ کیے بغیر تیسری رکعت کے لیے اٹھ جایا جائے، اگر دوسری رکعت پر قعدہ کرے، تو اسی قعدہ پر سلام پھیر کر تیسری رکعت کے لیے نیا تحریمہ باندھے، نصوص کی خلاف ورزی پر اہل علم کا ردّ وقدح دیوبندیہ کی نظر میں مبغوض ہے، تو دیوبندیہ کا یہ طریق بہت مجرمانہ اور گھناؤنا ہے، اس کی تفصیل ہماری کتاب ''رسول اللہ ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' میں دیکھیں۔

سواری پر مسافر کے لیے وتر پڑھنے کے جواز پر بھی نصوص متواترہ موجود ہیں، جو اس کے غیر فرض و واجب ہونے کی واضح دلیل ہیں۔ ان نصوص کی مخالفت کرنے والے پر اہل علم کا ردّ و قدح اسلامی اصول کے عین مطابق ہے۔ اس پر دیوبندیہ کی لاف زنی بالکل بیہودگی و ہذیاں سرائی ہے، اسی طرح بھول کر وتر نہ پڑھ سکنے والا نماز فجر میں اسے یاد کرے، تو اس کی نماز کے باطل ہونے پر اصرار وہی کرے گا جو نصوص سے جاہل ہو، یہ جاہلیت و لاعلمی والی بات ظاہر ہے کہ عموم نصوص سے ناواقفیت اور مجالس علماء میں قلت حاضری کی واضح دلیل ہے، اس بات کے کہنے والے اہل علم پر دیوبندیہ کی لغوطرازی انتہاء درجہ کی بدتمیزی ہے، اس سلسلے میں دیوبندیہ کے ترجمان مفتی مہدی حسن کی باتیں اکاذیب و مغالطات و تلبیسات سے موسوم کیے جانے کی مستحق ہیں۔ ان کے سارے اکاذیب و مغالطات پر بحث ونظر سے ہم بلحاظ اختصار صرف نظر کرتے ہیں، مفتی مہدی حسن کا عام دیوبندیوں کی طرح یہ دعویٰ خالص جھوٹ ہے کہ ابوحنیفہ کے چار ہزار یا اس سے زیادہ شیوخ ہیں۔ (کشف الغمة، ص: ٢٦)

دیوبندیہ کے اس کذب خالص کا جائزہ ہم نے '' اللمحات'' میں لیا ہے۔ ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن کا

یہ کہنا کہ اس عبارت کے بعد جو انھوں نے امام احمد کا قول نقل کیا، اس کی وجہ سے وہ خود مستحق جرح ہو گئے۔
(ماحصل از كشف الغمة،ص:٢٦)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ خصوصاً ان کے ترجمان مفتی مہدی حسن مدعی ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے جرح کی ہے، تو کیا اس جرح کے باعث ابوحنیفہ خود مجروح ہو گئے، دیوبندیہ کے اصول سے تو یہی لازم آتا ہے۔

ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن کی ہیکڑی بازی:

امام اہل حدیث سیف بنارسی نے "الجوح علی ابی حنیفه" میں لکھا تھا کہ اصحاب ابی حنیفہ کو ابھی رہنے دیجیے، کل کے کل کوفہ والے ایسے ہی تھے، چنانچہ "تدریب الراوی" (ص:١٣) میں ہے کہ کوفہ والوں کی حدیثوں میں کدورت ہے، اور خطیب بغدادی نے کہا کہ کوفہ والوں کی روایتوں میں بہت کدورت ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ نے خود کہا ہے کہ میری بیان کردہ احادیث وغیر احادیث مجموعہ اغلاط و اباطیل ہیں۔ (کما مر) تو کوفہ والوں کی احادیث میں بہت کدورت نہیں رہے گی، تو کیا سراپا نور ہی نور رہے گی؟ امام سیف بنارسی کی اس بات پر ترجمان دیوبندیہ نے بڑی بڑیاں سرائی کی اور فرمایا کہ محدثین کی کتب حدیث کوفہ والوں کی روایات سے بھری ہیں اور فلاں فلاں کوفی عراقی محدث سے عام محدثین نے روایات لی ہیں۔
(ماحصل از كشف الغمة،ص:٢٦ تا ٢٨)

ہم کہتے ہیں کہ کئی بار ہم بیان کر آئے کہ اس طرح کی باتوں سے ثقہ و متدین محدثین مستثنیٰ ہیں اور خود ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے کہا ہے کہ خطیب و صاحب تدریب کی اس بات سے مراد تمام اہل کوفہ نہیں ہیں۔(ماحصل از كشف الغمة،ص:٢٨)

اب ہم کہتے ہیں کہ متعدد و معتبر احادیث نبویہ میں بشمول کوفہ پورے عراق کو زلازل و فتن کا ماوی و ملجا کہا گیا ہے، نیز یہ کہ وہیں سے قرن شیطان (شیطانی گروہ و شیطانی سرگروہ) کا ظہور ہوگا۔(تاريخ فسوي بأسانيد كثيره معتبره:٢/٧٤٦ تا ٧٥٠) جہاں بقول نبوی زلازل و فتن کا مرکز ہو اور وہاں سے شیطانی گروہ و سرگروہ کا ظہور ہو، وہاں اکاذیب و تلبیسات و تدلیسات و مغالطات و فریب کاریاں و مکاریاں دین کے خلاف زور آزمائی ضرور ہوں گی، اس سے صرف انھیں کو مستثنیٰ مانا جاسکتا ہے، جن کے مستثنیٰ ہونے پر دلائل معتبرہ قائم ہوں، اس عموم نصوص نبویہ سے امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اساتذہ اور تلامذہ و اصحاب کے مستثنیٰ ہونے پر جو دلیل قائم ہو، اس پر ہم مطلع ہونا چاہتے ہیں۔ دیوبندیہ اس سلسلے میں زور لگا کر دیکھ لیں، حافظ ابن حبان نے واضح طور پر لکھا کہ ابوحنیفہ کا ظہور اسی نجد سے ہوا، جسے احادیث میں عراق کہا گیا ہے۔

المجروحین (٣/٦٢، ٦٣) میں ہے:

”و كان أبوه أي أبو أبي حنيفة مملوكا لرجل من بني ربيعة من تيم الله من نجد“

یعنی ابوحنیفہ کے باپ بنو ربیعہ کے غلام تھے، جو نجد کے اصل باشندہ تھے۔

(ملاحظہ ہو: المجروحين: ۳/۶۲، ۶۳) یہاں نجد سے مراد عراق ہی ہے۔ (كما لا يخفى)

”و قال: قبيصة بن عقبة حدثنا سفيان (الثوري) عن فرات القزاز عن كعب قال أراد عمر أن يأتي العراق فقال: له كعب إن بها عصاة الحق و كل داء عضال فقيل له ما الداء العضال فقال: أهواء مختلفة ليس لها شفاء“

یعنی حضرت عمر بن خطاب خلیفہ راشد نے عراق جانے کا ارادہ کیا، تو ان سے کعب احبار نے کہا: عراق میں حق کے نافرمان ہیں اور وہاں ہر طرح کا داء عضال ہے، ان سے پوچھا گیا کہ ”داء عضال“ سے کیا مراد ہے؟ کعب احبار نے کہا: نوع بہ نوع ایسی بدعات جن کا کوئی علاج نہیں کہ شفاء حاصل ہو۔“

(تاریخ فسوي: ۲/ ۷۵۱، ومتعدد کتب تاریخ ورجال)

نیز حضرت عمر فرماتے ہیں:

اے اہل کوفہ تم نے اپنی شرارتوں سے مجھے ایسے پریشانی میں مبتلا کیا، جس کا کوئی علاج نہیں اور داء عضال مسلط کردی جس سے شفا ممکن نہیں۔ (تاريخ فسوي: ۲/ ۷۵٤)

یہ روایت کی سند معتبر و صحیح ہے اور یہ معروف بات ہے کہ عراق حق وصواب سے منحرف لوگوں کا مرکز تھا اور وہاں جس داء عضال کی ساری اقسام پائے جانے کا ذکر حدیث فاروقی میں ہے، اس سے مراد امام مالک نے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو لیا ہے، جو اسانید متواترہ معتبرہ سے منقول ہے، ہو سکتا ہے کہ بعض لوگوں کے نقطہ نظر سے اس سے ابوحنیفہ کو مراد لینا صحیح نہ ہو، لیکن جس قسم کی بدعات قبیحہ صحیح طور پر امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہیں، انھیں دیکھتے ہوئے امام مالک کی کہی ہوئی اس بات میں کہ اس سے مراد ابوحنیفہ ہیں، امام مالک کو معذور سمجھا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ امام مالک، امام ابوحنیفہ پر تجریحات شدیدہ قادحہ کیے ہوئے ہیں، ہم ان کی نقل سے صرف نظر کرتے ہیں، اہل علم پر اس کی تحقیق اور فیصلہ چھوڑتے ہیں۔

کئی اسانید معتبرہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق عراقیوں خصوصاً کوفیوں کی شرانگیزیوں و فتنہ پروری سے عاجز آ کر بول پڑے:

” يا أهل الشام استعدوا لأهل العراق، فإن الشيطان قد باض فيهم و فرخ، اللهم إنّهم قد لبسوا علي، فلبس عليهم و عجل عليهم بالغلام الثقفي يحكم فيهم بحكم الجاهلية لا يقبل من محسنهم و لا يتجاوز من مسيئهم“

”یعنی اے اہل شام! تم عراقیوں کی فتنہ سامانی کی سرکوبی کے لیے تیار رہو، ان عراقیوں میں شیطان نے انڈے بچے دے رکھے ہیں، اور اللہ ان پر معاملات کو گڈ مڈ کر دے، جیسا کہ انھوں نے میرے ساتھ کیا، اور جلد ہی ان پر ثقفی جوان (مراد حجاج بن یوسف ثقفی یا زیاد ثقفی یا عبداللہ بن زیاد ثقفی یا سبھی کو) مسلط کر دے، جو ان پر جاہلی قوانین نافذ کرے، ان کے محسنین کے بھلے کام قبول نہ کرے، نہ بدکرداروں سے درگزر کرے۔“ (تاريخ فسوي:٢/٢٩، و ص:٧٥٤، ٧٥٥، والبداية والنهاية:٩/١٣٢، و عام كتب تاريخ و رجال)

حضرت حسن بن علی بن ابی طالب پانچویں خلیفہ راشد نے اہل عراق کو بلا کر کہا کہ تم نے تو بہت فسادات مچائے، مگر ان میں تمہارے تین فسادات مجھے بھولے نہیں، تم نے میرے باپ علی مرتضیٰ کو شہید کیا، تم نے میرے پیٹ میں نیزے گھونپے، تم نے میرے جوتے اور چادر تک چرا لیے۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: تم نے میرے خیمے میں لوٹ پاٹ مچائی۔ (تاريخ فسوي:٢/٧٥٣، و تاريخ خطيب:١/١٣٩، و عام كتب تاريخ و رجال)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اہل عراق ہم اللہ و رسول کی باتوں کا علم زیادہ رکھتے ہیں اور تم اللہ و رسول پر افتراء پردازی و کذب بیانی میں زیادہ ماہر ہو۔ (تاريخ فسوي:٢/٧٥٨/٧٥٩، متعدد كتب مصطلح ورجال و تاريخ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اہل عراق سے کہا کہ تم ہماری طرف ایسی خانہ ساز باتیں منسوب کرتے ہو، جو ہماری کہی نہیں ہوتی ہیں۔ (تاريخ فسوي:٢/٧٥٩، و متعدد كتب مصطلح الحديث، و رجال، سيرو، تاريخ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم ایک حدیث بیان کرتے ہیں، تو اہل عراق اسے جھوٹ کے بل پر ایک سو احادیث بنا لیتے ہیں۔ (تاريخ فسوي:٢/٧٥٩، و متعدد كتب مصطلح حديث. و رجال و سير و تاريخ)

امام زہری نے کہا کہ اہل کوفہ (عراق) کی احادیث میں دغل وفشل و دھوکہ، وفریب زیادہ ہے۔ (تاريخ فسوي:٢/٧٦٠، إحكام الأحكام لابن حزم، و عام كتب رجال و تاريخ و سير و مصطلح حديث) انہی زہری نے کہا: ہمارے یہاں (حجاز) سے حدیث نکلتی ہے، تو ایک بالشت لمبی ہوتی ہے، پھر عراق میں جا کر وہ ہاتھ بھر کی ہو جاتی ہے۔ (تاريخ فسوي:٢/٧٦١) حضرت ابودرداء نے کہا: علمی باتیں عراقی سب سے زیادہ پوچھنے والے ہیں، مگر نصوص کے بہت زیادہ ترک کنندہ ہیں۔ (تاريخ فسوي:٢/٧٧٢) وغیرہ۔

شاگرد ابی حنیفہ رحمہ اللہ، ابویوسف نے کہا: ابوحنیفہ جہمی بھی تھے اور مرجی بھی۔ (تاريخ فسوي: ٢/٧٨٢/ ٧٨٣، تاريخ خطيب:١٣/٤٠١، ٤٠٢) یہ بات تواتر معنوی سے ثابت ہے، ہماری کتاب ”اللمحات“ دیکھیں۔

بہت سارے ائمہ محدثین نے کہا کہ ابوحنیفہ اسلام کی ایک ایک کڑی توڑتے رہتے تھے یہ روایت متواتر المعنی ہے اسے " اللمحات "میں دیکھیں۔(تاریخ فسوي:۲/ ۷۸۳،۷۸٤)

حضرت عبداللہ بن مبارک کہا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ بدعت پرست مرجی ہیں یہ بات بسند معتبر ثابت ہے، ہماری کتاب "اللمحات" دیکھیں۔(تاریخ فسوي:۲/ ۷۸۳، و تاریخ خطیب:۱۳/ ۳۷۵)

امام ابن عون وسلیمان بن حرب کہتے تھے کہ ابوحنیفہ واصحاب ابوحنیفہ "یصدون عن سبیل اللہ" کے قرآنی بیان کے مصداق ہیں۔(تاریخ فسوي:۲/۷۸۹، و تاریخ خطیب: ۱۳/ ۳۹۹)

یہ بیان ہو چکا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے ابوحنیفہ کو "یکذب" سے متصف کیا ہے، اس طرح کی بات دوسرے ائمہ حدیث نے بھی کہی ہیں، بعض کا ذکر تاریخ فسوی (۲/ ۷۸۷، ۷۸۸، ۲/ ۷۹۳ وغیرہ) میں ہے اور کئی کا ذکر تاریخ خطیب و عام کتب رجال میں ہے، اس طرح کی بہت ساری روایات ہیں، پھر بھی دیوبندیہ مدعی ہیں کہ احادیث اہل کوفہ میں تکدر نہیں:

ہوشیار اے دیوبندیہ ہوشیار
جھوٹ بکنے کی سزا ہے ذل و نار
کذب کے عادی کو ہے مرغوب کذب
گرچہ ہے اسلام میں مذموم کذب

امام ابوحنیفہ پر تجریح ابن المدینی:

امام اہل حدیث سیف بنارسی نے کہا تھا کہ تخریج ہدایہ ابن حجر کے حاشیہ ،ص:۹۳، میں ہے کہ:

" قال: صاحب المنتظم: عن عبد الله بن علي بن المديني قال: سألت أبي عن أبي حنيفة فضعفه جداً"

یعنی ابن المدینی نے کہا کہ ابوحنیفہ بہت زیادہ ضعیف ہیں۔

اس پر ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے بہت زیادہ مشتعل ہو کر پہلے ایک شعر لکھا۔

ہوشیار اے چرخ گردوں ہوشیار
دیکھ ہم نے آہ آتش بار کی

ہم اس دیوبندی شعر گوئی کا جواب اس صفحہ کے پہلے والے صفحہ کے آخر میں شعر ہی میں دے آئے ہیں۔یعنی

ہوشیار اے دیوبندیہ ہوشیار
جھوٹ بکنے کی سزا ہے ذل و نار

کذب کے عادی کو ہے مرغوب کذب
گرچہ ہے اسلام میں مذموم کذب

پھر ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن امام اہل حدیث سیف بناری کے خلاف اسی اکاذیب پرستی کے تحت کہتے ہیں:

''ناظرین یہ وہ عبارت ہے جس پر مؤلف رسالہ (امام اہل حدیث سیف بناری) کو ناز ہے، اسی وجہ سے حافظ ابن حجر کو مضعفین ابی حنیفہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ الی ان قال۔ حافظ ابن حجر کی تصریحات سے معلوم ہوگیا کہ ابوحنیفہ ان کے یعنی حافظ ابن حجر کے نزدیک ثقہ ہیں۔''

تیسری عرض یہ ہے کہ جو قول مؤلف (امام اہل حدیث سیف بناری) نے نقل کیا، وہ حافظ ابن حجر کی کتاب ''درایۃ'' میں نہیں، جیسا کہ عبارت صاحب رسالہ (امام اہل حدیث سیف بناری) سے ظاہر ہے پس اس کو حافظ ابن حجر کی طرف منسوب کر کے انھیں مضعفین ابی حنیفہ میں شمار کرنا ایک اور جھوٹ اور افتراء اور لوگوں کو دھوکہ دینا۔

ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

اگر یہ حافظ ابن حجر کی عبارت ہوتی، تو درایہ میں بیان کرتے، افسوس ہے ایسی جہالت و نادانی پر اس سے دامن ابی حنیفہ کی ثقاہت پر کوئی داغ نہیں پڑ سکتا۔ چوتھے صاحب المنتظم اور ابن المدینی کے بیٹے عبداللہ کے درمیان بہت فاصلہ ہے، سند میں انقطاع ہے، جب تک بطریق صحیح متصل ثابت نہ ہو، قابل اعتبار نہیں۔ پانچویں یہ منقطع السند قول ابن مدینی کے دوسرے قول کے منافی ہے کہ ابوحنیفہ ثقہ ہیں، اسے ابن حجر مکی نے خیرات حسان کی اڑتیسویں فصل میں نقل کیا ہے، جو مقدمہ عقود الجواهر میں منقول ہے، الخ۔'' (ملخص از كشف الغمة، ص: ۲۹ تا ۳۲)

ہم کہتے ہیں کہ امام اہل حدیث سیف بناری نے بھی یہی صراحت کی ہے کہ قول ابن جوزی حاشیہ درایہ میں منقول ہے، پھر ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے کیوں شعلہ بیانی و آتش بازی کر رکھی ہے، حافظ ابن حجر کی کسی ایک بھی تصریح سے نہیں ثابت ہے کہ انھوں نے توثیق ابی حنیفہ کی ہے، یہ دیوبندیہ کے اکاذیب میں سے ہے، حافظ ابن حجر نے توثیق ابی حنیفہ میں کچھ اقوال نقل کر دیے ہیں جو مکذوبہ ہیں۔ (كما سياتي)

جھوٹ و افتراء و دھوکہ و جہالت و نادانی پر مذہب دیوبندیہ و قصر دیوبندیت قائم ہے دوسروں پر اس کا الزام دینا خالص دیوبندی جھوٹ ہے۔ صاحب المنتظم اور ابن المدینی کے لڑکے عبد اللہ کے درمیان طویل فاصلہ کے سبب اگر سبب منقطع ہے اور فرقہ دیوبندیہ صرف صحیح اور متصل سند کو معتبر مانتا ہے، تو حافظ ابن حجر نے جن لوگوں کی طرف سے توثیق ابی حنیفہ نقل کی ہے، ان کی اسانید ان لوگوں تک صحیح و متصل ہیں، جنھیں حافظ ابن حجر نے نقل کیا

ہے ،بلاشک یہ اَسانید مکذوبہ ہیں، جیسا کہ تفصیل آ رہی ہے۔ ابوحنیفہ کی توثیق میں ابن المدینی کا جو قول بحوالہ خیرات حسان لابن حجر مکی منقول ہے، کیا اس کی سند متصل صحیح ہے؟ جب کہ ابن حجر مکی و ابن مدینی کے درمیان صدیاں حائل ہیں اور بلاشک وشبہ ابن حجر مکی کی یہ نقل مکذوب ہے، یہ دیوبندیہ کی کارستانی ہے کہ انھوں نے دیوبندی مصالح کے پیش نظر المنتظم کی وہ جلدیں نہیں شائع کیں، جن میں ابوحنیفہ اور ان کے آباء واجداد و وطن و جائے پیدائش اور حسب ونسب نیز ان کے اساتذہ وتلامذہ کا ذکر ہے، ورنہ حافظ ابن الجوزی عام طور سے اپنی نقل کردہ باتوں کی سندیں بیان کرنے کا التزام کرتے ہیں، لیکن ہم دوسری کتابوں میں سے نقل کررہے ہیں، ملاحظہ ہو:

” قال: الخطيب: أخبرني علي بن محمد المالكي أخبرنا عبد الله بن عثمان الصفار أخبرنا محمد بن عمران الصيرفي: حدثنا عبد الله بن علي بن المديني، قال: سألته يعنى أباه عن أبي حنيفة صاحب الراى فضعفه جداً و قال: لو كان بين يدى ما سألته عن شيئ، وروى خمسين حديثاً أخطأ فيها“

یعنی ابن المدینی نے ابوحنیفہ صاحب الرای کو بہت زیادہ ضعیف کہا اور کہا کہ ابوحنیفہ اگر میرے سامنے ہوتے، تو میں ان سے کچھ نہ پوچھتا، ابوحنیفہ نے پچاس احادیث بیان کیں، ان سب کے بیان میں غلطی کے مرتکب ہوئے۔(خطیب:۱۳/۴۵۰)

اس روایت کی سند معتبر وصحیح ہے، اپنے جس لڑکے عبد اللہ بن علی بن مدینی کے پوچھنے پر امام علی بن المدینی نے یہ بات کہی تھی، وہ ثقہ ہیں۔(تاریخ خطیب:۱۰/۹،۱۰)

اور عبد اللہ بن علی بن المدینی سے اس کے ناقل محمد بن عمران بن موسیٰ ابو احمد صیرفی ثقہ ہیں۔(خطیب:۳/۱۳۴،۱۳۵) اور محمد بن عمران صیرفی سے اس کا ناقل عبد اللہ بن عثمان الصفار ابو محمد ثقہ ہیں۔(خطیب:۱۰/۴۰) اور صفار سے اسے نقل کرنے والے حافظ خطیب کے استاذ علی بن محمد مالکی ہیں، جن کی بابت حافظ خطیب نے کہا:

”کتبنا عنه و كان ثقة“(خطیب:۱۲/۹۷)

اب فرقہ دیوبندیہ اپنے ترجمان مفتی مہدی حسن کی قبر پر چلہ کشی کرکے ان کی روح سے پوچھے کہ یہ سند متصل صحیح ہے؟ پھر تم نے اپنی جہالت مرکبہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کیوں اس کی متصل صحیح سند پر بدزبانی و جہالت آفرینی کی؟ اور حافظ ابن الجوزی تو حافظ خطیب سے عمر میں کہیں مقدم ہیں،[1] ان کی سند تو اور عالی ہوگی اور واسطے کم ہوں گے،

[1] امام ابن الجوزی ۵۱۰ھ کو پیدا ہوئے اور ۵۹۷ھ میں انھوں نے وفات پائی، جب کہ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ ۳۹۲ھ کو پیدا ہوئے اور انھوں نے ۴۶۳ھ کو وفات پائی، اس لحاظ سے خطیب بغدادی رحمہ اللہ امام ابن الجوزی سے عمر میں مقدم ہیں۔(ناشر)

جو اس بات کی دلیل ہے کہ ابوحنیفہ کی تجریح پر ابن مدینی سے انھوں نے صحیح متصل سند پر اعتماد کیا ہے۔

ہوشیار اے دیوبندیہ ہوشیار
کذب بیانی ہے تیرا اچھا شعار
حشر تیرا ہوگا بے شک عار ونار

نیز

اگر جھوٹ بکنے کی کوئی سزا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے
گنہگار وہاں چھوٹ جائیں گے سارے
جہنم کو بھر دیں گے دیوبندیہ سارے

اب دیوبندیہ کو چاہیے کہ اہل حدیث کے خلاف اپنے ذکر کردہ یہ اشعار اپنے اوپر منطبق کرے:

یوں تو ہر ایک کیا کرتا ہے دعویٰ حق کا
چھاچھ کو اپنی بتاتا نہیں کوئی کھٹا
زر کو جس وقت کسوٹی پہ کسا جائے گا
حال کھل جائے گا سب اس کے کھرے کھوٹے کا
لاکھ تانبے پہ ملمع کو چڑھائے کوئی

(کشف الغمۃ،ص:۳۰،۳۱)

نیز

دیو کے بندے بنالی ہے یہ عادت کیسی
تیری تحریر نہیں جھوٹ سے خالی ملتی
یہ طبیعت بھلا حاصل ہوئی کیسے تجھ کو
کوئی سچ بات نہیں بولنی آتی تجھ کو
تو ہی بول تیرا حشر کیا ہو گا آخر
کذب کا جھوٹ کا انجام بتا تو ہی کیا ہوگا آخر
تم نے اس شعر کو کس واسطے لکھ رکھا ہے
سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدہ میں شیخ جی صاحب

یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں
اس کی مصداق تیری ساری درسگاہیں ہیں
یعنی کہ میکدہ ہیں پھر بھی درسگاہیں ہیں
ان سے پی کے تم بدمست رہا کرتے ہو
اور علماء پہ آوازے کسا کرتے ہو
تم ملمع سازی کے ماہر ہو یہی کام کیا کرتے ہو

تم ذہن میں سودا کا ایک شعر رکھو:

سنبھل کے پاؤں رکھنا دشت خار میں مجنوں
کہ اس دشت میں سودا برہنہ پا بھی ہے

دیوبندیوں کی منطق اتنی الٹی وعجیب ہے کہ وتر کو فرض قرار دینے کے باوجود نمازوں کی تعداد فجر وظہر وعصر و مغرب وعشاء صرف پانچ گناتے ہیں، وتر کو ان پانچوں فرض نمازوں میں شامل کر کے فرض نمازوں کو چھ کہنا چاہئے، مگر اپنی چھ فرض نمازوں کو یہ لوگ صرف پانچ کہتے ہیں، یہ دیوبندیہ کی الٹی منطق ایسی ہے جس پر ائمہ اسلام کا تبصرہ ہے کہ دیوبندیہ کے امام ابوحنیفہ کو ایک سے لے کر چھ تک کی گنتی بھی نہیں آتی تھی۔(قیام اللیل للمروزی و متعدد کتب رجال) اسی بناء پر امام ابن المبارک امام ابوحنیفہ کو علم حدیث میں یتیم و یسیر یعنی بالکل ہی علم حدیث سے ناواقف کہتے تھے۔

تنبیہ:

ناظرین کرام کو معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابن مدینی کا یہ کہنا صحیح متصل سند سے ثابت ہے کہ ابوحنیفہ ضعیف جداً ہیں اور یہ کہ وہ پچاس احادیث کی روایت کرتے تھے، تو ہر ایک میں غلطی کر بیٹھتے تھے، امام ابن مدینی کے اس قول کی تائید خود امام ابوحنیفہ نے کرتے ہوئے کہا کہ میری بیان کردہ احادیث و غیر احادیث مجموعہ اغالیط و اباطیل ہیں۔(كما مر)

امام ابن الجوزی کیا فرماتے ہیں؟

امام ابن الجوزی ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی کی ایک مشہور و معروف کتاب "الضعفاء والمتروكون" ہے، اس کتاب تک تو ہماری رسائی نہیں ہو سکی، مگر اس سے "نشر الصحيفة في ذكر الصحاح من أقوال أئمة الجرح والتعديل في أبي حنيفة" کے صاحب وسائل کثیرہ مصنف نے امام ابن الجوزی کا یہ قول نقل کیا ہے:

" النعمان بن ثابت أبوحنيفة، قال: سفيان الثوري: ليس بثقة، وقال: يحيى بن معين: لا يكتب حديثه، و قال: مرة أخرى: هو أنبل من أن يكذب، و قال: النسائي: ليس بالقوي في الحديث و هو كثير الغلط و الخطأ على قلة روايته، و قال: النضر بن شميل، هو متروك الحديث، و قال: ابن عدي عامة ما يرويه غلط و تصحيف و له أحاديث صالحة و ليس من أهل الحديث۔"

''یعنی نعمان بن ثابت ابوحنیفہ کو سفیان ثوری نے ''لیس بثقة'' کہا۔ ابن معین نے " لا يكتب حديثه" کہا، امام نضر بن شمیل نے '' متروک الحدیث'' کہا۔ امام ابن عدی نے کہا ابوحنیفہ کی روایت کردہ عام روایات مجموعہ اغلاط وتصحیف ہیں ان کی کچھ احادیث صالحہ بھی ہیں اور موصوف ابوحنیفہ اہل حدیث نہیں ہیں۔[نشر الصحيفة،ص:٣٠٤،الضعفاء والمتروكون لابن الجوزي: ١٦٣/٣]

یہ معلوم ہے کہ "لیس بثقة " و " لا يكتب حديثه" و " ليس بالقوي في الحديث كثير الغلط والخطأ" ، " ليس من أهل الحديث" قادح ترین قسم کی تجریحات ہیں اور''هو انبل من ان يكذب" ساقط الاعتبار وغیر معتبر ہونے کے منافی نہیں، بلکہ کذاب ہونے کے بھی منافی نہیں، جب کہ کسی امام جرح و تعدیل نے کذاب کہا ہو، دریں صورت "أنبل من أن يكذب" کو قائل کے عالم کی حد تک محدود مانا جائے اور متعدد ائمہ جرح و تعدیل نے امام ابوحنیفہ کو "كان يكذب" سے متصف کیا ہے، دریں صورت قلیل تعداد والوں کے بالمقابل کثیر تعداد والے ائمہ جرح وتعدیل کی بات کو راجح قرار دینے دینا اہل علم کا اصول ہے ، نیز جرح کا تعدیل پر مقدم ہونا مسلم اصول ہے۔ اور "له احاديث صالحة" توثیق نہیں، تجریح ہی ہے۔ کتب اصول حدیث کی طرف مراجعت کریں۔

الحاصل: امام ابن الجوزی نے متعدد ائمہ جرح وتعدیل سے امام ابوحنیفہ کی سخت تجریح نقل کی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ بھی اس بات سے خوب واقف ہے کہ امام ابن الجوزی نے امام ابوحنیفہ پر بڑی سخت اور تیز وتند قادح واثر انداز تجریحات کی ہیں، فرقہ دیوبندیہ کی سازش سے امام بخاری کے خلاف خصوصاً اور تمام محدثین اور اہل حدیث کے خلاف عموماً دیوبندیہ کی شرح بخاری کے نام سے لکھی جانے والی کتاب'' أنوار الباري'' بھی امام ابوحنیفہ کی طرح مجموعہ اباطیل و بدبودار طومار اکاذیب ہے۔ اس میں دیوبندیہ نے ابوحنیفہ پر ابن الجوزی کی تجریحات شدیدہ کا شکوہ بڑے پیمانے پر کیا ہے اور ابن الجوزی کے نواسے سبط ابن الجوزی جو رافضی ہو گئے تھے اور حنفی مالداروں سے اموال بٹورنے کے لیے حنفیت کا لبادہ فریب دہی کے واسطے پہن لیا تھا، اس رافضی بدباطن وفریب کار، وعیار و بدقماش سے احناف نے خوب زیادہ روپے اور ساز وسامان دے کر، اپنے نانا امام ابن الجوزی اور عام حق پرست اہل حدیث کے خلاف زہریلی کتابیں لکھوائیں۔ ابن جوزی کے اس دین فروش ایمان فروش ، امانت و دیانت فروش،

بدقماش، ضمیر فروش نواسے نے دامِ حنفیت میں مل کر اہلِ حدیث، محدثین اور حق پرست اہلِ علم وفضل کی شان میں بہت بڑا طوفان بے تمیزی کھڑا کیا، مگر کذاب رافضی کے اکاذیب پر سلیم الطبع لوگ کیسے دھیان دینے والے تھے؟

حافظ ابن حجر پر ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن کا افتراء:

مفتی مہدی حسن لکھتے ہیں:

''حافظ ابن حجر کی کتاب ''تقریب التہذیب'' میں أقرب إلی الصواب و أعدل و صحیح قول لکھنے کی شرط ہے، اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے امام ابوحنیفہ کے ضعیف ہونے کا وہم بھی ہو، وہ فرماتے ہیں:

" النعمان بن ثابت الكوفي أبوحنيفة الإمام يقال: أصله من فارس و يقال: مولى بني تيم، فقيه مشهور من السادسة، مات سنة خمسين و مائة على الصحيح، و له سبعون سنة، روى له الترمذي والنسائي۔"

اگر ابوحنیفہ حافظ ابن حجر کے نزدیک ضعیف ہوتے یا ان کو ان کی تضعیف کا علم صحیح طور پر ہوتا، تو ضرور تقریب میں اپنی شرط کے مطابق لکھتے، معلوم ہوتا ہے یاروں کی گھڑی ہوئی بات ہے، یہ بات نامہ بر کی بنائی ہوئی سی ہے۔

حافظ ابن حجر پر بہتان باندھا کہ نہ معلوم آپ کس جنون میں تھے، جس وقت رسالہ تصنیف فرمایا: غالباً کوئی کتاب اٹھا کر نہ دیکھی، ورنہ کبھی اس قسم کی بکواس سرزد نہ ہوتی۔(ملخص از کشف الغمۃ، ص: ۲۹، ۳۰)

ہم کہتے ہیں ''تقریب التہذیب'' میں جس طرح کوئی لفظ ایسا نہیں، جس سے ابوحنیفہ کے ضعیف ہونے کا وہم ہو، اسی طرح اس میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں، جس سے توثیق وتصدیق یا قریب ترین معتبر ہونے کا وہم ہو، یہ پوری بات ظاہر کیے بغیر مفتی دیوبندیہ کا مذکورہ بیان خالص دیوبندی تلبیس و تدلیس و مغالطہ اندازی و فریب کاری و جعل سازی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حافظ ابن حجر کو وہ سارے مراجع کا علم تھا، جن میں ابوحنیفہ کی سخت تجریح کی گئی ہے، مگر یہ حافظ ابن حجر ہی بتلا سکتے ہیں کہ انھوں نے تقریب میں کس مصلحت سے امام ابوحنیفہ کی تجریحات کثیرۃ کے ذکر سے احتراز کیا، البتہ دیوبندیہ مراقبہ یا قبروں پر چلہ کشی کے ذریعہ مردوں سے احوال معلوم کرنے کا مؤقف رکھتے ہیں، وہ بذریعہ مراقبہ و چلہ کشی یا کسی بھی ذریعہ سے حافظ ابن حجر سے معلوم کریں کہ انھوں نے تقریب التہذیب میں ایسا کیوں نہیں کیا؟ ہمارا ظن غالب ہے کہ انھوں نے محض حنفیہ کے شرور وفتن سے بچنے کے لیے ایسا کیا۔

البتہ حافظ ابن حجر نے بصیغہ تمریض کہا: ''يقال: أصله من فارس'' جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک ابوحنیفہ کا فارسی الاصل و آزاد خاندان کا ہونا غیر صحیح اور غلط بات ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ جب سے چودھویں صدی میں

پیدا ہوا، تب سے اپنی ساری توانائی سے یہ ثابت کرنے میں غلطاں و پیچاں ہے کہ ابوحنیفہ فارسی الاصل آزاد خاندان کے ہیں، ان پر یا ان کے خاندان پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا، نیز ان پر یہ حدیث نبوی منطبق ہوتی ہے کہ "لو كان العلم معلقا بالثريا لناله رجال من أهل فارس" ہم نے اپنی کتاب "اللمحات" میں امام ابوحنیفہ کے فارسی الاصل ہونے کا جائزہ لے کر بتلایا کہ موصوف کابلی الاصل، نبطي النسل نصراني المذهب تھے، اس لیے ان پر مذکورہ حدیث نبوی کو منطبق کرنا دیوبندیہ کی افتراء پردازی ہے، جس کا انجام جہنم رسید ہونا ہے۔

نیز حافظ ابن حجر نے ابوحنیفہ کو مولی بنی تیم ہونا بھی بصیغہ تمریض نقل کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مولی بن تیم ہونا بھی غلط ہے۔ ہم نقل کر آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے محض دھاندلی سے کام لے کر اپنے کو " مولى بني تيم" کہا ہے۔

نیز حافظ نے تقریب میں ابوحنیفہ کو طبقہ سادسہ کا راوی کہا ہے، جس کا مطلب ہے کہ ابوحنیفہ کسی بھی صحابی کے دیدار سے مشرف نہیں ہو سکے، مگر فرقہ دیوبندیہ اور جن عناصر سے یہ فرقہ تولد پذیر ہوا ہے، اس نے ہزاروں اکاذیب کے ذریعہ متعدد صحابہ سے ابوحنیفہ کے سماع وتحدیث و مصاحبت کا دعویٰ کر رکھا ہے۔

اور ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے حافظ ابن حجر پر افتراء کر رکھا ہے کہ انھوں نے کہا: "روى له الترمذي والنسائي"، اگر مفتی مہدی حسن کے حامی تقریب میں یہ لفظ دکھلا دیں، تو ہم مان لیں گے کہ اتفاق سے ایک آدھ بار دیوبندیہ سچ بھی بول دیتے ہیں، البتہ تقریب میں امام ابوحنیفہ کے ترجمہ کے ساتھ معلوم نہیں کس نے "ت س" کا نشان لگا رکھا ہے، مگر تهذيب التهذيب میں حافظ ابن حجر کی تصریح ہے کہ ترمذی ونسائی کے عام نسخوں میں ابوحنیفہ کی روایت نہیں ہے، بعض نسخوں میں پہلے تھی، مگر ہم نے "اللمحات" میں کہا ہے کہ خود امام ترمذی ونسائی نے طریق ائمہ متقدمین پر عمل کرتے ہوئے اپنی کتابوں سے امام ابوحنیفہ کی جو ایک ایک روایت تھی بھی اسے خارج کر دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث پر بہتان و افتراء کا الزام واتہام لگانے والے دیوبندیہ خود بہت بڑے افتراء پرداز و بہتان تراش وکذاب ہیں، جو دوسروں پر جھوٹے الزام تھوپ دینے کے عادی ہیں۔

ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن کی حافظ ابن حجر پر مزید افتراء پردازی:

مفتی مہدی حسن نے کہا:

"حافظ ابن حجر کی کتاب تقریب ان کی مفصل کتاب تهذيب التهذيب کی تلخیص ہے، اس میں یحییٰ بن معین سے امام ابوحنیفہ کی توثیق نقل کی ہے، چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے:

" قال: محمد سمعت يحيى بن معين يقول كان أبوحنيفة لايحدث بالحديث إلاّ بما يحفظه و لا يحدث بما لا يحفظه وقال: صالح بن محمد الأسدي كان أبوحنيفة

ثقة في الحديث۔"

اس عبارت نے میدان صاف کر دیا، ورنہ ضرور اس کو ردّ کرتے اور تضعیف ثابت کرتے۔(کشف الغمۃ،ص:۲۹، ۳۰)

ہم کہتے ہیں کہ حافظ ابن حجر کی تهذيب التهذيب امام مزی کی تهذيب الكمال کی تلخیص ہے اور مفتی مہدی حسن نے ابن الجوزی کی نقل کردہ تجریح ابی حنیفہ عن ابن المدینی بواسطة عبد الله بن علي بن المديني پر یہ تنقید کی ہے کہ ابن الجوزي نے عبداللہ بن المدینی کا زمانہ نہیں پایا، لہٰذا یہ سند منقطع ہے اور متصل صحیح سند سے یہ تجریح ثابت نہیں، اس لیے غیر معتبر ہے۔(کشف الغمۃ،ص:۳۱)

اس لیے ہم اسی دیوبندی اصول کے مطابق کہتے ہیں کہ حافظ ابن حجر اور امام ابن معین کے درمیان صدیاں حائل ہیں، اس لیے حافظ ابن حجر سے ابن معین تک توثیق ابي حنیفہ والے قول کی دیوبندیہ صحیح متصل سند پیش کریں، ورنہ وہ اپنے اصول کے مطابق کذاب قرار پائیں گے۔

امام ابن معین کی طرف منسوب توثیق ابوحنیفہ خود ابوحنیفہ کے اس قول کے معارض ہے کہ میری بیان کردہ احادیث وعلمی باتیں مجموعہ اغلاط واباطیل، وطومار واکاذیب وشرور وفتن ہیں، یہ ناممکن ہے کہ ابن معین امام ابوحنیفہ کی اس حق گوئی سے واقف نہ ہوں، پھر وہ ابوحنیفہ کو کیوں ثقہ کہنے لگے؟ امام ابن معین سے تو امام ابوحنیفہ پر تجریحات قادحہ ثابت ہیں، ان کا جواب دیے بغیر دیوبندیہ کی یہ بات لغوطرازی وہذیاں سرائی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

امام ابن معین کی توثیق ابي حنیفہ سے متعلق دیوبندیہ کی پیش کردہ روایات پر ہماری نظر:

ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے حافظ ابن حجر کی "تهذيب التهذيب" سے امام ابن معین کی توثیق ابی حنیفہ سے متعلق دو روایات پیش کی ہیں۔ ان میں سے کسی کی بھی سند "تهذيب التهذيب" میں منقول نہیں، مگر ان کی سند تاریخ خطیب میں مذکور ہے۔ اوّل الذکر روایت کی سند یہ ہے:

"قال: الحافظ الخطيب أخبرنا ابن رزق، حدثنا أحمد بن علي بن عمرو بن حبيش الرازي قال: سمعت محمد بن أحمد بن عصام يقول: سمعت محمد بن الحسن العوفي يقول: سمعت يحيى بن معين يقول، كان أبوحنيفة ثقة لا يحدث بالحديث إلّا ما يحفظ و لا يحدث بما لا يحفظ"

یعنی سند مذکور سے منقول ہے کہ ابن معین ابوحنیفہ کو ثقہ کہتے تھے، صرف وہی حدیث بیان کرتے تھے، جو انھیں حفظ ہوتی تھی اور جو احادیث حفظ نہیں ہوتی تھیں، وہ نہیں بیان کرتے تھے۔(تاریخ خطیب:۱۳/۴۴۹)

ہم کہتے ہیں کہ اوّلاً:

ابن معین کی طرف منسوب یہ قول امام ابوحنیفہ کے ان اقوال کے معارض ہے، جن میں انھوں نے کہا ہے کہ میری بیان کردہ احادیث وغیر احادیث مجموعہ اکاذیب واغلاط واباطیل ورياح ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ بقول خویش غیر ثقہ ہیں۔ ابوحنیفہ کے اپنے اقوال کے خلاف ابن معین یا کسی بھی امام کا قول مردود و نامقبول ہے۔

ثانیاً:

ابن معین تک پہنچنے والی یہ سند قطعی طور پر غیر معتبر ہے، اس میں واقع احمد بن عصام ترمذی کا ترجمہ تاریخ خطیب (۵/ ۷۶) میں ہے۔ ان کی توثیق و تجریح میں کوئی بات منقول نہیں، یعنی کہ موصوف مجہول ہیں ان کا ترجمہ مجھے دیگر کسی کتاب رجال میں نہیں مل سکا، اور اس مجہول کا بہت بڑا کذاب ہونا بھی عین ممکن ہے، کیوں کہ اس کا یہ بیان روایات عامہ اور خود ابوحنیفہ کی تصریحات کے معارض ہے۔ اگر دیوبندیہ کو ہماری بات سے اختلاف ہو، تو محمد بن اُحمد بن عصام کا ترجمہ پیش کر کے ان کا ثقہ ہونا ثابت کریں۔

ثالثاً:

اُحمد بن عصام نے یہ روایت محمد بن حسن عوفی سے نقل کی، انھیں ابوجعفر عقیلی نے مضطرب الحدیث کہا۔ (الضعفاء الكبير للعقيلي: ٤/ ٤٩، ٥٠) اور امام ابن حبان نے انھیں **منكر الحديث جداً** کہا، مزید یہ کہا کہ: "**يروى اشياء لا يتابع عليها لايجوز الاحتجاج به إذا انفرد**" (المجروحين لابن حبان: ٢/ ٢٨٥) امام یحیٰی بن معین نے انھیں لیس بالمتین اور ابوزرعہ رازی نے لین الحدیث کہا۔ (الجرح والتعديل: ٧/ ٢٢٦) ابوحاتم رازی نے **ضعيف الحديث** کہا، حسین بن حسن رازی نے ابن معین سے ان کی توثیق میں ایک قول نقل کیا۔ (تهذيب التهذيب: ٩/ ١٠٣) مگر ان کی توثیق انھیں کی تجریح کے معارض ہونے کے سبب کالعدم ہے۔ حاصل یہ کہ ابن معین تک پہنچنے والی اس سند کے دو راوی ساقط الاعتبار ہیں، لہٰذا دیوبندیہ کی یہ مستدل روایت باطل ہے۔

رابعاً:

ابن معین کی توثیق ابی حنیفہ والی دوسری سند اس طرح ہے:

"قال: الحافظ الخطيب: قرأت على البرقاني عن محمد بن عباس الخزاز حدثنا أحمد بن مسعدة الفزاري حدثنا جعفر بن درستويه حدثنا أحمد بن محمد قاسم بن محرز قال: سمعت يحيى بن معين يقول كان أبوحنيفة لا بأس به، و كان لا يكذب و سمعت يحيىٰ مرة اخرى، أبوحنيفة عندنا من أهل الصدق و لم يتهم بالكذب۔"

''یعنی احمد بن محمد بن قاسم بن محریز نے کہا: میں نے ابن معین کو کہتے سنا کہ ابوحنیفہ "لا باس به لا یکذب" ہیں اور دوسری مرتبہ ابن معین سے یہ کہتے سنا کہ ابوحنیفہ ہمارے نزدیک اہل صدق میں سے ہیں وہ کذب سے متہم نہیں۔(خطیب:۱۳/۴۴۹)

ہم کہتے ہیں کہ امام یحییٰ سے روایت کرنے والے احمد بن محمد بن قاسم بن محرز ابوالعباس بغدادی کا ترجمہ تاریخ خطیب(۵/۸۳) میں صرف ڈیڑھ سطر میں مذکور ہے، ان کی توثیق و تجریح میں خطیب نے کوئی بات نقل نہیں کی، جب کہ حافظ خطیب بغدادی تھے اور احمد بن محمد بن قاسم بھی بغدادی تھے، لہٰذا خطیب کا اپنے ہم وطن احمد بن محمد بن قاسم کی توثیق و تجریح سے ناواقف ہونا، اس امر کی دلیل ہے کہ وہ مجہول ہیں اور اس مجہول کا کذاب ہونا متعین ہے، کیونکہ اس کا بیان رواۃ ثقات کے بیان اور خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بیان کے معارض ہے، نیز ہم کہتے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ کی بالصراحت تجریح و تضعیف کی ہے،" قرأة الإمام قراءة له" والی حدیث کے رواۃ میں ابوحنیفہ بھی ہیں اور حافظ ابن حجر نے کہا:

" قال: الدارقطني و ابن عدي لم يسنده غير أبي حنيفة و تابعه الحسن بن عمارة و هما ضعيفان"

یعنی یہ حدیث صرف ابوحنیفہ و حسن بن عمارہ نے متصلاً روایت کی اور یہ دونوں کے دونوں یعنی ابوحنیفہ و حسن بن عمارۃ ضعیف ہیں۔"(دراية تخريج هدايه مطبع،دهلی:۹۳)

اسی بات کو حافظ ابن حجر نے معنوی طور پر اپنی کتاب "تلخيص الحبير" اور "فتح الباري شرح بخاری میں بھی قراءت خلف الإمام کی بحث کے تحت لکھا ہے اور اسے برقرار رکھا ہے، اس پر کسی قسم کی نکیر نہیں کی ہے۔ فتح الباري شرح بخاری میں حافظ ابن حجر نے بالصراحت ابوحنیفہ کو ضعیف کہا، مگر دیوبندیہ جھوٹا دعویٰ حسب عادت کیے ہوئے ہیں کہ فتح الباري کے مقدمہ هدي الساري میں حافظ ابن حجر نے توثیق کی اور تجریح کا دفاع کیا ہے۔

اب دیوبندیہ مراقبہ کرکے اپنے ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن سے پوچھیں کہ آپ نے اہل حدیث کے خلاف رواۃ ثقات اور خود امام ابوحنیفہ کے خلاف مکذوبہ روایت سے کیوں استدلال کیا؟ اس سے مفتی مہدی حسن کا کذاب ہونا لازم آتا ہے کہ انھوں نے کذاب راوی کی بات کو دلیل بنایا اور روایات معتبرہ کے خلاف کذابین کی باتوں کو حجت قرار دے دیا۔

حافظ ابن حجر پر ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن کی افتراء پردازی:

مفتی مہدی حسن نے حافظ ابن حجر کی شرح صحیح بخاری کے مقدمہ هدي الساري کی طرف منسوب کیا کہ

" و من ثم لم يقبل جرح الجارحين في الإمام أبي حنيفة حيث جرحه بعضهم بكثرة

القياس و بعضهم بقلة معرفة العربية و بعضهم بقلة معرفة الحديث، فان هذا كله جرح بما لا يجرح الراوي"

یعنی اسی سبب سے جارحین کی جرح امام ابوحنیفہ کے حق میں مقبول نہیں، مثلاً بعض نے کثرت قیاس بعض نے قلت عربیت اور بعض نے قلت روایت کی وجہ سے ان پر جرح کی ہے، لیکن ایسی جرح سے راوی میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا یہ جرح مقبول نہیں مردود ہے۔ حافظ ابن حجر کے اس قول نے تو ستم ڈھا دیا کہ امام ابوحنیفہ کو بالکل بری کر دیا کہ جن لوگوں نے جرح کی ہے، وہ مردود ہے، اگر حافظ ابن حجر کے نزدیک قابل اعتبار ہوتی، تو اس کی تائید کرتے نہ یہ کہ اس جرح کو مردود کر دیتے۔ معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ، حافظ ابن حجر کے نزدیک مجروح وضعیف نہیں، ان کو **مضعّفين أبي حنيفه** میں شمار کرنا ان پر افتراء باندھنا ہے۔" (كشف الغمة،بسراج الأمة،ص: ٣٠)

ہم کہتے ہیں کہ:

اوّلا:

فرقہ دیوبندیہ کے علی الرغم ہم بتلا آئے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباري، هدي الساري، درایہ و تلخیص میں ابوحنیفہ کو بالصراحت ضعیف بتلایا، نیز فرقہ دیوبندیہ یہ بتلائے کہ **مقدمه فتح الباري هدي الساري** کے کس نسخہ سے ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے حافظ ابن حجر کی طرف منسوب یہ عبارت نقل کی ہے، وہ نسخہ کس مطبع اور سنہ میں طبع ہوا، اس کے کس صفحہ وسطر میں یہ عبارت موجود ہے؟ ہمیں تو ہدي الساري کے مروّج و متداول کسی نسخہ میں یہ عبارت نہیں ملی اور یہ معلوم ہے کہ فرقہ دیوبندیہ اکاذیب و مغالطات پرست ہے، ضرور ہی اس نے غلط طور پر ہدی الساري کی طرف یہ عبارت منسوب کر دی ہے۔

ثانیاً:

اس عبارت میں کثرت قیاس، وقلت معرف عربیت، وقلت حدیث جیسی تجریحات کے غیر مقبول ہونے کی بات کہی گئی ہے اور اساتذہ ابی حنیفہ و معاصرین ابی حنیفہ و تلامذہ ابی حنیفہ اور بعد والے حالات ابی حنیفہ پر تحقیق کرنے والوں نے ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کے سبب بھی امام ابوحنیفہ پر تجریح نہیں کی ہے، بلکہ نصوص شرعیہ کے خلاف قیاس ورائے کو دین وایمان بنا لینے اور عربی زبان کی عدم معرفت کے سبب نصوص شرعیہ واقوال صحابہ و تابعین کے معانی کو غلط معنی پہنا کر انھیں اغلاط کو مذہب ومسلک قرار دے لینے اور قلت معرفت حدیث کے سبب بہت ساری احادیث کے خلاف رائے وقیاس سے اخذ کردہ امور کو شرعی موقف بنا لینے کے سبب امام ابوحنیفہ کی تجریح کرنے میں ان کے اساتذہ و معاصرین اور ہم سبق اصحاب وتلامذہ اور بعد والے ائمہ کرام بالکل حق بجانب تھے اور صرف یہی

باتیں ہی امام ابوحنیفہ کو مجروح قرار دینے کی باعث نہیں ہوئیں، بلکہ نبوی پیش گوئی کے مطابق امت میں تہتر فرقوں میں سے محض ایک فرقہ ناجیہ کے خلاف کئی گمراہ فرقوں کے مذاہب و مسالک قبول کر کے ان کی حمایت میں سرگرم مناظرہ بازی و زور آزمائی اور فرقہ ناجیہ منصورہ پر اعتراضات و ردّ وقدح کے باعث، اور بے حد خراب حافظہ اور اغلاط اور اباطیل کی تحدیث کے باعث ائمہ کرام نے بہت محتاط انداز میں ابوحنیفہ کو مجروح و ساقط الاعتبار وغیر مقبول الحدیث والرأی قرار دیا۔

تھذیب التھذیب لابن حجر کی جن بعض مکذوبہ روایات کو دلیل بنا کر فرقہ دیوبندیہ نے ابوحنیفہ کے ثقہ ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے، وہ تھذیب التھذیب جو تھذیب الکمال کی تلخیص ہے، اس کے مراجع میں بہت اہم مرجع تاریخ خطیب ہے اور اسی تاریخ خطیب میں وہ دونوں مکذوبہ روایات موجود ہیں، جن کو دیوبندیہ نے اس مکذوبہ دعویٰ پر دلیل بنا رکھا ہے کہ ابن معین نے ابوحنیفہ کو ثقہ کہا ہے۔

اسی تاریخ خطیب کے اسی صفحہ پر ابن معین سے بسند صحیح مروی ہے کہ:

"كان محمد بن الحسن كذاباً و كان جهمياً و كان أبوحنيفة جهمياً و لم يكن كذاباً"

یعنی ابوحنیفہ اور ان کے شاگرد محمد بن حسن شیبانی دونوں جہمی تھے، البتہ محمد بن حسن کذاب تھے اور ابوحنیفہ کذاب نہیں تھے"

کیا کسی شخص کا جھمی المذھب ہونا معمولی درجہ کی تجریح ہے؟ جب کہ جہمیہ خصوصاً امام ابوحنیفہ جو کہ جوتا وچپل تک کی عبادت کو اسلام سے خروج نہیں مانتے، ہم صرف اسی اشارہ پر بنظر اختصار و مصالح اکتفا کرتے ہیں، اب تو مفتی دیوبندیہ اور پوری جماعت دیوبندیہ پر مفتی دیوبندیہ کے یہ اشعار فٹ ہو رہے ہیں:

یوں تو ہر ایک کیا کرتا ہے دعویٰ حق کا
چھاچھ کو اپنی بتاتا نہیں کوئی کھٹا
زر کو جس وقت کسوٹی پر کسا جائے گا
حال کھل جائے گا سب اسکے کھرے کھوٹے کا
لاکھ تانبے پہ ملمع کو چڑھائے کوئی

(کشف الغمۃ، ص: ۳۰، ۳۱)

امام ابن معین سے امام ابوحنیفہ کی بہت قادح تجریحات بکثرت منقول ہیں، ہم بعض کا ذکر کر آئے ہیں، مزید بعض کا ذکر آگے کریں گے۔ مفتی مہدی حسن کی کشف الغمۃ والی ساری تلبیسات ہمارے گزشتہ صفحات میں

کافور ہو چکی ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی تجریح ابن المدینی اور امام ابن الجوزی:

ہاں ترجمان دیوبندیہ نے ابن حجر مکی کی مجموعہ اکاذیب کتاب خیرات حسان سے ابوحنیفہ کی توثیق ابن المدینی نقل کی اور ذرا بھی نہیں شرمائے کہ اہل حدیث سے معتبر سندوں کا مطالبہ کرنا اور خود اکاذیب کو حجت بنانا دنیا و آخرت میں رسوائی وذلت کا باعث ہے۔ ہم ابن مدینی سے ابوحنیفہ کی سخت تجریح صحیح سند سے پیش کر آئے ہیں، جس کا کوئی تعلق امام ابن الجوزی سے نہیں، اگر امام ابن الجوزی نے کسی اور سند سے ابن المدینی کی تجریح ابی حنیفہ نقل کی، تو اس سے صحیح سند والی تجریح ابی حنیفہ کو مزید قوت ملتی ہے۔ یہاں امام ابن الجوزی کے خلاف جو لغو طرازی ترجمان دیوبندیہ نے کی ہے، وہ زیر بحث معاملہ میں بے معنی ہے، مگر وہ باتیں صحیح ہیں جو دیوبندیہ نے کسی کے حوالے سے ابن جوزی کی بابت لکھیں، تو ان کی کتابوں سے فرقہ دیوبندیہ کیوں استفادہ کرتا اور ان کی باتوں کو حجت بناتا ہے؟ اگر فرقہ دیوبندیہ میں رمق صداقت ہو تو اس کا شافی جواب دے۔

خیرات حسان کے حوالے سے دیوبندیہ کا یہ نقل کرنا کہ ابن معین نے ابوحنیفہ کو ثقہ کہا اور فرمایا میں نے کسی کو بھی انھیں ضعیف کہتے نہیں سنا۔(كشف الغمة،ص:۳۲، آخری تین سطریں) عجائبات وغرائب و حیرت انگیز باتوں میں سے ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ دیوبندیہ کی ابن معین پر افتراء پردازی ہے، جس کی بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ خود ابوحنیفہ نے اپنی روایات وغیر روایات کو مجموعہ اغلاط و اباطیل وشرور وفتن کہا ہے اور خود ابن معین نے ابوحنیفہ پر سخت تجریحات کی ہیں اور ابن معین و ابوحنیفہ کے اساتذہ وشیوخ نے بھی۔(كما سيأتي و قد مر بعضه)

کیا صفی الدین خزرجی نے ابوحنیفہ کو ثقہ کہا ہے؟

ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے کہا: ''صفی الدین خزرجی خلاصه تهذيب میں فرماتے ہیں:

" النعمان بن ثابت الفارسي أبوحنيفة إمام العراق و فقية الأمة عن عطاء، و نافع والأعرج وطائفة و عنه ابنه حماد و زفر وابويوسف و محمد و جماعة، و ثقه ابن معين " الخ(ص:٤٠٢)

اس سے ثابت ہوا کہ ابوحنیفہ ان کے نزدیک بھی ثقہ ہیں یہ ساتویں محدث ہیں۔(كشف الغمة،ص:۳۳)

ہم کہتے ہیں کہ خلاصه تهذيب والی بات پر ہمارے ملاحظات ہیں:

۱۔ امام ابوحنیفہ فارسی نہیں ہیں، بلکہ بابلی، نبطی، نسائی، خراسانی ہیں۔(تفصيله في اللمحات)

۲۔ امام ابوحنیفہ نہ امام العراق ہیں، نہ فقیہ الامۃ ہیں اس دعویٰ پر ائمہ متقدمین و متاخرین غیر حنفی دیوبندیہ نے سخت نکیر کی ہے۔ (تفصیله أيضا في اللمحات) علامہ خزرجی نے اپنے طور پر امام ابوحنیفہ کو ثقہ نہیں کہا، بلکہ یہ کہا کہ ابن معین نے انھیں ثقہ کہا ہے مگر ہم بیان کر آئے ہیں کہ کسی بھی معتبر سند سے ابن معین کا ابوحنیفہ کو ثقہ کہنا ثابت نہیں۔ ترجمان دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ یہ خزرجی ساتویں محدث ہیں، جنھوں نے ابوحنیفہ کو ثقہ کہا ہے، حالانکہ ساتویں کا کیا معنی؟ کسی بھی محدث نے تقلید پرستوں کے علاوہ امام ابوحنیفہ کو ثقہ نہیں کہا۔

کیا امام ابوالحجاج مزی نے امام ابوحنیفہ کو ثقہ کہا؟

لیکن دیوبندیہ نے کہا: ''حافظ ابوالحجاج مزی یوں رقم طراز ہیں کہ محمد بن سعد عوفی و صالح بن محمد اسدی نے کہا کہ ابن معین نے ابوحنیفہ کو ثقہ کہا ہے۔ (بحواله تهذيب الكمال) یہ آٹھویں محدث ہیں، جو تسلیم کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ ثقہ ہیں۔ (كشف الغمة، ص ۳۳)

ہم کہتے ہیں کہ حافظ مزی کی کتاب ''تهذيب الكمال'' الکمال کی تلخیص ہے، اس میں ابن معین سے توثیق ابی حنیفہ میں مروی بعض روایات کو حافظ مزی نے صرف نقل کر دیا ہے، انھوں نے یہ نہیں کہا کہ میرے نزدیک بھی ابوحنیفہ ثقہ ہیں اور تهذيب الكمال یا تهذيب التهذيب یا تذهيب التهذيب میں توثیق ابی حنیفہ میں ابن معین تک سند مکذوب محض ہے۔ کما مر۔

یہ دیوبندیہ کا حافظ مزی پر افتراء ہے کہ جن امام ابوحنیفہ کی تجریح پر سارے ائمہ کرام متفق ہوں، انھیں مزی نے ثقہ کہا۔ یہ توثیق ابی حنیفہ کرنے والے آٹھویں محدث ہرگز نہیں، بلکہ پہلے بھی نہیں۔

کیا حافظ ذہبی نے امام ابوحنیفہ کو ثقہ کہا؟

ترجمان دیوبندیہ نے کہا:

> ''حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ صالح بن محمد جزرہ وغیرہ واحمد بن محرز نے کہا کہ ابن معین نے توثیق ابی حنیفہ کی (بحواله تذهيب التهذيب) یہ نویں محدث ہیں جو ثقاہت ابوحنیفہ کے قائل ہیں اور صالح بن محمد جزرہ دسویں اور احمد بن محرز گیارہویں محدث ہیں، جو توثیق نقل کرتے ہیں اور کم از کم ذہبی کے لفظ ''غیرہ'' اور صالح کے لفظ ''سمعنا'' سے ایک تو اور سمجھنا چاہیے، تو بارہ محدث ہو جاتے ہیں جو ثقاہت ابی حنیفہ کے قائل ہیں۔'' (كشف الغمة، ص: ۳۳، ۳٤)

ہم کہتے ہیں کہ امام ذہبی کی جس کتاب تذهيب التهذيب سے ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے یہ بات نقل کی، وہ بھی تهذيب الكمال کی تلخیص ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ابن معین تک توثیق ابی حنیفہ کی کوئی بھی سند معتبر نہیں، بلکہ مکذوب ہے، البتہ ابن معین سے امام ابوحنیفہ پر بہت قادح و سخت قسم کی تجریحات ثابت ہیں، اپنی

کتاب "تذهيب التهذيب" میں ذہبی کا بطور تلخیص ان روایات غیر معتبرہ بلکہ مکذوبہ کا نقل کر دینا اس امر کو مستلزم نہیں کہ ذہبی نے توثیق ابی حنیفہ کی ہے، صالح جزرہ، احمد بن محرز اور "وغیرہ" والی روایات بھی مکذوبہ ہیں، پھر دیوبندیہ کا یہ دعویٰ جھوٹ کے علاوہ کچھ نہیں کہ بارہ محدثین نے توثیق ابی حنیفہ کی ہے۔

امام ابوحنیفہ پر تجریح ذہبی:

امام ذہبی نے اپنی کتاب "میزان الاعتدال" (۱/۲۲۶، ترجمہ:۸۶۶) میں کہا:

" إسماعيل بن حماد بن النعمان بن ثابت الكوفي عن أبيه عن جده قال ابن عدي: ثلاثتهم ضعفاء"

"یعنی اسماعیل کے باپ حماد اور حماد کے باپ ابوحنیفہ تینوں کے تینوں بقول ابن عدی ضعیف ہیں۔"

امام ذہبی نے ابن عدی کے قول کو برقرار رکھا اس کی تردید نہیں کی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام ذہبی نے ابوحنیفہ کو ضعیف وغیر ثقہ و مجروح کہا ہے۔ امام ذہبی نے صالح جزرہ سے اسماعیل کا "ليس بثقة" ہونا نقل کیا ہے، یہی وہ صالح جزرہ ہیں، جن کی طرف منسوب مکذوبہ روایت کے بل بوتے پر دیوبندیہ نے کہا کہ ابن معین نے ابوحنیفہ کو ثقہ کہا، ہم نے اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کا کذاب ہونا "اللمحات" میں نقل کیا اور دلائل سے ثابت کیا ہے۔

امام ذہبی نے اپنی دوسری کتاب "المغنى فى الضعفاء" میں بھی اسماعیل اور اسماعیل کے باپ حماد اور دادا امام ابوحنیفہ کو بحوالہ ابن عدی کسی نکیر کے بغیر ذکر کیا۔ (المغنی فی الضعفاء للذهبی:۱/۸۰) اس کا بھی یہ مطلب اہل علم پر مخفی نہیں کہ امام ذہبی نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا۔

امام ذہبی نے اپنی ایک اور کتاب "ديوان الضعفاء والمتروكين" میں کہا:

" النعمان ـ رحمه الله قال ابن عدي: عامة ما يرويه غلط و تصحيف و زيادات و له أحاديث صالحة و قال النسائي: ليس بالقوي في الحديث كثير الغلط على قلة روايته، و قال ابن معين: لا يكتب حديثه"

" یعنی امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کی عام روایات مجموعہ أغلاط و تصحیف و اضافات ہیں، ان کی کچھ احادیث صالحہ ہیں، امام نسائی نے کہا: ابوحنیفہ حدیث میں قوی نہیں، قلت روایت کے باوجود کثیر الغلط ہیں، ابن معین نے انھیں: "لا يكتب حديثه" کہا۔ (دیوان الضعفاء، ص:۳۱۸)

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ امام ذہبی نے امام ابوحنیفہ پر امام ابن عدی و نسائی و ابن معین سے شدید تجریح نقل کی اور اسے برقرار رکھا، کسی پر کوئی نقد و نظر نہیں کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام ذہبی امام ابوحنیفہ کو بہت زیادہ

مجروح وغیرہ ثقہ کہتے تھے اور اس کا تقاضا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کا ذکر اپنی کتاب ''میزان الاعتدال'' میں بھی کرتے، چنانچہ دارالفکر بیروت کا جو نسخہ ہمارے پاس ہے، اس کی چوتھی جلد ص: ۲۶۵ میں امام ابوحنیفہ کا ذکر ہے اس میں انھوں نے انھیں امام أهل الرأی کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ ان کے سیٔ الحفظ ہونے کی صراحت امام نسائی اور ابن عدی اور دوسرے سبھی لوگوں نے کی ہے اور خطیب نے ان کے معدلین و مضعفین کی مکمل تفصیل پیش کی ہے۔ بعض لوگوں نے میزان الاعتدال میں ابوحنیفہ کے ترجمہ کی موجودگی کو الحاقی کہا ہے، ان پر مفصل بحث ہماری کتاب ''اللمحات'' میں آنے والی ہے لیکن میزان الاعتدال میں ترجمہ ابی حنیفہ کو الحاقی کہنے سے ان مدعیان علم کو کیا حاصل؟ جب اسی میزان میں امام ابوحنیفہ کے پوتے اسماعیل کے ساتھ امام ابوحنیفہ کو بھی امام ذہبی نے ضعیف کہا اور المغنی فی الضعفاء میں بھی۔ نیز بقول ابن حبان تمام کے تمام ائمہ ابوحنیفہ کو غیر ثقہ و مجروح قرار دینے پر متفق ہیں اور خود امام ابوحنیفہ ﷫ نے اپنی مرویات کو مجموعہ اغلاط و اباطیل و شرور فتن کہا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اپنی اس کتاب (كشف الغمة، ص: ٣٤) کو خصوصی طور پر ترجمان دیوبندیہ نے تلبیسات و مغالطات سے بھر دیا ہے۔

سیر أعلام النبلاء (٦/ ٣٩٠) میں ذہبی نے بصیغہ تمریض کہا کہ ابوحنیفہ کو قاری الاکمل کہا جاتا ہے یعنی کہ ذہبی کی نظر میں بھی یہ بات مکذوبہ ہے۔

حافظ ابن عبدالبر پر افترائے دیوبندیہ:

ہم نقل کر آئے ہیں کہ اپنی کتاب تمہید شرح موطا میں امام ابن عبدالبر نے کسی بھی محدث کو مستثنیٰ کیے بغیر امام ابوحنیفہ کو سیٔ الحفظ کہا ہے، مگر دیوبندیہ اکاذیب وتلبیسات پرست ہیں، اس لیے انھوں نے لکھا ہے کہ '' حافظ ابن عبدالبر'' تیرہویں شخص ہیں، جو امام ابوحنیفہ کی ثقاہت کے قائل ہیں۔ (كشف الغمة، ص: ٣٤)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کے ممدوح حافظ ابن عبدالبر ناقل ہیں کہ:

" قال: الدولأبي: و سمعت أبا عبد الله محمد بن شجاع يقول: سمعت اسماعيل بن حماد بن أبي سليمان في حلقة أبي حنيفة في الكوفة يقول: قال: أبوحنيفة هذا الذى نحن فيه رأي لا نجبر أحداً عليه و لا نقول يجب على أحد قبوله بكراهية فمن كان عنده أحسن منه فليأت به"

یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے تھے کہ جس چیز میں ہماری ساری توانائی صرف ہورہی ہے، وہ محض رائے ہے اور ہم اسے قبول کرنے پر کسی کو مجبور نہیں کرتے اور نہ ہم کہتے ہیں کہ اسے قبول کرنا ناپسندیدگی کے باوجود کسی کے لیے ضروری ہے، جس کے پاس اس سے اچھی ''رائے'' ہو، اسے وہ لے کر آئے، ہم اسے ماننے کو

تیار ہیں۔ (الانتقاء لابن عبدالبر، ص: ۱۳۹، ۱٤۰)

یہ روایت دیوبندیہ کوثریہ کے اصول سے صحیح ہے اور اس امر کی دلیل ہے کہ حافظ ابن عبد البر اور امام ابوحنیفہ یہ کہنے پر متفق ہیں کہ ابوحنیفہ اور ان کے مذہب کی تدوین کرنیوالے اصحاب ابی حنیفہ اپنے مذہب و مسلک اور اپنی دینی و ملی خدمات کو مجموعہ رائے کہتے تھے اور یہ بات حافظ ابن عبد البر کی اسی کتاب "الانتقاء "نیز جامع بیان العلم وغیرہ میں بکثرت مذکور ہے اور دوسرے اہل علم کی کتابوں میں بھی تواتر معنوی کے ساتھ مسطور ہے اور حافظ ابن عبد البر کی یہ صراحت ہے کہ:

" و لا أعلم بين متقدمي علماء هذه الأمة و سلفها خلافا أن الرأى ليس بعلم حقيقة و أفضل ما روى عنهم فى الرأى أنهم قالوا: نعم وزير العلم الرأى الحسن" (جامع بيان العلم، ص: ۲/۳۳)

"یعنی امت محمدیہ کے علماء متقدمین و اسلاف کے درمیان مجھے اس بات میں کسی بھی اختلاف کا علم نہیں کہ درحقیقت "رائے" علم ہے ہی نہیں، ان سے رائے کی بابت افضل ترین بات یہ منقول ہے کہ اچھی رائے علم کی بہترین معاون ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ امت اسلامیہ کے متقدمین و اسلاف یعنی صحابہ کرام و تابعین عظام سارے علوم دیوبندیہ کوثریہ حنفیہ کو علم نہیں مانتے اور خود امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کو" مجموعہ رائے وقیاس" کہہ کر اس مجموعہ رائے و قیاس والے اپنے مذہب کو مجموعہ اغلاط واباطیل وانسانی جسم سے خارج ہونے والی بدبودار ریاح اور شرور وفتن قرار دیا ہے، نیز انھوں نے رائے ہی کو اپنا مذہب بتلایا اور صحابہ کرام نے متفقہ طور پر اہل الرأی کو رائے پرستی کے باعث اعداء سنت وگمراہ وگمراہ گر اور جہلائے مطلق بتلایا ہے۔ نیز حافظ ابن عبد البر ہی نے امام مالک سے بھی نقل کیا کہ:

" أنزلوا أهل العراق منزلة أهل الكتاب لا تصدقوهم و لا تكذبوهم...... إلى أن قال: كذلك أدركت أصحابنا يقولون۔"

یعنی لوگو! اہل عراق کو یہود ونصاریٰ کا درجہ دو، ان کی بیان کردہ باتوں کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب، ہمارے جملہ اصحاب یہی بات کہتے تھے۔ (جامع بيان العلم: ۲/۱۵۷)

حافظ ابن عبد البر کے ان بیانات کی روشنی میں فرقہ دیوبندیہ کوثریہ مرجیۃ، جھمیہ کیا کہتا ہے کہ تمام احناف بشمول ان کے ائمہ دیوبندیہ علم سے بالکل کورے، محروم و ناآشنا ہونے کے ساتھ اعدائے سنت وگمراہ وگمراہ گر ہیں، پھر یہ لوگ کس درجہ کے مسلمان ہیں؟ علاوہ ازیں دیوبندیہ کی کتابیں یہ بتلانے پر متفق ہیں کہ ابوحنیفہ کا اصل مشغلہ علم کلام سے تھا اور حافظ ابن عبد البر کی صراحت ہے کہ:

" أجمع أهل الفقه و الآثار من جميع الأمصار أن أهل الكلام أهل بدع و أهل زيغ و لا يعدون عند الجميع في جميع الأمصار في طبقات العلماء، إنما العلماء أهل الأثر والتفقه فيه"

یعنی پوری دنیا کے فقہائے و اہل اثر یہ کہنے پر متفق ہیں کہ اہل کلام بدعات وضلالت پرست ہیں وہ پوری دنیا کے اہل علم کی نظر میں علماء ہی نہیں، بلکہ جہلاء و بدعات پرست ہیں، علماء صرف اہل حدیث اور اہل فقہ ہیں۔(جامع بيان العلم :۲/۹۵)

حافظ ابن عبد البر کی ان تصریحات اور ان بہت ساری تصریحات جن کو ہم اختصار کے پیش نظر نقل نہیں کر سکے کے باوجود انھیں موثقین ابی حنیفه میں دیوبندیہ کا شمار کرنا، ان کے جھوٹے اور کذاب ہونے کی واضح دلیل ہے۔ دیوبندیہ اگر کبھی سچ بھی بولتے ہوں، تو حافظ ابن عبد البر سے بسند معتبر امام ابوحنیفہ کا ثقہ ہونا نقل کریں۔ البتہ حافظ ابن عبد البر نے امام ابوحنیفہ کے استاذ مسعر بن کدام سے نقل کیا کہ ابوحنیفہ اپنے تلامذہ کو صرف رائے پرستی کی تعلیم دیتے ہیں اور وہ ایسے غیر ثقہ و غیر معتبر ہیں کہ اپنی نا قابل وثوق باتوں کے ساتھ اپنے تلامذہ کو اپنی درسگاہ سے واپس کرتے ہیں، وہ غیر ثقہ ہیں، اس طرح کی بات ابن عبد البر نے کئی محدثین سے نقل کی، جس کا حاصل یہ ہے کہ متعدد اہل حدیث ائمہ مثلاً رقبہ بن مصقله ، مسعر بن کدام، سفیان ثوری،وابو عوانه وغیرہ نے ابوحنیفہ کو غیر ثقہ کہا۔(الانتقاء، ص:۱٤۸،و جامع بيان العلم،متعدد مقامات) پھر حافظ ابن عبد البر ان کی تغلیط نہیں کر سکے۔ بلکہ حافظ ابن عبد البر نے کہا:

" كثير من أهل الحديث استجازوا الطعن على أبي حنيفة لرده كثيراً من أخبار الأحاديث العدول...... و كل من قال: من أهل السنة: الإيمان قول و عمل ينكرون قوله و يبدعونه بذلك"

یعنی بہت سے علماء اہل حدیث ابوحنیفہ کو اس لیے مطعون کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ ثقہ رواۃ سے مروی احادیث آحاد کو رڈ کرنے کے عادی تھے، محض اپنے اس خیال کے سبب کہ یہ احادیث صحیح مجموعہ احادیث و معانی قرآن کے بالمقابل شاذ ہیں اور تمام اہل سنت ایمان کو مجموعہ قول و عمل مانتے ہیں، جن کی ابوحنیفہ مخالفت کرتے ہیں بنا بریں انھیں ائمہ محدثین بدعت پرست کہتے اور ان پر نکیر کرتے ہیں۔(الانتقاء لابن عبد البر ،ص:١٤٩)

امام سفیان ثوری کہا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ سے مرتکب بدعت ہونے کے سبب دوبار توبہ کرائی گئی، امام سفیان بن عیینہ کو ابوحنیفہ کے مرنے کی خبر ملی، تو بولے: اللہ ابوحنیفہ پر لعنت کرے ،وہ اسلام کی ایک ایک کڑی توڑتے چلے جاتے

تھے، ابوحنیفہ سے زیادہ شر انگیز کوئی شخص تاریخ اسلام میں پیدا ہی نہیں ہوا۔

(الانتقاء،ص:۱٤۹، ۱۵۰، بحواله كتاب الضعفاء والمتروكين للإمام البخاري)

ساجی کی کتاب "العلل" میں منقول ہے کہ خلق قرآن کا عقیدہ رکھنے کے سبب ابوحنیفہ سے توبہ کرائی گئی، تو انھوں نے توبہ کی، حقیقت میں ابوحنیفہ عقیدہ خلق قرآن سے حکومت کے خوف سے بظاہر توبہ کرتے، ورنہ وہ مرتے وقت تک اسی عقیدہ پر قائم تھے۔(کما فی "اللمحات")

ابن الجارود نے اپنی کتاب "الضعفاء والمتروكين" میں کہا کہ ابوحنیفہ کی بیان کردہ عام احادیث میں وقوع وہم ہوا ہے اور ان کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے ہی میں اختلاف ہے۔(جو شخص خنزیر بری کو حلال کہے اور جوتے چپل کی عبادت کو صحیح موقف کہے، اس کے مسلمان نہ ہونے میں کسے شک ہوسکتا ہے، اس سے توبہ کر لینے کے سبب مسلمان جو لوگ کہتے ہوں، انھیں اس توبہ پر قائم رہنے پر کوئی دلیل معتبر نہیں مل سکتی۔)

امام مالک نے بھی کہا کہ ابوحنیفہ اسلام کی ایک ایک کڑی توڑتے رہتے تھے، اگر وہ امت محمدیہ پر تلوار چلاتے، تو ان کے دوسرے کارہائے کبار سے کہیں ہلکا جرم ہوتا، حضرت عمر فاروق کا عراق کی بابت یہ قول کہ وہاں "داء عضال" (ناقابل علاج بیماری) ہے، اس سے مراد یہی ابوحنیفہ ہیں، یہ باتیں امام مالک سے امام مالک کے اہل حدیث تلامذہ نے نقل کی ہیں، مگر امام مالک کے اہل الرائی تلامذہ نے نہیں، (ابوحنیفہ کے ہم مذہب تلامذہ اس طرح کی باتیں نقل کرکے اپنی رسوائی کا سامان کرنے پر کیوں راضی ہو سکتے تھے؟) امام وکیع نے کہا: ابوحنیفہ نے دوسو احادیث نبویہ کی مخالفت کی، (یہ وکیع کے اپنے علم کے مطابق ہے، ورنہ ابوحنیفہ نے ہزاروں نصوص نبویہ وقرآنیہ کی مخالفت کر رکھی ہے)

امام وکیع نے کہا: امام عطاء بن ابی رباح سے دعویٰ سماع میں ابوحنیفہ سچے نہیں ہیں، معلیٰ بن اسد نے کہا: میں نے ابن المبارک سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ابوحنیفہ کے اقوال پر عمل کرتے ہیں، ابن المبارک نے اس کی تکذیب کی اور کہا جب تک ہم ابوحنیفہ کے احوال واقعی کی خبر نہیں رکھتے تھے، ان کی مجلس میں جاتے تھے، پھر جب ان کے حقائق ہم پر واضح ہوئے، تو انھیں ہم نے متروک قرار دیدیا۔ ابو عبدالرحمن مقری نے کہا کہ مجھے ابوحنیفہ نے مرجئ مذہب قبول کرنے کی بہت ترغیب دی مگر میں نے انکار کیا، إلى آخر ما قال(الانتقاء لابن عبد البر،ص:۱٤۹ تا ۱۵۱)

پھر بھی دیوبندیہ کا حافظ ابن عبدالبر کو ابوحنیفہ کی صرف مدح سرائی کرنے والا کہنا خالص افتراء پردازی ہے۔

علامہ محمد طاہر مصنف "مجمع بحار الأنوار" پر دیوبندیہ کی افتراء پردازی:

علامہ محمد طاہر اگرچہ ہندی وحنفی تھے، مگر ان کے کسی بھی بیان سے ثابت نہیں ہوتا کہ انھوں نے ابوحنیفہ کی توثیق کی، مگر دیوبندیہ نے ان کی طویل عبارت نقل کی، جس میں مناقب ابی حنیفہ سے متعلق باتیں ہیں اور ان کی طرف سے دفاعی باتیں ہیں۔(كشف الغمة،ص:۳٤ تا ۳٦)

مگر علامہ محمد طاہر نے ایک لفظ بھی توثیق ابی حنیفہ پر ان کے صاحب علوم حدیث ہونے پر نہیں ذکر کیا۔ معلوم ہوا کہ دیوبندیہ نے محض تلبیس وتکذیب حقائق سے پوری کتاب میں کام لیا ہے۔

کیا ''ضعیف جدا'' جرح مفسر نہیں؟

ابوحنیفہ کو امام ابن المدینی کا ''ضعیف جدا'' کہنا اور یہ کہنا کہ ابوحنیفہ نے کل پچاس احادیث بیان کیں اور سب میں ان سے خطأ وغلطی کا صدور ہوا، اسے دیوبندیہ نے اپنی کتاب (کشف الغمة، ص: ٣٦) میں پھر موضوع بحث بنایا اور کہا کہ یہ جرح مبہم ہے اور مفسر جرح ہی موثر ہوتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ امام ابن المدینی کی اس جرح کو تمام کتب مصطلح حدیث میں جرح مفسر اور سخت ترین تجریح قرار دیا گیا ہے، دیوبندیہ اصول حدیث ہی نہیں، بلکہ تمام علوم شرعیہ سے یا تو واقعتاً جاہل بلکہ اجہل ہیں، یا تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہیں، جو بھیانک طوفان بے تمیزی ہے۔

دیوبندیہ کا دسواں قاعدہ:

ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن اپنی دیوبندی جماعت کا دسواں قاعدہ بتلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب کسی راوی کی توثیق وثنا خواں کرنے والے جرح کرنے والوں سے زیادہ ہوں، تو جرح والا قول حد اعتبار سے خارج ہے۔ حافظ ابن عبد البر نے کہا کہ ابوحنیفہ کی توثیق وثناء خوانی کرنے والے ان پر تجریح کرنے والوں سے زیادہ ہیں اور جن اہل حدیث نے ان پر تجریح کی ہے، وہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ابوحنیفہ رائے وقیاس میں مستغرق رہا کرتے تھے اور یہ عیب نہیں۔ (کشف الغمة، ص: ٣٦، ٣٧) بحواله عقد الجواهر، ص: ١٠، و خيرات حسان فصل اڑتیس)

ہم کہتے ہیں کہ کسی ایک بھی امام جرح وتعدیل نے ابوحنیفہ کی توثیق وثناء خوانی بسند معتبر نہیں کی، خود حافظ ابن عبد البر نے کسی بھی امام فن کو مستثنیٰ کیے بغیر کہا کہ سبھی اہل حدیث ابوحنیفہ کو سیئ الحفظ کہتے ہیں، (کما تقدم) کیا یہ جرح مفسر نہیں؟ یقیناً جرح مفسر ہے اور قول ابی حنیفہ کے بالکل مطابق ہے کہ میری بیان کردہ احادیث وغیر احادیث مجموعہ اغالیط واباطیل وشرور وفتن ہیں۔ یہاں پر پھر ترجمان دیوبندیہ کا اپنی عادت کے مطابق امام اہل حدیث سیف بنارسی پر سراسر کذب وافتراء کا بہتان خالص دیوبندی افتراء پردازی ہے۔

امام اہل حدیث سیف بنارسی پر دیوبندیہ کا مزید افتراء:

ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے امام اہل حدیث سیف بنارسی کی طرف منسوب کیا کہ ''ایسے بہت سے اقوال ہیں، ہم بالتصریح ان کو کہاں تک لکھیں''، امام اہل حدیث سیف بنارسی کی طرف اپنی منسوب کردہ اس بات پر دیوبندی ترجمان مفتی مہدی حسن نے یہ تبصرہ کیا:

"صرف دو قول آپ نے پیش کیے، جن کی حقیقت یہاں تک معلوم ہوئی، کاش آپ اور بھی اقوال نقل کر دیتے، تو دنیا کو معلوم ہو جاتا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں۔" الخ (کشف الغمۃ، ص: ۳۷)

ہم کہتے ہیں کہ اجہل الناس، جہالت مرکبہ کا شکار ہوتے ہوئے دیوبندیہ نے امام اہل حدیث سیف بنارسی کے قول کا مخاطب اپنے کو سمجھ لیا ہے حالانکہ اہل حدیث سیف بنارسی نے یہ بات اصحاب علم و عقل کے لیے لکھی تھی، کیونکہ وہ خوب سمجھتے تھے کہ

پیش لا یعقل ز دانش دم زدن دیوانگی است
گفتگوئے عقل را بامراد ماں عاقل کنید

دیوبندیہ کا حال یہ ہے کہ اپنے حق میں زہر ہلاہل والی باتوں کو بھی لذیذ و مرغوب لقمۂ تر سمجھ بیٹھنے کے عادی ہیں:

مچھلی سمجھتی ہے اسے لقمہ تر ملا
صیاد سمجھتا ہے کہ کانٹا نگل گئی

دیوبندیہ علامہ سیف بنارسی کے دلائل قاہرہ کی کثرت سے ہواس باختہ ہو کر بدہوشی میں سمجھتا ہے کہ انھوں نے صرف دو قول پیش کیے۔

بدمستی میں اندھے کو بڑی دور کی سوجھی
حواس سے محروم کی عادت ہے یہی ہوتی

دیوبندیہ کی اونچی اڑان:

ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے امام اہل حدیث کی ایک بات نقل کر کے بزعم خویش اس پر دیوبندی نقد و نظر کیا:

"قولہ۔ صرف ہم ان محدثین کے نام مع حوالہ کتب جنھوں نے امام ابوحنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے، لکھ دیتے ہیں۔" الخ۔

اقول:

قاضی ار با ما نشیند بر فشاند درست را
محتسب گر مے خورد معذور دارد ست را

ناظرین مؤلف رسالہ یعنی امام سیف بنارسی نے ایک سو گیارہ نام گنائے ہیں، جن پر ان کو بڑا فکر ہے کہ ان حضرات نے ابوحنیفہ کو ضعیف کہا، خیر ایں ہم غنیمت است، یہ بات تو ظاہر ہے کہ ابوحنیفہ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک ہزاروں لاکھوں محدثین و علماء ہر قرن میں ہوتے چلے آئے ہیں، لیکن ان میں

سے صرف ایک سو گیارہ ایسے ہیں، جنھوں نے امام ابوحنیفہ کی تضعیف کی اور باقی سب ان کی امامت و ثقاہت و عدالت وغیرہ کے قائل ہیں۔ لہٰذا ان حضرات کی جرح امام ابوحنیفہ کے حق میں بالفرض ثابت ہو، تو ان ہزاروں کے مقابلہ میں جو ثقاہت کے قائل ہیں، کوئی وقعت نہیں رکھتی، الی آخر ما قال ترجمان الديوبنديه المفتي مهدى حسن۔(کشف الغمة، ص:٣٧ تا ٣٩)

ہم کہتے ہیں:

دیوبندیہ بالتقابل سلفیت است بد حواس
بر بنائے بدحواسی ساخت و صفش لغو و لاف

کیا دیوبندیہ نے یہ قرآنی آیت نہیں پڑھی:﴿كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً﴾ (البقرة: ٢/٢٤٩) تقلید پرستوں کی کثرت تعداد پر گھمنڈ و ناز ونخرہ انتہائی حماقت ہے،تقلید پرستی بذات خود ایک مرض لاعلاج ہے، میدان تحقیق میں تقلید پرستی والی بات پرکاہ و ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہے۔ نیز ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ اپنی پوری طاقت لگا کر ہزاروں نہیں صرف ایک ہزار بلکہ پانچ سو بلکہ ڈھائی سو بلکہ ایک سو بلکہ پچاس، پچیس بلکہ دس بیس بلکہ چار پانچ بلکہ دو تین بلکہ ایک ہی محدث غیر تقلید پرست سے بسند معتبر ابوحنیفہ کا ثقہ ہونا ثابت کر دیں، تو ہم سمجھیں کہ دیوبندیہ کوئی کوئی بات سچ بھی کہہ دیتے ہیں!!

عام محدثین کرام پر دیوبندیہ کا افتراء:

ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے کہا:

”ایک ابوداود سجستانی صاحب السنن کو امام اہل حدیث سیف بنارسی نے ابوحنیفہ کو سخت ضعیف قرار دینے والوں میں شمار کیا ہے، جس کی تغلیط حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں کر دی کہ ابوداود نے ابوحنیفہ کو امام کہا اور حافظ عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی کتاب العلم میں بسند متصل ابوداود سے ایسا ہی نقل کیا۔“

(کشف الغمة، ص:٣٩، کا ماحصل بحوالہ عقود الجواهر، ص:٩)

ہم کہتے ہیں کہ امام اہل حدیث سیف بنارسی کے اس قول کا ماخذ ہمیں نہیں معلوم ہو سکا، مگر یہ محقق بات ہے کہ امام سیف اس موضوع پر کوئی بے بنیاد بات نہیں کر سکتے البتہ امام ابوحنیفہ کو ہم بھی امام کہتے ہیں، مگر وہ درحقیقت امام أهل الرأی والمرجيه والجهميه ہیں اور امام ابوداود کے صاحب زادے امام عبداللہ بن سلیمان ابی داود بن اشعث سجستانی نے لکھا ہے کہ:

”فلواقع فيه إجماع من العلماء في جميع الآفاق۔“

یعنی ابوحنیفہ پر سخت تجریح کرنے پر پوری دنیا کے اہل علم کا اجماع ہے۔

(نشر الصحيفة في ذكر الصحاح من أقوال الجرح والتعديل في أبي حنيفة، ص: ١٣٦، ١٣٧، بحواله ابن عدی فی الکامل:٧/٢٤٧٦، و عام کتب رجال و تاریخ)

اسی طرح کا اجماع حافظ ابن حبان و حافظ خطیب و بہت سارے ائمہ نے نقل کیا ہے، ظاہر ہے کہ اگر اس اجماع سے امام ابوداود متفق نہیں ہوتے ،تو اسے اہل علم کا اجماع اتنے سارے اہل علم نہیں کہتے۔ امام ابوداود کے صاحب زادے عبد اللہ بن سلیمان ابی داود کا مفصل ترجمہ سیر أعلام النبلاء (١٣/١٢٢١تا ١٢٣٥) ، التنكيل بما في تأنيب الكوثری من الأباطيل، ترجمہ عبد اللہ بن ابی داود میں دیکھیں۔

ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن اور ان کی جماعت والے دیوبندیہ بتلائیں کہ حافظ ذہبی نے ابوحنیفہ پر مذکورہ بالا سخت تجریح کی مدافعت تذکرۃ الحفاظ کی کس جلد اور صفحہ وسطر میں کی ہے؟ ہم اعلان کر دے رہے ہیں کہ تاقیامت دیوبندیہ باہم مل کر شدید کوشش و معاونت کے باوجود ایسا نہیں کر سکے گا۔ یہ دیوبندیہ کا حافظ ذہبی پر افتراء اور بہتان عظیم ہے، ہم بتلا آئے ہیں کہ حافظ ذہبی نے بالصراحت کتاب "دیوان الضعفاء" میں ابوحنیفہ کو بے حد ضعیف وسیّئ الحفظ کہا ہے اور میزان الاعتدال میں ابوحنیفہ کے پوتے اسماعیل کے ترجمہ میں بھی ابوحنیفہ پر جرح کی ہے۔

کیا حافظ ابن حجر نے امام ابوحنیفہ کی توثیق کی ہے؟

ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے کہا:

"دوسرے حافظ ابن حجر ہیں (یعنی جنھیں امام ابوحنیفہ کے جارحین میں امام اہل حدیث سیف بنارسی نے شمار کیا ہے) ان کے متعلق ماسبق میں میں بیان کر چکا ہوں کہ حافظ نے تھذیب التھذیب وتقریب میں کہیں بھی امام ابوحنیفہ کی تضعیف نہیں کی، بلکہ مقدمہ میں تردید کر چکے ہیں اور ان کے نزدیک ابوحنیفہ مسلّم الثبوت ثقہ ہیں۔" (كشف الغمة، ص:٣٩)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ تاقیامت نہیں ثابت کر سکتا کہ حافظ ابن حجر نے اپنی ان تینوں کتابوں میں یا کسی بھی کتاب میں کہا ہے کہ "ابوحنیفہ مسلم الثبوت ثقہ ہیں"، جھوٹ بکنے کی سزا بھگتنے کے لیے دیوبندیہ تیار رہیں۔ حافظ ابن حجر نے اپنی کسی کتاب میں ابوحنیفہ پر ہونے والی اجماعی تجریح قادح کی تردید نہیں کی ہے، سکوت نہ تجریح کی دلیل ہے نہ توثیق کی، البتہ حافظ ابن حجر نے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب روایت: "قرأة الإمام قرأة له" والی حدیث نقل کرکے "فتح الباري" (٢/٢٤٢، زیر حدیث نمبر:٧٥٦) میں کہا:

" لكنه حديث ضعيف عند الحفاظ و قد استوعب طرقه و علله الدارقطني وغيره"

یعنی یہ حدیث تمام حفاظ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے، اس کے طرق وعلل کو امام دارقطنی نے (کتاب العلل والسنن) میں جمع کر دیا ہے۔ اور ان کے علاوہ دوسرے اماموں نے بھی۔

اور اس حدیث کے رواۃ میں سے ابوحنیفہ بھی ہیں۔(موطا محمد: ۲/ ۹۴، ۹۵)

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر نے ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے۔

کیا امام ابن المدینی نے توثیق ابی حنیفہ کی ہے؟

فرقہ دیوبندیہ کو عموماً اور ان کے ترجمان مفتی مہدی حسن کو خصوصاً ایک ہی بات بار بار تکرار سے کہنے کی عادت ہے، اپنی اس عادت کے سبب ابن المدینی کی ابوحنیفہ پر امام سیف بنارسی والی تجریح کو بار بار دہرایا اور ابن حجر مکی کی ساقط الاعتبار کتاب خیرات حسان سے ابن المدینی کی توثیق ابی حنیفہ کا ذکر کیا۔(کشف الغمة، ص: ۳۹، ۴۰)

مگر ہم اس دعویٰ دیوبندیہ کی تکذیب کر آئے ہیں۔

امام شعبہ کی تجریح ابی حنیفہ:

مذکورہ بالا اپنے اکاذیب کے بعد ترجمان فرقہ دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کی توثیق کرنے والے ساتویں امام شعبہ ہیں۔(کشف الغمة، ص: ۴۰)

ہم کہتے ہیں کہ امام شعبہ اور حماد بن سلمہ امام ابوحنیفہ کو ملعون کہا کرتے تھے۔(الضعفاء للعقیلی: ۴/ ۲۸۱)

کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی جرح ہو سکتی ہے؟ معلوم ہوا کہ مفتی مہدی حسن اور دیوبندیہ نے امام شعبہ پر افتراء پردازی کی ہے! بزعم خویش مفتی مہدی حسن نے امام ابوحنیفہ کی توثیق خیرات حسان (عقود الجواهر، ص: ۸) سے نقل کی ہے، حالانکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ یہ دونوں کتابیں مجموعہ اکاذیب ہیں، نیز ان دونوں کی عبارت مفتی مہدی حسن نے یہ نقل کی ہے:

"كان شعبة حسن الرأی في أبي حنيفة"

حالانکہ یہ قول توثیق نہیں ہے، اصول حدیث کی کسی کتاب میں دیوبندیہ اسے کلمہ توثیق دکھلا دے، تو ہم سمجھیں کہ کوئی کوئی بات دیوبندیہ سچ بھی کہا کرتے ہیں، نیز اس کی سند کا معتبر ہونا بھی ضروری ہے، دیوبندیہ نے اپنی مستدل روایت کے صرف دو رواۃ کا ذکر کیا ہے، شبابہ بن سوار اور حسین بن علی حلوائی دونوں میں سے اوّل الذکر کو امام احمد نے "داعی مرجی" کہا۔(المغني في الضعفاء للذهبي: ۱/ ۲۹۴) اور ابو حاتم رازی نے: "لا يحتج به" کہا۔(الجرح و التعديل، ترجمه شبابه) امام احمد بن حنبل انھیں "خبیث" بلکہ "أخبث" کہتے تھے۔(تهذيب، ترجمه شبابه) اور حسین بن علی حلوائی کا ترجمہ دیوبندیہ بتلائیں اور حسین بن علی حلوائی تک اس کی سند پیش کریں، بہر حال قول شعبہ تک یہ سند مکذوب ہے۔ اور بحوالہ خیرات حسان ہی ابن عبد البر سے نقل کیا کہ ابوحنیفہ کی توثیق و ثنا خوانی کرنے والوں کی تجریح کرنے والوں سے زیادہ ہے۔(کشف الغمة، ص: ۴۰) ہم اس کا مردود ہونا بیان کر آئے ہیں اور تجریح بہر حال توثیق پر مقدم ہے اور ابوحنیفہ کے مجروح و غیر معتبر ہونے پر کئی اہل علم نے اجماع نقل کیا

ہے۔ کیا اجماع کا مقابلہ دیوبندیہ اپنے مکذوبہ ومخترعہ اقوال سے کر سکتا ہے؟

تاج الدین سبکی کی توثیق ابی حنیفہ:

مفتی مہدی حسن دیوبندیہ نے کہا:

''ابوحنیفہ کی توثیق کرنے والے آٹھویں امام تاج الدین سبکی ہیں۔'' الخ

(کشف الغمۃ، ص: ٤١، بحوالہ طبقات الشافعیہ للسبکی و خیرات حسان)

ہم کہتے ہیں کہ تاج الدین سبکی بھی دیوبندیہ کی طرح تقلید پرست تھے اور مصنف خیرات حسان بھی۔ مگر سبکی صاحب ابوحنیفہ کی توثیق میں کسی امام فن کا قول نہیں نقل کر سکے اور یہی بات سبکی ومصنف خیرات حسان کی تکذیب کے لیے کافی ہے کہ بسند صحیح کسی امام فن کی توثیق نہ کر سکنے کے باوجود بذریعہ اکاذیب مدعی ہیں کہ ہم نے ابوحنیفہ کی طرف سے دفاع کا حق ادا کر دیا۔

بڑی دیوبندی نخرہ بازی کے ساتھ مفتی مہدی حسن فرماتے ہیں کہ:

''اب اتنے علماء کو ایک سو گیارہ جارحین ابی حنیفہ میں سے خارج کر دیں اور مولف رسالہ '' الجرح علی ابی حنیفہ'' کو ان کی کوتاہ نظری اور افتراء پردازی کی داد دیں۔'' (کشف الغمۃ، ص: ٤١، آخری ڈیڑھ سطریں)

مگر ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ مصنف ''الجرح علی ابی حنیفہ'' امام سیف کی جارحین ابی حنیفہ کی ڈیڑھ سو اماموں والی فہرست میں سے کسی ایک کی تجریح کی تغلیط وتکذیب پیش کرنے سے بھی عاجز رہے، اس کے بالمقابل آٹھ آدمیوں کی توثیق ابی حنیفہ میں بھی مفتی دیوبندیہ احقر الزمن مہدی حسن کذاب ثابت ہوئے، پھر تجریح ابی حنیفہ پر اجماع بھی کئی عظیم المرتبت اماموں نے نقل کیا، دریں صورت دیوبندیہ کذابہ کے مطالبہ پر ڈیڑھ سو کی فہرست سے آٹھ حضرات کا نام خارج کیوں کر دیا جائے اور علوم جرح وتعدیل وعلل حدیث میں وسیع النظر و پختہ کار ثقہ امام سیف کو اکاذیب پرست دیوبندیہ کے مطالبہ پر کیسے کوتاہ نظر وافتراء پرداز تسلیم کر لیا جائے۔

اے روبہک چرانہ نشستی بجائے خویش
باشیر پنجہ کردۂ دیدی سزائے خویش

امام ذہبی اور ابوحنیفہ:

دیوبندیہ کے ترجمان مفتی مہدی حسن نے یہاں اپنی طویل عبارت میں کہا:

''ایک حافظ ذہبی ہیں جن کے بارے میں امام اہل حدیث سیف بناری کا یہ زعم ہے کہ انھوں نے بھی سخت ضعیف کہا اور میزان الاعتدال کا حوالہ دیا میزان کی عبارت کے متعلق تو بعد میں عرض کروں گا، اس

کی ذہبی کی طرف نسبت صحیح بھی ہے یا نہیں؟ یا ان پر یار لوگوں (ائمہ کرام) نے ہاتھ صاف کر کے افتراء کیا، اوّل میں حافظ ذہبی کی عبارت ان کی کتاب "تذکرة الحفاظ" سے نقل کرتا ہوں۔الخ

(ماحصل از کشف الغمة، ص:٤٢)

ہم بیان کر آئے ہیں کہ حافظ ذہبی نے اپنی کتاب "دیوان الضعفاء" میں امام ابوحنیفہ پر بہت سخت جرح کی ہے اور میزان الاعتدال میں ترجمہ ابی حنیفہ کے موجود ہونے پر "اللمحات" میں مفصل بحث کے ذریعہ مدعیان الحاق کی تکذیب کردی گئی ہے۔ پہلے میزان میں مذکورہ ترجمہ ابی حنیفہ کے الحاقی ہونے کا دعوی جس طرح چودہویں صدی میں پیدا ہونے سے لے کر اب تک کرتے آرہے ہیں، اپنے اس دعویٰ مکذوبہ پر قائم رہیں یا نہ رہیں، کیونکہ ہٹ دھرم فرقہ اپنی ہٹ دھرمی سے لاکھوں دلائل قاہرہ کے باوجود باز آنے والا نہیں، اس لیے کہ یہ فرقہ اکاذیب و مغالطات وتلبیسات پرست ہے۔

ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن کے مناقب ابی حنیفہ مندرجۂ تذکرة الحفاظ پر ہماری نظر:

مفتی مہدی حسن نے حافظ ذہبی کی کتاب تذکرة الحفاظ سے نقل کیا کہ "ابوحنیفہ امام أعظم فقیہ عراق نعمان بن ثابت بن زوطا تیمی" کوفی کی ولادت ۸۰ ہجری میں ہوئی۔الخ۔(کشف الغمة، ص:٤٢)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کے امام العصر انور شاہ کشمیری اور تمام ائمہ مجتہدین و اکابر محدثین کے اقوال و فرامین کا مجموعہ کہہ کر دیوبندیہ کی طرف سے لکھی گئی کتاب مقدمہ "أنوار الباري" (۱/۵۰) میں امام ابوحنیفہ کے دادا کا نام مرزبان اور زمانہ ولادت ۷۰ ہجری بتلایا گیا اور چودہویں صدی کے امام الدیوبندیہ الکوثری نے موصوف کا سال ولادت بتلانے میں تدلیس وتلبیس سے کام لیتے ہوئے گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہوئے ۶۱ ہجری، ۶۳ ہجری، ۷۰ ہجری بتلایا ہے، پہلے دیوبندیہ یہ بتلائیں کہ ان کی مجموعہ تحقیقات أنوار تمام مجتہدین و اکابر محدثین والی کتاب میں امام ابوحنیفہ کے دادا کا نام جب مرزبان بتلایا گیا، تو دیوبندیہ کے ترجمان مفتی مہدی حسن نے بحوالہ "تذکرة الحفاظ" یہ نام زوطا کیوں بتلایا؟ دوسرے یہ کہ دیوبندیہ کی اتنی زبردست کتاب میں امام ابوحنیفہ کا سال ولادت جب ۷۰ ہجری بتلایا گیا اور ان کی دوسری معتبر کتابوں میں ۶۱ھ، ۶۲ھ، ۶۳ھ، ۷۰ھ، ۷۷ھ بتلایا گیا، تو تقلید ذہبی میں دیوبندیہ نے موصوف کا سال ۸۰ھ کیوں بتلایا؟ دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی کا نتیجہ ہے یا یہ اضطراب کسی اور چیز کا نتیجہ ہے؟

اور تذکرة الحفاظ میں " الإمام الأعظم فقيه العراق " کہا، مگر کاشف و تذهيب التهذيب و سير أعلام النبلا و ديوان الضعفاء میں صرف " الإمام فقيه العراق " ہی کیوں کہا؟ اور بعض دوسری کتابوں میں اما م أہل الرأی کیوں کہا؟

تذکرة الحفاظ میں ابن سعد عن سيف بن جابر عن ابی حنيفه کی سند سے امام ابوحنیفہ کا یہ قول نقل

کیا کہ میں نے ایک سے زیادہ مرتبہ انس بن مالک صحابی کو دیکھا، مگر اہل حدیث کا کہنا ہے کہ ابوحنیفہ نے اپنی باتوں کو جب مجموعہ اغلاط و اباطیل و اکاذیب کہا، تو بعض دیوبندیہ نے اس بات کو کیوں صحیح مان لیا کہ امام ابوحنیفہ نے بقول خویش کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا، پھر جب صرف ایک صحابی کو دیکھنے کا دعویٰ ہے، تو دیوبندیہ نے یہ دعویٰ کیوں کر رکھا ہے کہ ابوحنیفہ نے بہت سارے صحابہ کو نہ صرف دیکھا، بلکہ ان سے سماع وتحدیث (مصاحبت) بھی کی، اور حضرت انس کو جو دیکھنے والی بات ابوحنیفہ نے کہی اسے ابوحنیفہ سے سیف بن جابر نے نقل کی، اس پر اہل حدیث نے دیوبندیہ سے مطالبہ کیا کہ سیف بن جابر کا ثقہ ہونا اور سند کا متصل ومعتبر ہونا ثابت کرو، مگر ولادت دیوبندیہ سے پہلے والے اس سوال کا جواب فرقہ دیوبندیہ ابھی تک نہ دے سکا، نیز ابن سعد کا لقاء وسماع بھی فرقہ دیوبندیہ ثابت نہ کر سکا، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مذکورہ روایت بحوالہ طبقات ابن سعد دیوبندیہ اور جن عناصر سے دیوبندیہ تولد پذیر ہوا، ان سب سے اہل حدیث کا مطالبہ ہے کہ طبقات ابن سعد میں یہ روایت ہے ہی نہیں، پھر یہ دیوبندی دعویٰ چہ معنی دارد؟

اسی کو کہتے ہیں کہ اپنی مطلب کی پا کر ذہبی یا کسی کی بات کو دیوبندیہ حجت بنا لیتے ہیں، خواہ وہ کتنی ہی بعید از حقیقت ہو اور جو ان کے مطلب کی نہ ہو تو ردّ کر دیتے ہیں، خواہ وہ کتنی ہی معتبر ہو۔ اپنے متعارض ومضطرب موقف کی دیوبندیہ وضاحت کریں۔ حافظ ابن حجر نے امام ابوحنیفہ کو **تقریب التهذیب** میں طبقہ سادسہ کا راوی کہا ہے، جس کا مطلب ہے کہ ابوحنیفہ نے کسی بھی صحابی کو نہیں دیکھا اور دیوبندیہ نے **تقریب** سے ابوحنیفہ کے متعلق اقتباس سے استدلال بھی کیا ہے مگر یہاں تقریب کی اس بات کے پیش نظر **تذکرۃ الحفاظ** والی اس روایت کی تغلیط وتردید و تکذیب نہیں کی، آخر اس دوغلی ومضطرب پالیسی کو دیوبندیہ نے کیوں اختیار کر رکھا ہے؟

مفتی مہدی حسن نے دیوبندیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے **تذکرۃ الحفاظ** سے یہ تو نقل کیا کہ انھوں نے ابوحنیفہ کو

"إماما، ورعا، عالما، عاملا، متعبدا، كبيرا الشان لا يقبل جوائز السلطان، بل يتجر و يكتسب۔ قال ابن المبارك: أبو حنيفة أفقه الناس و قال: الشافعي الناس في الفقه عيال على أبي حنيفة"

کہا، مگر ان الفاظ میں سے کسی بھی لفظ سے ابوحنیفہ کے غیر ثقہ، مرجی، جہمی، معتزلی ومتکلم ہونے کی نفی نہیں ہوتی اور اس کے بعد **تذکرۃ الحفاظ** کی جو عبارت مفتی مہدی حسن نے نقل کی کہ ابن معین نے ابوحنیفہ کو "**لا بأس به و لم يكن متهما**" کہا، اس کی سند مکذوب و باطل ہے، اس لیے یہ بات کالعدم بھی ہے، نہ **مغني في الضعفاء** میں ترجمہ اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ میں ذہبی ابوحنیفہ کو ضعیف نہ کہتے اور خود تصریح ذہبی اور **ديوان الضعفاء** کے خلاف بھی ہے اور حقائق کے بھی خلاف ہے، کیونکہ ابوحنیفہ کا غیر ثقہ ہونا متحقق ہے اور خود تصریح ذہبی کے خلاف ہے اور

ابوحنیفہ کو بہت سارے ائمہ کرام نے متہم بھی قرار دیا ہے، نیز بحوالہ تذکرۃ الحفاظ مفتی حسن کا یہ کہنا کہ امام ابوداود نے انھیں امام کہا تو ہم بتلا آئے ہیں کہ امام ابوداود کے صاحب زادے اور بہت سے اہل علم نے دعویٰ اجماع کیا ہے کہ ابوحنیفہ غیر ثقہ ہیں اس لیے کہ لفظ ''امام'' کلمہ توثیق نہیں اور کوئی شک نہیں کہ ابوحنیفہ امام أہل الرأی و امام مرجیۂ و جہمیہ تھے اور تذکرۃ الحفاظ میں جو یہ لکھا ہے کہ ابویوسف نے کہا: میں ابوحنیفہ کے ساتھ جا رہا تھا کہ کسی نے کہا کہ ابوحنیفہ پوری رات شب بیداری کرتے ہیں، اس پر ابوحنیفہ نے کہا کہ لوگ میری بابت شب بیداری کی جو بات کہتے ہیں، وہ غلط ہے، مگر اب آئندہ سے تہجد گزاری کروں گا۔ چنانچہ وہ پوری رات ایسا ہی کرنے لگے۔ اس سلسلے میں ہماری عرض یہ ہے کہ ابویوسف ۱۱۳ ہجری میں یا اس کے بعد پیدا ہوئے، اور کم از کم بیس سال کی عمر میں وہ امام ابوحنیفہ سے وابستہ ہوئے یعنی ۱۳۳ھ سے ابوحنیفہ رات بھر تہجد گزاری کرنے لگے، جس کے بعد ابوحنیفہ صرف سترہ سال زندہ رہے، پھر دیوبندیہ نے یہ مکذوبہ دعویٰ کیوں کر رکھا ہے کہ چالیس سال امام ابوحنیفہ نے عشاء کے وضوء سے نماز فجر پڑھی، کیونکہ وہ رات بھر تہجد گزاری میں مشغول رہتے تھے؟

تذکرۃ الحفاظ میں اگرچہ کہا گیا ہے کہ ابوحنیفہ خود کفیل تھے، مگر ''اللمحات'' میں مراجع حنفیہ سے منقول ہے کہ ابوحنیفہ نے کہا کہ میری کفالت میرے استاذ حماد بن ابی سلیمان کیا کرتے تھے، دیوبندیہ کے پاس اس کا جواب کیا ہے؟

فرقہ دیوبندیہ کے ترجمان مفتی مہدی حسن نے جو یہ کہا کہ تذکرۃ الحفاظ میں کئی ائمہ نے ابوحنیفہ کی ثنا خوانی کی ہے، اس لیے امام سیف بنارسی کی یہ بات صفحۂ ہستی سے مٹ گئی کہ ''آج تک جس قدر محدثین گزرے، سب نے ابوحنیفہ کو ضعیف کہا۔'' ضعیفوں کی یہ تعریف نہیں ہوا کرتی، تو تذکرۃ الحفاظ کے مصنف امام ذہبی نے دیوان الضعفاء و مغني في الضعفاء اور متعدد کتابوں میں امام ابوحنیفہ کو بہت زیادہ ضعیف کیوں کہا ہے؟ تذکرۃ الحفاظ و دیوان الضعفاء کی عبارتوں میں دیوبندیہ صورت تطبیق بتائیں۔

مفتی مہدی حسن نے جامع الأصول لابن اثیر سے ابوحنیفہ کو ''مرضیا'' لکھا ہے۔ جو کلمہ توثیق ہے تو یہ مفتی دیوبندیہ اس کی سند مصنف جامع الاصول سے لے کر معاصرین ابی حنیفہ تک پیش کریں۔ امام اہل حدیث کی یہ بات کہ آج تک جتنے محدثین گزرے سب نے ابوحنیفہ کو ضعیف کہا، صفحۂ ہستی سے کیسے مٹ گیا، جب کہ امام سیف کی بات امر واقع کے اور اجماع کے مطابق ہے، امر واقع و اجماع کی مخالفت کر کے البتہ دیوبندیہ بہت بڑے مجرم ثابت ہوئے۔ (كشف الغمة، ص: ٤٤، سطر: ١٦)

مفتی دیوبندیہ نے جو یہ کہا: امام ابوحنیفہ کے مضعّفین میں سفیان ثوری کا بھی نام ہے، اس کے دو جواب ہیں، ایک بحوالہ طبقات سبکی، دوسرے ابن حجر مکی سفیان ثوری سے ناقل ہیں:

" أبوحنيفة كان ثقة صدوقا في الحديث واقعة" (كشف الغمة:٤٤، ٤٥)

تو ابن حجر مکی کی کتاب خیرات حسان کا معتبر وغیر مستند ہونا ہم ظاہر کر آئے ہیں اور عام کتب رجال خصوصا کتاب السنة للامام عبد الله بن احمد بن حنبل (١/ ١٠٧، ١٠٨) وغیرہ سے ثابت ہے کہ سفیان ثوری نے امام ابوحنیفہ کو کافر وغیر ثقہ قرار دیا ہے۔ یہ بات سفیان ثوری سے متواتر المعنی روایت سے منقول ہے۔ پھر بھی مفتی مہدی حسن نشۂ دیوبندیت میں سرمست ہو کر فرماتے ہیں کہ اب سفیان کی تضعیف کہاں گئی؟ اب خیال فرمایئے کہ ایک سو گیارہ میں سے کتنے علماء ضعیف کہنے والوں میں سے کم ہو گئے۔ (کشف الغمة، ص: ٤٥)

ہم کہتے ہیں کہ ان ایک سو گیارہ ائمہ میں سے ایک بھی کم نہیں ہوئے، غیر معتبر و بے سند بات مکذوب ہوتی ہے۔ یہاں مفتی مہدی حسن نے دیوبندیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے ثقہ اور اس طرح کے الفاظ کا تعدیل کی اعلیٰ قسم بتلاتے ہوئے توثیق کے الفاظ کئی ائمہ سے نقل کیے۔ (کشف الغمة، ص: ٤٥) مگر الفاظ تعدیل میں سے کوئی لفظ کسی امام سے امام ابوحنیفہ کی بابت ثابت نہیں، غلط و مکذوبہ انتساب سے کوئی بات ثابت نہیں ہو سکتی۔

امام یحییٰ بن سعید قطان اور توثیق ابی حنیفہ:

نشۂ دیوبندیت کی سرمستی ہی میں ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے کہا:

'' ایک نام جارحین میں یحییٰ بن سعید قطان کا ہے، ناظرین امام صاحب کی بابت یحییٰ قطان یہ فرماتے ہیں: '' بخدا ہم نے ابوحنیفہ سے اچھا قول کسی سے سنا ہی نہیں اور ہم تو ان کے اکثر اقوال پر عمل کرتے ہیں۔ (تهذيب الكمال و تذهيب التهذيب و عقود الجواهر، ص: ٩)

غرض ان اقوال سے معلوم ہوا کہ یحییٰ بن سعید نے تعریف کی ہے نہ کہ برائی، اگر کوئی مدعی ہے تو اس کو کسی معتبر کتاب سے یحییٰ بن سعید کا قول نقل کرنا چاہیے کہ امام ابوحنیفہ سخت ضعیف ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرة الحفاظ (ص: ٢٨٠) میں بیان کیا کہ یحییٰ بن سعید اقوال ابی حنیفہ پر فتویٰ دیتے، اسی طرح وکیع بن جراح بھی۔ محمد بن حسن موصلی نے اپنی کتاب میں اسی طرح لکھا ہے۔ (عقود الجواهر، ص: ٨)

ناظرین آپ کے خیال میں یہ بات آ سکتی ہے کہ ایک شخص کی برائی بھی کی جائے، پھر اسی کی بات پر عمل بھی کیا جائے۔'' (ملخص از کشف الغمة، ص: ٤٥، ٤٦)

ہم کہتے ہیں کہ ہاں ایک اعتبار سے ایک آدمی ایک شخص کی اچھائی بیان کرے، مگر دوسرے اعتبار سے خرابی بیان کرے، دونوں طرح کی باتیں ایک شخص میں جمع ہو سکتی ہیں ایک شخص ایک اچھا طباخ ہو سکتا ہے، مگر وہ ہوائی جہاز بالکل نہیں اڑا سکتا۔

حافظ خطیب نے بسند صحیح نقل کیا کہ امام ابن المدینی نے کہا:

"سمعت يحيى بن سعيد القطان و ذكر عنده أبو حنيفة قالوا: كيف كان حديثه قال: لم يكن بصاحب حديث"

''یحییٰ قطان کے پاس ابوحنیفہ کا ذکر آیا، تو لوگوں نے یحییٰ قطان سے پوچھا کہ ابوحنیفہ کا علم حدیث میں کیا مقام ہے؟ یحییٰ قطان نے کہا: انھیں حدیث کا کچھ بھی علم نہیں تھا۔''

(نشر الصحيفة ،ص:٣٨٨، بحواله خطيب:١٣/٤٤٥)

اس سے معلوم ہوا کہ یحییٰ بن سعید قطان کی نظر میں امام ابوحنیفہ علم حدیث سے عاری و خالی اور علم حدیث میں صفر تھے۔

امام عقیلی و ابن عدی بسند صحیح ناقل ہیں:

" قال: علي بن المديني: سمعت يحيى بن سعيد القطان يقول مر بي أبوحنيفة و أنا في سوق الكوفة۔ فقال لي: تيس القياس هذا أبوحنيفة۔ فلم أسأله عن شيئ قيل يحيى كيف كان حديثه۔ قال: ليس بصاحب حديث۔"

''یعنی امام ابن المدینی نے کہا کہ میں نے امام یحییٰ قطان سے کہتے سنا کہ میں بازار کوفہ میں تھا کہ میرے پاس سے ہو کر ابوحنیفہ گزرے، تو امام یحییٰ قطان نے مجھ سے کہا کہ یہ ابوحنیفہ ہیں، جو قیاس آرائی میں غیر خصی کیے بکرے کی طرح بڑے تیز و طرار ہیں، یحییٰ بن سعید قطان سے پوچھا گیا: ابوحنیفہ حدیث میں کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ امام یحییٰ قطان نے کہا کہ ابوحنیفہ حدیث میں صفر و ناکارہ ہیں۔''

(الضعفاء للعقيلي:٤/٢٨٢، و الكامل لابن عدي:٧/٢٨٢، و خطيب:١٣/٤٤٥، و نشر الصحيفة: ٣٨٧،٣٨٨)

اس سے معلوم ہوا کہ یحییٰ قطان رائے و قیاس میں ابوحنیفہ کو بہت تیز گام اور غیر خصی بکرے کی طرح سمجھتے تھے مگر علم حدیث میں ابوحنیفہ کو صفر سمجھتے تھے، نیز یحییٰ بن سعید القطان یہ بھی کہتے تھے کہ میں ان سے کسی بھی قیاسی یا غیر قیاسی بات پوچھنے کا روادار نہیں اگرچہ وہ میرے پڑوس ہی میں رہتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یحییٰ قطان نے ابوحنیفہ کو رائے و قیاس و حدیث میں متروک قرار دیا ہے، اسی طرح امام علی بن المدینی نے بھی امام ابوحنیفہ کو متروك الرای و الحديث قرار دیا، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ کی بعض آراء و قیاس کو یحییٰ قطان کسی زمانے میں قبول کر لیتے تھے، پھر رائے میں بھی انھیں متروک قرار دے دیا اور یہ معلوم ہے کہ متروک ہونا بھاری تجریحات قادحہ میں سے ہے۔

امام ابوحنیفہ نے خود کہا کہ میرا دین و مذہب صرف رائے پرستی اور سارا مشغلہ زندگی رائے و قیاس کی اختراع و

ایجاد ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ کوئی شخص ہمارے مجموعہ رائے و قیاس والے مذہب کو ہی اختیار کرے۔

(الانتقاء لابن عبد البر، ص:۱۳۹، ۱۴۰)

امام ابن معین نے کہا:

" قال: يحيي بن سعيد القطان: أرأيتم ان عنا على أبي حنيفة شيئا و أنكرنا بعض قوله أتريدون أن نترك ما نستحسن من قوله الذى يوافقنا عليه"(الانتقاء:۱۳۱، ۱۳۲)

یعنی یحییٰ بن سعید قطان نے کہا کہ لوگو! اگر ہم ابوحنیفہ کی بعض آراء ونکیر کو معیوب سمجھتے اور ان پر نکیر کرتے ہیں، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم جس مسئلہ کو اختیار کرتے ہیں، اس سے اگر ابوحنیفہ ہماری موافقت کرتے ہوں، اسی بناء پر ہم رائے ابوحنیفہ کی تحسین کرتے ہوں، تو کیا ہم ابوحنیفہ کی ایسی رائے بھی ترک کردیں۔

یہ بات ایسی ہی ہے کہ یہودی مسائل میں سے بہت سارے مسائل کو ہمارے رسول ﷺ ردّ کردیتے تھے، مگر بحالت حیض جماع و وطی سے ممانعت کے معاملہ میں آپ یہود کی موافقت کرتے تھے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر یہود نے کہا: کہ یہ شخص یعنی محمد رسول اللہ تمام معاملات میں ہماری مخالفت کرتا ہے، تو صحابہ نے کہا پھر ان یہودیوں کے موقف کے خلاف ہم بحالت حیض عورتوں سے جماع بھی ضرور کریں گے: اس پر آپ ﷺ نے صحابہ پر نکیر کرتے ہوئے ایسا کرنے سے منع کردیا، (عام کتب حدیث) بالکل یہی معاملہ امام ابوحنیفہ کی بعض باتیں قبول کرنے کا یحییٰ قطان والا بھی تھا، مگر بعض لوگوں نے روایت بالمعنی سمجھ کر اسے کچھ کا کچھ بنا دیا، حتی کہ بعض نے یحییٰ القطان کو مقلد ابی حنیفہ کہہ دیا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امام یحییٰ قطان ابوحنیفہ کی رائے و قیاس کو بھی متروک ہی قرار دیے ہوئے تھے۔ البتہ اپنے اجتہاد سے جس موقف کو یحییٰ القطان اچھا سمجھتے تھے اور اتفاق سے وہی بات ابوحنیفہ بھی کہتے ہوتے تھے، جیسے بعض محض ابوحنیفہ کی مخالفت کی بناء پر چاہتے کہ اسے بھی امام القطان مردود ومتروک قرار دیں، اس پر امام القطان نے یہ ردّ عمل ظاہر کیا۔

بات صرف اتنی ہی ہے جسے بعض رواۃ نے بزعم خویش روایت بالمعنی سمجھ کر کچھ کا کچھ کردیا، ورنہ امام قطان نے اپنے استاد سفیان ثوری کی یہ بات بطور حجت نقل کی کہ ابوحنیفہ اپنی غلط آراء کے سبب کافر ہوگئے تھے اور یکے بعد دیگر توبہ کرنے کے باوجود بھی کفر پر قائم رہے۔ اس لیے ان سے بار بار توبہ کرائی جاتی تھی، وہ بظاہر توبہ کرنے کے باوجود اسی موقف پر قائم رہتے تھے۔

(الانتقاء لابن عبد البر، ص:۱۴۹، بحواله كتاب الضعفاء والمتروكين للبخاری و عام كتب رجال خصوصاً تاريخ خطيب:۳۹۱/۱۳)

دراصل فرقہ دیوبندیہ کی عقل پر پتھر پڑے ہیں، اس لیے وہ حقائق کو الٹا دیکھتا ہے، اسی طرح امام ابوحنیفہ نے

حضرت سعید بن جبیر پر مرجی ہونے کا الزام لگادیا، حالانکہ سعید بن جبیر مرجیہ سے بہت نالاں تھے۔(عام کتب رجال) ہائے افسوس! مدعیان علم ہونے کے باوجود فرقہ دیوبندیہ علمی باتیں سمجھنے سے ویسے ہی بیگانہ ہے، جیسے ادرک کے سواد سے بندر!!

امام فضیل بن عیاض وفرقہ دیوبندیہ وامام ابوحنیفہ:

ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن دیوبندیہ کی طرف سے لکھتے ہیں:

''فضیل بن عیاض فرماتے ہیں:

" كان أبو حنيفة فقيها معروفا بالورع، معروفا بالإفضال على الناس، صبوراً على تعليم العلم بالليل والنهار، كثير الصمت، قليل الكلام، حتى تردد عليه مسئلة"

'' یعنی امام ابوحنیفہ معروف ومشہور فقیہ وتقویٰ شعار تھے، لوگوں پر فیاض تھے، دن و رات لوگوں کوعلم کی تعلیم دینے پر ثابت قدم تھے، وہ كثير الصمت (بکثرت خاموش رہنے والے) قليل الكلام تھے، یہاں تک کہ ان کے سامنے کوئی استفتاء آئے، تو زبان کھولتے تھے۔''

(ماحصل از كشف الغمة بسراج الأمة، ص:٤٦، بحواله تبييض الصحيفة للسيوطی)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ نے یہ بات سیوطی کی کتاب "تبييض الصحيفة" سے نقل کی اور فرقہ دیوبندیہ کے امام کوثری نے سیوطی کو کذاب کہا ہے۔(والتفصيل فی "اللمحات") پھر اس مجموعہ اکاذیب سے کچھ اکاذیب کو دیوبندیہ کا حجت بنالینا اکاذیب پرستی ہے۔

"تبييض الصحيفة" کی جو بات دیوبندیہ نے لکھی، اس کے کسی بھی لفظ سے توثیق ابی حنیفہ نہیں ثابت ہوتی۔ اگر فرقہ دیوبندیہ واقعی اپنے کو سچا سمجھتا ہے اور اپنے کو سچا سمجھنے میں اس کا ضمیر و دل بھی آمادہ ہے، تو "تبييض الصحيفة" والی عبارت کے کسی لفظ کا کلمہ توثیق ہونا ثابت کرے اور ابوحنیفہ کا رات و دن علم کی تعلیم دینے میں مشغول رہنا ہمارے اس بیان کے خلاف و معارض ہے، جسے ہم نقل کر آئے ہیں کہ ابوحنیفہ کے سارے مشاغل علم نہیں کچھ اور ہیں، لہٰذا دیوبندیہ کی بطور حجت نقل کردہ اس بات کا مکذوب ہونا ظاہر ہے اور رات و دن جب ابوحنیفہ علم کی تعلیم دینے میں مصروف رہتے تھے، تو دیوبندیہ کا یہ دعویٰ مکذوب محض ہے کہ ابوحنیفہ چالیس سال رات بھر تہجد پڑھتے اور عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھتے تھے اور جو شخص دن و رات تعلیم دینے میں مصروف ہوا سے طويل الصمت کہنا دیوبندیہ کے اکاذیب پرست اور تضاد گو ہونے کی واضح دلیل ہے۔

امام فضیل بن عیاض سے بسند صحیح مروی ہے:

" لم يكن بين المشرق والمغرب فقيها يذكر بخير الاعاب أبا حنيفة و مجلسه"

(الكامل لابن عدي:٧/٢٤٧٤)

یعنی پوری دنیا میں خیر کے ساتھ مذکور کوئی بھی فقیہ ایسا نہیں، جس نے ابوحنیفہ اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کو معیوب نہ قرار دیا ہو۔

نیز حسن بن عثمان سے مروی ہے کہ فضیل بن عیاض ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب پر تجریح و تنقید کرتے تھے۔(خطیب:۱۵۲/۸) فضیل کے اسی بیان میں مذکورہ بات کا حاصل یہ ہے کہ امام فضیل کا مسلک مسلکِ ابی حنیفہ و اہل الرأی کے خلاف مذہب اہل حدیث تھا۔

یہ بات گزر چکی ہے کہ حافظ ابن عبدالبر علوم ابی حنیفه اور ابوحنیفہ کے ہم مذہب کے علوم کو علوم ہی نہیں مانتے، بلکہ محض رائے و قیاس کہتے ہیں، نیز احناف خصوصا دیوبندیہ مدعی ہیں کہ علوم ابی حنیفه کے تدوین کار ابویوسف ہیں اور امام فضیل ابویوسف کے علوم مدوّنہ کو علم ہی نہیں مانتے۔(الضعفاء للعقیلی: ٤٤١/٤)صرف اتنی ہی بات مزاعم دیوبندیہ کی تکذیب کے لیے کافی ہے!

اس دیوبندی کتاب میں امام فضیل کی طرف منسوب ابوحنیفہ کی بابت یہ بات بلاسند "تبییض الصحیفة للسیوطی" میں مذکور ہے، پھر فرقہ دیوبندیہ کو اس کی سند کہاں سے معلوم ہوئی اور اس سند کا معتبر ہونا کیسے معلوم ہوا؟ دیوبندیہ وضاحت کریں، البتہ اس کی سند تاریخ خطیب(۱۳/ ۳۳۹، ۳۴۰) میں مذکور ہے جس میں احمد بن عطیه و محمد بن حمدان بن الصباح کذاب ہیں۔معلوم ہوا کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ نے اسی مکذوب سند والی روایت کو تبییض الصحیفة سے نقل کرکے اپنے اکاذیب پرست ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

ابراہیم بن عکرمہ اور مدح ابی حنیفہ:

مفتی مہدی حسن دیوبندی نے کہا:

" عن إبراهيم بن عكرمة ما رأيت في عصري كله أورع و لا أزهد و لا أعبد و لا أعلم من أبي حنيفة" (كشف الغمة،ص:٤٦)

"یعنی ابراہیم بن عکرمہ نے کہا کہ میں نے تمام عمر کوئی ایسا عالم نہیں دیکھا جو امام ابوحنیفہ سے زیادہ پرہیز گار اور زاہد و عابد و عالم ہو۔"

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے اپنی اس مستدل بات کی سند بھی نہیں ذکر کی، اس کی سند تاریخ خطیب(۱۳/ ۳۴۷) میں مذکور ہے، اس میں ابن سعید مراد احمد بن محمد بن سعید المعروف بابن عقدہ واقع ہے، جو کذاب و بدعقیدہ تھا۔(لسان المیزان: ٢٦٣/١ تا ٢٦٦) نیز اس سند میں دوسری علل قادحہ بھی ہیں۔

اس مکذوبہ روایت سے دیوبندیہ کا استدلال بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ دیوبندیہ اکاذیب پرست ہیں، یہ بیان ہو چکا ہے کہ جس قسم کے علوم سے امام ابوحنیفہ کا اشتغال تھا، انھیں اہل علم نے علم ہی نہیں مانا ہے اور جس شخص پر تواتر

کے ساتھ ائمہ کرام نے کفر کا فتویٰ دیا ہو، وہ أورع و أزهد و أعبد رہ کر کیا کرے گا؟ بہت سے مشرک سادھو سنت برہمن بھی أورع و أزهد وأعبد ہوتے ہیں، پھر ان اوصاف سے انھیں کیا حاصل ہے؟ پھر ان الفاظ میں سے کوئی لفظ بھی توثیق کے لیے نہیں بولا جاتا اور یہاں بحث ہے ابوحنیفہ کے ثقه في الحديث ہونے کی! دیوبندیہ اپنے موضوع کے خلاف کیوں بکواس کرتا پھرتا ہے؟ دیوبندیہ ابراہیم بن عکرمہ ہی کا ترجمہ مع توثیق پیش کردیں اور ان تک پہنچنے والی سند کا مکذوب ہونا تو واضح ہی ہو چکا ہے۔

علی بن عاصم و ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن نے مذکورہ بالا اکاذیب کے بعد مندرجہ ذیل بات کہی:

" عن علي بن عاصم قال: لو وزن عقل أبي حنيفة بعقل أهل الأرض لرجح بهم"

(كشف الغمة، ص:٤٦)

"یعنی علی بن عاصم نے کہا کہ اگر ابوحنیفہ کی عقل کا موازنہ دنیا والوں کی عقل سے کیا جائے، تو ان پر عقل ابی حنیفہ راجح ہوجائے گی۔"

ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت بھی دیوبندیہ نے بلا حوالہ و بلا سند نقل کی ہے، لیکن تاریخ خطیب (۱۳/۳۶۳) میں اس کی سند مذکور ہے، جس میں محمد بن شجاع ثلجی کذاب ہے، یہ بھی دیوبندیہ کے اکاذیب پرست ہونے کی دلیل ہے۔ نیز جن علی بن عاصم کی طرف یہ روایت منسوب ہے، وہ کثیر الغلط و الخطاء تھے، حتی کہ بعض ائمہ نے انھیں کذاب بھی کہا ہے۔ (المجروحين لابن حبان: ۲/۱۱۳) اور اس کے حاشیہ پر نیز میزان الاعتدال وغیرہ میں ان کا ترجمہ دیکھیں، جو علی بن عاصم بذات خود ضعیف ہوں، ان کے قول سے کسی غیر ثقہ کی ثقاہت کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟

سنبھلا نہیں جن سے اپنا دوپٹہ
سنبھالیں گے کیا وہ بھلا دل کسی کا؟

امام وکیع اور امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن نے آگے بڑھتے ہوئے کہا:

" عن وكيع قال: كان أبوحنيفة عظيم الأمانة، وكان يؤثر رضاء الله على كل شيء و لو أخذته السيوف في الله لاحتملها"

یعنی امام وکیع نے کہا کہ ابوحنیفہ عظیم الامانہ تھے اور ہر چیز پر رضائے الٰہی کو ترجیح دیتے، خواہ ان پر تلواریں چلیں، تو بھی انھیں برداشت کرلیتے۔ (كشف الغمة، ص:٤٦، ٤٧)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے اس کی سند بھی نہیں پیش کی، مگر اس کی سند تاریخ خطیب (۱۳/۳۵۸) میں ہے، اس سند میں احمد بن مغلس کذاب ہے۔(التنکیل و لسان المیزان و میزان و عام کتب رجال، ترجمہ أحمد بن مغلس) اس مکذوبہ روایت کو دلیل بنا کر دیوبندیہ نے اپنے اکاذیب پرست ہونے کا ایک مزید ثبوت پیش کر دیا، پھر اس مکذوبہ عبارت سے توثیق ابی حنیفہ ثابت نہیں ہوتی، پھر اپنے موضوع سے ہٹ کر دیوبندیہ کیوں بات کرتے ہیں؟

امام عبداللہ بن داود واسطی اور امام ابوداود و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن دیوبندیہ کے مفتی اعظم و ترجمان نے آگے قدم بڑھاتے ہوئے کہا:

"عن ابن داود قال: إذا أردت الآثار فسفيان، و إذا أردت تلك الدقائق فأبو حنيفة۔"

(كشف الغمة، ص:٤٧)

یعنی ابن داود کا قول ہے کہ اگر تم کو آثار و روایات کی ضرورت ہو، تو سفیان کا دامن تھام لو اور فن حدیث وتفسیر کے دقائق و نکات معلوم کرنے ہوں، تو ابوحنیفہ کی صحبت اختیار کرو۔

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت و سند کا حوالہ دیوبندیہ نے ذکر نہیں کیا، مگر اس کی سند تاریخ خطیب (۱۳/۳۴۴) میں مذکور ہے، عبداللہ بن داود تک پہنچنے والی سند میں اگرچہ بحث ونظر ہے، مگر یہ مقولہ جو عبداللہ بن داود واسطی، ابو محمد تمار سے منقول ہے، وہ بذات خود بقول امام بخاری رحمہ اللہ "فيه نظر" و بقول ابوحاتم رازی: "ليس بقوي في حديثه مناكير" وبقول ابواحمد حاکم، "ليس بالمتين عندهم" و بقول نسائی "ضعيف" و بقول ابن حبان "منكر الحديث جدا يروي المناكير عن المشاهير لا يجوز الاحتجاج بروايته" بقول دارقطنی ضعیف ہیں۔(تہذیب التہذیب:٥/١٧٦، و عام کتب رجال)

عبداللہ داود واسطی ابو محمد تمار کے قول متدل دیوبندیہ میں ابوحنیفہ کی مدح نہیں قدح کی گئی ہے، البتہ امام سفیان ثوری کی مدح کی گئی ہے کہ انھیں احادیث وآثار کا بہت علم تھا، اس معاملہ میں وہ مرجع خلائق تھے، مگر ابوحنیفہ اپنے آراء و قیاس میں موشگافی و بال کی کھال نکالنے میں مستغرق تھے، مطلب یہ کہ بقول عبد اللہ بن داود تمار ابوحنیفہ علم حدیث سے بالکل عاری وخالی و نابلد تھے، وہ موشگافی میں موشگافی میں مشغول رہتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ صرف رائے پرست تھے، پھر اس قول ابن داود میں دیوبند نے معنوی تحریف بھی کی ہے، یعنی "تلك الدقائق" کا معنی تحریف بازی کر کے فن حدیث وتفسیر کے دقائق و نکات بتلائے، جس کی طرف اس لفظ میں اشارہ بھی نہیں اور دیوبندیہ کا مذہب جس طرح اکاذیب وتلبیسات پر قائم ہے، اسی طرح تحریف بازی پر بھی قائم ہے۔ کذب وتحریف دیوبندیہ کا شعار ہے۔ نعوذ باللہ۔

اس روایت کے کسی بھی لفظ سے توثیق ابی حنیفہ نہیں ثابت ہوتی، البتہ قدح و تجریح ثابت ہوتی ہے اور

موضوع سخن اثبات وتوثیق ابی حنیفہ ہے یعنی کہ موضوع سے خروج وانحراف بھی دیوبندیہ کے مزاج میں داخل ہے۔

امام عبداللہ بن المبارک وامام ابوحنیفہ ودیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن دیوبندی رقم طراز ہیں کہ:

"عن عبد اللہ بن المبارك قال: لو لا أن اللہ أعانني بأبي حنيفة و سفيان الثوري لكنت كسائر الناس۔" (کشف الغمة،ص:٤٧)

ہم کہتے ہیں کہ حسب عادت دیوبندیہ نے اپنی اس مستدل روایت کی سند نہیں ذکر کی نہ ماخذ بتلایا، مگر تاریخ خطیب(۱۳/۳۳۶، ۳۳۷) میں اس کی سند مع متن موجود ہے، اس کی سند میں حامد بن آدم کذاب واقع ہے۔(لسان المیزان:۲/۱۶۳، ومتعدد کتب رجال) اس مکذوبہ روایت کو دلیل بنا کر دیوبندیہ نے اپنے اکاذیب پرست اور بے راہ رو ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا، پھر اس روایت کا کوئی بھی تعلق زیر بحث موضوع سے نہیں، اس میں علم حدیث میں ابوحنیفہ کی توثیق کا ذکر نہیں اور موضوع واصول سے انحراف دیوبندیہ کا پیشہ ہے۔

نیز ہم کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ کی بابت ابن المبارک سے پوچھا گیا کہ:

" هل كان فيه من الهوى شيء؟ قال: نعم: الإرجاء"

یعنی کہ ابوحنیفہ میں ارجاء والی بدعت پرستی پائی جاتی تھی، مطلب یہ کہ بقول ابن المبارک ابوحنیفہ مرجی تھے۔(خطیب:۱۳/۳۸۰)

ابوحنیفہ کے شاگرد خاص ابویوسف نے کہا کہ ابوحنیفہ مرجی بھی تھے اور جہمی بھی، حتی کہ جہمی ہونے کی حالت میں وہ مرے بھی۔(خطیب:۱۳/۳۸۰، ۳۸۱) متواتر المعنی روایت میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے استاذ حماد بن ابی سلیمان نے ابوحنیفہ کو کافر ومشرک کہا(عام کتب رجال) کیا کافر ومشرک علم حدیث میں ثقہ ہو سکتا ہے؟ متواتر المعنی روایت ہی میں ہے کہ ابن المبارک نے ابوحنیفہ کو متروک الحدیث کہا۔(تفصیل "اللمحات" میں ملاحظہ ہو)

متروک الحدیث بہت زیادہ غیر ثقہ کو کہا جاتا ہے۔(عام کتب حدیث) ہم صرف اسی اختصار پر اکتفاء کرتے ہیں، ورنہ ابن المبارک سے بہت سخت تجریحی اقوال ابوحنیفہ پر منقول ہیں، اسے بھی "اللمحات" میں دیکھیں۔

امام محمد بن بشر وامام ابوحنیفہ ودیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن نے کہا:

"محمد بن بشر کہتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ وسفیان ثوری کے پاس آتا جاتا رہتا تھا، جس وقت امام ابوحنیفہ کے پاس آؤں، تو وہ مجھ سے دریافت کرتے کہاں سے آرہے ہو؟ میں جواب دیتا کہ ثوری کے پاس سے، اس وقت امام ابوحنیفہ فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہو کہ اگر اس زمانہ میں

علقمہ واسود موجود ہوتے، تو اس جیسے شخص کے محتاج ہوتے، اسی طرح سفیان ثوری کہتے کہ تم اہل ارض کے اُفقہ کے پاس سے آ رہے ہو۔" (ملخص از کشف الغمة، ص:٤٧)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے اس روایت کا بھی مرجع و سند نہیں بتلائی، پھر وہ اسے معتبر و صحیح کیسے ثابت کریں گے؟ البتہ یہ روایت مع سند تاریخ خطیب(١٣/٣٤٤) میں ہے، اس کی سند میں جندل بن والق کوفی واقع ہے، جو بقول امام مسلم متروک اور بقول امام بزار "ليس بالقوي" اور بقول ابوزرعہ رازی "تصحیف کار" ہیں۔ ابوحاتم رازی نے انھیں صدوق کہا۔ (تهذيب التهذيب:٢/١٠٢،١٠٣) صدوق ہونا متروک و غیر ثقہ ہونے کے منافی نہیں اور متروک سخت ترین جرحوں میں سے ہے، اس روایت کو بھی حجت بنا کر دیوبندیہ نے اپنے کو اکاذیب پرست ہونا ثابت کر دیا، نیز اس میں توثیق ابی حنیفہ کا ذکر نہیں، لہٰذا دیوبندیہ نے اسے بطور حجت پیش کر کے اپنی بے راہ روی کا ثبوت دیا۔

امام یزید بن ہارون اور امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن نے کہا:

" عن يزيد بن هارون قال: أدركت الناس فما رأيت أحداً أعقل و لا أورع من أبي حنيفة" (كشف الغمة، ص:٤٧)

"یعنی یزید بن ہارون نے کہا: میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا، لیکن ابوحنیفہ سے زیادہ عقلمند اور پرہیز گار کسی کو نہیں دیکھا۔"

ہم کہتے ہیں کہ اپنے اس بیان کی سند و مرجع بھی دیوبندیہ نے نہیں بتلایا، اس کی سند خطیب(۱۳/۳۶۴) میں ہے، اس کا ایک راوی مشہور افسانہ نویس حریری ہے، اس کی کسی نے توثیق نہیں کی اور فسانہ نویس کے بیانات افسانوی و مجموعہ اکاذیب ہوتے ہیں، اس روایت سے استدلال کر کے دیوبندیہ نے اپنے اکاذیب پرست ہونے کا ثبوت دیا ہے، پھر اس افسانوی بات میں توثیق ابی حنیفہ کی طرف اشارہ تک نہیں کیا گیا ہے اور یہاں موضوع سخن یہی چیز ہے، موضوع سے ہٹ کر بات کرنی دیوبند کا پیشہ ہے، جو ان کے لیے باعث رسوائی و ذلت ہے۔ حاصل یہ کہ امام یزید بن ہارون کی طرف اس روایت کا انتساب افسانوی ہے۔

امام مکی بن ابراہیم و ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن نے کہا:

" عن إسماعيل بن محمد الفارسي قال: سمعت مكي بن إبراهيم ذكر أباحنيفة فقال: كان أعلم أهل الارض في زمانه"

"اسماعیل بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے کہتے ہوئے سنا کہ ابوحنیفہ اپنے زمانے کے علماء

میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔" (كشف الغمة، ص ٤٧، ٤٨)

ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت خطیب (۱۳/۳۴۵) میں موجود ہے اور یہ بات دیوبندیہ کے ممدوح حافظ ابن عبدالبر کی کتاب کے حوالے سے گزر چکی ہے کہ اہل علم کی نظر میں امام ابوحنیفہ کا علم علم نہیں، بلکہ جہل وضلال ہے اور یہ بات تواتر کے ساتھ اہل علم سے منقول ہے۔ مکی بن ابراہیم کے اس قول میں توثیق ابی حنیفہ کا ذکر نہیں، یعنی کہ یہاں بھی دیوبندیہ نے اپنے موضوع سے انحراف اختیار کرلیا۔

سلیمان و ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن نے کہا:

" عن محمد بن حفص عن الحسن عن سليمان أنه قال: لا تقوم الساعة حتى يظهر العلم قال: علم أبي حنيفة۔"

یعنی سلیمان نے کہا کہ جب تک علم ابی حنیفہ ظاہر نہ ہو، قیامت نہیں آئے گی۔(ملخص از كشف الغمة، ص:٤٨)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے اس روایت کا مرجع اور اس کی سند نہیں بیان کی، حالانکہ یہ روایت مع سند(خطیب:۱۳/۳۳٦) میں منقول ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیوبندیہ نے سند میں تحریف کر رکھی ہے، اصل سند میں حسن بن سلیمان کا لفظ ہے، مگر دیوبندیہ نے اسے "الحسن عن سلیمان" کردیا، کیونکہ مذہب دیوبندیہ تحریفات و تلبیسات و اکاذیب پر قائم ہے، اور حسن بن سلیمان قبطی کو اہل علم نے مجروح و منکر الحدیث کہا ہے۔(لسان الميزان: ٤/١٥٢، ترجمه عثمان بن محمد بن ربيعه) نیز اس سند کے ایک سے زیادہ رواۃ کا ترجمہ ہمیں نہیں مل سکا اور ظن غالب ہے کہ یہ مجہول و غیر ثقہ ہیں اور حسن بن سلیمان قبطی کا اس مکذوبہ حدیث کو امام ابوحنیفہ پر منطبق کرنے سے مدح نہیں، بلکہ قدح ابی حنیفہ ثابت ہوتی ہے کہ علم ابی حنیفہ کا ظہور و غلبہ علامات قیامت میں سے ہے اور آج کل مرجیۃ و جھمیہ مذہب کے متبع دیوبندیہ کے ذریعہ عالمی پیمانے پر علوم ابی حنیفہ کی ترویج زوروں سے جاری ہے، مگر یہ گزر چکا ہے کہ علم ابی حنیفہ کو ائمہ کرام نے علم نہیں جہل و ضلال کہا ہے، اس روایت میں تحریف کر کے اسے دلیل بنا کر دیوبندیہ نے اپنے اکاذیب پرست ہونے کا ثبوت فراہم کردیا۔ نیز اس مکذوبہ روایت سے توثیق ابی حنیفہ نہیں ثابت ہوتی۔ یعنی کہ دیوبندیہ نے اصل موضوع سے انحراف اختیار کیا۔

امام شداد بن حکیم اور امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن نے کہا:

" عن محمد بن أحمد البلخي قال: سمعت شداد بن حكيم يقول ما رأيت أعلم من

أبي حنيفة۔" (كشف الغمة،ص:٤٨)

"شداد بن حکیم کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔"

دیوبندیہ نے اپنی اس مستدل روایت کا ماخذ وسند نہیں بتلایا، یہ روایت مع سند خطیب (۱۳/۳۴۵) میں موجود ہے۔شداد بن حکیم بھی مرجی المذهب اور اہل حدیث وسنن نبویہ سے بغض رکھنے والے تھے۔

(لسان الميزان:٣/ ١٤٠)

بعید نہیں کہ "من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو" والی مثل کے مطابق شداد نے امام ابوحنیفہ کو اپنے نقطہ نظر سے أعلم کہا ہو، مگر ائمہ اسلام ابوحنیفہ کے علم کو علم نہیں مانتے، بلکہ جہل مانتے ہیں۔شداد سے اس روایت کا ناقل احمد بن محمد بن حسن بلخی شراب خور تھا۔(لسان الميزان: ١/ ٢٦٠) ضرور ہی نشۂ شراب میں مکذوبہ طور پر یہ بات بیان کردی ہوگی۔ بہرحال یہ روایت مکذوبہ ہے اور اسے دلیل بنا کر اپنے اکاذیب پرست ہونے کا دیوبندیہ نے ثبوت فراہم کیا، اس سے توثیق ابی حنیفہ کا ثبوت بھی نہیں ملتا، یعنی دیوبندیہ نے حسب عادت موضوع سے انحراف کیا ہے، جہمیت و ارجاء ورائے پرستی کی حمایت کرنے کا علم، علم نہیں، جہل وضلال ہے۔

امام ابوحنیفہ وامام غزالی ودیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن نے امام غزالی کی کتاب "احياء العلوم" سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ عابد، زاہد، عارف اور اللہ سے خوف زدہ رہنے والے اپنے علم کی بدولت رضائے الٰہی کے طالب تھے، اس کے باوجود مولف رسالہ یعنی امام اہل حدیث سیف بناری فرماتے ہیں کہ امام غزالی نے بھی انھیں ضعیف کہا۔" (كشف الغمة،ص:٤٨)

ہم کہتے ہیں کہ امام سیف بنارسی کا یہ کہنا صحیح ہے کہ امام غزالی نے ابوحنیفہ کو ضعیف الحدیث کہا ہے، ان کی کتاب "منخول" میں اس کی صراحت ہے، "اللمحات" میں اس پر مفصل بحث ہے اور أحياء العلوم رجال وسیر کی کتاب ہے یا تاریخ وتراجم کی؟ دیوبندی یہ ضرور بتلائیں کہ امام غزالی وامام ابوحنیفہ کے درمیان صدیاں حائل ہیں، پھر کس معتبر سند سے انھیں امام ابوحنیفہ کے وہ اوصاف معلوم ہوئے، جن کا ذکر دیوبندیہ نے بحوالہ إحياء العلوم کیا ہے؟ امام ابوحنیفہ کے علم کو ائمہ اسلام نے علم ہی نہیں مانا ہے، پھر علم کے بجائے کس چیز کی بدولت وہ رضائے الٰہی کے طالب تھے، إحياء العلوم میں بھی ابوحنیفہ کے خلاف بہت کچھ امام غزالی نے لکھا ہے تفصیل "اللمحات" میں ہے۔

امام احمد بن حنبل وابوحنیفہ ودیوبندیہ:

تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ امام احمد، امام ابوحنیفہ پر سخت تجریح کرتے، حتی کہ انھیں کذاب کہتے تھے، مگر اکاذیب پرستی کے جذبہ کے تحت خیرات حسان جیسی غیر معتبر ومجموعہ اکاذیب کتاب کے حوالے سے دیوبندیہ نے لکھا کہ امام احمد ابوحنیفہ کے علم وورع، وزہد وایثار کے ثنا خواں تھے۔(كشف الغمة،ص:٤٨) جب اکاذیب پرستی ہی

دیوبندیہ کا شعار ہے، تو جو چاہے وہ بک سکتا ہے۔

امام ابن خلکان و امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

امام ابن خلکان سے مفتی مہدی حسن ناقل ہیں کہ امام ابوحنیفہ عالم، عامل، زاہد، متقی پرہیز گار، کثیر الخشوع، داعم التضرع تھے، مولانا روم فرماتے ہیں:

باتضرع باش تا شاداں شوی
گریہ کن تا بادہاں خندہ شوی

(کشف الغمۃ، ص: ۴۸، ۴۹)

ہم کہتے ہیں کہ امام ابن خلکان و امام ابوحنیفہ کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے، پھر کس معتبر و صحیح سند سے انھیں مذکورہ اوصاف ابی حنیفہ معلوم ہوئے؟ یہ بھی دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی میں سے ہے، کیونکہ روایات متواترہ اس کے خلاف ہیں، پھر اس کے کس لفظ سے توثیق ابی حنیفہ ثابت ہوتی ہے؟ اصل موضوع تو اس کتاب کا یہی ہے، پھر موضوع سے غیر متعلق بات کرنی بے راہ روی ہے یا نہیں؟ امام ابن خلکان کی ولادت سے بہت پہلے ائمہ اسلام نے علم ابی حنیفہ کو علم نہیں مانا، خود امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب مدوّنہ کو رائے و قیاس کا مجموعہ کہا اور اس کو مجموعہ رائے و قیاس ، مجموعہ اغلاط و اباطیل، و بدبودار ریاح مجموعہ شرور وفتن و اکاذیب کہا۔ امام ابوحنیفہ کی بات مانی جائے یا چودھویں صدی میں پیدا ہونے والے فرقہ دیوبندیہ کی؟

امام یحییٰ بن معین و ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن نے کہا:

ابن معین فرماتے ہیں کہ اصل قراءت تو حمزہ کی ہے اور اصل فقہ ابوحنیفہ کی ہے، اسی پر میں نے لوگوں کو عامل دیکھا۔ (کشف الغمۃ، ص: ۴۹، بحوالہ ابن خلدون جلد ثالث)

ہم کہتے ہیں کہ ابن معین و ابن خلدون کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے، لہٰذا اس کی معتبر سند دیوبندیہ پیش کریں، مگر دیوبندیہ تا قیامت ایسا نہیں کر سکیں گے، کیونکہ اکاذیب پرستی ان کا شعار ہے۔ آخر اس عبارت کے کس لفظ سے توثیق ابی حنیفہ ثابت ہوتی ہے؟

امام ابو عاصم و امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن نے کہا:

"ابو عاصم کہتے ہیں کہ بخدا ابوحنیفہ ابن جریج سے أفقہ ہیں، میری آنکھوں نے فقہ پر اتنی قدرت رکھنے والا نہیں دیکھا۔" (کشف الغمۃ، ص: ۴۹، بحوالہ خیرات حسان)

ہم کہہ چکے ہیں کہ خیرات حسان غیر معتبر کتاب ہے، اس کے جس بیان کی تائید صحیح مراجع سے نہ ہو، وہ مکذوبہ مانا جائے گا اور دیوبندیہ کے پاس کوئی صحیح سند ہے نہیں، اس لیے یہ بھی دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی میں سے ہے، پھر اس روایت سے توثیق ابی حنیفہ ثابت نہیں ہوتی، اصل موضوع سے انحراف دیوبندیہ کا شیوہ وشعار ہے۔

حافظ سیوطی و امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن نے کہا:

''یہ حدیث یعنی ''لو كان الدين عند الثريا'' الخ اصل صحیح ہے، جس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، اس میں امام ابوحنیفہ کے لیے فضیلت کامل وبشارت تام ہے، چونکہ امام ابوحنیفہ فارسی النسل ہیں، اس لیے علماء نے اس کا مصداق ابوحنیفہ کو بتلایا۔(ملخص از كشف الغمة،ص:٤٩، بحواله تبييض الصحيفة)

ہم کہتے ہیں کہ یہ دعوی خالص جھوٹ ہے کہ امام ابوحنیفہ فارسی النسل ہیں، اس لیے حدیث مذکور کو ان پر منطبق کرنا اکاذیب پرستی ہے۔

علامہ محمد بن یوسف دمشقی اور ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن کہتے ہیں کہ:

''علامہ محمد بن یوسف دمشقی شاگرد سیوطی حاشیہ علی مواھب میں فرماتے ہیں کہ جو اعتقاد ہمارے شیخ کا ہے کہ اس حدیث سے ابوحنیفہ مراد ہیں، وہ صحیح ہے، سیوطی نے اس کتاب میں کوئی لفظ ایسا نہیں لکھا ہے، جس سے تضعیف ابی حنیفہ ثابت ہو، مگر امام سیف نے کہا کہ سیوطی نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا۔''(ماحصل از كشف الغمة،ص:٤٩)

ہم کہتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ کا فارسی النسل ہونا ثابت نہیں، بلکہ حقیقت اس کے خلاف ہے، تو خواہ کوئی بھی حدیث مذکور کو امام ابوحنیفہ پر منطبق مانے، وہ سو فیصدی غلط در غلط ہے۔''اللمحات'' میں مفصل بحث دیکھیں۔

سیوطی کا ابوحنیفہ کو ضعیف الحدیث کہنے کا مرجع و ماخذ امام اہل حدیث سیف بنارسی نے واضح کردیا ہے پھر دیوبندیہ کی یہ غوغا آرائی کیسی؟

صاحب مشکوۃ کی کتاب ''إکمال الرجال'' اور امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن نے کہا: ''الإكمال في اسماء رجال المشكوٰة'' میں امام شافعی کا یہ قول منقول ہے:

''من أراد أن يتبحر في الفقه فهو عيال على أبي حنيفة''

''جو شخص فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہے، وہ ابوحنیفہ کی عیال ہے۔''

" روى البرقاني أخبرنا أبو العباس بن حمدون لفظاً قال: حدثنا محمد بن الصباح، قال: سمعت الشافعي محمد بن ادريس يقول: قيل لمالك هل رأيت أباحنيفة؟ قال: نعم، رأيت رجلا لوكلمك في هذه السارية أن يجعلها ذهبا لقام بحجته، و في رواية: أخرى ماذا أقول في رجل لو ناظرني في أن نصف هذا العمود من ذهب ونصف فضة لقام بحجته" (إكمال الرجال وعقود الجواهر، ص:٩)

ناظرین ملاحظہ فرمائیں، امام مالک نے امام ابوحنیفہ کی قوت استدلال اور تبحر علمی کس شدومد سے بیان کیا اگر کسی کو ہمت ہوتو امام مالک وامام شافعی کا وہ قول جس میں انھوں نے امام ابوحنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے ،مع سند صحیح کے کتب معتبرہ سے پیش کرے، ورنہ خاموش ہوکر بیٹھ رہے۔" (كشف الغمة،ص:٥٠)

ہم کہتے ہیں کہ مفتی مہدی حسن نے امام مالک سے امام شافعی والی جو روایت **إكمال و عقود الجواهر** کے حوالے سے روی البرقانی والی سند سے نقل کی، تو إکمال میں اس کی سند مذکور نہیں اور **عقود الجواهر** والے کا البرقانی کی وفات کے طویل زمانہ بعد تولد ہوا ہے،تو سند معلق ہے۔

نیز ہم کہتے ہیں کہ قول شافعی میں فقہ ابی حنیفہ سے مراد ابوحنیفہ کی رائے و قیاس سے اشتغال ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ نے خود کہا ہے کہ میرا سارا اشتغال اور مدوّن کردہ مذہب خالص رائے و قیاس ہے اور رائے و قیاس میں امام ابوحنیفہ کی مہارت مسلم ہے، مگر اسے فقہ سے موسوم کرنا محض اس لیے ہے کہ ابوحنیفہ کی رائے و قیاس کو بعض لوگ فقہ ہی سے تعبیر کرتے ہیں، حالانکہ فقہ اور رائے و قیاس میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اس سلسلے کی جملہ روایات پر نظر ڈالنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے، جیسا کہ "اللمحات" میں اس کی تفصیل ہم نے پیش کی ہے اور امام شافعی نے محمد بن حسن شیبانی سے مناظرہ کے وقت تمام أہل الرأی و اہل حدیث سے اس کا اقرار کرالیا تھا کہ ابوحنیفہ حدیث میں غیر ثقہ ہیں، اس کی تفصیل بھی "اللمحات" و "ضمیر کا بحران" میں ہے، اس طرح أہل الرأی و اہل حدیث ابوحنیفہ کے غیر ثقہ ہونے پر متفق ہیں۔ افسوس کہ دیوبندیہ مجرمانہ تجاہل میں پھنسے ہوئے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔

امام شافعی نے جہاں "**الناس عيال على أبي حنيفة في الفقه**" کہا ہے، وہیں تفسیر قرآن میں **مقاتل بن سلیمان** کو "**الناس عيال**" کہا ہے۔(خطیب:١٣/ ٣٤٦) اور مقاتل بن سلیمان کذاب اور غیر ثقہ راوی ہے، پھر اسی طرح کی بات سے کیسے لازم آیا کہ امام شافعی نے ابوحنیفہ کو ثقہ کہا، جب کہ انھوں نے بالصراحت ابوحنیفہ کو غیر ثقہ کہا ہے۔

اور امام مالک کی طرف منسوب روایت کی سند اولاً اِکمال میں مذکور نہیں، لہٰذا اس کی سند کا ذکر بحوالہ "**إكمال**" کرنا دیوبندیہ کا جھوٹ ہے ، نیز اس روایت میں فرقہ دیوبندیہ نے تحریف کردی ہے اور ابو العباس بن حمدان کو ابو

العباس بن حمدون سے بدل دیا اور ابوالعباس کے بعد سند میں واقع محمد بن ایوب کا نام حذف کر دیا اور احمد بن صباح کا نام بدل کر محمد بن صباح کر دیا۔(خطیب: ۱۳/ ۳۳۷) اس طرح کی تحریف بازی پر مذہب دیوبندیہ قائم ہے، اس سند سے جس محمد بن ایوب کا نام دیوبندیہ نے حذف کرایا، وہ وضاع و کذاب وغیر ثقہ تھا۔(تهذيب التهذيب، ترجمه محمد بن أيوب)

اس کے برخلاف امام شافعی سے بسند صحیح مروی ہے کہ:

" سمعت مالك بن أنس و قيل له تعرف أباحنيفة؟ فقال: نعم۔ ما ظنكم برجل لو قال: هذه السارية من ذهب لقام دونها حتى يجعلها من ذهب و هي من خشب أو حجارة"

میں نے سنا امام مالک سے کہ ان سے کہا گیا کہ آپ ابوحنیفہ کو جانتے ہیں؟ امام مالک نے کہا: ہاں! میں انھیں جانتا ہوں، وہ ایسے بے سروپیر کی بات اڑانے والے تھے کہ اگر لکڑی یا پتھر کو اپنی زبان درازی کے سبب کہہ بیٹھتے کہ یہ سونے کا ستون ہے، تو اس پر محض ہٹ دھرمی کے ساتھ بلا دلیل و حجت قائم رہتے، یعنی بلا دلیل وحجت لکڑی پتھر کو سونا کہہ کر زبان درازی کے سبب اسے سونا کہنے پر اڑے رہتے۔(خطیب:۱۳/ ۴۲۱، و نشر الصحيفة، ص:۳۶۶،۳۶۷)

پھر اپنی زبان درازی، دھاندلی بازی کے سبب لکڑی و پتھر کو سونا چاندی کہہ کر ہٹ دھرمی کے ساتھ اس پر اڑ رہنا کوئی خوبی اور بھلائی کی بات ہے؟ یہ تو زبردستی زبان درازی و دھاندلی بازی ہے!

امام مالک سے کئی اسانید صحیحہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: ابوحنیفہ دین کے ساتھ کینہ ومکر وفریب کرنے والے آدمی ہیں۔

(نشر الصحيفة:۳۶۳، بحواله كتاب السنة للامام عبد الله بن أحمد بن حنبل:۱/ ۱۹۹، والعلل لأحمد بن حنبل: ۲/ ۵۴۷، ۳/ ۱۶۴)

"و في رواية: صحيحة: من كاد الدين فليس من أهله"

یعنی جو شخص دین کے ساتھ فراڈ و چار سوبیس کرے وہ دین اسلام سے خارج ہے۔"

(حلية الأولياء للحافظ أبي نعيم الاصبهاني:۶/ ۳۲۵)

نیز بسند صحیح مروی ہے کہ امام مالک نے فرمایا:

" ما زال الأمر معتدلا حتى نشأ أبو حنيفة فأخذ فيهم بالقياس فما أفلح و ما أنجح۔"

یعنی امام مالک نے کہا کہ دین اسلام ابوحنیفہ کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے معتدل رہا، مگر ابوحنیفہ نے قیاس و رائے کے ذریعے دین اسلام کو بگاڑ کر رکھ دیا، اگر ابوحنیفہ امت مسلمہ کے خلاف تلوار لے کر

کھڑے ہو جاتے، تو ان کی رائے و قیاس بازی کے بالمقابل امت کو کم ہی ضرر ہوتا۔(نشر الصحیفة، ص: ٣٦٤، ٣٦٥، بحوالہ جامع بیان العلم لابن عبد البر)

کیا اس سے زیادہ امام مالک ابوحنیفہ کو غیر ثقہ قرار دیتے کہ انھوں نے ابوحنیفہ کو غیر مسلم قرار دے کر کہا کہ رائے و قیاس بازی سے ابوحنیفہ نے مسلمانوں کے دین کو بگاڑ ڈالا۔ ہمارے سامنے اختصار ملحوظ ہے، ورنہ ہم امام مالک کے بہت سارے اقوال نقل کرتے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام شافعی و امام مالک نے متفقہ طور پر ابوحنیفہ کو غیر ثقہ کہا ہے۔

حکم بن ہشام ثقفی اور امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن نے کہا:

"قال: الحکم بن هشام حدثت بالشام عن أبي حنيفة أنّه كان من أعظم الناس أمانة و أراده السلطان أن يتولّى مفاتيح خزائنه أو يضرب ظهره فاختار عذابهم على عذاب اللّٰه"

یعنی حکم بن ہشام فرماتے ہیں کہ ملک شام میں مجھ سے بیان کیا گیا کہ امام ابوحنیفہ لوگوں میں بڑے امانت دار ہیں، بادشاہ وقت نے چاہا کہ انھیں اپنے خزانے کا کلید بردار بنائے یا انھیں مار پیٹ کر مجروح کر دیا جائے، تو امام ابوحنیفہ نے دنیا کے عذاب کو آخرت کے عذاب کے بالمقابل قبول کیا۔(ماحصل از کشف الغمة، ص: ٥٠، ٥١)

ہم کہتے ہیں کہ حکم بن ہشام اور ابوحنیفہ کے درمیان مجہول رواۃ ہیں، اسی وجہ سے حکم نے "حدثت" کا مجہول صیغہ استعمال کیا ہے اور ایسی سند غیر معتبر ہوتی ہے، جسے دیوبندیہ نے استعمال کیا ہے۔ پھر حکم تک صاحب مشکوٰۃ کی سند مذکور نہیں اور اس روایت کا مکذوبہ ہونا واضح ہے، ورنہ دیوبندیہ اس کی پوری سند پیش کر کے اسے صحیح و معتبر ثابت کریں۔ اس سے دیوبندیہ نے اپنے اکاذیب پرست ہونے کا مزید ثبوت فراہم کر لیا اور اس روایت سے توثیق ابی حنیفہ ثابت نہیں ہوتی۔ یعنی کہ دیوبندیہ نے اپنے موضوع سے خروج کیا، جو اس کی بے راہ روی و بدعنوانی کے دلائل میں سے ایک بڑی دلیل ہے۔

صاحب مشکوٰۃ و امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن نے صاحب مشکوٰۃ کی یہ بات نقل کی کہ اپنی کتاب میں ہم نے ابوحنیفہ کا ذکر محض تبرک کے طور پر ان کے عالی مرتبہ اور وفور علم کے سبب کیا، ورنہ ان کی کسی بھی حدیث کا ذکر مشکوٰۃ میں نہیں کیا۔(ماحصل از کشف الغمة، ص: ٥١)

ہم کہتے ہیں کہ صاحب مشکوٰۃ کا طرز عمل خود بتلا رہا ہے کہ علم حدیث سے امام ابوحنیفہ کو کوئی سروکار نہیں تھا، ان کا تمام تر مشغلہ قیاس و رائے تھا، ورنہ بطور تبرک ان کی کوئی ایک ہی روایت و حدیث کا اشارۃً ذکر کر دیتے۔ نیز

صاحب مشکوٰۃ کے پورے بیان میں توثیق ابی حنیفہ کی طرف اشارہ تک نہیں، پھر کیا خاک چھاننے کے لیے دیوبندیہ نے اپنے موضوع سے منحرف ہو کر صاحب مشکوٰۃ کی بات نقل کر دی؟ صاحب مشکوٰۃ کو کیسے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ علو مرتبت اور وفور علم والے تھے؟ جب کہ ان کے اپنے لوگوں نے امام ابوحنیفہ سے کفر و زندقہ سرزد ہونے کے سبب یکے بعد دیگرے کئی بار توبہ کرائی اور انھیں خچر پر سوار کر کے سارے شہر میں گشت کرا کے اعلان کیا کہ انھوں نے کفر و زندقہ سے توبہ کر لی ہے، پھر بھی امام ابوحنیفہ توبہ توڑ کر پہلے والے موقف کو اختیار کر لیتے، حتی کہ اسی پر بقول ابویوسف ان کی موت ہوئی۔

امام اوزاعی و امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ اوزاعی نے مباحثہ کے قصہ سے امام ابوحنیفہ سے چند مسائل دریافت کیے، امام ابوحنیفہ نے ان کے شافی و صحیح جواب دیے۔ امام اوزاعی نے کہا: یہ جواب آپ نے کہاں سے حاصل کیا، امام ابوحنیفہ نے جواب دیا کہ میں نے انھیں احادیث و روایات اور اخبار و آثار سے استنباط کیا ہے، جو تم نے روایت کی ہیں، پھر امام ابوحنیفہ نے ان نصوص کے وجوہ دلالت بتلائے، جنھیں سن کر امام اوزاعی کو اقرار کرنا پڑا کہ ہم عطار اور آپ لوگ اطباء ہیں۔ ایک مرتبہ اور بھی امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ سے رفع الیدین فی الصلوٰۃ کے بارے میں مناظرہ کیا، جس کا ابوحنیفہ نے ایسا جواب دیا کہ امام اوزاعی خاموش ہو گئے جس کو حافظ ابن الہمام نے فتح القدیر میں نقل کیا۔

(ملخص از كشف الغمة، ص: ٥١، بحواله مرقاة، ص: ٢٤)

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ نے یہ بات گیارہویں صدی کے غالی تقلید پرست حنفی ملا علی قاری کی کتاب ''مرقاۃ'' کے حوالے سے لکھی ہے اور ملا علی قاری و اوزاعی کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے، مگر ملا علی قاری نے اپنے اس بیان کی سند اپنی ذات سے لے کر اوزاعی و ابوحنیفہ تک ذکر کر کے اس کا معتبر ہونا بیان نہیں کیا اور ہمارا دعوی ہے کہ یہ بات از سرتا پا مکذوب و جعلی اور جھوٹی ہے اور مذہب دیوبندیہ کذب و جعل سازی پر ہی قائم ہے۔ ان اکاذیب میں بھی توثیق ابی حنیفہ کی طرف اشارہ نہیں، یعنی کہ دیوبندیہ نے اس دروغ بانی میں بھی اصل موضوع سے انحراف کیا۔

امام اوزاعی سے بسند معتبر مروی ہے کہ ہم ابوحنیفہ کی خرابیاں برداشت کرتے رہے، لیکن جب وہ مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی کا فتویٰ دینے لگے، تو ہم برداشت نہیں کر سکے، چنانچہ امام اوزاعی ابوحنیفہ پر بہت شدید قسم کی تجریح کرنے لگے۔ (كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل: ١/١٨٥، روایت نمبر: ٢٤٢، ٢٤٣)

امام اوزاعی سے بہت ساری اسانید صحیحہ سے مروی ہے کہ ابوحنیفہ اسلام کی ایک ایک کڑی توڑنے میں مشغول رہے، یہاں تک کہ مر گئے، ابوحنیفہ سے زیادہ منحوس وضرر رساں آدمی اسلام میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ اس معنی کی روایات کتاب السنہ و تاریخ خطیب و عام کتب رجال میں باسانید معتبرہ موجود ہیں، اختصار کے پیش نظر ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔

امام جعفر بن ربیع اور امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن آگے بڑھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جعفر بن ربیع کہتے ہیں کہ میں پانچ سال خدمت ابی حنیفہ میں رہا، میں نے ان سے زیادہ خاموش رہنے والا کوئی نہیں دیکھا، جب ان سے کسی فقہی مسئلہ کی بابت پوچھا جاتا تو وادی کی طرح بہہ پڑتے۔" (كشف الغمة، ص: ٥١، ٥٢، ملخص بحواله مرقاة شرح مشكوٰة، ص: ٢٦)

ہم کہتے ہیں کہ جعفر بن ربیع اور مصنف مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے، پھر دونوں کے درمیان والی سند نہ دیوبندیہ نے ذکر کی نہ اس کا معتبر ہونا واضح کیا اور کوئی شک نہیں کہ یہ روایت مکذوبہ ہے اور اکاذیب پرستی دیوبندیہ کا شعار ہے اور مسئلہ پوچھے جانے پر امام ابوحنیفہ کا سیلان وادی کی طرف بہنے لگنا کلمہ توثیق نہیں، بلکہ اسے دلیل بنانا اکاذیب پرستی اور موضوع سے انحراف ہے۔ **جہمی و مرجیء** و رائے پرستی کی تائید میں طویل بکواس اہل علم کا نہیں باطل پرستوں کا شیوہ ہے۔

یحییٰ بن ایوب رازی ونضر بن شمیل وسفیان بن عیینہ وابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن دیوبندیہ لکھتے ہیں:

> "یحییٰ بن ایوب رازی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رات بھر سوتے نہ تھے۔ **(مرقاۃ)** نضر بن شمیل کہتے ہیں: تمام لوگ فقہ سے غافل وخواب میں تھے، امام ابوحنیفہ نے انھیں بیدار کیا۔ **(مرقاۃ)** ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ہمارے قیام مکہ کے زمانے میں ابوحنیفہ سے زیادہ نماز پڑھنے والا کوئی نہیں آیا۔" (مرقاة كشف الغمة، مختصر و مترجما، ص: ٥٢)

ہم کہتے ہیں کہ ان روایات کو دیوبندیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے حوالے سے نقل کیا اور مصنف مرقاۃ اور ان تینوں کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے، ان تک پہنچنے والی سندوں کا ذکر نہیں اور بلا سند بات مکذوب ہوتی ہے، لہٰذا یہ سب دیوبندیہ کی اکاذیب سے ہے، ان تینوں ہی حضرات سے قدح و جرح ابوحنیفہ بڑی شدت سے منقول ہے مگر اختصار کے پیش نظر ہم اس کی تفصیل میں نہیں پڑتے۔

مورخ ابن خلدون و امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مفتی مہدی حسن نے فضائل ابی حنیفہ میں آٹھویں صدی کے مؤرخ ابن خلدون کی عربی عبارت نقل کرکے اردو

ترجمہ کیا۔ ہم صرف ترجمہ نقل کرتے ہیں۔ بعض متبعین نے یہ بکواس کی کہ ان ائمہ میں سے بعض حدیث میں کم پونجی والے تھے، لیکن یہ خیال غلط ہے کیوں کہ مدار شریعت قرآن و حدیث پر ہے۔ امام ابوحنیفہ کے قلیل الحدیث ہونے کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے شروط تحمل وضعف روایات حدیثیہ میں بہت سختی سے کام لیا، بنا بریں ان کی روایت حدیث کم ہے، ان کے کبار مجتهدین فی الحدیث ہونے پر واضح دلیل یہ ہے کہ علماء میں ان کے مذہب کا اعتبار رداً و قبولاً ہوتا ہے......الی آخر ما هذی۔(ملخص از كشف الغمة،ص:٥٢ تا٦٩)

امام ابن خلدون کی نقل کے بعد کوئی سترہ صفحات پر مشتمل اکاذیب وتلبیسات و مغالطات سے پُر ائمہ کرام کی طرف اپنے خانہ ساز جھوٹ انتساب کے ذریعہ بزعم خویش اپنے مصطلح غیر مقلدین یعنی اہل حدیث کی تغلیط و تردید کی، لیکن کیا اکاذیب وتلبیسات و دجل و فریب سے بھی حقائق پوشی ممکن ہے؟ کیا سارے کے سارے اسلاف امت دیوبندیہ کی طرح بے راہ رو تھے، جنھوں نے متفقہ طور پر بلا دلیل و بلاسبب ابوحنیفہ کو دین اسلام سے منحرف، جہمی و مرجیٔ ورائے پرست ورائے پرستی کی حمایت میں نصوص شرعیہ میں تحریف و بے جا تاویل کرنے والا کہا؟ تمام ہی ائمہ امام ابوحنیفہ پر سخت تجریح وکلام پر متفق ہیں۔ متاخرین جو عام طور سے اپنے کو مقلدین ابی حنیفہ یا غیر مقلدین ابی حنیفہ کہتے ہیں، ان کی بات کا کوئی اعتبار ائمہ سلف کے مقابلے میں نہیں ہوسکتا۔

ہم کئی ائمہ کے یہ اقوال نقل کر آئے ہیں کہ تمام کے تمام ائمہ اہل سنت و جماعت نے امام ابوحنیفہ کو خارج اہل سنت و جماعت بلکہ بعض خارج از دائرہ اسلام کہتے اور ان پر سخت جرح و قدح، ورد کرتے تھے۔ البتہ اگر امام ابوحنیفہ کے مجموعہ رائے و قیاس و اغلاط و اباطیل و اکاذیب، و شرور وفتن قرار دیے ہوئے مذہب **تجهم والإرجاء والرأی** کے حامی و پیرو امام ابوحنیفہ کے ثقہ و صاحب الحدیث و متبع نصوص ہونے کا جھوٹا پروپیگنڈہ کریں تو ہمیں ان سے تعرض نہیں کرنا ہے، جس طرح یہود و نصاریٰ و ہنود و دشمنان دین و ملحدین سے تعرض نہیں کرتے، لیکن علم و تحقیق اور خدمت دین کے نام پر دیوبندیہ جیسے فرقوں کی اکاذیب پرستی و اکاذیب نوازی و اکاذیب پروری کی تغلیط و تردید و تکذیب ہم نصوص ہی کی بناء پر واجب سمجھتے ہیں۔

ہم یہاں امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب کی بابت ایسے ائمہ کرام کی باتیں نقل کر رہے ہیں، جن میں سے ہر ایک لاکھوں اکاذیب پرست دیوبندیہ پر بھاری ہیں:

امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا:

" كان أبوحنيفة جهمياً كان محمد بن الحسن جهميا وكان أبويوسف جهميا بيّن التجهم" (أسئلة البرذعي،ص: ٥٧٠، ونشر الصحيفة،ص:٤٥٣)

یعنی امام ابوحنیفہ و محمد بن حسن شیبانی و ابویوسف کھلے ہوئے جہمی تھے۔

جہمیہ کی بابت تمام ائمہ اہل سنت و جماعت متفق ہیں کہ وہ ضال ومضل دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج بلکہ دائرہ اسلام ہی سے خارج ہیں۔

امام ابوزرعہ ہی نے کہا:

" كان أهل الرأى قد فتنوا بأبي حنيفة و كنا أحداثا نجري معهم...... إلى أن قال: حتى منّ الله علينا و عرفنا ضلالة القوم"(أسئلة البرذعي،ص:٧٥٥، و نشر الصحيفة:٣٥٥)

یعنی ہمارے ملک کے لوگ ابوحنیفہ پر فریفتہ اور ان کے شکار تھے، ہم لوگ نوعمر تھے اپنے اہل وطن کے ساتھ مذہبی امور میں چلتے تھے، مگر اللہ نے ہم پر احسان کیا کہ ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب کی ضلالت وگمراہی سے واقف ہو کر ان کا مذہب چھوڑ دیا۔"

امام ابو زرعہ رازی نے یہ بھی کہا کہ ابوحنیفہ اپنے موقف کے موافق منقطع احادیث کو متصلاً بیان کرتے، قرآن مجید کو مخلوق کہتے، احادیث نبویہ کو ردّ کرتے، اور ان کا مذاق اڑاتے، بدعات وضلالت کی طرف دعوت دیتے، ان کی باتوں پر جاہل وغبی و احمق لوگ ہی توجہ دے سکتے ہیں۔ابوحنیفہ کی روایت کردہ احادیث کی کوئی اصل نہیں، سب بے اصل ہیں، ابوحنیفہ کی بات پر کفار ہی دھیان دے سکتے ہیں۔

(أسئله البردعي،ص:٧١٨، و نشرالصحيفة:٣٥٤،٣٥٥)

ناظرین کرام غور فرمائیں! کہ ابوزرعہ جیسے اماموں ہی پر فن جرح وتعدیل کا دارو مدار ہے اور وہ امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب لوگوں کی بابت کیا کہہ رہے ہیں، اس لحاظ سے دیوبندیہ جہمی وگمراہ و گمراہ گر بدعات وضلالت کے پرستار اور بدعات وضلالت کی پرستاری کے داعی احادیث نبویہ کو مردود قرار دینے والے، ان کا مذاق اڑانے والے ہیں، نیز جاہل، غبی واحمق بھی ہیں، پھر ان اوصاف سے متصف دیوبندیہ سے کسی شرافت وانسانیت ودیانت وامانت، جھوٹ سے اجتناب کی کوئی امید کی جاسکتی ہے؟ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس میں لاکھوں کی تعداد میں اکتیس کتابوں پر مشتمل پیکٹ کی تقسیم انھیں سارے مقاصد کے حصول کی خاطر کی گئی، جس پر کروڑوں روپے خرچ ہوئے۔

امام شریک کو دیوبندیہ نے امام ابوحنیفہ کی سرپرستی میں حنفی مذہب کی تدوین کرنے والی چہل رکنی مجلس کا رکن رکین کہا ہے۔وہی امام شریک فرماتے ہیں:

"ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب کا مسلک ہی احادیث نبویہ کی تردید وتغلیط ہے۔"

(كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل:١/٢٠٤، و نشر الصحيفة،ص:٥٣١)

امام شریک سے بسند متواتر مروی ہے کہ مذہب ابی حنیفہ کے پیروکاروں سے شراب فروش اچھے ہیں۔

(العلل للإمام أحمد بن حنبل:٢/٥٤و ٣/١٩٤، و كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل: ١/٢٠٣،و تاريخ خطيب، ترجمه ابي حنيفه)

امام شریک کا یہ بھی کہنا ہے کہ کفر و زندقہ سے ابوحنیفہ کو توبہ کرنے پر مجبور ہونا پڑا، جسے پردہ نشین خواتین بھی جانتی ہیں، جو گھروں سے کہیں باہر نہیں جاتیں (یہ روایت معنوی طور پر متواتر ہے) پھر بھی ابوحنیفہ رحمہ اللہ توبہ کے بعد پرانی روش پر چلے آتے تھے (عام کتب رجال) دیوبندیہ چھل رکنی مجلس تدوین مذہب حنفی کے رکن رکین شریک کے اس بیان کے آئینہ میں اپنے چہرے دیکھیں۔ اس طرح کی باتیں کئی دوسرے ائمہ اہل سنت و جماعت سے منقول ہیں۔ (کتب رجال دیکھیں)

امام سفیان ثوری و شریک وحسن بن صالح نے متفقہ طور پر کہا کہ ابوحنیفہ علم فقہ سے ذرہ برابر بھی واقف نہیں تھے، وہ لڑائی جھگڑا یعنی ارجاء و تجھم و رائے پرستی کی حمایت میں لڑائی جھگڑے کرنے کا خوب علم رکھتے تھے۔ (خطیب: ۱۳/۴۳۱، قال: في نشر الصحيفة سنده صحيح، ص: ۳۳۶)

امام سعید بن مسلم نے کہا میں نے ابویوسف سے پوچھا کہ ابوحنیفہ جھمي و مرجیء تھے؟ تو ابویوسف نے کہا: ہاں۔ ابوحنیفہ مرجیء بھی تھے اور جہمی بھی۔ (تاريخ فسوي: ۲/۷۸۲، و إسناده صحيح، نشر الصحيفة، ص: ۳۳۵) ہم اس طرح کی باتیں زیادہ نقل کرنے سے اغماض کرتے ہیں اور معاملہ فہمی کے لیے یہ باتیں کافی ہیں۔

یہاں نشۂ دیوبندیت میں مخمور و مدہوش ہو کر مفتی مہدی حسن نے لکھا کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے متعلق اناسی کتابیں پڑھیں، جن سے معلوم ہوا کہ صرف حاسدوں اور دشمنوں نے امام ابوحنیفہ کے خلاف لب کشائی کی ہے۔ (کشف الغمة، ص: ۶۸، ۶۹) اگر دیوبندی مفتی نشۂ دیوبندیت سے مخمور و مدہوش نہ ہو گئے ہوتے، تو اس طرح کی لایعنی بات نہ کرتے، یہاں مفتی مہدی حسن نے بڑے ناز و نخرے سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ زندگی بھر رات میں نماز کی ایک رکعت کے اندر پورا ختم قرآن کرتے تھے۔ (کشف الغمة، ص: ۶۹، ۷۰)

بھلا امام ابوحنیفہ صرف ایک ہی رکعت میں پورا قرآن مجید رات بھر میں کیوں پڑھتے تھے، وہ ایک رکعت وتر کے قائل نہیں تھے، پھر وہ دوسری تیسری رکعتوں میں مزید قراءت قرآن کا وقت کہاں پاتے تھے اور کیا پوری زندگی کا یہ معمول بنا لینا درست بھی ہے کہ پوری تہجد گزاری کرے اور ایک ہی رکعت پڑھے؟ جب کہ عام احادیث میں آٹھ رکعات تہجد کی منقول ہیں، سچ ہے کہ دیوبندی مفتی کے حواس امام اہل حدیث سیف بنارسی کی باتیں دیکھ کر برقرار نہ رہ سکے۔

ابوحنیفہ اور ان کے بیٹے و پوتے کا ذکر:

مفتی مہدی حسن نے کہا:

”علامہ سیف بنارسی اہل حدیث نے کہا: ”اب سنیے امام ابوحنیفہ اور ان کے بیٹے حماد اور پوتے اسماعیل کی بات ”میزان الاعتدال“ جلد اوّل میں ہے کہ

''إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي عن أبيه عن جده قال ابن عدى : ثلاثتهم ضعفاء''

یعنی میزان الاعتدال جلد اوّل میں ابوحنیفہ اور ان کے بیٹے حماد اور پوتے اسماعیل تینوں کی بابت امام ابن عدی نے کہا کہ یہ ضعیف ہیں۔

یہ عبارت لکھنے کے بعد بطور تنقید وتبصرہ مفتی مہدی حسن ترجمان دیوبندیہ فرماتے ہیں کہ:

''ناظرین آپ کو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ابن عدی متعصبین میں سے ہیں، خصوصا امام ابوحنیفہ کے ساتھ ان کو خاص طور پر محبت ہے، اس لیے ان پر صفائی کا ہاتھ پھیرتے ہیں، لہٰذا ان کے قول کا اعتبار نہیں ، دوسرے جب تک جرح مفسر نہ ہو، اس وقت تک مقبول نہیں ہوتی، چنانچہ مفصل بحث گزر چکی ہے اور ابن عدی کا قول مذکور جرح مبہم ہے، مفسر نہیں، لہٰذا مقبول نہیں، اسی بناء پر حافظ ابن حجر نے کوئی قطعی فیصلہ تقریب میں ان کے متعلق نہیں کیا، صرف ''تکلموا'' کہہ کر خاموش ہو گئے۔''

اور ظاہر ہے کہ لفظ ''تکلموا'' جرح مبہم ہے، لہٰذا حد اعتبار سے ساقط ہے:

'' و من ذلك قولهم فلان ضعيف و لا يبينون و جه الضعف فهو جرح مطلق، والأولى أن لا يقبل من متأخرى المحدثين لأنهم يجرحون بما لا يكون جرحاً۔''

(كشف الغمة، ص: ۷۰)

''انھیں اقوال میں سے جو جرح مبہم میں شمار ہوتے ہیں، محدثین کا یہ قول ہے کہ ''فلان ضعیف'' اور وجہ ضعف بیان نہیں کرتے، تو یہ جرح مطلق ہے، بہتر یہ ہے کہ متاخرین محدثین سے اگر یہ قول صادر ہو تو مقبول نہیں، کیونکہ ان کی عادت ہوتی ہے کہ ایسی باتوں کے ساتھ جرح کرتے ہیں، جو واقع میں جرح نہیں۔''

ہم کہتے ہیں کہ اس موضوع پر یا کسی موضوع پر دیوبندیہ کو گفتگو کرنے کی تمیز نہیں اور جب یہ معاملہ ہے تو دیوبندیہ کو کسی علمی موضوع پر تحریر وتقریر ہی نہیں کرنی چاہیے، لیکن اگر انھیں یہی تمیز ہوتی تو وہ علمی موضوع پر بولتے یا لکھتے ہی کیوں؟ نیز ہم کہتے ہیں کہ مفتی دارالعلوم دیوبند اور علماء کہلانے والے دیوبندیہ کو یہی تمیز نہیں کہ حافظ ابن عدی متعصب ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں یا معتدل؟ پھر انھیں امام ابوحنیفہ سے جب خاص محبت ہے، تو محبت کا تقاضا ہے کہ عیوب پر نظر رکھنے کے بجائے خوبیاں بیان کرنے پر مجبور کرے، خواہ وہ خوبیاں اس کے ممدوح میں نہ بھی ہوں، اگر دیوبندیہ نے حافظ ابن عدی پر اس جملہ کے ذریعہ طنز وتعریض کی ہے، تو اس موضوع پر کتاب لکھنے والا اصول تحریر سے بالکل بے بہرہ ہے، اس میں طنز وتعریض نامناسب ہے، جب دیوبندیہ کا دعویٰ ہے کہ حافظ ابن عدی کو

ابوحنیفہ سے خاص محبت ہے، تو ان کی بابت قول ابن عدی کے غیر معتبر ہونے کا کیا معنی و مطلب ہے؟ اور جرح مبہم و مفسر کی بھی دیوبندیہ کو خبر نہیں، یہ اصول حدیث سے بالکل ناواقف ہیں۔

کتب اصول حدیث میں صراحت ہے کہ جس راوی کی توثیق ثابت ہو، اس پر جرح مبہم اثر انداز ہونے کے بجائے مدفوع ہوتی ہے، لیکن جس کی توثیق و تعدیل ثابت نہیں، اس پر جرح مبہم و مجمل بھی بخوبی اثر انداز ہوتی ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے بیٹے حماد اور پوتے اسماعیل پر حافظ ابن عدی نے جرح کی تو حنفیہ دیوبندیہ آپے سے باہر ہو کر ان پر متعصب ہونے کا الزام لگاتے ہیں، تو ان کی اس کذب بیانی میں انھیں کس اصول سے سچا مانا جائے؟

دیوبندیہ میں اگر دم ہے تو کسی ایک بھی مسلم امام جرح و تعدیل سے امام ابوحنیفہ اور ان کے بیٹے حماد اور پوتے اسماعیل کا ثقہ و عادل ہونا بسند معتبر نقل کریں۔ بدعوی دیوبندیہ امام ابوحنیفہ کی سرپرستی میں تدوین مذہب حنفی کرنے والی چہل رکنی مجلس کے ایک رکن رکین قاضی شریک بھی تھے۔ (مقدمہ أنوار الباري جلد اوّل، تذکرۂ چہل مجلس تدوین)

مذہب حنفی کی تدوین کرنے والے قاضی شریک نے ابوحنیفہ، اور ان کے بیٹے حماد اور پوتے اسماعیل کو "أفاك كذاب" کہا ہے، جیسا کہ ہم نقل کر آئے ہیں، کیا یہ جرح بھی جرح مبہم ہے؟ امام احمد بن حنبل نے بھی ابوحنیفہ کو کذاب کہا ہے (کما تقدم) کیا یہ بھی جرح مبہم ہے؟

اسی میزان الاعتدال میں مذکور ہے کہ اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کو امام صالح بن محمد جزرہ مولود: ۲۰۵ ہجری و متوفی ۲۹۳ ہجری، جیسے امام جرح و تعدیل نے "ليس بثقة" کہا ہے نیز امام جزرہ کی یہ اسماعیل پر یہ جرح خطیب نے بھی ترجمہ اسماعیل بن حماد ابن ابی حنیفہ میں نقل کی ہے، تاریخ خطیب میں اسماعیل کی بابت یہ تصریح بھی ہے کہ امام جزرہ نے اسماعیل کو "كان جهميا ليس هو بثقة" کہا۔ (تاريخ خطيب: ۶/۲۴۵) اسی تاریخ خطیب (۶/۲۴۵) میں یہ بھی منقول ہے کہ اسماعیل نے کہا کہ عقیدہ خلق قرآن میرا اور میرے باپ حماد اور دادا ابوحنیفہ کا دین و مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کا معتقد خلق قرآن (جهمی المذهب ہونا تواتر سے ثابت ہے، تفصیل ہماری کتاب "اللمحات" میں ہے۔

حافظ ابن حجر کی کتاب "لسان الميزان" جو معنوی طور پر "ميزان الاعتدال" کی شرح ہے، اس میں صراحت ہے کہ جس طرح امام جزرہ نے اسماعیل کو غیر ثقہ کہا ہے، اسی طرح امام مطین نے بھی اسماعیل کو غیر ثقہ کہا۔ (لسان الميزان: ۱/۳۹۹)

دیوبندیہ میں اگر صلاحیت ہو تو کتب مصطلح حدیث سے نقل کر کے بتلائے کہ: "[illegible] بثقة كان جهميا" جرح مفسر ہے یا نہیں؟ کوئی شک نہیں کہ یہ جرح بالاتفاق مفسر اور شدید و قادح تجریحات میں سے ہے۔ بسند صحيح

اگر چہ منقول ہے کہ اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ اپنا اور اپنے باپ دادا کا دین و ایمان عقیدہ خلق قرآن بتلاتے تھے، مگر نہ جانے کس دلیل کی بنیاد پر اسماعیل کے اس اتہام کی بابت کہا گیا کہ اسماعیل نے اپنے باپ اور دادا پر کذب بیانی سے کام لیا ہے۔ (لسان المیزان: ۱/۳۹۹)

حالانکہ باسانید صحیحہ ابوحنیفہ کا معتقد خلق قرآن ہونا ثابت ہے اور اسماعیل کے باپ حماد کا بھی۔ بہر حال "لسان المیزان" کے اس بیان میں نیز بشر بن ولید کے اسی کے ہم معنی کلام یعنی جو اسماعیل کے باپ دادا سے عقیدہ خلق قرآن کی نفی کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے، لیکن اسماعیل کے باپ حماد نے بھی اسماعیل کو کذاب کہا ہے۔ (کما تقدم) اس طرح اسماعیل کو کذاب کہنے والوں کی تعداد تین سے زیادہ کو پہنچ گئی ہے اور کذاب و لیس بثقة و داعی قسم کا جہمی ہونا شدید تجریح ہے اور نہایت مفسر بھی، اسے جرح غیر مفسر کہنے والے دیوبندیہ بذات خود بہت بڑے کذاب واکاذیب پرست ہیں، دیوبندیہ کی طرح رافضی تقیہ باز سبط ابن الجوزی متوفی ۶۵۴ ہجری نے تقیہ بازی و دروغ بانی کرتے ہوئے کہا کہ اسماعیل ثقہ تھے، مگر جہمی حکومت کے خوف سے اپنا اور اپنے باپ حماد اور دادا ابوحنیفہ کو معتقد خلق قرآن کہہ دیا۔ (لسان المیزان: ۱/۳۹۹)

حافظ ابن حجر نے سبط ابن جوزی رافضی حنفی کی تکذیب کرتے ہوئے کہا کہ اس کذاب رافضی کے مقابلے میں پختہ کار متقدم ائمہ جرح و تعدیل میں سے حافظ جزرہ و مطین وخطیب نے اسماعیل کو مجروح و غیر ثقہ کہا ہے۔ افسوس کہ حافظ ابن حجر اسماعیل کے کذاب ہونے والی حقیقت ثابتہ پر واقف نہیں ہو سکے، ورنہ وہ بھی اسے کذاب کہہ کر اس کا کام تمام کر دیتے۔ سبط ابن جوازی جیسے کذاب کی سر میں سر ملانے کے لیے ادھار کھائے ہوئے دیوبندیہ دائرۃ المعارف حیدر آباد پر قابض و دخیل ہیں، اس لیے حیدر آباد سے شائع ہونے والے نسخہ "لسان المیزان" پر ان لوگوں نے (۱/۳۹۸) حاشیہ نمبر تین پر اسماعیل کے لیے "د، ت" (اور بجنل میں صفحہ:۱۳۸) کا رمز لکھ مارا، تاکہ وہ بندگان خدا کو فریب دے سکیں کہ اسماعیل کی روایات سنن أبي داود و ترمذی میں ہیں کہ یہ دیوبندیہ کی اسماعیل کے معاملہ میں پہلی کذب بیانی و تلبیس کاری ہے۔

جہاں حافظ ابن حجر نے اسماعیل کے غیر ثقہ و مجروح ہونے پر امام جزرہ و مطین و ابن عدی و خطیب کی تجریحات کا ذکر کیا، وہیں کذاب رافضی سبط ابن الجوزی کے اس دعویٰ کا ابطال کیا کہ اس رافضی نے اسماعیل کو مجروح قرار دینے میں خطیب بغدادی کو منفرد بتلایا، وہ اس لیے باطل ہے کہ خطیب کے علاوہ بھی متعدد متقدمین ائمہ نے اسماعیل کو غیر ثقہ کہا ہے، اس پر دیوبندیہ نے یہ مکذوبہ حاشیہ آرائی کی کہ:

" كذا و ثقه و وصفه بالدين والزهد والعبادة و، وفور العلم من هو أعلم من الذى غمزه و ليس الغمز من الغامز مختصا به بل صار متوارثا له، فإن ابن عدي حكم على

أبيه و جده أيضاً بالضعف و ردّ على ابن عدي من هو أعلم منه و قال: على تضعيفه إياهم ابن عدى أحق أن يضعف الخ"

یعنی جس طرح رافضی سبط ابن جوزی نے اسماعیل کو ثقہ وصدوق کہا ہے، اسی طرح اسماعیل کی توثیق اور دین وزہد وعبادت و وفور علم میں اس شخص نے توصیف کی ہے، جو اسماعیل کو مجروح کہنے والوں سے زیادہ علم والے ہیں، اور جارح نے اسماعیل کی جرح صرف اسماعیل تک محدود نہیں رکھی، بلکہ اسے متوارث چیز بنا کر اسماعیل کے باپ دادا کو بھی مجروح کہا گیا، یہ کام ابن عدی نے کیا، مگر ابن عدی کی تردید ابن عدی سے زیادہ علم والے نے کی ہے اور کہا ہے کہ ابن عدی اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کی تجریح کی جائے۔الخ

ہم کہتے ہیں کہ یہ ساری باتیں دیوبندیہ کے اکاذیب وتلبیسات ومغالطات میں سے ہیں، دیوبندیہ اگر سچے ہیں لیکن وہ ضرور ہی کذاب ہیں، تو اس شخص کا نام مع سند بتلائیں جو اسماعیل کو مجروح نہیں کہے ہوئے ہیں، مثلاً امام جزرہ وامام مطین وامام ابن عدی و امام ذہبی و حافظ ابن حجر کے مقابلے میں وہ کون شخص ہے، جو اسماعیل کی توثیق وتصدیق و توصیف بالدین و زہد و عبادت، ووفورِ علم میں جارحین اسماعیل سے بڑھا ہوا ہے، کوئی شک نہیں کہ قیامت تک دیوبندیہ مل کر یہ بات ثابت نہیں کر سکتے اس لیے ان سب کا کذاب وتلبیس کار وجعل ساز ہونا متعین ہے ممکن ہے کہ ان کذابین دیوبندیہ نے محمد بن عبد اللہ انصاری سے مروی اس بات کو دلیل بنا لیا ہو کہ:

" ماولي القضاء من لدن عمر بن الخطاب إلى اليوم أعلم من إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة. فقال له: يا أبا عبد الله، ولا الحسن بن أبي الحسن؟ قال: لا الله، والا الحسن"

"یعنی حضرت عمر فاروق سے لے کر آج تک یعنی ۲۱۰ھ تک اسماعیل سے بڑھ کر عالم کوئی قاضی نہیں بنایا گیا، اس پر ابوبکر نے کہا: اے ابوعبد اللہ کیا حضرت حسن بصری سے بھی بڑھ کر؟ تو اس نے کہا: ہاں، بخدا اس سے بڑھ کر بھی نہیں۔(خطیب: ٦/٢٤٤)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت میں اسماعیل کو صرف حضرت عمر فاروق سے لے کر ۲۱۰ ہجری کے پہلے تک سب سے بڑا عالم کہا گیا ہے اور جن اوصاف مکذوبہ کا ذکر دیوبندیہ نے کیا ہے، ان کا اس میں ذکر نہیں، اور اعلم کلمہ توثیق نہیں، جب کہ اسماعیل کو ائمہ کبار نے کذاب وافاک وتلبیس کار کہا، تو ان کے اعلم ہونے کو صحیح بھی مان لیا جائے، پھر بھی وہ کذاب کے کذاب ہیں۔

نیز اس روایت کی سند میں واقع طلحہ بن محمد بن جعفر شاہد بغدادی، داعی معتزلی، اور غیر ثقہ وضعیف اور واجبی طور

پر متروک ہے۔(لسان المیزان:۳/۲۱۲) نیز اس سند میں محمد بن خلف بن وکیع صدوق ہونے کے باوجود ضعیف ہیں۔(لسان المیزان:۵/۱۵۶) اور اس بات کے کہنے والے بنیادی راوی محمد بن عبد اللہ انصاری ایک زمانہ میں مذہب ابوحنیفہ کے پیرو تھے، اسی زمانہ میں اسماعیل کی اتنی مبالغہ آمیز مدح کی جو حدود اکاذیب میں داخل ہے، کیونکہ رائے پرست کا مزاج ہی یہ ہوتا ہے کہ اپنے ہم مذہب لوگوں کی مدح سرائی میں کذب بیانی کی حد تک مدح سرائی کریں، پھر بعد میں موصوف محمد بن عبد اللہ انصاری مذہب رائے پرستی سے تائب ہو کر پکے سچے اہل حدیث ہو گئے اور قاضی ہونے کی حیثیت سے مذہب اہل حدیث کے مطابق ہی سرکاری فیصلے کرنے لگے۔

(تاریخ خطیب ،وتھذیب التھذیب و عام کتب رجال ، ترجمہ محمد بن عبد اللہ انصاری)

اور بنظر ظاہر اسماعیل کی یہ مدح سرائی سراسر جھوٹ ہے جسے غیر ثقہ ومعتزلہ وحنفی رواۃ نے گھڑ لیا ہے، ورنہ اسماعیل جیسے کذاب وغیر ثقہ و بددین و بدمذہب کی یہ مدح سرائی کیسے ممکن ہو سکتی ہے، جبکہ حضرت عمر فاروق کے زمانہ سے لے کر اس کذاب کے زمانہ تک ہزاروں قضاۃ اس کے بالمقابل ہزار ہا درجہ علم وفضل و دین داری میں برتر تھے؟ اسماعیل کذاب مقدمہ باز بھی بہت تھا اور جعلی مقدمات کے ذریعہ اموال و جائیدادوں پر قابض ہونے کے لیے اور دوسروں کے بالمقابل اپنی عدالت میں پیشی پہلے کروانے کے لیے رشوت بھی دیتا تھا۔(أخبار أبي حنیفة، للصیمری،ص:۱٤۰) اس کی جعل سازی ہی کے سبب اس کے باپ حماد نے اسے کذاب قرار دیا تھا۔

(المجروحین لابن حبان، ترجمه أبي حنیفه:۳/۷۱،۷۲)

اکاذیب پرستی کے عادی دیوبندیہ نے تیسرا جھوٹ حاشیہ میں یہ لکھا کہ جہمی حکومت کے ڈر سے بعض دوسرے ائمہ کی طرح بطور تقیہ اسماعیل نے خود کو اور اپنے باپ دادا کو معتقد خلق قرآن بتلایا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ شخص موروثی طور پر معتقد خلق قرآن تھا، جیسا کہ اہل علم نے صراحت کی ہے کہ اسماعیل اپنے دادا ابوحنیفہ کا پیرو تھا(عام کتب رجال) اور یہ معلوم ہے کہ تواتر سے ابوحنیفہ کا معتقد خلق قرآن ہونا ثابت ہے، جب کہ اس زمانے کی حکومت و ائمہ عقیدہ خلق قرآن کو کفر وشرک سے تعبیر کرتے اور سرکاری طور پر ابوحنیفہ سے اس عقیدہ کے سبب بار بار توبہ کرائی جاتی اور سزا دی جاتی رہی۔ چوتھا بڑا جھوٹ دیوبندی حاشیہ نگاروں نے یہ لکھا کہ اسماعیل کی دین داری و امانت شعاری وغیرہ کی مدح سرائی تجریح اسماعیل کرنے والے ائمہ اسلام کے بالمقابل زیادہ بڑے اماموں نے کی ہے فرقہ دیوبندیہ یہ باتیں کسی بھی معتبر سند سے کسی معمولی ترین معتبر امام محدث سے ثابت نہیں کر سکتا، اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو ثابت کر دکھائے ، پھر بھی یہ ساری مکذوبہ باتیں کلمات توثیق میں سے نہیں اور کسی کذاب رافضی یا غیر رافضی کے ثقہ کہہ دینے سے ثقہ ثابت ہونا محال ہے۔

تقریب التہذیب میں اس کذاب کے ترجمہ پر ’’تمیز‘‘ کا نشان لگا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کتب ستہ میں

سے کسی میں اس کی کوئی روایت مذکور نہیں، مگر دیوبندیہ نے اپنی اکاذیب پرستی والی پالیسی کے تحت "لسان المیزان" کے حاشیہ میں اسے ابوداود و ترمذی کا راوی قرار دے ڈالا، کیا یہ معمولی قسم کا مجرمانہ گھناؤنا جھوٹ ہے؟ تقریب التهذیب میں اسے "تکلموا فیه" کہا گیا۔ اسے دیوبندیہ نے جرح مبہم کہا، جو اس کی جہالت مرکبہ یا کذب بیانی کی دلیل ہے کیونکہ عام کتب اصول حتی کہ اصول کی درسی کتاب نزهة النظر اور اس کے حاشیہ میں اسے جرح مفسر کہا گیا، کہ جس راوی کی بابت یہ کلمہ کہا جائے، وہ ساقط الاعتبار و غیر ثقہ ہے۔

مراتب الجرح کی بحث میں "نزهة النظر" و حاشیہ نزهة النظر نیز دوسری کتب اصول حدیث میں یہ بحث دیکھی جا سکتی ہے۔ تقریب التهذیب جس تهذیب التهذیب کی تلخیص ہے، اس میں بھی اسماعیل پر علامت تمییز لگی ہوئی ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ تقریب اور تهذیب التهذیب دونوں پر دیوبندیہ نے افتراء پردازی کی ہے، تهذیب التهذیب میں واضح طور پر اسماعیل کی بابت کہا گیا ہے:

"ضعفه ابن عدي، و قال: جزرة ليس بثقة، لم يخرجوا له شيئاً...... و ترجمته مستوفاة في لسان الميزان"

یعنی اسماعیل کو ابن عدی نے ضعیف کہا اور امام جزرة نے "ليس بثقة" کہا اصحاب ستہ میں سے کسی نے اس کی کسی روایت کی تخریج نہیں کی، اس کا ترجمہ مفصل طور پر "لسان المیزان" میں ہے۔"

اور کوئی ممسوخ الفطرة کذاب ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ تهذیب التهذیب میں اسماعیل پر کوئی تجریح قادح نہیں کی گئی ہے، یہ دیوبندیہ کی خالص افتراء پردازی ہے، اور جب حافظ ابن حجر نے تہذیب میں کہہ دیا کہ اسماعیل کا مفصل ترجمہ "لسان المیزان" میں ہے، تو "لسان المیزان" کی طرف دیوبندیہ نے رجوع کیے بغیر بلکہ تهذیب التهذیب کی طرف بھی رجوع کیے بغیر اپنی کذب بیانی والی پالیسی میں مزید در مزید اضافہ کیا، افسوس ایسے جہل مرکب کے شکار یا متجاہل بن کر کذب بیانی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں اور مفتی و علامہ و امام بنے ہوئے ہیں۔ مفتی مہدی حسن کا یہ کہنا کہ جرح مطلق کا اعتبار نہیں۔ (كشف الغمة، ص: ۷۰) موصوف کے جہل مرکب کا گھناؤنا نتیجہ ہے۔

امام عبد الاعلیٰ بصری اور امام ابوحنیفہ:

مفتی مہدی حسن کہتے ہیں کہ جرح مبہم مقبول نہیں، حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباري میں زیر ترجمہ عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ بصری سامی نے کہا:

"و قال: أبن سعد: لم يكن بالقوي قلت: هذا الجرح مردود غير مقبول"

(كشف الغمة، ص: ۷۰)

''یعنی کہ یہ جرح مردود ہے مقبول نہیں۔'' الخ......

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے یہاں بھی تلبیس وکذب بیانی وتحریف اور کتر بیونت وحذف واسقاط سے کام لیا ہے ، مقدمہ فتح الباري میں ''غیر مقبول'' کا لفظ نہیں ہے، بلکہ ''غیر مبین'' کا لفظ ہے، جسے محرف کر کے دیوبندیہ نے ''غیر مقبول'' بنا دیا، حالانکہ دونوں میں بہت زیادہ معنوی فرق ہے، نیز حافظ ابن حجر نے پہلے عبد الاعلیٰ کا ثقہ ومتقن ہونا ائمہ اسلام کے اقوال سے ثابت کر کے کہا کہ توثیق ثابت کے بالمقابل ان پر ابن سعد کی غیر مفسر جرح مردود ہے۔(هدی الساري مقدمة فتح الباري:٤١٦) مفتی مہدی حسن نے تلبیس اور تکذیب حقائق سے کام لیتے ہوئے مقدمہ فتح الباري کے الفاظ توثیق ائمہ ساقط کر دیے، جو جھوٹ وتحریف وفریب کی ذلیل ترین حرکت ہے، ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ توثیق ثابت کے بالمقابل تجریح مبہم غیر مقبول ہے، مگر دیوبندیہ یہ ثابت کریں کہ اسماعیل اور ان کے باپ حماد اور دادا ابوحنیفہ کی کسی معتبر امام فن نے توثیق کی ہے؟ پھر ان تینوں پر ہونے والی جرحوں کا مبہم ہونا ثابت کریں، ان تینوں میں سے ہر ایک کے اوپر کذاب ہونے اور دوسری جرح مفسر کا ثبوت ہے، لہٰذا یہاں دیوبندیہ نے فریب وکذب ہی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ الفوائد البهيه میں ہے کہ:

" قلت: قول ابن عدي إن كان مقبولا في إسماعيل و حماد إذا بين سبب الضعف لعدم اعتبار الجرح المبهم فهو غير مقبول قطعاً في أبي حنيفة، و كذا كلام غيره ممن ضعفه كالدارقطني وابن القطان كما حققه العيني في مواضع من البناية شرح الهداية و ابن الهمام في فتح القدير وغيرهما من المحققين و الفوائد البهية" (ص:٤٦)

یعنی جب کہ اسماعیل وحماد کی بابت سبب ضعف نہ بیان ہوا، ابن عدی کی جرح مقبول نہیں، لیکن ابوحنیفہ کی تجریح ابن عدی ودارقطنی وابن قطان قطعاً غیر مقبول ہے، جیسا کہ عینی وابن ہمام جیسے محققین نے شرح ہدایہ کے متعدد مقامات پر کہا ہے۔(كشف الغمة،ص:٧١)

ہم کہتے ہیں کہ ان تینوں ہی دیوبندی حنفی اماموں پر ائمہ اسلام کی تجریحات مفسرہ کثیرہ ثابت ہیں اور کسی بھی معتبر امام فن سے کسی ایک کی توثیق ثابت نہیں ہے۔ پھر دورِ متقدمین گزر جانے کے بعد آٹھویں، نویں صدی ہجری کے دیوبندیہ ہی کی طرح مقلدین عینی وابن الهمام کے اکاذیب پر قائم بیانات کی ذرہ برابر بھی پذیرائی ناممکن ہے، بلکہ عینی و ابن الهمام جیسے مقلدین کا مجرمانہ گھناؤنا کردار دیوبندیہ کے مجرمانہ گھناؤنے کردار سے اس لیے بہت بڑھا ہوا ہے کہ انھوں نے ہی دیوبندیہ کے لیے اکاذیب پرستی ومغالطہ اندازی وتحریف کاری وتلبیس وغیرہ جیسے مذموم کاموں کا طریقہ بتلایا ہے، اور نصوص شرعیہ میں صراحت ہے کہ مجرمانہ گھناؤنے کردارے کے بانی ومبانی لوگوں پر اپنے گھناؤنے کردار کا بوجھ تو ہوگا ہی، ان کی بتائی ہوئی گھناؤنی راہ پر چلنے والوں کے جرائم ومعاصی اور گھناؤنے

کاموں تک کا بوجھ بھی تا قیامت لدتا چلا جائے گا۔

مفتی دیوبندیہ نے مذکورہ بات کو اپنے ہی جیسے تقلید پرست مصنف الفوائد البهية سے نقل کیا، جو دیوبندیہ ہی کی طرح چودھویں صدی ہجری میں انگریزوں کی پالیسی کو روبعمل لانے کے لیے بہت زیادہ ادھار اپنے سرپرست و ولی نعمت انگریزی قوم سے کھا لیا تھا اور اسی مناسبت سے لکھنؤ میں واقع اپنے سکونت والے محلے کا نام فرنگی محلّہ رکھا۔(فرنگی انگریز و یورپی قوم کا اردو ترجمہ ہے۔)

پھر وہی دیوبندی چال بازی:

جن اکاذیب دیوبندیہ کا ذکر مفتی مہدی حسن اپنے اختراعی انداز میں کر آئے ہیں اور ان کی وضاحت ہم صفحات گزشتہ میں کر آئے ہیں، اپنے انھیں اکاذیب کا ذکر دیوبندی مفتی موصوف نے بانداز دیگر یہاں مکرر معنوی طور پر کیا ہے اور اس بیان میں بھی تحریف و تدلیس و تکذیب حقائق سے کام لیا ہے اس قسم کی باتوں سے آدمی خود اپنی عاقبت اور دنیاوی عزت و آبرو برباد کر لیتا ہے، اسماعیل کے باپ حماد کی مدح سرائی بھی بذریعہ اکاذیب دیوبندی مفتی نے اپنے پیشتر ومقلدین مصنف تنسیق النظام و ملا علی قاری کی مکذوبہ باتوں کے سہارے کی ہے، حالانکہ حماد بن ابی حنیفہ کا کذاب ہونا بھی ظاہر کیا جا چکا ہے اور غالی بدعت پرست جہمی و معتقد خلق قرآن ہونا بھی واضح کر دیا گیا ہے۔

امام ابو یوسف و امام ابو حنیفہ و دیوبندیہ:

ترجمان دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے یہاں امام اہل حدیث سیف بنارسی کا یہ قول نقل کیا کہ "اب سنئے ابوحنیفہ کے مقرب شاگردان کی نسبت ضعف کا تمغہ۔ پہلے ابو یوسف کو لیجیے إلى قوله: ان کی بابت میزان الاعتدال میں ہے:" قال: الفلاس كثير الغلط، وقال: البخاري: تركوه إلى قوله۔"اور لسان المیزان میں ہے کہ:" قال: ابن المبارك: أبويوسف ضعيف الرواية"امام سیف بنارسی کی عبارت لکھ کر مفتی دیوبندیہ آگے لکھتے ہیں:

> "ناظرین! یہ وہی امام ابو یوسف ہیں، جن کے امام احمد بن حنبل وغیرہ محدثین شاگرد ہیں، ان کی بابت امام نسائی نے کہا کہ ثقہ ہیں اور امام ذہبی وغیرہ نے ان کے اور فضائل بیان کیے۔"

(ماحصل از كشف الغمة، ص: ٧٤ تا ٨٠)

ہم کہتے ہیں کہ اگر بدعوی دیوبندیہ ابو یوسف کو متروک وغیر ثقہ قرار دینے والے ائمہ اسلام امام بخاری و دیگر ائمہ معاند و مخالف تھے، تو ابو یوسف کے استاذ امام ابو حنیفہ دیوبندیہ کے نزدیک بڑے معتدل اور قابل تقلید امام تھے، انھوں نے فرمایا:

"يا يعقوب تدخل في كتبي ما لم أقل"

اے ابو یوسف! تم میرے مذہب کی جو کتابیں مدوّن کیے ہوئے ہو، انھیں اپنے اختراعی اکاذیب سے

بھرے ہوئے ہو۔(الضعفاء للعقیلی: ٤/ ٤٤٠، و عام کتب رجال)

امام ابوحنیفہ نے ابو یوسف کی مدوّن کردہ کتب مذہب حنفی کو مجموعہ اکاذیب کہا ہے۔

(الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم ترجمة أبي یوسف وتاریخ خطیب و تاریخ جرجان و تاریخ صغیر للبخاري، والتفصیل فی اللمحات)

امام ابوحنیفہ جیسے دیوبندیہ کے معتدل و منصف مزاج وحق گو امام کا ابو یوسف کو کذاب اور مجموعہ اکاذیب کتاب کو مذہب حنفی کہنا، دیوبندیہ کی ساری ہوا بندی کو ہوا بنا دیا۔ امام احمد بن حنبل اور ان جیسے محدثین اگر ابو یوسف کے شاگرد تھے، تو وہ دروغ بانی، اکاذیب نویسی و تجھم و ارجاء میں ان کے تابع نہیں بلکہ مخالف تھے۔ اسی وجہ سے تمام اہل الرأی کو علی الاطلاق متروک قرار دینے کا انھوں نے حکم جاری کیا، مگر ابوحنیفہ جهمیه، و مرجیۂ و معتزلی اماموں کے شاگرد بن کر ان کے مجموعہ اکاذیب مذہب کے پیروکار بن گئے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ کے تمام ہم مذہب اصحاب اہل الرأی والارجاء والتجهم کا حال رہا، اگر امام نسائی نے ابو یوسف کی توثیق کر دی، تو دیوبندیہ مقلدین ابی حنیفہ کے دعویدار ہو کر امام ابوحنیفہ کی بات مانیں گے یا نسائی کی جب کہ دیوبندیہ امام ابوحنیفہ کی باتوں کے بالمقابل نصوص شرعیہ کو مختلف حیلوں سے رد کر دیتے ہیں۔ مفتی دیوبندیہ امام اہل حدیث سیف بنارسی کی بابت فرماتے ہیں کہ ایسی باتیں شان اہل حدیث سے بعید ہیں۔(کشف الغمة،ص: ۸۰) حالانکہ تمام ائمہ اسلام کذابین کو کذاب و متروکین کو متروک و مجروحین کہتے آئے ہیں، بلکہ نصوص کتاب و سنت میں بھی یہی کہا گیا ہے۔ تفصیل عام کتب رجال خصوصاً الکامل لابن عدي میں ہے۔ دیوبندیہ کو اہل حدیث کے خلاف اہل حدیث امام شیخ سعدی ہی کا یہ مصرع لکھنے پر مجبور ہونا پڑا ہے:

گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

(کشف الغمة،ص: ۸۰)

امام محمد بن حسن شیبانی و امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

ترجمان دیوبندیہ و مفتی دیوبندیہ مفتی مہدی حسن بزعم خویش امام ابو یوسف پر تجریحات ائمہ منقولہ امام اہل حدیث سیف بنارسی کے ردّ سے فارغ ہو کر امام سیف کی یہ بات نقل کرنے بیٹھ گئے کہ ”یہ حال ہوا ابو یوسف کا، اب امام محمد کا حال جنھوں نے ایک مؤطا بھی لکھ ماری، پانچوں سواروں میں اپنے کو شامل کرنے یا خون لگا کر شہید بننے کو امام سیف کی اس بات پر بزعم خویش نقد کرتے ہوئے مفتی دیوبندیہ نے لکھا:

ناظرین یہ ہے تہذیب اور سلف کے ساتھ ان کا برتاؤ! کیا آپ اسے علمی تحریر سمجھتے ہیں جو اور گندے الفاظ لکھے ہیں وہ ان سے بھی بڑھ کر ہیں، امام محمد کی مؤطا تصنیف کرنے پر آپ کو کیوں حسد ہے؟ آپ میں

ہمت ہے تو اپنی سند کے ساتھ اسی طرح کی چھوٹی سی چھوٹی تصنیف کر کے دکھائیں، امام محمد نے موطا ہی نہیں نو سو ننانوے یعنی ایک کم ایک ہزار کتابیں لکھیں، آپ صرف ننانوے ہی لکھ کر دکھائیں۔ امام محمد کی تصانیف سے بڑے بڑوں نے فائدہ اٹھایا۔'' (ملخص از كشف الغمة، ص: ۸۰، ۸۱)

ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید نے ﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ﴾ اور اس کی بہت ساری باتیں افاکین وکذابین و مجروحین کی بابت کہیں، اور صحابہ وتابعین وعام ائمہ اسلام نے بھی یہی روش اختیار کی، مگر شرف وتہذیب کے دعویدار دیوبندیہ اور جن عناصر سے دیوبندیہ تولد پذیر ہوئے، وہ کس طرح کی مہذب باتیں کرتے ہیں؟ اس کا کسی قدر نمونہ ''أنوار المصابيح'' میں دیکھیں۔

امام ابوحنیفہ نے ابو یوسف کو کذاب کہا، اپنے بعض اساتذہ تک کو أكذب الناس کہا اور کئی افراد پر ردّ و قدح کیا۔ کیا اسی روش پر دینی ضرورت اور مفسدین و فتنہ پرور کذابین کے ردّ میں اہل حدیث کا چلنا دیوبندیہ کے یہاں معیوب ہو گیا؟ کیوں اور کیسے؟

امام اہل حدیث سیف بنارسی نے کہہ دیا کہ امام نسائی نے اپنی کتاب ''الضعفاء والمتروكين'' میں محمد بن حسن کو ضعیف، میزان الاعتدال میں ''لينه النسائي وغيره من قبل حفظه'' لسان المیزان میں کہا: ''قال ابوداود: لا يكتب حديثه'' اس پر دیوبندیہ نے سر پر آسمان اٹھالیا اور نہایت لغوطرازی کی۔ (كشف الغمة، ص: ۸۱، ۸۲، کا ماحصل)

یہ دیوبندیہ کی چال بازی اگر قبول کر لی جائے، تو کتب رجال سے اعتماد ہی اٹھ جائے، حالانکہ انھیں پر احادیث نبویہ پرکھنے کا دارومدار ہے، حافظ ابن عدی نے مقدمہ کامل میں کئی احادیث و آثار و اقوال تابعین واتباع تابعین نقل کیے کہ سند دین کا جزو اعظم ہے اور دین کا یہ جزو اعظم جرح و تعدیل پر ہی قائم ہے۔ میزان الاعتدال کی لسان المیزان شرح کی حیثیت رکھتی ہے، اس میں صراحت ہے کہ ابو یوسف و یحییٰ بن معین واسد بن عمر نے محمد بن حسن کو کذاب کہا، اور ابن معین نے کذاب کہنے کے ساتھ محمد بن حسن کو جہمی بھی کہا، امام ابوزرعہ رازی نے محمد بن حسن وابوحنیفہ کو جہمی کہا، اور نشر الصحيفة میں ابوزرعہ رازی سے نقل کرتے ہوئے لکھا کہ ابو یوسف بھی کھلے ہوئے جہمی ہیں، امام احمد بن حنبل نے کہا کہ محمد بن حسن جہمی تھے اور

''كان أبويوسف مضعفا في الحديث، و أما محمد بن الحسن وشيخه كانا مخالفًا للاثر''

یعنی ابو یوسف حدیث میں ضعیف تھے اور محمد بن حسن و امام ابوحنیفہ احادیث کے مخالف تھے۔''

(ملخص از لسان الميزان: ۵/ ۱۲۲)

امام احمد کے قول میں تحریف کر کے دیوبندیہ نے مضعف کو متصف بنا دیا اور معنی کو الٹ دیا، دیوبندیہ لاکھ

کوشش کریں، مگر امام ابو یوسف و ابن معین و اسد بن عمر کو معاندین ائمہ احناف نہیں کہہ سکتے، کیونکہ ان کی کتاب أنوار الباري نے ان کو حنفی المذہب بتلایا ہے، بلکہ ابو یوسف واسد بن عمرو کو أنوار الباري میں تدوین مذہب حنفی کرنے والی چہل رکنی مجلس کے اراکین قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ دیوبندیہ کی نظر میں یہ سارے لوگ انتہائی درجہ کے معتدل ائمہ کرام تھے، محمد بن حسن کی جن کتابوں کا ذکر دیوبندیہ نے بہت شان بان سے کیا ہ ان کا تحقیقی جائزہ لے کر امام شافعی نے حنفیہ کے ہر ایک مسئلہ کے خلاف حدیث نبوی ان کتابوں کے حواشی پر نقل کرکے تمام حنفی مسائل کو مردود قرار دیا ہے۔ (آداب الشافعي و مناقبه لابن أبي حاتم، ص: ٣٤)

جهميه، مرجيه اپنی حکومت کے زمانہ میں بزور شمشیر و سرکاری وسائل اہل حدیث کو اپنی جگہ سے ایک سینٹی میٹر بھی ٹس سے مس نہیں کر سکے، تو دیوبندیہ جو انھیں عناصر سے پیدا ہوئے اپنے وسائل کثیرہ کے باوجود اہل حدیث کو اپنی جگہ سے کسی طرح بھی نہیں ڈگمگا سکیں گے، اس بات کو دیوبندیہ نوٹ کر لیں کہ ان کے اکاذیب وتلبیسات کی پردہ دری کے لیے حامیان اہل سنت و جماعت ہر دور میں رہے ہیں اور رہیں گے، خواہ وہ اس طرح کی دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کروڑوں روپے خرچ کرکے روزانہ منعقد کرتے رہیں اور دیوبندیوں کے امام جن کے بالمقابل غیر مسلمین خصوصاً مستشرقین نے اہل حدیث کے خلاف کہیں زیادہ کتابیں لکھیں، مگر اہل حدیث نے ان کی بھرپور تنقید کرکے معاملہ صاف کر دیا، دیوبندیہ کس بھرے میں ہیں؟

امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کی تدوین کرنے والی چہل رکنی مجلس کے تمام اراکین کو خطاب کرکے کہا تھا کہ تم لوگ ان مدوّنہ کتابوں میں میری نہ کہی ہوئی باتوں کے مجموعہ اکاذیب کو میری طرف منسوب کر دیتے ہو، (کما تقدم) ان ارکان میں امام محمد بن حسن بدرجہ اولیٰ شامل ہیں اور اس کا لازمی مطلب ہے کہ امام ابوحنیفہ نے محمد بن حسن کو کذاب کہا، پھر دیوبندیہ کی ساری اکڑفوں ہوا ہوگئی۔

ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے اس قدر گفتگو پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ قدر بھی اکاذیب وتلبیسات دیوبندیہ کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔ اس سلسلے میں دیوبندیہ نے بلا سند مکذوب باتوں کا مجموعہ کتاب "مناقب أبي حنيفه للكردري" سے بکثرت نقول کرکے اپنے اکاذیب پرست ہونے کا کافی ووافی ثبوت دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو کشف الغمة، ص: ٨٤، ٨٥)

مرجیہ اور امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

مذکورہ بالا دیوبندی اکاذیب وتلبیسات سے فارغ ہو کر مفتی دیوبندیہ مفتی مہدی حسن نے امام سیف بنارسی کا ایک قول نقل کرکے بزعم خویش اس کی تردید اس طرح کی:

"امام سیف بنارسی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کا ایک مزیدار حال اور سنئے کہ وہ ضعیف ہونے کے ساتھ

مرجیء المذہب بھی تھے۔“

پھر اس کی تردید کرتے ہوئے دیوبندیہ نے کہا کہ ”ہم پہلے ہی سمجھ رہے تھے کہ عوام کو گمراہ کرنا اہل حدیث کے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔“

ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ نہ ضعیف تھے نہ مرجیء تھے یہ اہل حدیثوں کی بنائی بات ہے۔

یہاں اکاذیب و تلبیسات سے بھرپور کئی صفحات دیوبندیہ نے سیاہ کیے اور حارثی کذاب کی بیان کردہ مکذوبہ روایت بطور حجت نقل کی، نیز فقہ اکبر جو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب مکذوب کتاب ہے، وہ درحقیقت ابو مطیع بلخی جہمی مرجیء کذاب کی کتاب ہے، اس سے بھی اپنی تائید میں باتیں نقل کیں۔(ملخص از کشف الغمة، ص: ٨٤، ٨٥)

ہم کہتے ہیں کہ کیا دیوبندیہ کا یہی دین و ایمان ہے کہ سارے متقدمین ائمہ اسلام دروغ گو اور صرف جہمیہ و مرجیہ دیوبندیہ ہی سچے ہیں؟ مرجیہ و جہمیہ اپنی جملہ انواع سمیت گمراہ و گمراہ گر ہیں، اس کے باوجود ان میں بعض لوگ اتفاق سے روایت حدیث میں ثقہ و صدوق و معتبر نکل آتے ہیں اور اہل حدیث کا وطیرہ انصاف پرستی ہے، اس لیے انھیں معتبر و صدوق و ثقہ مان لیتے ہیں، مگر بہرحال ابوحنیفہ اور ان کے عام ہم مذہب لوگ ثقہ و صدوق و معتبر نہیں، لہٰذا وہ اہل حدیث نقطہ نظر سے ساقط الاعتبار ہیں، ہماری صرف اتنی سی بات سے کشف الغمة جیسی کتاب دیوبندیہ کے ص: ٨٥، سے لے کر ص: ٩١ تک کے اکاذیب و تلبیسات و مغالطات کالعدم ہو گئے۔ کسی بھی اہل حدیث عالم نے کسی بھی بنیاد پر اگر دیوبندیہ اور جن جن عناصر سے دیوبندیہ پیدا ہوئے، کو اہل سنت و جماعت میں داخل قرار دے دیا، تو اس اہل حدیث عالم کی بات حقائق ثابتہ کے خلاف ہونے کے باعث اس کی لغزش ہی قرار دی جا سکتی ہے۔ جن ائمہ اہل حدیث نے بعض علماء مرجیہ یا جہمیہ کو معتبر قرار دیا ہے، صرف روایت کی حد تک اپنی معلومات کے مطابق ورنہ ان کے خارج از دائرہ اہل سنت ہونے پر انھیں کلام نہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی اور امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب کا مرجیۂ ہونا بہت مشہور و معروف حقیقت تھی، اس لیے شیخ عبدالقادر جیلانی نے بھی انھیں علی الاطلاق دلائل کی روشنی میں مرجیۂ کہہ دیا تھا جسے امام سیف بنارسی امام اہل حدیث نے بھی نقل کر دیا، مگر دیوبندی مفتی مہدی حسن نے دیوبندیہ کی طرف سے تحریف و الحاق و اکاذیب کا استعمال کر کے اسے دفع کرنے کی ناپاک سعی نامشکور کی۔(کشف الغمة، ص: ٩٣)

ہم نے اپنی کتاب ”ضمیر کا بحران“ کے ابتدائی صفحات میں دیوبندیہ اور ان کے حلیف فرقے بریلویہ وغیرہ کی مدلل تغلیط و تردید و تکذیب کر دی ہے، اسے دیکھیے پوری تشفی ان شاء اللہ ہو جائے گی۔ یہ کتاب ضخیم ہوتی جا رہی ہے

اور اختصار ہمارے پیش نظر ہے، اس لیے اسی حوالے و اشارہ اور تحقیق پر اکتفا کر رہے ہیں۔

حماد بن ابی سلیمان اشعری و امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

امام اہل حدیث سیف بنارسی نے کہہ دیا تھا کہ امام ابوحنیفہ کے استاذ حماد بن ابی سلیمان مرجیٔ تھے، نیز ان پر کچھ کلام بھی ہے، تو دیوبندی مفتی مہدی حسن نے اس کی تردید میں ص:۹۳ تا ص:۹۶ سیاہ کیے۔

اب ناظرین کرام کچھ ہماری بھی سنیں! ابوعوانہ سے بسند معتبر مروی ہے:

"کان أبوحنیفة مرجیا یری السیف فقیل له: فحماد بن أبي سلیمان؟ قال: کان أستاذه في ذلك" (خطیب:۳۹۸/۱۳)

"یعنی ابوحنیفہ مرجی تھے اور مسلمانوں میں خانہ جنگی اور ایک دوسرے کے خلاف قتل عام کے معتقد تھے، ابوعوانہ سے پوچھا گیا کہ ابوحنیفہ کے استاذ حماد بن ابی سلیمان کا اس معاملہ میں کیا حال تھا؟ ابوعوانہ نے کہا کہ حماد بن ابی سلیمان ارجاء اور مسلمانوں میں خانہ جنگی کے جواز کے معاملے میں بھی ابوحنیفہ کے استاذ تھے۔"

ہم نے مذکورۂ بالا روایت کے معتبر ہونے اور اس کے کئی معنوی متابع ہونے پر "اللمحات" میں مفصل بحث کی ہے۔

حماد ارجاء و خانہ جنگی اور بعض علوم میں ابوحنیفہ کے استاذ ہونے کے باوجود اس درجہ کے غالی مرجیٔ و جھمی نہیں تھے کہ عقیدہ خلق قرآن کے معتقد ہوں، مگر یہ گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ معتقد خلق قرآن بھی تھے، جس کی بناء پر حماد اپنے اس شاگرد ابوحنیفہ کے کافر و مشرک ہونے کے معتقد تھے۔ اس پر مفصل بحث "اللمحات" میں ہے، مگر بعض روایات ملاحظہ ہوں:

"قال: الإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل: حدثني عبد الله بن عون بن الخراز أبو محمد و کان ثقة ثنا شیخ من أهل الکوفة قیل لعبد الله بن عون هو أبو الجهم فکأنه أقر أنه قال: سمعت سفیان الثوري یقول: قال لی حماد بن أبي سلیمان: اذهب إلی الکافر یعنی أباحنیفة فقل له، ان کنت تقول أن القرآن مخلوق فلا تقربنا"(کتاب السنة:۱/ ۱۸٤)

یعنی ابوالجہم (ازرق بن علی الحنفی) نے کہا کہ میں نے امام سفیان ثوری سے کہتے سنا کہ مجھ سے حماد بن ابی سلیمان نے کہا کہ اس ابوحنیفہ کافر کے پاس جا کر کہو، اگر تم اپنے عقیدہ خلق قرآن پر قائم ہو، تو میرے قریب بھی تمھیں آنے کی ضرورت نہیں ہے!

اس روایت کی سند صحیح و معتبر ہے اور اس کے کئی معتبر معنوی شواہد و متابع بھی ہیں، خود کتاب السنة میں اس

روایت کے ایک ہی روایت کے بعد اس کی معنوی متابعت دوسری سند سے مروی ہے، اور دوسری کتابوں میں خصوصاً تاریخ خطیب والتنکیل وغیرہ میں بھی اس معنی کی متعدد روایات ہیں، اور ہم نے "اللمحات" میں ذکر کیا ہے کہ جب ابوحنیفہ اپنے استاذ کے حکم کو نہ مانے، تو انھوں نے حکومت وقت کی عدالت میں ابوحنیفہ کی شکایت کی اور کئی شہادتیں بھی پیش کیں، عدالت نے کہا اس عقیدہ سے توبہ کرلو، ورنہ سخت سزا پاؤ گے، تو ابوحنیفہ نے بظاہر توبہ کر لی، مگر دل سے اور زبان سے بھی عقیدہ خلق قرآن کا گاہے بگاہے اعلان اور حکومت کی گرفت پر توبہ کرتے رہے، حتی کہ اس عقیدہ پر ان کا انتقال ہوا۔ یہ بات کئی معتبر سندوں سے مروی ہے، جس کی تفصیل "اللمحات" میں ہے، پھر بھی اگر جہمی اور معتقد خلق قرآن آدمی روایت میں معتبر ہو، تو اس طرح کے بدعت پرست کی روایت مقبول ہوتی ہے، جب کہ وہ بدعت پرستی کا داعی نہ ہو، مگر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ابوحنیفہ داعی قسم کے بدعت پرست اور روایت میں غیر ثقہ وغیر معتبر تھے۔

حماد بن ابی سلیمان کی طرف سے دیوبندیہ نے اگرچہ بہت دفاع کیا ہے، مگر کلام ائمہ کو نہ سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہونے کے باعث یا جان بوجھ کر کذب بیانی وتلبیس کاری کے زور پر حماد کی طرف سے دیوبندیہ کا دفاع ناکام ہے، البتہ اختلاط سے پہلے وہ ثقہ تھے اور اختلاط کے بعد غیر معتبر ہو گئے اور امام ابوحنیفہ کا ان سے سماع اختلاط کے بعد ہے، اس لیے معتبر نہیں۔ اس کی تفصیل بھی "اللمحات" میں ہے اور اسی "اللمحات" میں تلبیسات واکاذیب دیوبندیہ کا ایضاح بھی ہے۔

دیوبندیہ نے میزان الاعتدال سے حماد کی بابت باتیں نقل کیں، مگر اسی میزان الاعتدال میں ہے کہ ابوحنیفہ کے استاذ اعمش نے حماد کو غیر ثقہ کہا، نیز غیر صدوق یعنی کذاب کہا، نیز یہ کہا کہ:

" كان الأعمش يلقى حمادًا حين تكلم في الإرجاء فلم يكن يسلم عليه"

آخر دیوبندیہ نے ان الفاظ کو کیوں نقل نہیں کیا؟ کیا یہ دیوبندیہ کی تلبیس کاری نہیں ہے؟ اسی طرح دیوبندیہ کی دوسری بدعنوانیوں کو "اللمحات" میں دیکھیں۔

اختلاط کے بعد حماد سے غیر شعوری طور پر ایسی باتیں نکل جاتی تھیں، جن سے ان کے کذاب ہونے کا احساس بعض حضرات کو ہوتا تھا، ورنہ اختلاط سے پہلے ثقہ وصدوق تھے، مگر مرجی بہرحال ہو گئے تھے۔ یہ صحیح بخاری کے رواۃ سے نہیں، صحیح مسلم میں ان کی ایک روایت مقروناً ہے، یعنی کہ ان کے ساتھ ان کے ایک ثقہ راوی نے اور اس حدیث کی روایت کی ہے۔ دیوبندیہ نے انھیں صحیحین کا راوی کہہ کر جھوٹ بکواس کی ہے۔

امام اعمش وابراہیم نخعی وابوحنیفہ ودیوبندیہ:

تذکرہ حماد کے بعد امام سیف بنارسی نے امام ابوحنیفہ کے استاذ اعمش اور استاد الاستاذ امام ابراہیم نخعی کا ذکر کرکے ان کی بعض خامیاں بیان کی تھیں، مگر اس سے ان کا مقصد یہ نہیں کہ یہ دونوں غیر معتبر راوی ہیں، بعض رواۃ

میں کچھ خامیوں کے باوجود بھی ثقاہت پائی جاتی ہے، ہم اس سلسلے میں تفصیل پیش کرنا نہیں چاہتے۔ امام اعمش وابراہیم نخعی سے متعلق امام سیف بنارسی کی تردید میں (ص:۹۷ تا ص:۱۰۱) سیاہ کیے گئے، مگر اس سے تعرض ہم پسند نہیں کرتے۔

امام ابو یوسف و امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

امام ابو یوسف کو دیوبندیہ مذہب ابی حنیفہ کی تدوین وتشہیر کرنے والا اور مذہب ابی حنیفہ کے اصول وضوابط مرتب کرنے والا کہتے ہیں، ان کا خصوصی ذکر دیوبندیہ کی کتاب ''أنوار الباري'' اور عمومی ذکر عام کتابوں میں پایا جاتا ہے۔
امام سیف بنارسی نے ابو یوسف کا قول امام ابوحنیفہ کے مرجی وجہمی ہونے کا بحوالہ خطیب بغدادی لکھا، جس پر مفتی مہدی حسن دیوبندی نے لکھا کہ گزشتہ صفحات میں ارجاء و مرجیہ کی بابت تفصیل گزر چکی ہے۔(کشف الغمة،ص:۱۰۲ تا ۱۰٦)

مگر ہم کہتے ہیں کہ مفتی مہدی حسن کی باتوں کا حاصل یہ ہے کہ مرجیہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اہل سنت وجماعت سے خارج نہیں۔ دوسرے وہ جو اہل سنت و جماعت سے خارج بلکہ بعض مستحق فتوے کفر ہیں۔
اور اب ہم بتلاتے ہیں کہ کتب رجال میں جس طرح کی باتیں ابوحنیفہ سے متعلق منقول ہیں، وہ کفر کو مستلزم ہیں اور امام ابوحنیفہ پر تجہم کے الزام کی نفی دیوبندیہ کیسے کرتے ہیں؟
ہم گزشتہ صفحات میں بیان کر آئے ہیں کہ ابو یوسف کو امام ابوحنیفہ خود کذاب قرار دیے ہوئے ہیں، مگر احناف اور بعض محدثین نے اس کی نفی کی ہے اور بعض نے صدوق وثقہ کہا ہے، لیکن ہم نے ''اللمحات'' میں ان کے کذاب ہونے کو مختلف وجوہ سے ترجیح دی ہے۔

''تاریخ فسوي'' میں مروی ہے:

" حدثنا عبيد الله بن معاذ قال: حدثني محمد بن معاذ، قال: سمعت سعيد بن مسلم قال: قلت: لأبي يوسف: أكان أبوحنيفة جهميا؟ قلت:نعم، قال: أكان مرجيا؟ قال: نعم، قال: و لقد قلت: له أرأيت امرأة تزوجت سنديا فولدت له أولاداً مغلغلي الرؤوس ثم تزوجت بعده تركيا فولدت له صغار الاعين عراض الوجوه؟ قال: هم للزوج الأوّل قال: فقلت: له فعلام كنتم تجالسونه؟ قال: على مدارسة العلم"

یعنی امام سعید بن مسلم بن بانک مدنی ابو مصعب نے ابو یوسف سے پوچھا کہ کیا ابوحنیفہ جہمی تھے؟ ابو یوسف نے کہا: ہاں! وہ جہمی تھے، پھر پوچھا کیا: وہ مرجی تھے؟ تو ابو یوسف نے کہا! ہاں، ابو یوسف نے مزید کہا کہ ایک عورت نے ایک سندھی مرد سے شادی کی تو اسے گھنگریالے سر والے کئی بچے ہوئے، پھر اس عورت سے [illegible] رشتہ ازدواج ٹوٹ جانے کے بعد ایک ترکی آدمی سے شادی کی تو اسے چھوٹی

چھوٹی آنکھوں اور چوڑے چوڑے چہرے والے بچے پیدا ہوئے پھر یہ بچے کس کے مانے جائیں گے؟ امام ابوحنیفہ نے کہا پہلے والے سندھی شوہر کے سبھی بچے مانے جائیں گے۔ پھر سعید بن مسلم نے کہا کہ جب ابوحنیفہ اس طرح کے آدمی تھے، تو ان کی مجلس درس میں آپ بیٹھتے ہی کیوں تھے تو ابو یوسف نے کہا صرف حصول علم کے لیے ہم ان کی مجلس میں بیٹھتے تھے۔" (تاريخ فسوي: ٢/٧٨٢)

سعید بن مسلم تک اس روایت کی سند بہت پختہ اور ٹھوس ہے، البتہ ابو یوسف غیر ثقہ ہیں، مگر ابو یوسف کے بہت سارے معنوی متابع موجود ہیں اور ابو یوسف کی اس روایت میں اس کا جواب موجود ہے، جو دیوبندیہ نے طلب کیا ہے اور اس روایت کا آخری جزء مرجیہ کے اس طبقہ کی ترجمانی کرتا ہے، جو خارج از اہل سنت ہی نہیں خارج از دائرہ اسلام ہیں، اور اس معنی کی باتیں امام ابوحنیفہ سے بہت زیادہ اور تواتر کے ساتھ مروی ہیں، ہماری اسی کتاب میں بعض کا ذکر آچکا ہے، مگر مفصل بحث "اللمحات" میں ہے۔

دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ جہمیہ و مرجیہ سے ابو یوسف نے کیوں روایت کی؟ تو یہ بہت واضح بات ہے کہ جب سے اسلام آیا تب سے آج تک یہود ونصاریٰ و مشرکین سے روایت کا سلسلہ جاری ہے، سرکاری اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے دیوبندیہ کوئی شک نہیں کہ بہت سے مشرکین و کفار وملحدین سے پڑھتے ہیں، کیا یہ جائز نہیں؟ ابو یوسف بذات خود بھی جہمی و مرجی اور کذاب تھے، اس طرح کے لوگوں کا کیا کوئی ٹھکانہ ہے کہ اپنی براءت ظاہر کرنے کے لیے کیا سے کیا کہہ بیٹھیں؟ کوئی شک نہیں کہ **كشف الغمة** (ص:١٠٢) سے لے کر (ص:١١٩) تک اکاذیب وتلبیسات و مغالطات ومکر وفریب کی بھرمار ہے اور ہمارے گزشتہ مباحث سے ان کا حال واضح ہو گیا ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی و امام ابوحنیفہ و دیوبندیہ:

امام اہل حدیث سیف بنارسی نے لکھ دیا تھا کہ امام محمد نے ابوحنیفہ پر امام مالک کو ہر چیز میں فضیلت وفوقیت دی ہے۔ اس کے ردّ میں دیوبندیہ نے بذریعہ اکاذیب لمبی بات کہی اور مناقب أبي حنيفه كردري و الخيرات الحسان و كتاب المناقب للموفق جیسی بے سند و مجموعہ اکاذیب کتابوں سے مناقب ابی حنیفہ میں کئی صفحات سیاہ کیے اور اس کی سند بھی اہل حدیث سے طلب کی کہ امام محمد نے ہر چیز میں امام ابوحنیفہ پر امام مالک کو فضیلت دی ہے، مگر افسوس کہ انھیں دیوبندیہ نے اکاذیب سمجھتے ہوئے بھی مجموعہ اکاذیب کو امام ابوحنیفہ کے مناقب پر دلیل بنا لیا۔ حالانکہ **مناقب الشافعي و آدابه** میں کئی معتبر سندوں سے مروی ہے کہ امام شافعی کے سامنے محمد بن حسن نے اقرار کیا تھا کہ تمام علوم وامور دین میں امام مالک امام ابوحنیفہ پر فائق و فاضل ہیں۔ کیا اس سے بھی بڑی مستند و معتبر دلیل دیوبندیہ کو مطلوب ہے؟ اور امام محمد بن حسن نے مذہب مالک کی ترویج و اشاعت کی بجائے حنفی مذہب کی ترویج واشاعت ظاہر ہے کہ بہت سارے مصالح کے پیش نظر کی، اس پر ہم کو بحث ونظر کی

ہم بتلا آئے ہیں کہ امام ذہبی نے اپنی کتاب دیوان الضعفاء میں امام ابوحنیفہ پر سخت تجریح کی ہے اور میزان الاعتدال میں ترجمہ اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ پر تجریح امام ابن عدی کو ذہبی نے برقرار رکھا ہے میزان الاعتدال میں ترجمہ ابی حنیفہ کو دیوبندیہ نے الحاق قرار دیا ہے، جسے کالعدم مان لیا جائے، تو ترجمہ اسماعیل اور دیوان الضعفاء والمغني فی الضعفاء والی ذہبی کی باتوں کا دیوبندیہ کے پاس کیا جواب ہے؟

ہم اسی تبصرہ پر دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کی پہلی کتاب "کشف الغمة" پر مزید باتیں پیش نہیں کر رہے اور اتنی باتیں ہی اکاذیب دیوبندیہ کی وضاحت کے لیے کافی ہیں۔

فقط

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیة بنارس

۲۲/اپریل:۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس

منعقدہ: ۲،۳/مئی، ۲۰۰۱ء کے موقع پر ۲۹ کتابوں کے پیکٹ کا شرعی پوسٹ مارٹم

تحقیق مسئلہ رفع الیدین

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

جمعہ ۱۲/صفر المظفر ۱۴۲۳، ۲۶، اپریل، ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ أَمَّا بَعْدُ!

فرقہ دیوبندیہ جیسے عدوِ سنت پر معلوم نہیں اس زمانہ فساد وفتن و مسلمانوں کی نسل کشی میں کیا بدمستی سوار ہوئی کہ اس نے تحفظ سنت کانفرنس کا لامتناہی سلسلہ ۷، ۸/ صفر المظفر ۱۴۲۲ہجری مطابق ۲، ۳، مئی ۲۰۰۱ء سے جاری کر دیا۔ اس موقع پر یہ فرقہ انتیس کتابوں کا ایک پیکٹ بھی تقسیم بلا قیمت کرتا ہے، اس پیکٹ پر اس فرقے نے ''ردّ غیر مقلدیت کا جامع سیٹ بموقع تحفظ سنت کانفرنس زیر اہتمام جمعیت علماء ہند، بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲، انڈیا'' لکھ رکھا ہے، مگر اس نے اس پیکٹ کے داہنے بائیں جانب صرف چھبیس کتابوں کی فہرست دی اور تین کتابوں کے نام حذف کر دیے۔

فرقہ دیوبندیہ نے پیکٹ کے سرے پر اور سامنے والے موڑ پر ''**يد الله على الجماعة**'' نیز ہر کتاب کے سرورق پر یہی حدیث لکھ رکھی ہے۔ گویا ضلالت و فتنہ انگیزی و فساد کے بحر ظلمات میں پوری طرح مستغرق یہ فرقہ اپنے کو حدیث مذکور کا مصداق ہونے کا دعویدار ہے، جب کہ یہ فرقہ درحقیقت ضلالت میں ڈوبے ہوئے فرقے مرجیہ وجہمیہ و معتزلہ و منکرین حدیث، محرفین نصوص و آثار صحابہ و تابعین کا مجموعہ و ملغوبہ ہے، جیسا کہ ہماری کتاب ''**اللمحات إلى** ما في أنوار الباري من الظلمات'' سے ظاہر ہے۔

اس فرقے کی ''جمعیت علماء'' برعکس نام نہند زنگی کافور کی پوری طرح مصداق ہے، کیونکہ علماء کی شان میں قرآن مجید ناطق ہے کہ ﴿**إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ**﴾ یعنی بندگان خدا میں سے اللہ کا خوف صرف علماء رکھتے ہیں، لیکن اس کے تمام تحریری مجموعے واضح دلیل ہیں کہ اسے خوف خدا سے ذرہ برابر بھی لگاؤ نہیں، اکاذیب و تلبیسات اس کا خصوصی مشغلہ ہے۔

اس کے ۲۹ کتابوں پر مشتمل پیکٹ کی ہر کتاب کا ہم کو تحقیقی جائزہ لینے کا عزم اس کی کانفرنس مذکور کے ایک زمانے بعد سلفی عوام وخواص کے مطالبہ پر کرنا پڑا۔ اس پیکٹ میں شامل کتابوں میں سے ایک کا نام ''تحقیق مسئلہ رفع الیدین'' ہے، اس کے مصنف کا نام دیوبندی حیلہ سازی کے تحت اگرچہ ''حبیب الرحمٰن اعظمی، استاذ دارالعلوم دیوبند''

بتلایا گیا ہے، مگر اسے پوری دیوبندی پارٹی کی طرف سے پیش کیے جانے کا مطلب اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ اس کی تصنیف میں تمام دیوبندی عوام وخواص کی مدد ومعاونت شامل ہے۔

ہم اپنی اس زیرنظر کتاب میں اسی دیوبندی کتاب "تحقیق مسئلہ رفع الیدین" کا جائزہ لے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے مفید عام وخاص بنائے۔ اور مجھے دنیا وآخرت میں اجر جزیل سے نوازے۔ آمین

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۲۶/اپریل ۲۰۰۲ء

مقدمہ دیوبندی کتاب تحقیق مسئلہ رفع الیدین:

فرقہ دیوبندیہ نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ أَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ **امّا بعد!** کے الفاظ لکھنے کے بعد اپنی مقدمہ بازی کا آغاز کرتے ہوئے لکھا:

"عام نمازوں میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر مواقع میں رفع یدین کے متعلق احادیث نبویہ واقوال وافعال صحابہ مختلف منقول ہوئے ہیں۔ اس لیے یہ مسئلہ ہر دور میں زیر بحث رہا اور علماء سلف و خلف نے دیگر مسائل اجتہادیہ کی طرح اس پر بھی اپنے علم و فہم و نقطہ نظر کے مطابق گفتگو کی ہے، مگر ظاہر ہے کہ جس باب میں عہد نبوی و عہد صحابہ میں متنوع ومختلف صورتیں رہی ہوں، اس میں وحدت و یکسانیت پیدا نہیں کی جا سکتی، نہ کسی ایک صورت کو سنت و ہدایت اور دوسری کو بدعت و ضلالت کہا جا سکتا ہے، مگر آج کل کے غیر مقلدین کا ایک طبقہ اسے علامت حق اور اہل سنت و جماعت کی پہچان اور تارکین رفع الیدین کو تارک سنت و مخالف رسول اور ان کی نمازوں کو ناقص بلکہ باطل کہنے میں باک نہیں محسوس کرتا، ان کا یہ روّیہ عدل و انصاف وحقیقت پسندی و فہم دین رکھنے والوں کے یکسر منافی ہے۔" (ملخص از زیر نظر دیوبندی، کتاب ص:۳)

اس فرقہ نے مقدمہ سے پہلے ان ٹائٹل پیج کے سرورق پر ﴿قُوْمُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ والے قرآنی الفاظ لکھ کر یہ ظاہر کیا ہے کہ یہی فرقہ دیوبندیہ ہی اس قرآنی فقرہ پر عمل پیرا ہے، اس کا یہ دعویٰ خالص کذب و افتراء ہے کہ وہ ﴿قُوْمُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ والے حکم قرآنی پر عامل ہے، نیز یہ کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر مواقع پر رفع یدین سے متعلق احادیث پورے عہد نبوی میں مختلف منقول ہوتی رہی ہیں اور عہد نبوی میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث رہا کرتا تھا، کیونکہ بوقت تحریمہ بھی دیوبندی اصول سے احادیث نبویہ مختلف رہی ہیں۔ اس دیوبندی کانفرنس سے کم از کم پانچ سال پہلے طبع ہو کر منظر عام پر آنے والی ہماری کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" ص:۲۵۶ میں اس دیوبندی دعویٰ کی تغلیط کی گئی ہے، متواتر المعنی حدیث مسیء الصلوٰۃ میں بوقت تحریمہ رفع الیدین کا ذکر نہیں اور اس کے علاوہ بھی بہت ساری احادیث صحیحہ متواترہ میں بھی بوقت تحریمہ رفع الیدین کا ذکر نہیں، لہٰذا فرقہ دیوبندیہ کو اپنے اصول کے مطابق بوقت تحریمہ رفع الیدین کو غیر مشروع و ناجائز و غیر مباح قرار دینا چاہیے، جیسا کہ انھوں نے رکوع کے لیے جھکتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے ساتھ معاملہ کیا ہے کہ بعض روایات میں ان کے مزاعم باطلہ کے مطابق بوقت رکوع جھکتے اور اٹھتے وقت رفع الیدین کا ذکر نہیں، لہٰذا یہ رفع الیدین مشروع و مندوب و مسنون و اولیٰ حتی کہ جائز و مباح بھی نہیں!!

بوقت تکبیر تحریمہ رفع الیدین واجب ہے:

باوجودیکہ بہت ساری متواتر المعنی حدیث نبوی سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے رسول ﷺ اور آپ کی متابعت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی نماز میں بوقت تحریمہ رفع الیدین ترک نہیں کرتے تھے اور کسی بھی معتبر روایت میں اس رفع الیدین کی نفی نہیں کی گئی ہے، صرف اتنی بات ہے کہ بہت ساری احادیث میں بوقت تحریمہ رفع الیدین کا ذکر نہیں آیا ہے، مگر عدم ذکر سے عدم وجود لازم نہیں آتا، لیکن فرقہ دیوبندیہ جو اکاذیب پرستی کے بحر ناپیدا کنار میں ڈوبا ہوا ہے، وہ اسے تسلیم کرتا ہے کہ اگرچہ بوقت تحریمہ رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے، مگر اس کی نفی پر کوئی دلیل نہیں اور احادیث متواترہ میں مذکور رفع الیدین کا ثبوت ہے، اس لیے اکاذیب پرست یہ فرقہ بوقت تحریمہ رفع الیدین کو سنت کہتا ہے، بلکہ بعض حنفیہ اسے واجب بھی کہتے ہیں۔ تفصیل کے لیے عین الهداية شرح اردو هداية، مطبوع مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، ۱۹۹۲ء (۱/۴۳۵ تا ۴۳۹، نیز عام کتب دیوبندیہ حنفیہ) حتی کہ بوقت تحریمہ رفع الیدین کرنے پر امام ابن المنذر نے دعویٰ اجماع کیا ہے، اس کا اعتراف خود فرقہ دیوبندیہ کو بھی ہے۔ (ملاحظہ ہو ہدایہ کی شرح مذکور، ص: ۴۳۹)

جب متواتر المعنی حدیث سے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کا بوقت تحریمہ رفع الیدین کرنا ثابت ہے، تو اس فعل نبوی وفعل صحابہ کو فرض اور واجب نہ بتلانے والے فرقہ دیوبندیہ کا یہ دعوی کہ یہ بات صرف فعل نبوی وفعل صحابہ سے ثابت ہے، اس لیے یہ محض سنت ہے، دیوبندیہ کی خالص تلبیس کاری اور اکاذیب پرستی ہے، کیونکہ متواتر المعنی حدیث نبوی میں بصیغہ امر "صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي" منقول ہے اور صیغہ امر اصلاً وجوب و افتراض کے لیے آتا ہے، الا یہ کہ کوئی معتبر قرینہ صارفہ اسے وجوب و افتراض سے پھیرنے والا ہو، اور یہاں کوئی بھی ادنیٰ ترین قرینہ صارفہ نہیں، اس لیے دیوبندی اصول ہی سے بوقت تحریمہ رفع الیدین کا افتراض و وجوب ثابت ہوتا ہے، مگر اکاذیب پرست یہ فرقہ اپنے جس اصول کے ذریعہ صدہا احادیث نبویہ کو ردّ کرنے کا عادی ہے اسی اصول کو بذریعہ اکاذیب اپنے ہاں مردود بھی قرار دے لیا کرتا ہے۔ انھیں مسائل میں سے زیر نظر مسئلہ بھی ہے۔

بوقت رکوع جھکتے اور اٹھتے بھی رفع الیدین فرض وواجب ہے:

ہمارے بیان کردہ جس اصول سے بوقت تحریمہ رفع الیدین واجب وفرض قرار پاتا ہے، اسی اصول سے بوقت رکوع جھکتے اور اٹھتے ہوئے رفع الیدین کا واجب وفرض ہونا التزامی طور پر ثابت ہوتا ہے، کیونکہ متواتر المعنی حدیث نبوی ہی سے بوقت رکوع رفع الیدین آپ کا اور صحابہ کرام کا کرنا ثابت ہے، لہٰذا "صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي" والے متواتر فرمان نبوی کے مطابق بوقت رکوع رفع الیدین مذکور کا واجب وفرض ہونا ثابت ہے، اور نماز کے اندر صرف انھیں دونوں فرائض کو فرض نہ ماننے اور بوقت رکوع رفع الیدین والا فرض بھی انجام نہ دینے کے سبب سارے دیوبندیہ کی نماز باطل و کالعدم ہوتی ہے اور اکاذیب پرست دیوبندیہ کی جو نماز شریعت کی نظر میں نماز ہی نہ ہوتی ہو،

اسے دیوبندیہ کا نماز کہنا اس کی عادت اکاذیب پرستی میں سے ایک بھاری اکذوبہ ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ بہت ساری دوسری بدعنوانیوں کے سبب اس کی نماز باطل و مردود ہوتی ہے۔

دونوں رفع الیدین کے سلسلے میں احادیث نبویہ و آثار صحابہ کے خلاف دیوبندی چیرہ دستی:

نصوص کے ساتھ چیرہ دستی و فریب و تلبیس کاری و جعل سازی کرتے ہوئے اس فرقہ دیوبندیہ نے اپنی زیر نظر کتاب کی ابتداء ہی اپنی اس بات سے کی کہ زیر نظر مسئلہ دیگر اجتہادی مسائل میں سے ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ اجتہادی ہرگز نہیں بلکہ خالص منصوص مسئلہ ہے، یعنی کہ اپنی اس کتاب کی ابتداء ہی اس فرقہ نے اپنی اکاذیب پرستی والی عادت قبیحہ سے کی۔ اپنی دوسری اکاذیب پرستی کا مظاہرہ اس بے راہ رو فرقہ نے یہ کہہ کر کیا کہ اس معاملہ میں احادیث نبویہ و آثار صحابہ ہمیشہ مختلف رہے۔ یہ دیوبندیہ کا بہت بڑا جھوٹ ہے، اپنے اس مظاہرۂ اکاذیب پرستی کے ساتھ اس فرقہ نے دعویٰ کیا کہ یہ مسئلہ ہر دور میں زیر بحث رہا، یعنی کہ اس دیوبندی کلیہ میں دور نبوی اور دور صحابہ بھی شامل ہیں، حالانکہ یہ بھی دیوبندیہ کی خالص اکاذیب پرستی ہے، دور نبوی و دور صحابہ فرقہ دیوبندیہ والے شرور و فتن اور اکاذیب پرستی و اکاذیب پروری سے پاک و طاہر رہے، وہ ادوار دیوبندی آلودگی سے کبھی آلودہ و ملوث نہیں ہوئے۔ پھر اس صفحہ پر دیوبندی اکاذیب پرستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ جو مسئلہ خود قول و فعل نبوی و تعامل صحابہ میں اختلاف، متنوع و مختلف صورتوں والا رہا ہو، اس میں وحدت و یکسانیت پیدا ہی نہیں کی جا سکتی۔ حالانکہ فرقہ دیوبندیہ اور جن عناصر سے اس کی تولید ہوئی اور اسی طرح کے اس کے روحانی مورثین جب اسی کام کے لیے کوشاں رہتے آئے اور رہتے رہیں گے، تو پھر وحدت و یکسانیت کیسے آسکے گی؟ ورنہ نصوص پر جذبہ صادقہ والا قول و عمل ہو تو نصوص کو نقطہ وحدت و یکسانیت مان کر وحدت و یکسانیت ضرور پیدا ہو کر رہے گی۔

اکاذیب پرستی ہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ فرقہ کہتا ہے کہ اس معاملہ میں نہ کسی ایک صورت کو سنت و ہدایت کہا جا سکتا ہے، نہ دوسری کو بدعت و ضلالت کہا جا سکتا ہے، حالانکہ نصوص سے مستفاد صورت کو سنت و ہدایت کہنا فرض عین ہے، مگر اکاذیب پرستوں کا عقیدہ و ایمان و مذہب ہی کچھ اور ہے، اور خلاف نصوص پہلو وصورت کے بدعت و ضلالت ہونے میں وہی شک کرے گا، بلکہ اسی کو سنت قرار دے گا، جو ممسوخ الفطرۃ اور دجل وفریب کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہوگا۔ اس اکاذیب پرست فرقے نے اہل حدیث کو غیر مقلدین کہتے ہوئے اپنی اکاذیب پرستی کا یہ مظاہرہ بھی کیا کہ ان کا ایک طبقہ مسئلہ رفع یدین کو حق کی علامت اور اہل سنت و جماعت کی پہچان بتلاتا ہے، اگر دن میں کم از کم تیس رکعت نماز میں نصوص سے ثابت اس مسئلہ کو علامت حق اور شناخت اہل سنت و جماعت نہ بتلایا جائے، تو کیا نصوص میں تحریف کار و فریب کار و تلبیس شعار فرقے کی نصوص کے خلاف زور آزمائی و تحریف کاری و فریب و مغالطہ بازی کو علامت حق و شناخت اہل سنت و جماعت بتلایا جائے؟ جیسا کہ فرقہ دیوبندیہ کا شیوہ و شعار

ہے، یہ اکاذیب پرست فرقہ کہتا ہے کہ اہل حدیث رفع یدین نہ کرنے والوں کو تارک سنت، مخالف رسول، ان کی نمازوں کو ناقص بلکہ باطل کہنے میں باک نہیں محسوس کرتے، حالانکہ ہماری مندرجہ بالا مختصری بحث میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ رفع الیدین کا زیر بحث مسئلہ حدیث متواتر یعنی نص نبوی سے فرض وواجب قرار پائے ہوئے ہے اور فرائض وواجبات کے تارکین کو اگر تارکین سنن ومخالفین احادیث نبویہ اور ان کی اختراعی نماز کو ناقص و باطل نہ کہا جائے، تو کیا کہا جائے؟ جب کہ باجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرقہ دیوبندیہ اور اس کے مورثین تو أہل الرأي و اعدائے سنن ہیں۔ جس کی تفصیل ہماری کتاب "اللمحات" میں ہے۔ اگر نصوص کے مخالفین و معاندین کا تمام تر رویہ غیر معتدل و غیر منصفانہ اور غیر حقیقت پسندی ہے، جو مزاج شریعت کے یکسر منافی اور فہم دین رکھنے والوں کے طرق کے بہت زیادہ مخالف ہے، تو ان معاندین ومخالفین نصوص کو کس اصول سے بہت معتدل و بہت منصف و بہت حقیقت پسند کہا جائے؟

نصوص کے خلاف چوتھی و پانچویں صدی ہجری کے بعض علماء کی باتوں سے دیوبندی استدلال:

نصوص کے خلاف اہل اسلام جو واقعۃً بھی اہل اسلام ہوں، کسی صحابی و تابعی و تبع تابعی کی بات حجت نہیں مانتے، پھر فرقہ دیوبندیہ نے یہاں حافظ ابن عبدالبر مولود ۳۶۸ ہجری و متوفی ۴۶۳ ہجری یعنی پانچویں صدی کے حافظ ابن عبد البر اندلسی سے بحوالہ حافظ ابی عمر احمد بن خالد بن الجباب قرطبی متوفی: ۳۲۲ ہجری نقل کیا کہ ہمارے زمانہ میں مالکی علماء کی ایک جماعت حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث کی بناء پر رفع الیدین کرتی تھی اور ایک دوسری جماعت شاگرد امام مالک ابن القاسم کی روایت کے مطابق رفع یدین نہیں کرتی تھی، مگر کوئی کسی پر کسی طرح کا نقد نہیں کرتا تھا۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۳، ۴، بحوالہ الاستذکار: ۴/ ۱۰۴)

ہم کہتے ہیں کہ جو لوگ حضرت عبداللہ بن عمر کے بیان کردہ نص نبوی جو متواتر المعنی ہے، پر عمل کرتے تھے، وہی درحقیقت حق بجانب تھے اور جو لوگ ابن القاسم کی ذکر کردہ غیر منصوص بات پر خلاف نصوص عمل کرتے تھے، وہ شریعت کی نظر میں غلط کار تھے۔ اگر یہ دونوں گروپ باہم دگر ایک دوسرے پر نقد نہیں کرتے تھے، تو علماء اہل حدیث ہی فرقہ دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی پر کہاں نقد ونظر کرتے ہیں! اصل معاملہ تو یہ ہے کہ نصوص پر عمل کرنے والے اہل حدیث پر جب دیوبندیہ سب وشتم و دشنام طرازی اور افتراء پردازی کرتے ہیں، تو اپنے دفاع میں علماء اہل حدیث دیوبند کے اکاذیب وتلبیسات کا پردہ نصوص ودلائل کی روشنی میں فاش کرتے ہیں۔

فرقہ دیوبندیہ نے مزید کہا کہ حافظ ابن عبد البر نے اپنے استاذ ابوعمر احمد بن عبداللہ کا یہ قول نقل کیا کہ ہمارے شیخ ابوابراہیم اسحاق بن ابراہیم رفع یدین کرتے تھے، جو اپنے معاصر علماء میں علم وفقہ میں فائق تھے، اس پر حافظ ابن عبدالبر نے اپنے استاذ مذکور سے کہا کہ پھر آپ رفع الیدین کیوں نہیں کرتے کہ ہم آپ کی اقتداء کرتے؟ استاذ محترم

نے فرمایا:

" لا أخالف رواية ابن القاسم؛ لأن الجماعة عندنا اليوم عليها و مخالفة الجماعة فيما أبيح لنا ليس من شيم الأئمة "

میں روایت ابن القاسم کے خلاف عمل اس لیے نہیں کر سکتا کہ آج کل ہمارے نزدیک جماعت کا عمل اسی روایت ابن القاسم پر ہے اور ازروئے شرع جو امور ہمارے لیے مباح ہیں، ان میں جماعت کی مخالفت ائمہ دین کا طریق نہیں ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۴۰، بحوالہ الاستذکار: ۱۰۳/۴)

ہم کہتے ہیں کہ زیر بحث مسئلہ مباح وغیر مباح امور میں سے نہیں، بلکہ وجوب و افتراض کا ہے، اسے جواز کا مسئلہ بتلانا نصوص کی خلاف ورزی ہے، اس لیے چوتھی پانچویں صدی کے بعض لوگوں کی خلاف نصوص بات شرعاً ناقابل قبول ہے۔

فرقہ دیوبندیہ نے مزید کہا:

"عقل و دین کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جن امور میں توسع ہو، اس میں اور جماعت مسلمین پہلے سے کسی ایک طریق پر عمل پیرا ہو، تو جماعت کی وحدت و یک جہتی برقرار رکھنے کے لیے پہلے والے طریق کو اختیار کیا جائے، بلا وجہ دوسرا طریق اختیار کر کے انتشار و اختلاف پیدا نہ کیا جائے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۴۰)

ہم کہتے ہیں کہ جن امور میں شرعی توسع پایا جائے، ان میں تو فرقہ دیوبندیہ کی بات ہی پر عمل ٹھیک ہے، مگر زیر نظر مسئلہ اس طرح توسیع والا نہیں، بلکہ ایک طرف وہ وجوب و فریضہ نماز والا پہلو منصوص طور پر رکھتا ہے اور دوسرا پہلو نصوص کے خلاف فرض و واجب کے ترک والا ہے۔ دریں صورت اس کے خلاف منصوص پہلو والے طریق کو کیونکر نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ فرقہ دیوبندیہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو عالم الغیب نہیں مانتا اور اس کا ہم مسلک فرقہ بریلویہ مانتا ہے، کیا فرقہ دیوبندیہ اس معاملہ میں بریلویہ والی پالیسی اختیار کرنے کا روادار ہے؟ فرقہ شافعیہ فاتحہ خلف الإمام پڑھے بغیر نماز کو باطل و کالعدم مانتا ہے، اس کے برعکس فرقہ دیوبندیہ اسے بہت بڑا جرم و حرام کہتا ہے، کیا فرقہ دیوبندیہ فرقہ شافعیہ کے ساتھ اس معاملے میں اپنا طریق چھوڑ کر گٹھ جوڑ کر سکتا ہے؟

امام ابوحنیفہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ "يقول لأبي يوسف: انكم تكتبون في كتابنا ما لا نقوله" یعنی امام ابوحنیفہ نے اپنے تمام علوم کی تدوین کرنے والے امام ابویوسف سے کہا کہ تم اور تمہارے ساتھی ہماری طرف منسوب کتابوں میں ایسی باتیں لکھتے رہتے ہیں، جو ہماری کہی ہوئی نہیں ہوتی ہیں۔ (الجرح والتعديل، ترجمه ابويوسف يعقوب بن إبراهيم: ۳۱/۹) اس کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے مدون شدہ تمام علوم و مسائل کو مجموعہ

اکاذیب قرار دیا اور فرقہ دیوبندیہ امام ابوحنیفہ کے مجموعہ اکاذیب قرار دیے ہوئے مسائل و احکام و علوم کو اپنا دین و مذہب قرار دیے ہوئے ہے، کیا فرقہ دیوبندیہ امام ابوحنیفہ کے اس فرمان ذی شان کو صحیح مان کر ہی اکاذیب کا پرستار بنا ہوا ہے؟ امام ابوعبدالرحمٰن المقریٔ جیسے ثقہ راوی نے کہا:

" كان أبوحنيفة يحدثنا فإذا فرغ قال: هذا الذي سمعتم كله ريح و باطل" (الجرح والتعديل، ترجمه نعمان بن ثابت أبوحنيفه: ٨/ ٤٥٠)

"یعنی کہ امام ابوحنیفہ درسگاہ میں ہمیں اپنی روایات وفقہی باتیں پڑھا چکنے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگوں نے میری بیان کردہ جو باتیں سنی ہیں، وہ پاد، ہوا اور مجموعہ اباطیل ہیں۔"

کیا فرقہ دیوبندیہ امام ابوحنیفہ کی ان باتوں کو مانتا ہے؟ اگر نہیں اور ضرور نہیں تو نصوص و اجماع کے خلاف ہم چوتھی پانچویں صدی ہجری کے بعض علماء کی وہ باتیں ماننے پر کیوں مجبور کیے جائیں، جو خلاف نصوص ہیں؟

شیخ الاسلام امام ابوالعباس تقی الدین احمد بن شہاب الدین عبدالحلیم ابن تیمیہ:

ساتویں آٹھویں صدی ہجری کے امام ابن تیمیہ مولود ٦٦١ ہجری و متوفی ٧٢٨ ہجری کی اکثر تحریروں و اختیار کردہ مسائل سے فرقہ دیوبندیہ شدید جارحانہ اختلاف رکھتا ہے، مگر ان کے ایک بیان منقولہ "مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ" (٢٢/٢٥٤) کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ فرقہ کہتا ہے کہ اہل حدیث نے راہ اعتدال کو چھوڑ کر مسئلہ رفع الیدین اور اسی طرح کے دیگر اجتہادی مختارات و مسائل کی تبلیغ و تشہیر اس جارحانہ انداز سے کر رہے ہیں کہ انھیں نہ ائمہ دین کے علمی و دینی مرتبہ کا پاس و لحاظ ہے، نہ ہی جماعت مسلمین، اسلامی اخوت و دینی وحدت کی ادنی فکر، غیر مقلدین کے اس بے جا رویہ سے مسلمانوں میں باہم بحث و تکرار کا بازار گرم ہے، بلکہ مساجد بھی مرکز فساد و جدال بنتی جا رہی ہیں، جس سے معاندین اسلام و اہل اسلام کو اسلام و اہل اسلام پر زبان طعن دراز کرنے کا موقع مل رہا ہے اور ایک طبقہ اہل اسلام میں سلف صالحین و ائمہ مجتہدین اور دین و شریعت سے بے اعتمادی و بیزاری کا رجحان پیدا ہو رہا ہے اور فقہاء احناف کی تدوین کردہ فقہ کی بابت عوام تذبذب و تردد کا شکار ہو رہے ہیں۔ ہم اپنی زیر نظر یہ کتاب کسی کی تردید و تغلیط بحث و مناظرہ کے لیے نہیں، بلکہ اس لیے لکھ رہے ہیں کہ رفع الیدین مذکور والے مسئلہ میں موقف دیوبندیہ احادیث نبویہ خلفائے راشدین بشمول فقہاء صحابہ کے آثار کے عین مطابق ہے اور خیر القرون میں اسی پر تعامل رہا، لہٰذا بلاشبہ موقف دیوبندیہ افضل و بہتر ہے۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ٤، ٥)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ نے متعدد قرآنی آیات و سینکڑوں نہیں ہزاروں احادیث نبویہ و آثار صحابہ و تابعین کے اس موقف کے خلاف کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے اور اعمال ایمان میں داخل ہیں، یہ حدیث اختراع کر کے اسی پر عمل پیرا ہے کہ ان قرآنی فرامین و احادیث نبویہ و آثار صحابہ و تابعین و اقوال سلف سے مستفاد ہونے والا یہ نظریہ شرک و کفر

ونفاق و ناقابل توبہ نظریہ وعقیدہ ہے، اس نظریہ کے حاملین کو بلا دریغ تہ تیغ کرو، اگرچہ یہ توبہ بھی کریں اور یہ کہ حضرت امام محمد بن ادریس شافعی ابلیس سے بھی زیادہ امت کے لیے خطرناک ومضرت رساں ہیں۔

کیا فرقہ دیوبندیہ کی اس طرح کی سینکڑوں اختراعات بہت معتدل ہیں؟ اور نصوص کے خلاف اس طرح کی دیوبندی کتابوں کے ذریعہ طوفان بے تمیزی بڑے پیمانے پر پھیلانا بہت زیادہ افضل و بہتر بلکہ فرض و واجب عمل ہے؟

فرقہ دیوبندیہ کی بزبان خویش اصول پرستی جو درحقیقت گھناؤنی طرز کی مطلق العنانی و بے راہ روی ہے:

فرقہ دیوبندیہ اپنی اس کتاب میں لکھتا ہے کہ:

"١۔ شرعی احکام و مسائل کی دو قسمیں قطعی و ظنی ہیں: پہلی قسم کو غیر مجتہد فیہ اور دوسری کو مجتہد فیہ کہا جاتا ہے۔ قطعی یعنی غیر مجتہد فیہ مسائل میں اختلاف حق و باطل کا اختلاف ہوتا ہے، جو اہل حق میں باہم نہیں ہوا کرتا ہے۔ اور ظنی مسائل میں اختلاف حق و باطل کا نہیں، بلکہ اولی و غیر اولیٰ و راجح و مرجوح کا ہوتا ہے، جو نظریہ شریعت میں مذموم نہیں۔ مجتہد فیہ مسائل وہ ہیں جن کا حکم قرآن و حدیث سے صاف طور پر معلوم نہ ہو، بلکہ ان میں کتاب وسنت متعدد محتمل پہلو رکھتے ہوں، دریں صورت فقیہ و مجتہد جس پہلو کو راجح اور مطابق قرائن پاتا ہے، اس پر عمل کرتا اور جن کو ایسا نہیں پاتا، اسے مرجوح و متروک قرار دے دیتا ہے۔ جن مسائل میں یہ صورت نہیں ہوتی ان میں از اوّل تا آخر اہل حق کا اختلاف نہ ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا مسئلہ بھی ظنی ہے، لہٰذا اس میں راجح و مرجوح و بہتر و غیر بہتر ہی کا اختلاف ہے، حق و ناحق کا نہیں۔

٢۔ کسی مسئلہ میں اگر احادیث نبویہ ہم تک اختلاف کے ساتھ پہنچیں، تو ضروری ہوگا کہ ہم تلامذہ رسول ﷺ صحابہ کرام کے اقوال و افعال دیکھیں کہ ان کا زیر بحث حدیث میں کیا طریق عمل تھا؟ اگر جماعت صحابہ یا ان کے اکثر کا قول و عمل اس متعارض و مختلف فیہ حدیث میں کسی ایک پر پایا جائے، تو وہی راجح و مقبول ہو گا۔ اگر صحابہ میں بھی اختلاف ہو تو خلفاء راشدین وفقہاء صحابہ کے قول و فعل کو ترجیح ہوگی۔ چنانچہ امام ابوداود لکھتے ہیں: "إذا تنازع الخبران عن النبي ﷺ نظر إلى عمل أصحابه من بعده" یعنی دو احادیث نبویہ اگر بظاہر متعارض ہوں، تو عمل صحابہ کو دیکھا جائے۔ (سنن أبي داود: ١/ ١١٥) بنا بریں حضرات خلفاء کے عمل کے سبب ترک رفع یدین والی روایت راجح ہوگی۔

٣۔ اگر حدیث مرفوع کے خلاف جماعت صحابہ یا خلفائے راشدین یا فقہاء صحابہ کا عمل ہو اور کوئی صحابی اس پر نکیر نہ کرے، تو ترجیح عمل صحابہ کو ہوگی، اگر کسی صحیح مرفوع حدیث کے خلاف کوئی ضعیف حدیث ہو اور جماعت صحابہ یا خلفاء راشدین وفقہاء صحابہ کا عمل بلا نکیر ضعیف حدیث پر ہو، تو ضعیف حدیث ہی کو ترجیح

ہوگی۔ چنانچہ امام بخاری "أكل مما مست النار" یعنی مطبوخ چیز کھانے سے وضوء ٹوٹ جائے گا یا نہیں کی بابت تعارض حدیث پر نظر رکھتے ہوئے صحیح بخاری میں "باب من لم يتوضأ من لحم الشاة" قائم کیا، یعنی جن حضرات نے بکری کا گوشت کھا کر وضوء نہیں کیا، کے تحت خلفاء راشدین ابوبکر وعمر وعثان کا اثر پیش کیا کہ ان لوگوں نے مذکورہ گوشت کھا کر وضوء نہیں کیا" کونقل کر کے متعارض احادیث میں سے ایک کو خلفائے راشدین کے عمل سے ترجیح دی الخ۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی، کتاب: ٦ تا ٨)

ہم کہتے ہیں کہ زیر نظر مسئلہ رفع یدین متواتر المعنی حدیث نبوی سے ثابت ہونے کے باعث دیوبندی اصول سے قطعی ہے، جس میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے، لیکن اگر فرقہ دیوبندیہ اور ان کے مورثین نے حسب عادت اس قطعی منصوص مسئلہ سے اختلاف کر ہی ڈالا، تو بحر ضلالت میں غوطہ زنی کرنے والے اس فرقہ کی بات اسی کے اصول سے مردود و مکذوب قرار پائے گی۔ کیونکہ اس منصوص مسئلہ سے کسی بھی صحابی کا اختلاف ثابت نہیں، سب کا عمل بالاجماع مطابق نصوص ہے، پھر فرقہ دیوبندیہ اور اس کے مورثین نے اپنی اکاذیب وتلبیسات پرستی ہی پر چلتے ہوئے اختلاف مذموم کر ڈالا، حالانکہ اس متواتر نص قاطع پر افتراض، دوجوب کا حکم لگانے والا یہ فرمان نبوی کہ "صلوا كما رايتموني أصلي" موجود ہے۔ دو احادیث اگر باہم متعارض ہوں اور صحیح ہونے میں ایک درجہ کی ہوں، مگر ان میں سے کسی ایک کے عمل پر اجماع صحابہ یا اکثر فقہاء صحابہ بشمول خلفاء راشدین ہو تو اسی کو ترجیح ہوگی، لیکن صحابہ میں سے کسی ایک کا بھی اختلاف ثابت ہو تو اصول ترجیح ہی کے مطابق ترجیح ہوگی اور یہاں معاملہ ہے متواتر حدیث کے نص قاطع کا جس کے خلاف کسی بھی صحابی کا عمل ثابت نہیں، پھر بھی پرستار اکاذیب وتلبیسات فرقہ دیوبندیہ اس کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ تحفظ سنت نامی کانفرنسیں کرتا اور اکاذیب پر مشتمل بھان متی کے پٹارے میں انتیس کتابیں رکھ کر لوگوں کو اپنے دام تزویر میں لانے کے لیے مفت تقسیم کرتا ہے اور ایک ہی موضوع پر متعدد کتابیں نام بدل بدل کر شائع کرتا اور حامیان سنت کا وقت و پیسہ دفاع کے لیے ناجائز طور پر خرچ کرنے کے لیے اہل حدیث کو مجبور کرتا ہے۔ بظاہر دو متعارض احادیث میں سے ایک کے منسوخ ہونے پر دلیل معتبر موجود ہو تو بھی فرقہ دیوبندیہ اپنی اکاذیب پرستی پر ڈٹا رہتا ہے، مطبوخ چیز کے کھانے سے وضو کے ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کا معاملہ ناسخ ومنسوخ کا معاملہ ہے جس کی تفصیل ہماری کتاب "اللمحات" کی جلد اوّل میں ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ جہل مرکب کا شکار بالکل غبی وبلید ہے، جیسا کہ اس فرقہ کے امام طحاوی نے کہا کہ کوئی غبی و بلید نادان تعصب پرست ہی تقلید پرست ہو سکتا ہے یا پھر فرقہ دیوبندیہ تجاہل کا شکار ہے، جس طرح یہود اور اس طرح کے دوسرے گمراہ فرقے ہمارے رسول ﷺ کو نبی آخر الزمان ہونے کے دل ہی دل میں معترف ہونے کے باوجود عادت بے راہ روی سے مجبور ہو کر آپ ﷺ کے نبی خاتم نہ ہونے کا جھوٹا مظاہرہ کرتے تھے۔

تکبیر تحریمہ کے بعد والی جو دعا "اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ الخ" صحیحین میں منقول ہے، اسی کو اکثر اہل علم نے ترجیح دی ہے، اگر فرقہ دیوبندیہ جیسا اکاذیب پرست فرقہ ان حقائق واضحہ کو نہیں سمجھ پاتا، تو دنیا میں بہت سارے حیوانات فرقہ دیوبندیہ جیسے ہیں، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے کہ ﴿ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ﴾اس موضوع پر ہم نے فرقہ دیوبندیہ کا کشف اکاذیب وتلبیسات الگ سے کیا ہے، میدان تحقیق میں نصوص کے بالمقابل کسی کی بھی سخن سازی بے کار ہے ،نصوص میں قوت وضعف کا لحاظ کر کے نیز آثار صحابہ کو ملحوظ رکھ کر ترجیح کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے، نہ کہ افراد امت میں سے کسی کی بات بلا دلیل وجہ ترجیح بنا کرتی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی بے ہودہ راگنی:

فرقہ دیوبندیہ نے نمبر ۴ کے تحت کہا:

" فعل میں ذاتی طور پر دوام کا معنی نہیں ہوتا اور نہ اس سے سنت و استحباب کا ثبوت ہوتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے " كان رسول الله ﷺ يطوف على نسائه بغسل واحد "یعنی آپ ﷺ اپنی سب بیویوں کے پاس جاتے اور آخر میں صرف ایک دفعہ غسل فرماتے"، لیکن تحقیق محدثین ہے کہ یہ واقعہ صرف ایک بار ہوا اور یہ طریقہ نہ سنت ہے نہ مستحب۔" (زیر نظر دیوبندی، کتاب:۹)

ہم کہتے ہیں کہ شیدایان سنت کے لیے خواہ ایک بار ہی سہی، اس طرح کا فعل واقعتاً سنت نبوی ہے اور اس طرح کے عمل سے جنبی ہونے پر غسل جنابت فرض ہے، اسے دیوبندیہ کا نہ سنت ماننا نہ مستحب دیوبندی بے راہ روی ہے۔

مزید اکاذیب دیوبندیہ:

آگے بڑھتے ہوئے فرقہ دیوبندیہ ہرزہ سرا ہے:

" اسی طرح آپ ﷺ کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، روزے کی حالت میں ازواج مطہرات سے بوس و کنار کرنا، وضو کے بعد بعض ازواج مطہرات کو بوسہ دینا، نماز پڑھتے وقت دروازہ کھولنا، بچی کو اٹھائے نماز پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، لیکن کوئی بھی ان اعمال کے دوام کا قائل نہیں اور نہ ان کاموں کو سنت و مستحب سمجھتا ہے، لیکن ساری عمر میں ایک دفعہ بھی مذکورہ امور کو آدمی نہ کرے تو اسے ترک سنت کا طعنہ نہیں دیا جا سکتا، بالکل یہی حال رفع الیدین کا ہے۔ الی آخر ما قالت هذه الفرقة (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۹)

ہم کہتے ہیں کہ غبی وبلید فرقہ دیوبندیہ کا امور مذکورہ سے مسئلہ رفع یدین کو مشابہ بتلانا اس کے ذہنی افلاس کی دلیل ہے۔

امور مذکورہ آپ نے بطور عبادت انجام نہیں دیے اور مسئلہ رفع الیدین ایک خاص عبادت کا ایک اہم جزو ہے،

دونوں کے درمیان واضح فرق کو نہ سمجھنا انتہائی درجہ کی غباوت ہے۔ مجبوری کے باعث آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، ورنہ غیر مجبوری میں یہ کام ممنوع ہے، لہٰذا مجبوری کی حالت میں آپ ﷺ کا پیشاب کرنا ایک شرعی دلیل ہے، یعنی کہ مجبور آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کر سکتا ہے، اس کا تعلق شریعت سے صاف ظاہر ہے کہ شریعت نے مجبور آدمی کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت دی ہے۔ حدیث میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ اپنے شہوانی جذبات کے بھڑکنے پر کنٹرول کرنے میں قادر تھے اور دوسرے لوگ ایسے نہیں ہوتے، البتہ معمر لوگ بھی جنسی جذبات پر قابو میں رہتے ہیں، اس لیے جو لوگ کنٹرول میں رہ سکتے ہوں، یعنی بوڑھے معمران کے لیے شرعی اجازت ہے کہ وضوء کے بعد بھی اپنی عورتوں کو بوسہ دیں، یہی معاملہ فرقہ دیوبندیہ کے ذکر کردہ دوسرے امور کا بھی ہے، مگر زیر نظر مسئلہ رفع الیدین نماز کا معاملہ ہے، جسے آپ ﷺ ہمیشہ انجام دیتے رہے، یہ ایک آدھ بار کی بات نہیں جیسا کہ اکاذیب پرستی کے بحر ظلمات میں ڈوبے ہوئے فرقہ دیوبندیہ کا زعم فاسد ہے، فرقہ دیوبندیہ میں اگر "قد يصدق الكذوب" کا وصف ہے، تو وہ کسی معتبر دلیل سے ثابت کرے کہ آپ ﷺ نے زیر بحث مسئلہ رفع الیدین کو اپنی نبوی زندگی میں کبھی ایک بار بھی ترک کیا ہے، فرقہ دیوبندیہ کو ہمارا چیلنج ہے کہ ﴿هاتوا برهانكم إن كنتم صادقين﴾ پر عمل کر کے دکھائے، لیکن ہمارا کہنا ہے کہ ﴿فإن لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة أعدت للكافرين﴾ جب زیر بحث رفع الیدین کا کبھی ترک کے بغیر ثابت ہونا اظہر من الشمس ہے، جو " صلوا كما رأيتموني أصلي" والے فرمان نبوی سے فرض و واجب قرار پاتا ہے تو اس کے تارکین کو ترک سنت ہی نہیں، ترک فرض و واجب کا الزام دینا کس دلیل شرعی سے ممنوع ہے؟ فرقہ دیوبندیہ کی یہ تعلی اور اکاذیب پرستی رنگ لائے بغیر نہیں رہ سکتی کہ

> "مذکورہ رفع یدین کے مسنون و مستحب ہونے پر الگ سے دلیل پیش کرنی ہوگی جس سے اس پر دوام نبوی ثابت ہو، مگر اہل حدیث یہ کام نہ کبھی کر سکے ہیں نہ ہی کر سکیں گے۔" (دیوبندی کتاب، مذکور، ص:۹)

معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں کے تعلیمی اداروں میں تعلیم و تربیت پا کر اس فرقہ نے اپنی جو درسگاہ "دار العلوم دیوبند قائم کی" اس میں اپنی اکاذیب پرستی میں بدمست اور تقلید پرستی میں سرمست اور انگریزوں کی تربیت و ٹریننگ کی بدولت اس نے علوم دینیہ کے نام پر تعلیم کا سلسلہ جاری کیا، تو کتب حدیث کو حصول علوم حدیث کے لیے نہیں، بلکہ علامہ رشید رضا مصری کے مطابق اساتذہ دیوبندیہ کی بیان کردہ تدریس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اپنے اختراعی مذہب کے خلاف گزرنے والی احادیث نبویہ نیز اس موضوع پر لکھی جانے والی مستقل کتابوں کو اپنی طرح کا مقلد دیوبندی بنانے کا کام کیا کہ ہر حدیث کو حنفی مقلد بنا دیا اور انگریز کی یہی سازش بھی تھی کہ ہندوستان میں تحریک

شہیدین و تحریک سلفیت پنپنے نہ پائے، سو فرقہ دیوبندیہ نے اس کو اپنا مشغلہ بنایا، اس کی کسی قدر تفصیل ہماری کتاب "ضمیر کا بحران" اور " اللمحات" و "تاریخ اہل حدیث ہند" میں ہے اور مستقل کتاب میں ہم اس کا جائزہ لینے والے ہیں۔

شرعی احکام میں تغیرات:

دیوبندیہ نے اپنا پانچواں اصول بیان کرتے ہوئے کہا:

"تاریخ احکام اسلام سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ شرعی احکام میں بشمول نماز حسب ضرورت تغیرات ہوئے ہیں، جن کا ذکر سنن ابی داود کی حدیث "أحیلت الصلوٰة علی ثلاثة أحوال" میں کہا گیا ہے، یعنی کہ نماز میں تین تغیرات پیش آئے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۹، ۱۰)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی ذکر کردہ یہ حدیث **سنن أبي داود مع عون المعبود** (رقم الحدیث:۵۰۲، ۱۳۱/۲ تا ۱۴۰ و مسند أحمد:۲۴۶/۵) میں عبد الرحمن بن أبي لیلی تابعی اور معاذ بن جبل انصاری صحابی سے موقوفاً مروی ہے، ان حضرات نے اپنی معلومات یا نظریہ کے مطابق نماز میں واقع ہونے والے صرف تین تغیرات کا ذکر کیا ہے، ورنہ درحقیقت تین تغیرات سے کہیں زیادہ تغیرات ہوئے ہیں اور جن عناصر قبیحہ خبیثہ سے فرقۂ دیوبندیہ چودھویں صدی ہجری میں تولد پذیر ہوا ہے، ان عناصر دیوبندیہ نے تو نماز نبوی و نماز صحابہ میں بہت زیادہ سے بھی زیادہ تغیرات بذریعہ ایجاد تصرفات و تحریفات کر ڈالے ہیں، جن پر دیوبندیہ بہت نازاں و فرحاں و شاداں بھی ہیں اور ان کی تحریفات و اختراعات پر اعتراض و نقد کر کے صحیح طریق نماز کی طرف اہل اسلام کو لانے کی کوشش کرنے والوں پر دیوبندیہ نے اپنی فتنہ سامانی و طوفان بے تمیزی کے ذریعہ عرصہ حیات تنگ کر دینے کی سعی قبیح میں سرگرم عمل ہیں۔

﴿ قوموا لله قانتین﴾ کا مطلب یہ ہے کہ امام کے پیچھے شور شرابہ اور باہم دنیاوی باتیں کرنے کے بجائے پوری اطاعت شعاری کے جذبات سے معمور ہو کر بحالت قیام نماز پڑھو اور بحالت قیام تم پر جو چیز فرض ہے، یعنی سری طور پر قراءت فاتحہ الکتاب پڑھو اور قراءت فاتحہ کے بعد امام کی جہری قراءت قرآن غور سے سنو، جب کہ جہری قراءت والی نماز ہو، ورنہ خاموش رہ کر کسی قرآنی مضمون پر غور کرو، فرقہ دیوبندیہ اس جگہ بھی قرآنی ارشاد میں اپنی دیوبندی تحریف کاری سے نہیں چوکا۔

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"۶۔ مذکورہ بالا پانچوں مقرر ضوابط کے علاوہ مسئلہ زیر بحث میں ملحوظ رہے کہ عہد نبوی و صحابہ میں تعلیمات نبویہ مدوّن نہیں تھیں، آپ ﷺ کے قول و عمل کے ذریعہ صحابہ کرام جو کچھ سیکھتے تھے، اسے پوری احتیاط کے ساتھ سینوں میں محفوظ کر لیتے اور ان پر عمل کرتے تھے۔"

کیا باشندگان عراق کو تعلیمات نبوی واحکام اسلامی دینے کے لیے فاروق اعظم نے حضرت ابن مسعود کو مامور کیا تھا؟

فرقہ دیوبندیہ مدعی ہے کہ:

"فتح عراق کے بعد باشندگان عراق کو تعلیمات نبویہ و احکام اسلامیہ سے آراستہ کرنے کے لیے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بحیثیت معلم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو عراق بھیجا تھا، حضرت ابن مسعود نے اہل عراق کو وہی تعلیم دی، جو وہ بارگاہ رسالت سے حاصل کر کے اپنا معمول زندگی بنائے ہوئے تھے۔ حضرت ابن مسعود کی یہی قولی و عملی تعلیم اہل عراق میں شائع ہوئی، اہل عراق ہر زمانہ خصوصاً موسم حج میں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ و دیگر حجازی آبادیوں میں رہنے والے صحابہ کرام سے علوم دین حاصل کرتے، خصوصاً عراق میں حضرت عمر فاروق کی آمد و رفت ہوتی رہتی تھی، یہ سارے صحابہ اہل عراق کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھتے رہے، جو انھیں اپنے معلم حضرت ابن مسعود سے معلوم ہوئی تھی، مگر کسی ایک صحابی سے عراقی نماز پر کوئی نکیر منقول نہیں، اس سے لازم آتا ہے کہ عراقی نماز پر صحابہ کرام کا اجماع سکوتی ہے۔ حضرت ابن مسعود کی تعلیم میں زیر بحث رفع یدین کا نہ ہونا مسلمات میں سے ہے، لہٰذا زیر بحث رفع یدین والی نماز میں ترک رفع یدین پر صحابہ کے اجماع سکوتی کے ہوتے ہوئے اس کے راجح و افضل ہونے میں کوئی تردد نہیں ہوسکتا۔

ان امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز میں زیر بحث رفع الیدین والی حدیث ابن عمر پر بھی نظر ضروری ہے، جس کی بنیاد پر آج کل کے غیر مقلدین تارکین رفع یدین پر زبان طعن دراز کر رہے ہیں، روایت ابن عمر اگرچہ "اصح الاسانید" سے مروی ہے، پھر بھی اصول محدثین کے تحت اس میں کئی امور قابل غور ہیں۔ الخ (زیر نظر دیوبندی، کتاب، ص:۱۰)

اس دیوبندی کذب آفرینی و افتراء پردازی پر ہمارے ملاحظات:

ہم کہتے ہیں کہ فتح عراق وفات نبوی کے کئی سال بعد ۱۵ ہجری میں ہوئی، جس کے بعد وہاں کا نظم و نسق اسلامی کنٹرول میں لانے میں کچھ وقت ضرور صرف ہوا، پھر عراق کی اسلامی راجدھانی کوفہ کی آبادکاری میں کچھ وقت لگا اور ۱۷ ہجری، ۱۸ ہجری میں جب کوفہ آباد ہوگیا، تو ۲۱ ہجری کے بعد حضرت ابن مسعود کو قاضی کوفہ اور شعبہ مالیات کا نگراں بنا کر بھیجا گیا، وہ اواخر خلافت فاروقی اور اوائل خلافت عثمان میں کوفہ میں قاضی و شعبہ مالیات کے نگراں زیادہ سے زیادہ صرف چند سال رہے، باقی ان کی پوری زندگی مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں درسگاہ نبوی میں طالب علم کی حیثیت سے گزری۔ وفات نبوی کے بعد وہ دس سال اپنی درسگاہ مدنی میں معلم و مدرس رہے، پھر چند سال کوفہ میں

بحیثیت قاضی وشعبہ مالیات کے نگراں رہے اور کوفہ کی زلازل وفتن وشر وفساد والی فضا سے پریشان ہو کر جلد ہی مدینہ منورہ واپس آ کر تعلیم وتدریس میں مصروف رہ کے ۳۲ ہجری میں فوت ہو گئے۔

(ماحصل از ہماری کتاب اللمحات، طبع ثانی (۱/۳۳۶،تا ۳۴۵)

فرقہ دیوبندیہ اکاذیب پرستی میں بدمست ہو کر جو یہ دعوی کرتا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے پورے ملک عراق کو تعلیمات نبویہ سے مزین کر دیا، تو کیا پورے ملک عراق کے باشندوں کو تعلیمات نبویہ سے مزین کرنے کی استطاعت بھی ان کی ذات واحد میں تھی؟ جب کہ حقیقت امر یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود عراق کے صرف ایک شہر کوفہ کے قاضی ومالیات کے نگراں تھے، نہ کہ کسی کوئی درسگاہ کے معلم و مدرس، محکمہ عدلیہ ومالیات کے فرائض حضرت ابن مسعود کو اتنی مہلت کہاں دیتے تھے کہ وہ کوئی درسگاہ کوفہ میں سجا کر اہل کوفہ کی تربیت کرتے اور تعلیم دیتے، جب کہ امیر المومنین عمر فاروق نے حضرت ابن مسعود کو خصوصاً اور کوفہ جانے والے صحابہ کرام کو عموماً کوفہ والوں کو احادیث کی تعلیم دینے سے منع کر دیا تھا۔(اللمحات: ۱/۲۴۶، بحوالہ احکام لابن حزم:۲/۱۳۹، وطبقات ابن سعد: ۲، ق: ۲، ص: ۱۰۰، و مجمع الزوائد: ۱/۱۰۹ وغیرہ)

حضرت امیر المومنین عمر فاروق نے انصار کا ایک گروہ کوفہ بھیجا اور انھیں تاکید کر دی کہ تم کوفہ والوں سے احادیث بہت کم بیان کرنا۔(حجة الله البالغة: ۱/۱۵۱،۱۵۲، بحوالہ سنن دارمی)

حضرت ابن مسعود اگر معلم کوفہ ہوتے تو اہل کوفہ کو یہ تعلیم دیتے کہ جنابت کے سبب غسل فرض ہوا ہو اور پانی پر قدرت نہ ہو تو ہرگز ہرگز تیمم کر کے نماز نہ پڑھنا، خواہ سالہا سال لگ جائے۔(صحیحین و عام کتب حدیث) اسی طرح سے بہت سارے امور ہیں۔

عدلیہ سے متعلق ایک فتوی پوچھنے کے لیے حضرت ابن مسعود کے پاس مہینہ بھر دوڑ دھوپ کر کے اہل کوفہ آتے رہے، مگر حضرت ابن مسعود انھیں واپس کرتے ہوئے صراحت کر دیتے تھے کہ یہ مسئلہ مجھے معلوم نہیں، حالانکہ یہ مسئلہ نصوص کی روشنی میں ان کے بہت سارے حاضرین صحابہ جانتے تھے، آخر زچ ہو کر انھوں نے اپنی رائے وقیاس سے بذریعہ اجتہاد فتوی دیا، جو اتفاقاً بقول بعض صحابہ منصوص مسئلہ تھا۔(عام کتب حدیث)

اس طرح کے بہت سارے امور ہیں، حضرت ابن مسعود اہل کوفہ کی تعلیم کے لیے نہیں بلکہ عدالتی فیصلے کے لیے بھیجے گئے تھے، پھر انھوں نے اہل کوفہ کیا پورے اہل عراق کو نماز پڑھنے کی تعلیم کب دی؟ یہ ساری ہوائی اکاذیب پرست دیوبندیہ نے اڑائی ہے۔

بدعویٰ دیوبندیہ حضرت عمر فاروق عراق مسلسل آتے جاتے رہتے تھے:

دروغ بافی واکاذیب پرستی میں بدمست فرقہ دیوبندیہ نے اپنی زیر بحث عبارت میں اپنی جہالت وحماقت و

بے حیائی کا مظاہرہ حسب عادت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عمر فاروق کی آمد ورفت عراق میں ہوتی رہتی تھی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۱، سطر اول و دوم)

جو فرقہ دیوبندیہ جھوٹ و دروغ بانی کا اس قدر عادی ہو چکا ہو کہ امور واضحہ میں بھی جھوٹ بکنے سے کچھ نہ شرمائے، وہ جو بھی چاہے لکھ اور بک سکتا ہے۔ حضرت عمر فاروق کو ایک مرتبہ عراق جانے کا ارادہ ہوا تو یہ سوچ اور جان کر یہ ارادہ ترک کردیا کہ عراق شرور و فتن اور شیطانی زور آزمائی کا مرکز ہے۔(اللمحات،طبع ثاني:۱/۳٤۱،۳٤۲) حضرت علی مرتضی بھی اہل عراق خصوصا اہل کوفہ کو اکاذیب پرست کہتے رہتے تھے۔(اللمحات،طبع ثانی:۱/۳۴۳)

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کو مجموعہ رائے و قیاس قرار دیا ہے، یہ بات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی نقل کی ہے، جو دیوبندی مذہب خود بقول ابی حنیفہ مجموعہ رائے و قیاس ہو، اور یہ بات بھی ہے کہ بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرقہ دیوبندیہ کی تولید جن عناصر سے ہوئی، وہ اصطلاح اہل علم میں أهل الرأي ہیں، یعنی کہ فرقہ دیوبندیہ أهل الرأي ہے اور أهل الرأي کی بابت شاہ ولی اللہ کا ارشاد ہے کہ انھیں احادیث نبویہ و آثار صحابہ وتابعین کا علم کالعدم ہونے کے برابر ہے، پھر یہ تدوین فقہ کی غیر معمولی حوصلہ مندی رکھنے کے باعث احادیث و آثار کی تلاش و جستجو کے بغیر اپنے مسائل مدوّن کرتے تھے۔(اللمحات::۱/۱٦٤،۱٦٥، بحواله حجة الله البالغه: ٤/۱۲۱، والإنصاف في بيان سبب الاختلاف،ص:۳۰،۳۱)

نیز شاہ ولی اللہ نے کہا کہ امام ابوحنیفہ وہ شخص ہیں کہ ان سے ائمہ حدیث نے کوئی بھی حدیث روایت نہیں کی، نہ ان سے بطریق ثقات سلسلہ روایت حدیث ہی جاری ہوا۔

(اللمحات:۱/۱٦٤،۱٦٥، بحواله حجة الله البالغه:۱/۱۲۱، و مقدمة شرح موطا المعروف به مصفى از شاه ولى الله،ص:٦)

فرقہ دیوبندیہ اپنے کو مذہب ولی اللہ کا پیرو کہتا ہے!

أهل الرأي کی بابت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ:

"أهل الرأي أعداء السنن أعيتهم أن يحفظوها تضلت أن يرووها فعارضوا السنن برأيهم فإياكم و إياهم و في رواية: فضلوا و أضلوا"

"یعنی أهل الرأي دشمنان سنت نبویہ ہیں، وہ سنن نبویہ کے حفظ و ضبط سے عاجز ہوتے اور انھیں روایت کرنے سے محروم ہوتے ہیں، لہٰذا اپنی رائے کے ذریعہ احادیث کے بالمقابل احادیث کی مخالفت کرتے ہیں۔اے اہل اسلام! تم ان أهل الرأي سے دور ہی دور بھاگو، ورنہ یہ تمھیں گمراہ کرکے چھوڑیں گے۔"

(اللمحات:۱/۱٦٦، بحواله أعلام الموقعين بأسانيد صحيحة واللمحات کے متعدد مقامات)

جو فرقہ أہل الرأي بشمول فرقہ دیوبندیہ ان اوصاف قبیحہ سے متصف ہو، وہ کس منہ سے اپنی نماز خصوصاً رفع الیدین کو موافق سنت و آثار صحابہ کہنے کی جرأت کرتا ہے، اسی تفصیل سے اس کے اکاذیب کا پردہ فاش ہو جاتا ہے۔

زیر بحث رفع یدین کے سلسلے میں مزید در مزید فرقہ دیوبندیہ کی تلبیسات:

زیر بحث مسئلہ رفع الیدین میں وارد شدہ صحیحین کی حدیث ابن عمر کو ''اصح الاسانید'' سے مروی ہونے کا اقرار کرنے کے باوجود فرقہ دیوبندیہ نے اپنے اختراعی اکاذیب کی بھرمار کردی جو حسب ذیل ہیں، لیکن پہلے ناظرین کرام ملحوظ رکھیں کہ صحیحین کی احادیث کو بہت سے محققین نے متواتر احادیث کہا ہے کہ یہ حدیث دوسرے بہت سارے صحابہ کرام سے مروی ہے، امام بخاری نے اسے متواتر کہا ہے۔

''اس روایت ابن عمر کے مرفوع و موقوف ہونے میں اختلاف ہے، حضرت ابن عمر کے صاحب زادے سالم اسے مرفوع اور ابن عمر کے شاگرد خصوصاً نافع موقوف روایت کرتے ہیں، پھر یہ اختلاف غیر اہم بھی نہیں، کیونکہ امام عجلی لکھتے ہیں کہ اسی اختلاف کے سبب امام مالک نے اسے ترک کردیا۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۱۱، بحوالہ نیل الفرقدین: ٤١)

ہم کہتے ہیں کہ نیل الفرقدین اسی موضوع پر دیوبندیہ کے امام اور شاہ کشمیری کی تصنیف ہے، اسی کے حوالے سے اس دیوبندی کتاب میں یہ بات لکھی گئی ہے، اور انور شاہ بھی تمام فرقہ دیوبندیہ کی طرح غالی تقلید پرست اور اکاذیب پرست تھے، میدان تحقیق میں اکاذیب پرستوں کی بات کا کوئی وزن نہیں۔ جو حدیث صحیح سند سے موقوفاً کسی صحابی سے مروی ہو، وہ اسی صحابی سے بسند صحیح مرفوعاً مروی ہو، تو اس کا موقوف بھی ہونا صحیح ہے اور مرفوع بھی، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ صحابی نے اپنی روایت کردہ حدیث نبوی پر بذات خود عمل کو معمول بنایا۔ اس سے دیوبندی انور شاہ اور پورا فرقہ دیوبندیہ اگر پریشان ہے، تو اکاذیب پرستوں کی اکاذیب پرستی کے سبب لاحق شدہ پریشانی کا کوئی علاج نہیں۔

و بعض الداء ملتمس شفاه
و داء الترك ليس له دواء (حماسة)

زیر بحث مسئلہ میں فرقہ دیوبندیہ کا امام مالک کی طرف غلط انتساب:

نسخہ جامع ترمذی علامہ احمد شاکر میں حضرت ابن عمر سے مروی نماز نبوی میں صراحت ہے کہ تکبیر تحریمہ اور رکوع کے لیے جھکتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے آپ ﷺ رفع الیدین کرتے تھے، نیز یہی حدیث صحیحین و عام کتب حدیث میں بھی مروی ہے، اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد مذاہب اہل علم حسب عادت بیان کرتے ہوئے صراحت سے کہے ہوئے ہیں کہ امام مالک بن انس بھی تحریمہ و رکوع کے لیے جھکتے اور اس سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرتے اور اس کا فتویٰ دیتے تھے۔(جامع ترمذي، نسخه علامه أحمد شاكر: ۳۹/۱) پھر تھوڑا آگے چل کر امام ترمذی

بسند صحیح متصل نقل کیا کہ:

" حدثنا يحيى عن موسى قال: حدثنا إسماعيل بن أبي أويس قال: كان مالك بن أنس يرى رفع اليدين فى الصلوة" (جامع ترمذي، نسخه علامه أحمد شاكر: ١/٣٩)

"یعنی امام مالک تینوں مقامات پر رفع الیدین کے قائل تھے۔"

علامہ احمد شاکر نے یہی بات امام مالک کی بابت بحوالہ (فتح الباري: ٢/١٨٢) نقل کی اور حافظ ابن عبدالبر سے نقل کیا کہ:

" لم يرو أحد عن مالك ترك الرفع عند الركوع و الرفع منه إلا ابن القاسم والذى نأخذ به الرفع و هذا الذي رواه ابن وهب وغيره عن مالك ولم يحك الترمذي عن مالك غيره و قال الحافظ العراقي: في طرح التثريب: ٢/٢٥٣: و قد حكاه عن مالك أيضاً أبو مصعب و أشهب والوليد بن مسلم و سعيد بن أبي مريم، و نقل أيضاً: ٢/٢٥٣: عن محمد بن عبد الله بن عبد الحكم قال: لم يرو أحد عن مالك مثل رواية ابن القاسم في رفع اليدين"

"یعنی امام مالک سے تینوں مقامات پر رفع الیدین پر امام مالک کا عمل وفتویٰ تلامذہ امام مالک میں سے عبداللہ بن وہب وابو مصعب واشہب، و ولید بن مسلم، وسعید بن ابی مریم نے نقل کیا اور امام مالک کے شاگرد خاص امام محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم نے بھی امام مالک سے یہی بات نقل کی اور فرمایا کہ تلامذہ امام مالک میں سے ابن القاسم کے علاوہ کسی نے بھی ان مقامات پر عدم رفع الیدین کا ذکر نہیں کیا۔ (جامع ترمذي نسخه علامه أحمد شاكر: ٢/٣٨)

اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام تلامذہ امام مالک نے مذکورہ رفع الیدین کو امام مالک کا مذہب قرار دیا ہے، اس سے صرف ابن القاسم نے بغاوت کی ہے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ ابن القاسم اپنے بیان میں راہ شذوذ و نکارت اختیار کیے ہوئے ہیں، لہٰذا شاذ و نادر ہونے کے باعث فعل ابن القاسم کالعدم ہے۔

اس تفصیل سے فرقہ دیوبندیہ کا اکاذیب پرست اور تبلیغ اکاذیب کا مبلغ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کسی استثناء کے بغیر تمام صحابہ کا مذکورہ رفع الیدین پر اجماع ہے:

حضرت وائل بن حجر صحابی ۹ ہجری میں نماز نبوی سیکھنے کے لیے خدمت نبویہ میں حاضر ہوئے، تو انھوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے تمام صحابہ زیر بحث رفع الیدین کرتے تھے، پھر اس کے ایک زمانہ بعد حضرت وائل بن حجر غالباً وفات نبوی کے بعد مدینہ منورہ آئے، تو بھی مسجد نبوی میں نماز پڑھنے والے صحابہ کو بشمول امام نماز (وہ نماز

امام یا تو حضرت ابوبکر صدیق تھے یا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) زیر بحث رفع الیدین کرتے تھے۔ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام بخاری نے کہا:

" لم يستثن وائل من أصحاب النبي ﷺ أحدا إذا صلوا مع النبي ﷺ أنه لم يرفع يديه"

یعنی حضرت وائل بن حجر صحابی نے کسی بھی صحابی کو مستثنیٰ کیے بغیر کہا کہ یہ سب کے سب زیر بحث رفع الیدین کرتے تھے۔" (جزء رفع اليدين للإمام البخاري مع جلاء العينين، ص: ٨٦)

فلتان بن عاصم جرمی صحابی نے کہا:

" أتيت النبي ﷺ فوجدتهم يصلون فى البرانس والأكيسة يرفعون أيديهم" الخ

" یعنی فلتان بن عاصم جرمی صحابی نے کہا کہ میں خدمت نبویہ میں آیا، تو میں نے نبی کریم ﷺ سمیت سبھی صحابہ کو زیر بحث رفع الیدین کرتے پایا۔"

(فوائد تمام رازی: ١/١٠٢، و طبقات محدثی أصبهان: ٢/٧٦، وتاريخ أصبهان لأبي نعيم: ٢/١٦٢، وہماری کتاب: رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز، ص: ٣٩٤، ٣٩٥)

جلیل القدر کبار تابعین امام حسن بصری وحمید بن ہلال متفق اللسان ہو کر فرماتے ہیں:

"كان أصحاب رسول الله ﷺ كانما أيديهم المراوح يرفعونها إذا ركعوا و إذا رفعوا رؤوسهم"

یعنی تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں زیر بحث رفع الیدین کرتے تھے۔

(جزء رفع اليدين للبخاري، رقم الحديث: ٢٩، ٣٠، ص: ٨٠، ٨١، و سنن بيهقي: ٢/٧٥، ومعرفة السنن والآثار للبيهقي: ١/٢١٨، و متعدد مراجع نیز ملاحظہ ہو ہماری کتاب رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز، ص: ٣٧٤، ٣٧٥)

تیسرے جلیل القدر کبیر تابعی سعید بن جبیر نے کہا:

" كان أصحاب رسول الله ﷺ يرفعون أيديهم فى الافتتاح و عند الركوع و إذا رفعوا رؤوسهم منه"

یعنی تمام صحابہ کرام زیر بحث رفع الیدین کرتے تھے۔ (سنن بيهقي: ٢/٣٧٥)

دور صحابہ کرام اور تین کبار تابعین عظام کسی بھی صحابی کو مستثنیٰ کیے بغیر سب کو زیر بحث رفع الیدین پر عامل بتلاتے تھے۔ اس کا واضح وصریح مطلب ہے کہ جن بعض صحابہ کی طرف فرقہ دیوبندیہ جیسے اکاذیب پرست نے اس کے خلاف بات منسوب کی ہے، حتی کہ حضرت ابن مسعود بھی وفات نبوی کے بعد زیر بحث رفع الیدین پر کاربند تھے، مگر اکاذیب پرستی کی بدمستی ایک ایسی چیز ہے، جو آدمی کو اعتراف حق سے باز رکھتی اور ہٹ دھرمی و بے جا ضد پر قائم رکھتی ہے۔

ہماری اتنی سی بات بھی فرقہ دیوبندیہ کو اکاذیب پرست ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

(ب) فرقہ دیوبندیہ نے اپنی زیر نظر کتاب میں زیر بحث رفع الیدین کو اختلاف واضطراب والا کہا ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۱۱)

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب پرستی کی نحوست سے فرقہ دیوبندیہ کے دل و دماغ میں کجی اور دیکھنے سننے میں الٹا پن آ گیا ہے، تو اسے صحیح و سیدھی باتیں مضطرب ومختلف نظر آ رہی ہیں، اسے تائب و مخلص بن کر احادیث کا جائزہ لینا چاہئے،اکاذیب پرست فرقہ دیوبندیہ نے زیر بحث معاملہ میں اثبات اضطراب کے لیے چھ دفعات قائم کی ہیں:

۱۔ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین جیسا کہ مسند حمیدی و صحیح ابوعوانہ و مدونہ کبریٰ وغیرہ میں بسند صحیح روایت مروی ہے۔الخ

ہم کہتے ہیں کہ زیر بحث رفع الیدین والی حدیث جہاں امام بیہقی نے اپنی سنن کبریٰ، باب رفع الیدین فی التکبیر فی الصلوٰۃ،(۲/۲۳) میں نقل کی ہے پھر اسی معنی کی حدیث بیہقی نے (۲/۲۴) میں نقل کرکے کہا:

" وكذلك رواه الحميدي وغيره عن ابن عيينة "

یعنی کہ زیر بحث حدیث کو امام حمیدی وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے وہاں فرقہ دیوبندیہ کے روحانی جد امجد ابن الترکمانی صاحب "الجوهر النقی" نے کہا:

"رواه الطبراني من حديث الحميدي و إبراهيم بن بشار رمادي عن سفيان عن عاصم بسنده إلى أن قال: و رويناه في مسند الحميدي بسنده المذكور، و لفظه: إذا افتتح الصلوٰة رفع يديه و إذا ركع و بعد ما يرفع"

یعنی امام طبرانی نے حمیدی و ابراہیم بن بشار سے حدیث مذکور یعنی زیر بحث رفع الیدین والی حدیث نقل کی اور میں نے اسے مسند حمیدی میں اسی معنی والی حدیث روایت کی ہے۔(الجوهر النقي على السنن الكبرى للبيهقي:۲/۲۳،۲٤)

اس سے معلوم ہوا کہ امام بیہقی اور دیوبندیہ کے مورث ابن الترکمانی نے مسند حمیدی نیز دوسری کتب حدیث میں مذکور رفع الیدین والی حدیث پڑھی اور لکھی اور اپنے اساتذہ سے سنی اور خود پڑھائی بھی ہے، اس لیے مذکورہ بالا دعویٰ دیوبندیہ خالص جھوٹ اور تحریف کاری ہے اور اکاذیب پرستوں سے اس کے علاوہ کس چیز کی امید کی جا سکتی ہے؟ مدونہ والی روایت کو ہم بتلا چکے ہیں کہ وہ حافظ ابن عبدالبر وغیرہم کی تصریح کے مطابق امام مالک کے بہت سے تلامذہ کے خلاف ہونے کے باعث شاذ ومنکر یعنی ساقط الاعتبار ہے، اس تفصیل سے دیوبندیہ کی کذب بیانی واضح ہوگئی۔

(۲) نمبر۲ کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"صرف دو جگہ رفع الیدین یعنی تکبیر تحریمہ و رکوع سے اٹھتے وقت، جیسا کہ موطا مالک میں ہے اور اس کے متعدد متابع بھی ہیں، اس لیے اسے امام مالک کا وہم نہیں کہا جا سکتا۔" (زیر نظر، دیو بندی کتاب، ص:۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ مؤطا مالک بروایت یحییٰ میں اگر چہ یہ روایت ہے، مگر ہم عرض کر آئے ہیں کہ دوسرے تلامذہ امام مالک نے رکوع کے لیے جھکتے ہوئے رفع الیدین کا ذکر کیا ہے، یہ بات عام اہل علم بشمول حافظ ابن عبدالبر نے کہی ہے، اس لیے فرقہ دیو بندیہ کی تمام تلبیسات و مغالطات واکاذیب پاد ہوا ہیں، عدم ذکر سے عدم وجود لازم نہ آنے کی بات فرقہ دیو بندیہ جیسا حواس خمسہ سے محروم فرقہ بھی جانتا ہوگا، بہت ساری احادیث میں بوقت تحریمہ رفع الیدین کا ذکر نہیں، مگر بہت ساری احادیث میں موجود ہے، اس موقع پر بہت ساری احادیث میں رفع الیدین کا عدم ذکر کو ذکر والی احادیث کی بناء پر دیو بندیہ جیسا تلبیسات کا پجاری بھی مانتا ہے، پھر وہ موطأ والی اپنی مستدل روایت کے ساتھ یہی معاملہ کیوں نہیں کرتا دراصل دیو بندیہ مضطرب و متضاد و دورخی پالیسی پر عمل پیرا ہے، اس لیے وہ سبھی کو اپنی دوغلی قبیح و گھناؤنی پالیسی کا پابند بنانا چاہتا ہے، بہر حال ہماری اس بات سے دیو بندیہ کا دجل و فریب رفو چکر ہو گیا۔

فرقہ دیو بندیہ ہذیاں سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"(۳) تین دفعہ رفع یدین بوقت تحریمہ اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت، جیسا کہ بخاری وغیرہ میں ہے، یہی روایت آج کل کے غیر مقلدین کی مستدل ہے۔"

ہم کہتے ہیں کہ تین مرتبہ جس رفع الیدین کا ذکر دیو بندیہ نے کیا، وہ تواتر کے ساتھ ثابت ہونے کے سبب نص قاطع ہے اور کوئی بھی معتبر روایت اس کے خلاف و منافی نہیں، یہی حال قعدۂ اولیٰ سے اٹھتے وقت رفع الیدین کا ہے، اسے بھی اہل حدیثوں میں سے کچھ لوگ فرض واجب مانتے اور کچھ سنت موکدہ مانتے ہیں۔

مگر اسی کو فرقہ دیو بندیہ کا مستدل غیر مقلدین (اہل حدیث) بتلانا دیو بندیہ کا دروغ بے فروغ ہے، چونکہ اس رفع الیدین کی نفی کسی معتبر روایت سے نہیں ہوتی، اس لیے اسے بہت سے ائمہ کی طرح اہل حدیثوں میں سے کچھ ائمہ فرض وواجب مانتے ہیں اور یہی ہمارا بھی موقف ہے اور کچھ سنت موکدہ مانتے ہیں، مگر ہر خفض و رفع پر رفع الیدین والی روایات کی بعض روایات میں نفی آئی ہے، اس لیے اسے عام اہل حدیث غیر مؤکد سنت و مستحب مانتے ہیں، فرقہ دیو بندیہ نے مذہب اہل حدیث بتلانے میں بھی اپنی اکاذیب پرستی کا ثبوت دیا ہے۔

(۴) فرقہ دیو بندیہ نے اپنی ہذیاں سرائی جاری رکھتے ہوئے کہا:

"چار دفعہ رفع یدین یعنی مذکورہ تین مقامات کے علاوہ قعدہ اولیٰ سے اٹھتے وقت یہ روایت بھی صحیح بخاری میں ہے اور امام بخاری نے اس پر رفع الیدین "إذا قام من الركعتين" والی تبویب کی ہے۔" (زیر نظر دیو بندی کتاب، ص:۱۲)

اس حدیث صحیح متواتر المعنی پر بھی اہل حدیثوں کا عمل ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ تو ان کا عمل تین بار رفع الیدین محض جھوٹ و کذب بیانی کے ذریعہ بتلا چکا ہے وہ کیوں کہنے لگا کہ اس پر بھی اہل حدیث کا عمل ہے، اس کا ذکر ہم اوپر بھی کر چکے ہیں اور اکاذیب پرستوں سے اس قسم کی ہیر پھیر کی توقع کی جا سکتی ہے۔

(۵) فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"بعض روایات میں مقامات مذکورہ کے علاوہ سجدہ میں جانے اور سجدہ سے اٹھتے وقت بھی رفع الیدین کا ذکر ہے، جیسا کہ سنن نسائی میں ہے اور حافظ ابن حجر نے اسے صحیح ترین روایت کہا اور فرقہ دیوبندیہ کو تلبیس کاری اور تحریف بازی و اکاذیب پرستی سکھانے والے امام دیوبندیہ نیموی نے اسے صحیحہ محفوظہ، غیر شاذہ کہا ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۲، بحوالہ آثار السنن للنیموی: ۱/۱۰۲)

ہم کہتے ہیں کہ ہمارا بھی اسی حدیث پر قول و عمل ہے، مگر یہ مستحب ہے، کیونکہ بعض صحیح روایات میں اسے چھوڑنے کا بھی ذکر آیا ہوا ہے۔ اسے احادیث صحیحہ متواترہ کے مضطرب ہونے کی دلیل بنانا دیوبندیہ کی تلبیس کاری ومغالطہ بازی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ اپنی ہذیاں سرائی جاری رکھتے ہوئے اس سلسلے کی احادیث کو مضطرب ثابت کرنے کے لیے بزعم خویش کہتا ہے:

(۶) "بعض روایات میں مذکور جگہوں ہی پر انحصار نہیں، بلکہ ہر خفض و رفع جھکنے اٹھنے کے وقت رفع الیدین کی صراحت ہے، اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباري میں، امام طحاوی کی مشکل الآثار سے نقل کیا، یہ روایت بھی صحیح ہے اور صحابہ و تابعین کی ایک جماعت کا اسی پر عمل تھا، حافظ ابن عبد البر نے ایسا ہی لکھا ہے۔ (الاستذکار: ۴/۱۰۵، والتمهيد: ۹/۲۸۸) اس سلسلے میں فرقہ دیوبندیہ نے بڑی ہذیاں سرائی اور اہل حدیث پر ردّ و قدح اور ان پر اپنے اختراعی الزامات لگائے ہیں۔ (زیر نظر دیوبندی، کتاب، ص:۱۲، ۱۳)

حالانکہ اہل حدیث اس حدیث صحیح پر بھی عمل کرتے ہیں، البتہ اسے مستحب سمجھتے اور کبھی کبھار ترک بھی کرتے اور اس کا فتویٰ دیتے ہیں۔

احادیث نبویہ:

اتنے سارے مغالطات و تلبیسات کے بعد فرقہ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت دو احادیث صحیحہ اور ایک آیت کریمہ نقل کی، جن میں ہمارے رسول ﷺ نے نماز میں وحشت زدہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی بار بار مضطرب و متحرک دموں کی طرح نمازیوں کے فعل پر نکیر اور اسے ممنوع قرار دیا۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب کا ملخص، ص:۱۴، تا ص:۱۷، مع الحواشی)

ہم کہتے ہیں کہ نماز میں وحشت زدہ گھوڑوں کی طرح بار بار دم ہلانے والا جس فعل سے نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے، اسے ممنوع ماننا اور سمجھنا ہم اپنے اوپر فرض مانتے ہیں اور دیوبندیہ کی نقل کردہ قرآنی آیت کا فقرہ: ﴿قُومُوا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ﴾ کا احادیث نبویہ ہی میں یہ معنی بتلایا گیا ہے کہ امام کے پیچھے بالجہر گفتگو یا قراءت قرآن مقتدیوں کے لیے ممنوع ہے، ان امور سے لازم نہیں آتا کہ جس طرح کا رفع الیدین نصوص صریحہ میں مشروع کیا گیا ہے، اسے بھی ممنوع قرار دے دیا جائے، مگر فرقہ دیوبندیہ نے ان ساری احادیث نبویہ کو رد کر دیا اور بعض احادیث کو محرف کر کے نیز بعض آیات میں بھی تحریف کر کے نماز نبوی پر ضرب کاری لگائی، اس طرح کا کام ہی انجام دینے کے لیے فرقہ مرجیہ و جھمیہ، و معتزلہ کا وجود عمل میں آیا تا کہ اسلامی تعلیمات کو بالکل الٹ پلٹ کر اہل اسلام کو غلط راستہ پر ڈالا جائے اور انہی ضلالت میں ڈوبے ہوئے فرقوں کا ملغوبہ فرقۂ دیوبندیہ ہے، جو اسلام دشمن ہندوستانی برطانوی حکومت کی شہ پر چودھویں صدی میں وجود پذیر ہوا۔

فرقہ دیوبندیہ کی اپنے موقف پر پیش کردہ حدیث ابن مسعود و حدیث براء بن عازب پر ہماری نظر:

فرقہ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا باتوں کے بعد دو صحابیوں عبداللہ بن مسعود و براء بن عازب کی طرف منسوب دو روایات کو بائیس روایات بنا ڈالا، شاید اس نے یہ کام ان روایات کی بظاہر کئی اسناد میں سے ہر سند کو ایک مستقل حدیث سمجھ لیا، جو درحقیقت صرف دو ہی سندوں سے مروی ہے، اور ان میں سے بعض اسانید قطعی طور پر مکذوبہ، مردودہ ہیں اور بعض ساقط الاعتبار ہیں اور بعض کی بعض اہل علم نے تحسین یا تصحیح کی ہے، ان کی تصحیح یا تحسین پر زور صرف کر کے اس فرقہ نے طویل حواشی لکھے اور انھیں بزعم خویش اپنے موقف پر دلیل سمجھا۔ (ملاحظہ ہو زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۱۷ تا ۳۸ مع الحواشی)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی ان مستدل روایات میں سے ایک ابن مسعود پر موقوف فعلی روایت ہے اور دوسری براء بن عازب کی مرفوع فعلی حدیث ہے، حضرت ابن مسعود والی روایت ان الفاظ کے معنی پر منحصر ہیں کہ انھوں نے نماز پڑھی تو "فلم یرفعه إلا مرة" یا "فوفع أوّل مرة ثم لم یعد" اور ہم بتلا آئے ہیں کہ دو صحابی حضرت وائل بن حجر اور فلتان نیز تین کبار تابعین کبار حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن بصری، وحمید بن ہلال نے کسی صحابی کو مستثنیٰ کیے بغیر کہا کہ تمام کے تمام صحابہ زیر بحث رفع الیدین پر کاربند تھے، ان حضرات نے نہ حضرت عبداللہ بن مسعود کو مستثنیٰ کیا نہ براء بن عازب کو، جس کا مطلب ہے کہ مذکورہ زیر بحث رفع الیدین پر حضرت ابن مسعود و براء کا بھی عمل تھا، دریں ان کی طرف منسوب کردہ فرقہ دیوبندیہ والی روایت کا وہ معنی نہیں جو فرقہ دیوبندیہ سمجھتا ہے، ورنہ ان روایات کا انتساب دونوں کی طرف صحیح نہیں اور یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابن مسعود تحریمہ کے وقت کی طرح رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے اور قعدہ اولیٰ سے اٹھتے وقت رفع الیدین ضروری سمجھ کر کرتے تھے اور ان کے

علاوہ دوسرے مواقع پر مسنون و مستحب سمجھ کر کرتے تھے، لہٰذا یہ محقق ہے کہ ان دونوں صحابہ کی طرف منسوب روایت کا وہ معنی ہرگز نہیں، بشرطیکہ انھیں معتبر مان لیا جائے، جو معنی فرقہ دیوبندیہ سمجھتا ہے یا یہ کہ ان کی طرف یہ روایات غلط طور پر منسوب ہوگئی ہیں، جن کی بعض سندوں کو بعض نے اصول پر بخوبی نظر ڈالے بغیر حسن یا صحیح کہہ دیا ہے۔

یہ بات بہرحال طے شدہ ہے کہ ان دونو ں کی طرف منسوب روایات باعتبار متن غیر معتبر و منکر و ساقط الاعتبار ہیں، اور دونوں کا تعلق فعل ہی سے ہے، حضرت ابن مسعود والی روایت ابن مسعود کا اپنا ذاتی فعل ہے اور جس سند سے اسے فعل نبوی قرار دینے کی بیہودہ و گھناؤنی کوشش کی گئی ہے، وہ بہرحال مکذوب ہے، البتہ حدیث براء فعل نبوی پر مشتمل ہے اور دیوبندیہ نے یہ صراحت کر رکھی ہے کہ:

''فعل میں ذاتی طور پر دوام نہیں ہوتا اور نہ فعل مطلق سے سنت و استحباب کا ثبوت ہوتا ہے۔'' الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۹، سطر اوّل و دوم)

لہٰذا فرقہ دیوبندیہ اپنے مسئلہ زیر بحث پر اپنے اس اختراعی اصول و قانون کو نافذ کرے، دریں صورت اس معاملہ میں اس کا اختیار کردہ موقف کالعدم قرار پاتا ہے، اور اس سلسلے میں اس کی ساری زور آزمائی باطل و فاسد قرار پاتی ہے، وہ یعنی فرقہ دیوبندیہ آخر ایک صحابی کے ذاتی فعل اور ایک ذاتی نبوی فعل کو اتنی طویل و عریض بحث کا موضوع کیا خاک چھاننے اور مکھی مارنے کے لیے بنائے ہوئے ہے؟ یا کیا بات ہے؟ وہ اس کی وضاحت کرے! دریں صورت اس نے حضرت ابن مسعود کے فعل و بروایت براء فعل نبوی کو افضل و اولیٰ کیوں کہا؟

حضرت ابن مسعود سے مروی ابن مسعود کے ذاتی فعل کی نصوص کے بالمقابل کوئی بھی حیثیت نہیں، جس کا معترف فرقہ دیوبندیہ بھی اس لیے نہیں ہے کہ صرف حضرت براء والی فعل نبوی والی حدیث رہ گئی اور ہمارے نزدیک اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ تحریمہ کے وقت آپ ﷺ صرف ایک مرتبہ رفع الیدین کرتے تھے، ایک مرتبہ سے زیادہ مکرر سہ مکرر یا اس سے زیادہ بار تحریمہ کے وقت رفع الیدین نہیں کرتے تھے، اور فعل ابن مسعود کو کھینچ تان کر فعل نبوی ہی فرض کرلیا جائے، تو اس کا بھی یہی معنی بنتا ہے، جیسا کہ دیوبندیہ کی تحفظ سنت کانفرنس والی سرگرمی سے کئی سال پہلے ہم اپنی ''کتاب رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' میں واضح کر چکے ہیں۔ ہماری اس دقیق و محقق بات کو ماننے سے دیوبندیہ کو کیوں انکار ہے؟ واضح کرے! بہرحال باعتبار سند و متن دونوں روایات جن میں سے ایک موقوفہ دوسری مرفوعہ فعل نبوی ہے، ساقط الاعتبار شاذ و منکر اور مردود ہے، جن بعض لوگوں نے ان کی سند کی تحسین کی ہے، ان کا یہاں جائزہ لینا ضخیم کتاب لکھنے کا طالب ہے اور ہم اس کام سے ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' میں فارغ ہو چکے ہیں، لہٰذا جنھیں تفصیل پر واقفیت درکار ہو، وہ اس کی طرف رجوع کریں، ہم کو اس کتاب میں اختصار ملحوظ ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ پچیسویں حدیث بروایت ابن عمر:

فرقہ دیوبندیہ نے صحیح أبي عوانه (۹۰/۲) کے حوالہ سے ذکر سند کے ساتھ حضرت ابن عمر کی طرف منسوب یہ قول نقل کیا:

" رأیت رسول اللہ ﷺ إذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حتی یحاذي بهما منکبیه و قال بعضهم: حذو منکبیه و إذا أراد أن یرکع و بعد ما یرفع رأسه من الرکوع لا یرفعهما، و قال بعضهم: لا یرفع بین السجدتین و المعنی واحد"

یعنی کہ حضرت ابن عمر نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز شروع کی، تو دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھایا اور رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین نہیں کیا، بقول امام ابوعوانہ عبد اللہ، سعدان، شعیب وغیرہ میں سے بعض نے یہ بھی بیان کیا کہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی آپ ﷺ نے رفع الیدین نہیں کیا۔" (ماحصل از زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۳۸)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کے محدث شہیر حبیب الرحمٰن اعظمی بھی فرقہ دیوبندیہ کے ایک فرد ہونے کے سبب تحریف کار و اکاذیب پرست تھے، انھوں نے صحیح أبي عوانه کی اس حدیث میں " لا یرفعهما" کے لفظ کی تحریف کر کے صحیح ابوعوانہ کو چھپوا دیا، جب کہ "لا یرفعهما" میں " لا" کا لفظ نہیں ہے، صحیح ابوعوانہ کے اصل مخطوطہ نسخے کی بعض سلفی علماء نے زیرِ عکس کر کے واضح کیا کہ دیوبندیہ خصوصاً ان کے محدث شہیر نے تحریف کا زبردست کارنامہ انجام دے کر بہت بڑا شیطانی کام انجام دیا، نیز تفصیل کے لیے "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" دیکھیں۔

فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ دو حدیثیں جو حقیقت میں ایک ہی حدیث ہے بروایت ابن عمر:

فرقہ دیوبندیہ نے ایک ہی حدیث دو نمبروں کے تحت حضرت ابن عمر سے نقل کی کہ:

" قال ابن عمر: رأیت رسول اللہ ﷺ إذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حذاء منکبیه، و إذا أراد أن یرکع و بعد ما یرفع رأسه من الرکوع، فلا یرفع و لا بین السجدتین"

اس حدیث کا وہی معنی ہے، جو اس سے پہلے کا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ دو نمبروں کے تحت دیوبندیہ کی نقل کردہ صرف ایک حدیث امام حمیدی کی مسند نیز صحیح ابوعوانہ میں موجود ہے، مگر یہاں بھی فرقہ دیوبندیہ نے تحریف کر ڈالی ہے، جس طرح کہ اس کے پہلے والی حدیث میں کی۔ ہم بتلا آئے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کے ایک مورث ابن الترکمانی نے اس حدیث کو مسند حمیدی سے نقل کیا مگر اس میں وہ تحریف نہیں کر سکے، تو ان کے صدیوں بعد ہندوستانی برطانوی حکومت کی زرخرید غلام فرقہ دیوبندیہ نے یہ کارنامہ انجام دے دیا۔ دیکھیے اس فرقہ کے کالے کرتوتوں کی کیا سزا آخرت میں ملتی ہے؟ دنیا میں تو اسے بڑی افراط سے اس کے اولیاء

نعمت کی بدولت شکم پروری وسہولیات زندگی کے وسائل وافر طور پر میسر ہیں۔ الٹ کر یہ فرقہ اپنی تلبیسات کا پردہ چاک کرنے والوں کو ہی مطعون کرتا ہے اور کہتا ہے کہ شیخ الکل کے دو شاگردوں کے لکھے ہوئے قلمی نسخہ میں یوں ہی یہ عبارت ہے، حالانکہ اس اکاذیب پرست فرقہ نے ہی اس نسخہ میں بھی الحاق وتحریف کر رکھا ہے، جس کو یہ فرقہ اب منصۂ شہود میں لایا ہے۔ نعوذ باللہ!

فرقہ دیوبندیہ کی مستدل اٹھائیسویں حدیث بروایت ابن عمر:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

۲۸۔ " عن عبد الله بن عون الخراز ثنا مالك عن الزهري عن سالم عن ابن عمر، أن النبي ﷺ كان يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة ثم لا يعود۔" (ذكره البيهقي في الخلافيات كما في نصب الرايه: ١/٤٠٤)

یعنی حضرت ابن عمر نے کہا کہ نبی ﷺ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر نہیں کرتے تھے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۴۰)

ہم کہتے ہیں کہ امام بیہقی سے لے کر عبداللہ بن عون تک کی سند ساقط الاعتبار ہے، پھر بھی دیوبندیہ کو اس کے صحیح ہونے پر اصرار ہے، مگر ہم اسے صحیح مان کر وہی بات کہتے ہیں، جو اس معنی کی حدیث ابن مسعود و براء میں کہہ آئے ہیں۔

فرقۂ دیوبندیہ کی مستدل انتیسویں حدیث بروایت ابن عمر:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

۲۹۔ " ابن وهب عن مالك بن أنس عن الزهري عن سالم بن عبد الله عن أبيه أن رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح التكبير للصلوٰة" (المدونة الكبرى: ١/٦٩)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۴۱)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں تحریمہ کے وقت رفع الیدین کا ذکر ہے اور اس کے بعد والے مقامات پر رفع الیدین کی نفی نہیں ہے، اس کے بعد والے مقامات رفع الیدین والی روایت عام تلامذۂ امام مالک نے بیان کی ہے، اس حدیث سے زیر بحث رفع یدین کی نفی پر استدلال دیوبندی حماقت و بلادت وجہل مرکب کے سوا کچھ نہیں۔ حافظ ابن عبدالبر کے حوالے سے اس جہالت دیوبندیہ کا ذکر ہم کر آئے ہیں۔

فرقہ دیوبندیہ کی تیسویں حدیث بروایت ابن عباس:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة حدثنا محمد بن عمران بن أبي ليلى حدثني أبي عن ابن أبي ليلى عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس عن النبي ﷺ لا ترفع الأيدي إلا في سبع مواطن حين يفتتح الصلوٰة، و حين يدخل المسجد الحرام فينظر إلى البيت، و حين يقوم على الصفا، و حين يقوم على المروة ، و حين يقف مع الناس عشية عرفة والجمع و المقامين حين يرمي الجمرة۔"

(رواه الطبراني في معجمه كما في نصب الراية:۱/۳۹۰، و ذكره البخاري في جزء رفع اليدين تعليقاً، ص:۲۵۰، وقال النواب صديق حسن خان البوفالي: سنده جيد، نزل الأبرار، ص: ۲٤۰)

" یعنی حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات مواقع کے علاوہ کہیں اور رفع الیدین نہ کیا جائے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ تحریمہ کے وقت رفع الیدین کیا جائے، اس کے بعد پھر کسی موقع نماز میں رفع الیدین نہ کیا جائے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۴۲)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی اس مستدل روایت کا دارو مدار محمد بن ابی لیلی پر ہے، جو دیوبندیہ کے علی الرغم دیوبندیہ کی زور آزمائی کے باوجود غیر معتبر ساقط الاعتبار راوی ہے، (عام کتب رجال) اور ابن ابی لیلی نے اسے حکم بن عتیبہ سے نقل کیا، جو مدلس ہیں اور مدلس کی معنعن روایت ساقط الاعتبار ہوتی ہے اور یہ روایت حکم کی معنعن ہی ہے، مگر حکم سے اس کا نقل کرنا ثابت نہیں، کیونکہ حکم سے اس کا راوی غیر معتبر ساقط الاعتبار ہے، حاصل یہ کہ یہ روایت باعتبار سند علل قادحہ کے سبب معلل و ساقط الاعتبار ہے اور باعتبار متن احادیث متواترہ کے خلاف ہونے کے سبب مردود و مطروح ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی اکتیسویں مستدل حدیث بروایت ابن عباس:

فرقہ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا حدیث سے ملتی جلتی ہوئی روایت مگر "الا" والے حرف انحصار کے بغیر نقل کی، جو زیر بحث رفع الیدین میں تحریمہ کے علاوہ دیگر مقامات پر رفع الیدین کی نفرت نہیں کرتی، علاوہ ازیں اس کی سند میں واقع ورقاء بن عمر ابو بشر کوفی یشکری آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے اور یہ معلوم نہیں کہ ان سے اسے روایت کرنے والے سیف بن عبید اللہ اختلاط سے پہلے روایت کرنے والے ہیں یا بعد میں؟ نیز ورقاء نے اسے عطاء بن السائب مختلط سے روایت کیا، لہٰذا باعتبار سند یہ روایت ساقط الاعتبار ہے، لیکن باعتبار متن یہ زیر بحث رفع الیدین کے منافی نہیں، اس لیے اس سے دیوبندی استدلال لغو ولا یعنی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی بتیسویں مستدل حدیث بروایت ابن عباس و ابن عمر:

فرقہ دیوبندیہ نے اس نمبر کے تحت اس سے پہلے والی حدیث کی طرح روایت نقل کی، اس کی ابن عمر والی سند میں ابن ابی لیلیٰ ساقط الاعتبار اور سند ابن عباس میں تدلیس حاکم بن عتیبہ ہے لہٰذا باعتبار سند یہ ساقط الاعتبار ہے اور باعتبار متن یہ زیر بحث رفع الیدین کے منافی نہیں، جب کہ احادیث متواترہ سے زیر بحث رفع الیدین ثابت ہے، لہٰذا اس سے استدلال دیوبندیہ لغو و لایعنی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی تینتیسویں مستدل حدیث بروایت ابوہریرہ:

اس نمبر کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے حضرت ابوہریرہ سے فعل نبوی نقل کیا کہ آپ ﷺ بوقت تحریمہ رفع الیدین کرتے تھے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۴۴)

مگر اس میں زیر بحث رفع الیدین کی نفی نہیں، لہٰذا اس سے بھی استدلال دیوبندیہ باطل ہے۔ کما لا یخفی۔

فرقہ دیوبندیہ کی چونتیسویں مستدل حدیث بروایت ابی ہریرہ:

اس نمبر کے تحت بھی دیوبندیہ نے حضرت ابوہریرہ سے مروی ایسی حدیث نقل کی، جس میں بوقت تحریمہ رفع الیدین کا اثبات ہے، مگر زیر بحث رفع الیدین کی نفی نہیں ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۴۵)

دریں صورت اسے دیوبندیہ کا اپنے موقف مذکور پر بطور دلیل پیش کرنا، حماقت و بلادت اور جہالت در جہالت ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی پینتیسویں مستدل حدیث بروایت علی مرتضیٰ:

اس نمبر کے تحت دیوبندیہ نے وہ مرفوع فعلی حدیث نقل کی، جس میں "كان يرفع يديه في أوّل الصلوة ثم لا يعود" کے الفاظ ہیں اور ہم کہہ آئے ہیں کہ اس سے استدلال دیوبندیہ باطل ہے، کیونکہ اس میں بوقت تحریمہ اثبات رفع الیدین ہے اور یہ ہے کہ تحریمہ کے وقت آپ ﷺ صرف ایک بار رفع الیدین کرتے تھے بار بار نہیں۔ مزید تفصیل ہماری کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" میں ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی چھتیسویں مستدل حدیث بروایت ابو مالک اشعری:

اس نمبر کے تحت دیوبندیہ نے ابو مالک اشعری صحابی کی روایت نقل کی، جس کا حاصل یہ ہے کہ ابو مالک اشعری نے اپنے قبیلہ کے مردوں، عورتوں بچوں کو بلایا اور ترتیب صف اس طرح کی کہ پہلے مردوں کی صفیں رہیں، پھر بچوں کی، پھر عورتوں کی، انھوں نے تعلیم نماز نبوی دیتے ہوئے تحریمہ کے وقت رفع الیدین کی اور ہر رفع و خفض میں تکبیر کہی۔ اس مستدل دیوبندیہ میں تحریمہ کے وقت رفع یدین کا اثبات ہے، مگر باقی مقامات پر رفع الیدین کی نفی نہیں ہے،

البتہ دوسری احادیث صحیحہ میں اثبات رفع یدین کا ذکر ہے اور یہ حدیث دیوبندیہ کے خلاف بھی ہے کہ مردوں کے ساتھ عورتیں بھی بچوں کی صف کے بعد صف لگا کر نماز پڑھتی تھیں، اس کا کوئی جواب دیوبندیہ کے پاس نہیں۔ لہٰذا یہ مستدل احناف کے طور پر ان کے بھاری مسائل کے خلاف بھی ہے اور زیر بحث مسئلہ رفع الیدین کے منافی بھی نہیں، اس لیے یہ حدیث دیوبندی موقف پر دلیل نہیں بن سکتی، خصوصاً اس کی سند پر کلام بھی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی سینتیسویں مستدل حدیث بروایت عباد بن عبداللہ بن الزبیر:

فرقہ دیوبندیہ نے نمبر مذکور کے تحت لکھا:

" أخبرنا أبو عبدالله الحافظ عن أبي العباس محمد بن يعقوب عن محمد بن إسحاق عن الحسن بن الربيع عن حفص بن غياث عن محمد بن أبي يحيىٰ عن عباد بن الزبير أن رسول الله ﷺ كان إذا افتتح الصلوٰة رفع يديه في أوّل الصلوٰة ثم لم يرفعهما في شيئ حتى يفرغ۔" (الخلافيات للبيهقي كما في نصب الرايه:١/٤٠٤، و قال المحدث الكشميرى: فهو مرسل جيد، نيل الفرقدين،ص:١٤٣، و مرسل القرون الثلاثة مقبول عند الجمهور لا سيما إذا اعتضد)

''یعنی عباد بن عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے، تو ابتدائے نماز (تکبیر تحریمہ) میں رفع الیدین کرتے، پھر نماز سے فارغ ہونے سے پہلے کسی بھی موقع پر رفع الیدین نہ کرتے۔

اس جید السند مرسل روایت سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ حضرات تابعین کے یہاں بھی یہی عمل نبوی معلوم و معروف تھا کہ تحریمہ کے علاوہ کہیں رفع الیدین نہ کیا جائے ۔ جمہور علماء متقدمین کے یہاں مرسل روایت سے استدلال درست ہے، اگر مرسل کی تائید دوسری حدیث یا اقوال صحابہ سے ہو جائے تو مرسل کو ضعیف ماننے والوں کے نزدیک بھی وہ قابل استدلال ہو جاتی ہے، گزشتہ سطور میں ترک رفع سے متعلق جتنی روایات پیش کی گئی ہیں، وہ سب اس کی مؤید ہیں۔'' كما هو الظاهر۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۴۸، ۴۹)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ اور اس کے ائمہ معترف ہیں کہ ان کی یہ مستدل روایت ''مرسل'' ہے، البتہ اس مرسل کو یہ لوگ ''مرسل جید'' کہتے ہیں، لیکن یہ لوگ اسے ''مرسل جید'' قرار دینے میں جھوٹے ہیں اور یہ کہنے میں بھی دیوبندیہ جھوٹے ہیں کہ جمہور علماء متقدمین کے نزدیک مرسل روایت سے استدلال درست ہے، ہم نے اپنی کتاب ''اللمحات'' میں مفصل بحث پیش کی کہ مرسل روایت نہ علماء متقدمین کے یہاں حجت ہے نہ علماء متاخرین کے

یہاں، نیز یہ بات کہنے میں بھی دیوبندیہ جھوٹے ہیں کہ اگر مرسل کی تائید دوسری حدیث سے یا اقوال صحابہ سے ہو جائے، تو مرسل کو ضعیف ماننے والوں کے نزدیک بھی وہ قابل استدلال ہو جاتی ہے، کیونکہ جس مرسل روایت کو دیوبندیہ ''مرسل جید'' کہہ رہے ہیں وہ ''مرسل جید'' ہرگز نہیں بلکہ وہ بالاجماع ساقط الاعتبار ہے، اسکی سند میں حفص بن غیاث نامی راوی واقع ہے جس کی تعیین نہیں ہوسکی کہ وہ حفص بن غیاث نخعی ہے یا حفص شیخ یروی عن میمون بن مھران ہے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ حفص بن غیاث یروی عن میمون بن مھران ہے اور یہ مخص مجہول ہے جیسا کہ تقریب التھذیب و تھذیب التھذیب و عام کتب رجال میں تصریح ہے، یہ مجہول راوی امام حفص بن غیاث نخعی کا ہم عصر ہے جیسا کہ تمام کتب رجال میں صراحت ہے کہ اگر اسے حفص بن غیاث نخعی بھی فرض کرلیا جائے تو یہ اگرچہ کتب ستہ کے ثقہ راوی ہیں مگر انھیں امام احمد اور امام ابن سعد صاحب الطبقات نے کثیر التدلیس قرار دیا ہے، جیسا کہ تھذیب التھذیب، طبقات ابن سعد میں صراحت ہے اور یہ روایت حفص نے بطریق تدلیس ہی نقل کی ہے، لہٰذا یہ حدیث مدلس ہے اور مدلس حدیث بالاتفاق ساقط الاعتبار ہے، نیز ائمہ کرام نے تصریح کی ہے کہ قاضی ہونے کے بعد ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا اور ان میں تغیر یعنی حواس باختگی بھی آ گئی تھی، لہٰذا جب تک دیوبندیہ دلائل معتبرہ سے یہ نہیں ثابت کردیتا کہ حفص سے اسے نقل کرنے والے حسن بن ربیع نے حفص کے سیٔ الحفظ و تغیر کے پہلے روایت کیا تب تک یہ روایت دو علل قادحہ سے معلل ہے۔ ایک تدلیس حفص، دوسری سوء حفظ و تغیر۔ یہ اس صورت میں ہے کہ فرض کرلیا جائے کہ حفص موصوف حفص بن غیاث نخعی ہیں، ورنہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ حفص بن غیاث مجہول اس کے راوی ہیں، اور مجہول کا کذاب ہونا بھی مستبعد نہیں، لہٰذا یہ روایت مکذوبہ ہے، اور اس روایت کا انتساب عباد بن عبد اللہ بن زبیر کی طرف صحیح نہیں، بلکہ مکذوب ہے اور اس روایت میں حفص کا استاذ جسے ''شیخ الحدیث'' کہا گیا ہے، وہ محمد بن ابی یحیٰی ہیں، ان کی بھی تعیین نہیں ہوسکی اور اس نام کے دو رواۃ ملتے ہیں، ان میں سے ایک محمد بن فلیح المعروف بابن ابی یحیٰی ہیں، جو تقریب التھذیب کے طبقہ تاسعہ کے راوی ہیں، اس کا یہ مطلب ہوا کہ انھوں نے عباد بن عبد اللہ بن زبیر کا زمانہ نہیں پایا، یعنی اس کی سند منقطع ہے اور منقطع السند روایت جب کہ راوی و مروی عنہ میں زیادہ فاصلہ ہو، قطعاً ساقط الاعتبار ہے، کیونکہ اس کی سند سے دو تین رواۃ کے ساقط ہونے کا خدشہ ہے، لہٰذا ان بہت ساری علل قادحہ کے سبب یہ روایت قطعی طور پر مکذوب و ساقط الاعتبار ہے، اسے ''مرسل جید'' کہنا دیوبندیہ کے اکاذیب میں سے ہے اور یہ بات بھی دیوبندیہ کے اکاذیب پرست ہونے پر دال ہے، جب یہ روایت مکذوب محض ہے، تو فرقہ دیوبندیہ سچ سچ بتلائے بشرطیکہ وہ صدق مقالی کا روادار ہو کہ اس کی تائید کس دوسری حدیث یا اقوال صحابہ سے ہوتی ہے؟

ہم بیان کر آئے ہیں کہ کوئی بھی صحابی زیر بحث رفع الیدین کے خلاف نہیں، بلکہ تمام ہی صحابہ اس پر کاربند تھے، تو پھر دیوبندیہ کی مستدل اس مکذوبہ روایت کے موافق کسی بھی صحابی کا قول ہونا محال در محال ہے، نیز فرقہ دیوبندیہ

بتلائے کہ اپنا سارا زور صرف کر کے اس نے اپنے موقف کے موافق جو چھتیس احادیث اس مردود کتاب میں نقل کی ہیں، ان میں سے کون سی حدیث زیر بحث مسئلہ میں دیوبندیہ کی تائید کر رہی ہے؟ ہم نے تو اس کی ساری پیش کردہ مستدل روایات کا پوسٹ مارٹم کر کے دکھلا دیا کہ دیوبندیہ کے بزعم خویش پیش کردہ چھتیس روایات میں سے کوئی ایک بھی مزعومہ روایت دیوبندیہ کے موافق نہیں اور ان میں سے اکثر مجموعہ اکاذیب ہیں، تحریفات و تعامل صحابہ کے مخالف و معارض بھی، تمام صحابہ کے تعامل کے خلاف ہونا دیوبندیہ کی پیش کردہ روایت کے خالص کذب اور دروغ ہونے کی واضح دلیل ہے۔

آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

اپنے بہت سارے اکاذیب و مغالطات و تلبیسات و تحریفات کے بعد فرقہ دیوبندیہ مذکور بالا عنوان کے تحت بارہ آثار صحابہ بزعم خویش اپنے موقف پر بطور دلیل نقل کرتے ہوئے تقلیدی و اکاذیب پرستی و بدمستی و ہذیاں سرائی و لغوطرازی میں مبالغہ آرائی کرتے ہوئے اپنی ہرزہ سرائی جاری کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

اثر شیخین رضی اللہ عنہما

" أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا محمد بن صالح بن هانيء ثنا إبراهيم بن محمد بن مخلد الضرير ثنا إسحاق بن أبي اسرائيل ثنا محمد بن جابر عن حماد بن أبي سليمان عن إبراهيم عن علقمة عن ابن مسعود قال: صليت خلف النبي ﷺ و أبي بكر و عمر فلم يرفعوا أيديهم إلا عند افتتاح الصلوٰة"

(السنن الكبرى للبيهقي: ٢/٧٩، ٨٠، و قال الحافظ ابن الماردیني: اسناده جيد و رواه أيضاً الدارقطني و فيه قال إسحاق: و به نأخذ في الصلوٰة كلها)

"یعنی حضرت ابن مسعود نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ و امیر المومنین و ابوبکر و عمر فاروق کے پیچھے نماز پڑھی، وہ لوگ تحریمہ کے علاوہ کہیں رفع الیدین نہ کرتے تھے، اس کی سند کو ابن المارديني نے جید کہا اور اسے امام دارقطنی نے بھی روایت کیا۔" (اور اسی میں کہا گیا ہے کہ اسحاق نے کہا کہ ہم تمام نمازوں میں اسی پر عمل کرتے ہیں) (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:٥٠)

ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت فرقہ دیوبندیہ نے اپنے قائم کردہ عنوان "احادیث رسول ﷺ" کے تحت حدیث نمبر ١١ میں ذکر کی ہے، فرقہ دیوبندیہ کے لیے اس کا صرف اجمالی حوالہ دینا کافی تھا، ہم نے بھی وہاں اجمال سے کام لیتے ہوئے فرقہ دیوبندیہ کی نقل پر خاص بحث نہیں کی تھی، مگر اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اس پر سیر حاصل بحث کریں۔

اس حدیث کے راوی صحابی حضرت ابن مسعود اور تمام صحابہ کا ثقہ و عادل ہونا منصوص ہے، اسی طرح ابن مسعود

سے روایت کرنے والا علقمہ بھی ثقہ ہیں اور علقمہ سے اسے روایت کرنے والے ابراہیم نخعی ثقہ ہیں مگر مدلس ہیں جیسا کہ طبقات المدلسین میں ان کا ذکر ہے، اور انھوں نے یہاں تدلیس ہی کے ساتھ روایت کی ہے اس لیے علقمہ و ابراہیم کے درمیان تدلیس کے سبب کوئی راوی ساقط ہے اور ابراهیم و علقمه کے درمیان سند میں انقطاع ہے، دونوں کے درمیان والا راوی مجہول ہے اور مجہول کا بہت زیادہ ضعیف ہونا بھی مستبعد نہیں۔ بنابریں اسی ایک علت کے سبب سند ساقط الاعتبار ہے۔ دوسری بڑی علت قادحہ اسے ابراہیم سے نقل کرنے والے حماد بن ابی سلیمان ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے مشہور استاذ اعمش نے کہا:

" حدثنا حماد و ما كنا نصدقه"

''یعنی حماد نے ہم سے احادیث بیان کی، مگر ہم حماد کو صدوق راوی نہیں مانتے تھے۔'' بلکہ انھیں کذاب سمجھتے تھے۔(المعرفة والتاريخ للإمام الفسوي: ٧٩٢/٢)

"و ما كنا نصدقه" جمع کا صیغہ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حماد کو کذاب قرار دینے والے بہت سارے ائمہ کرام تھے۔

حبیب ابن ابی حبیب نے بھی حماد کو کذاب کہا ہے۔

(تهذيب التهذيب: ١٧/١، وميزان الاعتدال واللمحات: ٣٥٨/١)

حاصل یہ ہے کہ امام ابراہیم نخعی کی طرف دیوبندیہ کی متدل حدیث کو حماد نے منسوب کیا، جو کذاب ہیں۔ اور حماد سے دیوبندیہ کی متدل روایت محمد بن جابر یمامی نے نقل کی اور یمامی موصوف کی بابت امام ابن المبارک کا کہنا ہے کہ:

" إن أصحابي يلومونني في الرواية عن أبي حنيفة و ذاك إنه أخذ كتب محمد بن جابر اليمامي عن حماد بن أبي سليمان فروى عن حماد و لم يسمعه منه"

یعنی میرے اصحاب مجھے امام ابوحنیفہ سے روایت کرنے میں ملامت کرتے ہیں، کیونکہ امام ابوحنیفہ نے حماد سے یمامی کی نقل و روایت کردہ کتابوں کو یمامی سے کسی تدبیر کے ذریعہ حاصل کرلیں اور وہ حماد سے سنے بغیر ان کتابوں کو براہ راست حماد سے روایت کرنے لگے۔

(الجرح والتعديل: ٤٥٠/٤/١، واللمحات، طبع ثاني: ٤٤٩/١، ٤٥٠)

نیز انہی یمامی نے کہا:

" جاءني أبوحنيفة يسألني كتابا من كتب حماد فلم أعطه فدس إلى ابني فدفعت إليه كتبي فدفعها إلى أبيه فرواها أبوحنيفة من كتبي عن حماد"

''یعنی میرے پاس ابوحنیفہ حماد کی ایک کتاب مانگنے آئے، میں نے انھیں کتاب نہیں دی، تو انھوں نے

دسیسہ کاری کرکے میرے بیٹے سے میری کتابیں جو حماد سے سماع کردہ تھیں حاصل کرلیں اور انھیں وہ حماد سے روایت کرنے لگے، حالانکہ وہ یہ کتابیں حماد سے نہیں سنے ہوئے تھے۔" (تأنیب الخطیب بحواله للكوثري،ص:١١٥، والتنكيل:١/٤٣٣،بحواله عقيلي)

نیز یمامی ہی نے کہا:

" سرق أبوحنيفة كتب حماد مني"

"یعنی ابوحنیفہ نے میرے پاس حماد کی رکھی ہوئی کتابیں چوری کرلیں۔"

(الجرح والتعديل:٤/٤٥٠، و تأنيب الخطيب،ص:١١٥، والتنكيل:١/٤٣٢، واللمحات: ١/٤٥٢،٤٥٣)

امام ایوب سختیانی حماد کو متروک قرار دیتے اور جو شخص بھی حماد کی درسگاہ میں آتا جاتا تھا، اس سے ملاقات نہیں کرتے تھے۔(طبقات ابن سعد:٦/٣٣٣،واللمحات:١/٤٥٦)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حماد کی کتب فقہ وحدیث مجموعہ اکاذیب تھیں، جنھیں یمامی نے اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا اور وہ یمامی کے یہاں سے چوری ہوگئیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حماد بن ابی سلیمان کذاب و ساقط الاعتبار راوی ہیں اور جن کتابوں کے ذریعہ حماد درس دیتے تھے، وہ بھی مجموعہ اکاذیب ہیں، پھر زیر نظر روایت کو دیوبندیہ کا "جید الاسناد" کہنا کیونکر صحیح ہے؟

حماد سے یہ روایت انہی محمد بن جابر یمامی نے نقل کی، جن کا مذکورہ بالا بیان ہم نقل کر آئے ہیں، اگر یہ معتبر راوی ہیں، تو حماد سے ان کی روایت مذکورہ مجموعہ اکاذیب میں سے ہے۔ یہ سب دیوبندیہ کی مستدل روایت میں چار پانچ علل قادحہ ہوئیں، کیا ان علل قادحہ کے باوجود بھی اسے کوئی ذمہ دار صاحب علم "جید الاسناد" کہہ سکتا ہے، جب کہ یہ روایت سینکڑوں احادیث صحیحہ کے خلاف بھی ہے؟!

ہم اپنی کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" میں واضح کر چکے ہیں کہ وفات نبوی کے بعد خلیفہ ہونے والے حضرت ابوبکر صدیق حیات نبوی ہی میں حکم نبوی کے مطابق مسجد نبوی کے امام نامزد کیے گئے تھے اور وہ مسجد نبوی میں مذکورہ رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھتے پڑھاتے تھے، کسی بھی صحابی نے نماز صدیقی پر کوئی نکیر نہیں کی، بلفظ دیگر تمام صحابہ زیر بحث رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھنے پر متفق تھے۔ امامت صدیقی میں حضرت عمر فاروق و ابن مسعود و براء بن عازب وعثمان بن عفان امیر المومنین ثالث خلیفہ راشد بھی زیر بحث رفع الیدین والی نماز پڑھنے پر تمام صحابہ کے ساتھ متفق تھے، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی بھی صحابی بشمول عمر فاروق و ابن مسعود و براء بن عازب وعثمان غنی میں سے کوئی بھی شخص زیر بحث رفع الیدین والی نماز سے غیر متفق تھا؟ محض یہی بات فرقہ دیوبندیہ کے اکاذیب وتلبیسات ومغالطات کی توضیح کے لیے کافی ہے۔

۲۔ فرقہ دیوبندیہ کا مستدل دوسرا اثر صحابہ بروایت اسود بن یزید:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا يحيىٰ بن آدم عن حسن بن عياش عن عبد الملك بن أبجر عن الزبير بن عدي عن إبراهيم عن الأسود قال: صليت مع عمر فلم يرفع يديه في شيىء من صلاته إلا حين افتتح الصلوٰة قال عبد الملك: و رأيت الشعبي و إبراهيم وأبا إسحاق لا يرفعون أيديهم إلا حين يفتتحون الصلوٰة"

(مصنف ابن أبي شيبة:۱/۲۶۸، و شرح معاني الآثار و قال الطحاوي: و هو حديث صحيح:۱/۱۳۳، والحافظ ابن حجر في الدراية،ص:۸۵، و رجاله ثقات)

یعنی امام اسود بن یزید تابعی نے کہا کہ میں نے حضرت عمر فاروق کے ساتھ نماز پڑھی، انھوں نے تحریمہ کے علاوہ کہیں بھی رفع الیدین نہیں کیا، عبدالملک بن ابجر کہتے ہیں کہ میں نے امام شعبی و ابراہیم نخعی و ابواسحاق کو بھی اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۵۰،۵۱)

ہم کہتے ہیں کہ اس سند میں واقع ابراہیم نخعی کا مدلس ہونا ہم بیان کر آئے ہیں اور انھوں نے اسے تدلیس ہی کے ساتھ اسود سے روایت کیا ہے، دونوں کے درمیان سند منقطع ہے، یعنی کہ دونوں کے درمیان ایک یا ایک سے زیادہ رواۃ ساقط ہو گئے ہیں،ساقط ہونے والے ایک راوی یا ایک سے زیادہ رواۃ کا کذاب یا بہت زیادہ غیرمعتبر ہونا عین قرین قیاس ہے ،انھیں کذابین نے امام اسود بن یزید کی طرف یہ بات منسوب کردی ہے، ورنہ حضرت عمر فاروق کا معیت نبوی و معیت صدیقی میں زیر بحث رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھنا ثابت ہے اور خود موصوف حضرت عمر فاروق کا اپنے عہد خلافت میں زیرنظر رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھنا ثابت ہے، جیسا کہ ہماری کتاب" رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" میں مبسوط ہے ،جس رفع الیدین پر اجماع صحابہ ہو اور متواتر احادیث نبویہ ہوں، ان کے خلاف اگر بعض صغار یا کبار تابعین کوفہ کا عمل ہو، تو یہ بات اجماع صحابہ و نصوص متواترہ کے لیے کچھ بھی قادح نہیں۔ البتہ عبد الملک بن ابجر کے خلاف امام سفیان ثوری نے زبیر بن عدی سے صرف یہ بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے کہ "إن عمر كان يرفع يديه إلى المنكبين" یعنی حضرت عمر فاروق تمام مواضع رفع الیدین یعنی رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے اور قعدہ اولیٰ کے بعد اور کبھی کبھار سجدہ جاتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کندھوں تک کرتے تھے۔(سنن البيهقي:۲/۲۵، ومصنف عبد الرزاق :۱/۷۱، رقم الحديث:۲۵۳۲)

حضرت عمر فاروق والا یہ اثر نصوص متواترہ و اجماع صحابہ کے موافق ہے، اس لیے یہی قابل قبول ہے اور عبدالملک بن ابجر والی زیرنظر روایت مخالف نصوص اور معارض اثر عمر فاروق ہونے کے سبب مردود ہے، نیز عبد الملک

بن ابجر والی روایت میں ایک علت قادحہ یہ بھی ہے کہ ان سے یہ روایت حسن بن عیاش نے نقل کی ہے، جو ثقہ ہونے کے باوجود بقول عثمان بن ابی شیبہ "ليسا بذاك" تھے یعنی یہ اور ان کے بھائی ابوبکر بن عیاش ضعیف تھے۔(تہذیب التهذیب، ترجمه حسن بن عياش: ٢/ ٣٧١)

حضرت عمر فاروق و شعبی و ابراہیم و اسود سے یہ بات حسن بن عیاش ہی نے عبد الملک بن ابجر کے حوالہ سے منسوب کی ہے کہ یہ لوگ بھی مذکورہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے اور یہ معلوم ہو گیا کہ یہ روایت سفیان ثوری والی روایت کے خلاف ہے، اگر نصوص متواترہ و اجماع صحابہ کے خلاف مذکورہ غیر صحابہ نے زیر بحث رفع الیدین نہیں کیا، تو معلوم نہیں اس کا سبب کیا ہے؟ مگر یہ معلوم ہے کہ کوفہ سمیت پورے عراق میں خوارج و روافض وسبائی اور دوسرے کذاب لوگوں کے پھیلائے ہوئے فتنوں میں بہت سارے سادہ لوح غیر صحابی حضرات گرفتار ہو گئے تھے۔

۳۔ فرقہ دیوبندیہ کا تیسرا مستدل اثر صحابی حضرت علی مرتضیٰ:

یہ معلوم ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ بھی زیر بحث رفع الیدین والی نماز مسجد نبوی میں نبی ﷺ و خلیفہ راشد اوّل ابوبکر صدیق اور خلیفہ راشد ثانی عمر بن خطاب و خلیفہ راشد ثالث عثمان غنی کے پیچھے پڑھتے تھے اور ان حضرات کے بعد خود بھی رفع الیدین والی نماز مسجد نبوی میں نیز کوفہ جانے پر بھی پڑھتے رہے، اس کے باوجودہ فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا وكيع عن أبي بكر بن عبد الله بن قطاف النهشلي عن عاصم بن كليب عن أبيه أن علياً كان يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة ثم لا يعود"

(مصنف ابن أبي شيبة: ١/ ٢٦٧، و شرح معاني الآثار: ١/ ١٣٢، و قال الزيلعي: في نصب الراية: ١/ ٤٠٦: هو أثر صحيح و قال الحافظ ابن حجر: رجاله ثقات، الدراية: ٨٥، و قال العيني: في عمدة القاري: ٥/ ٢٧٤: هو صحيح على شرط مسلم)

یعنی حضرت علی مرتضیٰ تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرتے تھے، پر اسے دہراتے نہیں تھے۔"(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۵۱، ۵۲)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند اگرچہ غیر معتبر ہے اور اس روایت میں تحریف کر کے "ثم لا يعود" کا لفظ الحاق کر دیا گیا، مگر اس طرح کی روایات کا مطلب بتلا آئے ہیں کہ بوقت تحریمہ حضرت علی یا جن کی طرف بھی یہ بات منسوب ہے، صرف ایک بار رفع الیدین پر اکتفاء کرتے تھے، تحریمہ کے وقت ایک سے زیادہ مرتبہ بار بار رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

۴۔ فرقہ دیوبندیہ کا چوتھا مستدل اثر صحابی علی مرتضیٰ:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا محمد أخبرنا أبوبكر بن عبد الله النهشلي عن عاصم بن كليب الجرمي

عن أبيه و كان من أصحاب علي: أن علي بن أبي طالب كان يرفع يديه في التكبيرة الأولى التي يفتتح بها الصلوة ثم لا يرفعهما في شيء من الصلوة" (موطا محمد:۹۳)

"یعنی شاگرد علی مرتضیٰ کلیب جرمی نے کہا کہ حضرت علی مرتضیٰ بوقت تحریمہ رفع الیدین کرتے تھے، پھر نماز کے کسی حصہ میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۵۲)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کے امام محمد بن حسن شیبانی نے یہ روایت اسی سند سے نقل کی ہے کہ جس سے امام ابن ابی شیبہ وطحاوی و بیہقی نے نقل کی اور اسے فرقہ دیوبندیہ نے اس کے پہلے والی روایت کے تحت یعنی نمبر:۳ کے تحت بھی نقل کیا ہے، مگر اس کے الفاظ کچھ اور ہیں، جن کو دیوبندیہ کے امام محمد نے اپنے مذہب سے زیادہ موافق بنانے کی غرض سے بدل دیا اور ترمیم وتحریف کردی، کیونکہ دیوبندیہ کا یہ امام اسی مزاج کے موافق تھا کہ وہ حسب دل خواہ روایات اور ان کی اسانید میں اپنے مرجی، جہمی، معتزلی مذہب کی حمایت کی خاطر ردوبدل کرلیا کرتا تھا، اس لیے انھیں عام اہل علم و ائمہ کرام نے کذاب و وضاع بھی کہا ہے، جیسا کہ ہماری کتاب "اللمحات" میں مذکور ومبسوط ہے۔ اسے امام محمد نے بھی ابوبکر بن عبداللہ نهشلي سے ہی ذکر کیا ہے اور دیوبندیہ نے اپنے اس مستدل اثر پر اپنے امام محمد ہی کی طرح یہ حاشیہ آرائی کی کہ

اس اثر صحیح کو غیر معتبر ٹھہرایا، حالانکہ نهشلي صحیح مسلم کے رواۃ سے ہیں، ابن معین وعجلی نے ان کی توثیق کی۔ امام ذہبی انھیں "حسن الحدیث" و"صدوق" کہتے ہیں اور حافظ ابن حجر نے انھیں "صدوق رمي بالإرجاء" کہا۔ (دیکھیے: خلاصة للخزرجي و ميزان الاعتدال و تقريب)

ائمہ رجال کی اس واضح توثیق کے ہوتے ہوئے امام بیہقی کا انھیں " لا يحتج بروايته" کہنا بعید از انصاف و اپنے مذہب کی کھلی پاسداری ہے۔ اس طریق بیہقی پر امام ابن تیمیہ تعصب کا الزام لگاتے ہیں۔ (غنية الالمعي: ۲/ ۸) اور صاحب تحفة الاحوذي اپنی کتاب "تحقيق الكلام" (۲/۱۳۲) میں لکھتے ہیں کہ بیہقی کا کوئی قول بلا دلیل معتبر نہیں ہوسکتا اس لیے نهشلي کے متعلق امام بیہقی کے قول بے دلیل کا اعتبار نہیں ہوسکتا، لہٰذا یہ اثر بلا اعتبار صحیح ہے۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب مع الحواشی، ص:۵۲)

ہم کہتے ہیں کہ نهشلي پر تجریح کرنے میں امام بیہقی متفرد نہیں ہیں، امام بخاری جو امام بیہقی سے کئی صدی مقدم ہیں اپنی (تاریخ کبیر:۸/۴۲۵) میں لکھتے ہیں:

" قال ابن مهدي: ذكرت لسفيان عن أبي بكر عن عاصم بن كليب عن أبيه أن عليا كان يرفع يديه ثم لا يعود فأنكره"

یعنی عبدالرحمٰن بن مہدی مولود ۱۲۵ ہجری و متوفی ۱۹۸ ہجری نے امام سفیان بن عیینہ مولود ۱۰۷ ہجری و

متوفی ۱۹۸ ہجری سے زیر بحث حدیث کی بابت پوچھا تو انھوں نے اسے منکر قرار دیا۔

ظاہر ہے کہ امام سفیان بن عیینہ کی یہ تجریح قادح نھشلی اور استاذ نھشلی دونوں پر ہے، اس سے فرقہ دیوبندیہ کی تکذیب ہوتی ہے۔ امام ذہبی جن سے فرقہ دیوبندیہ نے نھشلی کی، توثیق نقل کی انھوں نے کہا کہ نھشلی کو حافظ ابن حبان جو بیہقی سے عمر و علم میں کہیں مقدم ہیں وغیرہ نے مجروح کہا، حافظ ابو حاتم رازی نے ایک روایت کو جس کی نقل میں نھشلی متفرد ہیں اور اس کی سند کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں، باطل قرار دیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ نھشلی کو امام ابوحاتم رازی نے بھی امام بخاری و عبدالرحمٰن بن مہدی و امام سفیان بن عیینہ کی طرح سخت مجروح قرار دیا، اور حافظ ابن حبان نے موافق ثقات اس کی روایت کو صرف قابل اعتبار یعنی بشرط متابع قرار دیا، ورنہ مطلقاً غیر معتبر کہا۔ (میزان الاعتدال: ٤/٤٩٦)

نہشلی پر اتنی ساری تجریحات نقل کرنے کے باوجود امام ذہبی کی طرف صرف اس کی دل پسند بات کا فرقہ دیوبندیہ کا ذکر کرنا اس کی تلبیسات و مغالطات پرستی کا ایک معمولی سا نمونہ ہے۔ حافظ ابن حبان نے نھشلی پر جو طویل کلام کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ نھشلی کثیر الوہم والخطاء والغلط ہونے کے باعث متروک ہیں ان کی صرف موافق ثقات روایت جو ثقات ہی سے مروی ہو، اسی کو وہ دوسروں کے لیے قابل اعتبار یعنی بشرط متابع مانتے ہیں، ورنہ انھیں وہ مطلقاً غیر معتبر مانتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: المجروحین لابن حبان، مطبوع: ١٤٠٢ھ: ٣/١٤٥، ١٤٦)

طبقات ابن سعد میں ہے:

"كان مرجيا و كان عابدا ناسكا و له أحاديث و منهم من يستضعفه" (تهذيب التهذيب: ١٢/٤٧)

"یعنی یہ فرقہ دیوبندیہ کی طرح مرجی المذہب اور عبادت گزار تھے، جیسا کہ بعض دیوبندیہ کی عادت ہے۔ انھیں ائمہ فن میں سے کئی لوگ ضعیف کہتے ہیں۔"

امام ابن سعد بھی علماء متقدمین میں سے ہیں، اتنے سارے تجریح کرنے والوں کے باوجود فرقہ دیوبندیہ اپنی تلبیسات پرستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نھشلی کو مطلقاً ثقہ و صحیح الحدیث کہتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ نھشلی کے زیر بحث روایت کے ناقل دیوبندیہ کے امام محمد کذاب ہیں، جنھوں نے اپنی تحریف بازی کے بہت گر دکھلائے ہیں، لہٰذا یہ روایت بایں الفاظ مکذوب ومحرف واختراع کردہ ہے۔ ہمارے خیال سے دیوبندیہ کی تکذیب کے لیے اتنی بات کافی ہے۔

۵۔ فرقہ دیوبندیہ کا متدل پانچواں اثر علی بن ابی طالب:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" قال محمد: أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عاصم بن كليب الجرمي عن أبيه قال: رأيت علي بن أبي طالب رفع يديه في التكبيرة الاولىٰ من الصلوة المكتوبة و ما يرفعهما فيما سوىٰ ذلك۔" (موطأ محمد،ص:۹۱، ۹۲)

"یعنی کلیب جرمی نے کہا کہ میں نے حضرت علی کو صرف فرض نمازوں میں تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرتے دیکھا، ان کے علاوہ کہیں بھی میں نے انھیں رفع الیدین کرتے نہیں دیکھا۔"

(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۵۳)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت میں تحریف کرنے والے امام دیوبندیہ محمد نے کمال کر دیا، یعنی کہ حضرت علی مرتضیٰ صرف فرض نمازوں میں تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرتے تھے، مطلب یہ کہ غیر فرض نمازوں میں مثلاً نماز وتر و تراویح وتہجد وسنن راتبہ ونماز اشراق واوّابین و چاشت وعیدین واستخارہ وحاجت و عام نوافل میں تحریمہ کے وقت بھی رفع الیدین سے چھٹی دلا دی دیوبندیہ کے امام موصوف نے ، لیکن حیرت ہے کہ دیوبندی اپنے امام کے ان اکاذیب پر بالکل عمل نہیں کرتے ، بلکہ غیر فرض نمازوں میں بوقت تحریمہ رفع الیدین کرتے ہیں، یعنی کہ دیوبندیہ نے خود بھی اپنے امام موصوف کی تکذیب کر ڈالی۔ فرقہ دیوبندیہ پر لازم تھا کہ پہلے اپنے کذاب امام موصوف کی توثیق پر بحث پیش کرتا، پھر کچھ اور کرتا، مگر اس نے اپنے اس کذاب امام کے بجائے ان کے شیخ محمد بن ابان بن صالح کی توثیق ثابت کرنے کے لیے طویل حاشیہ آرائی کی اور بطور فیصلہ کہا کہ

" محمد بن ابان کم از کم لائق متابع ہیں، لہٰذا اس معتبر متابع سے ابوبکر نہشلی کا تفرد ختم ہو جاتا ہے۔"

حالانکہ دیوبندیہ کے امام محمد کا محمد بن ابان کی طرف اس روایت کا انتساب ہی مر کر بار بار جنم لیں، تو بھی صحیح نہیں ثابت کر سکتے، کہیں اکاذیب سے بھی کوئی بات ثابت ہو سکتی ہے؟ محمد بن ابان کی بابت امام احمد سے پوچھا گیا کہ کیا یہ حضرت "رجل صالح" ہیں؟ امام احمد نے فرمایا: یہ شخص صالح کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ مبلغین مرجیہ میں سے تھا؟ یہ بات بھی تعجيل المنفعة (ص:۳۵۷) میں لکھی ہے، جس سے بزعم خویش دیوبندیہ نے اس شخص کو قابل متابعت قرار دیا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ داعی قسم کا بدعت پرست تمام ائمہ اہل سنت کے یہاں ساقط الاعتبار ہوتا ہے۔ اسے کئی ائمہ نے داعی مرجیہ کہا ہے، کسی بھی امام فن نے اس کی کسی طرح کی توثیق نہیں کی، بلکہ امام نسائی نے اسے "ليس بثقة" کہا، نیز انھیں امام نسائی اور امام بخاری نے کتاب "الضعفاء والمتروكين" میں ذکر کیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں اماموں نے اسے ضعیف و متروک کہا۔ (تعجيل المنفعة ،ص:۳۵۷، وميزان الاعتدال ولسان الميزان:۵/۳۱)

حافظ ابن حبان نے کہا:

" کان ممن یقلب الأخبار و له وهم کثیر فی الآثار"
یعنی یہ شخص محمد بن ابان احادیث میں رڈو بدل اور قلب و الٹ پلٹ کر دیتا تھا، یہ روایت احادیث میں بہت زیادہ وہم کا شکار ہے۔" (المجروحین لابن حبان:۳/۲۶۰)

ابن حبان نے اس کی نقل کردہ حدیث کو باطل کہا ہے۔(المجروحین:۳/۲۶۱) پھر یہ راوی متابع کیسے بن سکتا ہے، جس سے زیر بحث روایت کو محمد جیسے امام دیوبندیہ نے نقل کیا ہو؟

۶۔فرقہ دیوبندیہ کا چھٹا مستدل اثر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنا مستدل چھٹا اثر صحابی حضرت ابن مسعود سے اس طرح نقل کیا:

" حدثنا وکیع عن مسعر عن أبي معشر عن إبراهیم عن عبد اللّٰه (ابن مسعود) أنه کان یرفع یدیه في أوّل ما یستفتح ثم لا یرفعهما" (مصنف ابن أبي شیبة:۱/۲۶۷، وقال الحافظ ابن الترکماني: "هذا سند صحیح" الجوهر النقی مع السنن للبیهقي:۲/۷۹، و إبراهیم لم یسمع من ابن مسعود لکن مرسله عن ابن مسعود في حکم الموصول کما هو مقرر عند المحدثین)

"یعنی ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ابن مسعود تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرتے تھے، پھر نہیں کرتے تھے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۵۳،۵۴)

ہم کہتے ہیں کہ ابن مسعود زیر بحث رفع الیدین کے ساتھ معیت نبوی وصدیقی و فاروقی وعثانی میں نماز پڑھتے رہے، اس لیے یہ بات کبھی بھی صحیح نہیں ہوسکتی کہ زیر بحث رفع الیدین نہیں کرتے تھے، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ابن مسعود تحریمہ کے وقت صرف ایک بار رفع الیدین کرتے تھے، بار بار بوقت تحریمہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

۷۔فرقہ دیوبندیہ کا مستدل ساتواں اثر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"حدثنا ابن أبي داود حدثنا أحمد بن یونس قال: ثنا أبو الأحوص عن حصین عن إبراهیم قال: کان عبد اللّٰه لا یرفع یدیه في شیئ من الصلوٰة إلا فی الافتتاح"
(شرح معاني الآثار:۱/۱۳۳، و قال المحدث النیموی: وإسناده مرسل جید، آثار السنن:۱۰۹)

"یعنی ابراہیم نخعی نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود تحریمہ کے علاوہ نماز میں کسی جگہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۵۴)

ہم کہتے ہیں کہ روایت مذکورہ کے راوی ابن ابی داود پر بڑا کلام ہے، حتی کہ بعض نے انھیں کذاب کہا اور امام الدیوبندیہ کوثری نے بھی انھیں کذاب و ساقط الاعتبار کہا۔(تأنیب الخطیب،ص:۶۸) مگر موصوف ابن ابی داود بڑی

حد تک قابل قبول ہیں (التنکیل: ۱/۲۹۷ تا ۳۰۵) کئی روایات میں ان سے غلطی صادر ہوئی(لسان المیزان: ۳/۲۹۳ تا ۲۹۷) غلطی والی احادیث میں سے دیوبندیہ کی یہ مستدل روایت بھی ایک ہے، لیکن دیوبندیہ کو اپنے امام کی تقلید میں اس روایت سمیت ان کی سبھی روایات کو مکذوبہ کہنا چاہیے۔

اس سند کے ایک راوی حصین بن عبد الرحمن السلمی ابو الهذیل الکوفی آخری عمر میں سیٔ الحفظ ومختلط ہو گئے تھے۔(تهذیب التهذیب،ترجمہ حصین) اس لیے ان سے اختلاف وتغیر کے پہلے سماع کرنے والوں کی روایت ہی معتبر ہے ورنہ نہیں، اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان سے ابوالاحوص نے قبل اختلاط سنا یا بعد اختلاط۔
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی کی طرف سے اس روایت کا انتساب قطعی طور پر غلط ہے، اس لیے اس سے استدلال دیوبندیہ مطلقاً باطل ہے۔

۸۔فرقہ دیوبندیہ کا آٹھواں مستدل اثر ابی ہریرہ:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" أخبرنا مالك أخبرني نعيم المجمر و أبو جعفر القاری ان أباهريرة كان يصلی بهم فيكبر كلما خفض و رفع و كان يرفع يديه حين يكبر و يفتتح الصلوٰة"(موطا محمد،ص:۹۰، و كتاب الحجة:۱/۹۵، وسنده صحيح)

"یعنی کہ حضرت ابوہریرہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تو ہر جھکنے اور اٹھنے کے موقع پر تکبیر کہتے اور جب تکبیر کہتے اور تحریمہ کرتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۵۴)

دیوبندیہ کی یہ مستدل حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہنے کے ساتھ رفع الیدین کرتے، نیز تحریمہ کے وقت بھی رفع الیدین کرتے تھے، اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ فرقہ دیوبندیہ کے امام اپنی حمایت میں جو روایت نقل کرتے ہیں، وہ ان کے بالکلیہ خلاف ہوتی ہے۔

جہاں اس روایت کے صحیح الاسناد ہونے کا معاملہ ہے، وہ یہ ہے کہ امام مالک سے اسے دیوبندیہ کے امام محمد نے نقل کیا ہے، جو کذاب ہیں اور یہ روایت موطا امام مالک میں ہے بھی نہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام مالک پر بطور افتراء محمد نے حسب عادت یہ روایت چسپاں کر دی ہے۔

۹۔فرقہ دیوبندیہ کا مستدل نواں اثر صحابی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا أبوبكر بن عياش عن حصين عن مجاهد قال: ما رأيت ابن عمر يرفع يديه إلا في أوّل ما يفتتح۔"(مصنف ابن أبي شيبة:۱/۲۶۸، ورجال سنده رجال البخاري)

یعنی مجاہد نے کہا کہ میں نے ابن عمر کو تحریمہ کے علاوہ کہیں بھی رفع الیدین کرتے نہیں دیکھا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس سند میں واقع حصین بن عبدالرحمٰن السلمی کا اثر نمبر: ۷ میں آخر عمر میں مختلط و متغیر ہونا بیان کیا جا چکا ہے اور ان سے روایت کرنے والے ابوبکر بن عیاش کو متعدد اہل علم نے سيء الحفظ و كثير الخطأ والغلط کہا ہے اور مضطرب الحدیث بھی بتلایا ہے، امام محمد بن عبداللہ نمیر نے انھیں مطلقاً ضعیف کہا، اسی طرح عثمان بن ابی شیبہ نے بھی، نیز انھیں امام یحییٰ قطان و ابن المدینی بھی ضعیف کہتے تھے۔(تهذيب التهذيب ترجمه أبوبكر بن عياش)

حاصل یہ ہے کہ باعتبار سند یہ روایت ساقط الاعتبار ہے۔دیوبندیہ مرجیہ نے کہا: ”رجال إسناده رجال البخاري“ یعنی اس روایت کی سند کے رواۃ صحیح بخاری کے رواۃ ہیں، حالانکہ یہ تلبیسات و مغالطات دیوبندیہ سے ہے، مقدمه فتح الباري میں ہے کہ صحیح بخاری میں ان کی چند روایات بطور متابع ہیں، مقدمه فتح الباري میں بھی ان پر بہت ساری تجریحات منقول ہیں۔(مقدمه فتح الباري،ص:٤٥٥)

۱۰۔فرقہ دیوبندیہ کا مستدل دسواں اثر ابن عمر رضی اللہ عنہما

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

”حدثنا ابن أبي داود قال: حدثنا أحمد بن يونس قال: ثنا أبوبكر بن عياش عن حصين عن مجاهد: قال: صليت خلف ابن عمر فلم يكن يرفع يديه إلا في التكبيرة الاولىٰ من الصلوٰة“(شرح معاني الآثار:١/١٣٣، وقال العيني: في عمدة القارى(٥/٢٧٣) إسناده صحيح)

یعنی مجاہد نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی وہ تحریمہ کے علاوہ کہیں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۵۵)

ہم کہتے ہیں کہ عینی بھی دیوبندیہ کی طرح تقلید پرست مرجيء المذهب تھے، وہ بھی اپنے تقلیدی و مرجی مذہب کی حمایت کا طریقہ فرقہ دیوبندیہ کو سکھلا گئے ہیں، ورنہ ہم ابن ابی داود کا حال اثر نمبر ۷ میں بیان کر آئے ہیں، اور ابوبکر بن عیاش کا حال دیوبندیہ کے اثر نمبر ۹ میں بیان کر آئے ہیں، اسی طرح حصین بن عبدالرحمٰن کا حال دیوبندیہ کے اثر نمبر ۷ میں بیان کیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ روایت زیر بحث قطعی طور پر ساقط ہے اور عینی و دیوبندیہ کا دعویٰ جھوٹا ہے، یہ اس لیے بھی کہ احادیث متواترہ کے خلاف ہے، ابن عمر سے متواتر زیر بحث رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔

۱۱۔فرقہ دیوبندیہ کا گیارہواں مستدل اثر ابن عمر:

” قال محمد: أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عبد العزيز بن حكيم قال: رأيت ابن عمر يرفع يديه حذاء أذنيه في أوّل تكبيرة افتتاح الصلوٰة و لم يرفعهما فيما سوىٰ

ذلك" (موطا محمد، ص: ۹۳، ۹۴، و فيه محمد بن ابان و هو صالح للمتابعة)
یعنی عبدالعزیز بن حکیم نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر کو نماز پڑھتے دیکھا کہ وہ تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرتے تھے، اس کے علاوہ کہیں بھی رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۵۵، ۵۶)

ہم کہتے ہیں کہ اس کے راوی امام الدیوبندیہ محمد بن حسن کا کذاب ہونا معلوم ہے اور محمد بن ابان بن صالح کا حال دیوبندیہ کے پیش کردہ اثر نمبر ۵ میں بیان ہوا کہ اس شخص کی متابعت بھی ناقابل قبول ہے اور اسے محمد بن ابان نے عبدالعزیز بن حکیم سے روایت کیا، جسے امام عقیلی نے ضعفاء میں شمار کیا اور ابوحاتم رازی نے "لیس بالقوی" اور امام جریر نے "متروک" کہا، بعض نے توثیق بھی کی۔ (لسان المیزان: ٤/ ٢٩) یعنی کہ دیوبندیہ کی یہ مستدل روایت بھی مکذوب ہے۔

۱۲۔ فرقہ دیوبندیہ کا بارہواں مستدل اثر ابن عباس:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا

" حدثنا ابن فضيل عن عطاء عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال: لا ترفع الأيدي إلا في سبع مواطن إذا قام إلى الصلوٰة، وإذا رأى البيت وعلى الصفا والمروة وفي عرفات و في جمع و عند الجمار۔"(مصنف ابن أبي شيبة: ١/ ٢٦٨)
یعنی حضرت ابن عباس نے کہا کہ رفع الیدین صرف سات مقامات پر کیے جائیں، تحریمہ نماز، بیت اللہ کے مشاہدہ، صفا و مروہ، عرفات و مزدلفہ، و رمی الجمار کے وقت۔

ہم کہتے ہیں کہ اس معنی کی ہی ایک روایتِ مرفوعہ ابن عباس سے منقول ہماری اسی کتاب میں گزر چکی ہے، جس کی سند ساقط الاعتبار ہے، اور اس موقوف اثر کی سند کا بھی یہی حال ہے، نیز یہ روایت مردودہ تعامل دیوبندیہ کے خلاف ہے، دیوبندیہ روزانہ کی وتر میں رفع الیدین کرتے ہیں اور قنوت نازلہ میں بھی، اور عیدین کی نماز کی تکبیرات زوائد میں بھی، اور امام ابوحنیفہ نماز جنازہ کی چاروں تکبیروں کے وقت بھی رفع الیدین کرتے تھے، اور بھی دیگر مقامات پر نص متواتر سے زیر بحث رفع الیدین ثابت ہے، لہٰذا دیوبندیہ کی مستدل یہ روایت اسی کے لیے وبال جان ہے۔

ایضاح:

ہم بیان کر آئے ہیں کہ دو صحابہ اور تین کبار تابعین نے کسی بھی صحابی کو مستثنیٰ کیے بغیر صراحت کی ہے کہ سارے صحابہ اتباع نصوص نبویہ میں زیر بحث رفع الیدین کرتے تھے، اس کے باوجود اکاذیب و تلبیسات پرست دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب کے مذکورہ مباحث تلبیس و مغالطات کے بعد کہا کہ:

''خلفائے راشدین (حضرت عثمان غنی سے اس مسئلہ میں نفیاً و اثباتاً کچھ نہیں منقول ہے) حضرت ابن مسعود، ابوہریرہ، ابن عمر، ابن عباس کے یہ آثار پیش نظر ہوں وفات نبوی کے بعد آنحضرات کا مذکورہ رفع الیدین نہ کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ رفع الیدین مذکور نہ سنت نبوی ہے نہ مستحب ہے، حضرت امام ابن عبدالبر و ابوداود کے بیان سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۵۷، ۵۸)

ہم کہتے ہیں کہ ہماری اس مختصر کتاب سے دیوبندیہ کی تلبیسات و مغالطات و افتراءات کا پردہ چاک ہو چکا ہے اور ظاہر ہو چکا ہے کہ تمام صحابہ مذکورہ رفع الیدین کرتے تھے، ان صحابہ میں حضرت عثمان خلیفہ راشد ثالث بھی شامل ہیں، آخر وہ حیات نبوی میں آپ کے پیچھے رفع الیدین مذکور والی نماز پڑھتے تھے۔ وفات نبوی کے بعد حیات صدیقی و فاروقی میں بھی ایسا ہی کرتے تھے، پھر جب خود خلیفہ راشد کے منصب پر فائز ہوئے، تو تفصیل مذکور کے بعد ایسا ہی کرتے تھے، اگر انھوں نے مذکورہ رفع الیدین ترک کیا ہوتا تو صحابہ کرام خصوصاً مدنی صحابہ اس کے خلاف ضرور آواز بلند کرتے، خاص طور پر ان کے خلاف بغاوت و شورش کرنے والے کوفی، عراقی، بابلی اور سبائی فتنے کے شکار ضرور ان کے خلاف ان کے اس عمل کو دلیل و حجت بناتے، تمام ہی موافقین و مخالفین میں سے کسی کا اس معاملہ میں ہنگامہ نہ کرنا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عثمان غنی بھی زیر بحث رفع الیدین کرتے تھے۔ دیوبندیہ اکاذیب پرست کا حضرت عثمان غنی کی بابت یہ جھوٹا دعویٰ کرنا کہ ان سے نفی و اثبات کی کوئی بات مروی نہیں دیوبندیہ کی فطرت ہے۔

اقوال تابعین و تبع تابعین:

اپنی اس شہ سرخی کے تحت دیوبندیہ نے یہ ذیلی عنوان قائم کیا'' تلامذہ حضرت علی مرتضی و تلامذہ ابن مسعود رفع الیدین نہیں کرتے تھے،'' پھر کہا:

۱۔ ''حدثنا وكيع و أبو اسامة عن شعبة عن أبي إسحاق قال: كان أصحاب عبد الله (ابن مسعود) و أصحاب علي لا يرفعون أيديهم إلا في افتتاح الصلوة قال: وكيع ثم لا يعودون'' (مصنف ابن أبي شيبة: ۱/ ۲۶۷، و سنده صحيح على شرط الشيخين)

یعنی ابو اسحاق سبیعی نے کہا: تلامذہ ابن مسعود و علی مرتضی تحریمہ کے وقت رفع الیدین ایک بار کرتے تھے، پھر اسے یعنی رفع الیدین تحریمہ کو بار بار نہیں دہراتے تھے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۵۹، ۶۰)

فرقہ دیوبندیہ کی اس طرح والی روایات کا مطلب ہم بتلا چکے ہیں کہ تحریمہ کے وقت ہمارے نبی کریم ﷺ اور جملہ صحابہ اور ان کے طریق پر چلنے والے تابعین صرف ایک مرتبہ رفع الیدین پر اکتفا کرتے تھے، بار بار وحشت زدہ گھوڑوں کی مضطرب و متحرک دموں کی طرح رفع الیدین نہیں کرتے تھے اور یہ ممکن بھی نہیں کہ ان دونوں جلیل القدر صحابہ کے زیر بحث طریق رفع الیدین والی نماز کے خلاف ان کے سارے تلامذہ زیر بحث طریق رفع الیدین والی نماز

چھوڑ کر دیوبندیہ کی ایجاد کردہ نماز پڑھتے۔

۲۔ امام اسود بن یزید و امام علقمہ بن قیس رفع یدین نہیں کرتے تھے:

اپنی مذکورہ بالا ذیلی سرخی کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا وكيع عن شريك عن جابر عن الأسود وعلقمة انهما كانا يرفعان أيديهما إذا افتتحا ثم لا يعودوا" (مصنف ابن أبي شيبة: ١/٢٦٨)

یعنی امام اسود و علقمہ تکبیر تحریمہ کے وقت صرف ایک بار رفع الیدین کرتے تھے تحریمہ کے وقت بار بار بدکے ہوئے گھوڑوں کی متحرک و مضطرب دموں کی طرح رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

دیوبندیہ کی پیش کردہ اس روایت کا مطلب بھی دیوبندیہ کے علی الرغم صرف وہی ہے، جسے ہم نے ترجمہ میں اور اس کے پہلے والی روایت کے سلسلے میں ظاہر کیا ہے، اسود و علقمہ بھی اصحاب ابن مسعود ہی میں سے تھے۔

دیوبندیہ نے اس روایت پر صحت وضعف کا کوئی حکم نہیں لگایا، اس کی سند میں جابر جعفی ہیں، جن کی زیر تربیت رہ کر امام ابوحنیفہ جہمی، مرجی، معتزلی مذہب میں داخل ہوئے تھے، جابر کا کذاب و افتراء پرداز ہونا متحقق ہے، اسی کذاب کے فراہم کردہ مواد سے فرقہ دیوبندیہ کی تولید وتخلیق ہوئی ہے، امام ابوحنیفہ نے بذات خود بھی جہمی امام جہم بن صفوان کی بیوی ولونڈی سے تربیت پائی تھی، ابوحنیفہ اپنی مربیہ کی اونٹنی کی لگام پکڑ کر فخر سے ساربان کا کام کرتے تھے، اس کی تفصیل ہماری کتاب " اللمحات" میں ہے۔

۳۔ امام عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا عمل:

اپنی اس ذیلی سرخی کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا معاوية بن هشيم عن سفيان بن مسلم الجهني قال: كان ابن أبي ليلىٰ يرفع يديه أوّل شي إذا كبر۔" (مصنف ابن أبي شيبة: ١/٢٦٨)

یعنی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ صرف پہلی تکبیر (تحریمہ) کے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ٦٠)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت کے معتبر و غیر معتبر ہونے کا دیوبندیہ نے کوئی حکم نہیں لگایا۔ ہمارے خیال سے **معاویہ بن ھشیم** میں **ھشیم ھشام** کی تصحیف ہے اور **معاویہ بن ھشیم** نامی کسی بھی راوی کا کتب رجال میں پتہ نہیں ملتا۔ دیوبندیہ میں دم نہیں کہ **معاویہ بن ھشیم** کا ترجمہ پیش کر کے ان کا معتبر یا غیر معتبر ہونا واضح کر سکے۔ ہم اس کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔

معاویہ بن ہشام القصار الازدی ابو الحسن الکوفی اس روایت کو سفیان ثوری سے نقل کرتے ہیں اور اس سند

میں سفیان و مسلم کے درمیان بھی تصحیف ہوئی ہے۔ دراصل سفیان کے بعد لفظ "عن" ہے، جو تصحیف کے سبب "ابن" ہو گیا ہے۔ معاویہ بن ہشام قصار کو امام احمد بن حنبل نے " کثیر الخطا" ابن معین نے "لیس بذاك" ابن حبان نے "ربما یخطئ" عثمان بن ابی شیبہ نے "لیس بحجة" ساجی نے "یھم" کہا۔ ذہبی نے ان کے بعض اوہام کا ذکر کیا، ان کے صدوق ہونے میں کلام ہے اور کسی کسی نے انھیں ثقہ بمعنی صدوق کہا، ورنہ یہ کثیر الغلط و الوھم ہونے کے سبب ایسے راوی قرار پاتے ہیں، جن کی روایت اگر موافق ثقات ہو تو حجت ہے، ورنہ غیر معتبر ہے۔ (تھذیب التھذیب: ۱۰/۱۹۶، ۱۹۷، میزان الاعتدال) انھوں نے یہ روایت سفیان ثوری سے نقل کی جو ثقہ ہیں، مگر مدلس ہیں اور ثقہ مدلس کی تدلیس والی روایت ساقط الاعتبار ہوتی ہے، اور ثوری نے اسے مسلم بن سلام نہدی، ابو فروہ الاصغر الکوفی المعروف بالجھنی سے روایت کی جو ثقہ ہیں، اس کا حاصل یہ ہوا کہ دیوبندیہ کی یہ متدل روایت ساقط الاعتبار ہے۔ مسلم جہنی نے اسے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ انصاری سے نقل کیا، جو اوسط درجہ کے تابعی ہیں اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جیسے تابعی سے مستبعد ہے کہ وہ زیر بحث جس رفع الیدین پر اجماع صحابہ ہو اور وہ نصوص متواترہ سے بھی ثابت ہو اس پر عمل نہ کریں۔

۴۔ فرقہ دیوبندیہ کا متدل اثر تابعی قیس بن ابی حازم:

فرقہ دیوبندیہ نے چوتھے نمبر پر کہا:

" حدثنا یحیی بن سعید عن إسماعیل قال: کان قیس یرفع یدیه أوّل ما یدخل في الصلوة ثم لا یرفعھما" (مصنف ابن أبي شیبة: ۱/۲۶۷)

یعنی قیس بن ابی حازم نماز میں داخل ہونے کے وقت رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۶۰)

ہم کہتے ہیں کہ اس سند میں واقع اسماعیل بن ابی خالد کو طبقات المدلسین میں مدلس کہا گیا ہے اور مدلس کی بغیر تصریح تحدیث و سماع روایت ساقط الاعتبار ہوتی ہے، خصوصاً بلا تصریح سماع و تحدیث مدلس راوی نے " قال" کہا ہو، وہ قبیح ترین قسم کی تدلیس ہے اور قیس بن ابی حازم جیسے تابعی سے مستبعد ہے کہ وہ اجماع صحابہ و نصوص متواترہ کے خلاف عمل کریں۔

۵۔ فرقہ دیوبندیہ کا متدل اثر تابعی ابراہیم نخعی و خیثمہ بن عبدالرحمٰن:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے نمبر ۵ کے تحت کہا:

حدثنا أبوبکر عن الحجاج عن طلحة عن خیثمة و إبراھیم قال: کان لا یرفعان أیدیھما إلا في بدء الصلوٰة " (مصنف ابن أبي شیبة: ۱/۲۶۷)

یعنی طلحہ بن مصرف نے کہا کہ خیثمہ و ابراهیم نخعی صرف تحریمہ کے وقت ایک بار رفع یدین کرتے تھے۔" (زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۶۰)

ہم کہتے ہیں کہ اس کی سند میں ابوبکر بن عیاش واقع ہیں، جن کی بابت تجریحی کلمات گزر چکے ہیں کہ موصوف کی جو روایت موافق ثقات ہو وہ حجت ہے، لیکن اس کی یہ روایت مخالف ثقات ومخالفت نصوص ومخالف اجماع صحابہ ہے، اس لیے ساقط الاعتبار ہے، بایں ہمہ انھوں نے یہ روایت حجاج بن ارطاۃ سے نقل کی، جو مشہور مدلس اور مجروح ہیں اور انھوں نے یہ روایت بطور تدلیس ہی نقل کی ہے، اس لیے بھی یہ روایت ساقط الاعتبار ہے اور یہ بات مستبعد بھی ہے کہ خیثمہ بن عبدالرحمن جیسے تابعی اجماع صحابہ ونصوص متواترہ کے خلاف عمل پیرا ہوں۔

ابراہیم نخعی صرف باعتبار دیدار تابعی ہیں، ورنہ درحقیقت وہ تبع تابعی ہیں، وہ بہت زیادہ متبع سنت اور فرق باطلہ کے مخالف تھے، خصوصاً مرجیہ، جہمیہ، معتزلہ کے اور زیر بحث رفع الیدین ان فرق ضالہ نے خاص طور پر ترک کیا، اس لیے بہت مستبعد ہے کہ وہ تارک رفع یدین مذکور ہوں، البتہ مرجیہ نے خاص طور پر انھیں اپنے مذہب کا مورث کہا ہے، مگر "اللمحات" میں ہم نے سیر حاصل بحث کی ہے کہ مرجیہ خصوصاً حماد بن ابی سلیمان اور ان کے شاگرد خاص امام ابوحنیفہ وغیرہ نے اس سنت کے ترک کے لیے ابراہیم نخعی پر بڑا زور صرف کیا، لیکن چونکہ مرجیہ ضالہ عام طور پر پروپیگنڈہ کرتے اور کراتے ہیں، اس لیے امام ابراہیم نخعی کی طرف بہت ساری اسانید کے ذریعہ ترک رفع الیدین کو منسوب کر دیا ہے، ان اسانید پر دقت نظر کے ساتھ غور کرنے پر ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیم نخعی کی طرف ترک رفع یدین کا انتساب غیر صحیح ہے۔

۶۔ فرقہ دیوبندیہ کا چھٹا مستدل اثر تابعی ابراہیم نخعی:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا أبوبكر بن عياش عن حصين وغيره عن إبراهيم قال: لا ترفع يديك في شي من الصلوة إلا في افتتاحه"(مصنف ابن أبي شيبة:۱/۲۶۷)

یعنی حصین ومغیرہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی نے اپنے مخاطب کو حکم دیا کہ تم نماز میں سوائے تکبیر تحریمہ کے کہیں رفع الیدین مت کرو۔" (زیرنظر دیوبندی کتاب:۶۱)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت کے بنیادی راوی ابوبکر بن عیاش نصوص و اجماع صحابہ کے خلاف کوئی روایت کریں، تو وہ ساقط الاعتبار ہے اور اس روایت کا بھی یہی حال ہے۔ ابوبکر بن عیاش نے یہ حدیث حصین بن عبدالرحمٰن سلمی و مغیرہ سے نقل کی اور حصین بن عبدالرحمٰن سلمی آخر عمر میں سیئ الحفظ ہو گئے تھے اور نسیان کے شکار بھی۔ امام نسائی ویزید بن ہارون نے انھیں مختلط و متغیر کہا جب ان سے خود ابوبکر بن عیاش جیسے غیر معتبر راوی نے نقل کیا اور

حصین بن عبدالرحمٰن آخری عمر میں سیئ الحفظ و نسی (بہت زیادہ نسیان) کے شکار و مختلط و متغیر ہو گئے تھے، جیسا کہ ان کے ترجمہ میں تمام کتب تراجم میں صراحت ہے اور ان کی متابعت کرنے والے مغیرہ بن زیاد منکر الحدیث، لیس بحجة و لیس بالقوي عندھم و بقول حاکم متفقہ طور پر متروک ہیں۔ نیز اس کو ابن حبان و حافظ ابن عبدالبر وغیرہ نے مجروح کہا ہے۔(تهذيب التهذيب : ۱/ ۲۳۱، ۲۳۲)

یعنی کہ ان دونوں کی ایک دوسرے کی متابعت بھی بے معنی ہے، مزید برآں یہ کہ ان دونوں سے یہ روایت ابوبکر بن عیاش نے نقل کی ہے۔

۷۔ فرقہ دیوبندیہ کا ساتواں مستدل قول تابعی شعبی:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا ابن المبارك عن أشعث عن الشعبي أنه كان يرفع يديه في أوّل التكبير ثم لا يرفعهما"

یعنی امام شعبی بوقت تحریمہ رفع الیدین کرتے تھے پھر تحریمہ کے وقت موصوف دوبارہ یا سہ بارہ رفع الیدین نہیں دہراتے تھے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۶۱، بحواله ابن أبي شيبة: ۱/ ۲٦)

ہم کہتے ہیں کہ شعبی سے مروی اس روایت کا معنی ہمارے ترجمہ سے ظاہر ہے اور زیر بحث رفع الیدین کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور یہ مستبعد ہے کہ امام شعبی اجماع صحابہ و نصوص متواترہ کے خلاف نماز میں کوئی اقدام کریں۔

اس کی سند میں اشعث بن سوار کندی واقع ہے، جسے امام عبدالرحمٰن بن مہدی و یحیٰی قطان نے متروک قرار دیا، ابن معین و احمد بن حنبل و نسائی و دارقطنی و ابن عدی نے اسے ضعیف کہا، حافظ ابن حبان نے اسے فاحش الخطأ كثير الوهم کہا، امام ابن سعد و عجلی نے بھی ضعیف کہا، امام بندار نے اسے "ليس بثقة" کہا۔(تهذيب التهذيب: ۱/ ۳۰۸، ۳۰۹) دریں صورت اس کی روایت غیر معتبر ہے۔ دیوبندیہ نے تابعین کی طرف غلط طور پر منسوب کرکے حجت بنالیا ہے اور اس سے مستزاد یہ کہ انھیں اس قبیح و گھناؤنے طرز عمل پر فخر بھی ہے!!

۸۔ فرقہ دیوبندیہ کا آٹھواں مستدل اثر ابی بکر بن عیاش:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا ابن أبي داود ثنا أحمد بن يونس قال أبوبكر بن عياش: ما رأيت فقيها قط يفعله يرفع يديه في غير التكبيرة الأولى"(شرح معاني الآثار: ۱/ ۱۳٤)

یعنی ابوبکر بن عیاش نے کہا کہ میں نے کسی بھی فقیہ کو تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین کرتے نہیں دیکھا۔"
(زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۶۱، ۶۲)

ہم کہتے ہیں کہ ابن ابی داود کا حال ہم بیان کر آئے ہیں کہ دیوبندیہ کے امام کوثری نے اسے کذاب کہا ہے، پھر اس سند کو دیوبندیہ نے کیسے جید الاسناد کہہ دیا ہے؟ کیا یہ دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی نہیں ہے؟ ابوبکر بن عیاش خالص سنی امام تھے، انھیں مرجیہ، جہمیہ سے شدید نفرت تھی۔ وہ بھلا ارادی طور پر اس طرح کی بات کیسے کہہ سکتے تھے؟ جب کہ نصوص متواترہ و اجماع صحابہ سے زیر بحث رفع الیدین ثابت ہے۔ موصوف کا غلبہ اختلاط وتغیر کے باعث غیر ارادی طور پر بہکی بہکی باتوں کو زبان سے نکل جانا بعید بھی نہیں، کیونکہ حواس باختہ لوگ حواس باختگی کے عالم میں حیرت انگیز قسم کے غیر واقع امور بیان کرتے رہتے تھے، جیسا کہ تمام لوگوں کا مشاہدہ ہے۔

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی اس بات کے ضمن میں حواس باختہ لوگوں کی طرح یہ ہذیان سرائی بھی کر ڈالی کہ امام نخعی نے کہا کہ:

> "حضرت وائل بن حجر حضرمی صحابی نے تو شاید ایک ہی مرتبہ نبی کریم ﷺ کو زیر بحث رفع الیدین کرتے دیکھا، مگر ابن مسعود اور ان کے اصحاب تو صرف تحریمہ ہی کے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔" (مؤطا محمد و سندہ جید، زیر نظر دیوبندی، کتاب، ص:۶۲، ۶۳)

ہم اس روایت کے راوی دیوبندیہ کے امام محمد کا کذاب ہونا ذکر کر آئے ہیں اور موصوف امام الدیوبندیہ نے یہ روایت اپنے استاذ دوسرے امام الدیوبندیہ یعقوب بن ابراہیم ابو یوسف سے نقل کی ہے، جو بقول ابی حنیفہ کذاب تھے اور ابو یوسف نے اسے حصین بن عبد الرحمن و عمرو بن مرۃ سے نقل کیا اور حصین بن عبد الرحمٰن کا حال بیان ہو چکا ہے اور عمرو بن مرۃ ثقہ صدوق تھے، مگر مرجی تھے، بہر حال ان لوگوں کی طرف ابن ابی داود و ابو یوسف قاضی و محمد بن حسن جیسے کذابین نے یہ بات منسوب کر دی ہے، ابن مسعود زندگی بھر نبی کریم ﷺ و ابوبکر صدیق و عمر بن خطاب و عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے رفع الیدین والی نماز پڑھتے تھے، پھر ان کی طرف دیوبندیہ کا منسوب کردہ بیان دیوبندیہ کی کذب بیانی کے علاوہ کیا ہے؟

اہل کوفہ کا ترک رفع الیدین پر اتفاق:

فرقہ دیوبندیہ نے حافظ ابن عبد البر کا یہ قول نقل کیا کہ

> "امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی کتاب رفع الیدین میں لکھا کہ زمانہ قدیم سے جس شہر کے لوگ علم کی طرف منسوب ہیں، ان میں سے کسی شہر کے لوگ کوفہ والوں کے علاوہ پورے کے پورے ترک رفع

الیدین پر متفق نہیں ہوئے۔" (الاستذکار: ٤/٩٩، ١٠٠، التمہید: ٩/٢١٣)

دیوبندیہ نے کہا:

"ترکوا بأجماعھم" کا مطلب ظاہر ہے کہ کسی استثناء کے بغیر سارے اہل کوفہ ترک رفع یدین پر عامل تھے، اس لیے تارکین رفع یدین کا فرداً فرداً نام گنانے کی حاجت نہیں۔ الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب: ٦٣، ٦٤)

ہم کہتے ہیں کہ تمام اہل کوفہ صرف عہد محمد بن نصر مروزی میں یعنی تیسری صدی ہجری میں بالاجماع ترک رفع یدین پر متفق تھے، ورنہ ابوحنیفہ کے شاگرد سمجھے جانے والے امام ابن المبارک کوفہ کی مسجد میں رفع الیدین کرتے تھے، جس پر امام ابوحنیفہ معترض ہوئے، تو بلاتوقف امام ابن المبارک نے برجستہ جواب دے کر خاموش کر دیا۔ امام ابن المبارک کی اس حاضر جوابی اور امام ابوحنیفہ کی زبان بندی پر کوفہ ہی کے امام وکیع نے مبارک باد دی۔ مطلب یہ کہ زمانہ صحابہ وتابعین میں اہل کوفہ بھی زیر بحث رفع یدین کے حامل تھے، کیونکہ دو صحابی اور تین کبار تابعین کا یہ بیان گزر چکا ہے کہ کسی استثناء کے بغیر تمام صحابہ زیر بحث رفع الیدین کرتے۔

ظاہر ہے کوفہ میں رہنے سہنے والے تمام صحابی بھی اس عموم میں شامل ہیں اور ان کے تلامذہ تابعین بھلا اجماع صحابہ ونصوص متواترہ سے اختلاف کیوں کر سوچ سکتے تھے، اگر دیوبندیہ کو فرداً فرداً نام گنانے کی ضرورت نہیں تھی، تو اس نے بڑی مشقت اٹھا کر صرف بارہ صحابہ کو نعوذ باللہ اپنی طرح کا دیوبندیت پرست قرار دیا اور اس میں بھی اپنی معروف ومشہور تلبیس کاری اور کذب بیانی کے جوہر دکھلائے اور آٹھ آثار تابعین و اتباع تابعین پیش کر سکے، اہل کوفہ میں سے صحابہ کرام اور ان کے حقیقی تلامذہ سبائی، خارجی، رافضی، مرجی، جہمی اور معتزلی فتنوں سے متاثر ہونے والے نہیں تھے، بلکہ جہالت پسند لوگ ہی ترک رفع الیدین پر عمل کرنے لگے تھے، جو اپنی شدت جہالت سے ہر طرح کی بے راہ روی اختیار کر سکتے تھے، یہ بات کوفہ میں خصوصی طور پر پائی جاتی تھی، مگر تھوڑی بہت دوسرے مقامات میں بھی۔ اس میں شک نہیں کہ فتنہ مرجیہ، جہمیہ، معتزلہ، سبائی و رافضی کے ملغوبہ سے فرقہ دیوبندیہ تولد پذیر ہوا۔ کوفہ ہی میں جابر جعفی اور اس جیسے مرجی، رافضی، جہمی، معتزلی تھے، جن سے تعلیم و تربیت سے وہ عناصر ظہور پذیر ہوئے، جن سے فرقہ دیوبندیہ تولد پذیر ہوا۔ تفصیل ہماری کتاب "اللمحات" اور "ضمیر کا بحران" میں دیکھیے۔

ابن رشد سے دیوبندیہ کی یہ نقل کہ موافقت اہل مدینہ میں امام مالک بھی زیر بحث رفع الیدین کے تارک تھے، جیسا کہ عبد اللہ بن زبیر کی رفع الیدین والی نماز نمازِ نبوی وصدیقی و فاروقی وعثمانی وحیدری اور جملہ صحابہ کے موافق تھی، جس کی تفصیل ہماری کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" میں ہے۔

ہم کہہ آئے ہیں کہ رفع الیدین والی نماز پڑھنی فرض اور واجب ہے، جس پر امام داود ظاہری واستاذ ابی حنیفہ اُوزاعی وحمیدی جیسے لوگ متفق ہیں، داود ظاہری و اوزاعی تو دیوبندیہ کے ائمہ متبوعین میں سے ہیں، لہٰذا دیوبندیہ کی نماز باطل ہی باطل ہے، کیونکہ یہ نصوص متواترہ کے قصداً تارک ہیں۔ ہم اقوال الرجال کو نصوص کے بالمقابل کچھ بھی حجت نہیں مانتے۔

فرقہ دیوبندیہ کی چھ نمبرات کے تحت تلبیسات کا جائزہ:

فرقہ دیوبندیہ نے آخر میں چھ نمبرات کے تحت اپنی تلبیسات اجاگر کی ہیں:

۱۔ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرنا بالاتفاق مسنون ہے۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۷۰)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی طرح کچھ لوگ رفع الیدین کو جائز ہی نہیں مانتے اور کچھ لوگ جائز مانتے ہیں، مگر مسنون نہیں مانتے اور محققین اہل علم اسے فرض قرار دیتے ہیں، پھر دیوبندیہ کا مذکورہ بالا دعویٰ مکذوب ہے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ صرف تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرتے تھے، متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے اسی عمل کو نقل کرتے ہیں۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۷۱)

ہم کہتے ہیں کہ کوئی بھی صحابی آپ ﷺ سے وہ بات نہیں نقل کرتا، جس کا دیوبندیہ دعویٰ دار ہیں یہ محض صحابہ پر افترائے دیوبندیہ ہے۔

۳۔ خلفائے راشدین تحریمہ کے علاوہ کہیں رفع الیدین نہیں کرتے تھے، صرف امیر المومنین عثمان سے نفی و اثبات میں کچھ مروی نہیں، مگر قیاس کہتا ہے کہ وہ بھی اپنے پیشرو بزرگوں کی موافقت کرتے ہوں گے۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۷۱)

ہم کہتے ہیں کہ بالصراحت حضرت عثمان غنی کا زیر بحث رفع الیدین کرنا اتباع نبوی و اتباع خلفائے راشدین میں ثابت ہے۔ کما مرّ!

۴۔ صحابہ کرام تابعین عظام و اتباع تابعین صرف تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۷۱)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ اپنے اس بیان میں جھوٹے ہیں، جیسا کہ اس کتاب نیز ہماری دوسری کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" سے ظاہر ہے۔

۵۔ خیر القرون میں مشہور اسلامی مراکز میں عام معمول مذکورہ زیر بحث رفع الیدین متروک تھا۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۷۲)

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب اکاذیب دیوبندیہ سے ہے، امام مالک کا رفع الیدین پر کاربند ہونا محقق ہے۔

٦۔ خیر القرون کے فقہاء عام طور پر رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ الخ۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:٧٢)

ہم ذکر کر آئے ہیں کہ دیوبندیہ کا یہ دعویٰ بھی مکذوب و باطل ہے، جیسا کہ اسی کتاب میں گزرا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ سارے اہل اسلام کو حقیقتِ امر سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

الحمد لله الذي تتم به الصالحات

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

یکم مئی ٢٠٠٢ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس دہلی

۲،۳، مئی ۲۰۰۱ء تال کٹورہ اسٹیڈیم میں منعقد ہوئی، جس میں مفت تقسیم شدہ کتاب

قراءۃ خلف الامام

از مفتی مہدی حسن دیوبندی

پر

ہمارا تحقیقی جائزہ و سلفی نقد و تبصرہ

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَـهٗ ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَـهٗ ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَـهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُـهٗ، فَإِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَة وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَة، وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ، أما بعد: فأعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم قال الله تعالىٰ:

﴿ يَاۤأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ ﴾ (پ: ٤، سورة النساء: ١) ﴿ يَاۤأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ (پ: ٤، سورة آل عمران: ١٠٢) ﴿ يَاۤأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ (پ: ٢٢، سورة الاحزاب: ٧٠، ٧١)

حضرات اہل اسلام! اوپر ہم نے رسول اللہ ﷺ سے خطبہ مسنونہ کو لکھا ہے، جسے آپ ﷺ تمام اہم خطبات کے پہلے خصوصاً خطبات جمعہ وعیدین ونماز استسقاء ونماز کسوف وخسوف اور نکاح و عام تذکرہ واہم امور کے موقع پر پڑھا کرتے تھے۔ اس خطبۂ نبوی میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور تمام امور میں اللہ سے طلب معاونت اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہنے اور اپنے نفوس، واوہام بد کے شرور سے اللہ کی پناہ مانگتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے، اسے کوئی راہ ہدایت سے ہٹا کر ضلالت میں نہیں ڈال سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت یافتہ نہیں کر سکتا اور یہ کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں، وہ تنہا اور لاشریک ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے ورسول ہیں، نیز سب سے سچی و بہتر اور اچھی حدیث (بات) اللہ کی کتاب ہے اور سب سے عمدہ طریقہ طریق محمدی ہے اور بدترین امور نصوص شریعہ کے خلاف ایجاد کردہ امور ہیں اور اس طرح کی ایجاد کردہ ہر بات بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے اور ضلالت واصل جہنم ہے، پھر تعوذ وتسمیہ کے بعد تین قرآنی آیات کی تلاوت کی گئی ہے، جن میں سے ہر ایک میں تقویٰ شعاری اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، خصوصاً آخری آیت میں نرم لب ولہجہ میں حق گوئی وٹھوس گفتگو کرنے کا حکم دیا گیا، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کی

اصلاح کردے گا اور گناہوں کو معاف کردے گا اور اللہ و رسول کی اطاعت کرنے والے نورِ عظیم اور بڑی کامیابی سے بہرہ مند ہوں گے۔

اس خطبہ نبویہ میں کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کو اصدق الحدیث، احسن الحدیث، وخیر الحدیث کہا گیا ہے، یعنی کہ قرآن مجید بہت سچی وعمدہ و بہتر حدیث ہے اور قرآن مجید کے علاوہ جو باتیں ہمارے رسول اللہ ﷺ نے ہم کو قولاً وعملاً وتقریراً ہماری راہ نمائی کے لیے بتلائیں، وہ بھی حدیث ہی کے نام سے موسوم ہیں اور انہی دونوں مجموعہ کو مذہب اسلام کہا اور سمجھا جاتا ہے، جن کو نصوص کتاب وسنت میں حدیث کہا گیا ہے، اسی مجموعہ کتاب وسنت والی حدیث پر عمل کرتے ہوئے خود ہمارے رسول ﷺ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے طریقہ پر چلنے والے تابعین واتباع تابعین اور دوسرے اسلاف امت اپنے کو ''اہل حدیث'' کے نام سے موسوم کرتے آئے ہیں اور آج تک کر رہے ہیں اور آئندہ تا قیامت بھی ان شاء اللہ کرتے رہیں گے، مگر اللہ و رسول وصحابہ کرام و تابعین عظام اور بعد والے اسلاف امت کے طریقہ کے خلاف اہل اسلام میں نبوی پیش گوئی کے مطابق پیدا ہونے والے بہت سارے فرقے بشمول فرقہ دیوبندیہ محاذ آرائی کیے ہوئے ہیں، حتی کہ نصوص و آثار صحابہ و تابعین سے مستفاد نام'' اہل حدیث'' ہی پر یہ طعن و تشنیع کرتے ہیں کہ یہ فرقہ اہل حدیث جسے یہ اپنی اصطلاح میں'' غیر مقلدین'' فرقہ کہتے ہیں، ایک نومولود فرقہ ہے، جسے ہندوستان پر مسلط ہوجانے والی انگریزی حکومت نے اپنی سرکاری ضروریات کے لیے ایجاد کیا ہے۔

جب کہ حقیقت امر اس کے خلاف ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کو دینی و اسلامی امور وطریقہ سے ہٹانے کے لیے انگریز نے جو سرکاری تعلیمی و غیر تعلیمی ادارے قائم کیے، انھیں میں سے ''دہلی کالج'' نامی انگریزی ادارہ میں تعلیم وتربیت پا کر جن عناصر سے فرقہ دیوبندیہ معرض وجود میں آیا، انھوں نے ۱۲۸۳ ہجری ۱۹۶۷ء میں ''دارالعلوم دیوبند'' قائم کیا، وہ ابتداء میں نہایت معمولی مدرسہ تھا، جس میں ایک استاد اور ایک طالب علم تھے، اس مدرسہ میں فارغ التحصیل تک کی تعلیم عرصہ بعد شروع ہوئی اور اس کے فارغین جو اپنے کو اس دیوبندی ادارہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ انھوں نے فرقہ کی شکل اختیار کرنے اور اپنے اس نومولود مذہب کی کتابی شکل میں تدوین وتشکیل کرنے میں تیس چالیس سال سے کم نہ لگے ہوں گے، یعنی کہ یہ دیوبندی فرقہ اور اس کا دیوبندی مذہب چودھویں صدی ہجری یا بلفظ دیگر بیسویں صدی عیسوی میں تولید پذیر ہوا اور اپنے زمانہ ولادت سے لے کر یہ فرقہ دیوبندیہ اہل حدیث و مذہب اہل حدیث کے خلاف پورے تسلسل کے ساتھ محاذ آرائی جاری کیے ہوئے ہے، جیسے جیسے زمانہ گزرتا جارہا ہے، اس کی مذہب اہل حدیث کے خلاف شوریدہ سری بڑھتی جارہی ہے۔

یہ زمانہ جس میں پوری دنیا ہندوستان سمیت اسلام و اہل اسلام کے خلاف عملاً وقولاً شدید جارحیت اختیار

کیے ہوئے ہے اور فرقہ دیوبندیہ بھی اسلام مخالف فرقہ کے طور پر وجود میں لایا گیا تھا، اسلام کے خلاف حالات کو ساز گار دیکھ کر اس فرقہ دیوبندیہ نے دوسری تیسری مئی ۲۰۰۱ء میں اہل حدیث کے خلاف نہ جانے کس زمانہ سے تیاری کرنے کے بعد "تحفظ سنت کانفرنس" کا سلسلہ شروع کیا اور یہ سلسلہ ہندوستان ہی نہیں بیرون ہند متعدد ممالک میں جاری رہا اور ہے، اس موقع پر اس نومولود فرقہ نے اہل حدیث کے خلاف خطبۂ صدارت و خطبۂ استقبالیہ سمیت انتیس کتابوں کا ایک مکمل سیٹ دیوبندی علماء میں خصوصاً اور دیوبندی عوام میں عموماً مفت تقسیم کرنے کا طویل سلسلہ اس لیے جاری کیا کہ یہ سارے دیوبندی لوگ دیوبندی لٹریچر کو بطور ہتھیار اہل حدیثوں کے خلاف استعمال کریں، حالانکہ یہ دیوبندی سیٹ مجموعہ اکاذیب وتلبیسات کا پشتارہ ہیں، انھیں علمائے اہل حدیث و حامیان سلف اس فرقہ کی ولادت سے بہت پہلے نصوص اور اسلاف امت کے طریق کی روشنی میں باطل و مردود قرار دے چکے ہیں۔

ہم نے ابتدائے کتاب میں جو خطبۂ نبویہ لکھا ہے، اس میں "أَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ" کا جملہ بھی ہے، جس کا مطلب ہے کہ سارے طریقوں سے بہتر طریق محمدی ہے، اسی مناسبت سے اہل حدیث نے اپنا ایک نام "محمدی" بھی رکھا، اس پر یہ فرقہ دیوبندیہ اور اس کے معاون فرقے بہت برہم ہیں اور اسے ایک نو ایجاد نام قرار دینے کے درپے ہیں، جس طریق محمدی کو پیغمبر اسلام نے بہترین طریق قرار دیا، بنا بریں بہت سارے اسلاف نے مذہب اہل حدیث کو لفظ "محمدی" سے تعبیر کیا، اسے یہ سارے فرق مبتدعہ نومولود مذہب کہتے ہوئے نہ غور و تامل کرتا ہے نہ شرم و ندامت۔ اس محروم شرم و ندامت فرقہ کو اپنی عاقبت کی کوئی فکر نہیں کہ اس طرح کی بے راہ روی کا کیا انجام ہو سکتا ہے؟

ہماری یہ زیر نظر تصنیف فرقہ دیوبندیہ کی تحفظ سنت کانفرنس والی مجموعہ تلبیسات واکاذیب کتابوں کے تیسرے نمبر والی کتاب "قراءۃ خلف الامام، صحیح بخاری میں پیش کردہ دلائل کی روشنی میں" کا تحقیقی جائزہ لینے کے لیے لکھی جا رہی ہے، اس دیوبندی پیکٹ میں خطبۂ صدارت کو پہلی دیوبندی کتاب کہنا چاہیے تھا اور خطبۂ استقبالیہ کو دوسرے نمبر والی کتاب کہنا چاہیے، مگر اس فرقہ میں سلامت روی کہاں جو اس طرح کی بات سوچ بھی سکے؟ تیسرے نمبر پر اس کی کتاب "امام اعظم ابوحنیفہ اور معترضین" ہے، چوتھے نمبر پر "رفع الیدین" ہے، مگر اس فرقہ نے اپنے اس پیکٹ کو جن چیزوں سے آراستہ کیا ہے اس میں رفع الیدین کو دوسرے نمبر کے تحت ذکر کیا اور زیر نظر کتاب "قراءۃِ خلف الإمام صحیح بخاری" میں پیش کردہ دلائل کی روشنی میں" کو تیسرے نمبر پر ذکر کیا، حالانکہ قاعدہ کے اعتبار سے "قراءۃِ خلف الإمام" کو پانچویں نمبر پر ذکر کرنا چاہیے تھا، بہر حال ہم اس کے خطبۂ صدارت و استقبالیہ و امام اعظم و معترضین و رفع الیدین کے بعد زیر نظر پانچویں دیوبندی کتاب پر تحقیق و تبصرہ پیش کر رہے ہیں۔ یہ دیوبندی کتاب

فرقۂ دیوبندیہ کے ایک ''سرکردہ امام فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب سابق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند'' کے افادات کا مجموعہ ہے، جنھیں دیوبندی امام حضرت مولانا ریاست علی بجنوری استاد حدیث دارالعلوم دیوبند نے مرتب کیا ہے، اس کی حقیقت ہماری زیر تصنیف اس کتاب سے واضح ہو جائے گی اور حقیقت امر تو یہ ہے کہ فرقۂ دیوبندیہ کے امام العصر انور شاہ نے اپنی تمام علمی خدمت کے نام پر اور فرقۂ دیوبندیہ کی ساری سرگرمیوں کی حقیقت اپنے اس بیان سے واضح کر دی ہے:

''مفتی دیوبند مولانا محمد شفیع صاحب کے حسب بیان ایک اجلاس کے موقعہ پر ایک دن نمازِ صبح سے کچھ پہلے وہ علامہ انور شاہ کے کمرہ میں آئے، تو دیکھا کہ شاہ صاحب یہ فقرہ مسلسل دہرا رہے ہیں کہ ''ہائے میں نے ساری عمر ضائع کر دی''! اس فقرہ کو بار بار سننے کے بعد مفتی صاحب مرحوم نے اپنے شیخ شاہ صاحب سے کہا کہ'' حضرت آپ کی ساری عمر قرآن وحدیث پڑھانے میں گزری ہے، اگر یہ مشغلہ تضییع عمر ہے، تو اس کام میں جتنے لوگ بھی لگے ہیں، ان کی بابت کیا ارشاد ہے؟'' اس کے جواب میں شاہ صاحب نے نہایت درد واخلاص سے فرمایا کہ بھائی ساری دنیا میں دین کی اساس کھوکھلی کی جا رہی ہے اور ہم اصل خطرے کا مقابلہ کرنے کی بجائے امام ابوحنیفہ کی تائید وتوثیق اور ان کے مخالف رائے رکھنے والے علماء کی تردید وتنقید میں لگے ہوئے ہیں، یہ تضییع عمر نہیں تو کیا ہے؟''
(اللمحات'' طبع ثانی: ۱/ ۵، بحوالہ معتبرہ)

اس پر بطور تبصرہ علامہ صوفی نذیر احمد کشمیری نے فرمایا کہ:

''یہ ہے حیثیت شاہ صاحب کی ان تحریروں کی جنھیں چاروں طرف پھیلایا جا رہا ہے! حالانکہ یہ چیز شاہ صاحب کے الفاظ میں زیاں کاری عمر ہے، جسے ان کے تلامذہ اور اخلاف خدمت علم و دین کے نام پر پھیلا رہے ہیں۔'' (اللمحات: ۱/ ۵)

جب شاہ انور امام العصر مسلک اہل حدیث کے خلاف اپنی تمام تر زور آزمائیوں کو تضییع عمر کہہ چکے ہیں اور انھی کے نقش قدم پر تمام دیوبندی علماء وغیر علماء چل رہے ہیں، تو امام بخاری کے خلاف اس موضوع پر کتاب لکھ کر شائع کرنے والے فرقۂ دیوبندیہ کا جو حال ہوگا، وہ ہماری جملہ تصانیف خصوصاً اس تصنیف سے ظاہر ہو جائے گا۔

واضح رہے کہ فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی ان کتابوں کی ابتداء بسم اللہ سے نہیں کی، جب کہ اس کا حکم حدیث نبوی میں ہے اور جس کا حکم حدیث نبوی میں نہیں ہے کہ اپنی تصانیف نیز دوسرے کاموں کی ابتداء حدیث نبوی''ید اللہ علی الجماعۃ'' سے کرو، اسے فرقہ دیوبندیہ نے اپنی ہر کتاب میں ٹائٹل پر نمایاں انداز میں لکھا ہے، یعنی کہ یہ فرقہ اپنے کو اس حدیث نبوی کا مصداق سمجھتا ہے، جب کہ اس میں واقع لفظ ''الجماعۃ'' سے اہل سنت وجماعت مراد ہے۔

مگر یہ فرقہ اہل سنت کے بجائے فرقہ مرجیہ وجہمیہ ومعتزلہ جیسے گمراہ فرقوں کے نظریات کا ملغوبہ ہے اور اہل سنت کے مذہب پر اگر ایک ہی آدمی قائم ہو، تو وہی جماعت اہل سنت ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک دور میں تن تنہا مؤمن تھے، انھیں قرآن مجید نے پوری ایک امت قرار دیا ہے اور پوری دنیا کے گمراہ اکثریتی فرقوں کو کفار ومشرک ومخالفین حق بتلایا ہے اور حدیث نبوی میں کسی کسی فرد کو ''امت'' کہا گیا ہے۔ یہ فرقہ اپنی اکثریت پر بہت نازاں ہے، جیسا کہ ہندوستان کے اکثریتی فرقہ ہندوؤں کو اپنی اکثریت پر بڑا ناز ہے۔ راہِ ثواب سے ہٹے ہوئے فرقۂ دیوبندیہ کا اپنی اکثریت پر نازاں ہونا قطعاً لغو ولایعنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ راست پر چلائے، آمین!

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۹/محرم ۲۴/ مارچ: ۱۴۲۳ ھجری، مطابق ۲۰۰۲ء

تنبیہ بلیغ: (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو فرض و رکن کہتے ہیں:

یہ بہت مشہور و معلوم و معروف بات ہے کہ فرقہ دیوبندیہ اپنے آپ کو مذہب ولی اللہی کا پیروکار بتلاتا ہے۔ اور ولی اللہی مذہب کے سربراہ فرماتے ہیں:

" اعلم أن أصل الصلوٰة ثلاثة أشياء: أن يخضع لله تعالىٰ بقلبه ويذكر الله بلسانه، و يعظمه غاية التعظيم بجسده فهذه الثلاثة أجمع الأمم على أنها من الصلوٰة و إن اختلفوا فيما سوى ذلك و قد رخص النبي صلى الله عليه وسلم عند الأعذار في غير هذه الثلاثة و لم يرخص فيها......، وأراد النبي ﷺ أن يشرع لهم في الصلوٰة حدين ، حداً لا يخرج من العهدة بأقل منه، وحداً هو الأتم، والأكمل المستوفي لفائدة الصلوٰة...... و ما ذكره النبي صلى الله عليه وسلم بلفظ الركنية كقوله صلى الله عليه وسلم " لا صلوٰة إلا بفاتحة الكتاب" و قوله صلى الله عليه وسلم " لا تجزئ صلوٰة الرجل حتىٰ يقيم ظهره في الركوع والسجود و ما سمى به الشارع الصلوٰة به فانه تنبيه بليغ على كونه ركنا في الصلوٰة ...... و قوله تعالىٰ ﴿ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ﴾ ...... وبالجملة فالصلوة على ما تواتر عنه صلى الله عليه وسلم و توارثه الأمة أن يتطهّر...... و يقرأ فاتحة الكتاب و يضم معها إلا في ثالثة الفرض و رابعته سورة من القرآن۔" الخ

" یعنی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اصل نماز تین بنیادی باتوں پر مشتمل ہے: (۱) یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے دل سے خشوع و خضوع کیا جائے اور (۲) زبان سے ذکر الٰہی کیا جائے اور (۳) جسم سے حد درجہ تعظیم کی جائے۔ ان تین باتوں کے رکن و فرض ہونے پر ساری امتوں کا اجماع ہے کہ انھیں تینوں کے مجموعہ کو نماز کہا جاتا ہے، اگرچہ ان تین چیزوں کے علاوہ دیگر امور صلوٰۃ میں باہم لوگوں کا اختلاف ہے اور نبی ﷺ نے ان تین چیزوں کے علاوہ عذر کی حالت میں رخصت دے رکھی ہے، لیکن ان کے اندر رخصت نہیں دی ہے، نبی ﷺ نے نماز میں دو حدود قائم کر دینی چاہی ہیں، ایک حد یہ کہ کم از کم انھیں انجام دیے بغیر نمازی اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا، دوسری حد یہ کہ جو نماز کے فوائد کو کامل و مکمل کرتی ہیں، جن باتوں کو آپ ﷺ نے رکن قرار دیا ہے، مثلاً: "لا صلوة إلا بفاتحة الكتاب" (سورہ فاتحہ پڑھے بغیر کسی نمازی کی نماز ہی نہیں ہوگی، بلکہ کالعدم ہوگی) اور یہ کہ تعدیل ارکان کے بغیر نماز نہیں ہوگی، اور شارع نے جس بات کو نماز کہا، وہ اس بات کی تنبیہ بلیغ ہے کہ وہ رکن

نماز ہے، مثلاً ﴿ قران الفجر﴾ کہا، جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ قراءت قرآن رکن نماز ہے۔
الحاصل جو نماز آپ ﷺ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے اور اس پر توارث امت چلا آرہا ہے، اس میں ایک سورۃ فاتحہ کا پڑھنا اور اس کے ساتھ مزید کسی سورہ کا پڑھنا فرض ہے۔ مگر مغرب کی تیسری رکعت اور ظہر وعصر وعشاء کی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ دوسری سورہ کا ملانا فرض نہیں ہے۔" (ماحصل از حجۃ اللہ البالغہ: ۲/۳،۴)

شاہ ولی اللہ کی ان باتوں کا حاصل یہ ہے کہ منفرد کی نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور مزید ایک سورۃ کا پڑھنا فرض وممکن ہے، اسے انجام دیے بغیر نماز نماز ہی نہیں ہوگی، بلکہ کالعدم ہوگی۔

نیز شاہ ولی اللہ نے مقتدی کی نماز کی بابت فرمایا:

" فإن جهر الإمام لم يقراء إلا عند الإسكاته و إن خافت فله الخيرة فإن قرأ فليقراء الفاتحة قراءة لا يشوش على الإمام وهذا أولىٰ الأقوال عندي و به يجمع بين أحاديث الباب...... الخ"

یعنی اگر نماز جہری ہو تو مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنی لازم ہے، مگر امام کے سکتات میں اور سری نماز میں ہو تو اسے فاتحہ اور مزید قرآن خوانی کا اختیار ہے۔ (ماحصل از حجۃ اللہ البالغہ: ۱/۹)

اس کا حاصل یہ ہوا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی امام ومنفرد کے لیے فاتحہ خوانی اور اس کے ساتھ مزید قرآن خوانی کو نماز کی ہر رکعت میں فرض ورکن قرار دیتے ہیں اور مقتدی کے لیے جہری نماز میں صرف فاتحہ کو ایسی سری قراءت سے پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں کہ امام کو تشویش لاحق نہ ہو اور سری نمازوں میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملانے کی بھی اجازت دیتے ہیں۔ مگر فرقہ دیوبندیہ کسی بھی نماز کے لیے سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورت ملانے کو رکن وفرض نہیں مانتا، وہ اسے اپنی اصطلاح والا واجب مانتا ہے، جو فرض سے بہت کمتر اور سنت موکدہ سے کچھ برتر ہے اور مقتدی کو تو کسی بھی حالت میں امام کے پیچھے کوئی قرآنی حرف ولفظ بھی پڑھنے کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ اسے حرام وناجائز اور قابل مؤاخذہ جرم عظیم قرار دیتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا موقف:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی شاہ ولی اللہ کے مشہور بیٹے ہیں اور انھیں مسلک ولی اللہی کا رکن رکین مانا جاتا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

"فاتحہ خلف الإمام، آمین بالجہر ورفع الیدین سب کا ہونا حدیث کے مطابق ضروری ہے۔"

(ضمیر کا بحران بحوالہ فتاویٰ عزیزیہ مرتبہ از کلکتہ منقول اخبار اہل حدیث: ۲۱ ستمبر ۱۹۳۶ء)

شاہ اسماعیل شہید کا وقف:

شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ اسماعیل شہید تو کھلے ہوئے اہل حدیث تھے، وہ اپنے خانوادہ کے مطابق عامل تھے۔

فرقۂ دیوبندیہ کے بڑے بڑے اماموں کا موقف:

فرقۂ دیوبندیہ اگرچہ مقتدی کو خلف الامام سورۂ فاتحہ پڑھنے کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ اسے حرام وممنوع و ناجائز بتلایا ہے، لیکن اس کے چوٹی کے جن اماموں پر دیوبندیت کی پوری عمارت قائم ہے، وہ فاتحہ خلف الإمام کو جائز قرار دیتے ہیں مثلاً فرقہ دیوبندیہ کے امام العصر انور شاہ فرماتے ہیں کہ:

" أما الإمام أبوحنيفة فالمحقق عندي من مذهبه أنه حجر عن القراء ة في الجهرية و أجازبها في السرية كما نقله صاحب الهداية عن محمد بن الحسن، و إن أنكر الشيخ ابن الهمام حيث قال: لم أجده في المؤطا و كتاب الآثار، والصواب ما ذكره صاحب الهداية۔" (فيض الباري شرح صحيح بخاري:٣/٢٧٢)

یعنی میرے نزدیک امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جہری نماز میں فاتحہ خلف الإمام ممنوع ہے، لیکن سری نماز میں مستحسن ہے، جیسا کہ صاحب ہدایہ نے اسے امام محمد بن حسن سے نقل کیا، اگرچہ شیخ ابن الہمام نے اس کا انکار کیا ہے، مگر صحیح وہی ہے، جو صاحب ہدایہ نے کہا ہے۔"

مولانا اشرف علی تھانوی کا موقف:

فرقۂ دیوبندیہ کے ایک دوسرے رکن رکین مولانا اشرف علی تھانوی ہیں، جن کے حکم وفراہم کردہ مواد سے فرقۂ دیوبندیہ کی ضخیم کتاب" اعلاء السنن "لکھی گئی ہے۔ اس اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ:

" قلت فيجمع بينهما أن يحمل حديث المتن على نفي الوجوب و هذه على ثبوت الاستحباب في سكتات الإمام في الجهرية و في السرية مطلقاً"

یعنی فاتحہ خلف الإمام کے سلسلے میں واردشدہ احادیث کو عدم وجوب کے لیے مانا جائے اور اثبات فاتحہ خلف الإمام کے مستحب ہونے پر محمول کیا جائے۔

(إعلاء السنن مع الحواشي:٤/٨٩، مطبع بيروت لبنان ١٤١٨ھ،١٩٩٧ء)

یہ بات "اعلاء السنن" میں تکرار کے ساتھ کہی گئی ہے، مثلاً ایک اور جگہ کہا:

" قلت قد ثبت في الأصول ترجيح المحرم على المبيح إذا تعارضا فيرجح النهي و يجمع بينهما بأن محمل النهي على القراء ة مع الإمام في الجهرية والامر على القراء ة في السرية و في سكتات الجهرية والأمر فيه لندب الخ۔"

''حاصل یہ کہ منع قراءت الفاتحہ امام کے ساتھ ساتھ پڑھنے کے لیے ہے اور حکم قراءت خلف الامام سری نمازوں اور جہری نمازوں کے لیے سکتات میں ہے اور قراءة خلف الامام کا حکم استحباب کے لیے ہے۔'' (إعلاء السنن: ٤/٩٢)

مؤقف مولانا ظفر احمد عثمانی:

''اعلاء السنن'' کو مولانا اشرف علی تھانوی کے حکم سے اور مولانا تھانوی کے زیر نگرانی مرتب کرنے والے مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

''جو لوگ سکتات امام کی رعایت کر کے فاتحہ خلف الإمام پڑھ سکیں، اس کو کسی نے ناجائز وحرام نہیں کہا ہے، اسی طرح سری نمازوں میں بھی فاتحہ خلف الإمام آہستہ آہستہ جائز ہے، جب کہ امام سے منازعت وتشویش نہ ہو۔ امام محمد کے قول میں سری نمازوں میں قید کی صراحت ہے کہ مقتدی فاتحہ خلف الإمام پڑھے اس میں کسی کا نزاع نہیں، بلکہ ہم احناف تو جہری میں بھی امام کی قراءت سے پہلے یا پیچھے مقتدی کو قراءت فاتحہ کی اجازت دیتے ہیں۔'' (ماہنامہ فاران، کراچی ماہ نومبر ۱۹۶۰ء)

اس میں شک نہیں کہ مولانا ظفر احمد عثمانی بھی فرقۂ دیوبندیہ کے ان اراکین میں سے ہیں، جن پر دیوبندیت کی عمارت قائم ہے۔

مؤقف مولانا رشید احمد گنگوہی دیوبندی:

فرقۂ دیوبندیہ کے ارکان میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں:

''بعض صحابہ کرام قراءة فاتحہ خلف الإمام مطلقاً نماز سریہ ہو یا جہریہ واجب مانتے ہیں اور بعض کے نزدیک سریہ ہو یا جہریہ مازاد علی الفاتحہ ممنوع ہے مگر فاتحہ سب صلوات میں سریہ ہو یا جہریہ مندوب یا مباح ہے۔'' (هدية المجتهد، ص: ۳۰)

موقف مولانا عبدالحی فرنگی محلی:

مولانا عبدالحی فرنگی محلی اگرچہ فرقۂ دیوبندیہ کے مسلک و مذہب کے امام ہیں، مگر وہ فرقۂ دیوبندیہ کے طرزِ عمل سے نالاں تھے، مگر فرقۂ دیوبندیہ بہر حال انھیں اپنا امام ہی سمجھتا ہے۔ مولانا فرنگی محلی نے ''امام الکلام'' کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے، جس میں انھوں نے جہری و سری نمازوں میں مقتدی کے لیے قراءت فاتحہ کو مکرر سہ مکرر بلکہ بار بار کی تکرار کے ساتھ مشروع یا واجب یا مسنون و مستحب کہا ہے، شائقین ان کی اس کتاب کو نیز مؤطا محمد پر لکھی گئی التعليق الممجد اور دوسری کتابوں کو دیکھیں۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے بعض خصوصی تلامذہ کا منع قراءۃ خلف الامام سے رجوع:

فرقہ دیوبندیہ کے ممدوح امام شعرانی نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اوران کے ہم خیال اور ان کے تلامذہ اگرچہ مقتدی کے لیے فاتحہ خلف الامام پڑھنے کو حرام وممنوع کہتے تھے، مگر انھوں نے اپنے اس موقف سے رجوع کر کے فاتحہ خلف الامام پڑھنے کو مستحسن ومسنون قرار دینے کا موقف اختیار کرلیا۔(ماحصل از غیث الغمام، ص:۱۵٦)

دیوبندی امام مصنف الفرقان کا موقف:

مشہور دیوبندی کتاب کے مشہور دیوبندی امام نے اپنی اس کتاب میں قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کے واجب وسنت مؤکدہ یا مسنون غیر مؤکد ہونے کی صراحت کررکھی ہے۔(الفرقان ،ص:۸۹،۹۰، وتحقیق الکلام:۲/۲۵)

انتباہ:

یہ معلوم ہے کہ جب امام ابوحنیفہ نے امام کے پیچھے مقتدی کو قراءت فاتحہ کی ممانعت والے اپنے دیے ہوئے حکم سے رجوع کر کے اسے مستحب ومسنون ومستحسن یا جائز ومباح کہنا اختیار کرلیا، تو یہ جائز نہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ نے ان کی طرف جو قول ممانعت فاتحہ خلف الامام منسوب کیا ہے، وہ سراسر فرقۂ دیوبندیہ کی افتراء پردازی وکذب بیانی ودروغ بیانی ہے، کیونکہ جس مسلک سے کوئی امام رجوع کرلیتا ہے اس کی طرف اس کا انتساب علی الإطلاق ممنوع ومحظور ہے، بلکہ اس کا وہ مسلک ماننا ضروری ہے، جس کی طرف اس نے رجوع کرلیا ہے۔(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فرقۂ دیوبندیہ کی کتاب، درمختار:۱/۱۵۰)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی تحفظ سنت کانفرنس میں مختلف حیلوں اور تلبیسات سے ظاہر کیا کہ امام احمد بھی اس معاملہ میں فرقۂ دیوبندیہ کے ساتھ ہیں، مگر حنبلی مسلک کی مشہور کتاب میں لکھا ہے:

"قال الأثرم: لا بد للمأموم من قراءة الفاتحة و نقل أبو داود يقرأ خلفه في كل ركعة إذا جهر" (الإنصاف:۲/۲۲۸)

یعنی امام اثرم شاگرد امام احمد بن حنبل نے کہا کہ جہری نماز میں بھی مقتدی پر قراءۃ سورۃ فاتحہ فرض ہے اور یہی بات امام احمد سے امام ابوداود نے بھی نقل کی ہے۔

امام حاکم نے امام احمد سے اپنی بیان کردہ صحیح سند سے نقل کیا کہ:

"سمعت أبا زكريا يحيى بن محمد البكري قال: سمعت إبراهيم بن أبي طالب

يقول سألت أحمد بن حنبل عن القراء ة فيما يجهر فيه الإمام يقرأ بفاتحة الكتاب و في رواية قال: كأنه رجع إلى هذا القول كما رجع اليه الشافعي فقال: يقرأ بفاتحة الكتاب و إن جهر الإمام۔" (المحرر فی الفقه:۱/۵۵)

"یعنی امام ابراہیم بن ابی طالب نے کہا کہ قراءۃ خلف الامام سے منع کرنے کے بعد امام احمد نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا، جیسا کہ امام شافعی نے بھی رجوع کر لیا اور فتویٰ یہ دینے لگے تھے کہ جہری نماز یا سری سب میں قراءت قرآنی (سورہ فاتحہ کی قراءت) ضروری ہے۔"

امام ابن تیمیہ نے کہا:

" والجمهور على أنها لا تجب و لا تكره مطلقاً بل تستحب القراء ة في صلوٰة السر و في سكتات الإمام بالفاتحة و غيرها كما هو مذهب مالك و أحمد۔"

یعنی جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کا سورہ فاتحہ پڑھنا نہ تو واجب ہے اور نہ مکروہ ہے، بلکہ مقتدی کا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا سری نمازوں میں مطلقاً اور جہری نمازوں میں امام کے سکتات میں پڑھنا مستحب ہے، اسی طرح امام مالک کا مذہب ہے اور امام احمد بن حنبل کا ہے۔" (مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ:۲۳/۳۰۹)

اس سے معلوم ہوا کہ فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی تحفظ سنت کانفرنس میں جو یہ دعویٰ کیا کہ امام ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اجماع نقل کیا ہے کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے مقتدی کے لیے قراءت فاتحہ کو منکر اور کتاب وسنت کے خلاف کہا ہے، وہ بات خود امام ابن تیمیہ کی دوسری بات کے ذریعہ غلط ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام احمد اسے منکر و خلاف قرآن وسنت کہنے سے رجوع کر کے مستحب کہنے لگے تھے، پھر اوپر کی تفصیل کے مطابق امام احمد اسے مستحب کہنے سے رجوع کر کے امام شافعی کی طرح رکن وفرض وواجب کہنے لگے۔

ان امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے ناظرین کرام دیوبندی تحفظ کانفرنس والی اس کتاب "قراءۃ خلف الامام" پر ہمارا تبصرہ ملاحظہ کریں۔

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعه سلفیه بنارس

۱۰/محرم الحرام۱۴۲۳ھ، ۲۵/مارچ ۲۰۰۲ء

دیوبندی تحفظ کانفرنس کی کتاب ''قراءة خلف الإمام'' کے پیش لفظ پر ہمارا تبصرہ:

مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے رسول کے تمام آل واصحاب پر درود کے بعد کہا:

'' اسلام پیغمبر علیہ السلام کے ذریعے اللہ کا نازل کیا ہوا وہ قدیم دین ہے، جو حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام پر بھی نازل ہوا تھا، اور ان سب پیغمبروں کو دین کے قائم کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے ذریعے تمام اہل ایمان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ دین میں اختلاف پیدا نہ کریں اور ارشاد ربانی ہے کہ: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ (سورة الشورىٰ:١٣) یعنی تمہارے لیے اللہ نے وہی دین مقرر کیا، جس کا حضرت نوح کو تاکیدی حکم دیا گیا تھا اور جو وحی کے ذریعہ آپ پر نازل کیا گیا اور جس کا تاکیدی حکم ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام کو دیا گیا تھا، دین کو قائم رکھو اور نصوص میں تفرقہ اندازی مت کرو، چنانچہ اصول دین اور مقاصد شریعت میں تمام انبیاء اور ان کے آسمانی مذاہب میں اتحاد ہے، توحید الوہیت، رسالت، بعث ونشر وغیرہ پر ایمان لانا ہمارے لیے بھی ضروری ہے اور امم سابقہ پر بھی ضروری تھا، اسی طرح صدق، امانت، عبادت، احسان عدل اور سخاوت وغیرہ کا ان کو بھی حکم دیا گیا اور امت محمدیہ بھی ان احکام کی پابند ہے، لیکن مقاصد شریعت کے حصول کے طریقوں میں اختلاف ہو سکتا ہے، بلکہ ہوتا ہے کہ ہر امت کو اس کے زمانے اور استعداد کے مطابق تعمیل احکام کی ہدایت دی گئی، ارشاد خداوندی ہے: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾ (سورة المائدة:٤٨) یعنی ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے آئین اور طریق عمل مقرر کیا ہے۔

مقاصد شریعت میں اتحاد کے باوجود کیفیت تعمیل میں یا مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اسباب کے اختیار کرنے میں جو اختلاف ہوتا ہے، اس کو فروع یا حکام میں اختلاف کہا جاتا ہے، چنانچہ نماز، روزہ، انفاق في سبیل اللہ کے جو تفصیلی احکام ہیں، ان میں امم سابقہ اور امت محمدیہ کے درمیان فرق ہے، اور خود امت محمدیہ میں نصوص کی بنیاد پر جو فروعی احکام میں اختلافات ہیں، ان کو رحمت فرمایا گیا کہ اس سے توسع پیدا ہوتا ہے اور اختلاف کرنے والے تمام مومنین کا مقصود رضائے الٰہی حاصل کرنا اور نجات آخرت ہی ہے، لیکن اگر اختلافات کی بنیاد دنیوی مفادات ہوں، تو قرآن کریم میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے: ﴿وَ مَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ (سورة شوریٰ:١٤) اور نہیں متفرق ہوئے مگر علم آ جانے کے بعد محض آپس کی ضد کی بناء پر۔ آیت پاک سے معلوم ہوا کہ علم حاصل ہونے کے بعد

اختلاف نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو ﴿بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ کے سبب اور آیت پاک میں جس چیز کو ﴿بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ کہا گیا ہے، اس سے مراد تعصب، نفسانیت، عداوت، حب جان و مال جیسی چیزیں ہیں، جو اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں اور ان ناپسندیدہ امور کے پیش نظر حق کو تسلیم نہ کرنا، اپنی مزعومہ رائے پر اصرار کرنا، اور اختلاف پیدا کرنا ہرگز روا نہیں، جو لوگ حقیقت حال کے واضح ہونے کے باوجود فروعی اختلافات کو ہوا دے کر امت کو انتشار میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں، انھیں ان باتوں سے سبق لینا چاہیے اور ائمہ متبوعین اور اہل حق کے بارے میں زبان درازی و دشنام طرازی سے بچنا چاہیے، کیونکہ فروعی اختلاف کا حکم یہ ہے کہ ہر جماعت کو ائمہ کے مسلک مختار کو راجح قرار دے کر عمل کرنا چاہیے، اور دوسرے فریق کے بارے میں ہرزہ سرائی سے اجتناب کرنا چاہیے قراءت خلف الامام بھی اختلافی مسائل میں سے ہے اور اس مسئلہ میں اختلاف راجح و مرجوح یا افضل و غیر افضل کا نہیں بلکہ واجب اور مکروہ تحریمی کا ہے لیکن اس کے باوجود کسی امام اور اس کے مقلدین نے دوسرے فرد کی نماز کو فاسد نہیں کہا، جب کہ اس زمانے کا ایک نوزائیدہ فرقہ اس مسئلہ میں حدود سے تجاوز کر رہا ہے۔ الخ (دیوبندی کتاب قراءة خلف الإمام، الخ، ص: ۲ تا ۴)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین محمد ﷺ تک تمام ہی انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہی تھا، لیکن یکے بعد دیگرے ہر نبی کے زمانے میں نیز اس سے پہلے والے نبی کے زمانہ کے بعض احکام حسب ضرورت منجانب اللہ منسوخ ہوتے رہے ہیں اور ایک نبی کے گزرنے کے بعد آنے والے نبی کو جن لوگوں نے نہیں مانا، انھوں نے اس نبی کی باتوں سے اختلاف کیا اور اپنی بے راہ روی کے سبب خود اپنے جس نبی پر ایمان کا دعویٰ رکھتے، اس میں حسب خواہش رد و بدل، تحریف و تنسیخ کرتے رہے، ورنہ درحقیقت اصولی طور پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین ایک ہی تھا۔

اپنی لمبی چوڑی تقریر میں فرقہ دیوبندیہ نے جو باتیں کہیں ہیں خود وہ ان باتوں سے منحرف ہے، اس فرقہ نے "اختلاف أمتي رحمة" موضوع و مکذوب روایت کو یہاں بھی حدیث نبوی کے طور پر پیش کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے، آج سے پچیس سال پہلے جامعہ سلفیہ بنارس میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری طیب صاحب آئے اور لمبی چوڑی تقریر مقلدانہ تلبیسات پر مشتمل پیش کی، اس میں اس موضوع و مکذوب روایت کا بھی ذکر کیا، مجھ سے استصواب کے بعد جامعہ سلفیہ کے ایک استاد مولانا عبدالحمید مدنی رحمہ اللہ نے ایک پرچہ پر لکھ کر قاری صاحب کو دیا، جس میں لکھا تھا کہ اپنی پیش کردہ اس حدیث کی سند بیان کر کے اس کے صحیح یا حسن ہونے کا ثبوت دیجیے، قاری صاحب کی زبان اس پرچہ کو دیکھنے کے بعد لڑکھڑانے لگی، آخر انھوں نے کہا کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ کس کتاب حدیث میں یہ حدیث معتبر سند سے مروی ہے، لیکن دارالعلوم دیوبند جا کر اس پر تحقیقی بحث کر کے جامعہ سلفیہ بنارس میں بھیج دیں گے، مگر پچیس سال سے زیادہ ہوئے لیکن دارالعلوم دیوبند سے اس سلسلہ میں کوئی تحقیق نہیں آئی، قاری صاحب فوت ہو گئے، ان کی وفات پر بھی کئی سال بیت گئے، مگر "لا حياة لمن تنادي" والی مثل کے مطابق دارالعلوم دیوبند بے حیات مردار کی

طرح پڑا ہوا ہے جو واعظانہ رنگ اپنی اس تقریر میں اختیار کیا ہے، اس کے حرف حرف کا مخالف خود یہ نومولود فرقہ دیوبندیہ اور اس کے آباء و اجداد و مورثین ہیں جیسا کہ اس کے جمع کردہ لٹریچر سے ظاہر ہے، جیسا کہ آنے والی تفصیل سے بھی ظاہر ہوگا۔

اس کے بعد فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

"امام بخاری قراءت خلف الامام کے قائل ہیں، انھوں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ "جزء القراءۃ خلف الامام" کے نام سے تصنیف فرمایا ہے اور صحیح بخاری میں بھی ایک باب منعقد فرمایا ہے، مگر یہ ترجمۃ الباب صرف قراءت خلف الامام سے متعلق نہیں ہے، صرف ایک روایت اس مسئلہ سے متعلق ہے اور اس میں بھی مقتدی پر قراءۃ کے وجوب یا جواز کی تصریح نہیں، محض یہ ہے کہ اس کے عموم سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور عموم سے فائدہ اٹھا کر کیا جانے والا استدلال نصوص فہمی کے اصول کے مطابق کمزور استدلال ہے، لیکن اس کمزوری کے باوجود امام بخاری کی جلالت شان کے پیش نظر یہ محتاط انداز اختیار کیا گیا ہے۔ فخر المحدثین حضرت مولانا فخر الدین احمد سابق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند و سابق صدر جمعیت العلماء کے درسی افادات پر مشتمل اس مسئلہ پر امام بخاری کے پیش کردہ دلائل کی روشنی میں بحث کی گئی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ امام بخاری جس روایت کے عموم سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ وہ محل نظر ہے اور اس کے عموم میں مقتدی کو شامل سمجھنا قرآن و حدیث، تعامل صحابہ اور خود اس حدیث کے راویوں کے مسلک مختار سے صحیح نہیں، جمعیت العلماء کے زیر اہتمام تحفظ سنت کانفرنس، منعقدہ ۲،۳/مئی ۲۰۰۱ء کے موقع پر دارالعلوم دیوبند یہ رسالہ شائع کر رہا ہے۔ دعا ہے کہ خداوند عالم ہم تمام مسلمانوں کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے اور ان اختلافات سے ہماری حفاظت کرے، جو خدا کے نزدیک ﴿بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ کا مصداق ہیں۔ والحمد للہ أولا وآخراً۔ ریاست علی غفر لہ استاذ دارالعلوم دیوبند۔"

(دیوبندی کتاب قراءت خلف الامام، الخ، ص:۴)

ہم کہتے ہیں کہ یہ ساری باتیں فرقہ دیوبندیہ نومولود اور اس کے آباء و اجداد کی تلبیسات و اکاذیب کا مجموعہ ہیں، جیسا کہ آگے چل کر ظاہر کیا گیا ہے۔

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۱۱/محرم الحرام۱۴۲۳ھ، ۲۶/مارچ ۱۴۲۳ھ،۲۰۰۲ء

الیضاح:

اس دیوبندی کتاب سے پہلے والی دیوبندی کتاب ''رفع الیدین'' پر تبصرہ میں ہم نے بتلایا ہے کہ فرقہ دیوبندیہ کے ائمہ کی صراحت ہے کہ تحریمہ کے علاوہ دوسرے مقامات پر رفع الیدین متواتر حدیث نبوی سے ثابت ہے اور اس کا ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہوا ہے۔ البتہ اس کے اولیٰ و افضل ہونے میں اختلاف ہے، اس کے باوجود فرقہ دیوبندیہ کے اماموں نے لکھا کہ ''قریشی کفار وغیر قریشی کفار نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے آتے تو بتوں کو اپنی بغلوں میں دبائے رہتے، تو انھیں رفع الیدین کا حکم دیا گیا، ایسا کرنے سے بت گر جاتے تھے (حنفی کتاب شرح مؤطا، اوجز المسالك:١/٢٠٢، طبع ثانی،ص:٣٨٦، ٢٠٢) یہ افتراء پردازی و کذب بیانی ہے اور حدیث میں ہے کہ "الكذب مجانب الإيمان" دروغ بافی ایمان سے آدمی کو الگ تھلگ کردینے والی چیز ہے۔ (کتاب الایمان لابن تیمیه بسند صحیح)

نیز ارشاد الٰہی ہے کہ ﴿إنما يفتري الكذب الذين لا يؤمنون﴾ افتراء پردازی و کذب بیانی خصوصاً اللہ و رسول و امام کی بابت ان لوگوں کا شعار ہے، جو ایمان نہیں رکھتے۔ اس ارشاد الٰہی کے آئینے میں فرقہ دیوبندیہ اپنا چہرہ دیکھے!!

فرقہ دیوبندیہ کے آباؤ اجداد نے نبی معصوم علیہ السلام پر یہ افتراء پردازی کی کہ:

" قيل لمحمد بن عكاشة الكرماني: إن قوما يرفعون أيديهم في الركوع و بعد رفع الرأس من الركوع، فقال: حدثنا المسيب بن واضح ثنا عبد الله بن المبارك عن يونس بن يزيد عن الزهري عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ، من رفع يديه في الركوع فلا صلوٰة له"

یعنی محمد بن عکاشہ کرمانی سے کہا گیا کہ کچھ لوگ رکوع کے لیے جھکتے اور اس سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے ہیں، اس شخص نے فوراً اپنی وضعی سند کے ساتھ بیان کیا، حضرت انس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو رکوع کے لیے جھکتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرے، اس کی نماز کالعدم ہوگئی۔

(نصب الراية:١/٤٠٤، بحواله المدخل إلى معرفة الإكليل ،ص:٢٢، موضوعات لابن الجوزي)

اور یہی نہیں بلکہ اسی طرح فرقہ دیوبندیہ کے دوسرے آباؤ اجداد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً نقل کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''من رفع في الصلوٰة فلا صلاة له'' جو نماز میں رفع الیدین کرے، اس کی نماز ہی نہیں

ادا ہوگی۔(نصب الرایہ: ۱/ ۴۰۵، بحوالہ الموضوعات ابن الجوزی و کتاب التحقیق) جس فرقہ دیوبندیہ کا یہ حال ہے اور اس کے آباؤ اجداد کا بھی، وہ دوسرے کی طرف یہ دعویٰ کیے ہوئے ہے کہ رفع الیدین متواتر احادیث سے ثابت ہے، اس کا ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہوا اور یہ کہنے کے باوجود رفع الیدین یعنی شریعت اسلامیہ کے خلاف اس نے طوفان بدتمیزی بھی برپا کر رکھا ہے!!

اب ہم زیر نظر کتاب کی تلبیسات کا جائزہ لے رہے ہیں، ناظرین کرام بغور جانب داری کے بغیر مطالعہ کریں۔

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۱۲/ محرم الحرام،ص:۲۷،مارچ ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۲ء

امام بخاری کے خلاف فرقۂ دیوبندیہ کی پہلی تلبیس کاری وزور آزمائی:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

"باب وجوب القراء ة للإمام والمأموم في الصلوٰة كلها في الحضر والسفر و ما يجهر فيها وما يخافت۔"

یعنی امام بخاری کی یہ تبویب کہ امام ومقتدی پر تمام نمازوں میں قراءت قرآن کے واجب ہونے کا بیان حضر کی نماز ہو یا سفر کی اور وہ نماز ہو جس میں جہر کیا جاتا ہے یا وہ نماز جس میں سرًا پڑھا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ اس تبویب صحیح بخاری کے تحت امام بخاری نے کل چار احادیث ذکر کی ہیں، مگر اکاذیب پرست فرقۂ دیوبندیہ نہ جانے ان احادیث کی صحیح تعداد بتلانے میں اپنی کذب پرستی والی روش برقرار رکھنے کے لیے جھوٹ بولنا اس قدر ضروری محسوس کرتا ہے کہ اس فرقہ دیوبندیہ نے بار بار صرف انھیں تین احادیث کا بتلایا اور چوتھی حدیث کا ذکر چھوڑ دیا، معلوم نہیں اس فرقہ دیوبندیہ کو اس کی کیا ضرورت شدیدہ درپیش رہی، کہا:

"حدثنا موسى قال: ثنا أبو عوانة قال: حدثنا عبد الملك بن عمير عن جابر بن سمرة قال: شكى أهل الكوفة سعداً إلى عمر فعزله و استعمل عليهم عماراً فشكوا حتى ذكروا أنه لا يحسن يصلي فأرسل إليه فقال: يا أبا إسحاق إن هٰؤلاء يزعمون انك لا تحسن تصلي قال: أما أنا والله فإني كنت أصلي بهم صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أخرم عنها أصلي صلوٰة العشاء فأركد في الأوليين وأخف في الأخريين قال: ذلك الظن بك يا أبا إسحاق، فأرسل معه رجلا أو رجالا إلى الكوفة يسأل عنه أهل الكوفة و لم يدع مسجداً إلا سأل عنه و يثنون عليه معروفاً حتى دخل مسجداً لبني عبس، فقام رجل منهم يقال: له أسامة بن قتادة يكنٰى أبا سعدة فقال: أما إذ نشدتنا فإن سعداً كان لا يسير بالسرية ولايقسم بالسوية و لا يعدل في القضية قال: سعد أمّا والله لأدعون بثلاث: اللهم إن كان عبدك هذا كاذبا قام رياء و سمعة فأطل عمره و أطل فقره و عرّضه بالفتن و كان بعد إذا سئل يقول شيخ كبير مفتون اصابتني دعوة سعد قال: عبد الملك فانا رأيته بعد، قد سقط حاجباه على عينيه من الكبر وإنه ليتعرض للجواري في الطريق يغمزهن.

حدثنا علي بن عبد الله قال: حدثنا سفيان حدثنا الزهري عن محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا صلوٰة لمن لم

يقرأ بفاتحة الكتاب"

"حدثنا محمد بن بشار قال: حدثنا يحيىٰ عن عبيد الله قال: حدثني سعيد ابن أبي سعيد عن أبيه عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلى فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فردّ و قال: ارجع فصل فإنك لم تصل، فرجع فصَلى كما صلى ، ثم جاء فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فقال: ارجع فصلّ فإنك لم تصل ثلاثًا و قال: والذى بعثك بالحق ما أحسن غيره فعلمني فقال: إذا قمت إلى الصلوٰة فكبر ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعاً ثم ارفع حتى تعتدل قائماً ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً ثم ارفع حتى تطمئن جالساً وافعل ذلك في صلوٰتك كلها۔"

"یعنی حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر سے حضرت سعد بن ابی وقاص کی شکایت کی، تو حضرت عمر نے انھیں معزول کر دیا اور حضرت عمار بن یاسر کو ان کا حاکم مقرر کیا، اہل کوفہ نے شکایت میں یہاں تک کہا کہ حضرت سعد نماز تک بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے، حضرت عمرؓ نے حضرت سعد کو بلایا اور کہا کہ اے ابو اسحاق اہل کوفہ یہ کہتے ہیں کہ آپ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے ؟ حضرت سعد نے فرمایا کہ میں قسم خدا کی ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھاتا رہا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ مثلاً عشاء کی نماز اس طرح پڑھاتا تھا کہ پہلی دو رکعتوں میں دیر تک ٹھہرتا تھا اور آخری دونوں رکعتوں میں تخفیف کرتا تھا، حضرت عمر نے کہا کہ اے ابواسحاق! آپ کے بارے میں گمان غالب یہی ہے، پھر حضرت عمر نے ان کے ساتھ ایک آدمی یا کئی آدمیوں کو کوفہ روانہ کیا، جو اہل کوفہ سے حضرت سعد کے بارے میں سوالات کر کے تحقیق کریں، انھوں نے کوفہ کی ایک ایک مسجد میں جا کر حضرت سعد کے بارے میں تحقیق کی اور اہل کوفہ حضرت سعد کے اچھے کاموں کی تعریف کرتے رہے، یہاں تک کہ جب بنوعبس کی ایک مسجد میں گئے، تو ایک شخص جن کو اسامہ بن قتادہ کہتے تھے، جس کی کنیت ابوسعدہ تھی، کھڑا ہوا کہا کہ جب آپ قسم دے کر پوچھتے ہیں تو بات یہ ہے کہ سعد جہاد کے لیے لشکر کے ساتھ نہیں جاتے، مال کی تقسیم میں برابری نہیں کرتے اور فیصلہ میں انصاف نہیں کرتے، یہ سن کر حضرت سعد نے فرمایا کہ میں بخدا ضرور تین بد دعائیں کروں گا، اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور ریاکاری اور شہرت کے لیے کھڑا ہوا ہے، تو اس کی عمر کو دراز فرما دے اور اس کے فقر کو طویل کر دے اور اس کو فتنوں کا نشانہ بنادے۔ اس شخص سے جب بعد میں حال پوچھا گیا، تو وہ کہتا تھا کہ میں ایک عمر رسیدہ مبتلائے فتنہ بوڑھا

ہوں، مجھے سعد کی بد دعا لگ گئی، عبد الملک نے کہا کہ میں نے اس کو بعد میں دیکھا، بڑھاپے کی وجہ سے اس کی دونوں پلکیں اس کی آنکھوں پر آ گری تھیں اور راستے میں وہ لڑکیوں کا پیچھا کرتا تھا، یعنی چھیڑتا تھا۔

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں ہوئی۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے، تو ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، پھر اس نے نماز پڑھی، پھر آ کر حضور اکرم ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ لوٹ کر جاؤ پھر نماز پڑھو، اس لیے کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی، چنانچہ وہ شخص لوٹ کر گیا اور اس نے بعینہٖ اسی طرح پڑھی جیسے پہلے پڑھی تھی، پھر آیا اور حضور ﷺ کو سلام کیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ لوٹ جاؤ، پھر نماز پڑھو اس لیے کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ یہ بات تین مرتبہ پیش آئی، تو اس شخص نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا آپ ﷺ مجھے سکھلا دیں، تو آپ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو، پھر جو کچھ قرآن کریم آسانی سے پڑھ سکتے ہو، یعنی یاد ہے، اس کی قراءت کرو، پھر رکوع میں جاؤ، یہاں تک کہ سجدہ کی حالت میں اطمینان ہو جائے، پھر رکوع سے سر اٹھاؤ، یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ میں جاؤ یہاں تک کہ سجدہ کی حالت میں اطمینان ہو جائے، پھر سجدے سے سر اٹھاؤ، یہاں تک کہ بیٹھنے کی حالت میں اطمینان ہو جائے، پھر اپنی پوری نماز میں اسی طرح عمل کرتے رہو۔" (قراءۃ خلف الإمام: ۵ تا ۷)

مقصد ترجمہ:

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان بالا کے تحت مزید کہا:

"فرماتے ہیں کہ تمام نمازوں میں قراءت ضروری ہے، ہر شخص کے لیے ضروری ہے، ہر حال میں ضروری ہے، امام کے لیے بھی اور مقتدی کے لیے بھی، سفر کی حالت میں بھی اور حضر کی حالت میں بھی نماز کے لیے قراءت ضروری ہے، گویا یہ ترجمۃ الباب ایک عام دعویٰ ہے اور قراءت سے متعلق آنے والے ابواب اس کی تفصیل ہیں۔

بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ بخاری مطلق قراءت کو ضروری کہہ رہے ہیں اور فاتحہ وغیر فاتحہ سے اس ترجمہ میں بحث نہیں کر رہے ہیں، گویا ہماری موافقت کر رہے ہیں، جب کہ وہ اس مسئلے میں ہمارے ساتھ نہیں ہیں وہ تو قراءت خلف الامام کے علم بردار ہیں، اس موضوع پر ایک رسالہ جزء القراءۃ خلف

الإمام کے نام سے تحریر فرمایا ہے اور اس میں حتی الامکان زور صرف کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ مذہب ہے تو یہی ہے اور اس کے خلاف جو کچھ ہے وہ یا تو ثابت نہیں یا بہت کمزور ہے، لیکن جب یہ مسئلہ صحیح بخاری میں آیا، تو بڑی احتیاط سے کام لیا، امام بخاری کو اپنے مسلک کے مطابق کہنا چاہیے تھا: وجوب الفاتحة للإمام و المأموم الخ" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری بھی مسئلہ کی نزاکت سمجھ رہے ہیں کہ صاف کہنے کا موقع نہیں، اس لیے ابہام سے کام لینا چاہیے، ورنہ ان کے پیش نظر یہاں دو مسئلے ہیں، ایک قراءۃ خلف الإمام کا دوسرے رکنیت سورہ فاتحہ، کا پہلے مسئلہ کے بارے میں تو انھوں نے فرمایا کہ:" القراءۃ للإمام و المأموم " مقتدی کو امام کے ساتھ لے لیا کہ قراءت امام کے لیے بھی ضروری اور مقتدی کے لیے بھی، جب کہ یہ بات یہاں بھی واضح نہ ہو سکی کہ دونوں پر ایک ہی طرح کی قراءت ہے، فاتحہ بھی اور ضم سورۃ بھی ، یا ان دونوں میں وہ بالکل خاموش گزر گئے ،حالانکہ روایات باب میں وہ روایت بھی مذکور ہے، جسے سورہ فاتحہ کے لیے بڑے شد و مد سے پیش کیا جاتا ہے اور خود امام بخاری نے بھی جزء القراءۃ میں اس مسئلہ سے استدلال کرتے ہوئے پیش فرمایا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ امام بخاری یہاں جس چیز کی پردہ داری فرما رہے ہیں، اس میں انصاف کے ساتھ غور کرنے والوں کے لیے بہت کچھ موجود ہے ، اصل مسئلہ کی وضاحت سے بچتے ہوئے امام بخاری نے ترجمۃ الباب کے الفاظ میں جو بات کہی ہے، وہ کئی اجزاء سے مرکب ہے اور ان کا قدر مشترک یہ ہے کہ ہر طرح کی نماز میں ہر حال میں قراءت ضروری ہے اور اس کے لیے امام بخاری نے دلیل بھی مرکب پیش کی ہے، ہر ہر روایت میں تمام اجزاء نہیں ہیں، بلکہ مجموعہ روایات سے دعویٰ ثابت ہوگا، ہم اس موضوع پر بعد میں کچھ گفتگو کریں گے، پہلے بخاری کی ذکر فرمودہ روایات کی تشریح اور ان سے امام بخاری کے مقصد کو ثابت کرنے کا طریقہ معلوم کر لیا جائے۔" (دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام، ارخ، ص:۷تا۹)

تشریح حدیث اوّل:

فرقہ دیوبندیہ نے مزید کہا:

حضرت جابر بن سمرہ جو حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھانجے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ کوفہ کے کچھ لوگوں نے حضرت عمر تک حضرت سعد بن ابی وقاص کی شکایتیں پہنچائیں اور حد ہو گئی یہاں تک کہہ دیا کہ صحیح طور پر نماز پڑھانا بھی نہیں جانتے ،حضرت سعد عشرہ مبشرہ میں ہیں، اللہ کی راہ میں تیر اندازی کرنے والے پہلے مسلمان ہیں، بدر اور دیگر غزوات میں شریک رہے ہیں، ہمیشہ حضور ﷺ کے محافظ دستہ میں شامل رہا کرتے تھے، حضور ﷺ نے ایک موقع پر انھیں "اللهم سدد سهمه و أجب دعوته" کی

دعا دی تھی، اس لیے مستجاب الدعوات ہیں، حضرت عمر کے دورِ خلافت میں جب کوفہ کو منصوبہ کے ساتھ آباد کیا گیا، تو سعد بن ابی وقاص کو اس کا امیر مقرر کیا گیا اور کئی سال تک مسلسل وہاں کے امیر رہے اور کوفہ کی آبادی نیز اس کی تعمیر و ترقی میں ان کا بڑا ہاتھ ہے، کتنی عجیب بات ہے کہ حضرت سعد کوفہ کی عظمت کو دوبالا کر رہے ہیں اور چند لوگ اسی زمانہ میں متعدد شکایات پہنچانے پر لگے ہیں، بعض کا روایت میں تذکرہ آرہا ہے۔

"فعزله عمر "الخ شکایات پہنچیں حضرت عمر نے حضرت سعد کو معزول کر دیا، معلوم ہوا کہ اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو تحقیق حال یا الزام ثابت ہونے سے پہلے معزول کرنا بھی جائز ہے، مصلحت یہ ہو سکتی ہے کہ اگر وہاں حاکم رہیں گے، تو شکایات بڑھ سکتی ہیں، فتنہ پیدا ہو سکتا ہے وغیرہ، نیز یہ کہ شکایات کی تحقیق کا معتبر طریقہ بھی یہی ہے کہ حاکم کو تبدیل کر دیا جائے، تاکہ بیان دینے والے بے خوف ہو کر زبان کھول سکیں، یہاں ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمر نے حضرت سعد کو الگ کر دیا، پہلے تو حضرت سعد کو بلایا اور ان سے معلوم کیا کہ آپ کے بارے میں یہ شکایت ہے کہ آپ نماز ٹھیک طریقے پر نہیں پڑھاتے۔ حضرت سعد نے اس کے جواب میں جو بیان دیا، اور اسی سے امام بخاری کا ترجمۃ الباب بھی متعلق ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ میں نماز کے اندر پورے طور پر نبی ﷺ کے طریقے کی پیروی کرتا ہوں، اس میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں کرتا، مثال کے طور پر بتاتا ہوں کہ عشاء کی نماز چار رکعت ہے، میں حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق پہلی دو رکعتوں میں دیر تک ٹھہرتا ہوں اور آخر کی دو رکعتوں کو ہلکا رکھتا ہوں، مطلب یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ ضم سورہ بھی ہے اور آخری دو رکعتوں میں ضم سورت نہیں ہے، اس سے ترجمۃ الباب کا ایک جزء یعنی قراءۃ علی الإمام ثابت ہو گیا، مقتدی پر قراءۃ کے وجوب یا جواز کے لیے روایت میں کوئی بات نہیں، زیادہ سے زیادہ ثابت ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ ہر رکعت میں قراءت فرماتے تھے اور یہ بعض نمازوں میں جہر تھا اور بعض میں سر تھا، لیکن یہ کہ ایسا کرنا واجب یا سنت ہے، تو اس کے لیے بھی روایت میں کوئی صراحت نہیں، ہاں اتنا کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا یہ عمل مواظبت کے ساتھ تھا، اس لیے اس سے وجوب کی طرف اشارہ ہو گیا۔

"ذاك الظن بك" حضرت عمر نے فرمایا آپ کے بارے میں ہمارا گمان بھی یہی ہے، یعنی ہمیں اطمینان ہے، حضرت عمر نے بعد میں ایک موقع پر اس سلسلے میں، بھی فرمایا ہے: "إنّي لم أعزله من عجز و لا خيانة" کہ میں نے حضرت سعد کو کسی کوتاہی میں یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا، آپس کی نجی معاملات کی بات تو یہ ہوئی، لیکن شکایات کے ازالہ کے لیے باقاعدہ تحقیق بھی ضروری ہے۔ "فأرسل

معه" الخ چنانچہ تحقیق احوال کے لیے چند آدمیوں کو حضرت سعد کے ساتھ روانہ فرمایا، ان لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ کوفہ کی تمام مسجدوں میں پہنچے کہ وہاں تمام مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے اور حضرت سعد کی تمام شکایات کے بارے میں دریافت کیا کہ آپ لوگوں نے ان کو کیسا پایا؟ ہر ہر جگہ حضرت سعد کی تعریف ہی سنی کہ آپ بڑے اچھے ہیں اور وہ تمام باتیں جنھیں شریعت میں معروف کہا جاتا ہے، ان میں پائی جاتی ہے، یہاں تک کہ جب بنو عبس کی مسجد میں پہنچے، تو ایک شخص نے جس کی کنیت ابو سعدہ اور نام اسامہ بن قتادہ تھا، یہ بیان دیا: "أما إذا نشدتنا" الخ مراد یہ کہ دوسرے لوگوں نے جو تعریف کی باتیں کہی ہیں، اس کے تو وہ ذمہ دار ہیں، مگر آپ قسم دے کر پوچھ رہے ہیں، تو کہنا پڑتا ہے کہ حضرت سعد کے بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ جہاد کے لشکروں میں دوسروں کو تو روانہ کر دیتے ہیں اور خود شریک نہیں ہوتے یہ کیا بات ہوئی؟ بزدلی کا الزام اور شجاعت کی نفی ہوئی، اور دوسری بات یہ کہ مال کی تقسیم انصاف کے ساتھ نہیں کرتے جانب داری کرتے ہیں، یہ دیانت پر اعتراض ہوا کہ اپنوں کو دیتے ہیں یا خود زائد رکھ لیتے ہیں اور تیسری بات یہ کہ فیصلہ انصاف کے ساتھ نہیں کرتے اور رعایت سے کام لیتے ہیں، یہ عدالت پر حملہ ہوا، خلاصہ یہ ہوا کہ اس شخص نے حضرت سعد پر تین طرح کے الزامات عائد کیے۔

ایک کا تعلق شجاعت کی نفی سے تھا، جو قوت غضب کے کمال اور اعتدال کا نام ہے، دوسرے کا تعلق دیانت وعفت کی نفی سے تھا، جو قوت شہوانیہ کے کمال و اعتدال کا نام ہے اور تیسرے کا تعلق حکمت و عدل کی نفی سے تھا، جو قوت عاقلہ کے کمال و اعتدال کا نام ہے۔ گویا اس شخص نے حضرت سعد کے تینوں اخلاقی فضائل وکمالات کا سرے سے انکار کر دیا، جب کہ وہ ان تمام عیوب سے بری تھے، اور ان تمام کمالات کے حامل تھے جن کی مذکورہ شخص نے نفی کی، یہ سن کر حضرت سعد کو غصہ آ گیا اور آنا بھی چاہیے تھا کہ وہ اتنی بے سروپا باتیں کہہ گیا، بعض روایات میں ہے کہ: "فغضب سعد" اور بعض میں ہے "أعلي تشجع" افسوس کہ تم میرے بارے میں اتنی دیدہ دلیری کر رہے ہو؟ "اما واللہ لأدعون" الخ حضرت سعد کو غصہ آیا اور انھوں نے الزام عائد کرنے والے کو تین بد دعائیں دیں، لیکن کتنی حیرت اور کتنے انصاف کی بات ہے کہ غصہ کی حالت میں پوری احتیاط ملحوظ ہے، بدعا کو دو باتوں پر معلق کر رہے ہیں کہ پروردگار اگر یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے اور اگر اس کے پیش نظر دنیوی اغراض ہیں، تو میں اس کے عائد کردہ تین الزامات کے بعد تین باتیں عرض کرتا ہوں، یہ کہتا ہے کہ میں لشکر میں نہیں جاتا، مجھے میری جان پیاری ہے اور میں طویل زندگی کا خواہش ہوں، میں اس کے بارے میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اس کی عمر کو دراز کر دے یعنی اس کو قوی کی کمزوری کے ساتھ ارذل العمر تک پہنچا دے، یہ شخص الزام عائد کرتا ہے کہ

میں مال کی تقسیم میں برابری نہیں کرتا، گویا میں مال کا طلب گار ہوں، الٰہی اگر یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے، تو اس کے فقر کو طویل کردے، یہ شخص مجھ پر یہ عیب لگاتا ہے کہ میں انصاف سے کام نہیں لیتا، جانب داری کرتا ہوں، گویا میں مسلمانوں کے نزاعی معاملات میں تصفیہ کرنے کے بجائے فتنہ پیدا کرتا ہوں، الٰہی اگر یہ جھوٹ بول رہا ہے، تو اس کو فتنوں میں مبتلا کردے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص مستجاب الدعوات تھے، تینوں بددعائیں قبول ہوگئیں، اس شخص کی عمر بھی طویل ہوئیں، فقر وفتنہ میں بھی مبتلا ہوا، نابینا بھی ہوگیا اور لنگڑاتا پھرتا تھا، اس سے کوئی پوچھتا کہ کیا حال ہے؟ تو کہتا کہ حضرت سعد کی بددعا کھا گئی، بوڑھا ہوں، عمر رسیدہ ہوں، مبتلائے فتنہ ہوں وغیرہ، عبدالملک کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص (ابوسعدہ) کو دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آنکھ کی ابرو نیچے لٹک گئی تھی اور راستے میں چلتے ہوئے عورتوں کو چھیڑتا تھا۔

پہلی روایت ختم ہوگئی، اس سے صرف یہ معلوم ہوا کہ امام قراءت کرے گا، مقتدی یا منفرد کا اس میں کوئی ذکر نہیں، البتہ روایت سے متعدد فوائد مستنبط ہوتے ہیں، مثلاً یہ کہ ظالم کے لیے بددعا کرنا جائز ہے اور یہ کہ اہل اللہ سے دل میں کدورت رکھنا تباہی کا سبب ہوتا ہے اور شاید حضرت سعد نے بددعا دے کر اس ظالم کو آخرت کے عذاب سے بچالیا کہ اس کے ان برے اعمال کی دنیا میں سزا مل جائے اور آخرت کی گرفت سے بچ جائے، واللہ اعلم (دیوبندی کتاب فاتحہ خلف الامام، ص:۶ تا ۱۲)

تشریح حدیث دوم:

فرقہ دیوبندیہ نے امام بخاری کی تبویب کے تحت ذکر کردہ دوسری حدیث کی تشریح میں کہا:

"دوسری روایت حضرت عبادہ بن الصامت کی ہے، جسے رکنیت فاتحہ اور قراءۃ خلف الإمام کے ثبوت کے لیے بڑے اعتماد کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، روایت میں ہے کہ جس نے فاتحہ الکتاب کو نہیں پڑھا، تو اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ مقصد ترجمہ کی وضاحت میں بیان کیا گیا تھا کہ امام بخاری کے پیش نظر دو مسئلے ہیں ایک رکنیت فاتحہ اور دوسرا قراءت خلف الامام، اس روایت سے پہلے مسئلہ پر استدلال کا طریقہ یہ ہے کہ یہاں "لا صلوٰۃ" الخ فرمایا گیا ہے لائے نفی جنس حقیقت کے انتفاء کا تقاضا کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ سورہ فاتحہ بغیر حقیقت صلوٰۃ ہی متحقق نہیں ہوگی اور رکنیت کے یہی معنی ہیں، دوسرے مسئلہ پر استدلال کا طریقہ یہ ہے کہ روایت میں دو جگہ عموم ہے، ایک "لاصلوٰۃ" میں نکرہ نفی کے تحت عموم کا فائدہ دیتا ہے، گویا مطلب یہ ہوا کہ نماز امام ومنفرد کی ہو یا مقتدی کی، نیز جہری ہو کہ سری، سفر کی ہو یا حضر کی قراءت فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، دوسرے مسئلہ پر تو گفتگو تینوں روایات کی تشریح کے بعد

کی جائے گی، البتہ پہلے مسئلہ یعنی رکنیت فاتحہ کے سلسلہ میں بس یہ بات عرض کردی جائے کہ امام شافعی رکنیت کے قائل ہیں، امام مالک کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے، دوسری روایت میں وہ فاتحہ وضم سورہ دونوں کی رکنیت کے قائل ہیں، امام احمد مشہور قول میں شوافع کے ساتھ ہیں اور دوسرا قول حنفیہ کے مطابق ہے۔

رکنیت فاتحہ کے سلسلے میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہی حضرت عبادہ کی روایت ہے، جس میں " لاصلوٰۃ" الخ فرمایا گیا ہے۔استدلال کا طریقہ ذکر کیا جا چکا ہے، حنفیہ کی دلیل قرآن کریم کی آیت ﴿فاقروٗا ما تیسر من القرآن﴾ ہے، جس سے مطلق قراءت کی رکنیت ثابت ہوتی ہے نیز مسیئ فی الصلوٰۃ کی صحیح روایت اسی باب میں مذکور ہے جس میں "ثم اقراء ما تیسر معك من القرآن" فرمایا گیا ہے، اس سے بھی مطلق قراءت کی رکنیت کا ثبوت ہو رہا ہے، گویا قرآن کریم کی آیت جو قطعي الثبوت اور قطي الدلالة ہے، مطلق قراءت کو فرض قرار دے رہی ہے، اور حضرت شوافع حضرت عبادہ کی حدیث "لا صلوٰۃ" الخ سے جو خبر واحد اور ظني الثبوت اور ظني الدلالة ہے، قرآن کریم کے عموم کی تخصیص کر رہے ہیں اور ایسا کرنا حضرات حنفیہ کے مقرر کردہ اصول کے خلاف ہے، بعض حضرات کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیث" لا صلوٰۃ" الخ خبر واحد نہیں خبر مشہور ہے، جیسا کہ امام بخاری نے جزء القراءۃ میں ارشاد فرمایا ہے، اور خبر مشہور سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز ہے لیکن علامہ عینی نے ارشاد فرمایا کہ اس حدیث کو خبر مشہور قرار دینا جائز نہیں ہے، خبر مشہور وہ ہے جسے عہد تابعین میں تلقي بالقبول کا درجہ حاصل ہو گیا ہو اور یہاں ایسا نہیں ہے، کیونکہ یہ مسئلہ عہد تابعین میں اختلافی رہا ہے اور اگر بالفرض اس کو خبر مشہور تسلیم کر بھی لیا جائے، تو دوسری بات یہ ہے کہ کتاب اللہ کی تخصیص کے لیے خبر مشہور کا محکم ہونا ضروری ہے، محتمل سے کام نہیں بنتا اور یہ قوی امکان موجود ہے کہ "لا صلوٰۃ" میں نفی کو حقیقت کے بجائے کمال نفی پر محمول کیا جائے، یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ حضرت عبادہ کی حدیث میں "لاصلوٰۃ" کو نفی کمال پر محمول کرنے کی بات حنفیہ کے یہاں صرف اس صورت میں ہے جب تمام قرائن سے صرف نظر کر کے صرف انھیں الفاظ کے ظاہر پر انحصار کیا جائے جو بخاری کی روایت میں ہیں اور مراد یہ ہو کہ فاتحہ نہ پڑھنے کی صورت میں نماز کی نفی کی جا رہی ہے، لیکن اگر دیگر قرائن کا لحاظ کر کے معنی کا تعین کیا جائے اور مراد یہ متعین کی جائے کہ فاتحہ اور سورت دونوں کے نہ پڑھنے کی صورت میں نماز کی نفی کی جا رہی ہے، تو اس صورت میں "لا صلوٰۃ" سے نفی ذات مراد لیا جائے گا۔

اس احتمال کے قوی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی صحیح روایت نے نفی کمال کے معنی ہی کو راجح

کردیا ہے، جس میں ارشاد فرمایا گیا کہ:

"من صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیها بأمّ القرآن فهي خداج ثلاثًا غير تمام" (مسلم: ١/ ٦٩)

"جس نے نماز میں سورہ فاتحہ کو نہیں پڑھا، اس کی نماز ناقص و ناتمام ہے۔"

اس لیے حنفیہ نے قرآن و حدیث دونوں پر عمل کرتے ہوئے مطلق قراءت کو رکن اور فرض اور سورۂ فاتحہ کی قراءۃ کو واجب قرار دیا ہے کہ مطلق قراءۃ نہ کرے، تو سرے سے نماز ہی نہیں ہوتی اور اگر قراءۃ کرے لیکن سورہ فاتحہ نہ پڑھے، تو نماز ناتمام ہوئی اور ترک واجب کی بنیاد پر نماز واجب الاعادہ ہوئی، گویا پڑھی نا پڑھی برابر ہوگئی، اس لیے بعض حضرات نے اس کو تقریباً نزاع لفظی قرار دیا لیکن واقعہ ایسا نہیں، حقیقت یہ ہے کہ حنفیہ کی نظر دقیق ہے اور وہ تمام دلائل کو اپنی اپنی جگہ رکھنے میں زیادہ کامیاب ہیں۔" (دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام، ص: ١٢ تا ١٤)

تشریح حدیث سوم:

فرقہ دیوبندیہ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا:

"تیسری روایت حضرت ابوہریرہ کی ہے، جو مسیٔ فی الصلوٰۃ کی روایت کے نام سے مشہور ہے کہ حضور ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک صاحب جن کا نام خلاد بن رافع انصاری تھا، مسجد میں آئے، پہلے انھوں نے دو رکعت نماز ادا کی، ہوسکتا ہے کہ یہ دو رکعت نماز تحیة المسجد کی ہو یا کوئی نفل نماز ہو اور ممکن ہے کہ مسجد میں نماز ہو چکی ہو اور انھوں نے اپنی نماز ادا کی ہو، بہرحال انھوں نے انفرادی نماز پڑھی، بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ ان کو دیکھتے رہے، حدیث کے الفاظ ہیں کہ نماز کے بعد وہ حضور ﷺ کو سلام کرکے جانا چاہتے تھے کہ آپ ﷺ نے سلام کے جواب کے ساتھ فرما دیا کہ "ارجع فصل" الخ تمہاری نماز نہیں ہوئی، دوبارہ نماز پڑھو، انھوں نے دوبارہ اسی طرح نماز پڑھی آپ ﷺ نے پھر لوٹا دیا، اسی طرح جب تین مرتبہ لوٹا دیا، تو انھوں نے کہا: "والذي بعثك" الخ یعنی میں قسم کھا کر عرض کرتا ہوں کہ میں اپنی دانست میں نماز کو اچھی طرح پڑھ رہا ہوں، میں اس سے بہتر نہیں جانتا، آپ ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ کیا کوتاہی ہو رہی ہے، اس تفصیل سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جو کوتاہی ہو رہی تھی وہ ایسی نہیں تھی، جس سے نماز باطل ہو جائے، کیونکہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک شخص پیغمبر ﷺ کے لوٹانے پر بار بار باطل عمل کرتا رہے اور آپ ﷺ خاموشی اختیار کیے رہیں، اس عمل میں کچھ تو قابل قبول ہونے کی شان ہونی چاہیے، مثلاً یہ کہ وہ ارکان و فرائض تو ادا کر رہا تھا اور واجبات میں کوتاہی ہو رہی تھی، بہرحال اس نے

درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "إذا قمت إلى الصلوٰة" الخ کہ جب تم نماز کا ارادہ کرو، تو تکبیر تحریمہ کہو، "ثم اقرأ ما تیسر" الخ پھر قرآن کریم کا جو حصہ تمہارے لیے آسان ہو یعنی جو بھی یاد ہو، حدیث میں بعینہٖ وہی حکم دیا گیا ہے، جو قرآن کریم میں ہے، یعنی "ثم اقرء امّ القرآن" یا "الفاتحة" نہیں فرمایا گیا، بلکہ مطلق قراءت کا حکم دیا گیا ہے، اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ "ماتیسر" سے مراد سورہ فاتحہ ہی ہے، تو یہی کہا جائے گا کہ یہ تشریح تو آپ خود کر رہے ہیں، حضور ﷺ نے تو " ماتیسر" ہی فرمایا ہے، اس کے بعد آپ نے رکوع وسجود اور ان میں تعدیل ارکان کی اہمیت کو بیان فرمایا کہ اسی کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے نماز کا اعادہ کرایا جا رہا تھا، پھر آپ نے فرمایا: "وافعل ذلك في صلاتك كلها" کہ اپنی پوری نماز میں مذکور ہدایات کی پیروی کرتے رہو، "صلوٰتك" سے یہاں بظاہر وہی نماز مراد ہوگی، جو مخاطب کی طرف منسوب ہے اور ظاہر ہے کہ وہ نماز انفرادی تھی اس سے معلوم ہوا کہ منفرد کے لیے نماز میں قراءۃ ضروری ہے۔

امام بخاری کے استدلال کا خلاصہ:

فرقہ دیوبندیہ نے مزید کہا:

"خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کا ترجمۃ الباب نماز میں قراءۃ کے وجوب سے متعلق کئی اجزاء پر مشتمل تھا، ان اجزاء کو ثابت کرنے کے لیے امام بخاری نے جو تین روایات پیش کی ہیں، ان میں پہلی روایت کا تعلق صرف امام سے ہے، اور تیسری کا صرف منفرد سے، البتہ حضرت عبادہ کی دوسری روایت میں گو کہ امام ومنفرد ومقتدی میں سے کسی کی کوئی صراحت نہیں، لیکن اس کی تعبیر کے عموم میں بہ ظاہر مقتدی کو بھی داخل مانا جا سکتا ہے، اس لیے قراءۃ خلف الإمام کے مسئلہ پر جو بخاری کے ترجمۃ الباب کے کئی اجزاء میں سب سے اہم جزء ہے، صرف دوسری روایت سے استدلال ممکن ہے، اس لیے اس روایت سے قراءۃ خلف الإمام پر کیے گئے استدلال کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ مقتدی اس کے عموم میں داخل ہے یا نہیں؟ لیکن اس مسئلہ کو شروع کرنے سے پہلے فقہاء کے مذاہب کا بیان کر دینا مناسب ہے۔" (دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام، الخ ص: ۱۴ تا ۱۶)

بیان مذاہب ائمہ:

اتنے سارے صفحات تمہید میں سیاہ کر چکنے کے بعد بھی تفصیلی تمہید سے فرقۂ دیوبندیہ کی سیری نہیں ہوئی تو مزید کہا:

بیان مذاہب ائمہ:

مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"حنفیہ کا مذہب ہے کہ نماز جہری ہو یا سری امام کے پیچھے مقتدی کا قراءۃ کرنا جائز نہیں، البتہ بعض کتابوں میں امام محمد کی طرف یہ منسوب کیا گیا ہے کہ وہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو احتیاط کے طور پر مستحسن کہتے ہیں، لیکن امام محمد کی مؤطا اور کتاب الآثار میں اس کے خلاف ہے، اس لیے امام ابن الھمام نے لکھا کہ "**الأصح أن قول محمد کقولھما**"، امام مالک اور احمد کے نزدیک جہری نماز میں مقتدی کو قراءۃ کی اجازت نہیں اور مغنی ابن قدامہ میں "**ھذا أحد قولي الشافعي**" کہ امام شافعی کے دو اقوال میں سے ایک قول مالکیہ و حنابلہ کے موافق ہے، نیز مالکیہ وحنابلہ کے یہاں سری نمازوں میں گو مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کی اجازت ہے، مگر پڑھنا واجب کسی کے نزدیک نہیں ہے بلکہ مالکیہ کی کتابوں میں اس طرح صراحت ہے کہ "**فإن ترك القراءۃ فلا شيئ علیه لأن الإمام یحملھا**" کہ اگر سری نماز میں مقتدی نے قراءۃ نہیں کی، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ امام اس ذمہ داری کو پورا کر رہا ہے، البتہ امام احمد کے یہاں جہری نماز میں بھی اگر مقتدی دوری کی وجہ سے امام کی قراءت سن نہ رہا ہو، تو قراءۃ کی اجازت ہے، واجب یہاں بھی نہیں ہے، گویا یہ تینوں امام مقتدی کے باب میں ایک ہی انداز اختیار کیے ہوئے ہیں۔ البتہ امام شافعی کی طرف مشہور قول کے مطابق یہ منسوب کیا جاتا ہے کہ نماز جہری ہو یا سری مقتدی پر قراءت واجب ہے، **مختصر** اور **مھذب** میں وجوب ہی کی بات نقل کی گئی ہے، امام بیہقی وغیرہ نے اس کو امام شافعی کا قول جدید قرار دیا ہے، لیکن امام شافعی کی کتاب "الام" سے اس کی تائید نہیں ہوئی، کتاب الام کے قدیم یا جدید ہونے کے سلسلے میں شوافع میں دونوں طرح کی باتیں ملتی ہیں۔ امام الحرمین نے اس کو امام شافعی کی کتب قدیم میں شمار کیا ہے، لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، کیونکہ کتاب الام امام شافعی کے مصر منتقل ہونے کے بعد کی تصنیف ہے، اور مصر جانے کے بعد کی کتابیں کتب جدیدہ کہلاتی ہیں، اسی لیے جلال الدین سیوطی نے اس کو کتب جدیدہ میں شمار کیا ہے، کتاب الام میں ایک جگہ امام شافعی نے امام ومنفرد کے بارے میں یہ حکم بیان فرمایا کہ ان پر ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، پھر اسکے بعد فرمایا: "**سأذکر المأموم إن شاء اللہ تعالیٰ**" کہ مقتدی کا بیان بعد میں کیا جائے گا۔ (کتاب الأم، ۱/۹۳)

پھر اختلاف علی وابن مسعود کے تفصیلی ابواب میں مقتدی کے بارے میں یہ تحریر فرمایا:

"کل صلوٰۃ صلیت خلف الإمام والإمام یقرأ قراءۃ لا یسمع فیھا قرأ فیه"

"ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قراءت کر رہا ہو، جو سنی نہ جاتی ہو، تو مقتدی اس

نماز میں قراءۃ کرے گا۔" (کتاب الأم: ۱۵۳/۷)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ امام جہری نماز میں ہے اور مقتدی قراءت سن رہا ہے تو اس کو قراءت نہیں کرنی چاہیے، لیکن کتاب الام کی ان تصریحات کے باوجود شوافع کا مسلک مختار یہی ہے کہ مقتدی پر بھی تمام رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، شرح مہذب میں ہے:

" إن مذهبنا وجوب قراءة الفاتحة على المأموم في كل الركعات من الصلاة السرية والجهرية هذا هو الصحيح عندنا"

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ وفات سے دو سال پہلے امام شافعی جہری نمازوں میں قراءۃ کی اجازت نہ دیتے تھے، بعد میں قراءۃ خلف الإمام کے قائل ہو گئے، گویا امام شافعی کی رائے بدل گئی، لیکن امام شافعی کے تلامذہ میں اتفاق رائے نہیں ہے۔ اس لیے یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے زمانہ میں وجوب کی بات محقق نہ ہو اور نیچے آ کر تشدد اختیار کر لیا گیا ہو، دیکھیے امام احمد سے منقول ہے:

"ما سمعنا أحدا من أهل الإسلام يقول: ان الإمام إذا جهر بالقراءة لا تجزئ صلوٰة من خلفه إذا لم يقرأ" (المغني: ۲۶۲/۲)

ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کو بھی اس بات کا قائل نہیں پایا کہ جہری نماز میں مقتدی قراءۃ نہ کرے، تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ امام احمد کی اس بات سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ان کی نظر میں امام شافعی کا قول وجوب کا نہیں ہے، ورنہ وہ اتنا عام دعویٰ نہ کرتے اس لیے یہ بات قرین قیاس ہے کہ امام شافعی اور ان کے تلامذہ کے دور میں شائد یہ محقق نہیں تھا کہ جہری نماز میں قراءۃ خلف الإمام واجب قرار دیا جائے یا مستحب؟ مگر بعد میں وجوب کے قول کو ترجیح دی گئی۔

علامہ ابن تیمیہ نے بھی فتاویٰ میں امام احمد کی طرف جہری قراءت کے عدم وجوب پر اجماع نقل کیا ہے، ذمہ داری ان پر ہے الفاظ یہ ہیں:

" وذكر الإمام أحمد الإجماع على أنه لا تجب القراء ة على المأموم حال الجهر "

(فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۶۹/۲۳)

نیز دوسری جگہ اپنے طور پر "ما زاد على الفاتحة" کے سلسلے میں عدم وجوب پر اجماع اور فاتحہ کے سلسلے میں عدم وجوب کو جمہور سلف کا قول قرار دیا ہے اور امام کے جہر کرنے کی حالت میں قراءت کو منکر اور کتاب وسنت کے خلاف کہا ہے، کہتے ہیں:

" والأمر باستماع قراء ة الإمام مذكور في الكتاب والسنة الصحيحة و هو إجماع

الأمة فيما زاد على الفاتحة و هو قول جماهير السلف من الصحابة و غيرهم في الفاتحة وغيرها و هو أحد قولي الشافعي واختاره طائفة من حذاق أصحابه كالرازي و أبي محمد بن عبد السلام، فإن القراءة مع جهر الإمام منكر مخالف للكتاب والسنة" (فتاویٰ جلد:۲۳/۳٤۲)

مذاہب کا خلاصہ انصاف کی رو سے یہ ہوا کہ حضرات ائمہ اقتداء کے مسئلے کو الگ اور امامت و انفراد کے مسئلے کو الگ دیکھ رہے ہیں، گویا شریعت کی نظر میں یہ دو مستقل باب ہیں جنھیں الگ الگ قائم کیا گیا ہے، کیونکہ امام اعظم، امام مالک، امام احمد کے یہاں تو جہری نماز میں مقتدی پر قراءت نہیں ہے اور امام شافعی نے بھی کتاب "الام" میں یہی فرمایا ہے کہ وہ اقتداء کے مسئلے کو الگ بیان کریں گے، پھر یہ کہ مندرجہ معروضات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ امام شافعی اور ان کے تلامذہ کے عہد میں قراءۃ خلف الإمام کے وجوب کی بات محقق نہیں تھی۔ اس سلسلے میں ائمہ متبوعین کے مذاہب کی تفصیل تو وہ ہے جو عرض کی گئی، لیکن یہاں پر امام ترمذی نے کمال کردیا کہ قراءۃ خلف الإمام کے سلسلے میں امام مالک و شافعی و احمد کو ایک طرف دکھلایا اور اہل کوفہ کو دوسری طرف! گویا تکثیر سواد مطلوب ہے، حالانکہ اس کا موقع نہیں تھا کیونکہ امام مالک و احمد جہری نماز میں تو ترک قراءۃ کے قائل ہیں اور سری میں بھی قراءۃ کو واجب نہیں کہتے۔ واللہ اعلم (دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام: صفحہ:۱۶ تا ۱۹)

صحابہ، تابعین اور دیگر اہل علم کا مسلک:

فرقۂ دیوبندیہ نے مذکورہ بالاعنوان کے تحت ایک لمبی بات کہی، ملاحظہ ہو:

"یہ تو تھا ائمہ متبوعین کے مذہب کا بیان ان کے علاوہ صحابہ وتابعین و دیگر اہل علم وفقہاء اسلاف کا کیا مسلک ہے؟ تو اس سلسلے میں امام احمد کا قول نقل کیا جا چکا ہے جس کا حاصل یہ تھا کہ امام احمد کے علم میں مقتدی پر وجوب قراءت کا اہل اسلام میں کوئی بھی قائل نہیں اور اس قول کے بعد یہ تفصیل بھی مذکور ہے:

" قال أحمد: هذا النبي ﷺ وأصحابه والتابعون و هذا مالك في الحجاز و هذا الثوري في أهل العراق و هذا الأوزاعي في أهل الشام وهذا الليث في أهل مصر ما قالوا برجل صلى خلف الإمام و قرأ إمامه و لم يقرأ هو صلاته باطلة" (المغنی:۲/۲٦۲)

امام احمد نے فرمایا کہ یہ ہیں رسول پاک ﷺ اور یہ ہیں آپ کے صحابہ اور صحابہ کے تابعین اور یہ ہیں اہل حجاز میں امام مالک اور یہ ہیں اہل عراق میں سفیان ثوری اور یہ ہیں اہل شام میں اوزاعی اور یہ ہیں اہل مصر میں امام لیث ان میں سے کوئی بھی مقتدی کے بارے میں جب امام قراءۃ کرے اور مقتدی قراءۃ نہ کرے یہ نہیں کہتا کہ اس کی نماز باطل ہے۔"

امام احمد کا یہ ارشاد صاف بتلا رہا ہے کہ انھوں نے جو عام دعویٰ کیا تھا کہ اہل اسلام میں کوئی بھی مقتدی پر وجوب قراءۃ کا قائل نہیں، وہ کوئی سرسری بات نہیں، بلکہ انھوں نے یہ بات سنت نبوی، صحابہ و تابعین کے اقوال وتعامل اور مشہور بلاد اسلامیہ کے فقہائے کرام کے مسلک مختار کی تحقیق کے بعد ارشاد فرمائی ہے۔ پھر صاحب مغنی موفق الدین بن قدامہ کے شاگرد اور بھتیجے شمس الدین بن قدامہ نے شرح مقنع میں بعض صحابہ و تابعین اور فقہاء کے نام بھی ذکر کیے ہیں: فرماتے ہیں:" ولا تجب القراء ة علی المأموم، هذا قول أكثر أهل العلم و ممن كان لا يرى القراء ة خلف الإمام علي، و ابن عباس، وابن مسعود ، وأبو سعيد، وزيد بن ثابت، وعقبه بن عامر، وجابر و ابن عمر وحذيفة بن يمان" ہیں،اور اسی کے قائل سفیان ثوری ، سفیان بن عیینہ، اصحاب الرأی، امام مالک، زہری ، اسود ، ابراہیم، سعید بن جبیر ہیں، اور ابن سیرین نے فرمایا کہ قراءۃ خلف الإمام کے سنت ہونے کو میں نہیں جانتا۔(شرح مقنع:۲/۱۰)

"ممن کان لا یری" کے الفاظ بتارہے ہیں کہ یہ واجب نہ کہنے والوں کی پوری فہرست نہیں ہے، بلکہ ان میں سے چند اہم نام ذکر کردیے گئے ہیں، نیز یہ کہ جس طرح امام احمد نے فرمایا تھا کہ قراءۃ خلف الإمام کے وجوب کا عالم اسلام میں کوئی قائل نہیں، اسی طرح محمد بن سیرین کے الفاظ سے واضح ہے کہ قراءۃ خلف الإمام کا عمل خلاف سنت ہے۔(دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام، ص:۲۰ تا ۲۱)

اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی:

ہم کہتے ہیں فرقۂ دیوبندیہ اور خاص کر اس کے امام فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد اور اس کے استاد حدیث دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا ریاست علی بجنوری نے اپنی تمام کتابوں کی طرح اس کتاب میں اپنی عادت اکاذیب پرستی و تلبیسات پرستی کے تحت صفحہ:۱ سے ۲۱ تک اور اس کے بعد ختم کتاب،صفحہ:۸۸ تک لامتناہی سلسلہ تلبیسات جاری کررکھا ہے،، ہم اس پر تحقیقی نقد نظر کررہے ہیں۔

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب "قراءۃ خلف" الخ میں "ائمہ متبوعین" لفظ کئی جگہ استعمال کیا ہے، جس کا مطلب فرقۂ دیوبندیہ کے نزدیک یہ ہے کہ امام مالک ، امام ابوحنیفہ ، امام شافعی، امام احمد ائمہ متبوعین ہیں، جن سے کسی نہ کسی کی تقلید بمعنی اتباع تمام مسلمانوں پر فرض اور واجب ہے، حالانکہ ائمہ متبوعین کی تعداد صرف چار قرار دینے میں بھی فرقۂ دیوبندیہ کذاب ہے، کیونکہ متعدد کتابوں میں مقلدین نے ائمہ متبوعین کی تعداد بارہ بتلائی ہے۔(تدریب الراوی للسیوطی وغیرہ) اپنے اس دروغ بے فروغ کے باوصف اس فرقۂ کذاب کا یہ دعویٰ کہ ائمہ متبوعین چار ہیں خالص جھوٹ ہے، یہ تقلید پرست تلبیس کار کسی نص قرآنی یا نص نبوی یا قول صحابی یا قول تابعی یا اسلاف میں سے کسی

سے بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ اس نے ائمہ متبوعین کی تعداد چار یا اس سے زیادہ بتلائی ہے، جب یہ بات محض فرقۂ دیوبندیہ کا خالص جھوٹ ہے، تو اس جھوٹے دعویٰ کو وہ کسی دلیل شرعی یا اسلاف سے کیسے ثابت کر سکتا ہے اور جھوٹ جس فرقۂ دیوبندیہ کا اوڑھنا بچھونا ہو وہ نصوص کے خلاف اپنے اختراع کردہ کسی بھی مسئلہ کے لیے کوئی شرعی دلیل کہاں سے دے سکتا ہے؟

حقیقت امر یہ ہے کہ اہل اسلام کے صرف ایک امام جناب محمد رسول اللہ خاتم النبیین ورحمۃ للعالمین ﷺ ہیں، جیسا کہ قرآنی نصوص و نبوی نصوص میں بکثرت ذکر کیا گیا ہے اور جب اہل اسلام کے صرف ایک امام محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور نصوص قرانی و نصوص نبوی میں انھیں کو ہمارا امام بتلایا گیا ہے، تو مدعی اسلام ہوتے ہوئے نصوص کے خلاف محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور کو اپنا امام قرار دے لینا اور اس کی تقلید بمعنی اتباع کو فرض قرار دے لینا جب کہ تقلید و اتباع میں زمین وآسمان کا فرق ہے، فرقۂ دیوبندیہ کے اکاذیب پرست ہونے کے علاوہ کیا ہے؟

فرقۂ دیوبندیہ نے صحیح بخاری کی جس تبویب پر اپنے تقلیدی تیر وتبرا اور خنجر وہتھیار چلا رکھے ہیں، اس تبویب کی دوسری حدیث صحیح بخاری سے فرقۂ دیوبندیہ نے یہ نقل کر رکھی ہے کہ:

" عن عبادة بن صامت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب"

اس حدیث نبوی کا ترجمہ فرقۂ دیوبندیہ نے یہ کیا ہے: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں ہوئی" (دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام، ص:۷، ۸) اس حدیث نبوی کی تشریح میں "تشریح حدیث دوم" کے عنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

تشریح حدیث دوم:

دوسری روایت حضرت عبادہ بن صامت کی ہے، جسے رکنیت فاتحہ اور قراءۃ خلف الإمام کے ثبوت کے لیے بڑے اعتماد کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، روایت میں ہے کہ جس نے فاتحۃ الکتاب کو نہیں پڑھا، اس کی نماز ہی نہیں ہوئی، مقصد ترجمہ کی وضاحت میں بیان کیا گیا تھا کہ امام بخاری کے پیش نظر دو مسئلے ہیں: ایک رکنیت فاتحہ اور دوسرا قراءۃ خلف الإمام اس روایت سے پہلے مسئلہ پر استدلال کا طریقہ یہ ہے کہ یہاں لا صلوٰۃ الخ فرمایا گیا ہے لائے نفی جنس حقیقت کے انتفاء کا تقاضا کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر حقیقت صلوٰۃ ہی متحقق نہیں ہوگی اور رکنیت کے یہی معنی ہیں۔ دوسرے مسئلہ پر استدلال کا طریقہ یہ ہے کہ روایت میں دوجگہ عموم ہے، ایک "لا صلوٰۃ" میں کہ نکرہ نفی کے تحت عموم کا فائدہ دیتا ہے، گویا مطلب یہ ہوا کہ نماز امام اور منفرد کی ہو یا مقتدی کی نیز جہری ہو کہ سری سفر کی ہو یا

حضر کی قراءۃ فاتحہ کے بغیر اس کا وجود ہی نہیں، اور دوسرا عموم "لمن لم یقرأ" کے کلمہ "من" میں کہ نمازی کوئی بھی ہو امام ہو یا مقتدی فاتحہ کی قراءت کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ دوسرے مسئلہ پر تو گفتگو تینوں روایات کی تشریح کے بعد کی جائے گی، البتہ پہلے مسئلہ یعنی رکنیت فاتحہ کے سلسلے میں یہی بات عرض کر دی جائے کہ امام شافعی رکنیت کے قائل ہیں، امام مالک کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔ دوسری روایت میں وہ فاتحہ وضم سورہ دونوں کے قائل ہیں، امام احمد مشہور قول میں شوافع کے ساتھ ہیں اور دوسرا قول حنفیہ کے مطابق ہے، رکنیت فاتحہ کے سلسلے میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہی حضرت عبادہ کی حدیث ہے جس میں "لا صلوٰۃ لمن"...... الخ فرمایا گیا ہے۔ الخ (دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام، ص:۱۲، ۱۳)

ہم کہتے ہیں کہ جب فرقۂ دیوبندیہ کے ترجمہ حدیث عبادہ اور تشریح مذکور سے باعتراف فرقۂ دیوبندیہ کسی بھی نمازی کی نماز سورہ فاتحہ پڑھے بغیر کالعدم ہے اور یہی اس کے ائمہ متبوعین میں سے تین حضرات کا موقف ہے اور یہی بات صحیح بھی ہے، تو اس کذاب فرقہ نے اپنی ان باتوں کے خلاف جو یہ کہا کہ

"حنفیہ کی دلیل قرآن کریم کی آیت ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ ہے، جس سے مطلق قراءت کی رکنیت ثابت ہوتی ہے، نیز مسیئ فی الصلوٰۃ کی صحیح روایت جو اسی باب میں مذکور ہے، جس میں "ثم اقرأ ما تیسر معك من القرآن" فرمایا گیا ہے، اس سے بھی مطلق قراءت کی رکنیت کا ثبوت ہو رہا ہے، گویا قرآن کریم کی آیت جو قطعي الثبوت و قطعي الدلالة ہے مطلق قراءت کو فرض قرار دے رہی ہے اور حضرات شوافع حضرت عبادہ کی روایت "لا صلوٰۃ" الخ سے جو خبر واحد ہے اور ظني الثبوت و ظني الدلالة ہے، قرآن کریم کے عموم کی تخصیص کر رہے ہیں اور ایسا کرنا حضرات حنفیہ کے مقرر کردہ اصول کے خلاف ہے...... الخ۔ فرقۂ دیوبندیہ کی یہ پوری بات ہم نقل کر آئے ہیں۔ (دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام، ص:۱۲، ۱۳)

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ کی یہ بھی کذب بیانی ہے کہ امام بخاری کے پیش نظر دو مسئلہ تھے الخ...... کیونکہ امام بخاری اور ان جیسے علمائے اہل حدیث پہلے سے اپنا کوئی فقہی مسئلہ حنفیہ کی طرح گھڑا نہیں کرتے تھے، پھر اس پر دعویٰ کرتے ہیں کہ فلاں فلاں نصوص اور اجماع امت و آثار صحابہ و تابعین ہمارے موقف پر دلائل ہیں۔ بلکہ امام بخاری اور عام علمائے اہل حدیث پہلے نصوص کو سامنے رکھ کر ان سے مستفاد ہونے والے مسائل کو اپنا مسئلہ و مسلک قرار دیتے ہیں اور ان نصوص کے خلاف حنفیہ کی تلبیسات اور من گھڑت دلیلوں کی تردید و تکذیب کرتے ہیں، تاکہ مسئلہ منقح ہو کر واضح ہو جائے، اپنے مؤقف مذکور پر بدعویٰ فرقۂ دیوبندیہ قرآنی آیت ﴿ فاقرؤا ما تیسر من القرآن﴾ کو اپنا مستدل بتلاتے ہیں، نیز مسیئ فی الصلوٰۃ کی صحیح روایت کو بھی بزعم خویش دلیل قرار دیتے ہیں اور قرآن مجید کو

قطعي الثبوت و قطعي الدلالة کہہ کر حدیث عبادہ کو ظنی الثبوت و ظنی الدلالہ کہہ کر ردّ کر دیتے ہیں۔
حالانکہ حضرت عبادہ کی حدیث مذکور کو امام بخاری نے متواتر کہا ہے۔(جزء القراءة خلف الإمام، ص: ٢٥) اور حدیث متواتر سے حنفیہ کے نزدیک بھی قرآن مجید کی تخصیص ہو سکتی ہے، لیکن فرقۂ دیوبندیہ کذب بیانی سے کسی بھی معاملہ میں کب چوکنے والا ہے؟ چنانچہ اس فرقہ کذابیہ نے اپنی اس کتاب میں کہا کہ:

''بعض حضرات کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیث ''لا صلوٰۃ الخ'' خبر واحد نہیں خبر مشہور ہے، جیسا کہ امام بخاری نے جزء القراءة میں ارشاد فرمایا ہے اور خبر مشہور سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز ہے۔'' (دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام، ص: ١٣، ١٤)

ہم کہتے ہیں کہ جس فرقۂ دیوبندیہ کے فخر المحدثین واستاذ حدیث امام بخاری پر اس طرح کا افتراء کرنے میں ذرا بھی خوف نہ کھائیں، انھیں اس دور میں کیا کہا جا سکتا ہے؟ حدیث متواتر و مشہور میں بڑا فرق ہے اور حدیث مذکور کو امام بخاری نے متواتر کہا ہے، اس کا متواتر ہونا ہر صاحب علم پر ظاہر ہے، جو اس حدیث کی سندوں کو بغور دیکھے، یہ حدیث مشہور ہرگز نہیں۔ فرقۂ دیوبندیہ نومولودہ کے اجداد و مورثین میں سے ایک صاحب عینی حنفی جیسے تقلید پرست نے فرقۂ دیوبندیہ کو جھوٹ بولتے ہوئے یہ سکھایا کہ تم یہ مت کہو کہ امام بخاری نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے، بلکہ یہ کہو کہ مشہور کہا ہے اور مشہور کی مصطلح تعریف کیے بغیر اس فرقہ نے اپنے آباء و اجداد سمیت کہہ دیا کہ خبر مشہور وہ ہے جسے عہد تابعین میں تلقی بالقبول حاصل ہو، یہ دروغ بان فرقہ حدیث مشہور کی مصطلح تعریف کے بجائے خانہ ساز جھوٹی تعریف کرنے پر نازاں وفرحاں ہے۔

فرقۂ دیوبندیہ اور اس کے مورثین کی تعریف حدیث مشہور:

اصول حدیث کی مشہور و معروف کتاب ''حجية خبر الواحد'' میں کہا ہے:

'' و للحنفية في المشهور الذي هو عندنا من الآحاد رأيان: أحدهما أنه يفيد العلم اليقيني بطرق النظر والاستدلال و بهذا قال: أبوبكر الجصاص، والثاني يفيد علم طمانينة فهو دون المتواتر و فوق الآحاد، و به قال: عيسى بن أبان، و صرح به السرخسي في أصوله فجوزوا به الزيادة على كتاب الله تعالىٰ''

یعنی احناف کے یہاں حدیث مشہور کی بابت دو آراء ہیں، ایک یہ کہ حدیث مشہور علم یقینی کا افادہ کرتی ہے، بطریق نظر و استدلال یہی بات امام رازی جصاص صاحب احکام القرآن کہتے ہیں۔ دوسری یہ کہ حدیث مشہور علم اطمینانی کا افادہ کرتی ہے، لہٰذا وہ حدیث متواتر سے کمتر اور حدیث واحد سے برتر ہے، یہ تعریف عیسی بن ابان کی ہے اور سرخسی نے اسی کو اپنی کتاب الاصول میں بیان کیا ہے، لہٰذا اس حدیث

مشہور سے بھی احناف نے کتاب اللہ پر زیادتی کو جائز قرار دیا ہے، جو ان کے نزدیک نسخ ہے۔
(کشف الأسرار للبزدوی:۲/۳۶۸، وخبر الواحد و تحیته،ص:۱۴۹)

خبر متواتر کی تعریف:

"فقد عرفه ابن الحاجب بأنه خبر جماعة مفید بنفسه العلم بصدقه، الخ"

"یعنی خبر متواتر وہ ہے، جس کے ہر طبقہ رواۃ میں اتنی بڑی جماعت ہو کہ اس خبر سے اس کے صادق ہونے کا علم حاصل ہو جائے۔(المختصر لابن الحاجب:۲/۵۱ والإحکام للآمدی:۲/۱۵، وشرح تنقیح الفصول في اختصار المحصول،صفحه:۳۴۹، وخبر الواحد و حجیته،ص:۹۸،۹۹، وغیرہ)

ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ خبر متواتر و مشہور میں کیا فرق ہے؟ اور یہ حدیث مشہور سے بھی احناف کے یہاں علم یقین وطمانیت قلب حاصل ہوتا ہے اور اس قرآن مجید کی تخصیص اور اس پر زیادتی جائز ہوتی ہے، مگر افسوس کہ فرقۂ دیوبندیہ اور اس کے آباؤ اجداد نے ردّ و مسخ حقائق پر کمر کس لی ہے۔ فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی ان تلبیسات کے بعد صفحہ:۱۴ پر جو بے راہ روی اختیار کی ہے اسے آگے چل کر ظاہر کیا گیا ہے۔

ہم فی الوقت اس تبویب کی پہلی حدیث پر فرقۂ دیوبندیہ کی تلبیسات کا ذکر کریں گے:

مذکورہ تبویب صحیح بخاری پہلی حدیث سے متعلق تلبیسات دیوبندیہ:

تبویب مذکور کی پہلی حدیث کا ذکر فرقۂ دیوبندیہ نے کیا، پھر دوسری تیسری احادیث کو نقل کیا اور اپنی عادت معروفہ کے مطابق چوتھی حدیث کا ذکر چھوڑ دیا، یہ کارروائی کر چکنے کے بعد تمام احادیث کا ترجمہ اکٹھا کر ڈالا، اس پہلی طویل حدیث کے صرف ان الفاظ کا تعلق ترجمۃ الباب سے ہے:

"یا أبا إسحاق إن هولاء یزعمون أنك لا تحسن تصلي قال: أما أنا والله فإني کنت أصلي بهم صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم ما اخرم عنها أصلي صلوٰة العشاء فأرکد في الأولیین و أخف في الاخریین قال: ذاك الظن بك یا أبا اسحاق"

اس حصے کا اردو ترجمہ مع پوری حدیث دیوبندی ترجمہ کے ساتھ گزر چکا ہے اور یہ معلوم ہے کہ بسا اوقات امام بخاری تبویب سے ادنیٰ مناسبت کے باعث پوری لمبی حدیث جو بعض اوقات ڈیڑھ دو طویل صفحات پر مشتمل ہوتی ہے، ذکر کر دیتے ہیں، اس طویل حدیث میں سے جو حصہ تبویب سے متعلق ہے، وہ فرقۂ دیوبندیہ کے اردو ترجمہ کے مطابق بطور حاصل یہ ہے کہ "اہل کوفہ نے شکایت میں یہاں تک کہا کہ حضرت سعد نماز بھی اچھی نہیں پڑھاتے، اہل کوفہ کے اس شکوہ کا ذکر امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین حضرت عمر نے حضرت سعد سے کیا، اس کے جواب میں حضرت سعد نے کہا: میں انھیں آپ ﷺ والی نماز پڑھاتا رہا مثلاً عشاء کی نماز اس طرح پڑھاتا تھا کہ پہلی دو رکعتوں میں دیر تک ٹھہرتا

تھااور آخری دو رکعتوں میں تخفیف کرتا تھا، حضرت عمر نے حضرت سعد سے کہا کہ آپ کی بابت ظن غالب یہی ہے۔''

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی عادت تلبیس کاری کے سبب جس چوتھی حدیث کی نقل اور اردو ترجمہ ترک کردیا ہے، اس میں حضرت سعد وحضرت عمر کا یہ مکالمہ مذکور ہے:

"کنت أصلی بھم صلوۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلاتی العشی لا أخرم عنھا ، کنت أرکد فی الأولیین، و أحذف فی الأخریین فقال عمر: رضی اللّٰہ عنہ ذاك الظن بك" (صحيح البخاري مع فتح الباري: ۱/ ۲۳۷، حديث: ۷۵۸)

''یعنی میں اہل کوفہ کو نماز نبوی اس طرح پڑھاتا رہا کہ ظہر وعصر کی نمازوں میں نماز نبوی میں کوئی کمی کیے بغیر پہلی دو رکعتیں طویل اور آخری دو رکعتیں خفیف پڑھتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے ساتھ ہمارا حسن ظن وظن غالب یہی ہے۔''

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت سعد نے اہل کوفہ کو اپنی پڑھائی جانے والی نماز نبوی کی زیادہ تفصیل بیان کی ہوگی، مگر راوی نے کسی بھی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کیا۔

بعنوان ''مقصد ترجمہ'' فرقۂ دیوبندیہ نے کہا کہ:

بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ بخاری مطلق قراءت کو ضروری کہہ رہے ہیں اور فاتحہ وغیر فاتحہ سے اس ترجمہ میں بحث نہیں کر رہے ہیں، گویا ہماری موافقت کر رہے ہیں، جب کہ وہ اس مسئلے میں ہمارے ساتھ نہیں ہیں وہ تو قراءة خلف الإمام کے علم بردار ہیں، اس موضوع پر ایک رسالہ جزء قراءة خلف الإمام کے نام سے تحریر فرمایا ہے اور اس میں حتی الامکان زور صرف کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ مذہب تو یہی ہے اور اس کے خلاف جو کچھ ہے وہ یا تو ثابت نہیں یا بہت کمزور ہے، لیکن جب یہ مسئلہ صحیح بخاری میں آیا، تو بڑی احتیاط سے کام لیا، امام بخاری کو اپنے مسلک کے مطابق کہنا چاہیے تھا: وجوب الفاتحة للإمام والمأموم الخ" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری بھی مسئلہ کی نزاکت سمجھ رہے ہیں کہ صاف کہنے کا موقع نہیں، اس لیے ابہام سے کام لینا چاہیے ......الخ (دیوبندی کتاب قراءة خلف الإمام، ص:۸)

فرقۂ دیوبندیہ کی اس اختراعی بات بلکہ افترائی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام بخاری کو بھی اپنی طرح کا کذاب و تلبیسات کار و دوغلی پالیسی رکھنے والا سمجھتا ہے کہ مسئلہ کی نزاکت سمجھنے کے سبب صحیح بخاری میں تصریح سے کام لینے کے بجائے ابہام سے کام لیا، مگر اپنی دوسری کتاب ''قراءة خلف الإمام ...... الخ'' میں اس کی صراحت کردی ہے اور فرقۂ دیوبندیہ کے اس طرز گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے قراءة خلف الإمام والی کتاب لکھنے کے بعد صحیح بخاری لکھی، معلوم نہیں اپنے ایجاد کردہ کن ذرائع دیوبندیہ سے اس فرقۂ دیوبندیہ نے یہ بات معلوم کرلی ہے کہ قراءة

خلف الإمام کے بعد صحیح بخاری لکھی گئی؟ اس فرقۂ دیوبندیہ نے یہ بھی لکھ رکھا ہے کہ:

''گویا یہ ترجمہ الباب ایک عام دعویٰ ہے اور قراءت سے متعلق آنے والے ابواب اس کی تفصیل ہیں۔'' (دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام، ص:۸)

اپنے اسی بیان میں فرقۂ دیوبندیہ نے امام بخاری پر افتراء پردازی کی کہ وہ مسائل میں پردہ داری سے کام لیتے ہیں، حالانکہ پردہ داری و تلبیس کاری اسی فرقۂ دیوبندیہ کا شیوہ و شعار ہے، جیسا کہ ظاہر ہوگا، نیز ہم کہتے ہیں کہ اس کے بعد آنے والی ابواب میں سے کسی میں بھی کوئی ایسی حدیث نہیں، جو اس تبویب کا مقصد ہے، البتہ اسی تبویب میں جو چار احادیث مذکور ہیں، ان کے مجموعہ سے اس تبویب بخاری کی پوری پوری مطابقت ہو رہی ہے۔

اس تبویب کی پہلی حدیث میں جو یہ قولِ سعد بن ابی وقاص منقول ہے اور جس کی تائید امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی کی کہ میں اہل کوفہ کو نماز نبوی پڑھاتا تھا، تو پڑھانے والا کام اس کو مستلزم ہے کہ پڑھنے والے بھی ہیں اور پڑھنے والوں سے مراد ظاہر ہے کہ مقتدی ہیں، یعنی پہلی والی حدیث سے امام و مقتدی پر قراءت قرآن کا فرض ہونا ثابت ہوگیا، مگر فرقۂ دیوبندیہ ایک طرف یہ کہتا ہے کہ امام بخاری گویا اس معاملہ میں ہماری موافقت کر رہے ہیں، حالانکہ فرقۂ دیوبندیہ مقتدی کے لیے کسی بھی حالت میں قراءت قرآن کی اجازت نہیں دیتا۔ دوسری طرف یہ فرقۂ دیوبندیہ کہتا ہے کہ امام بخاری اس مسئلہ ہمارے ساتھ نہیں ہیں، وہ تو قراءۃ خلف الإمام کے علم بردار ہیں......الخ (دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام:۸) یعنی کہ اکاذیب پرست فرقۂ دیوبندیہ نے واضح طور پر تضاد بیانی کی اور کذب بیانی بھی، یہی اس کا شعار وشیوہ ہے۔ اس اکاذیب پرستی اور اکاذیب گوئی و تضاد بیانی کے باوجود امام بخاری کو یہ سبق پڑھانے چلا ہے کہ انھیں اپنے مسلک کے مطابق اس جگہ صحیح بخاری میں یہ کہنا چاہئے تھا کہ ''باب وجوب الفاتحه للإمام والمأموم، الخ'' اکاذیب پرست اگر امام بخاری جیسے ثقہ جبل العلم کو بزعم خویش سبق پڑھانے کا حوصلہ ظاہر کریں، تو اکاذیب پرستی ان کا شیوہ و شعار ہی تو ہے۔

ہم عرض کر آئے ہیں کہ اس تبویب بخاری کے تحت امام بخاری کی ذکر کردہ چاروں احادیث کے مجموعہ سے تبویب کی پوری مطابقت ہوتی ہے۔ پہلی والی حدیث سے بہ اعتراف دیوبندیہ امام و مقتدی کے لیے وجوب قراءۃ کا اثبات ہوتا ہے، نیز اس متواتر المعنی حدیث سے بھی کہ '' إنما جعل الإمام ليؤتم به'' (صحيح البخاري مع فتح الباري، ص: ٦٨٨، ٦٨٩، ٢/١٧٢، ١٧٣ و عام کتب حدیث) یعنی کہ امام بنایا ہی اسی لیے گیا ہے کہ اس کے مقتدی اس کی اقتداء کریں، یعنی امام جو کام بھی کرے، مقتدی بھی کریں، لہٰذا التزامی طور پر ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدی بھی قراءت قرآن کریں، مگر دیوبندیہ ان نصوص شرعیہ کے مخالف ہیں۔

ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا احادیث عام ہیں، جن میں امام و مقتدی دونوں برابر ہیں، مگر یہ معلوم ہے کہ جس عموم

شرعی سے جو باتیں دلیل شرعی سے مستثنیٰ وخاص ہوں، انھیں مستثنیٰ وخاص ماننا تمام اہل اسلام پر فرض ہے، اس لیے امام بخاری نے اس تبویب میں ایک تخصیص کا ذکر کرنے کی غرض سے دوسری والی حدیث پیش کی کہ "لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب" یعنی پہلی والی جس حدیث نبوی میں بلفظ عموم قراءۃ قرآن کا حکم دیا گیا ہے، اس سے مراد بذریعہ تخصیص شریعت نے یہ کردی ہے کہ ہر نماز کے لیے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے، ورنہ نماز کالعدم ہوگی، مگر فرقۂ دیوبندیہ کہتا ہے کہ مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ کی قراءت ہو خواہ کسی دوسرے حصہ قرآن کی قراءت ہو جائز ہی نہیں، بلکہ جو مقتدی ایسا کرے گا اس کے منہ میں آگ ٹھونسی جائے گی اور یہ معلوم ہے کہ پوری دنیا کے نمازیوں میں مقتدیوں کی تعداد اماموں سے پچانوے فیصدی زیادہ ہے، گویا فرقۂ دیوبندیہ مسلمانوں کی پچانوے فیصدی سے زیادہ کو نص شرعی کی مخالفت کرنے کا حکم دیتا ہے، جو فرقہ اس طرح کے بے راہ رو ہو، اسے اپنے دین وایمان واسلام کا تحقیقی جائزہ لینا چاہیے۔

اس تبویب صحیح بخاری کی تیسری حدیث میں مسيء في الصلوٰۃ کا ذکر ہے کہ اسے آپ نے تحریمہ کے بعد "ثم اقرأ ما تیسر معك من القرآن" کا حکم دیا کہ تمہارے لیے قرآن میں سے آسان جس قدر اور جو یاد ہوا سے پڑھو، اس حدیث نبوی کو فرقۂ دیوبندیہ نے قرآنی حکم ﴿فاقرؤا ما تیسر من القرآن﴾ کا ہم معنی قرار دیا ہے۔ جب کہ اس حدیث کی تفسیر خود نبی ﷺ نے کردی ہے کہ اس سے مراد "ثم اقرأ بأمّ القرآن و بما شاء الله أن تقرأ" یعنی اس نص قرانی کا مطلب ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھو اور اس سے بھی کچھ زیادہ قرآن پڑھو۔" (سنن أبي داود مع عون المعبود: ۱/۷۱، حدیث: ۸۵٤، و مع بذل المجهود: ۲/۷٥)

اس نص قرآنی ونص نبوی کے مجموعہ سے ظاہر ہوا کہ شریعت نے ہر نماز کو سورہ فاتحہ اور اس سے کچھ زیادہ قرآن خوانی کا حکم دیا، مگر فرقۂ دیوبندیہ جو صرف اپنے خود ساختہ اکاذیب وتلبیسات کا پرستار ہے۔ اس قرآنی ونبوی حکم کا مخالف ہے اور مخالف ہی نہیں، بلکہ تمام مقتدیوں کو اس حکم شرعی پر عمل سے روکتا ہے۔

ہم کہہ آئے ہیں کہ جو حکم شرعی کسی بھی نماز مثلاً منفرد کے لیے وارد ہوا ہو، اسے تمام نمازوں کے لیے کرنا فرض ماننا ہوگا، الا یہ کہ جس کے مستثنیٰ ہونے پر دلیل شرعی ہو، اسے مستثنیٰ ماننا ہوگا اور یہ حدیث اگرچہ منفرد کے لیے ہے، مگر اس سے کسی نمازی کا مستثنیٰ ہونا ثابت نہیں ہے، لہٰذا تمام نمازیوں یعنی امام ومقتدی ومنفرد کے لیے اسے ماننا ہوگا۔

تنبیہ بلیغ:

بہت سے ائمہ کرام سری نمازوں میں مقتدی پر بھی سورۂ فاتحہ اور اس سے زیادہ قرآن خوانی کو ہر پہلی دو رکعتوں میں ہر ایک میں فرض وواجب مانتے ہیں اور مذکورہ بالا حدیث نیز کئی دوسری حدیثوں سے اس کی تائید ہوتی ہے، مگر آخری دو رکعتوں میں عموماً امام صرف قراءۃ فاتحہ پر اکتفاء کرتا ہے، اسی پر مقتدی کو بھی اکتفاء کرنا چاہیے، جن احادیث

میں فاتحہ سے زیادہ قرآن خوانی کا حکم ہے، ان سے مراد فرائض میں ابتدائی دو رکعتیں ہیں۔ نیز بہت سے ائمہ کرام ایسے بھی ہیں، جو جہری نماز ہو یا سری مقتدی پر فاتحہ خوانی لازم قرار دیتے ہیں اور غیر فاتحہ کو نہیں۔ امام بخاری کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مقتدی پر صرف فاتحہ خوانی فرض ہے اس سے زیادہ نہیں، بلکہ جائز بھی نہیں۔ نیز بہت سے ائمہ کا کہنا یہ ہے کہ مقتدی پر فاتحہ خوانی تو فرض ہے مگر فاتحہ سے زیادہ قرآن خوانی مستحب و مسنون یا محض جائز ہے۔ ہمارا اپنا مسلک یہ ہے کہ جسے ہم نے اپنی کتاب ''سورہ فاتحہ کے مسائل'' میں لکھا ہے کہ منفرد و امام پر فاتحہ خوانی کے ساتھ مزید قرآن خوانی بھی واجب ہے، مگر مقتدی پر صرف فاتحہ خوانی فرض ہے، اسی پر مقتدی کو اکتفاء کرنا لازم ہے، اس سے زیادہ قرآن خوانی نہ سری نماز میں نہ جہری میں مقتدی کے لیے جائز ہے۔ شائقین ہماری اس کتاب کو دیکھیں بشرطیکہ وہ طبع ہوجائے ابھی تو وہ کئی سالوں سے جامعۃ سلفیہ بنارس کے شعبہ طباعت میں منتظر طباعت پڑی ہے۔

ہم اپنی ان باتوں کو فرقۂ دیوبندیہ کی زیر نظر تبویب بخاری پر پھیلائی ہوئی تلبیسات و اکاذیب کو ظاہر کرنے کو کافی سمجھتے ہیں، ورنہ بہت ساری تلبیسات دیوبندیہ اس میں بھری پڑی ہیں، مگر اختصار ہمارے پیش نظر ہے اس لیے صرف اسی قدر لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

امام بخاری کے استدلال کا خلاصہ:

عنوان مذکور کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے کہا کہ تبویب مذکور میں امام بخاری کی ذکر کردہ تین روایات (حالانکہ تین نہیں بلکہ چار ہیں، یہ بھی فرقۂ دیوبندیہ کی کذب بیانی دتلبیس کاری ہے۔) پہلی کا تعلق صرف امام سے ہے، الخ (دیوبندی کتاب مذکور، ص:۱۶)

حالانکہ ہم فرقۂ دیوبندیہ کے جھوٹ کو ظاہر کرکے بتلا آئے ہیں کہ اس کا تعلق مقتدی سے بھی ہے، بھلا کوئی امام مقتدی کے بغیر پایا جانا ممکن بھی ہے؟ جس فرقہ کو یہی تمیز نہ ہو کہ مقتدی کے بغیر امام کا پایا جانا محال ہے، جو کچھ بھی کر گزرے کم ہے، نیز اسی عنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے یہ تلبیس کاری کی کہ اس تبویب بخاری کی تیسری روایت کا تعلق صرف منفرد سے ہے، حالانکہ ہم واضح کر آئے ہیں کہ جو حکم شرعی کسی بھی نمازی کے لیے ثابت ہو، وہ ہر نماز کے لیے ماننا ضروری ہوگا، الا یہ کہ جس کا استثناء دلیل شرعی سے ثابت ہو، اسی کو مستثنیٰ مانا جائے گا اور یہاں فرقۂ دیوبندیہ کے پاس کوئی بھی شرعی دلیل استثناء کی نہیں۔ معلوم ہوا کہ اس شق میں بھی اس فرقہ نے افتراء بازی سے کام لیا۔

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا کہ حضرت عبادہ کی دوسری روایت میں گو کہ امام منفرد و مقتدی میں سے کسی کی صراحت نہیں، لیکن اس کی تعبیر کے عموم میں بظاہر مقتدی کو بھی داخل مانا جاسکتا ہے الخ......

ہم کہتے ہیں کہ بظاہر ہی نہیں درحقیقت اس میں مقتدی شامل ہے، تا آنکہ فرقۂ دیوبندیہ اس عموم سے کسی کا مستثنیٰ ہونا ثابت نہ کردے۔

بیان مذاہب ائمہ:

فرقۂ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت اپنی عادت کے مطابق خاصی دھاندلی بازی کی ہے، وہ مذکورہ بالا عنوان سے کئی صفحات پہلے صفحہ:۱۳ پر کہہ آیا ہے کہ نماز میں فاتحہ خوانی کو امام شافعی رکن یعنی فرض کہتے ہیں، امام مالک کی بھی ایک روایت اسی طرح ہے اور دوسری روایت میں امام مالک فاتحہ وضم سورت دونوں کی رکنیت وفرض ہونے کے قائل ہیں، اور امام احمد مشہور قول میں شوافع کے ساتھ ہیں اور دوسرا قول حنفیہ کے موافق ہے۔" (ماحصل از صفحہ:۱۳)

مگر مذکورہ بالا عنوان کے تحت صفحہ:۱۸، ۱۹، میں بہت ہرزہ سرائی کی، کہیں حوالہ کے ساتھ کہیں بے حوالہ پھر امام ترمذی پر بھی چھینٹا کشی کی کہ انھوں نے کمال کر دیا کہ قراءۃ خلف الإمام کے سلسلے میں امام مالک وشافعی واحمد کو ایک طرف کر دیا اور اہل کوفہ کو دوسری طرف الخ...... (مذکورہ دیوبندی، کتاب:۱۹)

ہم کہتے ہیں کہ امام ترمذی نے "باب القراءۃ خلف الإمام" کے تحت حدیث عبادہ کا ذکر کیا، پھر اشارہ کر دیا کہ یہ حدیث معنوی طور پر متعدد صحابہ ابوہریرہ، عائشہ، انس، ابوقتادہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص سے بھی مروی ہے، اور کتاب ترمذی کی سلفی شرح تحفۃ الأحوذی میں ان صحابہ کی تعداد اور زیادہ بتلائی گئی ہے، پھر امام ترمذي نے فرمایا:

" والعمل على هذا الحديث في القراء ة خلف الإمام عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والتابعين. وهو قول مالك بن أنس وابن المبارك والشافعي وأحمد وإسحاق يرون القراء ة خلف الإمام"

(جامع ترمذي مع تحفة الأحوذي:۲/۱۹۵)

یہی بات امام ترمذی نے اس کے بعد والے باب میں بھی کہی (جامع ترمذی مع تحفة الأحوذي:۲/۲۰۱)

پھر انھوں نے امام عبداللہ بن المبارک سے نقل کیا کہ:

" أنا اقرأ خلف الإمام والناس يقرؤن إلا قوماً من الكوفيين وأرىٰ أن من لم يقرأ صلوته جائزة"

یعنی امام ابن المبارک نے فرمایا کہ میں امام کے پیچھے قراءۃ فاتحہ کرتا ہوں اور تمام ہی لوگ یہی کرتے ہیں۔ صرف کوفہ کے کچھ لوگ اس کے خلاف فاتحہ خلف الامام نہیں پڑھتے اور میرا اپنا خیال یہ ہے کہ فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنے والوں کی نماز ہو جاتی ہے۔"

(جامع ترمذي مع تحفة الأحوذي:۲/۲۰۱، ۲۰۲)

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ امام ترمذی اکثر صحابہ وتابعین اور امام مالک، ابن المبارک وشافعی، احمد واسحاق کا

یہی مذہب بتلا رہے ہیں، اور امام ابن المبارک سے نقل کر رہے ہیں کہ اس کے خلاف کچھ کوفیوں کا عمل ہے، مگر امام ترمذی پر افتراء پردازی کرتے ہوئے فرقۂ دیوبندیہ کہہ رہا ہے کہ امام ترمذی نے امام مالک و شافعی و احمد کو ایک طرف کر دیا ہے اور اہل کوفہ کو دوسری طرف، حالانکہ امام ترمذی نے تمام اہل کوفہ کو دوسری طرف نہیں بلکہ کچھ ہی اہل کوفہ کو دوسری طرف کیا ہے۔ بیچارہ فرقۂ دیوبندیہ کیا کرے اکاذیب پرستی اس کا شیوہ و شعار اور مذہب و دین و ایمان ہے، اہل کوفہ میں سے بہت سارے اہل علم صحابہ وتابعین و اتباع تابعین و دیگر اسلاف قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کے قائل ہیں۔ جس کی تفصیل ہماری کتاب "سورۂ فاتحہ کے مسائل" میں ہے۔ اور فرقۂ دیوبندیہ یہ جھوٹا دعویٰ کر رہا ہے کہ بقول امام ترمذی تمام اہل کوفہ فاتحة خلف الإمام کے منکر ہیں۔ بتلائیے یہ فرقہ کس قدر کذب بیانی مین جری اور جسارت کنند ہے؟

فرقۂ دیوبندیہ سے ایک سوال:

فرقۂ دیوبندیہ کا عقیدہ ہے کہ دین اسلام کے علوم امت کے چار اماموں میں محصور ہیں، جن کو یہ فرقہ ائمہ متبوعین کہتا ہے، حالانکہ اس فرقہ کے دوسرے تقلیدی بھائی ائمہ متبوعین کی تعداد بارہ بتلاتے ہیں، نیز تقلید پرستوں کا دعویٰ ہے کہ ان ائمہ متبوعین کی تعداد بارہ ہے، اگر فرقۂ دیوبندیہ اپنے اس دعویٰ میں اپنے کو سچا سمجھتا ہے، تو کسی بھی نص شرعی یا اجماع امت سے اپنے اس دعویٰ کا صحیح ہونا ثابت کرے، ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ فرقۂ دیوبندیہ اپنے پیدا ہونے سے لے کر ابھی تک یہ دعویٰ ثابت کر سکا ہے، نہ قیامت تک کر سکے گا!!

قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کے سلسلے میں المغنی لابن قدامہ شرح مقنع، وفتاوی ابن تیمیہ کی باتوں پر ایک نظر:

زیر نظر دیوبندی کتاب میں بحوالہ المغنی و شرح مقنع و فتاویٰ ابن تیمیہ کی نقل کردہ باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اور آپ کے تمام صحابہ وتابعین و امام مالک و اوزاعی و سفیان ثوری ولیث وغیرہ قراءۃ فاتحہ کو مقتدی پر واجب نہیں مانتے تھے، بلکہ اس کی قراءۃ پر نکیر کرتے تھے، بطور خاص ان میں نبی ﷺ کے ساتھ صحابہ میں علی بن ابی طالب، ابن عباس، ابن مسعود و ابوسعید خدری وزید بن ثابت وعقبہ بن عامر وجابر بن عبد اللہ و ابن عمر وحذیفہ بن الیمان اور تابعین میں سعید بن جبیر ومحمد بن سیرین و زہری و اسود و ابراہیم کا نام لیا گیا ہے۔

مگر ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ نے صحیح بخاری کے حوالے سے دوسرے نمبر والی جو حدیث نبوی نقل کی ہے۔ (مذکور دیوبندی کتاب، ص:٥، ٦) وہ ہر نمازی خواہ منفرد و امام ومقتدی میں سے کوئی ہو کے اوپر وجوب قراءت فاتحہ پر نص صریح ہے، جیسا کہ اس حدیث کی تشریح کے عنوان کے تحت خود اس دیوبندی کتاب (ص:١٢، ١٣) سے ثابت ہے، فرقۂ دیوبندیہ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ دائرۂ صحیح بخاری میں رہتے ہوئے اس موضوع پر گفتگو کی جائے گی، مگر

دیوبندی بے راہ روی کا یہ حال ہے کہ اپنے تیرہویں صفحہ کی نویں سطر ہی سے بدعنوانی شروع کر دی اور صحیح بخاری کے دائرہ سے نکل کر دوسری غیر ضروری باتوں پر لمبی بحث شروع کر دی، پہلے تو یہ کہا کہ رکنیت قراءۃ فاتحہ کے قائل امام شافعی ہیں اور اپنی ایک روایت میں امام مالک بھی اور دوسری روایت امام مالک کی یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ ضم سورۂ بھی رکن ہے، اور امام احمد مشہور قول میں شوافع کے ساتھ ہیں اور غیر مشہور قول میں حنفیہ کے ساتھ ہیں (دیوبندی کتاب مذکور، صفحہ:۱۳، سطر:۹ وغیرہ) اپنے اس بیان کے بالکل خلاف بیان اس فرقہ نے اپنی اس کتاب کے (صفحہ:۱۶ تا صفحہ:۲۱) میں دیا ہے اور اسی تشریح حدیث دوم کے تحت قائلین رکنیت فاتحہ کا جواب بھی دینا شروع کر دیا ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ قراءت فاتحہ کی رکنیت کی دلیل یہی حدیث دوم ہے، جو ظنی الدلالۃ والثبوت ہے اور بعض حضرات نے جو اس حدیث کو خبر مشہور کہا، وہ غلط ہے اور حنفیہ کی دلیل قرآنی آیت وحدیث نبوی کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے۔ ہم اس دیوبندی دعویٰ کا مکذوب ہونا واضح کر آئے ہیں اور بتلا آئے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہ کے نقل کردہ دیوبندی اقتباس کا مطلب صرف یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد والی قراءت قرآن کے رکن نہ ہونے پر اجماع امت ہے اور قرآن وسنت صحیح میں استماع قراءۃ امام و انصات کا حکم ہے الخ۔ حافظ ابن تیمیہ کے اس بیان کی تغلیط نیز مغنی و مقنع کے بیان کی بھی تغلیط بہ ادنی تامل ظاہر ہے، حنفیہ کی مستدل قرانی آیت ﴿وَ إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا﴾ کا یہ معنی بیان کرنا قطعاً اور یقیناً غلط ہے کہ اس آیت میں مقتدی کو قراءۃ فاتحہ سے جہری یا سری نماز میں منع کیا گیا ہے اور بر سبیل مفروضہ اسے تسلیم کرنے سے دیوبندی کتاب مذکور میں دوسرے نمبر پر ذکر کردہ حدیث نبوی آیت مذکورہ کی ناسخ ہے اور حدیث نبوی بھی قرآن مجید کی طرح متواتر المعنی ہے، جو قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ ہے، اس حدیث متواتر کے خلاف کسی بھی غیر نبی کی بات حکم نبوی کا توڑ نہیں کر سکتی خواہ ان کی تعداد زیادہ ہو یا کم ہو اور قرآنی آیت ﴿فاقرؤا ما تیسر من القرآن﴾ بھی اولاً قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کے خلاف نہیں۔ ثانیاً قرآن مجید جس ذات گرامی پر نازل ہوا، اس کو اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے فرمان کے مطابق قرآنی بیانات کے معانی کا وضاحت کنندہ بنایا ہے اور جس ذات گرامی کو قرآنی بیانات کے معانی کا وضاحت کنندہ منجانب اللہ بنایا گیا ہے، اسی ذات گرامی سے متواتر المعنی حدیث مروی ہے کہ کسی بھی نماز کا وجود حقیقی سورہ فاتحہ پڑھے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ نمازی خواہ مقتدی، منفرد یا امام میں سے کوئی ہو۔ فرقۂ دیوبندیہ کی اس کتاب میں جو تیسرے نمبر پر حدیث نقل کی گئی ہے، اس کے بعض صحیح طریق میں نمازی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (کما مرّ)

ظاہر ہے کہ امر کا صیغہ رکن، فرض وواجب کا معنی دینے کے لیے اصلاً بولا جاتا ہے اس سے عدول وخروج معتبر دلیل شرعی سے ہی جائز ہے ورنہ نہیں، اور اس معاملہ میں حنفیہ کے موقف پر معتبر شرعی دلیل ہرگز نہیں ہے۔

فرمان علی مرتضیٰ خلیفہ راشد:

مقتدی کے لیے قراءت فاتحہ کے غیر رکن ہونے بلکہ بالکلیہ قائل نہ ہونے والے صحابہ میں سے جس صحابی کا نام سب سے پہلے فرقۂ دیوبندیہ نے ” كتاب المقنع“ کے حوالے سے لیا ہے، وہ حضرت علی بن ابی طالب ہیں، ان کے خلیفہ راشد ہونے کا اقرار فرقۂ دیوبندیہ جیسے بے راہ وتقلید وتلبیسات و اکاذیب پرست فرقہ کو بھی ہے۔ انھی خلیفہ راشد حضرت علی بن ابی طالب سے امام بخاری نے اپنی کتاب ” جزء القراءة خلف الإمام“ میں اس طرح بسند صحیح نقل کیا ہے:

” حدثنا عثمان بن سعيد سمع عبيد الله بن عمر و عن إسحاق بن راشد عن الزهري عن عبيد الله بن أبي رافع مولىٰ بني هاشم حدثه عن علي بن أبي طالب إذا لم يجهر الإمام في الصلوات فاقرأ بأمّ القرآن و سورة أخرى في الأوليين من الظهر والعصر وبفاتحة الكتاب في الأخريين من الظهر والعصر و في الآخرة من المغرب و في الأخريين من العشاء“

یعنی خلیفہ راشد علی مرتضیٰ نے بصیغہ امر حکم دیا کہ غیر جہری نمازوں میں مراد سرّی نمازوں میں کسی دو سے زیادہ والی رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنے پر اکتفاء کرو اور پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے علاوہ کسی مزید سورہ کی بھی قراءت کرو۔“ (جزء القراءة للبخاري، حديث: ١، صفحه ٣)

اس حدیث کی سند صحیح ہے، امام زہری سے اسے روایت کرنے والے اسحاق بن راشد پر زہری سے روایت کرنے میں معمولی کلام ہے، جو قابل التفات ہے، مگر اسی حدیث کو نمبر ۴۸ کے تحت امام بخاری نے دوسری سند سے نقل کیا ہے، جس میں زہری سے اسے نقل کرنے میں اسحاق کی امام سفیان بن حسین واسطی نے متابعت کی ہے، وہ بھی ثقہ ہیں، لیکن زہری سے ان کی روایت پر بھی کچھ کلام ہے، مگر دونوں کی ایک دوسرے کی متابعت سے یہ علت دور ہو جاتی ہے اور معتبر ہونے کی بناء پر ہی اسے امام بخاری نے بطور حجت نقل کیا ہے اور اسے اپنے مخالفین کے رد میں پیش کیا ہے۔“ (جزء القراءة للبخاري، حديث: ٣٠، کے تحت صفحه: ٩)

نیز حضرت علی کے اس فرمان کے متعدد شواہد و معنوی متابع جزء القراءة للبخاري میں موجود ہیں، لہٰذا حضرت علی سے مروی یہ اثر حجت ہے۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سنن دارقطنی (۳۲۲/۱) میں یہی حدیث مروی ہے، جس کی سند سے صاف ظاہر ہے کہ اسحاق بن راشد کی متابعت امام معمر جیسے ثقہ راوی نے کی ہے، امام دارقطنی نے اسے صحیح الإسناد کہا ہے ، لہٰذا اس حدیث کے صحیح ہونے میں کسی طرح کے کلام کی گنجائش نہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں سے فرقۂ دیوبندیہ نے جس صحابی حضرت علی مرتضٰی کا نام پیش کیا ہے وہ سو فیصد مکذوب ہے، البتہ سری نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں حضرت علی مرتضٰی سورہ فاتحہ سے زیادہ قرآن خوانی کا حکم مقتدیوں کو دیتے تھے، اس حکم کا مطلب کچھ اہل علم نے بتلایا کہ اس حکم سے مراد مسنون و مستحب ہے اور بعض اہل علم نے کہا کہ واجب ہے اور کچھ حضرات نے کہا کہ یہ حکم مرتضوی نصوص نبویہ کے خلاف ہے۔ نصوص نبویہ میں مقتدی کے لیے صرف قراءۃ فاتحہ کو رکن و فرض و واجب قرار دیا گیا ہے، اس سے زائد قرآن خوانی سے مقتدی کو منع کیا گیا ہے اور یہی بات صحیح بھی ہے اور حکم مرتضوی خلاف نصوص ہونے کے سبب ساقط الاعتبار ہے۔ مگر مقتدی کے لیے قراءۃ فاتحہ کا حکم مرتضوی موافق نصوص ہے، اس لیے حجت ہے، کیونکہ نصوص کے موافق خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کا قول و عمل حجت ہے اور نصوص کے خلاف حجت نہیں ہے۔ اس کی پوری تفصیل ہماری کتاب ''سورۂ فاتحہ کے مسائل'' میں ہے۔

اب فرقۂ دیوبندیہ بتلائے کہ خلفائے راشدین کا اتباع جو یہ فرقہ ضروری قرار دیتا ہے، تو اس نے اس فرمان خلیفہ راشد کی مخالفت کیوں کر رکھی ہے؟ مذکورہ بالا قول علی مرتضٰی کو امام زہری سے نقل کرنے میں اسحاق بن راشد، سفیان بن حسین و معمر کی متابعت امام عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلی شامی جیسے ثقہ کے چچا نے کر رکھی ہے۔ (مصنف ابن أبي شيبة: ١/ ٣٧٠، ٣٧١) افسوس کہ ہم امام عبد الاعلیٰ کے چچا کی تعیین نہیں کر سکے ویسے ظن غالب ہے کہ وہ ثقہ ہوں گے اور امام زہری سے اس اثر علی مرتضٰی کی نقل میں جب چار چار ثقہ رواۃ ایک دوسرے کی متابعت کر رہے ہیں، تو اس کے معتبر ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے؟ پھر حضرت علی مرتضٰی کے اس اثر کو حکم بن عتیبہ اور حماد بن ابی سلیمان نقل کیا ہے۔ (مصنف ابن أبي شيبة: ١/ ٣٧٣) اس سے یہ روایت مزید قوی ہو گئی۔

اثر حضرت عبد اللہ بن عباس:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے موقف کی موافقت کرنے والے جس صحابی عبد اللہ بن عباس کا نام لیا ہے (مذکور دیوبندی کتاب، ص: ٢٠) ان سے فرقۂ دیوبندیہ کے علی الرغم مروی ہے کہ:

"قال ابن أبي شيبة: حدثنا حفص عن ليث عن عطاء عن ابن عباس لا تدع أن تقرأ خلف الإمام بفاتحة الكتاب جهر أو لم يجهر" (مصنف ابن أبي شيبة ١/ ٣٧٣)

یعنی حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ امام کے پیچھے مقتدی فاتحہ پڑھنا نہ چھوڑے، نماز خواہ جہری ہو یا سری۔

اس حدیث کی سند اپنے معنوی شواہد سے مل کر معتبر ہے، کیونکہ یہ روایت دوسری صحیح سند سے بھی مروی ہے:

"قال ابن أبي شيبة: حدثنا وكيع عن إسماعيل بن أبي خالد عن العيزار بن حريث

العبدی عن ابن عباس قال: اقرأ خلف الإمام بفاتحة الكتاب۔"

(مصنف ابن أبي شيبة: ١/ ٣٧٥)

یعنی حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھو۔

اس روایت کی سند صحیح ہے اور اس سے پہلے والی روایت کی قوی معنوی متابع ہے، اس لیے دونوں مل کر صحیح ہیں، اس کے پہلے والی حدیث کی سند میں لیث بن ابی سلیم کی متعدد ائمہ کرام نے توثیق کی ہے اور متعدد نے تجریح کی ہے، اس لیے وہ حسن ہے۔

اثر حضرت عبداللہ بن مسعود:

اپنے موقف کے موافقین میں فرقۂ دیوبندیہ نے تیسرے نمبر پر حضرت عبداللہ بن مسعود کا نام لیا ہے، جو دروغ محض ہے:

" قال ابن أبي شيبة: حدثنا ابن علية عن ليث عن عبد الرحمان بن ثروان عن هذيل عن ابن مسعود أنه قرأ في العصر خلف الإمام في الركعتين بفاتحة الكتاب و سورةٍ"

یعنی حضرت ابن مسعود نے نماز عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور مزید ایک سورہ پڑھی۔ (مصنف ابن أبي شيبة: ١/ ٣٧٣)

اس روایت کی سند بھی معتبر ہے اور اس کے شواہد و معنوی متابع بھی ہیں، چنانچہ امام ابن ابی شیبہ نے کہا:

" حدثنا شريك عن أشعث بن سليمان عن أبي مريم الأسدي عن عبد الله بن مسعود قال: صليت إلى جنبه فسمعته يقرأ خلف بعض الأمراء في الظهر و العصر"

(مصنف ابن أبي شيبة: ١/ ٣٧٣)

"یعنی ابو مریم اسدی نے کہا کہ بعض امراء کے پیچھے میں نے ابن مسعود کے پہلو میں نماز پڑھی، تو دیکھا کہ انھوں نے امام کے پیچھے ظہر و عصر میں قراءت قرآن کی۔"

اس روایت کی سند اپنی پہلی والی دونوں روایات سے مل کر معتبر ہوگئی ہے اور امام بخاری نے فرمایا:

" قال: لنا إسماعيل بن أبان ثنا شريك عن أشعث بن أبي الشعثآء عن أبي مريم سمعت ابن مسعود يقرأ خلف الإمام۔"(جزء القراءة حديث نمبر: ٤٩، صفحه: ١٤)

"یعنی ابو مریم نے کہا کہ میں نے حضرت ابن مسعود کو امام کے پیچھے قراءت قرآنی کرتے ہوئے سنا۔"

اس روایت کی سند بھی صحیح ہے، ان روایات کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سری نمازوں کے ساتھ علی الاطلاق حضرت ابن مسعود جہری نمازوں میں بھی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ ضرور پڑھتے تھے۔

ان آثار صحابہ کے علاوہ فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے موافق جن صحابہ کے نام لکھے ہیں، ان سے بھی فاتحہ خلف الامام کا ثبوت ہے، جس کی تفصیل ہماری کتاب ''سورۂ فاتحہ کے مسائل'' میں ہے اور صرف انھیں صحابہ کے آثار کا ذکر فرقۂ دیوبندیہ کی تکذیب کے لیے کافی ہے، کیونکہ اس کا دعویٰ ہے کہ تمام ہی صحابہ مع رسول ﷺ وتابعین کرام فاتحہ خلف الامام کے خلاف موقف رکھتے تھے، بھلا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کے فرض و رکن ہونے پر جب حدیث متواتر موجود ہو، تو نصوص پر عمل کرنے کا عزم رکھنے والے صحابہ کرام فرقۂ دیوبندیہ والی نماز پڑھنے کے روادار کیونکہ ہو سکتے تھے؟ لہٰذا تمام ہی صحابہ کو ان نصوص متواترہ پر عامل ماننا اہل اسلام کا عقیدہ ہے، اس کلیہ سے صرف اسی صحابی کو مستثنیٰ مان سکتے ہیں، جس کی بابت ٹھوس دلیل سے مستثنیٰ ہونا ثابت ہو، دریں صورت انھیں کسی عذر سے معذور سمجھا جائے گا۔

منصفانہ جائزے کی ضرورت اور اس کی بنیادیں:

فرقۂ دیوبندیہ اگرچہ معترف ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت سے مروی حدیث نبوی "لا صلوٰۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب" کا عموم اس امر کی دلیل ہے کہ سوہ فاتحہ پڑھے بغیر نہ مقتدی و امام کی نماز صحیح ہوگی، بلکہ کالعدم ہوگی نہ مفرد کی، پھر بھی اس نے عنوان مذکورہ بالا کے تحت کہا کہ حدیث نبوی قراءت خلف الامام کے رکن و فرض و واجب ہونے پر نص صریح نہیں ہے اور بزعم خویش اس حدیث کا مطلب سمجھنے کے لیے آٹھ بنیادی نکات بتلائے ہیں:

۱۔ اس روایت کے دیگر طرق اور اس کے متابعات وشواہد سے حدیث کا کیا مفہوم متعین ہوتا ہے؟

۲۔ اس روایت میں بسند صحیح آنے والے ''فصاعدا'' کے اضافہ کے بعد حدیث کا کیا مطلب متعین ہوتا ہے؟

۳۔ اس حدیث کے راویوں نے عام طور پر روایت کو کس معنی پر محمول کیا ہے؟

۴۔ اس موضوع سے متعلق قرآن کریم میں کیا ارشاد فرمایا گیا ہے؟

۵۔ رسول پاک ﷺ نے اس موضوع سے متعلق اس روایت کے علاوہ کیا ارشاد فرمایا ہے؟

۶۔ رسول پاک ﷺ کے عمل سے کس جانب کو ترجیح حاصل ہوتی ہے؟

۷۔ صحابہ کرام نے اس روایت سے کیا سمجھا اور کیا عمل کیا ہے؟

۸۔ موضوع امامت و اقتداء سے متعلق شریعت کی عام ہدایت کیا ہیں؟

اب ہم ان موضوعات سے متعلق گفتگو شروع کرتے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ تفصیلی جائزے کے لیے وقت درکار ہے، اس لیے ہر عنوان کے بارے میں اختصار کے ساتھ عرض کیا جائے گا۔(مذکورہ دیوبندی کتاب،ص:۲۱،۲۲)

حضرت عبادہ کی روایت کے دیگر طرق:

اس روایت کی بابت یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ دو طرح پر آئی ہے، ایک مختصر اور ایک مفصل، صحاح کی مختصر روایت کے الفاظ تو آپ کے سامنے ہیں، مفصل روایت سنن وغیرہ یعنی ترمذی و ابوداود وغیرہ میں مذکور ہیں، ابوداود کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

" عن عبادة بن الصامت قال: كنا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم في صلوٰة الفجر فقرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم فثقلت عليه القراءة فلما فرغ قال: لعلكم تقرؤن خلف إمامكم ؟ قلنا نعم هذا يا رسول الله قال: لا تفعلوا إلا بفاتحة الكتاب فإنه لا صلوٰة لمن لم يقرأ بها۔" (ابوداود: ۱/۱۲۲)

" حضرت عبادہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ فجر کی نماز میں اقتدائے نبوی کر رہے تھے، قراءت میں آپ ﷺ کو گرانی ہوئی، جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ شاید تم لوگ اپنے امام کے پیچھے قراءت کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں، بہت تیزی سے قراءت کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے صرف سورہ فاتحہ کی قراءت کرو، اس سے زیادہ نہیں، کیونکہ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر کسی بھی نمازی کی کوئی نماز، نماز ہی نہیں ہوتی۔ یعنی کالعدم ہوتی ہے، بعض روایات میں آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کرنے پر آپ ﷺ نے منازعہ، مخالجہ خلجان و کشمکش لاحق ہونے کا ذکر کیا ہے۔

(ملخص از دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام ص:۲۲،۲۳)

ہم کہتے ہیں کہ یہ پوری مفصل حدیث تو اور بھی فاتحہ خلف الامام کے فرض و رکن و واجب ہونے پر دال ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے فاتحہ خلف الامام کے رکن ہونے کی وجہ بتلاتے ہوئے فرمایا کہ اس کے بغیر کسی بھی نمازی کی ہر نماز کالعدم ہوگی۔

فرقۂ دیوبندیہ کے شیخ الہند کا ارشاد:

فرقۂ دیوبندیہ ناقل ہے کہ:

"شیخ الہند کا کہنا ہے کہ حضرت عبادہ کی دو روایات ہیں، ایک مختصر جو صحیح ہے دوسری مفصل جو صحیح نہیں ہے، جب کہ اثبات دعویٰ کے لیے دونوں کا ہونا ضروری ہے کہ وہ صریح بھی ہو اور صحیح بھی!" (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۲۳)

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ کے شیخ الہند کی یہ بات اس کا ثبوت قاطع ہے کہ وہ جاہل مطلق اور بے تمیز تھے اور انھیں کی تقلید میں پورا فرقۂ دیوبندیہ بھی جاہل و بے تمیز ہے کہ حضرت عبادہ والی مفصل حدیث بھی متواتر المعنی ہے،

جسے معمولی علم والا آدمی بھی جان سکتا ہے۔

مختصر روایت مفصل کا جزء ہے:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

''شیخ الہند کا ارشاد بجا ہے کہ مفصل والی حدیث عباد مختصر والی حدیث عبادہ کی تفصیل ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ مختصر والی روایت مفصل کا ایک جزء ہے، پوری حدیث سے صرف فاتحہ خلف الامام پڑھنے کی اجازت ثابت ہوتی ہے، رکنیت و افتراض ووجوب نہیں ثابت ہوتا، رکن و افتراض و وجوب تو درکنار اس سے قراءۃ خلف الإمام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔(ملخص از مذکور کتاب دیوبندی، ص:۲۴، ۲۵)

ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ فرمارہے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے صرف سورۂ فاتحہ اس لیے پڑھے کہ اسے پڑھے بغیر کسی بھی نمازی کی نماز ہی نہیں ہوتی اور اسی فرمان نبوی کا مطلب فرقۂ دیوبندیہ نے خود بتلایا ہے کہ اس سے فاتحہ خلف الامام پڑھنے کی رکنیت و افتراض و وجوب ثابت ہوتا ہے۔ دوسری طرف تضاد بیانی اور دروغ بیانی کرتے ہوئے یہ فرقہ فرمانِ نبوی وحکم شریعت کے خلاف یہ کہہ رہا ہے کہ اس حدیث سے فاتحہ خلف الامام پڑھنے کی صرف اجازت ثابت ہوتی ہے۔ رکنیت و افتراض ووجوب نہیں بلکہ اس سے قراء ۃ فاتحہ خلف الإمام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، رسول ﷺ پر دیوبندی افتراء پردازی اور بے راہ روی کی حد ہوگئی، جو فرقہ رکن قرار دیے ہوئے حکم نبوی میں تحریف کرکے ایسی بات کہے اس کے مومن و مسلم ہونے پر سوالیہ نشان لگا ہوا ہے؟؟

مفصل روایت میں منع قراءت کے قرائن:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

''مفصل روایت میں متعدد ایسے قرائن موجود ہیں، جن سے مقتدی کو قراءت فاتحہ سے باز رہنے کی بات سمجھ میں آتی ہے:

(الف) پورے ذخیرہ حدیث میں ایک روایت بھی ایسی نہیں پیش کی جاسکتی کہ آپ ﷺ نے ابتدائی طور پر صراحت کے ساتھ مقتدی کو قراءت فاتحہ کا حکم دیا ہو، حدیث مفصل میں سوال و جواب کا انداز بھی یہی بتلا رہا ہے کہ کسی مقتدی کو آپ ﷺ نے قراءت فاتحہ کا حکم نہیں دیا تھا، بلکہ مقتدیوں کا یہ عمل علم نبوی میں لائے بغیر ہورہا تھا۔'' (ملخص از دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام:۲۵)

ہم کہتے ہیں کہ یہ فرقۂ دیوبندیہ کا ذات نبوی پر افتراء ہے آپ ﷺ نے ابتدائی طور پر فرمایا تھا کہ ''صلوا کما رأيتموني أصلي" یہ حدیث بھی متواتر المعنی ہے اور صحابہ کرام ہمیشہ آپ ﷺ کو دیکھتے تھے کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں آپ سورہ فاتحہ اور مزید کوئی سورت پڑھتے تھے، اسی لیے بعض صحابہ جنھیں مقتدی کے لیے مزید سورہ پڑھنے کی

ممانعت نبویہ کا علم نہیں ہو سکا تھا، وہ سورہ فاتحہ کے ساتھ مزید قراءت قرآن کا بھی التزام کرتے تھے۔ البتہ فاتحہ سے زیادہ سورت پڑھنے کی ممانعت نبویہ کا جنھیں علم ہو گیا اور علم نہ ہونے والوں کو باہمی مذاکرہ کے ذریعہ علم ہوتا گیا، وہ زائد از فاتحہ قرآن خوانی سے باز رہنے لگے۔ جس فرقہ کو ''صلوا کما رأیتموني أصلي'' والی متواتر المعنی حدیث کا بھی علم نہ ہو اور وہ مدعی علم بھی ہو اسے اس فرقہ کی جہالت مرکبہ کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے؟

''(ب) دوسرا قرینہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے قراءۃ کا عمل تمام مقتدیوں کا نہیں تھا، کیونکہ عبادت میں اپنی رائے سے کوئی کام نہیں ہوتا، اسی لیے روایت میں سوال و جواب پر غور کرنے سے یہ حقیقت صاف ہو جاتی ہے کہ قراءت کا عمل معدودے چند مقتدیوں کا تھا۔ الخ......'' (دیوبند کتاب قراءۃ خلف الإمام، الخ: ۲۵، ۲۶)

یہ معلوم ہے کہ یہ حکم نبوی مدینہ منورہ کی مسجد میں پیش آیا اور حدیث نبوی ''صلوا کما رائیتموني أصلي'' کے مطابق ہر مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ اور اس سے زیادہ قرآن خوانی کرنی چاہیے تھی، اس لیے اسی پر سب کا عمل تھا، پر فرقۂ دیوبندیہ کو ذات نبوی و صحابہ پر مذکورہ افتراء پردازی کی گنجائش کہاں سے نکل آتی؟ البتہ پہلے ہر مقتدی و منفرد کے لیے فاتحہ سے زیادہ قرآن خوانی کا حکم تھا، جو منسوخ ہو گیا تھا، نیز بلند آواز سے بھی قراءت کے جواز بلکہ باہم گھریلو گفتگو کا بھی رواج تھا جو منسوخ ہو گیا، جنھیں اس نسخ کی خبر نہیں تھی، وہ امام کے پیچھے بالجھر بھی قراءۃ قرآن کرتے تھے اور گھریلو بات چیت بھی، اسی طرح کے کسی آدمی نے بالجھر قراءت آپ کے پیچھے کر دی، جس پر آپ ﷺ نے نکیر فرمائی اور وضاحت کر دی کہ مقتدی صرف سری طور پر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے۔ بھلا اس میں فرقۂ دیوبندیہ کو اتنے سارے اکاذیب گھڑنے کی گنجائش کہاں سے نکل آئی؟ جیسے جیسے صحابہ کو معلوم ہوتا گیا کہ سری طور پر آواز بلند کیے بغیر مقتدی کے لیے صرف سورہ فاتحہ پڑھنا رکن و فرض و واجب ہے ویسے ویسے صحابہ اس حکم نبوی کی تعمیل کرنے لگے۔

''(ج) تیسرا قرینہ یہ ہے کہ قراءت کرنے والے بھی سمجھ رہے تھے کہ ان کا عمل غلط ہے، اس لیے انھوں نے یہ نہیں کہا کہ اس میں مضائقہ کیا ہے، گویا وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ ہم نے قراءت میں عجلت اختیار کر کے منازعت سے اور ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ کی مخالفت سے بچنے کی کوشش کی ہے۔ الخ (از دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام، الخ: ۲۶، ۲۷)

یہ فرقۂ دیوبندیہ اپنی طرح حضرات صحابہ کرام کو بھی سمجھتا ہے کہ شرعی حکم کی خلاف ورزی شرعی حکم جاننے کے باوجود جان بوجھ کر کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام پر یہ دیوبندی افتراء پردازی ہے، صحابہ کرام تو اپنی معلومات کے مطابق ہی نصوص شرعیہ پر عمل کرتے ہوئے قراءۃ خلف الإمام کرتے تھے اور بالجھر قراءت یا گفتگو سے پہلے انھیں منع نہیں کیا گیا تھا، اس لیے وہ ایسا بھی کرتے تھے۔ یہ بھی فرقۂ دیوبندیہ کے مومن و مسلم ہونے پر نشان سوال

لگاتا ہے؟ جب صحابہ کرام کو معلوم ہو گیا کہ امام کے پیچھے صرف سورۂ فاتحہ سراً پڑھنے کا حکم ہے اور باقی باتیں منسوخ ہیں، تو وہ اس پر عمل کرنے لگے، اس میں فرقۂ دیوبندیہ کو کیوں دردسر ہو رہا ہے کہ وہ حالت اضطراب میں اکاذیب کی ایجاد اور پرستش میں لگا ہوا ہے؟

فرقۂ دیوبندیہ نے جو یہ کہا ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ فرمان نبوی مذکور ہے کہ " إن کنتم لا بد فاعلین فلیقرأ أحدکم فاتحة الکتاب في نفسه" تو اوّلاً اس روایت کا وہ مطلب نہیں جو فرقۂ دیوبندیہ اپنی جہالت مرکبہ کے سبب سمجھتا ہے۔ ثانیاً اس کی سند منقطع ہے، نیز منقطعاً اسے روایت کرنے والے ابو قلابہ سے جس راوی خالد نے اسے نقل کیا وہ مجروح ہے۔ ثالثاً اس روایت کا مطلب دوسری روایات معتبرہ پر نظر رکھتے ہوئے یہ نکلتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مقتدیوں کے لیے قراءة خلف الإمام تو لا بد وضروری ہے ہی، مگر تم صرف فاتحہ خوانی ہی کرو، نصوص پر عمل سے فرار کے لیے فرقۂ دیوبندیہ اسی قسم کی تلبیسات کا عادی ہے۔

کیا وجوب کا کوئی اور قرینہ ہے؟

فرقۂ دیوبندیہ نے مذکوہ بالا عنوان کے تحت حسبِ عادت کہا کہ:

> البتہ شوافع اور زمانہ حال کے اہل حدیث کہہ سکتے ہیں کہ اگر الفاظ حدیث صرف "لا تفعلوا إلا بأمّ الکتاب" ہوتے تو مذکورہ بالا فرقۂ دیوبندیہ کے قرائن چل سکتے تھے، مگر ان الفاظ کے بعد " فإنه لا صلوٰة لمن لم یقرأ به" ہیں، اس لیے اہل حدیث کی بات ساقط الاعتبار ہے، اس حدیث کے آخری جملہ میں کئی طرح غور کرنا ضروری ہے مثلاً (الف) سوال یہ ہے کہ یہ کس دعویٰ کی دلیل ہے؟ ایک تو وہ جس کا کلام نبوی میں کوئی ذکر یا قرینہ نہ ہو، بلکہ اہل حدیث اسے خود قائم کر لیں۔ دوسرے یہ کہ جو دعویٰ حدیث نبوی سے سمجھا جائے تو یہ بات قرین انصاف ہوگی، کلام نبوی سے صرف قراءة فاتحہ خلف الإمام کی اجازت ثابت ہوتی ہے، جیسے قرآنی فرمان:﴿ ولا تدخلوا بیوت النبي إلا أن یؤذن لکم﴾ سے صرف اباحت حاصل ہوتی ہے یہ نہیں کہ اجازت کے بعد ضرور داخل ہوا جائے۔ (سورہ احزاب:۵۳) الخ (دیوبندی کتاب مذکور ص:۲۷، ۲۸)

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ نے جس طرح اللہ و رسول و صحابہ و اسلاف پر افتراء پردازی کو اپنا شعار بنا رکھا ہے، اسی طرح اس نے شوافع و اہل حدیث کی نہ کہی ہوئی بات ان کی طرف منسوب کرنے کی بھی عادت بنا رکھی ہے۔ فرقۂ دیوبندیہ کو یہ بات کس دلیل سے معلوم ہوئی کہ حجرات نبویہ میں داخل ہونے کی اجازت یا حکم کی تعمیل فرض و واجب نہیں؟ یہ اجازت یا حکم اجازت نبوی یا حکم نبوی ہے، جس کی تعمیل بغیر قرینہ صارفہ کے فرض و واجب ہے۔ مگر اس فرمان الٰہی کا مطلب بذریعہ تحریف فرقۂ دیوبندیہ یہ بتلاتا ہے کہ ان اجازت نبویہ وحکم نبوی کی تعمیل صرف جائز ہے۔

زیر نظر حدیث پوری کی پوری اور اس کے بعض اجزاء مقتدی کے لیے قراءۃ فاتحہ کے رکن و فرض و واجب ہونے کی صریح دلیل ہے۔ اگر فرقۂ دیوبندیہ اس صریح اور واضح بات کو اپنی جہالت مرکبہ کے باعث نہ سمجھ سکے، تو جہالت مرکبہ تلبیسات و اکاذیب کی پرستش اس کا شیوہ و شعار ہی ہے، فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے قرینہ (ب) کی ''لمن لم یقرأ'' کی ذیلی سرخی کے تحت کہا کہ جب فرمان نبوی ﷺ ''لمن لم یقرأ'' کا مطلب سمجھنے میں فرقۂ دیوبندیہ اور اہل حدیث کا اختلاف ہے، تو اس کا حل فرمان قرآنی: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (النساء: ۵۹) کے مطابق قرآن و حدیث سے نکالنا ضروری ہے، ہم نے جب اس معاملہ میں قرآن و حدیث کی طرف رجوع کیا، تو حدیث صحیح میں یہ دیکھا ''إذا قرأ فأنصتوا'' اور قرآن میں بھی کہ ﴿ إذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ امام جب قراءت کرے تو مقتدی چپ رہیں، نیز طحاوی میں ہے کہ: ''من صلی رکعة لم یقرأ فیها بأمّ القرآن فلم یصل إلا أن یکون وراء الإمام'' (هذا حدیث حسن، صحیح ترمذي: ۱/۷۰) اور قرآن کریم میں: ﴿ و إذا قرئ القرآن فاستمعوا له فانصتوا﴾ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبادہ کی نقل کردہ حدیث نبوی کا تعلق مقتدی سے نہیں، دیگر نمازیوں سے ہے۔ (ملخص از دیوبندی کتاب مذکور، ص: ۲۹، ۳۰)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کی معنی فہمی میں اہل حدیث سے اختلاف فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی خالص جہالت مرکبہ اور نصوص شرعیہ کی مخالفت کی عادت کی بناء پر کیا ہے، اس لیے فرقۂ دیوبندیہ اس حدیث کا جو معنی بتلا رہا ہے وہ سراسر افتراء ہے، اس لیے میدان علم و دین میں ایسے افتراء پردازوں کی بات کا شریعت نے کوئی اعتبار نہیں کیا ہے، آخر فرقۂ دیوبندیہ کو اس اختلاف کا جواز کس شرعی دلیل سے حاصل ہے اور فرقۂ دیوبندیہ کی ذکر کردہ دونوں حدیثوں کو صحیح کہنا بھی اکاذیب دیوبندیہ میں سے ہے (کما سیاتی) اور دیوبندیہ کی ذکر کردہ قرآنی آیت دیوبندیہ کی بے عنوانی بلکہ بدعنوانی ہے، جیسا کہ معلوم ہوا یعنی کہ جس ذات نبوی کو الفاظ قرآنی کے واضح کنندہ کہا گیا ہے، انھوں نے یعنی نبی ﷺ نے اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے ہی مقتدی کو قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کا حکم دیا، یعنی اس فاتحہ خوانی کو رکن و فرض و واجب کہا۔

(ج) مقتدی کے قاری ہونے کا مطلب:

اپنے خودساختہ قرائن بیان کرتے ہوئے مذکورہ بالا ذیلی سرخی کے ساتھ فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

''تیسری بات یہ ہے کہ حدیث میں جو ''لمن لم یقرأ'' فرمایا گیا، اس سے آپ (اہل حدیثوں) نے کیسے سمجھا کہ استماع و انصات والے حکم شرعی کی تعمیل کرنے والے مقتدی نہیں ہیں، کیونکہ حدیث نبوی میں قراءت امام کے وقت خاموش رہنے والے مقتدی کو بھی قاری کہا گیا ہے۔ حدیث نبوی ہے کہ ''من کان له إمام فقراءة الإمام له قراءة'' یعنی کہ امام کی قراءت مقتدی کی بھی قراءت

ہے۔الخ...... (ماحصل از مذکورہ دیوبندی کتاب:۳۰)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عبادہ والی حدیث کا مطلب بہت واضح ہے کہ فاتحہ پڑھے بغیر مقتدی کی نماز نماز ہی نہیں ہوگی اور قراءت فاتحہ پڑھنے والے مقتدی کا عمل استماع قرآن و انصات کے منافی نہیں ہے اور ''من کان له إمام'' والی حدیث ایک تو غیر معتبر و ساقط الاعتبار ہے۔دوسرے اسے معتبر فرض کرنے کی صورت میں مطلب یہ کہ امام کی قراءت صرف امام کی اپنی قراءت ہے اور مقتدی پر بھی قراءت لازم ہے، اس لیے مقتدی کو اپنی قراءت قراءت امام سے الگ کرنی ہوگی، اگر اس حدیث کے بعض الفاظ میں صراحت ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کے لیے کافی ہے تو وہ زیادہ ساقط الاعتبار ہے۔فرقۂ دیوبندیہ کا دعویٰ ہے کہ اسی طرح کی بات ان کے امام ابن الہمام نے فتح القدیر شرح ھدایہ(۲۱۰/۱) میں بھی کہی ہے۔(دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام،ص:۳۰،۳۱) یہ ''من ترا حاجی بگویم تو من حاجی بگو'' کہنے کے ہم معنی ہے،جس طرح فرقۂ دیوبندیہ اپنے کو تقلید پرست کہتا ہے،اسی طرح ان کے امام ابن الہمام بھی تقلید پرست تھے، یہ کون سی بات ہوئی کہ اپنے ہی جیسے تقلید پرست کی تقلید میں اہل حدیث کے خلاف حجت قائم کی جائے؟ جس طرح فرقۂ دیوبندیہ کی بات غلط ہے،اسی طرح اس کے تقلیدی امام ابن الہمام کی بات بھی غلط ہے۔

(د) سیاق و سباق سے وجوب نہیں نکلتا:

اپنے اختراع کردہ گزشتہ قرائن کے بعد مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

''چوتھی بات حضرت علامہ کشمیری نے فرمائی کہ '' فإنه لاصلوة لمن لم يقرأ بها''کا مقتدی پر وجوب فاتحہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ اسے زمانہ ماضی میں واجب ہونے کی خبر کہا جائے یا کہا جائے کہ پہلے واجب نہیں تھی، مگر بوقت خطاب اسے واجب کہا جائے، یہ دونوں احتمال درست نہیں، کیونکہ اگر یہ ماضی کی خبر ہے تو صحابہ کرام سے اس سوال نبوی کا موقع نہیں، کیونکہ اس صورت میں صحابہ کرام کو جواب میں معذرت و شرمندگی کی ضرورت نہیں تھی۔تمام صحابہ اس سوال پر کہہ پڑتے کہ اس قراءت کو آپ ﷺ ضروری قرار دے چکے تھے، لیکن یہ سوال و جواب بتا رہا ہے کہ زمانہ ماضی میں اس کا حکم نہیں دیا گیا تھا، لیکن اگر یہ زمانہ حال کی بات مان لی جائے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ جس وقت اسے واجب قرار دیا جا رہا ہو، اسی وقت اظہار ناراضگی بھی کیا جا رہا ہو، جب معاملہ یہ ہے تو کیسے مانا جائے کہ حدیث مذکور کا تعلق مقتدی پر فاتحہ کے وجوب سے ہے، پھر اتنے بڑے دعوی کے لیے حدیث نبوی سے کوئی دلیل پیش کرو۔ان چاروں باتوں کا حاصل یہ ہوا کہ حدیث کا آخری جملہ مقتدی پر فاتحہ خوانی کے وجوب پر دلیل نہیں، اس سے صرف مباح ہونے کی بات مستنبط ہوتی ہے۔''(ملخص از مذکور دیوبندی کتاب،ص:۳۱،۳۲)

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ کو اس کی خبر نہیں کہ ان کے امام العصر انور کشمیری کی اس موضوع پر لکھی گئی کتاب فصل الخطاب کی تکذیب و تردید و تغلیط میں سلفی کتاب فصل الخطاب کے ظہور کے بعد فوراً ہی "الجواب المستطاب" کے نام سے اسی زمانہ میں لکھ دی گئی تھی، افسوس ہے فرقۂ دیوبندیہ کے اس جہل مرکب پر کہ زیر نظر حدیث پوری یا اس کا آخری جملہ مقتدی پر وجوب فاتحہ خوانی پر نص قاطع ہے، اس پر مزید کسی دلیل شرعی کا مطالبہ حماقت و بلادت ہے، اس کے باوجود حامیان سلفیت نے دوسرے دلائل شرعیہ پیش کیے ہیں، جس کی اس فرقۂ دیوبندیہ کو خبر نہیں یا وہ جان بوجھ کر اتنے بھاری مجرمانہ اور بدبختانہ تغافل سے کام لے رہا ہے۔

بیہقی کی تاویل:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی مذکورہ بالا سرخی کے تحت جو کچھ کہا، اس کا حاصل یہ ہے کہ:

> "مقتدی کی قراءت پر جن روایات میں اظہار ناپسندیدگی کیا گیا ہے، ان کی دو تاویلیں امام بیہقی نے کی ہیں، ایک یہ کہ آپ ﷺ نے اظہار ناراضگی قراءت پر نہیں بلکہ جہر پر کیا، دوسری یہ کہ اظہار ناراضگی قراءت فاتحہ پر نہیں بلکہ قراءت فاتحہ سے زیادہ والی قراءت قرآن پر کیا، لیکن اس طرح کی تاویلات کو سخن سازی سے زیادہ حیثیت نہیں دی جا سکتی، کیونکہ پہلی تاویل میں مندرجہ ذیل حقائق کا پیش نظر رہنا ضروری ہے۔ الخ (دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام، ص:۳۲)

ہم کہتے ہیں کہ امام بیہقی نے یہ باتیں نہیں کہی ہیں، اگر دیوبندیہ اپنے اس دعویٰ میں اپنے کو فی الواقع سچا سمجھتے ہیں، تو امام بیہقی کی کوئی تحریر بطریق معتبر پیش کریں، ورنہ فرقۂ دیوبندیہ کا اکاذیب پرست ہونا بہت ظاہر و باہر ہے۔

فرقۂ دیوبندیہ کی امام بیہقی کی طرف سے پیش کردہ پہلی تاویل سے متعلق جن حقائق کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے، اس کی تفصیل:

فرقۂ دیوبندیہ نے امام بیہقی کی طرف سے اپنی پیش کردہ جن باتوں کا ذکر کیا ہے، ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ حدیث نبوی کے الفاظ " لَعَلکم تقرؤون خلف إمامکم" ہیں "لعلکم تجھرون خلف امامکم" نہیں ہیں، یعنی نبوی ناگواری کا اظہار جہر پر نہیں بلکہ نفس قراءت پر ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نبوی ناگواری کی بنیاد منازعہ ہے، لیکن منازعہ کے لیے مقتدی کی قراءت کا بالجھر ہونا ضروری نہیں، پھر تقرؤون کو تجھرون کے معنی پر کیوں محمول کیا جائے۔ (ماحصل دیوبندی کتاب، قراءۃ خلف الإمام، ص:۳۲)

ہم کہتے ہیں کہ امام بیہقی نے یہ بات کہی ہی نہیں، پھر فرقۂ دیوبندیہ یہ لاف وگزاف کیوں بکتا ہے؟

فرقۂ دیوبندیہ کے حقائق میں سے دوسری حقیقت:

فرقۂ دیوبندیہ نے دوسری حقیقت یہ بیان کی کہ

''قراءۃ فاتحہ خلف الإمام پر نبوی نکیر کا دارومدار قرار دیں، تو فطری طور پر ثابت کرنا ہوا کہ آپ ﷺ نے پہلے سرّی قراءۃ کی اجازت مقتدی کو دی تھی، اگر یہ کہیں موجود ہو تو جہری کو مدار نکیر بنا لیا جائے، مگر پورے ذخیرہ حدیث میں یہ بات موجود نہیں۔ (ماحصل از مذکور کتاب دیوبندیہ، ص: ۳۲)

ہم کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی کتاب ''مسائل سورۂ فاتحہ'' اور ''سیرت ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ'' میں پوری وضاحت و صراحت سے دلائل معتبرہ کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ بعثت نبوی ہی کے ساتھ آپ ﷺ کو سورۂ اقرأ کی چند آیات اور سورۂ فاتحہ پوری کی پوری پڑھا دی گئی تھی اور اسی کے ساتھ آپ ﷺ پر نماز فرض کر دی گئی تھی اور اسی دن حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اقتداء میں آپ ﷺ نے تعلیم جبرئیل کے مطابق نماز پڑھی اور اسی دن خود آپ ﷺ کی اقتداء میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نماز پڑھی، اور اس نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھی گئی، ظاہر ہے کہ دوسرے کی اقتداء میں پڑھی جانے والی بعثت نبوی ہی کے دن نماز میں امام و ماموم نے سورہ فاتحہ سری طور پر اس لیے پڑھی کہ اسی کا حکم شریعت نے دے رکھا تھا، پھر جیوں جیوں ایمان لانے والوں کی تعداد بڑھتی گئی، نمازیوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی، بہت سارے نمازیوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ دورانِ نماز کسی نماز کو خواہ مقتدی ہو یا منفرد بالجہر قراءت فاتحہ اور اس کے ساتھ دوسری سورۂ نہیں پڑھنی چاہیے نہ بالجہر آپس میں بات چیت ہی کرنی چاہیے، اس لیے وہ امام کے پیچھے قراءۃ بالجہر اور کلام بالجہر کرتے جس سے شورش جیسی کیفیت پیدا ہوتی رہتی تھی۔

شریعت نے ابتدائے امر کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسا کرنے سے نمازیوں کو منع نہیں کیا پھر ﴿قُوْمُوْ لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ﴾ والے حکم الٰہی کے ذریعہ ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا، مگر اس ممانعت شرعیہ کے باوجود بعض لوگوں کو اس کی خبر نہیں تھی، اس لیے زیر نظر حدیث عبادہ اور اس کی ہم معنی دوسری احادیث متواترہ کے مطابق مسجد نبوی میں امامت نبوی میں نماز پڑھنے والے مقتدیوں میں سے انھیں بعض لوگوں نے بالجہر قراءت کر دی، آپ ﷺ اس پر مطلقاً خفا و ناراض نہیں ہوئے نہ نکیر کی، بلکہ اس کے سلسلے میں مزید مسائل بتلانے کی غرض سے آپ ﷺ نے نماز سے فراغت کے بعد مقتدیوں سے استفسار کیا کہ کون صاحب قراءت بالجہر کر رہے تھے؟ بعض نے یا کئی ایک نے کہا ہم قراءت بالجہر کر رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا مت کرو اور سورۂ فاتحہ سے زیادہ مقتدی ہونے کی صورت میں قراءت قرآن مت کرو اور امام کے پیچھے سری طور پر قراءت فاتحہ کرو، بات صرف اتنی ہے، جسے فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی منہ زوری و مطلق العنانی کے سبب لمبی بات بنا دی، بات ہی نہیں بات کا بتنگڑ بنا دیا۔ جن مقتدیوں کو حدیث عبادہ اور اس کی ہم مثل احادیث کا پورا علم نہ ہو سکا، وہ سرّی طور پر ہی سہی مگر فاتحہ سے زیادہ قراءت قرآن کرتے رہے، مگر

شریعت کا حکم یہی تھا کہ مقتدی صرف سری طور پر سورہ فاتحہ پڑھنے کا مکلف ہے، اس سے زیادہ قراءت قرآن مقتدی کے لیے ممنوع ہے، نماز خواہ جہری ہو یا سرّی، کیا فرقۂ دیوبندیہ اس قدر غبی و بلید واحمق و جاہل ہے کہ وہ حقائق سے واقف نہیں؟ یا اسے حامیان سلفیت نے ان حقائق سے واقف تو کرایا مگر اپنی عادت ہٹ دھرمی، ضد اور سنن نبویہ سے عداوت کے سبب ان حقائق سے ناواقف ہونے کا جھوٹا مظاہرہ کر رہا ہے؟

اس میں شک نہیں کہ ابتدائے امر میں مقتدی کو قراءت بالجهر یا دنیاوی کلام بالجهر کی بالصراحت ممانعت نہیں کی گئی تھی، پھر نہ فاتحہ سے زیادہ قراءت قرآن کی ممانعت کی گئی تھی پھر بعد میں کر دی گئی، ہماری اس بات سے اکاذیب پرست فرقۂ دیوبندیہ کی ساری تلبیسات کا راز فاش ہو گیا، پھر بھی وہ اپنے تلبیس کار اور کذاب ہونے کا اقرار اپنی عادت معروفہ کے سبب نہیں کرتا ہے!!

تاویل بیہقی سے متعلق دیوبندی حقائق میں تیسری و چوتھی حقیقت پر تبصرہ:

فرقۂ دیوبندیہ نے اس سلسلے کی اپنی مزعومہ ومکذوبہ حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ

اگر مقتدی کی قراءت بالجهر پر نکیر نبوی ہوئی ہوتی، تو " لعلكم تقرؤن" وغیرہ نہ فرماتے، کیونکہ جہری آواز سے قراءت کا یقینی علم ہو جاتا ہے ایسی صورت میں صرف تعیین قاری کا سوال کیا جا سکتا تھا...... الخ (ماحصل از مذکور دیوبندی کتاب ص:۴۳)

ہم کہتے ہیں کہ حدیث عبادہ میں کسی مقتدی کے قراءت بالجهر کا ذکر نہیں، مگر احساس نبوی یہ قائم ہوا کہ مقتدی لوگوں میں سے بعض لوگ سورۂ فاتحہ سے زیادہ بھی قراءت قرآن کرتے ہیں اور احساس نبوی یا علم نبوی فرقۂ دیوبندیہ کے احساس وعلم سے کہیں بالاتر تھا، خود فرقۂ دیوبندیہ جیسے گھاگ کذاب نے اعتراف کیا ہے کہ کسی مقتدی کی طہارت میں کوتاہی کا اثر قلب نبوی پر ایسا ہوا کہ نماز میں قرآن خوانی کرتے ہوئے آپ ﷺ التباس کا شکار ہو گئے۔ (دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الإمام، الخ ص:۴۳، ۴۴)

درحقیقت سورہ فاتحہ سے زیادہ قراءت قرآن کرنے والے مقتدیوں کو آپ ﷺ نے اصل مسئلہ بتلانے کے لیے سوال مذکور کیا اور بتلانا چاہا کہ سورہ فاتحہ سراً پڑھنے کے علاوہ مقتدی سورۂ فاتحہ سے زائد قرآن خوانی نہ کرے اور "لعل" کا لفظ اظہار شبہ ہی کے لیے نہیں خاص ہے، فرقۂ دیوبندیہ کے ایک عالم لغت کی کتاب مصباح اللغات، ص:۷۸۰، میں ہے کہ "لعل" جب باری تعالیٰ عزاسمہ کی طرف سے ہو، تو وجوب کے معنی ہوتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ قول نبوی دراصل قول الٰہی ہوتا ہے، الا یہ کہ اس کے خلاف کسی معاملہ میں دلیل قائم ہو۔ افسوس کے فرقۂ دیوبندیہ اپنے گھر کی بات بھی محض سلفیت سے عداوت رکھنے کے سبب اندھا بہرا ہو جانے کے باعث نہ سمجھنے کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ یا پھر فی الواقع بقول فاروقی "أهل الرأي أعداء السنن" ہونے کے باعث عداوت سنن نے اس فرقہ کو تمام حواس خمسہ

سے محروم کر دیا ہے۔

امام بیہقی کی طرف اپنی منسوب کردہ دوسری تاویل دیوبندیہ پر ہماری نظر:

اپنی منسوب کردہ بیہقی کی وہ تاویلوں میں سے پہلی سے متعلق اپنے اکاذیب وتلبیسات لکھنے کے بعد دوسری تاویل سے متعلق اپنے اکاذیب وتلبیسات پر مشتمل دو حقائق دیوبندیہ نے ظاہر کیے، جن کا خلاصہ خود فرق دیوبندیہ نے یہ بتلایا کہ

''حدیث عبادہ سے مقتدی کے لیے وجوب قراءت فاتحہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔''

(دیوبندی کتاب قراءة خلف الإمام، الخ، :۳۳،۳۴)

ہم کہتے ہیں کہ ہماری گزشتہ تحقیق سے یہ اکاذیب دیوبندیہ وتلبیسات دیوبندیہ پاد ہوا ہو چکے ہیں، اس سلسلے میں کسی دوسرے صحابی سے مروی مقتدی کی زائد از فاتحہ بالجہر کو فرقۂ دیوبندیہ نے محض اپنی دیرینہ وبطور عادت خالص مبنی بر تلبیسات کے طور پر ذکر کیا ہے، جس کی حقیقت آنے والی تفصیل سے مزید واضح ہو جائے گی۔

حضرت عبادہ کی روایت میں فصاعداً کا اضافہ:

فرقۂ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت جو کچھ کہا اس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث عبادہ کے آخر میں فصاعداً کا اضافہ ہے، جس سے صرف سورۂ فاتحہ کا ہی وجوب مقتدی پر نہیں ثابت ہوتا، بلکہ اس سے زیادہ قرآن خوانی کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور مسیء صلوٰۃ کی روایت میں'' ثم اقرأ ما تیسر معك القرآن'' سے بھی زائد از فاتحہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے؟ (زیر نظر کتاب، ص:۳۴،۳۵)

فرقۂ دیوبندیہ کی تلبیس مذکور کا جائزہ:

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں واقع لفظ فصاعداً کو بہت سے محدثین نے بشمول امام بخاری غیر ثابت قرار دیا ہے اور ثابت فرض کرنے کی صورت میں کہا ہے کہ اسی طرح کی بات چور کے قطع ید کی بابت بھی صحیح اسانید سے ثابت ہے، لہٰذا فرقۂ دیوبندیہ ربع دینار سے زائد ہی کی چوری پر قطع ید کو فرض قرار دے!! مگر اس بے راہرو فرقہ سے تلبیس کاری کے علاوہ اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ البتہ ہم فصاعداً کی زیادتی کو صحیح مانتے ہیں، جس کی تفصیل ہماری کتاب ''مسائل سورہ فاتحہ'' میں ہے، بنا بریں اس ثابت شدہ اضافہ نیز دوسرے دلائل شرعیہ کے پیش نظر بہت سارے علماء اہل حدیث سے اختلاف کرتے ہوئے ہم نے فاتحہ سے زیادہ بقدر میسر قرآن خوانی کو فرض مانتے ہیں، مگر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کلیہ سے دلائل شرعیہ ہی کی بنیاد پر مقتدی کو مستثنیٰ قرار دینا فرض ہے، کیونکہ متواتر المعنی حدیث نبوی میں مقتدی کے لیے صرف فاتحہ خوانی کو فرض ورکن قرار دیا گیا ہے اور فرقۂ دیوبندیہ کا یہ دعویٰ کہ تفصیل مذکور کے مطابق ہم نے ہر نماز کے لیے سورہ فاتحہ کے ساتھ مزید قرآن خوانی بقدر سہولت کو واجب کہا ہے، یہ بھی فرقۂ دیوبندیہ کی

تلبیسات واکاذیب میں سے ہے، کیونکہ حنفیہ کا مصطلح واجب اہل حدیث کے مصطلح واجب سے مختلف ہے، دیوبندیہ کے واجب کا معنی فرض سے بہت کمتر اور سنت موکدہ سے قدرے برتر ہے۔ فرقۂ دیوبندیہ نے بذریعہ تلبیس اپنے مؤیدین ومعتقدین ومقلدین کو اس حقیقت سے اندھیرے میں رکھنے کی ناپاک و مذموم کوشش کی، آخر یہ تلبیسات دیوبندیہ کس زمرے میں آتی ہیں؟

اضافہ پر دو اعتراض:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی عادت تلبیس کاری کے تحت اپنے مذکور بالاعنوان سے متعلق یہ کہا کہ فصاعداً کا اضافہ مقتضی ہے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ سے زیادہ بقدر سہولت قرآن خوانی کو اہل حدیث فرض کہیں، جس کا جواب اگر چہ ہماری گزشتہ تحریر میں آ چکا ہے، مگر ہم کہتے ہیں کہ اس کلیہ سے نصوص متواترہ نے مقتدی کو مستثنیٰ کر کے اس پر صرف فاتحہ خوانی کو فرض قرار دیا ہے، جیسا کہ تفصیل ہماری کتاب "مسائل فاتحۃ الکتاب" میں ہے، اس طرح یہاں اپنی کتاب قراءۃ خلف الإمام، از ص: ۳۵ تا ۴۰، والی فرقۂ دیوبندیہ کی ساری تلبیسات پادر ہوا ہو گئیں۔

بخاری کی مختصر روایت میں ضم سورہ کا قرینہ:

اپنے مذکورہ بالاعنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ کی تلبیسات کا حاصل یہ ہے کہ:

"غور کیا جائے تو ذکر کردہ امام بخاری کی مختصر روایت کے فصاعداً کے بغیر بھی وہی معنی ہے، حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ نے فصل الخطاب میں بحوالہ ابن قیم بدائع الفوائد (۲/۷۶) میں کہا کہ: "قراءۃ سورۃ کذا و قراءۃ بسورۃ کذا" میں ذہانت رکھنے والوں کے لیے بڑا فرق ہے۔' قراءۃ سورۃ کذا' میں اسی سورۂ کے پڑھنے کا معنی مستفاد ہوتا ہے، جس کا نام لیا گیا ہے اور" قراءۃ بسورۃ کذا" کا مطلب ہے کہ میری قراءۃ میں سورت مذکورہ بھی شامل ہے اور ان کے علاوہ بہت ساری سورتیں بھی۔ مثلاً حضرت ابی بن کعب سے یہ فرمان نبوی کہ " إن الله أمرني أن أقرأ عليك ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ نیز یہ فرمان نبوی کہ " لقد قرأتها" یعنی " سورة الجن على الجن" نیز حضرت ابن مسعود کی حدیث مرفوع میں " قرأ ﴿والنجم﴾ فسجد فيها" الخ ان احادیث میں سورت پر حرف "ب" داخل نہیں، اس لیے ان میں مذکورہ سورتوں میں دوسری سورتیں داخل نہیں، لیکن جن سورتوں پر "ب" داخل ہے، مثلاً" كان يقرأ بالستين إلى المائة" دوسری " قرأ بسورة الأعراف" تیسری "كان يقرأ في الفجر بق والقرآن المجيد " ہے اور یہ احادیث نماز سے متعلق ہیں، لہٰذا ان کی قراءت میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ بھی قراءۃ قرآن کا حکم مستفاد ہوتا ہے۔ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب: ۴۰ تا ۴۳)

ہم کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں نازل ہونے والی مندرجہ ذیل آیت کریمہ ملاحظہ ہو:

﴿إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَى مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَى وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (المزمل: ۲۰)

اس طویل آیت کریمہ میں دو مرتبہ ﴿فاقرءوا ما تیسر﴾ کے الفاظ آئے ہوئے ہیں اور انہی الفاظ کو فرقۂ دیوبندیہ اہل اسلام خصوصاً اہل حدیث کے خلاف اپنے اس موقف کی دلیل بنائے ہوئے ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سے صرف ﴿ماتیسر﴾ کو فرض قرار دیا ہوا ہے، جس میں سورہ فاتحہ داخل نہیں ہے، لہٰذا قرآن مجید کی چھوٹی آیتوں میں تین آیات اور بعض دیوبندیہ کے کہنے کے مطابق چھوٹی آیات میں سے صرف ایک آیت یا اوسط درجہ کی آیات میں سے ایک آیت یا بڑھی آیات میں سے ادھوری یا چوتھائی آیت کا پڑھنا پوری نماز میں فرض ہے اور قرآنی الفاظ میں ﴿ فاقرءوا ما تیسّر﴾ میں ﴿ما تیسر﴾ پر صرف ''ب'' داخل نہیں اور پورے قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے بار بار کی تکرار کے ساتھ ﴿تیسر﴾ کہا ہے، یعنی ﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ﴾ (سورۃ القمر) اور ذکر کے معانی میں سے ایک معانی باجماع اہل علم نماز بھی ہے، لہٰذا فرقۂ دیوبندیہ کے اپنے اصول سے لازم آیا کہ نماز میں پورے قرآن مجید کا پڑھنا فرض ورکن قرار دے، کیونکہ بہت سارے لوگوں کے لیے پورے قرآن کا پڑھنا آسان ہے اور بہت سے لوگوں کے لیے دو تہائی، نصف چوتھائی کا پڑھنا آسان ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ فرقۂ دیوبندیہ نماز میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ مزید قرآن خوانی سے راہ فرار اختیار کرنے ہی کے لیے نصوص شرعیہ کے خلاف سورہ مزمل والی آیت مذکورہ کا بے جا اور مجرمانہ استعمال کر کے صرف چھوٹی آیات میں سے ایک یا دو یا تین کا پڑھنا اور اوسط آیات میں سے صرف ایک آیت کا پڑھنا بڑی آیات میں ایک خمس یا چوتھائی یا تہائی وغیرہ کو فرض قرار دیے ہوئے ہے، آخر وہ اپنے ہی اصول کے مطابق پورے قرآن کا نماز کی ایک رکعت میں یا ہر رکعت میں یا پوری نماز میں پڑھنا کیوں فرض نہیں قرار دیتا؟ بس فرقۂ دیوبندیہ کی مستدل آیت ہی اس کی تمام تلبیسات و بدعنوانیوں کا راز طشت ازبام کر دیتی ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ اپنے اس معاملہ میں اس فرقہ نے جو ہزاروں صفحات سیاہ کیے ہیں، وہ درحقیقت اپنے سیاہ نامہ اعمال کی سیاہی میں مزید در مزید سیاہ کاری ہے، ہماری صرف یہی بات فرقۂ دیوبندیہ جیسے اکاذیب وتلبیسات پرست فرقے کی تلبیسات کا پردہ فاش کر دیتی ہے اور اس کی ساری

ڈھونگ بازی دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔

رواۃ حدیث کا سمجھا ہوا مطلب:

اپنے مذکورہ بالا اکاذیب کے بعد فرقۂ دیوبندیہ نے عنوان مذکورہ کے تحت کہا:

روایت عبادہ پر مختلف زاویوں سے بحث کے نتیجہ میں یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت کا مقتدی سے کوئی تعلق نہیں اور اس سے مقتدی پر وجوب فاتحہ ثابت نہیں ہوتا، غالباً یہی وجہ ہے کہ اس روایت کے اکثر رواۃ بشمول حضرت عبادہ بھی وجوب کے قائل نہیں، یہ روایت دراصل زهري عن محمود بن الربيع عن عبادة کی سند سے مروی ہے، زہری کے بعد اس کی سندیں متعدد ہوگئی ہیں، عام کتب حدیث میں زہری سے اسے نقل کرنے والے سفیان بن عیینہ ہیں، اس لیے وجوب فاتحہ اور قراءۃ خلف الإمام کے سلسلے میں ان چاروں رواۃ کا مسلک معلوم ہونے سے مسئلہ منقح ہو جائے گا۔ محدثین کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ "راوي الحديث أعرف بمراد الحديث من غيره" اور محدثین اس اصول کے مطابق راوی کی بیان کردہ مراد کو مقدم قرار دیتے ہیں، سفیان کا مسلک ابوداود میں حدیث مذکور فصاعداً کے اضافہ کے ساتھ منقول ہے اور ان کا مسلک بھی مذکور ہے:"هذا لمن يصلي وحده " یعنی کہ روایت عبادہ کا تعلق منفرد سے ہے مقتدی سے نہیں، شیخ سفیان امام زہری کا مسلک بھی مشہور ہے کہ وہ جہری نماز میں وجوب فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں اور سری نماز میں وجوب کے نہیں صرف استحباب کے قائل ہیں۔ بحوالہ شرح مقنع عدم وجوب کے قائلین میں متعدد صحابہ و تابعین اور فقہاء ومحدثین فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں اور سری نماز میں وجوب کے نہیں صرف استحباب کے قائل ہیں۔ بحوالہ شرح مقنع عدم وجوب فاتحہ خلف الامام کے زمرہ میں ہم زہری کا نام بھی نقل کر آئے ہیں مزید وضاحت کے لیے تفسیر ابن جریر کی یہ روایت مع سند دیکھیے کہ:

" حدثنا المثنى نا سويد أنا ابن المبارك عن يونس عن الزهري قال: لا تقرؤا وراء الإمام فيما يجهر به من القراء ة تكفيهم قراء ة الإمام، و إن لم يسمع صوته و لكنهم يقرؤون فيما لم يجهر به سرا في أنفسهم و لا يصلح لأحد خلفه أن يقرأ معه فيما يجهر به سرًا و لا علانية قال الله تعالیٰ: ﴿وَ إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَأَنْصِتُوْا﴾

زہری نے کہا کہ مقتدی جہری نمازوں میں قراءت نہیں کریں گے، امام کی قراءت کافی ہے، خواہ امام کی آواز مسموع نہ ہو، لیکن وہ سری نمازوں میں دل ہی دل میں سری قراءت کریں اور کسی کے لیے امام کے پیچھے جہری نماز میں سراً یا علانیہ قراءت کرنا درست نہیں، شیخ زہری حضرت محمود بن الربیع حضرت

عبادہ کے داماد تھے، وفات نبوی کے وقت ان کی عمر پانچ سال تھی، ان کا مسلک سمجھنے کے لیے بیہقی کی اس روایت پر غور کیجیے:

"عن محمود قال: سمعت عبادة يقرأ خلف الإمام فقلت له تقرأ خلف الإمام فقال: عبادة لا صلاة إلا بقراءة" (سنن کبریٰ بیهقي:۲/۱٦۸)

یعنی محمود نے کہا کہ میں نے عبادہ کو قراءۃ خلف الإمام کرتے سنا، تو میں نے کہا کہ آپ امام کے پیچھے قراءۃ کر رہے تھے؟ حضرت عبادہ نے فرمایا کہ قراءۃ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی، محمود کو قراءۃ عبادہ خلف الامام پر بڑی حیرت ہوئی کہ یہ بات صحابہ کے درمیان رائج نہ تھی، اس سے محمود کا عمل بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قراءۃ خلف الإمام نہیں ہے، اسی سے مسلک عبادہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وہ قراءۃ خلف الإمام کے اگرچہ قائل ہیں، مگر وجوب کے نہیں۔

روایت عبادہ پر مباحث کا خلاصہ:

امام بخاری نے اس بات کے تحت تین روایات ذکر کیں (ہم کہتے ہیں کہ کذب پرستی کا عادی فرقۂ دیوبندیہ یہاں بھی جھوٹ بک رہا ہے، کیونکہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ اس باب میں چار احادیث مذکور ہیں) ان میں صرف حدیث عبادہ سے امام بخاری کا استدلال ممکن تھا، اس لیے اس پر قدرے تفصیلی کلام کیا گیا، مختصر روایت کو مفصل کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی، متابعات وشواہد فصاعداً کے اضافہ کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی، قواعد عربیہ کے مطابق سمجھنے کی کوشش کی، ہر موضوع پر اٹھائے جانے والے اہم اشکالات کا جائزہ لیا، لیکن بہر اعتبار محقق ہوا کہ حدیث عبادہ کو مقتدی کے لیے وجوب فاتحہ سے متعلق قرار دینا صحیح نہیں۔ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۴۴ تا ۴۷)

تلبیسات فرقۂ دیوبندیہ کی سلفی پردہ دری:

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ فرقہ اہل سنت کے برخلاف فرق ضاله مرجيه و جهميه و معتزله کا ملغوبہ ہونے کے ساتھ اہل الرائے بھی ہے اور بقول فاروقی أصحاب الرأي أعداء السنن ہوتے ہیں، اور عداوت سنن کی پاداش میں یہ فرقہ عقل سلیم، وطبع سلیم، وفہم سلیم سے محروم ہو کر اس قدر حواس باختہ ہو چکا ہے کہ وہ اس شعر کا پورا مصداق ہے:

وحشی کو وحشت میں الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

اس فرقۂ دیوبندیہ نے ایک طرف یہ کہا کہ حدیث عبادہ کی سند زهري عن محمود عن عبادة ہے، زہری

کے بعد اس کی سندیں متعدد ہوگئی ہیں، یعنی کہ بدعویٰ فرقۂ دیوبندیہ زہری سے اسے روایت کرنے والے متعدد رواۃ ہیں، پھر یہ فرقہ کہتا ہے کہ صحیحین وسنن اربعہ میں نقل کرنے والے سفیان بن عیینہ ہیں، یہ اس فرقہ کذابیہ کی تضاد بیانی اور جھوٹ ہے، جب اس فرقہ کا دعویٰ ہے کہ اسے زہری سے روایت کرنے والے متعدد رواۃ ہیں، تو پھر اس کا یہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے کہ زہری سے اسے روایت کرنے والے سفیان بن عیینہ ہیں، جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ فرقۂ دیوبندیہ یہ کہہ رہا ہے کہ زہری سے اسے روایت کرنے والے صرف سفیان بن عیینہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ فرقۂ دیوبندیہ کی تضاد بیانی اور کذب بیانی دونوں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ جب اپنے ایک متضاد قول کے مطابق فرقۂ دیوبندیہ کا کہنا ہے کہ امام زہری سے اسے نقل کرنے والے سفیان بن عیینہ کے علاوہ کئی رواۃ ہیں، تو ان کا مسلک اس معاملہ میں دیکھنے کی ضرورت فرقۂ دیوبندیہ کو نہیں ہے، تاکہ اس مسئلہ کو سمجھنے میں سہولت ہو۔

نیز فرقۂ دیوبندیہ کو کیا یہ مسلم اصول معلوم نہیں ہے کہ " الحديث يفسر بعضه بعضا" یعنی ایک حدیث کی تفسیر اور توضیح معانی دوسری حدیث سے ہوا کرتی ہے، اگرچہ فرقۂ دیوبندیہ تلبیس کاری کرتے ہوئے کہے ہوئے ہے کہ حدیث مذکور صرف زهري عن محمود عن عبادة کی سند سے منقول ہے، جسے امام ابوداود اپنی "کتاب السنن" میں بھی نقل کیے ہوئے ہیں، مگر ہم کہتے ہیں کہ جس سنن ابی داود سے فرقۂ دیوبندیہ نے سند مذکور سے یہ روایت نقل کی ہے اس کے فوراً بعد امام ابوداود نے اپنی سنن میں کہا:

" حدثنا عبد الله بن محمد النفيلي أخبرنا محمد بن سلمة عن محمد بن إسحاق عن مكحول عن محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت قال كنا خلف رسول الله ﷺ في صلاة الفجر فقرأ رسول الله ﷺ فثقلت عليه القراءة، فلما فرغ قال: لعلكم تقرؤون خلف إمامكم، قلنا نعم، هذاً (نفعل هذاً) يارسول الله قال: لا تفعلوا إلا بفاتحة الكتاب فإنه لا صلاة لمن لم يقرأ بها۔"

یعنی سند مذکور سے مروی ہے کہ حضرت عبادہ نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز فجر پڑھ رہے تھے کہ آپ ﷺ نے قراءت فرمائی، یہ قراءت آپ پر گراں گزری، نماز سے فارغ ہو کر آپ نے مقتدیوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ کیا تم لوگ اپنے امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے ہو؟ صحابہ نے کہا: ہاں ہم لوگ سرسری طور پر قراءت کرلیا کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مقتدی لوگ امام کی پوری قراءت کرنے کے بجائے صرف سورہ فاتحہ اس لیے پڑھو کہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر کوئی بھی نماز نماز نہیں ہوتی، بلکہ کالعدم ہوتی ہے۔

(سنن أبي داود و جامع الترمذي مع تحفة الأحوذي، و عام كتب حديث)

یہ حدیث نبوی مزاعم دیوبندیہ اور اکاذیب وتلبیسات دیوبندیہ کو آشکارا کرنے کے لیے بہت کافی ہے، کیونکہ مقتدیوں کے لیے قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کی تعلیل اور وجہ یہ بتلائی کہ اسے پڑھے بغیر مقتدی کی نماز نماز ہی نہیں ہوتی، اس حدیث نبوی کا معنی تمام تلبیسات دیوبندیہ کے تانے بانے کو ادھیڑ کر رکھ دینے والا نص قاطع ہے، کیونکہ معنوی طور پر یہ حدیث بذات خود معتبر ہے اور اس معنی کی حدیث نبوی متواتر ہے، اس لیے فرقۂ دیوبندیہ کی یہ تحریف بازی وتلبیس کاری یہاں ہرگز نہیں چل سکتی کہ یہ حدیث خبر واحد ہے، اس لیے ہمارے مزعومہ معنی قرآن ﴿و إذا قرأ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ کے خلاف ہونے کے باعث حجت نہیں ہو سکتی۔

زیر بحث حدیث عبادہ کی دوسری سندیں:

زیر بحث حدیث عبادہ کے مع بعد بالکل متصل امام ابوداود نے یہ حدیث نبوی نقل کی کہ:

" حدثنا الربيع بن سليمان الأزدي أخبرنا عبد الله بن يوسف أخبرنا الهيثم بن حميد أخبرني (حدثني) زيد بن واقد عن مكحول عن نافع بن محمود بن الربيع الأنصاري قال: نافع أبطأ عبادة عن صلوٰة الصبح، فأقام أبو نعيم المؤذن الصلوٰة فصلى أبو نعيم بالناس وأقبل عبادة و أنا معه حتى اصففنا خلف أبي نعيم و أبو نعيم يجهر بالقراء ة فجعل عبادة يقرأ بأم القرآن فلما انصرف قلت لعبادة: سمعتك تقرأ بأم القرآن و أبو نعيم يجهر، قال: أجل صلى بنا رسول اللهﷺ بعض الصلوات التى يجهر فيها بالقراء ة قال: فالتبست عليه القراء ة فلما انصرف أقبل علينا بوجهه فقال: هل تقرؤون إذا جهرت بالقراءة؟ فقال: بعضنا إنا نصنع ذلك قال: فلا و أنا أقول ما لي ينازعني القرآن فلا تقرؤا بشيئ من القرآن إذا جهرت .

و قال أبوداؤد: حدثنا على بن سهل الرملي أخبرنا الوليد عن ابن جابر و سعيد بن عبد عبد العزيز و عبد الله بن العلاء عن مكحول عن عبادة نحو حديث الربيع بن سليمان قالوا فكان مكحول يقرأ فى المغرب و العشاء والصبح بفاتحة الكتاب في كل ركعة سراً قال: مكحول: اقرأ بها فيما جهر به الإمام إذا قرأ بفاتحة الكتاب و سكت سراً فان لم يسكت اقرأ بها قبله ومعه و بعده لا تتركه على كل حال"۔

یعنی نافع بن محمود بن الربیع نے کہا کہ حضرت عبادہ ہمارے شام میں امام نماز تھے، کسی وجہ سے ایک دن نماز فجر پڑھانے جانے میں سستی و تاخیر ہوگئی، تو ابونعیم موذن نے اقامت کہی اور ابونعیم (محمود بن الربیع) نے لوگوں کو نماز پڑھانی شروع کردی اور حضرت عبادہ نماز کے لیے مسجد کی طرف گئے، میں بھی عبادہ کے

ساتھ تھا، کیونکہ نافع حضرت عبادہ کے نواسے تھے اور نافع اور ان کے باپ محمد بن ربیع حضرت عبادہ ہی کے ساتھ شام میں رہا کرتے تھے اور محمود حضرت عبادہ کے داماد اور بھانجے تھے، تو جب ہم نماز میں پہنچے، تو محمود بن ربیع ابونعیم کی امامت میں نماز فجر پڑھی جا رہی تھی، میں نے اور میرے نانا عبادہ نے صف میں شامل ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی اور محمود بن ربیع ابونعیم جہری قراءت کر رہے تھے کیونکہ نماز فجر جہری قراءت والی ہی ہے، تو عبادہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے لگے اور اسے ختم کر دیا، نماز سے فارغ ہو کر نافع نے عبادہ سے پوچھا کہ آپ میرے باپ ابونعیم محمود بن ربیع کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ رہے تھے، جسے میں سن رہا تھا، نافع کو حضرت عبادہ نے جواب دیا کہ جی ہاں میں امام کے پیچھے قراءت فاتحہ کر رہا تھا، کیونکہ ایک بار ہم مسجد نبوی میں نبی ﷺ کی امامت میں نماز فجر پڑ رہے تھے، تو آپ ﷺ پر قراءت گڈمڈ ہوگئی، نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ ہم مقتدیوں سے مخاطب ہو کو بولے کہ جب میں جہری قراءت کرتا ہوں، تو کیا تم لوگ بھی سری قراءت کرتے ہو؟ ہم میں سے بعض نے کہا کہ ہاں ہم سرسری طور پر آپ ﷺ کے پیچھے قراءت قرآن کر لیتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو جب میں نماز میں جہری قراءت کروں، تو تم سورۂ فاتحہ کے علاوہ مزید قراءت مت کرو۔ ربیع بن سلیمان نے کہا کہ عبد الرحمن بن یزید بن جابر أبو عتبه الشامي الداراني الأزدي و سعيد بن عبد العزيز و عبد الله بن العلاء میں سے ہر ایک نے کہا کہ امام مکحول نماز مغرب و فجر کی ہر رکعت میں سری طور پر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور وہ اپنے عمل کے مطابق فتویٰ بھی دیتے تھے، امام کی جہری نماز میں تم سورہ فاتحہ پڑھو، جب کہ وہ ہر دو آیت کے درمیان والا سکتہ کرے، تو ہر سکتہ امام میں سورہ فاتحہ کی ایک ایک آیت پڑھتے جاؤ اور اگر امام سکتہ نہ کرے، تو تم سورہ فاتحہ بہرحال امام کے ساتھ ساتھ یا اس سے پہلے یا بعد میں پڑھ لیا کرو، کسی حال میں تم امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا مت چھوڑو۔" (سنن أبي داود مع عون المعبود و مع شرح تلخيص سنن أبي داود للمنذري، مطبوع بيروت، ١٤١٩ھ ١٩٩٨ء، (٣/٣٤)، حديث نمبر: ٢٠، و سنن أبي داود مع بذل المجهود: ٢/٥١، ٥٢، و عام كتب حديث)

یہ احادیث بھی گزشتہ احادیث کی طرح رد بلیغ ہیں اور فرقۂ دیوبندیہ کا دعویٰ ہے کہ اپنی روایت کردہ یا غیر کی روایت کردہ حدیث پر کسی امام کا عمل اس حدیث کے صحیح و معتبر ہونے کی دلیل ہے اور محمد بن اسحاق امام المغازی ثقہ ہیں، مگر مدلس ہیں، اور فرقۂ دیوبندیہ اولاً اپنی موافقت کرنے والی مدلس حدیث کو معتبر مانتا ہے، جیسا کہ اس کی کتاب "اعلاء السنن" میں جو تمام ائمہ دیوبندیہ کے جہد مسلسل سے لکھی گئی ہے، بار بار اپنے اس اصول کا ذکر کیا گیا ہے،

لیکن مدلس حدیث اگر اس فرقہ کے مزعومات کے خلاف ہو تو اس کا اصول مذکور بدل کر یہ ہو جاتا ہے کہ تدلیس جرح قادح ہے، یہ بات بھی اعلاء السنن اور عام کتب دیوبندیہ میں بار بار کی تکرار سے کہی گئی ہے، البتہ سنن دارقطنی وسنن بیہقی وقراءت فاتحہ والی کتاب بیہقی نیز دوسری کتب حدیث میں امام المغازی محمد بن اسحاق نے تصریح تحدیث کردی ہے اور مکحول بھی اگرچہ مدلس کہے گئے ہیں۔ لیکن اسے حافظ ابوعلی ودارقطنی وبیہقی نے تحدیث مکحول کے ساتھ نقل کیا ہے۔(كتاب القراءة للبيهقي،ص:٤٣، ٤٤، والمحلى لابن حزم،وسنن دارقطني ، وسنن بيهقي: ٢/ ١٦٤، وغیرہ)

کثرت متابعات وشواہد سے بھی یہ حدیث معتبر ہو گئی ہے، تفصیل ہماری کتاب ''مسائل سورہ فاتحہ'' میں ہے اور کوئی شک نہیں کہ کثرت متابعات وشواہد کے باعث صحیح ہونے والی حدیث مذکور مزاعم دیوبندیہ کی تکذیب کرنے والی ہے، امام مکحول کا علمی مقام ومرتبہ اور ثقاہت و فقاہت امام ابوحنیفہ سے کہیں زیادہ بلند وبالا ہے، تقریب التهذيب میں اگرچہ انھیں طبقہ خامسہ کا راوی کہا گیا ہے، مگر صغار صحابہ سے ان کی روایات صحیح وثابت ہیں، لہٰذا انھیں تقریب التهذيب کے طبقہ خامسہ میں ذکر کرنا تسامح ہے، ورنہ دراصل یہ طبقہ رابعہ کے ثقہ تابعی قرار پانے کے مستحق ہیں، ان تمام احادیث میں جو معنوی طور پر متواتر ہیں، مقتدی کے لیے قراءت فاتحہ کا حکم نبوی اس تعلیل نبوی کے ساتھ کی فاتحہ پڑھے بغیر مقتدی کی بھی نماز نہیں ہوگی۔ اس بات پر نص صریح ونص قاطع ہے کہ ہر نمازی کے لیے سورہ فاتحہ کا پڑھنا رکن وفرض ہے اور تلبیس دیوبندیہ مکذوب محض ہے کہ مقتدی کے علاوہ دوسرے نمازیوں کے لیے دیوبندیہ کا اصطلاحی واجب ہے، نیز اس کے ساتھ مزید قرآن خوانی بھی انہی کی اصطلاح والا واجب ہے، بحوالہ شرح مقنع والی دیوبندی بات کی تغلیط بدرجہ اتم کی جا چکی ہے۔

ہم اپنی متعدد کتابوں میں یہ صراحت کر چکے ہیں کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام واسلاف نصوص کے پابند تھے اور مطابق نصوص ان کا عمل تھا، اس کلیہ سے صرف اسی صحابی یا تابعی کو مستثنیٰ قرار دیا جا سکتا ہے، جن کی بابت دلیل معتبر سے مستثنیٰ ہونے کا ثبوت ہو اور اس کلیہ سے کسی صحابی کا استثناء ہماری تحقیق کے مطابق بدلیل معتبر ثابت نہیں، جیسا کہ تفصیل ہماری کتاب ''مسائل سورہ فاتحہ'' میں ہے، یہ کتاب زیادہ سے زیادہ اختصار ملحوظ رکھ کر لکھی جا رہی ہے۔

امام زہری پر فرقۂ دیوبندیہ کا افتراء:

ہم عرض کر چکے ہیں کہ تمام تابعین کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ جانکاری کے ساتھ کوئی تابعی نصوص کے خلاف عمل نہیں کر سکتا، بلکہ وہ سب علی الاطلاق نصوص کے موافق عمل پیرا مانے جائیں گے، البتہ اس کلیہ سے اس تابعی کو مستثنیٰ مانا جائے گا، جس کے مستثنیٰ ہونے پر دلیل معتبر ہو، دریں صورت اسے معذور مانا جائے گا، امام زہری کو جہری نماز میں قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کے فرض ورکن کے جواز تک کا قائل ہونے کی نفی کے اثبات میں نیز سری

نماز میں صرف استحباب کا قائل ہونے کے اثبات میں فرقۂ دیوبندیہ نے تفسیر ابن جریر کے حوالے سے ایک مکذوبہ روایت کا سہارا لیا، جس کا دارومدار المثنی بن ابراھیم الآملی پر ہے، جو محض ایک مجہول شخص ہے، اس کا ترجمہ کسی بھی کتب رجال میں نہیں۔

امام زہری کا صحیح مؤقف:

امام بیہقی نے کہا:

" أخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ أنبا أبو علي الحافظ نا محمد بن أحمد بن راشد الأصبهاني نا محمد بن عقبة بن علقمة البيروتي نا أبي حدثني الأوزاعي و سألته عن رجل صلى فنسي القراء ة فقال: قال الزهري: أخبرني محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا صلاة لمن لم يقرأ فيها بأمّ القرآن، و أخبرنا أبوعبد الله الحافظ أنا أبو علي الحافظ نا أحمد بن عمير بن يوسف الدمشقي بدمشق نا سعد بن محمد البيروتي قال: وجدت في كتاب محمد بن الأوزاعي بخط عبد الرحمٰن بن أبي العشرين عن أبيه عبد الرحمن بن عمرو الأوزاعي قال: سألت الزهري عن رجل صلى فنسي القراء ة فقال: الزهري حدثني محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا صلوٰة لمن لم يقرأ بأمّ القران" (كتاب القراء ة للبيهقي:١٢)

مذکورہ بالا عبارت میں دو روایات منقول ہیں، ان میں سے آخر الذکر روایت معتبر ہے اور اس امر کی دلیل صریح ہے کہ امام زہری کا مؤقف یہ تھا کہ کوئی نمازی خواہ مقتدی و امام و منفرد میں سے کوئی ہو، وہ اگر کسی بھی رکعت میں قراءت فاتحہ بھول کر بھی چھوڑ دے، تو اس کی نماز نماز ہی نہیں ہوگی، اس سے معلوم ہوا کہ فرقۂ دیوبندیہ نے امام زہری پر خالص افتراء پردازی اپنی عادت کے مطابق کر رکھی ہے کہ وہ جہری نماز میں قراءت فاتحہ کے عدم جواز اور سری میں صرف سری قراءت کے قائل تھے، جب امام زہری بھول کر قراءت فاتحہ ترک کرنے پر نماز کو نماز ہی نہیں قرار دیتے تھے، جب کہ بھول کر دن میں کھانا کھا لینے سے کسی کے یہاں روزہ نہیں ٹوٹتا اور بھول کر بسم اللہ پڑھے بغیر ذبح کرنے سے ذبیحہ فرقۂ دیوبندیہ سمیت جمہور امت کے نزدیک حرام نہیں قرار پاتا، کیونکہ ترک طعام روزہ کی صحت کے لیے فرض ہے اور بوقت ذبح بسم اللہ فرقۂ دیوبندیہ سمیت جمہور امت کے نزدیک فرض ہے، تو امام زہری کا یہ موقف کہ بھول کر ترک قراءت فاتحہ نماز کو کالعدم قرار دینے والا ہے، دریں صورت التزامی طور پر ثابت ہوا کہ امام زہری علی الاطلاق ہر نماز کی ہر رکعت میں قراءۃ فاتحہ کو فرض و رکن قرار دیتے تھے، جس کے بغیر نماز کا حقیقی وجود ہی نہیں ہوگا

اور امام زہری اپنے اس موقف پر اپنی روایت کردہ اسی حدیث عبادہ کو حجت بنائے ہوئے ہیں، جسے فرقۂ دیوبندیہ اپنے تلبیسی وتقلیدی ہتھکنڈوں کے ذریعہ رڈ کرتا اور ناقابل عمل بتلاتا ہے، امام زہری کی مستدل حدیث عبادہ جہری نماز ہی میں ترک قراءۃ فاتحہ کو نماز کے معدوم الوجود ہونے پر دال ہے، جو معنوی طور پر متواتر اور نص قاطع ونص صریح ہے۔

زیر بحث روایت زہری کی تصحیح:

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ امام زہری کے اس فتویٰ کے ناقل امام اوزاعی ہیں، جن کا ثقہ ومعتبر ہونا متفق علیہ ہے اور امام اوزاعی سے مروی یہ فتویٰ بقول امام سعد بن محمد بیروتی امام اوزاعی کے صاحب زادے محمد کی کتاب میں بصورت مکتوب موجود ہے، جسے عبد الرحمن بن ابی العشرین نے بذات خود تحریر کیا ہے، مگر امام اوزاعی سے اس کی روایت کرنے والے امام عبد الحمید بن ابی العیشرین ہیں، جو بقول امام احمد بن حنبل وابن معین وعجلی وابوحاتم رازی ودارقطنی ثقہ اور انھیں امام ابوزرعہ رازی نے "ثقة مستقيم الحديث" اور امام ابومسہر نے پسندیدہ معتبر راوی کہا، بعض حضرات نے مبہم اور خفیف تجریح کی، جو توثیق ثابت کے بالمقابل کالعدم ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تهذيب التهذيب:٦/١٠٢، وعام کتب رجال) زیر نظر روایت کو بقول خویش امام محمد بن الأوزاعي کی کتاب میں پانے والے سعد بن محمد بیروتی کا اگرچہ اس حدیث کے کتاب محمد بن اوزاعی میں پانے سے اس حدیث کے معتبر یا غیر معتبر ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ اسے عبد الحمید بن ابی العشرین سے روایت کرنے والے امام احمد بن عمیر بن یوسف دمشقی المعروف بابن الجوصا مولود(۲۲۷ـ۲۲۸ ہجری ومتوفی ۳۲۰ ہجری ثقہ ہیں، ان کے مفصل ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو :(سیر أعلام النبلاء:١٥/١٥ تا ٢١ وعام کتب رجال) پھر بھی امام سعد بن محمد بیروتی ثقہ وصدوق ہیں۔(الجرح والتعديل ترجمہ: ٩٥/٤،٤٢٠)

اسی طرح اس روایت کے معتبر قرار پانے کے لیے ان محمد بن اوزاعی کا ثقہ ہونا ضروری ہے، جن کی کتاب حدیث میں روایت مذکورہ منقول ہے، مگر امام عباس بن ولید نے کہا کہ

"أدركته و أدركت أهل زمانه و هم لا يشكون أنه من الأبدال"

یعنی میں اور ان کے تمام معاصرین ان کے ابدال میں سے ہونے میں کوئی شک نہیں رکھتے۔ (الجرح والتعديل:٧/٣١٨، ترجمہ:١٧٢٢)

اور یہ معلوم ہے کہ جو راوی ابدال میں سے ہوگا، وہ ضرور ثقہ وصدوق ہوگا۔ نیز فتویٰ زہری والی سند کے معتبر ہونے کے لیے کتاب محمد بن الأوزاعي کے کاتب عبدالرحمٰن بن ابی عشرین کا ثقہ ہونا ضروری نہیں، جو غالباً امام عبدالحمید بن حبیب المعروف بابن ابی العشرین کے بھائی یا پوتے ہیں، کیونکہ امام اوزاعی سے اسے نقل کرنے والے عبد الحميد بن حبيب المعروف بابن ابی العشرين ہیں، لہٰذا اس روایت کی سند معتبر وصحیح ہے۔ اور عبدالحمید بن

ابی العشرین سے اسے نقل کرنے والے امام احمد المعروف بابن صاد کا ثقہ ہونا ظاہر کیا جا چکا ہے اور ابن جو صاد تک پہنچنے والی سند کے دونوں رواۃ کا ثقہ ہونا معروف ہے۔ بہرحال معتبر سند سے مروی یہ فتویٰ زہری فرقۂ دیوبندیہ کے مزاعم فاسدہ وتلبیسات مکذوبہ کو باطل قرار دینے کے لیے کافی ہے۔

امام اوزاعی کا مؤقف:

امام زہری کے فتویٰ مذکورہ کے ناقلین میں امام اوزاعی بھی ہیں اور امام اوزاعی بھی امام زہری سے زیر نظر حدیث عبادہ کے راوی ہیں اور امام اوزاعی نے بھی یہ فتویٰ دیا ہے کہ عمداً نہیں بلکہ نسیاناً فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنے والے مقتدی کی نماز باطل ہے۔ بلفظ دیگر امام اوزاعی بھی فاتحہ خلف الامام پڑھنے کے فرض ورکن نماز ہونے کے قائل ہیں اور فرقۂ دیوبندیہ نومولودہ نیز جن عناصر کی کوکھ سے فرقۂ دیوبندیہ نے جنم لیا، وہ یہ اصول رکھتے ہیں کہ کسی سند کے رواۃ کا اپنی حدیث کے موافق عمل سے حدیث کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے اور فتویٰ اوزاعی کی سند معتبر ہے، امام اوزاعی سے اس فتویٰ کے ناقل عقبہ بن علقمہ بیروتی ثقہ وصدوق ہیں، جیسا کہ ان کے ترجمہ تھذیب التھذیب(۷/ ۲۱۹، ۲۲۰) میں تفصیل ہے کہ انھیں امام ابومسہر نے "خیار ثقۃ" ابن معین و ابن خراش و حاکم و نسائی نے ثقہ کہا، عقبہ سے اسے عقبہ کے صاحب زادے محمد نے نقل کی، جنھیں الجرح و التعدیل(۸/ ۳۸) ترجمہ ۱۶۷ میں صدوق کہا گیا ہے اور یہ بہت بعید بات ہے کہ کوئی صدوق راوی اپنے باپ کی کتاب حدیث روایات میں ایسی غیر معتبر روایات کا اضافہ کردے، جو ان کے باپ نے روایت نہ کی ہو، لہٰذا تھذیب التھذیب ترجمہ عقبہ میں ابن حبان اور ابن عدی سے جو نقل کیا گیا ہے کہ ان کے صاحب زادے محمد ان کی روایات میں الحاق کردیتے تھے، اس لیے ان سے جو روایت ان کے صاحبزادے کریں، وہ معتبر نہیں۔ ایک ایسا دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں، لہٰذا یہ دعویٰ مسترد ہے اور باپ سے بیٹے کی روایت یقیناً معتبر وصحیح ہے۔

محمد بن عقبہ سے اسے رویت کرنے والے احمد بن راشد اصبہانی اور ان کے بیٹے محمد بن احمد بن راشد ہیں، دونوں کی بابت الإمام الحافظ المحدث المصنف کہا گیا ہے اور کوئی تجریح نہیں کی گئی ہے، یعنی کہ دونوں معتبر ہیں۔

(سیر أعلام النبلا: ۱۴/ ۴۰۴، طبقات الحفاظ، ص: ۳۳۹، و متعدد کتب تراجم، خصوصاً طبقات محدثی اصبھان بتحقیق ڈاکٹر رضاء اللہ مبارک پوری سلفی مدنی رحمہ اللہ)

اور ان سے نیچے کی سند میں صرف دو مشہور ومعروف ثقہ رواۃ ہیں، لہٰذا یہ روایت معتبر ہے اور اصول دیوبندیہ کے مطابق عبادہ والی متواتر حدیث صحیح ہے، کیا یہ روایت فرقۂ دیوبندیہ کی نظر میں نہیں آئی؟

حدیث عبادہ کے راوی حضرت محمود بن ربیع پر فرقۂ دیوبندیہ کی افتراء پردازی:

ہم یہ بیان کر آئے ہیں کہ نصوص کا علم رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مطابق نص ضرور عمل کرتے، اگر اس عموم سے

کسی صحابی کو مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے، تو دلیل معتبر سے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ زیر بحث حدیث کے راوی صحابی حضرت محمود بن ربیع انصاری بھی عام صحابہ کی طرح اس نص نبوی پر عمل کرتے ہوئے مقتدی پر بھی قراءت فاتحہ کو فرض و رکن نماز قرار دیتے تھے، مگر افتراء پرداز و دروغ بان فرقۂ دیوبندیہ بلا دلیل وثبوت حضرت محمود بن ربیع پر یہ اتہام لگائے ہوئے ہے کہ وہ تمام ہی صحابہ کرام پر فرقۂ دیوبندیہ کی طرح نعوذ باللہ یہ افتراء پردازی کیے ہوئے ہیں کہ وہ فاتحہ خلف الامام نہیں پڑھتے تھے، نہ قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کو فرض و رکن نماز کے قائل تھے اور خود حضرت محمود بن ربیع کا عمل بھی یہی تھا۔ اپنے اس افتراء پر فرقۂ دیوبندیہ کا فرض تھا کہ دلیل دیتا، کس طرح کا سوال انھوں نے اپنے خسر حضرت عبادہ کی قراءۃ خلف الإمام پر کیا تھا، وہ عام صحابہ میں رائج تھا، محض اس سوال کے سبب فرقۂ دیوبندیہ کا حضرت محمود سمیت تمام ہی صحابہ کرام پر مذکورہ افتراء کر ڈالنا نہایت گھناؤنا و مجرمانہ طرز عمل ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے بھی تو صحابہ کرام سے پوچھا تھا کہ تم لوگ اپنے امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو، تو کیا اس سے لازم آیا کہ آپ ﷺ بھی اور تمام صحابہ بھی قراءت خلف الامام نہیں کرتے تھے؟ جب کہ آپ ﷺ نے اس سوال کے بعد وضاحت کر دی کہ مقتدی لوگ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ ضرور پڑھیں، ورنہ ان کی نماز باطل و کالعدم ہوگی؟ حدیث عبادہ کے رواۃ میں رجاء بن حیوۃ بھی ہیں، ان کا فتویٰ ہے کہ جہری نماز ہو یا سرّی سب میں مقتدی پر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا لابدی یعنی فرض ہے۔(کتاب القراءۃ للبیہقي:٦٣)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ پر فرقۂ دیوبندیہ کی افتراء پردازی:

حضرت عبادہ بذات خود فاتحہ خلف الامام پڑھتے تھے اور اس نص نبوی کو بیان کرتے رہتے تھے کہ مقتدی ہو یا امام یا منفرد کسی کی نماز سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز ہی نہیں ہوگی، جس سے واضح طور پر مستفاد ہوتا ہے کہ اس نص نبوی کے مطابق حضرت عبادہ بھی ہر نماز کے لیے فاتحہ خوانی کو فرض و رکن نماز مانتے تھے، مگر فرقۂ دیوبندیہ نے ان پر بھی اسی طرح کی افتراء پردازی کر ڈالی۔

حضرت عبادہ بن الصامت کا فتویٰ اپنی روایت کردہ حدیث کے مطابق:

"قال الإمام البیهقي: أخبرنا أبو عبد الله الحافظ أنبأنا أبو علي الحافظ نا عبد الله بن محمد الأزدي ثنا إسحاق بن إبراهيم الحنظلي أنا عيسى بن يونس عن ابن عون عن رجاء بن حيوة عن محمود بن الربيع قال: صلينا صلوٰة و إلى جنبي عبادة بن الصامت، فقرأ بأمّ القرآن، فلما انصرف، قلت له يا أبا الوليد: ألم أسمعك قرأت بفاتحة الكتاب قال: بلى، إنه لا صلوٰة إلا بفاتحة الكتاب فهذا حديث سمعه مكحول الشامي- و هو أحد أئمة أهل الشام- من محمود بن الربيع و نافع بن

محمود كلاهما عن عبادة بن الصامت و سمعه حرام بن حكيم بن نافع بن محمود عن عبادة و سمعه رجاء بن حيوة و هو أحد أئمة أهل الشام من محمود بن الربيع عن عبادة "(كتاب القراءة للبيهقي،ص:٤٦)

و قال الإمام البيهقي: أخبرنا علي بن أحمد المقرئ ببغداد أنبأنا أحمد بن سلمان ثنا إبراهيم بن إسحاق ثنا أبو سلمة ثنا حماد أنبا عبد اللّٰه بن عون عن رجاء بن حيوة عن محمود بن الربيع قال: سمعت عبادة بن الصامت يقرأ خلف الإمام فقلت له تقرأ خلف الإمام، فقال عبادة: لا صلوٰة إلا بقراءة۔ (سنن بيهقي:٢/١٦٨)

و قال البيهقي: أخبرنا ابوعبد اللّٰه الحافظ أخبرني محمد بن صالح بن هانئ ثنا الفضل بن محمد البيهقي ثنا علي بن الجعد أنبأنا شعبة عن مسلم أبي النضر قال: سمعت حملة بن عبد الرحمن يحدث عن عبادة بن الصامت أنه رأى رجلا لا يتم الركوع والسجود فأتاه فأخذ بيده فقال: لا تشبهوا بهذا و لا بأمثاله انه لا صلوٰة إلا بأمّ الكتاب و إن كنت خلف إمام فاقرأ في نفسك و إن كنت وحدك فأسمع أذنيك و لا تؤذي من عن يمينك و من عن يسارك، هو مسلم بن عبد الله العكي الشامي و مذهب عبادة في ذلك مشهور۔"(سنن بيهقي:٢/١٦٨)

یعنی امام بیہقی نے اپنی سند سے بیان کیا کہ محمد بن ربیع نے کہا کہ ہم نے ایک نماز باجماعت پڑھی، میری بغل میں عبادہ بن صامت امام کے پیچھے قراءت فاتحہ کر رہے تھے، نماز سے فارغ ہونے پر میں نے عبادہ جن کی کنیت ابو الولید ہے سے کہا کہ میں نے سنا کہ آپ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھ رہے تھے، اس کے جواب میں حضرت عبادہ نے کہا میں ایسا کیوں نہ کروں، جب کہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر کوئی نماز نماز ہی نہیں ہوتی۔ امام بیہقی نے کہا یہ حدیث اہل شام کے ائمہ میں سے امام مکحول نے محمود بن ربیع اور نافع بن محمود دونوں سے سنی ہے اور محمود و نافع دونوں نے عبادہ بن صامت سے سنی ہے اور اس حدیث کو حرام بن حکیم نے نافع بن محمود سے اور نافع نے عبادہ بن صامت سے سنا ہے۔ نیز امام بیہقی نے دوسری سند کے ساتھ بیان کیا کہ رجاء بن حیوۃ نے محمود بن ربیع سے روایت کی کہ میں نے حضرت عبادہ کو امام کے پیچھے قراءت کرتے ہوئے سنا، یعنی قراءت فاتحہ کرتے سنا تو نماز سے فارغ ہوکر انھوں نے حضرت عبادہ سے کہا کہ کیا آپ امام کے پیچھے قراءت کرتے ہیں، یعنی فاتحہ خلف الامام پڑھتے ہیں؟ حضرت عبادہ نے کہا کہ امام کے پیچھے بھی قراءت کے بغیر یعنی سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نماز ہی نہیں ہوتی

اور امام بیہقی نے مزید ایک سند کے ساتھ بیان کیا کہ حملہ بن عبد الرحمٰن نے عبادہ بن صامت سے روایت کی کہ انھوں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا، جو رکوع و سجود ٹھیک سے نہیں کر رہا تھا، اس کا ہاتھ پکڑ کر عبادہ نے فرمایا کہ لوگو! تم اس شخص اور اس جیسے دوسرے اشخاص کی طرح نماز نہ پڑھا کرو، کیونکہ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نماز ہی نہیں ہوتی، اگر تم امام کے پیچھے نماز پڑھو تو بہت آہستگی سے اپنے جی میں سورۂ فاتحہ پڑھو اور اگر تنہا نماز پڑھو تو آہستہ ہی سے مگر اپنے کو سنا کر سورۂ فاتحہ پڑھو اور اپنے بائیں داہنے والے لوگوں کو سنا کر اذیت میں مبتلا مت کرو۔ اس سند میں واقع مسلم ابو النضر سے مراد مسلم بن عبد اللہ عکی شامی ہیں اور اس معاملہ میں حضرت عبادہ کا مذہب وفتویٰ مشہور و معروف ہے۔"

(كتاب القراءة للبيهقي، ص:٤٦، وسنن بيهقي:٢/١٦٨)

یہ روایات صرف امام بیہقی ہی نے روایت نہیں کی ہیں، بلکہ متعدد ائمہ کرام نے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ مذکورہ بالا عبارت میں تین روایات تین مختلف سندوں سے منقول ہیں اور یہ تینوں روایات ایک دوسرے کی معنوی متابع و شواہد ہیں، جو باہم مل کر بہت زیادہ قوی و صحیح ہو گئی ہیں، اگرچہ ان میں سے ہر سند بذات خود معتبر ہے اور یہ تینوں روایات فرقۂ دیوبندیہ کے اس دعویٰ کی تکذیب اور تردید بلیغ کر رہی ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت فاتحہ خلف الامام کو صرف جائز مانتے تھے، فرض و واجب و رکن نماز نہیں مانتے تھے، ان میں سے ہر روایت بتلا رہی ہے کہ حضرت عبادہ فاتحہ خلف الامام پڑھے بغیر مقتدی کی نماز کو نماز ہی نہیں قرار دیتے تھے، یہ فتویٰ عبادہ بہت سارے مزاعم دیوبندیہ کی تکذیب کرتا ہے جس شخص کی لولی لنگڑی نماز کو دیکھ کر حضرت عبادہ نے ہاتھ پکڑ کر سخت تنبیہ کی اور حاضرین کرام کے سامنے اسے خوب ڈانٹا پھٹکارا، اسی شخص کی طرح نماز پڑھنے کا عادی فرقۂ دیوبندیہ کے ائمہ وعلماء وعوام وخواص بھی ہیں، اگر صحابہ کرام اس فرقہ نومولود دیوبندیہ والی نماز دیکھتے تو اس نومولود فرقے کو اپنے سخت طعن وتشنیع و ملامت و سرزنش کا نشانہ بناتے، کاش فرقۂ دیوبندیہ کو اپنے گھناؤنے کرتوت پر شرم وندامت ہوتی اور وہ اپنی اصلاح کا احساس رکھتا پھر اصلاح پذیر بھی ہوتا۔

تنبیہ بلیغ:

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی زیر نظر کتاب، ص: ۴۶، ۴۷ پر "روایت عبادہ پر مباحث کا خلاصہ" کے عنوان سے جو بدعنوانیاں و دروغ بانیاں کی ہیں، وہ سب کی سب اس فرقہ کے اکاذیب وتلبیسات سے ہیں۔

مقتدی کی قراءت اور قرآن کریم:

مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے جو ہرزہ سرائی کی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ

اس موضوع سے متعلق مذکورہ بالا دلائل (دیوبندیہ) خارجی دلائل ہیں، جن میں قرآن کریم کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، یمن روانہ کرتے وقت ہمارے رسول ﷺ نے حضرت معاذ سے پوچھا کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے، تو کیسے فیصلہ کرو گے؟ معاذ نے جواب دیا کہ کتاب اللہ سے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ میں نہ ملے، تو کیا کرو گے؟ معاذ نے کہا سنت نبویہ کے مطابق فیصلہ کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سنت نبویہ میں بھی یہ مسئلہ نہ ملے تو کیا کرو گے؟ معاذ نے کہا کہ اپنا پورا زور صرف کر کے رائے و قیاس سے فیصلہ کروں گا، آپ ﷺ نے حضرت معاذ کے جواب کی تحسین کی، اسی اصول کے مطابق خارجی دلائل میں سب سے پہلے قرآن کریم کو دیکھنا چاہئے، ارشاد الٰہی ہے ﴿وَ اِذَا قُرِئَ القرآن فاستَمِعُوا لَهٗ وَانْصِتُوْا﴾ (سورہ اعراف:۲۰۴) یعنی جب قرآن خوانی ہو تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہا کرو، یہ آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی خواہ معراج میں افتراض نماز کے پہلے یا بعد میں نازل ہوئی ہو، حضرت عبادہ والی روایت خواہ اس آیت کے نزول کے بعد ہو یا پہلے لیکن جمہور کی رائے ہے کہ آیت مذکورہ کا شان نزول نماز ہے۔ مشہور صحابہ کرام میں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس یہی فرماتے ہیں، تابعین میں مجاہد حسن بصری، سعید بن المسیب وغیرہ سے یہی منقول ہے، امام احمد" **إنما جعل الإمام ليؤتم به**" والی حدیث نبوی کا یہی مطلب ہے کہ مقتدی قراءت بالکل نہ کرے۔ صحیح وحسن درجہ کی متعدد روایت میں " و إذا قرأ فأنصتوا" فرمایا گیا ہے، نیز " من كان له إمام فقراءة الإمام قراءة له" والی حدیث نبوی بھی ہے، امام ابن تیمیہ نے بھی اسی طرح کی بات کہی ہے۔ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۴۷تا۴۹)

مذکورہ مزاعم دیوبندیہ کی تکذیب:

اپنے اس بیان میں فرقۂ دیوبندیہ نے قرآن کریم وسنت نبویہ کو خارجی دلائل قرار دیا ہے، معلوم نہیں اس دروغ بان فرقہ کے یہاں داخلی دلائل کیا ہیں؟ اس فرقہ کی پیش کردہ حدیث معاذ سنداً ساقط الاعتبار ہے، ملاحظہ ہو تفصیل کے لیے "إحكام الأحكام لابن حزم" پھر اسے فرقۂ دیوبندیہ نے کیوں بطور دلیل پیش کیا ہے؟ فرقہ دیوبند کی اس مستدل حدیث میں اجماع صحابہ یا اجماع امت کو شرعی دلیل نہیں قرار دیا گیا ہے، پھر اپنی اس مستدل روایت کے خلاف یہ فرقہ اجماع کو دلیل شرعی کیوں کہتا ہے؟ روایت مذکورہ کو صحیح فرض کر کے اہل علم نے بتلایا ہے کہ قول معاذ" أجتهد برأيي و لا آلو" کا مطلب یہ ہے کہ اپنی پوری قوت رائے صرف کر کے میں دوبارہ سہ بارہ اور بار بار نصوص میں مسئلہ پیش آمدہ کا حل تلاش کروں گا۔ (عام کتب سلفیہ)

ہم بھی کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ خواہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہو یا مدینہ منورہ میں، معراج نبوی سے پہلے یا بعد میں، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مقتدی قراءت وفاتحہ خلف الامام نہ کرے، صحابہ کرام پر افتراء پردازی کرتے ہوئے بطور مثال جن دو صحابہ کرام ابن مسعود و ابن عباس کو فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے موقف کا حامی قرار دیا ہے،

اس کی تکذیب ہم کر آئے ہیں کہ باسانید معتبرہ دونوں صحابہ سے فاتحہ خلف الامام فرض ہونا منقول ہے اور عام صحابہ کرام سے بھی " إنما جعل الإمام ليؤتم به" والی حدیث نبوی قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کا اثبات کرتی ہے، کیونکہ جس امام کا نماز میں مقتدیوں کو اتباع و اقتداء کرنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ اپنی نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ضرور پڑھتا ہے، لہٰذا اتباع امام میں مقتدیوں پر قراءت فاتحہ فرض ہے اور غیر فاتحہ کو پڑھنے سے مقتدیوں کو نصوص میں منع کر دیا گیا ہے، اس لیے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں" و إذا قرأ فانصتوا" والی حدیث پر تفصیل آ رہی ہے، اس سے پہلے ہمیں دیوبندیہ کی اس کذب بیانی و افتراء پردازی کا راز کھولنا ہے کہ تابعین میں مذکورہ حضرات بھی موقف دیوبندیہ کے حامی تھے۔

اثر مجاہد بن جبر تابعی:

امام مجاہد سے امام بخاری نے نقل کیا کہ:

" إذا لم يقرأ خلف الإمام أعاد الصلوٰة"

"یعنی اگر نماز امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے، تو اپنی نماز دہرائے۔"

(جزء القراءة للبخاري، حديث: ٣٢، ص: ١٠، مطبوع أشرف پريس لاهور، صفحه: ٦، مطبوع شيش محل لاهور و كتاب القراءة للبيهقي، ص: ٧١)

نیز امام بخاری نے کہا کہ:

" و قال ابن علية: عن ليث عن مجاهد إذا نسي فاتحة الكتاب لا تعتد بتلك الركعة،"

یعنی مجاہد نے کہا کہ جو نماز میں بھول کر بھی قراءت فاتحہ نہ کر سکے، اس کی نماز کا کوئی اعتبار نہیں، یعنی کہ وہ نماز ہوئی ہی نہیں بلکہ کالعدم ہوئی۔ (جزء القراءة للبخاري نمبر حديث: ٥٢، صفحه: ١٤)

امام حصین نے مشہور تابعی امام عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کو قراءۃ خلف الامام کرتے دیکھا، تو انھوں نے اس کا ذکر امام مجاہد سے کیا، امام مجاہد نے اس موقف کی تائید میں اثر عبد اللہ بن عمرو بن ابی العاص پیش کر کے اپنا عندیہ بھی ظاہر کر دیا کہ قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کرنا ضروری ہے۔ (مصنف ابن أبي شيبة: ١/ ٣٧٣)

نیز امام ابن ابی شیبہ نے کہا:

" حدثنا ابن علية عن ليث عن مجاهد قال: إذا لم يقرأ في ركعة فإنه يقضي تلك الركعة"

یعنی امام مجاہد نے کہا کہ جس نے نماز کی کسی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی، وہ اپنی نماز دہرائے۔" (مصنف ابن أبي شيبة: ١/ ٣٧١، ٣٧٣)

حمید بن سلیمان نے کہا کہ میں نے مجاہد کو ظہر و عصر کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ خلف الامام پڑھتے دیکھا ہے۔ (مصنف ابن أبي شيبة: ١/ ٣٧٢)

معلوم ہوا کہ امام مجاہد فاتحہ خلف الامام پڑھنے کو نماز کا رکن وفرض کہتے تھے، ورنہ وہ نہ پڑھنے والے کو نماز دہرانے کا حکم نہ دیتے اور نسیاناً بھی ترک فاتحہ خلف الامام کو بطلان نماز کا فتویٰ نہ دیتے،اس تفصیل سے فرقۂ دیوبندیہ کے اکاذیب وتلبیسات کی بخوبی پردہ دری ہوتی ہے۔

اثر حسن بصری:

امام ابن ابی شیبہ بسند صحیح ناقل ہیں کہ امام حسن بصری نماز کی ہر رکعت میں فاتحہ خلف الامام پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔(مصنف ابن أبي شيبة:١/٣٧٤)

اثر سعید بن میتب:

امام ابن ابی شیبہ بسند صحیح ناقل ہیں کہ امام سعید بن میتب امام ومقتدی کو فاتحہ خلف الامام پڑھنے کا حکم و فتویٰ دیتے تھے۔(مصنف ابن أبي شيبة :١/٣٧٤)

اثر عروہ بن زبیر:

بسند صحیح مروی ہے کہ عروہ بن زبیر اپنی اولاد سے کہتے تھے کہ:

" اقروا في سكتة الإمام فإنه لاتتم الصلوة إلا بفاتحة الكتاب۔"

''یعنی اے میری اولاد تم فاتحہ خلف الامام سکتہ امام میں ضرور پڑھو، کیونکہ اس کے بغیر کسی کی نماز نہیں ہوتی۔'' (كتاب القراءة للبيهقي،ص:٦٩، ٧٠، و جزء القراءة للبخاري)

اس تفصیل سے فرقۂ دیوبندیہ کے اکاذیب وتلبیسات کا پردہ فاش ہوگیا۔

"إِذَا قَرَأَ فأنصتوا" یعنی امام جب قراءت کرنے لگے تو مقتدی چپ چاپ قراءت کیے بغیر خاموش رہے کا مطلب:

زیرعنوان روایت جو ہمارے رسول ﷺ کی طرف منسوب ہوگئی ہے:اسے

اولاً: محدثین کرام نے معتبر نہیں مانا کیونکہ وہ نصوص شرعیہ واصول شرعیہ کے خلاف اور سنداً معلول ہے۔

ثانیاً: اسے معتبر فرض کر لینے سے ﴿فأنصتوا﴾ کا معنی فاتحہ خلف الامام کے فرض ورکن نماز ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ ان دونوں باتوں کی وضاحت کتب محدثین میں مدلل طور پر منقول ہے۔

ثالثاً: بسند صحیح یہ فرمان نبوی مروی ہے کہ " الإمام ضامن فما صنع فاصنعوا"یعنی امام مقتدی کا ضامن ہے، لہٰذا امام نماز میں جو کام انجام دے، اسے تم بھی امام کے پیچھے کرو، امام ابوحاتم رازی نے اس حدیث کو پڑھانے کے بعد کہا:" هذا تصحيح لمن قال: بالقراءة خلف الإمام" اس حدیث نبوی سے اس نظریہ کی تصحیح ہوتی ہے

کہ قراءة خلف الإمام فرض ہے۔" (سنن دارقطنی: ۱/ ۳۲۴، حدیث: ۱۹)

یہ بات بہت ظاہر ہے کہ امام پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے، لہٰذا مقتدی پر بھی سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوا، البتہ شریعت نے مقتدی کو فاتحہ سے زیادہ قراءت قرآن سے منع کر دیا ہے، لہٰذا مقتدی پر صرف سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوا، البتہ شریعت نے مقتدی کو فاتحہ سے زیادہ قراءت قرآن سے منع کر دیا ہے، لہٰذا مقتدی اس عموم نص نبوی سے مستثنیٰ ہے۔

رابعاً: امام دارقطنی نے روایت کی کہ:

" حدثنا محمد بن عثمان بن ثابت الصيدلاني و أبو سهل بن زياد قالا: ثنا محمد بن يونس ثنا عمر بن عاصم نا معتمر قال: سمعت أبي يحدث عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا قرأ الإمام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ فأنصتوا۔" (سنن دارقطنی: ۱/ ۳۳۱)

یعنی یہ نص نبوی ہے کہ جب تک امام سورہ فاتحہ پڑھتا رہے، تب تک مقتدی بھی اس کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتا رہے، پھر جب امام سورہ فاتحہ پڑھ کر فارغ ہو جائے اور مزید قراءت قرآن شروع کر دے، تو مقتدی لوگ سورۂ فاتحہ سے زیادہ والی امام کی قرآن خوانی کے وقت قرآن خوانی سے خاموش رہیں۔ اور ہم بار بار بتلا آئے ہیں کہ نصوص میں سورہ فاتحہ سے زیادہ قرآن خوانی سے مقتدیوں کو منع کر دیا گیا ہے۔

تصحیح یا تحسین حدیثِ مذکور:

اس حدیث نبوی کو حضرت ابو ہریرہ سے نقل کرنے والے ابو صالح سمان زیات کا اصل نام ذکوان ہے، جو صحیحین اور دوسری کتب حدیث کے رواۃ میں سے ہیں اور صحیحین کے رواۃ محقق طور پر ثقہ ہیں۔ (ان کا ترجمہ تهذیب التهذیب: ۳/ ۱۸۹، ۱۹۰، نیز دوسری کتب رجال میں ملاحظہ ہو) ابوصالح ذکوان سے یہ حدیث امام اعمش نے روایت کی یہ بھی صحیحین اور دوسری کتب حدیث کے رواۃ میں سے ہیں لہٰذا ان کا ثقہ ہونا بھی محقق ہے۔ امام اعمش سے اسے سلیمان بن طرخان تیمی نے نقل کیا، یہ بھی صحیحین اور دوسری کتب حدیث کے رواۃ میں سے ہیں لہٰذا ان کا ثقہ ہونا بھی محقق ہے۔ سلیمان موصوف سے ان کے بیٹے معتمر نے نقل کیا، یہ بھی صحیحین اور دوسری کتب حدیث کے رواۃ میں سے ہیں، لہٰذا ان کا بھی ثقہ ہونا محقق ہے۔ معتمر موصوف سے اسے امام عمرو بن عاصم بن عبید اللہ کلابی قیسی بصری نے روایت کیا، یہ بھی صحیحین اور دوسری کتب حدیث کے رواۃ میں سے ہیں، لہٰذا ان کا بھی ثقہ ہونا محقق ہے۔ امام عمرو بن عاصم کلابی سے اسے نقل کرنے والے محمد بن یونس کدیمی ہیں، جنھیں سنن دارقطنی کے حاشیہ التعليق المغني میں جہاں حدیث مذکور منقول ہے، ضعیف کہا گیا ہے۔ تقریب التهذیب میں بھی انھیں ضعیف کہا گیا، مگر انھیں امام احمد بن حنبل نے حسن الحدیث اور حسن المعرفة کہا ہے۔ (تاریخ بغداد للخطیب: ۳/ ۳۳۸) امام ابن خزیمہ نے اپنے

شاگرد عمرو بن محمد بن منصور ابوسعید سے کہا کہ تم محمد بن یونس کدیمی سے سماع حدیث کر کے لکھا کرتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں میں نے ان سے سماع کردہ احادیث لکھی ہیں۔ (تاریخ خطیب: ۴۳۸/۳) یہ کلمہ یعنی میں نے ان سے سماع کردہ احادیث لکھی توثیق میں سے ہے، البتہ یہ خفیف درجہ کی توثیق ہے۔ امام ابو الاحوص محمد بن ہیثم نے کہا کہ: "هو أكبر مني و أكثر علما ما علمت إلا خيراً" کدیمی مجھ سے زیادہ علم والے ہیں اور ان کی بابت خیر کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا۔ (خطیب: ٤٤٠/٣) یہ بھی اعلیٰ واوسط درجہ کی توثیق ہے، امام موسیٰ بن ہارون نے کہا: "فما سمعته بعد ذلك إلا بخير" (خطیب: ٤٤٣/٣) یہ بھی کدیمی نے کہا کہ مجھ پر جو لوگ کفر و زندقہ کا الزام لگاتے ہیں، انھیں میں معاف کر سکتا ہوں، مگر جو مجھے احادیث نبویہ میں کذب بیانی کا الزام لگاتے ہیں انھیں میں معاف نہیں کر سکتا، امام ابوبکر بن اسحاق ضبعی نے کہا کہ میں نے کسی بھی حدیث کے عالم سے نہیں سنا جو کدیمی پر یہ الزام لگاتا ہو کہ کدیمی ایسے رواۃ سے بھی روایت کرتے ہیں، جن سے ان کا لقاء و سماع نہیں۔ (خطیب: ٤٤٤/٣، ٤٤٥) یہ بھی کلمہ توثیق ہے۔

اسماعیل بن علی خطبی نے کدیمی کو ثقہ کہا ہے۔ (خطیب: ٤٤٥/٣) امام جعفر طیالسی نے بھی انھیں ثقہ کہا۔ (تهذيب التهذيب: ٤٧٦/٩) امام خلیلی نے کہا: "ليس بذاك القوي و منهم من يقويه" یعنی یہ قوی راوی نہیں، لیکن کچھ ائمہ رجال انھیں قوی کہتے ہیں۔ (تهذيب التهذيب: ٤٧٨/٩) "ليس بذاك القوى" تجریح مبہم ہے، اس کے خلاف باعتراف خلیلی انھیں کچھ ائمہ رجال قوی کہتے ہیں، لہٰذا تجریح مبہم پر توثیق صریح غالب ہے، اس لیے کدیمی کو قوی و ثقہ ہی مانا جائے گا۔ اور ان پر کذب بیانی کا الزام متعدد اہل علم نے غلط کہا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ موصوف محمد بن یونس کدیمی ثقہ و معتبر راوی ہیں اور ان پر کذب بیانی وغیرہ تجریحات کا جو الزام ہے، وہ صحیح نہیں، لہٰذا وہ اس تفصیل کے مطابق صحیح الحدیث ہیں، اگر تنازل اختیار کر کے انھیں صحیح الحدیث نہ مانا جائے، تو کم از کم حسن الحدیث درجہ کے معتبر ضرور ہیں، اس لیے یہ حدیث نبوی اس بات پر نص صریح ہے کہ مقتدی ختم فاتحہ تک امام کی متابعت کرتے ہوئے فاتحہ خلف الامام ضرور پڑھے گا، اس کے بعد نصوص شرعیہ کے مطابق خاموش رہ کر قراءۃ امام سنے گا۔

ملاحظہ:

فرقۂ دیوبندیہ نے جو یہ کہا کہ اگر بالفرض قرآنی بیان ﴿ و إذا قرئ القرآن ﴾ الخ کی رعایت ملحوظ نہ رکھی جائے بلکہ اسے نماز و غیر نماز کے لیے عام رکھا جائے کہ جہاں بھی قراءت قرآن ہو، اسے تمام لوگ ہمہ تن گوش ہو کر خارج نماز بھی ہمہ تن گوش ہو جانا چاہیے، تو ہمیں یہ کہنے کا حق ہے کہ داخل نماز بوقت قرآن خوانی استماع و انصات اختیار کیا جائے۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۴۸)

اس افترائے دیوبندیہ وتلبیس دیوبندیہ پر ہمارا ملاحظہ یہ ہے کہ اصول وضوابط پر عمل کرتے ہوئے مذکورہ آیت کے شان نزول کو ملحوظ رکھنا فرض ہے، وہ یہ کہ نماز میں امام کے پیچھے بالجہر کلام یا قراءت کر کے شورش جیسی کیفیت نہ پیدا کی جائے بلکہ جہری قراءت و جہری کلام کے بغیر نصوص شرعیہ پر عمل کرتے ہوئے امام کے پیچھے قراءت فاتحہ ضرور کی جائے، جس طرح استفتاح نماز والی دعائیں رکوع و سجود وقومہ وجلسہ و قعدہ والی دعائیں امام کے پیچھے فرقۂ دیوبندیہ بھی پڑھنے کا قائل ہے، اس آیت میں قراءت قرآن بول کر پوری نماز مراد لی گئی ہے، جس طرح رکوع و سجود و قیام بول کر پوری نماز مراد ہوتی ہے۔ مذکورہ آیت پر عمل سے فرار اختیار کرتے ہوئے فرقۂ دیوبندیہ نے اپنا تلبیس کارانہ ہتھکنڈہ استعمال کرنا نہیں بھولا، ہماری اسی تفصیل سے امام ابن تیمیہ کی وہ بات بھی رد ہوگئی، جو فرقۂ دیوبندیہ نے بحوالہ فتاویٰ ابن تیمیہ (۲۳/۲۷۰) لکھی ہے۔

مقتدی کے لیے قراءت ممکن ہی نہیں:

اپنے گزشتہ اکاذیب وتلبیسات کے بعد فرقہ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا عنوان قائم کیا، اس فرقہ کے عنوان مذکورہ بالا پر ہمارا ملاحظہ یہ ہے کہ فرقۂ دیوبندیہ سو فیصد اپنے عنوان کے خلا بدعنوانیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔ جس وقت امام بالجہر تکبیر تحریمہ اور دوسری تکبیرات انتقال کرتا ہے، اس وقت فرقۂ دیوبندیہ بھی مقتدیوں کو بالسر بشمول تکبیر تحریمہ وتکبیرات امام تکبیر کہنے کا فتویٰ دیتا ہے اور بوقت سلام طرفین امام کے بالجہر سلام کہنے پر مقتدی کو بالسرّ سلام کہنے کا فتویٰ دیتا ہے اور دوران نماز جتنی بھی دعائیں باستثناء سورۂ فاتحہ و فاتحہ سے زیادہ تمام دعائیں مقتدی کو بالسر پڑھنے کا فتویٰ دیتا ہے اسی طرح یہ فرقہ کذابہ حرافہ لباسہ مقتدیوں کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کا فتویٰ کیوں نہیں دیتا؟ فاتحہ سے زیادہ امام کی قرآن خوانی مقتدی کے لیے ممنوع ہونے پر یہ فرقہ وہی دلائل دیتا ہے، جو ہم دیتے ہیں، اپنے ہی اصول سے لازم آنے والی تقریباً ننانوے فیصد باتوں کے خلاف اس فرقۂ دیوبندیہ نے کیوں یہ طریقہ عمل اختیار کیا ہے؟ اپنے مذکور بالا عنوان سے بدعنوانیاں کرنے والا فرقۂ دیوبندیہ نے جو کچھ کہا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ

''مذکورہ قرآنی آیت سے ثابت ہو گیا کہ بوقت قراءت قرآن مقتدی کو امام کا استماع و انصات ضروری ہے، جہری نمازوں میں تو بات صاف ہے، مگر سری میں بھی مقتدی کے لیے گنجائش قراءۃ فاتحہ نہیں۔ حافظ ابن عبدالبر نے تمہید اور امام ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں یہی بات کہی ہے۔ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۴۹ تا ۵۱)

ہم ان ساری تلبیسات دیوبندیہ سے فارغ ہو چکے ہیں، تکرار کی ضرورت نہیں۔

مکحول کے فیصلے پر حیرت:

''امام مکحول نے ہر حال میں مقتدی کو قراءۃ فاتحہ کی جو اجازت دی ہے، اس پر سبھی یا اکثر اہل علم کو حیرت

ہے۔" (ملخص از زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۵۱)

ہم کہتے ہیں کہ نصوص قرآنیہ پر تمام ہی کفار ومشرکین و یہود و نصاریٰ و منافقین کو بہت ہی حیرت رہتی آئی ہے، جن کے بالمقابل فرقۂ دیوبندیہ کی تعداد ذرہ ناچیز کے برابر ہے، ان تمام لوگوں کی حیرت پر اہل اسلام نے از اوّل تا آخر کوئی دھیان نہیں دیا، پھر فرقۂ دیوبندیہ سمیت کچھ لوگوں کی اس حیرت پر اہل اسلام بالخصوص اہل حدیث کیوں کوئی پرواہ کریں؟ امام مکحول نے عام ائمہ اسلام کی طرح نصوص کو پیش نظر رکھ کر قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کو فرض قرار دیا ہے، فرقۂ دیوبندیہ کی یہ خالص افتراء پردازی ہے کہ انھوں نے مقتدی کو صرف قراءۃ فاتحہ کی اجازت دی ہے۔

حافظ ابن حجر کے استدلال پر نقد:

فرقۂ دیوبندیہ نے حسب عادت اپنے قائم کیے ہوئے عنوان کے خلاف جو بدعنوانیاں وتلبیسات کی ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ تحریمہ وقراءت فاتحہ کے درمیان وقفہ سکوت میں دعائے استفتاح اور خطبہ کے درمیان آنے والے نمازی کو تحیۃ المسجد پڑھنے کے حکم نبوی سے لازم آتا ہے کہ یہ باتیں منافی سکوت وانصات نہیں، لہٰذا فاتحہ خلف الامام سراً پڑھنا منافی سکوت وانصات نہیں، حافظ ابن حجر کی یہ بات فرقۂ دیوبندیہ کی نظر میں بظاہر درست ہے، مگر صحیح بخاری کتاب الوحی میں بروایت ابن عباس گزر چکا ہے کہ حامل وحی جرائیل علیہ السلام جب خدمت نبویہ میں وحی لاتے تھے، تو اسے محفوظ کرنے کے لیے آپ اپنے ہونٹوں کو حرکت میں لاتے، ترمذی شریف میں یہ بات زیادہ واضح ہے، اس موقع پر قرآنی حکم نازل ہوا کہ ﴿فاتبع قرآنه﴾ بخاری شریف کی روایت میں ﴿فاتبع قرآنه﴾ کی تفسیر میں "فاستمع له وأنصت" وارد ہے، إلی آخر ما هذی وافتری وكذب ولبس

(زیرنظر دیوبندی کتاب کا ملخص، از ص:۵۲ تا ۵۴)

ہم کہتے ہیں کہ حافظ ابن حجر کی یہ بات بالکل درست ہے اور ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ﴾ والی آیت میں ﴿فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾ بھی وارد ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ قراءتِ جبرئیل کا اتباع کیجیے، یعنی ان کے ساتھ ساتھ ان کے سکتہ کی حالت میں آپ ﷺ ایک ایک آیت جہری آواز کے بغیر سری طور پر پڑھتے جائیں، یہ بہت واضح بات ہے کہ مذکورہ قرآنی حکم کے بعد جو قراءت جبریل جہری ہوتی تھی، اسے اس قرآنی حکم کے بعد قراءت جبریل کے ساتھ سکتات میں قراءت نبوی سری طور پر ہونے لگی، پھر جب جبریل علیہ السلام اس طرح آپ ﷺ کو قراءت قرآن کرا کے چلے جاتے تھے، تو آپ ﷺ اطمینان سے حفظ قرآن میں مصروف ہو جاتے تھے، اس آیت اور اس کی تفسیر سے فرقۂ دیوبندیہ کا اپنے موقف پر استدلال کذب خالص ہے، اس آیت میں وارد شدہ تفسیری کلمات استماع و انصات کے ہرگز منافی نہیں۔ فرقۂ دیوبندیہ اور اس کے معاونین میں دم ہے، تو ثابت کریں کہ ﴿لَا تُحَرِّكْ﴾ والی آیت کے نزول سے پہلے قراءۃ جبرئیل کے ساتھ آپ قراءۃ بالجهر یا بالسرّ نہیں کرتے تھے۔

مقتدی کی قراءت اور احادیث:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت جو بدعوانیاں اور تلبیسات حسب عادت کی ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ روایت حضرت معاذ کے مطابق غور طلب اور اختلافی مسائل میں فیصلہ کا دوسرا ذریعہ حدیث پاک ہے، اس لیے زیر نظر موضوع پر احادیث نبویہ کو دیکھنا چاہئے، تاکہ حدیث عبادہ فاتحہ خلف الامام کا وزن معلوم کیا جا سکے۔ پورے ذخیرہ حدیث میں ایک بھی صحیح روایت ایسی نہیں جس میں بالصراحت مقتدی کو قراءت کا حکم دیا گیا ہو، جب کہ باسانید صحیحہ وحسنہ متعدد صحابہ کرام سے مروی ہیں کہ مقتدی کو انصات کا حکم دیا گیا ہے یا قراءت امام کو قراءت مقتدی کے لیے کافی قرار دیا گیا ہے، یا مقتدی کی قراءت پر اظہار ناگواری کر کے ترک قراءت کا ذکر ہے وغیرہ۔

ان روایات کے استیعاب کا یہ موقعہ نہیں، مگر چند روایات پیش کی جا سکتی ہیں۔(ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۵۴)

ہم کہتے ہیں کہ اگر فرقۂ دیوبندیہ میں دم ہے، تو وہ حضرت معاذ والی وہ صحیح ومعتبر حدیث پیش کرے، جس میں غور طلب واختلافی مسائل میں فیصلہ کا دوسرا ذریعہ حدیث کو بتلایا گیا ہے، ہمارا دعویٰ ہے کہ قیامت تک فرقۂ دیوبندیہ حضرت معاذ سے اس طرح کی کوئی صحیح حدیث نہ پیش کر سکے گا، البتہ اختلافی امور میں نص قرآنی ہی میں نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا ہے اور زیر نظر موضوع میں فرقۂ دیوبندیہ کو نصوص کثیر معتبرہ سے اختلاف ہے، مگر وہ اس توفیق وصلاحیت سے محروم ہے کہ نصوص کی طرف رجوع کرے، ورنہ حدیث عبادہ جو متواتر المعنی ہے، اس بات پر نص صریح ہے کہ فاتحہ خلف الامام فرض ہے لیکن خدا کی بہت ساری مخلوق ایسی ہے جسے نہ دن میں کچھ نظر آتا ہے نہ رات میں، یہی حال فرقۂ دیوبندیہ کا ہے۔ افسوس کہ فرقۂ دیوبندیہ حدیث نبوی متواتر کے خلاف زور آزمائی جاری رکھے ہوئے یہ جھوٹا دعویٰ کرتا پھر رہا ہے کہ متعدد صحابہ کرام سے صحیح وحسن سندوں سے ایسی احادیث مروی ہیں، جن میں مقتدی کو بالصراحت انصات بمعنی ترک قراءت کا حکم دیا گیا ہے، یا قراءت امام کو قراءت مقتدی کے لیے کافی کہا گیا ہے، یا قراءت مقتدی پر اظہار ناراضگی کے بعد صحابہ کے ترک قراءت مقتدی کا ذکر ہے، ہم کہہ چکے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ اپنے اس دعویٰ کا اثبات تا قیامت نہیں کر سکتا، یہی موقع تھا کہ یہ فرقہ ان روایات کو بالاستیعاب پیش کرتا، مگر ایسا نہ کر کے یہ فرقہ صرف بعض روایات کو پیش کر رہا ہے۔

مقتدی کے لیے حکم إنصات پر مشتمل روایت:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت جو بدعنوانیاں اور افتراء پردازیاں کی ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ ایک صحیح روایت میں مقتدی کو إنصات کا حکم دیا گیا ہے(صحیح مسلم:١ /١٧٤) امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس موقع پر پہلے حدیث ابی موسیٰ اشعری متعدد سندوں کے ساتھ پیش کی، پھر ان ساری روایات کا یہ معنی بنتا ہے کہ

آپ ﷺ نے خطبہ دیا جس میں سنت کا ذکر فرمایا اور نماز کی تعلیم دی اور فرمایا کہ امام قراءت کرے تو تم إنصات کرو، وہ فاتحہ ختم کرے تو تم آمین کہو۔ امام مسلم نے اس حدیث کی تصحیح کرتے ہوئے اپنے شاگرد ابو بکر بن اخت ابی النضر سے کہا کہ اس کے راوی سلیمان سے بھی زیادہ احفظ چاہئے، پھر موصوف ابو بکر نے امام مسلم سے حدیث ابی ہریرہ کی بابت پوچھا، تو انھوں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، اسے صحیح میں ذکر اس لیے نہیں کیا کہ اپنی صحیح میں صرف اس حدیث کا ذکر کرتا ہوں، جن کے صحیح ہونے پر اجماع محدثین ہو، امام مسلم کے پیش نظر وہ روایتیں ہیں، ایک حدیث ابی موسیٰ اشعری دوسری حدیث ابوہریرہ (ماحصل از زیر نظر کتاب دیوبندی:۵۴تا۵۶)

فرقۂ دیوبندیہ کے دعاوی کی تکذیب:

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ نے اس بیان میں اپنے اختراعی و افترائی اکاذیب وتلبیسات کی بھر مار کر دی ہے اور تحریف وتغیر وتبدل معانی بھی کیا ہے، حقیقت امر یہ ہے کہ اپنی صحیح میں حدیث ابی موسیٰ اشعری کو اس سلسلے کی حدیث کا ذکر کیا ہے، اس میں یہ فرمان نبوی مذکور ہے:

"فإذا كبر فكبروا، وإذا قال: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ قولوا آمين"
یعنی امام تکبیر تحریمہ کہے تو مقتدی بھی سری طور پر تکبیر تحریمہ کہیں اور امام سورہ فاتحہ پڑھ چکے تو تم آمین کہو۔"

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ اس حدیث میں فرقۂ دیوبندیہ کا اپنا اختراع کردہ لفظ "فکبروا" کے بعد "فأنصتوا" نہیں ہے اور یہ حدیث قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کے حکم نبوی کے منافی نہیں، جو حدیث متواتر سے ثابت ہے، معلوم ہوا کہ فرقۂ دیوبندیہ یہود اور اس طرح کے لوگوں کی طرح نصوص میں الحاق وتحریف و ردو بدل کا عادی ہے۔

پھر اسی حدیث کے تحت امام مسلم نے کہا کہ متعدد رواۃ بشمول سلیمان تیمی نے حدیث مذکور کو مندرجہ بالا حدیث جیسا ہی نقل کیا ہے، نیز یہ کہ '' جرير عن سليمان التيمي عن قتادہ" والی تن تنہا سند سے اس حدیث میں "فكبروا" کے بعد "و إذا قرأ فأنصتوا" کا اضافہ ہے اور جرير عن سليمان التيمي عن قتادہ کے علاوہ کسی سند سے بھی" و إذا قرأ فأنصتوا" کا اضافہ نہیں ہے، امام مسلم کے شاگرد مذکور نے امام مسلم سے پوچھا کہ "فأنصتوا" والے لفظ کے ساتھ حضرت ابوہریرہ والی حدیث کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ امام مسلم نے فرمایا: ابو ہریرہ والی حدیث بھی میرے نزدیک صحیح ہے، امام مسلم کے شاگرد مذکور نے فرمایا کہ جب آپ کے نزدیک یہ حدیث ابی ہریرہ بھی صحیح ہے تو آپ نے اسے اس جگہ کیوں نہیں نقل کیا؟ امام مسلم نے کہا کہ میں اپنے نزدیک ہر صحیح حدیث کو اپنی اس کتاب میں نقل نہیں کرتا، جس کی تصحیح میں محدثین کا اختلاف ہو، بلکہ میں اپنی صحیح میں صرف وہ احادیث نقل کرتا

ہوں، جن کے صحیح ہونے پر اجماع محدثین ہو۔(صحیح مسلم مع شرح نووی۔ طبع ھندی: ١/ ١٧٤)

امام مسلم کی ضمنی طور پر کہی ہوئی اس بات کو فرقۂ دیوبندیہ نے صحیح مسلم کی حدیث کہا ہے۔ یہ فرقۂ دیوبندیہ کا مزید افتراء ہے۔ امام مسلم تو ضمنی طور پر یہ فرما رہے ہیں کہ بشمول سلیمان تیمی امام قتادہ کے تلامذہ اس حدیث میں " فإذا قرأ فأنصتوا" کا اضافہ نہیں کرتے، صرف سلیمان تیمی ہی اس کا اضافہ کرتے ہیں، بایں ہمہ امام مسلم اسے صحیح کہتے ہیں جس پر امام مسلم کے شاگرد مذکور یہ طالب علمانہ سوال کرتے ہیں کہ سلیمان تیمی والی جس حدیث میں اضافہ مذکورہ ہے، وہ معلول وضعیف ہے، جس کا جواب امام مسلم یہ دیتے ہیں کہ سلیمان تیمی بڑے حفظ والے، ہیں لہٰذا جس لفظ کی نقل میں وہ منفرد ہیں، وہ بھی صحیح ہے، شاگرد مذکور اپنی سعادت مندی کے سبب امام مسلم سے زیادہ رد و قدح اور حدیث مذکور میں علل قادحہ نہیں بیان کرتے، البتہ وہ اسی سانس میں ابو ہریرہ والی اسی کی ہم معنی حدیث کی بابت اپنے استاد سے سوال کرتے ہیں، تو استاد محترم اسے بھی صحیح کہتے ہیں اور شاگرد مذکور کی بات کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس حدیث کی تصحیح و تعلیل و تضعیف میں محدثین کا اختلاف ہے۔

اب ہم اس روایت کے علل قادحہ کا ذکر کر رہے ہیں باعترافِ امام مسلم و" إذا قرأ فأنصتوا" کے اضافہ میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے بالمقابل سلیمان تیمی متفرد ہیں اور سلیمان تیمی بقول ابن معین مدلس ہیں، اور تاریخ بخاری میں ہے کہ امام یحییٰ بن سعید قطان نے کہا''

" ما روى عن الحسن و ابن سيرين صالح إذا قال: سمعت أو حدثنا و قال: يحيىٰ مرسلات سليمان التيمي شبه لا شئ"

''یعنی امام یحییٰ بن سعید نے کہا کہ موصوف سلیمان تیمی جب سمعت و حدثنا کہیں، تو ان کی حدیث صالح ہے، یعنی کہ موصوف تیمی مدلس ہیں۔'' (بلا تحدیث وسماع کی تصریح کے ان کی حدیث ساقط الاعتبار ہے اور یحییٰ نے یہ بھی کہا کہ مرسلات تیمی محض شبه لا شی محض ہیں۔''(تهذيب التهذيب: ٤/ ١٧٧)

واضح رہے کہ تدلیس بھی ایک طرح کی مرسل روایت ہے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ سلیمان تیمی کی معنعن روایت ساقط الاعتبار ہوتی ہے اور زیر نظر حدیث کو صحیح مسلم میں سلیمان تیمی نے معنعن ہی نقل کیا ہے، نیز اس تفرد و تدلیس کے باوصف سلیمان تیمی نے یہ حدیث قتادہ سے بطور تدلیس نقل کی ہے اور جس قتادہ سے معنعن نقل کرنے میں سلیمان تیمی متفرد ہیں، وہ بذات خود بھی مدلس ہیں اور انھوں نے حدیث مذکور کو یونس سے نقل کرنے میں تدلیس کی ہے، ان علل قادحہ کے سبب فرقۂ دیوبندیہ کی بطور افتراء صحیح قرار دی ہوئی روایت مذکورہ ساقط الاعتبار ہے، بنا بریں اسے امام مسلم کے شاگرد ابو بکر بن اخت ابی النضر نے ساقط الاعتبار قرار دیا اور ان کی ہم نوائی دوسرے اہل علم نے

بھی کی، یہی وجہ ہے کہ امام مسلم نے صحیح قرار دینے کے باوجود اسے اپنی صحیح میں ذکر نہیں کیا، کیونکہ ان کے معاصرین وتلامذہ اس کی تصحیح میں امام مسلم کے مخالف تھے، واضح رہے کہ مدلسین کی معنعن روایت جو صحیحین میں منقول ہو، وہ سماع وتحدیث پر محمول ہے ورنہ نہیں، بنا بریں فرقۂ دیوبندیہ کی یہ روایت ساقط الاعتبار ہے، جسے صحیح قرار دینے میں فرقۂ دیوبندیہ جھوٹا ہے اور امام مسلم اس معاملہ میں معذور ہیں، کیونکہ ان کے سامنے علل مذکورہ عدم استحضار کے باعث موجود نہیں تھیں۔ مگر دیوبندیہ کے سامنے حامیان سنت نے ساری تفصیل کھول کر رکھ دی ہے، البتہ صحیح مسلم کے علاوہ بعض دیگر کتب حدیث مثلاً سنن ابی داود میں سلیمان تیمی نے تصریح تحدیث کر دی ہے، اس لیے علت تدلیس سلیمان تیمی ختم ہو گئی، مگر ہمارا اعتراض فرقۂ دیوبندیہ پر قائم ہے، کیونکہ جس صحیح مسلم کے حوالہ سے اس نے حدیث مذکور نقل کی ہے، اسے امام مسلم نے دراصل صحیح مسلم میں نقل ہی نہیں کیا ہے، کیونکہ اس کی تصحیح میں بھی امام مسلم سے بہت سارے محدثین نے اختلاف کیا ہے، اپنی صحیح میں امام مسلم نے اسے صرف ضمنی طور پر نقل کیا ہے، البتہ از روئے تحقیق چونکہ دوسری کتب حدیث میں علت تدلیس سلیمان تیمی ختم ہو گئی، ہے اس لیے یہ علت بھی برقرار نہیں، البتہ تمام محدثین کے بالمقابل علت تفرد سلیمان تیمی موجود ہے، مگر قتادہ والی علت تدلیس برقرار ہے۔ دوسری والی حدیث ابو ہریرہ جو فرقۂ دیوبندیہ کی مستدل ہے، اس کی تصحیح میں باعتراف امام مسلم اختلاف ہے اور ہماری کتاب ''مسائل فاتحہ'' میں اس کے علل کی تفصیل ہے، نیز دوسری شروح حدیث میں بھی، اس لیے اختصار کے پیش نظر اسی حوالہ پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔

امام مسلم کے ''ما أجمعوا'' کا مطلب:

مذکورہ بالا اپنے عنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے یہ بدعنوانیاں کیں کہ بعض اکابر نے یہ لکھا کہ اس سے چند ائمہ محدثین مثلاً امام احمد وابن معین وابن ابی شیبہ وسعید بن منصور مراد ہیں، لیکن مقدمہ ابن صلاح، ص:۸ میں ہے کہ اس سے واللہ اعلم یہ مراد ہے کہ امام مسلم نے اپنی کتاب میں صرف وہ احادیث لکھیں، جن میں ان کے نزدیک محدثین کی تصحیح احادیث کی اجماعی شرائط پائی جاتی ہیں، خواہ ان شرائط میں بعض محدثین کے یہاں پایا جانا ظاہر نہ ہوا ہو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری والی روایت میں امام مسلم کی نظر میں محدثین کی شرائط تصحیح حدیث پائی جاتی ہیں۔ (ما حصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۵۶، ۵۷)

ہم کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں منقول ابو موسیٰ اشعری والی حدیث میں '' وإذا قرأ فأنصتوا'' کا اضافہ ہے ہی نہیں، یہ محض دیوبندیہ کی کذب بیانی ہے، اس میں محض ضمنی طور پر یہ بات آ گئی ہے کہ سلیمان تیمی کی متفرد معنعن مدلس روایت میں اضافہ مذکورہ آ گیا ہے، جسے امام مسلم اگرچہ صحیح کہتے ہیں، مگر ہماری پیش کردہ گزشتہ تفصیل کے مطابق یہ معلول حدیث ہے اور یہی حال حدیث ابی ہریرہ کا ہے۔

دوسری کتابوں میں ان روایتوں کی تخریج:

اپنے مذکورہ بالاعنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ کی بدعنوانیوں کا حاصل یہ ہے کہ صحیح مسلم کے علاوہ دونوں روایات دوسری کتب حدیث میں بھی وارد ہیں، حضرت ابوموسیٰ اشعری والی روایت سنن ابی داود، کتاب التشهد میں ہے، جس پر یہ تبصرہ ابی داود ہے کہ "قوله وأنصتوا ليس بمحفوظ لم يجيئ به إلا سليمان التيمي" یعنی اس روایت میں لفظ مذکور کا اضافہ غیر محفوظ ہے، اسے سلیمان تیمی کے علاوہ کسی اور راوی نے ذکر نہیں کیا۔ یہ روایت باضافہ لفظ مذکور ابن ماجه و مسند احمد و صحیح ابی عوانه بسند بزار و بيهقي اور دوسری کتب حدیث میں صحیح سندوں کے ساتھ منقول ہے اور ابوہریرہ والی روایت ابوداود، "باب الإمام يصلي من قعود" میں مذکور ہے، مگر اس پر بھی امام ابوداود کا تبصرہ مذکورہ منقول ہے، نیز یہ روایت نسائی، ابن ماجه مصنف ابن أبي شيبه أحمد ودارقطني میں بھی ہے، ان میں تفرد سليمان تيمي و ابي خالد کا بھی جواب ہے۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۵۷، ۵۸)

ہم کہتے ہیں کتب مذکورہ میں صحیح سندوں کے ساتھ اضافہ مذکورہ منقول نہیں ہے، یہ فرقۂ دیوبندیہ کا مکذوبہ پروپیگنڈہ ہے اور ابوہریرہ والی حدیث بھی صحیح مسلم میں مروی نہیں، بلکہ اس کی تصحیح میں اختلاف کے باعث باعتراف امام مسلم، امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل نہیں کیا، اس کا ذکر بھی صحیح مسلم میں ضمنی طور پر آیا ہے، فرقۂ دیوبندیہ نے جن کتب حدیث کا حوالہ دے کر کہا کہ ان میں سلیمان تیمی وابو خالد الاحمر پر تفرد کے اشکال کا بھی جواب ہے، وہ محض فرقۂ دیوبندیہ کی تلبیس ہے، جس کے خلاف حقیقت امر کچھ اور ہے۔

اعتراض اور جوابات:

مذکورہ بالاعنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے جو بدعنوانیاں کی ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ:

ان روایات پر محدثین کے اعتراضات مطولات میں موجود ہیں، ان میں امام ابوداود کے تبصرہ کو اہمیت سے بیان کیا جاتا ہے، روایت ابوموسیٰ اشعری کی بابت انھوں نے کہا کہ "أنصتوا" کا اضافہ محفوظ نہیں، اسی طرح کی بات امام بخاری نے جزء القراءۃ میں اور دارقطنی وبیہقی نے بھی کہی ہے، اسی طرح کا اعتراض روایت ابی ہریرہ پر بھی ہے، جس کی روایت میں ابوخالد الاحمر متفرد ہیں، امام بیہقی نے کتاب المعرفة میں یہ لکھ دیا کہ حفاظ حدیث نے اس اضافہ کو نادرست کہا، لیکن ان اعتراضات کی اصول محدثین کے مطابق کوئی اہمیت نہیں، وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی بات یہ ہے کہ پہلی میں سلیمان تیمی اور دوسری میں ابوخالد احمر ضعیف رواۃ میں نہیں کہ تفرد کو مضر کہا جائے، اس لیے بالفرض یہ حضرات متفرد بھی ہوں، تو ان روایات کو غیر مقبول قرار دینا، اصول محدثین سے انحراف ہے۔ دوسری

بات یہ کہ راوی کا تفرد اس وقت مضر ہوتا ہے جب اس کی روایت دیگر ثقہ رواۃ کے معارض ہو۔ تیسری بات یہ ہے کہ نہ سلیمان تیمی حدیث ابی موسیٰ اشعری کی روایت میں متفرد ہیں نہ ابوخالد احمر حدیث ابی ہریرہ کی روایت میں متفرد ہیں، کیونکہ صحیح ابوعوانہ میں ابوعبیدہ نے اور دارقطنی میں عمر بن عامر وسعید بن ابی عروبہ نے اسے قتادہ سے نقل کرنے میں سلیمان تیمی کی متابعت کی ہے، اسی طرح ابوخالد احمر کی متابعت محمد بن سعد انصاری اشہلی نے کی ہے۔ چوتھی بات یہ کہ اصول محدثین میں متابعت وشواہد کی بہت اہمیت ہے ضعیف روایت بھی بسا اوقات ان کے ذریعے قوت حاصل کرلیتی ہے، پھر اگر صحیح روایت کی متابعت صحیح روایت سے ہی ہو، اس کی صحت میں شک نہیں، "إذا قرأ فأنصتوا" کی بابت صورت حال یہ ہے:

ا حضرت ابوموسیٰ اشعری کی صحیح روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں، جس پر بحث ہو چکی

ب پہلا صحیح شاہد روایت ابی ہریرہ ہے، اس پر بحث گزر چکی۔

ج دوسرا شاہد روایت انس بن مالک ہے جو كتاب القراء ة للبيهقي، ص: ۹۳، میں ہے۔

د تیسرا شاہد روایت عمر فاروق ہے کہ آپ ﷺ نے سری قراءت کرنے والے مقتدی پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا:

"ما لي أنازع القرآن أما يكفي قراء ة إمامه" الخ (كتاب القراء ة للبيهقي، ص: ۹۳)

امام بیہقی نے ان دونوں روایات یعنی حدیث عمر فاروق وانس بن مالک پر تجریح کی ہے، پھر بھی ہم بیہقی کے ممنون ہیں، ان دونوں روایات کو بطور شاہد ذکر کردیا، صحیح روایت اتنے متابعت وشواہد کے بعد یقیناً شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ علامہ سندھی نے "هذا الحديث صححه مسلم فلا عبرة بتضعيف من ضعفه" کہہ کر فیصلہ کن بات کہہ دی۔ (زیر بحث دیوبندی کتاب، صفحہ: ۵۸ تا ۶۱ کا خلاصہ)

مذکورہ دیوبندی تلبیسات پر ہمارے ملاحظات:

ہم کہتے ہیں کہ جن روایات کو فرقۂ دیوبندیہ نے اصول وضوابط سے آزاد ہو کر ان کے شواہد ومتابعات سمیت بہت زیادہ صحیح کہا ہے: وہ

اوّلاً: اکثر ناقدین فن بشمول امام بخاری جو امام مسلم کے استاذ وشیخ ہیں، کی نظر میں معلول ہیں۔

ثانیاً: یہ دونوں معلول روایات اس متواتر المعنی حدیث نبوی کے معارض ہیں، جس میں مقتدی پر قراءت فاتحہ کو فرض ورکن قرار دیا گیا ہے، اور فرقۂ دیوبندیہ کی مستدل روایات کا معارض فرمان نبوی متواتر ہونا ان کے ساقط الاعتبار ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

ثالثاً: فرقۂ دیوبندیہ کی معلول و معارض نص متواتر کے خلاف مستدل روایات ﴿فاقرؤا ما تيسر من

القرآن﴾ والی قرآنی آیت کے بھی معارض ہے، کیونکہ اس آیت میں علی الاطلاق مقتدی سمیت تمام نمازیوں کو قراءت قرآن کا حکم دیا گیا ہے، اور اس کی تفسیر کرنے والی احادیث نبویہ ثابتہ متواترہ نے وضاحت کردی ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے صرف فاتحہ پڑھنا فرض ہے، یعنی اس قرآنی عموم سے مقتدی قید مذکور کے ساتھ مستثنیٰ ہے۔

رابعاً: فرقۂ دیوبندیہ کی معلول معارض نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ روایات دوسری قرآنی آیت ﴿واذكر ربك في نفسك تضرعاً و خيفة ودون الجهر من القول بالغدو والآصال و لا تكن من الغافلين﴾ (پارہ نمبر:۹، سورہ اعراف:۲۰۵) کے بھی معارض ہیں، ان آیات قرآنی کے ساتھ ﴿و إذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ (پارہ نمبر:۹، سورہ اعراف:۲۰۴) والی آیت کے بھی معارض ہیں، کیونکہ اس آیت کی تفسیر نبوی و تفسیر صحابہ کا حاصل یہ ہے کہ امام کے پیچھے قراءت بالجهر اور کلام بالجهر کے بغیر مقتدی سورہ فاتحہ سری طور پر بطور فرض پڑھیں اور فرقۂ دیوبندیہ کی مستدل جو روایات تین نصوص قرآنیہ اور سیکڑوں احادیث نبویہ و آثار صحابہ کے معارض ہوں، انھیں کس اصول و ضابطہ کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے دلیل و حجت بنالیا ہے اور انھیں صحیح کیسے قرار دے لیا ہے؟

خامساً: ہم بیان کر آئے ہیں کہ حدیث معتبر میں لفظ "فأنصتوا" کا موقع و محل مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد ہے، جسے بعض رواۃ کی غلطی کے سبب "وإذا قرأ الإمام" کے ساتھ نصوص شرعیہ کو ملحوظ رکھے بغیر بیان کردیا گیا ہے۔ ہماری صرف انھیں باتوں سے فرقۂ دیوبندیہ کی ساری تلبیسات پاد ہوا ہوگئیں۔ خود فرقۂ دیوبندیہ معترف ہے کہ عام ناقدین فن محدثین نے ان کی مستدل معلول روایات کو معلول قرار دیا ہے، پھر ان روایات کو عام ناقدین فن محدثین کے خلاف بلا پابندی اصول وضابط کیونکر صحیح قرار دے لیا؟ ان روایات کا معلول ہونا شروح حدیث میں ماہرین فن نے واضح کردیا ہے، ہمارے سامنے اختصار ملحوظ ہے، اس لیے شائقین ان کتابوں کا مطالعہ کریں۔

تصحیح وتضعیف کرنے والوں کے چند نام:

مذکورہ بالا اپنے عنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ کی تلبیسات کا خلاصہ یہ ہے کہ جن محدثین پر مثلاً امام بخاری و ابوداود و دارقطنی وذہلی و ابوعلی نیشاپوری وغیرہ شرائط صحت نہیں منکشف ہوسکیں، انھوں نے فرقۂ دیوبندیہ کی زیر نظر روایات معلولہ کو ساقط الاعتبار قرار دیا، اور جن پر یہ شرائط منکشف ہوگئیں مثلاً: امام احمد بن حنبل، ومسلم، ونسائی، وامام ابوزرعہ رازی، وغیرہم انھوں نے انھیں صحیح مانا، خلاصہ یہ ہے کہ "وإذا قرأ فأنصتوا" کی روایت بالیقین صحیح ہے، پھر حدیث عبادہ کے لفظ "لمن لم يقرأ" کے عموم میں مقتدی کا داخل ہونا کیسے تسلیم کرلیا جائے۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی، کتاب ص:۶۱، ۶۲)

ہم کہتے ہیں کہ جو لفظ "إذا قرأ فأنصتوا" کسی راوی کی غلطی سے خلاف نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ صادر ہو گیا، جب کہ لفظ "أنصتوا" کا صحیح موقع ومحل احادیث نبوی کے مطابق قراءت فاتحہ کے بعد ہے، تو غلطی سے بعض

رواۃ کی زبان پر آ جانے والے لفظ کو نصوص قرآنیہ و نصوص نبویہ سے انحراف کرتے ہوئے فرقۂ دیوبندیہ کا دلیل شرعی بنا لینا بے راہ روی نہیں تو کیا ہے؟

امام کی قراءت کو مقتدی کی قراءۃ بتانے والی روایت:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے قائم کردہ مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

''اس سلسلے کی دوسری روایت میں صراحت کے ساتھ مقتدی کو قراءت سے روک دیا گیا ہے اور قراءت امام کو مقتدی کی قراءت بتایا گیا ہے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری اور متعدد صحابہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''من كان له إمام فإن قراءته له قراءة'' (موطا امام محمد، ص:۹۸) یعنی امام کی قراءت مقتدی کی بھی قراءت ہے۔ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ مقتدی کی نماز کو قراءت سے خالی سمجھنا صحیح نہیں؛ بلکہ مقتدی کا یہ بار امام نے اٹھا رکھا ہے اور مقتدی کو قراءت امام کی وجہ سے قاری کہا گیا ہے۔ شریعت میں اس کی نظیریں ہیں کہ ایک چیز متعلق کسی سے ہے اور اس کا عمل دوسرے سے کرایا جاتا ہے جیسے صدقہ فطر غلام پر بھی واجب ہے اور چھوٹے بچوں پر بھی، لیکن ان کی ادائیگی ان پر واجب نہیں بلکہ غلام کی طرف سے مولی اور بچوں کی طرف سے باپ کو ادا کرنے کا مکلف کیا گیا ہے۔

(ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۶۲)

ہم کہتے ہیں کہ اپنے مذکورہ بالا دعویٰ پر جو حدیث فرقۂ دیوبندیہ نے پیش کر کے اس کا مطلب اپنے موقف کے مطابق بتلایا ہے، اس کا مطلب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ امام کی قراءت امام کی اپنی قراءت ہے، اس لیے مقتدی پر اپنی والی قراءت فرض ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ اس روایت کو معتبر فرض کر لیا جائے، ورنہ اس کے بنیادی راوی دیوبندیہ کے امام محمد بن حسن شیبانی کو ان کے استاد امام ابو یوسف نے نیز متعدد اہل علم نے کذاب، غیر ثقہ اور ساقط الاعتبار کہا۔ (**اللمحات إلى ما في** أنوار الباري من الظلمات ترجمہ امام محمد، نیز متعدد مقامات) امام محمد نے اسے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا، جو ساقط الاعتبار ہیں۔ (**اللمحات** کے متعدد مقامات) اس سند میں امام ابوحنیفہ کو امام ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشہ سے روایت کنندہ ظاہر کیا گیا ہے اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ '' عامة ما أحدثكم به خطأ'' میں جو احادیث بیان کرتا ہوں، وہ مجموعہ اغلاط ہیں (تفصیل **اللمحات** میں ہے) ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشہ ثقہ تابعی ہیں، مگر ان سے روایت کرنے والے امام ابوحنیفہ نے جب کہہ دیا کہ میری بیان کردہ عام احادیث مجموعہ اغلاط ہیں تو پھر اسے کیسے معتبر کہہ سکتے ہیں؟ ابوالحسن موسیٰ نے یہ روایت عبد اللہ بن شداد بن الہاد سے نقل کی، جنھیں بعض اہل علم نے ثقہ تابعی اور بعض نے صحابی کہا، انھوں نے روایت مذکورہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے مرفوعاً نقل کی، لیکن جس کی سند میں دو ساقط الاعتبار راوی ہوں، وہ کیسے معتبر مانی جا سکتی ہے؟

امام محمد نے یہی روایت دوسری سند سے بھی نقل کی، جو خود مجروح ہیں اور اپنی اسی صفت کے سبب انھوں نے اس سند کے ایک راوی ابو الزبیر کو ابن زبیر بنا دیا اور ابن زبیر کا کچھ پتہ نہیں، مگر ابو الزبیر مدلس ہیں اور انھوں نے اسے معنعن روایت کیا، لہٰذا یہ روایت بھی بہت زیادہ غیر معتبر ہے، کیونکہ اس سند کے چار رواۃ متروک یا مجہول و مجروح ہیں۔ فرقۂ دیوبندیہ ان کے علاوہ اگر دوسری روایات اس معنی کی پیش کرتا، تو اس کی حقیقت واضح کی جاتی، اس لیے فرقۂ دیوبندیہ کا یہ دعویٰ محض جھوٹ ہے کہ مقتدی کا یہ بار امام نے اٹھا رکھا ہے؟ غلام اور بچوں پر صدقہ فطر واجب نہیں، کیونکہ وہ غیر مکلّف ہیں، البتہ شریعت کا حکم ہے کہ ان کی طرف سے صدقہ فطر دینا مولیٰ اور باپ پر فرض ہے، اتنی موٹی بات بھی فرقۂ دیوبندیہ سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہے، پھر بھی علم وفن و تحقیق کے میدان میں اپنے کو اترنے کا اہل سمجھتا ہے، جو اس کا جہل مرکب ہے۔

آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند
درجہل مرکب ابد الدہر بماند

روایت کس درجہ کی ہے؟

اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ کی کہی ہوئی باتوں کا حاصل یہ ہے کہ:

”یہ روایت صحابہ کرام کی ایک جماعت سے منقول ہے، جن میں حضرت جابر بن عبد اللہ و ابن عمر و ابن مسعود و ابوہریرہ و ابن عباس رضی اللہ عنہم شامل ہیں، ہم نے روایت موطا محمد سے نقل کی، جس کی سند یہ ہے (اس سند کا ذکر اوپر گزر چکا ہے) پہلے راوی امام محمد ہیں (یہاں فرقۂ دیوبندیہ نے امام محمد کے محاسن ومحامد بیان کیے، مگر ان کے کذاب ہونے کی طرف اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا) دوسرے راوی امام ابوحنیفہ ہیں (یہاں فرقۂ دیوبندیہ نے امام ابوحنیفہ کے بھی بہت سے مناقب بیان کیے، مگر یہ نہیں بتلایا کہ خود امام ابوحنیفہ نے اپنے کو مجروح قرار دیتے ہوئے کہا کہ میری بیان کردہ عام احادیث مجموعہ اغلاط ہیں)

ان دونوں کے اوپر والے رواۃ کا ثقہ ہونا بھی فرقۂ دیوبندیہ نے ذکر کیا، مگر اس کے دو بنیادی راوی جب ساقط الاعتبار ہیں، تو ان کے اوپر والے رواۃ کا ثقہ ہونا حدیث کو صحیح نہیں بنا سکتا؟ فرقۂ دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ ابن الہمام نے اسے صحیح علی شرط الشیخین اور علامہ عینی نے صحیح کہا، تو یہ دونوں حضرات بھی فرقۂ دیوبندیہ جیسے تقلید پرست تھے، جن کی غلط بیانیاں مشہور ومعروف ہیں۔

امام دارقطنی کی تنقید:

مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے کہا کہ:

”اس روایت کو دارقطنی نے بھی کئی سندوں سے نقل کیا اور ان پر یہ تنقید کی کہ ”لم یسندہ عن موسی

بن أبي عائشة غير أبي حنيفة و الحسن بن عمارة و هما ضعيفان" یعنی اسے ابوحنیفہ وحسن بن عمارہ کے علاوہ کسی نے سنداً نہیں بیان کیا اور یہ دونوں ضعیف راوی ہیں، لیکن دارقطنی کی دونوں باتیں غلط ہیں، نہ امام ابوحنیفہ کو ضعیف قرار دینا صحیح ہے اور نہ یہ دعویٰ صحیح ہے کہ ابوحنیفہ وحسن بن عمارہ کے علاوہ کسی نے اسے مرفوعاً بیان نہیں کیا...... الخ (زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۶۴، ۶۵)

ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے خود اپنے کو بہت زیادہ مجروح و مطعون راوی قرار دیا، جس کی تفصیل "اللمحات" میں ہے، اللمحات کو طبع ہوئے ایک زمانہ گزر گیا، اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۲ء میں نکلا، یعنی کہ اسے چھپے ہوئے بیس سال ہو گئے، مگر فرقۂ دیوبندیہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ کیا کرے بیچارہ عاجز و درماندہ ہے! مدح ابی حنیفہ میں فرقۂ دیوبندیہ کا صفحات کے صفحات سیاہ کرنا لغو و لایعنی ہے، جب کہ انھوں نے خود اپنے کو ساقط الاعتبار قرار دے رکھا ہے۔ اسی طرح امام دارقطنی کے دوسرے اعتراض کی تردید میں فرقۂ دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ اسے ابو حنیفہ وحسن بن عمارہ کے علاوہ بھی کئی افراد نے مرفوعاً بیان کیا ہے، کیونکہ ان سب کی سندیں غیر معتبر ہیں۔ فرقۂ دیوبندیہ نے بزعم خویش اس کی ایک مرفوع صحیح سند ذکر کی ہے، یعنی

" أحمد بن منيع: أخبرنا إسحاق الأزرق حدثنا سفيان و شريك عن موسى بن أبي عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر الخ (زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶۵، ۶۶)

ہم کہتے ہیں کہ اس سند میں سفیان و شریک ہیں اور سفیان ثوری مدلس ہیں اور انھوں نے اسے معنعن نقل کیا ہے، اس لیے ساقط الاعتبار ہے اور شریک پر بہت کلام ہے، موسیٰ سے ان کی روایت مشکوک ہے، لہٰذا دیوبندیہ کی زور آزمائی باطل ہے۔ یہ روایت مرسلاً مروی ہو یا متصلاً غیر معتبر ہے اور جس معنی میں فرقۂ دیوبندیہ نے اس کا استعمال کیا، وہ قطعاً بے جا ہے، کیونکہ مقتدی پر قراءت قرآن کے افتراض پر نصوص کتاب وسنت موجود ہیں، البتہ اس کا یہ معنی لے کر اسے مردود ہونے سے بچانے کے لیے کہا جائے، تو درست ہے کہ امام کی قراءت خود اس کی اپنی قراءت ہے، مقتدی کو اپنی قراءت الگ سے خود کرنی ہوگی۔ کما مرّ

مقتدی کو قراءت ترک کر دینے کی روایت:

عنوان مذکور کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے جو کچھ کہا، اس کا حاصل یہ ہے کہ قراءت خلف الامام پر نبوی اظہار ناراضگی کے بعد تمام مقتدیوں نے (یعنی تمام صحابہ کرام نے) قراءت خلف الامام ترک کر دی، موطا مالک و نسائی وابوداود وترمذی وابن ماجہ ومسند احمد وغیرہ میں ہے کہ:

" مالك عن ابن شهاب عن ابن أكيمة الليثي عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من صلوٰة جهر فيها بالقراء ة فقال: هل قرأ معي منكم أحد آنفا؟

فقال: رجل: نعم، قال: فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اني أقول ما لي أنازع القرآن؟ فانتهى الناس عن القراءة فيما جهر فيه رسول الله ﷺ حين سمعوا ذلك من رسول الله ﷺ" (موطأ مالك،ص:٢٩)

"ابن اکیمہ لیثی حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جہری قراءت والی ایک نماز پڑھا کر فارغ ہوئے، تو بولے کیا کوئی مقتدی میرے پیچھے قراءت کر رہا تھا؟ ایک شخص نے کہا: جی ہاں، میں آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کر رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ کیا بات ہے کہ میری قراءت قرآن میں کشمکش ہو رہی ہے، اس فرمان نبوی کے بعد مقتدی لوگوں نے جہری نماز میں ترک قراءۃ کر دیا۔ الخ...... (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:٦٨،٦٩)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی اس حدیث کے راوی ابن اکیمہ نے اسے روایت کرتے رہنے کے بعد اس میں موجود علل قادحہ کو محسوس کرتے ہوئے اسے بیان کرنے سے رجوع کر لیا، جیسا کہ امام ابو یوسف یعقوب بن سفیان فسوي نے نقل کیا کہ

"عن الزهري عن ابن أكيمة ثم رجع عنه" (تاريخ فسوي:٢/٢١٦)

یعنی پہلے ابن اکیمہ اس حدیث کو بیان کرتے تھے، پھر وہ اس کی روایت سے باز آ گئے۔"

اس صحیح السند اثر سے صاف واضح ہے کہ ابن اکیمہ نے بعد میں اس روایت کے ساقط الاعتبار ہونے کا احساس کر کے اسے متروک قرار دے دیا اور اس کی روایت سے باز آ گئے، نیز متواتر المعنی حدیث نبوی میں صراحت ہے کہ فاتحہ خلف الامام پڑھنا فرض ہے۔ اس محکم فرمان نبوی کا کوئی ناسخ نہیں، نیز اس روایت کے مطابق قراءۃ خلف الإمام کا ذکر ہے، صرف قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کا ذکر نہیں ہے اور بہت سارے صحابہ فاتحہ سے زائد قراءۃ قرآن خلف الامام کیا کرتے تھے۔ جب انھوں نے یہ فرمان نبوی جہری نماز کے بعد سنا، تو سورہ فاتحہ خلف الامام کا جہری وسری نمازوں میں پڑھنا اس لیے برقرار رکھا کہ آپ فرما چکے تھے کہ قراءۃ فاتحہ خلف الإمام فرض و رکن ہے، لہٰذا انھوں نے جہری نمازوں میں قراءۃ فاتحہ خلف الإمام پر ہی اکتفاء کا التزام شروع کر دیا، مگر غیر جہری نمازوں میں فاتحہ سے زائد والی قراءت خلف الامام کو برقرار رکھا، جیسا کہ بہت سارے صحابہ کرام سے یہ بات منقول و معروف اور صحیح ہے۔

حاصل یہ کہ صحابہ نے اس فرمان نبوی کے بعد جہری نماز میں زائد از فاتحہ کی قراءت ترک کر دی، اور یہی موقف صحابہ صحیح بھی ہے اور نصوص نبویہ کا یہی اقتضاء بھی ہے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ زائد از فاتحہ خلف الامام قراءت قرآن سے مقتدی لوگوں کو منع کر دیا گیا ہے، تمام احادیث میں اس طرح تطبیق ہو جاتی ہے، فرقۂ دیوبندیہ بار بار کہتا رہتا ہے

کہ کسی حدیث کی سند کے رواۃ کا اس سند سے مروی حدیث کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے، یہ معلوم ہے کہ اس حدیث کے راوی صحابی حضرت ابوہریرہ پر جہری وسرّی نماز میں فاتحہ خلف الامام پڑھنے کو فرض قرار دیتے تھے اور لوگوں کو یہی فتویٰ بھی دیتے تھے، حضرت ابوہریرہ سے اس حدیث کے راوی ابن اکیمہ نے تو اس کی علتوں پر واقف ہوکر اسے متروک الروایہ قرار دے دیا اور ابن اکیمہ سے اس کے راوی امام زہری قراءة فاتحه خلف الإمام کو اپنے استاذ الاستاذ حضرت ابوہریرہ کی طرح فرض مانتے تھے اور اسی پر ان کا عمل بھی تھا، لہٰذا اس سلسلہ میں فرقۂ دیوبندیہ کی لمبی ہذیاں سرائی بے معنی ہے۔

ہم بھی کہتے ہیں کہ فرمان نبوی" ما لي أنازع القرآن" کے بعد والی عبارت خواہ امام زہری کی ہو یا ابن کیمہ کی یا حضرت ابوہریرہ کی اس کا حاصل ہر حال میں یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ بھی اگر بالجهر پڑھے گا، تو منازعت پائی جائے گی اور فاتحہ سے زیادہ جہری قراءت کرے، تو بھی منازعت پائی جائے گی، مقتدی کا بالجهر قراءت خواہ فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ باعثِ منازعہ ہے، نماز سری ہو یا جہری اور فاتحہ سے زیادہ قراءت قرآن خواہ جہراً یا سراً مقتدی کے لیے بحکم نبوی ممنوع قرار دیدیا گیا ہے۔ حال یہ ہے کہ فاتحہ سے زیادہ والی قراءت قرآن پر آپ نے روک اس لیے لگائی کہ زائد از فاتحہ والی قراءت مقتدی کے لیے آپ نے منع کردی تھی اور کہہ دیا تھا کہ مقتدی سرّی طور پر صرف قراءت فاتحہ کریں، اگر مقتدی فاتحہ میں بھی جہری قراءت کرے تو بھی ممنوع ہے، ممانعت نبویہ صرف منازعت کی بناء پر تھی اور منازعت مقتدی کی جہری قراءت ہی سے ہوسکتی ہے، اسے دیوبندیہ اگر اپنی ضد کے سبب نہ مانیں تو ان کا شیوہ وشعار ہی یہی ہے کہ اس نے نصوص پر عمل سے فرار کے لیے بہت سارے حیلے گھڑ لیے ہیں۔

رسول پاک ﷺ کا عمل:

اپنے مذکورہ بالاعنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے جو لمبی ہذیاں سرائی کی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ نبوی مرض الموت میں لوگوں کو حضرت ابوبکر صدیق کی امامت میں نماز پڑھنے کا حکم نبوی تھا، کسی دن آپ ظہر کی نماز میں مسجد نبوی گئے، تو حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے، وہ سورہ فاتحہ پڑھ چکے تھے یا پڑھ رہے تھے یا بعد از فاتحہ زائد والی قراءت کررہے تھے، دریں صورت آپ خود امامت کرنے لگے اور وہیں سے آپ نے قراءت شروع کی، جہاں سے ابوبکر امام سے مقتدی بن گئے، اس سے معلوم ہوا کہ فاتحه خلف الامام ضروری نہیں ہے۔(ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب ،ص:۱۷۱ تا ۱۷۲)

ہم کہتے ہیں کہ یہ معلوم ہے کہ نماز ظہر سرّی قراءت والی ہے، یہ بات آپ ﷺ کو کیسے معلوم ہوئی کہ حضرت ابوبکر سورۂ فاتحہ کی کچھ آیات پڑھ چکے تھے یا پوری سورۂ فاتحہ ہی پڑھ چکے تھے اور فاتحہ سے زیادہ پڑھ رہے تھے؟ تو جہاں سے اپنی قراءت ترک کرکے ابوبکر صدیق مقتدی بنے، تو کسی کو یا آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق یہی تک

قراءۃ کر چکے ہیں؟ جب یہ نماز سری تھی تو یقینی طور پر واضح ہوتا ہے کہ امام و مقتدی و منفرد کو علی الاطلاق سورہ فاتحہ بطور فرض پڑھنے کا حکم دینے والے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کے بعد امام بن کر جو نماز پڑھائی، اس کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ضرور پڑھی۔ جس مسند احمد (۱/۲۰۹)، ابن ماجہ، (ص:۸) و بیہقی و طحاوی وغیرہ سے یہ حدیث فرقۂ دیوبندیہ نے نقل کی ہے، اس کا دارو مدار قیس بن الربیع اسدی پر ہے، جو متروک وغیر ثقہ ہے۔(تھذیب التھذیب و عام کتب رجال ترجمہ قیس بن ربیع اسدی) اور ان کا ایک لڑکا ان کی کتاب حدیث میں الحاق وتحریف کردیا کرتا تھا، بنا بریں ان کی روایت قطعاً ساقط الاعتبار ہے۔

مدرک رکوع سے استدلال:

عنوان مذکور کے تحت فرقۂ دیوبندیہ لغوطراز ہے کہ:

''عمل نبوی جس طرح آخر وقت میں مقتدی کے لیے ترک قراءت فاتحہ رہا، اسی طرح پہلے بھی تھا، پھر آپ یہ تعلیم دے چکے ہیں کہ امام کی قراءت فاتحہ وزائد از قراءت فاتحہ سے فارغ ہونے پر جب اسے صرف رکوع کرنا ہے اور امام کی اسی حالتِ رکوع میں کوئی مقتدی امام کے ساتھ شامل نماز ہو تو اس کی وہ رکعت مکمل ہوگی، ترک قراءت فاتحہ سے وہ رکعت کالعدم نہیں ہوگی، بخاری کی روایت یہ ہے کہ حضرت ابوبکرہ ثقفی رکوع نبوی کے وقت مسجد پہنچے، وہ نمازیوں کی صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع چلے گئے، آپ نے فرمایا تمہاری اس طرح کی حرص میں اللہ اضافہ کرے، تو پھر ایسا نہ کرنا، حضرت ابوبکرہ نے عرض کیا کہ:''خشیت ان تفوتني ركعة معك '' مجھے خطرہ ہوا کہ آپ کے ساتھ میرا رکوع نہ فوت ہو جائے، اس لیے میں نے ایسا کیا، امام بخاری نے بھی یہ حدیث روایت کی، مگر اس کی تصریح نہ کر سکے کہ ابوبکرہ کو وہ رکعت دہرانی پڑی، روایت ابی داود میں صراحت ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔(ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۷۲تا۷۵)

ہم کہتے ہیں کہ مدرك الركوع کے مدرك الصلوٰۃ ہونے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اسے پوری نماز امام کے ساتھ پانے کا ثواب مل جاتا ہے۔ اس سلسلے میں تلبیسات دیوبندیہ کی بخیہ دری ہم نے اپنی کتاب ''مسائل فاتحہ'' میں بخوبی کردی ہے۔

فرقۂ دیوبندیہ کا یہ بیان کہ ابوبکرہ نے رکوع میں آپ کو پایا، اس سلسلے میں امام بخاری یہ نہیں ثابت کر سکے کہ ابوبکر کو آپ نے وہ رکعت دہرانے کا حکم دیا، تو دیوبندیہ کی اس تلبیس کا جواب تو اسی حدیث ابی بکرہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ:'' واقض ما سبقك'' یعنی جس حصہ نماز میں تم مسبوق ہوئے ہو، اسے پورا پورا امام کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھ لو۔(جزء القراءة للبخاري، حديث نمبر: ۱۸۰، ص: ۴۲، ۴۳) اس معنی کی کئی مرفوع احادیث امام

بخاری نے حضرت ابوہریرہ سمیت کئی دوسرے صحابہ سے بھی نقل کی ہیں۔(ملاحظہ ہو جزء القراءة للبخاري، حدیث نمبر: ١٥١، ١٥٢، ١٥٣، ١٥٤، ١٥٥، ١٥٦، ١٥٧، ١٥٨، ١٥٩، ١٦٠، ١٦١، ١٦٢، ١٦٣، ١٦٤، ١٦٥، ١٦٦، ١٦٧، ١٦٨، ١٦٩، ١٧٠، ١٧١، ١٧٢، ١٧٤، ١٧٥، و ١٨٠، ١٨١، و١٩١، ١٩٢، ١٩٤) یہ پندرہ احادیث نبویہ بلکہ ان سے بھی زیادہ بہت ساری احادیث فرقۂ دیوبندیہ کی تکذیب کر رہی ہیں۔

فرقۂ دیوبندیہ یہ بتلائے کہ حدیث نبوی "من أدرك من الجمعة ركعة واحدة فقد أدرك الجمعة" والی متواتر المعنی حدیث نبوی کا کیا مطلب ہے کہ مقتدی نے اگر ایک رکعت امام کے ساتھ پا لی، تو اس کی پوری نماز جمعہ ادا ہوگئی، اسے دوسری رکعت کی قضا نہیں کرنی ہے، امام کے پیچھے قیام وقراءت فاتحہ فرض ہے اور احادیث متواترہ بذات خود بالصراحت دلالت کرتی ہیں کہ جس کا قیام وقراءت فاتحہ امام کے پیچھے چھوٹ گیا، وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ان کی قضا کرے، نیز امام بخاری نے صراحت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید خدری امام کے ساتھ قیام وقراءت فاتحہ نہ پانے والے مقتدی کو کہتے تھے کہ وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس کی قضا کرے، ورنہ نماز نماز ہی نہ ہوگی۔(جزء القراءة للبخاري، حديث نمبر: ١٤٤، صفحه: ٣٥، ٣٦) پھر بھی اگر فرقۂ دیوبندیہ متواتر احادیث نبویہ میں تحریف کر کے اپنی بات پر دنیا جہاں سے زیادہ عمل کرنے پر اتراتا ہو، تو یہ فرقۂ دیوبندیہ کی عادت ہی ہے " من أدرك ركعة فقد أدرك الصلوة" اور اس کی ہم معنی حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ وابو سعید خدری بھی ہیں، ان کا فتویٰ ہے کہ امام کے پیچھے جو مقتدی قیام وسورۂ فاتحہ نہ پڑھ پائے، وہ اس رکعت کو دہرائے، دریں صورت فرقۂ دیوبندیہ کا اصول کہاں گیا کہ حدیث کے معنی کی تعیین اسے روایت کرنے والے صحابی کے عمل سے ہوا کرتی ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت کہا:

> "اختلافی مسائل میں صحیح فیصلہ تک پہنچنے کا ایک آسان اور معتبر طریقہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے آثار اور ان کے اقوال واعمال کو دیکھا جائے، کیونکہ یہ مقدس جماعت آپ کی مخاطب اوّلین اور آپ کے منشاء کو صحیح طور پر سمجھنے والی ہے اور آپ نے امت کو ان کی پیروی کا حکم دیا ہے، جمہور صحابہ سے بکثرت ترک قراءة فاتحہ خلف الإمام کے آثار صحیح وحسن اسانید سے منقول ہیں۔ الخ......(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:٧٥)

اپنے اس مکذوبہ ومردودہ دعویٰ پر فرقۂ دیوبندیہ نے بطور دلیل اپنی طرح کے تقلید پرست عینی کی کتاب "عمدة القاری" سے نقل کیا کہ اسّی صحابہ کرام سے ترک قراءة خلف الإمام ثابت ہے، تفسیر روح المعانی میں مقولہ شعبی منقول ہے کہ میں نے ستر بدری صحابہ کو پایا جو قراءة خلف الإمام سے منع کرتے تھے، امام محمد نے موطا میں کہا کہ منع

قراءۃ خلف الإمام پر عام صحابہ وتابعین کے آثار وارد ہیں، یہاں چند آثار بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۷۵)

حالانکہ مفسر روح المعاني والی منع کی روایت بے سند اور مکذوب ہے اور فرقۂ دیوبندیہ کے امام محمد کا کذاب ہونا بھی معروف ہے۔ امام شعبی بذات خود فاتحہ خلف الامام پڑھنے کے قائل تھے اور دیوبندیہ ہی کا کہنا ہے کہ اپنی روایت کے خلاف راوی کا عمل روایت کو ساقط الاعتبار بنا دیتا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ قراءت قرآن خلف الامام اور قراءت فاتحہ خلف الإمام دو باتیں ہیں، قراءت قرآن خلف الامام کی ممانعت سے لازم نہیں آتا کہ قراءۃ فاتحہ خلف الإمام بھی ممنوع ہے، کیونکہ بہت ساری احادیث صحیحہ میں قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کو فرض قرار دیا گیا ہے اور مطلقاً قراءۃ خلف الإمام سے منع کیا گیا ہے۔ ان دونوں احادیث صحیحہ میں صورت تطبیق یہی ہے کہ افتراض سورہ فاتحہ خلف الإمام خاص ہے اور ممانعت قراءۃ خلف الإمام عام ہے، لہٰذا اس عام سے افتراض فاتحہ خلف الإمام مستثنیٰ ہے اور خاص بھی۔ بہت سے صحابہ امام کے پیچھے اسی عموم نص نبوی وآثار صحابہ کے سبب سورہ فاتحہ سے بھی زیادہ والی قراءت امام پڑھتے تھے۔ اب فرقۂ دیوبندیہ کے ذکر کردہ آثار صحابہ پر بحث ملاحظہ ہو:

حضرت زید بن ثابت کا اثر:

آثار صحابہ میں سے پہلے نمبر پر فرقۂ دیوبندیہ نے عطا بن یسار تابعی کا یہ قول نقل کیا کہ:

" إنه سأل زيد بن ثابت عن القراءة مع الإمام فقال: لا قراءة مع الإمام في شيئ "

(صحيح مسلم: ۱/۲۱۵)

"یعنی عطا نے حضرت زید بن ثابت سے پوچھا، تو انھوں نے فرمایا کہ امام کے ساتھ کسی بھی نماز میں قراءت نہیں ہے۔" الخ...... (زیر نظر دیوبندی، کتاب:۷۶)

ہم کہتے ہیں کہ سوال عطاء میں مطلقاً قراءت کی بابت حضرت زید بن ثابت سے پوچھا گیا کہ امام کے ساتھ قراءت کا کیا حکم ہے؟ تو امام کے ساتھ ساتھ مقتدی کو قراءت کرنے کی اجازت کوئی بھی نہیں دیتا ہے، اِلا یہ کہ بدرجہ مجبوری کسی نے اس کی اجازت دے دی ہو، جو لوگ فاتحہ خلف الإمام پڑھنے کے قائل ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ امام کے ساتھ نہیں بلکہ ہر دو آیات کے درمیان امام جو سکتہ کرتا ہے، اس میں مقتدی امام کے پیچھے قراءت امام کے بعد ایک ایک آیت سورۃ فاتحہ کی پڑھتا جائے، اس طرح پوری سورہ فاتحہ پڑھ لے، بلکہ بعض لوگ تو سورہ فاتحہ کے بعد والی قراءت قرآن کو امام کے پیچھے امام کی جہری قراءت میں بھی سکتات امام میں پڑھنے کے قائل ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت زید بن ثابت کے اس اثر کا کوئی بھی ذرہ برابر تعلق زیر بحث مسئلہ سے نہیں ہے، کیونکہ اس میں

اولاً: مطلق قراءت قرآن یعنی بشمول فاتحہ مزید قراءۃ قران کا حکم مقتدی کے لیے پوچھا گیا ہے اور ہماری بحث نیز فرقۂ دیوبندیہ کی بحث امام کے پیچھے مقتدی کے اوپر سورہ فاتحہ کی قراءۃ وصف مذکور کے ساتھ یعنی سکتات امام میں محض سورہ فاتحہ پڑھنے کے فرض یا ممنوع ہونے پر ہے، لہٰذا فرقۂ دیوبندیہ کا اپنے موقف پر ہمارے موقف کے خلاف اس اثر زید بن ثابت کو پیش کرنا دیوبندیہ کی خالص جہالت و بلاوت وحماقت ہے، اگر سائل نے سکتات امام میں مقتدی کو صرف سورۂ فاتحہ بطور فرض پڑھنے کے بارے میں پوچھا ہوتا اور مطلق قراءت قرآن کی بابت نہ پوچھا ہوتا، تو بھی اگر حضرت زید کا جواب یہ ہوتا کہ سکتات امام میں مقتدی صرف سورۂ فاتحہ بطور فرض پڑھے، اس سے زیادہ نہ پڑھے، تو فرقۂ دیوبندیہ کو دیانت دار کہا جا سکتا ہے، مگر بددیانتی وخیانت اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کیے ہوئے ہے، پھر وہ کوئی بات تلبیس کاری و بددیانتی کے بغیر کیسے لکھے یا کہے؟

تنبیہ بلیغ:

زیر نظر اثر زید بن ثابت میں حضرت زید ہی کی روایت کردہ یہ حدیث نبوی منقول ہے کہ **سورہ والنجم** کی سجدہ والی آیت پڑھی، مگر سجدہ تلاوت نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت فرض و واجب نہیں، مگر ایک ہی روایت کو حجت ماننے والے فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی حجت بنائی ہوئی روایت کے ایک اہم حصہ کو جو مرفوع ہے، حجت نہیں مانتا اور دوسرے حصہ کو جو غیر مرفوع ہے اور مسئلہ زیر بحث پر **صریح الدلالۃ** نہیں اسے حجت بنائے ہوئے ہے، کیا یہ دورخی پالیسی نہیں ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمر کا اثر:

فرقۂ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

''**أصح الأسانید** سے حضرت عبداللہ بن عمر کا اثر موطا امام مالک میں مروی ہے کہ جب ان سے پوچھا جاتا کہ " هل يقرأ أحد خلف الامام؟ " کیا کسی کے لیے امام کے پیچھے قراءت قرآن کرنا فرض و واجب وسنت ومستحب یا مباح ہے؟ تو حضرت ابن عمر جواب میں فرماتے ہیں:

"إذا صلى أحدكم خلف الإمام، فحسبه قراءة الإمام و إذا صلى وحده فليقرأ و كان ابن عمر لا يقرأ خلف الإمام"

یعنی جب کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کے لیے امام کی قراءت قرآن کافی ہے اور جب آدمی تنہا نماز پڑھے تو قراءت قرآن کرے اور ابن عمر امام کے پیچھے قراءت قرآن نہیں کرتے تھے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، بحوالہ مؤطا امام مالک کا صفحہ: ۲۹)

ہم کہتے ہیں کہ اس اثر ابن عمر میں بھی وہی ساری باتیں پائی جا رہی ہیں، جو اثر زید بن ثابت میں ہیں اور جو

سلفی جواب ہم نے اثر زید کی بابت دیا، وہی فرقۂ دیوبندیہ کے پیش کردہ ابن عمر کا بھی ہے، علاوہ ازیں حضرت ابن عمر کا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا ثابت ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اور پوری تفصیل ہماری کتاب'' مسائل فاتحہ'' میں ملے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب سمیت متعدد صحابہ کرام فاتحہ خلف الإمام پڑھنے کو فرض مانتے تھے:

امام بخاری نے فرمایا:

'' و قال عمر بن الخطاب: اقرأ خلف الإمام قلت و إن قرأت قال: نعم، و إن قرأت و كذلك قال أبي بن كعب و حذيفة بن اليمان و عبادة رضی الله عنهم و يذكر عن علي بن أبي طالب و عبد الله بن عمرو و أبي سعيد الخدري و عدة من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم نحو ذلك و قال القاسم بن محمد: كان رجال أئمة يقرؤون خلف الإمام، و قال أبو مريم سمعت ابن مسعود: يقرأ خلف الإمام، و قال أبو وائل عن ابن مسعود: أنصت للإمام، و قال ابن المبارك: دلّ أن هذا في الجهر و إنما يقرأ خلف الإمام فيما سكت الإمام، قال الحسن و سعيد بن جبير و ميمون بن مهران و مالا أحصى من التابعين و أهل العلم أنه يقرأ خلف الإمام و إن جهر و كانت عائشة تأمر بالقراء ة خلف الإمام۔''

یعنی مذکورہ بالا صحابہ کرام مع عبداللہ بن عمر بن خطاب وعبداللہ بن مسعود اور مذکورہ حضرات تابعین و دیگر اہل علم قراء ۃ فاتحہ خلف الإمام کو فرض قرار دیتے تھے۔'' (جزء القراء ة للبخاري،نمبر: ۳۰،صفحه: ۹)

اس عبارت میں حضرت ابن مسعود کو فاتحہ خلف الإمام بطور فرض پڑھنے والا بتلایا گیا ہے لیکن دوسری روایت میں '' أنصت للإمام'' والے قول ابن مسعود کا مطلب ابن المبارک سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ سرّی قراءت میں قراء ۃ فاتحہ خلف الإمام کو فرض مانتے تھے، مگر جہری میں نہیں، حالانکہ اس قول ابن مسعود کا مطلب یہ ہے کہ اے مقتدی امام جب جہری قراءت کر رہا ہو، تو اس کے جہراً پڑھنے کے وقت نہیں، بلکہ سکتات امام میں تم سورۂ فاتحہ کی ایک ایک آیت بطور فرض پڑھتے جاؤ۔

بہر حال اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب بھی فاتحہ خلف الإمام پڑھنے کو فرض کہتے تھے۔ یہ معلوم ہے کہ صحابہ کرام اور دوسرے اسلاف کے بعض نظریات دوسرے اہل علم کے ساتھ مذاکرات کے سبب بدلتے رہتے تھے، کسی زمانہ میں حضرت ابن عمر بن خطاب اور بعض دیگر صحابہ کا موقف تھا کہ امام کے پیچھے مطلق قراءت فاتحہ کی ممانعت ہے، پھر انہی کا موقف مذاکرات سے بدل کر یہ ہو جاتا تھا کہ امام کے پیچھے فاتحہ ہی نہیں بلکہ

زائد از فاتحہ والی قراءت بھی فرض ہے، پھر مذاکرات سے ان کا نظریہ یہ ہو جاتا تھا کہ صرف سری نماز میں مقتدی پر فاتحہ خوانی فرض ہے، جہری میں نہیں، مگر صحیح موقف نصوص کے مطابق یہ ہے کہ مقتدی پر ہر نماز میں چاہے سری ہو یا جہری قراءۃ فاتحہ خلف الإمام فرض ہے، فاتحہ سے زیادہ قراءت قرآن مقتدی پر ناجائز وممنوع ہے۔

اوپر والے آثار کی سندیں امام بخاری نے حذف کردی ہیں، مگر مختلف کتب حدیث میں ان کی معتبر سندیں مذکور ہیں، اختصار کے سبب ہم بھی اسی پر اکتفاء کر رہے ہیں، اس تفصیل سے فرقۂ دیوبندیہ کا یہ دعویٰ باطل قرار پایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب اس معاملہ میں موقف دیوبندیہ پر کاربند تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کا اثر:

فرقۂ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

> ''اثر جابر بن عبداللہ سے زیادہ واضح طور پر موقف دیوبندیہ ثابت ہوتا ہے، اثر جابر موطا مالک، ترمذی و طحاوی وغیرہ میں ہے اسے ترمذی نے حدیث حسن صحیح بھی کہا ہے، ابونعیم وہب بن کیسان نے حضرت جابر کو فرماتے سنا کہ امام کے پیچھے تو نہیں بلکہ منفرد وامام کے لیے یہ قانون شریعت ہے، کہ جس نے ایک رکعت میں بھی فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔(موطا مالك،صفحه:٢٨، زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحه:٧٧، ٧٨)

ہم کہتے ہیں کہ باسانید صحیحہ ثابت ہے کہ حضرت جابر امام کے پیچھے فاتحہ اور فاتحہ سے زیادہ والی قراءت کو مقتدی پر فرض قرار دیتے تھے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اہل علم صحابہ کے ساتھ مذاکرات علمیہ کے سبب بعض صحابہ کے نظریات آئے دن بدلتے رہتے تھے، اسی طرح حضرت جابر کا بھی معاملہ ہے اور صحیح بات جو نصوص کے مطابق ہے یہ ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو صرف سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، اس سے زیادہ ممنوع ہے، بہر حال مذکورہ اثر جابر کو دیوبندیہ کا اپنے موقف کے مطابق سمجھنا اس کی سمجھ کی انتہائی خامی ہے، ایک اس بناء پر کہ جس روایت کو حضرت جابر سے دیوبندیہ نے نقل کیا ہے، اس کا مقصد ہے کہ غیر مقتدی کی نماز کی ہر رکعت میں نماز پر سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، مگر دیوبندیہ کا موقف یہ ہے کہ فرض نہیں بلکہ دیوبندی اصطلاح والا واجب ہے، جس کا درجہ فرض سے بہت کم اور سنت مؤکدہ سے کچھ زیادہ ہے لہٰذا دیوبندیہ کی مستدل روایت دیوبندیہ کے خلاف حجت بالغہ ہے۔

سنن ابن ماجہ باب القراءۃ خلف الامام میں حضرت جابر کا یہ قول منقول ہے کہ ہم عہد نبوی میں امام کے پیچھے ظہر وعصر میں سورہ فاتحہ مع زائد قرآن پڑھتے تھے۔(رواه ابن أبي شيبة و عبدالرزاق بمعناه ،مصنف عبد الرزاق: ٢/٢٠٢،مصنف ابن أبي شيبة: ١/٣٧١)

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت جابر وعلی مرتضیٰ جہری نماز میں فاتحہ خلف الإمام نہیں پڑھتے تھے، اس

سے دعویٰ دیوبندیہ کی واضح طور پر تکذیب ہوتی ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ وعلی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ امام ومقتدی دونوں پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس سے زیادہ قراءت قرآن کریں اور آخری رکعت میں صرف قراءت فاتحہ کریں۔ (كتاب القراءة للبيهقي، ص: ٦٧)

ہمارا خیال یہ ہے کہ ابتدائے امر میں امام ومقتدی دونوں پر سورۂ فاتحہ اور اس سے زیادہ قراءت قرآن فرض تھی، پھر یہ منسوخ ہوگئی اور صرف مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض قرار دیا گیا، جن صحابہ کو نسخ کا علم نہیں ہو سکا وہ امام کے پیچھے بھی سورہ فاتحہ اور فاتحہ سے زائد کی قراءت قرآن فرض ہونے کے قائل رہے اور جیسے جیسے معلومات ہوتی گئی، وہ سورہ فاتحہ ہی کو امام کے پیچھے پڑھنا فرض مانتے گئے اور فاتحہ سے زیادہ کو مقتدی کے حق میں منسوخ ماننے لگے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود کا اثر:

عنوان مذکور کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے حضرت ابن مسعود کو اپنے دیوبندی موقف کا موافق قرار دینے کے لیے مؤطا محمد کی روایت پیش کی، جب کہ واضح کیا جا چکا ہے کہ امام محمد جو ائمہ دیوبندیہ میں سے ہیں، کذاب وساقط الاعتبار ہیں، اور ہم عرض کر آئے ہیں کہ حضرت ابن مسعود بھی فاتحہ خلف الإمام پڑھنے کے فرض ہونے کے قائل تھے۔ اس جگہ فرقۂ دیوبندیہ نے حسب عادت یہ مکذوبہ دعویٰ کیا کہ یہ حضرات نیز بعض دوسرے صحابہ خلف الامام کی قراءت میں دیوبندیہ کا موقف رکھتے تھے، اگر فرقۂ دیوبندیہ اپنے کو اس دعویٰ میں سچا مانتا ہے تو کسی ایک بھی خلیفہ راشد اور صحابہ مذکورین میں سے کسی کو اپنے موقف کے مطابق موقف رکھنے والا بسند معتبر ثابت کرے، ورنہ یہ فرقہ کذاب وتلبیس کار تو ہے ہی!!

قراءت خلف الامام کی مذمت کے آثار:

عنوان مذکور کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے حضرت علی مرتضیٰ وعمر فاروق وسعد بن ابی وقاص وعبد اللہ بن مسعود وعبد اللہ بن عباس پر اور اکابر تابعین پر یہ افتراء پردازی کی کہ یہ حضرات قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کی مذمت کرتے تھے، اگر اس فرقہ کذابہ میں سے کسی کو دعویٰ صدق مقالی ہے، تو ان حضرات میں سے کسی سے بسند معتبر یہ بات ثابت کرے، ورنہ جہنم رسید ہونے کے لیے تیار رہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس فرقہ والے لوگوں کو اس کی پرواہ نہیں کہ جہنم رسید ہوں یا نہ ہوں، مگر ان کے پھیلائے ہوئے اکاذیب اپنا کام کرتے رہیں۔ ”والله المستعان على ما يصفون“ ہم نے ان کی حقیقت ”مسائل فاتحہ“ نامی مفصل کتاب میں ظاہر کر دی ہے۔

امام بخاری کا تبصرہ اور اس کی حقیقت:

فرقۂ دیوبندیہ عنوان مذکور کے تحت اپنے اکاذیب بعنوان قراءۃ خلف الإمام قراءت خلف الامام کی مذمت کے آثار پر امام بخاری کے ردّ بلیغ کو دیکھ کر بدحواس ہو کر دماغی توازن کھو بیٹھا، اس کی سمجھ میں تو یہ نہیں آسکا کہ اس کا

کوئی معقول و صحیح جواب دے، لہٰذا اکاذیب وتلبیسات ہی کی حمایت میں اپنی سرگرمی دکھلائی اور یہ نہیں ظاہر کیا کہ حضرات صحابہ کی طرف ایسی گھناؤنی باتیں منسوب کرنے والے فی الواقع بفرمان نبوی جہنم رسید ہوں گے۔ مولانا حالی سے معذرت کے ساتھ گزارش ہے کہ:

اگر جھوٹ بکنے کی کوئی سزا ہے
تو وہ محکمہ جس کا بانی خدا ہے
گنہ گار سب چھوٹ جائیں گے سارے
جہنم کو بھر دیں گے یہ حنفی ہمارے

بطور مثال فرقۂ دیوبندیہ نے یہاں بحوالہ ''موطا محمد ابراہیم نخعی سے مروی یہ قول نقل کیا کہ '' إن أول من قرأ خلف الإمام رجل أتهم'' یعنی قراءت خلف الامام کرنے والا پہلا جو شخص ہوا، وہ بدعتی تھا۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ ۸۱) حالانکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ یہ روایت نقل کرنے والے دیوبندیہ کے امام محمد بن حسن شیبانی کذاب وغیر ثقہ اور بذات خود متہم بہ اکاذیب و بدعاتِ کثیرہ تھے، ان میں سے ایک بدعت ان کا مرجی ہونا بھی ہے، ان کا فصل ترجمہ ہماری کتاب ''اللمحات'' میں دیکھیں۔ پھر اس کی دوسری مثال فرقۂ دیوبندیہ نے بحوالہ طحاوی یہ دی کہ ابن عباس نے کہا کہ قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کرنے والوں پر میرا بس چلتا تو ان کی زبانیں کھینچ لیتا۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۸۱)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندی فرقے کا کذب خالص ہے، بسند صحیح ابن عباس کا قول ہم نقل کر آئے ہیں، تو وہ قراءۃ فاتحہ خلف الإمام خود کرتے اور اس کا فتویٰ بھی دیتے تھے۔ (كتاب القراءة للبخاري، صفحه: ۷۷، ۷٤ اور متعدد کتب حدیث) یہ سارے حقائق فرقۂ دیوبندیہ کے دروغ بے فروغ کی تکذیب کے لیے کافی ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ کا جواب:

عنوان مذکور فرقۂ دیوبندیہ کے ساتھ بحوالہ فتاویٰ ابن تیمیہ (۳۰۶/۲۳) وہی سب باتیں کہیں، جو پہلے وہ کہہ چکا ہے اور جس کا رد بدرجہ اتم ہم کر چکے ہیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۸۲،۸۱) فرقۂ دیوبندیہ نہ جانے کیوں ایک ہی بے جان اور لغو بات بار بار دہراتا ہے؟

امام و اقتداء کے بارے میں شیخ الہند کا ارشاد:

عنوان مذکور کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے امام شیخ الہند کی اس موضوع پر کہی ہوئی عادت دیوبندیہ والی باتیں نقل کرکے اپنے شیخ الہند کے فضائل بھی بیان کیے کہ موصوف نے یہ حدیث نبوی پیش کی کہ مسلمانوں کی نماز با جماعت صلوٰۃ واحدہ ہوئی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۸۳،۸۲)

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ کے شیخ الہند نے یہ حدیث نبوی تو نقل کی اور اس کی مخالفت خود کی اور اپنے فرقہ والوں کو اسی قعر مخالفت حدیث نبوی میں جھونک کر اپنی اور فرقۂ دیوبندیہ کی عاقبت خراب کی، آخر اس حدیث کا کیا معنی ہے، اس کے سوا کہ سبھی لوگ ایک ہی جیسی نماز پڑھیں، مگر اسے اس کے شیخ الہند نے افتراق کے قعر مذلت میں دھکیل کر تمام احادیث نبویہ و آثار صحابہ کا مخالف بنا دیا اور سبھی کو اپنی طرح کا بے راہ رو بنانے کی سعی نامشکور کی۔

چند احکام شرعیہ سے نظریہ کی وضاحت:

اپنے قائم کردہ مندرجہ بالاعنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے یہ ہذیاں سرائی کی کہ:

شریعت نے نماز باجماعت میں امام کو اصل اور مقتدی کو اس کا تابع قرار دیا اور مقتدی کے لیے احادیث نبویہ میں صراحت ہے کہ امام کو امتیازی اوصاف کا حامل ہونا چاہیے اور اسے امام سے کسی معاملہ میں مسابقت نہیں کرنی چاہیے۔ إلی آخر ما ھذی وافتریٰ و کذب۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۸۳،۸۴)

ہم کہتے ہیں کہ مقتدی بہر حال امام کا تابع ہے، اسی لیے امام نماز میں جو امور انجام دینے کا مکلف ہے، ان امور کا انجام دینا امام کی متابعت میں مقتدی کا فریضہ ہے، لہٰذا جب امام قراءت فاتحہ کرے تو مقتدی بھی متابعت امام میں قراءت فاتحہ کرے، مگر امام سے ذرا بعد میں کیونکہ اسے یہی حکم دیا گیا ہے اور صرف جہری قراءت والی نماز ہی میں امام کا قراءت فاتحہ کرنا معلوم ہوسکتا ہے، اس لیے مقتدی صرف جہری نماز میں سکتات امام میں قراءت فاتحہ کرے، مگر اس سے زیادہ قراءت قرآن سے مقتدی کو روک دیا گیا ہے، اس لیے وہ اس سے رک جائے۔ سری نماز میں اگرچہ امام کی پڑھی جانے والی سورہ فاتحہ مقتدی کے لیے مسموع نہیں ہے، اس کے باوجود اسے یقین نہیں کہ امام سورہ فاتحہ ضرور پڑھ رہا ہے، لہٰذا اسے بھی نصوص کے اتباع میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی فرض ہے مگر سری قراءت میں قراءت امام کا پتہ مقتدی کو نہیں چلتا، مگر اس کو یہ حکم شریعت معلوم ہے کہ مجھے بھی قراءة فاتحہ خلف الإمام بطور افتراض کرنی ہے، تو وہ تقدیم و تاخیر کا لحاظ کیے بغیر سورہ فاتحہ پڑھے، جس طرح تحریمہ کے بعد والی دعاؤں اور رکوع و سجود و جلسہ و قومہ و قعدہ کی دعاؤں میں فرقۂ دیوبندیہ کو بھی امام کی تقدیم و تاخیر کا پتہ نہیں چلتا، پھر بھی یہ فرقہ یہ دعائیں پڑھتا ہے، اسی طرح مقتدی سری نماز میں بھی فاتحہ بطور فرض پڑھے اور فاتحہ سے زیادہ اس لیے نہ پڑھے کہ اسے اس سے منع کیا گیا ہے۔

نماز باجماعت کی اس نظریہ کے مطابق تشریح:

اپنا مذکور بالاعنوان قائم کر کے فرقۂ دیوبندیہ حسب عادت لغو طراز ہے کہ:

''نماز کا معاملہ یہ ہے کہ نمازی اگر منفرد ہے، تو وہ تمام ارکان نماز ادا کرنے کا ذمہ دار ہے، اور مقتدی

نہیں، الخ...... (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۸۵تا۸۷)

ہم کہتے ہیں کہ ہذیاں سرا فرقۂ دیوبندیہ کا جب یہ دعویٰ ہے، تو وہ مقتدی کی حیثیت سے امام کی طرح وضو کیوں کرتا ہے، جنابت سے اپنے کو پاک کیوں رکھتا ہے، نماز باجماعت پڑھنے مسجد میں کیوں آتا ہے اور فاتحہ خلف الإمام کے علاوہ وہ سب کام خود بھی کیوں کرتا ہے جو امام کرتا ہے، صرف فاتحہ خلف الإمام ہی وہ کیوں نہیں کرتا، جب کہ اسے امام کی متابعت کا حکم دیا گیا ہے، تو یہ فرقہ اپنے امام کی متابعت میں اس کے پیچھے سورہ فاتحہ کیوں نہیں پڑھتا، جب کہ شریعت نے اسے بھی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم جہری وسری ہر نماز میں خصوصیت سے دیا ہے؟ یہ فرقہ آخر ان نصوص کی خلاف ورزی کو اپنا فریضہ کیوں بنائے ہوئے ہے، جن میں مقتدی کو متابعت امام میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، ان نصوص کے خلاف وہ اکاذیب وتلبیسات کا اتنے بڑے پیمانے میں نماز جیسی عبادت میں استعمال کیوں کرتا ہے؟

خلاصہ مباحث:

اپنی اس کتاب کے خاتمہ پر فرقۂ دیوبندیہ نے عنوان مذکور قائم کیا، جس کے تحت اس عنوان کے تحت بزعم خویش اس فرقہ نے اپنی اس کتاب کا خلاصہ پیش کیا ہے اور جب ہم پوری کتاب کا حال بتلا آئے ہیں، تو اس کے خلاصہ کا حال خود بخود معلوم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس جوابی کتاب کی بدولت لوگوں کو حقیقت فہمی وحقیقت کوشی وحقیقت بیانی کی توفیق دے۔ آمین

و ما توفيقى إلا بالله، وهو المستعان و نعم الوكيل، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۱۳/محرم الحرام ۱۴۲۳ھ، ۲۸/مارچ ۲۰۰۲ء

مسائل نماز

مولفہ فرقۂ دیوبندیہ بموقع تحفظ سنت کانفرنس

کا

کتاب وسنت کی روشنی میں پوسٹ مارٹم

از قلم

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

جمعہ ۱۲/صفر المظفر، ۲۳ ۱٤۲۲۶ اپریل ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ کتاب، وتمہید، وسبب تالیف

الحمد لله رب العالمين، والصلوٰة والسلام على جميع الأنبياء والمرسلين خصوصاً على من بعث رحمة للعالمين، وخاتم النبيين، محمد واله وأصحابه وأهل بيته وإتباعه أجمعين، أما بعد:

فأعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمٰن الرحيم

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ وقال

﴿ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾

حضرات! اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور تمام رسولوں ونبیوں بشمول رحمۃ للعالمین و خاتم النبیین محمد ﷺ اور آپ کی آل و اصحاب و اہل بیت و اتباع پر درود و سلام کے بعد عرض ہے کہ اللہ سمیع وعلیم کی پناہ مانگتے ہوئے اسی رحمان و رحیم اللہ کے نام سے شروع کرتے ہوئے قرآنی آیات کی ہم نے تحریری طور پر تلاوت کی ہے، جن کا حاصل معنی یہ ہے، کہ ارشاد الٰہی ہے کہ ایمان والو! تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ٹھوس و سچی بات نرم انداز میں بولا کرو، اس کی برکت سے تمہارے اعمال کی اصلاح ہو جائے گی اور تمہارے گناہ بخش دیے جائیں گے اور جو بھی اللہ و رسول کی اطاعت کرے گا، وہ بڑی کامیابی سے بہرہ ور ہوگا، نیز ارشاد الٰہی ہے کہ انبیاء کرام ﷩ اور ان کی راہ پر چلنے والے صالحین کے اور میمنت لزوم ختم ہو جانے کے بعد ناخلف و ناکارہ لوگوں کا زمانہ آیا، تو انھوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا، یعنی تعلیم الٰہی کے مطابق نہیں پڑھتے تھے، یا بالکل ہی تارک صلوٰۃ ہو گئے تھے، ایسے لوگ جلد ہی اپنے انجام یعنی "غي" کو پہنچیں گے۔

لوگوں کو یاد ہوگا کہ ۷،۸/ صفر المظفر مطابق ۲،۳، مئی ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۱ء میں فرقۂ دیوبندیہ نے مسلک اہل حدیث اور افراد اہل حدیث کے خلاف "تحفظ سنت کانفرنس" کی مہم چلائی اور اس کا سلسلہ برابر جاری رہا، جب کہ دنیا کے تمام مسلمانوں کے خلاف طاغوتی طاقتیں صفحۂ ہستی سے اسلام اور اہل اسلام کو مٹانے کے لیے کوشاں و جوشاں ہیں،

اس زمانہ میں بھی فرقۂ دیوبندیہ اپنی عادت دیرینہ کو نہیں بھولا اور مسلمانوں کے درمیان شقاق و نفاق کا بیج بونے کی ناپاک و گھناؤنی حرکت جاری رکھی، اپنی اس طرح کی کانفرنسوں کے مواقع پر ۲۹/ کتابوں پر مشتمل پیکٹ مفت تقسیم کیے، اس زعم باطل کے تحت کہ یہ دیوبندی کتابیں علماء اہل حدیث کے نصوص و آثار صحابہ و تابعین کے اسلحات سے قصر دیوبندیت کو محفوظ رکھیں گی، یعنی کہ تحفظ سنت کانفرنس کا سلسلہ نہیں جاری کیا گیا، بلکہ تحفظ دیوبندیت کانفرنس کا سلسلہ جاری کیا اور اپنی کتب کے پیکٹ کو اہل حدیث کے خلاف بطور ایٹم بم تصور کر کے دیوبندیوں کے ہاتھوں تھما دیا کہ ان اسلحات سے تم اپنی دیوبندیت کا تحفظ کرو۔

عالمی پیمانے پر حامیان سنت کے خلاف مخالفین سنت کی یہ یورش و یلغار حامیان سنت سے مخفی رہنے والی نہیں تھی، لہٰذا حامیان سنت نے ان مخالفین سنت کے توڑ پر توجہ دی، "البادئ أظلم" کا محاورہ تو دیوبندیہ بھی استعمال کرتے ہیں، اس کے سلسلے میں ہماری جوابی کارروائی پر چیخ و پکار اور شور شرابہ نہ مچایا جائے۔ ان کتابوں میں سے ایک ہی موضوع پر ایک سے زیادہ دیوبندی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ہم اس وقت ان دیوبندی کتابوں میں سے مسائل نماز پر تبصرہ کرنے جا رہے ہیں۔

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۱۵/ اپریل/ ۲۰۰۲ء

ابتدائے کلام:

اپنی عام کتابوں کے برخلاف دیوبندیوں نے اس کے ٹائٹل پیج کے سرورق پر "يد الله على الجماعة" معلوم نہیں کس مصلحت سے نہیں لکھا، بلکہ اس کے بجائے حدیث نبوی "صلّوا كما رأيتموني أصلي" لکھی، جس کا مطلب ہے کہ شریعت محمدی نے تمام اہل اسلام کو حکم دیا کہ اسی طرح نماز پڑھیں، جس طرح نبی ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہ شرعی فرمان امر کے صیغہ سے صادر ہوا ہے، جس کا مطلب ہے کہ طریقہ نماز نبوی کا ہر جزء لوگوں پر فرض و واجب ہے۔ اس کلیہ سے صرف وہی بات مستثنیٰ ہے، جس کے لیے معتبر قرینہ صارفہ موجود ہے، اپنے اس نام کے ساتھ ٹائٹیل پیج ہی پر دیوبندیہ نے لکھا کہ اس کتاب میں مذکورہ ہر ہر مسئلہ کا ثبوت قرآن، احادیث اور آثار صحابہ سے پیش کیا گیا ہے، پھر یہی بات ٹائٹل پیج والے صفحہ کے بعد بھی دہرائی گئی ہے جو استاذ دارالعلوم دیوبند حبیب الرحمان اعظمی کی تالیف ہے، اس کتاب کے پیش لفظ میں کتاب وسنت سے نماز کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، پھر کہا گیا ہے کہ اس کے اہم عبادت ہونے پر اجماع ہے۔ لیکن دائرہ سنت میں رہتے ہوئے اس کے بعض افعال وطریق کی بابت قدرے تنوع ہے کہ بعض امور میں صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ مجتہدین و اکابر محدثین کا باہم اختلاف ہے، اصل پر رہتے ہوئے ہر ایک کو اصول وضوابط کے مطابق اپنے طریقہ ہائے نماز کی افضلیت و بہتری کے اظہار کا سب کو پورا حق حاصل ہے۔

لیکن عصر حاضر میں ایک ایسا گروہ معرض وجود میں آ گیا ہے، یعنی جماعت اہل حدیث جس کو دیوبندیہ غیر مقلد، لا مذہب، و بد دین بتلانے پر مصر ہیں، اس معرض وجود میں آنے والے فرقہ نے خود ساختہ معیار سنت بنا لیا ہے کہ جو آدمی اس کے موافق عمل نہ کرے، وہ مخالف سنت ہے، اس گروہ کے افکار کا خلاصہ نماز کے چند مسائل کو ہوا دے کر راہ حق سے ہٹانا ہے، اس صورت حال کے پیش نظر فقہائے احناف کی کتابوں مثلاً: شرح منية المصلي، شرح نقاية، شرح وقاية، هداية وغیرہ سے نماز کی مختلف فیہ مسائل مرتب کیے گئے اور ہر مسئلہ کی دلیل قرآن وحدیث و آثار صحابہ سے پیش کی گئی ہے، تاکہ لوگ غیر مقلدین کے دام فریب میں نہ آئیں۔" (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب صفحہ:۳، تا صفحہ:۶)

اس دیوبندی کتاب میں اپنے ہر مسئلہ کا حنفی ماخذ ذکر کیے بغیر بزعم خویش صرف نصوص کتاب وسنت و آثار صحابہ وغیرہ کا ذکر کیا، تاکہ دیوبندی نماز اور نبوی نماز کا موازنہ کرنا مشکل نہ ہو۔ فرقۂ دیوبندیہ کا اپنی تولید سے لے کر اب تک اسی طرح کی تلبیسات کا وطیرہ رہا، کبھی یہودیوں کی طرح کوئی چولا بدلا، کبھی کوئی رفتار زمانہ کے حسب حال!!

قیام:

اصل کتاب صفحہ:۷ سے شروع کی گئی اور بعنوان قیام مسئلہ نمبر ایک کہا کہ

نماز کا ارادہ کریں، تو باوضوء قبلہ رو کھڑے ہو جائیں،

(۱) اس پر قرآنی دلیل دی کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ (البقرۃ:۲۳۸) اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ عاجزی کرتے ہوئے،

چونکہ نماز سے باہر قیام ضروری نہیں کیا گیا ہے لہٰذا کھڑے ہونے کا حکم نمازی سے متعلق ہے۔

(۲) "عن عمران بن حصين قال: كانت بي بواسير فسألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلوة فقال: "صل قائما" فإن لم تستطع، فقاعداً فإن لم تستطع فعلى جنب" (صحيح بخاری:١/ ١٥٠، و مسند احمد:٤/ ٤٢٦)

یعنی حضرت عمران بن حصین کو بواسیر تھی، تو انھوں نے خدمت نبوی میں نماز سے متعلق پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کھڑے ہو کر پڑھو، اگر یہ نہ کر سکو تو بیٹھ کر پڑھو، اگر یہ نہ کر سکو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھو۔" (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۷)

ہم کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں واقعہ لفظ "قیام" خالص شرعی اصطلاحی لفظ ہے، اصطلاح شرع میں اس کے جو معنی بیان کیے گئے ہوں، وہی معنی مراد لینا ہمیں فرض ہے۔ شریعت نے ہمیں نماز میں بحالت غیر قیام بھی قبلہ رخ رہنے کا حکم دیا ہے، پھر قبلہ رخ قیام کے ساتھ رفع الیدین کا حکم ہے کہ تکبیر تحریمہ کرتے ہوئے رفع الیدین کیا جائے اور دونوں ہاتھ مخصوص طور پر باندھے جائیں، پھر دعائے افتتاح نماز پڑھی جائے، پھر تعوذ و تسمیہ کے بعد قراءت سورۂ فاتحہ اور غیر مقتدی سورۂ فاتحہ سے کچھ زیادہ قراءت قرآن کریم کرے، ان سب سے متعلق فرقۂ دیوبندیہ احکام شرعیہ کے سو فیصد خلاف عمل پیرا ہے۔

باجماعت نماز ہو تو مقتدی کس طرح صف بندی کریں؟

فرقۂ دیوبندیہ نے مقتدیوں کی صف بندی کے سلسلے میں حدیث نبوی نقل کی:

" عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أقيموا الصفوف، و حاذوا بين المناكب، و سدو الخلل، و لينوا بأيدى إخوانكم، و لا تذروا فرجات للشيطان و من وصل صفا و صله الله ومن قطع صفا قطعه الله"

(سنن أبي داود:١/ ٩٧، صححه ابن خزيمة والحاكم)

و عن أنس بن مالك قال: أقيمت الصلوة فأقبل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم بوجهه فقال: أقيموا صفوفكم و تراصوا: فإني أراكم من وراء ظهري۔ و في رواية: عنه و كان أحدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه و قدمه بمقدمة"

یعنی بقول حضرت ابن عمر قول نبوی ہے کہ صفوں کو سیدھا کرو اور درمیان کی خالی جگہوں کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ، یعنی صف درست کرنے کے لیے اگر کوئی آگے پیچھے کرے تو نرمی سے آگے پیچھے ہو جاؤ اور صفوں میں شیطان کے لیے دراز مت چھوڑو، بلکہ بالکل مل کر کھڑے ہو، جو صفوں کو ملائے اللہ تعالیٰ اسے ملائے اور جو صفوں کو کاٹے اسے اللہ تعالیٰ کاٹے۔

حضرت انس بن مالک نے یہ فرمان نقل کیا کہ صفوں کو برابر کرو اور خوب مل کر کھڑے ہو، بلاشبہ میں تمھیں پشت کی طرف سے بھی دیکھتا ہوں۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے اور پیروں کو اپنے ساتھی کے قدموں سے ملا دیتا تھا۔

نصوص سے فرقۂ دیوبندیہ کی صریح مخالفت و معاندت و استہزاء و ہذیاں سرائی:

ناظرین کرام! دیکھتے ہیں کہ دونوں حدیثوں کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرمان نبوی یہ ہے کہ مقتدی لوگ اس طرح صف بندی کریں کہ کندھوں کو کندھے سے ملائے رکھیں اور دو مقتدیوں کے درمیان ذرا بھی جگہ نہ ہونے پائے۔ اس حکم شرعی کی خلاف ورزی سے شیطان کو صف کے درمیان گھس کر شیطانی کارروائی کا موقع ملے گا، نیز فرمان شرعی یہ بھی ہے کہ جس مقتدی نے صف کو باہم نہیں ملایا، بلکہ داہنے بائیں والے مقتدی سے کسی شگاف کو رکھے بغیر پاؤں کو پاؤں سے ملائے رکھے اسے اللہ ملائے گا، ورنہ اسے اللہ تعالیٰ کاٹ دے گا۔ اس شرعی فرمان پر عمل کرتے ہوئے ہر صحابی اپنے کندھے کو داہنے اور بائیں والے مقتدی سے ملائے رکھتا تھا، اور قدم کو بھی داہنے بائیں والے مقتدی سے ملائے رکھتا تھا، مگر فرقۂ دیوبندیہ کا عمل ان فرامین شرعیہ کے سو فیصد خلاف ہے اور تعامل صحابہ کے بھی سو فیصد خلاف ہے، اس کا کہنا ہے کہ ان فرامین نبویہ اور تعامل صحابہ پر عمل ناممکن ہے، یعنی جو کام نظر نبوی و نظر صحابہ میں عملی طور پر رائج تھا، وہی کام فرقۂ دیوبندیہ کی نظر میں ممکن نہیں، بلکہ ان فرامین شرعیہ و تعامل صحابہ پر عمل کرنے والے اہل حدیثوں پر یہ فرقہ استہزاء اور مذاق کرتا ہے اور انھیں نشانہ طعن و تشنیع بناتا ہے، یعنی یہ فرقہ نہ صرف یہ کہ فرامین نبویہ و تعامل صحابہ پر عمل نہیں کرتا، بلکہ ان پر عمل کو ناممکن بتلا کر ان کا مذاق کرتا ہے اور انھیں نشانہ طعن و تشنیع بھی کرتا ہے۔

سچ فرمایا حضرت عمر فاروق نے اور اس پر سارے صحابہ کا اجماع بھی ہے کہ ''أصحاب الرأي أعداء السنن'' یعنی اصحاب رائے مراد دیوبندیوں کے اسلاف سنن نبویہ کے دشمن ہیں۔ (ملاحظہ ہو ہماری کتاب اللمحات کے مختلف مقامات) جو فرقہ اجتماعی طور پر فرامین نبویہ و تعامل صحابہ کا مخالف ہو اور ان کا مذاق اڑائے اور کہے کہ ان پر عمل محال ہے، وہ بھلا کس منہ سے اپنی نماز کو نماز نبوی کہتا ہے؟ فرقۂ دیوبندیہ نازاں ہے کہ دنیا کی مسلم اکثریت اسی کے مسلک پر چلتی ہے، یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا کے مسلمانوں پر طویل زمانہ سے بفرمان نبوی بہت زیادہ مار کاٹ اور لوٹ کھسوٹ جاری ہے اور گیہوں کے ساتھ گھن بھی پیسا جاتا ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے کہ:

﴿ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً ﴾ (الأنفال:٢٥)
یعنی اس مارکاٹ لوٹ کھسوٹ میں نصوص پر عمل کرنے والے بھی شامل ہو گئے ہیں۔

دیوبندیہ نے خلاف نصوص شرعیہ اپنے سو فیصد عمل پر شرعی دلیل ہی کو حجت بنا رکھا ہے یعنی
"رصوا صفوفكم و قاربوا بينها و حاذوا بالأعناق" (بحواله سنن أبي داود: ١/٩٧)
یعنی صفوں کو خوب ملا کر اور قریب ہو کر کھڑے ہو اور باہم گردنوں کو برابر کرو۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب ص:٩،١٠)

نصوص میں تحریف دیوبندیہ:

فرقۂ دیوبندیہ نے اس حدیث نبوی میں اپنی عادت کے مطابق یہود کی طرح تحریف کر رکھی ہے کہ "رصوا صفوفكم و قاربوا بينها" الخ" کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ حکم نبوی یہ ہے کہ اپنی صفوں کو خلل اور فصل چھوڑے بغیر باہم ملاؤ اور "قاربوا بينها" کا مطلب ہے کہ دو صفوں کے درمیان زیادہ فصل کے بجائے تھوڑا فصل اس طرح رکھو کے بآسانی پیچھے والی صف کے نمازی رکوع و سجود و قومہ و قعدہ و جلسہ کر سکیں، مگر فرقۂ دیوبندیہ نے اس کا یہ معنی اختراع کیا کہ اور قریب ہو کر کھڑے رہو یعنی کہ رص صفوف نہ کرو کہ ہر ایک کے پاؤں سے پاؤں، ٹخنے سے ٹخنہ اور کاندھے سے کاندھا ملا رہے، فرقۂ دیوبندیہ کی یہ تحریف اوّل فرمان نبوی کو آخر فرمان نبوی سے توڑ رہی ہے اور یہ انتہائی درجہ کی گھناؤنی دیوبندی تحریف کاری اور فریب و تلبیس ہے کہ ایک ہی حدیث کے ایک فقرہ کو دوسرے فقرے کا مناقض قرار دے لیا جائے، پھر اس فرقۂ دیوبندیہ کو اعتراف ہے کہ حدیث میں " فرأيت الرجل يلزق منكبه بمنكب صاحبه، وركبته بركبة صاحبه، و كعبه بكعب صاحبه" یعنی کہ عہد نبوی میں نمازی اپنے داہنے بائیں والے نمازی کے کندھے و گھٹنے و ٹخنہ کو سٹا کر کھڑا ہوتا تھا۔" (زیر نظر دیوبندی، کتاب، ص:١٠)

جب بحالت نماز قیام میں دیوبندیہ کا یہ حال ہے، تو دیوبندی نماز "صلّوا كما رأيتموني أصلي" والے فرمان نبوی کے بالکلیہ خلاف ہونے کے سبب مردود و باطل ہوئی، لہٰذا سارے دیوبندی نماز ہی نہیں پڑھتے، بلکہ شریعت کے ساتھ مذاق اڑاتے اور اس پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، جو کفار مشرکین کا شیوہ و شعار ہے۔

نماز میں شرعی قیام:

شریعت کا حکم یہ ہے کہ نماز میں بحالت قیام پہلے تکبیر تحریمہ کہی جائے، یعنی اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھے جائیں، مگر فرقۂ دیوبندیہ اس حکم شرعی کے بالکل خلاف اللہ اکبر کے بجائے بہت سارے دوسرے کلمات سے تحریمہ کرنے کا فتویٰ دیتا اور عربی زبان کی بجائے غیر عربی زبان میں بھی اس طرح کے کلمات کہنے کا فتویٰ دیتا ہے، یعنی حکم شرعی کے سو فیصد خلاف۔ پھر دیوبندیہ کی تمام ہی نمازیں اس کے اس گھناؤنے فتویٰ کے سبب باطل و بے کار ہوئیں۔

نماز میں بحالت قیام سینے پر ہاتھ باندھے جائیں:

مذکورہ بالا عنوان کے پیش نظر دیوبندیہ نے سب سے پہلے یہ حدیث نقل کی:

"عن سهل بن سعد:" قال: كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل على ذراعه اليسرى في الصلوٰة"

یعنی لوگوں کو شریعت کی جانب سے یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ نماز میں بحالت قیام اپنی بائیں ذراع پر یعنی انگلیوں سے لے کر کہنی تک پر داہنے ہاتھ رکھیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۴، حوالہ بخاری: ۱۰۲/۱)

اس فرمان شریعت پر عمل کر کے ہر آدمی دیکھ لے کہ بحالت قیام نمازی کے دونوں ہاتھ سینے سے نیچے نہیں آسکتے، مگر فرقۂ دیوبندیہ اور اس کے حلیف فرقوں کا کہنا ہے کہ نماز میں بحالت قیام دونوں ہاتھ ناف سے بھی نیچے رکھے جائیں، اس دیوبندی کتاب میں یہی صراحت کی گئی ہے، اور اپنی مستدل مذکورہ بالا حدیث میں کھلی ہوئی یہودیوں والی تحریف کی گئی ہے اور ساقط الاعتبار روایت کو صحیح قرار دے کر استدلال کیا گیا ہے کہ ان روایات کا یہی معنی و مطلب ہے۔ غیر صحیح کو صحیح قرار دے لینا بھی ایک طرف اگر کذب خالص و تلبیس کاری ہے، تو دوسری طرف احادیث صحیحہ معتبرہ کی مخالفت ہے اور یہ دونوں باتیں نظر شریعت میں گھناؤنی، قبیح اور نہایت مذموم ہیں، دریں صورت دیوبندیہ کی نماز نماز نبوی کے صریح خلاف ہونے کے سبب باطل ہی باطل ہے۔

نماز میں بحالت قیام تکبیر تحریمہ کے بعد دعائے افتتاح وتعوذ وتسمیہ وقراءت فاتحہ اور غیر مقتدی کے لیے فاتحہ سے زیادہ قراءت بھی فرض ہے:

نماز میں بحالت قیام تکبیر تحریمہ میں دیوبندی ردو بدل اور تحریف و ترمیم واضح ہے، نیز تحریمہ کے بعد سینے پر ہاتھ باندھنے کی بجائے ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے میں بھی دیوبندیہ نے خلاف نصوص عمل اختیار کر رکھا ہے اور اسی دیوبندی کتاب میں تحریمہ و ہاتھ باندھنے کے بعد "سبحانك اللهم الخ" والی دعائے افتتاح سے متعلق دو صفحات سیاہ کیے ہیں، یعنی اپنے نامہ اعمال سیاہ کیے، کیونکہ اپنی پسند والی روایات نقل کرنا اور ناپسندیدہ احادیث کثیرہ، صحیحہ، معتبرہ، حسنہ کا ذکر نہ کرنا بھی تحریف کاری ہی ہے اور فرقۂ دیوبندیہ نے یہ نہیں بتلایا کہ دعائے افتتاح کا پڑھنا فرض و واجب یا سنت موکدہ یا مستحب ہے، جب کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور اس نے وجہ ترجیح بھی نہیں بتلائی۔

تعوذ کے سلسلے میں خود فرقۂ دیوبندیہ نے یہ قرآنی آیت نقل کی کہ ﴿فإذا قراءت القرآن فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم﴾ (النمل: ۱۴) جس کا معنی یہ ہے: کہ جب تمھیں قراءت قرآن کرنی ہو تو تعوذ پڑھو اور یہ حکم شرعی بصیغہ أمر وارد ہے، جو وجوب و افتراض کے لیے مستعمل ہے، الا یہ کہ کوئی معتبر قرینہ صارفہ ہو اور درحقیقت کوئی معتبر قرینہ صارفہ نہیں ہے، لہٰذا تعوذ کا قراءت سے پہلے پڑھنا فرض ہے اور دیوبندیہ اس فرض کے تارک ہیں، اسے

سنت و مستحب قرار دے کر کہتے ہیں کہ جی چاہے پڑھے ورنہ نہ پڑھے، لہٰذا شریعت کی فرض قرار دی ہوئی بات کو بدل کر غیر فرض قرار دی ہوئی چیز کو پڑھنے اور نہ پڑھنے کو اختیار بنا دینے کے سبب ترک فرض کی وجہ سے دیوبندیہ کی نماز باطل و کالعدم ہوتی ہے، یعنی کہ زندگی بھر بظاہر نماز پڑھنے کے باوجود بھی اپنے گھناؤنے کرتوت کے سبب دیوبندیہ فی الحقیقت بے نمازی ہیں، تعوذ کے بعد تسمیہ کو بھی دیوبندیہ فرض نہیں مانتے، حالانکہ تسمیہ ہر سورہ کے شروع میں سورہ میں شامل ہوئے بغیر وہ ایک آیت ہے، لہٰذا اسے سورہ فاتحہ سے پہلے پڑھنا فرض ہوا، مگر دیوبندیہ اسے فرض نہیں مانتے، صرف مسنون و مستحب کہہ کر اسے اختیاری کہتے ہیں، اس لیے بھی دیوبندیہ کی نماز کالعدم و بیکار ہے کہ ایک فریضہ نماز کو وہ اختیاری کہتا ہے۔

تسمیہ کا نماز جہری میں امام و منفرد کا جہراً اور سراً پڑھنا ثابت ہے، مگر دیوبندیہ نے جہراً پڑھنے والی روایات کی تغلیط کی، جب کہ متعدد روایات معتبر روایات کے طفیل تغلیط والی روایات بھی بطور متابع و شواہد معتبر مانی جائیں گی، ظاہر ہے کہ یہ دیوبندیہ کی دورخی دوغلی و منافقانہ روش ہے، اس بے راہ روی کے سبب بھی نماز دیوبندیہ معرض خطر میں ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'')

اس سلسلے کی دیوبندیہ کی پیش کردہ اکثر روایات سنداً ساقط الاعتبار ہیں، جن کو اس فرقہ نے صحیح قرار دے دیا، یہ بھی تحریف کاری ہے اور جھوٹ در جھوٹ ہے، اور یہ معلوم ہے کہ دیوبندیہ اکاذیب و تلبیسات پرست ہیں۔ ان کی ایضاح میں جتنا وقت درکار ہے اتنا وقت ہمارے پاس فی الحال موجود نہیں، بنابریں اسی پر اکتفاء کرتے ہیں کہ یہی بات تکذیب دیوبندیہ کے لیے کافی بھی ہے۔

قراءت:

یہ معلوم ہے کہ نماز میں بحالت قیام قراءت قرآن کی جاتی ہے، لہٰذا فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

> ''تعوذ و تسمیہ کے بعد فرض کی پہلی دو رکعتوں اور بقیہ سب نمازوں کی کل رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورہ یا کم از کم تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت پڑھیں۔''
>
> (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۲۰، ۲۱)

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ نے یہ نہیں بتلایا کہ نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کسی سورت یا تین چھوٹی آیات کا پڑھنا فرض ہے یا غیر فرض اس کی اصطلاح والا واجب یا سنت موکدہ یا مستحبہ ہے، البتہ اس کی کتابوں میں صرف ایک آیت کی قراءت فرض ہے، خواہ اتنی چھوٹی ہو کہ ایک حرف والی ہو مثلاً ﴿مُدْهَآمَّتٰنِ﴾ (سورہ الرحمان) اسی لفظ کا فارسی ترجمہ دو برگ سبز پڑھ کر امام الحرمین دربار غزنوی میں رکوع چلے گئے تھے، اس پر احناف نے بڑا شور وغل کیا کہ یہ ہمارے حنفی مذہب والی نماز نہیں ہے، مگر امام الحرمین نے اسے کتب حنفیہ سے ثابت کر دکھایا۔ آخر

دیوبندی مذہب کا استدلال اس قرآنی آیت سے ہے کہ:

﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ﴾ (پ۔۲۹،سورۃ المزمل:۲۰)

ایک شخص نہیں بلکہ بہت سے افراد دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہمارے لیے بس ایک لفظ قرآن کا پڑھنا آسان ہے لہٰذا دیوبندی اصول سے قدر فرض نماز میں محض ایک لفظ قرآن کی قراءت ہوئی، نیز فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی اسی کتاب میں حضرت ابوہریرہ سے مروی یہ حدیث نبوی نقل کی کہ:"لا صلوٰۃ إلا بقراء ۃ " الخ یعنی کوئی نماز قراءت قرآن کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی، فرقۂ دیوبندیہ جو پرستار اکاذیب وتلبیسات ہے، اپنی نقل کردہ حدیث نبوی کے لفظ "بقراء ۃ" کے بعد "الخ......" کا نشان لگایا، جس کا معنی ہے کہ اس کے نقل کردہ لفظ حدیث کے بعد بھی اس حدیث میں مزید باتیں ہیں مگر کسی مصلحت کے سبب فرقۂ دیوبندیہ نے پوری حدیث نقل نہیں کی، البتہ اس فرقہ نے اس حدیث کے معاً بعد یہ حدیث نقل کی:

" عن أبي سعيد قال:أمرنا أن نقرأ بفاتحة الكتاب و ما تيسر " (سنن أبي داود:۱/۱۱۸، و مسند أحمد و أبي يعلى و ابن حبان قال:ابن سيد الناس إسناده صحيح، ورجاله ثقات و قال:الحافظ في التلخيص: إسناده صحيح، و قال:في الدراية: صححه ابن حبان، آثار السنن:۱/۷٤)

یعنی حضرت ابوسعید خدری نے کہا کہ ہمیں منجانب نبوی حکم دیا گیا کہ ہم سورہ فاتحہ اور مزید جو حصہ قرآن آسان ہو پڑھیں۔ حضرت عبادہ بن صامت سے یہ قول نبوی منقول ہے کہ "لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعداً"(صحيح مسلم:۱/۱٦۹، و سنن ابي داود:۱/۱۱۹، و مصنف عبد الرزاق:۲/۹۳، و مسند احمد:٥/۳۲۲)یعنی کہ فرمان نبوی ہے کہ قراءت سورۂ فاتحہ سے مزید کچھ اور جس نے نماز میں قراءت قرآن نہیں کی اس کی نماز نماز نہیں ہوئی، نیز حضرت ابوقتادہ سے یہ فرمان نبوی مروی ہے کہ آپ ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعات میں سے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ مزید ایک سورت پڑھتے تھے اور ان کی آخری رکعت میں سے ہر ایک میں صرف سورت فاتحہ پڑھتے تھے۔(صحيح بخاري :۱/۱۰۷، و صحيح مسلم:۱/۱۸۰) (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۲۱،۲۲)

گویا فرقۂ دیوبندیہ بزعم خویش فرمان قرآنی ﴿فاقرؤا ما تیسر من القرآن﴾ اور فرمان نبوی "لا صلوٰۃ إلا بقراء ۃ " کی تفسیر نبوی وتفسیر صحابی کے طور پر تینوں روایات کو نقل کیے ہوئے ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ روایات اور ان کی ہم معنی روایات مذکورہ قرآنی آیت "و بقراء ۃ" والی حدیث نبوی کی تفسیر وتوضیح ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ امام ومنفرد کے لیے پہلی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ مزید ایک سورت یا حصہ قرآن کا پڑھنا اور پہلی دو رکعتوں کے بعد والی رکعت میں سے ہر رکعت میں سورت فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے، مگر فرقۂ دیوبندیہ اپنی ہی

نقل کردہ احادیث نبویہ و آثار صحابہ کا مخالف ہے، وہ کہتا ہے کہ ایسا کرنا فرض نہیں بلکہ اس کا مصطلح واجب ہے اور یہ بہت واضح بات ہے کہ ترکِ فرض نماز کو باطل و کالعدم قرار دیتا ہے، اس لیے بھی فرقۂ دیوبندیہ نسلاً بعد نسل بظاہر نماز پڑھنے کے باوجود درحقیقت بے نمازی ہے اور بے نماز کو متعدد احادیث میں بلکہ آیات میں بھی کافر قرار دیا گیا ہے، پس چہ می فرمایند مفتیان دیوبندیہ دریں باب؟!

بحالت قیام قراءت قرآن میں دیوبندی بے راہ روی:

ایک طرف دیوبندیہ نے نماز کی پہلی دو رکعات میں سورہ فاتحہ مع مزید القراء ۃ کہ فرض نہ قرار دے کر اپنی ساری نمازیں کالعدم و باطل کر دیں، دوسری طرف اس نے یہ کارنامہ انجام دیا کہ مندرجہ ذیل روایات نقل کیں، اس وضاحت کے ساتھ کہ فرض کی آخری رکعات میں سورت فاتحہ کی بجائے تسبیح پڑھ لیں یا خاموش رہیں، تو بھی نماز ہو جائے گی:

(۱) "عن عبيد الله بن ابي رافع قال: كان علی بن أبي طالب يقرأ في الأوّليين من الظهر والعصر بأم القرآن و سورة ولا يقرأ في الأخريين" (مصنف عبد الرزاق: ۱/ ۳۰۰)

یعنی حضرت علی مرتضی ظہر وعصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ مزید ایک سورت کی قراءت کرتے تھے، مگر آخری رکعات میں قراءت ہی نہیں کرتے تھے۔

(۲) "عن أبي إسحاق عن علي و عبد الله أنهما قالا: اقرأ في الأولیين و سبح في الأخريين"

یعنی حضرت علی وعبداللہ بن مسعود کا فتویٰ تھا کہ پہلی دو رکعتوں میں قراءت قرآن کرو، مگر آخری رکعات میں تسبیح پڑھو۔

(۳) "عن إبراهيم قال: اقرأ في الأوّليين بفاتحة الكتاب و سورة" الخ

یعنی ابراہیم نخعی کا فتویٰ ہے کہ پہلی دو رکعات میں سے ہر ایک میں سورت فاتحہ کے ساتھ مزید ایک سورت پڑھو اور آخری رکعات میں صرف تسبیح پڑھو، قراءت قرآن نہ کرو۔ (حوالہ ندارد)

(٤) "عن علقمة بن قيس أن عبد الله بن مسعود كان لا يقرأ خلف الإمام فيما يجهر فيه و فيما يخافت فيه في الأوّليين و لا في الاخريين، و إذا صلى وحده قرأ في الأوّليين بفاتحة الكتاب و سورة و لم يقرأ في الاخريين شيئاً" (موطا محمد، صفحه: ۱۰۰)

یعنی علقمہ بن قیس نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود قراءت خلف الامام جہری نماز میں کرتے تھے نہ

سری میں البتہ جب تنہا نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ مزید ایک سورہ پڑھتے اور آخری رکعات میں کچھ بھی نہیں قراءت کرتے۔

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے اپنے اس موقف پر نہ کوئی آیت پیش کی نہ حدیث نبوی صرف بعض آثار صحابہ و تابعین نقل کیے اور کتاب وسنت کے خلاف نہ آثار صحابہ سے استدلال کیا جاتا ہے نہ آثار تابعین سے۔

ثانیاً: دیوبندیہ کے پیش کردہ آثار صحابہ و تابعین کی سندوں پر کلام ہے اور دیوبندیہ نے تحریف و تلبیس سے بھی کام لیا ہے۔

ثالثاً: اس سلسلے کی پہلی روایت پر دیوبندیہ کے محدث شہیر و علامہ کبیر نے یہ حاشیہ لکھا کہ "أخرجه ابن أبي شيبة عن عبد الأعلى عن عمه عن الزهري، لكن فيه: و في الأخريين فاتحة الكتاب" یعنی کہ اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے، جس میں ہے کہ آخری دو رکعتوں میں حضرت علی مرتضیٰ صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ ہمارے پاس مصنف ابن ابی شیبہ کے نسخہ "باب من كان يقرأ في الأوّليين بفاتحة الكتاب و سورة و في الأخريين بفاتحة الكتاب" کے تحت نقل کیا ہے۔ (۱/ ۳۷۰، ۳۷۱) معلوم ہوا کہ دیوبندیہ تحریف کاری میں بہت زیادہ ماہر ہیں۔ بہر حال اس روایت صحیحہ سے معلوم ہوا کہ حضرت علی مرتضیٰ نصوص پر عمل کرتے ہوئے پہلی دو رکعتوں میں سے ہر ایک میں قراءۃ الفاتحہ کے ساتھ قراءۃ السورۃ بھی کرتے تھے اور آخری رکعات میں صرف فاتحہ خوانی پر اکتفا کرتے تھے۔ کیا فرقۂ دیوبندیہ اپنی طرح اتنے جلیل القدر صحابی کو بھی پرستار اکاذیب و تلبیسات و تحریفات سمجھے ہوئے ہے؟

فرقۂ دیوبندیہ نے دوسرے نمبر کے تحت جو بات حضرت علی مرتضیٰ و ابن مسعود کی طرف بحوالہ مصنف ابن أبي شيبة (۱/ ۴۰۸) منسوب کی ہے، وہ مکذوب محض ہے، کیونکہ اس کے راوی أبو إسحاق سبیعی آخری عمر میں مختلط وحواس باختہ اور گرفتار جنون ہو گئے تھے اور اس وصف والا دماغ پر قابو نہ رکھنے کے باعث نہ جانے کیا کیا بک جاتا ہے، نیز ابو اسحاق سبیعی مدلس بھی تھے اور بطریق تدلیس انھوں نے روایت مذکورہ نقل کی ہے، اس لیے بھی یہ ساقط الاعتبار ہے، نیز اسے ابو اسحاق سے نقل کرنے والا شریک بھی مجروح ہے۔ ایسی علل قادحہ والی موقوف روایت کو دیوبندیہ کا دلیل بنانا انتہائی بے راہ روی ہے جب کہ نصوص صحیحہ اس کے خلاف بھی ہیں!!

تیسری روایت فرقۂ دیوبندیہ نے معمولی درجہ کے تابعی ابراہیم نخعی سے نقل کی، اس کی سند میں سفیان ثوری مدلس واقع ہیں اور انھوں نے اسے تدلیس کے ساتھ روایت کیا ہے لہٰذا یہ ساقط الاعتبار ہے۔ دیوبندیہ نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا، مگر یہ روایت مصنف عبد الرزاق (۲/ ۱۰۱) میں ہے۔ اسی معنی کی روایت مصنف ابن أبي شيبه (۱/ ۳۷۲) میں بھی ہے مگر اسے ابراہیم نخعی سے نقل کرنے والے حصین سے جریر بن عبد الحمید ہیں، جو مدلس تھے اور آخری

عمر میں سوء حفظ کے شکار تھے۔(تهذيب التهذيب :٢/٦٦) اور جریر نے حصین سے اسے معنعن نقل کیا، لہٰذا سند مذکور کے ساتھ بھی یہ ساقط الاعتبار ہے۔ پھر ابراہیم نخعی جیسے معمولی تابعی کا موقف نصوص کے خلاف ہونے کی صورت میں کوئی بد دیانت شخص ہی اس روایت کو حجت بنا سکتا ہے، معلوم ہوا کہ اس طرح کی بے راوہ روی کے باعث فرقۂ دیوبندیہ بد دیانت اور خائن بھی ہے اور یہ خیانت و بددیانتی اللہ و رسول و صحابہ کے ساتھ ہے۔ اتنے بڑے خائن و بد دیانت فرقہ سے کسی طرح کی امید خیر کیونکر کی جا سکتی ہے؟

فرقۂ دیوبندیہ نے چوتھی روایت بحوالہ موطأ محمد ص:۱۰۰، نقل کی، مگر روایت مذکورہ کے بنیادی راوی دیوبندیہ کے امام محمد بن حسن کذاب ہیں۔ کما مرّ، اور امام محمد کی بیان کردہ سند کے راوی محمد بن ابان بن صالح قرشی بھی مجروح ہیں، انھوں نے حماد بن ابی سلیمان سے نقل کیا، جنھیں متعدد ائمہ کرام نے کذاب کہا اور متعدد نے کہا کہ ان پر بسا اوقات جنون و آسیب کا اثر ہو جاتا تھا، پھر یہ روایت کیونکر لائق استدلال ہے؟ البتہ فرقۂ دیوبندیہ اپنے کو کسی بھی اصول و ضابطہ کا پابند رکھنے کی بجائے کلی طور پر آزاد سمجھتا ہے، وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ نصوص کے خلاف کسی صحابی کا قول اگر سنداً معتبر بھی ہو حجت نہیں بنایا جا سکتا۔ نماز کی ہر رکعت مستقل ایک نماز ہے اور دیوبندیہ ہی کا دعویٰ ہے کہ ہر نماز میں ﴿فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ کا نفاذ کرنے سے یہ بے راہ فرقہ کیوں گریزاں ہے اور "فاقرؤا ما تیسر" کی تفسیر نبوی بیان ہوئی کہ منفرد و امام پر قراءت فاتحہ مع السورہ پہلی دو رکعتوں میں فرض ہے اور آخری رکعات میں محض قراءت فاتحہ فرض ہے، اس اعتبار سے دیوبندیہ کی تمام نمازیں باطل ہوئیں۔ حضرت ابن مسعود سے نماز کی ہر رکعت میں قراءت فاتحہ کا ثبوت موجود ہے۔ تفصیل ہماری کتاب "مسائل فاتحہ" میں ہے۔

مقتدی کی قراءت:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے چودہویں مسئلہ کے تحت لکھا کہ بحالت قیام مقتدی امام کے پیچھے قراءت قرآن نہ کرے۔

> "مقتدی نماز میں ثناء پڑھ کر خاموش ہو جائے، قراءت نہ کرے بلکہ امام کی قراءت دھیان سے سنے، اپنے اس بیان کے تحت دیوبندیہ نے نمبر۲ لگایا اور کہا ﴿وَ إِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (الاعراف: ۹۰) یعنی جب قراءت قرآن ہو تو مقتدی اس کی طرف دھیان دے کر سنے اور خاموش رہے۔
>
> فائدہ= امام احمد بن حنبل، امام التفسیر محمد بن حسن النقاش، امام جصاص رازی، حافظ ابن عبدالبر، حافظ ابن تیمیہ، وغیرہ ائمہ حدیث وتفسیر وفقہ فرماتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز میں قراءت کے سلسلے میں نازل ہوئی۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۲۳)

نماز میں اس آیت کے نزول پر اجماع ہی دلالت کرتا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے جہری قراءت یا جہری کلام کیے بغیر سری طور پر قراءت قرآن کرے اور حدیث نبوی نے اس قراءت کی حد مقرر کردی کہ مقتدی صرف قراءت سورۂ فاتحہ کرے، لہٰذا اسی پر سب کا اجماع ہونا چاہیے کہ مقتدی پر قراءت فاتحہ فرض ہے، کیونکہ بصیغہ امر یہ حکم دیا گیا اور صیغہ امر اصلاً افتراض و وجوب کے لیے آتا ہے، جب تک کہ کوئی معتبر قرینہ صارفہ نہ ہو اور یہاں کوئی معتبر قرینہ صارفہ نہیں، بلکہ متواتر المعنی حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ مقتدی پر قراءت فاتحہ رکن و فرض ہے۔

فرقۂ دیوبندیہ نے نمبر۲ کے تحت کہا کہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ رسول ﷺ نے خطبہ کے دوران ہمارا دستورِ عمل واضح کیا اور نماز پڑھنے کی تعلیم دی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إذا صليتم فأقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم أحدكم، فإذا كبر فكبروا و إذا قرأ فأنصتوا و إذا قال: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ فقولوا آمين، الحديث برواية الجرير عن سليمان عن قتادة"

(صحيح مسلم: ١/١٧٤، مسند احمد: ٤/٤١٥ و ابن ماجه، ص: ٦١، و دارقطني: ١/٣٣٠)

یعنی جب تم مقتدی لوگ نماز پڑھو تو صفیں سیدھی رکھو، تم میں سے کوئی امام ہو، جب وہ تکبیر تحریمہ کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو، جب وہ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہے تو تم آمین کہو۔"

و عن أبي هريرة مرفوعاً إنما جعل الإمام ليؤتم به فإذا كبر فكبروا و إذا قرأ فأنصتوا" الخ

(نسائي: ١/١٠٧، و مسند احمد: ٢/٣٧٦، و ابن ماجه، ص: ٦١، و شرح معاني الآثار: ١/١٤٩، و مصنف ابن أبي شيبة: ١/٣٧٧، و صححه إمام مسلم و آخرون)

یعنی یہ فرمان نبوی ہے کہ امام اقتداء کے لیے ہی بنایا جاتا ہے، لہٰذا جب وہ تکبیر تحریمہ کہے تو تم مقتدی لوگ بھی تکبیر تحریمہ کرو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۲۳ و ۲۴)

ہم کہتے ہیں کہ یہ دعویٰ دیوبندیہ باطل ہے کہ حدیث ابوموسیٰ اشعری کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، کیونکہ انھوں نے ضمنی طور پر اس کا ذکر کیا ہے اور جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ مقتدی امام کی پیروی کرے، تو امام تکبیر تحریمہ کے بعد دعائے افتتاح پڑھ کر سورت فاتحہ مع السورۃ الاخری پڑھتا ہے، لہٰذا مقتدی بھی اقتدائے امام میں تکبیر تحریمہ کے بعد دعائے افتتاح پڑھ کر سورت فاتحہ بھی پڑھے اور دوسری سورہ اس لیے نہ پڑھے کہ اسے متواتر المعنی حدیث نبوی کے ذریعہ فاتحہ سے زیادہ قراءت قرآن سے منع کردیا گیا ہے، لہٰذا اقتدائے امام کے حکم کے ساتھ قراءت

امام کی پیروی میں مقتدی کا قراءت فاتحہ سے منع کرنا غیر معقول بات ہے، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے جہری قراءت وکلام کی بجائے اِنصات بوقت قراءت امام ملحوظ رکھتے ہوئے سکتات امام میں سورہ فاتحہ ضرور بالضرور پڑھے اور متواتر حدیث نبوی پر عمل کرتے ہوئے زائد از فاتحہ کی قراءت نہ کرے اور جب امام سورہ فاتحہ پڑھ چکے، اور مقتدی بھی اقتدائے امام میں سورہ فاتحہ پڑھ چکے، تو دونوں آمین کہیں، یہ بات اس صورت میں ہے کہ زیر بحث حدیث کو تقلید امام مسلم وغیرہ میں صحیح مان لیں، ورنہ درحقیقت یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ اس میں کئی علل قادحہ ہیں، جن کا ذکر ہم فرقۂ دیوبندیہ کی اس کے پہلے والی دو کتابوں کے ردّ میں کر چکے ہیں ۔ ہماری مذکورہ بات حضرت ابوہریرہ وابوموسیٰ والی حدیث کے مجموعہ سے مستفاد ہے۔

فرقۂ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا احادیث کے بعد حضرت جابر بن عبداللہ سے یہ فرمان نبوی نقل کیا کہ:

" من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة" (رواه أحمد بن نافع و قال:الحافظ البوصيرى في الإتحاف :٢/٣٤٥، على شرط الشيخين) یعنی فرمان نبوی ہے کہ "من كان له إمام فقراء ة الإمام له قراء ة " الخ......

(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۲۴)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں فرقۂ دیوبندیہ نے یہودیوں والی تحریف کر رکھی ہے، ورنہ اس کا صحیح معنی دوسری نصوص کے پیش نظر یہ ہے کہ امام کی قراءت محض امام کی اپنی قراءت ہے اور مقتدی پر فرض ہونے والی قراءت مقتدی پر کرنی فرض ہے۔

مرفوع حدیث ابی ہریرۃ:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا کہ ہمارے رسول ﷺ نے جہری قراءت والی ایک نماز سے فارغ ہو کر مقتدیوں سے یہ فرمایا کہ:

" هل قرأ معي أحد آنفا؟ فقال:رجل نعم، يا رسول الله فقال:رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما لي أنازع القران ، فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه بالقراءة حين سمعوا ذلك من رسول الله صلى الله عليه وسلم (موطأ مالك،صفحه:٢٩، و رواه الترمذي و قال:هذا حديث حسن في أكثر النسخ و في بعضها صحيح، و قال الحافظ أبو علي الطوسي في كتاب الأحكام من تاليفه: هذا حديث حسن و صححه الحافظ أبوبكر الخطيب في كتابه المدرج، الإعلام للمغلطائى، قلمى:٤/٨٢، وصححه أيضاً أبو حاتم الرازى و ابن كثير في تفسير القرآن:٢/٢٨٧)

یعنی کیا تم میں سے کسی نے میرے پیچھے قراءت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی ہاں میں نے! تو

آپ ﷺ نے فرمایا: جبھی تو میں اپنے جی میں کہہ رہا تھا میرے ساتھ نماز میں منازعت کیوں ہو رہی ہے؟ اس کے بعد جہری نمازوں میں صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے پیچھے قراءت ترک کردی'' (اس حدیث پاک پر فنی بحث کے لیے **مسند أحمد** مع تعلیق أحمد شاکر: ۱۲/ ۲۵۸، ۲۸۵، کا مطالعہ کیجیے۔)

نوٹ = اس مسئلہ کی تفصیلات کے لیے دیکھئے ہماری کتاب ''امام کے پیچھے مقتدی کی قراءت کا حکم'' زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۴، ۲۵)

ہم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پیچھے نماز میں بحالت قراءت کسی ایک مقتدی نے **بالجھر** قراءت کرکے منازعت پیدا کی، اسی طرح کی منازعہ والی مقتدی کی قراءت سے ممانعت نبوی کی گئی ہے، ورنہ بلا منازعہ سری طور پر مقتدی کو قراءت فاتحہ کرنی فرض ہے۔ حدیث نبوی کے ان الفاظ کے بعد والی عبارت خواہ صحابہ کی ہو یا غیر صحابہ کی ترک قراءت مقتدی کی دلیل ہونے کے بجائے منازعہ کے بغیر قراءت فاتحہ کے فرض و رکن ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ نص کے بالمقابل صحابہ و غیر صحابہ کا طرز عمل حجت نہیں ہوسکتا، ہم دیکھتے ہیں کہ وفات نبوی کے بعد آپ ﷺ سے قریب رہنے والے صحابہ بلکہ تمام صحابہ فاتحہ خلف الامام پڑھنے کا التزام کرتے تھے، لہٰذا فرمان نبوی کے بعد والی اس روایت کی زیادتی معلول و غیر معتبر ہے۔ ہم نے مسند احمد پر تعلیق احمد شاکر دیکھی ہے، خصوصاً زیر نظر حدیث پر، مگر اس سے مقصود دیوبندیہ کا اثبات نہیں ہوتا اور دیوبندیہ کی محولہ کتاب کا رد ہم لکھ چکے ہیں، دیوبندیہ ہمارے اس ردّ کا مطالعہ غیر جانب دار ہو کر اللہ کے سامنے حساب سے ڈرتے ہوئے کریں۔

آمین کی بحث:

اپنی مذکورہ بالا تلبیسات و تغلیطات کے بعد فرقۂ دیوبندیہ نے پندرہویں مسئلہ کے تحت کئی احادیث نقل کیں اور ان کا مطلب یہ بتلایا کہ امام و مقتدی دونوں آمین بالجھر نہ کہیں بلکہ بالسر کہیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۶ تا ۲۸)

اسی طرح کی ایک دیوبندی کتاب کے ردّ میں ہم نے بہت پہلے ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' لکھی، اسے فرقۂ دیوبندیہ ملاحظہ کرے۔

نیت۔ (تنبیہ بلیغ)

فرقۂ دیوبندیہ نے بحالت قیام نماز کی نیت پر بحث کی ہے اور اسے فرض قرار دیا ہے اور کہا کہ نیت دل سے ہوتی ہے نہ کہ زبان سے (دیوبندی، کتاب صفحہ: ۱۱، ۱۲)

ہم دیکھتے ہیں کہ دیوبندیہ زبان سے بھی نیت کرتے ہیں، یہ اس کی دوغلی پالیسی ہے، بہت سے ائمہ نے صراحت کی ہے کہ زبان سے نیت بدعت ہے، نیز فرقۂ دیوبندیہ نماز کی کنجی و کلید وضوء کے لیے نیت صرف مستحب کہتا ہے اور کتاب و سنت دونوں میں کسی بھی اطاعت کو انجام دینے کے لیے نیت کو فرض قرار دیا گیا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ

فرقۂ دیوبندیہ بلاوضوء ہی نمازیں پڑھتا ہے، مگر اس کی نماز باطل وکالعدم ہے۔ قیام کی حالت میں دیوبندیہ کے فقہی فتاوے نصوص کی نظر میں باطل ومکذوب قرار پاتے ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دیوبندیہ کا نماز میں قیام نصوص شرعیہ کے بالکل خلاف ہے۔

تنبیہ بلیغ ثانی:

فرقۂ دیوبندیہ نے حضرت ابوہریرہ کی روایت کردہ یہ حدیث نبوی نقل کی کہ:

"إذا قمت إلى الصلاة فأسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة و كبر" (مسلم:۱/۱۷۰)

یعنی جب تم نماز قائم کرنے کا ارادہ کرو، تو مکمل طور پر وضوء کرو، پھر قبلہ رخ ہو جاؤ اور تکبیر کہو۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ ارشاد نبوی ہے کہ نیت کے بغیر وضوء صحیح ہی نہیں ہوتا اور بصیغہ امر نماز کے لیے وضوء کا حکم دیتے ہوئے کہا گیا کہ "توضؤوا باسم الله" بسم اللہ کہہ کر وضو کرو، اور امر کا صیغہ وجوب وافتراض کے لیے ہے، الا یہ کہ کوئی معتبر قرینہ صارفہ ہو اور یہاں کوئی قرینہ صارفہ کیا ہے؟ معنیً اس کی تائید میں حدیث نبوی "لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه" موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو ہماری کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز") فرقۂ دیوبندیہ کے یہاں وضوء کے لیے بسم اللہ کہنا صرف مسنون ومستحب ہے جس کا جی چاہے کہے جس کا نہ چاہے نہ کہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرض سمجھے بغیر دیوبندیہ کا بسم اللہ کے ساتھ وضوء بھی صحیح نہیں اور جب وضوء صحیح نہیں جس پر نماز صحیح ہونے کا دارومدار ہے، تو دیوبندیہ بظاہر نمازی ہونے کے باوجود درحقیقت بے نماز ہیں۔

فرقۂ دیوبندیہ کی اس مستدل حدیث میں استقبال قبلہ کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہے، مگر دیوبندیہ کی کتابیں متفق ہیں کہ تکبیر کیبجائے غیر تکبیر کہے بھی نماز صحیح نہیں ہوگی، یہ حکم شرعی بھی صیغہ امر سے صادر ہونے کے سبب فرض ہے، مگر دیوبندیہ تکبیر کی بجائے بلادلیل و حجت غیر تکبیر کو تکبیر کا بدل مانتے ہیں، لہٰذا اس فرض کے خلاف محاذ آرائی کے سبب بھی ان کی نماز نماز نہیں ہوتی اور فرقۂ دیوبندیہ کی مستدل اس حدیث کے عام طریق میں "ثم اقرأ بما تيسر معك من القرآن" یہ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے اسی صفحہ پر ہیں، جس کے حوالہ سے دیوبندیہ نے یہ حدیث نقل کی ہے اور اس کی تفسیر نبوی میں کہا گیا کہ:

"إذا قمت فتوجهت إلى القبلة، فكبر ثم اقرأ بأم القرآن و بما شاء الله أن تقرأ"

یعنی جب تم نماز کے لیے قبلہ رخ ہو کر تکبیر تحریمہ کہہ چکو، تو دعائے افتتاح وتعوذ وتسمیہ پڑھو جیسا کہ متواتر المعنی حدیث نبوی میں ہے، پھر سورہ فاتحہ پڑھو اور سورہ فاتحہ کے بعد مزید قرآن مجید میں جس قدر تمھیں میسر ہو پڑھو۔

(سنن أبي داود، مع عون المعبود:۳/۷۱، و مع شرح مختصر سنن أبي داود للحافظ ابن القيم الجوزية، طبع

بیروت، باب صلوٰۃ من لا یقیم صلبه في الرکوع و السجود حدیث نمبر:٨٥٤، و مسند أحمد مع الفتح الرباني:١٥٦/٣، و صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ١٧٨٤، ١٣٨/٣)

یہ حکم نبوی نماز کی ہر رکعت کے لیے ہے چاہے وہ نماز ایک رکعت والی ہو یا دو رکعت والی ہو یا تین رکعت والی ہو یا چار رکعت والی ہو یا اس سے زیادہ رکعت والی ہو یہ حکم نبوی صیغہ امر کے ساتھ وارد ہوا ہے، جو فرض و رکن نماز ہونے پر دال ہے، مگر فرقۂ دیوبندیہ نے اس کتاب میں اشارۃً بھی اس فرمان نبوی کا ذکر نہیں آنے دیا، نہ اس موضوع پر دیوبندی تحفظ کانفرنس کے موقعہ پر لکھی گئی دوسری کتابوں میں آنے دیا اور بہت ظاہر ہے کہ یہ حرکت دیوبندیہ کی حق پوشی اور تلبیسات پرستی اور انتہائی فریب کاری و مکاری ہے کہ لوگوں کو شریعت کے اس فریضہ واضحہ سے واقف کرانے کی بجائے اسے چھپانے کی اپنی عادت والی بے راہ روی اختیار کی۔

صف کے پیچھے تنہا کھڑے ہونے والے مقتدی کی نماز باطل ہے:

نماز میں بحالت قیام صف میں کھڑے ہونا بھی فرض ہے، اس فریضہ کو ترک کر کے صف سے پیچھے ہی تن تنہا کھڑے ہونے والے نمازی کی نماز حکم شریعت کے مطابق نماز ہی نہیں ہوگی، بلکہ کالعدم ہوگی، چنانچہ حضرت وابصة بن معبد بن عتبہ اسدي صحابی سے مروی ہے کہ:

"أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رأی رجلاً یصلي خلف الصف وحده فأمره أن یعید الصلوٰة"

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو صف کے پیچھے تن تنہا نماز پڑھتے دیکھا، تو اس کی نماز کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ تم پھر سے نماز دہرا کر پڑھو۔

(سنن أبي داود مع عون المعبود:٢٦٥/٢،حدیث نمبر: ٦٧٨، و صحیح ابن حبان و مسند أحمد:٢٢٧/٤،٢٢٨، والترمذي وابن ماجه و ابوداود الطیالسي والدارقطني والدارمي وابن الجارود ، وسنن بیهقي:١٠٤/٣،١٠٥، و شرح معاني الآثار للطحاوی، و محلی ابن حزم:٥٨/٤، وصحیح ابن خزیمه و مستدرك حاکم. مرعاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح:٢٣/٤،٢٤)

نیز یہ حدیث حضرت علی بن شیبان صحابی سے بسند معتبر مروی ہے۔

(مسند أحمد:٢٣/٤، و ابن ماجه ، محلی ابن حزم:٥٣/٤، و سنن بیهقي: ١٠٥/٣، وصحیح ابن حبان و مسند بزار. مرعاة شرح مشکوٰة:٢٢/٤،٢٣)

یہ حدیث حضرت طلق بن علی و حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے، جن میں سے بعض خفیف الضعف اور بعض شدید الضعف ہیں جو حدیث وابصہ وعلی بن شیبان کی معنوی متابع وشواہد ہیں۔

فرقۂ دیوبندیہ نے ان احادیث کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا، جو نہایت واضح قسم کی تلبیس کاری ہے اور فرقۂ دیوبندیہ کی تکذیب بھی ان احادیث سے ہوتی ہے، کیونکہ ان احادیث کے خلاف ان کا عمل ہے۔ بحالت قیام نماز

میں اتنی ساری بے راہ روی دیوبندیہ نے اختیار کر رکھی ہیں پھر بھی مدعی ہیں کہ ہمارا عمل نصوص کے مطابق ہے، ایسی اکاذیب وتلبیسات پرستی بھلا کسی نے دیکھی ہوگی؟

مسئلہ آمین:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب میں مسئلہ ۱۵، کے تحت کہا کہ:

''امام سورہ فاتحہ کی قراءت ختم کر چکے، تو امام و مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں، اس سلسلے میں فرقۂ دیوبندیہ نے پانچ مرفوع احادیث اور دو آثار صحابہ کا ذکر کیا اور سب کو معتبر ہی سمجھ کر دلیل بنایا۔ (زیر نظر دیوبندی، کتاب: ۲۵ تا ۲۸)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی نقل کردہ احادیث مرفوعہ میں اوّل الذکر چار احادیث مرفوعہ میں اس کی کوئی صراحت نہیں کہ امام ومقتدی جہری آواز میں آمین کہیں یا سرّی آواز میں۔ البتہ چاروں احادیث کا مستفاد ہے کہ جہری قراءت والی نماز سے متعلق یہ چاروں احادیث ہیں، کیونکہ ان میں یہ صراحت ہے کہ جب امام سورہ فاتحہ ختم کر چکے، تو امام و مقتدی آمین کہیں، اور صرف جہری قراءت والی نماز ہی میں مقتدیوں کو معلوم ہوسکتا ہے، امام کب قراءت فاتحہ کر چکا اور سری نماز میں ممکن نہیں کہ مقتدی جان سکیں کہ کب امام سورہ فاتحہ پڑھ چکا۔ چوتھی روایت میں صراحت ہے کہ ''إذا أمن الإمام فأمنوا'' امام جب آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ ظاہر ہے کہ جب امام جہری آواز میں آمین کہے گا، تبھی مقتدیوں کو علم ہو سکے گا کہ امام نے آمین کہی، لہٰذا اس سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ امام کو بالجہر آمین کہنے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔

دیوبندیہ کی نقل کردہ پانچویں مرفوع حدیث میں کہا گیا ہے کہ ''فلما بلغ ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالّين﴾ قال: آمين و أخفى بها صوته'' یعنی جب رسول اللہ ﷺ بحیثیت امام سورہ فاتحہ پڑھ چکے، تو آپ ﷺ نے آمین کہا اور اس کی آواز کو مخفی رکھا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی مخفی والی آواز آمین کو مقتدیوں نے سنا، تبھی تو انھوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی آواز آمین مخفی تھی، ورنہ انھیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ آپ ﷺ کی آواز آمین مخفی ہے یا غیر مخفی، مخفی آواز اس کے منافی نہیں کہ آواز جہری نہیں تھی، ہم نے چھ سال پہلے طبع ہونے والی کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' صفحہ: ۲۷۷ تا صفحہ ۲۸۳، میں حضرت وائل بن حجر کی یہ صحیح حدیث فرقۂ دیوبندیہ کی تکذیب میں پیش کی کہ وائل نے کہا: ''صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعته حين قال: ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالّين﴾ آمين و أخفى صوته'' یعنی میں نے معیت نبوی میں نماز پڑھی، تو میں نے سنا کہ سورہ فاتحہ پڑھ کر آپ ﷺ نے آمین کہی اور آواز آمین کو مخفی رکھا۔'' اس حدیث سے

صاف ظاہر ہے کہ ختم فاتحہ کے بعد آپ ﷺ نے جو آمین مخفی آواز میں کہی۔

اسے حضرت وائل بن حجر نے سنا اور آپ ﷺ کی آمین والی مخفی آواز کا مسموع ہونا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی آواز آمین جہری تھی، لہٰذا اخفاء جہر کے منافی نہیں اور فرمان نبوی ہے کہ "و لا ترفعوا قبله" یعنی امام کی بالجہر آمین سے پہلے تم آمین بالجہر کر کے صدائے آمین بلند نہ کرو۔ (صحیح مسلم:۱/۱۷۷) اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے مقتدیوں کو بھی بالجہر آمین کہنے کا حکم دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

" کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذا قال: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ قال: آمین حتی یسمعها أهل الصف الاوّل فیرتج بها المسجد"

یعنی رسول اللہ ﷺ ختم فاتحہ کے بعد اتنے زور سے آمین کہتے تھے کہ اسے صف اوّل والے نمازی سنتے تھے اور مسجد گونج اٹھتی تھی۔" (رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز، صفحہ:۲۸۶ تا ۲۸۸)

حضرت معاذ بن جبل نے کہ کہ یہود مسلمانوں پر تین وجہ سے حسد کرتے ہیں، ان میں سے امام کے پیچھے مقتدیوں کا آمین کہنا بھی ہے۔ (رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز، صفحہ:۲۸۹،۲۸۸)

اگر مقتدیوں کی آواز آمین مسموع یعنی جہری آواز والی نہ ہوتی تو اسے یہود سنتے ہی نہیں کہ انھیں اس سے حسد پیدا ہوتا۔ فرقۂ دیوبندیہ بھی آمین بالجہر کہنے سے یہودیوں کی طرح مسلمانوں سے چڑتا اور حسد رکھتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر مسجد حرام کے امام تھے، وہ جہری قراءت والی نماز میں ختم فاتحہ کے بعد بالجہر آمین کہتے اور ان کے پیچھے والے مقتدی بھی بالجہر آمین کہتے، یہاں تک کہ مسجد حرام گونج جاتی۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲/۹۶، ۹۷، حدیث:۲۶۴۰، ومتعدد کتب حدیث)

اور یہ معلوم ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر اپنے نانا خلیفہ راشد اوّل حضرت ابو بکر کی تعلیم کے مطابق نماز پڑھتے تھے اور حضرت ابو بکر تعلیم نبوی کے مطابق اور آپ ﷺ تعلیم جبرائیل کے مطابق نماز پڑھتے تھے اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت ابو بکر حیات نبوی میں حکم نبوی کے مطابق نبوی مرض الموت میں نماز کی امامت مسجد نبوی میں کرتے تھے۔ (ہماری کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" دیکھیں)

فرقۂ دیوبندیہ نے ان ساری احادیث صحیحہ کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا جو اس کی نماز کو خلاف سنت قرار دیتی ہیں، اب یہ دیوبندی اکاذیب وتلبیسات پرستی نہیں تو کیا ہے؟ امام ابو حنیفہ کا فتویٰ ہے کہ مقتدی آمین کہیں مگر امام نہ کہے (موطأ محمد، ص:۱۰۳)

موطا محمد کی باتوں کو دیوبندیہ وحی منزل من اللہ کی طرح حجت مانتے، تو اتنی ساری احادیث کو بطور حجت

دیوبندیہ نے کس لیے نقل کر رکھا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام و مقتدی دونوں آمین کہیں؟

اثر عمر فاروق وعلی مرتضیٰ:

فرقۂ دیوبندیہ نے بحوالہ شرح معاني الآثار، والجوهر النقي نقل کیا کہ
''حضرت عمر فاروق و حضرت علی مرتضیٰ نہ بسم اللہ بالجھر پڑھتے تھے نہ تعوذ وآمین۔'' (دیوبندی کتاب، صفحہ:۲۸)

حالانکہ شرح معاني الآثار(۱/۱۵۰) کے حاشیہ پر حنفی محشی نے اس کی سند میں واقع ابو سعد بن فرمان کو ضعیف مدلس کہا ہے اور اس ضعیف مدلس نے اسے وائل سے معنعن نقل کیا ہے، بنا بریں یہ روایت قطعاً ساقط الاعتبار اور ابو سعد یا ابوسعید سے اسے نقل کرنے والے ابوبکر بن عیاش آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے اور الجوهر النقي میں بھی یہ روایت اسی سند سے مروی ہے۔

اثر ابن مسعود:

فرقۂ دیوبندیہ نے حضرت ابن مسعود کی طرف منسوب کیا کہ وہ تعوذ وتسمیہ کو مخفی طور پر پڑھتے تھے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۲۸، بحوالہ المحلی لابن حزم:۲/۲۰۶)

اس روایت کی سند میں بہت ساری علل قادحہ ہیں، اس لیے یہ بھی مردود ہے۔

رکوع:

مسئلہ۱۶: قراءت سے فارغ ہو کر تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں۔

اس مسئلہ سے متعلق فرقۂ دیوبندیہ نے حضرت ابوہریرہ سے مروی صرف ایک حدیث نقل کی جو صحیحین میں مروی ہے، اگر اس حدیث پر دیوبندیہ کا عمل فی الواقع ہے تو ٹھیک ہے۔ یہ محض اتفاقی حادثہ ہے کہ دیوبندیہ نے کسی ایک حدیث پر عمل کر لیا ہے، ورنہ اس کی پوری نماز بلکہ دوسری اطاعات بھی عموماً خلاف نصوص ہیں۔

قیام کے خاتمہ پر رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے تکبیر کے ساتھ ہر رکعت میں رفع الیدین کرنا نبوی حدیث متواتر سے ثابت ہے، اسے بعض اہل علم واجب اور کچھ اہل علم سنت موکدہ اور بعض سنت مستحبہ کہتے ہیں، مگر احادیث نبویہ متواترہ کے خلاف دیوبندیہ نے محاذ آرائی کر کے کہا کہ یہ رفع الیدین مشروع و جائز بھی نہیں۔

دیوبندیہ کا احکام اسلامیہ کی اتنے بڑے پیمانے پر مخالفت کے باوجود دعویٰ ہے کہ وہی سچا پکا مسلمان بلکہ اہل سنت وجماعت ہے، جب مخالفین سنت و معاندین احادیث نبویہ ہی سچے پکے مسلمان اور اہل سنت کہلانے لگے، تو اسلام و مسلک اہل سنت کا خدا حافظ!!

مسئلہ۱۷: رکوع میں اپنے اوپر کے دھڑ کو اس حد تک جھکائیں کہ گردن و پیٹھ تقریباً ایک سطح پر آ جائیں:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستفتح الصلوٰة بالتكبير و القراء ة بالحمد لله رب العالمين و كان إذا ركع لم يشخص رأسه و لم يصوبه و لكن بين ذلك "

یعنی ام المومنین حضرت عائشہ نماز نبوی کا طریقہ بتلاتی ہیں کہ آپ ﷺ نماز کا افتتاح تکبیر سے اور قراءت قرآن کا افتتاح سورہ فاتحہ سے کرتے تھے، رکوع جاتے تو سر بلند نہ رکھتے اور نہ نیچا بلکہ دونوں کے درمیان رکھتے۔" (صحیح مسلم:۱/۱۹۴، زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۲۹)

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ افتتاح نماز نہ تکبیر کے ساتھ فرض مانتا ہے، جب کہ اس کی نقل کردہ حدیث کا یہی مفاد ہے اور نہ وہ نماز میں قراءت کا افتتاح سورہ فاتحہ کے ساتھ فرض و رکن مانتا ہے، جب کہ اس کی متدل حدیث کا یہی مفاد ہے کہ افتتاح نماز تکبیر ہی کے ساتھ فرض ہے اور نماز کا افتتاح قراءۃ سورت فاتحہ ہے، اور نہ رکوع کے وقت اس کیفیت کو فرض و رکن مانتا ہے، جو اس کی متدل حدیث میں منقول ہے، بلکہ اس فرقہ کی تمام کتابیں یہ بتانے پر متفق ہیں کہ محض برائے نام ایک سیکنڈ کے لیے صورت مذکورہ ملحوظ رکھے بغیر جھک جائے، تو فریضہ رکوع ادا ہو جائے گا، جو فرقہ احادیث نبویہ کا اس قدر مخالف ہو، وہ بھلا کس منہ سے اپنے کو اہل سنت یا سچا پکا مسلمان کہتا ہے؟

رکوع سے متعلق دیوبندیہ کی ذکر کردہ دوسری حدیث:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن ابن عباس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ركع استوى، فلو صب على ظهره ماء لاستقر"

یعنی حضرت ابن عباس نے صورت رکوع نبوی یہ بتلائی کہ آپ ﷺ رکوع جاتے تو باقاعدہ مستوی ہو کر جھکے رہتے، اگر اس حال میں آپ ﷺ کی پیٹھ پر پانی ڈالا جاتا تو وہ گرے بغیر برقرار رہتا۔

(مجمع الزوائد:۲/۱۲۳، بحواله طبراني كبير، و أبو يعلى، و عن أبي برزه الاسلمي بحواله طبراني كبير و أوسط و قال: رجالهما موثقون)

ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ صورت رکوع نبوی کو بھی فرقۂ دیوبندیہ فرض نہیں مانتا، جب کہ بہت ساری احادیث اسی کی مقتضی ہیں اور اس صورت رکوع کو زیادہ سے زیادہ مستحب و مسنون مانتا ہے، جیسا کہ اس کی تمام فقہی کتابوں میں صراحت ہے، یعنی کہ اس معاملہ میں بھی فرقۂ دیوبندیہ احادیث نبویہ کا مخالف ہے، فرض و واجب کو مستحب و مسنون

سے بدل دینا یہودیوں والی تحریف بھی ہے جو بھاری جرم ہے۔

مسئلہ ۱۸: رکوع میں پاؤں سیدھے رکھیں خم نہ ہوں، دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں کہ انگلیاں کشادہ ہوں اور بازو پہلو سے دور ہوں:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے رکوع کے وصف مذکور کو بیان کرتے ہوئے اسے اپنی نماز کا اٹھارواں مسئلہ قرار دیا اور کہا:

" عن أنس قال:لي النبي صلى الله عليه وسلم يا بني، إذا ركعت فضع كفيك على ركبتيك و فرج بين أصابعك و ارفع يديك عن جنبيك"

یعنی خادم رسول (ﷺ) حضرت انس بن مالک سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم رکوع کرو تو اپنی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھو اوران کی انگلیاں کشادہ رکھو اور ہاتھوں کو پہلوؤں سے بلند رکھوں۔

(نصب الراية:۱/۳۷۲،و صحيح ابن حبان:۳/۲۷۶، عن ابن عمر في حديث طويل مصنف عبد الرزاق:۲/۱۵۱)

ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ باتوں کو ملحوظ رکھے بغیر محض جھک جانا دیوبندی مذہب میں کافی ہے، یعنی اپنی ذکر کردہ اس حدیث پر بھی پوری طرح دیوبندیہ کا عمل نہیں۔

فرقۂ دیوبندیہ نے دوسرے نمبر کے تحت یہ حدیث نقل کی:

" عن أبي حميد قال:إن رسول الله صلى الله عليه وسلم ركع فوضع يديه على ركبتيه كانّه قابض عليهما و تريديه فنحاهما عن جنبيه"

یعنی حضرت ابوحمید نے نماز نبوی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ نے رکوع کیا، تو ہاتھوں کو گھٹنوں پر اس طرح رکھا گویا انھیں پکڑے ہوں اور بازو تان کر پہلوؤں سے دور رکھا۔"

(سنن ترمذي صفحه:۱/۲۰، وقال:هذا حديث حسن صحيح و هو الذى اختاره أهل العلم الخ

(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۳۰)

ہم کہتے ہیں کہ کتب دیوبندیہ میں مسطور ہے کہ جس طرح بھی الٹا سیدھا اس حدیث میں منقول امور کو ملحوظ رکھے بغیر جھک جائے، تو فریضہ رکوع ادا ہو گیا، یعنی کہ وہ اپنی ہی نقل کردہ احادیث نبویہ کا مخالف ہے۔

مسئلہ۱۹: رکوع میں کم از کم اتنی دیر رکیں کہ تین مرتبہ سبحان ربي العظيم کہہ لیں:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن ابن مسعود أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:إذا ركع أحدكم فقال:في ركوعه، سبحان ربي العظيم ثلاث مرات، فقد تم ركوعه و ذلك أدناه و إذا سجد فقال في سجوده: سبحان ربي الأعلى ثلاث مرات فقد تم سجوده و ذلك أدناه"(سنن ترمذي)

یعنی عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم میں سے جب کسی نے رکوع کیا اور رکوع میں تین بار سبحان ربي العظيم کہا، تو اس کا رکوع پورا ہوگیا اور تین بار والی تسبیح ادنی درجہ کمال ہے، اسی طرح جب سجدہ کرے اور بحالت سجدہ تین بار سبحان ربي الاعلیٰ کہے تو اس کا سجدہ مکمل ہے، یہ تسبیح ادنیٰ درجہ کمال ہے۔"(سنن ترمذي:۱/ ۶۰)

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ کی نقل کردہ یہ حدیث منقطع السند ہے اور اس میں ایک مجہول راوی ہے، مگر دوسری روایات معتبرہ سے اس کی تائید ہوتی ہے اور تین مرتبہ سے زیادہ اضافہ پر متعدد احادیث معتبرہ دال ہیں، لہٰذا ان سے زیادہ کہنا ہی زیادہ افضل واولیٰ ہے ۔ نیز تسبیح مذکورہ کے علاوہ دوسری دعائیں بھی رکوع وسجود میں بأسانيد صحيحه منقول ہیں، مگر دیوبندیہ کا عمل ان پر نہیں ہے۔

دوسری حدیث:

فرقۂ دیوبندیہ نے اس سلسلے میں ایک اور حدیث ذکر کر کے معاملہ مکمل سمجھ لیا حالانکہ اس سلسلے میں مختلف روایات صحیح ہیں:

" عن أبي بكرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسبح في ركوعه سبحان ربي العظيم ثلاثًا و في سجوده سبحان ربي الاعلیٰ ثلاثًا" (رواه البزار والطبراني و إسناده حسن ،آثار السنن:۱/ ۱۱٤)

یعنی حضرت ابوبکرہ ثقفی سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رکوع میں سبحان ربي العظيم تین بار اور سجود میں سبحان ربي الاعلیٰ تین بار کہتے تھے۔"

ہم کہتے ہیں کہ رکوع وسجود کی یہ تسبیح صحیحین ودیگر کتب حدیث میں منقول ادعیہ رکوع وسجود کے بالمقابل کہیں کمتر ہیں، لہٰذا اُن کا زیادہ پڑھنا زیادہ صحیح ہے، مگر دیوبندیہ صرف سبحان ربي العظيم و سبحان ربي الأعلىٰ کو اپنا مذہب بنائے ہوئے ہیں۔

مسئلہ۲۰: پھر رکوع سے اس طرح سیدھے کھڑے ہوں، یعنی قومہ کریں کہ جسم میں کوئی خم باقی نہ رہے:

فرقۂ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

" عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلى ثم جاء فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فرد عليه النبي صلى الله عليه وسلم فقال:ارجع فصل فإنك لم تصل ثلاثا، فقال:والذى بعثك بالحق ما أحسن غيره فعلمني فقال:إذا قمت إلى الصلوة فكبر ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعاً ثم ارفع حتى تعتدل قائماً ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً۔" الحديث

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ مسجد میں آئے، پھر ایک اور شخص آیا اور نماز پڑھ کر آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے اس کا جواب دے کر حکم دیا کہ تم پھر سے نماز پڑھو، کیونکہ تمھاری نماز حقیقت میں نماز نہیں ہوئی، اسی طرح تین بار ہوا تو شخص مذکور نے کہا کہ میں اس سے اچھی نماز پڑھنی نہیں جانتا، آپ ﷺ مجھے صحیح نماز پڑھنے کی تعلیم دے دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو، پھر تمھیں جو میسر ہو وہ قرآن پڑھو، پھر رکوع میں جاؤ یہاں تک کہ مطمئن ہو جاؤ پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ کرو اور باقاعدہ مطمئن ہو کر کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو اور سجدہ میں مطمئن ہو جاؤ۔ الحديث۔ (صحيح بخاری:۱/۱۰۹، وسنن أبي داود: ۱/۱۲۴) زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۳۱، ۳۲)

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی ذکر کردہ مذکورہ بالا حدیث ابی ہریرہ سے بہت زیادہ مخالفت کر رکھی ہے، کیونکہ اس میں منقول ہے کہ جب نماز کے لیے قبلہ رخ کھڑے ہو تو تکبیر کہو، مگر دیوبندیہ تکبیر ہی کہنے کو نہیں بلکہ اس کے بجائے بزبان غیر عربی غیر تکبیر سے بھی افتتاح صلوٰۃ کرتے ہیں، اسی حدیث کے بعض طرق میں صحیح طور پر مروی ہے کہ آپ ﷺ نے "اقرأ ما تيسر معك من القرآن" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: کہ تکبیر کہو پھر سورہ فاتحہ اور سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور تلاوت قرآن کرو، مگر فرقۂ دیوبندیہ اسے بھی فرض نہیں مانتا، نیز اسی حدیث میں واضح طور پر پہلی اور تیسری رکعت کے آخری سجدہ سے اٹھ کر ذرا سا بیٹھ لینے کا بھی ذکر ہے، جسے جلسہ استراحت کہتے ہیں، مگر دیوبندیہ اسے بھی مستحب و مسنون نہیں مانتے، نیز اسی حدیث میں رکوع و قومہ و جلسہ و سجدہ و قعدہ کا جو حکم دیا گیا ہے، اسے بھی صحیح طور پر نہیں مانتا۔ ہماری کتاب "رسول اکرم کا صحیح طریقہ نماز" میں ان باتوں کی تفصیل ہے۔

اس مسئلہ کے تحت حدیث عائشہ صدیقہ میں "إذا رفع رأسه من الركوع لم يسجد حتى يستوي قائما" میں جو بات کہی گئی ہے وہ اگرچہ واجب ہے، مگر دیوبندیہ اسے واجب نہیں مانتے، جیسا کہ ان کی عام کتب فقہ میں تفصیل ہے۔

مسئلہ ۲۱: امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے مقتدی اگر نمازیوں سے مل جائے، تو مقتدی کو رکعت مل گئی:

فرقۂ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

" عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من أدرك ركعة من الصلوة فقد أدركها قبل أن يقيم الإمام صلبه"

یعنی حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے رکوع سے امام کی پشت اٹھانے سے پہلے رکوع پا لیا، اس نے رکعت پالی۔ (صحيح ابن خزيمة: ۴۵/۳، و صحيح ابن حبان) (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۳۲)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے اس حدیث میں اپنی عادت معروفہ کے مطابق تحریف بازی کی ہے، کیونکہ اس حدیث کا صحیح معنی یہ ہے کہ رکوع سے امام کے سر اٹھانے سے پہلے مقتدی نے اگر امام کو پالیا، تو اسے پوری نماز پڑھنے کا ثواب مل جائے گا، ورنہ دیوبندیہ کی تحریف کے سبب اس کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ اگر چار رکعت والی نمازوں میں مقتدی آخری رکعت کے رکوع میں امام کو پالے، تو اس کی پوری نماز مکمل ہوگئی، اسے تین رکعت مسبوقہ پڑھنے کی حاجت نہیں، اسے فرقۂ دیوبندیہ بھی نہیں مانتا، پھر اپنے اصول سے انحراف وبغاوت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مسبوق چھوڑی ہوئی تین رکعت کو بطور فرض ضرور پڑھے۔ ایسے اکاذیب پرست فرقہ کے فتنہ وفساد سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو محفوظ رکھے!

اسی طرح اس مسئلہ کے تحت دیوبندیہ نے جو دوسری حدیث فرقہ نقل کی ہے، اس کا مطلب بھی دیوبندیہ کے اصول سے یہی لازم آیا کہ تین رکعتوں والا مسبوق آخری رکعت میں بحالتِ رکوع امام کو پالے تو اس کی چاروں رکعت ہوگئیں، ایسے گندے اور اصول شریعت سے انحراف والے دیوبندی طریق سے اللہ مسلمانوں کو بچائے جس سے کئی رکعات کے جملہ فرائض سے مسبوق کو چھٹی مل جاتی ہو۔ اس کا مطلب ہم بتلا آئے ہیں کہ ایسے مقتدی کو پوری نماز باجماعت پڑھنے کا ثواب ملے گا اور وہ چار رکعت والی نمازوں کی چاروں رکعتیں ادا کرے گا اور تین رکعت والی نمازوں کی تینوں رکعات ادا کرے گا اور دو رکعت والی نمازوں کی دو رکعت ادا کرے گا اور جس رکعت میں اس نے امام کو بحالت رکوع پایا ہے، اس کی وہ رکعت، رکعت نہیں مانی جائے گی، کیونکہ وہ بحالت قیام فرض عائد ہونے والے بہت سارے فرائض انجام نہیں دے سکا۔

یہی حال اس مسئلہ کے تحت دیوبندیہ کی نقل کردہ تیسری چوتھی احادیث کا بھی ہے۔

مسئلہ ۲۲، رکوع سے کھڑے ہوتے وقت امام سمع اللّٰہ لمن حمدہ اور مقتدی ربنا لك الحمد کہے:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے بائیسویں مسئلہ کے تحت حضرت ابوہریرہ سے مروی یہ حدیث نبوی نقل کی کہ:

" إذا قال: الإمام سمع الله لمن حمده فقولوا أللهم لك الحمد"

یعنی امام رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے سمع الله لمن حمده کہے تو مقتدی ربنا لك الحمد کہے'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۳۳، بحوالہ صحیحین)

دیوبندیہ کی اس تحریف بازی سے لازم آیا کہ امام تکبیر تحریمہ کے بعد بحالت قیام جو فرائض انجام دیتا ہے یا مسنونات بھی، انھیں انجام دینے کے بجائے امام ختم فاتحہ پر آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہے اور یہ معلوم ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد دعائے افتتاح پڑھنا سنت موکدہ اور سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، ان سے مقتدی صاحب چھٹی پا گئے، نیز امام و مقتدی دونوں پر سمع الله لمن حمده و ربنا لك الحمد کہنا ضروری ہے اور ربنا لك الحمد کی بجائے دوسری کئی دعائیں پڑھنے کا حکم ہے، مگر فرقۂ دیوبندیہ یہ نہیں مانتا، حالانکہ اپنے چوبیسویں مسئلہ کے تحت جو دو احادیث دیوبندیہ نے نقل کی، وہی ان کی تکذیب کر رہی ہے۔

مسئلہ:۲۳، رکوع و سجدے میں امام سے پہلے کبھی بھی سر نہ اٹھائیں:

فرقۂ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

" عن أبي هريرة مرفوعاً أما يخشى أحدكم أو لا يخشى أحدكم إذا رفع رأسه قبل الإمام أن يجعل الله رأسه رأس حمار اوصورته صورة حمار"

یعنی کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ڈرتا نہیں جب وہ اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر یا شکل گدھے کی طرح کر دے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۳۴، بحوالہ صحیحین)

ہم کہتے ہیں کہ نوے فیصد سے زیادہ مسائل میں حکم نبوی کی مخالفت بڑے فخر سے کرنے والے دیوبندیہ کیا اس نبوی وعید شدید سے نہیں ڈرتے؟

مسئلہ:۲۴، اکیلے نماز رکوع سے اٹھتے وقت سمع الله لمن حمده اور ربنا لك الحمد دونوں کہیں:

اپنے اس مسئلہ کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے دو احادیث نبویہ نقل کیں کہ آپ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے، تو ''سمع الله لمن حمده، اللهم لك الحمد ملأ السموات و ملأ الأرض و ملأ ما شئت من شيئ بعد'' پڑھتے تھے، مگر دیوبندیہ اپنے مسلک کی تائید میں نقل کردہ ان احادیث کا مخالف ہے، وہ ان دعاؤں کو رکوع کے بعد پڑھنے کو کسی کے لیے بھی روا دار نہیں مانتا، جب کہ یہ احادیث تمام نمازیوں کے لیے ہیں، امام ہو یا مقتدی یا منفرد، احادیث نبویہ کی اتنی کثرت سے مخالفت نیز ان میں تلبیسات دیوبندیہ کا شیوہ و شعار ہے۔

مسئلہ:۲۵، رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع الیدین بہتر نہیں ہے:

اپنے اس مسئلے کے تحت دیوبندیہ نے آٹھ روایات پیش کیں اور قارئین کو تفصیل معلوم کرنے کے لیے اپنی کتاب رفع الیدین دیکھنے کا حکم دیا، مگر ہم نے دیوبندیہ کی چال بازی و تلبیس کاری و کذب بیانی کا پردہ ان کی کتاب رفع

الیدین کے تبصرہ میں فاش کر دیا ہے، نیز اپنی کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" میں اور زیادہ تفصیلی تحقیق پیش کی ہے۔ دیوبندیہ کی اس کتاب کے صفحہ ۳۵ سے صفحہ ۳۸ تک یہ بحث پھیلی ہوئی ہے۔

مسئلہ:۲۶، قومہ کے بعد تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں جائیں اور درج ذیل باتوں کا خیال رکھیں:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے مسئلہ مذکور کے تحت کہا:

ا۔ قومہ سے سجدہ جاتے وقت سب سے پہلے گھٹنوں کو خم دے کر انھیں زمین کی طرف لے جائیں۔

ب۔ جب گھٹنے زمین پر ٹک جائیں تو اس کے بعد سینے کو جھکا دیں۔

ج۔ گھٹنوں کو زمین پر رکھنے کے بعد ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی زمین پر رکھیں۔

۱۔ عن وائل ابن حجر قال: رأيت رسول الله ﷺ إذا سجد يضع ركبتيه قبل يديه و إذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه"

یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے زمین پر ہاتھوں کے رکھنے سے پہلے رکھتے۔"

(سنن ترمذي: ۱/۶۱، و سنن أبي داود: ۱/۱۲۲، و سنن ابن ماجه: ٦٢، و سنن دارمي: ۱/۳۴۷، ومستدرك حاكم: ۱/۱٦۰، قال: الترمذي هذا حديث غريب حسن لا نعرف أحداً رواه غير شريك، قال: و روى همام عن عاصم هذا مرسلاً و لم يذكر فيه وائلا و قال: العلامة النيموي في آثار السنن، والحديث لا ينحط عن درجة الحسن لكثرة طرقه: ۱/۱۱۷، زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۳۸، ۳۹)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی اس مستدل حدیث کی تخریج کرنے والوں میں پہلا نام دیوبندیہ نے سنن ترمذی کا لیا ہے اور سنن ترمذی نے کہا:

"قال: يزيد بن هارون لم يرو شريك عن عاصم بن كليب إلا هذا الحديث إلى ان قال: لا نعرف أحداً رواه غير شريك"

حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کا دارو مدار شریک بن عبداللہ النخعي قاضی پر ہے، جو ابتداء امر میں ثقہ تھے، مگر بعد میں تخلیط اور کثرت اغلاط کے شکار ہو کر ساقط الاعتبار ہو گئے۔ تمام کتب رجال تھذیب و میزان الاعتدال وغیرہ کا ماحصل یہی ہے اور یہ معلوم نہیں کہ انھوں نے یہ حدیث تخلیط سے پہلے بیان کی یا بعد میں؟ محض یہی علت اسے ساقط الاعتبار قرار دینے کے لیے کافی ہے۔ شریک موصوف نے اسے عاصم بن کلیب بن شہاب جرمی کوفی سے نقل کیا، جنھیں امام ابن المدینی نے کہا: لا يحتج به إذا انفرد" جس روایت کی نقل میں موصوف منفرد ہوں، وہ نا قابل حجت ہے۔ (تھذیب التھذیب: ٥/٤٩) اور کوئی شک نہیں کہ عاصم سے اسے نقل کرنے میں شریک منفرد ہیں اور عاصم اسے اپنے باپ کلیب بن شہاب سے نقل کرنے میں منفرد ہیں، اور کلیب سے عاصم کی روایت ضعیف بلکہ بالکل ساقط

الاعتبار ہوتی ہے۔(تهذيب التهذيب، ترجمه كليب بن شهاب:٨/٤٠٠)

لہٰذا اس سند کی یہ دوسری علت قادحہ ہوئی، جب یہ معاملہ ہے تو اس کی سند نہ حسن ہے نہ معتبر بلکہ ساقط الاعتبار ہے، سنن ترمذی کے علاوہ اس حدیث کے لیے دیوبندیہ نے جو حوالے بھی دیے، اسی سند سے منقول ہیں، البتہ بعض روایات میں اسے موسلاً بھی روایت کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت اصلاً مرسل ہی ہے۔ جسے بعض رواۃ نے وہم کا شکار ہو کر کے اسے متصلاً نقل کر دیا ہے اور مرسل کا بھی ضعیف ہونا محقق ہے یہ حدیث بسند موسل سنن ابی داود وغیرہ میں اسی سند سے منقول ہے، جس میں عاصم بن کلیب ہیں اور مرسل ضعیف ہی ہے، کیونکہ عاصم بن کلیب سے متعلق ہماری تصریح گزر چکی ہے کہ یہ سند ساقط الاعتبار ہے اور مرسل بذات خود ضعیف ہے، چہ جائے کہ یہ مرسل ساقط الاعتبار بھی ہو۔ اس لیے دیوبندیہ نے اپنے ہم مسلک نیموی جیسے اکاذیب پرست کو علامہ کہہ کے نیموی سے جو نقل کیا کہ یہ حدیث حسن ہے، وہ نیموی کے اکاذیب میں سے ہے، جس کی تقلید سارے دیوبندیہ اکاذیب پرست ہونے کے سبب کر رہے ہیں، نیموی یعنی اکاذیب پرستی میں نیموی کے مقلدین دیوبندیہ نے یہ جھوٹا دعویٰ بھی کیا کہ یہ حدیث کثرت طرق کے سبب حسن ہے، نیموی تو زمانہ پہلے اس دنیا سے چلے گئے مگر فرقۂ دیوبندیہ میں اگر دم ہے، تو وہ جس نیموی کا مقلد ہے، جب کہ وہ اپنے کو مقلد ابی حنیفہ کہتا ہے، اس روایت کا کثیر الطرق ہونا ثابت کر دکھائے۔ اگر اس میں ذرا بھی سچائی اور علمی غیرت ہے، ورنہ اس فرقۂ دیوبندیہ کا بھی آخرت میں وہی انجام ہوگا، جو نیموی کا ہوگا۔

اپنی تائید میں فرقۂ دیوبندیہ کا نقل کردہ اثر عمر فاروق:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی ساقط الاعتبار مرفوع و مرسل روایت وائل بن حجر کو تقلید نیموی میں حسن کہہ کر اس کی تائید میں اثر فاروق نقل کیا:

"عن علقمة و الأسود قالا حفظنا عن عمر في صلوته إنه خر بعد ركوعه على ركبتيه كما يخر البعير ووضع ركبتيه قبل يديه"

یعنی علقمہ و اسود نے کہا کہ حضرت عمر فاروق کی نماز والی یہ بات ہمیں یاد ہے کہ وہ رکوع کے بعد اپنے گھٹنوں کے بل ایسا ہی گرتے تھے، جیسا اونٹ گرتا ہے اور انھوں نے ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھا۔" (شرح معاني الآثار:١/١٥١، زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:٣٩)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت کی پوری سند اس طرح ہے:

"حدثنا فهد بن سليمان ثنا عمربن حفص ثنا أبي ثنا الأعمش قال:حدثني إبراهيم عن أصحاب عبد الله علقمة والأسود الخ"

(شرح معاني الآثار، نسخه ديوبنديه:١/١٥١، و نسخه ثانيه:١/١٨٢)

اس سند میں واقع عمر بن حفص اور ان کے باپ ثقہ ہونے کے باوجود آخر میں کثیر الخطاء اور سی ٔ الحفظ ہو گئے تھے جیسا کہ کتب رجال میں ان کے تراجم سے پتہ چلتا ہے اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کے کثیر الخطاء و الغلط ہونے کے بعد ان سے فہد بن سلیمان نے اس حدیث کو سنا، یا نہیں مگر واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کثیر الخطاء ہونے کے بعد سنا ہے، جیسا کہ آنے والی تفصیل سے معلوم ہو گا۔ اس سند میں ابراہیم نخعی بھی واقع ہیں جو مدلس اور نہایت صغیر تابعی محض باعتبار روایت تھے انھوں نے اصحاب عبداللہ بن مسعود علقمہ و اسود سے اسے نقل کیا امام نخعی نے علقمہ و اسود سے معنعن ہی نقل کیا، اس لیے ان علل کے باعث اثر فاروقی کی یہ سند غیر معتبر ہے۔

اس کا متن اس کے غیر معتبر سند سے مروی ہونے پر واضح دلیل ہے، کیونکہ اونٹ کا گھٹنا اس کے ہاتھوں میں ہوتا ہے، جس کو وہ زمین پر بیٹھتے وقت سب سے پہلے ٹیکتا ہے اور اونٹ ہی کی طرح گھٹنے کے بل یعنی ہاتھوں کو پہلے زمین پر، اس روایت کے مطابق حضرت عمر فاروق سجدہ جاتے وقت اپنے ہاتھ زمین پر پہلے رکھتے تھے۔ اگر اس حدیث کو دیوبندیہ حجت مانتے ہیں، تو انھوں نے اپنے جس موقف کی تائید میں یہ حدیث نقل کی ہے، وہ بہت واضح طور پر ان کے خلاف حجت بالغہ ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ اس روایت کا صرف اس قدر مطلب ہے کہ حضرت عمر فاروق اتباع احادیث نبویہ میں سجدہ جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھتے تھے پھر گھٹنے، اور چونکہ یہ خلیفہ راشد کا عمل ہے، لہٰذا اس پر حنفیہ دیوبندیہ کو عمل کرنا واجب ہے، ہم تو اس پر عمل کرتے ہی ہیں۔

فرقۂ دیوبندیہ کا اپنی تائید میں پیش کردہ اثر عبداللہ بن یسار:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

"عن عبد اللّٰه بن يسار إذا سجد وضع ركبتيه ثم يديه ثم وجهه فإذا أراد أن يقوم رفع وجهه ثم يديه ثم ركبتيه قال: عبد الرزاق: ما أحسنه من حديث وأعجب به"

یعنی عبداللہ بن مسلم بن یسار کہتے ہیں کہ میرے باپ مسلم بن یسار سجدہ کرتے تو پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے، پھر ہاتھوں کو پھر چہرے کو اور جب سجدہ سے اٹھتے تو پہلے چہرے کو اٹھاتے پھر ہاتھوں کو پھر گھٹنوں کو، عبدالرزاق راوی حدیث نے کہا کہ یہ کتنی اچھی اور پسندیدہ حدیث ہے۔

(مصنف عبد الرزاق:٢/١٧٧، و مصنف ابن أبي شيبه:١/٢٩٥)

ہم کہتے ہیں کہ اس کی سند یہ ہے:

" قال: الإمام ابن أبي شيبة حدثنا معتمر عن كهمس عن عبد اللّٰه بن مسلم بن يسار عن أبيه" (مصنف ابن أبي شيبه:١/٢٦٣)

مسلم بن یسار چوتھے درجہ کے تابعی یعنی صغار تابعین میں سے ہیں، صغار تابعین کیا اگر کبار صحابہ کا ذاتی عمل

نصوص کے خلاف ہو تو حجت نہیں، یہی اصول دیوبندیہ کا بھی ہے، امام ابوحنیفہ کے کئی اساتذہ سجدہ جاتے وقت پہلے ہاتھ ہی زمین پر رکھتے اور امام اوزاعی کا فرمان ہے کہ

"أدركت الناس يضعون أيديهم قبل ركبهم"

یعنی میں نے لوگوں کو مراد تابعین کو دیکھا کہ وہ گھٹنوں سے پہلے سجدہ جاتے وقت اپنے ہاتھ زمین پر رکھتے ہیں۔ (تحفة الأحوذي: ۱۱۸/۲، ۱۱۹)

دیوبندیہ اتنے سارے تابعین کے طریق پر کیوں عمل نہیں کرتے؟ متعدد احادیث صحیحہ میں فرمان نبوی منقول ہے کہ سجدہ جاتے وقت نمازی گھٹنے سے پہلے ہاتھ رکھیں، مگر دیوبندیہ احادیث معتبرہ صحیحہ کے برخلاف ساقط الاعتبار روایات پر عمل کرتے ہیں، کہو یہ کون سا دھرم ہے۔

مسئلہ:۲۷، سجدہ میں دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں کی انگلیاں و پیشانی مع ناک زمین پر ٹیک دیں:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے اس مسئلہ کے تحت صرف ایک حدیث نقل کی اور اس معاملہ میں ہم دیوبندیہ کے موافق محض احادیث نبویہ کے سبب ہیں۔ یہی حال تقریباً اٹھائیسویں مسئلہ سے لے کر تیسویں مسئلہ تک ہے، جن میں بعض میں ہمارے ملاحظات ہیں، جو گزر چکے ہیں۔

مسئلہ:۳۳، سجدہ سے فارغ ہوں تو تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھائیں اور بایاں پیر بچھا کر اس پر بیٹھ جائیں......الخ

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن عائشة مرفوعاً و كان إذا رفع رأسه من الركوع لم يسجد حتى يستوي قائما، وكان إذا رفع رأسه من السجدة لم يسجد حتى يستوي جالسا وكان يقول في كل الركعتين التحية وكان يفترش رجله اليسرى و ينصب رجله اليمنىٰ" (صحيح مسلم: ۱۹٤/۱)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ میں نہ جاتے، یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاتے، اور جب سجدہ کرتے تو دوسرا سجدہ نہ کرتے، یہاں تک کہ سیدھے بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ ہر دو رکعت میں التحیات ہے اور بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں کھڑا رکھتے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۴۳)

اسی معنی کی دوسری حدیث ابوحمید ساعدی والی بھی فرقۂ دیوبندیہ نے نقل کر رکھی ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۴۴)

ہم کہتے ہیں کہ یہ کیفیت سجود و جلوس میں اس صورت میں ہے، جب نماز میں ایک سے زیادہ قعدہ کرنا ہو، دریں صورت پہلے قعدہ یا دوسرے قعدہ میں اس طرح سجود اور قعدہ ادا کیے جائیں گے، ورنہ جس قعدہ میں سلام پھیرنا ہو، اس کی صورت بدلی ہوگی۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' میں ہے۔

مسئلہ:۳۴، جلسہ میں کم از کم اتنی دیر بیٹھیں کہ ''رب اغفرلی'' کہہ سکیں:

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی بیان کردہ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جلسہ اتنی دیر کافی ہے، جس میں صرف ایک بار ''رب اغفرلي'' کہا جا سکے، مگر اس فرقہ نے اپنے اس مسئلہ کے لیے جو حدیث پیش کی ہے، وہ دیوبندی مزعوم کے خلاف ہے، چنانچہ دیوبندیہ نے کہا:

'' عن حذيفة مرفوعاً كان يقول بين السجدتين: رب اغفرلي''

(سنن النسائي: ١/١٧٢، وسنن دارمي: ١/٣٤٩، و رواه أبوداود ضمن حديث طويل في كتاب الصلوٰة، باب ما يقول الرجل في ركوعه و سجوده)

یعنی آپ ﷺ جلسہ میں ''رب اغفرلي......رب اغفرلي'' کہتے رہتے تھے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۴۴)

ہم کہتے ہیں کہ دعویٰ دیوبندیہ ہے کہ جلسہ میں صرف ایک بار ''رب اغفرلي'' کہا جائے اور اس دعویٰ کے ثبوت میں جو ثبوت پیش کیا ہے، اس میں دوبار ''رب اغفرلي'' مذکور ہے، یہ دیوبندی بے راہ روی ہے، پھر ''رب اغفرلي، رب اغفرلي'' کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اس دعاء کو بار بار دہراتے تھے، صرف دوبار کہنے پر اکتفاء نہیں کرتے تھے اور یہ دعاء آپ ﷺ فرض وغیر فرض ہر نماز میں پڑھتے تھے، جیسا کہ اس کے اطلاق سے ظاہر ہے۔ مگر دیوبندیہ کا عمل بہرحال اس نبوی حدیث مطلق کے بالکل خلاف ہے، ایک دوسری حدیث نبوی میں ہے کہ آپ ﷺ جلسہ میں ''اللهم اغفرلي وارحمني و عافني وارزقني واجبرني'' پڑھا کرتے تھے۔ (جامع الترمذي مع تحفة الأحوذي و مرعاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح: ٢/٢٢١، ٢٢٢) فرقۂ دیوبندیہ کا اس پر بھی عمل نہیں ہے، وہ زیادہ سے زیادہ یہ دعا نفلی نمازوں میں پڑھنے کی اجازت دیتا ہے، جب کہ اس میں فرض و نفل میں تفریق کے بغیر علی الاطلاق اس دعائے نبوی کے پڑھنے کا ذکر ہے، دیوبندیہ اس کے عادی ہیں کہ احادیث نبویہ کی بکثرت بلکہ عموماً مخالفت کریں، پھر بھی وہ اپنے کو ظلماً و جوراً ''اہل سنت'' کہتے ہیں۔

مسئلہ:۳۵، جلسہ کے بعد تکبیر کہتے ہوئے دوسرے سجدے میں جائیں اور اس سجدہ کو بھی پہلے کی طرح ادا کریں:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

'' عن رفاعة بن رافع (في حديث مسيء صلوٰته مرفوعاً) ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً

ثم ارفع رأسك حتى تطمئن قاعداً ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً " (الحديث)

یعنی حضرت رفاعہ بن رافع نے کہا کہ تم سجدہ جاؤ پھر تم اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ تو اطمینان سے جلسہ کرو، پھر سجدہ جاؤ تو اطمینان سے دوسرا سجدہ بھی کرو۔(الحدیث) (زیر نظر دیوبندی کتاب صفحہ:۴۵) (بحوالہ نسائي (١/ ١٦١) و صحيح البخاري: ٢/ ٩٨٦، عن أبي هريرة)

ہم کہتے ہیں کہ جس صحیح البخاري سے دیوبندیہ نے نقل کیا ہے اس میں یہ صراحت ہے کہ:

" ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً ، ثم ارفع حتى تطمئن جالساً، ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً، ثم ارفع حتى تطمئن جالساً"

(صحيح البخاري مع فتح الباري، كتاب الإستيذان حديث نمبر: ٦٢٢٥، (١١/ ٣٦، ٣٧)

صحیح بخاری کے بعض مقامات میں اس حدیث کے اخیر میں جو لفظ قائماً آیا ہے، اس کا معنی اہل علم نے جالساً ہی بتلایا ہے، اس کی تفصیل میں پڑنے سے ہم بنظر اختصار اعراض کر رہے ہیں اور یہ بھی مانا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا جلسہ استراحت اتنا قصیر ہوتا تھا کہ اسے بعض رواۃ سمجھ نہ پائے ہوں اور ان بعض رواۃ نے جالساً کی جگہ قائماً کہہ دیا، یعنی کہ تھوڑی دیر والے جلسہ استراحت کو راوی نے نظر انداز کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ دیوبندیہ کی نماز اس ناحیہ سے بھی خلاف سنت نبوی ہے۔

جلسہ استراحت مسئلہ نمبر:٣٦، دوسرا سجدہ کر چکیں تو تکبیر کہتے ہوئے دوسری رکعت کے لیے بیٹھے بغیر کھڑے ہو جائیں

اس عنوان کے تحت بھی اس کے پہلے والے مسئلے کے سلسلے میں جو پہلی حدیث فرقۂ دیوبندیہ نے نقل کی ہے اور اس میں جلسہ استراحت کی صراحت ہے، جس کے حنفیہ دیوبندیہ قائل نہیں، یعنی اپنی ہی مستدل روایت کے مخالف ہیں، بلفظ دیگر احادیث نبویہ کی مخالفت دیوبندیہ کا شیوہ و شعار ہے۔

حدیث عباس یا عیاش بن سہل ساعدی:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن عباس أو عياش بن سهل الساعدي أنه كان في مجلس كان فيه أبوه و كان من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، و في المجلس أبوهريرة، و أبو حميد الساعدي، و أبو أسيد۔رضوان الله عليهم ۔ فذكر الحديث و فيه ثم كبر فقام و لم يتورك"

یعنی ایک مجلس میں سہل ساعدی و ابوحمید ساعدی و ابوہریرہ و اسید جیسے صحابہ تھے، تو سہل ساعدی نے حدیث بیان کی، جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے سجدہ کیا پھر دوسری رکعت کے لیے تورك کیے بغیر کھڑے ہو

گئے، یعنی سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے بغیر کھڑے ہو گئے، مراد استراحت نہیں کیا۔(ملخص از زیر نظر دیوبندی، کتاب صفحہ:۴۶)

ہم کہتے ہیں کہ اس کا جواب بھی ہماری طرف سے وہی ہے، جو پہلی احادیث کا ہے، نیز تورک نہ ہونے سے لازم نہیں آتا کہ تورک کے بغیر بایاں پاؤں بچھا کر اور داہنا پاؤں کھڑا کر کے بچھے ہوئے بائیں پاؤں پر بیٹھ کر جلسہ استراحت کرے، جیسا کہ جلسۂ استراحت والی احادیث عامہ میں تورک کا ذکر نہیں، صرف بیٹھنے کا ذکر ہے اور اس بیٹھنے کا مطلب سوائے اس کے کیا ہے کہ تورک کے بغیر بچھے ہوئے بائیں پاؤں پر تھوڑا سا بیٹھے؟ عدم تورک کا مطلب فرقۂ دیوبندیہ کا یہ سمجھ لینا کہ جلسہ استراحت کا وجود ہی نہیں بھونڈی قسم کی سمجھ کی نارسائی ہے، اس قسم کی دیوبندیہ تگڑم بازی سے حقائق نہیں بدلا کرتے!

تیسری حدیث ابی ہریرہ:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن أبي هريرة قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم ينهض في الصلوٰة على صدور قدميه" (سنن ترمذي: ١/٦٤، ٦٥)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ پنجوں کے بل کھڑے ہو جاتے یعنی سجدہ سے اٹھ کر بغیر بیٹھے سیدھے کھڑے ہو جاتے، امام ترمذی کہتے ہیں کہ اہل علم کا حدیث ابی ہریرہ پر عمل ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۴۶)

ہم کہتے ہیں کہ "نهوض على صدور قدميه" جلسۂ استراحت کے منافی نہیں، نمازی جب جلسہ استراحت کر لے، تو وہ پنجوں ہی کے بل کھڑا ہوتا ہے، پھر یہ حدیث بقول امام ترمذی ضعیف بھی ہے، اس کے ایک راوی خالد بن ایاس یا خالد بن الیاس کو متعدد ائمہ کرام نے متروک قرار دیا ہے۔(عام کتب رجال ترجمہ خالد بن ایاس)

فرقۂ دیوبندیہ کی ذکر کردہ چوتھی حدیث شعبی:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن الشعبي أن عمر و عليا و أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا ينهضون في الصلوٰة على صدور أقدامهم"

یعنی امام شعبی نے کہا کہ حضرت عمر فاروق وعلی مرتضیٰ اور بہت سارے صحابہ نماز میں پنجوں کے بل کھڑے ہو جاتے۔(مصنف ابن أبي شيبه: ١/٤٣١، طبع کراچی وزیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۴۶، ۴۷)

ہم کہہ آئے ہیں کہ یہ صورت حال جلسہ استراحت کے منافی نہیں ہے نیز اس کی سند میں عیسیٰ بن میسرہ

جنھیں عیسیٰ بن ابی عیسیٰ حناط غفاري بھی کہا جاتا ہے، ائمہ کرام کے نزدیک متروک اور ساقط الاعتبار مجروح راوی ہیں۔(تہذیب التهذیب:۸/۲۰۱،۲۰۲، وعام کتب رجال)

فرقۂ دیوبندیہ کی ذکر کردہ پانچویں حدیث نعمان بن ابی عیاش:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن نعمان بن أبي عياش قال: أدركت غير واحد من أصحاب النبي صلی اللہ علیه وسلم فكان إذا رفع رأسه من السجدة في أوّل ركعة والثالثة قام كما هو ولم يجلس"

یعنی نعمان بن ابی عیاش نے کہا کہ میں نے ایک سے زیادہ صحابہ کرام کو پایا کہ وہ جب پہلی اور تیسری رکعت میں سجدے سے سر اٹھاتے، تو اسی حال میں کھڑے ہوجاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔(دیوبندی کتاب، صفحہ:۴۷، بحوالہ مصنف ابن أبي شيبه: ۱/۴۳۱، و إسناده حسن)

ہم کہتے ہیں کہ نعمان سے اسے روایت کرنے والے محمد بن عجلان مدلس ہیں(کتاب المدلسین لابن حجر وغیرہ) اور انھوں نے نعمان سے یہ حدیث عنعنه سے روایت کی ہے، لہٰذا ساقط الاعتبار ہے، نیز موصوف آخری عمر میں مختلط بھی ہو گئے، لہٰذا اختلاط کے بعد ان کی بیان کردہ حدیث ساقط الاعتبار ہے اور محمد بن عجلان سے اسے أبو خالد احمر نے روایت کیا، امام بزار نے اپنی کتاب السنن میں کہا:

" ليس ممن يلزم زيادته حجة لاتفاق أهل العلم بالنقل أنه لم يكن حافظاً"

یعنی موصوف ابو خالد احمر کا کسی حدیث میں اضافہ اس لیے حجت نہیں، کیونکہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ حافظ نہیں تھے۔(تہذیب التهذیب: ۴/۱۶)

اور کوئی شک نہیں کہ موصوف نے اس حدیث میں نفی جلسۂ استراحت کر کے احادیث صحیحہ کی مخالفت بھی کی ہے اور نفی جلسۂ استراحت میں موصوف نے ایسا اضافہ کیا، جو بقول امام بزار متفقہ طور پر حجت نہیں اور امام ابن عدی نے کہا:

" إنما أتى من سوء حفظه فيغلط و يخطئ"

یعنی ابو خالد احمر بیان حدیث میں جو اس طرح کے اضافات کر ڈالتے ہیں، وہ سوء حفظ کے باعث ہیں بنا بریں وہ بیان حدیث میں غلطیاں اور خطائیں کر بیٹھتے ہیں۔(تہذیب التهذیب: ۴/۱۵۶)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زیر نظر حدیث میں نفی جلسۂ استراحت والا اضافہ ابو خالد احمر و محمد بن عجلان ساقط الاعتبار ہے، پھر نعمان بن ابی عیاش صغار تابعین سے ہیں، ان کی کوئی روایت خلاف نصوص بالاتفاق نا قابل قبول ہے، فرقۂ دیوبندیہ کیا اتنی بات بھی نہیں سمجھ پاتا کہ حامیان سنت اس کے سارے فریب کا پردہ چاک کرنے کے لیے ہمیشہ موجود رہے ہیں اور تا قیامت موجود رہیں گے؟!

مسئلہ:۳۷، کسی عذر کی بناء پر دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بیٹھ جائیں پھر اٹھیں تو خلاف سنت نہ ہوگا:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن أبي قلابة قال:أخبرني مالك بن الحويرث الليثي أنه راى النبي صلى الله عليه وسلم يصلي فإذا كان في وتر من صلوته لم ينهض حتى يستوي قاعداً"

یعنی مالک بن حویرث لیثی نے کہا کہ انھوں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ ﷺ پہلی اور تیسری رکعت میں سجدہ سے فارغ ہو کر باقاعدہ بیٹھے بغیر دوسری رکعت کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے۔(صحیح بخاري:۱/۱۱۳، و سنن ترمذي:۱/٦٤)

ہم کہتے ہیں کہ کسی بھی معتبر روایت سے ثابت نہیں کہ جلسہ استراحت کے بغیر ہی ہمارے رسول ﷺ دوسری یا چوتھی رکعت کے لیے کھڑے ہوجاتے تھے، حضرت مالک بن الحویرث والی جو حدیث دیوبندیہ نے نقل کی اور اس کا معنی و مطلب یہ بتلایا کہ کسی عذر کے سبب آپ ﷺ نے جلسہ استراحت کیا، یہ یہودیوں والی تحریف ہے ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ جیسی نماز تم بھی پڑھو۔

مسئلہ:۳۸، سجدہ سے اٹھتے وقت زمین سے پہلے سر اٹھائیں، پھر ہاتھ پھر گھٹنے عذر کے بغیر ہاتھوں کو زمین پر نہ ٹیکیں:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن وائل بن حجر قال:رأيت النبي صلى الله عليه وسلم إذا سجد وضع ركبتيه قبل يديه و إذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه"

یعنی حضرت وائل بن حجر نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا، جب سجدہ میں جاتے ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو رکھتے اور جب سجدے سے اٹھتے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھوں کو زمین سے اٹھاتے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۴۷، ۴۸، بحوالہ سنن أبي داود:۱/۱۲۲، و سنن ترمذي:۱/٦۱، و حسنه)

ہم کہتے ہیں کہ ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ دیوبندیہ کے مسئلہ مذکورہ سے اس کی نقل کردہ روایت مطابقت نہیں رکھتی، نیز یہ کہ دیوبندیہ کی پیش کردہ حدیث وائل کا غیر معتبر ہونا بھی ہم واضح کر آئے ہیں، اگر چہ دیوبندیہ نے تلبیس کرتے ہوئے امام ترمذی سے اس کی تحسین نقل کی ہے، پھر بھی یہ حدیث وائل مسئلہ دیوبندیہ سے مطابقت نہیں رکھتی۔

دوسری حدیث ابن عمر:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن ابن عمر قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم يعتمد الرجل على يديه إذا نهض في الصلوة"

یعنی حضرت ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ نماز میں اٹھتے وقت آدمی ہاتھوں کو ٹیک دے۔(سنن أبي داود: ١٤٢/١)

ہم کہتے ہیں کہ جس مصنف عبد الرزاق سے روایت مذکورہ نقل کی گئی ہے، اس میں سند مذکور سے صرف اتنی بات منقول ہے کہ:

" نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يجلس الرجل في الصلوة و هو معتمد على يديه" (مصنف عبد الرزاق: ١٩٧/٢)

اور سنن ابی داود میں بھی یہ الفاظ ابوداود کے استاذ امام احمد بن حنبل سے منقول ہیں اور استاذ محمد بن رافع و احمد بن محمد بن شبویہ سے بھی منقول ہیں، لیکن فرقۂ دیوبندیہ کے نقل کردہ الفاظ امام ابوداود کے صرف ایک استاذ محمد بن عبد الملک الغزال بیان کرنے میں متفرد ہیں، ان کا پورا نام اس طرح ہے:

" محمد بن عبد الملك بن زنجويه البغدادي أبوبكر الغزال"

ان کو حافظ مسلمہ نے ثقة ، كثير الخطاء کہا ہے۔(تهذيب التهذيب: ٢٨١/٩، ترجمه الغزال) جس کثیر الخطاء ہونے کے سبب موصوف غزال نے دیوبندیہ والے الفاظ بیان کردیے، اس کا حاصل یہ ہے کہ جن الفاظ پر دیوبندیہ کے استدلال کا دارومدار ہے، وہ الفاظ بیان کرنے میں غزال منفرد ہیں اور وہ کثیر الخطاء ہیں، لہٰذا! دیوبندیہ کی یہ مستدل روایت ساقط الاعتبار ہے اور دیوبندیہ کا یہ شیوہ وشعار ہی ہے کہ معلول وساقط الاعتبار روایت پر ہی عمل کریں۔ یہ تفصیل عون المعبود شرح سنن أبي داود سے ماخوذ ہے اور فرقۂ دیوبندیہ کا اس معاملہ میں موقف احادیث متواترہ کے خلاف ہے۔

فرقۂ دیوبندیہ کی مستدل تیسری حدیث أبي جحيفه :

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن أبي جحيفة عن علي قال: إن من السنة في الصلوة المكتوبة إذا نهض الرجل في الركعتين الأوليين أن لا يعتمد بيديه إلى الأرض إلا أن يكون شيخًا كبيراً لا يستطيع" (مصنف ابن أبي شيبه: ٤٣٢/١)

یعنی ابو جحیفہ نے کہا کہ حضرت علی مرتضیٰ نے کہا کہ فرض نماز کی سنت میں سے ہے کہ آدمی جب پہلی دو رکعتوں میں اٹھے تو زمین پر اپنے ہاتھ نہ ٹیکے الا یہ کہ بہت بوڑھا ہو زمین پر ٹیک لگائے بغیر اٹھنے کی

طاقت نہ رکھے۔" (مصنف ابن أبي شيبه: ٤٣٢/١)

ہم کہتے ہیں کہ ابو جحیفہ سے اسے زیاد بن وہب سوائی نے نقل کیا ہے جو بتصریح تقریب التهذیب مجهول ہیں اور ان سے ان نقل کرنے والے عبد الرحمان ابن اسحاق بن سعد ابوشیبہ واسطی کو تمام ائمہ نے متروک وساقط الاعتبار قرار دیا ہے۔ (تهذيب التهذيب: ١٢٤/٦، ١٢٥) معلوم ہوا کہ فرقۂ دیوبندیہ نے نہایت ساقط الاعتبار متروک روایت کو اپنا دین وایمان بنا رکھا ہے۔

انتالیسواں مسئلہ دوسری رکعت میں ثناء وتعوذ نہ پڑھیں، آہستہ سے بسم اللہ پڑھ کر قراءت کریں اور باقی احکام میں دوسری رکعت پہلی رکعت ہی کی طرح پڑھیں:

ہم کہتے ہیں کہ دوسری رکعت میں تو ثناء نہ پڑھنا متفق علیہ ہے، مگر تعوذ وبسم اللہ پڑھنا حکم قرآنی کے مطابق فرض ہے، ان دونوں فرائض میں سے ایک فرقۂ دیوبندیہ بالکل متروک العمل قرار دیے ہوئے ہے اور بسم اللہ پڑھنا اس کے نزدیک فرض نہیں، سنت یا مستحب ہے، یہ سب دیوبندیہ کی نصوص کے خلاف عمل وزور آزمائی ہے۔ اس مسئلہ کے تحت دیوبندیہ نے صرف ایک حدیث نقل کی جو یہ ہے:

" عن أبي هريرة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا نهض في الركعة الثانية استفتح القراءة ب﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ ولم يسكت"

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے، تو ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ سے قراءت شروع کردیتے ثناء وغیرہ کے لیے خاموش نہ ہوتے۔ (صحيح مسلم: ٢١٩/١، زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۴۸)

ہم کہتے ہیں کہ جس طرح قراءت فاتحہ سے پہلے آپ بتصریح دیوبندیہ بسم اللہ پڑھ لیا کرتے تھے، اسی طرح تعوذ پڑھ لینے کو دیوبندیہ کیوں نہیں مانتے؟ یہ تقلید پرستی کے علاوہ کیا ہے؟ دیوبندیہ کا یہ کہنا واضح طور پر غلط ہے کہ دوسری رکعت کے احکام تسمیہ کو چھوڑ کر پہلی رکعت جیسے ہی پہلی رکعت میں دعائے افتتاح پڑھی جاتی ہے، دوسری میں نہیں پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کی جاتی ہے، دوسری میں نہیں، پہلی رکعت میں جلسہ استراحت ہوتا ہے دوسری میں نہیں، بلکہ دوسری میں قعدہ ہوتا ہے اور پہلی میں نہیں۔

مسئلہ: ۴۰، دوسری رکعت کے سجدے سے فارغ ہو کر بیٹھ جائیں اور التحیات پڑھیں

فرقۂ دیوبندیہ نے جو اپنے مذکورہ بالا عنوان میں یہ کہا کہ دوسری رکعت کے سجدے سے فارغ ہو کر بیٹھ جائیں اور التحیات پڑھیں، اس کے پہلے والے بیان کے بالکل معارض ہے کہ دوسری رکعت کے وہی احکام ہیں جو پہلی کے، کیونکہ پہلی رکعت میں تو وہ جلسہ استراحت تک کا روا دار نہیں اور دوسری میں قعدہ کرکے التحیات پڑھنے کا

رواداربن گیا اور یہ معلوم ہے کہ اس طرح کی تضاد گوئی بڑے اکاذیب میں سے ہے اور اکاذیب پرستی فرقۂ دیوبندیہ کا شعار وشیوہ ہے بہرحال اپنے چالیسواں مسئلہ کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے چار احادیث پیش کیں۔

انھیں ناظرین کرام بالترتیب ملاحظہ فرمائیں۔ پہلی حدیث نقل کرتے ہوئے اس فرقہ نے بتلایا کہ:

(۱) عن عائشة مرفوعاً و كان يقول في كل ركعتين: التحية، الحديث"(زیرنظر دیوبندی، کتاب صفحہ:۴۹، بحوالہ صحیح مسلم: ۱/۱۹٤) یعنی بقول ام المومنین عائشہ صدیقہ آپ ﷺ ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے۔

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے ذکر کردہ فقرۂ حدیث سے پہلے اچھے خاصے حصہ حدیث کونقل نہیں کیا اس کے پہلے فقرہ میں ہے:

"كان إذا رفع رأسه من السجدة، لم يسجد حتى يستوي جالساً"

یعنی آپ ﷺ جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ اس وقت تک نہ کرتے، جب تک باقاعدہ بیٹھ نہ جاتے۔ اور پہلے اور دوسرے سجدہ کا حکم یکساں ہے، اگر پہلے سجدہ سے فارغ ہو کر آپ ﷺ کا بیٹھنا دیوبندیہ ثابت وصحیح مانتے ہیں، تو دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کو یعنی جلسہ استراحت کو صحیح کیوں نہیں مانتے، جب کہ دوسرے سجدہ کے بعد بھی بیٹھنے کی صراحت متواتر المعنی احادیث میں ہے؟ نیز اس حدیث سے التحیة کے بعد بھی اچھے خاصے حصہ حدیث کو دیوبندیہ نے حذف کردیا، اس کا ایک فقرہ دیوبندیہ کے نقل کردہ فقرہ کے معا بعد ہے کہ

"و كان يفرش رجله اليسرى و ينصب رجله اليمنى"

یعنی دوسری رکعت سے فارغ ہو کر التحیات پڑھنے کے لیے جب آپ ﷺ بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر سرین رکھ کر بیٹھ جاتے اور دائیں پاؤں کو قبلہ رخ کھڑا رکھتے۔ دو رکعت کے بعد التحیات کے لیے بیٹھنے کی صورت اس وقت ہے کہ ان دونوں رکعتوں سے فارغ ہو کر قعدہ اولی کے بعد مزید ایک رکعت پڑھنا باقی رہتا یا دو رکعت پڑھنا باقی رہتا، دوسرے قعدہ میں بیٹھنے کی صورت حدیث نبوی میں دوسری بیان کی گئی ہے، مگر حق پوشی کے ماہر شاطر فرقۂ دیوبندیہ نے لوگوں کو اندھیرے میں رہنے کی خاطر یہ کارروائی کی۔

۲۔ عن عبد الله بن مسعود قال: علّمني: رسول الله صلى الله عليه وسلم التشهد في وسط الصلوة و آخرها"

یعنی حضرت ابن مسعود نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے نماز کے وسط و آخر میں تشہد پڑھنے کی تعلیم دی۔ (زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۴۹، بحواله مسند أحمد: ۱/٤٥٩، ومجمع الزوائد و قال: رجاله موثقون: ۲/۱٤۲)

۳۔ و عنه قال:قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: قولوا في كل جلسة: "التحيات. " الحديث۔

یعنی حضرت ابن مسعود نے کہا کہ آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ ہر دو رکعت والی بیٹھک میں آپ ﷺ نے التحیات پڑھنے کا حکم دیا۔ الحدیث(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۴۹، بحوالہ سنن نسائي:۱/۱۷٤)

(٤) و عنه مرفوعاً فقال:إذا قعدتم في كل ركعتين فقولوا:"التحيات". الحديث۔

یعنی حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر دو رکعت پر التحیات پڑھو۔"(زیر نظر دیوبندی کتاب صفحہ:۴۹۔۵۰،بحوالہ نسائي: ۱/۱۷٤)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی ان مستدل چاروں احادیث میں دو یا دو سے زیادہ والی نمازوں کی آخری رکعت میں آخری سجدہ سے فارغ ہو کر بیٹھنے کا ذکر ہے، اس بیٹھک کو اصطلاح شرع میں قعدہ کہتے ہیں، اگر دو ہی رکعت والی نماز ہے،تو اس کا پہلا ہی قعدہ قعدۂ اخیرہ ہے،جس قعدہ میں سلام پھیرنا ہوتا ہے اس قعدہ کا طریقہ احادیث نبویہ میں اس سے مختلف بتلایا گیا ہے،جس کی طرف فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی تلبیس کاری والی عادت کی بناء پر اشارہ بھی نہیں کیا، یہ دیوبندیہ کی نہایت مجرمانہ حرکت ہے اور متواتر المعنی حدیث نبوی پر عمل سے فرار اور احادیث نبویہ کی مخالفت ہے، دوسری بات یہ ہے کہ دو رکعت یا اس سے زیادہ والی نمازوں کی ہر طاق رکعت میں دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر ایک خفیف سا جلسہ کرنے کا ذکر بھی متواتر المعنی حدیث نبوی میں ہے، اسے جلسۂ استراحت کہتے ہیں، اس سلسلے کی متواتر المعنی احادیث نبویہ سے فرقۂ دیوبندیہ واقف ہے، مگر چونکہ احادیث نبویہ کی مخالفت اس فرقہ کی عادت ہے، اس لیے اس نے ان احادیث کی یہ معنوی تحریف جو یہودیوں کا شیوہ ہے کی کہ کسی معذوری و مجبوری کے سبب آپ ﷺ اور صحابہ کرام جلسۂ استراحت کرتے تھے،حالانکہ کسی بھی روایت میں اشارہ تک نہیں کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ جلسہ استراحت کسی معذوری ومجبوری کے سبب کرتے تھے،جلسہ استراحت والی بیٹھک دوسری بیٹھکوں سے مختلف ہے، مگر ہم اختصار کے پیش نظر تفصیل پیش کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

مسئلہ:۴۱،طریقہ قعدہ یہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائیں اور دایاں پاؤں اس طرح کھڑا کریں کہ انگلیاں قبلہ......الخ

اپنے اس مسئلہ کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے نہایت عیاری کے ساتھ جلسہ استراحت (قعدہ اولیٰ و ثانیہ میں شرعی تفریق کو نظر انداز کرتے ہوئے دو احادیث کا ذکر کیا، پہلی حدیث حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین سے مروی ہے، جو درج ذیل ہے:

" عن عائشة مرفوعاً، وكان يفترش رجله اليسرى، و ينصب رجله اليمنى و كان ينهى عن عقبة الشيطان، و ينهى أن يفترش الرجل ذراعيه افتراش السبع"
یعنی حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بائیں پاؤں کو بچھاتے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھتے تھے اور شیطان کی بیٹھک بیٹھنے سے منع کرتے تھے اور اس سے بھی منع کرتے تھے کہ آدمی اپنے دونوں پاؤں کو زمین پر ٹیک دے اس طرح بیٹھنے کو عقبة الشيطان اور إقعاء کہتے ہیں جس سے حدیث نبوی میں منع کیا گیا ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:٥٠، بحوالہ صحیح مسلم: ١٩٤/١، ١٩٥)

ہم کہتے ہیں کہ مصالح دیوبندیہ کی خاطر فرقۂ دیوبندیہ نے اس حدیث کے آخر کے ایک فقرہ کو نہیں نقل کیا، یعنی " و كان يختتم الصلوة بالتسليم" یعنی آپ ﷺ نماز کو سلام پھیر کر ختم کرتے تھے، یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ اختتام نماز سلام پھیر کر کرتے تھے اور حدیث نبوی میں صراحت ہے کہ "تحليلها التسليم" یعنی نماز کی بندش سے آزادی سلام پھیرنا ہے، نیز بعض مفسرین نے قرآنی آیت ﴿صلوا عليه و سلموا تسليما﴾ کا ایک معنی یہ بھی بتلایا کہ نماز کا اختتام سلام پھیر کر کرو، اس کے باوجود فرقۂ دیوبندیہ کا مسلک ہے کہ اختتام نماز کے لیے سلام پھیرنا فرض و واجب نہیں بلکہ اگر کوئی شخص عمداً نماز ختم کرنے کے لیے ریح خارج کردے یا کوئی کام منافی نماز کردے، تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی، اسی وجہ سے اپنی متدل حدیث کے اس فقرہ کو دیوبندیہ نے نقل نہیں کیا، یہ بھی ایک طرح کی تحریف اور بے راہ روی ہے کہ نماز کے ایک رکن و فرض کو دیوبندیہ نہیں مانتے، پھر ان کی زندگی بھر کی نمازیں باطل ہی باطل ہوتی ہیں۔ نیز دیوبندیہ کی نقل کردہ اور متدل اس حدیث میں صراحت ہے کہ دو رکعت نماز پر بیٹھنے کی صورت یعنی قعدۂ اولیٰ کی صورت یہی ہوتی تھی، لہٰذا اس حدیث کے الفاظ مقتضی ہیں کہ یہ معلوم کیا جائے کہ ختم نماز جس قعدہ میں کیا جاتا ہے، خصوصاً دو سے زیادہ قعدہ والی نماز میں قعدہ کی کیا صورت ہو؟ نیز ایک رکعت نماز پر جو بیٹھک ہو وہ کس طرح ہو؟ مگر فرقۂ دیوبندیہ ایک طرف جلسہ استراحت کی مشروعیت کا کلی طور پر انکار کر کے کہتا ہے کہ معذوروں و مجبوروں والا جلسہ ہے اور اگر نماز ایک رکعت والی ہو، جیسے نماز وتر یا نماز خوف تو اختتام نماز والا قعدہ کیسا ہو اور ایک ہی قعدہ والی دو رکعت پر مشتمل نماز کا قعدہ کیسا ہو؟ ان ساری باتوں کی تفصیل سے عموماً انحراف کرتے ہوئے اس فرقہ نے بہت ساری احادیث نبویہ کی مخالفت کر رکھی ہے اور مخالفت احادیث ہی اس کا شیوہ و شعار ہے۔ یہ فرقہ دراصل منکرین حدیث بلکہ بہت سے احکام قرآنیہ کا منکر اور عقائد میں مرجی ،جهمی، معتزلی فرقوں کا ملغوبہ

ہے۔اسی حدیث کے شروع میں ہے:

" كان يستفتح الصلوة بالتكبير والقراءة ب﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾.

یعنی آپ ﷺ افتتاح نماز تکبیر سے کرتے اور افتتاح قراءت نماز ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ سے کرتے تھے۔"

مگر یہ فرقۂ دیوبندیہ نہ تکبیر سے افتتاح نماز کو فرض مانتا ہے، نہ سورہ فاتحہ سے افتتاح قراءت نماز کو فرض مانتا ہے، یہ فرقہ کہتا ہے کہ غیر عربی زبان میں غیر تکبیر سے بھی افتتاح نماز صحیح ہے اور غیر فاتحہ سے محض ایک آیت کی تلاوت سے بھی فرض ادا ہو جاتا ہے، اس فرقہ کی بدعنوانیاں بہت زیادہ ہیں، نیز افتتاح نماز بالتكبير اور افتتاح قراءت بالفاتحه کے درمیان کسی بھی دعا کے پڑھنے کا ذکر اس حدیث میں نہیں، لہٰذا اس فرقہ کے خود ساختہ اصول سے لازم آتا ہے کہ تکبیر تحریمہ اور قراءت فاتحہ سے پہلے دعائے ثناء، نیز دوسری دعائیں اور تعوذ وتسمیہ کا بآواز مخفی پڑھنا بھی امام ومقتدی کے لیے جائز ومشروع نہ ہو، جس طرح بعض احادیث میں عدم ذکر جلسہ استراحت وعدم ذکر صورتِ قعدہ ہر دو رکعت پر نیز بہت ساری باتوں کا ذکر نہیں ان کی مشروعیت جواز واستحباب ومسنون ووجوب وفرض ہونے کا بھی یہ فرقہ انکار کردے!!

حضرت وائل بن حجر والی حدیث:

فرقۂ دیوبندیہ ناقل ہے کہ:

"عن وائل بن حجر قال:قدمت المدينة فقلت: لأنظرن إلى صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ فلما جلس يعني للتشهد افترش رجله اليسرى و وضع يده اليسرى على فخذه اليسرى و نصب رجله اليمنىٰ۔ قال أبو عيسىٰ: هذا حديث حسن صحيح والعمل عليه عند أكثر أهل العلم"

یعنی حضرت وائل بن حجر نے کہا کہ میں مدینہ منورہ نماز نبوی کا مشاہدہ کرنے حاضر ہوا، تو جب آپ ﷺ التحیات پڑھنے کے لیے بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں کو بچھا دیا اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھا اور داہنے پاؤں کو کھڑا کردیا۔ بقول امام ترمذی یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ (سنن ترمذي: ١/٦٥، زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:٥٠، ٥١)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کا تعلق قعدۂ اولیٰ سے ہے، جسے فرقۂ دیوبندیہ نے متواتر المعنی حدیث نبوی کی مخالفت کرتے ہوئے قعدۂ اولیٰ وقعدہ ثانیہ سب کے لیے یکساں بنا دیا، یہ دیوبندیہ کی تمام احادیث کی مخالفت ہے۔

مسئلہ:۴۲، قعدہ میں ہتھیلیوں کو گھٹنے کے متصل ران پر رکھے رکھیں اور تشہد پڑھیں:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

”عن عبد اللّٰہ بن عمر مرفوعاً کان إذا جلس في الصلوٰۃ وضع کفہ الیسری علی فخذہ الیسریٰ و وضع کفہ الیمنیٰ علی فخذہ الیمنی“ الحدیث۔

یعنی حضرت ابن عمر سے مرفوعا مروی ہے کہ آپ ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو بائیں ہتھیلی کو بائیں ران پر اور داہنی ہتھیلی کو داہنی ران پر رکھتے۔“(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۵۱، بحوالہ صحیح مسلم:۱/۲۱۶ ، و موطا مالك ،صفحه:۷۱، مصنف عبد الرزاق :۲/۱۹۵)

ہم کہتے ہیں کہ معنی کے اعتبار سے یہ حدیث ابن عمر اور اکتالیسواں مسئلہ دیوبندیہ کے تحت مذکور حدیث وائل بن حجر میں کوئی اختلاف نہیں، نہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹھنے کے وقت نماز میں ہاتھوں کو گھٹنے سے متصل ران پر رکھتے اور حدیث ابن عمر میں مذکور قعدہ بھی درحقیقت قعدۂ اولیٰ ہے، پھر دیوبندیہ نے یہ کون سا کارنامہ انجام دیا؟ البتہ حدیث میں تحریف وترمیم ضرور کی!

حضرت عبداللہ بن عمر والی دوسری حدیث:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

” عن عبد الرحمن بن قاسم عن عبد اللّٰہ بن عبد اللّٰہ أنہ أخبرہ أنہ یری عبداللّٰہ بن عمر یتربع في الصلوٰۃ إذا جلس ففعلتہ و أنا یومئذ حدیث السن فنھاني عبد اللّٰہ بن عمر و قال:إنما سنۃ الصلوٰۃ أن تنصب رجلك الیمنیٰ و تثني الیسریٰ فقلت: إنك تفعل ذلك فقال:إن رجلاي لا تحملاني“

یعنی عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ وہ دیکھا کرتے تھے کہ ان کے باپ عبد اللہ بن عمر نماز میں بحالت قعدہ آلتی پالتی مار کر بیٹھا کرتے تھے، تو میں نے بھی ایسا ہی کیا، اس وقت میں نو عمر تھا، میرے باپ نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا، میں نے عرض کیا کہ آپ بھی ایسے ہی کرتے ہیں، ابن عمر نے کہا سنت یہی ہے کہ تم اپنے داہنے پاؤں کو کھڑا رکھو اور بائیں کو بچھا دو۔“

(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۵۱،۵۲، بحوالہ صحیح بخاری:۱/۱۱۴، و موطا امام مالك، صفحه : ۷۳)

وضاحت: بعض یہودیوں نے ایک موقع پر انھیں (عبداللہ بن عمر کو) اوپر سے نیچے گرا دیا تھا، جس کے صدمہ سے ان کے پیر کمزور ہو گئے تھے اور سنت کے مطابق بیٹھ نہیں پاتے تھے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۱۵۲)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مفاد بھی یہی ہے کہ پہلے قعدہ میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابی حضرت ابن عمر ایسا ہی کرتے تھے۔

مسئلہ:۴۳،احادیث میں التحیات مختلف الفاظ میں منقول ہیں، سب سے مشہور و بہتر ابن مسعود والا تشہد ہے:

اپنے اس مسئلہ کے تحت دیوبندیہ نے تشہد ابن مسعود کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ نے اسی کی تعلیم حضرت ابن مسعود کو دی اور یہ سب سے بہتر تشہد ہے۔(زیر نظر دیوبندی، کتاب:۵۲،۵۳)

ہم کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی تشہد کو نماز میں پڑھتے اور اسی کو بہتر سمجھتے ہیں۔

مسئلہ:۴۴،التحیات پڑھتے وقت جب أشهد ألا پر پہنچیں، تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کریں......الخ

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ مسئلہ پر یہ حدیث نقل کی:

" عن عبدالله بن الزبير قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قعد يدعو وضع يده اليمنى على فخذه اليمنى ويده اليسرى على فخذه اليسرى و أشاره بإصبعه السبابة ووضع إبهامه على إصبعه الوسطى و يلقم كفه اليسرى ركبته "

یعنی حضرت عبد اللہ بن زبیر نے کہا کہ آپ ﷺ جب قعدہ کرتے وقت دعا کرتے، تو دایاں ہاتھ بایاں ران پر رکھتے اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے اور انگوٹھے کو انگشت وسطی پر اس طرح رکھتے کے بائیں ہتھیلی کو گھٹنے کا لقمہ بنا دیتے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۵۳،۵۴، بحوالہ صحیح مسلم:۱/۲۱۶)

ہم کہتے ہیں کہ پورے التحیات مع درود کو حدیث نبوی میں تشہد کہا گیا ہے، بلکہ تشہد بول کر پورا قعدہ مراد لیا گیا ہے(صحيح بخاري و صحيح مسلم و سنن اربعه)لہٰذا پورے تشہد میں یعنی التحیات سے لے کر درود مع ادعیہ ماثورہ پڑھنے تک سلام پھیرنے سے پہلے یا قعدہ اولیٰ میں پوری التحیات میں انگشت شہادت سے اشارہ ہونا چاہئے ،اس کی تفصیل ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' میں دیکھیں۔

دیوبندیہ کی اس کتاب میں بھی اس سے زیادہ حدیثوں میں تشہد بول کر قعدہ مراد لیا گیا ہے، اپنے اسی مسئلے کے تحت اس نے جو احادیث نقل کی ہیں، ان میں سے کئی ایک میں قعدہ سے تشہد و درود و دعائے ماثورہ مراد لیا گیا ہے، اس سلسلے کی تمام حدیثوں پر جن کا ذکر فرقۂ دیوبندیہ نے کیا ہے، ہم کلام سے اعراض کر رہے ہیں، کیونکہ سب کا

حاصل ایک ہے اور اختصار ہمارے پیش نظر ہے۔

مسئلہ:۴۵، صرف ایک انگلی سے اشارہ کریں

فرقۂ دیوبندیہ ناقل ہے کہ:

" عن سعد قال: مرّ رسول الله صلی الله علیه وسلم و أنا أدعوا بإصبعي فقال: أحد أحد وأشاره بالسبابة"

یعنی حضرت سعد نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے، اس وقت میں اپنی دو انگلیوں سے نماز میں اشارہ کرتے ہوئے دعا کر رہا تھا، تو آپ ﷺ نے انگشت شہادت دکھا کر فرمایا کہ بس صرف اسی ایک انگلی سے اشارہ و دعاء کرو۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۵۵، بحوالہ سنن النسائي:۱/ ۱۸۷)

ہم کہتے ہیں کہ اسی طرح فرقۂ دیوبندیہ اگر تمام احادیث کے اور پر سلفی اصول کے مطابق عمل کرتا تو اس کے لیے بہتر ہوتا۔

مسئلہ:۴۶، ثنا، تعوذ، تسمیہ کی طرح التحیات بھی آہستہ پڑھیں

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے مسئلہ مذکورہ بالا کے تحت کہا:

"عن ابن مسعود قال: من السنة أن یخفی التشهد"

یعنی حضرت ابن مسعود نے کہا کہ یہ بات سنت میں سے ہے کہ نمازی تشہد خفی اور سری طور پر پڑھے۔ (سنن أبي داود:۱/ ۱۴۲، و سنن ترمذي:۱/ ۶۵ وحسنه و مستدرك حاكم:۱/ ۲۶۷، وصححه زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۵۵)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی نقل کردہ مذکورہ حدیث میں ثناء و تعوذ و تسمیہ سراً پڑھنے کا ذکر نہیں ہے، پھر اس نے مسئلہ زیر نظر میں ایسی حدیث کیوں نقل کی، جو اس کے عنوان سے مطابقت نہیں رکھتی؟

مسئلہ:۴۷، فرض، واجب، سنت مؤکدہ نمازوں کے پہلے قعدہ میں التحیات پر کسی اضافہ کے بغیر تیسری رکعت کے لیے اٹھ جائیں:

مذکورہ بالا مسئلہ کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے بعض روایات ایسی ذکر کیں کہ

"ایک سے زیادہ قعدہ والی نمازوں کے پہلے قعدہ میں التحیات سے زیادہ کچھ پڑھے بغیر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۵۵ تا ۵۷)

لیکن سنن نسائی و مسند أحمد و معجم کبیر للطبراني :۳/ ۱۲۵ میں بسند صحیح مروی ہے کہ آپ ﷺ نے

قعدہ اولیٰ میں تشہد یعنی التحیات کے مع درود پڑھنے کے علاوہ اپنی پسندیدہ دعائیں پڑھنے کا حکم دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ قولی حدیث نبوی فعلی حدیث پر ترجیح رکھتی ہے، لہٰذا ایسا کرنا چاہئے اور تشہد کے معنی میں اکثر درود بھی شامل ہے، مگر چونکہ تقلید پرستی نے اس فرقہ کو صحیح سمجھ بوجھ سے محروم کر رکھا ہے، اس لیے وہ جو چاہتا ہے بکتا رہتا ہے، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جن روایات معتبرہ میں قعدہ اولیٰ میں تشہد یعنی التحیات مع درود کے بعد بھی مزید دعائیں کرنے کا حکم نبوی ہے، وہ استحباب یا سنت کا معنی رکھتا ہے، جسے ترک بھی کیا جا سکتا ہے، ورنہ احادیث صحیحہ میں منقول ہے کہ پہلے قعدہ میں آپ ﷺ التحیات اور درود بھی پڑھا کرتے تھے اور اپنی امت کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔(صحیح أبي عوانه: ۲/۲۳۴، وسنن نسائي) یعنی حکم نبوی ہے کہ " صلّوا كما رأيتموني أصلي" یہ حدیث متواتر المعنی ہے، نیز آپ ﷺ نے صحابہ کے پوچھنے پر پہلے اور دوسرے قعدہ کے درمیان تفریق کے بغیر بتایا کہ تشہد کے ساتھ اس طرح درود پڑھو، (عام کتب حدیث یہ حدیث متواتر المعنی ہے) امام شافعی کی کتاب الام اور مجموع للنووي(۳/۴۶۰) و روضة الطالبين (۱/۲۶۳)، و طبقات الحنابله، لابن رجب: ۱/۲۸۰، وغیرہ)

مسئلہ:۴۸، تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھیں:

اپنے اس مسئلہ کے تحت صرف یہ کہنے پر اکتفاء کیا کہ ان دونوں رکعتوں میں قراءت کے احکام اور ان کے دلائل مسائل قراءت میں گزر چکے ہیں، انھیں دیکھ لیا جائے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۵۷، ۵۸)

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ کا اصل مسلک یہ ہے کہ دو رکعتوں کے بعد والی آخری رکعتوں میں یا تو بالکل خاموش رہے یا تسبیح و تہلیل کرے، فرقۂ دیوبندیہ اپنے مسلک کو لوگوں کی نظروں سے احساس ندامت کے سبب چھپا رہا ہے، حالانکہ وہ احساس ندامت کے وصف محمود سے محروم ہے، مگر معلوم نہیں یہاں اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ احساس ندامت کے علاوہ کسی اور جذبہ سے اس نے ایسا کیا ہو۔ پہلی دو رکعتوں کے بعد والی رکعات میں کبھی کبھار آپ ﷺ کا فاتحہ سے زیادہ قراءت قرآن ثابت ہے۔

(مسند أحمد و صحيح مسلم و متعدد كتب حديث والتعليق الممجد على موطا محمد، صفحه: ۱۰۲، و كتاب منية المصلي و شروحها)

مسئلہ:۴۹، قعدہ اخیرہ نماز کے آخر میں قعدہ اولیٰ کی طرح پھر بیٹھیں اور التحیات کے ساتھ درود بھی پڑھیں:

فرقۂ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا عنوان قائم کیا، مگر یہ نہیں بتلایا کہ قعدہ اولیٰ اس کے مذہب میں فرض ہے یا واجب و سنت، حالانکہ اس کے مذہب میں قعدہ اولیٰ فرض ہی نہیں فرض کے علاوہ اس کی اصطلاح والا واجب ہے، یا سنت مؤکدہ اور قعدۂ اخیرہ میں اس کے یہاں تشہد و درود پڑھنا واجب و فرض نہیں، بلکہ تھوڑی دیر کچھ پڑھے بغیر بیٹھ کر

سلام پھیرے یا اخراج ریاح سے دیوبندیہ کی نماز صحیح ہو جاتی ہے، حالانکہ قرآنی آیت کا مقتضی اور اس کی تفسیر میں وارد احادیث نبویہ کا بھی مقتضی ہے کہ قعدہ اولیٰ وثانیہ فرائض ہیں اور ان میں تشہد و درود کا پڑھنا بھی فرض ہے اور درود کے بعد والی دعاؤں میں سے کوئی دعا یا ایک سے زیادہ دعا پڑھ کر سلام پھیرنا فرض ہے، ان کے بغیر بھی نماز باطل ہوتی ہے، مگر دیوبندیہ ان امور کو فرض مانے بغیر ہی اور تشہد و درود و سلام پڑھے بغیر ہی نماز کو صحیح مانتے ہیں، یعنی کہ دیوبندیہ کی ساری نمازیں شریعت کی نظر میں باطل و فاسد ہیں، مگر نشۂ تقلید اور نشہ کثرت تعداد میں بدمست ہو کر بھی دیوبندیہ اپنے آپ کو پکا سچا مسلمان کہتے ہوئے پکے سچے نمازی بھی کہتے ہیں!!

اپنے اس عنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے حضرت کعب بن عجرہ کی بیان کردہ یہ حدیث نبوی نقل کر دی ہے کہ آپ ﷺ نماز کے قعدہ میں التحیات اور درود پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۵۸، ۵۹)

مگر اپنی دیوبندی مصلحت کے تحت اس نے یہ نہیں بتلایا کہ دونوں قعدوں میں التحیات یا درود پڑھنا فرض ہے یا غیر فرض؟ حالانکہ ایسا کرنا اس کے نزدیک فرض نہیں، بلکہ اکثر دیوبندیہ اسے اپنا مصطلح واجب بھی نہیں مانتے، پھر بھی دعویٔ اتباع نبوی وحب نبوی کرنے میں بہت سرگرم ہیں، حالانکہ یہ اپنے اس طرح کے دعاوی میں عملی طور پر جھوٹے ہیں، بصیغۂ امر حکم نبوی وحکم قرآنی اصلاً فرض کے لیے ہے، اِلا یہ کہ کوئی قرینہ صارفہ ہو اور دیوبندیہ کے پاس کوئی قرینہ صارفہ نہیں۔

مسئلہ:۵۰، درود شریف کے بعد ادعیۂ نبویہ میں سے کوئی دعاء پڑھیں

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے مسئلہ مذکورہ کے تحت کہا:

" عن أبي بكر الصديق قال لرسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: علمني دعاء أدعو به في صلوتي۔ قال قل اللهم إني ظلمت نفسي ظلماً كثيراً" الحديث۔

یعنی حضرت صدیق اکبر نے خدمت نبویہ میں گزارش کی کہ مجھے کوئی دعاء سکھا دیجیے، جسے میں نماز میں پڑھا کروں، تو آپ ﷺ نے قعدہ اخیرہ میں تشہد و درود کے بعد مذکورہ بالا دعاء پڑھنے کا حکم دیا۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۵۹، بحوالہ صحیح بخاری: ۱/ ۱۱۵، وصحیح مسلم: ۱/ ۳۴۷)

اس کے بعد دیوبندیہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی حدیث نقل کی کہ آپ ﷺ قعدہ اخیرہ میں "اللهم إني أعوذبك من عذاب القبر" والی دعا پڑھتے تھے۔ (زیر نظر دیوبندی، کتاب، صفحہ:۵۹، ۶۰، بحوالہ صحیحین)

ہم کہتے ہیں کہ ان دعاؤں کے علاوہ بھی دعائیں کتب حدیث میں اسانید معتبرہ کے ساتھ مروی ہیں اور ہمارا مؤقف یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک دعاء کا پڑھنا واجب ہے اور اگر ان کے ساتھ مزید کئی دعائیں یا ایک دعاء

پڑھیں تو سنت ہے۔

مسئلہ:۵۱، دعاء سے فارغ ہو کر دائیں بائیں جانب سلام پھیریں اور گردن اتنی موڑیں کہ پیچھے بیٹھنے والے کو نمازی کے رخسار نظر آئیں:

ہم بتلا آئے ہیں کہ دیوبندیہ کے مذہب میں نہ تشہد پڑھنا فرض ہے نہ درود نہ دعائیں نہ سلام پھیرنا۔ اس کا مذہب ہے کہ قعدۂ اخیر میں گونگوں کی طرح بیٹھا رہنے کے بعد کوئی منافی نماز عمل کرے، نمازی کی نماز مکمل ہے، معلوم نہیں کس بناء پر دیوبندیہ نے اس مسئلہ کے تحت لمبی بات بنائی۔ بہر حال ان باتوں کو معلوم نہیں دیوبندیہ صرف جائز مانتے ہیں یا مستحب وسنت۔ اپنے اس مسئلہ کے تحت اس نے دو حدیثیں نقل کیں کہ ہمارے نبی ﷺ دائیں بائیں جانب السلام علیکم ورحمة الله کہتے تھے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶۰)

مسئلہ:۵۲، نماز کے بعد دعاء، نماز سے فارغ ہو کر دعاء مانگیں، اس طرح کہ ہاتھوں کے اندرونی حصہ کو چہرے کی طرف سینے تک اٹھائیں

اپنے مذکورہ بالا مسئلہ کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

۱۔ عن أبي أمامة قال: قيل يا رسول الله، أي الدعاء أسمع؟ قال: جوف الليل الآخر، و دبر الصلوات المكتوبات"

یعنی حضرت ابو امامہ صحابی نے کہا کہ خدمت نبویہ میں عرض کیا گیا کہ کون سی دعاء اللہ کے یہاں زیادہ مقبول ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ دعاء جو نصف شب کے بعد والی آخری رات میں ہو، نیز وہ دعاء جو فرض نمازوں کے آخر میں ہو۔(دیوبندی کتاب مذکورہ صفحہ:۶۰، ۶۱، بحوالہ تحسین ترمذی:۲/۱۸۷)

ہم کہتے ہیں کہ حسب عادت دیوبندیہ نے اس حدیث نبوی میں یہودیوں والی تحریف کی ہے وہ یہ کہ سلام پھیر کر نمازی کی نماز ختم ہو جاتی ہے، تو نماز ختم ہونے کے بعد والی دعاء کو دعائے نماز نہیں کہہ سکتے، بلکہ سلام پھیرنے سے پہلے تشہد ودرود کے آخر والی دعاؤں کو ہی دعائے دبر الصلوات المكتوبات کہا جا سکتا ہے، نہ کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد، اس لیے بعض روایات میں ادعیه دبر الصلوات المكتوبة والی دعاؤں کو دعائے اندرون نماز کہا گیا ہے، لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ اندرون نماز نماز کے آخر میں سلام پھیرنے سے پہلے والی دعاؤں کو آپ ﷺ نے دعائے دبر صلوات المكتوبات کہا ہے، جس میں دیوبندیہ نے تحریف کر ڈالی ہے اور دوسری بہت بڑی بدعنوانی و تحریف کاری یہ کی کہ اس حدیث نبوی کو خارج نماز پر منطبق کر لیا اور اسے فراغت نماز کے بعد دعاء کرنے پر دلیل بنا لیا۔ اس کے بعد دیوبندیہ نے دوسری حدیث اس طرح پیش کی:

۲۔ عن المغیرة بن شعبه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یدعو في دبر صلوته"
یعنی حضرت مغیرہ بن شعبہ صحابی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز کے آخر میں دعا مانگا کرتے تھے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ ۶۱، بحوالہ تاریخ کبیر للبخاري: ۳/۲/۸۰)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث نبوی میں بھی اس سے پہلے والی حدیث نبوی کی طرح دیوبندیہ نے تحریف کی ہے، جیسا کہ بہت ظاہر ہے۔

وضاحت:

فرقۂ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا تحریفات وتلبیسات کے بعد "وضاحت" کے عنوان کے تحت لکھا کہ:

"حدیث پاک میں لفظ الدعاء عام ہے، جو دعائے حاجت و دعائے ماثورہ دونوں کو شامل ہے، لہٰذا اسے دعائے ماثورہ کے ساتھ خاص کرنا خلاف اصول ہے، نیز حدیث ابی امامہ سے فرض نماز کے بعد دعاء کے مستحب ہونے کا ثبوت بے تکلف ثابت ہوتا ہے۔"

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب اکاذیب وتلبیسات دیوبندیہ میں سے ہے، نیز تحریفات دیوبندیہ میں سے بھی، جیسا کہ ہماری مذکورہ بات سے بہت واضح ہے۔

بعد ازاں دیوبندیہ نے اپنے اس دیوبندی مسئلہ کے لیے تیسری حدیث اس طرح پیش کی:

" عن الفضل بن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیهٖ وسلم: الصلوة مثنی مثنی، تتشهد في کل رکعتین، و تخشع، و تضرع، و تمسکن، و تقنع یدیك یقول ترفعهما إلی ربك مستقبلاً ببطونهما ووجهك و یقول یا رب یا رب و من لم یفعل ذلك فهو کذا و کذا (سنن ترمذي: ۱/۸۷، و نسائي و ابن خزیمه في صحیحه: ۱/۲۲۰) و قال: بعد تخریج الحدیث " في هذا الخبر شرح ذکر رفع الیدین لیقول اللهم اللهم، و رفع الیدین في التشهد قبل التسلیم لیس من سنة الصلوة، وهذا دال علی أنه أمره برفع الیدین والدعاء والمسئلة بعد التسلیم من المثنی(۲/۲۲۱)، و أخرج ابوداود ونحوه عن المطلب بن وداعة، و هو حدیث حسن صالح للعمل فقد سکت عنه أبوداود و ذکره النووي في فصل الحسان من مصابیح السنة، و صدره المنذري عنه في الترغیب والترهیب، وذلك علامة کون الحدیث مقبولاً عنده و صنیع الطحاوي في شرح مشکل الآثار(۲/۲٤ تا ۲٦) واضح في أن الحدیث صحیح عنده، وثلاث رسائل في استحباب الدعاء صفحه ۳۲، تعلیقاً الخ"(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۶۱، ۶۲)

یعنی حضرت فضل بن عباس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غیر فرض اور مقررہ رکعات والی مسنون و غیر مسنون نماز دو دو رکعت پڑھی جائے، ہر دو رکعت میں تشہد پڑھا جائے اور خشوع و تضرع اور مسکنت کا اظہار دربار الٰہی میں کیا جائے اور دونوں ہاتھ اپنے ایک طرف اٹھا کر ہاتھوں کے باطنی رخ کو اپنے رب کی طرف اٹھا کر یا رب یا رب کہہ کر دعا کی جائے، جو شخص ایسا نہ کرے وہ ایسا ایسا مجرم ہے۔'' الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶۱، ۶۲)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کے لیے دیوبندیہ نے جو حوالے دیے، ان میں سب سے پہلا نام سنن ترمذی کا ہے اور سنن ترمذی میں عبد اللہ بن نافع بن العمیاء نامی راوی واقع ہیں، جو باتفاق اہل علم مجہول ہیں، عبد اللہ بن نافع بن العمیاء مجہول نے اسے حضرت ربیعہ بن الحارث سے نقل کیا، جو صحابی ہیں، اور ربیعہ صحابی نے اسے فضل بن عباس سے روایت کیا یہ بھی صحابی ہیں، مگر ان کی طرف پہنچنے والی سند میں واقع عبد اللہ بن نافع بن العمیاء بقول ابن المدینی مجہول ہیں اور انھیں حافظ ابن حبان نے اپنے اصول کے مطابق ثقات میں ذکر کیا ہے اور اس اصول ابن حبان کو محققین اہل علم نے ردّ کر دیا ہے، بایں ہمہ عبد اللہ بن نافع بن العمیاء اپنے بیان سند میں مضطرب ہیں، جس کی تفصیل شروح کتب حدیث میں ہے، اور یہ حدیث جس کتاب حدیث میں بھی ہے، جس کے لیے بعض کتب حدیث کا حوالہ دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب میں دیا ہے، سب کی سند میں عبد اللہ بن نافع بن العمیاء مجہول اور مضطرب البیان واقع ہے۔

دیوبندیہ نے صحیح ابن حبان کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں بھی معنوی تحریف و تلبیس اور قول ابن خزیمہ میں ردّ و بدل کیا ہے۔

- **اولاً:** امام ابن خزیمہ نے اس حدیث کے غیر معتبر ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔
- **ثانیاً:** یہ فرمایا کہ یہ حدیث فرض نمازوں کی بجائے غیر فرض نمازوں یعنی نفلی نمازوں بشمول فرض نمازوں سے متعلق مسنون نمازوں کی بابت وارد ہوئی ہے، مگر حنفیہ کا عمل اس حدیث کے بالکل خلاف ہے، جب کہ صحیح حدیث نبوی میں علی الاطلاق کہا گیا ہے کہ ''صلوٰۃ اللیل والنهار مثنی مثنی'' یعنی دن ہو یا رات ان میں غیر فرض ساری نمازیں دو دو رکعت پڑھی جائیں۔ یہ حدیث خود امام ابن خزیمہ اپنی اس کتاب کی حدیث نمبر:۱۲۱۰ (۲/۲۱۴) میں نقل کر آئے ہیں اور اسی بناء پر انھوں نے دیوبندیہ کے مورثین پر ردّ و قدح بھی کیا ہے، یا تو دیوبندیہ ابن خزیمہ سمیت دوسرے ائمہ کی باتیں سمجھتا نہیں ہے اور ایسے جہلاء و ناسمجھ لوگوں کا کسی بھی علمی موضوع خصوصاً نماز پر قلم اٹھانا انتہائی درجہ کی حماقت و جہالت و بلادت و غباوت ہے و نادار و غلط روی، یا پھر وہ سمجھتا ہے مگر محض منہ زوری و سینہ زوری کے بل پر خود ساختہ اکاذیب نہایت بے حیائی کے ساتھ اہل علم کی طرف

منسوب کر دینے کی عادت قبیحہ میں یہودیوں کی طرح گرفتار ہے۔

- **ثالثاً:** اگر مورثین دیوبندیہ اسے فرض نمازوں کے لیے بھی مانتے ہیں، تو فرض نمازوں کی ہر دو رکعت پر تشہد پڑھ کر سلام پھیرنے سے پہلے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کریں۔ ظاہر ہے کہ فرقۂ دیوبندیہ فرض نمازوں میں ایسا کرنے کا روادار نہیں، اس لیے اس کا دعویٰ مذکور باطل کے علاوہ اور کچھ نہیں!

فرقۂ دیوبندیہ نے امام ابوداود پر افتراء پردازی کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے یہ حدیث **عبد المطلب بن وداعة** سے نقل کی اور یہ حدیث اس لیے حسن اور قابل عمل ہے کہ اسے نقل کر کے امام ابوداود نے سکوت کیا ہے، حالانکہ سنن أبي داود مع عون المعبود، باب صلوٰۃ النہار (٤/١٢٢) طبع بیروت ١٩٩٨ء میں "**مطلب**" سے اسے نقل کیا گیا ہے، ان کی ولدیت اس میں بالکل ظاہر نہیں کی گئی ہے، لیکن مختلف کتب حدیث میں ان کا نام **مطلب بن ربیعه** یا **عبد المطلب بن ربیعه** یا ان کے علاوہ دوسرے نام بھی آئے ہوئے ہیں اور یہ نتیجہ ہے اس سند میں واقع **عبد الله بن نافع بن العمياء** کے اضطراب کا جو مجہول ہیں اور مجہول کا بہت زیادہ ضعیف ومتروک بلکہ کذاب ہونا بھی بعید نہیں ہے، اس لیے یہ حدیث بہر حال ساقط الاعتبار ہے۔ امام ابوداود نے اسے نقل کرنے کے بعد اس حدیث میں واقع لفظ **صلوٰۃ اللیل مثنی** کے متعلق پوچھے جانے پر فرمایا: "**إن شئت مثنى و إن شئت أربعاً**" چاہو تو تم رات والی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھو اور چاہو تو اس کے خلاف چار چار رکعات کر کے پڑھو، اس روایت کے ضعیف ہونے کی طرف واضح اشارہ کر دیا، یعنی کہ دیوبندیہ کی اس مستدل روایت کو امام ابوداود نے واضح طور پر ساقط الاعتبار اور نا قابل عمل قرار دیا، مگر تحریف بازی کے بل بوتے پر دیوبندیہ نے کہہ دیا کہ امام ابوداود نے اس سے سکوت اختیار کیا، جو تحسین یا تصحیح کی دلیل ہے، حالانکہ دیوبندیہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹے اور افتراپرداز اور امام ابوداؤد کی طرف ایسی بات منسوب کرنے والے ہیں، جو امام ابوداود نے نہیں کہیں، بلکہ دیوبندیہ کے خلاف ان کا صریح بیان موجود ہے اور ان کی بیان کردہ سند میں بھی دیوبندیہ نے تحریف کر ڈالی ہے۔

اسی طرح امام بغوی کی طرف بھی فرقۂ دیوبندیہ نے اپنی مکذوبہ بات منسوب کر رکھی ہے جیسا کہ مقدمہ مشکوٰۃ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، نیز امام منذری کی طرف بھی اس فرقہ نے اپنی اختراعی بات منسوب کی ہے اور اس فرقہ کا یہ کہنا کہ **شرح مشکل الآثار** میں "**صنیع طحاوی**" سے بھی واضح ہے کہ یہ حدیث طحاوی کے نزدیک صحیح ہے، یہ بھی اختراع دیوبندیہ میں سے ہے۔ یہ فرقہ تو تمام ہی ائمہ کے صنیع سے جو چاہتا ہے معنی اختراع کر لیتا ہے اور **ثلاث رسائل في استحباب الدعاء** میں منقول روایات کو خود دیوبندیہ نے معلق کہا ہے، یعنی جن کی سندیں حذف کر دی گئیں، پھر دیوبندیہ کو سند دیکھے بغیر اس حدیث کا صحیح ہونا کیسے معلوم ہو گیا؟ الغرض جن لوگوں کا دین و ایمان ہی اکاذیب وتلبیسات پرتی ہو ان کا کوئی کیا کر سکتا ہے؟ جب وہ جھوٹ کو سچ کر دکھانے کے درپے ہوں۔ دیوبندیہ

باجماعت فرض نماز کے بعد ایک بار بھی حیات نبوی میں اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا کوئی ثبوت دلیل معتبر سے پیش کریں، اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں اپنے کو سچا سمجھتے ہیں!!

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ چوتھی حدیث بروایت حضرت ام المومنین ام سلمہ:

عن أم سلمة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول إذا صلى الصبح حين يسلم، اللهم إني أسئلك علماً نافعاً و رزقاً واسعاً وعملاً متقبلاً"

یعنی نماز فجر کا سلام پھیر کر آپ ﷺ دعائے مذکور پڑھتے تھے۔"

(مسند احمد،صفحه:٣٠٥ و ابن ماجه، وقال الشوكاني: لولا جهالة مولى أم سلمة في نيل الأوطار: ٢/٣٤٥، و هي لا تضر عندنا)

اس حدیث کی سند میں مولیٰ ام سلمہ مجہول ہے، فرقۂ دیوبندیہ نے کہا کہ ہمارے نزدیک راوی کا مجہول ہونا مضر نہیں اور ہم کہتے ہیں کہ نصوص شرعیہ میں مجہول کو مضر کہا گیا ہے، بہت سارے نصوص شرعیہ کی مخالفت دیوبندیہ کا شیوہ ہے، وہ اپنی اختراعی نماز و دیگر عقائد ونظریات وعبادات میں نصوص کی مخالفت کو اپنا دین وایمان بنائے ہوئے ہیں اور مدعی ہیں کہ ہم پابند نصوص ہیں، بے راہ روی سے، اس مجہول راوی والی سند میں مروی اس حدیث میں صراحت نہیں کہ آپ ﷺ پوری جماعت کے ساتھ سلام کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے، مگر دیوبندیہ نے نماز باجماعت میں دعا بعد السلام میں ہاتھ اٹھا کر دعاء پر دلیل قرار دے لیا ہے، یعنی کہ اس کے دعویٰ اور دلیل میں کوئی ادنیٰ درجہ کی بھی مطابقت نہیں، جب کہ اس تلبیس کاری کے باوجود اس کی مستدل حدیث غیر معتبر بھی ہے، یہ دیوبندیہ کی کتنی بڑی بدعنوانی ہے؟

دیوبندیہ کی پیش کردہ پانچویں حدیث ابوہریرہ:

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يده بعد ما سلم و هو مستقبل القبلة، فقال:اللهم خلص الوليد بن الوليد و عياش بن ربيعة و سلمة بن هشام و ضعفة المسلمين الذين لا يستطيعون حيلة و لا يهتدون سبيلاً من أيدى الكفار" ذكره الحافظ بن كثير في تفسيره :١/٨٢٣، سورة النساء: ١٠٠ و سنده كالشمس و هو يحتمل في الشواهد و أبواب الفضائل من غير تردد"

یعنی حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز سے سلام پھیر کر قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور اس طرح کے دوسرے کمزور مسلمانوں کو کفار سے نجات دے، یعنی جو اہل اسلام کفار کے ہاتھوں گرفتار مصائب ہیں اور وہ کسی قسم کا حیلہ وراستہ کفار سے نجات کا نہیں پا رہے ہیں۔" (مذکورہ دیوبندی کتاب، صفحہ:٦٣)

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ کو تقلید پرستی و تعصب پرستی اور اکاذیب و تلبیسات پرستی نے اس قدر اندھا اور بینائی سے محروم بنا دیا ہے کہ اپنی مستدل حدیث کی سند میں واقع علی بن زید بن جدعان جیسے رافضی متروک و ساقط الاعتبار راوی کو نہیں دیکھ سکا اور کہہ دیا کہ اس کی سند سورج کی طرح ہے، اور اس کا ایک راوی علی بن زید بن جدعان شواہد و ابواب فضائل میں بلا تردد قابل برداشت ہے۔ حالانکہ جب علی بن زید بن جدعان بقول ائمہ کرام متروک اور اسناد و متون حدیث میں الٹ پلٹ کر دینے والا ہے، تو تمام احادیث صحیحہ متواترہ میں جو یہ منقول ہے کہ آپ ﷺ قنوت نازلہ میں آخری رکعت کے رکوع کے بعد اس دعاء کو بطور قنوت نازلہ پڑھتے تھے، جس کے خلاف اس شخص نے معلوم نہیں کہ اس کی سند میں کتنا رد و بدل کیا ہو، اور متن حدیث میں تو اس کا ردّ و بدل کر دینا ظاہر ہے کہ اس دعاء کے محل میں اس نے ردّ و بدل کر کے کہہ دیا کہ آپ ﷺ یہ دعاء نماز سے سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر پڑھتے تھے۔

اس روایت کے مکذوب ہونے کی بڑی دلیل یہی ہے کہ اس شخص کی حالت اختلاط و حواس باختگی اور جنون میں آ کر احادیث متواترہ ثابتہ کے خلاف یہ بات نبی معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کر کے دیوبندیہ جیسے اکاذیب پرست کے خود ساختہ مسلک کے لیے دلیل فراہم کر دی۔ خیر اس علی بن زید نے تو عالم حواس باختگی و اختلاط میں دماغ قابو میں نہ رہنے کے سبب یہ الٹی پلٹی خلاف نصوص بات بیان کر دی، مگر دیوبندیہ جیسے مدعیان عقل و ہوش کو کیا ہو گیا کہ محض منہ زوری کی بناء پر کہہ دیا کہ یہ مقلوب السند والمتن روایت جو احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے، بطور شاہد باب فضائل میں قابل قبول ہے؟ آخر دیوبندیہ کی اس مستدل روایت کی وہ حدیث کہاں اور کیسی سند و متن والی ہے، جس کی یہ مقلوب السند والمتن روایت شاہد ہے، اسانید و متون حدیث میں الٹ کر دینے والے اس شخص نے اس حدیث کو اس طرح بھی بیان کیا ہے کہ:

”قال ابن جرير: حدثنا المثنى حدثنا حجاج حدثنا حماد عن علي بن زيد عن عبدالله أو إبراهيم بن عبد الله القرشي عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يدعو في دبر صلوٰة الظهر اللهم خلص الوليد وسلمة بن هشام و عياش بن ربيعة وضعفة المسلمين من أيدي المشركين الذين لا يستطيعون حيلة و لا يهتدون سبيلاً ، لفظ الحديث شاهد في الصحيح من غير هذا الوجه كما تقدم“

یعنی آپ ﷺ نماز ظہر کے آخر میں دعاء قنوت نازلہ پڑھتے تھے، اس حدیث کا شاہد دوسری سند سے صحیح میں مروی ہے، جیسا کہ گزرا۔

یہ روایت فرقۂ دیوبندیہ کی مستدل روایت سے متصلاً بعد تفسیر ابن کثیر میں منقول ہے، جو حقیقت میں دیوبندیہ کے خلاف حجت ہے، کیونکہ اس میں ”دبر صلوة ظهر“ میں دعائے قنوت پڑھنے کا ذکر اور کسی نماز کی آخری رکعت

والا رکوع "دبر صلوٰۃ" میں داخل ہے، اس لیے کہ رکوع کے بعد نماز کا اکثر حصہ ختم ہو چکا ہوتا ہے، لہٰذا اس روایت کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ آپ ﷺ نے نماز ظہر کی آخری رکعت کے رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھی، دریں صورت یہ حدیث دیوبندیہ کے خلاف حجة بالغه ہے، نیز اس کی سند میں بھی علی بن زید بن جدعان ہے اور اس نے اسے مشکوک طور پر عبد اللہ یا ابراہیم بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے، جو مجہول ہے، لہٰذا سنداً یہ روایت مکذوب ہے، اسے دلیل بنانا بے راہ رولوگوں کا کام ہے۔

فرقۂ دیوبندیہ کی مستدل چھٹی حدیث بروایت عبد اللہ بن زبیر:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن محمد بن أبي يحيىٰ قال: رأيت عبد الله بن الزبير رأى رجلاً رافعاً يديه يدعو قبل أن يفرغ من صلوٰته، فلما فرغ منها قال له: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلوٰته، رواه الطبراني ،قال الهيثمي: رجاله ثقات۔

(مجمع الزوائد: ١٠/١٦٩)

یعنی محمد بن ابی یحییٰ نے کہا میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہوئے بغیر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے ہوئے ایک آدمی کو دیکھ کر موصوف ابن زبیر نے فرمایا کہ ہمارے رسول ﷺ نماز سے فارغ ہوئے بغیر ہاتھ اٹھا کر دعاء نہیں کرتے تھے، یعنی کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہی آپ ﷺ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔" (زیر نظر دیوبندیہ کتاب، صفحہ: ٦٣، ٦٤)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں فضیل بن سلیمان النمیری أبوسلیمان البصری متوفی ١٨٥ھ، ١٨٦ھ واقع ہیں، انھیں تمام اہل علم نے متروك و غیر ثقه و منكر الحديث و ليس بشيء کہا ہے (تهذيب التهذيب: ٨/٢٦٢، ٢٦٣، دعام کتب رجال) معجم طبرانی کے جس جزء صفحہ: ٦٦/٠٠، میں یہ روایت منقول ہے، اس کے محقق نے کہا کہ:

" في سنده فضيل بن سليمان النميري ضعيف فلا أدري ما معنى قول الهيثمي "رجاله ثقات"

نیز ہم کہتے ہیں کہ امام ہیثمی نے اس روایت کی سند کے رواۃ کو اگرچہ ثقات کہا ہے، مگر یہ معلوم ہے کہ سند کے رجال کا ثقہ ہونا سند کے معتبر ہونے کی ہرگز دلیل نہیں ہے، اس میں نہایت واضح علت قادحہ یہ ہے کہ اسے حضرت ابن زبیر سے محمد بن ابی یحییٰ نے نقل کیا اور اس شخص نے عبد اللہ بن زبیر صحابی سے، لیکن ابن زبیر کیا معنی یہ شخص کسی بھی صحابی سے سماع حدیث نہیں کر سکا، حالانکہ یہ شخص محمد بن ابی یحییٰ بھی ثقہ ہے اور اس ثقہ راوی کی طرف یہ روایت نیچے کے کسی ایسے راوی نے منسوب کردی جو بنظر ظاہر بقول ہیثمی ثقہ تھا، مگر وہ مدلس تھا، جس نے کسی کذاب سے اسے

تدلیساً روایت کیا اور جسے اس نے ازراہ تدلیس ترک کر دیا اور یقیناً یہ ترک ہو جانے والا راوی کوئی بڑا کذاب و وضاع یا نہایت غیر ثقہ راوی تھا یا کہ سند میں انقطاع ہو تو ثقہ ہونے کے باوجود انقطاع کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں کے درمیان کوئی کذاب و دجال قسم کے راوی کا ذکر نہیں آسکا۔ بہرحال یہ روایت مکذوب و باطل ہے باعتبار سند بھی اور باعتبار متن بھی، کیونکہ متواتر المعنی حدیث کے بالکل خلاف ہے اور ایسی معلول روایت مکذوب ہونے کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتی، مگر فرقۂ دیوبندیہ کا شعار ہی اکاذیب پرستی ہے، اس لیے اس نے اس مکذوبہ روایت کو اپنا دین و ایمان بنا لیا۔ پھر دیوبندیہ بتلائے کہ اس مفہوم کی کون سی روایت مکذوبہ روایت کی شاہد ہے؟ اور کیا قنوت نازلہ فضائل میں سے ہے کہ اس پر بطور دلیل مکذوبہ روایت پیش کی جائے؟

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ ساتویں حدیث بروایت سلمان فارسی:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

”عن سلمان قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ما رفع قوم أكفهم إلى اللّٰه تعالىٰ يسألونه شيئاً إلا كان حقا على اللّٰه أن يضع في أيديهم الذى سألوه۔ أخرجه الطبراني، و قال الهيثمي: رجاله رجال الصحيح (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶۴، بحوالہ مجمع الزوائد: ۱/۱۶۹)

یعنی حضرت سلمان فارسی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن لوگوں نے اپنی ہتھیلیاں اللہ کی طرف پھیلا کر کوئی چیز مانگی، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ وہ ان کی مانگی ہوئی چیز ان کے ہاتھ میں رکھ دے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث سے اشارہ و کنایہ بھی نہیں پایا جاتا کہ فرض نماز باجماعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر بھی دعا ہو، اسے قبول کر لینا اللہ کے ذمہ ہو جاتا ہے، فرقۂ دیوبندیہ اب تک کوئی بھی معتبر حدیث اپنے مدعیٰ پر پیش نہیں کر سکا۔

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ آٹھویں حدیث بروایت حبیب بن مسلمہ فہری:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

” عن حبيب بن مسلمة الفهري قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: لا يجتمع قوم مسلمون يدعو بعضهم و يومن بعضهم إلا استجاب اللّٰه دعاء هم“

یعنی حبیب بن مسلمہ نے آپ ﷺ سے یہ سنا کہ جب کچھ لوگ جمع ہوتے اور ان میں سے بعض دعا کرتے اور بعض آمین کہتے ہیں، تو ان کی دعا اللہ تعالیٰ ضرور قبول کر لیتا ہے۔

(أخرجه الحاكم و قال:صحيح على شرط مسلم، ورواه الطبراني في المعجم الكبير:٤/٢٦، قال الهيثمي: رجاله رجال الصحيح غير ابن لهيعة (١٠/١٧٠) و ابن لهيعة حسن الحديث والراوي عنه في هذا الحديث هو عبد الله بن يزيد المقرئ و هو أحد العبادلة الذين تعد روايتهم عن ابن لهيعة أعدل و أقوىٰ۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶۴، ۶۵)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت میں بھی اس کا ادنیٰ ترین شائبہ نہیں کہ فرض نماز باجماعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعاء کی جائے۔ یہ دیوبندیہ کا جھوٹ ہے کہ حدیث مذکور دیوبندیہ کے مؤقف مذکور پر دلالت کرتی ہے۔

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ نویں حدیث بروایت ابی بکرۃ:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن أبي بكرة مرفوعاً سلوا الله ببطون أكفكم و لا تسألوه بظهورها"

یعنی حضرت ابوبکرۃ ثقفی سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی ہتھیلیوں کے اندرونی حصہ سے مانگا کرو بیرونی سے نہیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶۵، بحواله طبراني قال الهيثمي في مجمع الزوائد (١٦١/١٠): رجاله رجال الصحيح غير عمار بن خالد الواسطي و هو ثقة)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں بھی اس کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا کہ یہ روایت دیوبندیہ کے موقف مذکور پر منطبق ہوتی ہے۔

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ دسویں حدیث بروایت ابن عباس:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن ابن عباس قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا دعوت الله فادع بباطن كفيك و لا تدع بظهورها فإذا فرغت فامسح بها وجهك"

یعنی حضرت ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اللہ سے دعا کرو تو اپنی داہنی ہتھیلی کے اندرون سے کرو بیرون سے نہ کرو اور دعاء سے فارغ ہو تو ہتھیلیوں کو چہرے پر پھیر لو۔

(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶۵، بحواله سنن ابن ماجه، باب رفع اليدين في الدعاء صفحه:٢٧٥، قال شيخ الاسلام الحافظ ابن حجر: في أماليه هذا حديث حسن و ذلك نظراً إلى شواهده)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت میں بھی اس کا شائبہ تک نہیں کہ یہ روایت دیوبندیہ کے موقف مذکور پر ذرہ برابر بھی دلالت کرتی ہے۔

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ گیارہویں حدیث بروایت مالک بن یسار سکونی عوفی:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن مالك بن يسار السكوني ثم العوفي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا سألتم الله فاسألوه ببطون أكفكم و لا تسألوه بظهورها"

(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:٦٥، بحوالہ سنن أبي داود في كتاب الصلوة و إسناده جيد)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کا بھی وہی معنی ہے، جو معنی اس کے پہلی والی حدیث کا ہے اور یہ بھی موقف دیوبندیہ پر ذرہ برابر بھی دلالت نہیں کرتی۔

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ بارہویں حدیث بروایت عمر بن الخطاب:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن عمر بن الخطاب قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح وجهه"

یعنی حضرت عمر فاروق نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ دعاء کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو چہرہ پر ہاتھ پھیرے بغیر ہاتھ نیچے نہیں کرتے تھے۔

(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:٦٦، بحوالہ سنن ترمذي، كتاب الدعوات: ٢/١٧٦، قال الترمذي: هذا حديث صحيح غريب و في نسخة غريب، بدون لفظ: صحيح، و قال الحافظ ابن حجر في بلوغ المرام: أخرجه الترمذي و له شواهد، منها حديث ابن عباس عند أبي داود، ومجموعها يقتضى أنه حديث حسن، واقرّ الحافظ على ذكر ذلك الأمير الصنعاني في سبل السلام:٤/٣٣٢، طبع دار المعرفة بيروت و استدل بالحديث على مشروعية مسح الوجه باليدين بعد الفراغ من الدعاء، وأقره أيضاً المحدث عبد الرحمن المباركفوري في تحفة الأحوذي:٩/٣٢٩)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں بھی ادنیٰ ترین شائبہ دیوبندیہ کے زیر نظر موقف کے لیے نہیں پایا جاتا، کما هو الظاهر!

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ تیرہویں حدیث بروایت سائب بن یزید:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن السائب بن يزيد عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا دعا فرفع يديه و مسح و جهه بيديه"

یعنی والد سائب حضرت یزید نے کہا کہ آپ ﷺ دعاء کرتے، تو رفع الیدین کرتے اور اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں سے پھیر لیتے۔

(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحه:٦٦، بحواله سنن أبي داود:١/٢٠٩، و فيه ابن لهيعة، روى عنه قتيبة بن سعيد، و رواية قتيبة عنه صحيح، شيخ ابن لهيعة في هذا الحديث حفص بن هاشم

و هو مجهول لكن رجح ابن حجر في تهذيب التهذيب: ٢/٤٢٠، إن شيخ ابن لهيعة في هذا الحديث هو حبان بن واسع دون حفص بن هاشم (حبان بن واسع ذكره بن حبان في الثقات)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت میں بھی ادنیٰ ترین شائبہ زیر نظر موقف دیوبندیہ کے لیے نہیں پایا جاتا۔

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ چودھویں حدیث بروایت ابن عمر و ابن الزبیر:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن ابن نعيم قال:رأيت ابن عمر و ابن الزبير يدعوان و يديران الراحتين على الوجه"

یعنی بقول ابونعیم حضرت ابن عمر و ابن الزبیر کو دعا کرتے دیکھا، ختم دعاء پر دونوں حضرات ہتھیلیوں کو چہرے پر پھیرتے تھے۔(زیر نظر دیوبندی، کتاب، صفحہ:٦٦، بحواله الأدب المفرد للبخاري:٢/٨٢)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں بھی ادنیٰ ترین شائبہ زیر نظر موقف دیوبندیہ کے لیے نہیں پایا جاتا۔

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ پندرھویں حدیث بروایت ابن شہاب زہری تابعی:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن ابن شهاب الزهري قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه عند صدره في الدعاء ثم يمسح بهما وجهه"

یعنی امام زہری نے کہا کہ دعاء میں رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ سینے تک اٹھاتے تھے، پھر اپنے چہرہ کو دونوں ہاتھوں سے مسح کر لیتے تھے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:٦٧، مصنف عبد الرزاق :٢/٢٤٧، و إسناده صحيح و هذا الحديث إن كان مرسلاً، فالمرسل حجة عند كثير من الفقهاء والمحدثين لاسيما إذا عتضد من المرفوع)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت میں بھی ادنیٰ ترین شائبہ زیر نظر موقف دیوبندیہ کے لیے نہیں پایا جاتا، مگر اس اکاذیب پرست فرقہ نے اس کا اعتراف کرنے کے باوجود کہ یہ حدیث مراسیل زہری سے ہے۔ اس کی سند کو محض کذب بیانی و تلبیس کاری و دجل و فریب کے بل پر صحیح قرار دے دیا ہے۔ امام احمد بن سنان نے کہا:

" كان يحيىٰ بن سعيد لا يرى إرسال الزهري وقتادة شيئاء ويقول: هو بمنزلة الريح" (تهذيب التهذيب:٩/٣٩٨)

یعنی امام یحییٰ بن سعید قطان زہری و قتادہ کی مرسل روایات کو لا شیٔ محض قرار دیتے ہوئے کہتے تھے کہ ان کی مرسل روایات ہوائی باتوں کے درجہ میں آتی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ لاشئی اور ہوائی اڑائی ہوئی افواہ کو فرقۂ دیوبندیہ نص شرعی کی حیثیت دیے ہوئے ہے، فرقۂ دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اپنے خانہ ساز اہل رائے وتقلید پرستوں والے حیلہ وفریب کو صحیح الإسناد حدیث نبوی قرار دے کر حجت بنائے پھرتا ہے۔

ضروری تنبیہ:

اپنے اس عنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

''مسئلہ ۵۲: یعنی مسئلہ زیر بحث میں مذکور کیفیت کے ساتھ فرض وغیرہ نمازوں کے بعد دعا مانگنے کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے، ان مذکورہ احادیث سے روز روشن کی طرح ثابت ہے، لہٰذا اسے بدعت سمجھنا یا کہنا کسی طرح بھی جائز نہیں، البتہ نماز کے بعد اس طرح دعا مانگنا ایک امر مستحب ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ایسا نہ کرے تو اس پر انکار وملامت مناسب نہیں۔ (زیر نظر دیوبندی، کتاب صفحہ:۶۷)

ہم کہتے ہیں کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ باجماعت فرض نمازوں کے ختم ہو چکنے کے بعد تمام مقتدی امام سمیت اپنی جگہ بیٹھے رہیں اور کچھ دیر بعد سبھی لوگ ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعا کریں، اسے فرقۂ دیوبندیہ کم سے کم مستحب سمجھتا ہے، مگر اس کے ثبوت میں کوئی ایک بھی روایت معتبرہ نہیں، حالانکہ دن بھر میں پانچ مرتبہ پڑھی جانے والی نمازوں میں سے ہمارے رسول اللہ ﷺ نے اگر پوری تیئس سالہ نبوی زندگی میں کسی بھی نماز فرض کے بعد اس طرح دعا مانگی ہوتی اور آپ ﷺ کے مقتدی صحابہ نے آپ ﷺ کا اس معاملہ میں اتباع کیا ہوتا، تو آپ ﷺ کا یہ فعل ضرور بالضرور نقل ہوا ہوتا، یہ عدم نقل یا کالعدم نقل صاف بتلاتا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد امام ومقتدی لوگوں کا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا معمول نبوی ومعمول صحابہ کے خلاف ہے، لہٰذا یہ فعل بدعت ہے، جس سے اجتناب ہر مسلمان کا شیوہ وشعار ہونا چاہیے۔

اور ہاتھ اٹھائے بغیر فرض نماز کے بعد ہر نماز کا ماثور وغیر ماثور دعاؤں کا کرنا بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور اس سلسلے میں جس قدر نمازی چاہے ماثور دعائیں پڑھے اور غیر ماثور دعاؤں کا پڑھنا بھی صحیح ہے۔ ہم فرض نمازوں کے بعد دعاؤں کے قائل ہی نہیں فاعل بھی ہیں اور انھیں کم از کم سنت سمجھتے ہیں، مگر ہیئت کذائی والی دیوبندی دعائے مذکور کو ہم یقیناً بدعت سمجھتے ہیں، کیونکہ دعاء بھی عبادت بلکہ نص نبوی کے مطابق مخ العبادة ❶ یعنی عبادت کا مغز ہے اور ہر عبادت توقیفی ہے یعنی اللہ ورسول کے بتلانے کے مطابق ہی اسے انجام دیا جا سکتا ہے اور ہیئت کذائی والی دیوبندی دعاء پر کوئی بھی نص نہیں ہے اس لیے یہ بدعت ہے اور بدعت سے دور رہنے کی شریعت میں بڑی تاکید آئی ہے۔

مسئلہ ۵۳: نماز کے بعد ذکر اللہ مستحب ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے:

اپنے اس عنوان کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے تین احادیث کا ذکر کیا ہے اور بعنوان تنبیہ بیان کیا ہے کہ:

''فرض نمازوں کے بعد احادیث میں بہت سے اذکار مروی ہیں، مگر انھیں کے ذکر پر یہاں اکتفاء کیا جاتا

ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶۷، ۶۸)

ہم بھی جانتے اور مانتے ہیں کہ فرض نمازوں کے بعد بہت سارے اذکار اور ادعیہ کتب احادیث میں منقول ہیں اور ہر شخص کو چاہئے کہ جس سے جتنا ہو سکے زیادہ سے زیادہ یہ اذکار اور ادعیہ کرتا رہے۔

ضروری وضاحت:

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے کہا کہ:

اگلی سطور میں نماز کا جو طریقہ بیان کیا گیا، ہے وہ مردوں کے لیے ہے، عورتوں کی نماز بعض باتوں میں مردوں سے مختلف ہے، لہٰذا خواتین نماز ادا کرتے وقت درج ذیل مسائل کا خیال رکھیں۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۶۸، ۶۹)

ہم بھی کہتے ہیں کہ جو بات مخصوص طور پر عورتوں سے نصوص کی بنیاد پر متعلق ہو ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

مسئلہ:۵۴، خواتین کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اکیلے گھر میں نماز ادا کریں

عنوان مذکور کے تحت فرقۂ دیوبندیہ نے تین احادیث نقل کیں، جن کا حاصل یہی ہے کہ عورتیں تنہا اپنے گھر میں نماز پڑھیں، مگر تیسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

”صلوٰتك في مسجد قومك خير من صلوتك في مسجدي“

یعنی اپنی قوم مراد محلّہ کی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے افضل و بہتر ہے۔“(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۷۰)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خواتین کو اپنے محلّہ و خاندان والی مساجد میں نماز پڑھنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے بھی افضل ہے، مگر فرقۂ دیوبندیہ علی الاطلاق خواتین کو کسی بھی مسجد میں نماز پڑھنے کو منع کرتا ہے، نیز عورتوں کو اپنے گھر میں یا کسی اور کے گھر میں نماز باجماعت پڑھنے کی شریعت میں اجازت ہے، مگر اسے بھی دیوبندیہ ناپسند کرتے ہیں، دیوبندیہ نے یہاں ایک نوٹ کے تحت کہا کہ اس مسئلہ کی تفصیلات کے لیے ہماری کتاب ”خواتین اسلام کی بہترین مسجد“ کا مطالعہ کریں۔

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی اس بات پر ہم ضرور عمل کریں گے، کیونکہ دیوبندیہ کی یہ کتاب ”خواتین اسلام کی بہترین مسجد“ بھی دیوبندی تحفظ کانفرنس کے پیکٹ میں موجود ہے، جس میں انتیس زہریلی گندی وتقلیدی کتابیں بھر کر اہل حدیث کے خلاف تقلید پرست دیوبندیہ میں جذبات قبیحہ شنیعہ بھڑکا کر اشتعال پیدا کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے اور ہم نے اس سارے دیوبندی دجل وفریب وتلبیسات کی بخیہ دری کا عزم مصمم کر لیا ہے۔

مسئلہ:۵۵، خواتین چہرے، ہاتھ، پاؤں کے علاوہ جسم کے سارے عضو کو ڈھانک کر نماز ادا کریں:

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے دو مرفوع احادیث، دو اثر صحابی اور ایک قول تابعی کا ذکر کیا ہے، ہمیں اصولی طور پر ان سے کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے، مگر اس سلسلے میں ہم پر جو تیر اور نشتر دیوبندیہ نے چلائے ہیں ان پر ہم ضرور تبصرہ کریں گے اور بعض امور پر اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں تبصرہ کر چکے ہیں۔

مسئلہ:۵۶، خواتین تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں، اس میں ان کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت کہا:

" عن وائل بن حجر قال: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا وائل بن حجر، إذا صليت فاجعل يديك حذاء أذنيك والمرأة تجعل يديها حذاء ثدييها"

یعنی حضرت وائل بن حجر نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو تو اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاؤ اور خاتون اپنی پستانوں تک اٹھائیں۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۷۲ بحوالہ معجم طبراني كبير:۲۲/۱۸)

ہم کہتے ہیں کہ عام کتب حنفیہ دیوبندیہ میں تو یہ کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ عورت مردوں ہی کی طرح تحریمہ میں رفع الیدین کرے گی اور محمد بن مقاتل نے کہا کہ عورت اپنے کندھوں تک رفع الیدین کرے گی اور اسی کو ہدایہ اور اس کی تعلیق میں بیان کیا گیا ہے۔(ملخص الحواشي إعلاء السنن:۲/۱۷۱)

اور جب یہ معاملہ ہے کہ حنفی دیوبندی مذہب میں عورت کندھوں تک رفع الیدین کرے اور احادیث صحیحہ میں مردوں کو بھی کندھوں تک رفع الیدین کا حکم شریعت میں دیا گیا ہے، تو حنفی مذہب میں مردوں اور عورتوں کی نماز میں اس معاملہ میں کہاں سے فرق نکل آیا؟ فرقۂ دیوبندیہ کی جدید ترین اختراعی نماز میں مرد کندھوں سے لے کر کانوں تک رفع الیدین کر سکتا ہے، مگر عورت پستانوں تک رفع الیدین کرے گی، اگر دیوبندیہ کی اس جدید ترین اختراع کو مان لیا جائے، تو سنن ابی داود وغیرہ میں بھی سینے تک رفع الیدین کا ذکر ہے، پھر دونوں کی نمازوں میں کیا فرق ہوا؟

اور جہاں تک دونوں کے رفع الیدین میں تفریق سے متعلق دیوبندیہ کی مستدل حدیث وائل کا معاملہ ہے، تو یہ حدیث وائل باعتراف دیوبندیہ ساقط الاعتبار اور ناقابل احتجاج ہے، جس کا اعتراف اکابر دیوبندیہ کی سازش سے احادیث صحیحہ کی مخالفت میں لکھی جانے والی کتاب ''إعلاء السنن'' میں بھی کیا گیا ہے، مگر اس اعتراف کے باوجود دیوبندیہ نے نئی ایجاد کی کہ یہ غیر معتبر روایت قیاس حنفی کے مطابق ہے، اس لیے عورت کو ضرور بالضرور ہمارے نو ایجاد مسئلہ کے مطابق سینے تک رفع الیدین بوقت تحریمہ کرنا چاہئے، اپنے اس جدید ترین اختراعی مؤقف پر جو روایت بطور دلیل دیوبندیہ نے پیش کی ہے، اس میں میمونہ بنت حجر مجہولہ ہے، اس کا کوئی بھی پتہ نہیں کہ کذابہ تھی یا ثقہ تھی یا کیا

تھی؟ پھر اس مجہولہ نے اسے اپنی پھوپھی ام یحییٰ بنت عبد الجبار سے روایت کی، یہ بھی مجہولہ ہے، دو دو مجہولہ خواتین کا ایک ہی سند میں جمع ہو کر مردوں وعورتوں کی نماز میں تفریق پیدا کرنا جب یہ اصول کے بھی خلاف ہے تو مکذوبہ ہونے کی بجائے کیا ہے؟ حیرت یہ ہے کہ ایک زمانہ میں دیوبندیہ کی سازش اور جان توڑ محنت سے لکھی گئی کتاب إعلاء السنن میں اس حدیث کو ساقط الاعتبار بتلایا گیا ہے اور اب جدید دیوبندی ایڈیشن والے دیوبندیہ اس مکذوب وخلاف اصول روایت کو اپنے خود ساختہ مذہب کی دلیل بنا رہے ہیں۔ إعلاء السنن میں تو اس حدیث کی صرف چند علل قادحہ کا ذکر ہے، ورنہ اس میں مزید کئی علل قادحہ ہیں۔ ہم اختصار کے پیش نظر اتنی بات پر اکتفاء کر رہے ہیں۔

دیوبندیہ کی مستدل دوسری حدیث بروایت ام درداء:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن عبد الله بن سليمان بن عمير قال: رأيت أم الدرداء ترفع يديها في الصلوٰة"

یعنی عبد بن سلیمان نے کہا کہ میں نے حضرت ام درداء کو دیکھا کہ نماز میں کندھوں تک رفع الیدین کرتی تھیں۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۷۲، بحواله جزء رفع اليدين للبخاري، صفحه:۷، و ابن أبي شيبة: ۱/ ۲۳۹)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی یہ مستدل روایت اس کی پہلے والی مستدل روایت کے بالکل معارض ہے اور اتنی بات ہی دیوبندیہ کی تکذیب کے لیے کافی ہے، اس فرقۂ دیوبندیہ کی مخالفت سنت کی نحوست سے عقل اس قدر ماری گئی ہے کہ دو متضاد روایتوں کے درمیان والا تضاد تک سمجھنے سے محروم ہے۔ اسی طرح کا رفع الیدین تو خود ہمارے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے مرد صحابہ بھی کرتے تھے، پھر یہ روایت عورتوں کے لیے کیونکر خاص ہو گئی؟ افسوس کہ دیوبندیہ عقل وفہم سے اس قدر کورے ہیں! پھر بہت بڑی بات یہ ہے کہ اس کی مستدل روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ام درداء رکوع کے وقت بھی ایسا کرتی تھیں۔ اپنی مستدل روایت کے ایک حصہ کا ترک دوسرے کا قبول کیا یہودیوں والی خصلت قبیحہ نہیں؟ ﴿أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾

دیوبندیہ کی ذکر کردہ تیسری حدیث بروایت ابن جریج:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن ابن جريج قال: قلت لعطاء: تشير المرأة بيديها بالتكبير كالرجل؟ قال: لا، ترفع يديها كالرجل وأشار فخفض يديه جدا و جمعهما إليه جدا و قال: للمرأة هيئة ليست للرجل و إن تركت ذلك فلا حرج"

یعنی ابن جریج نے کہا کہ میں نے حضرت عطاء سے کہا کہ عورت تحریمہ کے وقت مردوں کی طرح ہاتھ

اٹھائے یعنی کانوں کے قریب تک؟ عطاء نے جواب دیا کہ نماز میں عورت کی ایک خاص ہیئت ہے جو مرد کی نہیں اور اگر وہ اپنی نسوانی ہیئت خاصہ کو اختیار نہ کرے تو کوئی حرج نہیں، یعنی کہ عورت کے لیے ہیئت خاص اولیٰ و افضل ہے لازم و ضروری نہیں۔ (دیوبندی کتاب، صفحہ:۷۲، ۷۳، بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۹/۱)

ہم کہتے ہیں کہ امام عطاء نے عورت والی مخصوص بات محض اپنے قیاس و رائے سے کہی تھی، پھر انھیں جب اپنی اس غلطی کا احساس ہوا کہ نصوص میں اس معاملہ میں دونوں کے درمیان کسی تفریق کا ذکر نہیں، تو انھوں نے اپنے پہلے والے قیاسی فتویٰ سے رجوع کر کے کہہ دیا کہ عورت مردوں ہی کی طرح رفع الیدین کرے تو بھی ٹھیک ہے، آخر اسے دلیل بنانے میں دیوبندیہ کو شرم کیوں نہیں آئی کہ نصوص کو چھوڑ کر ایک تابعی کے قول کو جس سے تابعی نے رجوع بھی کر لیا، کیونکر اپنا دین و ایمان بنا لیا؟ پھر اس فتویٰ عطاء میں بات مبہم ہے، واضح نہیں کہ وہ مرد کے بالمقابل کس حد تک رفع الیدین کرے، مرد کے لیے کانوں تک اور کندھوں تک رفع الیدین کا حکم نبوی ہے، عورت کو عطاء نے کانوں تک رفع الیدین نہ کر کے کہاں تک رفع الیدین کا فتویٰ دیا تھا؟ دیوبندیہ نے جو یہ کہا کہ قول عطاء پر عمل عورت کے لیے صرف بہتر ہے لازم و ضروری نہیں، تو عورت کے لیے قول و فعل نبوی پر عمل کرنا بہتر ہے یا کسی تابعی کے قول و فتویٰ پر جو خلاف نصوص ہے؟

مسئلہ:۵۷، خواتین ہاتھ سینے پر باندھیں مردوں کی طرح ناف سے نیچے نہیں

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے اس مؤقف پر اپنے ہی معاصر حنفی عالم عبد الحی فرنگی محلی کا قول حجت بنایا ہے کہ عورتوں کی بابت تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۷۳، بحوالہ السعایہ شرح شرح الوقایہ: ۲/۲۵۶)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کے ردّ میں ہم نے اپنی کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" نیز "نماز میں بحالت قیام ہاتھ سینے پر باندھے جائیں" میں تفصیلی گفتگو کی ہے کہ مرد بھی نماز میں بحالت قیام سینے پر ہاتھ باندھیں۔ دیوبندیہ ہماری دونوں کتابیں دیکھ کر اپنے پرستار تلبیسات ہونے کا علم الیقین حاصل کر سکتے ہیں۔

مسئلہ:۵۸، خواتین سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے اور بازو کو پہلوؤں سے ملائے رکھیں:

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے خود ساختہ مسلک پر بطور دلیل یہ روایت نقل کی:

"عن ابن عمر مرفوعاً إذا جلست المرأة في الصلوٰة وضعت فخذها على فخذها الأخرى فإذا سجدت ألصقت بطنها في فخذيها...... الخ

"حضرت ابن عمر نے کہا کہ خاتون جب نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب

سجدہ کرے تو پیٹ کو رانوں سے چپکا لے، یہ عورت کے لیے زیادہ ستر پوشی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اس خاتون کی طرف دیکھتے ہوئے فرشتوں سے کہتا ہے کہ تم گواہ رہو میں نے اسے بخش دیا۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۳۔۷۴،۷۴، بحواله كنز العمال:٥/٥٤٩، والسنن الكبرىٰ للبيهقي: ٢/٢٢٢، و هو حديث ضعيف كما قال البيهقي)

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ نے نہ جانے کس کلیجہ سے امام بیہقی کی ضعیف قرار دی ہوئی حدیث کی تضعیف بیہقی پر ردّ وقدح کے بغیر اپنے موقف پر دلیل و حجت قرار دے لیا، ورنہ تو وہ مکذوبہ ومتروکہ روایات تک کو اپنا دین و ایمان بنانے پر نازاں ہے، معاملہ دراصل یہ ہے کہ اس کی منقول روایت کی سند میں ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بن مسلم بلخی خراسانی نہ صرف یہ کہ وضاع و کذاب تھا، بلکہ بقول ابن حبان و امام جوزقانی "كان من رؤساء المرجئة ممن يبغض السنن و منتحليها" تھا یعنی کہ یہ شخص فرقہ مرجیہ کے سربرآوردہ لوگوں میں سے اور سنتوں اور اہل سنت سے عداوت وبغض رکھنے والا تھا۔(لسان الميزان:٢/٣٣٤، ٣٣٥) اسے دیوبندیہ فقہ حنفی کے لیے امام ابوحنیفہ کی تشکیل دی ہوئی چہل رکنی مجلس کا رکن رکین قرار دیتے ہیں۔(اللمحات ترجمه حكم بن عبد الله البلخي) بس اسی وصف کے ساتھ متصف ہونے کے باعث فرقۂ دیوبندیہ اس کی روایات اور مدوّن کردہ فقہ کو اپنا دین و ایمان بنائے ہوئے ہے۔ اسی کذاب نے یہ حدیث ایجاد کرکے نبی معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کردی کہ ایمان میں کمی وبیشی کا عقیدہ کفر وشرک ہے۔(لسان الميزان: ٢/٣٣٥)

بس اس کے اسی کارنامے سے خوش ہو کر دیوبندیہ نے اسے اپنا امام بنا لیا، کیونکہ ایمان میں کمی بیشی کا ثبوت آٹھ آیات قرآنیہ اور سیکڑوں نہیں ہزاروں احادیث نبویہ و آثار صحابہ سے ثابت ہے، اس لیے نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ و اجماع صحابہ کے خلاف اس کذاب کے ایجاد کردہ دین و مذہب کو دیوبندیہ نے بھی اپنا دین ومذہب بنا لیا۔ یہ شخص جہمی بھی تھا اور معتزلی بھی اور مرجی تو خیر تھا، ہی پس ارجاء وجہمیت و اعتزال کا ملغوبہ دیوبندیہ کا مذہب ومسلک ہے، ہم اس کذاب اور دشمن سنت واہل سنت کا زیادہ مفصل ترجمہ یہاں پیش کرنے کے بجائے اسی پر اکتفاء کر رہے ہیں۔

اس کذاب اور دشمن نصوص اور عدوئے اہل سنت سے اس روایت کا ناقل محمد بن قاسم بلخی بھی اسی حکم کی طرح کذاب ومرجی وجہمی ومعتزلی بدکردار دشمن سنت واہل سنت تھا۔(لسان الميزان:٥/٣٤٧، ٣٤٨)

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ دوسری حدیث بروایت یزید بن ابی حبیب:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن يزيد بن أبي حبيب أنه صلى الله عليه وسلم، مر على امرأتين تصليان، فقال: إذا

سجدتما فضما بعض الجسم إلى الأرض فإن المرأة ليست في ذلك كالرجل"
یعنی یزید بن ابی حبیب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر دو نماز پڑھنے والی عورتوں پر ہوا، تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصے کو زمین سے ملا لیا کرو کیونکہ اس معاملہ میں عورت مرد کی طرح نہیں ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۴۷، بحواله مراسيل أبي داود صفحه: ۸، سنن کبریٰ للبيهقي: ۲/۲۲۳، و فيه انقطاع و ضعف)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے اس حدیث کو امام بیہقی کے منقطع وضعیف قرار دینے کے باوجود اور امام بیہقی کے کلام کو برقرار رکھتے ہوئے روایت مذکورہ کو اپنا دین و ایمان بنا لیا، جب کہ اس کی سند میں واقع **سالم بن غیلان التجیسی مصری** کو امام دارقطنی نے متروک قرار دیا ہے۔ (ميزان الاعتدال: ۲/۱۱۳، و تهذيب التهذيب: ۳/۳۸۳، الجوهر النقي مع سنن بيهقي: ۲/۲۲۳)

اس متروک سالم بن غیلان نے یہ روایت یزید بن ابی حبیب سے نقل کی، جو **ثقہ تابعی** ہیں، مگر **تقریب التہذیب** کے طبقہ خامسہ کے راوی ہیں، یعنی انھیں کسی بھی صحابی سے سماع و روایت حاصل نہیں، ان کے اور نبی ﷺ کے درمیان دو واسطوں سے کم نہیں، بلکہ اس سے زیادہ واسطے ہو سکتے ہیں، یعنی کہ اس کی سند معضل بھی ہے، تو بدترین قسم کی منقطع روایت ہے۔ یعنی کہ یہ حدیث قطعاً ساقط الاعتبار و متروک ہے، مگر دیوبندیہ نے اسے فخر کے ساتھ حجت بنا لیا!

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ تیسری حدیث بروایت علی مرتضیٰ:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

"عن أبي إسحاق عن الحارث عن علي بن أبي طالب قال: إذا سجدت المرأة فلتحتفز و تضم فخذيها"

یعنی کہ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ عورت سجدہ کرے تو بخوبی سمٹ جائے اور اپنی رانیں ملائے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۴۷، بحواله مصنف ابن أبي شيبه: ۱/۳۰۲)

ہم کہتے ہیں کہ:

اولاً: یہ روایت موقوف ہے۔

ثانیاً: حضرت علی مرتضیٰ سے اسے نقل کرنے والا حارث الاعور کذاب ہے۔

ثالثاً: حارث کذاب سے اس کا راوی ابو اسحاق سبیعی مدلس و مختلط ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دیوبندیہ کی یہ مستدل موقوف روایت خالص کذب و افتراء اور دروغ بے فروغ ہے، یعنی کہ فرقۂ دیوبندیہ اکاذیب پرست ہے۔

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ چوتھی حدیث بروایت ابن عباس:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن ابن عباس أنه سئل عن صلوٰة المرأة فقال: تجتمع وتحتفز۔"
یعنی حضرت ابن عباس نے کہا کہ عورت سمٹی سمٹائی ہوئی نماز پڑھے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۴۷، بحوالہ مصنف ابن أبي شيبه، صفحه: ۳۰۲)

ہم کہتے ہیں کہ:

اولاً: یہ روایت قول صحابی یعنی موقوف ہے۔

ثانیاً: حضرت ابن عباس سے اس کے راوی بكير بن عبد الله الاشج **تقریب التهذیب** کے طبقہ خامسہ کے راوی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ موصوف کسی صحابی سے سماع نہیں کر سکے، لہٰذا حضرت ابن عباس و بکیر کے درمیان انقطاع ہے اور معلوم نہیں کہ یہ انقطاع ایک راوی کے سقوط والا ہے یا اس سے زیادہ؟ یہی علت قادحہ فرقۂ دیوبندیہ کی مستدل روایت کے ساقط الاعتبار ہونے کے لیے کافی ہے۔

ثالثاً: بکیر سے اس کے راوی کو یزید بن حبیب کہا گیا ہے، جس کا مطلب یہ کہ یزید موصوف ابن ابی حبیب کے علاوہ کوئی مجہول راوی ہے۔

رابعاً: یزید بن حبیب سے اس کا راوی سعید بن ایوب ہے، اس کی بابت امام ابن حبان نے کہا کہ "ليس له عن تابعي سماع صحيح" یعنی ان کا کسی تابعی سے سماع بدلیل معتبر ثابت نہیں اور جس سے سعید نے یہ روایت کی وہ تابعی ہے، لہٰذا یہاں بھی سند میں انقطاع ہے۔(تهذيب التهذيب: ٤/ ٨) لہٰذا یہ روایت موقوف ہونے کے باوصف ساقط الاعتبار بھی ہے۔

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ پانچویں روایت ابراہیم نخعی:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن إبراهيم قال: إذا سجدت المرأة فتلزق بطنها بفخذيها و لا ترفع عجيزتها و لا تجافي كما يجا في الرجل"
یعنی ابراہیم نخعی نے کہا کہ جب عورت سجدہ کرے تو پیٹ کو رانوں سے چپکا لے اور سرین اوپر نہ اٹھائے اور اعضاء کو مردوں کی طرح دور نہ رکھے، بلکہ چمٹائے رکھے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۴۷، ۷۵، بحوالہ مصنف ابن أبي شيبه: ۱/ ۳۰۳)

ہم کہتے ہیں کہ جس **مصنف ابن ابی شیبہ** سے دیوبندیہ نے یہ حدیث بطور دلیل نقل کی، اس کے بنیادی راوی

ابراہیم نخعی روایۃً تبع تابعی اور رؤیۃ تابعی کا قول نصوص کے بالمقابل حجت نہیں، نیز ابراہیم تک پہنچنے والی اس کی سند میں امام سفیان ثوری مدلس ہیں اور انھوں نے تدلیس ہی سے اسے روایت کیا ہے، لہٰذا باعتبارِ سند بھی یہ روایت ساقط الاعتبار ہے۔ بہر حال نصوص کے بالمقابل تبع تابعی کی طرف غیر معتبر سند سے منسوب روایت کو دلیل بنا لینا انتہائی درجہ کی بے راہ روی ہے۔ امام ابراہیم نخعی فرقہ مرجیہ کو گمراہ و بدراہ اور اسلام کے لیے یہود و نصاریٰ و خوارج سے کہیں زیادہ بدتر سمجھتے اور انھیں اپنی درسگاہ سے نکال باہر کرتے، فرقۂ دیوبندیہ دراصل درسگاہ نخعی سے اخراج شدہ فرقہ ہے۔

تفصیل کے لیے ہماری کتاب اللمحات دیکھیں۔

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ چھٹی روایت مجاہد:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" عن مجاهد أنه كان يكره أن يضع الرجل بطنه على فخذيه إذا سجد كما تضع المرأة "

یعنی امام مجاہد تابعی مکروہ سمجھتے تھے کہ مرد سجدہ کرتے وقت اپنا پیٹ دونوں رانوں پر رکھے، جیسا کہ عورت کرتی ہے۔" (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۷۵، بحوالہ مصنف ابن أبي شيبه: ۱/۳۰۲)

ہم کہتے ہیں کہ

اولاً: یہ ایک تابعی کی طرف منسوب قول ہے، جو نصوص کے خلاف ہے۔

ثانیاً: تابعی امام مجاہد کی طرف اس کا انتساب لیث بن ابی سلیم نے کیا ہے، جو ساقط الاعتبار ہے۔ (عام کتب تراجم ترجمہ **لیث بن ابی سلیم**) لہٰذا اسے قول تابعی بھی کہنا صحیح نہیں۔

فرقۂ دیوبندیہ کی پیش کردہ ساتویں روایت ابراہیم نخعی:

فرقۂ دیوبندیہ نے کہا:

" قال إبراهيم النخعي: كانت المرأة تؤمر إذا سجدت أن تلزق بطنها بفخذيها كيلا ترتفع عجيزتها و لا تجافي كما يجافي الرجل "

یعنی ابراہیم نخعی نے کہا عورت مامور ہے کہ بوقت سجدہ اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکا دے، تاکہ اس کی سرین اوپر نہ اٹھنے پائے اور وہ مردوں کی طرح اپنے ہاتھ پہلو سے الگ نہ رکھے۔ (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۷۵، بحوالہ سنن بیهقي: ۲/۲۲۲)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کو امام نخعی یہود و نصاریٰ و خوارج سے کہیں زیادہ اہل سنت کے لیے مضر سمجھتے اور انھیں

اپنی درسگاہ سے نکال باہر کرتے درسگاہ نخعی سے مردود و مطرود یہ فرقہ ان کی طرف منسوب فتویٰ کو اپنا دین قرار دیے ہوئے ہے، نیز مصنف ابن أبي شيبه جس سے بذریعہ تلبیس روایات کو موزوں سمجھ کر نقل کرتا ہے اسی میں بسند صحیح ابراہیم نخعی کا یہ فتویٰ منقول ہے:

" تقعد المرأة في الصلوة كما يقعد الرجل"

یعنی کہ عورت نماز میں اس طرح بیٹھے جس طرح مرد بیٹھتا ہے۔(مصنف ابن أبي شيبه:١/٢٧٠) اس فتویٰ نخعی کو دیوبندیہ نے کیوں حجت نہیں بنایا؟

لطف کی بات یہ ہے کہ فرقۂ دیوبندیہ نے اس فتویٰ نخعی کو جس سنن بیهقي:(٢/٢٢٢) سے نقل کیا ہے، وہ مطلق طور پر بے سند منقول ہے، اور بے سند روایت وہ بھی تابعی کے فتویٰ کو جو خلاف نصوص بھی ہو، بے راہ رو لوگ ہی اپنا دین و مذہب بنا سکتے ہیں اور دیوبندیہ کی بے راہ روی اظہر من الشّمس ہے، اپنی اس بے راہ روی کے بعد اس فرقہ نے امام بیہقی کا قول اس طرح نقل کیا:

" جماع ما يفارق المرأة فيه الرجل من أحكام الصلوٰة راجع إلى الستر و هو أنها مأمورة بكل ما كان أسترلها"

یعنی احکام نماز میں مردوں سے عورتوں کے احکام سے مختلف جو باتیں بھی مذکور ہیں، وہ اس لیے ہیں تاکہ عورتوں میں زیادہ سے زیادہ ستر پوشی پائی جائے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:٧٥،٧٦، بحواله سنن بيهقي:٢/٢٢٤)

تو ہم کہتے ہیں کہ جو باتیں عورتوں کے لیے مردوں سے مختلف نصوص سے ثابت ہوں، انھیں ہر مؤمن کو ماننا لازم و فرض ہے، مگر دیوبندیہ نے اس معاملہ میں قطعی طور پر غلط روی اختیار کی اور مرجیه و جهميه و معتزله کے ملغوبہ سے تیار شدہ فرقۂ دیوبندیہ سے اسی طرح کی توقع بھی کی جا سکتی ہے۔

مسئلہ:٥٩،خواتین دونوں سجدوں کے درمیان نیز تشہد میں بیٹھیں، تو بائیں کولہے کو زمین سے چپکا دیں

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت کہا:

" عن ابن عمر أنه سئل كيف كان النساء يصلين على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: كن يتربعن ثم أمرن أن يحتفزن يعني يستوين جالسات على أوراكهن"

یعنی حضرت ابن عمر نے کہا کہ عہد نبوی میں عورتیں نماز میں چار زانوں بیٹھتی تھیں، پھر انھیں حکم ہوا کہ اپنے سرین و کولہے کے بل زمین پر پاؤں کو باہر نکال کر بیٹھیں۔"(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:٧٦، بحواله جامع المسانيد: ١/٤٠٠)

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے اس فتویٰ کے لیے جس جامع المسانيد کا حوالہ دیا، اس کا مجموعہ اکاذیب ہونا ہم اپنی کتاب اللمحات میں عرصہ ہوا ظاہر کر چکے ہیں، مگر دیوبندیہ کو سانپ سونگھ گیا ہے، اس کے ایک لفظ کا جواب بھی ان سے نہیں بن پڑتا۔

مسئلہ:٦٠، خواتین اپنی علیحدہ جماعت قائم کریں، تو ان کی امام خاتون صف سے آگے نہ کھڑی ہو

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت کہا:

" عن ريطة الحنفية أن عائشة أمتهن و قامت بينهن في صلوٰة مكتوبة"

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ نے اپنی امامت میں خواتین کو فرض نماز پڑھائی، تو درمیان صف میں کھڑی ہوئیں۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:٧٦، بحواله مصنف عبد الرزاق، إسناده صحيح، آثار السنن :١/١٣١)

ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ روایت اور اس معنی کی بہت سی روایات صحیحہ موجود ہیں اور انھیں ہم قابل عمل مانتے ہیں مگر دیوبندیہ کے مذہب میں عورتوں کو حدیث مذکور کے مطابق نماز باجماعت پڑھنی مکروہ ہے۔(شرح وقايه:١/١٧٦، و هدايه:١/١٠٣، اور عام کتب حنفیہ دیوبندیہ)

فرقۂ دیوبندیہ نے اس سلسلہ کی ایک روایت حجیرہ بنت حصین اور دوسری روایت صفوان سے نقل کی اور دونوں کو صحیح قرار دیا۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:٧٦، ٧٧، بحوالہ مصنف عبد الرزاق، و كتاب الام:١/١٦٤)

مگر دیوبندیہ کا عمل ان احادیث صحیحہ نیز ان جیسی بہت ساری احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔

مسئلہ:٦١، امام کو سہو پر متنبہ کرنے کے لیے خواتین بالجهر مردواں کی طرح تسبیح نہ پڑھیں، بلکہ دایاں ہاتھ بائیں پر تھپ تھپائیں

فرقۂ دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت کہا:

" عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: التسبيح للرجال والتصفيق للنساء"

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ سہو امام کے موقع پر مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ان کے برعکس تصفیق کریں، یعنی دائیں ہاتھ سے بائیں ہتھیلی کی پشت پر تھپ تھپائیں۔(دیوبندی کتاب، صفحہ:٧٧، بحوالہ صحیحین)

ہم کہتے ہیں کہ ہمارا عمل وقول اس صحیح حدیث نبوی پر ہے اور حیرت ہے کہ عام امور میں نصوص کا مخالف یہ فرقہ کیسے اس مسئلہ میں حدیث پر عمل کو گوارا کر گیا؟

اپنے نماز کے صرف اکسٹھ مسائل کے ذکر پر فرقۂ دیوبندیہ خاموش ہو کر اور اختتام کتاب کا اعلان کرتے ہوئے

کہتا ہے کہ:

" يقول العبد الضعيف حبيب الرحمن الأعظمي غفر الله له، ولوالديه والأساتذته، وجميع المسلمين ـ فرغت من تأليف هذه الرسالة ٢٧......رمضان المبارك، سنة١٤٢١ھ ولله الحمد، والمنة، و به التوفيق والعصمة، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين، و على آله، و أصحابه، و إتباعه أجمعين إلى يوم الدين کتاب مذکور،صفحه:٧٧)

ہم کہتے ہیں کہ عبد ضعیف حبیب الرحمٰن اعظمی کی یہ کتاب مسلک اہل حدیث کے خلاف پورے فرقۂ دیوبندیہ کی طرف سے اس کی تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر پیش کی گئی ہے اور اس پر ہمارے تبصرہ سے واضح ہو گیا ہے کہ فرقۂ دیوبندیہ اصلاً فرقہ مرجیہ، جہمیہ، معتزلہ کا ملغوبہ اور اکاذیب وتلبیسات پرست ہے، مگر ابلیس کی بابت ارشاد نبوی ہے کہ:"**صدقك و هو كذوب**" کے مطابق کوئی سچی بات بھی یہ کہہ اور کر دیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس طرح کے بحر ضلالت میں ڈوبے ہوئے فرقوں کی چیرہ دستیوں کے برخلاف اپنے وعدہ کے مطابق حامیان سنت کو ان بحر ضلالت میں ڈوبے ہوئے اور اس کی حمایت میں استعمال اکاذیب وتلبیسات میں سرگرم فرقوں پر اہل سنت عرف اہل حدیث سلفی محمدی اثری مذہب کے پاسبانوں، اور زائغین کے جہل و ضلال کی پردہ دری کرنے والوں کو ہمیشہ سر بلند رکھے۔ آمین۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين، والحمد لله الذى تتم به الصالحات۔

سنتوں اور سنتوں پر چلنے والوں سے بغض و عداوت بہت بری شئے ہے، ان کے مرتکبین کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۲۵/اپریل ۲۰۰۲ء

امام کے پیچھے مقتدی کی قراءت کا حکم

از حبیب الرحمٰن اعظمی

پر سلفی تحقیقی جائزہ

از قلم
محمد رئیس ندوی
جامعہ سلفیہ بنارس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ کتاب وتمہید وسبب تالیف

الحمد لله رب العالمين، والصلوٰة والسلام على جميع الأنبياء والمرسلين خصوصاً على آخر المرسلين، و خاتم النبيين محمد، و آله، وأصحابه، وأتباعه إلى يوم الدين ، وبعد:

۱،۲، مئی ۲۰۰۱ء کی اپنی تحفظ سنت کانفرنس منعقدہ دہلی میں فرقہ دیوبندیہ کی جمعية العلماء نے جو اپنی انتیس کتابوں پر مشتمل کتابوں کا پیکٹ بہت زیادہ تعداد میں تقسیم کیا، اسی طرح اپنی بعد والی کانفرنسوں میں بھی کیا اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے، ان کتابوں اور ان کے صدارتی واستقبالیہ خطبات میں اہل حدیث کے خلاف معروف دیوبندی دجل وتلبیس کا مظاہرہ کیا گیا ہے اور یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ:

یہ بات معروف ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے متبعین شرعی امور میں شدت وقوت و ہمہ گیری کے ساتھ نصوص شرعیہ حتیٰ کہ مرسل وضعیف احادیث کا اتباع کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ نے بقول خویش کہا کہ میں پہلے کتاب اللہ پھر سنت نبویہ پھر آثار صحابہ صحیحہ پر عمل کرتا ہوں، جو مسئلہ کتاب وسنت میں نہیں پایا جاتا اس میں آثار صحابہ میں سے جسے چاہتا ہوں، اسی کو متدل بنا کر معمول بہ بناتا ہوں، اور جسے چاہتا ہوں رد کر دیتا ہوں۔ صحابہ کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف توجہ نہیں دیتا، مثلاً تابعین میں سے ابراهيم نخعي و شعبي و حسن و عطاء و ابن سيرين و سعيد بن مسيب وغيرهم کا معاملہ آتا ہے، تو میں انھیں کی طرح خود بھی اجتہاد کرتا ہوں، یہ نہیں کہ انھیں میں سے کسی کے قول کو حجت بنا لیا کرتا ہوں۔(الانتقاء لابن عبد البر مع تعليق أبي غده، صفحه: ٢٦٤، ١٢٦٥)

امام ابن حجر ہیثمی کی کتاب الخيرات الحسان، صفحہ: ۲۷، میں ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میں کتاب اللہ و سنت نبویہ و اجماع صحابہ کے ہوتے ہوئے کسی بھی دوسرے قول کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ (أعلام الموقعين لابن قيم: ١/ ٧٧) میں ہے کہ تمام کے تمام حنفیہ متفق ہیں کہ ضعیف حدیث رائے وقیاس کے بالمقابل حجت ہیں۔ قرآن وسنت کی تفسیر وتوضیح میں جو بات ابوحنیفہ کہیں، وہ تابع کتاب وسنت ہیں، یہی بات امام ابن المبارک نے کہی ہے (ذيل الجواهر المضيئه: ٢/ ٤٦٠) امام سفیان بن عیینہ نے کہا کہ جو بات ابوحنیفہ رائے وقیاس سے کہتے ہیں، اس کی تائید میں ہماری روایت کردہ دو ایک حدیث ضرور ہیں۔ (معرفة علوم الحديث للحاكم)

امام ابوحنیفہ فرماتے تھے کہ میرا مذہب مجموعہ رائے وقیاس ہے، اگر اس سے بہتر کوئی رائے وقیاس پیش کرے تو وہی ہمارا مذہب ہوگا۔ (تاريخ بغداد للخطيب: ١٣/ ٣٥٦، والانتقاء مع تعليق شيخ أبي غده، صفحه: ٢٥٨) آج بھی جب کہ إعجاب كل ذي رأي برأيه کا ظہور اپنے شباب پر ہے، پھر

بھی دنیائے اسلام کی اکثریت نوے فیصدی فقہ ابی حنیفہ ہی پر عامل ہے۔(دیوبندی کتاب امام کے پیچھے مقتدی کی قراءت کا حکم، قرآن واحادیث وآثار صحابہ وتابعین و مذاہب فقہاء ومحدثین کی روشنی میں از حبیب الرحمٰن اعظمی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، صفحہ:۷،۸)

مسلمانوں کے عہد زوال میں برطانوی سازشوں کے تحت مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کی غرض سے مذہبی فرقہ بندیوں کا سلسلہ شروع ہونے پر بہت سارے فرقے وجود میں آئے، انھیں میں موحدین کے عنوان سے عدم تقلید کا شور بلند کرنے والے یعنی اہل حدیث فرقے کو علمائے راسخین لامذہبوں کا فرقہ کہا کرتے تھے۔ اس فرقہ کو برطانوی سرکار نے اہل حدیث کا پرکشش لقب عطاء کیا، اس فرقہ کے لوگ بشمول نواب سید صدیق حسن بھوپالی کا دعویٰ ہے کہ اہل حدیث صرف کتاب و احادیث صحیحہ کے پیرو ہیں اور مقلدین مخالفین سنت و شریعت ہیں۔(مذکورہ کتاب دیوبندیہ، صفحہ:۸،۹) یعنی کہ غیر مقلدین نے

خرد کا نام جنوں رکھ لیا جنوں کا خرد

غیر مقلدین کے اہم عالم ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں کہ سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ کے چھوڑنے میں مواخذہ نہیں اور جو شخص آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام وغیرہ کرے اگرچہ جاہل مطلق ہو اور بدکردار ہو وہ خالص اہل حدیث ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۹)

ان کا اصل منشاء ہے کہ معاشرتی امور و معاملات، کھانے پینے، وغیرہ میں حدیثوں سے انھیں کوئی سروکار نہیں(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۹)

انکا منشائے اصلیہ مسلمانوں کے اندر اختلاف و انتشار پھیلانا ہے، یہ کہتے ہیں کہ قراءۃ فاتحہ خلف الامام فرض ہے ان کی اس طرح کی سرگرمیوں کے ردّ میں بمبئی کے لوگوں نے مجھ سے (یعنی حبیب الرحمٰن اعظمی سے) کتاب لکھنے کے لیے کہا تو میں نے یہ کتاب لکھ دی الخ......(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۱۰،۱۱)

ہم بھی فرقہ دیوبندیہ کی اس جارحیت کے دفاع میں یہ کتاب لکھ رہے ہیں کہ جارحیت میں پہل کرنے والا اور اس کا دفاع کرنے والا کون گروہ حق پر ہے!

اس دیوبندیہ ہذیاں سرائی کا جواب ہماری کتاب ”اللمحات“ و”ضمیر کا بحران“ وغیرہ میں ہے۔

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۹/اپریل/۲۰۰۲ء

قراءت خلف الامام اور قرآن حکیم:

اپنے عنوان مذکور کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''امت مسلمہ کا کسی اختلاف کے بغیر اجماع ہے کہ اسلامی احکام و مسائل کا اوّلین سرچشمہ قرآن حکیم ہے اور اس قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ:

﴿فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول﴾

نیز اسی قرآن حکیم کے سورہ اعراف، آیت نمبر: ۲۰۴ میں ارشادِ الٰہی ہے کہ

﴿و إذا قُرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون﴾ یعنی جب تلاوت قرآن ہو رہی ہو تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔ پھر اس کے ذیل میں احادیث نبویہ اور آثار صحابہ دائمہ تفسیر و حدیث کی باتیں لکھیں، عمدۃ المفسرین ابن جریر طبری لکھتے ہیں'' کہ اس آیت کی تفسیر میں علمائے تفسیر مختلف الرائے ہیں، بعض کا قول ہے کہ یہ اس نمازی کا حکم ہے، جو امام کی قراءت سن رہا ہو، اس حال میں استماع و انصات مقتدی پر لازم ہے۔ اس آیت کا شان نزول یہی ہے (تفسیر ابن جریر: ۲۱۶/۶) اس کے بعد حضرات صحابہ وائمہ تفسیر و حدیث میں سے حضرت ابن مسعود و ابن عباس و ابوہریرہ، وتابعین میں سے امام زہری و عبید بن عمیر، عطاء بن ابی رباح، و مجاھد و سعید بن المسیب وسعید بن جبیر، ضحاك، إبراهيم نخعی، قتادہ، عامر شعبی، سدی، عبدالرحمن بن زید بن أسلم کے آثار و اقوال سند کے ساتھ منقول ہیں جو مذکورہ بالا تفسیر و تاویل کے قائل ہیں۔ إلى آخر ما قال تفسير طبري (۲۲۰/۶، ۲۲۱) امام ابن جریر کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی پر امام کی قراءت پر استماع و انصات لازم ہے، دوسرے کی قراءت پر نہیں۔

امام جصاص رازی نے ''أحکام القرآن'' (۲۱۶/۴) میں کہا کہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہ کرے اگر بالفرض یہ اتفاق نہ ثابت ہوتا تو بھی باعتبار شان نزول اس کا یہی معنی ہوتا۔ حافظ ابن عبد البر نے تمہید (۳۰/۱۱، ۳۱) میں کہا کہ حضرات اہل علم کا اجماع ہے کہ آیت مذکورہ کا شان نزول نماز ہے اور حدیث نبوی میں ہے کہ ''لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ فیها فاتحة الکتاب'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو مقتدی استماع قراءت امام کر رہا ہو، وہ قراءت نہ کرے، نیز اسی طرح کی بات معالم التنزیل البنوی (۶۲۳/۳) میں ہے۔ اسی مفہوم کی بات المغنی لابن قدامه (۲۲۹/۱، ۲۳۰) میں ہے۔ بقول امام احمد اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے، اسی طرح کی بات تفسیر قرطبی (۳۵۳/۷) میں ہے اور فتاویٰ ابن تیمیہ (۲۹۴/۲۲) میں ہے۔ امام اوزاعی و امام

لیث بن سعد کا بھی یہی قول ہے، وشیخ عبدالحی محلی فرنگی کا حاصل کلام بھی یہی ہے،(امام الکلام، ص: ۱۰۱) قرآنی آیت ﴿لا تحرك به لسانك لتعجل به﴾ سورت قیامہ کی اس آیت مبارکہ کا بھی یہ حاصل ہے۔ اور امام شوکانی بھی کہتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق جہری نماز سے ہے امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر (۱۰۲/۱۵) کا بھی حاصل یہی ہے۔ اور ارشاد نبوی "إنما جعل الإمام لیؤتم به فإذا قرأ فأنصتوا" کا حاصل بھی یہی ہے۔(ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب صفحہ: ۱۲ تا ۳۵)

ہم کہتے ہیں کہ ان مزاعم دیوبندیہ کا جائزہ ہم بڑی حد تک دیوبندیہ کی اسی موقعہ پر تقسیم کی جانے والی کتاب " قراء ۃ فاتحه خلف الامام " میں لے چکے ہیں، اس لیے تکرار سے کام نہیں لینا چاہیے، کیونکہ اسی ضمن میں باقی ماندہ دیوبندیہ تلبیسات کی حیثیت واضح ہوگئی ہے، لہٰذا ہم آگے بڑھتے ہیں۔

احادیث رسول ﷺ:

فرقہ دیوبندیہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کی طرف منسوب یہ حدیث نبوی کہ "إذا قرأ فأنصتوا" پیش کی اور کہا کہ اسے امام مسلم نے اپنی صحیح (۱۷۴/۱) میں روایت کیا ہے، اور حاشیہ کو اپنی کتاب قراءت فاتحہ کے مندرجات سے بھر دیا ہے، مگر ہم ان تلبیسات دیوبندیہ کی بخیہ دری اسی فرقہ دیوبندیہ کی کتاب "قراءۃ فاتحة خلف الامام" کے رد میں کر آئے ہیں۔ فرقہ دیوبندیہ کی یہ طویل لاطائل بحث اس کی زیر نظر کتاب میں صفحہ: ۱۲ تا ۵۹ پھیلی ہوئی ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ فرقہ دیوبندیہ کی اس طویل بحث کا ردّ و ابطال اس کی کتاب "قراء ۃ خلف الامام" کے اپنے جائزہ میں ہم پہلے کر چکے ہیں۔

آثار صحابہ رضی اللہ عنہم:

اپنے عنوان مذکور میں پہلے ایک طویل تمہید پیش کرنے کے بعد سب سے پہلے یہ اثر ابن مسعود فرقہ دیوبندیہ نے اپنی تائید میں نقل کیا:

"عن یسیر بن جابر قال: صلی ابن مسعود فسمع ناساً یقرؤون مع الإمام فلما انصرف قال: أما آن لكم أن تفهموا، أما آن لكم ان تعقلوا، و إذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا كما أمركم الله

(تفسیر ابن جریر: ٢١٦/٦، و تفسیر ابن کثیر: ٢٦٨/٢، و تفسیر در منثور: ٦٣٥/٣ وزاد نسبة إلى عبد بن حمید و ابن أبي حاتم و أبي الشیخ)

یعنی یسیر بن جابر نے کہا: ابن مسعود نے اپنے کچھ لوگوں کو نماز پڑھائی۔ دوران نماز انھوں نے کچھ لوگوں کو امام کے ساتھ قراءت کرتے سنا تو نماز کے بعد انھوں نے فرمایا کہ ابھی تک تمھیں فہم وعقل سے

کام لینے کا وقت نہیں آیا کہ جب قراءت قرآن ہو تو اس کی طرف دھیان دو اور چپ رہو، جیسا کہ تمھیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔(زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶۱، ۶۲)

ہم کہتے ہیں کہ اثر ابن مسعود کا مفاد صرف اس قدر ہے کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے قراءت قرآن مقتدی لوگ بالجہر نہ کریں، جس سے ایک تو امام کو تشویش لاحق ہو، دوسرے قرآنی فرمان ﴿فاستمعوا له وأنصتوا﴾ کی خلاف ورزی ہو، جب جہری نماز میں مقتدی کا بالجہر قراءت قرآن کرنا ممنوع ہے، تو اسے فرقہ دیوبندیہ نے مطلقاً "قراءة خلف الامام" کی ممانعت کی دلیل کیوں قرار دے لیا؟ اور اسی سے معلوم ہوا کہ مذکورہ قرآنی آیت کا یہی مطلب حضرت ابن مسعود نے سمجھا کہ امام کے پیچھے مقتدی بالجہر قراءت نہ کریں، مقتدی کو امام کے پیچھے جہری نماز میں سکتات امام میں قراءت فاتحہ سے اس قول ابن مسعود کی ممانعت نہیں نکلتی، مگر فرقہ دیوبندیہ جھوٹ وفریب وتلبیس کا عادی ہونے کا سبب اپنے دام تزویر میں لوگوں کو لانے کے لیے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ جب سرّی قراءت والی نماز میں امام کی قراءت فاتحہ کی آواز مسموع نہیں ہوتی، تو مقتدیوں کو سماع قراءت امام کا حکم دینا نہایت لغو و لایعنی و بے معنی اور تکلیف ما لایطاق ہے۔ جہری قراءت والی نماز میں امام کے ساتھ مقتدی کا سراً قراءت کرنا اس وقت نامناسب ہے، جب کہ امام کے ساتھ ہی ساتھ مقتدی قراءت کرے، لیکن جب وہ ایک آیت پڑھ کر سکتہ کرے، تو اس سکتہ میں مقتدی کی قراءت فاتحہ ہرگز ممنوع نہیں ہے، بلکہ اسے شریعت نے مقتدی پر فرض قرار دیا ہے کہ وہ سکتات امام میں پوری سورہ فاتحہ پڑھے، مگر فاتحہ سے زیادہ والی قراءت امام سے اسے شریعت نے منع کر دیا ہے، اس شرعی حکم سے فرقہ دیوبندیہ کو یقیناً انحراف وفرار ہے اور نصوص شرعیہ کی خلاف ورزی کا فرقہ دیوبندیہ بذریعہ تلبیس وتزویر وفریب و دھوکہ بازی کا عادی ہے، سرّی قراءت والی نماز میں مقتدی اسی طرح سورۂ فاتحہ پڑھے گا، جس طرح دیوبندی مقتدی امام کے پیچھے تحریمہ و انتقالات کی تکبیریں کہتا ہے، دعائے افتتاحِ نماز پڑھتا ہے، اور دعائے رکوع وقومہ وسجدہ وجلسہ وقعدہ پڑھتا ہے اور سلام پھیرتا ہے۔ کیا اس بدکردار و بے راہ رو فرقہ کو اتنی سہل بات بھی سمجھ میں نہیں آتی ہے؟ یقیناً اتنی سہل بات فرقہ دیوبندیہ کی سمجھ میں آتی ہے، مگر اس کا خود ساختہ دین ہی مجموعہ اکاذیب وتلبیسات ہے اور وہ اپنی عادت سے مجبور ہے۔ یہ فرقہ جس امام ابوحنیفہ کی طرف اپنے کو منسوب کرتا ہے، انھوں نے اپنی تمام فقہی و غیر فقہی باتوں کو مجموعہ اغالیط و اباطیل کہا ہے، جس کی تفصیل ہماری کتاب اللمحات میں ہے۔

دوسرا اثر ابن مسعود:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن أبي وائل ان رجلا سأل ابن مسعود عن القراءة خلف الإمام، فقال: أنصت

للقرآن فإن في الصلوٰة شغلاً، و سيكفيك الإمام "

(مصنف عبد الرزاق:۲/۱۲۸، وابن أبي شيبه:۱/۳۷٦، و مؤطا امام محمد صفحه: ۹٦، والسنن الكبرىٰ للبيهقي ۲/۱٦۰، وقال الهيثمي: رجاله موثوقون، مجمع الزوائد :۲/۱۱۰)

یعنی ابو وائل نے کہا کہ کسی نے حضرت ابن مسعود سے قراء ۃ خلف الامام کی بابت پوچھا، تو انھوں نے فرمایا: قراءت قرآن کی خاطر خاموش رہ کیونکہ نماز میں شغل ہے اور امام کی قراءت مقتدی کے لیے کافی ہے۔(زیر نظر دیو بندی کتاب، صفحہ:٦۲)

ہم کہتے ہیں کہ مقتدی کو صرف فاتحہ پڑھنی فرض ہے اور فاتحہ امام کے وقت خاموشی کا تعلق صرف امام کی جہری قراءت فاتحہ کے لیے ہی ممکن ہے، کیونکہ اسی میں امام کی قراءت مسموع ہوتی ہے، لہٰذا اس قول ابن مسعود کا تعلق بھی صرف امام کی جہری قراءت فاتحہ سے ماننا ممکن ہے، اور اگر مقتدی امام کی ہر آیت کے بعد والے انصات وسکوت پر سراً فاتحہ کی ایک ایک آیت پڑھتا جائے، تو یہ امام نماز کی مخالفت نہیں ہوئی۔ آخر دیو بندی ہر نماز میں امام کے بالجہر تکبیر تحریمہ وتکبیرات انتقال و رکوع سے اٹھتے وقت تسمیع اور سلام پھیرنے کے وقت امام کی بالجہر تسمیع کے وقت مقتدی ہونے کے باوجود کیوں سراً یہ ساری باتیں کرتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس سوال کا جو جواب فرقہ دیوبندیہ دے گا، اسی سے اس کی تکذیب بلیغ ہو جائے گی۔ فرقہ دیوبندیہ والو کہو' یہ کون سا دھرم ہے؟''

حضرت ابن مسعود سے بسند صحیح مروی ہے کہ وہ قراء ۃ فاتحہ خلف الامام کرتے تھے۔(ملاحظہ ہو ہماری کتاب: مسائل فاتحہ)

تیسرا اثر ابن مسعود:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن علقمة بن قيس أن ابن مسعود كان لا يقرأ خلف الإمام فيما يجهر فيه و فيما يخافت فيه في الأولين و لا في الآخرين الخ"

یعنی ابن مسعود جہری قراءت والی نماز ہو یا سری والی امام کے پیچھے قراءت بالکل نہیں کرتے تھے۔" (مؤطا محمد صفحہ:۹٦)

ہم کہتے ہیں کہ اوپر ہم ذکر کر آئے ہیں کہ بسند صحیح مروی ہے کہ ابن مسعود فاتحہ خلف الامام پڑھتے تھے اور فرقہ دیوبندیہ کی مذکورہ روایت اس کے امام محمد بن حسن سے مروی ہے، جو کذاب تھے۔(ملاحظہ ہو ہماری کتاب اللمحات) پھر اسے دیوبندیہ کا دلیل بنالینا سوائے تلبیس وکذب پرستی کے اور کچھ نہیں۔

چوتھا اثر ابن مسعود:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن علقمة عن ابن مسعود قال: لأن أعض على جمرة الغضى أحب إلي من أن أقرأ خلف الإمام "

یعنی حضرت ابن مسعود فرماتے تھے کہ جھاؤ کے انگارے منہ میں رکھنا میرے نزدیک قراء ۃ خلف الامام سے بہتر ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶۲، ۶۳، بحواله كتاب القراءة للبيهقي، صفحه:١٤٥)

ہم کہتے ہیں کہ کتاب القراء ۃ للبیھقي (صفحہ:۱۴۵) کے حوالہ سے روایت مذکورہ فرقہ دیوبندیہ نے نقل کی ہے، مگر بیہقی کی کتاب مذکور کے مقام میں ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت نہیں ہے، اس معنی کی ایک روایت بیہقی کی کتاب صفحہ:۱۴۸، ۱۴۰، میں ہے، جسے علقمہ سے یہ روایت ابو اسحاق سبیعی نے نقل کی، جو مدلس و مختلط تھے اور انھوں نے علقمہ سے کچھ بھی سماع نہیں کیا (کتاب القراء ۃ للبیھقي، ص:۱۴۸، ۱۴۹)

معلوم ہوا کہ فرقہ دیوبندیہ تدلیس و تلبیس کو اپنا شعار بنائے ہے اور ساقط الاعتبار روایت کو بھی حجت بنانے کا عادی مجرم ہے۔

پانچواں اثر ابن مسعود:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن علقمة عن ابن مسعود قال: ليت الذي يقرأ خلف الإمام ملئ فوه تراباً"

یعنی حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ جو قراء ۃ خلف الامام کرتا ہے، کاش اس کے منہ میں مٹی بھری جاتی۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶۳، بحواله طحاوی:۱/۱۵۰، ومصنف عبدالرزاق :۲/۱۳۸، وآثار السنن: ۲/۸۹، وإسناده حسن)

ہم کہتے ہیں کہ علقمہ کا زمانہ ان میں سے کسی نے نہیں پایا، جن کے حوالے سے فرقہ دیوبندیہ نے ازراہ تلبیس روایت مذکورہ نقل کی اور حقیقت امر یہ ہے کہ اسے علقمہ سے ابو اسحاق سبیعی مختلط نے معنعن نقل کیا ہے، نیز سبیعی کا علقمہ سے سماع ثابت نہیں (کتاب القراءة للبيهقي، صفحه:١٨٧)

حتی کہ فرقہ دیوبندیہ کے امام عینی نے بھی یہی بات کہی (عمدة القاري:۲/۱۳)

نیز اس سند میں واقعہ معاویہ بن خدیج بھی ضعیف ہے۔(میزان الاعتدال: ۱/۴٦٨)

معلوم ہوا کہ فرقہ دیوبندیہ تلبیس و تدلیس پرست ہے کہ مدلس و ساقط الاعتبار و منقطع روایت کو بھی تقلید نیموی میں حسن یعنی معتبر کہتا ہے، نہ جانے یہ فرقہ کب سے مقلد ابی حنیفہ کے ساتھ مقلد نیموی بن گیا ہے، البتہ یہ اثر

الفاظ مذکورہ کے ساتھ کتاب القراءۃ صفحہ:۱۱۶، میں منقول ہے۔ جس کی سند میں ابن ابی لیلیٰ ساقط الاعتبار اور حکم بن عتیبہ مدلس واقع ہیں، لہٰذا یہ روایت بھی بہت زیادہ ضعیف ہے۔

آثار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (پہلا اثر)

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"مالك عن نافع أن عبد الله بن عمر كان إذا سئل هل يقرأ أحد خلف الإمام؟ قال: إذا صلى أحدكم خلف الإمام فحسبه قرأة الإمام، كان ابن عمر لا يقرأ خلف الامام"
یعنی حضرت ابن عمر سے جب پوچھا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قراءت کرسکتا ہے؟ تو وہ کہتے کہ مقتدی کے لیے قراءت امام کافی ہے، ہاں نمازی تنہا نماز پڑھے تو قراءت کرے۔ بقول نافع حضرت ابن عمر امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔(مؤطا مالك ،صفحه: ١٦٨، إسناده أصح الأسانيد عند البخاري، زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶۳، ۶۴)

ہم کہتے ہیں کہ کسی زمانہ میں حضرت ابن عمر قراءۃ خلف الامام کے قائل نہیں تھے، پھر اہل علم کے ساتھ مذاکرہ کے بعد قائل ہو گئے جیسا کہ اسی جیسی دیوبندی کتاب قراءۃ خلف الامام کے ردّ میں ہم عرض کر آئے ہیں:

"قال الإمام البيهقي: قال عبدان: حدثنا إسحاق بن أبي عمران نا خالد بن عبد الله عن الجريري عن أبي الأزهر سئل ابن عمر عن القراءة خلف الإمام فقال: إني لأستحي من رب هذه البنية أن أصلي صلوة لا اقرأ فيها بأم القرآن"
یعنی حضرت ابن عمر سے قراءۃ خلف الامام سے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: مجھے رب کعبہ سے شرم آتی ہے کہ میں امام کے پیچھے نماز پڑھوں اور امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھوں۔

(كتاب القراءة للبيهقي، صفحه: ١٢٤، ١٢٥)

حضرت ابن عمر سے اسے روایت کرنے والے ابو الازہر مغیرہ بن فروہ ثقفی دمشقی کبار تابعین میں سے بقول ابن حبان ثقہ ہیں اور کسی نے ان کی تجریح نہیں کی۔ (تهذيب التهذيب: ٤/ ٢٣٩، ٢٤٠)

ابو الازہر مغیرہ سے اس کے راوی امام جریری سعید بن ایاس، ابو مسعود بصری ثقہ ہیں (تهذيب التهذيب: ٤/ ٦، ٧، و عام کتب رجال)

اور سعید جریری سے اسے روایت کرنے والے خالد بن عبد اللہ ابو الہیثم طحان واسطی ثقہ وصحیح الحدیث ہیں۔ (تهذيب التهذيب: ٣/ ٨٧) اور خالد واسطی سے اسے روایت کرنے والے اسحاق بن ابی عمران خراسانی اسفرائني عبدان کو امام ذہبی نے ائمہ اثبات یعنی بہت زیادہ ثقہ اماموں میں شمار کیا ہے، (سير أعلام النبلاء: ١٣/

٤٥٦ تا ٤٥٨ و متعدد کتب رجال) عبدان موصوف کئی کتابوں کے مصنف تھے، ان کی کتاب حدیث ہی سے امام بیہقی نے یہ حدیث نقل کی ہے، لہٰذا یہ صحیح روایت دیوبندیہ کے مزاعم فاسدہ اور تلبیسات کی پردہ دری کر رہی ہے۔

ہم کہہ آئے ہیں کہ صحابہ میں سے کچھ لوگوں کے نظریات میں اہلِ علم سے مذاکرہ کے سبب کشفِ حقیقت کے باعث تبدیلی آ جایا کرتی تھی، یہی حال حضرت ابن عمر کا ہوا کہ بعد میں ''لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب'' اور ''لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب خلف الامام'' والی متواتر المعنی حدیث نبوی پر واقف ہو کر حضرت ابن عمر بھی خود فاتحہ خلف الامام پڑھنے لگے اور دوسروں کو اسی کا فتویٰ بھی دینے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا اثر:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے موقف کی تائید میں حضرت ابن عمر کے پہلے اثر کے بعد دوسرا اثر نقل کیا، لیکن عالم بد حواسی میں دوسرے اثر پر نمبر ۷ لگایا، معلوم نہیں یہ فرقہ ''دیوبندیت'' کے اس مظاہرہ میں کیا فائدہ محسوس کرتا ہے؟ چنانچہ فرقہ دیوبندیہ ناقل ہے کہ:

" أخبرنا عبيد الله بن عمر بن حفص عن نافع عن ابن عمر قال: من صلى خلف الإمام كفته قرأته (مؤطا محمد، صفحه: ٩٧) و قال: إسناده جيد" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:٦٤)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ نے مذکورہ روایت جس امام محمد سے نقل کی ہے، ان کا کذاب ہونا کئی بار ہم ظاہر کر آئے ہیں، اس کی سند کو فرقہ دیوبندیہ کا حسن کہنا، اس کی تلبیس کاری ہے اور اسے معتبر فرض کرنے کی صورت میں اسی کا وہی جواب ہے، جو پہلے والے اثر ابن عمر کا جواب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا تیسرا اثر:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن أنس بن سيرين قال: سألت ابن عمر أقرأ مع الإمام؟ فقال: إنك لضخم البطن تكفيك قراءة الامام"

(مصنف عبد الرزاق: ٢/ ١٤٠، و كتاب القراءة للبيهقي، صفحه: ١٥٧، (الجوهر النقي مع سنن بيهقي: ٢/ ١٦٣، سنده صحيح)

یعنی حضرت ابن عمر سے کسی نے پوچھا میں امام کے ساتھ قراءت کر سکتا ہوں؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم ضخیم پیٹ والے بیوقوف آدمی ہو، تمہارے لیے امام کی قراءت کافی ہے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:٦٤)

ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت حسن کیسے ہے؟ جب کہ اس میں سفیان ثوری مدلس واقع ہیں اور انھوں نے اسے

معنعن نقل کیا ہے، مدلس کی معنعن روایات دراصل منقطع السند و ساقط الاعتبار ہوتی ہیں، بعض رواۃ اسے ھشام بن حسان سے روایت کرتے ہیں اور حسان بھی اسے درحقیقت سفیان ثوری مدلس سے نقل کیے ہوئے ہیں، پھر یہ روایت کیسے صحیح ہوئی؟ اسے معتبر فرض کر کے ہم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے پہلے اثر کا جو جواب ہم نے دیا وہی اس کا بھی جواب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا چوتھا تا آٹھواں اثر:

فرقہ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا اثر ابن عمر کے ہم معنی مزید چار آثار نقل کیے، جن پر کلام کی بہت کچھ گنجائش ہے، مگر انھیں معتبر فرض کر کے ہم کہتے ہیں کہ جو جواب پہلے والے اثر ابن عمر کا ہے، وہی ان سارے آثار کا ہے۔

آثار حضرت زید بن ثابت (اثر اوّل)

فرقہ دیوبندیہ نے کہا کہ:

"عن عطاء بن يسار أنه سأل زيد بن ثابت عن القراءة مع الإمام فقال: لا قراءة مع الإمام في شيئ" (صحيح مسلم: ۲۱۵/۱، سنن نسائي: ۱۱۱/۱، و طحاوی: ۱۲۴/۱)

یعنی عطاء بن یسار نے حضرت زید بن ثابت سے قراءت مع الامام کا مسئلہ پوچھا تو انھوں نے اس سے منع کیا۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۶۵)

ہم کہتے ہیں کہ پوچھنے والے نے قراءۃ مع الامام کی بابت حضرت زید سے سوال کیا تھا اور قراءۃ مع الامام ہمارے نزدیک بھی عام حالات میں جائز نہیں ہے، بلکہ سکتات امام میں یا امام سے تھوڑا بعد صرف فاتحہ پڑھنا مقتدی کے لیے فرض ہے، اس میں صرف قراءۃ فاتحہ مع الامام کا مسئلہ نہیں پوچھا تھا مطلقاً قراءۃ مع الامام تو ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں، امام کے پیچھے سکتات امام میں یا امام کے قدرے بعد ہی صرف قراءت فاتحہ فرض ہے، لہٰذا یہ روایت مسئلہ زیر بحث کے لیے دلیل نہیں بن سکتی، نیز اس روایت کے آخر میں حضرت زید کا یہ بیان منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ نجم کی آیت سجدہ پڑھی، مگر آپ ﷺ نے سجدہ تلاوت نہیں کیا، جس کا مفاد یہ ہے کہ سورۃ النجم یا کسی بھی سجدہ تلاوت والی آیت پڑھنے پر سجدہ تلاوت واجب نہیں، بلکہ اس سے نیچے سنت مؤکدہ یا مستحب ہے، لہٰذا یہ روایت فرقہ دیوبندیہ کی دلیل نہیں بن سکتی۔

فرقہ دیوبندیہ نے اس کے بعد نواب سید صدیق حسن کی کتاب "ھدیۃ السائل" (صفحہ: ۱۹۳) سے زید بن ثابت و جابر بن عبداللہ و علی مرتضیٰ و ابن مسعود سے یہی قول نقل کیا ہے، مگر حقیقت امر یہ ہے کہ نقل کچھ اور چیز ہے اور اسے حجت بنانا کچھ اور ہے، حضرت زید والی روایت من وجہٍ مؤقف دیوبندیہ ہے، اور من وجہٍ رد بلیغ ہے۔

حضرت زید بن ثابت کا دوسرا اثر:

فرقہ دیوبندیہ ناقل ہے کہ:

" عن موسٰی بن سعید عن زید بن ثابت قال: من قرأ مع الإمام فلا صلوٰة له"

(مصنف عبدالرزاق: ۱۳۷/۲، و مصنف ابن أبي شيبه عن وكيع عن عمر بن محمد عن موسیٰ بن سعيد و رواه محمد في المؤطا، صفحه: ۱۰۲، و إسناده صحيح على قاعدة مسلم، و الجمهور الذين يكتفون في اتصال السند بإمكان اللقاء دون التصريح بالسماع حقيقة"

یعنی حضرت زید کے پوتے موسیٰ بن سعید نے اپنے دادا زید سے روایت کی کہ حضرت زید بن ثابت نے فرمایا کہ جس نے امام کے ساتھ قراءت کی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ٦٦)

ہم کہتے ہیں کہ روایت زید میں فرقہ دیوبندیہ نے تحریف کی ہے اس میں بھی قراءۃ مع الامام سے ممانعت ہے، قراءت فی سکتات الإمام یا قراءۃ بعد الإمام کی ممانعت نہیں ہے، اور اس میں مطلق قراءت کا ذکر ہے، قراءۃ فاتحہ خلف الامام کا ذکر نہیں اور عام قراءۃ خلف الامام ہمارے نزدیک بھی ممنوع ہے، صرف مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ کی قراءت امام سے کچھ تاخیر سے پڑھنی فرض ہے اس لیے یہ روایت بھی زیر بحث مسئلہ پر بطور حجت پیش کرنی غلط روی ہے اور اس کی سند پر بھی کلام ہے، اس میں بعض رواۃ کا بعض سے سماع ثابت نہیں ہے، ائمہ اہل حدیث نے یہی کہا ہے، پھر اسے صحیح کہنا قطعاً غیر صحیح ہے۔

حضرت زید بن ثابت کا تیسرا اثر:

فرقہ دیوبندیہ نے اس نمبر پر جو اثر زید بن ثابت نقل کیا ہے، وہ بالکل وہی ہے جو پہلا اثر ہے، صرف ایک لفظ کا فرق ہے، یہ بہرحال مستبعد ہے کہ حضرت زید بن ثابت اپنے اس موقف پر قائم رہ گئے ہوں، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس فرمان نبوی سے واقف تھے کہ قراءۃ فاتحہ خلف الامام کے بغیر نماز نماز ہی نہیں ہوتی، صحابہ سے مذاکرہ کرنے کے بعد اس متواتر حدیث کا علم ہونا پھر اس پر حضرت زید کا عمل ہونا عین قرین قیاس ہے، اگرچہ موصوف پر کچھ دنوں تک یہ فرمان نبوی مخفی رہا ہو، بنا بریں اس کے خلاف ان کا قول و عمل رہا ہو اور تمام اہل علم متفق ہیں کہ نصوص کے بالمقابل کسی صحابی کا قول و عمل حجت نہیں۔

آثار حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (پہلا اثر)

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

" عن أبي نعيم وهب بن كيسان انه سمع جابراً يقول من صلى ركعة لم يقرأ فيها بأم

القرآن فلم يصل إلا وراء الامام"

(مؤطا مالك ،صفحه:٢٨، وإسناده صحيح و أخرجه الترمذي:١/٧١، و قال:هذا حديث صحيح، و أخرجه ابن أبي شيبة:١/٣٧٦، والطحاوی، والبيهقي في السنن الكبرىٰ:١/١٦٠، وقال: هذا هو الصحيح عن جابر من قوله غير مرفوع)

یعنی وہب بن کیسان نے حضرت جابر بن عبداللہ سے کہتے سنا کہ جس نے کوئی بھی رکعت پڑھی، جس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی، اس نے گویا نماز ہی نہیں پڑھی، البتہ اگر امام کے پیچھے نہیں پڑھی، تو اس کی نماز ہو جائے گی۔"

ہم کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ کا **قراءة فاتحه خلف الامام** کرنا **بأسانيد صحيحه ثابت** ہے، اس لیے اسے بھی اس پر محمول کرنا ہو گا کہ جب تک انھیں "**لا صلوٰة لمن لم يقرأ بام القرآن**" والی متواتر المعنی حدیث نبوی کا علم نہیں ہوا تھا، اور فرقہ دیوبندیہ اپنی اس مستدل روایت کے خلاف کہتا ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں بلکہ کسی ایک یا دو رکعت میں کوئی چھوٹی سی آیت پڑھنی فرض ہے، یعنی کہ دیوبندیہ اپنی مستدل روایت کے خلاف عمل پیرا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کا دوسرا و تیسرا اثر:

فرقہ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا بات کے ہم معنی حضرت جابر کا دوسرا و تیسرا اثر نقل کیا جس کا جواب ہم دے چکے ہیں۔

اثر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن أبي جمرة قال:قلت لابن عباس :أ أقرأ والإمام بين يدي؟ قال:لا "

(طحاوی:١/١٢٩، والجوهر النقي على السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٢/١٧٠، وذكر العلامة النيموی: إسناده حسن، آثار السنن:١/٨٩)

یعنی ابو جمرہ نصر بن عمران نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ امام میرے آگے ہو تو بھی میں قراءت کروں؟ تو ابن عباس نے کہا کہ نہیں (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:٦٧، ٦٨)

ہم کہتے ہیں کہ اس کی سند میں حماد بن سلمہ اختلاط کے شکار ہو گئے تھے اور ان سے بسند صحیح مروی ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ ضرور پڑھا جائے۔(كتاب القراءة للبيهقي ،صفحه:٧٢، ٧٣، ٧٤)

اثر حضرت ابی الدرداء رضی اللہ عنہ:

فرقہ دیوبندیہ نے اس عنوان کے تحت جو کچھ کہا، اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک آدمی کے پوچھنے پر رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھنا ضروری ہے، اس جواب نبوی کو ایک انصاری صحابی نے سن کر فرمایا کہ ہر نمازی کے لیے قراءت قرآن واجب ہوگئی، آپ ﷺ نے اس کی کوئی تردید نہیں کی لیکن حضرت ابوالدرداء نے کثیر بن مرہ سے کہا کہ امام کی قراءت مقتدی کے لیے کافی ہے۔

(سنن دارقطني: ۱/۳۳۲، والطبراني مرفوعا، و حسنه الهيثمي، مجمع الزوائد: ۱/۱۸۵) زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۸)

ہم کہتے ہیں کہ اس سند کو ہیثمی نے اگرچہ حسن کہا، مگر اس میں زید بن حسان راوی وہم و خطاء کے شکار ہو گئے ہیں، نیز اس کی سند میں معاویہ بن یحییٰ صدفی متروک ہے۔ (کتاب القراء ۃ للبیهقي، صفحه: ۱۲۰) یہ روایت کئی کتب حدیث میں غیر معتبر سند سے مروی ہے (عام کتب حدیث) اور ابودرداء سے بسند صحیح مروی ہے کہ جہری نماز ہو یا سری مقتدی سورہ فاتحہ ضرور پڑھے۔ (کتاب القراءة للبیهقي، صفحه: ۱۲۰، ۱۲۱) آخر اس فتویٰ ابی درداء پر فرقہ دیوبندیہ کا عمل کیوں نہیں ہے؟

اثر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ:

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

”عن أبي نجاد عن سعد قال: وددت أن الذی یقرأ خلف الإمام في فيه جمرة“

(مصنف ابن أبي شيبه: ۱/۳۷۶، وروى الإمام محمد عن بعض ولد سعد بن أبي وقاص أنه ذكر أن سعداً قال كذا)

یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمایا کہ جو قراءۃ خلف الامام کرے، اس کے منہ میں پتھر ڈالا جانا پسند کرتا ہوں۔“ (زیر نظر دیوبندیہ کتاب، صفحہ: ۲۸، ۲۹)

ہم کہتے ہیں کہ مصنف ابن أبي شیبہ والی روایت میں قتادہ مدلس کی تدلیس واقع ہے، نیز مصنف ابن أبي شیبہ کے دوسرے نسخوں میں ہے کہ قتادہ نے اسے داود بن قیس سے روایت کی ہے (حاشیہ مصنف ابن أبي شیبه: ۱/۳۷۶) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سند میں قلب والٹ پلٹ ہوگئی ہے اور ابونجاد مجہول ہے اور فرقہ دیوبندیہ نے اسے جس امام محمد سے نقل کیا وہ کذاب ہیں، اور قیس بن داود مجروح ہیں، یا مجہول۔ (عام کتب رجال) پھر اسے دیوبندیہ کا حجت بنانا کیونکر درست ہے، جب کہ یہ ساقط الاعتبار روایت نصوص شرعیہ کے بھی خلاف ہے؟ فرقہ دیوبندیہ کے ایک امام محدث محمد حسین فیض پوری اور فرقہ دیوبندیہ کے بعض دیگر اماموں نے ان علل قادحہ کے باوصف کہا کہ رجال إسناده ثقات، یہ بات فرقہ دیوبندیہ نے اپنی زیر نظر اس کتاب ”امام کے پیچھے مقتدی کی قراءت کا حکم“ صفحہ: ۲۹، کے حاشیہ میں بطور حجت بحوالہ الدلیل المبین از محمد حسن فیض پوری نقل کی

ہے، یعنی کہ یہ فرقہ نامسعودہ اپنے کو اتنا مطلق العنان سمجھتا ہے کہ جو روایت اسے پسند آئے وہ خواہ کتنی ہی زیادہ معلول ہو وہ اسے تمام اصول وضوابط کو بالائے طاق رکھ کر حجت قرار دے لیتا ہے۔

آثار خلفائے راشدین:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" قال عبد الرزاق: و أخبرني موسىٰ بن عقبة: أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، و أبابكر، و عمر، و عثمان كانوا ينهون عن القراء ة خلف الإمام۔"

(مصنف عبد الرزاق :۱۳۹/۲،وهذا مرسل صحيح، وموسىٰ بن عقبة إمام في المغازي، ثقة، ثبت، كثير الحديث، وسماع عبد الرزاق منه ممكن، فإن موسىٰ توفى:۱٤۱ھ و عبد الرزاق مولده سنه:۱٦۲ھ كما في التهذيب :۳۱٤/٦)

یعنی کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر وعثمان قراء ۃ خلف الامام سے منع کرتے تھے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶۹)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی وتلبیسات کا یہ حال ہے کہ اس سند میں "قال عبد الرزاق" ہے ہی نہیں بلکہ طویل روایت میں صرف یہ ہے کہ "قال و أخبرني موسى بن عقبه" اور قال کا فاعل عبدالرحمان بن زید بن اسلم ہے اور عبدالرحمان مذکور متروک ومنکر الحدیث اور بہت ضعیف بلکہ کذاب ہے، اسی بناء پر فرقہ دیوبندیہ تلبیس اور فریب کاری کرتے ہیں۔ اس کی سند میں یہ دجل وافتراء پردازی کی کہ عبدالرحمٰن وموسیٰ بن عقبہ کے درمیان راوی کو حذف کردیا۔

ہم کہتے ہیں کہ باعتراف دیوبندیہ یہ روایت مرسل ہے اور مرسل بلا شروط معتبرہ ناقابل استدلال ہے، اس ناقابل استدلال مرسل روایت کے بالمقابل بسند متواتر نبی ﷺ کا یہ کہنا ثابت ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی سورہ فاتحہ اس لیے پڑھے کہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر مقتدی کی نماز نماز ہی نہیں ہوتی، اور عبداللہ بن الزبیر اور عروۃ بن زبیر قراء ۃ فاتحہ خلف الامام کو فرض مانتے تھے۔ (جزء القراء ة للبخاري ، كتاب القراء ة للبيهقي) اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق قراء ۃ فاتحہ خلف الامام کے برحق ہونے کے قائل تھے۔ (ملاحظہ ہو ہماری کتاب رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز) نیز حضرت عمر بن خطاب کا قراء ۃ فاتحہ خلف الامام کا فرض قرار دینا جزء رفع اليدين للبخاري، وكتاب القراءة للبيهقي میں کئی صحیح سندوں سے منقول ہے، اسی طرح حضرت عمار سے بھی، لہٰذا اس کا صحیح مطلب یہ ہوا کہ خلفاء راشدین مقتدین کے لیے قراءت فاتحہ فرض مانتے تھے۔

آثار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:

اکاذیب وتلبیسات پرست فرقہ دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکورہ کے تحت کہا:

"عن نافع وأنس بن سيرين قالا:قال عمر بن الخطاب: تكفيك قراء ة الإمام"

(مصنف ابن أبي شيبه صفحة:٣٧٦، و سنده منقطع و لا يضر عندنا إذا كان الراوي ثقة)

یعنی نافع وانس بن سیرین نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ مقتدی کے لیے امام کی قراءت کافی ہے۔ (زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶۹، ۷۰)

اپنی عادت پر اکاذیب وتلبیسات پرستی کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے اس روایت کی پوری سند نقل نہیں کی جو یہ ہے:

" قال ابن أبي شيبة: حدثنا ابن علية عن أيوب عن نافع و أنس بن سيرين قالا الخ......" (مصنف ابن أبي شيبة:١/٣٧٦)

اور اس سند میں واقع أيوب، أيوب بن خوط ابو امية البصري الحبطي ہیں جو باجماع اہل علم کذاب و متروک ہیں (تهذيب التهذيب:١/٣٥٢، ٣٥٣) ایسی ایسی مکذوبہ و متروکہ خانہ ساز و خانہ زاد روایات کا فرقہ دیوبندیہ پرستار ہوتو اسے کیا کہا جا سکتا ہے؟ مزید برآں یہ کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ کو اعتراف ہے کہ اس کی سند میں حضرت عمر فاروق و نافع وانس بن سیرین کے درمیان انقطاع ہے، مگر اس فرقہ کذابہ کا کہنا ہے کہ منقطع روایت کا راوی اگر ثقہ ہوتو ہمارے دیوبندی مذہب میں اس پر عمل کرنے میں کوئی ضرر نہیں، پھر تو سارے دفاتر علوم حدیث اس فرقہ دیوبندیہ کے یہاں بے معنی ہوکر رہ گئے اور اس منقطع روایت کی سند کا ایک راوی ایوب بن خوط جب کذاب و باجماع اہل علم متروک ہے، تو نافع وانس بن سیرین تک اس کی سند کا مکذوب ہونا واضح ہے، اور جب واضح الکذب واجماعی طور پر متروک روایت کو معتبر قرار دے کر یہ فرقہ دیوبندیہ حجت بنائے ہوئے ہے، تو اس کے پرستار اکاذیب وتلبیسات ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس روایت میں اور دوسری روایات میں مقتدی کے لیے امام کی قراءت کو کافی کہا گیا ہے، تو ان روایات کو معتبر فرض کر کے باستثناء سورہ فاتحہ یہ حکم لگایا جائے، کیونکہ اس طرح کی روایات میں لفظ "قراء ة" واقع ہے، جو عموم کا معنی دیتا ہے اور ہر عموم مخصوص و مستثنیٰ ہونے کا حامل ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب کا دوسرا اثر:

فرقہ دیوبندیہ نے دوسرا اثر فاروقی اس طرح نقل کیا:

"محمد بن عجلان أن عمر بن الخطاب قال:ليت في فم الذى يقرأ خلف الإمام حجرا" (موطا امام محمد،صفحه:١٠٢،و سنده صحيح)

یعنی محمد بن عجلان سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق نے فرمایا: جو قراءۃ خلف الامام کرتا ہے، کاش اس کے منہ میں پتھر ہو! (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۷۰)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت کے بنیادی راوی دیوبندیہ کے امام محمد بن حسن جو کذاب ہیں، کی خانہ ساز روایت کو دیوبندیہ کا صحیح الإسناد کہہ کے حجت ماننا اکاذیب کثیرہ کا حامل ہے اور محمد کذاب نے اسے جس سند سے نقل کیا ہے، اس میں محمد بن عجلان واقع ہیں، جو تقریب التھذیب کے طبقہ خامسہ کے راوی ہیں، ان کا لقاء وسماع حضرت عمر فاروق سے ناممکن ہے، اس لیے دونوں کے درمیان سند منقطع ہی نہیں **معضل** ہے، پھر اسے صحیح قرار دے کر دلیل بنا لینا فرقہ دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی ہی ہے، محمد بن عجلان آخر میں **مختلط** ہو گئے تھے اور ان سے داود بن قیس فراء کا سماع معلوم نہیں، اختلاط سے پہلے کا ہے یا بعد کا۔ اتنے علل قادحہ والی جو روایت معضل ہو وہ صحیح قرار پا کر دیوبندیہ کا دین وایمان بن گئی۔ یہ سارے کارنامے یہ فرقہ عمداً وقصداً کرتا ہے، نہ کہ جہالت وسہو کی بناء پر اس لیے اس کی بے راہ روی کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

حضرت عمر بن خطاب کا تیسرا اثر:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"عن قاسم بن محمد قال: قال عمر بن الخطاب: لا يقرأ خلف الإمام جهر أو لم يجهر الخ" (كتاب القراءة للبيهقي، صفحه: ١٨٤)

یعنی قاسم بن محمد نے کہا کہ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ جہری نماز ہو یا سرّی امام کے پیچھے قراءت نہ کی جائے۔ (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۷۰)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ نے اس روایت کی بھی پوری سند بیان نہیں کی، جس **کتاب القراءۃ للبیھقي** سے دیوبندیہ نے اسے نقل کیا ہے، اس کے مطابق قاسم بن محمد سے اسے اسامہ بن زیاد ابو زید مدنی نے نقل کیا ہے، اسے امام یحییٰ بن سعید قطان نے متروک کہا، امام احمد نے اسے "لیس بشيء" کہا نیز اس کی روایات کو منکر کہا، امام ابن معین نے بھی منکر الحدیث کہا، امام بخاری و دارقطني نے بھی انھیں متروک کہا، بعض نے اگر ان کی توثیق کی تو تجریح کرنے والوں کا غلبہ ہے، لہٰذا ان کی یہ روایت ساقط الاعتبار ہے، کیونکہ اسے ان سے سفیان ثوری نے معنعن نقل کیا، جو مدلس ہیں اور قاسم کا سماع حضرت عمر سے ثابت نہیں، لہٰذا یہ منقطع بھی ہے، اتنے علل والی روایت کو دیوبندیہ کا حجت بنا لینا کیا معنی رکھتا ہے؟

اثر حضرت علی و حضرت عمر و حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن محمد بن عجلان قال:قال علي: من قرأ مع الإمام فليس على الفطرة قال:قال ابن مسعود: ملئ فوه ترابا قال: وقال:عمر بن الخطاب: وددت أن الذی يقرأ خلف الإمام في فيه حجر"(مصنف عبد الرزاق: ج:۲، وسنده صحيح مرسلاً)

یعنی محمد عجلان نے کہا حضرت علی مرتضٰی نے فرمایا: جس نے امام کے ساتھ قراءت کی وہ فطرت پر نہیں، اور ابن مسعود نے فرمایا امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کے منہ میں مٹی بھر دی جائے اور عمر فاروق نے کہا: جو امام کے پیچھے قراءت کرے، میری خواہش ہے کہ اس کے منہ میں پتھر ہو۔(زیرِ نظر دیوبندی، کتاب،صفحہ:۷۰)

ہم کہتے ہیں کہ اولاً فرقہ دیوبندیہ نے اس رویت کے لیے **مصنف عبدالرزاق** کا حوالہ جلد دوم میں دیا، مگر صفحہ نمبر کا نہیں دیا، اور **مصنف عبدالرزاق** ۲/ ۱۳۸، پر یہ روایت موجود ہے اور محمد بن عجلان **تقریب التهذیب** کے طبقہ خامسہ کے راوی ہیں اس لیے ان کے اور صحابہ مذکورین کے درمیان دو واسطوں سے کم نہیں، لہٰذا یہ سند **معضل** ہے، نیز محمد بن عجلان مختلط ہو گئے تھے اور پتہ نہیں ان سے قبل اختلاط داود بن قیس الفراء نے یہ روایت سنی یا بعد میں، لہٰذا یہ روایت ساقط الاعتبار ہونے کے ساتھ حضرت عمر فاروق اور حضرت ابن مسعود و حضرت علی کے ثابت شدہ فتوٰی کے خلاف ہے، یہ حضرات فاتحہ خلف الامام پڑھنے کو فرض مانتے تھے، جیسا کہ کسی قدر تفصیل گزری، اور آئے گی۔ اکاذیب پرست فرقہ دیوبندیہ اس روایت کو کس اصول کے تحت مرسل صحیح کہتا ہے، اگر مرسل صحیح سند صحیح کے معارض ہو تو کسے حجت بنایا جائے ، جب کہ متدل دیوبندیہ والی روایت معلول بوجوہ کثیرہ ہے، سب سے بڑی علت اس کا خلاف نصوص اور خلاف آثار ثابتہ صحابہ مذکورین بھی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ نے روایت معلولہ کو حجت بنا کر قراءۃ خلف الامام کرنے والوں کو خلاف فطرت یعنی غیر مسلم قرار دیا اور انھیں بہت بڑا مجرم بتلایا، میدان محشر میں اسے اس کے سارے اکاذیب وتلبیسات کا حساب چکانا ہوگا۔

ان روایات میں قراءۃ خلف الامام یا مع الامام کی مذمت کی گئی ہے اور قراءت میں فاتحہ کے ساتھ پورا قرآن شامل ہے، فرقہ دیوبندیہ تبیین الروایات کے لیے کہہ سکتا تھا کہ صحابہ مذکورین فاتحہ سے زیادہ والی قراءت کرنے والے پر یہ حکم لگاتے تھے، ورنہ قراءت فاتحہ کو متواتر المعنی احادیث نبویہ میں مقتدی پر فرض کہا گیا ہے، لہٰذا اس عموم سے قراءۃ فاتحہ خلف الامام مستثنٰی ہے، نیز قراءت فاتحہ مع الامام اصلاً ممنوع ہے، کسی استحالہ ہی کے سبب قراءۃ فاتحہ مع الامام کی اجازت دی جا سکتی ہے، مقتدی کو امام کی معیت میں نہیں بلکہ بعد میں سکتات امام میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے، یا پھر تحریمہ وقراءت کے درمیان والے سکتہ امام میں بعض اہل علم نے قراءت فاتحہ کی اجازت دی ہے اور بعض نے سورہ فاتحہ کے بعد والے سکتہ امام میں پڑھنے کی اجازت دی ہے

اور بعض نے پوری قراءت ختم کر لینے کے بعد والے سکتہ امام میں قراءت فاتحہ کی اجازت دی ہے۔

اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"عن ابن أبي ليلى عن علي قال: من قرأ خلف الإمام فقد أخطأ الفطرة".

(مصنف ابن أبي شيبه: ۱/۳۷۶)

یعنی عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کے بھائی عبداللہ بن ابی لیلیٰ حضرت علی مرتضیٰ سے ناقل ہیں کہ جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس نے فطرت کھو دی۔ (زیرنظر دیوبندی کتاب)

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی متدل اس مکذوبہ روایت پر یہ حاشیہ آرائی کی کہ:

"قال العلامة المحدث حبيب الرحمن الأعظمي: و قد حمل التعصب القائلين بالقراء ة على تضعيفه بل تكذيبه مع أنه روي من عدة طرق عن ابن الأصبهاني و غيره عن عبد الله بن أبي ليلى، فراجع طرقه في كتاب القراءة و في هذا الكتاب، و عبد الله هذا ليس بمجهول فقد روى عنه غير واحد"

(مصنف عبد الرزاق: ۲/۱۳۷، تعلیقاً از زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۱۷، کا حاشیہ)

فرقہ دیوبندیہ نے جس حبیب الرحمان اعظمی کو "العلامة المحدث" قرار دیا ہے، وہ حلقۂ دیوبندیہ میں محدث کبیر و علامہ شہیر کے لقب سے بھی ملقب ہیں، وہ علوم حدیث کے ساتھ جس دجل و تلبیس و فریب کاری ومکاری و کذب بیانی و دروغ بافی کا برتاؤ کرتے اور انھیں اوصاف کے سبب "محدث علامہ محدث شہیر و علامہ کبیر کے القاب سے دیوبندیہ کے یہاں ملقب ہیں" ان کی جزاء تو یہ محدث کبیر صاحب اور فرقۂ دیوبندیہ والے لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں پائیں گے، مگر زیرنظر روایت ہی کے تعلق سے موصوف نے جو تلبیسات و اکاذیب استعمال کیے ہیں، صرف اسی ایک مثال سے ہی انکا پردہ فاش ہو جائے گا۔

دیوبندیہ نے جس علامہ و محدث حبیب الرحمٰن کی بابت کہا ہے کہ عبداللہ بن ابی لیلیٰ سے متعدد رواۃ نے روایت کی ہے، جس کی تفصیل کتاب القراءة للبيهقي و مصنف عبد الرزاق میں ہے۔ وہ اس دیوبندی علامہ و محدث کا خالص جھوٹ و افتراء و اتہام ہے، کتاب القراءة للبيهقي صفحہ: ۱۳۳، میں امام بیھقي نے صراحت کی ہے کہ

"والحديث يدور على ابن الاصبهاني على الاختلاف الذى ذكرنا"

یعنی ابن ابی لیلیٰ سے صرف ابن الاصبہانی نے اسے روایت کیا ہے، اس اختلاف کے باوجود میں نے ذکر کیا ہے۔

امام بیہقی کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ ابن ابی لیلیٰ سے جسے دیوبندیہ کے محدث شہیر عبد اللہ بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں، صرف ایک راوی ابن الاصبہانی یعنی عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن الاصبہانی کوفی جہنی نے روایت کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دیوبندیہ کے اس محدث شہیر و علامہ کبیر نے کتاب القراءۃ للبیھقي پر عادت دیوبندیہ کے مطابق افتراء پردازی و اتہام بازی کر رکھا ہے، کہ ایک آدمی کی روایت کو کئی رواۃ کی روایت قرار دیا، پھر امام بیہقی نے اپنی اسی کتاب میں صراحت کی ہے کہ جس ابن ابی لیلیٰ کو اس دیوبندی افتراء پرداز علامہ و محدث نے عبد اللہ بن ابی لیلیٰ کہا ہے، وہ دراصل اسی عبد اللہ بن ابی لیلیٰ کا بیٹا ہے، اس بیٹے کا نام مختار ہے۔ یہ مختار بن عبد اللہ بن ابی لیلیٰ بتصریح ابو حاتم رازی منکر الحدیث ہے۔ (الجرح والتعدیل: ۸/ ۳۱۰، نمبر: ۱٤۳٤)

امام ابن حبان نے کہا:

”مختار بن عبد الله بن أبي ليلى يروي عن أبيه، وروى عنه ابن الأصبهاني في القراءة خلف الإمام منكر الحديث، قليل الرواية فلا أدري أهو المتعمد لذلك، أو أبوه؟ وأيهما كان منهما بطل الاحتجاج بروايته“

یعنی مختار بن عبد اللہ بن ابی لیلیٰ اپنے باپ عبد اللہ بن ابی لیلیٰ سے روایت کرتا ہے اور اس سے ابن الاصبہانی نے قراءۃ خلف الامام کے متعلق روایت کی یہ شخص مختار منکر الحدیث، قلیل الروایۃ ہے، مجھے تعیین کے ساتھ نہیں معلوم ہو سکا کہ اس روایت کو اسی مختار نے عمداً مکذوبہ طور پر اختراع کر کے روایت کیا ہے یا اس کے باپ نے، مگر یہ یقینی بات ہے کہ دونوں میں سے کسی نے ضرور مکذوب طور پر عمداً اسے اختراع کر لیا ہے۔“ (المجروحین لابن حبان: ۳/ ۹)

مختار کے باپ عبد اللہ بن ابی لیلیٰ انصاری کی بابت امام ابن حبان نے کہا: کہ

کچھ لوگ اس کے اصل باپ یعنی ابو لیلیٰ کا اصل نام یسار بتلاتے ہیں، یہی شخص حضرت علی پر قراءۃ خلف الامام والی روایت کو بطور افتراء گھڑتا ہے، اس سے اس کے لڑکے نے یہ حدیث نقل کر رکھی ہے، اس شخص کی بیان کردہ اس حدیث کے باطل ہونے پر تمام اہل اسلام کا روز اوّل سے لے کر آج تک اجماع چلا آرہا ہے، یہ ایک مجہول راوی ہے، اس کی بیان کردہ یہ حدیث بے اصل ہے۔ یہ مجہول راوی ہے، میں نہیں جانتا کہ اس نے اس مکذوبہ اور اپنی اختراع کردہ اس ایک منکر لفظ کے علاوہ اور بھی کچھ روایت کر رکھا ہو۔“ (المجروحین: ۲/ ۵)

جب عبد اللہ بن ابی لیلیٰ یسار انصاری نے اپنی اختراع کردہ اس ایک منکر و مکذوبہ روایت کے علاوہ کوئی بھی روایت نہیں کی اور اس سے اس کے کذاب بیٹے مختار کے علاوہ کسی دوسرے نے روایت نہیں کی، تو اس کذاب

اوراس کے بیٹے کذاب سے روایت کرنے والے بہت سے لوگ بقول دیوبندیہ و بالخصوص اس کے علامہ شہیر ومحدث کبیر کو کہاں سے نظر آ گئے، ایسے کذابین کی مدح کرنے والے اورانھیں معروف وثقہ کہنے والے فرقہ دیوبندیہ بشمول ان کے علامہ ومحدث کذاب وتلبیس کار ہونے کے علاوہ کیا ہیں؟ امام ابن خزیمہ نے واضح طور پر کہا کہ:

" المختار بن عبد الله بن أبي ليلى عن أبيه عن علي بن أبي طالب لم نسمع لمختار و لا لابيه عبد الله بن أبي ليلىٰ إلا في هذا الخبر، و هذا كذب و زور على علي بن أبي طالب الخ"

یعنی ان دونوں باپ بیٹے مختار وعبد اللہ کا ذکر اس مکذوب روایت کے علاوہ میں نے کہیں نہیں سنا، ان دونوں نے یہ بات محض کذب بیانی و دروغ بانی کے طور پر حضرت علی مرتضیٰ کی طرف منسوب کردیا ہے۔" (كتاب القراءة للبيهقي، صفحه:١٣٤)

جس عبد اللہ بن ابی لیلیٰ کذاب سے صرف اس کے کذاب بیٹے مختار نے یہی ایک موضوع روایت گھڑ کر بیان کی ہو، اسے اوراس کے بیٹے کوکتنی ڈھٹائی سے کسی شرم و حیاء اور خوف خدا کے بغیر معتبر قرار دے کر حجت بنا لیا اوران دونوں کذابوں کومعتبر کہہ دیا۔ آخر کس اصول کے تحت اس کذاب فرقہ نے یہ سب کچھ کیا ہے؟!

لطف کی بات یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی لیلیٰ کذاب سے اس کے کذاب بیٹے مختار نے اسے روایت کیا اور مختار کذاب سے اسے نقل کرنے والے عبد الرحمٰن بن الاصبہانی بھی منفرد ہیں ، اگر ابو اسرائیل اسماعیل بن خلیفہ عبسی ملائی سے ایک روایت ایسی مروی ہے کہ گویا یہ روایت عبد اللہ بن ابی لیلیٰ کے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے بھی مروی ہے، حالانکہ اگر عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ اس سند میں عبد اللہ بن ابی لیلیٰ کی تصحیف نہیں ہے، تو اسے ابو اسرائیل اسماعیل بن خلیفہ عبسی ملائی نے مشکوک طور پر حکم وغیرہ عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے نقل کیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابو اسرائیل عبسی ملائی بقول بیہقی خود لیس بثقة ہیں، اور اس کا دارو مدار صرف عبد الرحمٰن بن الاصبہانی پر ہے، ابو اسرائیل کو صرف امام بیہقی ہی نے لیس بثقة نہیں کہا ہے، بلکہ بقول امام بخاری امام عبد الرحمٰن بن مہدی نے "متروک" امام جوزجانی نے افتراء پرداز اور بدعت پرست کہا، امام نسائی نے بھی اسے لیس بثقة کہا، اور ابواحمد حاکم نے بھی متروک کہا۔(تهذيب التهذيب: ١/٢٥٦، ٢٥٧، و ميزان الاعتدال)

الغرض اس کذاب مفتری کی یہ روایت مکذوب ہے اوراس نے یہ کہا کہ حکم بن عتیبہ یا ان کے علاوہ کسی اور نے اسے بیان کیا ہے، اصل بات یہ ہے کہ کذاب آدمی اپنی کذب بیانی کے نشہ میں بے سروپا باتیں کرتا ہے اگر یہ روایت حکم بن عتیبہ سے مروی ہے، تو وہ مدلس ہیں اور انھیں نے یہ روایت معنعن نقل کی ہے اور اگر کسی اور سے

نقل کی تو یہ مجہول ہے اور بعید نہیں کہ کذاب ہو، لہٰذا عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی طرف اس کا انتساب باطل ہے، اسی سے معلوم ہوا کہ دیوبندیہ کے علامہ کبیر محدث شہیر حبیب الرحمٰن نے بلا خوف و خطر جھوٹ ہی کہہ دیا کہ ابن اصبہانی سے اسے روایت کرنے والے کئی رواۃ ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ سارے اکاذیب دیوبندیہ کے محدث شہیر نے اسی روایت کی اس سند پر تحشیہ میں لکھے کہ:

" عبد الرزاق عن الحسن بن عمارة عن عبد الرحمن الاصبهاني عن عبد الله بن أبي ليلىٰ الخ"

حالانکہ حسن بن عمارۃ کذاب اور متروک ہے اور اسی کذاب کی مکذوبہ روایت پر فرقہ دیوبندیہ کے محدث شہیر نے اتنے سارے اکاذیب اپنے اور اپنے فرقہ دیوبندیہ کی تائید میں لکھے، جس فرقہ کے علامہ و محدث اتنے بڑے بے باک کذاب و عیار و مکار ہوں اور اپنے اس کذاب کی مکذوبہ باتوں کو جو فرقہ دیوبندیہ والے بھی معتبر و صحیح کہتے ہوں، اس کذاب فرقہ سے جو بھی نصوص کے خلاف بدزبانی و دروغ زنی سرزد ہو وہ کم ہے۔

الغرض زیر نظر روایت صرف عبد اللہ بن ابی لیلیٰ یسار انصاری کذاب و بد اطوار راوی بیان کرنے میں منفرد ہے اور اس سے اس کا کذاب بیٹا مختار اسے بیان کرنے میں منفرد ہے اور اس مختار کذاب سے ابن الاصبہانی اسے بیان کرنے میں منفرد ہیں، البتہ یہ ثقہ ہیں اور کتنے ثقہ رواۃ کذابین دجالین و رافضین حدیث سے نقل روایت کرتے ہیں، لہٰذا فرقہ دیوبندیہ مع اپنے محدث شہیر مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق کذاب ہے اور اس عادت دروغ بانی کے ساتھ یہ سارے کذابین محدثین پر الگ سے طعن و تشنیع و افتراء پردازی کرتے ہیں۔

اثر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

" عن عبد الله بن أبي الهذيل أن أبي بن كعب كان يقرأ خلف الإمام في الظهر والعصر" (مصنف عبد الرزاق:۲/۱۳۰)

ابی بن کعب ظہر و عصر یعنی سری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے" امام ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ بطور خاص ظہر و عصر کا ذکر اس کی دلیل ہے کہ حضرت أبي جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔(تمهيد ابن عبد البر :۱/۳۶، زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۷۱)

ہم کہتے ہیں کہ پنج گانہ نمازوں میں سے چار رکعت والی نماز کی پہلی دو رکعت والی نمازیں بھی سری قراءت والی ہوتی ہیں، یعنی مغرب کے بعد ایک رکعت اور عشاء کے بعد دو رکعت ان میں حضرت ابی کے قراءۃ خلف الإمام کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ ظاہر ہے کہ ان سری رکعت میں بھی وہ قراءۃ خلف الامام کرتے تھے، اسی طرح

جہری قراءت والی نمازوں میں حضرت ابی کی قراءۃ خلف الإمام کا اگرچہ ذکر نہیں، مگر وہ جہری نماز میں بھی قراءۃ خلف الإمام کرتے تھے۔ حافظ ابن عبدالبر کے ایسا سمجھ لینے سے ضروری نہیں یہ معاملہ بھی ایسا ہی ہو۔

" قال الإمام البخاري: قال لي عبيد الله: ثنا اسحاق بن سليمان عن أبي سنان عبدالله بن الهذيل قال: قلت لأبي بن كعب: أأقرأ خلف الإمام؟ قال: نعم"

یعنی ابو سنان عبد اللہ بن ہذیل نے حضرت ابی بن کعب سے یہ فتویٰ پوچھا کہ کیا میں قراءۃ خلف الامام کیا کروں؟ تو ابی بن کعب نے کہا: ہاں، تم قراءۃ خلف الامام کیا کرو۔"

(جزء القراءة للبخاري، حديث: ٤٧، ٤٦، و بمعناه في كتاب القراءة للبيهقي، صفحه: ٦٢)

اس روایت صحیحہ سے صاف واضح ہے کہ حضرت ابی بن کعب مطلقاً ہر سری و جہری نماز میں قراءۃ خلف الامام کرتے تھے۔ اس سے فرقہ دیوبندیہ کے اکاذیب وتلبیسات کا پردہ فاش ہو گیا۔

اثر حضرت عائشہ صدیقہ وحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

" عن أبي صالح عن أبي هريرة و عائشة أنهما كانا يأمران بالقراء ة وراء الإمام إذا لم يجهر" (سنن کبریٰ للبيهقي: ٢/١٧١)

یعنی ابوصالح سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ و عائشہ صدیقہ حکم دیتے تھے کہ امام جب جہری قراءت نہ کرے، تو اس کے پیچھے مقتدی قراءت کریں۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ دونوں حضرات جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کے قائل نہیں تھے، یہ روایت سنن کبریٰ میں دو جید سندوں سے مروی ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۷۱، ۷۲)

ہم کہتے ہیں کہ یہودیوں کی طرح تحریف بازی کرنے میں فرقہ دیوبندیہ نے یہودیوں پر بھی اس معاملہ میں اپنی برتری ظاہر کردی، اس سے پہلی والی روایت ابی بن کعب میں بھی اس نے یہی کیا، اور اس روایت میں بھی اہل علم پر مخفی نہیں کہ معنوی تواتر سے حضرت ابوہریرہ کا یہ فتویٰ مروی ہے کہ جہری اور سری دونوں نمازوں میں مقتدی قراءۃ فاتحہ ضرور کرے۔ اس فرقہ دیوبندیہ کی گھٹی میں تحریف کاری کچھ اس طرح پڑی ہے کہ سنن کبریٰ کے جس مقام سے دو سندوں کے ساتھ اس نے روایت مذکورہ نقل کی، اس کی دوسری والی سند میں ہے کہ دونوں حضرات یعنی ابوہریرہ و عائشہ رضی اللہ عنہما ظہر وعصر میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ سے زیادہ قراءت کا حکم دیتے تھے، مگر تحریف کر کے اس نے فاتحہ سے زیادہ والی قراءت کا ذکر حذف کر دیا، یہودیوں والی تحریف کاری کا یہ فرقہ بہت عادی ہے۔

امام بیہقی نے کہا کہ "أنهما كان يريان القراء ة خلف الإمام" یعنی حضرت ابوہریرہ و عائشہ علی الاطلاق سری و جہری نمازوں میں کسی تفریق کے بغیر قراء ۃ خلف الإمام کے قائل تھے۔(كتاب القراء ة للبيهقي ،صفحه:٦٦)

اس تفصیل سے اکاذیب وتلبیسات دیوبندیہ کا پردہ فاش ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ یہ فرقہ خود ساختہ اکاذیب و تلبیسات کا پرستار ہے ، فرقہ دیوبندیہ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ امام کے پیچھے جہری نماز ہو یا سری سب میں فاتحہ خلف الامام پڑھنا جرم عظیم ہے، اب اس پرستار اکاذیب فرقہ دیوبندیہ کا اتنے سارے صحابہ پر فتویٰ لگانا کیا معنی رکھتا ہے۔

آثار تابعین رحمۃ اللہ علیہم

اثر علقمہ بن قیس:

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

" عن إبراهيم ما قرأ علقمة بن قيس قط فيما يجهر فيه، و لا فيما لا يجهر فيه و لا في الركعتين الأخريين أم القرآن و لا غيرها خلف الإمام "

(كتاب الآثار للإمام محمد مع تعليق الاستاذ الشيخ ابو الوفاء الافغاني: ١/١٦٣، و قال المحدث النيموى: إسناده صحيح آثار السنن: ١/٩٠، تعليقاً)

یعنی ابراہیم نخعی نے کہا کہ حضرت علقمہ بن قیس نے کبھی کسی نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی بھی سورہ کی قراء ۃ خلف الامام نہیں کی نماز جہری ہو یا سری۔"(از زیرنظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۷۳)

ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت امام محمد نے نقل کی جو کذاب ہیں اور اس کذاب محمد نے اسے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا، جو بقول خویش ساقط الاعتبار ہیں، اور امام ابوحنیفہ نے اسے اپنے استاذ خاص حماد سے روایت کی، جنھیں کئی ائمہ کرام نے کذاب، کئی ایک نے ساقط الاعتبار، کئی ایک نے مدلس و مجنون و آسیب زدہ کہا، اور انھوں نے استاذ خاص امام ابراہیم نخعی سے، جن کے مذہب اہل سنت عرف اہل حدیث سے منحرف ہو کر حماد نے مذہب مرجیہ اختیار کیا، جس کے سبب تمام تلامذہ نخعی نے وصیت نخعی کے مطابق حماد کو متروک قرار دیا، ابراہیم نخعی کا سماع علقمہ سے ثابت نہیں۔(كتاب المراسيل لابن أبي حاتم،صفحه:٤٧) لہٰذا ایسی مکذوبہ روایت کو صحیح قرار دینے والا بہت بڑا کذاب اور جھوٹا ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ پرستار اکاذیب وتلبیسات نے اکاذیب ہی کو اپنا دین و مذہب بنا رکھا ہے، وہ خانہ ساز اکاذیب کو اگر صحیح نہ کہے تو کیا کہے؟

مصنف عبد الرزاق (۱/۱۰۱،نمبر:۲۶۵۸) میں اسی سند سے یہ روایت مروی ہے جس میں صراحت ہے کہ علقمہ آخری دو رکعتوں میں کبھی ایک حرف بھی نہیں قراء ت کرتے تھے۔ اس میں خلف الامام کی کوئی قید نہیں،

لہٰذا فرقہ دیوبندیہ منفرد و امام کی حیثیت سے کسی نماز میں بھی قراءۃ فاتحہ اور قراءت سورہ نہ کرے۔

دوسرا اثر علقمہ بن قیس تابعی:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن أبي إسحاق أن علقمة بن قيس قال: وددت أن الذي يقرأ خلف الإمام ملئ فوه ترابا أو رضفا" (مصنف عبد الرزاق: ۱۳۹/۲، إسناده صحيح)

یعنی ابو اسحاق نے کہا کہ علقمہ بن قیس کی خواہش تھی کہ قراءۃ خلف الامام کرنے والے کا منہ مٹی یا تپتے ہوئے پتھر سے بھر دیا جائے۔

(از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۷۳)

ہم کہتے ہیں کہ اس سند میں واقع ابو اسحاق سبیعی مشہور مدلس اور آخر میں اختلاط و دیوانگی کے شکار ہو گئے تھے، اور ابو اسحاق سبیعی نے علقمہ سے سماع نہیں کیا (تهذيب التهذيب ترجمه عمرو بن عبد الله أبو اسحاق سبيعي: ۵۷/۸، ۵۸) دریں صورت یہ روایت منقطع السند ہے، حالت دیوانگی میں ابو اسحاق سبیعی نہ جانے کیا کہہ دیتے ہوں گے اور سبیعی سے یہ روایت فرقہ دیوبندیہ کے حوالہ مذکورہ مصنف عبد الرزاق: ۱۳۹/۲۔ میں معمر بن راشد ازدی نے نقل کی، مگر اہل عراق سے ان کی روایت معتبر نہیں ہوتی۔(تهذيب التهذيب: ۲۱۹/۱۰، ۲۲۰) اور جس ابو اسحاق سبیعی سے معمر نے یہ روایت نقل کی ہے، وہ عراقی ہی ہیں۔ پھر اتنے علل قادحہ والی روایت کو فرقہ دیوبندیہ کا صحیح الاسناد قرار دے لینا اور اس پر عمل کرنا اکاذیب پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟ اس قسم کی روایات کا مطلب سورہ فاتحہ کے بعد والی قراءت قرآن ہے یا امام کے پیچھے بالجہر قراءت پر ہے یا بلا عذر معقول امام کی معیت میں قراءت ہے، بشرطیکہ انھیں صحیح فرض کر لیا جائے۔

تیسرا اثر علقمہ بن قیس تابعی:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن إبراهيم النخعي عن علقمة بن قيس قال: لأن أعض على جمرة أحب إلي من أن اقرأ خلف الإمام "(مؤطا محمد، إسناده حسن)

یعنی ابراہیم نخعی نے کہا کہ حضرت علقمہ بن قیس نے فرمایا کہ مجھے دانت سے انگارہ کاٹنا زیادہ بہتر ہے کہ امام کے پیچھے قراءت کروں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۷۳، ۷۴)

ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت بقول دیوبندیہ ان کے امام محمد بن حسن نے نقل کی، جو کذاب تھے اور ان کذاب صاحب کے استاذ بکیر بن عامر بجلی ابو اسماعیل کوفی کو یحییٰ بن سعید قطان و عبد الرحمان بن مہدی

نے متروک قرار دیا ہے، اسی طرح حفص بن غیاث نے بھی انھیں متروک کہا، امام نسائی نے لیس بثقة کہا یعنی کہ موصوف غیر معتبر راوی ہیں، بکیر نے اسے ابراہیم نخعی سے نقل کیا اور یہ بتلایا جا چکا ہے کہ نخعی کا علقمہ سے سماع ثابت نہیں، لہٰذا منقطع ہونے کے باوصف علل مذکورہ کے رہتے ہوئے فرقہ دیوبندیہ کا اسے ''حسن'' کہنا اور اس پر بزعم خویش عمل کرنا اکاذیب پرستی کے علاوہ کیا ہے؟ اس روایت میں بھی قراءت کی وضاحت نہیں کہ بعد از فاتحہ والی قراءت پر علقمہ نے یہ ردعمل ظاہر کیا یا امام کے پیچھے بالجہر قراءت پر یا امام کی معیت پر یا کس پر؟

اثر حضرت عمرو بن میمون و دیگر تلامذہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (پہلا اثر)

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

"عن مالك بن عمارة قال: سألت لا أدري كم رجل من أصحاب ابن مسعود كلهم يقولون لا يقرأ خلف الإمام، منهم عمرو بن ميمون" (مصنف ابن أبي شيبه: ١/٣٧٧)

یعنی مالک بن عمارۃ نے کہا کہ میں نے بہت سارے تلامذہ ابن مسعود سے پوچھا، تو سب نے کہا کہ قراءۃ خلف الامام نہ کی جائے، ان میں عمرو بن میمون خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۷۴)

ہم کہتے ہیں کہ جس مصنف ابن أبي شيبه (١/٣٧٧) سے فرقہ دیوبندیہ نے روایت مذکورہ نقل کی، اسی میں روایت مذکورہ کی پوری سند یہ ہے:

"حدثنا يزيد بن هارون عن أشعث عن مالك بن عمارة"

اور یزید بن ہارون کا ثقہ ہونا متحقق ہے اور یزید بن ہارون نے اسے أشعث سے روایت کیا ہے، اس سند میں أشعث کی تعیین نہیں کی گئی ہے، مگر حاشیہ میں اس اکاذیب پرست فرقہ نے انھیں أشعث بن ابی الشعثاء (محض ظلماً و جوراً و زوراً) متعین کر لیا ہے، مگر درحقیقت یہ اشعث بن سوار کندی کوفی متوفی ۱۳۶ھ ہے، اس أشعث سے روایت کرنے والوں کی فہرست میں یزید بن ہارون کا ذکر ہے (عام کتب رجال) اور یہی بات أشعث کی تعیین کنندہ ہے اور أشعث بن سوار کو امام یحییٰ قطان وعبدالرحمان بن مہدی نے متروک اور امام احمد نے ضعیف الحدیث کہا، امام بندار محمد بن بشار نے اسے "ليس بثقة" کہا امام ابن حبان نے اسے فاحش الخطاء كثير الوهم کہا، بعض نے توثیق بھی کی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے راجح طور پر تقریب التہذیب میں اسے ضعیف کہا۔ (تهذيب التهذيب: ١/٣٠٨، ٣٠٩ وعام کتب رجال) اس طرح کے ضعیف راوی نے یہ روایت مذکورہ مالک بن عمارۃ سے نقل کی، جسے فرقہ دیوبندیہ کے اکاذیب پرست نیموی نے بھی "لم أقف من هو" یعنی کہ موصوف مجہول ہے اور اس مجہول کا کذاب ہونا متحقق ہے، کیونکہ اصحاب ابن مسعود میں سے

بہت سارے لوگ اور خود ابن مسعود بھی قراءۃ خلف الامام کو فرض قرار دیتے تھے۔

اپنے اتنے بڑے اکاذیب پرست امام نیموی کی بھی فرقہ دیوبندیہ نے حسب ضرورت تکذیب کر ڈالی اور تحریف کر کے مالک بن عمارہ کو مالک بن عامر بنا لیا۔ مالک بن عامر ابوعطیہ زمانہ ولایت کوفہ میں فوت ہوئے۔ (تهذيب التهذيب: ١٢/١٨٧، ١٨٨) اور مصعب بن زبیر ۷۱ھ میں مقتول ہوئے (سير أعلام النبلاء: ٤/١٤٣، ترجمہ مصعب بن زبیر)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مالک بن عامر ابوعطیہ ۷۲ھ سے بھی پہلے فوت ہوئے، ایسے راوی سے أشعث بن سوار جیسے غیر معتبر راوی کا جو ۱۳۶ھ میں فوت ہوا ہو، سماع قابل نظر و بحث ہے، جس پر قوی دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح عمرو بن میمون کو فرقہ دیوبندیہ کا أودي النسبة قرار دینا بھی عجیب ہے، جو ۷۴، ۷۵ھ میں فوت ہوئے، حالانکہ ان کا عمرو بن میمون بن مہران جزری متوفی ۴۷، ۴۸ھ ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔ الحاصل: تحریف کے باوجود بھی فرقہ دیوبندیہ زیر بحث روایت کو معتبر نہیں قرار دے سکا مگر اپنی مطلق العنانی کے سبب یہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

اس روایت میں بھی لفظ "قراءۃ مبہم" و عام ہے، جس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کس قراءت کو ابن مسعود اور ان کے اصحاب ممنوع قرار دیتے ہیں۔ متواتر المعنی نص نبوی میں قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کہا گیا ہے اور یہ مستبعد ہے کہ ابن مسعود سمیت ان کے تمام تلامذہ اس نص نبوی سے واقف نہ ہوں، پھر یہ بھی مستبعد ہے کہ یہ تمام ہی حضرات قراءۃ فاتحہ خلف الامام کے افتراض کے قائل نہ ہوں، ضرور ہی اس قراءت سے مراد سورہ فاتحہ کے بعد والی قراءۃ ہے یا خلف الامام جہری قراءت مراد ہے یا اور کوئی بات مراد ہو سکتی ہے، بہرحال اس تلبیس کاری سے کسی طرح دیوبندیہ کی بات نہیں بن سکتی۔

حضرت عمرو بن میمون کا دوسرا اثر:

عن أبي إسحاق قال: كان أصحاب عبد الله لا يقرؤون خلف الإمام"

(مصنف عبد الرزاق: ٢/١٤٠، وإسناده صحيح)

یعنی ابو اسحاق سبیعی نے کہا کہ حضرت ابن مسعود کے تلامذہ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۷۴)

ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت مصنف عبد الرزاق کے محولہ مقام پر سبیعی سے اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق، یعنی ابو اسحاق سبیعی کے پوتے نے روایت کی ہے اور ابو اسحاق سبیعی کا آخری عمر میں مختلط و شکار جنون ہو جانا اہل علم کے یہاں معروف ہے، اور بتصریح امام احمد اس نے اپنے دادا ابو اسحاق سبیعی سے آخری عمر میں یعنی مختلط

ہو جانے کے بعد روایت کی ہے، امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا: " اسرائیل لِصّ یسرق الحدیث" یعنی اسرائیل سارق الحدث تھے، کئی ائمہ نے انھیں ثقہ کہا، اور یہ صحیحین اور دیگر کتب حدیث کے راوی ہیں، اس لیے بقول راجح ثقہ ہیں۔ امام احمد والی مذکورہ بالا روایت سے کئی ائمہ نے اختلاف کیا ہے، مگر ابو اسحاق سبیعی کا مذکورہ بالا بیان غیر صحیح ہے، کیونکہ حضرت ابن مسعود اور ان کے بہت سارے تلامذہ قراء ۃ فاتحہ خلف الإمام کو فرض کہتے تھے اور اس روایت میں بھی قراءت کا لفظ مبہم ہے، جو تفسیر کا طالب ہے، اس سے مراد ہمارے نزدیک احادیث متواترہ پر نظر رکھتے ہوئے سورہ فاتحہ کے بعد والی قراءت ہے، یا قراءت خلف الامام بالجهر ہے، یا اور کچھ ہے، مگر قراءت سورہ فاتحہ اس عموم میں شامل نہیں ہے، فرقہ دیوبندیہ نے اس اثر کی نقل کے بعد کہا:

"اصحاب عبداللہ علمی دنیا میں علوم و معارف وغیرہ کے اعتبار سے اپنی خاص شناخت رکھتے تھے، حضرت علی مرتضیٰ جب کوفہ آئے، تو فرمایا: کہ اصحاب عبد اللہ ابن مسعود اس قریہ یعنی کوفہ کے روشن چراغ ہیں۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۷۴،۷۵)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ بذات خود قراء ۃ خلف الإمام کا حکم دیتے تھے، اور اصحاب عبداللہ بھی، اس لیے دیوبندیہ کی سخن سازی لغو ہے۔

اثر حضرت اسود بن یزید متوفی ۷۵ھ (پہلا اثر)

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن إبراهيم قال: قال الاسود: لأن أعض على جمرة أحب إلي من أن أقرأ خلف الإمام أعلم انه يقرأ "(مصنف ابن أبي شيبه: ۱/۳۷۶، وسنده صحيح)

یعنی ابراہیم نخعی نے کہا کہ اسود بن یزید نے فرمایا مجھے دانتوں سے انگارا کاٹنا اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی میں قراء ۃ خلف الإمام کروں کہ امام قراءت کر رہا ہے۔"

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کے محولہ مقام پر اس کی پوری سند یہ ہے:

" حدثنا ابن علية عن أيوب ابن أبي عروبة عن أبي معشر عن إبراهيم قال: قال: الأسود......الخ

ابراہیم مدلس تھے اور اسود سے انھوں نے تصریح تحدیث نہیں کی، یعنی کہ سند منقطع ہے، اس لیے اسے صحیح کہنا دیوبندیہ کی بدعنوانی ہے۔ نیز اس روایت میں بھی قراء ۃ خلف الامام مبہم ہے، اس میں وضاحت نہیں کہ اس میں سورہ فاتحہ شامل ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس میں سورہ فاتحہ شامل نہیں، بلکہ سورہ فاتحہ کے بعد والی قراءت مقتدی کے لیے ممنوع ہے، نیز اس کی دیگر توجیہ بھی ہو سکتی ہے۔ حاصل یہ کہ قول اسود دیوبندیہ کے دعویٰ پر دلیل صریح نہیں۔

حضرت اسود بن یزید کا دوسرا اثر:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن وبرة عن الأسود بن يزيد أنه قال:وددت أن الذى يقرأ خلف الإمام ملئ فوه ترابا، وعن الأعمش عن إبراهيم عن الأسود مثله " (مصنف ابن أبي شيبة:۱/۳۷۷، ورواته ثقات و رواه عبد الرزاق في مصنفه عن إبراهيم عن الأسود مثله" (مصنف عبد الرزاق:۲/۱۳۸)

یعنی وبرہ بن عبد الرحمان اور ابراہیم نخعی دونوں حضرت اسود بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ میری خواہش ہے کہ جو امام کے پیچھے قراء ت کرے،اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۷۵،۷۶)

ہم کہتے ہیں کہ اسود سے اس کے ناقل وبرہ بن عبد الرحمٰن ثقہ ہونے کے باوجود ان سے روایت کرنے والے اسماعیل بن خالد مدلس ہیں اور انھوں نے اس سند میں تدلیس کر رکھی ہے، پھر یہ سند کیونکر صحیح ہوئی؟ کسی سند کے رواۃ کا ثقات ہونا صحت کو مستلزم نہیں، کیونکہ اس میں تدلیس و انقطاع اگر ہو تو وہ سند صحیح نہیں، فرقہ دیوبندیہ بھی اس اصول سے واقف ہے، مگر وہ جس روایت کو اپنے موقف کے موافق سمجھے، اس میں لاکھ علل ہوں، وہ تو اس کی نظر میں صحیح ہے اور اعمش والی روایت کو اگرچہ دیوبندیہ نے بحوالہ عبد الرزاق نقل کیا، مگر وہ مصنف ابن أبي شيبه :۱/۳۷۷ میں بھی موجود ہے۔ اسے اعمش سے مصنف عبد الرزاق کے مطابق سفیان ثوری مدلس نے معنعن نقل کیا اور ایسی روایت ساقط الاعتبار ہے، نیز اعمش نے بھی اسے معنعن نقل کیا، وہ بھی مدلس تھے، پھر یہ روایت کیونکر صحیح ہے؟ اور بفرض صحت قراء ت سے سورہ فاتحہ مستثنیٰ ہے یا اور کوئی مراد ہے، جیسا کہ ہم بار بار کہہ چکے ہیں۔

اثر حضرت سوید بن غفلہ متوفی ۸۱ھ:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن الوليد بن قيس قال:سألت سويد بن غفلة أقرأ خلف الإمام في الظهر والعصر؟ فقال:لا ـ" (مصنف ابن أبي شيبه:۱/۳۷۷)

یعنی ولید بن قیس نے سوید بن غفلہ سے ظہر و عصر کی نماز میں قراء ت خلف الامام کی بابت پوچھا، تو انھوں نے کہا:نہیں قراءت مت کرو۔"(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۷۶،۷۷)

ہم کہتے ہیں کہ جس مصنف ابن ابی شیبہ سے فرقہ دیوبندیہ نے یہ روایت نقل کی، اس میں اس کی پوری سند

یہ ہے:"حدثنا الفضل عن زهير عن الوليد بن قيس" زہیر کی تعیین نہیں ہوسکی اس لیے بمنزلہ مجہول ہیں ❶ پھر قراءت سے مراد سورہ فاتحہ کے بعد والی قراءت ہے یا کوئی اور مراد ہے، اس سے دیوبندیہ کی بات نہیں بنتی۔

اثر حضرت ابووائل شقیق بن سلمہ متوفی ۸۲ھ:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن عمرو بن مرة عن أبي وائل قال:تكفيك قراءة الامام"(مصنف ابن أبي شيبه: ۱/ ۳۷۷، و رجال إسناده رجال الجماعة)

یعنی امام ابووائل نے فرمایا کہ تجھے امام کی قراءت کافی ہے۔"(زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۷۷)

ہم کہتے ہیں کہ اس سے مراد سورہ فاتحہ کے بعد والی قراءت ہے، نیز کفایت کا یہ مطلب نہیں کہ مقتدی قراءت کرے ہی نہیں، حدیث نبوی میں ہے کہ ایک آدمی کا کھانا دو یا تین کے لیے کافی ہے، حالانکہ وہ کھانا صرف ایک آدمی کا ہے، جسے وہ کھا سکتا ہے، اسی طرح امام والی سورۂ فاتحہ کی قراءت مقتدی کے لیے کافی ہونے کا بھی یہی مطلب ہے، اور اس طرح کی دوسری روایتوں کا بھی حال ہے۔ لہٰذا اس سے قراءۃ فاتحہ خلف الامام کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ کم از کم جواز ثابت ہوتا ہے، مگر دیوبندیہ جواز کا بھی قائل نہیں بلکہ وہ تو حرمت کا قائل ہے۔

اثر حضرت سعید بن جبیر متوفی ۹۴ھ:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن أبي بشر عن سعيد بن جبير قال:سألته عن القراۃ خلف الإمام قال:ليس خلف الإمام قراءۃ۔" (مصنف ابن أبي شيبه: ۱/ ۳۷۷، و قال المحدث النيموى: رواته كلهم ثقات، آثار السنن: ۱/ ۹۰)

یعنی ابو بشر نے کہا کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر سے قراءۃ خلف الامام کی بابت پوچھا، تو انھوں نے فرمایا امام کے پیچھے بالکل قراءت نہیں ہے۔"(زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۷۷)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کے محولہ مقام پر یہ روایت هشيم عن ابی بشر عن سعيد بن جبير کی سند سے نقل کی گئی ہے، یہ ہشیم ثقہ ہونے کے باوصف كثير التدلس و إرسال الخفي تھے اور انھوں نے اسے تدلیس ہی کے ساتھ ابو بشر سے اسے نقل کیا ہے، ابوبشر کا نام جعفر بن ایاس ہے، بہرحال یہ روایت ساقط الاعتبار ہے، جسے دیوبندیہ نے حجت بنا لیا ہے، مگر ہم ایک سے زیادہ بار کہہ آئے ہیں کہ اس طرح کی روایات میں قراءۃ

❶ اس سے مراد زہیر بن معاويه الجعفی ہیں، جو کہ ثقہ امام اور قابلِ حجت راوی ہیں۔ (ناشر)

خلف الامام سے ممانعت وتہدید وتوعید کا مطلب سورہ فاتحہ سے زیادہ والی قراءۃ خلف الامام ہے، چنانچہ انھی سعید بن جبیر سے مروی ہے:

"عن معمر و ابن جريج قالا: أخبرنا ابن خثيم عن سعيد بن جبير أنه قال: لا بد أن تقرأ بأم القرآن مع الإمام، و لكن من مضى كانوا إذا كبر الإمام سكت ساعة لا يقرأ قدر ما يقرؤون أم القرآن"

یعنی حضرت سعید بن جبیر تابعی نے کہا کہ امام کے ساتھ سورہ فاتحہ کا پڑھنا لابدی یعنی فرض ہے، جتنے بھی صحابہ وتابعین گزر چکے ہیں، وہ فاتحہ خلف الامام ضرور پڑھتے تھے، امام تکبیر تحریمہ کے بعد سکتہ کرتا تھا، تو وہ اس وقت تک ساکت رہتا تھا اور اپنی قراءت شروع نہیں کرتا تھا، جب تک اسے یقین نہ ہو جاتا تھا کہ مقتدی لوگ قراءت سورہ فاتحہ کر چکے ہیں۔" (مصنف عبد الرزاق روایت نمبر: ۲۷۸۹، ۲/۱۳۴)

اس روایت صحیحہ سے صاف ظاہر ہے کہ سعید بن جبیر جو یہ کہتے تھے کہ امام کے پیچھے قراءت قرآن جائز نہیں، اس سے مراد ہے سورہ فاتحہ کے بعد والی قراءت۔ ہم بھی تابعین کرام کو سعید بن جبیر والے مؤقف پر کاربند مانتے ہیں کہ ان سے جو قراءۃ خلف الامام کی ممانعت منقول ہے، اس سے مراد سورہ فاتحہ کے بعد والی قراءت ہے اور اس کا ممنوع ہونا متواتر المعنی حدیث نبوی سے ثابت ہے اور حضرت سعید بن جبیر کی روایت اس امر کی صریح دلیل ہے کہ جتنے بھی اسلاف یعنی صحابہ کرام اور تمام تابعین تھے، وہ سب امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی قراءت کو فرض مان کر ضرور پڑھتے تھے، اس بیان سعید بن جبیر میں کسی صحابی یا تابعی کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے، یعنی تمام صحابہ وتابعین کا اس پر اجماع تھا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے، لہٰذا فرقہ دیوبندیہ نے جتنی بھی روایات صحابہ وتابعین سے منع قراءۃ خلف الامام کے سلسلے میں نقل کی ہیں، انھیں معتبر فرض کر کے یہ ماننا لازم ہے کہ یہ لوگ سورہ فاتحہ سے زیادہ والی قراءت سے امام کے پیچھے منع کرتے تھے اور یہی صحیح بات بھی ہے، اس سے تمام روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

اثر حضرت سعید بن مسیب متوفی ۹۴ھ

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت کہا:

"عن قتادة عن سعيد بن المسيب قال: أنصت خلف الإمام۔"

(مصنف ابن أبي شيبه: ۱/۳۷۷، و قال المحدث النيموي: إسناده صحيح)

یعنی سعید بن مسیب نے فرمایا کہ امام کے پیچھے خاموش رہو (یعنی قراءت نہ کرو، کیونکہ آہستہ قراءت بھی انصات وخاموشی کے خلاف ہے۔ (از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۷۷)

ہم کہتے ہیں کہ جس مصنف ابن أبی شیبہ کے حوالے سے فرقہ دیوبندیہ نے یہ روایت سعید بن میبّب نقل کی ہے، اسی میں حضرت سعید بن المسیب کا یہ قول متدل حنفیہ والی سند سے مروی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی لوگ ظہر وعصر کی نماز میں فاتحة الکتاب پڑھیں۔(مصنف ابن أبي شیبہ: ۱/ ۳۷٤)

مذکورہ بالا روایت میں ظہر وعصر کی قید اضافی ہے، ورنہ مغرب کی آخری ایک رکعت اور عشاء کی آخری دو رکعات بھی غیر جہری ہیں، ان میں نیز دوسری جہری نمازوں میں بھی حضرت سعید بن المسیب فاتحة خلف الامام پڑھنے کے افتراض کے قائل تھے، ان دونوں روایات کو باہم ملا کر دیکھا جائے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ سورہ فاتحہ سے زیادہ والی قراءت کو حضرتِ سعید بن المسیب ممنوع قرار دیتے تھے، اور یہی بات صحیح ہے اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرقہ دیوبندیہ کو عقل سلیم دے۔آمین!

اثر حضرت عروہ بن زبیر متوفی ۹۴ھ:

فرقہ دیوبندیہ نے عنوانِ مذکور کے تحت کہا:

" عن هشام بن عروة عن أبيه أنه كان يقرأ خلف الإمام فيما لا يجهر فيه الإمام بالقراء ة " (مؤطا امام مالك،صفحه: ۲۹، صحيح على شرط الشيخين)

یعنی ہشام بن عروۃ اپنے باپ عروہ ابن الزبیر سے ناقل ہیں کہ وہ سری نماز میں امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے۔ یہ اثر جہری نماز میں قراءۃ خلف الامام نہ کرنے پر بالکل واضح اور صاف ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۷۷، ۷۸)

ہم کہتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا:

" حدثنا موسىٰ ثنا حماد عن هشام عن أبيه قال: يا بني اقرؤوا فيما يسكت الإمام واسكتوا فيما جهر، و لا يتم صلوٰة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب فصاعداً مكتوبة أو مستحبة"

یعنی حضرت عروۃ بن زبیر نے اپنی اولاد سے کہا: اے میرے بچو! جب امام سکتہ کرے تو سکتہ امام میں پڑھو اور سکتہ کے بغیر جب جہری قراءت کرے تو نہ پڑھو، کوئی بھی نماز سورہ فاتحہ اور اس سے زیادہ پڑھے بغیر مکمل نہیں ہوتی خواہ فرض نماز ہو یا غیر فرض نماز ہو۔(جزء القراء ة للبخاري،صفحه:۵۸، ۵۹، نمبر: ۲۳٦، کتاب القراء ة للبيهقي: ٦۹، ۷۰)

اس قول عروہ کا حاصل یہ ہے کہ سکتات امام میں مقتدی سورہ فاتحہ کی ایک ایک آیت پڑھتا جائے اور امام جب غیر سکتہ میں قراءۃ بالجهر کرے، تو مقتدی خاموش رہے اور سری نماز تو پورے قیام میں سکتہ امام ہی ہے اور یہی فرمان نبوی بھی ہے اور فرمان صحابہ بھی یہی ہے۔

اثر حضرت امام ابراہیم نخعی متوفی ۹۶ھ:

" عن مغيرة عن إبراهيم أنه كان يكره القراءة خلف الإمام وكان يقول تكفيك قراءة الإمام ۔" (مصنف ابن أبي شيبه: ۱/ ۳۷۷، ورجاله ثقات)

یعنی حضرت امام نخعی قراءت خلف الامام ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تجھے قراءت امام کافی ہے۔"

" و عن أكيل عن إبراهيم قال: الذي يقرأ خلف الإمام شاق ۔" (مصنف ابن أبي شيبه: ۱/ ۳۷۷، و إسناده صحيح)

یعنی جو امام کے پیچھے قراءت کرنے والا ہے، وہ قرآن و حدیث کا مخالف ہے۔(زیرِ نظر دیوبندی، کتاب، صفحہ: ۷۸)

ہم کہتے ہیں کہ اس فرمان نخعی کا مطلب ہماری سابقہ تصریحات کے مطابق صرف یہ ہے کہ سورت فاتحہ کے بعد والی قراءت کو امام نخعی ناپسند اور ممنوع قرار دیتے تھے اور یہی بات نصوص و آثار صحابہ و عام تابعین کرام سے ثابت ہے۔

اثر حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب، متوفی ۱۰۶ھ:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن الزهري عن سالم بن عبد الله يكفيك قراءة الإمام فيما يجهر في الصلوة"

(مصنف عبد الرزاق: ۲/ ۱۳۹) ورجال سنده رجال الجماعة)

یعنی جہری نماز میں امام کی قراءت مقتدی کے لیے کافی ہے۔(زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۷۸، ۷۹)

ہم کہتے ہیں کہ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ جہری اور سری نماز میں مقتدی صرف سورہ فاتحہ پڑھے، کیونکہ سری نماز میں خواہ جہری میں فاتحہ سے زیادہ والی قراءت امام ہی مقتدی کے لیے کافی ہے۔

تنبیہ بلیغ:

فرقہ دیوبندیہ نے المغني لابن قدامه سے نقل کیا کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کی بابت بھی نہیں سنا کہ جہری نماز ہو یا سری کہ اگر مقتدی قراءت نہ کرے، تو اس کی نماز ناجائز و باطل ہے۔(ماحصل از زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۷۹ تا ۸۱، بحوالہ المغنی لابن قدامة)

ہم کہتے ہیں کہ ہم بار بار کہہ آئے ہیں کہ اس سے مراد فاتحہ سے زیادہ والی قراءت قرآن ہے، ورنہ سورہ فاتحہ تو ہر جہری و سری نماز میں پڑھنا فرض ہے اور یہی امام احمد کا مسلک بھی ہے، جس کی تفصیل ہماری

کتاب ''مسائل فاتحہ'' میں ہے۔

فقہ حنبلی کی معروف کتاب ''الانصاف'' (۲/ ۲۲۸) میں صراحت ہے کہ:

" و عنه تجب القراء ة عليه، ذكرها الترمذي والبيهقي وابن الزاغوني و أختارها الآجري و نقل الأثرم: لا بد للمأموم من قرأ ة الفاتحة، ذكره ابن أبي موسىٰ"

یعنی امام احمد سے مروی ہے کہ مقتدی پر قراءت سورۃ فاتحہ بہر حال فرض ہے، اسی کو امام ترمذی وبیہقی و ابن الزاغونی نے نقل کیا ہے، اور اسی کو امام احمد کے شاگرد خاص اثرم نے اختیار کیا ہے اور آجری نے بھی یہی کہا ہے کہ مقتدی پر بہرحال قراءت سورت فاتحہ لابدی اور فرض ہے۔

اس بارے میں فرقہ دیوبندیہ کیا کہتا ہے کہ المغني کے مصنف ابن قدامہ و امام احمد کے درمیان صدیاں حائل ہیں، کیا اس کی سند فرقہ دیوبندیہ ابن قدامہ سے امام احمد تک متصل و معتبر پیش کر سکتا ہے؟ ورنہ وہ اپنے دعویٰ میں اپنے دوسرے دعاوی کی طرح کذاب ہے۔امام ترمذي والبيهقي وابن الزاغونی کی کتابیں فاتحہ خلف الامام کے متعلق موجود ہیں، انھیں فرقہ دیوبندیہ اور شائقین تحقیق ضرور دیکھیں۔

قراءۃ خلف الامام اور مذاہب ائمہ مجتہدین و اکابر محدثین

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی: ۱۵۰ھ کا مذہب

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت جو کچھ کہا اس کا حاصل یہ ہے کہ:

امام ابوحنیفہ کسی بھی سری و جہری نماز میں قراءت سورہ فاتحہ مقتدی کے لیے نہ صرف یہ کہ غیر مباح کہتے تھے، بلکہ مطلقاً حرام و ممنوع کہتے تھے، اور بقول طحاوی تمام احناف کا یہی مسلک ہے اور محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ و امام سفیان ثوری و حسن بن حی کا بھی یہی مسلک تھا۔

(مختصر اختلاف العلماء: ۱/ ۲۰۴، ۲۰۵، رقم المسئلة: ۱٤۱)

ہم کہتے ہیں کہ ہماری بحث کا تعلق ائمہ اہل سنت اور اہل حدیث سے ہے اور امام ابوحنیفہ ائمہ اہل سنت کے شدید ترین مخالفین میں سے اپنے فرقہ مرجیہ و جہمیہ و معتزلہ کے ملغوبہ کی طرح تھے، حتی کہ ان کے جس استاذ خاص حماد بن ابی سلیمان نے انھیں یعنی ابوحنیفہ کو مرجی المذہب بنایا تھا، ان سے بھی امام ابوحنیفہ کا بعض بنیادی مسائل میں اختلاف تھا، بنا بریں حماد نے بہت سارے گواہوں کو لے کر اسی وقت کی حکومت اہل سنت و اہل حدیث کی عدالت میں گئے اور اپنے مقدمہ کو امام ابوحنیفہ کے خلاف اس انداز میں پیش کیا کہ سلفی و اہل حدیث سرکاری عدالت نے ابوحنیفہ سے کہا کہ آپ اپنے اس اختراعی مذہب سے توبہ کر لیجیے، ورنہ سخت سرکاری کارروائی آپ کے ساتھ کی جائے گی، یعنی کہ قتل کر کے لاش نذر آتش کر دی جائے گی، ان سارے امور کی تفصیل ہماری کتاب

اللمحات میں ہے، ابوحنیفہ خود اس کے معترف تھے کہ ہماری اور ہمارے خاندان کی تعلیم و تربیت بانی فرقہ جہمیہ کی بیوی اور لونڈی کے ذریعہ ہوئی، اس لیے ہمیں اس معاملہ میں امام ابوحنیفہ سے کچھ لینا دینا نہیں ہے، کیونکہ وہ ائمہ اہل سنت میں سے نہیں۔

امام ابوحنیفہ کے استاذ خاص حماد بھی فاتحہ خلف الامام پڑھتے تھے، اسی طرح امام ابوحنیفہ کے کتنے مرجی المذہب ائمہ بھی فاتحہ خلف الامام پڑھتے تھے، مگر امام ابوحنیفہ نے اگر اپنے اساتذہ اور نصوص شرعیہ و آثار صحابہ و تابعین کی مخالفت کی تو فرق باطلہ کا یہی شیوہ و شعار ہے اور جہاں تک امام ابن ابی لیلیٰ (حریف ابی حنیفہ) و امام ثوری و حسن بن حی کا معاملہ ہے، تو سفیان ثوری و حسن بن حی و سفیان بن عیینہ امام ابوحنیفہ کے شدید ترین مخالفین میں سے تھے، جیسا کہ ساری تفصیل اللمحات میں ہے۔ بایں ہمہ فرقہ دیوبندیہ کے امام مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی نے اپنی کتاب امام الکلام و غیث الغمام میں لکھا ہے کہ سکتات امام میں جہری نماز میں امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ احناف قراء ۃ فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے نیز سری نمازوں میں تو مطلقاً مقتدی کے لیے قراءت فاتحہ کے قائل تھے، فرقہ دیوبندیہ کو اپنی اکاذیب پرستی اور حمایت اکاذیب پرستی سے فرصت ہو اور تحقیق کا یہ فرقہ روادار ہو تو کم سے کم اپنے امام شیخ فرنگی محلی کی کتاب ہی دیکھ کر تسکین خاطر کر لے۔

امام دار الھجرہ مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا مذہب:

عنوان مذکور کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

> امام مالک بھی جہری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں تھے، صرف سری نمازوں میں مقتدی کے لیے قراءت فاتحہ کو محض افضل و بہتر سمجھتے تھے واجب نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن سری نماز میں بھی وہ مقتدی کی قراءت فاتحہ کو ناپسندیدہ اور برا سمجھتے تھے...... الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۸۲ تا ۸۵)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بیان میں ایک ہی سانس میں دو متضاد باتیں کہیں، ایک یہ کہ سری نماز میں قراءت فاتحہ کو امام مالک افضل و بہتر سمجھتے تھے، دوسرے یہ کہ سری نماز میں بھی مقتدی کے لیے قراءت فاتحہ ناپسندیدہ و قبیح سمجھتے تھے اور اس فرقہ دیوبندیہ کی اس طرح کی تضاد بیانی بذات خود اس کی ہر بات کی تکذیب کے لیے کافی ہے۔ کما لا یخفی!

اپنی مؤطا میں امام مالک نے کیا فرمایا:

اپنی مذکورہ بالا اکاذیب پرستی والی باتیں کرنے کے بعد فرقہ دیوبندیہ نے کہا کہ مؤطا امام مالک میں ان کے شاگرد یحییٰ فرماتے ہیں کہ:

" قال: سمعت مالکاً یقول الأمر عندنا أن یقرأ الرجل وراء الإمام فیما لا یجھر فیه

بالقراءة و يترك القراءة فيما يجهر فيه الإمام بالقراءة۔"
یعنی ہمارے نزدیک یہ حکم ہے کہ مقتدی سری نماز میں قراءت کرے گا مگر جہری میں نہیں کرے گا۔
(ماحصل از دیوبندی، کتاب،صفحہ:۸۳، بحوالہ موطا امام مالک صفحہ:۲۹)

ہم کہتے ہیں کہ نصوص سے سورہ فاتحہ ہر مقتدی، امام ومنفرد پر ہر رکعت میں قراءت فاتحہ کا فرض ہونا ثابت ہے، اس کے باوجود کوئی صحابی اور کوئی تابعی یا تبع تابعی یا بعد والا کوئی امام نصوص کے خلاف کوئی موقف اختیار کرتا ہے، تو ہم اسے کسی بناء پر بھی صادر ہونے والی لغزش شمار کرتے ہیں اور اسے معذور سمجھتے ہیں، جیسا کہ نصوص میں مذکور ہے، مگر ہم بہر حال نصوص و اجماع حقیقی پر عمل کے مکلف ہیں، اس لیے ہم نصوص ہی پر عمل کریں گے اور سبھی کو یہی کرنا چاہئے۔

امام مالک کی مؤطا سے بہر حال یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مقتدی پر بھی سری نماز میں قراءت فاتحہ کو واجب مانتے اور جہری نماز میں بوقت جہر مقتدی پر اسے فرض نہیں مانتے، مگر سکتات امام میں مقتدی پر بھی فرض ہی مانتے ہیں، ان کے مذہب کی تعیین میں ان کی وفات کے زمانہ بعد والوں نے کیا کہا ہے ہم اسے صحیح نہیں مانتے، بلکہ اس کے خلاف امام مالک کی طرف باتیں منسوب کرنے والوں کی بابت ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ ذمہ دار قسم کے عالم ہیں تو ان سے لغزش ہوئی، اور غیر ذمہ دار آدمی سے اگر صادر ہوئی تو ہمارے نزدیک اس کی پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں، فرقہ دیوبندیہ والے چونکہ اکاذیب پرست ہیں، لہٰذا ان کی باتیں ہمارے نزدیک مردود ہیں۔

حضرت امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا مذہب:

مذکورہ بالا اپنے قائم کردہ عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے اس معاملہ میں ہر سری و جہری نماز کی ہر رکعت میں مقتدی پر سورہ فاتحہ کے فرض ہونے کی بابت مختلف ائمہ شافعیہ سے نقل کیا ہے اور اپنی طرف سے کہا ہے کہ امام شافعی مقتدی پر قراءت فاتحہ واجب نہیں مانتے تھے۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی، کتاب،صفحہ:۸۵ تا ۸۷) ہم فرقہ دیوبندیہ کو دلائل واضحہ کے سبب اکاذیب وتلبیسات پرست ماننے پر مجبور ہیں،

اس لیے ہمیں دیوبندیہ کی باتوں سے کوئی واسطہ نہیں، اور بہت سارے ائمہ اسلاف جو معاصرین ابی حنیفہ تھے، انھوں نے ہمیں مشورہ دیا ہے کہ مذہب ابی حنیفہ پر چلنے والے احناف کی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہ دو، جیسا کہ ہماری کتاب اللمحات میں مفصل طور پر مسطور ہے، اس لیے ہم اسلاف کے طریق پر چلتے ہوئے فرقہ دیوبندیہ جو اپنے کو مقلد ابی حنیفہ کہتا ہے، اس کی باتیں ناقابل اعتناء سمجھتے ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل کا مذہب:

عنوان مذکور کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے مختلف حوالوں سے کہا کہ جہری نمازوں میں امام احمد بن حنبل مقتدی

کے لیے قراءت فاتحہ کو ممنوع قرار دیتے تھے، اور اپنی اسی کتاب میں کئی جگہ لکھا کہ سری نماز میں بھی مقتدی کے لیے قراءت فاتحہ مستحب کہتے تھے اور ہم فرقہ دیوبندیہ کی بات کی تکذیب فقہ حنبلی کی کتاب کے حوالہ نیز دوسرے حوالوں سے نقل کر آئے ہیں، لہٰذا ہمیں اس پر مزید کچھ نہیں کہنا ہے۔

اپنی ان باتوں کے بعد فرقہ دیوبندیہ نے کہا کہ:

''ائمہ مذاہب اربعہ کی ان تفصیلات سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ بشمول امام شافعی چاروں ائمہ متبوعین کے نزدیک جہری نماز میں مقتدی کے لیے قراءۃ فاتحہ خلف الامام غیر اولیٰ و نادرست ہے، نصوص کتاب وسنت و آثار صحابہ و تابعین و ائمہ متبوعین و اکابر محدثین کی یہ باتیں آپ کے سامنے ہیں۔''

(ملخص از دیوبندی، کتاب، صفحہ:۸۷)

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب اللہ و رسول وصحابہ کرام و تابعین عظام و اسلاف پر فرقہ دیوبندیہ کا افترائے محض ہے، ایسا کرنے والوں کا ٹھکانا نصوص کے مطابق جہنم ہے، کاش اس فرقے نے کچھ تو خوف جہنم کھایا ہوتا!!

زیر نظر دیوبندی کتاب کا آخری صفحہ:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب کے آخری صفحہ:۸۸، پر نو دفعات کے تحت بہت کچھ کہا جسے ہم بالترتیب نقل کر کے مختصراً تبصرہ کرتے ہیں:

۱۔ أحکم الحاکمین کا وجوبی حکم ہے کہ جب قراءت قرآن ہو تو اس کی جانب کان لگائے رہو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

ہم کہتے ہیں کہ أحکم الحاکمین کے اسی وجوبی حکم سے احادیث نبویہ و آثار صحابہ کی روشنی میں مستفاد ہوتا ہے کہ جماعت سے پڑھی جانے والی نمازوں میں بالجہر قراءت یا بالجہر کلام کیے بغیر مقتدی امام کے پیچھے سری قراءۃ سورہ فاتحہ بطور رکن وفرض نماز سکتات امام میں کرے، ورنہ بدرجہ مجبوری غیر سکتات میں بھی قراءت سورہ فاتحہ کریں، اور امام کی قراءت بغور سنتے بھی رہیں، اور اس کے پیچھے انصات بھی کریں، یعنی جب وہ قراءت بالجہر کرے تو انصات کریں، اور جب سکتہ کرے تو قراءت کریں، خصوصاً سورہ فاتحہ کے بعد والی قراءت کیے بغیر اس قراءت کو بغور سنیں اور انصات کریں۔

۲۔ رسول رب العالمین امام کے پیچھے قراءت کرے تو منازعت و مخالجت فرما رہے ہیں اور صاف فرما رہے ہیں کہ قراءت امام کے وقت مقتدی چپ رہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ منازعہ و مخالجہ امام کے پیچھے بالجہر قراءت یا بالجہر کلام کا نتیجہ ہوتا ہے، اسی لیے اس سے منع کیا گیا اور منازعہ و مخالجہ کے بغیر مقتدی کو سورہ فاتحہ بطور فرض و رکن پڑھنے کا حکم سینکڑوں نہیں

ہزاروں احادیث نبویہ و آثار صحابہ میں دیا گیا ہے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے جو آخری نماز پڑھائی، اس میں آپ ﷺ نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی، جس کی تفصیل گزر چکی ہے، یہ آخری عمل نبوی دلیل ہے کہ قراءت فاتحہ کے بغیر بھی نماز ادا ہو جاتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ دعویٰ دیوبندیہ مکذوب محض ہے، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

۴۔ خلفائے راشدین قراءۃ خلف الامام سے منع کرتے تھے۔

ہم کہتے ہیں کہ خلفائے راشدین قراءۃ فاتحہ خلف الامام کرتے اور اس کا حکم بھی دیتے تھے، خصوصاً سب سے پہلے اور افضل خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق ایسا ہی کرتے تھے کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر قراءۃ فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے اور ہم بتلا چکے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر حضرت ابوبکر ہی سے نماز نبوی کی تعلیم پا کر عمل کرتے تھے۔

۵۔ اکثر فقہائے صحابہ قراءۃ خلف الامام پسند نہیں کرتے تھے اور لوگوں کو اس سے منع کرتے تھے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ دعویٰ دیوبندیہ بھی جھوٹ ہے اور صحیح یہ ہے کہ حضرات فقہائے صحابہ و غیر فقہائے صحابہ متفقہ طور پر قراءۃ فاتحہ خلف الإمام کرتے اور اس کا حکم دیتے تھے۔

۶۔ حضرات تابعین بھی قراءۃ خلف الامام پسند نہیں کرتے تھے۔

ہم کہتے ہیں کہ جو صحیح معنوں میں تابعی ہیں، وہ سب قراءۃ فاتحہ خلف الامام کو فرض قرار دیتے اور اسی طرح نماز پڑھتے تھے، یہ تابعین کا اجماع ہے، اس سے خروج بے راہ رو لوگوں نے اختیار کیا ہے۔

۷۔ ائمہ متبوعین ابوحنیفہ و مالک و شافعی و احمد جہری نمازوں میں قراءت مقتدی کو درست نہیں سمجھتے تھے، غرضیکہ پوری امت کا سواد اعظم از اوّل تا آخر اسی پر عمل پیرا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی اکاذیب دیوبندیہ میں سے ہے اور صرف چار افراد امت کو پوری امت یا سواد اعظم قرار دے لینا بھی اکاذیب دیوبندیہ میں سے ہے، ہمارے نبی ﷺ سمیت تمام صحابہ و تابعین و اتباع تابعین اور بعد والے اسلاف عام طور سے فاتحہ خلف الامام پڑھنے کے قائل تھے۔

۸۔۹۔ تفصیلات گزر چکی ہیں، اس کے باوجود کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر مقتدی ہو یا منفرد کسی کی نماز نہیں ہوتی، جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے، کالعدم ہے، باطل ہے، اور اپنے اس خلاف اجماع و شاذ عمل کی تبلیغ و ترویج میں اس طرح کوشاں ہیں، گویا دین کی سب سے بڑی خدمت اس وقت یہی ہے، یہ لوگ اپنے اس رویہ سے مسلمانوں میں اختلاف و انتشار پیدا کر رہے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ بات شریعت ہی نے کہہ رکھی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی یا منفرد و امام کی نماز قراءت فاتحہ

کے بغیر نہیں ہوتی، بلکہ ایسی نماز ناقص و کالعدم، بیکار و باطل ہے، اس لیے ہم بھی یہی کہتے ہیں اور یہ تو دنیا دیکھ ہی رہی ہے کہ جس زمانہ میں تمام دنیا میں اہل اسلام کو ختم کر دینے کی منصوبہ بند کوشش جاری ہے عین اسی زمانہ میں تحفظ سنت کانفرنسوں کا سلسلہ لامتناہی چلا کر اسی فرقہ دیوبندیہ نے انتیس کتابوں پر مشتمل پیکٹ تقسیم کر کے بزعم خویش مسلک اہل حدیث اور پیروان مسلک اہل حدیث کے خلاف اودھم وشورش مچا کر چراغ الٰہی کو گل کرنے کی قبیح ترین طوفان بے تمیزی مچا رکھی ہے، اگر سلفی لوگ اس شیطانی عمل دیوبندیہ کا نوٹس نہ لیں تو پھر کیا ہو؟

فإلى الله المشتكى، و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والصلوٰة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين، وعلى آله وأصحابه و أتباعه أجمعين۔

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۱۵/اپریل،۲۰۰۲ء یکم صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

فرقہ دیوبندیہ کی کتاب

''طلاق ثلاثہ صحیح ماخذ کی روشنی میں''

تألیف

مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی (استاد دارالعلوم دیوبند)

دیوبندیہ کی تحفظ سنت کانفرنس منعقدہ ۲، ۳، مئی ۲۰۰۱ء کے موقع پر لکھوائی جانے والی ۲۹ کتابوں پر مشتمل پیکٹ کی ایک کتاب، یہ پیکٹ بڑے پیمانے پر دیوبندیہ خواص وعوام میں تقسیم ہوئی اس کا بھرپور شرعی جائزہ لیا گیا ہے۔

از قلم

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین اما بعد:

اسلام دین فطرت اور جامع نظام زندگی ہے، جو راستی وسچائی کا آخری بیان ہونے کی بناء پر کسی ترمیم و تبدیلی کی گنجائش نہیں رکھتا، اس کی تعلیمات میں ایک طرف صلابت وقطعیت ہے، تو دوسری طرف وہ اپنے اندر بے کراں جامعیت و ہمہ گیری لیے ہوئے ہے، جس میں ہر دم رواں پیہم دواں زندگی کے مسائل کے حل کی بھر پور صلاحیت ہے،قرآن حکیم جو خدائے لم یزل کا ابدی فرمان ہدایت ہے اور رسول ﷺ نے اپنی فرمان وحی ترجمان سے ان اصول وکلیات کی تشریح وتوضیح فرمائی ہے اور اپنے معصوم عمل سے ان کی تطبیق وتنفیذ کا مثالی نمونہ پیش کیا ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین عظام، ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین قانون اسلامی کے انھیں دونوں مأخذوں یعنی کتاب وسنت کی روشنی میں اجماع واجتہاد کے ذریعہ اپنے اپنے دور میں پیش آمدہ مسائل وحوادث کا حل امت کے سامنے پیش کرتے رہے، جس کا سلسلہ علمائے حق کے ذریعہ کسی نہ کسی حد تک آج بھی جاری ہے۔مغربی تہذیب جس کی بنیاد ہی اباحیت و مذہبی و اخلاقی قدروں کی پامالی پر ہے، بدقسمتی سے آج پوری دنیا پر حاوی ہے، جس سے ہمارا ملک بھی مستثنیٰ نہیں۔مغربی تہذیب کی اس اباحیت پسندی کی بناء پر آج کل بے ضرورت مسائل کی تعداد بڑھتی جارہی ہے، اور ملک کا روشن خیال طبقہ جو مغربی تہذیب کا دلدادہ، ترجمان ونمائندہ ہے، ان بے ضرورت مسائل کو اٹھاتا رہتا ہے،حتی کہ جو مسائل عہد صحابہ میں اجماعی طور پر طے پا چکے ہیں، ان میں بھی تشکیک والتباس وشکوک وشبہات ظاہر کرکے جس کی انھیں بطور خاص تعلیم دی گئی ہے، ان کے لیے علماء سے من چاہے فتوی وفیصلہ کا ناروا مطالبہ کرتا رہتا ہے۔مزید برآں عربی زبان وادب، قرآن و حدیث اور ان سے متعلق واجبی واقفیت کے بغیر یہ طبقہ دینی وشرعی مسائل میں اجتہاد کے فرائض انجام دینے کے خبط میں بھی مبتلا ہے اور کوشاں ہے کہ ائمہ مجتہدین وسلف صالحین کی بے لوث جدوجہد کے ثمرات اور ان کی مخلصانہ کاوش سے حاصل شدہ متاع گراں مایہ جو مختلف مذاہب فقہ کی شکل میں امت کے پاس موجود ہے، اسے نذر آتش کرکے از سر نو مسائل کے حل تلاش کیے جائیں، چنانچہ طلاق ثلاث کا مسئلہ اس کی زندہ مثال ہے۔

إلی أن قال: بعض انفرادیت پسند وشہرت طلب علماء و ارباب قلم کی غیر ذمہ دارانہ تحریروں نے مسئلہ کی نزاکت مزید بڑھا دی ہے، اسی کے ساتھ اہل حدیث یعنی غیر مقلدین بھی عواقب سے بے خبر ہو کر اس

فتنہ کو ہوا دینے میں اپنی کامیابی سمجھ رہے ہیں، ان وجوہ سے ایک طے شدہ مسئلہ کے سلسلے میں عام مسلمانوں کے اندر خلجان و اضطراب کو دور کرنے کی ضرورت ہوئی، چنانچہ امیر الہند حضرت مولانا اسعد مدنی صدر جمعیۃ العلماء ہند کے ایماء پر یہ تحریر مرتب کی گئی۔ ملحوظ رہے کہ زیر نظر تحریر نہایت عجلت میں سپرد قلم کی گئی ہے، اس لیے اس میں سہو و خطاء اور عبارت کی ژولیدگی کا وجود قرین قیاس ہے...... الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲ تا ۴)

مذکورہ بالا عبارت دیوبندی کتاب ''طلاق ثلاثہ'' کے پیش لفظ کا خلاصہ ہے، ایک طرف فرقہ دیوبندیہ یہ کہتا ہے کہ چوتھی صدی کے بعد تمام اہل اسلام پر تقلید پرستی فرض ہے، دوسری طرف یہ کہتا ہے کہ اجتہاد و تحقیق کا سلسلہ آج تک جاری ہے، اس فرقہ نے اپنی تحفظ سنت کانفرنس منعقدہ ۲، ۳/ مئی، ۲۰۰۱ء کے موقع پر انتیس کتابوں پر مشتمل دیوبندی پیکٹ اپنے عوام و خواص میں بڑے پیمانے پر مفت تقسیم کیا، تاکہ دیوبندی لوگ مسلمانوں کے لیے اس پر آشوب دور میں اہل حدیث سے دنیا کے ہر چہار جانب جدال و مناظرہ اور اپنی دیوبندی بدعنوانیاں نئے سرے سے جاری کر سکیں، عرصہ دراز سے اس دیوبندی کانفرنس کی تیاری ہو رہی تھی اور اہل حدیث کے خلاف بعض مسائل میں ایک سے زیادہ زہر آلودہ تقلیدی زور آزمائی بذریعہ اکاذیب وتلبیسات و مغالطات کی جارہی تھی، پھر بھی دیوبندیہ کو شکایت ہے کہ یہ کتاب عجلت میں لکھی گئی، بہر حال ہم یہاں حتی کہ اس پٹارے کی ہر کتاب کا تحقیقی جائزہ بہت تاخیر سے معقول وجوہ کے سبب لے رہے ہیں۔

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۱۰/ مئی ۲۰۰۲ء

نکاح کی اہمیت:

اپنے پیش لفظ کو بسم اللہ سے محروم رکھتے ہوئے مندرجہ بالا عنوان سے پہلے معلوم نہیں بھول کر یا عمداً بسم اللہ لکھ دی جب کہ وہ بہت ساری عبادات میں بسم اللہ کہنا ضروری نہیں سمجھتا۔ خصوصاً دن بھر میں پانچ مرتبہ پڑھی جانے والی پنجگانہ نماز اور ان کے علاوہ بھی کئی طرح کی نمازیں وضوء کر کے پڑھتا ہے، مگر اس کا عقیدہ ہے کہ بسم اللہ کے بغیر بھی وضوء صحیح ہوتا ہے، جب کہ جس نبی و رسول کی طرف وہ اتباع کا انتساب کرتا ہے، اس کا فرمان ہے کہ بسم اللہ کے بغیر وضوء ہوتا ہی نہیں، بلکہ کالعدم ہوتا ہے، اور بلا وضوء نماز کالعدم ہوتی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ فرض و واجب کو ترک کر کے کیے ہوئے کالعدم وضوء کے ساتھ اس کی پڑھی ہوئی نماز باطل و فاسد ہوتی ہے اور جس فرقہ کا نماز جیسی عبادت کے ساتھ یہ برتاؤ ہو، وہ دوسرے امور شرع میں کیا سے کیا گل کھلائے گا؟ یہ اہل نظر پر مخفی نہیں کہ خود ساختہ امیر الہند اسعد مدنی ٹانڈوی کے حکم سے لکھی جانے والی ان کتابوں کا مقصد فتنہ و فساد ہر چہار جانب پھیلانا، اور بذریعہ اکاذیب وتلبیسات و مغالطات وتحریفات اللہ کے دین وشریعت کو بدل ڈالنا ہے۔ شریعت محمدی کو دیوبندی اختراعی، نو ایجاد شریعت کا پابند بنانا اس سلسلہ دیوبندی کانفرنس کا اصل مقصد ہے، جن کا دین امام ابوحنیفہ کے مجموعۂ اکاذیب واباطیل و اغلاط ورائے وقیاس قرار دیا ہوا طومار اکاذیب ہو، وہ اہل حدیث کے خلاف ہمیشہ سرگرم عمل رہا کرتے ہوں، ان کی دیانت داری و امانت شعاری قابل دید و لائق شنید ہے۔

اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے کہا کہ

> اسلامی شریعت میں نکاح کو بڑی اہمیت حاصل ہے، قرآن وحدیث میں اس کے لیے خصوصی احکام صادر ہوئے اور اس کی ترغیب دی گئی، ایک حدیث کا آخری فقرہ ہے "فمن رغب عن سنتي فليس مني" یعنی جو میری سنت نکاح سے اعراض کرے وہ میرے طریقہ سے خارج ہے (بخاری شریف: ٢/٥٥٧) نیز فرمایا: "إن سنتنا النكاح" نکاح ہماری سنت ہے (مسند احمد: ٥/١٦٣) ایک حدیث میں نکاح کو تکمیل ایمان کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ (مشکوۃ، صفحہ: ٢٥٧، وجمع الفوائد: ١/٢١٦) انہی جیسی احادیث کے پیش نظر امام ابوحنیفہ و دیگر ائمہ نے عبادات نافلہ میں اشتغال کے بالمقابل نکاح کو افضل بتلایا، جس سے پتہ چلا کہ یہ نکاح سنت بھی ہے اور عبادت بھی ہے یہ ایسا قابل قدر رشتہ ہے، جو تکمیل انسانیت کا ذریعہ اور رضائے الٰہی و اتباع سنت کا وسیلہ ہے، یہ ایسا معاملہ ہے جس کے انقطاع، طلاق یا خلع وفسخ سے فریقین ہی نہیں پورے نظام خانگی کی چولیں ہل جاتی ہیں، بسا اوقات خاندانوں میں فساد و نزاع کی نوبت آجاتی ہے جس سے معاشرہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا، اس لیے ارشاد نبوی ہے:

"أبغض الحلال إلى الله الطلاق" (سنن أبي داود: ١/ ٣٠٢، و مستدرك حاكم: ٢/ ١٦٩، و قال الذهبي: صحيح على شرط مسلم) (ملخص از زیر نظر دیو بندی، کتاب، صفحہ: ٥، ٦)

ہم کہتے ہیں کہ نکاح جیسے پاکیزہ رشتہ کے سلسلے میں دیو بندی بدعنوانیاں و فسادات ایک الگ موضوع ہے جس پر ان شاء اللہ مستقل کتاب لکھنے کا ہمارا ارادہ ہے۔ دیو بندیہ نے جو یہ حدیث نبوی نقل کی کہ نکاح تکمیل ایمان کا ذریعہ ہے، وہ ایمان کے گھٹنے بڑھنے اور اجزائے کثیر والا ہونے پر دلیل ہے، جس سے اور بہت سارے نصوص قرآنی ونصوص نبوی سے دیو بندیہ کو انحراف ہی نہیں انھیں مردود کرنے کے لیے دیو بندیہ کے پاس بہت سارے دیو بندی ہتھکنڈے ہیں، یہ فرقہ ایمان و دین ہی کے معاملہ میں دین اسلام کے خلاف ایک مستقل دیو بندی شریعت بنائے ہوئے ہے، پھر دوسرے معاملات میں اس نے بہت کچھ دیو بندی کارروائی کر رکھی ہے، ان کا جائزہ بڑی حد تک ہماری کتابوں میں لیا گیا ہے۔

اسلام کا ضابطہ طلاق:

مذکورہ بالا دیو بندی عنوان کے تحت دیو بندیہ نے تین صفحات سیاہ کیے، جن کا حاصل یہ ہے کہ مرد کو طلاق کا حق دے کر اسے بالکل آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے، بلکہ اسے ﴿الطّلاق مرتان﴾ وغیرہ جیسے نصوص کا پابند بنایا گیا ہے، آج کل کے غیر مقلدین عامۃ المسلمین کو یہ باور کرانے کے لیے کوشاں ہیں کہ ایک مجلس یا ایک لفظ میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی، اس کے بعد بھی شوہر کو رجعت کا اختیار رہے گا، جب کہ ظاہر قرآن" احادیث صحیحہ، آثار صحابہ واقوال فقہاء ومحدثین سے ثابت ہے کہ مجلس واحد وکلمہ واحدہ کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی، اس پر عہد فاروقی میں صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے، جس کے بعد اختلاف کی گنجائش نہیں، بنا بریں ائمہ اربعہ بیک زبان کہتے ہیں کہ مجلس واحد وکلمہ واحدہ کی تین طلاقیں تین تین واقع ہوتی ہیں۔ ان کے بعد رجعت باعتبار شرع ممکن نہیں، یہی جمہور سلف و خلف کا مسلک ہے، اس مسئلہ سے متعلق علی الترتیب قرآن، حدیث کا اجماع و آثار صحابہ پیش کیے جا رہے ہیں، کیونکہ اسلامی احکام کے بنیاد اور اہم ماخذ یہی ہیں۔ (ملخص از زیر نظر دیو بندی، کتاب، صفحہ: ٦ تا صفحہ: ٩)

بقول عمر فاروق قرآن مجید ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق کہتا ہے:

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیو بندیہ جن حضرت عمر فاروق کی طرف یہ منسوب کرتا ہے کہ انھوں نے ایک وقت کی تین طلاقوں کو ہمیشہ کے لیے تین طلاقیں ہونے کا شرعی قانون قرار دیا و ران کی اس بات پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا، جب کہ عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی میں ایک وقت کی تین طلاقوں کے ایک رجعی طلاق ہونے پر اجماع تھا، اس اجماع کا فراق اور اس سے اختلاف کسی طرح بھی جائز نہیں، کیونکہ عہد نبوی والے اجماع کا

مطلب ہے کہ نصوص قرآن وسنت میں ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیا گیا ہے۔ اس سے عہد فاروقی کے چند سالوں بعد محض تعزیری یا کسی مصلحت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقتی طور پر اختلاف کیا، پھر اس سے جلد ہی رجوع بھی کر لیا انہی حضرت عمر فاروق سے مروی ہے کہ:

" قال الإمام سعيد بن منصور: نا هشيم حدثنا أبوحرة عن الحسن في الرجل طلق إمرأته ثلاثا بكلمة واحدةٍ فقال عمر: لو حملناهم على كتاب الله، ثم قال:لا، بل نلزمهم ما ألزموا أنفسهم، و قال سعيد بن منصور: حدثنا خالد بن عبد الله عن سعيد الجريري عن الحسن أن عمر بن الخطاب كتب إلى أبي موسىٰ الأشعري: لقد هممت أن أجعل إذا طلق الرجل إمرأته ثلاثا في مجلس واحد أن أجعلها واحدة و لكن اقواما حملوا على أنفسهم فألزم كل نفس ما ألزم نفسه، من قال لإمرأته: أنت علي حرام فهي حرام، و من قال:أنت بائنة فهي بائنة، و من قال:أنت طالق ثلاثًا فهي ثلاث"

یعنی دو صحیح سندوں سے مروی ہے کہ امام حسن بن ابی حسن بصری نے کہا کہ حضرت عمر نے ابوموسیٰ اشعری کو لکھا یا علی الاعلان کہا کہ ایک وقت کی تین طلاقوں کا ایک رجعی طلاق ہونا قرآن مجید میں مذکور ہے اور میں لوگوں کو اسی قرآنی فیصلے پر چلانے کا ارادہ بھی رکھتا ہوں، مگر فی الوقت لوگوں کی بے راہ روی کو روکنے کے لیے میں وہی بات جاری کروں گا، جو آدمی اپنے اوپر جاری کرے گا، جو بیک وقت اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے گا، اس کی تین ہی طلاقیں شمار ہوں گی، جو اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دے گا، اس پر وہ حرام ہوگی، جو اپنی بیوی کو بائنہ کہے گا، وہ بائنہ ہوگی۔" (سنن سعيد بن منصور: ١/٢٥٩، ق:٢)

ان دونوں حدیثوں کی سند حضرت حسن بصری پر منتہی ہوتی ہے، ان کا سماع نہ حضرت عمر سے ثابت ہے نہ بقول بعض ائمہ ابوموسیٰ اشعری سے، لیکن جن صحابہ کے سامنے حضرت عمر فاروق نے علی الاعلان یہ بات کہی تھی، ان صحابہ میں سے بہت سارے صحابہ سے حضرت حسن بصری کا سماع محقق ہے، امام ابن مدینی جیسے ماہرفن امام نے کہا کہ "مرسلات الحسن" إذا رواها عنه الثقات صحاح"یعنی حسن بصری کی مرسل روایات جب کہ ان سے ثقہ رواۃ نے نقل کی ہوں صحیح ہیں۔(تهذيب التهذيب: ٢/٢٣٢) نیز دیوبندیہ کے یہاں مرسل روایات علی الاطلاق حجت ہیں۔ ان دونوں مرسل صحیح جو معنوی طور پر متصل صحیح ہیں، سے صاف ظاہر ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو وقتی طور پر حضرت عمر فاروق نے جو تین قرار دیا تھا، ان کا ایک رجعی طلاق ہونا بقول فاروقی قرآن مجید میں مذکور ہے ،ان دونوں احادیث صحیحہ کو میں نے بیسیوں سالؔ پہلے طبع ہو کر منصۂ شہود پر آنے والی اپنی کتاب

تنویر الآفاق، صفحہ: ۳۳۳، ۳۳۴، میں نقل کیا تھا، مگر حقیقی طور پر بصیرت بصارت اور سوجھ بوجھ سے یکسر محروم فرقہ دیوبندیہ پر ان کا کوئی اثر نہ ہوا۔

سبزۂ خط سے تیرا کاکل سرکش نہ دبا
یہ زمرد بھی حریف دم موسیٰ نہ ہوا

جب بقول فاروق اعظم وقتی طور پر ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین قرار دینے والے حضرت عمر نے ایسی طلاقوں کو شرعی طور پر ایک رجعی طلاق ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے جب صراحت کردی کہ کتاب اللہ کا بیان کردہ حکم یہی ہے، نیز صحیح مسلم والی روایت کا بھی یہی مفاد ہے کہ نصوص کتاب وسنت واجماع امت کے مطابق ایک وقت کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق ہیں، تو پھر حضرت عمر فاروق کے بیان کردہ حکم قرآنی ونصوص نبویہ و اجماع عہد نبوی وصدیقی و ابتدائے عہد فاروقی کو دلیل و حجت مانا چاہیے یا ان نصوص واجماع کے خلاف قول فاروقی کو حکم شرعی بنا لیا، جب کہ عمر فاروق بذات خود اپنی ذاتی رائے سے نصوص اور اجماع عہد نبوی وصدیقی کی طرف رجوع کرنے کا اصول رکھتے تھے اور اپنے اسی اصول کے تحت موصوف نے طلاق والے مسئلہ سے متعلق اپنی ذاتی رائے سے نصوص واجماع کی طرف رجوع بھی کر لیا، یا مطلق العنان اکاذیب پرست دیوبندیہ کی بات کو دین وایمان و مذہب قرار دے لیا جائے، جسے تقلید پرستی اور نصوص سے دشمنی نے اتنا اندھا بہرا و الٹی کھوپڑی والا بنا دیا کہ انھیں دائیں بائیں کی خبر نہیں؟!

اس صحیح حدیث سے اہل علم واقف ہیں کہ حضرت عمر کے صاحب زادے نے حج تمتع پر فاروقی پابندی پر اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ قانون قرآنی ونص نبوی کے بالمقابل میرے باپ کی بات مانی جائے یا نصوص کی؟ لوگوں نے کہا کہ نصوص ہی کی بات مانی جائے گی، اسی طرح حضرت ابن عباس نے بھی کہا کہ مجھے ان لوگوں پر آسمانی سنگ باری وعذاب الٰہی کا خطرہ ہے، جو نصوص کے مقابلہ میں کسی کے ذاتی قول وعمل ورائے کو حجت بناتے ہیں۔ اسی طرح امام وکیع نے قربانی کے موقع پر قربانی کے اونٹوں کے اشعار (اونٹ کے داہنی کوہان میں ہلکا سا شگاف کر کے نکلنے والے خون کو اونٹ کے کوہان پر مل دینا) پر نصوص کے خلاف اہل رائے کی رائے کا ذکر کرنے والے پر سخت عتاب فرمایا، اور اسے قید خانہ میں ڈالنے کے لائق بتلایا، یہاں تک کہ وہ تائب ہو۔ اسی طرح کے بہت سارے آثار صحابہ وتابعین واقوال سلف ہیں، جن سے دیوبندیہ بالکل اندھے بہرے ہونے کے سبب ناآشنا ہیں، جب ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین قرار دینے والے نظریہ سے حضرت عمر فاروق نے رجوع کر لیا، تو ان کے مرجوع عنہ وقتی قول کو دیوبندیہ کا قانون شرعی قیامت تک کے لیے بنالینا، یقیناً اس فرقے کی ہٹ دھری وضد و بے راہ روی وشریعت محمدی سے انحراف ہے۔

(۱) کتاب اللہ:

فرقہ دیوبندیہ اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت رقمطراز ہے کہ:

''مسئلہ زیر بحث میں ضروری ہے کہ پہلے قرآن حکیم کی آیت طلاق پر غور کر لیا جائے، کیونکہ اس سلسلے کی قرآنی آیت بنیادی ضابطہ اور قانون ہے، عہد جاہلیت میں طلاقیں دینے اور عدت رجوع میں رجوع کر لینے کی کوئی حد نہ تھی، بقول قرطبی ''کان هذا أوّل الاسلام برهة'' یعنی یہ دستور ابتدائے زمانہ اسلام میں ایک عرصہ تک جاری تھا۔(جامع أحکام القرآن: ۱۲۶/۳) امام بیہقی نے اس طرح کی روایت حضرت عائشہ صدیقہ سے نقل کی ہے۔(السنن الکبریٰ مع الجوهر النقي: ۳۳۳/۷ و تفسیر ابن کثیر :۲۷۷/۱، ومستدرك حاکم، بسند صحیح و سنن أبي داؤد بروایت ابن عباس، بذل المجهود :۶۱/۲، موطاء و جامع ترمذي وتفسیر طبري وغیرہ ملخص از زیر نظر دیوبندی، کتاب، صفحہ: ۹ تا ۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ جاہلی دور کے جاہلی لوگ بھی دیوبندیہ کی نقل کے مطابق اتنا سمجھتے تھے کہ ایک طلاق دینے کے بعد اندرون عدت رجوع کیے بغیر دوسری پھر تیسری پھر کئی طلاقیں نہیں دے سکتے، مگر فرقہ دیوبندیہ اتنی موٹی اور اظہر من الشمس بات سمجھنے سے بھی یکسر محروم ہے۔ اور وہ یہ نہیں سمجھ پاتا کہ اس طرح کی لا متناہی طلاق و رجوع کا سلسلہ منسوخ کر کے قرآن و سنت نے صرف دو بار رجوع کی اجازت باقی رکھی اور فرقہ دیوبندیہ نے اس کے یکسر خلاف اپنی یہ شریعت ایجاد کی کہ یکے بعد دیگرے اندرون عدت رجوع کیے بغیر صرف بیک زبان و ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین قرار دے لیا، یعنی کہ یہ فرقہ جاہلی لوگوں سے بھی گیا گزرا ہے، ﴿أُولئك كالأنعام بل هم أضل﴾ والی قرآنی آیات کے مصداقین میں فرقہ دیوبندیہ بھی ہے۔ اہل حدیث تو اس آیت اور اس سے متعلق احادیث پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جاہلی دور والی صرف دو طلاقوں کے بعد تیسری بار رجوع کا حق منسوخ و باطل ہو گیا، صرف دو مرتبہ کے لیے یہ حق محدود ہو گیا، معلوم نہیں کہ ان باتوں کو دیوبندیہ نے خلاف اہل حدیث محض ﴿أولئك كالأنعام بل هم أضل﴾ کا مصداق ہونے کے سبب سمجھ لیا یا معلوم نہیں کیوں؟

غیر مقلد عالم کی ہٹ دھرمی:

اپنے عنوان مذکور کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''ایک غیر مقلد نے کہا: ﴿الطلاق مرتان﴾ والی آیت میں یکے بعد دیگر دو مرتبہ دو مجلسوں میں طلاق کا ذکر ہے، لیکن ابن جریر نے ﴿مَرَّتَان﴾ کی تفسیر تطلیقتان کر کے روایت مذکورہ کے پیش نظر ایک مجلس سے عام کر رکھا ہے۔...... الخ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۱۲ تا ۲۳)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے الٹی کھوپڑی کے سبب آیت مذکورہ کی تفسیر نبوی و تفسیر اجماع صحابہ کو چھوڑ کر

تیسری چوتھی صدی ہجری کے امام ابن جریر کی بات کو اپنی شریعت قرار دے لیا ہے، ورنہ آیت کی تفسیر میں جو روایات ابن جریر وغیرہ نے نقل کی ہیں، وہ خود ابن جریر اور ان کے مقلد دیو بندیہ ﴿أولئك كالأنعام بل هو أضل﴾ والے قرآنی فرمان کے مصداقین پر ردّ بلیغ ہیں، جب کہ یہ ان کے خلاف حجة الله البالغه ہیں، جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔ دیو بندیہ تو اپنے کالے کرتوت کے سبب معنوی طور پر اندھے بہرے اور سمجھ بوجھ سے محروم ہو گئے ہیں۔ مگر ناظرین کرام سوچیں کہ کسی بھی قرآنی آیت کا جو معنی رسول اللہ ﷺ سمجھیں گے اور اسی پر تمام صحابہ کا اجماع بھی عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی میں رہا، اس کا وہ معنی صحیح ہوگا یا جو خلاف نص نبوی و اجماع صحابہ ہو زیادہ صحیح ہوگا؟ تفسیر نبوی و اجماع عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی والے بیان کے خلاف والا بیان قطعاً غلط در غلط اور باطل ہوگا، البتہ وقتی اور تعزیری طور پر اس کی کسی قدر گنجائش نکل سکتی ہے، جب کہ اصلاح معاشرہ کی امید ہو، پھر تھوڑے ہی دنوں میں جب اس خلاف نص والے وقتی معاملے کے مفاسد ظاہر ہونے لگے، تو خود عمر فاروق نے اس سے رجوع کر لیا کہ مصالح معاشرہ کو شریعت اسلامیہ بڑے بڑے خلیفہ کے بالمقابل زیادہ اہم سمجھتی ہے۔ ایک بار خزانہ خانہ کعبہ کو ضروریات دین میں خرچ کرنے کا عمر فاروق کو خیال آیا، کلید بردار خانہ کعبہ نے کہا کہ آپ ایسا اس لیے نہیں کر سکتے کہ آج سے زیادہ ضرورت کے باوجود نبی ﷺ اور صدیق اکبر نے ایسا نہیں کیا، اس پر عمر فاروق نے کہا: هما المرآن أقتدي بهما." (صحيح بخاری کتاب الاعتصام)

یہی حال اس عنوان کے تحت تمام دیو بندی بدعنوانیوں کا ہے، کیا ایک ایک مرتبہ أعضاء وضوء دھونے کا مطلب ہے بیک وقت تینوں مرتبہ اعضائے وضوء کا دھونا؟ افعال میں تو بیک وقت ایک مرتبہ میں سے ایک سے زیادہ مرتبہ فعل ناممکن ہے، مگر دیو بندیہ محال کو امر واقع بنا کر اسی کو اپنی شریعت بنائے ہوئے ہیں۔ غیر افعال میں مرة کے تحت کئی بار کی تکرار ممکن ہے۔ اہل حدیث اس کے اوپر ایمان رکھتے ہیں پھر دیو بندیہ کیسی غوغا آرائی کیے ہوئے ہیں اپنی ہٹ دھرمی بلکہ ﴿بل هم أضل﴾ والی فطری عادت کو ظلماً و جوراً و زوراً اہل حدیث پر الٹ کر چسپاں کر رہے ہیں، یعنی کہ دیو بندیہ کا یہ حال ہے:

تمیزے ندارد کمند ہوا
الٹئے کو روٹی الٹ دی توا

اپنے اس کالأنعام والے بیان میں دیو بندیہ نے بہت سارے أئمہ، محدثین، فقہاء مفسرین پر افتراء پردازی کر رکھی ہے، جس کی تفصیل آ رہی ہے۔

(۲) سنت رسول اللہ ﷺ:

اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیو بندیہ نے کہا:

"حضرت عویمر عجلانی صحابی نے صحابہ کرام کے ایک بڑے مجمع میں دربار نبوی میں اپنی بیوی سے لعان کیا ،تو اس کے بعد کہا:

" كذبت عليها يا رسول الله، إن أمسكتها، فطلقها ثلاثًا قبل أن يأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم" (بخاري،باب من أجاز طلاق الثلاث: ٧٩١/٢، ومسلم :٤٨٩/١)

یعنی اے رسول اللہ! اگر میں اسے اپنے پاس روک رکھوں تو میں نے اس پر جھوٹ باندھا، اس کے بعد حکم نبوی سے پہلے انھوں نے اپنی اس لعان شدہ بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔"

امام نووی نے بحوالہ ابن جریر طبری کہا کہ یہ واقعہ لعان ۹ ہجری کا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ قرآنی بیان ﴿الطّلاق مرّتان﴾ کے ایک عرصہ بعد یہ واقعہ لعان پیش آیا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے متعدد طرق سے روایت کیا، دیگر ائمہ نے بھی اس کی تخریج کی مگر کسی روایت میں اس کا ذکر نہیں کہ آپ ﷺ نے بیک وقت دی گئی اس طلاق کو کالعدم یا ایک قرار دیا ہو، بلکہ اس واقعہ سے متعلق سنن ابی داود میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے ان طلاقوں کو نافذ فرمایا، الفاظ روایت یہ ہیں:

" فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ،فأنفذه رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكان ما صنع عند رسول الله صلى الله عليه وسلم سنة"

یعنی عویمر عجلانی نے نبوی موجودگی میں تین طلاقیں دیں، جنھیں آپ ﷺ نے نافذ فرمایا اور انھوں نے نبوی موجودگی میں جو کیا وہی لعان میں طریقہ عمل قرار پایا۔" (ابوداود: ٣٠٧/١)

اس روایت پر امام ابوداود و محدث منذری نے کسی قسم کا کوئی کلام نہیں کیا اور کسی روایت پر دونوں کا سکوت محدثین کے نزدیک اس کے قابل احتجاج ہونے کی علامت ہے، مزید براں شوکانی نے نیل الأوطار میں تصریح کی کہ "رجاله رجال الصحيح" اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں...... الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۳ تا صفحہ: ۲۷، کا خلاصہ)

ہم فرقہ دیوبندیہ کی بابت کہتے ہیں کہ اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی۔ اس اندھے بہرے عقل سے کورے فرقہ نے وہی کیا ،جیسا اس طرح کے اندھے بہرے عقل سے کورے ﴿ لا تقربوا الصلوٰة﴾ والے قرآنی الفاظ سے نماز پڑھنے کی مطلق حرمت پر استدلال کرتے ہیں۔ لعان والی حدیث کے آخر میں ہے کہ عویمر عجلانی نے جب اپنی بیوی کو حکم نبوی سے پہلے بیک وقت تین طلاقیں دے دیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

" ذاكم التفريق بين كل متلاعنين"

یعنی محض لعان ہی دونوں کے درمیان باعث تفریق ہے، طلاق دینے کی حاجت نہیں۔ (صحیحین و متعدد کتب حدیث)

یعنی کہ عویمر کی طلاق ثلاثہ کو آپ ﷺ نے مردود قرار دے کر فرما دیا کہ محض لعان سے ہی تفریق واقع ہو گئی۔ کیا دیوبندیہ کو اس حدیث کا یہ فقرہ نبویہ نظر نہیں آتا؟ خود دیوبندیہ کا مسلک ہے کہ لعان کے بعد طلاق دینی مردود ہے۔ دونوں کے درمیان محض لعان سے عدالت تفریق کرا دے گی، اور دیوبندیہ کے تقلید پرست بھائی شافعیہ و مالکیہ و حنابلہ کہتے ہیں کہ محض ان سے خود بخود تفریق واقع ہو جاتی ہے طلاق دینے کی ضرورت نہیں، اگر طلاق دی بھی تو وہ مردود ہے، جب تقلید پرست خود بعد لعان عویمر کی طلاق ثلاثہ کو مردود قرار دیتے اور کہتے ہیں کہ محض لعان سے تفریق بذریعہ حاکم واقع ہو جاتی ہے، تو اسی حدیث سے طلاق ثلاثہ بیک مجلس و بیک زبان کے وقوع پر استدلال انتہائی حماقت و جہالت ہے۔

ابوداود والی جس حدیث سے اندھے بہرے عقل سے کورے دیوبندیہ نے اپنے موقف پر استدلال کیا ہے وہ اس حدیث میں واقع لفظ "فأنفذه" ہے اور "فأنفذه" میں "ہ" ضمیر کا مرجع لعان ہے اگر اس کا مرجع تطلیقات ثلاثہ ہوتیں، تو ضمیر "ہ" کے بجائے "ہا" ہوتی، لہٰذا اس حدیث کا مطلب بہت واضح ہے کہ آپ ﷺ نے محض لعان سے وقوع تفریق کی صراحت کر دی، اور عویمر والی طلاق ثلاثہ کو مردود قرار دے دیا، اس سے معلوم ہوا کہ لعان سے از خود دونوں کے درمیان تفریق ہو جائے گی اس سنت الٰہیہ وسنت نبویہ کے خلاف فرقہ دیوبندیہ کہتا ہے کہ لعان ہی سے تفریق نہیں ہوگی، بلکہ قاضی و حاکم کے تفریق کرانے سے ہوگی، یعنی حدیث ونصوص میں تحریف اور اس کا بے جا استعمال دیوبندیہ کا دین و ایمان ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دیوبندیہ کی اکاذیب وتلبیسات و مغالطات و تحریفات پرستی ہے۔ ہماری اس تفصیل وتحقیق سے چار چار صفحات پر پھیلی ہوئی عبارت کی تکذیب ہوگئی۔

نیز ان احادیث سے بہت سارے ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ بحالت طہر جماع کے بغیر طلاق ثلاثہ کا بیک زبان و بیک مجلس طلاق دینی بلا کراہت جائز و مباح ہے، مگر اپنی متدل ان روایات کے خلاف دیوبندیہ کہتے ہیں کہ بیک وقت مجلس میں ایک سے زیاد دو یا تین طلاقوں کا دینا ممنوع و حرام ہے، پھر اسی حرام کاری و ممنوع چیز کو وہ واقع بھی مانتا ہے، حالانکہ شریعت کی صراحت ہے کہ حرام کاری وممنوع کام کی ہم نے اجازت نہیں دی ہے، جو اس کا مرتکب ہو وہ مردود و باطل ہے۔ (صحیحین ومتعدد کتب حدیث)

(۲) حدیث عائشہ سے دیوبندی استدلال:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی دلیل نمبر:۲ کے تحت کہا:

"و عن عائشة أن رجلاً طلق إمرأته ثلاثًا، فتزوجت رجلا فطلق، فسئل النبي صلى الله عليه سلم قال: لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأوّل"

(بخاري: ۲/۷۹۱، ومسلم: ۱/۴۶۳)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالیں، پھر اس مطلقہ

ثلاثہ نے دوسرے شوہر سے شادی کرلی، تو اس دوسرے شوہر نے جماع کیے بغیر اسے طلاق دے دی، پھر آپ ﷺ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ کیا یہ عورت اپنے پہلے والے شوہر سے دوبارہ شادی کر سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جماع کیے بغیر دی ہوئی طلاق کے بعد وہ پہلے شوہر سے شادی نہیں کر سکتی۔"

(از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۷، ۲۸)

ہم کہتے ہیں کہ طلاق ثلاثہ دینے والے شوہر نے یکے بعد دیگرے تین طہروں میں تین طلاقیں دی تھیں، جس کی تفصیل ہماری کتاب "تنویر الآفاق" میں ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے دیوبندی استدلال خالص کذب پرستی و تلبیس کاری ہے۔

۳۔ حدیث عائشہ صدیقہ سے استدلال دیوبندیہ:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی دلیل نمبر ۳، کے تحت کہا:

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ:

" عن الرجل يتزوج المرأة فيطلقها ثلاثا فقالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تحل للاول حتى يذوق الآخر عسيلتها"

(مسلم: ۱/ ۴۳، وسنن بیهقي مع الجوهر النقي: ۷/ ۲۷۴، دارقطني: ۲/ ۴۳۸)

یعنی ایک شخص کسی عورت سے شادی کے بعد تین طلاقیں دے دے، تو کیا مسئلہ ہے؟ موصوفہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ تین طلاقیں دینے والے شوہر کے لیے وہ عورت حلال نہ ہوگی، جب تک دوسرے شوہر سے شادی کر کے لذت جماع دونوں حاصل نہ کرلیں۔"

(زیر نظر دیوبندی، کتاب، صفحہ: ۲۷، ۲۸)

ہم کہتے ہیں کہ تنویر الآفاق میں اس طلاق کا تین متفرق عہدوں میں دیا جانا واضح کر دیا گیا ہے، لہٰذا اس حدیث سے استدلال دیوبندیہ باطل ہے اور حقیقت امر چھپا کر تلبیس کاری کرنی حدیث میں تحریف بھی ہے اور کذب بیانی و دروغ بانی بھی!!

(۴) حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے استدلال دیوبندیہ:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی دلیل نمبر ۴ کے تحت کہا:

" عن أنس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن رجل كانت تحته إمرأة فطلقها ثلاثًا، فتزوجها بعده رجل آخر فطلقها قبل أن يدخل بها، أتحل لزوجها الأوّل؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا، حتى يذوق الآخر ماذاق الأوّل من عسيلتها، و ذاقت

عسيلته" (رواه أحمد والبزار وأبو يعلى إلا أنه قال:فمات عنها قبل أن يدخل بها والطبراني في الأوسط ورجاله رجال الصحيح خلا محمد بن دينار الطاحي وقد وثقه أبوحاتم و أبو زرعة و ابن حبان و فيه كلام لا يضر" (مجمع الزوائد: ٤/ ٣٤٠)

یعنی حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی نے اپنی زیر نکاح ایک عورت کو تین طلاقیں دے دیں، اس کے بعد ایک دوسرے شخص نے اس عورت سے شادی کر لی اور اس کے ساتھ جماع سے پہلے اس نے اسے طلاق دے دی، تو کیا وہ عورت اپنے پہلے والے شوہر کے ساتھ شادی کرنے کے لیے حلال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، حتی کہ اس سے شادی کرنے والا اس کی لذت جماع نہ حاصل کر لے، جس طرح پہلے والے شوہر نے کی تھی اور وہ عورت خود بھی دوسرے شوہر کے ساتھ شادی کر کے اس کی لذت جماع نہ حاصل کر لے۔ ایک روایت میں ہے کہ دوسرے آدمی کا انتقال قبل جماع ہو گیا، تو بھی آپ نے یہی مسئلہ بتایا۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۲۸ تا ۳۰)

ہم کہتے ہیں کہ اس طرح کی طلاق ثلاثہ والی تمام روایات کا ایک ہی مطلب ہے کہ طلاق ثلاثہ متفرق طہروں میں دی گئی ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی تصریح ہے کہ تین متفرق طہروں میں دی ہوئی طلاق جب ایسی ہو کہ ہر دو طلاق کے بعد اندرون عدت رجوع یا بیرون عدت تجدید نکاح ہو تو تین طلاقیں ہوں گی ورنہ نہیں، اس کی تفصیل بھی ہماری کتاب "تنویر الآفاق" میں ہے، اپنی اس مستدل روایت نقل کر کے فرقہ دیوبندیہ نے طویل لغو لا طائل بات کی ہے، جس کا میدان تحقیق میں کوئی بھی وزن نہیں، ہم ان لغویات دیوبندیہ کے رد میں وقت برباد نہیں کرنا چاہتے۔

(۵) حدیث حضرت ابن عمر سے استدلال دیوبندیہ:

اپنی دلیل نمبر: ۵ کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے حضرت ابن عمر سے مروی ایک حدیث سے بھی استدلال کیا:

" عن الحسن قال:حدثنا عبد الله بن عمر أنه طلق إمرأته تطليقة، و هي حائض، ثم أراد أن يتبعها تطليقتين أخريين عند القرئين الباقيين، فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال:يا ابن عمر، ما هذا أمرك الله إنك قد أخطأت السنة، والسنة أن تستقبل الطهر فتطلق لكل قرء ، قال:فأمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم فراجعتها، ثم قال: إذا طهرت فطلق عند ذلك أو أمسك فقلت يا رسول الله، أفرأيت لو أني طلقتها ثلاثاً كان يحل لى أن أراجعها؟ قال:كانت تبين منك و تكون معصية، قال الهيثمي: لابن عمر حديث في الصحاح بغير هذا السياق رواه

الطبراني، و فيه علي بن سعيد الرازي قال:الدارقطني: ليس بذلك و عظمه غيره و بقية رجاله ثقات۔" (مجمع الزوائد: ٤/٣٣٦، و سنن بيهقي مع الجوهر النقي:٧/٣٣٠، ودارقطني:٢/٤٣٨)

یعنی حضرت ابن عمر نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، پھر ارادہ کیا کہ وہ دوبقیہ طلاقیں دوقرء کے وقت دیں، یہ بات دربار نبوی میں پہنچی، تو آپ ﷺ نے ابن عمر سے کہا کہ اللہ نے تمھیں اس طرح طلاق دینے کا حکم نہیں دیا ہے، تم نے دستور اسلامی کے مطابق اس طرح طلاق دینے کے ارادہ میں غلطی کی ہے، دستور اسلامی یہ ہے کہ طہر کا زمانہ آنے دو پھر ہر طہر میں طلاق دو، حضرت ابن عمر نے کہا کہ مجھے آپ ﷺ نے رجعت کا حکم دیا تو میں نے رجعت کر لی، پھر فرمایا جب طہر آئے تو ہر طہر میں طلاق دو ورنہ جی چاہے تو طلاق سے رک کر بیوی کو اپنے پاس روک لو، میں نے کہا اگر میں نے پہلی مرتبہ حالت حیض میں تینوں طلاقیں دیدی ہوتیں تو کیا رجوع کرنا میرے لیے حلال ہوتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ بیوی تم سے جدا ہو جاتی اور یہ معصیت ہوتی۔" (زیرنظر دیوبندی، کتاب، صفحہ:۳۱ تا صفحہ:۳۳)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی یہ مستدل روایت معلولہ وضعیفہ ہی نہیں بلکہ موضوعہ و مکذوبہ ہے، ہیثمی نے اگرچہ اپنی کتاب مجمع الزوائد میں ذکر کردہ احادیث کی سندیں حذف کر رکھی ہیں، اس حدیث کے متعلق صرف اتنا کہا کہ یہ حدیث اگرچہ دوسرے الفاظ سے صحاح میں مروی ہے، مگر مذکورہ الفاظ کے ساتھ بس طبرانی کی معجم میں موجود ہے، اس کے صرف ایک راوی علی بن سعید رازی پر امام دارقطنی کی ليس بذلك ليس بثقة والی تجریح ہے اور دوسرے لوگوں نے دارقطنی کے علاوہ ان کی توثیق کر رکھی ہے۔ دیوبندیہ نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ حافظ ابن حجر نے انھیں الحافظ الرحال کہا۔ امام ابن یونس کہتے ہیں کہ یہ صاحب فہم و حفظ تھے اور مسلمہ بن قاسم نے انھیں ثقہ و عالم بالحدیث کہا۔(زیرنظر دیوبندی کتاب صفحہ:۳۱)

ہم کہتے ہیں کہ یہاں بھی حسب عادت دیوبندیہ نے کذب پرستی سے کام لیا، امام دارقطنی نے ليس بذاك کے ساتھ ليس بثقة کہا، جو اس تجریح کو زیادہ قوی بنا دیتی ہے اور حافظ رحال کوئی کلمہ توثیق نہیں۔ امام عبد الغنی بن سعید نے کہا کہ:

" كان أبو نصر الباوردي يدلسه فيقول: حدثنا عبيد بن سعيد و هو إنما سماه عبد الرحمان بن علي"

یعنی علی بن سعید رازی کو ابونصر باوردی بذریعہ تدلیس ان کا نام ذکر اسانید میں عبید بن سعید بتلاتے تھے۔ اس تدلیس کی وجہ اس کے سوا کیا ہے کہ علی بن سعید اس قدر ساقط الاعتبار و غیر معتبر راوی تھے کہ ان کا نام لینا بھی

شرم کے سبب باوردی کو گوارا نہ تھا کہ دنیا ایسے کنڈم راوی سے روایت کرنے پر ہمیں کیا کہے گی! نیز امام دارقطنی نے کہا کہ یہ شخص علی بن سعید مصر کے کسی قریہ کا حاکم تھا، یہ اہل قریہ سے خراج مانگتا مگر کوئی نہیں دیتا تھا، تو خنازیر یعنی سوروں کو مسجد میں جمع کر دیتا، اس پر مصر میں ہمارے اصحاب نے تجریحی کلام کیا اور کہا یہ ثقہ نہیں تھا۔ لیس بثقة ابن یونس نے کہا کہ اس پر محدثین تجریح والے کلمات کہتے تھے۔(لسان المیزان: ٤/٢٣١، ٢٣٢)

جو راوی اس قدر بدتمیز ہو کہ مسجد میں خنازیر جمع کرے اور اسے امام دارقطنی نے لیس بثقة، لیس بذاك، حدث بأحادیث لا یتابع'' کہا ہو اور بقول ابن یونس و دارقطنی اہل مصر کے ائمہ کرام اسے مجروح کہتے ہوں اور جرح تعدیل پر مقدم ہونے کا اصول ہو، اسے کیسے معتبر مانا جائے اور نصوص کے خلاف اس کی روایات کی کیونکر پذیرائی ہو؟ امام دارقطنی نے اس کی غیر متابع علیہا روایات میں زیر بحث روایت مکذوبہ کو بھی شامل مانا ہوگا۔ صرف ایک آدمی کا اس علی بن سعید کی تعظیم کرنے کا ذکر ہے اور تعظیم منافی تجریح نہیں صحیحین وغیرہما میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے کہ حالت حیض میں ابن عمر نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو اس سلسلے میں دربار نبوی میں مسئلہ پوچھنے ابن عمر کے باپ عمر فاروق آئے، اس خبر پر آپ بہت خفا ہوئے اور انھیں آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس طلاق سے مراجعت کرلیں، جب اس حیض کے بعد طہر آئے اور طہر کے بعد حیض آئے تو اس حیض کے بعد حالت طہر میں جماع کیے بغیر اسے چاہیں تو ایک طلاق دیں، اس حدیث میں خدمت نبویہ میں مسئلہ پوچھنے والا حضرت عمر کے بیٹے عبداللہ کو بتلایا گیا ہے اور متواتر المعنی حدیث میں یہ منقول ہے کہ حضرت عمر سے آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا، انھوں نے وہ اپنے صاحب زادے سے ذکر کر دیا، اس میں طلاق دینے کی جو صورت مذکور ہے، وہ اس موضوع روایت کے سراسر خلاف ہے، پھر مراجعت سے مراد لغوی مراجعت ہے، جس طرح نعمان بن بشیر کے والد کو نعمان کے ہدیہ کو باطل قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ نے اس کو مراجعت کا حکم دیا تھا، ورنہ طلاقِ حیض قرآنی طلاق دینے کے بالکل خلاف ہونے کے سبب مردود و کالعدم ہے، خواہ ایک طلاق دی گئی ہو یا دو یا تین۔

اس کی تفصیل ہماری کتاب ''تنویر الآفاق'' میں ہے، مگر اس موضوع روایت میں ایک عدد طلاق حیض کو ایک طلاق واقع مان کر ایک طلاق شمار کیا گیا ہے، اسی سے اس کا موضوع ہونا ظاہر ہے، نیز دوسری باتوں سے بھی اس کا موضوع ہونا ظاہر ہے۔

دیوبندیہ کی یہ مستدل روایت موضوع و مکذوب ہے اور اس معنی کی دوسری روایات کا ساقط الاعتبار ہونا ہماری کتاب ''تنویر الآفاق'' میں واضح کر دیا گیا ہے۔ اس موضوع حدیث کی بہت بڑی علت یہ ہے کہ بحالت حیض تین طلاقیں دی جائیں بیک مجلس و وقت تو وہ تین واقع ہوں گی، حالانکہ حقیقت امر یہ ہے کہ حالت حیض کی کوئی بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ بلکہ کالعدم ہوگی، دوسری بڑی علت یہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروق کے ذریعہ ابن عمر

کی طلاق حیض پر ناگواری آپ ﷺ نے ظاہر کردی اور حکم دیا کہ وہ موجودہ حیض اور اس کے بعد والے طہر پھر اس کے بعد والے حیض کے بعد والے طہر میں بلا جماع طلاق دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس فرمان نبوی کے ہوتے ہوئے ابن عمر آنے والے طہروں میں یکے بعد دیگرے دو مزید طلاقیں دینے کا ارادہ کریں؟ یہ تو ہم کسی صحابی سے توقع نہیں رکھتے کہ فرمان نبوی کے خلاف ارادہ طلاق کرے، لہٰذا دیوبندیہ کی اس مستدل روایت کی یہ بھی بہت بڑی علت قادحہ ہے۔ اس روایت میں ابن عمر کا جو یہ قول دربار نبوی میں نقل کیا گیا کہ اگر میں نے تین طلاق دیدی ہوتی تو رجعت کا حق ہوتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ اس لیے دیوبندیہ بیک وقت طلاق ثلاثہ کے وقوع پر استدلال کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ تقلید پرستی کے سبب کچھ بھی سمجھنے اور ماننے کے روادار نہیں، ورنہ اس روایت میں ہے کہ طلاق حیض کے بعد مزید دو طہروں میں یکے بعد دیگر دو طلاقیں دینے کا ارادہ ابن عمر کیے ہوئے تھے، پھر ان کی طلاق ثلاثہ کو بیک وقت و مجلس کی طلاق ثلاثہ وہی مانے گا جو ممسوخ الفطرۃ ہوگا، اس حدیث کو مرسل کی بجائے متصل مان کر اس کے مطابق اپنے عمل کے سبب معتبر قرار دینے کی بھی دیوبندیہ نے کوشش کی ہے، مگر یہ کوشش اس لیے بیکار ہے کہ نصوص کتاب وسنت کے بالکل خلاف سنداً و متناً علل قادحہ سے معلول یہ حدیث موضوع کا حکم رکھتی ہے اور جو عبارت دیوبندیہ نے توجیه النظر إلى أصول الأثر ،صفحہ:۵۰، سے اپنے اثبات مدعی کے لیے تلبیس کاری کا استعمال کرتے ہوئے نقل کی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مرسل یا ضعیف روایت پر بالاجماع عمل ہو رہا ہو، اس کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں، تو عرض یہ ہے کہ دیوبندیہ کی مستدل مرسل وضعیف روایت کے خلاف نصوص کتاب وسنت ہیں اور اس کے خلاف اجماعی طور پر عہد نبوی وصدیقی و ابتدائے عہد فاروقی میں تمام اہل اسلام صحابہ کرام کا بشمول نبی ﷺ وبشمول عمر فاروق عمل ہوتا رہا، اور وقتی طور پر تعزیراً حضرت عمر فاروق نے نصوص واجماع کے خلاف جو اقدام کیا، اس سے تھوڑے ہی دنوں بعد رجوع کر لیا اور صحابہ کی بہت بڑی جماعت کا بھی یہی عمل رہا اور تابعین واتباع تابعین کا بھی اور قرون ثلاثہ کے بعد ائمہ اربعہ سے کہیں زیادہ علم وفضل وتقدم رکھنے والے فقہاء ومحدثین کا عمل رہا، اور ائمہ اربعہ کے بہت سارے اصحاب وتلامذہ و تلامذہ کے تلامذہ وغیرہ اس پر عامل رہے، پھر اس پر عمل کا دیوبندی دعوی دیوبندیہ اکاذیب کے علاوہ کیا ہے؟

(۶) فرقہ دیوبندیہ کی چھٹی مستدل حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی چھٹی دلیل کے طور پر نقل کیا کہ:

"عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: المطلقة ثلاثاً لا تحل لزوجها الأوّل حتى تنكح زوجاً غيره، و يخالطها و يذوق عسيلتها" رواه الطبراني و أبو يعلى إلا انه قال: بمثل حديث عائشه و هو نحو هذا و رجال أبي يعلى رجال الصحيح (مجمع الزوائد: ٤/ ٣٤٠)

یعنی حضرت ابن عمر نے یہ حدیث نبوی بیان کی کہ تین طلاق والی عورت اپنے پہلے والے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی، جب تک کہ دوسرے آدمی سے نکاح نہ کرلے اور یہ دوسرا شوہر اس کے ساتھ اختلاط و لذت جماع نہ حاصل کرلے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۳۳)

ہم کہتے ہیں کہ ایک ہی حدیث کو مختلف نمبرات کے تحت نقل کرکے فرقہ دیوبندیہ اپنے دلائل کی تعداد بڑھانے کی بالکل ناکارہ وغیر کارآمد و لا یعنی حرکت میں مصروف ہے، اس حدیث اور اس جیسی سینکڑوں احادیث سے دیوبندیہ کا استدلال جائز نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ یہ طلاق ثلاثہ یکے بعد دیگر تین مختلف طہروں میں اس طرح دی گئیں کہ ہر طلاق کے بعد اندرون عدت رجوع کرلیا جاتا تھا۔

(۷) فرقہ دیوبندیہ کی ساتویں مستدل روایت:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی ساتویں دلیل کے تحت کہا:

"عن سوید بن غفلة قال: كانت عائشة الخثعمية عند الحسن بن علي فلما قتل علي رضى الله عنه قالت: لتهنئك الخلافة قال: بقتل علي تظهرين الشماتة اذهبى فأنت طالق، يعني ثلاثاً، قال: فتلففت بثيابها وقعدت حتى مضت عدتها فبعث إليها ببقية بقيت لها من صداقها، وعشرة آلاف صدقة فلما جاء ها الرسول قالت: "متاع قليل من حبيب مفارق" فلما بلغه قولها بكى ثم قال: لولا أني سمعت جدي أو حدثني أبي أنه سمع جدى يقول: أيما رجل طلق إمرأته ثلاثًا عند الإقراء و ثلاثًا مبهماً لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره ليراجعها۔"

(سنن بیهقي:٤/٣٣٦، و دارقطني:٢/٤٣٧) قال: الحافظ ابن رجب الحنبلي إسناده صحيح (الإشفاق على الطلاق للكوثرى صفحه:٣٨) و قال: الهيثمي: رواه الطبراني و في رجاله ضعف و قد وثقوا۔ مجمع الزوائد:٤/٣٣٩)

یعنی سوید بن غفلۃ نے کہا کہ عائشہ خثعمیہ حضرت حسن بن علی سبط رسول کے نکاح میں تھیں جب شہادت علی مرتضیٰ کا واقعہ پیش آیا تو عائشہ خثعمیہ نے حضرت حسن سے کہا کہ آپ کو خلافت مبارک ہو، اس پر حضرت حسن نے کہا تم شہادت علی مرتضیٰ پر اظہار خوش کررہی ہو جا تجھے طلاق ہے۔ راوی نے کہا یعنی تین طلاقیں دیں، پھر اس عورت نے اپنے کپڑے کو اچھی طرح اوڑھ لیا، تاکہ پردے میں رہے اور عدت گزارنے کے لیے بیٹھ گئی، عدت پوری ہونے پر وہ اپنے گھر چلی گئی، تو حضرت حسن نے اس کے مہر میں بچ رہنے والی رقم پر مستزاد دس ہزار روپے بھیج دیے، اس پر عورت نے مصرعہ مذکورہ پڑھا، یعنی

جدا ہو جانے والے محبّ کی جانب سے یہ تھوڑی رقم ہے، یہ سن کر حضرت حسن رو پڑے اور فرمایا اگر میں نے اپنے نانا جان سے یہ نہ سنا ہوتا یا یہ کہ میں اپنے باپ کے واسطہ سے نانا کا یہ فرمان نہ سنا ہوتا کہ جو شوہر اپنی بیوی کو تین متفرق طہروں میں تین طلاقیں دے یا مبہم طور پر تین طلاقیں دے، وہ بیوی اس شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی، جب تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے، تو میں اپنی اس مطلقہ بیوی سے رجوع کرلیتا۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۳۴ تا صفحہ:۳۷)

ہم کہتے ہیں کہ

اوّلاً: اس روایت میں بیک زبان و بیک مجلس تینوں طلاقیں دینے کا ذکر ہی نہیں، صرف اکاذیب پرست دیوبندیہ نے بذریعہ تحریف "**ثلاثا مبهما**" کا ترجمہ تین یکجا اور بیک وقت و بیک مجلس تین طلاقیں کیا ہے، ورنہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تین متفرق طہور میں دی ہوئی طلاقیں ہوں جو صریح نہ ہوں، بلکہ مبہم یعنی کنائی طلاقیں بہ نیت طلاق دی گئی ہوں، مگر پرستارا کاذیب فرقہ دیوبندیہ نے تحریف کرکے اس کا معنی بیک زبان و مجلس تین یکجا طلاقیں قرار دے کر اپنی اختراعی شریعت کی دلیل بنا لیا، مگر حقیقت پسند لوگ اسے کبھی گوارا نہیں کر سکتے۔

ثانیاً: فرقہ دیوبندیہ کا سنن دارقطنی و بیہقی والی روایت کی سند کے دو رواۃ کو معتبر قرار دے لینا بھی اکاذیب پرستی ہے، یعنی عمر بن ابی قیس الرازی الازرق و سلمہ بن فضل قاضی المری۔ کیونکہ سلمہ بن فضل قاضی الرازی کو امام ابوزرعہ نے کذاب و امام ابن المدینی نے "**رمينا بحديثه**" یعنی متروک اور امام بخاری نے بھی اپنے استاذ ابن المدینی ہی کی طرح مجروح کہا اور عنده مناکیر کہا۔ (تهذيب التهذيب: ٤/ ١٢٥) اس کذاب سے یہ روایت نقل کرنے والے محمد بن حمید رازی کو متعدد ائمہ کرام نے کذاب کہا (عام کتب رجال) جس روایت کی سند میں دو دو کذاب راوی اور بعض مختلف فیہ راوی ہوں اسے مکذوبہ کے علاوہ کیا کہا جائے گا۔ پھر یہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ روایت بیک وقت و بیک مجلس کی تین طلاقوں کے تین ہونے پر دلالت نہیں کرتی ہے۔

(۸) فرقہ دیوبندیہ کی آٹھویں مستدل روایت:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن نافع بن عجير بن عبد يزيد أن ركانة بن عبد يزيد طلق إمرأته سهيمة المزنية ألبتة، ثم أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يارسول الله إني طلقت إمرأتي سهيمة ألبتة والله ما أردت إلا واحدة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لركانة والله ما أردت إلا واحدة فقال ركانة: والله ما أردت إلا واحدة فردها إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فطلقها الثانية في زمن عمر، والثالثة في زمن عثمان۔"

(ابوداود:١/٣٢، والمستدرك :٢/٩٩، والدارقطني:٢/٤٣٨، وسنن بيهقي مع الجوهر النقي:٧/٤٢، ورواه الشافعي في الأم ،صفحه:٥٠، وابن ماجه والترمذي)

یعنی حضرت نافع بن عجیر بن عبد یزید روایت کرتے ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی، پھر خدمت نبوی میں آ کر بولے اس طلاق البتہ سے میرا ارادہ صرف ایک طلاق دینے کا تھا، آپ ﷺ نے اس پر قسم لی، پھر انھیں ان کی بیوی لوٹا دی، پھر رکانہ دوسری مرتبہ اس بیوی کو عہد فاروقی اور تیسری مرتبہ عہد عثمانی میں طلاق دی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:٣٧)

اس روایت پر دیوبندیہ نے طویل وعریض کلام کرکے اسے طلاق البتہ مروجہ ہونے کو ترجیح دی، جس میں طلاق دہندہ کی نیت کے مطابق طلاق واقع ہوتی ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:٣٨ تا ٣٩)

دیوبندیہ کی اس طویل لمبی لغوطرازی پر تحقیقی بحث طویل گفتگو کی طالب ہے جس سے ہم "تنویر الآفاق" میں فارغ ہو چکے ہیں، لہٰذا اسی کی طرف مراجعت کریں اور جس طلاق البتہ کو دیوبندیہ نے راجح قرار دیا اور صحیح و حسن ومعتبر کہا، اسے خود دیوبندیہ نے اپنے فتاویٰ کے ذریعہ مردود ومتروک قرار دے رکھا ہے اور یہ حدیث دیوبندیہ کے خلاف ردّ بلیغ ہے جیسا کہ اسی کتاب میں ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اسے پھر ناظرین کرام دیکھ لیں۔

(٩) فرقہ دیوبندیہ کی نویں مستدل روایت:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" أخبرنا سليمان بن داود: عن ابن وهب قال مخرمة عن أبيه: قال:سمعت محمود ابن لبيد قال:أخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق إمرأته ثلاث تطليقات جميعاً فقام غضباناً فقال:أيلعب بكتاب الله و أنابين أظهركم حتى قام رجل و قال:يا رسول الله ألا أقتله؟" (نسائي:٢/٣٦)

یعنی رسول اللہ ﷺ کو ایک آدمی کی بابت خبر دی گئی کہ اس نے بیک وقت تینوں طلاقیں دیدیں، تو آپ ﷺ غصہ میں کھڑے ہو گئے اور بولے کہ میری موجودگی میں کتاب اللہ کے ساتھ کھلواڑ ہو رہا ہے! اس پر ایک صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ کیا میں اسے قتل کر دوں؟" (زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:٤٩)

یہ حدیث صحیح نہیں ہے، مگر معلوم نہیں کیوں دیوبندیہ نے اس کی تصحیح پر زور صرف کیا اور اسے ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کے تین ہونے پر دلیل بتلایا، حالانکہ متواتر المعنی حدیث نبوی:"من صنع في أمرنا هذا ليس عليه أمرنا فهو ردّ" کے مطابق ایک وقت کی تین طلاقوں میں سے دو مردود ہیں اور ایک جو ایک وقت میں دی گئی وہ واقع ہو گی بشرطیکہ کوئی دوسری بات اس کے واقع ہونے سے مانع نہ ہو، لہٰذا دیوبندیہ کی ساری بکواسات لغو ہیں۔

فرقہ دیوبندیہ کی یہ بات کہ قاضی ابن العربی نے طلاق مذکور کو رد نہیں کیا، بلکہ نافذ کیا ہے، جس طرح لعان کے وقت عویمر عجلانی کی طلاق ثلاثہ کو نافذ کیا۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۵۰)

اس فرمان نبوی کے مطابق مردود ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ ہماری اجازت کے بغیر کیا ہوا ہر کام مردود ہے

اور دیوبندیہ کی یہ بات کہ

طلاق مذکور کی بابت آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کتاب اللہ کے ساتھ کھلواڑ ہے، اس امر کی دلیل ہے، کہ طلاق مذکور کو آپ ﷺ نے نافذ کیا، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین چیزوں میں ہنسی مذاق و سنجیدگی سے حکم عائد ہو جائے گا، ان میں سے طلاق بھی ایک ہے (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۵۱)

وہ دیوبندیہ کی عقل سے کورے ہونے پر دلیل ہے، کیونکہ کتاب اللہ کے ساتھ کھلواڑ اور طلاق میں کھلواڑ واضح طور پر دو الگ الگ باتیں ہیں، کتاب اللہ کے ساتھ کھلواڑ سے بیک وقت کی طلاق ثلاثہ کا وقوع لازم نہیں آتا، کیونکہ آپ ﷺ نے اسے مردود کہا ہے۔

فتویٰ علی مرتضیٰ:

اپنی اس بحث کے ضمن میں فرقہ دیوبندیہ نے حضرت علی مرتضیٰ کی طرف منسوب یہ حدیث نبوی نقل کی کہ:

"سمع النبي صلى الله عليه وسلم رجلاً طلق ألبتة فغضب وقال: أتتخذون آيات الله هزوا، أو دين الله هزوًا، و لعباً، من طلق ألبتة ألزمناه ثلاثاً لا تحل له حتى تنكح زوجاً غيره" (سنن دارقطني:۲/۴۳۳)

یعنی آپ ﷺ نے ایک شخص کے متعلق سنا کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ یعنی بیک وقت تین طلاقیں دے دی ہیں، کیونکہ اہل مدینہ کے محاورہ میں بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو طلاق البتہ کہا جاتا تھا، حدیث میں اسی محاورہ کو استعمال کیا گیا ہے، تو آپ ﷺ غضب ناک ہو کر بولے جو شخص طلاق بتہ یعنی ایک وقت میں تین طلاقیں دے گا، ہم ان کو تین ہی نافذ کر دیں گے اور عورت اس کے لیے حلال نہ ہوگی، یہاں تک کہ کسی اور مرد سے ازدواجی زندگی قائم کر لے، یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے اور ناقابل استدلال بھی، لیکن کسی حدیث کی تائید میں پیش کی جاسکتی ہے۔......الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۵۱، ۵۲)

ہم کہتے ہیں کہ ایک طرف ناظرین کرام دیکھ آئے ہیں کہ دیوبندیہ نے طلاق بتہ والی روایت کی تصحیح پر بڑا زور صرف کر کے دعویٰ کیا کہ طلاق دہندہ کی نیت کے اعتبار سے عورت پر ایک یا تین طلاق پڑے گی، پھر حدیث کی تصحیح اور اس سے اپنے موقف کے استدلال پر بہت زور صرف کر کے کہا ہماری بات صحیح ہے یہاں ناظرین کرام طلاق البتہ کی بابت دیوبندیہ کی تحریف بازی و تلبیس کاری دیکھ رہے ہیں کہ اہل مدینہ کی اصطلاح میں ایک وقت کی طلاق

ثلاثہ کو طلاق بتہ کہا جاتا تھا۔ دیوبندیہ سے کوئی پوچھے کہ جس طلاق بتہ میں تم طلاق دہندہ کی نیت دیکھتے ہوا سے تم نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ ہی کی طرف منسوب کرتے ہو تو کیا آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے یہ صحابہ مدینہ منورہ کے رہنے والے نہیں تھے کہ اہل مدینہ کی اصطلاح کے خلاف طلاق بتہ میں طلاق دہندہ کی نیت دیکھتے تھے؟

اللہ کا شکر ہے کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ تضاد و تعارض کا راستہ اختیار کر کے اپنا اکاذیب پرست ہونا واضح کر دیا کرتے ہیں اور اکاذیب پرست ہونے کے باوجود انھوں نے اپنی اس مستدل حدیث علی مرتضیٰ کو ضعیف و ساقط الاعتبار و ناقابل استدلال کہہ دیا، اس میں بھی دیوبندیہ کی کوئی نہ کوئی چال بازی وسازش وعیاری پوشیدہ ہو گی، جسے دیوبندیہ ہی جانتے ہوں گے۔ حضرت علی مرتضیٰ والی اس روایت کی سند میں اسماعیل بن ابی عباد امیہ بصری کذاب ہے اور اس کی روایت موضوع و خانہ ساز ہے۔(لسان المیزان: ۱/ ۳۹٤)

(۱۰) فرقہ دیوبندیہ کی مستدل دسویں روایت فاطمہ بنت قیس:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا محمد بن الربيع أنبأنا الليث بن سعد عن إسحاق بن أبي فروة عن أبي الزناد، وعن عامر الشعبي قال:قلت لفاطمة بنت قيس: حدثيني عن طلاقك قالت طلقني زوجي ثلاثًا خارجاً إلى اليمن، فاجاز ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم۔"

(ابن ماجه،صفحه:١٤٧)

یعنی شعبی نے کہا: میں نے فاطمہ بنت قیس سے کہا کہ اپنی طلاق والی بات بیان کیجیے! انھوں نے کہا کہ یمن جاتے ہوئے میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں انھیں رسول اللہ ﷺ نے نافذ کر دیا۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۵۲)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں اسحاق بن ابی فروہ یعنی اسحاق بن محمد بن اسماعیل بن عبد اللہ بن ابی فروہ واقع ہیں، جن کو امام نسائی نے متروک و امام ابوداود نے بہت ضعیف و امام حاکم نے "غمزوہ" کہا ہے۔ (تهذيب التهذيب: ١/ ٢١٧) یعنی کہ دیوبندیہ کی مستدل یہ حدیث بالکل ساقط الاعتبار ہے اور فاطمہ بنت قیس کا واقعہ طلاق مشہور ہے کہ انھیں یکے بعد دیگرے تین طہر میں طلاقیں دی گئی تھیں، تفصیل ہماری کتاب نفقہ مطلقہ میں ہے، لہٰذا اس سے استدلال دیوبندیہ باطل ہے۔

(۳) آثار صحابہ:

فرقہ دیوبندیہ نے صرف دس روایات اپنی تائید میں ایسی پیش کیں، جن میں سے ایک بھی ان کی تائید نہیں کرتی اور ان میں اکثر روایات ساقط الاعتبار بھی ہیں، اس کے بعد دیوبندیہ نے معلوم نہیں کس مناسبت سے نمبر ۳

قائم کیا اور اس کے ساتھ آثار صحابہ کا لفظ جوڑ دیا، پھر صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین کے کچھ فضائل بیان کیے اور پہلا اثر بعنوان:

خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آثار:

کے تحت اس طرح پیش کیا:

" عن ابن عمر أن رجلاً أتى عمر فقال: إني طلقت إمرأتي ألبتة و هي حائض فقال عمر: عصيت ربك و فارقت امرأتك فقال الرجل: فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر ابن عمر حين فارق زوجته أن يراجعها فقال له: عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمره أن يراجع بطلاق بقي، و إنه لم يبق لك ما ترجع به امرأتك ـ"(رواه الطبراني في الأوسط ورجاله رجال الصحيح خلا إسماعيل ،إسماعيل بن إبراهيم الترجماني و هو ثقة ـ" (مجمع الزوائد: ٤/٣٣٥، سنن كبرىٰ للبيهقي:٧/٣٣٤)

یعنی حضرت ابن عمر نے کہا کہ ایک آدمی حضرت عمر فاروق کے پاس آکر بولا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی ہے، جب کہ وہ حیض سے تھی! حضرت عمر فاروق نے کہا کہ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اپنی بیوی کو جدا کر دیا، اس آدمی نے کہا کہ ابن عمر نے جب اپنی بیوی کو جدا کر دیا تھا، تو دربار نبوی سے انھیں رجعت کا حکم ملا تھا۔ حضرت عمر فاروق نے جواب دیا کہ انھیں رجعت کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ ان کی ایک طلاق باقی تھی اور تمھارے لیے کوئی طلاق باقی نہیں، جس کے سبب تمھیں رجعت کا حکم ملے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۵۷)

معلوم نہیں فرقہ دیوبندیہ نے یہاں پہلے خلیفہ راشد کا یہ اثر کیوں نہیں پیش کیا کہ ان کے زمانہ خلافت میں عہد نبوی کی طرح بیک وقت کی تین طلاقیں بالاجماع ایک ہوتی تھیں۔ کیا یہ دیوبندیہ کی تلبیس کاری نہیں ہے؟

(٢) عن زيد بن وهب أن بطالا كان بالمدينة فطلق امرأته ألفا فرفع ذلك إلى عمر فقال: إنما كنت ألعب فعلاه عمر بالدرة ـ أن كان يكفيك الثلاث ـ" (سنن كبرىٰ:٧/٣٣٤، و مصنف ابن أبي شيبه:٥/١١)

یعنی زید بن وہب نے کہا کہ مدینہ میں ایک مسخرا تھا، اس نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دیں اور معاملہ دربار فاروقی میں پیش کیا گیا، مسخرے نے کہا میں صرف دل لگی کر رہا تھا۔ حضرت عمر نے اس کی خبر درہ سے لی اور فرمایا تجھے تین طلاقیں کافی تھیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۵۷)

(٣) عن أنس قال: كان عمر إذا أتي برجل طلق إمرأته ثلاثًا في مجلس واحد أوجعه

ضرباً، و فرق بینھما۔" (الجوھر النقي:۷/۳۳۳)

یعنی حضرت انس نے کہا کہ دربارِ فاروقی میں ایک آدمی لایا گیا، جس نے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں، حضرت عمر نے اسے دردناک سزا دی اور دونوں میں تفریق کرادی۔ (زیرِ نظر دیوبندی کتاب ،صفحہ:۵۷، ۵۸)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عمر کی طرف تین منسوبہ آثار دیوبندیہ نے پیش کیے، ان میں سے پہلے اثر میں ہے کہ ایک آدمی نے طلاق بتہ دی تھی تو اسے حضرت عمر نے رجوع کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ تمھاری بیوی بائنہ ہوگئی، اس آدمی نے کہا کہ آپ کے صاحب زادے عبداللہ کو تو دربارِ نبوی سے طلاق دینے کے بعد رجعت کا حکم ملا تھا! حضرت عمر نے کہا کہ میرے لڑکے کی ایک طلاق باقی رہ گئی تھی۔ بنابریں انھیں رجعت کا حکم ملا تھا، مگر تم نے تو طلاق البتہ دی ہے، یعنی کہ طلاق بتہ دیدی ہیں، تمھیں رجعت کی اجازت نہیں ہے۔ تلبیس کار دیوبندیہ نے غیر مقلد عالم شارح دارقطنی علامہ شمس الحق کی یہ بات محض تلبیس کاری کے سبب نقل کی کہ اہلِ مدینہ تین طلاقوں کو طلاق بتہ کہتے ہیں، حالانکہ یہی دیوبندیہ اپنی مصطلح طلاق بتہ والی روایات کو طلاق دہندہ کی رائے پر منحصر مانتے ہیں، لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے والے یہ لوگ کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ دنیا جانتی ہے کہ مصطلح طلاق بتہ بھی تو رسول وصحابہ کی طرف منسوب ہے جو مدینہ منورہ کے تھے؟ دونوں روایات کے دو مختلف معنی بتلا کر یہ لوگ اپنی اکاذیب پرستی کا ثبوت دیتے ہیں۔

مزید براں اس روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر کی صرف ایک طلاق باقی رہ گئی تھی اس لیے انھیں رجوع کا حق دیا گیا، حالانکہ احادیث متواترہ میں ہے کہ انھوں نے صرف ایک طلاق دی تھی۔ یہ دونوں باتیں دیوبندیہ کی اس مستدل روایت کے معلول ہونے پر واضح دلیل ہیں، نیز یہ کہ ان کی اس ایک طلاق کو حالتِ حیض میں دینے کے سبب آپ ﷺ نے باطل قرار دیا تھا، جیسا کہ تفصیل گزری ہے۔ لہٰذا اس مستدل روایت دیوبندیہ کا باطل ہونا واضح ہے۔ یہی حال باقی آثارِ فاروقی کا ہے، تفصیل "تنویر الآفاق" میں ہے۔

(۴) خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی کا فتویٰ:

فرقہ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

" عن معاویۃ بن أبي یحییٰ قال: جاء رجل إلی عثمان بن عفان فقال: طلقت امرأتي ألفاً فقال: بانت منك بثلاث" (فتح القدیر:۳/۳۳، و زاد المعاد:۲/۲۵۹)

یعنی ایک شخص دربارِ عثمانی میں آکر بولا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیدیں، حضرت عثمان نے فرمایا: صرف تین طلاقوں سے تمھاری بیوی بائنہ ہوگئی۔ (زیرِ نظر دیوبندی کتاب ،صفحہ:۵۸)

ہم کہتے ہیں کہ معاویہ بن ابی یحییٰ مجہول ہے اور اس سے روایت کرنے والے جعفر بن برقان پر بھی کلام ہے۔(تهذيب التهذيب ترجمه جعفر بن برقان)

خلیفہ راشد حضرت علی بن ابی طالب کے آثار:

اپنے مذکورہ بالا بیان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

(٥) " عن حبيب بن أبي ثابت قال:جاء رجل إلى علي بن أبي طالب فقال:إني طلقت امرأتي ألفاً فقال له علي: بانت منك بثلاث و اقسم سائرهن على نسائك"

یعنی خدمت علی مرتضیٰ میں ایک شخص آ کر بولا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دیدی ہے، تو حضرت علی نے کہا کہ وہ تین طلاقوں سے بائنہ ہو گئی، باقی طلاقیں اپنی دوسری عورتوں میں بانٹ دو۔(فتح القدير:٣/٩/٢٠٩، و زاد المعاد:٢/٢٠٩)

ہر صاحب عقل سمجھ سکتا ہے کہ ایسا فتویٰ معمولی قسم کا آدمی بھی نہیں دے سکتا کہ آدمی نے صرف ایک بیوی کو کسی وجہ سے بیک وقت ہزار طلاقیں دیدیں تو تین طلاقیں اس کی اس مطلقہ بیوی پر پڑ جائیں گی اور باقی طلاقیں اس کی دوسری بیوں پر پڑ جائے گی، اگر اس کی محض وہی ایک بیوی ہو تو باقی نو سو ستانوے طلاقیں وہ کن بیویوں پر تقسیم کرے گا؟ بالفرض اس کی چار بیویاں ہوں تو بارہ طلاقوں کے بعد نو سو اٹھاسی طلاقیں کن پر منقسم ہوں گی؟ اس طرح کی لغویات کا صدور حضرت علی سے مستبعد ہے، اس لیے اس کا انتساب حضرت علی کی طرف مکذوب ہے۔

اس روایت کی سند میں اعمش مدلس واقع ہیں، اعمش نے اسے تدلیس ہی کے ساتھ حبیب بن ابی ثابت سے نقل کیا ہے، اس لیے یہ ساقط الاعتبار ہے اور حبیب بن ابی ثابت بھی مدلس تھے اور انھوں نے اپنے بعض اصحاب سے اسے تدلیس ہی کے ساتھ نقل کیا ہے، یہ اس سند کی دوسری علت قادحہ ہے اور تیسری علت قادحہ حبیب بن ابی ثابت کے بعض اصحاب کا مجہول ہونا ہے، دیوبندیہ نے ان حقائق کو لوگوں سے چھپایا اور اسے قابل استدلال بنا لیا، ظاہر ہے کہ یہ دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی اور تلبیس کاری ہی ہے۔

(٦) فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن عبد الرحمٰن بن أبي ليلىٰ عن علي فيمن طلق إمرأته ثلاث قبل أن يدخل بها قال:لا تحل له حتى تنكح زوجاً غيره۔" (سنن كبرىٰ:٧/٣٣٤)

یعنی جس شخص نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اس کی بابت فتویٰ علی ہے کہ وہ عورت کسی دوسرے سے نکاح کیے بغیر اپنے شوہر اوّل کے لیے نکاح کے لیے حلال نہ ہو گی۔(زیر نظر دیوبندی

کتاب، صفحہ:۵۸)

ہم کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے اسے نقل کرنے والے حسن بصری ہیں، جو مدلس تھے۔(تہذیب التہذیب:۲/۲۳۶) اور انھوں نے تدلیس کے ساتھ عبدالرحمن سے یہ روایت نقل کی ہے، لہٰذا یہ روایت ساقط الاعتبار ہے۔

(۷) حضرت علی مرتضٰی کا تیسرا اثر:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن الحكم انه قال:إذا قال:هي طالق ثلاثاً لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره، و إذا قال:أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، بانت بالأولى و لم تكن الآخريان بشيء، فقيل له عمن هذا يا أباعبد الله؟ فقال:عن علي و عبد الله و زيد بن ثابت ـ" (سنن سعيد بن منصور:۱/۲٦۱،ق:۱)

یعنی حکم ابوعبداللہ نے کہا کہ جب طلاق دہندہ نے اپنی غیر مدخولہ بیوی سے کہا"أنت طالق ثلاثاً"، تو اسے تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی اور اگر اس نے "أنت طالق أنت طالق أنت طالق" تین بار کہا تو پہلی بار ہی یہ کہنے پر اسے ایک بائنہ طلاق پڑ جائے گی اور باقی طلاقیں بیکار ہو جائیں گی۔ حکم سے پوچھا گیا کہ یہ بات کس سے روایت کی ہے؟ تو موصوف نے کہا: حضرت علی مرتضٰی وعبداللہ بن مسعود و زید بن ثابت سے۔"(زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۵۹)

ہم کہتے ہیں کہ حکم ابو عبد اللہ کو متعدد ائمہ کرام نے وضاع و کذاب و متروک و غیر ثقہ کہا ہے۔(لسان المیزان:۲/۳۳۲تا صفحہ:۳۳٤) اس کذاب اور وضاع کی روایت کو دلیل بنا کر دیوبندیہ نے اپنا اکاذیب پرست ہونا واضح کر دیا ہے۔

اثر نمبر:۸ کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے حضرت علی مرتضٰی سے مروی روایت نقل کی:

ہم فرقہ دیوبندیہ کی اس مستدل روایت کا مکذوب ہونا واضح کر آئے ہیں، نیز دیوبندیہ کی تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر بہت ساری کتابوں پر مشتمل کتابوں میں سے دو کتابیں صرف اسی موضوع پر ہے، دوسری والی کتاب کے ردّ میں اس کا مفصل ذکر ہے اور اس روایت کا مضمون بذات خود اس کے مکذوب ہونے پر دال ہے کہ کذاب آدمی کی تحریر میں جو بات لکھی تھی، اس کے خلاف اہل کوفہ کے دباؤ میں آخر وہ بیان دیتا پھرتا تھا۔ بہرحال اس مکذوب روایت کو دلیل بنا کر دیوبندیہ نے اپنے اکاذیب پرست ہونے پر دلیل قائم کر دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے آثار:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

(۹) عن علقمة جاء إلى ابن مسعود رجل فقال: إني طلقت امرأتي تسعاً وتسعين، و إني سألت فقيل: قد بانت مني فقال ابن مسعود: قد أحبوا أن يفرقوا بينك و بينها، قال: فما تقول رحمك الله، فظن أنه سيرخص له فقال: ثلاث تبينها منك، و سائرهن عدوان، رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح ـ (مجمع الزوائد: ٤/ ٣٣٨)

یعنی حضرت ابن مسعود کے پاس آ کر آدمی بولا کہ میں نے اپنی بیوی کو ننانوے طلاقیں دیدیں، تو حضرت ابن مسعود نے کہا کہ تیری بیوی بائنہ ہوگئی صرف تین طلاقوں سے اور باقی چھیانوے طلاقیں شرارت و سرکشی کی باتیں ہیں۔" (زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۶۰، ۶۱)

ہم کہتے ہیں کہ پہلے دیوبندیہ اس روایت کی سند پیش کرے اور مجمع الزوائد کے مصنف کا یہ کہہ دینا کہ اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں، صحت سند و روایت کو مستلزم نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ سند میں انقطاع و تدلیس نیز کوئی اور علت قادحہ ہو، نصوص کتاب و سنت سے بیک وقت و مجلس کی تین طلاقوں کا ایک رجعی طلاق ہونا ثابت ہے، اسی پر عہد نبوی وصدیقی و ابتدائے عہد فاروقی کا اجماعی عمل تھا، پھر نصوص و اجماع کے خلاف کسی غیر نبی کی بات ساقط ہی قرار دی جاسکتی ہے۔

(۱۰) حضرت ابن مسعود کا دوسرا اثر:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن علقمة قال: أتى رجل ابن مسعود فقال: إني طلقت امرأتي عدد النجوم فقال ابن مسعود: في نساء أهل الأرض كلمة لم أحفظها، وجاء رجل فقال: إني طلقت إمرأتي ثمانياً فقال ابن مسعود: أيريد هولاء ان تبين منك فقال: نعم، فقال: يا أيها الناس، قد بين الله الطلاق، فمن طلق كما أمر الله فقد بين، و من لبس جعلنا له لبسه والله، لا تلبسون على أنفسكم، و نحمله عنكم يعني هو كما يقولون و قال: نرى قول ابن مسعود لم أحفظها أنه لو كان عنده نساء الأرض ثم قال: هذه ذهب كلهن" رواه الطبراني و رجاله رجال الصحيح، (مجمع الزوائد: ٤/ ٣٣٨)

یعنی علقمہ نے کہا کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود کے پاس آ کر بولا کہ میں نے اپنی بیوی کو ستاروں کی تعداد بھر طلاقیں دیدی، حضرت ابن مسعود نے زمین بھر کی عورتوں سے متعلق کوئی بات کہی جسے میں

محفوظ نہ رکھ سکا، پھر ایک دوسرے شخص نے آ کر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دی ہیں، حضرت ابن مسعود نے کہا دوسرے اہل علم نے تمھیں یہ فتویٰ دیا کہ تمہاری بیوی تم سے جدا ہو جائے؟ طلاق دہندہ نے کہا ہاں۔ حضرت ابن مسعود نے کہا کہ اللہ نے واضح طور پر طلاق دینے کا طریقہ بتلا دیا، تو جس نے اللہ کے بتلائے ہوئے طریق پر طلاق دی وہ واضح ہے، مگر جو شخص واضح حکم الٰہی کے خلاف چال بازی سے کام لے گا، تو ہم اس کی چال بازی اس کے سر منڈھ دیں گے یہ نہیں ہو سکتا کہ چال بازی تم کرو اور تمہارا بوجھ ہم اٹھائیں، پھر راوی نے کہا کہ جو بات میں محفوظ نہ رکھ سکا وہ میرے خیال میں یہ تھی کہ اگر اس کے نکاح میں دنیا جہاں کی عورتیں ہوتی تو سبھی کو جدا کرنے کو کافی ہوتیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۶۱، ۶۲)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت کا معاملہ بھی اس کے پہلے والی روایت جیسا ہے کہ کسی روایت کے رجال کے رجال کا صحیح ہونا صحت سند و متن کو مستلزم نہیں اور قرآن مجید نے طلاق کا جو واضح طریقہ بتلایا ہے، اس کی خلاف ورزی کر کے دی ہوئی طلاق باطل ہوگی، یہ بھی بہت واضح ہے، مگر بہت واضح باتوں کو صحیح طور پر سمجھنے میں بعض صحابہ و اہل علم سے غلطی ہو جانا مستبعد نہیں اور خلاف نصوص صحابہ کی بات حجت نہیں، تفصیل ہماری کتاب ''تنویر الآفاق'' میں ہے۔

(۱۱) حضرت ابن مسعود کا تیسرا اثر:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

'' وفي الموطا بلغه: أن رجلا جاء إلى ابن مسعود فقال: إني طلقت امرأتي بمثتي تطليقات فقال ابن مسعود: فما ذا قيل لك؟ فقال: قيل لى: أنها قد بانت مني فقال ابن مسعود: صدقوا هو مثل ما يقولون''

یعنی موطا مالک میں ہے کہ امام مالک کو یہ بات پہنچی کہ ایک آدمی حضرت ابن مسعود کے پاس آ کر بولا کہ میں نے اپنی بیوی کو دو سو طلاقیں دے دی ہیں، حضرت ابن مسعود نے کہا: تمھیں اس بارے میں کیا فتویٰ حاصل ہوا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ مجھ سے کہا گیا کہ تمہاری بیوی جدا ہوگئی حضرت ابن مسعود نے کہا کہ لوگوں نے تمھیں صحیح فتویٰ دیا۔ امام ابن الہمام حنفی نے کہا کہ اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہوگیا۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۶۲)

ہم کہتے ہیں کہ نصوص کے خلاف دی ہوئی طلاق نصوص ہی کے مطابق باطل ہے، حضرت ابن مسعود کا ایسی طلاقوں کو باطل قرار دے کر صرف ایک رجعی طلاق قرار دینا ثابت ہے، اس لیے اس اثر ابن مسعود سے بھی

دیوبندیہ کی بات بننے والی نہیں۔

آثار حضرت عبداللہ بن عباس:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

۱۲۔ عن مجاهد قال:كنت عند ابن عباس فجاء رجل فقال:إنه طلق امرأته ثلاثا، قال:فسكت حتى ظننا أنه رادها إليه، ثم قال:ينطلق أحدكم فيركب الحموقه ثم يقول يا ابن عباس، يا ابن عباس، و قال الله۔جل ثناؤه: ﴿ وَ مَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَ إِنَّكَ لَمْ تَتَّقِي اللّٰه فَلَا أَجِد لَكَ مَخرَجًا عصَيت رَبَّكَ وَ بَانَتْ مِنْكَ إِمْرَأَتكَ﴾ و ان الله قال: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾

(رواه البيهقي واللفظ له، ورواه أيضاً أبو داود، وقال:روى هذا الحديث حميد الأعرج، وغيره عن مجاهد عن ابن عباس، ورواه شعبة عن عمرو بن مرة عن سعيد بن جبير عن ابن عباس، و أيوب، وابن جريج جميعاً عن عكرمه بن خالد عن سعيد بن جبير عن ابن عباس، و ابن جريج عن عبد الحميد بن رافع عن عطاء عن ابن عباس، و رواه الأعمش عن مالك، وابن الحارث عن ابن عباس، وابن جريج عن عمرو بن دينار عن ابن عباس كلهم قالوا: في الطلاق الثلاث أنه أجازها، وقالوا: بانت منك نحو حديث إسماعيل عن أيوب عن عبد الله بن كثير"(سنن کبریٰ:۷/۳۳۱، و أبوداود: ۲/۲۲۹)

یعنی مجاہد نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس کے پاس تھا کہ ایک شخص آ کر بولا کہ میں نے اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دیدی ہیں، ابن عباس اس پر خاموش رہے، یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ وہ اسے اس کی بیوی لوٹا دیں گے، پھر ابن عباس بولے کہ پہلے تم میں سے کوئی حماقت کا مرتکب ہو کر تین طلاقیں دے ڈالتا ہے، پھر ہمارے پاس آ کر یا ابن عباس یا ابن عباس کہتا پھرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو اس سے ڈرے گا اس کے لیے وہ راہ نجات نکال دے گا، تم اللہ سے ڈرے نہیں تو تمہارے لیے مجھے بھی راہ نجات نظر نہیں آتی، تم نے ایسا کر کے معاصی کا ارتکاب کیا اور تم سے تمہاری بیوی الگ ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے تو تمھیں مطابق عدت طلاق عدت دینے کا حکم دیا ہے۔

"قال أبو داود: رواه حماد بن زيد عن أيوب عن عكرمة عن ابن عباس إذا قال:انت طالق ثلاثاً بفم واحد فهي واحدة" ورواه إسماعيل بن إبراهيم عن أيوب عن

عکرمة هذا قوله لم يذكر ابن عباس وجعله قول عكرمة"

یعنی ابوداود نے اپنی سند سے اسے قول ابن عباس ہونا بیان کیا، پھر بروایت اسماعیل بن ابراهيم عن أيوب اسے عکرمہ کا قول بتلایا نہ کہ ابن عباس کا

(زیرنظر دیوبندی، کتاب، ص:۶۲، تا۶۴) ہماری کتاب "تنوير الآفاق" میں اس پر مفصل گفتگو کی گئی ہے۔

۱۳۔ " عن مجاهد عن ابن عباس أنه سئل عن رجل طلق امرأته مئة تطليقة، قال: عصيت ربك و بانت إمرأتك لم تتق الله فيجعل لك مخرجاً" الخ(سنن کبریٰ: ۷/۳۳۱، ۳۳۲)

مجاہد سے مروی ہے کہ ایک شخص کے بارے میں حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں ویدی، توانھوں نے کہا وہ اپنے رب کی معصیت کا مرتکب ہوا اور اپنی بیوی سے ہاتھ دھو بیٹھا اللہ سے خوف نہیں کھایا کہ وہ اس کے لیے راہ نجات نکال دے۔ (از زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۶۴)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت کا دارو مدار عمرو بن مرزوق باہلی پر ہے، جن کی عام اہل علم نے اگرچہ توثیق کی ہے، مگر دارقطنی نے انھیں "كثير الوهم" حاکم نے " سئ الحفظ" ابن حبان نے "ربما اخطا" ابن عمار موصلی نے" ليس بشئ" عجلی نے "ضعيف ليس بشئ" وابن مدینی نے " ذاهب الحديث" کہا۔(تهذيب التهذيب: ۸/۸۸، ۸۹) لہذا ہم اسے سوء حفظ ابن مرزوق کا نتیجہ مانتے ہیں۔

۱٤۔ " عن سعيد بن جبير عن ابن عباس في رجل طلق امرأته ألفا فقال ابن عباس: أما ثلاث فتحرم عليك امرأتك و بقيتهن عليك وزراً اتخذت آيات الله هزواً" (سنن بيهقي: ۷/۳۳۱، ۳۳۲)

یعنی ابن عباس سے فتویٰ پوچھا گیا کہ ایک عورت کو اس کے شوہر نے ایک ہزار طلاقیں ویدیں، تو ابن عباس نے کہا تین طلاقوں نے تو اس کی بیوی کو اس پر حرام کردیا، باقی طلاقیں طلاق دہندہ پر گناہوں کا بوجھ ہوئیں، اس نے آیات اللہ کا مذاق کیا۔(زیرنظر دیوبندی، کتاب:۶۴)

ہم کہتے ہیں کہ اس کی سند میں واقع عمرو بن مرہ سے سفیان ثوری نے عنعنہ سے روایت کی جو مدلس تھے، یعنی یہ روایت ساقط الاعتبار ہے۔

۱۵۔ " روى ابن أبي شيبة من وجه آخر صحيح أيضاً فقال: حدثنا ابن نمير عن الأعمش عن مالك بن الحارث عن ابن عباس أتاه رجل فقال إن عمي طلق امرأته

ثلاثا فقال: إن عمك عصى الله فأندمه الله فلم يجعل له مخرجاً۔" رواه عبد الرزاق في مصنفه عن الثوري و عن معمر عن الأعمش

(الجوهر النقي على السنن الكبرىٰ للدارقطني: ۳۳۲/۷)

یعنی حضرت ابن عباس کے پاس ایک آدمی آیا اور بولا میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں، تو ابن عباس نے کہا کہ تمہارے چچا نے خوف خدا نہیں کھایا، اس لیے انھیں اللہ تعالیٰ نے رسوا کیا، لہٰذا ان کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، ص: ۶۴، ۶۵)

ہم کہتے ہیں کہ اس کی سند میں اعمش کی تدلیس ہے، لہٰذا یہ ساقط الاعتبار ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کا مستدل سولھواں اثر:

۱۶۔ فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن هارون بن عنزة عن أبيه قال: كنت جالساً عند ابن عباس فاتاه رجل فقال: يا ابن عباس، إنه طلق امرأته مئة مرة و إنما قلتها مرة واحدة فتبين مني بثلاث أم هي واحدة فقال: بانت منك بثلاث و عليك وزر سبعة و تسعين"(مصنف ابن أبي شيبة: ۱۳/۵)

یعنی عنزہ نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس کے پاس تھا کہ ایک آدمی آیا اور بولا: اے ابن عباس! میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دیدیں اور انھیں اکٹھی ہی دی ہیں تو کیا میری بیوی تین طلاقوں سے جدا ہو جائے گی، تو ابن عباس نے کہا تمہاری بیوی تین طلاقوں سے جدا ہو جائے گی اور ستانوے طلاقیں تمہارے اوپر گناہ ہوں گی۔" (زیرِ نظر دیوبندی، کتاب: ۶۵)

ہم کہتے ہیں کہ اس طرح کے آثار کا ہم اصولی جواب دے چکے ہیں کہ خلاف نصوص دی ہوئی طلاقیں کالعدم ہوں گی۔

۱۷۔ فرقہ دیوبندیہ کا مستدل سترہواں اثر:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

۱۷۔ عن عطاء عن ابن عباس قال: أتاه رجل فقال: إني طلقت امرأتي ثلاثاً قال: يذهب أحدكم فليتطلخ بالنتن ثم يأتينا، اذهب فقد عصيت ربك و قد حرمت عليكم امرأتك، لاتحل حتى تنكح زوجاً غيرك قال محمد: و به نأخذ، و هو قول أبي حنيفة، و قول العامة لااختلاف فيه۔"(كتاب الآثار مع التعليق المختار، ص: ۲۷۷)

یعنی حضرت ابن عباس کے پاس ایک آدمی آیا اور بولا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو

ابن عباس نے کہا کہ تم میں سے کوئی آدمی گندگی سے اپنے کو آلودہ کر لیتا ہے، پھر ہمارے پاس فتویٰ پوچھنے آتا ہے، جاؤ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم پر حرام ہوگئی، حتی کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ محمد بن حسن نے کہا اسی پر ہمارا عمل ہے، اور یہی ابوحنیفہ اور تمام لوگوں کا عمل ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ (زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:٦٥)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت کے راوی امام محمد بن حسن مجروح ہیں، مگر اس قسم کے آثار کا اصولی جواب ہم دے چکے ہیں۔

١٨۔ فرقہ دیوبندیہ کا مستدل اٹھارھواں اثر:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"عن محمد بن إياس بن البكير قال طلق رجل امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها، ثم بدا له أن ينكحها، فجاء يستفتي فذهبت معه أسأل له، فسأل أباهريرة و عبد الله بن عباس عن ذلك فقالا: لا نرى تنكحها حتى تنكح زوجا غيرك قال: إنما كان طلاقي إياها واحدة فقال ابن عباس: إنك أرسلت من يدك ما كان لك من فضل۔" (السنن الكبرىٰ: ٧/٣٣٥، و فتح القدير: ٣/٣٣٠)

یعنی محمد بن ایاس بن بکیر نے کہا ایک آدمی نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں، پھر وہ فتویٰ پوچھنے آیا، میں بھی اس کے ساتھ گیا، ابوہریرہ و ابن عباس سے فتویٰ پوچھا گیا، دونوں نے کہا ہم نہیں جانتے کہ تمھیں اس مطلقہ بیوی سے نکاح کر لینا جائز ہے، جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے، سائل نے کہا کہ اسے میری دی ہوئی طلاق تو صرف ایک ہوئی، ابن عباس نے فرمایا تمہارے اختیار میں جو بات تھی اسے تم نے گنوا دیا۔" (زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:٦٥، ٦٦)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس غیر مدخولہ کو دی ہوئی تین طلاقیں جب کہ وہ تین کلمات أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق سے دی گئی ہوں، صرف ایک بائنہ رجعیہ طلاق مانتے تھے اور حضرت ابن عباس ہی نہیں بلکہ بہت سارے صحابہ حضرت ابوہریرہ، حضرت عمر بن خطاب و ابن مسعود، علی مرتضیٰ و عائشہ صدیقہ و زید بن ثابت وغیرہ کا یہی مسلک تھا۔ (سنن بيهقي: ٧/٣٥٤، ٣٥٥) اور امام الدیوبندیہ ابن الترکمانی نے کہا کہ یہی مسلک امام طاؤس و خلفاء و جابر بن زید کا ہے۔ (الجوهر النقي مع سنن البيهقي: ٧/٣٣١) طلاق بائنہ رجعیہ کا مطلب ہے کہ تجدید نکاح کے ذریعہ مراجعت ہو سکتی ہے۔

۱۹۔ فرقہ دیوبندیہ کا مستدل انیسواں اثر:

فرقہ دیوبندیہ نے اس نمبر کے تحت ابن عباس سے نمبر ۱۸ کے ہم معنی روایت نقل کی، جس کے معارض بھی ابن عباس اور دوسرے متعدد صحابہ و تابعین کے فتاوی ہیں۔

۲۰تا ۲۴۔ آثار حضرت عبداللہ بن عمر:

مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے پانچ آثار اپنی تائید میں نقل کیے، جن کے جوابات "تنویر الآفاق" میں ہیں اور یہ معلوم ہے کہ نصوص کے خلاف کیا ہوا کام اور دیا ہوا فتویٰ باطل ہے۔

۲۵، ۲۶۔ آثار ام المومنین عائشہ صدیقہ:

مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے دو آثار پنی موافقت میں نقل کیے، لیکن ان سے اس کے معارض فتویٰ بھی منقول ہے اور نصوص کے خلاف آثار صحابہ و تابعین کا کوئی وزن نہیں۔

۲۷۔ فتویٰ عبداللہ بن عمرو بن العاص:

عنوان مذکور کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا ایک فتویٰ نقل کیا کہ غیر مدخولہ کو دی ہوئی تین طلاقیں ایک بائنہ طلاق ہوگی اور ان کے شاگرد عطاء بن یسار نے کہا علی الاطلاق وہ ایک رجعی طلاق ہوگی، واحدہ بائنہ کا مطلب بتایا جا چکا کہ تجدید نکاح کے ذریعہ رجعت ہو سکتی ہے۔

۲۸۔ فتویٰ حضرت ابو ہریرہ:

فرقہ دیوبندیہ نے اس عنوان کے تحت بھی پہلے والے فتاوی کی طرح حصرت ابو ہریرہ و ابن عباس کی طرح فتوی نقل کیا کہ غیر مدخولہ کو دی گئی تین طلاقیں ایک بائنہ رجعیہ طلاق ہوگی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۶۹)

۲۹۔ اثر حضرت زید بن ثابت:

فرقہ دیوبندیہ نے یہاں وہی فتویٰ نقل کیا، جو نمبر ۷ کے تحت نقل کیا، جس کا مکذوب ہونا ہم ظاہر کر چکے ہیں۔

۳۰۔ اثر حضرت انس بن مالک:

فرقہ دیوبندیہ نے حضرت انس و عمر فاروق سے اپنی تائید میں روایت نقل کی، جس کا ذکر پہلے بھی آ چکا ہے اور ہم بتلا چکے ہیں کہ خلاف نصوص آثار صحابہ کا کوئی وزن نہیں۔

۳۱۔ اثر ام المومنین حضرت ام سلمہ:

عنوان مذکور کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دینے کے متعلق انھوں نے کہا: اب اس کے شوہر کے لیے اپنی اس بیوی سے ہم بستر ہونا حلال نہیں۔ (زیر نظر دیوبندی

کتاب، صفحہ:۷۰، بحوالہ مصنف ابن أبي شیبہ ۲۲/۵) ہم کہتے ہیں کہ اس اثر ام سلمہ کا مطلب ظاہر نہیں کہ انھوں نے ایسی عورت کو مطلقہ واحدہ بائنہ رجعیہ قرار دیا یا کیا؟ کیونکہ بائنہ رجعیہ کے ساتھ تجدید نکاح کرکے رجوع کیا جا سکتا ہے اور نکاح سے پہلے اس سے ہم بستر ہونا جائز نہیں۔

۳۲۔ اثر حضرت عمران بن حصین و ابو موسیٰ اشعری:

عنوان مذکور کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے عمران بن حصین و ابو موسیٰ اشعری سے اپنی تائید والی روایت نقل کی۔(زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۷۰، ۷۱) ہم کہتے ہیں کہ اس طرح کے آثار کا جواب ہم دے چکے ہیں۔

۳۳۔ اثر مغیرہ بن شعبہ:

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت گزشتہ آثار کے ہم معنی اثر مغیرہ بن شعبہ نقل کیا ہے، جن کے جواب سے ہم فارغ ہو چکے۔

فرقہ دیوبندیہ نے کہا کہ:

"یہ پندرہ حضرات صحابہ کے آثار و فتاویٰ ہیں، جن سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ان کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہوتی ہیں...... الخ (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صف:۷۱، ۷۲) ہم ان کا جواب بھی دے چکے ہیں۔

بے جا جسارت:

اس عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"ایک غیر مقلد عالم جو اپنی جماعت میں اہمیت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں، حضرات صحابہ کے ان فتاویٰ کی شرعی حیثیت مخدوش بنانے کی نازیبا جسارت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ایک مجلس میں اگر کسی نے تین طلاقیں دیدیں، تو وہ ایک ہی رجعی طلاق ہوں گی اور حضرت عمر نے بطور تعزیر ایک آرڈی نینس جاری کیا کہ ایسی طلاقیں تین ہوں گی، حضرت عمر فاروق کے اس طریق کو اس وقت کے عام مسلمانوں نے تسلیم نہیں کیا، صرف تیرہ افراد نے جو حضرت عمر فاروق کے گورنر تھے اسے تسلیم کیا۔" (ملخص از دیوبندی کتاب، صفحہ:۷۲، بحوالہ روزنامہ پیام مشرق کلکتہ ۱۶/ ستمبر ۱۹۹۳ء)

موصوف نے اپنی اس غیر ذمہ دارانہ بلکہ مجرمانہ تحریر میں چار دعوے کیے:

۱۔ ایک وقت کی تین طلاقیں ایک ہی ہوں گی۔

ہم کہتے ہیں کہ نصوص کتاب و سنت سے یہی ثابت ہے کہ ایک وقت کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق ہوگی۔

۲۔ حضرت فاروق اعظم کا تین کو تین شمار کرنے کا فیصلہ غیر شرعی تھا بلکہ تعزیری تھا۔

ہم کہتے ہیں اس کا اعتراف تو خود حضرت عمر کو تھا، پھر اپنے اس تعزیری آرڈی نینس سے انھوں نے رجوع بھی کر لیا۔

۳۔ تمام صحابہ نے اس تعزیری حکم فاروقی کو نہیں تسلیم کیا، صرف ان کے تیرہ گورنروں نے کیا، دیوبندیہ نے کہا فاروقی گورنر سترہ تھے۔

① ابوعبیدہ بن جراح، ② یزید بن ابی سفیان ③ معاویہ بن ابی سفیان، ④ عمرو بن العاص، ⑤ سعد بن ابی وقاص، ⑥ عتبہ بن غزوان، ⑦ ابو موسیٰ اشعری، ⑧ عتاب بن اسید، ⑨ نافع بن ابی الحارث، ⑩ خالد بن العاص، ⑪ عثمان بن ابی العاص، ⑫ یعلی بن امیہ، ⑬ علاء ابن حضرمی، ⑭ عیاض بن غنم، ⑮ عمرو بن سعد، ⑯ حذیفہ بن الیمان، ⑰ نافع بن عبدالحارث۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۷۲، ۷۳)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ۱۴ھ میں وفات صدیقی کے بعد خلیفہ ہوئے اور اپنے خلافت کے تین سال بعد یعنی ۱۶، ۱۷ھ میں انھوں نے مذکورہ تعزیری قانون نافذ کیا، اس کے پہلے عہد نبوی سے لے کر ۱۷ھ تک ایک وقت و مجلس کی دی ہوئی تین یا اس سے زیادہ طلاقیں ایک کے علاوہ سبھی باطل و کالعدم قرار پاتی تھیں، اور ایک کو رجعی طلاق اس لیے مانا جاتا تھا کہ ایک طلاق اپنے صحیح وقت و مجلس میں دی ہوئی ایک مانی جاتی تھی اور ۱۶، ۱۷ھ میں یا اس سے پہلے دیوبندیہ کے مذکورین عمال فاروقی فوت ہو گئے، مثلاً ابوعبیدہ[1] بن الجراح اور عتبہ[2] بن غزوان و عتاب[3] بن اسید و نافع[4] بن عبدالحارث و خالد[5] بن سعید بن العاص و علاء[6] بن حضرمی و یزید[7] بن ابی سفیان۔ باقی حضرات میں سے کسی سے بھی بسند معتبر ثابت نہیں ہے کہ وہ ایک مجلس و وقت کی تین طلاقیں تین قرار دیتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ فرقہ دیوبندیہ نے بڑے پیمانے پر اکاذیب کا استعمال کیا ہے، اور حضرت عمر فاروق کے عمال و گورنروں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے، جس اہل حدیث عالم نے کہا کہ اس فاروقی آرڈی نینس کو صرف تیرہ گورنروں نے تسلیم کیا تھا، ان کے مآخذ کا ہم کو علم نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ بسند صحیح ان گورنروں کا تسلیم فرمان فاروقی بذریعہ معتبر ثابت نہیں ہوتا، تب تک اسے ماننا بھی ٹھیک نہیں۔

دیوبندیہ کی استعمال اکاذیب میں مزید در مزید ترقی:

جب یہ معلوم ہے کہ عہد نبوی و عہد صدیقی اور ابتدائے عہد فاروقی میں ایک وقت و مجلس کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق قرار پاتی تھیں، تو ہمیں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ تمام صحابہ عہد نبوی و عہد صدیق و ابتدائے عہد فاروقی والے شرعی قانون کے پیرو تھے، کیونکہ عہد نبوی والا اجماعی دستور یقیناً شرعی قانون ہے، اس لیے جن صحابہ سے اس عہد نبوی والے منصوص فرمان سے اختلاف منقول نہیں ہے، انھیں اصل کے مطابق بیک وقتی طلاق ثلاثہ کو ایک رجعی طلاق والا سمجھنا ضروری ہے اور اس فرمان فاروقی کے بعد والے جن صحابہ سے تین کو تین ماننے کا ثبوت ہے،

صرف انہیں کو نصوص کے خلاف کسی بھی وجہ سے راہ عمل اختیار کرنے والا مانا جائے گا، صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے اور ان میں سے اچھی خاصی تعداد عہد نبوی و عہد صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی میں فوت ہوگئی اور بعد والے صحابہ میں سے صرف اسی کو اس اجماع عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی کے خلاف راہ عمل اختیار کرنے والا مانا جا سکتا ہے، جس کی بابت معتبر ثبوت اور اس طرح کا ثبوت فرقہ دیوبندیہ صرف تیرہ چودہ صحابہ کی طرف منسوب کر سکا ہے، ان میں سے اس عارضی قانون کے نافذ کرنے والے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور اس رجوع فاروقی کا غیر معمولی اثر صحابہ کرام پر پڑنا واضح ہے، جن تیرہ چودہ صحابہ کی طرف دیوبندیہ نے اپنی بات منسوب کی ہے، یہ انتساب بھی معتبر نہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیوبندیہ نے اللہ و رسول و ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ پر افتراء پردازی کی، بایں ہمہ یہ فرقہ کہتا ہے کہ

ل۔ قرآن و صحیح احادیث و آثار صحابہ ناطق ہیں کہ تین طلاقیں تین ہوں گی۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ دیوبندیہ کی اللہ و رسول و ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ پر افتراء پردازی ہے۔

ب۔ گزشتہ صفحات میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی بات سے ثابت ہے کہ خلفائے راشدین نے اپنے عہد میں جو احکام صادر فرمائے ازروئے قرآن و حدیث ان کی حیثیت شرعی فتووں کی ہے۔(زیر نظر دیوبندی، کتاب، صفحہ:۴۳)

ہم کہتے ہیں کہ خلفائے راشدین اور قرآن و حدیث کی فرقہ دیوبندیہ نے کم از کم نوے فیصد مسائل میں مخالفت کر رکھی ہے اور جن دس مسائل میں موافقت کی ہے، وہ محض اتفاقی حادثہ ہے، اس میں فرقہ دیوبندیہ کا قصد نہیں کہ ہمیں کتاب و سنت کی پیروی کرنی لازم ہے!!

ج۔ اس فیصلہ فاروقی کے خلاف موصوف اہل حدیث صرف دس صحابہ سے مستند و صحیح طریق پر ثابت کر دیں، تاکہ ان کی صداقت ثابت ہو جائے ﴿وادعوا شهداء كم من دون الله ان كنتم صادقين﴾(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۴۳)

ہم کہتے ہیں کہ نصوص شرعیہ و اجماع عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی کے مطابق ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ عمل کرتے رہے۔ فاروقی تعزیری حکم کے بعد جس سے انھوں نے خود رجوع کر لیا، دیوبندیہ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ نصوص و اجماع کے خلاف عمل کا انتساب ایک دو صحابی کی طرف بسند صحیح ثابت کریں، اس کا ہم سے مطالبہ حماقت و جہالت مرکبہ یا دھاندلی بازی و دھینگا مشتی ہے۔ اس کے بعد دیوبندیہ نے اہل حدیث کے خلاف جو دشنام طرازی کی ہے، اسے ہم اللہ کی طرف پیش کریں گے۔

۳۔اجماع:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"قرآن و حدیث کے بعد شریعت اسلامی کا تیسرا ماخذ اجماع ہے، عہد فاروقی میں صحابہ کرام کا اس پر

اجماع ہو چکا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہوں گی، ذیل میں اس اجماع کے ثبوت میں محققین و فقہاء ومحدثین کے اقوال ملاحظہ ہوں:''

ہم کہتے ہیں کہ نصوص کتاب وسنت ایک وقت کی تین طلاق کے ایک رجعی طلاق ہونے پر واضح ہیں، پہلے دیوبندیہ بتلائیں کہ ان نصوص سے انحراف کیونکہ جائز ہے؟ نیز اسی پر عہد نبوی وصدیقی و ابتدائے عہد فاروقی میں اجماع رہا، فرقہ دیوبندیہ نے اس اجماع کو توڑنے کی جسارت کیوں کی؟ حضرت عمر فاروق نے تو صرف اسے تعزیری وقتی قانون کی طرح نافذ کیا تھا، پھر اس سے تھوڑے ہی دنوں میں کیوں رجوع کرلیا، اور فرقہ دیوبندیہ نے تعزیری وقتی و عارضی قانون فاروقی کو کیوں شرعی دائمی قانون بنالیا؟ اور رجوع فاروقی کو دلیل کیوں نہیں بنایا؟

دیوبندیہ کے دعویٰ اجماع کی تکذیب:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا کہ طلاق البتہ اہل مدینہ کی اصطلاح میں ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو کہتے ہیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۵۶، ۵۷) اور کئی اسانید صحیحہ سے مروی ہے کہ:

"إن عمر بن الخطاب جعل البتة تطليقة، و زوجها أحق بها، و في رواية: أملك بها"
یعنی حضرت عمر فاروق نے طلاق بتہ سے مراد ایک وقت کی تینوں طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیا۔''

(سنن سعید بن منصور، مصنف عبد الرزاق و مصنف ابن ابی شیبہ۔)

مذکورہ بالا روایت کئی صحیح سندوں اور متعدد تابعین سے مروی ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امیر المومنین عمر فاروق ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کے تین ہونے کے تعزیری و عارضی والے اپنے حکم سے رجوع کر کے ایک وقت و مجلس کی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق نصوص اور اجماع عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی کے مطابق قرار دینے لگے تھے۔ (نیز ملاحظہ ہو ہماری کتاب "تنویر الآفاق" صفحہ: ۱۱۸ تا ۱۲۰)

اس حقیقت ثابتہ کے ہوتے ہوئے فرقہ دیوبندیہ کا دعویٰ کہ بیک وقت و مجلس تین طلاق کے تین ہونے پر ابتدائے عہد فاروقی میں اجماع ہو چکا ہے، اکاذیب پرستی کے علاوہ کیا ہے؟ جس کے بل بوتے پر دیوبندیہ اپنے اس مکذوبہ دعویٰ اجماع کے مدعی ہیں، وہ خود اس مزعومہ دیوبندیہ والے اجماع سے اختلاف رکھتے ہیں اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اس رجوع فاروقی کے بعد بہت سارے صحابہ بلکہ سارے صحابہ ایک مجلس و وقت کی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دینے لگے ہوں گے۔

دیوبندیہ کے مکذوبہ دعویٰ اجماع پر سرسری نظر:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے موقف پر اجماع کے دعویٰ کی تصحیح کے لیے اپنے جیسے تقلید پرست ابن الھمام کی فتح القدیر (۳۳۰/۳) نیز دوسرے تقلید پرست عینی کی کتاب عمدة القاري (۲۳۳/۲۰) اور غالی مقلد مالکی ابن

العربي و ابوعبد اللہ محمد بن احمد قرطبی کی تفسیر أحکام القرآن (۳/۱۲۹) ونووی کی شرح مسلم (۱/۴۷۸) وغیرہم سے اجماع نقل کیا ہے اور مقلدین کی نقل کا اس طرح کے مسائل میں کوئی اعتبار نہیں۔(زیر نظر دیوبندی، کتاب، صفحہ:۷۵ تا صفحہ:۷۶)

دیوبندیہ نے اس بحث کو اپنے اکاذیب اور کوثری کے دم چھلوں کے اکاذیب سے بھر دیا اور اہل حدیث پر دشنام طرازی کر رکھی ہے۔

مخالف دلائل پر ایک نظر:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے اس عنوان کے تحت بزعم خویش کہا کہ اہل حدیث اپنے موقف پر صرف دو احادیث پیش کرتے ہیں، ایک ابن عباس والی حدیث کہ عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی میں ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق مانا جاتا تھا، دوسری یہ کہ ابن عباس کا بیان ہے کہ رکانہ کی ایک مجلس و وقت کی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دے کر آپ ﷺ نے رجوع کا حکم دیا۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۸۶ تا صفحہ:۹۶)

ان دونوں ہی احادیث کے سلسلے میں فرقہ دیوبندیہ نے اپنی عادت کے مطابق بڑی بدعنوانیاں کی ہیں اور فرقہ دیوبندیہ کا یہ دعویٰ مکذوب محض ہے کہ اہل حدیثوں کے پاس بطور دلیل یہی دو احادیث ہیں، حقیقت یہ ہے کہ موقف اہل حدیث پر بہت ساری آیات و احادیث نبویہ و آثار صحابہ تابعین ہیں، جن کی تفصیل ہماری کتاب "تنویر الآفاق" میں ہے۔اسی پر دیوبندیہ نے اپنی کتاب ختم کردی ہے، ہم بھی اسی پر اپنی گفتگو ختم کرتے ہیں۔

الحمد للہ الذی تتم بہ الصالحات

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس۔ ۱۱/مئی ۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس

۲،۳/مئی ،۲۰۰۱ء انتیس تقلیدی زہر آلودہ کتابوں پر مشتمل پیکٹ لوگوں میں جدال وخصام کا بازار تیز سے تیز تر گرمانے کے لیے مفت تقسیم کیے گئے ، بھان متی کے اس پٹارے سے نکلی ہوئی شر ور وفتن سے بھری ہوئی کتابوں میں سے ایک دیوبندی کتاب :

”حضرت امام ابوحنیفہ پر ارجاء کی تہمت“

از

حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی استاذ دار العلوم دیوبند

پر ہمارا

سلفی تحقیقی جائزہ وتبصرہ

از قلم

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس ۔ ۱۸/مئی/۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على جميع الأنبياء والمرسلين خصوصاً على محمد خاتم النبيين و آله و أصحابه أجمعين وبعد:

چودھویں صدی ہجری میں اسلام دشمنوں کی سازش سے تولد پذیر ہونے والے فرقہ دیوبندیہ اور اس کے سگے بھائی بریلویہ نے نبوی پیش گوئی کے مطابق شرور وفتن کی حوصلہ افزائی کی حد کردی، معلوم نہیں کتنے دنوں سے فرقہ دیوبندیہ جو زمانہ نبوی سے قیامت تک شان وشکوہ سے رہنے والے اہل حدیث کے خلاف بہت زیادہ خار کھائے بیٹھا اور یہ فرقہ اپنے زمانہ تولید سے لے کر اہل حدیث کے خلاف سرگرم عمل ہے اور اہل حدیث کے خلاف بہت سارے اقدامات کے ساتھ بہت زیادہ ذخیرہ کتب لکھ کر شائع کر چکا اور کرتا رہتا ہے، اسے یک بیک اسلامیان ہند خصوصاً اور اسلامیان عالم عموماً کے خلاف ناگفتہ بہ حالات میں اہل حدیث کے خلاف ''تحفظ سنت کانفرنس'' کے نام سے ۲،۳/مئی، ۲۰۰۱ء میں نہ جانے کتنے زمانہ کی تیاریوں کے بعد ہنگامہ وشورش برپا کرنے کی سوجھی، جس کا سلسلہ بہت دراز اور نتائج بھیانک وخوفناک ہیں، اس دیوبندی کانفرنس کے موقع پر اس فرقہ نے نہ جانے کتنی محنت شاقہ اور کتنے زمانہ کی کوششوں سے انتیس کتابوں پر مشتمل پیکٹ تیار کیے اور انھیں بہت بڑے پیمانے پر نہ جانے کہاں سے حاصل شدہ سرمایہ سے دیوبندی علماء وخواص وعوام میں مفت تقسیم کیا گیا، تاکہ دیوبندی مولوی اور عوام و خواص کے لیے یہ پیکٹ اہل حدیث کے خلاف لڑنے جھگڑنے جدال و خصام کے لیے ہتھیار و اسلحہ جات کا کام کر سکیں۔ ہم بہر حال اس دیوبندی کانفرنس سے کئی سال پہلے ہارٹ اٹیک کی جان لیوا بیماری میں مبتلا ہیں، مگر اس کانفرنس اور اس کے نتیجہ میں اہل حدیث کے خلاف شورش کے زمانہ میں بیماریوں میں اس بیماری کے ساتھ گرفتار رہے، اور ہم چونکہ ذاتی طور پر مفلوک الحال و پریشان کن معاملات کے شکار ہونے اور اپنے و پرائے لوگوں کی نہایت افسوسناک بے رخی اور بے توجہی بلکہ بعض لوگوں خصوصاً بعض رشتہ داروں کے سبب بے کراں رنج و الم میں ڈوبے ہوئے تھے اور ذرا سا موقع ملنے پر دوسرے ضروری علمی کاموں، درس و تدریس، خارجی طور پر طلباء کی علمی تحقیقی رہنمائی و شعبہ افتاء کی دیکھ بھال اور اپنے گاؤں کے مدرسہ معین العلوم کے انتظامات کی طرف توجہ مبذول رکھنے نیز یہ سمجھنے کے باعث کہ اس دیوبندی کانفرنس سے اٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ ہماری جماعت کے لوگ بآسانی کرلیں گے، اس نئے دیوبندیہ فتنہ کی طرف توجہ نہیں دے پا رہے تھے کہ پورے ملک و بیرون ملک سے مطالبات شروع ہو گئے کہ کم از کم اس دیوبندی پیکٹ میں بھری زہر آلود کتابوں کا شافی جواب لکھ دیں، میرے حالات سے ذرا برابر بھی توجہ نہ رکھنے والے ان بڑے بڑے سرمایہ داروں کی اس کرم فرمائی کا میں نے شکریہ ادا

کیا، مگر ان زہریلی دیوبندی کتابوں کے رد کے لیے جن مراجع کی ضرورت تھی ان سے میں بالکل تہی دست ہوں، پھر بھی اس طرف کسی کی بھی نظر نہیں گئی، میں محض توکل علی اللہ اس کام کی طرف اپریل ۲۰۰۲ء میں متوجہ ہوگیا۔

اس دیوبندی کتاب میں بھی سرورق "ید اللّٰہ علی الجماعة" والی حدیث لکھ کر ظاہر کیا گیا ہے کہ فرقہ دیوبندیہ اہل سنت بھی اور اہل جماعت بھی ہے، جب کہ حقیقةً یہ فرقہ شدید ترین دشمن اہل سنت و جماعت ہے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق اور دوسرے صحابہ نے بالصراحت کہا اور تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہے۔ یہ فرقہ درحقیقت فرقہ مرجیہ ہے اور جن عناصر سے پیدا ہوا ہے، وہ فرقہ مرجیہ وجہمیہ ومعتزلہ کے ملغوبہ ہیں، اور ارشاد نبوی ہے کہ

"صنفان من أمتي ليس لهما نصيب في الإسلام: المرجية، والقدرية"

یعنی میرے بعد میری امت میں پیدا ہونے والے گمراہ و گمراہ گر فرقوں میں سے ایک فرقہ مرجیہ ہوگا، دوسرا قدریہ ہوگا۔

(أخرجه الترمذي وابن ماجه والبخاري في تاريخه، و حسنه الحافظ ابن الصلاح وابن حجر، مرعاة شرح مشكوٰة: ١/١٩٣، ١٩٤، حديث نمبر: ١٠٥)

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

١٨ مئی ٢٠٠٢ء

تمہید

ٹائیٹل اور ان ٹائیٹل پیج کے بعد فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''امام اعظم ابوحنیفہ مجتہدین کے سرخیل ہیں اور اسی عظیم المرتبت جماعت کے سب سے نمایاں فرد ہیں، جن کی ثقاہت و عدالت اور امامت پر امت کا اجماع ہے اور ثبوت اجماع کے جتنے بھی طریقے ہیں، ان سے ان کی عدالت و فقاہت پر اجماع ثابت ہو چکا ہے، لیکن اس کے خلاف بعض لوگوں کی جانب سے اب بھی امام ابوحنیفہ کی طرف ارجاء کی نسبت کی جا رہی ہے، اس کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے ایمان کی بابت فقہاء و محدثین ائمہ اور اسلامی فرقوں کے مذاہب کا بیان ضروری ہے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۲)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کا یہ دعویٰ خالص افتراء اور کذب و دروغ بے فروغ ہے کہ امام ابوحنیفہ ائمہ مجتہدین کے سرخیل ہیں، نیز یہ بھی بہت بڑی کذب بیانی ہے کہ امام ابوحنیفہ جماعت ائمہ مجتہدین کے سب سے نمایاں فرد ہیں، اور یہ بھی بہت بڑا افتراء ہے کہ امام ابوحنیفہ کی ثقاہت و عدالت و امامت پر اجماع امت ہے، نیز ہر طریق سے امام ابوحنیفہ کی فقاہت و عدالت پر دعویٰ اجماع دیوبندیہ مکذوب محض ہے، یہ بھی دیوبندیہ کا گھناؤنا جھوٹ ہے کہ آج بعض لوگوں کی طرف سے امام ابوحنیفہ کی طرف مرجی ہونے کی نسبت کی جا رہی ہے، کیونکہ محققین ان روایات معتبرہ و متواترہ کو صرف نقل کر دیتے ہیں، جن سے امام ابوحنیفہ اور ان کے متبعین و مقلدین کا مرجی ہونا ایک اجماعی مسئلہ معلوم ہوتا ہے، ہم بڑی اذیت کے ساتھ ایمان سے متعلق دیوبندیہ کے ان جھوٹے و مکذوبہ بیانات کا سننا دیکھنا گوارا کر رہے ہیں، جنھیں فرقہ دیوبندیہ نے فقہاء و محدثین ائمہ اور اسلامی فرقوں کے مذاہب قرار دینے کو ضروری کہا ہے۔

مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی ابتداء:

اپنے اس عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے یہ ظاہر کیا کہ

تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان ہی کے زمانہ میں فتنہ و فساد برپا کرنے والا فرقہ پیدا ہوا جس نے حضرت عثمان کے خلاف بغاوت کر کے انھیں شہید کر دیا، ان کے بعد زمانہ علی مرتضی چوتھے خلیفہ راشد میں فتنے برپا ہوئے، جنگ جمل وصفین پیش آئی، صفین میں مخالفین علی مرتضی امیر معاویہ وغیرہ نے اپنے کو شکست خوردہ دیکھتے ہوئے اس غرض سے نیزوں پر قرآن مجید کے نسخے بلند کیے، قرآن مجید کو حکم مان لیا جائے،

علی مرتضیٰ نے اسے جنگی چال سمجھ کر اپنی فوج سے مجوزہ تحکیم قرآن کو قبول نہ کرنے پر آمادہ کرنا چاہا، مگر ان کی فوج پر جن عناصر کا غلبہ تھا، انھوں نے یہ تحکیم قبول کرنے پر حضرت علی مرتضیٰ کو مجبور کر دیا، پھر مصالحت کے لیے دو ثالث مقرر ہوئے، مگر جن عناصر نے تحکیم قبول کرنے پر حضرت علی مرتضیٰ کو مجبور کر دیا وہی لوگ حضرت علی سے منحرف ہو گئے اور تحکیم کو کفر قرار دیا، جو تحکیم قبول کرنے والوں کو کافر نہ کہے، انھیں بھی ان عناصر کے لیے کافر کہنا ضروری قرار دیا اور انھوں نے ﴿إن الحكم إلا لله﴾ کا نعرہ لگایا، جو ایک قرآنی فقرہ ہے، مگر اسے عناصر مذکورہ نے غلط معانی پہنائے، بقول حافظ ابن عبدالہادی حنبلی ملت اسلامیہ میں یہ پہلا فتنہ برپا ہوا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے، توبہ کیے بغیر مرے تو جہنمی ابدی ہوگا، یہ فرقہ فرقہ خوارج ہے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب کا ماحصل، ص:۳، ۴)

ہم کہتے ہیں کہ خوارج سے پہلے روافض و سبائی فرقہ رونما ہوا، جو حضرت علی کو ''وصیِ نبوی'' کہتا تھا کہ وہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ بلافصل ہیں، نیز یہ کہ وہ معصوم ہیں، نیز یہ کہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہیں جو انسانی شکل میں نمودار ہوئے وغیرہ وغیرہ۔ کیا فرقہ دیوبندیہ ان حقائق سے ناواقف ہے؟ جو اسلام میں ظاہر ہونے والا پہلا فرقہ فرقہ خوارج کو بتلاتا ہے، کیا وہ اپنی اسی جہالت آبائی و جہالت مرکبہ کی بنیاد پر ایمان کی بابت مذاہب فقہاء و محدثین بیان کرنے کا مدعی ہے؟

خوارج کے عقائد:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے قائم کردہ عنوان مذکورہ بالا کے تحت کہا:

'' خوارج ہر گنہگار کو کافر سمجھتے تھے، چاہے یہ گناہ اس نے ارادہ گناہ سے کیا ہو یا غلط فہمی وخطائے اجتہادی کی بنیاد پر، اسی لیے وہ حضرت علی کو۔ معاذ اللہ۔ کافر کہتے تھے، حالانکہ حضرت علی خود تحکیم کے لیے تیار نہ تھے، بلکہ انہیں خوارج ہی نے قبول تحکیم پر مجبور کیا تھا، بالفرض تحکیم نادرست تھی تو زیادہ سے زیادہ اسے حضرت علی کی خطائے اجتہادی کہا جا سکتا ہے، خوارج کا حضرت علی کی تکفیر پر اصرار یہی بتلا رہا ہے کہ یہ لوگ خطائے اجتہادی کو بھی دین سے خارج ہونے کا سبب مانتے تھے، یہ لوگ حضرت عثمان، طلحہ، زبیر و عائشہ کو بھی کافر کہتے تھے، حالانکہ ان حضرات کو زیادہ سے زیادہ خطائے اجتہادی کا مرتکب مانا جا سکتا ہے، ،خوارج کی تردید کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن سے استدلال کی بجائے اسوۂ نبوی کو پیش کیا، تاکہ ان کے سطحی ذہن کے لیے گنجائش کی تاویل نہ رہے، حضرت علی نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے شادی شدہ زانی وزانیہ کو سنگسار کیا، پھر نماز جنازہ پڑھائی، اس کے اہل خانہ کو اس کا وارث مانا، آپ ﷺ نے ناحق قتل کرنے والے کو سزائے موت دی، لیکن اس کے ورثہ کو محروم وراثت نہیں کیا۔ چور کے ہاتھ کٹوائے،

غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے لگوائے، پھر بھی انھیں مال غنیمت سے حصہ دیا۔" (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۴، ۵)

ہم کہتے ہیں کہ خوارج کے اگرچہ کئی فرقے ہیں، جو باہم بہت اختلاف رکھتے ہیں، مگر ہم فرقہ دیوبندیہ کی اس بات کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں۔

معتزلہ کا ظہور:

اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے معتزلہ سے متعلق حسب ذیل بات نقل کی، جو اس کے بیان کا خلاصہ ہے:

"تحکیم کے بعد خوارج نے مرتکب کبائر کی تکفیر کی، مگر حضرت علی کی تردید اور تمام صحابہ کی تائید علی سے کچھ دنوں کے لیے یہ مسئلہ دب گیا، مگر گاہے بگاہے ابھرتا رہا، ادھر معتزلہ کا ظہور ہوا، پھر اس مسئلہ میں تیزی آئی، امام حسن بصری کی درسگاہ میں واصل بن عطاء نامی شخص حاضر ہوا کرتا تھا، اس نے امام حسن بصری کی مخالفت کی اور کہا گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ مسلمان ہے نہ کافر مگر دونوں کی درمیانی منزل میں ہے اس کے بعد اس نے درسگاہ حسن بصری سے علیحدہ اپنی درسگاہ قائم کی، بقول شہرستانی واصل کہتا تھا کہ ایمان جملہ اعمال خیر کا نام ہے، جب کسی میں یہ موجودہ ہوں گی تو وہ مومن ہوگا فاسق میں یہ باتیں جمع نہیں ہوسکتیں، اس لیے اسے فاسق نہیں کہا جائے گا، لیکن اسے کافر بھی نہیں کہا جائے گا، کیونکہ وہ کلمہ شہادت کا قائل ہے اور اس میں کچھ اعمال خیر بھی موجود ہیں، یہ توبہ کے بغیر مرے تو ہمیشہ کے لیے جہنمی ہوگا، کیونکہ آخرت میں دو ہی فریق ہوں گے جنتی و جہنمی" (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۵)

فرقہ مرجیہ:

اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"جب دوبارہ مرتکبین کے ایمان کا مسئلہ چھڑا تو خوارج ایسے لوگوں کو تو پہلے ہی کافر کہتے تھے اور معتزلہ ان سے ایمان کی نفی کرکے ایمان و کفر کے درمیان ایک درجہ ثابت کرنے لگے، معتزلہ و خوارج کے برعکس مرجیہ نے کہا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ سے کچھ ضرر نہیں ہوتا، جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے اطاعت بے اثر ہیں اور مدعی بنے کہ ایمان تصدیق و اقرار و اعتقاد و معرفت کا نام ہے اور ایمان کی موجودگی میں معصیت ضرر رساں نہیں، اعمال کو جنت و جہنم کے دخول سے کوئی واسطہ نہیں۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۶)

اہل سنت و جماعت:

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان بالا کے تحت کہا:

''اہل سنت و جماعت متفق ہیں کہ آدمی کو ضرر ہوتا ہے، مگر اللہ چاہے تو اس پر رحم کر کے معاف کر دے یا بلا سزا کے جنت میں داخل کرے اور چاہے تو سفارش کے ذریعہ مغفرت فرما دے یا عمل بد کے برابر سزا دے کر جنت میں داخل کرے، لیکن ایسا شخص ہمیشہ کے لیے جہنمی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ارتکاب گناہ سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا نہ ایمان سے خارج ہوتا ہے۔ امام نووی شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت واہل حق سلف و خلف کا یہی مذہب ہے کہ جو ایمان پر مرا وہ بہر حال جنت میں جائے گا، اگر چہ ایسا شخص ہر طرح کے گناہ سے محفوظ ہے۔ یا قبل بلوغ دیوانہ و پاگل ہو گیا یا کفر و شرک ودیگر معاصی سے تائب ہو گیا اور بعد توبہ مرتکب گناہ نہیں ہوا، وہ بلا عذاب جنت میں داخل ہوگا اور جو مرتکب کبائر ہوا اور بغیر توبہ مر گیا وہ اللہ کے اختیار میں ہے، چاہے تو اسے معاف کر کے بلا عذاب جنت میں داخل کرے یا بقدر گناہ عذاب دے کر جنت میں داخل کرے۔ جس کا انتقال ایمان پر ہوا وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ جس کا انتقال کفر پر ہوا وہ جنت میں نہیں جا سکتا خواہ وہ بہت اعمال خیر کیے ہو، اس میں اہل حق کا یہی جامع مذہب ہے الخ...... اس سلسلے میں فرقہ دیوبندیہ نے اسی معنی کی باتیں متعدد کتب سے نقل کی ہیں۔ (ملاحظہ ہو زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶ تا ۱۲)

متکلمین، فقہاء اور حضرت امام ابوحنیفہ کا انداز بیان:

فرقہ دیوبندیہ عنوان مذکورہ کے تحت امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کتاب ''العالم والمتعلم'' اور عثمان بتّی کے نام خط سے بھی اسی معنی کی باتیں لکھی، مگر امام الدیوبندیہ انور شاہ کشمیری نے امام ابوحنیفہ کی طرف ان کتابوں کا انتساب مکذوب بتلایا ہے، جیسا کہ تفصیل ''اللمحات'' میں ہے، نیز اسی طرح کی بات بعض دوسرے اہل علم کے حوالے سے بھی نقل کی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۱۲ تا ۱۴)

اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا بیان:

مذکورہ باتیں لکھنے کے بعد فرقہ دیوبندیہ نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب دیباچہ ''حجة الله البالغه'' سے لمبی عبارت لکھی اور اس کا اردو ترجمہ کیا، اسی طرح عقیدہ طحاویہ سے بھی عبارت نقل کی، جس کا کوئی بھی تعلق ہمارے اور دیوبندیہ کے مسئلہ زیر بحث سے نہیں، یعنی کہ امام ابوحنیفہ پر اتہام إرجاء کا دفعیہ اس دیوبندی کتاب میں کیا گیا ہے، اس امر سے دیوبندیہ نے کوئی تحقیقی بحث نہیں پیش کی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۱۴ تا ۱۸)

اصل مسئلہ کے بارے میں:

اس موضوع کے تحت بھی دیوبندیہ نے امام ابوحنیفہ پر اتہام ارجاء کا کوئی دفاع نہیں کیا، اسی طرح حسب ذیل عنوان کے تحت بھی دیوبندیہ نے سخن سازی کی، مگر ان پر لگائے گئے الزام ارجاء کا مطلقاً دفاع نہیں کیا۔ (زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۱۹ تا ۲۸)

امام ابوحنیفہ پر ارجاء کی تہمت کے اسباب

امام ابوحنیفہ کا مقام و مرتبہ:

مذکورہ بالا عنوان کے تحت دیوبندیہ نے خوب ہانکی، مگر امام ابوحنیفہ پر لگے الزام ارجاء کا مطلقاً کوئی دفاع نہیں کیا۔ (زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۸ تا ۳۰)

پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کی غنیۃ الطالبین:

اس عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے حسب عادت کافی سخن سازی کی اور باوجودیکہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے غنیۃ الطالبین میں مرجیہ کی شاخوں میں تمام حنفیہ کو بحوالہ کتاب الشجرۃ للبرھوتی شمار کیا ہے ظاہر ہے کہ برہوتی کی کتاب الشجرۃ کو دیوبندیوں کے پیران پیر ضرور معتبر مانتے ہوں گے۔ بنا بریں انھوں نے تمام فرق ضالہ کا تعارف اسی کتاب سے کرایا ہے، دیوبندیہ نے کتاب الشجرۃ کو مفقود اور برہوتی کو مجہول کہہ کر جان چھڑانے کی ناروا کوشش کی۔ (دیوبندی زیرنظر کتاب، صفحہ: ۳۱، ۳۲) مگر یہ دیوبندیہ کی استطاعت سے بہرحال باہر ہے کہ شیخ جیلانی کی بات اپنی تلبیسات و مغالطات والی عادت سے رد کر سکیں، اس کی تفصیل کے لیے ہماری کتاب "ضمیر کا بحران" دیکھیں۔ اپنے بتیسویں صفحہ پر دیوبندیہ نے اپنی یہ کتاب ختم کر دی، مگر اس نے امام ابوحنیفہ پر لگائے گئے اتہام کو چھیڑا بھی نہیں۔ اس اتہام کو دفع کیا کرتے؟! دراصل یہ دیوبندیہ کے بس سے بالکل باہر ہے، اپنے فرقہ والوں کو محض دکھانے اور دوسروں پر دھونس جمانے کے لیے نیز اس لیے کہ دیوبندیہ اس کتاب کے بل بوتے پر اہل حدیث کے خلاف شرور و فتن برپا کرتے رہیں، یہ کتاب لکھ کر سمجھے کہ بڑا تیرا مارا، ہم یہاں امام ابوحنیفہ پر لگے ہوئے الزام مذکور سے متعلق ضرور کچھ گفتگو کریں گے، تاکہ حقیقت پسند لوگ اصل معاملہ سمجھ جائیں۔

امام ابوحنیفہ کے مرجی ہونے سے متعلق اقوال ائمہ:

امام ابو یوسف یعقوب بن سفیان فسوی نے کہا:

" حدثنا أحمد بن خليل حدثنا عبدة قال: سمعت ابن المبارك، وذكر أبوحنيفة

فقال: رجل هل كان فيه من الهوى شيء ؟ قال: نعم الإرجاء"

(۷۸۳/۲، و تاريخ بغداد للخطيب: ۳۷۵/۱۳)

یعنی امام ابن المبارک نے کہا بدعات میں سے بدعت ارجاء امام أبوحنیفہ میں پائی جاتی تھی۔

اس روایت کی سند صحیح ہے، امام فسوی صرف ثقہ ہی سے روایت کرتے تھے اور امام عبدة بن سلیمان مروزی پختہ کار ثقہ تھے (عام تراجم رجال) کئی اسانید صحیحہ سے مروی ہے کہ امام أبوحنیفہ کے شاگرد خاص أبوعبد الرحمٰن مقری سے کہا کہ أبوحنیفہ مرجی تھے اور مسلک مرجیہ کے مبلغ بھی تھے۔ انھوں نے مجھے مرجی بن جانے کی دعوت دی، مگر میں نے انکار کر دیا۔ (الكامل لابن عدي: ۲٤۷٥/۷، وعام کتب تراجم)

" قال الفسوي: حدثنا عبيد الله بن معاذ حدثني محمد بن معاذ قال: سمعت سعيد بن مسلم قلت لأبي يوسف: أكان أبوحنيفة جهمياً ؟ قال: نعم، قال: قلت: أكان مرجياً؟ قال: نعم...... الخ" (تاريخ فسوي: ۷۸۲/۲)

یعنی سعید بن مسلم نے کہا کہ میں نے أبو یوسف سے کہا: أبوحنیفہ جہمی تھے؟ تو أبو یوسف نے کہا: ہاں، پھر میں نے ان سے پوچھا کیا: أبوحنیفہ مرجی بھی تھے؟ کہا: ہاں۔"

(تاريخ فسوي: ۷۸۳/۲ و تاريخ بغداد للخطيب: ۳۷۵/۱۳)

"قال الفسوي: بإسناده أن أبا حنيفة قال: لو أن رجلا عبد هذه النعل، يتقرب بها إلى الله لم أر بذلك بأساً، فقال سعيد: هذا الكفر صراحًا"

یعنی بسند صحیح امام فسوی نے نقل کیا کہ أبوحنیفہ نے کہا: اگر کوئی شخص تقرب إلی اللہ حاصل کرنے کے لیے جوتے کی پرستش کرے تو کوئی حرج و ضرر نہیں ہے۔ امام سعید بن عبد العزیز تنوخی نے کہا کہ یہ کھلا کفر ہے۔ (تاريخ فسوي: ۸٦/۲)

امام وکیع نے کہا:

" أحدث هؤلاء المرجية، والجهمية كفار۔" (خلق أفعال العباد للإمام البخاري، صفحه: ۹)

یعنی مرجیہ نے اپنی سازش سے فرقہ جہمیہ کی تولید کی اور جہمیہ کفار ہیں۔

امام أبوحنیفہ کے استاذ حماد بن ابی سلیمان اور متعدد لوگوں نے کہا کہ أبوحنیفہ عقیدۂ خلق قرآن رکھتے تھے، اس کی تفصیل ''اللمحات'' میں ہے۔ امام أبوحنیفہ نے فرمایا: مجھے دیگر لوگوں کی کتابوں میں ردّ و بدل اور اضافہ کا موقع نہیں مل سکا، مگر ہشام بن عروہ کی کتابوں میں یہ کارنامہ انجام دینے میں کامیاب ہو گیا۔ (المجروحین لابن حبان: ۷۲/۳) امام ابن حبان نے بسند معتبر نقل کیا کہ امام أبوحنیفہ نے کہا کہ خنزیر بری کا گوشت کھانے

میں کوئی بھی حرج نہیں ہے۔ (المجروحین لابن حبان: ۷۳/۳) اس بات کا ذکر امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں بھی کیا ہے۔

ان روایات صحیحہ معتبرہ اور ان کی تائید کرنے والی دوسری روایات معتبرہ سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ نہ صرف مرجی تھے، بلکہ داعی و غالی قسم کے مرجی تھے۔ فرقہ دیوبندیہ کا کہنا ہے جیسا کہ ہم نقل کر آئے ہیں کہ مرجیہ کبیرہ گناہوں کو ایمان کے لیے مضر نہیں مانتے اور ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ جوتے جیسی ذلیل چیز کی پرستش و پوجا کو امام ابوحنیفہ غیر مضر مانتے تھے، نیز محدثین وائمہ کی کتابوں میں الحاق ورد و بدل وتحریف کی تاک میں لگے رہتے تھے، جو کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اسے بھی امام ابوحنیفہ جائز و مباح ہی سمجھ کر کیا کرتے ہوں گے، نیز وہ خنزیر خوری کو بھی جائز کہتے تھے، جو شرک کے بعد اکبر الکبائر سے ہے، نیز امام ابوحنیفہ نے جو فقہ مدوّن کی یا کرائی وہ نصوص کتاب وسنت کے توے فیصدی خلاف ہے، مگر اس کی تائید میں حنفیہ خصوصاً امام ابوحنیفہ کے استاذ خاص جابر جعفی اور معتزلہ نے خانہ ساز قسم کی روایات لوگوں میں رائج کرنے کی ناپاک کوشش کی، جس کی تفصیل ہماری کتاب ''اللمحات'' میں ہے، نیز امام ابوحنیفہ خلق قرآن کا عقیدہ بھی رکھتے تھے، جو جہمیہ اور معتزلہ و غالی مرجیہ کا امتیازی عقیدہ ہے۔ ہم اختصار کے پیش نظر اتنی ہی گفتگو پر اکتفا کرتے ہیں۔ انہی امور کے سبب ہم نے بار بار مذکورہ دیوبندی پیکٹ میں بھری کتابوں کے ردّ میں یہ بات کہی ہے کہ دیوبندی مذہب جن عناصر سے معرض وجود میں آیا ہے، وہ فرقہ مرجیہ وجہمیہ ومعتزلہ کا ملغوبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو حق کوشی، حق فہمی وحق پرستی کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین!

الحمد للہ الذی تتم بہ الصالحات

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس۔ ۱۱/مئی ۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس

تحقیق مسئلہ رفع الیدین

از

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی استاد حدیث دار العلوم دیوبند

پر

سلفی و تحقیقی جائزہ

از قلم

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

مسئلہ رفع الیدین

فرقہ دیوبندیہ نے اہل حدیث کے خلاف اپنے موجودہ خود ساختہ امیر الہند اسعد بن حسین احمد مدنی کی زیر قیادت اپنی چلائی ہوئی زور دار مہم ''تحفظ سنت کانفرنس'' کے موقع پر دوسرے نمبر کے تحت ''تحقیق مسئلہ رفع الیدین'' کے نام سے بہتر صفحات پر مشتمل اپنی کتاب اہل حدیث کے ردّ میں پیش کی ہے، جو دیوبندیوں کے امام حبیب الرحمٰن اعظمی استاد حدیث دارالعلوم دیوبند کی تصنیف ہے ،اس مسئلہ کے سلسلے میں بھی فرقہ دیوبندیہ کو اہل حدیث کے اختیار کردہ موقف سے سنت نبویہ کے عدم تحفظ کا خطرہ نظر آتا ہے، جب کہ اپنی اسی کتاب میں اس نے صراحت کر رکھی ہے کہ یہ مسئلہ محض افضل و غیر افضل والا اجتہادی مسئلہ ہے، جس کے سبب اس موقف میں کوئی بھی طریق اختیار کرنے والوں پر ردّ و قدح اور انھیں نشانہ طعن و تشنیع بنانا اوراس سلسلے میں کسی پر ردّ و قدح وطعن و تشنیع کرنا مناسب نہیں، تاکہ اہل اسلام میں باہم انتشار و نزاع و مجادلہ ولڑائی جھگڑا و مباحثہ و مناظرہ نہ پیدا ہو، اور امت تفریق و پارٹی بندی سے محفوظ رہے۔ سوال یہ ہے کہ جب بدعویٰ فرقہ دیوبندیہ یہ مسئلہ صرف افضل و غیر افضل کا ہے، جس پر ایک دوسرے کے خلاف ردّ و قدح وطعن و تشنیع کرتے ہوئے دروازۂ جنگ و جدال کھولنا نامناسب ہے، تو پھر اس معاملہ میں موقف اہل حدیث کے خلاف چلائی ہوئی اپنی مہم ''تحفظ سنت کانفرنس'' کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے اس نوزائیدہ ونومولود فرقہ نے یہ کتاب چھپوا کر بڑے پیمانے پر بھاری سرمایہ لگا کر جو امت مسلمہ ہی سے اس نے حاصل کیا ہے، کیوں اپنے دیوبندی المسلک لوگوں عوام و خواص خصوصاً علمائے دیوبند میں مفت تقسیم کیا؟ تاکہ اس کتاب کے بل بوتے پر بھی فرقہ دیوبندیہ کے لوگ عالمی پیمانہ پر اہل حدیث کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کریں اور اہل حدیث کے خلاف شورش و فتنہ خیزی کا بازار گرم کریں۔ افضل و غیر افضل والے مسئلہ سے اس نوزائیدہ ونومولود فرقہ دیوبندیہ کو موقف اہل حدیث سے عدم تحفظ سنت کا کیا خطرہ لاحق تھا؟ وہ بھی عدم تحفظ سنت کا یہ خطرہ اسے خطرات اہل حدیث کے دوسرے نمبر پر محسوس ہوتا رہا؟ اور نہ جانے اسے کتنے طویل زمانہ سے یہ خطرہ درپیش تھا کہ عرصہ دراز سے اپنے سلسلہ تحفظ سنت کانفرنس کی تیاری میں اس فرقہ نومولودہ نے اپنی یہ کتاب دوسرے نمبر پر بڑے پیمانہ پر لوگوں پر تقسیم کیا؟

اس کتاب میں اور دوسرے کتابوں میں بھی اس فرقہ نومولودہ نے دعویٰ کر رکھا ہے کہ ابتدائے امر میں نماز پڑھتے وقت متنازعہ رفع یدین صرف افضل و اولیٰ مسئلہ کے طور پر مشروع تھا، جسے ہمارے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے اتباع میں صحابہ کرام کیا کرتے تھے، پھر بعد میں اس کی یہ افضلیت و اولویت بھی شریعت نے منسوخ کردی اور منسوخ کردہ اس مسئلہ کو کسی کا اختیار کرنا شریعت کے حکم کی خلاف ورزی ہے، مگر اس مسئلہ پر بحث ونظر اور جدال و نزاع مناسب نہیں، کیونکہ یہ صرف افضلیت واولویت والا مسئلہ ہے۔ اس فرقہ نومولودہ نے اپنی تحفظ سنت کانفرنس

کے موقع پر جن کتابوں کو بھاری پیمانے میں تقسیم کیا، ان میں سے ہر ایک کے ٹائٹل پیج پر اور ہر کتاب کی پشت پر "ید اللہ علی الجماعۃ" والی حدیث نبوی نمایاں انداز میں لکھ رکھی ہے۔اور اس حدیث نبوی میں واقع لفظ "الجماعۃ" سے مراد اس فرقہ نومولودہ نے اپنے آپ کو سمجھ رکھا ہے، نیز ممکن ہے کہ اس جماعت میں اس نے اپنی طرح کے دوسرے تقلید پرست فرقوں کو بھی شامل مان لیا ہو، مگر اس جماعت سے یہ فرقہ اہل حدیث کو بہر حال خارج ہی مانتا ہے، جیسا کہ اپنی اس کانفرنس کے موقع پر نیز اس میں تقسیم کردہ ہر کتاب میں اس نے صراحت کر رکھی ہے، حالانکہ اس فرقہ نومولودہ کی اس پیش کردہ حدیث نبوی میں واقع لفظ "الجماعۃ" سے مراد لازمی طور پر "جماعت اہل سنت" ہے اور ہم نے اپنی متعدد کتابوں خصوصاً "ضمیر کا بحران" میں واضح کیا ہے کہ فرقہ دیوبندیہ اور اس کے ہم دم وہم قدم تمام فرقے جماعت اہل سنت سے خارج فرقہ مرجیہ و جہمیہ و معتزلہ کے ملغوبہ سے تیار ہوئے ہیں، ان کا اپنے کو اہل سنت کہنا سراسر دھاندلی و بے راہ روی و بدعنوانی و بدکرداری ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ فرقے یعنی مرجیہ و جہمیہ و معتزلہ نصوص کتاب و سنت کے مخالف و حریف ہیں۔خصوصاً یہ فرقے سنت کے دشمن اور عدوئے مبین اور "الد الخصام" ہیں، ایسے مخالفین سنت و اعدائے سنت و حریفان سنت کا اپنے کو تحفظ سنت کا ٹھیکیدار قرار دے لینا، ایسا ہی ہے جیسے بھیڑیے اور اس طرح کے دوسرے درندوں کا اپنے کو بکریوں کا محافظ و راعی و چرواہا سمجھ لینا، یہود و نصاریٰ و مشرکین اپنے کو ملت ابراہیمی کا پابند قرار دیتے رہے، مگر قرآن مجید نے ان کی تکذیب و تغلیط کر کے واضح کر دیا کہ یہ تمام فرقے ملت ابراہیمی کے پیرو ہونے کے بجائے ملت ابراہیمی کے مخالف و حریف ہیں۔

فرقہ دیوبندیہ کے تحفظ کانفرنس کے سلسلہ جاری کرنے سے کم از کم دس سال پہلے ہم نے اس فرقہ نومولودہ کے ایک مفتی جمیل احمد نذیری کی کتاب "رسول اکرم کا طریقہ نماز" مطبوع اکتوبر ۱۹۸۷ھ پر ردّ بلیغ لکھا جو افسوس کہ کافی تاخیر کے بعد ۱۹۹۶ء میں یہ کتاب شائع ہو سکی، جو کہ فرقہ دیوبندیہ کی مہم تحفظ سنت کانفرنس چلائی جانے سے کم از کم پانچ سال پہلے شائع و ذائع ہو کر تمام لوگوں میں خصوصاً فرقہ دیوبندیہ میں پھیلائی گئی، ہماری اس کتاب میں رفع الیدین کی تفصیلی بحث دو سو صفحات از صفحہ ۳۱۵ تا صفحہ ۵۱۵ میں پھیلی ہوئی ہے اور ہماری اس کتاب کے سینکڑوں سال پہلے اس موضوع پر ائمہ اہل حدیث نے مستقل کتابیں یا اپنی کتابوں کے مباحث کے ضمن میں بہت کچھ لکھ کر فرقہ دیوبندیہ کی تکذیب کر چکے ہیں۔ جماعت اہل حدیث کی ان کتابوں کے جواب سے نومولودہ و نوزائیدہ دیوبندی جماعت یکسر قاصر و خاسر رہی ہے اور سکوت اختیار کرنے کے علاوہ اسے کوئی بھی چارہ کار نظر نہیں آیا، اس کے باوجود بھی یہ تقلید پرست خارج از اہل سنت دیوبندی جماعت نے اس سلسلے میں کتابیں، مقالات و مباحث لکھنے کا لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے، جو دیوبندی جماعت اس طرح کی گھاگھ اور اڑیل و بے راہ رو ہو،

اس کا طور وطریق کس طرح کا ہو سکتا ہے؟ یہ اہل نظر پر پوشیدہ ومخفی نہیں!

اس دیوبندی نوزائیدہ جماعت سے تو یہ نہ ہو سکا کہ اس کی تولید وتخلیق سے پہلے ائمہ اہل سنت سے اس موضوع پر اپنے اثباتِ مدعا اور تکذیب فرق باطلہ خصوصاً دیوبندیت کے لیے جو تحریری سرمایہ جمع کر دیا ہے، اس کا شافی وکافی ومقنع جواب دے سکے مگر جس طرح کتے کی عادت ہے کہ اپنی قے کردہ گھناؤنی چیزوں کو دوبارہ نگل جاتا ہے، اسی طرح اس موضوع پر اپنے چبائے ہوئے لقموں کو بار بار مختلف انداز میں چبا چبا کر یہ دیوبندی فرقہ اپنی ہمنوا جماعت سے داد تحسین حاصل کر رہا ہے۔

اپنی تحریک تحفظ سنت کانفرنس کا لامتناہی سلسلہ جاری کرنے سے کئی سال پہلے لکھی گئی اپنی اس کتاب ''تحقیق مسئلہ رفع یدین'' کے ردّ بلیغ پر دھیان دیے بغیر اور انھیں ملحوظ رکھے بغیر اس دیوبند جماعت نے اپنی اس کتاب کو اپنی تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر نئے انداز میں شائع کر کے اس نے انھیں کتوں کا جیسا عمل کیا ہے، جو اپنی قے کردہ گھناؤنی چیزوں کو دوبارہ سہ بارہ نگل جایا کرتا ہے، اور اس سے بڑھ کر یہ کارنامہ انجام دیا کہ اس طرح کی دیوبندی کتابوں کے ردّ وتکذیب وتردید میں حامیان سنت علماء اہل حدیث نے جو باتیں لکھی ہیں ان کی طرف ذرا بھی دھیان نہیں دیا۔

دیوبندی جماعت کی تحریف قرآنی:

اس اعدائے سنت دیوبندی جماعت نے اپنی اس کتاب کے پہلے صفحہ پر سرورق ﴿قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ﴾ کے قرآنی الفاظ لکھ رکھے ہیں، جو بالکل یہودیوں اور اس قسم کے دوسرے لوگوں کی پوری پوری تقلید ہے، یہ قرآنی الفاظ سورہ بقرہ کی دوسو اڑتیسویں آیت کا آخری ٹکڑا اور فقرہ ہے اس آیت کو متنازعہ رفع الیدین میں موقف اہل حدیث کی تردید اور اپنی تائید وتصویب کے لیے یہ دیوبندی پارٹی لکھنے اور کہنے کی عادی ہے۔ لیکن ان الفاظ قرآنی کا رفع یدین کے ساتھ بال برابر بھی تعلق نہیں، ان الفاظ کی یہ تفسیر بتلانے پر تمام مفسرین نصوص کتاب وسنت کی روشنی میں اندرون نماز بات چیت نہ کرنے اور سکون وخشوع وخضوع اختیار کرنے پر متفق ہیں، جس کسی کا جی چاہے ان الفاظ قرآنیہ کی تفسیر میں تمام مفسرین اور کتب تفسیر کی طرف مراجعت کر کے دیکھ لے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ متنازع رفع یدین کی ممانعت پر اس آیت کریمہ کو منطبق کر کے اس بے لگام دیوبندی جماعت نے قرآن مجید میں حسب عادت زبردست تحریف کی ہے، پھر یہ معاملہ بھی ہے کہ یہ جماعت تکبیر تحریمہ کے وقت خود بھی رفع یدین کرتی ہے، یعنی کہ اہل حدیث کے خلاف آیت کریمہ کی اپنی تحریف کردہ بات کو خود یہ جماعت منطبق کر کے اپنے مخالفین کتاب وسنت ہونے کا ثبوت بذات خود فراہم کیے ہوئے ہے، پھر یہ جماعت نماز عیدین میں ایک سے زیادہ مرتبہ مسلسل رفع یدین کر کے اپنے مخالف قرآن ہونے کا بھی ثبوت فراہم کیے ہوئے ہے، اور یہی

جماعت وتر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنے سے پہلے بھی رفع یدین کر کے اس آیت کو اپنے اوپر منطبق کر کے اپنے اعدائے قرآن وسنت ہونے پر دلیل فراہم کئے ہوئے ہے اور نماز جنازہ کی ہر تکبیر پر امام اُبوحنیفہ اور ان کے ہم نوا رفع یدین کا شیوہ وشعار رکھتے تھے، جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب ''نماز جنازہ اور اس کے مسائل'' میں تحقیق پیش کی ہے، مگر یہ جماعت جن ابوحنیفہ تقلید کی دعوے دار ہے، ان کے خلاف نماز جنازہ کی ہر تکبیر پر رفع یدین نہ کرنے کا حیرت انگیز مظاہرہ کرتی ہے، اس اعتبار سے خود یہ جماعت اپنے تقلیدی اماموں کو بھی اپنی طرح کا مخالف کتاب وسنت ہونے کا ثبوت فراہم کیے ہوئے ہے، غور فرمایئے کہ دن بھر میں پانچ نمازیں فرض اور ہر نماز سے متعلق سنت موکدہ یا سنت مستحبہ والی نمازیں نیز نوافل ہیں اور وتر کی نماز بھی روزانہ پڑھی جاتی ہے اور نماز جنازہ بھی شہری، قصباتی، قروی، بدوی، آبادیوں میں بکثرت پڑھی جاتی ہے اور نماز عیدین تو اسلام کا شعار ہے، یعنی کہ دیوبندی جماعت اپنی تحریف کردہ آیت مذکورہ کو اپنے اوپر سیکڑوں نہیں ہزاروں بار چسپاں کرتی ہے، اس جماعت کی اسی قسم والی غلط کاریوں نے اس کی عقل وقلب وسماع پر مہر لگا دی ہے، اس لیے ہر سیدھی بات ٹیڑھی اور ٹیڑھی بات سیدھی نظر آتی ہے۔

وحشی کو وحشت میں الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

دیوبندی کتاب رفع یدین کا مقدمہ: کیا بوقت تحریمہ رفع یدین متفق علیہ ہے:

زیر نظر دیوبندیہ کتاب کے مقدمہ میں کہا گیا ہے کہ:

''عام نمازوں میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر مواقع میں رفع یدین کے متعلق ذات نبوی وصحابہ کرام کے اقوال وافعال مختلف منقول ہیں۔ یہ مسئلہ ہر دور میں زیر بحث رہا اور علمائے سلف وخلف نے دیگر اجتہادی مسائل کی طرح اس پر بھی اپنے علم وفہم ونقطہ نظر سے بحث کی ہے۔ لیکن جس باب میں ذات نبوی وصحابہ کرام کے زمانہ میں اختلاف رہا ہو، اس میں یکسانیت ووحدت پیدا نہیں کی جاسکتی اور نہ کسی ایک صورت کو سنت وہدایت اور دوسری کو بدعت وضلالت کہا جا سکتا ہے، مسئلہ رفع الیدین کی اصل حقیقت یہی ہے۔'' (ماحصل از دیوبندی کتاب، رفع یدین، صفحہ:۳)

ہم کہتے ہیں کہ اس دیوبندی عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ بوقت تحریمہ رفع الیدین بالاتفاق مشروع ہے، لیکن اس سے اس مشروعیت کی حیثیت ظاہر نہیں ہوتی کہ فرض واجب ہے یا سنت موکدہ یا مستحب ہے یا محض جائز ومباح؟ پوری کتاب میں اس کی وضاحت نہیں ملتی، نیز بوقت تحریمہ رفع یدین نہ کرنا متعدد اسلاف سے ثابت ہے۔ (ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''رسول اللہ ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' صفحہ:۳۳۸، بحواله عارضة الأحوذي شرح

جامع ترمذي لابن العربي: ٢/ ٥٨، فتح الباري: ٢/ ٢١٩، أوجز المسالك شرح موطأ مالك للشيخ زكريا امام الديوبنديه: ١/ ٢٠١، و آثار السنن للنيموي إمام الديوبنديه: ١/ ١٠٨، ١٠٩)

دریں صورت فرقہ دیوبندیہ کی تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر رفع یدین سے متعلق تقسیم کردہ کتاب کا یہ دعویٰ خالص مکذوب ہے کہ بوقت تحریمہ رفع الیدین کا مشروع ہونا متفق علیہ ہے، نیز فرقہ دیوبندیہ کے مشروع قرار دیے ہوئے اس متفق علیہ دعویٰ کی مشروعیت کی بابت یہ نہ بتلانا کہ یہ فرض، واجب، سنت مؤکدہ، وسنت غیر موکدہ ، ومستحبہ، ومباح ہے، ایک مجرمانہ حرکت ہے۔

ہمارے رسول ﷺ جن کے متبع ہونے کا فرقہ دیوبندیہ مدعی ہے، ان کا ارشاد متواتر المعنی حدیث میں منقول ہے: "صلّوا كما رأيتموني أصلي" تم لوگ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔ اس ارشاد نبوی میں صیغہ امر سے نماز نبوی کے ہر جزو کا فرض، واجب ہونا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ صیغہ امر اصلاً وجوب کے لیے ہوتا ہے، اس اصل وعموم سے نماز کا صرف وہ جزو مستثنیٰ مانا جاسکتا ہے، جس کے مستثنیٰ ہونے پر دلیل صحیح موجود ہو اور بوقت تحریمہ رفع الیدین کے غیر واجب وغیر فرض ہونے پر کوئی معتبر دلیل نہیں، پھر اس کے وجوب و افتراض کی صراحت کیے بغیر یہ کتاب فرقہ دیوبندیہ کی تحفظ سنت کانفرنس میں بہت ساری کتابوں کے ساتھ یہ سمجھ کر کیوں پیش کی گئی کہ انھیں کتابوں کے بل بوتے پر فرقہ دیوبندیہ سے وابستہ لوگ اہل حدیث کے خلاف حسب عادت شورش برپا کریں؟ ائمہ دیوبندیہ میں سے ایک نے صراحت کر رکھی ہے کہ امام داود ظاہری و حافظ ابن حزم وامام اوزاعی وامام حمیدی وامام ابن خزیمہ وامام ابوالحسن احمد بن سیار نیشاپوری یساری اور امام احمد بن حنبل بوقت تحریمہ رفع الیدین کو فرض مانتے تھے۔ (بذل المجهود شرح سنن أبي داود: ٢/ ٢) اور انھیں حضرات کا موقف موافق نصوص ہے، لہٰذا اگر احناف کو اس موقف سے اختلاف ہے تو انھیں دلائل شرعیہ کے حوالہ سے اپنی بات کہنی چاہیے اور ہم اپنے اختیار کردہ موقف پر دلیل شرعی "صلوا كما رأيتموني أصلي" والی متواتر المعنی حدیث نبوی پیش کر چکے ہیں۔

تحریمہ نماز کے علاوہ دیگر مواقع میں رفع یدین:

دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس میں تقسیم کی گئی زیرِ نظر کتاب کے مقدمہ میں مذکور بالا غلط روی کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ

"تحریمہ کے علاوہ دیگر مواقع میں رفع یدین کے متعلق آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے اقوال و افعال مختلف منقول ہوئے ہیں، اس لیے یہ مسئلہ ہر دور میں زیر بحث رہا ہے اور علماء سلف وخلف نے دیگر مسائل اجتہادیہ کی طرح اس مسئلہ پر بھی اپنے اپنے علم وفہم ونقطہ نظر کے مطابق گفتگو کی ہے، لیکن ظاہر

ہے کہ جس باب میں خود ذات نبوی اور آپ ﷺ کی ساختہ پرداختہ جماعت یعنی صحابہ کرام کے عہد میں تنوع اور مختلف صورتیں رہی ہوں، اس میں وحدت و یکسانیت پیدا نہیں کی جا سکتی اور نہ کسی ایک صورت کو سنت و ہدایت اور دوسری کو بدعت وضلالت کہا جا سکتا ہے۔ مسئلہ رفع یدین کی یہی حقیقت ہے الخ۔(مقدمہ رفع الیدین، صفحہ:۳)

ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی طرف فرقہ دیوبندیہ کا یہ منسوب کرنا کہ تحریمہ کے علاوہ دیگر مواقع پر ان کے اقوال و افعال مختلف منقول ہوئے ہیں، خالص دیوبندی کذب بیانی و تلبیس کاری ہے، کیونکہ جس رفع الیدین کی بابت فرقہ دیوبندیہ نے یہاں یہ بات کہی ہے، یعنی بوقت رکوع جھکتے اور اٹھتے ہوئے رفع یدین کے متعلق کوئی خصوصی قول نبوی منقول ہی نہیں ہے، صرف فعل منقول ہے، لیکن ''صلّوا کما رأیتموني أصلي'' کے عموم میں یہ بھی داخل ہے، اس لیے فرقہ دیوبندیہ کا ذات نبوی پر یہ خالص افتراء ہے، اسی طرح بسند معتبر صحابہ میں سے کسی سے بھی کوئی قول اس سلسلے میں منقول ہونا صرف غلط طور پر کسی صحابی کی طرف یہ قول منسوب ہو گیا ہے، جو فی الحقیقت کالعدم ہے، البتہ اثبات رفع الیدین صحابہ کے اقوال و احکام ضرور منقول ہیں، یہ بھی فرقہ دیوبندیہ کا صحابہ کرام پر افترائے محض ہے۔ فرقہ دیوبندیہ کا یہ دعویٰ کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے خالص دیوبندی افتراء ہے، کیونکہ یہ مسئلہ منصوص ہے اور منصوص مسئلہ کو اجتہادی کہنا افتراء ہی افتراء ہے، نصوص کی موجودگی میں تو اجتہاد جائز ہی نہیں اور سلیم الطبع لوگوں کے لیے نص پر وحدت و یکسانیت یقیناً پیدا کی جا سکتی ہے، نص سے اختلاف کھلی ہوئی شرارت وشیطنت ہے، البتہ نص کا علم نہ ہو پانے والے مخالفین نص کو معذور کہا جا سکتا، اور سنت و ہدایت کی جو بات نصوص سے ثابت ہو، اس کی خلاف ورزی بدعت ضلالت و بے راہ روی اور انحراف عن الحق ہے اور زیر نظر مسئلہ میں دیوبندی پارٹی کا یہ کہنا کہ مسئلہ رفع یدین کی یہی حقیقت ہے، خالص دیوبندی تلبیس و دروغ بافی ہے، کما سیاتي التفصیل اپنی مذکورہ بالا تلبیسات کے بعد فرقہ دیوبندیہ کی تشفی نہیں ہوئی، تو اہل حدیث پر طعن وتشنیع کرتے ہوئے کہا کہ:

''مگر آج کل کے غیر مقلدین کا ایک طبقہ مسئلہ رفع یدین کو حق کی علامت اور اہل سنت و جماعت کی پہچان کے طور پر پیش کر رہا ہے اور رفع یدین نہ کرنے والوں کو تارک سنت، مخالف رسول اور ان کی نمازوں کو ناقص بلکہ باطل تک کہنے میں باک تک محسوس نہیں کرتا، جب کہ ان کا یہ رویہ عدل و انصاف اور حقیقت پسندی کے یکسر منافی اور فہم دین رکھنے والوں کے بالکل خلاف ہے...... الخ (مقدمہ رفع یدین، صفحہ:۳)

ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیث کو دیوبندی اور ان کی ہم جنس پارٹیاں تنابز بالالقاب اختیار کرتے ہوئے گالی

کے طور پر انھیں مطعون کرنے کے لیے غیر مقلدین کہتے ہیں، اہل حدیث اپنے لیے غیر مقلدین کا نام پسند نہیں کرتے، یہ دیوبندی طریق کار کیا دیوبندی پارٹی کے لیے جائز و مستحب و مسنون موکد یا فرض و واجب ہے کہ دیوبندی پارٹی اہل حدیث کے لیے صرف غیر مقلدین کا لفظ بولنے کا التزام کرتی ہے، یہ دیوبندی بے راہ روی اور بدعنوانی نہیں ہے؟ اور اپنے مصطلح غیر مقلدین کی بابت دیوبندی پارٹی کا یہ کہنا کہ ''آج کل ان کا ایک طبقہ رفع یدین کو حق کی علامت اور اہل سنت جماعت کی پہچان کے طور پر پیش کر رہا ہے اور رفع یدین کرنے والوں کو تارک سنت، مخالف رسول، ان کی نمازوں کو ناقص بلکہ باطل تک کہتا ہے......'' الخ

ہم کہتے ہیں کہ زیر نظر رفع یدین نہ کرنے والوں کو آج کل کے غیر مقلدین ہی نہیں بلکہ بعض صحابہ کرام کنکریوں سے مارتے اور اس پر سرزنش کرتے رہے اور فرقہ دیوبندیہ کی تولید وتخلیق سے کئی صدی پہلے ائمہ اسلام مثلاً امام بخاری اور اس طرح کے ائمہ نے اپنی مستقل کتاب یا بحث میں تارکین رفع یدین پر سخت نقد ونظر کر رکھا ہے، اور اسے علامت حق اور اہل سنت والجماعت کی نشانی بنا رکھا ہے آخر جس رفع یدین کو ہمارے رسول ﷺ نے ''صلوا كما رأيتموني أصلي'' کے عموم میں داخل کر رکھا ہے اس کے تارکین کی بابت فرقہ دیوبندیہ کیا فتویٰ دیتا ہے؟ اس سلسلے کے نصوص کی روشنی میں فرقہ دیوبندیہ ہمارے اس سوال کا جواب دے، ہمیں تارکین رفع یدین کی نماز کو باطل کہنے والے اہل حدیث علماء کا علم نہیں، لیکن اس منصوص مسئلہ کے مخالفین کو آخر کس نام سے موسوم کیا جائے؟

اس دیوبندی کتاب میں بحوالہ حافظ ابن عبد البر کہا گیا ہے کہ مالکی عالم احمد بن خالد نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں مالکی علماء کی ایک جماعت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث کی بناء پر رفع یدین کرتی اور دوسری جماعت ابن قاسم تلمیذ امام مالک کی روایت کے مطابق رفع یدین نہیں کرتی تھی، مگر کوئی کسی پر کسی طرح کا نقد نہیں کرتا تھا۔ (دیوبندی کتاب، مسئلہ رفع یدین، صفحہ: ۳، ۴، بحوالہ الاستذکار لابن عبد البر)

ہم کہتے ہیں کہ رفع یدین نہ کرنے والوں پر کنکری مارنے والے صحابہ اور اپنی کتاب میں ان پر نقد کرنے والے امام بخاری اور ان جیسے ائمہ کرام ابن عبد البر سے کہیں مقدم ہیں اور صحابہ کرام احمد بن خالد و ابن القاسم سے بھی مقدم ہیں، لیکن امام مالک کے شاگرد خاص أشهب بن عبد العزيز سے بسند صحیح حافظ ابن عبد البر کی کتاب میں منقول ہے کہ اشہب امام مالک کی آخری زندگی میں سال بھر ان کی خدمت میں رہے اور دیکھتے رہے کہ امام مالک زیر بحث مسئلہ رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (تمهيد لابن عبد البر: ۹/ ۲۲٤، و اختلاف العلماء لمحمد بن عبد الله المروزي، صفحه: ٤٩) اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ابن القاسم والی روایت بالفرض معتبر ہے، تو اس سے امام مالک نے رجوع کر کے حضرت ابن عمر والی حدیث رفع یدین پر عمل کرنے لگے تھے اور خود احناف کی کتابوں میں صراحت ہے کہ مجتہد اپنی جس بات سے رجوع کر لے اسے مجتہد کا موقف نہیں کہا جا

سکتا، بلکہ جس بات کی طرف اس نے رجوع کیا ہے وہی اس کا مسلک قرار دیا جائے گا۔(در مختار: ۱/ ۱۰۵)

اس سے بھی کہیں اہم بات یہ ہے کہ ابن القاسم نے امام مالک کی طرف جو فقہی یا غیر فقہی اقوال نقل کیے ہیں، انھیں مدوّن کرنے والے نیز روایت کرنے والے اسد بن فرات ہیں اور اسد بن فرات کے بواسطہ ابن القاسم نقل کردہ اقوال پر لوگوں کا کلام ہے یعنی کہ لوگ انھیں صحیح نہیں مانتے، کیونکہ انھیں مدوّن کرنے والے اسد بن فراد نقل میں معتمد علیہ نہیں۔ ملاحظہ ہو(الانتقاء صفحہ: ۵۰، ۵۱) الانتقاء بھی حافظ ابن عبدالبر کی لکھی ہوئی کتاب ہے، اس سے دیوبندی تلبیس کاری کی قلعی کھل گئی۔ پھر ابن القاسم والی بات امام مالک کے ذاتی فعل کے طور پر ناقابل اعتبار طریق پر منقول ہے اور دوسرے تلامذہ امام مالک کے اثبات رفع الیدین والے فعل مالک کا مآخذ امام مالک کی نقل کردہ حدیث ابن عمر ہے، یہ بھی دیوبندی تلبیس کاری کی پردہ دری کرنے والی چیز ہے۔

جہاں تک ابن عبدالبر کی اس بات کا تعلق ہے کہ رفع یدین کرنے اور نہ کرنے والے لوگ حافظ ابن عبدالبر کے زمانہ میں یا ان کے اساتذہ کے زمانہ میں اگر ایک دوسرے پر نکیر نہیں کرتے تھے، تو آج کل ہی اہل حدیث کے خواص و عام دیوبندیوں کی مسجدوں مدرسوں میں جا کر ان دیوبندیوں کے ترک سنن بلکہ ترک فرائض پر کہاں نکیر کرتے ہیں؟ البتہ فرقہ دیوبندیہ اور اس جیسے فرقے البتہ اہل حدیث کے خلاف شرارت و شیطنت کا مظاہرہ کرتے ہیں، ان کی کتاب ''إخراج الوھابین عن المساجد'' اور اس نوع کی کتابیں دیکھیں، جب دیوبندی فرقہ والے حدیث کے خلاف طوفان بے تمیزی مچائے ہوئے کوئی مجموعہ اکاذیب والی کتاب لکھتے ہیں، تو چار و ناچار اہل حدیث کو ان کا جواب دینا پڑتا ہے۔

جہاں تک اس دیوبندی بات کا تعلق ہے کہ حافظ ابن عبدالبر کے استاذ الاستاذ شیخ أبو ابراہیم اسحاق بن ابراہیم رفع الیدین کرتے اور اسی کو حق جانتے تھے، مگر شیخ أبوابراہیم کے شاگرد یعنی حافظ ابن عبدالبر کے استاذ أبو عمر احمد بن عبداللہ نہیں کرتے تھے اور پوچھنے پر انھوں نے بتلایا کہ میں روایت ابن القاسم کی خلاف ورزی اس لیے نہیں کرتا کہ آج کل اسی پر جماعت مالکیہ کا عمل ہے اور مباح معاملات میں جماعت کی مخالفت ائمہ دین کے طریق کے خلاف ہے۔(رفع یدین، ص:۴ بحوالہ الاستذکار لابن عبد البر:۴/۱۰۳)

تو ہم کہتے ہیں کہ اوّلاً زیر بحث مسئلہ رفع الیدین معاملات مباح سے نہیں، بلکہ منصوص مسئلہ ہے، جو کم از کم سنت موکدہ بلکہ دیوبندیہ کا مصطلح واجب ہے اور ابن القاسم والی روایت کا غیر معتبر ہونا اوپر بیان ہو چکا ہے اور غیر معتبر روایت پر معتبر روایت کے خلاف عمل ائمہ کی شان سے بعید ہے اور کسی معمولی سے خطہ ارضی کے عام لوگوں کا عمل پوری امت یا پوری جماعت کا عمل ہرگز نہیں ہے اور جو جماعت نصوص پر عامل ہو وہی حق پر ہے جو خلاف نص عمل کرے وہ واضح طور پر غلط کار ہے۔ خصوصاً جب کہ اس کے عمل کی بنیاد ہی ساقط الاعتبار روایت ہو، وہ بھی امام

مالک پر اس کی سند منتہی ہو، جو مرفوع احادیث والی مخالفت پر قائم ہو۔ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے جو رفع الیدین کی تائید میں باتیں لکھی ہیں، ان کے ذکر تک سے دیوبندیہ نے کیوں سکوت اختیار کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ بھی دیوبندیہ کی تلبیسات میں سے ہے، ہم حافظ ابن عبد البر کی اثبات رفع الیدین میں لکھی باتیں نقل کرنے سے بنظر اختصار نظر اندازی کرتے ہیں۔

شرعی توسع والے امور میں موقف دیوبندیہ:

اس دیوبندی کتاب میں کہا گیا ہے:

''عقل و دین کا تقاضا ہے کہ جن امور میں توسع ہے، ان میں سے کسی امر کو لازم قرار دینے کی بجائے جس دوسرے طریق کو بھی شریعت جائز و مباح قرار دیتی ہو اور جماعت مسلمین پہلے سے کسی طریق پر عامل ہو تو جماعت کی وحدت و یک جہتی برقرار رکھنے کے لیے عام مسلمانوں کا طریق اختیار کیا جائے اور بلا وجہ دوسرا طریق اختیار کر کے انتشار و اختلافات نہ پیدا کیا جائے۔ (ملخص از رفع یدین، صفحہ:۴)

ہم کہتے ہیں کہ پہلے فرقہ دیوبندیہ نوزائیدہ ثابت کرے کہ زیر بحث معاملہ میں شریعت نے ایسی توسع دی ہے کہ فرقہ دیوبندیہ کے لیے دو میں سے یا دو سے زیادہ میں سے کسی ایک موقف کا اختیار کرنا مباح ہے، پھر وہ ثابت کرے کہ فرقہ دیوبندیہ والے موقف پر جماعت مسلمین کا پہلے سے عمل تھا، جس کے خلاف بعد میں اہل حدیث نے آواز اٹھائی، پھر وہ یہ بتلائے کہ جب ہمارے لیے اللہ کے اسوۂ حسنہ قرار دیے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ زیر نظر رفع الیدین پر عامل تھے، تو اس کے خلاف نومولود فرقہ دیوبندیہ نے کیوں آواز اٹھا کر امت مسلمہ میں انتشار برپا کیا؟ کیا دو اختیاری شرعی امور میں سے کسی پر کسی جماعت کا عمل ہو اور کسی پر کسی کا تو جماعت مسلمہ کو اس اختلاف عمل کے باوجود کیا اتفاق بین المسلمین نہیں ہو سکتا؟ ذرا فرقہ دیوبندیہ اصول شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا شافی جواب دے۔

امور دین میں اتفاق و اتحاد کی بابت موقف دیوبندیہ:

یہاں پہنچ کر اس دیوبندی کتاب میں حسب عادت مکر و فریب و تلبیس کا جال وسیع کرتے ہوئے فرقہ دیوبندیہ امام ابن تیمیہ سے ناقل ہے:

''جماعت مسلمین سے مستحکم رابطہ اور پیوستگی دین کے اصول میں سے ہے اور جس مسئلہ میں اختلاف کیا جا رہا ہے، وہ ایک غیر واضح فرعی مسئلہ ہے، تو فرع و شاخ کی حفاظت میں اصل اور جڑ کو کیوں کر مجروح کیا جا سکتا ہے؟ لیکن عام متعصبین کتاب و سنت کی فہم و معرفت سے عاری ہیں إلا ما شاء اللہ'' (رفع یدین، صفحہ:۴، ۵، بحوالہ مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ :۲۲/۲۵۴)

ہم کہتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مراد اپنے اس قول سے وہ فروعی مسائل ہیں، جن پر شریعت کی واضح صراحت نہ ہو اور زیرِ نظر مسئلہ میں امام ابن تیمیہ کا فرمان ہے کہ صحیحین میں حضرت ابن عمر وغیرہ صحابہ سے مرفوعاً رفع الیدین ثابت ہے، حتی کہ یہ رفع الیدین نہ کرنے والے پر حضرت ابن عمر کا کنکری مارنا ثابت ہے اور ہر رفع الیدین پر دس نیکیاں ملنے کا قول حضرت عقبہ بن عامر سے ثابت ہے۔ جو ظاہر ہے کہ معنوی طور پر حدیث نبوی ہے۔(مجموع فتاوى شيخ الاسلام ابن تيميه: ۲۲/ ۲۴۷) نیز امام ابن تیمیہ نے اپنے اسی بیان میں صراحت کی ہے کہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑنے والا تاتاری فتنہ مقلدین حنفیہ و مقلدین غیر حنفیہ کے گھناؤنے بحث ونظر کے سبب رونما ہوا، نیز یہ کہ جہراً یا سراً الفاظ کے ساتھ نماز اور اس طرح کی عبادات میں نیت کرنی بدعت وضلالت ہے اور تقلید پرستی کو فرض واجب قرار دے لینا قابلِ گردن زدنی جرم ہے، ایسا کرنے والے سے توبہ کرائی جائے، وہ توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔(ملاحظہ ہو، فتاویٰ ابن تیمیہ:۲۲/ ۲۴۵ تا ۲۵۵) اور اس میں شک نہیں کہ فرقہ دیوبندیہ دوسرے مقلدین کی طرح چاروں تقلیدی اماموں میں سے کسی نہ کسی کی تقلید پرستی کو واجب و فرض قرار دیے ہوئے ہے اور زبان سے سراً یا جہراً نماز کی نیت کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہے، لہٰذا امام ابن تیمیہ کے اس فتویٰ کے مطابق تقلید پرست نوزائیدہ فرقہ دیوبندیہ بدعت وضلالت پرست اور ایسے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، جس سے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ اگر توبہ کرے تو ٹھیک ہے ورنہ پھانسی دیے جانے کا مستحق ہے۔ اور زیرِ نظر رفع الیدین ان فروعی مسائل سے نہیں ہے، جن پر واضح شرعی دلیل نہ ہو، بلکہ بقول ابن تیمیہ رفع الیدین صحیحین وغیر صحیحین میں باسانید صحیحہ معتبرہ بہت سارے صحابہ سے مرفوعاً حدیث نبوی سے واضح دلیل سے ثابت ہے، پھر فرقہ دیوبندیہ جو تقلید پرستی کو فرض و واجب سمجھ کر اپنا شعار بنائے ہوئے ہے اور بڑے پیمانے پر تصانیف وتقاریر کے ذریعہ اسے اہل اسلام میں فروغ دینے کے لیے دن رات کوشاں اور جوشاں ہے، وہ زیرِ نظر مسئلہ میں شریعت کی واضح صراحت سے کیوں منحرف ہے؟ اور اس معاملہ میں اوہام پرستی وغیر ثابت روایات مقلوبہ وموضوعہ وغیر معتبرہ کی پرستش کیوں کرتا ہے؟ اور سنت نبویہ پر عمل کر کے معمولی سی توجہ دے کر روزانہ ہزاروں نیکیوں سے اپنے کو محروم رکھنے کے لیے تحریف وتاویل بے جا اور تلبیسات کو اپنا شیوہ وشعار بنا کر کبائر معاصی کا مرتکب زندگی بھر کیوں ہوتا رہتا ہے؟ سنت ثابتہ سے انحراف مسلسل بقول ابن مسعود صحابی رضی اللہ عنہ آدمی کو چاہِ ضلالت میں گرانے والا عمل ہے، چنانچہ حضرت ابن مسعود کا یہ قول سنن ابی داود وغیرہ میں بسند صحیح مروی ہے:"لو تركتم سنة نبيكم لضللتم" اگر تم سنت نبویہ کو ترک کرنے کے مرتکب ہوتے رہے، تو قعر ضلالت میں جا پڑو گے، کیا تقلید پرست فرقہ دیوبندیہ حضرت ابن مسعود کی اس بات پر ذرہ برابر بھی دھیان دیتا ہے، جو معنوی طور پر حدیث نبوی ہے؟

جزء رفع اليدين للبخاري میں خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ زیر بحث رفع الیدین ترک کرنے پر لوگوں کو سزا اور تادیبی کارروائی سے دو چار ہونا پڑتا تھا، اگر یہ نوزائیدہ تقلید پرست فرقہ دیوبندیہ زمانہ خلیفہ راشد میں نمودار ہوا ہوتا، تو اسے سنت نبویہ کے ترک کے سبب کوڑوں اور گھونسوں سے خوب ٹھونکا جاتا، مگر افسوس کہ اس زمانے کے گزر جانے کے بہت بعد یہ فرقہ مقلدہ ظاہر ہوا، جو الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے محاورہ کے مطابق اس سنت نبویہ پر عاملین اہل حدیث ہی کو مطعون کرنے کے لیے دن و رات سرگرم عمل رہتا ہے یا فرقہ دیوبندیہ یہ سمجھے ہوئے ہے کہ دنیا میں یہ طرز عمل اختیار کرنے کے سبب ہماری مدح وستائش مقلدین کی طرف سے ہوتی ہے تو کیا آخرت میں اس کی بدعنوانی پر اس کی پٹائی جہنم کے آلات سے نہیں ہو گی؟ یہاں بات لمبی ہوسکتی تھی، مگر اختصار ہمارے پیش نظر ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی امام ابن تیمیہ والی نقل کردہ عبارت کا آخری جملہ کہ ''عام متعصبین کتاب وسنت کی فہم و معرفت سے عاری ہیں'' ،تو تقلید پرست لوگ خصوصاً نوزائیدہ فرقہ دیوبندیہ سخت تعصب پرست ہے، خاص طور پر اسے اہل حدیث اور مذہب اہل حدیث سے فرط تعصب نے بالکل ہی معرفت کتاب وسنت سے محروم کر رکھا ہے، جیسا کہ اس کے تیار کردہ ذخیرہ کتب سے صاف ظاہر ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی قلب حقیقت:

اس دیوبندی کتاب میں آگے بڑھتے ہوئے کہا گیا کہ:

> ''مگر علماء وصلحاء کی اس محبوب مطلوب راہ اعتدال کو چھوڑ کر عصر حاضر کے غیر مقلدین مسئلہ رفع یدین اور اسی نوع کے دیگر اجتہادی مسائل میں اپنے مختارات اور پسندیدہ مسائل کی تبلیغ وتشہیر اس جارحانہ انداز سے کر رہے ہیں کہ نہ تو ائمہ دین کے علمی و دینی مقام ومرتبہ کا انھیں پاس ولحاظ ہے اور نہ ہی جماعت مسلمین کی اسلامی اخوت اور دینی وحدت کی ادنیٰ فکر ہے، ان کے اس بیجا رویے سے خود مسلمانوں میں باہم بحث وتکرار کا بازار گرم ہے۔ الخ...... (رفع الیدین، صفحہ:۵)

ہم کہتے ہیں کہ اپنی اس عبارت میں نومولود فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مصطلح ''غیر مقلدین'' یعنی اہل حدیث کے جو اوصاف بیان کیے ہیں، وہ خود اس کے اپنے اوصاف ہیں اور عادت دروغ بافی کے تحت اس نے یہ گھناؤنے الزامات ظلماً و جوراً اہل حدیث پر لگا دیے ہیں۔ آخر چوتھی صدی تک تقلید پرستی کا کوئی پتہ جماعت مسلمین میں نہیں تھا، مگر چار صدیوں بعد تقلید پرستوں نے جنم لے کر سلفیت کی صراط مستقیم اور عمدہ شاہراہ سے انحراف کر کے تقلید کے بغیر کتاب وسنت واسلاف امت کے طریق پر چلنے والے سلفیوں کے خلاف طوفان بے تمیزی وشورش و شر انگیزی پیدا کرنے کی کوشش کی اور شاہراہ سلفی کے خلاف کتابیں لکھنے، درس گاہیں قائم کر کے ان میں عداوت

سلفیہ کا زہر بونے کا جارحانہ کاروبار شروع کرنے میں پہل کی، پھر چودھویں صدی ہجری میں نوزائیدہ فرقہ دیوبندیہ نے جنم لے کر اس شرانگیزی وزہر افشانی کو مزید درمزید ترقی دینے کا بیڑا اٹھایا، جس کے دفاع میں جب حامیان سنت نے بیڑا اٹھایا، تو اس مرجی جہمی، معتزلی ملغوبہ سے تیار شدہ اس فرقہ نے بڑے پیمانے پر سلفیت کے خلاف زہر افشانی کا لامتناہی سلسلہ نہایت مستعدی سے جاری کر دیا۔ دفاع میں جب حامیان سنت نے قلم اٹھایا، تو سنجیدگی سے غور کرنے کی بجائے جماعت مقلدہ نے پہلے سے کہیں زیادہ قلمی وزبانی وعملی شرانگزی شروع کی جس سے تمام سابقہ ریکارڈ بھی ٹوٹ گئے۔

دیوبندی شرانگیزی کی مسئلہ زیر بحث میں پہلی مثال:

اس دیوبندی کتاب میں آگے بڑھتے ہوئے کہا گیا کہ:

''یہ دیوبندی رسالہ مسئلہ رفع یدین کی تردید وتغلیط اور بحث ومناظرہ کے لیے نہیں بلکہ اس غرض سے لکھا گیا کہ عام مسلمان یہ جان لے کہ رفع یدین سے متعلق مقلدین دیوبندیہ کا طریقہ، احادیث نبویہ، آثار خلفائے راشدین وفقہائے صحابہ کے قول وعمل اور طریق خیر القرون کے مطابق بلاشبہ افضل واولیٰ ہے۔'' (ملخص از دیوبندی کتاب رفع یدین، ص:۵، ۶)

حالانکہ یہ ساری باتیں دیوبندی مجموعہ اکاذیب وتلبیسات ہیں، جیسا کہ اس کا لفظ لفظ اس پر شاہد ہے۔ پھر اس نوزائیدہ فرقہ نے شرعی احکام کو قطعی وظنی اقسام میں بانٹ کر زیر بحث مسئلہ کو اجتہادی قرار دیا اور اس میں اپنی تلبیسات کو برقرار رکھا۔ (دیوبندی کتاب، رفع یدین، ص:۶، ۷)

حالانکہ زیر بحث رفع یدین کا تعلق اجتہادی مسائل سے ہرگز نہیں، یہ بالکل منصوص مسئلہ ہے، جس میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں۔

فرقہ دیوبندیہ کی مزید فتنہ سامانی یعنی زیر بحث مسئلہ میں دیوبندیہ کی دوسری مثال:

آگے بڑھتے ہوئے اپنی اس کتاب میں فرقہ دیوبندیہ کہتا ہے کہ

''اگر کسی مسئلہ میں حضرات صحابہ کے قول وعمل میں بھی اختلاف پایا جائے، تو اس وقت خلفائے راشدین اور فقہاء صحابہ کے قول وعمل کو ترجیح ہوگی، چنانچہ امام أبوداود نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ سے منقول دو حدیثیں بظاہر متعارض ہوں، تو آپ ﷺ کے صحابہ کے عمل کو دیکھا جائے گا۔(سنن أبي داود: ۱/۱۱۵)

اس قاعدہ کے مطابق حضرات خلفائے راشدین کے عمل کی بناء پر ترک رفع یدین کی روایت راجح ہو گی۔(ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۷)

ہم کہتے ہیں کہ اسی مسئلہ کے اندر صحابہ کے قول وعمل میں اختلاف کی صورت میں صحابہ کی جس جماعت کے

قول وعمل کی تائید حدیث نبوی سے ہوگی، اسی جماعت صحابہ کی بات راجح ہوگی اور کسی جماعت صحابہ کے ساتھ اگر حدیث نبوی نہیں تو خلفائے راشدین کے عمل کو ترجیح ہوگی، فرقہ دیوبندیہ کا یہ دعویٰ کذب خالص اور افتراء محض ہے کہ اس مسئلہ میں دیوبندی موقف کی موافقت احادیث نبویہ وتعامل خلفائے راشدین وفقہاء صحابہ سے ہوتی ہے۔ كما سياتي.

فرقہ دیوبندیہ کی زیر بحث معاملہ میں تیسری بے تمیزی کی مثال:

اس دیوبندی کتاب میں مزید کہا گیا:

''اگر حدیث مرفوع سے کوئی عمل ثابت ہو اور جماعت صحابہ کا عمل یا خلفائے راشدین وفقہاء صحابہ کا عمل حضرات صحابہ کی موجودگی میں حدیث مرفوع کے خلاف ہو اور کسی صحابی کی اس پر نکیر نہ ہو تو ان صورتوں میں ترجیح صحابہ کے عمل کو ہوگی۔'' (رفع یدین، ص:۷)

ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ صورت حال کا حاصل یہ ہے کہ حدیث مرفوع کے خلاف صحابہ کا عمل اجماع صحابہ ہے، اور اجماع صحابہ بالاتفاق حجت ہے اور اس چیز کی دلیل ہے کہ اس اجماع صحابہ کے خلاف پائی جانے والی حدیث مرفوع بشرطیکہ دونوں معتبر اسانید سے ثابت ہوں منسوخ ہیں، یا مؤوّل ہے یا کسی علت خفیہ کی حامل ہے، اپنے بنائے ہوئے اصول وضوابط کی مخالفت فرقہ دیوبندیہ بکثرت کرتا ہے، جو اس کی بے راہ روی کی دلیل قاطع ہے، اس کے باوجود یہ پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ ہم بہت حق پرست ہیں، یہ چیز عمل منافقت ہے۔

مذکورہ بالا دیوبندی اصول ہی کے مثل اس کے بعد سوا تین سطری اپنے بیان میں فرقہ دیوبندیہ کا کہنا ہے کہ اگر دو مرفوع حدیثیں متعارض ہوں، دونوں میں سے ایک صحیح دوسری ضعیف ہو، مگر صحابہ کا اجماعی عمل ضعیف حدیث مرفوع پر ہو، تو یہی ضعیف حدیث راجح ہوگی، اور ہم کہہ آئے ہیں کہ اجماع صحابہ اس امر کی دلیل ہے کہ مرفوع حدیث منسوخ یا مؤوّل ہے، یا کسی علت خفیہ کی حامل ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ اپنے بنائے ہوئے اصول کا بہت زیادہ مخالف ہے۔

مطبوخ چیز سے نقض وضوء کا مسئلہ:

اپنے اصول مذکورہ بالا کی مثال دیتے ہوئے فرقہ دیوبندیہ نے مطبوخ چیز کھانے سے نقض وضوء والی حدیث مرفوع کا ذکر کر کے کہا کہ اس حدیث کے خلاف خلفائے راشدین کا عمل ہے، بنا بریں عمل خلفائے راشدین کو حدیث مرفوع پر راجح مانا جائے گا۔ (ماحصل از رفع یدین، صفحہ:۷،۸)

ہم کہتے ہیں کہ اس دیوبندی کتاب کے فرقہ دیوبندیہ کے تحفظ سنت کانفرنس سے بیس سال پہلے شائع ہونے والی ہماری کتاب ''اللمحات'' میں ہم نے اس موضوع (۱/۲۲۳ تا ۲۴۰) پر بحث کی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ

مطبوخ چیز کھانے سے نقضِ وضوء اور عدمِ نقضِ وضوء دونوں پر احادیث صحیحہ مرفوعہ منقول ہیں اوران میں سے ہر ایک پر بعض صحابہ کا عمل ہے، حتی کہ خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیز کا عمل بھی نقضِ وضوء والی حدیث پر ہے اور دلائل سے ثابت ہے کہ عدمِ نقض والی حدیث نقضِ وضوء والی حدیث کی ناسخ ہے اور نقض والی حدیث منسوخ ہے، لہٰذا اپنے اصول کے تحت فرقہ دیوبندیہ کی یہ مثال باطل ہی باطل ہے، ہر شخص ہماری اس کتاب کے تقریباً بیس صفحات پر مشتمل بحث کو دیکھ کر اطمینان کر سکتا ہے۔ مذہب اہل حدیث و پیروان مذہب اہل حدیث کے خلاف شوریدہ سری کے باعث اس نوزائیدہ فرقہ دیوبندیہ کی عقل ماری گئی ہے، بنابریں اسے کسی بھی شرعی بات کی تمیز نہیں ہے، اسی لیے یہ فرقہ دنیا میں طوفان بے تمیزی اٹھائے ہوئے ہے۔

فرقہ دیوبندیہ اس بحث کی تیسری مثال دیتے ہوئے رقم طراز ہے کہ:

> تحریمہ و قراءت قرآن کے درمیان منقول پڑھی جانے والی دعا "اللهم باعد بيني و بين خطاياي......الخ" زیادہ صحیح ہے اور " سبحانك اللهم و بحمدك......الخ" والی حدیث پہلی والی حدیث کے بالمقابل ضعیف ہے، پھر بھی ائمہ اربعہ و دیگر مجتہدین کا عمل ضعیف والی حدیث پر اس لیے ہے کہ خلیفہ راشد عمر بن خطاب نے اسی کو فرض نمازوں میں پڑھا، بلکہ بعض اوقات بالجہر پڑھا، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تحریمہ و قراءت کے درمیان یہی دعا پڑھنی چاہئے۔ (ماحصل از دیوبندی کتاب رفع یدین، صفحہ:۸)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کا یہ دعویٰ کہ "سبحانك ......الخ" پر ائمہ اربعہ کا عمل ہے، خالص افتراء ہے، بلکہ امام شافعی کا عمل "اللهم و جهت وجهي"......الخ والی دعا پر ہے، یہ حدیث صحیح مسلم اور متعدد کتب حدیث میں مروی ہے، نیز امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ ان دونوں دعاؤں میں سے کسی دعا کا پڑھ لینا صحیح ہے اور امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ سرے سے دعائے استفتاح مشروع ہی نہیں (المغني لابن قدامه: ۲/۱۴۱ تا ۱۴۵) دریں صورت امام ابوحنیفہ کے علاوہ سارے ائمہ اربعہ کا موقف دیوبندی موقف کے خلاف قرار پاتا ہے، پھر فرقہ دیوبندیہ کا یہ دعویٰ مکذوب و افتراء کے علاوہ کچھ نہیں اور حضرت عمر بن خطاب والی روایت کی سند منقطع ہے اسے حضرت عمر سے روایت کرنے والے عبدہ بن ابی لبابہ کا سماع و لقاء حضرت عمر سے ثابت نہیں ہے۔ (تهذيب الكمال: ۱۸/۵۴۱)

اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف فرقہ دیوبندیہ کا انتساب مکذوب محض ہے۔

البتہ یہ حدیث مرفوعاً و موقوفاً متعدد اسانید سے مروی ہونے کے سبب کسی قدر قوی ہوگئی ہے، لہٰذا اسے بھی نمازی پڑھ سکتا ہے، مگر اسے افضل کہنا فرقہ دیوبندیہ کی تلبیسات سے ہے اور یہ بات تو فرقہ دیوبندیہ کا بہت

بڑا جھوٹ ہے کہ اسی دعا پر آپ ﷺ مداومت کرتے تھے۔ (رفع یدین، صفحہ:۸)

تفصیل کے بجائے ہم اختصار سے کام لے رہے ہیں اور یہ اختصار بھی مزاعم دیوبندیہ کی تکذیب کے لیے کافی ہے اور اسی سانس میں فرقہ دیوبندیہ کا دعویٰ کہ ترک رفع الیدین پر خلفائے راشدین وفقہائے صحابہ کا عمل تھا۔ (رفع یدین، صفحہ:۸) خالص دیوبندی اکاذیب وتلبیسات سے ہے۔ کما سیاتی التفصیل ۔

فرقہ دیوبندیہ کی زیر بحث مسئلہ میں چوتھی مثال یعنی اس فرقہ کی چوتھی شر انگیزی:

اپنے مذکورہ بالا اکاذیب وتلبیسات کے بعد فرقہ دیوبندیہ نے چوتھی مثال کے تحت کہا:

''فعل میں ذاتی طور پر دوام کا معنی نہیں ہوتا اور نہ فعل مطلق سے سنت واستحباب کا ثبوت ہوتا ہے، چنانچہ حدیث مرفوع میں ہے کہ آپ ﷺ اپنی سب بیویوں کے پاس جاتے اور آخر میں صرف ایک بار غسل فرماتے، لیکن محققین محدثین کے مطابق یہ واقعہ صرف ایک بار ہوا اور یہ طریقہ نہ سنت ہے نہ مستحب، اسی طرح آپ ﷺ کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، روزے کی حالت میں ازواج مطہرات سے بوس وکنار کرنا، بعد وضوء ازواج مطہرات کا بوسہ لینا، نماز کی حالت میں دروازہ کھولنا، بچی کو کندھے پر اٹھائے نماز پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے، لیکن کوئی بھی ان اعمال کے دوام وہمیشگی کا قائل نہیں اور نہ انھیں سنت و مستحب سمجھتا ہے، لہٰذا ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اگر کوئی مذکورہ کاموں کو نہ کرے تو اسے ترک سنت کا طعنہ نہیں دیا جا سکتا، بالکل یہی حال رفع یدین کا ہے کہ بعض صحیح فعلی احادیث سے ثابت ہے، لیکن ایک آدھ بار اس کا دوام ثابت ہوتا ہے نہ مسنون ومستحب ہونا، بلکہ اس کے ثبوت کے لیے ضروری ہوگا کہ کوئی ایسی حدیث پیش کی جائے، جس سے رفع یدین پر مداومت معلوم ہو اور رفع یدین کو مسنون کہنے والے آج تک اس مضمون کی کوئی صحیح حدیث نہیں پیش کر سکے ہیں اور نہ آئندہ پیش کر سکیں گے، اس لیے تارکین رفع یدین کو ترک سنت کا طعنہ دینا کسی طرح درست نہیں۔'' (دیوبندی کتاب رفع یدین، صفحہ:۹)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ یہ مثالیں عبادات سے متعلق نہیں ہیں اور ان کے عدم دوام پر قرائن واضحہ موجود ہیں پھر بھی جس امتی کو اس طرح کے حالات پیش آئیں جن حالات کے تحت آپ ﷺ نے یہ کام کبھی کبھار کیے تو اس امتی کے لیے ان افعال نبویہ کی بنیاد پر اس طرح کا عمل بہر حال مشروع ہے کیونکہ آپ ﷺ بتصریح قرآنی امت کے لیے اسوۂ حسنہ تھے، اور ہر طرح کے معذور و مجبور، مریض وضرورت مند، لوگوں کے واسطے آپ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے اعمال صادر کروائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ حالات کے مطابق اس طرح کے اعمال کیے جا سکتے ہیں۔ غیر عبادت والے افعال نبویہ کا فرقہ دیوبندیہ کا افعال عبادت کی تمثیل میں پیش کرنا نہایت

واضح طور پر غلط ہے مگر فرقہ دیوبندیہ اسی طرح کی بے راہ روی کا عادی ہے یہ تو سراسر قیاس مع الفارق ہے افسوس کہ فرقہ دیوبندیہ کو عبادت و غیر عبادت میں فرق واضح کی تمیز نہیں۔ زیر نظر رفع یدین نماز جیسی عظیم عبادت کا ایک جزو ہے پھر اس رفع الیدین کو مذکورہ مثالوں کے مطابق بتلانا دیوبندی تلبیسات و اکاذیب کا شاہکار ہے۔ زیر بحث رفع یدین والا فعل نبوی "صلوا کما رأیتموني أصلي" والے حکم نبوی کے مطابق قولی حدیث بھی ہے جس پر عمل کرنا فرض واجب ہے اِلا یہ کہ کسی دلیل معتبرہ سے اس کا غیر فرض و واجب ہونا یا منسوخ ہونا ثابت نہ ہو جائے اس کے منسوخ ہونے پر تو نوزائیدہ فرقہ دیوبندیہ کے آباء واجداد و مورثین کوئی دلیل پیش کر سکے ہیں نہ تا قیامت تک پیش کر سکیں گے، اور اس حکم نبویہ کا مفاد ہے کہ اگر یہ فرض نہیں تو فرقہ دیوبندیہ کا مصطلح واجب ہے جو محدثین کے یہاں سنت مؤکدہ کا درجہ رکھتا ہے۔ فرقہ دیوبندیہ حامیان سنت کے سامنے گربۂ مسکین بنا ہوا پھر بھی اس کی جارحیت آسمان کی بلند چھو رہی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی زیر بحث مسئلہ میں پانچویں مثال:

زیر نظر دیوبندی کتاب میں زیر بحث رفع یدین کے منسوخ ہونے کی پانچویں مثال میں اپنی عادت تلبیس کاری کے تحت یہ کہا کہ:

تاریخ احکام اسلامی سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ شرعی احکام میں ضرورت و مصلحت کے مطابق تغیر و تبدل ہوا ہے، ایک زمانہ میں قبلہ بیت المقدس تھا، پھر بیت اللہ (کعبہ) قبلہ عالم قرار پایا، نماز میں اس طرح کے متعدد تغیرات کا ذکر سنن ابی داود کی ایک حدیث میں اس طرح ہے:"**احیلت الصلوٰة علی ثلاثة أحوال**" نماز میں تین تغیرات پیش آئے، مثلاً ابتدائے اسلام میں صف بندی نہیں تھی۔ نمازی آگے پیچھے کھڑے ہو جاتے تھے، بعد میں صف بندی کا اہتمام ہوا۔ إلی أن قال: یوں ہی ابتدائے امر میں رفع یدین کیا جاتا تھا، مگر بعد میں حکم خداوندی: ﴿قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ﴾ کے بموجب عدم رفع کو رفع یدین کے بجائے راجح قرار دیا گیا۔ (دیوبندی کتاب رفع یدین کا ملخص، صفحہ:۹، ۱۰)

ہم کہتے ہیں کہ اپنے موقف پر نوزائیدہ فرقہ دیوبندیہ نے اپنے اسلاف کی تقلید میں حکم الٰہی ﴿قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ﴾ سے جو استدلال کیا ہے، وہ صریح تحریف کاری اور یہود و نصاریٰ جیسے بے راہ رو فرقوں کی تقلید ہے، نیز اس تحریف کاری کے باوصف یہی تلبیس کار فرقہ دیوبندیہ بوقت تحریمہ اور وتر کی آخری رکعت اور نماز عیدین و جنازہ میں رفع الیدین کر کے اپنی تکذیب خود کرتا ہے اور اپنے اس متضاد گھناؤنے عمل پر اسے شرم و ندامت کی بجائے فخر و مباہات بھی ہے، نصوص قرآنیہ اور نصوص نبویہ میں تحریف کاری اور انھیں کھلواڑ بنانے والا فرقہ دیوبندیہ آخر اپنے کو کیا سمجھتا ہے؟ کیا وہ اپنے ان کالے کرتوتوں کی قرار واقعی سزا پانے سے محفوظ رہے گا؟ یہ فرقہ

آیت مذکورہ اور کسی حدیث صحیح سے رفع الیدین والی احادیث صحیحہ متواترہ کا منسوخ ہونا ثابت کرے، اگر کوئی بات سچ لکھنے اور بولنے کا روادار ہے،"صلّوا کما رأیتموني أصلي" کے فرمان نبوی کے مطابق اس رفع الیدین کا حنفیہ والا مصطلح واجب ہونا ثابت ہوتا ہے، اس کے خلاف اگر اس تلبیس کار فرقے کا کوئی دعوی ہو تو دلائل شرعیہ سے ثابت کرے۔

فرقہ دیوبندیہ کی زیر بحث مسئلہ میں چھٹی مثال:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب میں چھٹی مثال پیش کرتے ہوئے کہا:

"حضرات محدثین وفقہاء کے نزدیک ان مقررہ اصول کے علاوہ مسئلہ زیر بحث میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہئے کہ عہد نبوی وعہد صحابہ میں تعلیمات نبویہ کتابی شکل میں مدوّن و مرتب نہیں تھیں، صحابہ کرام قول و فعل نبوی کے ذریعہ جو کچھ سیکھتے اسے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے اور اسی کے مطابق عمل کرتے ،خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق کے دورِ خلافت میں عراق فتح ہوا تو وہاں کے باشندوں کو تعلیمات رسول اور اسلامی احکامات سے آراستہ کرنے کی غرض سے بطورخاص انھوں نے حضرت ابن مسعود کو بحیثیت معلم بھیجا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انھیں وہی سب سکھایا، جو انھوں نے بارگاہ نبوت سے سیکھا تھا اور جس پر وہ خود عمل پیرا تھے۔ معلم عراق ابن مسعود کی یہی قولی و عملی تعلیم عراق میں شائع و عام ہوئی اہل عراق سال کے عام مہینوں خصوصاً موسم حج میں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ حاضر ہوتے رہتے تھے، اور وہاں آباد حضرات صحابہ خصوصاً خلیفہ ثانی فاروق اعظم کی عراق میں آمد و رفت ہوتی رہتی تھی، یہ سارے اصحاب رسول اہل عراق کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھتے رہے تھے اور کسی ایک صحابی سے منقول نہیں کہ اس نے عراقی نماز پر نکیر کی، جب کہ صحابہ سے یہ بعید ہے کہ وہ خلاف سنت عمل کرتے دیکھیں اور خاموش رہیں، ابن مسعود کی اس نماز پر صحابہ کا اجماع سکوتی ہے، لہٰذا عدم رفع یدین والی نماز کے راجح و افضل ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔ إلی ما آخر هذی و افتری۔ (ملخص از رفع یدین، صفحہ: ۱۰، ۱۱)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق اپنی اس بات میں متعدد افتراء پردازیاں و تلبیسات کی، کیونکہ عہد نبوی و عہد صحابہ میں احادیث نبویہ و احکام اسلامیہ جو نصوص سے ماخوذ ہوتے لکھنے کا رواج عام تھا، جس کی دلیل "تدوین حدیث" کے عنوان سے لکھی جانے والی عام کتابیں ہیں، نیز ابن مسعود سے قولی و عملی طور پر دیوبندی نماز کا پڑھنا ثابت نہیں۔ (کما سیاتی) حضرت عمر کا عراق جانے کا دیوبندی دعوی خالص جھوٹ وافتراء ہے، حضرت ابن مسعود کو عراقی لوگوں نے کبھی بھی زیر بحث رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتے ہرگز نہیں دیکھا تھا، لہٰذا اس پر کسی حجازی یا غیر حجازی صحابی کی نکیر کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا اور یہ دعویٰ دیوبندیہ تو بہت بڑا جھوٹ

ہے کہ غیر رفع یدین والی نماز کے راجح وافضل ہونے پر صحابہ کا سکوتی اجماع ہے۔ صحابہ کا اجماع تو رفع الیدین والی نماز پر ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ نے قلب موضوع کر کے اپنی حیثیت اجاگر کی ہے۔ کوفہ یا عراق جانے والے صحابہ اسی رفع الیدین والی نماز نصوص و اجماع سکوتی کے مطابق پڑھتے رہے، پھر صحابہ کا دور ختم ہونے پر نہ جانے کس زمانہ میں عراقی لوگ دیوبندی طریق پر نماز پڑھنے لگے، جو انھیں دیوبندی صفت عراقیوں کی ایجاد ہے۔ (کما سیأتی)

فرقہ دیوبندیہ کی مزید کذب بیانیاں:

اپنے مذکورہ بالا اکاذیب و تلبیسات کے بعد فرقہ دیوبندیہ زمزمہ سرا ہے کہ:

"ان مذکورہ امور کو ذہن میں رکھنے کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت پر بھی نظر ضروری ہے، جس کی بنیاد پر آج کل کے غیر مقلدین تارکین رفع یدین پر زبان طعن دراز کر رہے ہیں۔ حضرت ابن عمر والی روایت اگرچہ أصح الاسانید کے درجہ کی ہے، پھر بھی اصول محدثین کے تحت اس میں کئی امور قابل غور ہیں:

ا۔ اس کے مرفوع و موقوف ہونے میں اختلاف ہے، ابن عمر کے صاحب زادے سالم اسے مرفوع نقل کرتے ہیں اور ان کے آزاد کردہ غلام و شاگرد نافع موقوف روایت کرتے ہیں، پھر یہ اختلاف غیر اہم بھی نہیں، کیونکہ امام اصیلی لکھتے ہیں کہ اسی اختلاف کی وجہ سے امام مالک نے اس روایت کو ترک کر دیا۔ (نیل الفرقدین، صفحہ: ۴۱)

ب۔ مواضع رفع میں اختلاف واضطراب ہے، چنانچہ ابن عمر سے اس بارے میں چھ طرح کی روایتیں نقل کی جاتی ہیں:

ا۔ صرف تحریمہ کے وقت رفع یدین، جیسا کہ مسند حمیدی، صحیح ابن عوانہ، المدونۃ الکبری وغیرہ میں صحیح سند کے ساتھ روایت موجود ہے۔

۲۔ صرف دو جگہ رفع یدین، تحریمہ اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت، جیسا کہ موطا امام مالک میں یہ روایت موجود ہے اور اس کے متعدد متابع بھی ہیں، اس لیے اسے امام مالک کا وہم نہیں کہا جا سکتا۔

۳۔ تین بار رفع یدین، تحریمہ اور رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت، جیسا کہ بخاری وغیرہ میں ہے، یہی روایت آج کل کے علمائے غیر مقلدین کی مستدل ہے۔

۴۔ چار بار رفع یدین یعنی مذکورہ بالا تین مقامات کے علاوہ قعدۂ اولی سے اٹھتے وقت، یہ روایت بھی صحیح بخاری میں ہے۔

۵۔ بعض روایات میں مذکورہ چار مقامات کے علاوہ سجدہ میں جانے اور سجدہ سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کا ذکر

ہے، جیسا کہ سنن نسائی میں ہے اور حافظ ابن حجر نے اسے صحیح ترین روایت قرار دیا ہے اور علامہ نیموی نے اسے صحیحہ محفوظ غیر شاذہ کہا ہے۔(آثار السنن:۱/۱۰۲) امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں بروایت وکیع عن الربیع اسی پر حسن بصری، مجاہد، طاؤس، قیس بن سعد، حسن بن مسلم کا عمل نقل کیا ہے۔

۶۔ بعض روایات میں ان مذکورہ جگہوں پر انحصار نہیں، بلکہ ہر خفض و رفع جھکنے اور اٹھتے وقت رفع یدین کی صراحت ہے، اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں امام طحاوی سے نقل کیا، یہ روایت بھی صحیح ہے اور صحابہ و تابعین کی ایک جماعت کا اس پر عمل تھا، جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر نے الاستذکار (۴/۱۰۵) اور تمہید (۹/۲۲۸) میں لکھا ہے، الحاصل روایت حضرت ابن عمر میں ضابطہ محدثین کے مطابق اضطراب ہے جسے ختم کرنا ممکن نہیں...... إلی آخر ما افتری و لبس و کذب! (دیوبندی کتاب رفع یدین، صفحہ:۱۱تا۱۳)

ہم کہتے ہیں کہ اپنی جن مکذوبہ وتلبیسات والی باتوں کو فرقہ دیوبندیہ نے ذہن میں رکھنے کا حکم دیا ہے، وہ جب مجموعہ اکاذیب وتلبیسات ہیں، تو حق پرستوں کو انہیں ذہن میں رکھنے کا دیوبندی حکم لغو و لایعنی و بے معنی و بے راہ روی ہے، اور حدیث ابن عمر کو مضطرب قرار دینا دیوبندی افتراء پردازی ہے، جیسا کہ تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اس دیوبندی کتاب کے مقدمہ پر ہمارا تبصرہ ختم ہوا۔

علمائے اہل حدیث کا عمل رفع یدین سے متعلق صحیح حدیث پر ہے، بلکہ ان کا عمل تمام معاملات میں احادیث صحیحہ معتبرہ حسنہ پر ہے، فرقہ دیوبندیہ نے جو چھ نمبرات کے تحت صرف اور صرف اپنی تین نمبر والی بات پر علمائے اہل حدیث کا عمل بتلایا ہے، حالانکہ یہ خالص اکاذیب دیوبندیہ سے ہے، جیسا کہ تفصیل آ رہی ہے۔

احادیث رسول ﷺ:

اپنے مقدمہ کتاب میں ہذیاں سرائی ولغوطرازی و افتراء پردازی کے بعد مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے تلبیس کار فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

۱۔ حدثنا أبوبكر بن أبي شيبة، و أبو كريب قالا: نا معاوية عن الأعمش عن المسيب بن رافع عن تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: ما لي أراكم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس اسكنوا في الصلوٰة ...... الخ" (صحيح مسلم، ص:۱۸۰، و أبوداود:۱/۱۴۳، ونسائي:۱/۱۷۶)

"تمیم بن طرفہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے حجرہ شریفہ سے باہر نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم نماز میں رفع الیدین کر رہے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے کیا ہوگیا ہے کہ تمہیں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑے کی دم ہیں نماز میں پر سکون رہو۔"

تشریح:

اس حدیث صحیح کا ظاہر یہی ہے کہ صحابہ کرام مسجد نبوی میں نوافل پڑھ رہے تھے، اسی حالت میں آپ ﷺ نے انھیں دوران نماز رفع الیدین کرتے دیکھ کر نکیر فرمائی اور ہاتھ کو بار بار اٹھانے کو شریک گھوڑے کی دم سے تشبیہ دی اور اسے خلاف سکون قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ "اسکنوا في الصلوة" نماز میں پرسکون رہا کرو، یہی حکم قرآن مجید میں ﴿قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ میں دیا گیا ہے، جس سے تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین کا خلاف اولیٰ ہونا بالکل ظاہر ہے۔ (دیوبندی کتاب رفع یدین، صفحہ:۱۱۴)

ہم کہتے ہیں کہ "اذناب خيل شمس" کا معنی یعنی عام اہل لغت بشمول شارح صحیح مسلم امام نووی نے یہ بتلایا ہے کہ ایسے بدکے اور بھڑکے ہوئے گھوڑے جو مسلسل اپنے پاؤں اور دموں پونچھوں کو حرکت دیتے اور مسلسل ہلاتے رہتے ہیں۔ (شرح صحیح مسلم للنووی: ۱/۱۸۱) عام کتب لغت اور اس کے یہی معنی فرقہ دیوبندیہ کی لکھی ہوئی کتاب لغت "مصباح اللغات" عربی سے اردو میں بھی ظاہر کیا گیا ہے، اب فرقہ دیوبندیہ بتلائے کہ زیر بحث رفع الیدین کرنے والے صحابہ وتابعین و اسلاف امت اہل حدیث اس رفع الیدین کو اسی طرح کرتے ہیں کہ اپنے پاؤں کو مسلسل ہلاتے ہوئے اپنی پونچھوں کو پورے تسلسل کے ساتھ اوپر اٹھا کر حرکت دیتے اور مضطرب رکھتے ہیں؟ کوئی شک نہیں کہ زیر بحث رفع الیدین کرنے والے ایسا نہیں کرتے، بلکہ وہ پرسکون رہتے ہوئے رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے نیز دیگر مواقع پر صرف ایک بار رفع یدین کر کے قیام و رکوع قومہ وسجدہ و پہلے قعدہ کے بعد صرف ایک بار رفع یدین کر کے قیام میں قراءت قرآن میں نہایت سکون کے ساتھ رہا کرتے ہیں، اس لیے اس کذاب فرقہ دیوبندیہ کا اس حدیث کو اہل حدیث والے رفع یدین پر منطبق کرنا سراسر دھاندلی بازی و افتراء پردازی ہے، اور اپنے دیوبندی موقف پر بار بار قرآنی الفاظ ﴿قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ کو دلیل قرار دینا قرآن مجید کی کھلی ہوئی تحریف ہے، جو یہود جیسے ﴿مغضوب عليهم﴾ کا شیوہ وشعار ہے۔ اپنی مذکورہ تحریف کاری وتلبیس کاری پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے فرقہ دیوبندیہ لغوطراز ہے کہ:

حضرت جابر بن سمرہ سے ان کے شاگرد عبید اللہ بن القبطیة ناقل ہیں کہ:

"كنا إذا صلينا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، قلنا: السلام عليكم ورحمة الله، و بركاته، و أشاره بيده إلى الجانبين فقال: رسول الله صلى الله عليه وسلم علام تؤمون بأيديكم؟ كأنها اذناب خيل شمس، و إنما يكفي أحدكم أن يضع يده على فخذه ثم يسلم على أخيه من على يمينه، وشماله" (صحیح مسلم)

پھر اس حدیث کا ترجمہ کر کے فرقہ دیوبندیہ ہذیان سرا ہے کہ:

"ان دونوں مذکورہ حدیثوں میں رفع یدین پر نکیر فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے ہاتھوں کے اٹھانے کو شریر گھوڑوں کی دم سے تشبیہ دی ہے، دونوں روایتوں میں قدر مشترک بس یہی تشبیہ کا جملہ ہے، جس کی بناء پر بعض کبار محدثین اور انھی کی تقلید میں آج کل کے غیر مقلدین یہ باور کرانے پر مصر ہیں کہ ان دونوں حدیثوں میں مذکور رفع یدین پر نکیر کا تعلق نماز کے اختتام پر بوقت سلام ہاتھوں کے اٹھانے سے ہے۔.....

إلى آخر ما لبس و افترى وهذى۔ (رفع یدین، صفحہ:۱۴ تا ۱۶)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ نے یہ حدیث صحیح مسلم (۱/۱۸۱) سے نقل کی ہے، مگر اس میں "وبرکاته" کا لفظ نہیں ہے، یعنی کہ اس حدیث میں فرقہ دیوبندیہ نے حسب عادت اس لفظ کا اضافہ کر دیا، یہ بھی تحریف ہی ہے، دیوبندی مذہب کی بنیاد ہی کتاب و سنت میں تحریف کاری و تلبیس کاری و بدعنوانی و بے راہ روی پر قائم ہے۔

دونوں احادیث میں سے کسی ایک کا بھی تعلق زیر بحث رفع الیدین سے نہیں، کیونکہ جس رفع الیدین پر نکیر نبوی ہے، وہ بدکے اور بھڑکے ہوئے گھوڑوں کی دموں کی طرح مسلسل مضطرب و متحرک ہوا کرتا تھا اور حدیث نبوی و آثار صحابہ والے جس رفع یدین کو اہل حدیث اختیار کیے ہوئے ہیں وہ اس وصف سے متصف نہیں، خواہ نفلی نماز ہو یا سنت و فرض دوران نماز ہو یا سلام پھیرتے وقت پس ہماری اسی بات سے فرقہ کٹ گئی دیوبندیہ کی شہ رگ۔

حدیث ابن مسعود پر بحث:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا اکاذیب وتلبیسات کے بعد حضرت ابن مسعود سے مروی زیر نظر رفع یدین کی نفی میں نو نمبروں کے تحت اسے نقل کیا، حالانکہ از روئے حقیقت یہ صرف ایک حدیث ہے اور فرقہ دیوبندیہ کی نمبرات کے تحت نقل کردہ اس حدیث کی سند کا دارومدار سفیان عن عاصم بن کلیب پر ہے، یہ احادیث اس دیوبندی کتاب کے صفحہ ۱۷ سے لے کر ۲۶ پر پھیلی ہوئی ہے، نیز فرقہ دیوبندیہ نے ان صفحات کو اپنے حسب مزاج حواشی سے بھی بھر رکھا ہے، ان احادیث میں معنوی فرق نہیں، صرف ظاہری طور پر بعض الفاظ کا اختلاف ہے، بعض روایات کے الفاظ یہ ہیں:

"فلم یرفع یدیه إلا مرة" (دیوبندی کتاب رفع یدین، حدیث نمبر:۳، و نمبر:۴، و نمبر۷، و نمبر۸) یعنی کہ حضرت ابن مسعود نے نماز نبوی کو نقل عملی طور پر لوگوں کے سامنے کیا، تو ابن مسعود نے تحریمہ کے وقت صرف ایک بار رفع یدین کیا اور بعض روایات میں اس کے بعد یہ اضافہ ہے کہ "ثم لا یعود" یعنی تحریمہ کے وقت صرف ایک بار رفع یدین پر اکتفاء کیا، پھر رفع الیدین کو دہرایا نہیں، نیز اسی حدیث کے بعض الفاظ یہ ہیں:

"فلم یرفع یدیه إلا في أوّل مرة" (دیوبندی کتاب رفع یدین کی حدیث نمبر۲، و نمبر:۴ یعنی حضرت ابن مسعود نے نماز نبوی کی عملی نقل کرائی اور بوقت تحریمہ ایک ہی بار رفع یدین کیا۔

چوتھے نمبر والی حدیث میں صراحت ہے کہ بعض رواۃ نے اسے "فرفع يديه في أوّل مرة" اور بعض نے کہا "مرة واحدة" جس کا حاصل یہ ہے کہ دونوں قسم کی احادیث کا ایک ہی معنی ہے کہ بوقت تحریمہ ابن مسعود نے صرف ایک بار رفع یدین کیا۔

چھٹے نمبر والی حدیث میں ہے کہ:

"فرفع يديه أوّل مرة ثم لم يعد" یعنی حضرت ابن مسعود نے نماز نبوی کی نقل اتارتے ہوئے تحریمہ کے وقت صرف پہلی بار رفع یدین کیا، پھر اسے دہرایا نہیں۔

فرقہ دیوبندیہ نے ان ساری احادیث کو معنوی اعتبار سے ایک ہی حدیث کہا ہے۔(دیوبندی کتاب رفع یدین، کا حاشیہ صفحہ:۲۲)

ہم کہتے ہیں کہ ناظرین کرام مذکورہ باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے "بعنوان احادیث رسول ﷺ" جو پہلی حدیث نقل کی ہے (دیوبندی کتاب رفع یدین، صفحہ:۱۴) اس کا معنی ہم بتلا آئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو مسجد نبوی میں آپ ﷺ نے صحابہ کو نماز پڑھتے دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ اٹھاتے ہوئے بدکے بھڑکے گھوڑوں کی دموں کی طرح مسلسل اٹھا اٹھا کر متحرک ومضطرب انداز میں بار بار حرکت دے رہے ہیں، جس سے آپ ﷺ نے ان صحابہ پر نکیر کرتے ہوئے "اسكنوا في الصلاة" کا حکم دیا، یہ حکم نبوی ان صحابہ کے اس رفع الیدین سے متعلق ہے، جس میں وہ بوقت تحریمہ بدکے اور بھڑکے گھوڑوں کی طرح اپنی دموں وپونچھوں کو مسلسل متحرک ومضطرب انداز میں بار بار رفع یدین کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان صحابہ کو حکم دیا کہ نماز میں سکون اختیار کرو نہ کہ اس طرح کے گھوڑوں کی متحرک دموں کا طریق اختیار کرو، یعنی کہ بوقت تحریمہ صرف ایک بار پر سکون انداز میں رفع الیدین کر کے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لو، یہی بات فرقہ دیوبندیہ کے شیخ اکبر امام الصوفیا ابن عربی نے کہی کہ بوقت تحریمہ صرف ایک بار رفع الیدین کرنے پر آپ ﷺ اور صحابہ وتابعین اکتفاء کرتے تھے، بار بار نہیں۔(فتوحات مكية لابن عربي بحث رفع يدين ومرعاة شرح مشكوٰة(۸۳/۳،مطبوع جامعہ سلفیہ نیز ہماری کتاب رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز، صفحہ:۳۸۹)

ہماری یہ کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" فرقہ دیوبندیہ کی تحفظ سنت کانفرنس کے سلسلہ جاری ہونے سے کم از کم پانچ سال پہلے شائع ہوئی، مگر اکاذیب پرست فرقہ دیوبندیہ نے ہماری اس کتاب کو ملحوظ رکھے بغیر "رفع یدین" کے نام سے مجموعہ اکاذیب ایک کتاب بڑے پیمانے پر چھاپ کر اپنی اس کانفرنس میں تقسیم کی۔

کوئی شک نہیں کہ اس حدیث کو صحیح فرض کر کے مذکورہ بالا توجیہ ہی صحیح ہے، کیونکہ ہمارے نبی ﷺ نے تحریمہ یا غیر تحریمہ کے وقت بار بار مضطرب ومتحرک گھوڑوں کی دموں کی طرح بار بار کے رفع الیدین سے منع کیا اور یہی

بات امام الصوفیاء ابن عربی نے کہی۔

یہ توجیہ اس وقت کی جائے گی، جب کہ اسے ابن مسعود کی طرف منسوب کرنے کو صحیح مان لیا جائے، مگر اسے معتبر قرار دینے سے یہ بات مانع ہے کہ اس کا دارو مدار عاصم بن کلیب جرمی پر ہے، جو بقول امام ابن المدینی اور عام ائمہ کرام جس روایت کی نقل میں منفرد ہوں، وہ معتبر اور لائق حجت نہیں (عام کتب رجال، ترجمہ عاصم بن کلیب) اور اس میں شک نہیں کہ حضرت ابن مسعود سے ان الفاظ کی نقل میں موصوف عاصم بن کلیب جرمی متفرد ہیں، نیز عاصم سے یہ حدیث امام سفیان بن سعید ثوری نے معنعن نقل کی ہے، جو مدلس ہیں اور ان کی مدلس روایت ساقط الاعتبار ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا:

”انه كان يدلس عن الضعفاء، و لكن له نقد و ذوق و لا عبرة لقول من قال: يدلس و يكتب عن الكذابين“

موصوف امام سفیان ثوری ضعیف رواۃ سے تدلیس کرتے تھے، لیکن انھیں نقد و ذوق کا ملکہ حاصل تھا اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ موصوف کذاب رواۃ سے تدلیس کرتے تھے، ان کا اعتبار نہیں۔“ (میزان الاعتدال: ۲/ ۱۶۹)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ثوری اگرچہ کذاب رواۃ سے تدلیس نہیں کرتے تھے، مگر ضعیف رواۃ سے کرتے تھے، لہٰذا ثوری کی یہ مدلس روایت ضعیف و ساقط الاعتبار ہے، امام سفیان ثوری ۹۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۱ھ میں فوت ہوئے۔ (عام کتب رجال) اگر فرض کیا جائے کہ انھوں نے بیس سال کی عمر میں حدیث مذکور اپنے اس ضعیف شیخ سے سنی جن سے تدلیس روایت کی، تو لازم آتا ہے کہ انھوں نے ۱۱۷ھ میں یہ حدیث سنی۔ عام کتب مصطلح حدیث میں صراحت ہے کہ اہل کوفہ بیس سال کی عمر ہونے پر یا اس سے زیادہ پر سماع حدیث کرتے تھے، اس سے لازم آیا کہ وفات نبوی کے سو سال بعد ہی یہ حدیث ظہور پذیر ہوئی، یعنی کہ دیوبندی اصول سے لازم آتا ہے کہ تحریمہ کے بعد نماز میں دوسرے اوقات میں عدم رفع یدین والی اس حدیث ابن مسعود کا ظہور ہوا، یعنی کہ ابن مسعود کی طرف یہ حدیث وفات نبوی کے سو سال کے بعد ہی منصۂ شہود پر آئی، تو اس پر حنفی اصول سے عمل ہونے لگا، یعنی کہ تحریمہ کے علاوہ دوسرے مواقع پر رفع الیدین نہ کرنے کا رواج اہل کوفہ میں وفات نبوی کے سو سال بعد ہوا، جس کا لازمی مطلب ہے کہ تحریمہ کے بعد والے رفع یدین نہ کرنے والا رواج بدعت ہے، جو نہ عہد نبوی میں تھا نہ عہد صحابہ میں۔ البتہ اس کا معنی اگر یہ مان لیا جائے کہ بوقت تحریمہ یا دوسرے مواقع پر جو لوگ بد کے گھوڑوں کی مضطرب دم کی طرح مسلسل بار بار ہاتھ اٹھاتے اور حرکت دیتے رہتے تھے، اس سے باز رہنے کی تعلیم آپ ﷺ نے دی، تو یہ حدیث اپنے معنوی متابع و شواہد سے مل کر درجہ حسن یا صحیح کو پہنچ جاتی ہے، اور قابل

عمل ہو جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ تحریمہ کے وقت اور دوسرے مواقع پر حضرت ابن مسعود اور عام صحابہ اتباع حدیث نبوی میں صرف ایک بار رفع یدین کرتے تھے، نہ کہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی مضطرب پونچھوں کی طرح بار بار ایسا کرتے تھے جس سے نبی ﷺ نے منع کر دیا تھا۔

حدیث ابن مسعود کی روایت بطریق أبوحنیفہ:

اس دیوبندی کتاب میں مذکورہ بالا ہذیان سرائی کرتے ہوئے نمبر: ۱۰ کے تحت کہا:

" أبوحنيفة عن حماد عن إبراهيم عن الأسود أن ابن مسعود كان يرفع يديه في أوّل التكبير، ثم لا يعود لشيءٍ من ذلك، و يوثر ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم۔" (عقود الجواهر المنيفة: ۱/۱۰۱، و سند أبي حنيفة رجاله كلهم ثقات)

یعنی اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرتے تھے، پھر دوبارہ سہ بارہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے اور یہ حدیث مرفوعاً بھی ہے۔"

تشریح: یہی وہ حدیث ہے جسے امام أبوحنیفہ نے مناظرہ میں امام اوزاعی سے بیان فرمایا اور ثابت کیا کہ اس سند کا ہر راوی فقیہ ہے، جس سے امام اوزاعی لاجواب ہو گئے۔(دیوبندی کتاب رفع الیدین، صفحہ: ۲۶، ۲۷)

ہم کہتے ہیں کہ امام اوزاعی کے ساتھ امام أبوحنیفہ کا مناظرہ مکذوبہ جھوٹ اور مکذوب ہے، جس کی تفصیل ہماری کتاب'' اللمحات'' میں ہے اور اس کی سند کے تمام رواۃ کے ثقہ ہونے کا دعویٰ دیوبندیہ بھی جھوٹا و مکذوب ہے، البتہ امام أبوحنیفہ نے اس مسئلہ میں ابن المبارک سے مناظرہ کیا تھا اور ابن المبارک کے بالمقابل امام أبوحنیفہ لا جواب ہو گئے تھے، جس کی تحسین امام وکیع نے کی تھی اس کی تفصیل ہماری کتاب''اللمحات'' اور ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' میں ہے۔ یہ روایت فرقہ دیوبندیہ نے عقود الجواهر المنيفة اور مسند ابی حنیفہ سے نقل کی ہے اور جامع مسانید أبوحنیفہ میں اس کی جو سند دی ہوئی ہے، وہ أبومحمد عبداللہ بن یعقوب سبز مونی سے مروی ہے اور سبز مونی کذاب اور وضاع ہے۔(لسان المیزان و میزان الاعتدال ترجمہ سبز مونی) لہٰذا أبوحنیفہ کی طرف اس روایت کا انتساب ہی مکذوب ہے۔ یہ فرقہ دیوبندیہ کی سخت افتراء پردازی و تلبیس کاری ہے کہ اس نے اس روایت کو أبوحنیفہ کی سند سے ذکر کرنے سے خاموشی اختیار کی ہے۔ امام أبوحنیفہ نے خود اپنے آپ کو مجروح وساقط الاعتبار قرار دیا ہے۔(اللمحات) امام ذہبی نے اپنی کتاب ''دیوان الضعفاء والمتروکین'' میں کہا:

"قال ابن عدي: عامة ما يرويه غلط و تصحيف و زيادات و قال النسائي: ليس

بالقوي في الحديث، كثير الغلط على قلة روايته و قال ابن معين: لا يكتب حديثه۔"

(ديوان الضعفاء والمتروكين للذهبی رقم الترجمه: ٤٣٨٩، صفحه: ٣١٨)

حاصل یہ کہ فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ حدیث کے بنیادی راوی امام اُبوحنیفہ ہی ساقط الاعتبار و غیر معتبر و کثیر الغلط ہیں۔

اور امام اُبوحنیفہ نے اسے جس حماد بن ابی سلیمان سے روایت کیا، وہ بھی مجروح و غیر معتبر اور کئی ائمہ فن کے حسب تصریح کذاب ہیں اس کی تفصیل بھی ''اللمحات '' میں ہے اور محمد بن جابر یمامی جنھیں فرقہ دیوبندیہ نے صدوق و معتبر راوی کہا، ان کا کہنا ہے کہ حماد سے امام اُبوحنیفہ سماع کیے بغیر حماد کی کتابیں میرے گھر سے چرالے گئے اور انھیں کتابوں سے وہ روایت حدیث کرتے تھے، جس میں بعض بد اطوار لوگوں نے الحاق و تحریف بھی کردی تھی، نیز حماد کو حماد کے استاذ ابراہیم نخعی نے مرجی ہوجانے کے سبب اپنے تلامذہ کو متروک قرار دینے کا حکم دیا تھا اور امام اُبوحنیفہ بھی اپنے استاذ حماد کی طرح مرجی تھے، یعنی کہ امام ابراہیم نخعی نے امام اُبوحنیفہ کو بھی متروک قرار دیا ہے، ان ساری باتوں کی نہایت تحقیقی تفصیل ہماری کتاب اللمحات میں ہے، جس کا دل چاہے اس کا مطالعہ کرکے اطمینان کرلے۔ اسے شواہد و متابع کے ذریعہ اگر معتبر مانا جائے، تو اس کا معنی و مطلب ہم بتلا چکے ہیں کہ یہ حدیث موقف دیوبندیہ کی دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

فرقہ دیوبندیہ کی بطور دلیل پیش کردہ گیارہویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے موقف پر دلیل بنائے ہوئے گیارہویں نمبر پر یہ حدیث نقل کی:

"أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا محمد بن صالح بن هانئ ثنا إبراهيم بن محمد بن مخلد الضرير ثنا اسحاق بن أبي إسرائيل حدثنا محمد بن جابر عن حماد بن أبي سليمان عن إبراهيم عن علقمة عن ابن مسعود قال: صليت خلف النبي ﷺ و أبي بكر و عمر فلم يرفعوا إلا عند افتتاح الصلوٰة۔" (السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٢/٧٩، ٨٠، و قال الحافظ ابن المارديني: إسناده جيد)

ہم کہتے ہیں کہ ابھی اوپر ہم حماد بن ابی سلیمان کا غیر ثقہ و غیر معتبر ہونا ظاہر کر آئے ہیں اور ان سے روایت کرنے والے محمد بن جابر یمامی اگر چہ صدوق تھے، جیسا کہ فرقہ دیوبندیہ نے کہا، لیکن انھیں امام عمرو بن علی فلاس نے صدوق کہنے کے باوجود ''كثير الوهم و متروك الحديث'' کہا۔ امام اُبوزرعہ رازی نے کہا کہ ''محمد بن جابر ساقط الحديث عند أهل العلم''، امام عبد الرحمٰن بن مہدی نے بھی انھیں متروک قرار دیا، نیز امام عبد الرحمٰن بن مہدی نے مزید کہا:

"كان يروي مناكير...... إلى أن قال، رأوا في كتبه لحقا و حديثه عن حماد فيه اضطراب"
یعنی محمد بن جابر منکر احادیث کی روایت کرتے، اہل علم نے ان کی کتابوں میں الحاق دیکھا اور حماد بن ابی سلیمان سے ان کی روایت کردہ احادیث میں اضطراب ہے۔

محمد بن جابر کو امام بخاری و ابوداود و نسائی نے بھی مجروح و ساقط الاعتبار کہا، امام یعقوب بن سفیان فسوی و عجلی نے بھی انھیں ضعیف کہا، امام ابن حبان نے ان کی کتب حدیث کو ملحق و سارق الحدیث کہا۔(تہذیب التهذيب: ۹/ ۷۷، ۷۸)

ان کی کتاب حدیث میں کسی ناخدا ترس راوی نے تحریف و الحاق کر دیا تھا، بلکہ بعض کا بیان ہے کہ یہ خود بھی اپنی کتاب حدیث میں الحاق کرتے تھے۔ اس لیے ان کی بیان کردہ حدیث غیر معتبر ہے، خصوصاً اس لیے کہ اس حدیث کے بیان کرنے میں محمد بن جابر یمامی کے شیخ حماد بن سلیمان بہت زیادہ مجروح ہیں، نیز ان الفاظ کے ساتھ مروی یہ روایت بہت زیادہ ضعیف اور احادیث صحیحہ متواترہ کے معارض ہے، تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' دیکھیے، نیز ابکار المنن وغیرہ بھی۔ لہٰذا اسے فرقہ دیوبندیہ خصوصاً اس کے امام انور شاہ کشمیری کا نیل الفرقدین، ص: ۹۴، میں دلیل بنانا سراسر بے راہ روی ہے اور ابن المارديني بھی فرقہ دیوبندیہ کی طرح تقلید پرست تھے، اس لیے ان سے فرقہ دیوبندیہ نے اس حدیث کا جو جید الاسناد ہونا نقل کیا ہے، وہ اصول حدیث کے اعتبار سے مکذوب ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی بطور دلیل پیش کردہ بارہویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے ان ساری بدعنوانیوں اور تلبیسات کے باوصف اپنی مستدل روایت نمبر۱۲، اس طرح نقل کی:

"حدثنا محمد بن الصباح البزاز نا شريك عن يزيد بن أبي زياد عن عبد الرحمن بن أبي ليلىٰ عن البراء أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا افتتح الصلوٰة رفع يديه إلى قريب من أذنيه ثم لا يعود۔" (سنن أبي داود: ۱/ ۱۰۹)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ یہ حدیث بھی نمبر:۲، تا نمبر:۹، والی حدیث کی ہم معنی ہے، اگر معتبر ہے تو اس کا معنی ہم بتلا چکے کہ وہ موقف دیوبندی کی دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی، مگر درحقیقت یہ حدیث ساقط الاعتبار ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

ترجمہ یزید بن ابی زیاد قرشی ہاشمی کوفی:

موصوف یزید بن ابی زیاد ایک زمانہ تک صحیح الحدیث تھے، لیکن بعد میں یہ تغیر حفظ (جنون) کے شکار ہو گئے، تو اپنی بیان کردہ احادیث میں ردّ و بدل وقلب وتغیر وتبدل و اضافہ یا اسقاط کر دیا کرتے تھے اور ان کی یہ زیر بحث

حدیث موصوف کی تخلیط وتغیر کے بعد کی روایت کردہ ہے، ابراہیم بن بیار رمادی جیسے ثقہ و پختہ کار راوی نے بیان کیا کہ:

”عن سفيان بن عيينه ثنا يزيد بن أبي زياد بمكة عن عبدالرحمن بن أبي ليلىٰ عن البراء بن عازب قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلوٰة رفع يديه و إذا أراد أن يركع و إذا رفع رأسه من الركوع قال سفيان بن عيينة: فلما قدمت الكوفة سمعته يقول يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة ثم لا يعود فظننتهم لقنوه“

یعنی امام سفیان بن عیینہ نے کہا کہ مکہ مکرمہ میں ہم سے یزید بن ابی زیاد نے بسند عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب بیان کیا کہ براء نے کہا کہ میں نے نماز پڑھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ بوقت تحریمہ اور بوقت رکوع، جھکتے اور اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرتے تھے، امام سفیان بن عیینہ نے کہا کہ مکہ مکرمہ میں یزید بن ابی زیاد سے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے سنا، پھر اس کے کچھ دنوں بعد جب میں کوفہ آیا، تو یہی حدیث یزید بن ابی زیاد بایں الفاظ بیان کرتے تھے: ”يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة ثم لا يعود“ تو مجھے ظن غالب ہوا کہ ان کے اختلاط وتغیر کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں اہل کوفہ نے اس طرح بیان کرنے کی فرمائش کردی اور انھوں نے اہل کوفہ کی اس فرمائش کی تعمیل کر ڈالی۔(رواه الإمام البخاري في جزء رفع اليدين و رواه الحاكم والبيهقي)

اس روایت کی سند صحیح ہے اور اس امر کی واضح دلیل ہے کہ مکہ مکرمہ سے کوفہ آنے کے بعد زیاد بن ابی زیاد اختلاط وتغیر کے شکار ہو کر مکہ مکرمہ میں اپنی بیان کردہ حدیثوں کو کوفہ میں اکرالٹ پلٹ اور ردو بدل کر دیتے، نیز ان میں بعض الفاظ گھٹا بڑھا دیتے، یہ روایت معنوی طور پر دوسری اسانید معتبرہ سے بھی مروی ہے۔(التعليق المغني على سنن دارقطني: ۱/ ۲۹۳ تا ۲۹۵) لیکن استدلال کے لیے ایک ہی معتبر روایت کافی ہے۔ امام بخاری و ابن حبان اور دوسرے ائمہ کرام نے انھیں تخلیط وتغیر کا شکار ہونے کے بعد متر ک وساقط الاعتبار قرار دیا ہے لہٰذا جن ائمہ نے انھیں ثقہ وصدوق کہا انھوں نے تخلیط وتغیر کے شکار ہونے سے پہلے کی حالت کو ملحوظ رکھ کر توثیق وتصدیق کی ہے اور یہ بات تمام ہی ائمہ حدیث کو کہنی چاہئے مگر تخلیط وتغیر کا شکار ہوجانے پر موصوف یزید ابن زیاد کا دماغ بے قابو ہوگیا اور وہ اسی بناء پر تلقین بھی قبول کرنے لگے اور الفاظ حدیث میں ردّ و بدل وقلب و گھٹانے بڑھانے لگے بنا بریں ساقط الاعتبار و متروک الحدیث قرار پائے۔ پھر بھی ان کی زیر نظر حدیث کے معنوی متابع وشواہد کی بناء پر اگر اسے معتبر قرار دیا جائے تو اس کا معنی ہم بتلا چکے کہ کچھ حضرات صحابہ نماز پڑھتے وقت رفع الیدین کے مقامات پر صرف ایک بار رفع الیدین پر اکتفاء کرنے کے بجائے مسلسل مکرر و سہ مکرر بلکہ اس

سے بھی زیادہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی پونچھوں کی طرح ہاتھوں کو مسلسل حرکت دیتے، جسے آپ نے گھوڑوں کی مضطرب و متحرک حرکات سے تشبیہ دے کر منع کر دیا، اس لیے صحابہ ایسی حرکتوں سے باز آ کر مواضع رفع یدین پر صرف ایک بار رفع یدین پر اکتفاء کرنے لگے۔

فرقہ دیوبندیہ کی بارھویں حدیث کو یزید بن ابی زیاد سے اسے نقل کرنے والے شریک ہیں یہ بھی مجروح و ضعیف ہیں۔ (عام کتب رجال، ترجمہ شریک نخعی)

اسی طرح فرقہ دیوبندیہ کی اس کتاب میں تیرہویں حدیث سے لے کر بیسویں حدیث تک پیش کردہ احادیث کا دارو مدار یزید بن ابی زیاد پر ہے۔ (فرقہ دیوبندیہ کی کتاب مذکور، صفحہ: ۲۸ تا ۳۱)

فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ اکیسویں تا چوبیسویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا بیانات کے بعد نمبر ۲۱ تا ۲۴ جو احادیث نقل کی ہیں صفحہ: ۳۲ تا ۳۳ وہ براء بن عازب والی حدیث گزشتہ کے ہم معنی ہیں مگر ان سب کا دارو مدار محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ پر ہے جو بتصریح ائمہ فن ساقط الاعتبار ہے جیسا کہ عام کتب رجال کے ترجمہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ میں مفصل طور پر مذکور ہیں، بایں ہمہ یہ ساری احادیث فرقہ دیوبندیہ کے موقف پر دلالت نہیں کرتیں جیسا کہ تفصیل گزری، بلکہ یہ ساری احادیث موقف اہل حدیث ہی کی مؤید ہیں، لہٰذا اپنی ہفوات ولغویات میں اضافہ کرتے ہوئے فرقہ دیوبندیہ نے اس پر جو حاشیہ آرائی کی ہے اور اس سلسلے میں صفحہ ۳۳ سے ۳۸ تک سیاہ کر کے اپنے قلب و ذہن و مزاج کی سیہ کاری میں مزید در مزید اضافہ کیا ہے، وہ ہماری تحقیق کی روشنی میں لغو و لا یعنی و بے معنی قرار پاتا ہے اور تفصیل کے لیے قارئین کرام ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' دیکھیں۔

فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ پچیسویں تا اٹھائیسویں احادیث:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی تلبیسات میں مزید اضافہ کرتے ہوئے حدیث نمبر ۲۵ تا ۲۷ یہودیوں کی طرح تحریف کرتے ہوئے کہا:

"حدثنا عبد اللّٰه بن أيوب المخرّمي و سعدان بن نصر و شعيب بن عمرو في آخرين قالوا: حدثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن سالم عن أبيه قال: رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حتى يحاذي بهما، وقال: بعضهم حذو منكبيه و إذا أراد أن يركع، و بعد ما يرفع رأسه من الركوع لا يرفعهما، و قال بعضهم: لا يرفع بين السجدتين، والمعنى واحد۔" (صحيح أبوعوانه: ۲/ ۹۰)

یعنی حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ بوقت تحریمہ آپ نے رفع

الیدین، کیا مگر رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین نہیں کیا، بعض رواۃ نے یہ بھی بیان کیا کہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہیں کیا۔ (مذکورہ دیوبندی کتاب رفع یدین، صفحہ:۳۸، ۳۹)

تشریح: مستخرج أبوعوانه صحیحین کی طرح محدثین کے نزدیک کتب صحاح میں شمار ہوتی ہے اور امام حمیدی استاذ امام بخاری کی سند میں یہ تینوں حدیثیں باعتبار سند اعلیٰ درجہ کی ہیں، نیز علت و شذوذ سے بھی بری ہیں اور ترک رفع یدین میں صریح ہیں۔ بعض علمائے غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ حنفی علماء نے اس میں تحریف کردی ہے، تنکے برابر بھی حیثیت نہیں، دونوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں احادیث کو دیکھا جا سکتا ہے، علاوہ ازیں علمائے غیر مقلدین کے استاذ الکل مولانا سید نذیر حسین کے دو شاگردوں حافظ زین العابدین و محی الدین رئیسی کا لکھا قلمی نسخہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں موجود ہے۔ جس کا جی چاہے دیکھ سکتا ہے۔ الخ (رفع یدین مع الحواشی، صفحہ:۲۶ تا ۴۱ کا ملخص)

ہم کہتے ہیں کہ صحیح ابی عوانہ اور اس طرح کی بعض علمی قدیم نسخوں میں حدیث ان الفاظ میں نہیں، البتہ حنفیہ نے بعد والے اپنے تیار کردہ نسخوں میں ترمیم کر کے انھیں حسب منشاء بنا لیا، یہی محرف شدہ بعض قلمی نسخے حافظ زین العابدین و محی الدین رئیسی کے پاس تھے، جنھیں چرا کر دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں محفوظ کر لیا گیا تھا، پھر تحقیق کا خون کرتے ہوئے انھیں محرف نسخوں کو دیوبندی لوگوں نے چھاپ دیا۔ اصل قدیمی نسخہ میں مرقوم اس حدیث کا فوٹو اسٹیٹ وزیرِ عکس بعض علماء اہل حدیث نے حاصل کر کے فرقہ دیوبندیہ کی مزید تحریفات کی نشاندہی کرتے ہوئے ایک کتاب "شرمناک خیانت" شائع کی، پھر بھی اپنے کرتوت پر فرقہ دیوبندیہ کو شرم نہیں آئی۔ (رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز، ص:۴۲۱، ۴۲۲) حاصل یہ کہ صحیح أبوعوانہ وغیرہ کے قدیم قلمی نسخوں سے فرقہ دیوبندیہ کی تحریف بازی و تلبیس کاری عیاں ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ اٹھائیسویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ جو اکاذیب پرستی ہی کو اپنا دین و مذہب بنائے ہوئے ہیں، اپنے موقف پر اٹھائیسویں نمبر والی حدیث یوں نقل کی:

" عن عبد الله بن عود الخراز ثنا مالك عن الزهري عن سالم عن ابن عمر أن النبي ﷺ كان يرفع يديه إذا افتتح الصلوة ثم لا يعود۔"

(دیوبندی کتاب، صف:۴۰، پر اسے نقل کر کے فرقہ دیوبندیہ نے کہا کہ ذكره البيهقي في الخلافيات كما في نصب الرايه: ۱/ ۴۰۴، اس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے کہا کہ نبی ﷺ صرف تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ پھر اس فرقہ دیوبندیہ نے دعویٰ کیا کہ اس کی سند صحیح

ہے۔(دیوبندی کتاب رفع یدین، صفحہ:۴۰، ۴۱، کا ماحاصل)

ہم کہتے ہیں کہ

اولاً: اس حدیث کا وہ مطلب نہیں جو فرقہ دیوبندیہ نے بتلایا ہے بلکہ اس کا مطلب جیسا کہ متعدد بار ہم کہہ آئے ہیں کہ افتتاح نماز یعنی بوقت تحریمہ آپ ﷺ صرف ایک بار رفع یدین کرتے تھے، بدکے اور بھڑکے ہوئے گھوڑوں کی طرح جو اپنی پونچھوں کو بار بار مسلسل متحرک و مضطرب بنائے رکھتے ہیں، اس طرح کا رفع یدین نہیں کرتے تھے، اس حدیث کا تعلق ذرہ برابر بھی دوسرے مواضع رفع یدین سے نہیں ہے۔

ثانیاً: زیلعی نے اگرچہ اس کی رڈ ادھوری سند نقل کی ہے، جس کا حسب عادت ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے فرقہ دیوبندیہ نے اس کی تصحیح محض کذباً وزوراً اور افتراءً تلبیس کاری کرتے ہوئے کردی، کیا فرقہ دیوبندیہ اس کی پوری سند معلوم کرنے کے لیے خلافیات بیہقی کی طرف مراجعت کرنے سے قاصر تھا؟ خلافیات بیہقی والی اس حدیث کی سند فرقہ دیوبندیہ کے نامور اکاذیب پرست نے اپنی کتاب "**ما تمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه**" میں دو رواۃ کے اضافہ کے ساتھ ادھوری ہی نقل کی ہے، ملاحظہ ہو:

"محمد بن غالب نا أحمد بن محمد البراثي حدثنا عبد الله بن عون الخراز...... الخ"

خلافیات بیہقی سے اس کی یہی سند فرقہ دیوبندیہ کے نامور اکاذیب پرست نے اپنی کتاب "**ما تمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه**" میں نقل کی ہے، اس نامور فرقہ دیوبندیہ نے جن دو ناموں کا اضافہ کیا ہے، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے عبداللہ بن عون خراز ثقہ راوی سے احمد بن محمد براثی نے روایت کیا ہے، جو ثقہ ہیں، ملاحظہ ہو، تاريخ خطيب بغدادي:٥/٣، ٤، طبقات الحنابله:١/٦٤، أنساب سمعاني:١/٧٠، طبقات القراء للجزري:١/١١٣، والنجوم الزاهره :٣/١٨١، و سير أعلام النبلاء: ١٤/٩٢) اور احمد بن محمد براثی سے اسے نقل کرنے والے محمد بن غالب التمتام ہیں جو اگرچہ بعض ائمہ کے بقول ثقہ ہیں، مگر انھیں موسیٰ بن ہارون نے وضاع کہا ہے۔(سير أعلام النبلاء:١٣/٣٩٠ تا٣٩٣ ، و لسان الميزان: ٥/٣٢، ٣٣)اور ان کے اور امام بیہقی کے درمیان والی سند منقطع ہے یا اگر متصل ہے، تو اس سند سے مروی اس حدیث کو امام حاکم و بیہقی نے باطل و موضوع و مکذوب کہا ہے اور ان کی اس بات کو حنفی امام زیلعی نے نقل کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔(نصب الراية:١/٤٠٤) اگر دیوبندیوں کے ان امام کے لیے امام بیہقی و حاکم کے اس فیصلہ پر ذرا بھی گنجائش کلام ملی ہوتی، تو وہ ضرور ہی اس کی تردید کرتے، بلکہ انھوں نے بہت واضح طور پر کلام بیہقی و حاکم کی تصویب و تائید کی ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ نے اس مکذوب روایت کو صحیح قرار دے کر دلیل بنا لیا ہے۔ یہ فرقہ دیوبندیہ درحقیقت اکاذیب پرست ہے ہی، تبھی اس نے اپنی تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر اس مکذوبہ کتاب رفع یدین میں اس کی

تصحیح کی ہے، جو سراسر اکاذیب پرستی ہے، اگر فرقہ دیوبندیہ میں ذرا بھی غیرت ہے تو وہ امام بیہقی و حاکم اور ان کے بعد اور محمد بن غالب تمتام کے درمیان والی سند کے رجال کا رجال الصحیح ہونے کا ثبوت پیش کرے اور محمد بن غالب تمتام پر وارد شدہ جرح کو دفع کرے، ورنہ خاموش کہ ایں شور وفغاں چیزے نیست!!

فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ انتیسویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب میں اپنے موقف پر انتیسویں حدیث یہ پیش کی:

" ابن وهب عن مالك بن أنس عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح التكبير للصلوٰة"(المدونة الكبرىٰ:۱/۶۹)

یعنی ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے تھے۔"

تشریح: مذہب مالکی کی عظیم و معتمد ترین کتاب "المدونة الکبریٰ میں یہ حدیث ترک رفع یدین کی دلیل میں پیش کی گئی ہے، جس کے راوی امام مالک سے ابن وھب و ابن القاسم ہیں، اس لیے اس کے صحیح ہونے میں کوئی اشکال نہیں...... الخ۔(رفع یدین، صفحہ:۴۱، ۴۲)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کی اس بات پر اس کے مقدمہ میں بحث ونظر کر آئے ہیں اور بتلا آئے ہیں کہ امام مالک کا آخری عمر تک زیر بحث رفع الیدین پر عمل تھا اور یہ کہ المدونة الکبری کی روایات پر اہل علم کا کلام ہے، یہاں صرف اتنا عرض ہے کہ المدونة الکبریٰ کے حاشیہ پر اس حدیث کی نقل کے بعد لکھا ہے کہ:"و تمام الحديث في المؤطأ و إذا رفع رأسه رفعها كذلك" یعنی المدونة میں یہ حدیث نامکمل منقول ہے، یہی حدیث موطا مالک میں پوری منقول ہے کہ تحریمہ کے بعد بوقت رکوع بھی آپ ﷺ رفع الیدین کرتے تھے۔(المدونة،صفحہ:۶۹) اس تفصیل سے فرقہ دیوبندیہ کی تلبیس کاری واضح ہوگئی۔

فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ تیسویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی تائید میں اپنی مستدل تیسویں حدیث اس طرح نقل کی:

" حدثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة حدثنا محمد بن عمران بن أبي ليلىٰ حدثني أبي عن ابن أبي ليلىٰ عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس مرفوعاً لا ترفع الأيدى إلا في سبع مواطن، حين يفتتح الصلوٰة، و حين يدخل المسجد الحرام فينظر إلى البيت، و حين يقوم على الصفاء و حين يقوم على المروة، و حين يقف مع الناس

عشية عرفة، و بجمع، والمقامين حين يرمى الجمرة" (رواه الطبراني في معجمه كما في نصب الرايه:١/ ٣٩٠، وذكره البخاري في جزء رفع اليدين تعليقاً صفحه:٢٥، و قال النواب صديق حسن خان البوفالي: سنده جيد، نزل الأبرار،صفحه:٤٤)

یعنی حضرت ابن عباس نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: نہ ہاتھ اٹھائے جائیں، مگر سات جگہوں میں، جب نماز شروع کی جائے، جب مسجد حرام میں داخل ہو اور بیت اللہ پر نگاہ پڑے اور جب صفا و مروہ پر کھڑے ہو اور جب لوگوں کے ساتھ بعد زوال عرفہ میں وقوف کرے، اور جب مزدلفہ میں وقوف کرے،اور دونوں جمرہ کی رمی کے وقت۔"

تشریح: اس حدیث میں قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے، اس لیے وتر، جنازہ، عیدین دعا وغیرہ کے موقع پر رفع یدین کے یہ منافی نہیں، اس حدیث پاک سے بھی بصراحت ثابت ہے کہ عام نمازوں میں صرف تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے گا۔ (رفع یدین،صفحہ:۳۲)

ہم کہتے ہیں کہ اس سند کا جید ہونا فرقہ دیوبندیہ نے نواب سید صدیق بھوپالی سے نقل کیا ہے، مگر اس کی سند میں واقع حکم بن عتیبہ مدلس تھے اور انھوں نے مقسم سے یہ حدیث تدلیس کے ساتھ نقل کی ہے، اس علت کی بناء پر یہ حدیث ساقط الاعتبار ہے، نیز جس نصب الرایہ سے فرقہ دیوبندیہ نے یہ حدیث نقل کی، اسی نصب الرایہ میں صراحت ہے کہ حکم بن عتیبہ نے مقسم سے صرف چار احادیث سنی ہیں، ان چاروں احادیث میں زیر نظر حدیث نہیں ہے، لہٰذا اس کی سند حکم و مقسم کے درمیان منقطع ہے اور غیر محفوظ بھی۔(نصب الرایہ:١/ ٣٩٠) **منقطع السند** روایت جب کہ تابعی و صحابی کے درمیان انقطاع نہ ہو، بلکہ نیچے کی سند میں انقطاع ہو باجماع اہل علم ساقط الاعتبار ہے اور حکم سے اسے نقل کرنے والے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہیں، جن کو فرقہ دیوبندیہ نے امام ہیثمی سے " **سيئ الحفظ و حديثه حسن إن شاء الله**"نقل کیا ہے۔(دیوبندی کتاب رفع یدین،صفحہ:۴۴)

مگر امام ابن ابی لیلیٰ اس درجہ کے سیئ الحفظ تھے کہ انھیں کئی ائمہ کرام نے متروک و ناقابل حجت قرار دیا ہے۔(تهذيب التهذيب:٩/ ٢٦٨، ٢٦٩) ابن ابی لیلیٰ سے ان کے بیٹے عمران نے یہ حدیث نقل کی، جو تقریب التہذیب میں "مقبول"یعنی مجہول قرار دیے گئے ہیں۔ صرف معتبر متابعت ملنے ہی پر انھیں حجت بنایا جا سکتا ہے، پھر اس حدیث کو کیونکر حجت بنا سکتے ہیں؟ نواب بھوپالی نے اس سند کو اپنی کس کتاب میں" جید" کہا ہے؟اس کا حوالہ فرقہ دیوبندیہ نے نزل الابرار،صفحہ:۴۴ دیا اور یہ معلوم ہے کہ فرقہ دیوبندیہ کے لوگ صدق مقالی کا التزام نہیں کرتے۔

لہٰذا جب تک یہ فرقہ نواب صاحب کی کتاب کا حوالہ دے کر یہ نہیں دکھلاتا ہے کہ اسی سند اور انھیں الفاظ سے مروی یہ حدیث ''جید'' ہے، تب تک اس کا دعویٰ باطل مانا جائے گا اور اگر بالفرض انہیں الفاظ وسند والی حدیث کو نواب صاحب نے جید کہا ہو تو اس میں پائی جانے والی علل قادحہ کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ فرقہ دیوبندیہ میں اگر دم ہے تو ان علل کا بے اثر ہونا ثابت کرے، پھر اس حدیث میں حصر کر کے کہا گیا ہے کہ مواقع مذکورہ کے علاوہ رفع یدین کرنے کی اجازت نہیں، مگر فرقہ دیوبندیہ اس حصر کے خلاف خود بھی مواقع مذکورہ کے علاوہ کئی دوسری جگہوں پر رفع الیدین کرتا ہے۔ اسی اعتراض سے بچنے کے لیے اس تلبیس کار فرقہ نے کہا کہ اس حدیث میں حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے، حالانکہ حدیث کے الفاظ واضح طور پر بتلا رہے ہیں کہ یہاں حصر حقیقی ہے، پھر کس دلیل کی بنیاد پر یہ فرقہ اس حصر کو حصر حقیقی کے بجائے حصر اضافی کہتا ہے؟ اس کے اس دعویٰ پر کون سی دلیل قائم ہے؟ پھر فرقہ دیوبندیہ نے اپنی پیش کردہ اس حدیث کے بعد جو حدیث نمبر:۳۱ کہہ کر نقل کیا ہے، وہ نمبر ۳۰ والی زیر نظر حدیث کے معارض ہے، اگر فرقہ دیوبندیہ کو عداوت سنن کے سبب اس کا احساس و شعور نہ ہو، تو مزید تحقیق کے لیے اس حدیث سے متعلق بحث ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' میں دیکھ لے۔

فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ اکتیسویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے بزعم خویش اپنے موقف پر دلیل سمجھ کر مندرجہ ذیل حدیث نقل کی:

" حدثنا أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن النسائي حدثنا عمرو بن يزيد أبو بريد الجرمي ثنا سيف بن عبيد الله ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس أن النبي ﷺ قال: السجود على سبعة اعضاء اليدين، والقدمين، والركبتين، والجبهة، و رفع الأيدي إذا رأيت البيت، و على الصفا والمروة و بعرفة، و عند رمي الجمار، وإذا أقيمت الصلوة" (معجم الطبراني: ۱۱/۴۵۲)

اس حدیث کی سند کی بابت فرقہ دیوبندیہ نے امام العصر انور شاہ کشمیری سے اس کے ایک راوی عطاء بن سائب کی بابت کہا ہے: "**عطاء بن السائب قد اختلط**" (مجمع الزوائد: ۳/۲۳۸) قال العزيزي شارح الجامع الصغير: قال الشيخ حديث صحيح و دیوبندی کتاب رفع یدین، ص: ۴۳، بحوالہ نيل الفرقدين للشاه أنور الكشميري، ص: ۱۳۷)

ہم کہتے ہیں کہ ناظرین کرام! فرقہ دیوبندیہ اس مستدل حدیث کا حاصل معنی پہلے دیکھ لے، پھر اس کی سند پر ہم بحث کریں گے، اس کا حاصل معنی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رفع یدین بیت اللہ کو دیکھ کر اور صفا و مروہ پر کھڑے ہونے پر اور عرفہ میں اور جمار پر کنکری مارنے پر اور نماز کے لیے کھڑا ہونے پر کیا جاتا ہے، فرقہ

دیوبندیہ کی یہ مستدل حدیث اس کی اس سے پہلے والی مستدل حدیث کے معارض ہے، پہلی حدیث میں رفع الیدین کی مشروعیت مذکور چیزوں میں حصر کر دی گئی ہے اور دوسری والی حدیث میں حصر نہیں ہے، بلکہ اس کی گنجائش موجود ہے کہ ان چیزوں کے علاوہ بھی رفع یدین کیا جا سکتا ہے، اپنی مستدل دو متعارض حدیثوں کے درمیان صورت تطبیق بتلائے بغیر فرقہ دیوبندیہ کا دونوں کو مستدل بنالینا ایک بھاری عجوبہ ہے، جس سے اس فرقہ کی تکذیب ہوتی ہے، جس روایت میں حصر ہے اسے دلیل بنانے والے پر لازم ہے کہ وہ ان مذکورہ مواقع کے علاوہ کسی اور موقع پر رفع یدین نہ کرے، مگر فرقہ دیوبندیہ اسے دلیل بنانے کے باوجود ان کے علاوہ بھی کئی مواقع پر رفع یدین کرتا ہے، جس سے اس کی تکذیب ہوتی ہے۔

جہاں تک اس کی سند کا معاملہ ہے، وہ اس کے پہلے والی حدیث کی سند سے بہر حال قوی ہے، مگر عطا بن سائب مختلط و متغیر ہو گئے تھے اور اختلاط و تغیر سے پہلے ان سے روایت کرنے والوں میں امام شعبہ و سفیان ثوری، و زہیر و زائدہ و حماد بن زید و ایوب ہی کے نام لیے گئے ہیں، اور جس ورقاء نے اسے عطاء سے نقل کیا ہے، اس کا نام نہیں لیا گیا ہے، جیسا کہ ان کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔(تهذيب التهذيب:۷/۱۸۳تا۱۸۶ و عام کتب رجال)

مگر فرقہ دیوبندیہ نے تلبیس کر کے انھیں بھی قدماء رواۃ میں شمار کرنے کے لیے حاشیہ میں بلا دلیل ناروا کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ ان کی یہ روایت امام نسائی نے بھی روایت کی ہے، جو بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی ساقط و متروک سے روایت نہیں کرتے، حالانکہ فرقہ دیوبندیہ کی یہ بات قطعاً مکذوب ہے اور یہ روایت نسائی کی سنن صغری یا کبریٰ میں سے بھی نہیں، بلکہ خارجی طور پر مروی ہے، تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' دیکھیں اس حدیث کو نہ جانے کس شیخ نے حسن صحیح کہا ہے، جس کا بطلان واضح ہے، مگر اس شیخ کی بات کو فرقہ دیوبندیہ نے حجت بنا لیا ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ بتیسویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ رقم طراز ہے:

" حدثنا ابن داود قال:حدثنا نعيم قال:حدثنا الفضل بن موسىٰ قال:ثنا ابن أبي ليلىٰ عن نافع عن ابن عمر و عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس عن النبي ﷺ قال:ترفع الأيدي في سبع مواطن في افتتاح الصلوٰة، و عند البيت و على الصفاء، والمروة، و بعرفات، وبالمزدلفة، و عند الجمرتين"(شرح معاني الآثار:۱/۳۹۰، و سنده حسن، دیوبندی کتاب رفع یدین،ص:۴۴)

اس کا معنی بھی وہی ہے، جو حدیث نمبر:۳۱ کا ہے، مگر پرستار تلبیسات فرقہ دیوبندیہ نے کہا کہ یہ حدیث

نمبر:۳۰، ۳۱ کی طرح ہے، حالانکہ یہ صریح کذب بیانی ہے، اسے فرقہ دیوبندیہ نے اگرچہ حسن الاسناد کہا مگر جس کو فرقہ دیوبندیہ ایک کہہ رہا ہے وہ دو حدیثوں کا مجموعہ ہے، ابن عمر والی روایت یہاں ادھوری مذکور ہے، مگر مذکور سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ واقع ہیں، جن کا ساقط الاعتبار ہونا ہم بیان کر چکے ہیں اور دوسری حدیث حکم عن مقسم کی سند سے مروی ہے، اس کا ساقط الاعتبار ہونا بھی بیان کیا جا چکا ہے اور یہ دونوں حدیثیں حدیث نمبر۳۰ کے ہم معنی ہیں اور بہرحال نمبر:۳۰ والی حدیث کے بالمقابل قوی ہے اور نمبر۳۰ والی حدیث سے تو فرقہ دیوبندیہ ہی کی تکذیب ہوتی ہے۔ اس کی پہلی روایت کی سند میں نعیم بن حماد خزاعی بھی واقع ہیں، جن کو فرقہ دیوبندیہ ایک بار وضاع و کذاب کہتا ہے، پھر تضاد بیانی کرتے ہوئے معتبر راوی بھی کہتا ہے، اس کی تفصیل ہماری کتاب" اللمحات" جلد اوّل کے اوائل میں ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ تینتیسویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی زیرنظر کتاب میں حدیث نمبر۳۳ اس طرح نقل کی:

" حدثنا مسدد نا يحيىٰ عن ابن أبي ذئب عن سعيد بن سمعان عن أبي هريرة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل في الصلوٰة رفع يديه مداً" (سنن أبي داود: ١/ ١١٠، و سكت هو و المنذري قال القاضي الشوكاني: لامطعن في إسناده، نيل الأوطار: ٢/ ١٩٧، و أخرجه الترمذي في جامعه: ١/ ٥٢، والنسائي: ١/ ١٤١)

یعنی حضرت أبوہریرہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ تکبیر تحریمہ کہتے تو ہاتھوں کو خوب بلند کرکے اٹھاتے......الخ (صفحہ:۴۴، ۴۵)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں ذرہ برابر بھی اشارہ نہیں کہ تحریمہ کے علاوہ دوسرے مواقع پر آپ ﷺ رفع الیدین نہیں کرتے تھے، مگر تلبیسات کے عادی فرقہ دیوبندیہ نے اسے بھی اپنے موقف پر دلیل بنا لیا اور کہہ دیا کہ اُبوداود نے اسے"باب من لم يذكر الرفع عند الركوع اگر دیوبندیہ کا یہی طریق استدلال اختیار کیا جائے، تو نومولود دیوبندی مذہب کالعدم قرار پا جائے گا!

فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ چونتیسویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ رقم طراز ہے:

" عن نعيم المجمر و أبي جعفر القاري عن أبي هريرة انه كان يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة، و يكبر كلما خفض، و رفع، ويقول: أنا أشبهكم صلوٰة برسول الله صلى الله عليه وسلم" (التمهيد لابن عبد البر: ٩/ ٢١٥)

یعنی حضرت أبوہریرہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور بقیہ جھکتے اور اٹھتے وقت صرف تکبیر کہتے اور فرماتے کہ میں تم سب سے زیادہ نماز نبوی کی مشابہت کرنے والا ہوں۔" (رفع الیدین، صفحہ:۴۵)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ نے اس حدیث کی پوری سند نقل نہیں کی، بایں ہمہ اس حدیث میں اس کا اشارہ تک نہیں کہ تحریمہ کے علاوہ آپ ﷺ کسی موقع پر رفع الیدین نہیں کرتے تھے، یہ فرقہ دیوبندیہ کے اکاذیب میں سے ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ پینتیسویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ اپنی زیرنظر کتاب میں ناقل ہے کہ:

" عن عبد الرحيم بن سليمان عن أبي بكر النهشلي عن عاصم بن كليب عن أبيه عن على عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان يرفع يديه في أوّل الصلوٰة ثم لا يعود۔" (العلل الواردة في الأحاديث النبويه: ٤/١٠٦، و قد انفرد برفعه عبد الرحيم بن سليمان و هو ثقة" (رفع اليدين، صفحه: ٤٥)

اس حدیث کا دارو مدار بھی عاصم بن کلیب پر ہے، جن کا ساقط الاعتبار ہونا واضح کیا جا چکا ہے اور اس حدیث کا مطلب بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اس سے تحریمہ کے علاوہ دوسرے مواقع نماز میں رفع الیدین کی نفی نہیں ہوتی۔

فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ چھتیسویں حدیث:

اس نمبر کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے أبو مالک اشعری کی طویل حدیث ذکر کی، جس میں بوقت تحریمہ رفع الیدین کا ذکر ہے اور دوسرے مواقع پر نہیں۔(مسند احمد: ٥/٣٤٣، و جامع المسانيد و السنن لابن كثير: ١٤/٤٥٣ و ٤٥٤، وإسناده حسن) یہ حدیث دیوبندی کتاب کے صفحہ ۴۶ تا ۴۸ پر مع ترجمہ وحواشی پھیلی ہوئی ہے، مگر اس میں اس کا اشارہ تک نہیں کہ تحریمہ کے علاوہ دوسرے مواقع پر آپ رفع الیدین نہیں کرتے تھے، اسے اپنے موقف پر دیوبندیہ کا دلیل بنانا سراسر دھاندلی بازی وتلبیس کاری وکذب بیانی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ سینتیسویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی زیرنظر کتاب میں کہا:

" أخبرنا أبو عبد الله الحافظ عن أبي العباس محمد بن يعقوب عن محمد بن إسحاق عن الحسن بن للربيع عن حفص بن غياث عن محمد بن أبي يحيىٰ عن

عباد بن الزبير أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا افتتح الصلوٰة رفع يديه في اوّل الصلوٰة ثم لم يرفعهما في شيىء حتى يفرغ" (رفع يدين، صفحه: ٤٨،بحواله خلافيات بيهقي كما في نصب الرايه: ١/٤٠٤، و قال المحدث الكشميري: فهو مرسل جيد نيل الفرقدين صفحه: ١٤٣، و مرسل القرون الثلاثة مقبول عند الجمهور لاسيما إذا اعتضد)

اس کا حاصل یہ ہے کہ سند مذکور سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بوقت تحریمہ ہی رفع یدین کرتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہونے تک دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ مرسل حدیث بذات خود معتبر نہیں ہوتی، جیسا کہ ہم نے تفصیل اللمحات کی جلد اوّل میں پیش کی ہے، اس لیے اس سلسلے میں دیوبندیہ کی غوغہ آرائی بے معنی ہے اور یہ مرسل جید بھی نہیں، کیونکہ ان سے اسے روایت کرنے والے محمد بن ابی یحییٰ دراصل محمد بن فلیح بن سلیمان ہیں، جنھیں ابن معین نے غیر ثقہ کہا ہے۔(تهذيب التهذيب :٩/ ٣٦٠، وصفحه: ٤٦١) پھر یہ روایت مرسل جید و صحیح کیسے ہوگئی؟ اور عباد بن عبداللہ بن زبیر سے ان کا لقاء بھی ثابت نہیں، لہٰذا یہ سند منقطع در منقطع ہے، پھر اسے فرقہ دیوبندیہ نے مرسل جید کیسے کہہ دیا؟ فرقہ دیوبندیہ کے امام العصر انور شاہ نے اسے نیل الفرقدين میں مرسل جيد کہا ہے، تو دیوبندیہ کے امام العصر کا حال ہم نے ''اللمحات'' میں ظاہر کردیا ہے کہ یہ علمی مباحث میں قابل اعتبار نہیں، کیونکہ بکثرت تضاد گوئی کے شکار رہا کرتے تھے اور انھوں نے اپنی دیوبندیہ پارٹی کی تائید میں جو کتابیں لکھیں، انھیں انور شاہ نے بذات خود غلط قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو اللمحات میں کلمہ تبریک از صوفی نذیر احمد) انور شاہ کی غلط کارن قرار دی ہوئی کسی بات کو دلیل بنانا بہت بڑا جرم ہے۔

ا۔ آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین:

فرقہ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت بڑی بدعنوانیاں کیں، ان میں سے پہلے نمبر کی بدعنوانی یہ ہے کہ اس جگہ اس روایت کو نقل کردیا، جس کا ذکر اس نے حدیث نمبر:۱۱ میں کیا ہے اور اس کا مکذوب ہونا ہم بیان کر آئے ہیں، کیونکہ اس کی سند میں واقع حماد بن ابی سلیمان کو کئی ائمہ کرام نے کذاب و غیر ثقہ کہا ہے۔(ملاحظہ ہو اللمحات اور ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' صفحہ:۴۱۸) یہاں بھی فرقہ دیوبندیہ نے اپنے جیسے مقلد ابن المارديني سے اس کا جید الاسناد ہونا نقل کیا ہے، جس کی تکذیب ہم کر آئے ہیں۔(سنی تائید میں روایات کی تعداد بڑھانے کے لیے ایک ہی حدیث کو دو مختلف نمبروں کے تحت ذکر کیا گیا ہے، فرقہ دیوبندیہ کی یہ کون سی کارستانی ہے؟

۲۔ اثر حضرت عمر فاروق:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"حدثنا یحییٰ بن آدم عن حسن بن عیاش عن عبد الملك ابن أبجر عن الزبير بن عدي عن إبراهيم عن الأسود قال: صليت مع عمر فلم يرفع يديه في شيءٍ من صلوٰته إلا حين افتتح الصلوٰة قال عبد الملك: و رأيت الشعبي و إبراهيم، و أبا إسحاق لا يرفعون أيديهم إلا حين يفتتحون الصلوٰة ـ" (مصنف ابن أبي شيبه.١/٢٦٥ و شرح معاني الآثار و قال الطحاوي: و هو حديث صحيح :١/٣٣، و قال الحافظ ابن حجر: رجاله ثقات الدراية ،صفحه:٨٥)

یعنی مشہور تابعی اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق کی خدمت میں وہ دو سال رہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر تحریمہ نماز ہی میں رفع یدین کرتے تھے کسی دوسرے موقع پر نہیں کرتے تھے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شعبی و ابراہیم نخعی اور اَبواسحاق جیسے اکابر تابعی بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (ملخص از رفع یدین، صفحہ:۵۰، ۵۱)

ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت بقول امام حاکم ''شاذة لا يقوم به الحجة'' ہے، یعنی کہ یہ روایت شاذ ہے، اس سے حجت قائم نہیں ہوسکتی۔(نصب الرايه:١/٤٠٥، و کتاب العلل لابن أبي حاتم:١/٨٥) نیز اس کی سند میں واقع ابراہیم نخعی مدلس تھے، مجہول رواۃ سے تدلیس کرتے تھے، لہٰذا یہ روایت ساقط الاعتبار ہے(رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز صفحہ:۴۶۳، ۴۶۴) بسند صحیح ثابت ہے کہ حضرت عمر فاروق بوقت رکوع رفع الیدین کرتے تھے(رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز، صفحہ:۳۷۵ تا ۳۷۷) صرف یہی نہیں بلکہ اتباع نبوی و اتباع صدیقی میں وہ بھی زیر بحث رفع الیدین کا حکم وفات نبوی کے بعد دیتے تھے(رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز، صفحہ:۳۷۵، ۳۷۶) پھر کسی کا یہ دعویٰ کیونکر مسموع ہوسکتا ہے کہ وہ زیر بحث رفع الیدین نہیں کرتے تھے؟

۳۔ اثر علی مرتضی رضی اللہ عنہ:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا وكيع عن أبي بكر بن عبد الله بن قطاف النهشلي عن عاصم بن كليب عن أبيه أن عليا كان يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة ثم لا يعود" (مصنف ابن أبي شيبة:١/٢٦٧، وشرح معاني الآثار :١/١٣٢) قال الحافظ الزيلعي: و هو أثر صحيح (نصب الرايه:١/٤٠٦) وقال الحافظ ابن حجر: رجاله ثقات و قال العلامة العيني: صحيح على شرط مسلم، عمدة القاري:٥/٢٧٤)

یعنی حضرت علی افتتاح نماز کے وقت رفع الیدین کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔(دیوبندی

کتاب، رفع الیدین، صفحہ:۵۱،۵۲)

ہم کہتے ہیں کہ اس کی سند میں واقع عاصم بن کلیب کا حال ہم بیان کر آئے ہیں کہ ان کی روایت ساقط الاعتبار ہوتی ہے اور یہ بھی بتلا چکے ہیں کہ ان الفاظ والی روایت کا معنی وہ نہیں جو تقلید پرست احناف نے سمجھ رکھا ہے اور کسی روایت کے رجال کے ثقہ ہونے سے سند کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا، خصوصاً اس صورت میں کہ وہ روایت روایات صحیحہ کے معارض ہو، حضرت علی مرتضیٰ کا اثبات رفع الیدین پر عمل تھا اور وہ اسی کا حکم بھی دیتے تھے، کیونکہ فعل نبوی بھی ایسا ہی تھا۔ تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' دیکھیں۔

۴۔ اثر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

آثار صحابہ کے نمبر ۴ کے تحت مذکورہ بالا روایت کی ہم معنی روایت سمجھتے ہوئے فرقہ دیوبندیہ ناقل ہے:

" قال محمد: أخبرنا أبوبكر بن عبد الله النهشلي عن عاصم بن كليب عن أبيه و كان من أصحاب علي أن علي بن أبي طالب كان يرفع يديه في التكبيرة الأولىٰ التي يفتتح بها الصلوٰة ثم لا يرفعهما في شيءٍ من الصلوٰة" (موطا إمام محمد، صفحه: ٩٤)

یعنی کلیب جرمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ جس پہلی تکبیر سے نماز شروع کی جاتی ہے، صرف اسی میں رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد نماز کے کسی حصہ میں ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

پھر اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

اس صحیح اور ترک رفع یدین میں صریح اثر کو غیر معتبر ٹھہرانے کی غرض سے امام بیہقی اپنی کتاب "معرفة السنن والآثار" میں رقم طراز ہیں کہ "ليس أبوبكر ممن يحتج به "یعنی یہ ان رواۃ میں سے نہیں جن سے حجت پکڑی جائے، حالانکہ نهشلي سے امام مسلم نے صحیح میں احتجاج کیا ہے۔ امام ابن معین و عجلی ان کی توثیق کرتے ہیں، امام ذہبی انھیں حسن الحديث و صدوق کہتے ہیں اور حافظ ابن حجر انہیں صدوق و رمی بالارجاء کہتے ہیں۔'' (دیکھیے: خلاصہ تذهیب التهذیب للخزرجي)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کرنے والے حنفی امام محمد بن حسن شیبانی ہیں۔ (موطاً محمد، صفحه: ۹۴) اور یہ ساقط الاعتبار بلکہ کذاب ہیں (اللمحات ترجمہ محمد بن حسن) نیز اس کی سند میں عاصم بن کلیب جرمی کا حال ہم بیان کر آئے ہیں کہ اس طرح کی روایت کرنے میں وہ غیر معتبر ہیں، مگر اصل وجہ امام محمد بن حسن کی عدم ثقاہت ہے، ہم کو نهشلي سے متعلق ان کی تجریح از بیہقی سے کچھ لینا دینا نہیں ہے، فرقہ دیوبندیہ نے خواہ مخواہ کے لیے ان کے معتبر ہونے پر لمبی بحث کی ہے، البتہ أبوبكر نهشلي کو ضعیف قرار دینے میں امام بیہقی منفرد نہیں ہیں، بلکہ ان سے کہیں زیادہ مقدم زماناً و علماً امام ابن سعد صاحب طبقات نے کہا: "منهم

من یستضعفه" یعنی نهشلی کو ائمہ کرام میں سے کچھ لوگ ضعیف قرار دیتے ہیں۔(تهذیب التهذیب: ۱۲/ ۴۷) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نهشلی کو ایک سے زیادہ متقدم اماموں نے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ لفظ "من" ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے، امام ذہبی ناقل ہیں کہ نهشلی کو امام ابن حبان وغیرہ نے غیر معتبر قرار دیا ہے اور امام أبوحاتم رازی نے ان سے روایت کردہ حدیث کو باطل قرار دیا ہے۔(میزان الاعتدال: ۴/ ۴۹۶) نیز امام أبوحاتم نے انھیں "شیخ صالح یکتب حدیثه" کہا (الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم: ۹/ ۳۴۴) یہ بھی کلمہ تجریح ہے، اتنے سارے ائمہ جو بیہقی سے عمر و علم میں کہیں مقدم ہیں، وہ أبوبکر نهشلی کو جب غیر معتبر قرار دیتے ہیں، تو انہیں امام بیہقی نے بھی اگر نا قابل اعتبار کہہ دیا، تو فرقہ دیوبندیہ کیسے ان کے خلاف زور آزمائی پر مستعد اور اس قدر مشتعل ہو گیا؟ یقیناً یہ فرقہ دیوبندیہ کی بے راہ روی ہے اور اس کا یہی شیوہ و شعار ہے۔ زیر بحث اس روایت کے بنیادی راوی محمد بن حسن کو فرقہ دیوبندیہ پہلے اصول اہل علم کے مطابق ثقہ ثابت کرتا، پھر وہ دوسری بات کرتا۔ جو علل قادحہ اس حدیث میں موجود ہیں، خصوصاً احادیث صحیحہ اور معتبر اثر علی مرتضٰی کے خلاف وہ دیوبندیہ کی اس متدل روایت کو ساقط الاعتبار قرار دینے کے لیے کافی ہیں، لیکن جو فرقہ اہل سنت سے خارج فرقہ مرجیہ وجہمیہ معتزلہ کا ملغوبہ ہو، اسے سنن نبویہ و آثار صحابہ ثابتہ کے خلاف اپنے مذہب ملغوبہ کی حمایت میں زور آزمائی کرنی ہی ہے، کیونکہ اس طرح کے فرق ضالہ کو حضرت عمر بن خطاب نے اعدائے سنن کہا ہے اور اس قول فاروقی پر صحابہ کا اجماع سکوتی ہے، جیسا کہ ہماری کتاب "اللمحات" میں محقق طور پر مفصل بحث موجود ہے۔ حضرت علی مرتضٰی سے زیر بحث رفع یدین میں رفع یدین کرنا ثابت ہے، تفصیل کے لیے ہماری کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" دیکھیں۔

نمبر ۵: کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے حضرت علی مرتضٰی ہی سے منقول یہ روایت پیش کی:

"قال محمد: أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عاصم بن كليب الجرمي عن أبيه قال: رأيت علي بن أبي طالب رفع يديه في التكبيرة الأولىٰ من الصلوٰة المكتوبة و لم يرفعهما فيما سوى ذلك۔" (موطا محمد صفحه: ۹۱۔ ۹۲)

یہ روایت بھی نمبر چار کے ہم معنی ہیں:

تشریح: متعدد سندوں سے مروی یہ صحیح اثر بھی تحریمہ کے علاوہ ترک رفع یدین میں صریح ہے۔ حضرت علی خود بھی آپ ﷺ سے رفع یدین کی روایت کرتے ہیں، لیکن آپ ﷺ کے بعد ترک رفع یدین کو اپنا معمول بنایا، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا مستقل عمل ترک رفع ہی تھا۔ (دیوبندی کتاب، رفع یدین، صفحہ: ۵۳)

ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت جسے فرقہ دیوبندیہ نے صحیح کہا ہے، اس کے بنیادی راوی محمد بن حسن شیبانی کا کذاب ہونا واضح ہے (کما مرّ) پھر یہ روایت کیسے صحیح ہوئی؟ نیز محمد بن حسن نے اسے جس محمد بن اُبان بن صالح سے نقل کیا ہے، اسے امام اُبوداود و ابن معین نے ضعیف کہا ہے، امام بخاری نے "ليس بالقوي" کہا، تاریخ کبیر میں امام بخاری نے اسے ناقابل اعتماد کہا۔ امام اُبوحاتم رازی نے ليس بالقوي و لا يحتج به کہا، امام نسائی نے "ليس بثقة" کہا، امام ابن حبان نے بھی اسے ضعیف کہا۔(لسان المیزان: ۵/ ۳۱) امام ابن حبان نے اپنی کتاب المجروحین میں کہا:

" كان ممن يقلب الأخبار وله الوهم الكثير في الآثار۔"

یعنی محمد بن اُبان احادیث میں قلب اور الٹ پلٹ کر دیتے تھے اور نقل آثار میں کثیر الوہم تھے۔'' (ملاحظہ ہو: المجروحین: ۲/ ۲۶۰) پھر اس اثر علی رضی اللہ عنہ کو فرقہ دیوبندیہ نے کیسے صحیح کہہ دیا جس کا ایک راوی کذاب او. دوسرا غیر ثقہ وغیر معتبر اور مقلوب الحدیث وکثیر الاوہام ہو اور تیسرا راوی عاصم بن کلیب بھی ساقط الا عتبار ہو؟ پھر تضاد بیانی کرتے ہوئے حاشیہ آرائی کرتے ہوئے فرقہ دیوبندیہ نے کہا کہ

حافظ عبدالحق اشبیلی نے انھیں "يكتب حديثه" کہا اور اس کی موافقت حافظ ابن قطان نے بھی کی۔(بیان الوہم والایہام:۳/ ۲۲۴) ائمہ جرح وتعدیل کے ان اقوال سے ظاہر ہے کہ محمد بن اُبان کم از کم لائق متابع ہیں۔(دیوبندی کتاب رفع الیدین،صفحہ:۵۳،مع الحواشی)

کیا جس راوی کو کئی ائمہ نے "ليس بثقة و غير معتبر" کہا ہو، اس کی روایت قابل متابعت ہوتی ہے؟ پہلے تو اس نومولودہ فرقہ دیوبندیہ کو اپنے اس تضاد بیانی کا جواب دینا چاہئے کہ اسے ایک بار صحیح کہا، دوسری بار لائق متابع کہا، خصوصاً اسے امام احمد نے کہا کہ اسے اہل علم نے متروک قرار دیا ہے۔(الجرح والتعدیل:۷/ ۲۰۰، ترجمہ نمبر:۲۲۲) کیا جس راوی کو بعض ائمہ نے "يكتب حديثه" کہا ہو، اور اکثر نے غیر ثقہ کہا ہو وہ لائق متابع ہو جاتا ہے جب کہ اس سے روایت کرنے والا کذاب ہو؟ نیز اس کا ایک راوی عاصم بھی مجروح ہو؟ اور جس حدیث کا متابع ان کی اس حدیث کو کہا گیا ہو، یعنی اثر نمبر ۴، وہ بھی معلول وضعیف و مقلوب ہو؟

تنبیہ بلیغ:

اپنے اس بیان اور دوسرے بیانات میں فرقہ دیوبندیہ کے امام انور شاہ کشمیری اور بدر عالم میرٹھی نے مشروعت رفع یدین کی بابت کہا:

" وأعلم أن الرفع متواتر إسنادًا و عملاً و لم ينسخ منه شيئٌ ولاحرف إنما بقي

الکلام في الأفضلية"

یعنی رفع الیدین والی احادیث باعتبار سند وعمل متواتر ومحکم ہے، ان احادیث میں سے ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہے۔ کلام صرف افضلیت میں باقی رہ گیا ہے۔(ملاحظہ ہو: رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز ص:۳۳۹،بحوالہ فيض الباري:۲/۲۵۵ و العرف الشذي، صفحه:۱۲۵، و نيل الفرقدين، ص:۲۲)

اب فرقہ دیوبندیہ اپنے ان ائمہ سے سمجھے،مگر اس کے ائمہ بھی تو آخر دیوبندی تھے انھوں نے بھی اپنے فرقہ کی عادت کے مطابق اپنی کتابیں رفع الیدین کی بابت لکھ کر ظاہر کیا کہ عدم رفع الیدین ہی صحیح مسلک ہے۔ اس کے باوجود بھی یہ فرقہ نہ نادم ہوتا ہے نہ شرمسار بلکہ اپنے طریق پر نازاں وفرحاں ہے۔نعوذ باللّٰہ من ذلك!

٦۔اثر ابن مسعود:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا وكيع عن مسعر عن أبي معشر عن إبراهيم عن عبد الله بن مسعود أنه كان يرفع يديه في أوّل ما يستفتح ثم لا يرفعهما۔" (مصنف ابن أبي شيبه: ۱/۲۶۷، و قال الحافظ ابن التركماني: هذا سند صحيح، الجوهر النقي مع سنن البيهقي: ۲/۷۹، و إبراهيم لم يسمع من ابن مسعود، و لكن مرسله عن ابن مسعود في حكم الموصول كما هو مقرر عند المحدثين"

یعنی ابراہیم نخعی نے کہا کہ ابن مسعود شروع نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے، ابن الترکمانی نے اسے صحیح الاسناد کہا، مگر ابن مسعود سے نخعی کا سماع نہیں ہوا، مگر ان کی ابن مسعود سے مرسل روایت محدثین کے نزدیک موصول کے حکم میں ہے۔(رفع یدین ،صفحہ:۵۳،۵۴)

ہم کہتے ہیں کہ امام ذہبی کو صاحب استقرائے تام کہا گیا ہے، یعنی احادیث ورجال کے پورے علم کا انھوں نے سروے کر رکھا ہے، ان کا ارشاد ہے کہ

" استقر الأمر على أن إبراهيم حجة و إذا أرسل عن ابن مسعود وغيره فليس ذلك بحجة و في نسخة ليس ذلك بحسن"

یعنی یہ قرار اہل علم کے یہاں پاس ہو چکی ہے کہ ابراہیم نخعی ذاتی طور پر حجت ہیں، لیکن وہ جو روایت ابن مسعود وغیر ابن مسعود سے منقطعاً نقل کریں، وہ نہ حجت ہے نہ حسن ہے۔(میزان الاعتدال، مطبوع دار الفكر بيروت مع تحقيق علي محمد مجادي، ترجمه نمبر:۲۵۲، ۱/۷۵)

نیز امام نخعی سے اسے روایت کرنے والے ابومعشر کا نام نہیں بتلایا گیا، اس کنیت والے کئی افراد امام نخعی

کے معاصر اور ان سے روایت کرنے والے تھے اور کئی ایک مجروح و ساقط الاعتبار تھے، دریں صورت امام نخعی کی طرف اس روایت کا انتساب بھی غیر صحیح ہے چہ جائیکہ یہ صحیح و معتبر ہو!!

۷۔ اثر عبداللہ بن مسعود:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا ابن داود حدثنا أحمد بن يونس ثنا أبو الاحوص عن نعيم عن إبراهيم قال: كان عبد الله ابن مسعود لا يرفع يديه في شيئٍ من الصلوة إلا في الافتتاح۔" (شرح معاني الآثار:۱۳۳/۱، و قال المحدث النيموی: و إسناده مرسل جيد آثار السنن ،صفحه:۱۰۹)

یعنی ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رفع یدین نہیں کرتے تھے نماز کے کسی حصہ میں سوائے شروع کے۔" (دیوبندی کتاب، رفع یدین، صفحہ:۵۴)

ہم کہتے ہیں کہ اس میں بھی ابن مسعود و ابراہیم نخعی کے درمیان سند منقطع ہے، جو بتصریح ذہبی حسن یا جید نہیں بلکہ ساقط الاعتبار ہے۔ (کما مر) نیز ابراہیم نخعی سے اسے روایت کرنے والے حصین بن عبدالرحمٰن سلمی کوفی کو امام ابن المدینی و یزید بن ہارون و امام نسائی نے کہا کہ موصوف آخری عمر میں اختلاط و تغیر و نسیان کے شکار ہو گئے تھے۔ (تهذيب التهذيب:۳۲۹/۲، و ميزان الاعتدال: ۵۵۲/۱، و ديوان الضعفاء، ص:٦٥، مع الحواشی) امام نسائی و بخاری وغیرہما نے انھیں کتاب الضعفاء و المتروکین میں ذکر کیا ہے، نیز امام عقیلی و ابن عدی نے بھی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔(میزان:۵۵۲/۱، و الكامل لابن عدي: ۸۰٤/۲، ۸۰۹،والضعفاء للعقيلي: ۳۲٤/۱) اس کا مطلب یہ ہوا کہ اختلاط و تغیر کا شکار ہونے پر موصوف متروک ہو گئے، ورنہ ان کی بابت جو کلمات توثیق ہیں، وہ تغیر و اختلاط کے پہلے کی بات ہے اور ظاہر ہے کہ حصین سے اسے اَبوالاحوص سلام بن سلیم حنفی نے اختلاط حصین کے بعد ہی یہ روایت سنی ہے، کیونکہ ان الفاظ کے ساتھ ابن مسعود کی بات صحیح السند یا حسن السند نہیں منقول ہے، ورنہ انہی حصین سے بسند صحیح مروی ہے کہ:

" قال: دخلنا على إبراهيم النخعي فحدثه عمرو بن مرة قال: صلينا في مسجد الحضرميين فحدثني علقمة بن وائل عن أبيه أنه رأى النبي۔صلى الله عليه وسلم۔ يرفع يديه حين يفتتح وإذا ركع، و إذا سجد" (رواه الطحاوی و أبو يعلى الموصلی كما فصلنا في كتابنا "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز"

ظاہر ہے کہ صحابی کی بات کے بالمقابل ابراہیم جیسے آدمی جو روایۃً تبع تابعی اور رؤیۃً تابعی ہیں کی بات مردود ہو گی۔

۸۔اثر أبو ہریرہ:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"أخبرنا مالك أخبرني نعيم المجمر، وأبوجعفر القاري أن أباهريرة كان يصلي بهم فكبر كلما خفض و رفع، و قال القاري: و كان يرفع يديه حين يكبر و يفتتح الصلوٰة" (مؤطا محمد، صفحه: ۹۰، و كتاب الحجة:۱/۹۵، و سنده صحيح)

یعنی نعیم المجمر و یزید بن القعقاع أبوجعفر قاری نے کہا کہ حضرت أبوہریرہ ہمیں جب نماز پڑھاتے تو ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہتے، أبوجعفر نے مزید وضاحت کی کہ نماز شروع کرتے وقت جب تکبیر تحریمہ کہتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔" (دیوبندی کتاب رفع یدین، صفحہ:۵۴)

ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث چونکہ موطا مالک میں سند مذکور کے ساتھ مروی ہے، اس لیے صحیح ہے، لیکن اس کا معنی بیان کرنے میں فرقہ دیوبندیہ نے تحریف وتلبیس کی ہے کیونکہ اس حدیث میں پہلے نعیم مجمر و أبوجعفر قاری نے متفقہ طور پر کہا کہ حضرت أبوہریرہ تحریمہ اور ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہتے (رکوع سے اٹھنے کے وقت تکبیر نہیں کہی جاتی بلکہ تسمیع کہی جاتی ہے، لیکن تغلیباً اسے بھی تکبیرات کے ساتھ شامل کر لیا گیا ہے) پھر أبوجعفر قاری نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت أبوہریرہ نماز میں جب بھی تکبیر مع تسمیع کہتے تو رفع الیدین کرتے اور تحریمہ کے وقت بھی رفع الیدین کرتے ۔اس حدیث کا مفاد تو یہ ہے کہ نماز میں ہر جھکنے اور اٹھنے نیز تحریمہ کے وقت أبوہریرہ رفع الیدین کرتے تھے اور بعض صریح روایات صحیحہ میں بھی یہی ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ نے اپنے خلاف حجت بننے والی حدیث کو اپنے موافق حجت بنا لیا، کیونکہ اس کا وطیرہ شعار ہی قلب و مسخ حقائق ہے۔ الحاصل یہ روایت فرقہ دیوبندیہ کے خلاف حجت ہے جسے اس نے حسب عادت اپنے موافق قرار دے لیا ہے۔(ملاحظہ ہو: ہماری کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز"، صفحہ:۴۶۸ تا ۴۷۰، ۳۸۵، ۳۸۸)

۹۔اثر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"حدثنا أبو بكر بن عياش عن حصين عن مجاهد قال: ما رأيت ابن عمر يرفع يديه إلا في أول ما يفتتح" (مصنف ابن أبي شيبه ج-۱ صفحه ۲۶۸ ورجال إسناده رجال البخاري)

یعنی امام مجاہد نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر کو تحریمہ کے علاوہ نماز میں اور کہیں رفع الیدین کرتے نہیں دیکھا (دیوبندی کتاب رفع یدین، صفحہ ۵۵)

ہم کہتے ہیں کہ اس پر ہمارا مختصر تبصرہ یہ ہے کہ اس کی سند میں حصین بن عبد الرحمٰن سلمی کوفی اپنی زندگی کے اواخر میں اس قدر مختلط و متغیر ہو گئے تھے کہ متروک قرار پائے تھے اور ظاہر ہے کہ حصین سے یہ روایت ابوبکر بن عیاش نے اختلاط حصین کے بعد ہی سنی ہے، کیونکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمر وفات نبوی کے بعد رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کا التزام کرتے تھے۔ تفصیل ہماری کتاب رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز میں دیکھیں۔

۱۰۔ اثر ابن عمر رضی اللہ عنہما

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا ابن أبي داود قال:حدثنا أحمد بن يونس قال:ثنا أبوبكر بن عياش عن حصين عن مجاهد قال:صليت خلف ابن عمر فلم يكن يرفع يديه إلا في التكبيرة الأولى من الصلوٰة۔"(شرح معاني الآثار:۱/۱۳۳، و قال:العلامة العيني، إسناده صحيح، عمدة القاري:۵/۲۷۳)

یعنی مشہور تابعی مجاہد نے کہا کہ میں نے ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی انھوں نے تحریمہ کے علاوہ نماز میں کہیں رفع الیدین نہیں کیا۔(دیوبندی کتاب رفع الیدین،صفحہ:۵۵)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت کو اگرچہ فرقہ دیوبندیہ اور جن عناصر سے یہ نومولودہ فرقہ دیوبندیہ پیدا ہوا صحیح کہتا ہے، مگر ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس کی سند میں حصین بن عبد الرحمٰن سلمی کوفی اپنی عمر کے اواخر میں اس قدر تغیر و مختلط ہو گئے تھے کہ متروک قرار پائے، ورنہ وہ صحیح الدماغ ہونے کی صورت میں ایسی روایت نہیں بیان کر سکتے تھے، جس کے خلاف حدیث متواتر ہے۔ اس مختصر سی تحقیق سے فرقہ دیوبندیہ کی اس روایت پر لایعنی حاشیہ آرائی کالعدم و کافور ہو گئی۔

۱۱۔ اثر ابن عمر رضی اللہ عنہما

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" قال محمد: أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عبد العزيز بن حكيم قال:رأيت ابن عمر يرفع يديه حذاء أذنيه في أوّل تكبيرة افتتاح الصلوٰة، و لم يرفعهما فيما سوى ذلك" (موطأ محمد:۹۳، ۹۴، و فيه: محمد بن أبان و هو صالح للمتابعة)

یعنی عبد العزیز بن حکیم نے کہا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ بوقت تحریمہ رفع الیدین کرتے ان کے علاوہ نہیں کرتے تھے۔(دیوبندی کتاب،رفع الیدین،ص:۵۵،۵۶)

ہم کہتے ہیں کہ اس سند میں واقع محمد بن ابان بن صالح کو فرقہ دیوبندیہ نے اگرچہ ایک جگہ صحیح الحدیث کہا ،پھر تضاد بیانی کرتے ہوئے "صالح متابعة" کہا، مگر ہم بیان کر آئے ہیں کہ محمد بن ابان بن صالح "صالح للمتابعة" بھی نہیں ہیں اور ان سے روایت کرنے والے محمد بن حسن کذاب ہیں، پھر یہ روایت کیونکر لائق متابعت ہوگئی ؟ اس روایت پر یہ بھی اعتراض ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما والی نماز عبد العزیز بن حکیم نے روایت کی ہے اور عبد العزیز موصوف بقول امام جریر متروک اور بقول أبو حاتم رازی لیس بالقوي ہیں۔ جس روایت کی سند کا یہ حال ہو وہ دیوبندیہ کے یہاں صحیح اور متابع بن گئی!!

۱۲۔ اثر حضرت عبداللہ بن عباس:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"حدثنا ابن فضیل عن عطاء عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال: لا ترفع الأیدي إلا في سبع مواطن: إذا قام إلی الصلوٰة، وإذا رأی البیت إلی آخر ما هذت الدیوبندیة و من والاها" (دیوبندی کتاب رفع یدین، صفحہ:۵۶ تا ۵۸)

ہم اس مستدل روایت دیوبندیہ پر مختصر گفتگو اسی کتاب کے پچھلے صفحات میں کر آئے ہیں اور زیادہ تفصیل "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" میں ہے، اس لیے تکرار کی ضرورت نہیں حاصل یہ ہے کہ یہ روایت نا قابل حجت ہے۔

اقوال تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ:

فرقہ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا ہذیاں سرائی کے بعد عنوان مذکور کے تحت لکھا:

حضرت علی مرتضیٰ و ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے تلامذہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے، پھر نمبرا کے تحت کہا:

حدثنا وکیع وأبو اسامة عن شعبة عن أبي اسحاق قال: کان أصحاب عبد الله بن مسعود، و أصحاب علي لا یرفعون أیدیهم إلا في افتتاح الصلاة قال وکیع: ثم لا یعودون" (مصنف ابن أبي شیبه: ۱/۲۶، و سنده صحیح علی شرط الشیخین)

یعنی محدث امام أبو اسحاق سبیعی بیان کرتے ہیں کہ ابن مسعود و علی کے اصحاب و تلامذہ تحریمہ کے علاوہ نماز میں کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے...... إلی آخر ما افتری (دیوبندی رفع یدین، صفحہ:۵۹، ۶۰)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کا وفات نبوی کے بعد رفع الیدین مذکور کرنا ثابت ہے، وفات نبوی کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلکہ حیات نبوی کے مرض الموت ہی میں حکم نبوی کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق اور وفات ابوبکر صدیق کے بعد حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم مسجد نبوی کے امام تھے اور خلفائے راشدین بھی یہ

دونوں خلفائے راشدین رفع یدین مذکور کے ساتھ پڑھاتے اور انکے پیچھے حضرت ابن مسعود اور حضرت علی مرتضیٰ بھی نماز پڑھتے، مگر ان لوگوں نے یعنی بشمول ابن مسعود و علی مرتضیٰ تمام صحابہ میں سے کسی نے بھی مذکورہ رفع الیدین پر کسی قسم کی کوئی نکیر نہیں کی، بلکہ وہ بھی انھیں کی طرح رفع یدین والی نماز پڑھتے تھے اور جب یہ دونوں صحابہ رفع الیدین والی نماز پڑھتے تھے، تو ان کے اصحاب و تلامذہ کا رفع یدین والی نماز کا تارک رہنا مستبعد سے بھی مستبعد تر ہے، لہٰذا دیوبندیہ کی زیرنظر مستدل روایت کا مکذوب ہونا واضح ہے۔ اس بات کا انتساب أبو اسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی کی طرف کیا گیا ہے، جو آخری عمر میں اختلاط و تغیر کے شکار ہو گئے تھے، بس اسی حالت حواس باختگی میں ان کی زبان سے غیر شعوری طور پر یہ بات نکل گئی، اس کی تفصیل ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' صفحہ:۳۴۰ تا صفحہ:۳۵۰ و صفحہ:۳۷۴ تا صفحہ:۳۸۰ اور حضرت ابن مسعود بذات خود مذکور رفع یدین والی حدیث نبوی کے راوی ہیں۔ ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' (صفحہ:۳۹۷، ۳۹۸ تا صفحہ:۴۱۴) میں دیکھی جا سکتی ہے، ظاہر ہے کہ وہ رفع یدین مذکورہ والی حدیث نبوی کے مطابق نیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رفع یدین والی نماز پڑھتے تھے کسی بھی صحیح و معتبر روایت سے ابن مسعود کا عدم رفع یدین نہیں ثابت ہے۔

۲۔ اثر اسود و علقمہ:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی زیرنظر کتاب میں کہا:

" حدثنا وكيع عن شريك عن جابر عن الأسود و علقمة أنهما كانا يرفعان أيديهما إذا افتتحا ثم لا يعودان" (مصنف ابن أبي شيبه: ١/ ٢٦٨)

جابر سے مروی ہے کہ امام اسود و علقمہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے، پھر نہیں اٹھاتے تھے۔ (دیوبندی کتاب، رفع یدین، صفحہ:۶۰)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں جو جابر ہے، وہ جابر بن یزید بن حارث جعفی ہے، اسے عام اہل علم نے کذاب کہا اور امام أبوحنیفہ نے فرمایا:

" ما لقيت فيمن لقيت أكذب من جابر الجعفي ما أتيته بشيء من رأي إلا جاء ني فيه بأثر۔"

یعنی امام أبوحنیفہ نے کہا کہ جتنے لوگوں سے میں ملا ان میں جابر جعفی سے بڑھ کر میں نے کوئی کذاب نہیں دیکھا، جو بات میں محض قیاس سے کہتا اسے وہ اپنی مکذوبہ روایات سے مدلل کر دیتا تھا۔ (تهذيب التهذيب: ٢/ ٤٢) اکاذیب پرست فرقہ دیوبندیہ نے اسی أکذب الناس جابر جعفی کی مکذوبہ روایت کو حجت بنا لیا، اس نے اس معاملہ میں بھی اپنے ہی تقلیدی امام أبوحنیفہ کی مخالفت کر ڈالی۔

۳۔ اثر عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا معاوية بن هشيم عن سفيان بن مسلم الجهني قال: كان ابن أبي ليلىٰ يرفع يديه أوّل شيئ إذا كبر" (مصنف ابن أبي شيبه: ١/ ٦٠)

یعنی سفیان بن مسلم جہنی ناقل ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ پہلی تکبیر یعنی تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (دیوبندی کتاب رفع یدین، صفحہ:٦٠)

ہم کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جیسے کبیر تابعی سے یہ بہت مستبعد ہے کہ باعتراف ائمہ دیوبندیہ جو حدیث نبوی متواتر ہو اور جس کا ایک حرف بھی منسوخ نہ ہوا ہو، اس متواتر و غیر منسوخ حدیث سے واقف ہو کر موصوف اس پر عمل نہ کرتے ہوں، دراصل اس روایت کی سند مجہول ہے، اس کا کوئی راوی معروف نہیں۔

۴۔ اثر قیس بن ابی حازم:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب میں کہا:

"حدثنا يحيىٰ بن سعيد عن إسماعيل قال: كان قيس يرفع يديه أوّل ما يدخل في الصلوة ثم لا يرفعهما"

یعنی اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ امام قیس بن ابی حازم نماز میں داخل ہونے کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے، اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔ (دیوبندی کتاب، صفحہ:٦٠، بحوالہ مصنف ابن أبي شيبه: ١/ ٢٦٧)

ہم کہتے ہیں کہ قیس بن ابی حازم کبار تابعین میں سے تھے اور یہ ممکن نہیں کہ عقل و ہوش میں رہتے ہوئے کسی متواتر حدیث پر عمل ترک کردے، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ آخری عمر میں جب موصوف بقول اسماعیل بن خالد "خرف و ذهب عقله" أرذل العمر کو پہنچ کر ہوش گوش کھو بیٹھے تھے تو حالت حواس باختگی میں غیر شعوری طور پر ترک رفع یدین کرنے لگے ہوں۔ انہیں کتب رجال میں اسی وصف سے متصف بتلایا گیا ہے اور یہ کہ اسی وصف کے باعث ان کی روایات منکر تھیں۔" (تهذيب: ٨/ ٣٤٧)

۵۔ اثر ابراہیم نخعی و خیثمہ بن عبدالرحمٰن:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا أبوبكر عن الحجاج عن طلحة عن خيثمة و إبراهيم قال: كانا لا يرفعان أيديهما إلا في بدء الصلوة ـ" (مصنف ابن أبي شيبه: ١/ ٢٦٧)

یعنی طلحہ بن مصرف مشہور تابعی خیثمہ بن عبدالرحمٰن و ابراہیم نخعی کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ یہ

دونوں بزرگ صرف ابتدائے نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔ (دیوبندی کتاب رفع یدین، صفحہ:۶۰ تا۶۱)

ہم کہتے ہیں کہ طلحہ بن مصرف وخیثمہ بن عبدالرحمٰن وابراہیم نخعی میں سے کوئی بھی مشہور تابعی نہیں، سب تقریب التہذیب کے پانچویں طبقہ کے رواۃ میں سے ہیں، جو باعتبار روایت تبع تابعین ہیں، صرف بعض صحابہ کے دیدار سے بہرور ہو کر نہایت صغیر درجہ کے تابعی ہیں اور طلحہ سے یہ روایت حجاج بن ارطاۃ نے نقل کی، جو مشہور مدلس و ساقط الاعتبار راوی ہیں۔ (عام کتب رجال) پھر اس سند کے ساتھ عدم رفع یدین کا انتساب قطعاً باطل ہے۔

۶۔ اثر امام ابراہیم نخعی:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا أبوبكر بن عياش عن حصين و مغيرة عن إبراهيم قال: لا ترفع يديك في شيئ من الصلوٰة إلا في الافتتاحة الأولىٰ۔"(مصنف ابن أبي شيبه: ۱/۲۶۷)

یعنی حصین ومغیرہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ تم تحریمہ کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہ کرو۔'' دیوبندی کتاب، رفع یدین، صفحہ:۶۱)

ہم کہتے ہیں کہ ابوبکر بن عیاش آخری عمر میں مختلط ومتغیر ہو گئے تھے، لہٰذا جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ اختلاط و تغیر سے پہلے انھوں نے یہ حدیث بیان کی ہے، تب تک اسے دلیل بنانا صحیح نہیں ہے اور حصین بن عبدالرحمٰن ومغیرہ بن مقسم بھی اختلاط وتغیر کے شکار ہو گئے تھے، اس لیے یہ روایت بایں سند ساقط الاعتبار ہے۔

۷۔ اثر عامر شعبی:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا ابن مبارك عن أشعث عن الشعبي أنه كان يرفع يديه في اوّل التكبير ثم لا يرفعهما"(مصنف ابن أبي شيبه: ۱/۲۶۷)

یعنی أشعث بیان کرتے ہیں کہ امام شعبی اوّل تکبیر میں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے، پھر نہیں اٹھاتے تھے۔''

تشریح: اثر فاروقی نمبر۲ میں گزر چکا ہے کہ عبدالملک بن ابجر نے کہا کہ میں نے امام شعبی، ابراہیم نخعی، أبواسحاق سبیعی کو دیکھا کہ یہ تینوں بزرگ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، اکابر تابعین کے عمل سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ عام نمازوں میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرنا خیر القرون میں ارباب علم کا عام معمول تھا۔ (دیوبندی، کتاب رفع الیدین، صفحہ:۶۱)

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب اکاذیب دیوبندیہ ہیں، جس أشعث نے عامر شعبی سے یہ روایت نقل کی، اسے امام ابن حبان نے ''**فاحش الخطاء و كثير الوهم**'' کہا، امام بندار نے ''**ليس بثقة**'' کہا اور دوسرے ائمہ نے بھی

اسے ضعیف کہا۔(تھذیب التھذیب: ۱/۳۰۵تا ۳۰۹ و عام کتب رجال) اور اثر فاروقی کے سلسلے والی بات کا جواب گزر چکا ہے اور نص شرعی کے خلاف اکابر تابعین کیا معنی صحابہ کرام تک کا قول وعمل حجت نہیں، نصوص سے یہی بات ثابت ہے، جیسا کہ ہماری کتابوں میں متواتر مفصل تحقیق موجود ہے اور حقیقت یہ ہے صحابہ کرام کا اجماعی عمل رفع یدین پر تھا۔کما مر!

۸۔اثر أبو بکر عیاش:

"حدثنا ابن أبي داود قال:ثنا أحمد بن يونس قال أبوبكر بن عياش: ما رأيت فقيها قط يفعله يرفع يديه في غير التكبيرة الأولىٰ" (شرح معاني الآثار:۱/۱۳٤)

یعنی ابوبکر بن عیاش نے کہا کہ میں نے کسی فقیہ کو تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع الیدین کرتے کبھی نہیں دیکھا۔"

تشریح: اس جید السند روایت سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ اسلام کے عہد زریں میں علماء وفقہاء عام طور پر اسی پر عامل تھے اسی پر اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عمرو بن مرہ نے کوفہ کی مسجد اعظم میں کہا کہ حضرت وائل بن حجر حضرمی نے رفع یدین والی حدیث نبوی بیان کی، تو ابراہیم نخعی نے کہا کہ شاید وائل نے ایک دن آپ ﷺ کو رفع الیدین کرتے دیکھا اور ابن مسعود اور دیگر صحابہ میں سے کسی نے بھی یہ مسئلہ یاد نہیں رکھا؟ میں نے کسی ایک سے بھی رفع یدین کا مسئلہ نہیں دیکھا، سب حضرات صرف تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر پوری نماز میں نہیں کرتے تھے۔(ملخص از دیوبندی کتاب رفع یدین،صف:۶۱،۶۲)

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب اکاذیب دیوبندیہ ہیں، اس فرقہ دیوبندیہ نے ابوبکر بن عیاش کا معنی محرف و مبدل کر دیا، اس کا مفاد یہ ہے کہ میں نے کسی فقیہ کو صرف بوقت تحریمہ رفع الیدین پر عمل کرتے نہیں دیکھا، بلکہ وہ سب دیگر مواقع نماز میں بھی رفع یدین کرتے تھے، افسوس کہ فرقہ دیوبندیہ نے اکاذیب وتحریفات وتلبیسات ہی کو اپنا دین و ایمان بنا رکھا ہے، بھلا ابوبکر بن عیاش جب تبع تابعی تھے، تو صحابہ کو رفع یدین کرتے یا نہ کرتے کیسے دیکھتے؟ البتہ اپنے زمانے کے تمام فقہاء کو انھوں نے مذکورہ رفع یدین کرتے بقول خویش ضرور دیکھا، جس فعل پر صحابہ کرام کا اجماع ہو اس سے انحراف صرف متاخرین عراقیوں نے کیا ہے، ورنہ صحابہ و تابعین نے نہیں کیا ہے، ابراہیم نخعی بھی صرف معمولی درجہ کے تابعی تھے صحابہ کے بالمقابل ان کی یا کسی کی بات کا اعتبار نہیں۔فرقہ دیوبندیہ نے اسی بحث میں مزید کہا:

"امام محمد بن نصر مروزی اپنی کتاب رفع یدین میں لکھتے ہیں کہ ہم کسی ایسے شہر کو نہیں جانتے، جس کے باشندے قدیم زمانہ سے علم کی جانب منسوب ہیں کہ انھوں نے رکوع کے لیے جھکنے اور رکوع سے اٹھنے

کے وقت اجماعی طور پر رفع یدین کو ترک کر دیا ہو، سوائے اہل کوفہ کے۔"

تشریح: "ترکوا باجماعهم" سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بغیر کسی استثناء کے سارے اہل کوفہ رفع یدین کے ترک پر عامل تھے، اس لیے تارکین رفع یدین کا فرداً فرداً نام شمار کرنے کی ضرورت نہیں اور اہل علم سے یہ بات چھپی نہیں کہ کوفہ خلیفہ ثانی فاروق اعظم کے دور سے چوتھی صدی کے آغاز تک اسلامی علوم و ثقافت کا گہوارہ رہا، ڈیڑھ ہزار صحابہ یہاں آباد ہوئے، جن میں چوبیس بدری اور تین عشرہ مبشرہ تھے......

إلى آخر ما افترى وهذى و لفى۔ (دیوبندی کتاب رفع یدین، ص: ۶۱ تا ۷۲)

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب اکاذیب وتلبیسات دیوبندیہ ہیں، اگر وہ سچا ہے تو ثابت کرے کہ کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابہ جن میں چوبیس بدری و تین عشرہ مبشرہ تھے موجود تھے، نیز وہ ثابت کرے کہ کوفہ اور جس ملک عراق میں کوفہ واقع ہے، وہاں آنے جانے اور رہائش پذیر صحابہ وتابعین سب کے سب عدم رفع یدین پر عامل تھے، کوفہ بذات خود وفات نبوی کے چھ سات سال بعد آباد ہوا، عہد نبوی، عہد صدیقی و عہد فاروقی و عہد عثمانی و عہد مرتضوی اور اس کے بعد بھی تمام صحابہ و تابعین کا رفع یدین کرنے پر اجماع رہا۔ پھر فرقہ دیوبندیہ نے کہاں سے اختراع کر لیا کہ تمام صحابہ وتابعین ترک رفع یدین پر متفق تھے؟!

فرقہ دیوبندیہ اہل کوفہ کے اجماع پر نازاں ہے، مگر اہل کوفہ جب سے کوفہ آباد ہوا تب سے لے کر آج تک وہاں رفع یدین کرنے والے صحابہ وتابعین و اتباع تابعین وغیرہم بکثرت موجود تھے البتہ اہل کوفہ کے عام لوگوں میں نصوص وصحیحہ سے انحراف تھا، اس لیے انھوں نے بزور پروپیگنڈہ ظاہر کیا کہ یہاں کے لوگ ترک رفع یدین پر متفق تھے۔ پوری منقح تفصیل کے لیے ہماری کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" کا غیر جانب داری کے ساتھ مطالعہ کافی ہوگا۔ اپنی اس کتاب کے آخری کئی صفحات میں جو تلبیسات اس فرقہ دیوبندیہ نے کر رکھی ہیں، ان کی حقیقت ہماری اس کتاب کے پچھلے صفحات میں ظاہر ہو چکی ہے۔ اس لیے اب ہم یہاں مزید لکھنا ضروری نہیں سمجھتے۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والحمد لله الذي تتم به الصالحات

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۲/محرم الحرام ۱۴۲۴ھ، ۱۷ مارچ ۲۰۰۲ء

فرقہ دیوبندیہ کی

تحفظ سنت کانفرنس

منعقدہ ۲،۳/مئی/۲۰۰۱ء کے موقع پر انتیس کتابوں پر مشتمل پیکٹ کی ایک دیوبندی کتاب

آمین بالجھر

صحیح بخاری میں پیش کردہ دلائل کی روشنی میں

کا

شرعی پوسٹ مارٹم

بقلم

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

یکم مئی ۲۰۰۲ء مطابق ۱۸/صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نحمده و نصلي على رسوله الكريم، أما بعد!

حمایت سنت میں جماعت اہل حدیث کی سرگرمیوں سے حواس باختہ ہو کر فرقۂ دیوبندیہ تھوڑے دنوں سے اپنے مسلک کے ثبوت میں نصوص کتاب وسنت سے کام لینے لگا ہے، جب کہ جس امام ابوحنیفہ کی طرف یہ فرقہ اپنے کو منسوب کرتا ہے، وہ اپنے مذہب کے بیان کردہ سارے مسائل کو مجموعہ رائے و قیاس اور مجموعہ اکاذیب و اباطیل و باد اور ہوا قرار دے چکے ہیں، اس کی تفصیل ہماری کتاب ''اللمحات'' میں ہے۔ اس مذہب کے پرستار فرقے کا اپنے مسائل پر نصوص و آثار صحابہ وتابعین پیش کرنا اس کی حواس باختگی کا واضح ثبوت ہے اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ اب وہ کہتا ہے کہ جو مسئلہ سنت سے ایک سے زیادہ طریق والا ثابت ہو، اس پر کسی بھی سنت پر عمل کر لینا خلاف سنت نہیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب کا پیش لفظ، صفحہ:۲، ۳، کا ماحصل)

حالانکہ یہ فرقہ امام ابوحنیفہ کے مجموعہ رائے و قیاس وطومار اکاذیب و اباطیل مسائل میں سے جس پر اپنا معمول بنالیتا رہا، اس پر اٹل رہتے ہوئے مدعی رہا کرتا کہ یہی حق اور اس کے علاوہ دوسرے مسلک مسلک حق کے خلاف ہے، اب اس نے بہروپیوں کی طرح دوسرا بھیس بدل کر اس طرح کی باتیں کرنا اختیار کیا ہے، یہ سب محض حامیان سنت جن کو بطور طنز وتنابز بالالقاب فرقہ دیوبندیہ ''غیر مقلدین'' کہتا ہے کی حمایت سنت والی سرگرمیوں سے حواس باختہ ہو کر کر رہا ہے، حالانکہ نصوص کتاب وسنت میں طنز وتعریض وتنابز بالالقاب کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

بظاہر نئے بھیس میں آ کر اس نے اگرچہ کسی قدر رواداری کا موقف محض عالم حواس باختگی میں غیر ارادی طور پر شروع کیا ہے، مگر اپنی اس کتاب کے پیش لفظ کی پہلی ہی سطر میں اس نے لکھ دیا ہے کہ:

''اتباع سنت کے بلند بانگ دعویٰ کے ساتھ سنت سے انحراف کا جو نمونہ اس دور کے غیر مقلدین کر رہے ہیں، اس کا احتساب ضروری ہے''، نیز یہ کہ:

''علماء امت کا فیصلہ ہے کہ جن اختلافی مسائل میں ایک سے زیادہ صورتیں سنت سے ثابت ہیں، ان میں عمل خواہ ایک سنت پر ہو، مگر تمام صورتوں کو درست سمجھنا ضروری ہے۔ اپنے خلاف مسلک والوں پر اصرار و ہٹ دھرمی، طنز وتعریض و دشنام طرازی و دست درازی ناجائز وحرام ہے......الخ

حالانکہ جب مذہب دیوبندیہ بقول ابی حنیفہ مجموعہ رائے و قیاس واغلاط و اکاذیب و اباطیل ہے، تو اس کے کسی مسئلہ کا موافق نصوص ہونا ممکن نہیں، بعض مسائل میں اتفاقی طور پر ایسا ہوسکتا ہے، مگر اسے منصوص نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ اسے امام ابوحنیفہ مجموعہ رائے و قیاس و اغلاط و اکاذیب و اباطیل کہہ چکے ہیں ۔ اپنے اس بوقلمونی رویہ پر بطور دلیل اس فرقے نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی ایک عبارت مع اردو ترجمہ لکھی ہے۔ وہ بتلائے کہ کلام ابن تیمیہ نصوص قرآنی ہے یا نصوص نبوی! فرقہ دیوبندیہ نے اپنے پیش لفظ ہی میں کہا کہ سری یا جہری آمین بھی ان مسائل میں سے ہے، جن پر عہد صحابہ سے اختلاف چلا آرہا ہے، دونوں موافق ثابت بالسنۃ ہیں، فرق اولیٰ غیر اولیٰ و افضل و مفضول کا ہے، جو جس مسلک کو راجح یا مرجوح سمجھے وہ اس کا مختار ہے۔ اس موضوع پر شائع کیا جانے والا یہ رسالہ فرقہ دیوبندیہ کے فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد سابق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند و سابق صدر جمعیۃ العلماء کے درسی افادات کا مجموعہ ہے، جسے امام بخاری کے پیش کردہ دلائل کی روشنی میں منقح کر کے دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر شائع کیا گیا ہے۔ (ملخص از دیوبندی کتاب مذکور صفحہ:۳)

ہم نے اپنی اس کتاب میں اسی دیوبندی شرانگیزی کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

یکم/مئی/۲۰۰۲ء

فرقہ دیوبندیہ کی فتنہ سامانی کے جائزے کی ابتداء:

فرقہ دیوبندیہ نے کسی تمہیدی کلمات کے بغیر امام بخاری کے صحیح بخاری میں قائم کردہ باب کو نقل کیا: " باب جهر الإمام بالتامين" پھر ترجمہ باب البخاری میں امام عطاء کا قول نقل کیا:

"آمين دعا: أمن ابن الزبير و من وراءه حتى إن للمسجد لجة وكان أبوهريرة ينادي الإمام: لا تفتني بآمين، و قال نافع: كان ابن عمر لا يدعه، و يحضهم، و سمعت منه في ذلك خيراً"

اس تبویب کے تحت امام بخاری نے ایک حدیث نبوی نقل کی، یہ حکم نبوی ہے، امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، اس حدیث میں زہری نے کہا کہ آپ ﷺ آمین کہا کرتے تھے۔ ترجمۃ الباب کے تحت امام بخاری کے ذکر کردہ آثار و احادیث کا ذکر مع اردو ترجمہ دیوبندیہ نے نقل کر کے اپنی دیوبندیت والی راگ الاپنی شروع کر دی۔ چنانچہ کہا:

"امام بخاری کو اپنی عادت کے مطابق پہلا ترجمہ امام کے لیے آمین کا عمل ثابت کرنے سے متعلق منعقد کرنا تھا، مگر موضوع سے متعلق امام بخاری نے ایک ہی ترجمہ میں اپنا فیصلہ کھول کر بیان کر دیا کہ امام بالجہر آمین کہے گا، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام بخاری کو مسئلہ مذکورہ سے کتنی دلچسپی ہے، انھوں نے اپنے اثبات مدعا مع الدلائل کے لیے چند آثار ذکر کیے، مگر تشریح دلائل سے پہلے نوعیت مسئلہ و مذاہب ائمہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔" (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۴،۵)

ہم کہتے ہیں کہ آمین کا دعا ہونا اختلافی مسئلہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر اور ان کے مقتدی حضرات صحابہ و تابعین کا جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہنا نصوص و وفات نبوی کے بعد خلیفہ راشد اوّل و ثانی و ثالث و رابع و خامس کے دور میں ثابت شدہ معاملہ ہے اور چھٹے خلیفہ راشد حضرت عبداللہ بن زبیر اور ان کے مقتدیوں کا جہری نمازوں میں آمین بالجہر دیوبندیہ کا تسلیم کردہ ہے۔ یہ دیوبندیہ کے فخر المحدثین سید فخر الدین احمد کا صدر المدرسین ہونا کس طرح سے تھا کہ وہ یا تو عقل و دانش اور صحیح بخاری سمجھنے سے محروم تھے یا عادت دیوبندیہ کے مطابق اکاذیب پرست تھے کہ کہہ دیا کہ اپنے طریق و عادت کے مطابق اس موضوع پر انھیں کم سے کم دو ابواب منعقد کرنے چاہیے تھے، یہ دیوبندیہ کے فخر المحدثین کا جھوٹ ہے، صحیح بخاری میں امام بخاری کی یہ عادت ہرگز نہیں، دیوبندیہ کے یہ فخر المحدثین اپنے کو سید بھی کہتے ہیں، اگر معاملہ فی الواقع ایسا ہے، تو ان کا اپنے اجداد رسول ﷺ کی نصوص اور خلفائے خمسہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی و حسن بن علی کے آثار ثابتہ کے خلاف اپنے اجداد کے علاوہ کسی غیر کے مجموعہ رائے و قیاس و طومار و اغلاط و اکاذیب و اباطیل قرار دیے ہوئے مسائل میں سے اس مسئلہ پر نصوص

و آثار صحابہ کو چھوڑ کر عمل ہی نہیں کرتے، بلکہ اس کی حمایت اور نصوص کی مخالفت پر زور آزمائی صرف کرنے کا بے پناہ جذبات رکھتے تھے۔

مسئلہ کی نوعیت و مذاہب:

اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

”فاتحہ کے بعد آمین کہنا تمام فقہاء کے یہاں غیر اختلافی سنت ہے، اختلاف صرف جہر و سر اولیٰ و غیر اولیٰ کا ہے، آمین بالسر بھی ثابت ہے اور اسی پر اکثر امت کا تعامل ہے۔ آمین بالجہر کے ثبوت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اگرچہ اس پر اثبات مداومت ناممکن ہے حنفیہ (حنفیہ میں دیوبندیہ بھی شامل ہیں) اور مالکیہ کے یہاں سری آمین ہی سنت ہے، شوافع و حنابلہ کے نزدیک جہری آمین ہی سنت ہے، لیکن یہ امام شافعی کا قول قدیم ہے اور ان کا قول جدید حنفیہ و مالکیہ کے موافق ہے، اس لیے یہ صرف حنابلہ کا مسئلہ بن کر رہ گیا۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۵)

تکذیب دیوبندیہ:

دیوبندیہ خصوصاً اس کے فخر المحد ثین سید فخر الدین نصوص و آثار صحابہ کی مخالفت پر کمر بستہ ہونے والے اتنا بھی تمیز نہیں رکھتے کہ متعدد ائمہ کرام فاتحہ کے بعد ہر نمازی پر آمین کہنا واجب مانتے ہیں، مگر دیوبندیہ کی جہالت مرکبہ کا یہ حال ہے کہ وہ کہتا ہے کہ تمام فقہاء اجماعی طور پر اسے سنت کہتے ہیں۔ دیوبندیہ نے یہ تصریح بھی نہیں کی کہ یہ سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ یا مستحبہ ہے؟ نصوص میں بصیغہ امر امام کو جہری نماز میں بالجہر اور سری نمازوں میں بالسر آمین کہنے کا حکم دیا گیا ہے، جو اس کے فرض و واجب ہونے پر دلیل ہے، الا یہ کہ کوئی قرینہ صارفہ معتبرہ ہو، مگر ادنیٰ ترین بھی شائبہ قرینہ صارفہ دیوبندیہ کے پاس نہیں۔ دیوبندیہ کے سب و شتم میں بھائی امامیہ، رافضہ آمین کو نماز باطل کرنے والا کہتے ہیں، یہ ساری تفصیل فتح الباری شرح بخاری میں موجود ہے، جو دیوبندیہ خصوصاً اس کے فخر المحد ثین کو نظر نہیں آئی، اسے صرف وہ بات نظر آئی جو اس کے مزاعم فاسدہ کے بظاہر موافق ہو۔

عطاء کا اثر:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

”پہلا اثر عطا کا ہے جو تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ آمین دعا ہے کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس اثر سے آمین بالسر ثابت ہوتا ہے، کیونکہ دعا میں اصل اخفاء ہے ارشاد قرآنی ہے کہ ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾ بقول رازی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اخفاء یعنی سری طور پر دعا کا حکم دیا ہے، لہٰذا جب آمین دعا ہے تو اسے سری طور ہی پر ہر حال میں نماز میں کہنا ضروری ہے۔ (زیر نظر دیوبندی

کتاب کا ماحاصل، صفحہ:۵،۶)

ہم کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ سراپا دعا ہے، اسی لیے اس کے ناموں میں سے ایک سورۃ الدعاء ہے، اس دعائے سورہ فاتحہ کو جہری نمازوں میں فرقہ دیوبندیہ بالجہر کیوں پڑھتا ہے؟ اسی طرح بہت ساری باتیں ہیں، جس کی تفصیل ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' میں ہے۔ دیوبندیہ کے اکاذیب پرست ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے، نیز اس کے تضاد و تعارض و اضطراب پسند ہونے کی یہ بھی دلیل ہے کہ دعائے سورہ فاتحہ کو یہ اپنے شرعی اصول کے خلاف جہری نمازوں میں بالجہر پڑھتا ہے۔

امام شافعی پر افترائے دیوبندیہ:

اکاذیب پرست فرقہ دیوبندیہ ایک مکذوبہ روایت کی پرستش کرتے ہوئے مدعی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مزار پر امام شافعی گئے، تو اپنے مذہب کے خلاف مذہب ابی حنیفہ پر عمل کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ صاحب قبر ابوحنیفہ کے احترام میں میں نے ایسا کیا ہے۔(مستفاد از زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶) اکاذیب پرستی اور اکاذیب کی حمایت فرقہ دیوبندیہ کی فطرت ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی مزید اکاذیب پرستی:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''جب آمین دعا ہے تو اس میں امام و مقتدی دونوں کو شریک ہونا چاہیے، یہی وجہ ہے کہ ایک قول میں امام مالک آمین کہنے کو صرف مقتدی کا حق مانتے ہیں، امام سے اس کا کوئی تعلق نہیں، گویا قول عطاء سے امام بخاری نے امام و مقتدی دونوں کا شریک آمین ہونا بتایا ہے۔ جہر د سر کے ساتھ آمین کے مسئلہ سے قول عطا کا کوئی تعلق نہیں، اسی لیے امام بخاری نے جہری آمین کے اثبات کے لیے دوسرا اثر پیش کیا۔(ملخص از زیرنظر دیوبندی، کتاب، صفحہ:۶)

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب تلبیسات دیوبندیہ ہیں، امام و مقتدی دونوں سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں، اس سے دونوں کا شریک دعاء ہونا قطعی طور پر ثابت ہے۔ امام بخاری نے کسی کی تردید و توثیق میں اثر مذکور نہیں ذکر کیا، بلکہ بطور حقیقت امر اس کا ذکر کیا۔

قول عطا سے دیوبندیہ کی تکذیب:

امام عبدالرزاق نے مصنف(۲/۷۰۔۹۶ رقم الحدیث: ۲۶۴۰ و ۲۶۴۳) میں کہا کہ:

" عن ابن جريج عن عطاء قال:قلت: له أكان ابن الزبير يؤمن على إثر أم القرآن آمين؟ قال: نعم، و يؤمن من وراء ه حتى أن للمسجد للجة...... الخ"

و عن ابن جريج قال: قلت لعطاء آمين قال: لا أدعها أبداً قال: إثر أم القرآن في المكتوبة، والتطوع، قال: لقد كنت أسمع الأئمة يقولون على إثر أم القرآن: آمين هم أنفسهم، و من وراء هم حتى أن للمسجد للجة"

''یعنی امام عطاء نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقتدی فرضی جہری نمازوں میں اور نفلی جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہتے تھے، حتی کہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔''

فرقہ دیوبندیہ نے امام عطاء پر حسب عادت جو یہ افتراء پردازی کی ہے کہ ان کے قول مذکور سے جہری نماز میں آمین بالجہر کے بجائے فرقہ دیوبندیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے، وہ خالص افتراء پردازی و کذب بیانی ہے، امام عطا کا قول یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر اور دوسرے ائمہ جہری نمازوں میں خود اور ان کے مقتدی اس قدر بالجہر آمین سورہ فاتحہ کے بعد کہتے تھے کہ مسجد گونج جاتی تھی اور یہ معلوم ہے کہ آمین بالجہر والی یہ نماز حضرت عبد اللہ بن زبیر اپنے نانا امیر المومنین حضرت ابوبکر سے سیکھے ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق یہ طریق نماز حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے سیکھے تھے اور آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اور اسی پر حضرت عبد اللہ بن زبیر کے زمانہ کے تمام صحابہ و تابعین اور ان کے پہلے والے خلفائے راشدین اور تمام صحابہ کا عمل تھا۔

اثر ابن زبیر:

حضرت امام عطاء ہی نے عبد اللہ بن زبیر سے نقل کیا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر فرض با جماعت نمازوں میں ختم فاتحہ پر مقتدیوں سمیت آمین بالجہر کہتے تھے اور قول عطاء کو فرقہ دیوبندیہ اپنے موقف دیوبندیہ پر دلیل قرار دیتا ہے اور یہ جھوٹ بولتا ہے کہ قول عطاء سے آمین بالجہر کا ثبوت نہیں ملتا، اور نہ جانے کتنے خود ساختہ اکاذیب اس فرقہ نے امام عطاء کی طرف منسوب کر دیے ہیں۔ دوسری طرف تضاد بیانی کا شکار ہو کر یہ اکاذیب پرست فرقہ کہتا ہے کہ حضرت عطاء کے قول مذکور سے جسے انھوں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر اور تمام ائمہ نماز سے نقل کیا ہے، ثابت ہوتا ہے کہ جہری با جماعت فرض نمازوں وغیر فرض نمازوں میں آمین بالجہر کا ثبوت ملتا ہے۔ تضاد پرست فرقہ خصوصاً اس کے فخر المحد ثین کو شرم و ندامت نہیں کہ ہماری تضاد پرستی پر دنیا کیا کہے گی؟ فرقہ دیوبندیہ مدعی ہے کہ اس روایت سے آمین بالجہر کا ثبوت تو مل گیا، مگر اس کی اولویت و استحباب کا ثبوت نہیں ملتا، اس اندھے بہرے عقل سے بیگانہ فرقہ کو یہ نہیں معلوم ہے کہ جہری نمازوں میں جب صحابہ کا اجماع رہا کہ آمین بالجہر امام و ماموم دونوں کہیں :ور یہ اجماع صحابہ نصوص متواترہ سے اب تک ثابت ہے، جو بصیغہ امر کے ساتھ وارد ہونے کے ساتھ ''صلوا كما رأيتموني أصلي'' والے حکم نبوی کے مطابق فرض قرار پاتا ہے، تو اس اندھے بہرے عقل سے کورے فرقہ کو ابھی تک اس کا مستحب و اولیٰ ہونا ہی نہیں محسوس ہوا؟

اثر ابن زبیر کے موافق مسلک دیوبندیہ ہونے کے وجوہ:

فرقہ دیوبندیہ جیسے اندھے عقل سے کورے کو اثر ابن زبیر سے احساس تک نہیں ہوا کہ فرض جہری باجماعت نمازوں میں صحابہ کرام آمین بالجہر کہتے تھے، جب کہ اس روایت میں صراحت ہے کہ یہ تمام فرض جہری باجماعت نماز کا معاملہ ہے، تو اپنی اس بے حسی کے اس نے کئی وجوہ بتلائے:

۱۔ اس اندھے بہرے عقل کے کورے فرقہ نے پہلی وجہ یہ بتلائی کہ:

''پہلی بات یہ ہے کہ اس اثر میں ذکر کردہ آمین کا سورہ فاتحہ کے بعد والی آمین ہونا ضروری نہیں۔ فرقہ دیوبندیہ کے امام انور شاہ کشمیری جیسے دھاکڑ تحریف کار و دروغ بان کا ارشاد ہے کہ آمین مذکورہ اس زمانے کی بات ہے جب ابن زبیر مکہ مکرمہ میں محصور تھے اور عبدالملک بن مروان کی فوجیں آگے بڑھ رہی تھیں۔ دونوں طرف قنوت نازلہ پڑھا جا رہا تھا۔ اسی قنوت نازلہ والی دعا پر طرفین سے جہری دعائے قنوت نازلہ پر آمین بالجہر کہی جاتی تھی۔'' (ماحصل، از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶، ۷)

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت میں صراحت ہے کہ باجماعت فرض جہری نمازوں میں حضرت ابن زبیر اور دوسرے سارے ائمہ نماز اور ان کے مقتدی ختم سورہ فاتحہ پر آمین بالجہر کہتے تھے، مگر اندھے بہرے عقل سے کورے فرقہ دیوبندیہ بشمول اس کے فخر المحدثین اور علامہ کشمیری کو اس کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں، جو قوم اس قدر احساس سے محروم ہو کیا اس پر صحابہ کرام کا یہ قول منطبق نہیں ہوتا کہ منافقین میں سے بعض ایسے بے حس لوگ باقی رہ گئے ہیں، جنھیں سرد ترین پانی کا زبان پر احساس تک نہیں ہوتا؟ (صحیح بخاری کے متعدد مقامات پر یہ حدیث مروی ہے)

۲۔ فرقہ دیوبندیہ نے اپنی اختراعی بات کی دوسری وجہ بتلائی کہ:

''اگر اس کو ﴿وَ لَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کے بعد والی آمین مان لیا جائے، جیسا کہ مصنف عبدالرزاق وغیرہ میں ہے، تو اس سے صرف یہ معلوم ہوا کہ صحابہ جہری آمین کہتے تھے امام ہوں یا مقتدی، مگر اس سے امام بخاری کا مقصد صرف اثبات جہر آمین ہی نہیں، بلکہ جہر کی اولویت ثابت کرنا ہے اور وہ مندرجہ ذیل باتوں کی وجہ سے محل نظر ہے۔'' الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۷)

فرقہ دیوبندیہ کو یہ اعتراف ہے کہ حدیث مذکور مصنف عبدالرزاق وغیرہ میں بسند صحیح منقول ہے، جس کا مفاد ہے کہ جہری فرض نماز باجماعت میں فاتحہ کے بعد امام و مقتدی لوگ بالجہر آمین کہتے تھے، مگر یہ جاننے کے باوجود وہ نہ جاننے کا مظاہرہ کرتا اور بزعم خویش اپنی بات کو جھوٹ نہیں سچ سمجھتا ہے، اس کا یہی دعویٰ مکذوب محض ہے کہ روایت مذکورہ سے امام بخاری جہری نماز میں آمین بالجہر کی أولویۃ ثابت کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ روایت مذکورہ

اپنی ہم معنی احادیث سمیت اس کے افتراض پر دلیل قاطع ہے اور یہی ثابت کرنا امام بخاری کا مقصد ہے، مگر یہ فرقہ اکاذیب پرستی کا خوب خوب مظاہرہ کر رہا ہے۔

الف: ایک بات یہ ہے کہ حضرت ابن زبیر کا یہ عمل أحیانا معلوم ہوتا ہے، اس سے تکرار اور استمرار و دوام ثابت نہیں ہوتا۔

''اسی لیے کہا جائے گا کہ تعلیم کی مصلحت سے انھوں نے کبھی کبھار ایسا کر کے دکھلایا، تاکہ یہ سنت مرجوحہ بھی زندہ رہے بالکل ختم نہ ہو جائے، جیسا کہ رفع یدین کے بارے میں حضرت ابن عمر کے طرزِ عمل کی وضاحت میں یہ بات گزر چکی ہے۔'' (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۷)

ہم کہتے ہیں کہ یہ عمل استمراری ہی تھا، جیسا کہ تعلیم نبوی و تعلیم خلفائے راشدین اور دوسرے تمام صحابہ کے عمل سے ظاہر ہے اور رفع یدین کے بارے میں حضرت ابن عمر کے طرزِ عمل کی دیوبندی وضاحت کا مجموعہ اکاذیب ہونا ہم رفع یدین والی دیوبندی کتاب کی تکذیب میں کر آئے ہیں۔

ب: فرقہ دیوبندیہ نے اپنی دوسری مکذوبہ و اختراعی بات یہ کہی کہ

حضرت ابن زبیر صغار صحابہ میں سے تھے، جنھوں نے آمین بالجہر کا عمل کیا، مگر عہد نبوی و عہد خلافت راشدہ و کبار صحابہ جیسے حضرت ابن مسعود و حضرت علی کے یہاں اس طرح کی آمین کا ثبوت نہیں ملتا، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ابن زبیر کے عمل میں کوئی مصلحت پوشیدہ تھی۔ مثلاً انھوں نے نماز میں بسم اللہ بالجہر پڑھا، جو بقول زیلعی حنفی و ابن عبد الہادی صحیح الاسناد ہے، جس کا مقصد صرف یہ بتلانا تھا کہ اسے پڑھنا سنت ہے، ورنہ خلفائے راشدین اسے سراً پڑھا کرتے تھے، اس سے بعض لوگ سمجھے کہ بسم اللہ پڑھنا بدعت ہے۔ یہی حال حضرت ابن زبیر کی جہری نمازوں میں جہری آمین کا ہے......الخ (ملخص از زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۷، ۸)

ہم کہتے ہیں کہ جہری نمازوں میں امام و مقتدی کا جہری آمین کہنا متواتر احادیث نبویہ سے ثابت ہے، اسی پر تمام خلفائے راشدین و صحابہ کا عمل تھا، اس لیے دیوبندیہ کی اس مکذوبہ بات پر اہل ہوش و حواس اہل اسلام کو دھیان دینا نہیں چاہیے۔

ج: فرقہ دیوبندیہ نے اپنی تیسری اختراعی مکذوبہ بات یہ کہی کہ:

''حضرت ابن زبیر کے جس اثر سے امام بخاری اولویت ثابت کرنا چاہتے ہیں، وہ مسند شافعی میں موجود ہے اور مذہب شافعی کی وضاحت یہ ہے کہ قول قدیم میں امام شافعی آمین بالجہر کے قائل تھے، پھر اپنے قول جدید میں اس سے رجوع کر لیا، یہ اس کی دلیل ہے کہ جہری آمین کی اولویت امام شافعی

بھی نہیں مانتے۔ خلاصہ یہ کہ دلائل بخاری سے صرف اثر ابن زبیر سے جہری ثابت ہوتا ہے، لیکن اوّلاً: اس کا بعد فاتحہ سے متعلق ہونا ضروری نہیں۔ ثانیاً: اس سے متعلق بھی مان لیں تب بھی صرف جہر ثابت ہوا، اولویت نہیں۔'' (ملخص از دیوبندی کتاب، صفحہ: ۸)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ جھوٹ بولتے ہیں کہ اثر ابن زبیر سے امام بخاری آمین بالجہر کی اولیت ثابت کرنا چاہتے ہیں، بلکہ وہ اس کا افتراض ثابت کرنا چاہتے ہیں اور صرف اندھے بہرے عقل سے کورے دیوبندیہ ہی کو اس اثر ابن زبیر میں جہری نماز میں جہری آمین کا وجوب نظر نہیں آتا۔ دیوبندیہ کے اس داء عضال کا علاج مشکل ہے کہ اس کا یہ اندھا و بہرہ پن و عقل باختگی دور ہو!

حضرت ابوہریرہ کا اثر:

امام بخاری نے اپنے اس ترجمۃ الباب میں حضرت ابوہریرہ کا یہ اثر ذکر کیا کہ:

" كان أبوهريرة ينادي الإمام لا تفتني بآمين"

''یعنی حضرت ابوہریرہ اپنے امام نماز کو بآواز بلند کہتے کہ میری آمین نہ چھوٹنے پائے، اس کا مطلب بہت واضح ہے کہ جہری نماز ہی میں امام اکثر فاتحہ کے بعد جہری آمین کہہ دے گا، جب کہ مقتدی کو اسے کہنے کا موقع نہ ملے تو جب امام جہری آمین کہے گا تبھی تو مقتدی آمین کہہ پائے گا۔ فرقہ دیوبندیہ نے اس اثر ابی ہریرہ پر بھی یہ بات کہی کہ معلوم نہیں کہ امام و مقتدی دونوں بالجہر آمین کہتے تھے یا نہیں؟ مگر جہراً آمین کے بھی محتمل ہونے کے سبب امام بخاری نے اسے اپنے موقف پر دلیل بنا لیا۔ (از زیر نظر دیوبندی کتاب کا ماحصل، صفحہ: ۸، ۹)

ہم کہتے ہیں کہ سنن أبي داؤد مع عون المعبود (۳/۱۴۶، ۱۴۷) میں حضرت ابوہریرہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ:

" كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا تلا ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ قال: آمين حتى يستمع من يليه من الصف الأوّل"

''یعنی نبی ﷺ نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد بالجہر آمین کہتے جسے صف اوّل کے لوگ سن لیتے۔'' (رواه الدارقطني و قال: إسناده حسن، و الحاكم و قال: صحيح على شرطهما)

اثر ابن عمر رضی اللہ عنہما:

اپنے زیر نظر ترجمہ الباب میں امام بخاری نے یہ قول ابن عمر نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر ختم فاتحہ پر آمین بالجہر کہتے اور اس پر دوسروں کو آمادہ کرتے کہ اسے وہ ہرگز نہ چھوڑیں، اس سلسلے میں وہ ایک حدیث نبوی بھی ذکر کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عمر لوگوں کے ساتھ آمین بالجہر کہتے اور اسے سنت نبویہ قرار دیتے۔ (فتح

الباري:۲/۲۶۳، بحوالہ بیهقي و فوائد ابن معین) اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابن عمر آمین بالجہر کو فرض و واجب کہتے تھے اور جس روایت میں سنت کا لفظ واقع ہے، اس سے مراد دستور اسلامی ہے۔

امام بخاری کے اثبات مدعا کے لیے ترجمہ الباب میں ان کی ذکر کردہ روایات بہت کافی ہیں، فرقہ دیوبندیہ کی الٹی کھوپڑی میں نہ سمائے تو کیا کیا جائے؟

بسند صحیح مصنف عبدالرزاق و صحیحین و دیگر کتب حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" إذا قال الإمام: ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ فقولوا: آمين فإن الملائكة تقول: آمين و إن الإمام يقول: آمين"

یعنی جب امام نماز میں سورہ فاتحہ پڑھ چکے تو تمام مقتدی اور امام بھی آمین کہیں۔(مصنف عبد الرزاق ۲/۹۷، وعام کتب حدیث)

اس حدیث میں امام ومقتدی کو آمین کہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ ختم فاتحہ پر دونوں آمین کہیں، اگر مقتدی امام کی آمین ختم فاتحہ پر نہ سن سکیں، تو وہ امام کے ساتھ کیسے کہیں گے؟ اس سے امام کا بالجہر آمین ثابت ہوتا ہے اور دوسری احادیث سے مقتدیوں کی جہری آمین ثابت ہوتی ہے، پر اس سنت ثابتہ یعنی دستور اسلامی کے خلاف فرقہ دیوبندیہ کیوں محاذ آرائی کیے ہوئے ہے؟ حدیث ابن زبیر سے مقتدیوں کا جہری نماز میں جہری آمین کہنا باجماع صحابہ ثابت ہے، پھر اس اثر ابن عمر پر وہ کیوں غوغہ آرائی کر رہا ہے؟

تشریح حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

" امام بخاری کے پیش کردہ آثار میں اثر ابن زبیر کے علاوہ کسی میں جہری آمین کی صراحت نہیں، بالکل یہی حال امام بخاری کی پیش کردہ روایت کا ہے کہ اس میں جہر و سر کی کوئی صراحت نہیں۔ اس میں صرف یہ ہے کہ امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، روایت کا اصل مقصود فضیلت آمین بیان کرنا ہے، اس میں جہر و سر کا مسئلہ نہ صراحتاً مذکور ہے نہ اصالۃً مقصود ہے۔ لیکن رعایت ذوق بخاری سے اس روایت سے آمین بالجہر پر استدلال اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ "إذا أمن الإمام فأمنوا" میں " أمن" کا ترجمہ "إذا قال الإمام: آمين" ہے، دریں صورت مقتدی کی آمین کو امام کی آمین پر محمول کیا گیا ہے، اس لیے امام کی آمین بالجہر ہوتی ورنہ مقتدی کو امام کی آمین کیسے معلوم ہوگی؟(ملخص از دیوبندی کتاب، صفحہ:۱۰)

ہم کہتے ہیں کہ امام بخاری اثر ابن زبیر سے جہری نماز میں مقتدیوں کی جہری آمین پر اجماع صحابہ نقل کر چکے

ہیں، پھر دیوبندیہ کی اس سخن سازی کی کیا ضرورت ہے؟

امام بخاری کے استدلال کا جائزہ:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا کہ:

''یہ استدلال بخاری کس درجہ میں معقول تھا، بشرطیکہ آمین امام کے علم کا کوئی اور ذریعہ نہ بتایا گیا ہوتا، لیکن دوسری روایات میں "إذا قال الإمام: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ﴾ فقولوا آمين'' کہا گیا ہے، یعنی جب جہری نمازوں میں امام سورہ فاتحہ ختم کر چکے تو تم آمین کہو، اگر امام کا آمین جہراً ہوتا تو اسے ظاہر کرنے کے لیے "إن الإمام يقول آمين'' کہنے کی ضرورت نہیں۔(زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۱۱)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی یہ تلبیس کاری ہے ہم عرض کر آئے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نماز جہری میں رسول اللہ ﷺ ختم فاتحہ پر آمین بالجہر اتنی زور سے کہتے کہ پہلی صف والے لوگ سن لیتے اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ اس آمین کی آواز سے مسجد گونج اٹھتی تھی۔(و هذا الحديث صحيح) نیز حضرت وائل بن حجر نے کہا:

" أنه صلى خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فجهر بآمين"

''یعنی آپ ﷺ کے پیچھے میں نے نماز پڑھی، تو ختم فاتحہ پر آپ ﷺ نے بالجہر آمین کہی۔'' (رواه أبو داود بسند صحيح مع عون المعبود :۳/۱٤٦)

اس معنی کی بہت ساری روایات ہیں، مگر اختصار کے پیش نظر ہم اس پر اکتفاء کرتے ہیں اور اتنی چیز ہی دیوبندیہ کی تکذیب کے لیے کافی ہے۔

روایت پر غور کرنے کا ایک اور طریقہ:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

''اس مضمون کو سمجھنے کا ایک اور طریقہ ہے کہ اس موضوع پر حضرت ابو ہریرہ کی دو روایتیں ہیں کہ ایک روایت "باب إذا أمن الإمام" الخ. دوسری روایت "إذا قال الإمام: و لا الضالّين" الخ جو صحیح بخاری میں آ رہی ہے، دیکھنا یہ ہے کہ ان روایات میں مقصود بالذات کے طور پر کس مضمون کو بیان کیا گیا ہے اور ثانوی درجہ میں ان سے کیا سمجھا جا سکتا ہے؟ پہلی روایت میں مقصود بالذات فضیلت آمین بیان کرنا ہے، دوسری روایت مستقل نہیں بلکہ حدیث ائتمام کا جزو ہے؟ إلى آخر ما هذت هذه الفرقة الديوبندية''(ملخص از زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۱۱،۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی یہ تلبیس کاری نصوص واجماع صحابہ کے سامنے مردود ہو کر رہ گئی ہے۔ مقتدی کو تمام امور میں امام کی اقتداء کا حکم ہے، البتہ جن امور کا استثناء بدلائل معتبرہ ثابت ہو وہ مستثنیٰ ہیں، امام کی تکبیر تحریمہ و دعائے استفتاح و سینے پر ہاتھ باندھنا، قراءت قرآن، قیام وقعود رکوع وسجود وتسلیم سب میں مقتدی کو امام کی اقتداء کرنی ہے، الا یہ کہ مقتدی کی تکبیر وقراءت و ادعیہ بمقامات مختلفہ سراً ہوگی، کیونکہ ان کا استثناء ثابت ہے، امام کا بالجہر آمین جہری نماز میں کہنا ثابت شدہ امر ہے۔ لہٰذا امام کی اقتداء میں مقتدی کو بھی آمین بالجہر کہنا ضروری ہے، کیونکہ اس میں مقتدی کا استثناء نہیں بلکہ مقتدی کو بھی جہری آمین کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا مقتدیوں کو جہری نماز میں امام کی جہری آمین کے ساتھ جہری آمین کہنی ضروری ہے۔ اس حقیقت امر کے مقابلہ میں دیوبندیہ دم نہیں مار سکے، البتہ تلبیسات وتدلیسات ومغالطات واکاذیب کا استعمال دیوبندی انداز میں کر کے بندگان خدا کو راہ حق سے ہٹا کر راہ ضلالت پر لگانے کے ہتھکنڈے میں یہ فرقہ بہت ماہر ہے۔

امام بخاری کے موقف پر دوسرا استدلال:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالاعنوان کے تحت کہا:

> ''استدلال کا دوسرا طریقہ روایت میں واقع لفظ'' إذا أمن الإمام فأمنوا'' ہے جو حقیقت پر محمول ہے اور اس کا ترجمہ '' إذا قال الإمام آمين فقولوا آمين'' ہے۔ مقتدی کے لیے ''قولوا آمین'' بخاری ہی کی دوسری روایت میں ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ مخاطب سے قول مطلق طلب کیا جاتا ہے تو اسے جہر پر محمول کیا جائے، اگر جہر کے بجائے سر یا حدیثِ نفس مراد ہو تو قول کو مطلق نہیں مقید اس طرح رکھا جاتا ہے کہ جہر کا شبہ نہ ہو، یہاں مقتدی کو ''قولوا'' کہہ کر مخاطب کیا جا رہا ہے، تو مقتدی کو آمین بالجہر کہنا ہوگا، لیکن درحقیقت ضابطہ مذکورہ صرف برائے گنتی ہے......إلى آخر ما هذت هذه الفرقة الديوبندية''(زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ ۱۲، ۱۳)

ہم کہتے ہیں کہ نصوص واجماع صحابہ وضوابط نے فرقہ دیوبندیہ کی کمر توڑ دی ہے اور اس کے مغالطات آشکار ہو چکے ہیں۔

استدلال کی مزید تنقیح:

اپنے مذکورہ بالاعنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ ہرزہ سرا ہے کہ:

> ''باب کے تحت دی گئی روایت سے آمین بالجہر پر استدلال مشکل ہے، تاہم ذوق امام بخاری کے مطابق استدلال کے جو طریقے ہو سکے ہیں، ان کو بیان کر دیا گیا ہے۔ ان دونوں طریقوں میں ''أمن'' کا ترجمہ حقیقت پر محمول کرنے پر متعدد وجوہ سے محلِ نظر ہے:

(الف) "أمن" کا یہ ترجمہ جہر وسر دونوں پر منطبق ہے، اس لیے کسی ایک کی ترجیح کے لیے اصول مذکور سے استدلال زبردستی والا حکم ہے۔

(ب) اسی موضوع کی دوسری روایت "إذا قال الإمام: ولا الضالّين" سے "أمن" کے معنی حقیقی مراد لینے کی تائید نہیں ہوتی کیونکہ دوسری روایت میں امام کے آمین کہنے کا ذکر ہی نہیں بلکہ اسے مالکیہ آمین کے عمل سے متعلق تسلیم ہی نہیں کرتے، لیکن اگر دیگر روایات کی بناء پر اسے متعلق امام مان لیا جائے، تو یہ واضح ہے کہ امام کی جہری آمین سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

(ج) مزید یہ کہ "إذا أمن الإمام فأمنوا" کو حقیقت پر محمول کرنے سے مقصد اصلی والی دلالت کمزور پڑ جاتی ہے...... الخ (ملخص از زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۱۴، ۱۵)

ہم کہتے ہیں کہ ان دیوبندی تلبیسات کا ایضاح نصوص واجماع صحابہ وضوابط اہل علم سے ہو گیا ہے۔

ابن شہاب زہری کا قول:

اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" روایت کے بعد امام بخاری نے امام زہری کا قول نقل کیا ہے کہ "کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول آمین" اسے نقل کر کے امام بخاری نے یہ ثابت کیا کہ "أمن" حقیقی معنی پر محمول ہے اور اس سے جہر پر طریق استدلال وہی ہے جو گزرا، لیکن یہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ طریق استدلال اسی وقت مقبول ہو سکتا ہے کہ آمین امام کے علم کا دوسرا ذریعہ نہ ہو نیز یہ کہ اس طرح کی تعبیر نماز میں پڑھی جانے والی تسبیحات میں بھی پائی جاتی ہے، مثلاً آپ رکوع وسجود میں فلاں تسبیح پڑھتے تھے، حالانکہ انھیں امام بالجہر نہیں پڑھتا، اس لیے قول زہری سے بھی موقف امام بخاری پر کوئی مضبوط استدلال ہاتھ نہیں آیا۔ الخ (ملخص از زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۱۵)

ہم کہتے ہیں کہ یہ اصول وضابطہ بہت مضبوط ہے، دیوبندیہ کو اس کا احساس نہ ہو تو کیا کیا جائے؟ جن امور نماز میں امام و ماموم کے معاملہ میں استثناء بدلیل معتبر ثابت ہے اسے ماننا ضروری ہے، مگر آمین کا استثناء صرف اکاذیب وتلبیسات دیوبندیہ سے ثابت ہوتا ہے اور اکاذیب وتلبیسات کا میدانِ تحقیق میں کوئی وزن نہیں ہے۔

آمین کے بارے میں دیگر روایات:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

" امام بخاری کے ذکر کردہ آثار وروایات پر بحث ختم ہوئی اور واضح ہو گیا کہ امام بخاری کے پاس ان کے اثبات مدعا کے لیے کوئی صریح روایت نہیں، اگر ان کے پاس کوئی صریح روایت ہوتی تو وہ

اسے ضرور نقل کرتے۔ امام بخاری کے ذکر کردہ دلائل میں سے صرف اثر ابن الزبیر ہے، مگر بیان ہو چکا ہے کہ اس سے صرف جواز ثابت ہوتا ہے اولویت نہیں۔ جن اشارات سے موقفِ بخاری پر استدلال کیا جا سکتا ہے، ان سے مقصد برآری مشکل ہے، نیز ذخیرۂ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معمول نبوی آمین بالجہر نہیں تھا، اگر آپ ﷺ کا معمول آمین بالجہر ہوتا تو روزانہ جہری نمازوں میں بار بار کیے جانے والے اس عمل کی نقل بکثرت ہوتی، اس سلسلے میں صحابہ میں کوئی اختلاف نہ ہوتا، خلفائے راشدین و کبار صحابہ میں حضرت ابن مسعود سے اخفاء ہی منقول ہے، یہ صرف دعویٰ نہیں ہے، بلکہ اس کا اعتراف فریق مخالف کے اکابر کو بھی ہے۔ الجوهر النقي میں قول ابن جریر منقول ہے کہ:"إذ كان أكثر الصحابة والتابعين على ذلك"(سنن بیهقي:۲/ ۸۵) یعنی اکثر صحابہ و تابعین اخفائے آمین پر عامل تھے۔ اس لیے اگر کسی روایت سے عمل نبوی آمین بالجہر والا بطور اشارہ یا ثبوت مل جاتا تو مطلب یہ ہوتا کہ وہ صحابہ کرام کے علم میں نہیں آیا یا انھوں نے اتفاقی یا تعلیمی مصلحت پر محمول کیا، اسے مزید روشنی میں لانے کے لیے تطویل سے بچتے ہوئے صرف دو روایات روایتِ سمرۃ بن جندب و روایتِ وائل بن حجر کا ذکر مناسب ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب کا خلاصہ، صفحہ:۱۶، ۱۷)

ہم کہتے ہیں کہ جہری نمازوں میں جہر آمین کا معمول نبوی و معمول خلفائے راشدین ابوبکر صدیق وعمر وعثمان وعلی مرتضی وحسن بن علی وامیر معاویہ ویزید بن معاویہ وعبداللہ بن زبیر و دیگر خلفاء معلوم ہو چکا ہے، جس پر کسی صحابی کی نکیر نہیں، یعنی کہ یہ مسئلہ عہد نبوی وعہد صحابہ میں اجماعی رہا، جس کے خلاف دیوبندیہ نے اور جن عناصر سے دیوبندیہ تولد پذیر ہوئے زور آزمائی جاری کر رکھی ہے۔ الجوهر النقي مع سنن البيهقي (۲/ ۵۸) میں تو یہ صراحت ہے کہ:

" والصواب أن الخبرين بالجهر بها و المخافة صحيحان و عمل بكل من [كذا] فعليه جماعة من العلماء و إن كنت مختاراً خفض الصوت بها إذ كان أكثر الصحابة والتابعين على ذلك"

"یعنی کہ جہری و سری دونوں طرح کی آمین والی احادیث صحیح ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک پر جماعت علماء کا عمل ہے، اگر تم سری آمین والا موقف اختیار کرو تو اسی پر اکثر صحابہ و تابعین کا عمل رہا۔

"الجوهر النقي" کی بات تو مزاعم دیوبندیہ کے بالکل خلاف ہے، اس میں تسلیم کیا گیا ہے کہ جہری آمین والی حدیث بھی صحیح ہے اور اس پر اہل علم کا عمل ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ نے اپنے ہی جیسے مصنف الجوهر النقي کی منقولہ عبارت میں بھی اپنی عادتِ کذب بیانی و تلبیس کاری برقرار رکھی نیز الجوهر النقي (۲/ ۴۸) مع سنن بیہقی میں تهذيب الآثار للطبری سے نقل کیا کہ "انا أبو كريب نا أبوبكر بن عياش عن أبي سعيد عن أبي وائل قال لم

يكن عمر و علي يجهران بالبسملة و لا بآمين الخ" حالانکہ ابوبکر بن عیاش جن پر اس روایت کا دارو مدار ہے، ہماری گزشتہ تحریر کے مطابق ساقط الاعتبار ہیں، لہٰذا دیوبندیہ اور ان کے مورث صاحب الجوهر النقي کا قول باطل ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب کی روایت:

مذکورہ بالاعنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"روایت صحیحہ سے ثابت ہے کہ فعل نبوی و صحابہ بحالت قیام جہری نماز میں امام کے لیے دو مرتبہ سکتہ کرنا ہوتا تھا، ایک تحریمہ کے بعد دوسرا ختم فاتحہ کے بعد آمین کہنے کے لیے اور سکتہ میں بعد از فاتحہ آمین کہنا ہوتا تھا، اگر آمین بالجہر ہوتی تو فاتحہ کے بعد والے سکتہ کو سکتہ نہیں کہا گیا ہوتا، اس سے معلوم ہوا کہ آمین بالجہر نہ امام کرتا تھا نہ مقتدی کرتے تھے۔ (تلخیص زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۱۷، ۱۸)

ہم کہتے ہیں کہ جہری نماز میں امام کے لیے متعدد سکتات ثابت ہیں، ایک تحریمہ کے بعد دوسرے ایک سے ساتویں تک فاتحہ کی ہر دو آیات کے درمیان سات سکتے، ان آٹھ سکتات کے علاوہ نواں سکتہ قراءت فاتحہ سے فراغت کے بعد اور دسواں سکتہ فاتحہ کے بعد مزید قراءت قرآن و رکوع کے درمیان سکتہ۔ یہ دس سکتات ہوئے، بہت سارے اہل علم صحابہ و تابعین سکتہ اوّل یعنی تحریمہ والے سکتہ میں مقتدی کو سری طور پر فاتحہ پڑھنے کی اجازت دیتے تھے، اکثر بلکہ کل صحابہ فاتحہ کی ہر دو آیت کے درمیان والے سکتات میں فاتحہ کی ایک ایک آیت پڑھنے کو فرض بتلاتے تھے، ان آٹھ سکتات کے بعد ختم فاتحہ والے سکتہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی اجازت مقتدیوں کے لیے دیتے تھے، بعض معتبر روایات میں مقتدی کے لیے تین بار آمین بالجہر کا ذکر ہے، ایک امام کے ساتھ جب کہ وہ آمین بالجہر کہے، دوسرا مقتدی ابھی فاتحہ خوانی میں مصروف ہے اور امام نے ختم فاتحہ پر آمین کہہ دی تو مقتدی اتباع آمین میں جہری آمین کہے، تیسرے یہ کہ امام کی فاتحہ ختم ہونے کے بعد جب مقتدی فاتحہ خوانی میں مصروف ہو اور امام فاتحہ خوانی سے فارغ ہو کر آمین کے بعد سکتہ کرے تو مقتدی تیسری بار اپنی فاتحہ خوانی کے بعد آمین کہے۔ مقتدی کی یہ آمین اس وقت بالجہر ہو گی، جب جلدی کر کے مقتدی فاتحہ خوانی سے فارغ ہو اور امام بھی فارغ ہو تو دونوں آمین بالجہر کہیں۔ یہ ساری باتیں احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت ہیں۔ پھر فرقہ دیوبندیہ کے مغالطات و تلبیسات سے دیوبندیہ کی بات کیسے بن سکتی ہے؟

حضرت وائل بن حجر کی روایت:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے قائم کیے ہوئے مذکورہ بالاعنوان کے تحت کہا:

"بقول علامہ عینی مسند أحمد و مسند طیالسی و مسند أبي یعلیٰ و معجم طبرانی و سنن دارقطنی و مستدرك حاکم میں مروی ہے کہ آپ ختم فاتحہ پر آمین کہتے اور "اخفی بها

صوتہ" یعنی آمین کہنے میں آپ ﷺ کی آواز خفی ہوتی تھی۔ (عینی: ۵/ ۵۰)اس کی سند متصل ورواۃ ثقات ہیں۔(تلخیص از زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۱۸، ۱۹)

روایت وائل پر ہماری نظر:

ہم کہتے ہیں کہ بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے کہا:

" صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعته حين قال:و لا الضالين قال:آمين و أخفى بها صوته" (سنن دارقطني:۱/۳۳٤)

''یعنی میں نے معیت نبوی میں نماز پڑھی، تو میں نے سنا کہ جب آپ ﷺ نے فاتحہ خوانی ختم کی تو آپ ﷺ نے آمین کہی اور آپ ﷺ نے اپنی مسموع آمین والی آواز کا اخفاء کیا۔''

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ حضرت وائل نے آپ ﷺ کی فاتحہ خوانی پھر آمین والی مسموع آواز کو اخفاء سے تعبیر کیا، جس کا واضح مطلب ہے کہ آپ ﷺ کی فاتحہ خوانی و آمین بالجہر تھی،اسی سے فرقہ دیوبندیہ کی تلبیسات کی پردہ دری ہوتی ہے۔(تفصیل کے لیے ہماری کتاب'' رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' دیکھیں)

بعض روایات میں آپ ﷺ کی فاتحہ خوانی و آمین والی مسموع آواز کو''جهر بها صوته'' اور ''رفع بها صوته'' سے صحابہ کرام نے تعبیر کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اخفائے صوت جہر کے منافی نہیں۔ ان سب کے باوجود فرقہ مرجیہ، جہمیہ ،معتزلہ کے مجموعہ سے وجود پذیر فرقہ دیوبندیہ حقائق کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ایک واقعہ مشہور ہے کہ مامون رشید جس کے اختراعی عقیدہ خلق قرآن کو امام ابوحنیفہ کے پوتے اسماعیل نے اپنا اور اپنے دادا یعنی امام ابوحنیفہ کا بھرے شاہی دربار میں مذہب وایمان و دین قرار دیا تھا اسی خلیفہ مامون رشید کے باورچی نے مامون کے سامنے بار بار ﴿إنا لله و إنا إليه راجعون﴾ زور زور سے کہا،تو مامون نے باورچی سے کہا کس بڑے شخص کی موت ہو جانے پر تم ایسا کر رہے ہو؟ باورچی نے کہا کہ سرکار جب قرآن مجید مخلوق ہے اور ہر مخلوق کو موت ضرور بالضرور آنی ہے،تو موت قرآن مجید پر میں بار بار ﴿إنا لله و إنا إليه راجعون﴾ کہہ رہا ہوں، باورچی کی اس بات سے گھبرا کر مامون نے کہا کہ تم یہ بات کسی سے مت کہنا۔ مامون بھی بقول دیوبندیہ حنفی المذہب تھا، وہ تو باورچی کی بات کا معنی سمجھ گیا،مگر فرقہ دیوبندیہ میں اتنی صلاحیت نہیں کہ اتنی واضح اور اظہر من الشمس بات کو سمجھ سکے،مگر باورچی کی اس واضح اور اظہر من الشمس بات کو سمجھنے کے باوجود بھی مامون اپنی ضد و ہٹ دھرمی پر قائم رہا اور باورچی سے کہا کہ اپنی یہ بات مخفی رکھو، یہی حال فرقہ دیوبندیہ کا ہے کہ وہ سمجھنے کے باوجود اپنی بات پر اٹل رہتا ہے اور حقائق پوشی کے لیے کوشاں رہتا ہے۔

اپنی ان ساری تلبیسات کے باوصف دیوبندیہ نے مختلف عناوین کے تحت حدیث وائل سے متعلق بہت ساری

نغوطرازیاں کی ہیں (دیوبندیہ کی زیر نظر کتاب، صفحہ: ۱۹ تا ۲۷) لیکن چونکہ ہمارا مقصود صرف مندرجہ بالا تحقیق سے حاصل ہو گیا ہے، اس لیے دیوبندیہ کی ان تلبیسات کی بخیہ دری سے بنظر اختصار ہم صرف نظر کرتے ہیں۔

باب فضل التأمین (آمین کی فضیلت کا بیان)

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

" قال البخاري: حدثنا عبد الله بن يوسف قال:أخبرنا مالك عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:إذا قال أحدكم: آمين قالت الملائكة في السماء آمين فوافقت إحداهما الأخرى غفر له ما تقدم من ذنبه"

"یعنی حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے، تو آسمان میں فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، ایک آمین دوسری کی موافقت کرتی ہے، تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۷، ۲۸)

اس حدیث سے متعلق "مقصد ترجمہ وتشریح حدیث" کے عنوان کے تحت دیوبندیہ نے فضیلت آمین سے متعلق گفتگو کی (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۸، ۲۹) ہمیں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہنا ہے۔ البتہ جب " إذا قال الإمام آمين" کا مطلب آمین بالجہر ہے، اصول کے اعتبار سے پھر "أمنوا" کے معنی مقتدیوں کا آمین بالجہر کہنا ہے، تفصیل فتح الباري میں ہے، لہٰذا فضیلت آمین کے ساتھ یہ حدیث امام ومقتدی کی جہری آمین پر بھی دلیل ہے، "مقصد ترجمہ وتشریح" کے زیر عنوان دیوبندیہ نے اگرچہ کئی بدعنوانیاں وتلبیسات کی ہے، مگر ہمارا اصلی مقصد واضح ہو چکا ہے، اس لیے ہم دیوبندیہ کی ہر تلبیس کی بخیہ دری سے بنظر اختصار صرف نظر کرتے ہیں۔

باب جهر المأموم بالتأمين: (مقتدی کے آمین کو جہراً کہنے کا بیان)

دیوبندیہ کا قائم کردہ مذکورہ بالا عنوان دراصل امام بخاری کی ایک تبویب ہے، اس کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک فرمان نبوی یہ منقول ہے کہ:

" إذا قال الإمام: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ فقولوا آمين...... الى أن قال: تابعه محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة مرفوعاً و نعيم المجمر عن أبي هريرة مرفوعاً"

یعنی متعدد متابعات وشواہد والی اس فرمان نبوی کا مطلب ہے کہ جب جہری نماز میں امام بالجہر قراءت فاتحہ کر چکے، تو امام بھی بالجہر آمین کہے اور مقتدی بھی بالجہر آمین کہیں۔

جو اردو ترجمہ ہم نے حدیث مذکور کا کیا ہے، وہ اس حدیث کے متابع وشاہد کے پیش نظر کیا ہے، جن میں سے شرح بخاری و فتح الباري میں بعض کا ذکر ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ نے یہودیوں والی تحریف بازی والی اپنی

عادت غیر متغیرہ سے اس کا کچھ اور ہی اردو ترجمہ وتشریح کی ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۲۹،۳۰) جس کی تکذیب و پردہ دری گزشتہ صفحات میں ہماری طرف سے ہو چکی ہے۔

موضوع پر اجمالی نظر اور فیصلہ:

اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت دیوبندیہ نے امام بخاری کے خلاف اپنی شر انگیزی جاری رکھتے ہوئے کہا:

''آمین کے موضوع پر دلائل بخاری پر گفتگو ختم ہوئی اور معلوم ہوا کہ امام بخاری کے پاس امام و ماموم کی جہر آمین کی اولویت ثابت کرنے والی کوئی روایت نہیں، صحیح بخاری کی شرائط بہت سخت ہیں، مگر ان کی جس کتاب ''جزء القراءة خلف الإمام'' میں اتنی سخت شرائط نہیں، اس میں بھی امام بخاری نے آمین بالجہر سے متعلق روایات نقل کیں، حد یہ کہ ان میں ضعیف روایات بھی ہیں، اس میں بھی وہ حدیث وائل کے علاوہ کوئی حدیث نہیں پیش کر سکے، اسی مجبوری کے سبب انھیں اپنے اثبات مدعا کے لیے اشارات سے کام لینا پڑا، دیگر کتب حدیث میں بھی جہری آمین کی اوّلیت کے اثبات پر کوئی صحیح و صریح روایت نہیں، بلکہ معمول نبوی و صحابہ وتابعین غیر جہری آمین کا ہے، دراصل اس مسئلہ میں اختلاف ہی نہیں ہونا چاہئے تھا مگر کچھ لوگوں نے غلط فہمی کا شکار ہو کر اختلاف کر ہی ڈالا اور آمین بالجہر کرنے لگے، خلفائے راشدین و جمہور صحابہ وتابعین کا عمل آمین بالسر ہی رہا، کسی صحیح روایت سے جہری آمین کی اولویت کا اثبات ممکن نہیں، اسی لیے اس کے اثبات کی خاطر ضعیف روایتوں کا سہارا لیا گیا، پھر بھی انھیں تعلیم کی مصلحت اور جواز پر محمول کیا جا سکتا ہے۔''(زیر نظر دیوبندی کتاب کی تلخیص،صفحہ:۳۱،۳۲)

ہم کہتے ہیں کہ اس دیوبندی تلبیس کاری کی بخیہ دری گزشتہ صفحات میں ہو چکی ہے، اسی پر دیوبندیہ نے اپنی یہ کتاب ختم کر دی، اس لیے ہم بھی اس سلسلے میں گفتگو ختم کرتے ہیں، البتہ قارئین کرام کو مشورہ دیتے ہیں کہ دیوبندیہ کی تلبیسات وتحریفات واکاذیب پر حصول واقفیت کے لیے ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' و ''ضمیر کا بحران'' کا مطالعہ کریں۔

و آخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۳/مئی/۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس دہلی

منعقدہ ۲،۳/مئی/۲۰۰۱ء کے موقع پر انتیس کتابوں پر مشتمل آل ورلڈ پیمانے پر

مفت تقسیم کی جانے والی کتابوں میں ایک کتاب

صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین

کا نقطہ نظر

از......مولانا ابوبکر غازی پوری

پر

ہمارا تحقیقی تبصرہ و سلفی جائزہ

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۱۴/اپریل ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ کتاب وتمہید

الحمد لله رب العالمين، الرحمن الرحيم، مالك يوم الدين، والعاقبة للمتقين والصلوٰة والسلام على جميع الأنبياء والمرسلين خصوصاً على من بعث رحمة للعالمين، و خاتم النبيين، و إمام المتقين، و معلما و مزكيا للأميين والمسلمين المؤمنين أرسله وبعثه ليطاع بإذن الله و قال:﴿ مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ و أمرهم أن يطيعوا الله و رسوله، و أولي الأمر منهم، و ايضًا والصلوة والسلام على أصحاب محمد، وعلى آله، و ذرياته و أهل بيته، و أتباعه إلى يوم الدين و بعد:

۳،۲/مئی/۲۰۰۱ء میں بمقام نئی دہلی منعقد ہونے والی دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر جن انتیس کتابوں پر مشتمل دیوبندی پیکٹ بڑے پیانے پر مفت تقسیم کیے گئے، ان میں سے ایک کتاب ''صحابہ کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر'' از مولانا محمد ابوبکر غازی پوری بھی ہے۔فرقہ دیوبندیہ نے مولانا ابوبکر غازی پوری کو اہل حدیث کے خلاف نہایت جارحانہ لغوطرازی و ہذیاں سرائی کے لیے اپنا آلہ کار بنایا ہے اور دیوبندیوں کے اس آلہ کار نے فرقہ دیوبندیہ کی ایک نہایت مذموم شاخ قائم کر لی ہے، جس نے بعض عربی و اردو کتابیں بھی اہل حدیث کے خلاف لکھیں اور اہل حدیث پر بہت زیادہ گھناؤنے ردّ و قدح کے لیے ایک مستقل دوماہی پرچہ ''زمزم'' جاری کیا، جو درحقیقت غیر ماکول اللحم سور وخنزیر وکتوں کے پیشاب سے بھی کہیں زیادہ پلید تر اور نجس درنجس باتوں پر مشتمل ہوا کرتا ہے، یہ فرقہ غازی پورہ دیوبندیہ بزعم خویش مدعی ہے کہ اُس مذہب اہل حدیث اور افرادِ اہل حدیث کا استیصال کردے گا، جس کو فرمان نبوی میں تا قیامت پائیدار و پختہ کار کہا گیا ہے اور جو اس پائیدار اہل حدیث سے ٹکرائے گا، خود چور چور ہو جائے گا، ہم نے اپنی زیرنظر تصنیف میں اس غازی پوری کتاب'' صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر'' کا تحقیقی جائزہ لیا ہے اور سلفی نقد ونظر پیش کیا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کتاب نیز دوسری کتابوں کو ذریعہ حق شناسی وحق پرستی بنائے۔ آمین۔

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۱۴/اپریل/۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنی اس کتاب کا صفحہ ۱ و ۲ بعنوان ''پیش لفظ'' غازی پوری نے اس طرح سیاہ کیا ہے:

''تقلید کا مطلب ہے کہ اکابر امت میں سے وہ حضرات جن کو اللہ نے اپنے دین کی خصوصی سمجھ عطا فرمائی ہے اور کتاب و سنت کے ماہر اور اس میں گہری نظر رکھنے والے ہیں، ان پر اعتماد کیا جائے اور دین کے سلسلہ میں ان کی راہنمائی کو قبول کیا جائے، گویا تقلید میں پہلی چیز اسلاف امت پر اعتماد ہے، اب ظاہر بات ہے کہ عدم تقلید کا مفہوم اس کے برعکس ہو گا، یعنی عدم تقلید کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ اسلاف امت پر اعتماد نہ ہو، یعنی مقلد وہ ہوا جو دین و شریعت کے بارے میں صحابہ کرام، ائمہ دین اور دیگر اسلاف امت پر اعتماد کرتا ہو اور غیر مقلد وہ ہوتا ہے، جو دین کے معاملہ میں اسلاف کو ناقابل اعتماد قرار دیتا ہو۔ جب عدم تقلید کا خاصہ اور اس کی بنیاد یہی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے اور یہی ہونا چاہئے کہ غیر مقلدین کا قلم آزاد ہو گیا، اسلاف امت پر ان کا نقد حدود سے تجاوز کر گیا۔ علمائے دین اور فقہائے امت اور اولیاء اللہ کی ذات کو مجروح کرتے کرتے صحابہ کرام کی قدسی جماعت بھی ان کی زد پر آ گئی۔ جن صحابہ کرام کی محبت کو ایمان کا تقاضا حدیث میں قرار دیا گیا اور ان کی عداوت و دشمنی کو اللہ و رسول کی عداوت و دشمنی قرار دیا گیا، ان صحابہ کرام پر غیر مقلد علماء اور اہل قلم نے نقد و جرح کی باڑھیں تان دیں اور انھوں نے صحابہ کرام کو عام امتی کی صف میں کھڑا کر دیا، اور صاف صاف اعلان کر دیا کہ صحابہ کرام کا نہ قول حجت نہ فعل حجت نہ فہم حجت نہ رائے حجت حتی کہ خلفائے راشدین کی جاری کردہ سنت کو بھی جس کو لازم پکڑنے کا حدیث شریف میں حکم تھا، انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، بلکہ ان کے بارے میں ان کا نقد و جرح اتنا بڑھ گیا کہ صحابہ کرام کو حتی کہ خلفائے راشدین تک کو حرام و معصیت اور بدعت کا مرتکب قرار دیا، یعنی جو بات ہم شیعوں کے بارے میں جانتے تھے، غیر مقلدین کے نظریات سے واقف ہونے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ غیر مقلدین اور شیعوں کا نظریہ صحابہ کرام کے بارے میں بہت حد تک یکساں ہے۔ اس مختصر سے رسالہ میں ہم نے صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر ان کی معتمد اور ان کے اکابر اور ان کے محققین علماء کی کتابوں سے پیش کیا ہے۔ ہماری قارئین سے مخلصانہ گزارش ہے کہ اس کو سنجیدگی سے اور خالی الذہن ہو کر پڑھیں، تاکہ فیصلہ کرنا آسان ہو جائے کہ کیا مسلمانوں میں سے وہ فرقہ و جماعت جس کا صحابہ کرام کے بارے میں ایسا عقیدہ اور نقطہ نظر یہ ہو، اس کا اہل سنت و جماعت سے کسی طرح کا

تعلق ہوسکتا ہے اور اس کو فرقہ ناجیہ میں سے شمار کرنا درست ہے؟ اب ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ کتابوں کے حوالوں میں کسی طرح کی قطع و برید نہ ہو اور حوالے پورے ہوں، تاکہ ان کی طرف رجوع کرنا آسان ہو مگر پھر بھی ازراہ بشریت کوتاہی و کمی ہوسکتی ہے۔ براہ کرم اگر کسی صاحب کو اس قسم کی کوتاہیوں پر اطلاع ہو جائے، تو کاتب سطور کو اطلاع کردیں، تاکہ اس کا ادراک ہو سکے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

ہم کہتے ہیں کہ دوصفحات پر مشتمل یہ غازی پوری عبارت اکاذیب وتلبیسات و مغالطات اور اس نوع کی چیزوں کا مجموعہ وملغوبہ ہے، اس میں تقلید کا جو معنی و مطلب بتلایا گیا ہے، وہ سراسر جھوٹ وفریب ہے، اسی طرح اس کی تمام باتیں اکاذیب وتلبیسات و مغالطات ہیں، جیسا کہ تفصیل آ رہی ہے، تقلید کی جو تعریف غازی پوری نے کی ہے وہ ان کے اکابر و اسلاف کی تصریحات کے بالکل خلاف، خانہ ساز، خالص جھوٹ ہے اور عدم تقلید کا جو معنی غازی پوری نے بتلایا وہ سراسر دروغ بے فروغ اور افتراء و بے جا اتہام ہے۔ بھلا اکاذیب وتلبیسات ومغالطات کہیں میدان تحقیق میں ٹک سکتے ہیں؟

غازی پوری پیش لفظ پر ہمارا تبصرہ:

غازی پور نے جو کہا ہے کہ

''تقلید کا یہ مطلب ہے کہ اکابر امت میں سے وہ حضرات جن کو اللہ نے اپنے دین کی خصوصی سمجھ عطا فرمائی ہے اور کتاب وسنت کے علوم کے ماہر اور ان میں گہری نگاہ رکھنے والے ہیں، ان پر اعتماد کیا جائے اور دین کے سلسلے میں ان کی رہنمائی کو قبول کیا جائے۔''

تو ان اوصاف کے حامل اکابر امت کی تعداد لاکھوں کروڑوں سے تجاوز ہے، صرف صحابہ کرام ہی کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے، وہ سب اوصاف مذکورہ غازی پوری سے متصف تھے۔ صرف مدارج میں فرق تھا، کیا فرقہ دیوبندیہ کا آلہ کار فرقہ غازی پورہ ان سارے صحابہ کا مقلد ہے؟ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین عظام جو اوصاف مذکورہ سے متصف تھے، ان کی تعداد کروڑ سے بھی متجاوز ہے، کیا فرقہ غازی پوری مقلد ایک لاکھ صحابہ کے ساتھ کم از کم ایک کروڑ تابعین کا بھی مقلد ہے؟ اور تابعین کرام سے لے کر چودہویں صدی میں پیدا ہونے والا فرقہ دیوبندیہ ومقلدہ کی ولادت سے پہلے کے اکابر امت کی تعداد کروڑوں سے متجاوز ہو کر اربوں کھربوں تک پہنچ جاتی ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ مقلدہ اور اس کے دم چھلے خصوصاً فرقہ نومولودہ غازی پورہ نہ کسی صحابی کی تقلید کرتے ہیں، نہ کسی تابعین کی نہ بعد والے اوصاف مذکورہ سے متصف اسلاف کرام کی، بلکہ یہ تقلید پرست فرقے اکابر امت میں سے کسی ایک کی بھی تقلید نہیں کرتے، جو اوصاف مذکورہ کے حامل ہوں۔

یہ تقلید پرست دیوبندی فرقے اپنے تمام دم چھلوں اور آلہ کار سمیت مدعی ہیں کہ تابعی وصحابہ واسلاف کے بجائے صرف ابوحنیفہ اور ان کے بعض ہم عقیدہ و مذہب تلامذہ کی تقلید کرتے ہیں، مگر زمانہ ابی حنیفہ سے لے کر آج تک کے اکابر امت جو اوصاف مذکورہ کے حامل ہیں، ابوحنیفہ اور ان کے ان بعض تلامذہ کو اوصاف مذکورہ سے خالی و عاری بتلانے پر متفق و مجتمع ہیں، اکابر امت ان دینی و مذہبی مشاغل ابی حنیفہ اور اصحابہ کو علم ہی نہیں مانتے جو ان لوگوں کے مشاغل تھے۔ خلفائے راشدین جن کی دہائی دیوبندیہ بار بار دیتے ہیں، ان میں سے جلیل القدر خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب فاروق نے علی الاعلان کہا کہ اَہل رائے احادیث نبویہ (جن کو متواتر المعنی احادیث نبویہ میں علم و فقہ کہا گیا ہے) کا علم حاصل کرنے کی صلاحیت اور انھیں پڑھنے اور یاد رکھنے اور روایت کرنے کی صلاحیت سے محروم ہیں، پھر بھی اپنی علمی بے مائیگی کے باوجود مفتی بن کر محض اپنے قیاس و رائے سے فتاویٰ دے کر خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ بناتے اور جو لوگ ان کے مشتمل بر رائے و قیاس فتاویٰ پر عمل کرتے ہیں، ان کے گناہ بھی ان ائمہ رائے و قیاس پر تا قیامت لدتے چلے جارہے ہیں۔ حضرت خلیفہ راشد عمر بن خطاب کے اس بیان سے کسی بھی صحابی یا تابعی کا اختلاف منقول نہیں ہے، یعنی کہ اس پر صحابہ وتابعین کا اجماع ہے، پھر رائے و قیاس بمقابلہ نصوص شرعیہ و اجماع صحابہ علم ہی نہیں یعنی کہ چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہونے والا دیوبندیہ اور جن کی تقلید کے یہ مدعی ہیں باجماع صحابہ رائے و قیاس پرست ہیں اور رائے و قیاس کو علم کہنا غلط ہے۔ مجازی طور پر اپنی مخصوص اصطلاح میں رائے و قیاس کو علم و فقہ سے موسوم کرنے کے سبب یہ حقیقی اور معنوی علم و فقہ ہرگز نہیں ہو سکتے، خود امام ابوحنیفہ نے اپنے دین کو مجموعۂ رائے و قیاس و اغلاط و اباطیل کہا ہے، بلکہ مجموعہ اکاذیب بھی کہا ہے، ان سب باتوں کی تفصیل ہماری کتاب ''اللمحات'' میں موجود ہے۔

دریں صورت جن کی تقلید کا دعویٰ دیوبندیہ کرتے ہیں، وہ اکابر امت کی نظر میں غازی پوری کے مذکورہ اوصاف سے محروم و تہی دست ہیں اور امام ابوحنیفہ کی سرپرستی میں تدوین مذہب حنفی کرنے والی چہل رکنی مجلس تدوین کے متعدد اراکین خصوصاً امام ابن المبارک و یحییٰ بن سعید قطان کا بیان ہے کہ ابوحنیفہ علوم حدیث میں یتیم و مسکین و مفلس و تہی دست و خالی و عاری ہیں، اس کی تفصیل بھی ہماری کتاب ''اللمحات'' میں ہے، اور اس دیوبندیہ پیکٹ کی کئی کتابوں کے ردّ میں ان کا کسی قدر ذکر ہے، امام شافعی کے سامنے امام ابوحنیفہ کے خصوصی شاگرد محمد بن حسن شیبانی اس حقیقت کے اعتراف و اقرار پر مجبور ہوئے کہ امام مالک کے بالمقابل امام ابوحنیفہ علوم قرآن و حدیث و آثار میں صفر اور تہی دست تھے، اس کا ذکر بھی ہم نے مذکورہ دیوبندی پیکٹ کی بعض کتابوں کے ردّ میں کیا ہے۔ اور امام ابن أبي حاتم کی کتاب ''مناقب الشافعي و آدابه'' میں خصوصاً اور عام کتب رجال میں عموماً ان روایات معتبرہ متواترہ کا ذکر موجود ہے، نیز ہماری کتاب ''اللمحات'' جلد پانچ میں بھی تفصیل مذکور ہے،

جب نومولود فرقہ غازی پورہ آلہ کار فرقہ دیوبندیہ مقلدہ امام ابوحنیفہ کی تیار کردہ مذہبی کتابوں کا مقلد ہے، جنھیں امام ابوحنیفہ نے ہرگز ہرگز مجموعہ نصوص شرعیہ اور مجموعہ علوم دینیہ نہیں کہا، بلکہ انھیں مجموعہ اکاذیب و اباطیل و مجموعہ رائے و قیاس وشرور وفتن کہا، تو امام ابوحنیفہ اور ان کی سرپرستی میں ان کے تدوین مذہب حنفی کرنے والوں کو ان اوصاف سے کیسے متصف کہا جا سکتا ہے، جو اکابر امت کے اوصاف مذکورہ فرقہ مقلدہ غازی پورہ اور تمام دیوبندیہ اور ان کے سگے بھائی بیان کیے ہوئے ہیں؟

الحاصل مذہب حنفی کے دو ستون ابویوسف و محمد بن الحسن شیبانی کذاب و غیر ثقہ بھی تھے اور جہمی المذہب و مرجی المذہب بھی اور امام ابوحنیفہ کا جہمی و مرجی ہونا متحقق ہے اور ان کا کذاب ہونا مختلف فیہ ہے۔ حافظ ابن حبان نے کہا:

" و أخبرني محمد بن المنذر قال: حدثنا عثمان بن سعيد قال: حدثنا أبو الربيع الزهراني قال: سمعت حماد بن زيد يقول سمعت أبا حنيفة يقول لم أكد ألقى شيئاً الا أدخلت عليه ما ليس من حديثه إلا هشام بن عروة"

''یعنی امام ابوحنیفہ کہا کرتے تھے کہ میں نے جتنے بھی شیوخ سے پڑھا ہے، سب کی کتابوں میں الحاق و اضافہ کر دیا ہے۔ صرف ہشام بن عروہ کی کتاب میں ایسا نہیں کر پایا۔''

(المجروحين لابن حبان: ۳/۷۲، و نشر الصحيفة، ص: ۳۳۱، ۳۳۲)

اس روایت کی سند متصل و صحیح ہے، اس میں کسی بھی علت کا وجود نہیں۔ فرقہ دیوبندیہ مقلدہ خصوصاً اس کا آلہ کار دم چھلہ فرقہ مولودہ غازی پورہ بتلائے کہ یہ روایت امام ابوحنیفہ کے فقہ و صدوق و معتبر ہونے پر دال ہے یا غیر صدوق و غیر ثقہ اور بے حد مجروح ہونے پر دال ہے؟ پھر ان اوصاف کے حامل یہ حضرات کیونکہ وہ اکابر ملت کہے جا سکتے ہیں، جن کے اوصاف مذکورہ ابوبکر غازی پوری بیان کیے ہوئے ہیں؟ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام و تابعین عظام و معتبر اسلاف امت کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہ و ابو یوسف و محمد کے مذہب ملغوبہ و مجموعہ اکاذیب کی تقلید کو اپنا دین وایمان و فریضہ زندگی بنا لینا کون سا کارنامہ ہے؟ دریں صورت ابوبکر غازی پوری نے تمام دیوبندیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے عدم تقلید کا جو خاصہ بتلایا ہے، اسے کس نام سے موسوم کیا جائے؟ تمام کتب اصول فقہ حنفیہ میں صراحت ہے کہ اصول صرف چار ہیں: کتاب وسنت و اجماع و قیاس شرعی۔ اس میں اوصاف مذکورہ کے حامل ائمہ احناف کی تقلید یا صحابہ و تابعین و اسلاف کے اقوال و آثار کو خود حنفیہ نے اصول و حجت نہیں بتلایا ہے، پھر اپنے جہمی و مرجی رائے پرست اسلاف جو دائرۂ اہل سنت سے یقیناً خارج ہیں اور بعض ائمہ اسلام کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہو کر غیر مسلم ہو گئے ہیں، انھیں مطعون

کرنے کے بجائے تنابز بالالقاب کے شکار ہو کر اہل حدیث پر زبان طعن و ہذیاں سرائی ولغو و لا یعنی ہرزہ سرائی کو اپنا فریضہ زندگی کیوں بنائے ہیں؟ جب کہ اہل حدیث نصوص کتاب اللہ ونصوص نبویہ کو تمام اسلاف بشمول صحابہ کی تفسیر کی روشنی میں اپنا دین و مذہب کہتے ہیں اور عملاً کرتے بھی ہیں، اور اس مذہب کے خلاف دیوبندیہ جیسی غوغا آرائی پر مضبوط دلائل سے بمباری کر کے اپنے مسلک کی طرف سے کامیاب دفاع کرتے ہیں۔

جب تمام احناف کی کتابیں اصول کی تعداد چار بتلانے پر متفق ہیں، جن میں تقلید و رائے پرستی و اقوال و آثار صحابہ و تابعین کی طرف اشارہ بھی نہیں، تو اہل حدیث اگر ان چار اصولوں کے علاوہ باتوں کو حجت نہیں مانتے تو دیوبندیہ کے سر میں اس قدر درد کیوں ہو رہا ہے کہ مالیخولیا کی حد تک پہنچ کر یہ لوگ اہل حدیث کے خلاف دنیا جہاں بھر کی مالیخولیائی ہذیاں سرائی ولغو طرازی کیوں کرتے پھر رہے ہیں؟ اگر تقلیدی مالیخولیا میں مبتلا ہو جانے والے دیوبندیہ کو یہ نظر آتا ہو کہ اہل حدیث صحابہ کرام و اسلاف کا احترام نہ کرنے کے سبب اہل سنت و جماعت اور فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں، تو مالیخولیائی لوگوں کا حال یہی ہوتا ہی ہے کہ

وحشی کو وحشت میں الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

و من یکن ذا فم مر مریض
یجد مرا به الماء الزلالا
(حماسه)

و بعض الداء ملتمس شفاه
و داء النوك ليس له دواء
(حماسه)

تود عدوی ثم تزعم أنني
أودك ليس النوك عنك بعازب

(تفسير بيضاوى سوره آل عمران)

دیوبندیہ ان اشعار کے معانی سمجھ کر اپنے کرتوتوں پر نظر ڈالیں۔

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ!

صحابہ سے متعلق بحث:

مولانا ابوبکر غازی پوری نے مذکورہ بالا دیوبندی ہذیاں سرائی کے بعد مختلف عناوین کے تحت اپنی اس کتاب

کے صفحہ ۳ سے لے کر صفحہ ۱۳ تک یعنی دس صفحات میں صحابہ کرام کے فضائل اور ان کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی مثال بیان کی ہے، اس لمبی بحث میں غازی پوری نے اہل حدیث کے خلاف اپنی عادت کے برعکس بے ہودہ گوئی نہیں کی اور اس پوری بحث سے اہل حدیث بھی متفق ہیں، لہٰذا ہم اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کہہ رہے ہیں۔ البتہ آخر میں موصوف اپنی عادت ہذیان سرائی سے نہیں چوکے کہ:

''ہم آئندہ صفحات میں یہ دیکھیں گے کہ صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا موقف ونظریہ کیا ہے اور کیا ان کا یہ نظریہ کتاب وسنت اور اکابر واسلاف کے فکر وخیال سے ہم آہنگ ہے یا اس کے خلاف ہے؟ تاکہ یہ فیصلہ کرنا آسان ہو کہ غیر مقلدین کا شمار اہل سنت میں ہے یا یہ فرقہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۱۲ کی آخری پانچ سطریں)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ اور جن اماموں کی تقلید کے دیوبندیہ دعویدار ہیں ان کا دائرہ اہل سنت سے خارج ہونا ہم اپنی اسی کتاب کے گزشتہ صفحات میں ثابت کر چکے ہیں، بلکہ بعض ائمہ اسلام کے نزدیک ان کا دائرہ اسلام سے ہی خارج ہونا متحقق ہے، اب ہم اہل حدیث پر دیوبندیہ کے مذکورہ بالا افتراء پر تبصرہ کر کے بتلائیں گے کہ اہل حدیث ہی دراصل اہل سنت و جماعت ہیں اور مذہب اہل سنت و جماعت کے سچے پاسبان ہیں اور اہل سنت و جماعت کی طرف سے مدافعت کرنے والے ہیں......

غیر مقلدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

مذکورہ بالا عنوان کے تحت بدعنوانی کرتے ہوئے حسب عادت دیوبندیہ کی طرف سے غازی پوری نے کہا:

''غیر مقلدین کا صحابہ کرام کے بارے میں نقطہ نظر وفکر وخیال کیا ہے؟ تو جب ہم نے اس بارے میں ان کے اکابر واصاغر کے خیالات سے آگاہی حاصل کی اور ان کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو ہمیں بڑے افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ ہمیں صحابہ کرام کے بارے میں ان کا عقیدہ اور فکر سراسر ضلالت وگمراہی کا پرتو نظر آیا، ان کے افکار وخیالات پر شیعیت کی چھاپ نظر آئی، صحابہ کرام کے بارے میں ان کے قلم وزبان سے وہی کچھ اگلتا نظر آیا، جس کو شیعہ اگلا کرتے ہیں، اور صحابہ کرام کی ذات قدسیہ کے بارے میں جو کچھ شیعہ کہتے ہیں، بڑی حد تک وہی سب کچھ غیر مقلدین بھی کہتے ہوئے نظر آئے، میری یہ بات بلا وجہ کوئی مبالغہ آرائی یا جماعت اہل حدیث کے خلاف کسی تعصب کا مظاہرہ نہیں ہے، بلکہ ایک حقیقت واقعی کا اظہار ہے۔ آنے والی سطور میں ہم اس حقیقت کو دلائل وشواہد کی روشنی میں ظاہر کریں گے۔'' (زیر نظر غازی پوری کتاب، صفحہ: ۱۳)

ہم کہتے ہیں کہ اپنی اوپر والی بات غازی پوری نے اپنی اس کتاب کے صفحہ ۱ اور ۲ میں ذرا الفاظ بدل کر کہی

ہے، حقیقت یہ ہے کہ دیوبندیہ اپنے کو جن اماموں کا مقلد کہتے ہیں ان کا دائرہ اہل سنت بلکہ دائرہ اسلام سے خارج ہونا صاف طور پر اتنے پختہ دلائل سے ثابت ہوتا نظر آتا ہے، جن کی طرف نظر اٹھانے کا حوصلہ بھی دیوبندیہ کو تا قیامت نہیں ہو سکے گا، کیونکہ اس سے لازمی طور پر دیوبندیہ کا دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہونا ہی نظر آتا ہے۔ دیوبندیہ کا معاندین اہل سنت و جماعت ہونا لازم نظر آتا ہے۔ دیوبندیہ میں اگر ذرا بھی حوصلہ ہے تو ان کا شافی و مدلل جواب دے کر ہمیں آگاہ کریں۔

ہم عرض کر آئے ہیں کہ اس بات پر تمام صحابہ کا اجماع ہے کہ علوم حدیث پڑھنے و یاد کرنے، ان کی ترویج و اشاعت و روایت کی صلاحیت سے محروم فرقہ اہل الرائے عرف دیوبندیہ اور جن عناصر کی کوکھ سے دیوبندیہ اور ان جیسے فرقے چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے، وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماعی موقف کے خلاف اپنا رائے پرستی و الا موقف قائم کیے ہوئے ہیں اور اسی پر ان کی تمام کوششوں کا دارومدار ہے۔ یہ تمام صحابہ کرام کے خلاف دیوبندیہ کی نہایت گھناؤنی مخالفت و معاندت نہیں ہے؟ دیوبندیہ اگر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر جھانکیں، تو صحابہ کرام متفقہ طور پر تجہم و ارجاء و رائے پرستی سے منع کئے ہوئے ہیں، مگر دیوبندیہ اور ان کے تقلیدی ائمہ و اسلاف صحابہ کرام کی متفقہ طور پر مخالفت کرتے ہوئے تجہم و ارجاء ورائے پرستی کو گلے لگائے ہوئے ہیں، کیا یہ صحابہ کرام کے ساتھ دیوبندیہ کی خارجی رافضی، معتزلی و قدری زور آزمائی نہیں ہے؟ بکثرت نصوص قرآنیہ و احادیث نبویہ و آثار صحابہ میں تقلید پرستی سے منع کیا گیا ہے اور تابعین و اتباع تابعین کے زمانہ میں اس بدعت پرستی یعنی تقلید پرستی کا وجود نہیں تھا۔

تمام صحابہ کے اجماعی عدم تقلید کے خلاف دیوبندیہ نے جہمی و مرجی و رائے پرستی والے مبتدعانہ مذہب کی تقلید پرستی کو اپنا دین و ایمان بنا لیا۔ صحابہ کرام کے خلاف اس تقلیدی زور آزمائی کو کس نام سے موسوم کیا جائے؟ بکثرت نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ و آثار صحابہ کرام میں اجماعی طور پر ایمان میں اعمال کے داخل ہونے اور گھٹنے کی صراحت ہے اور اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہے، صحابہ کرام کے اس اجماعی موقف سے دیوبندیہ کا اجماعی انحراف خوارج و رافضیت ہے یا اعتزال و تجہم و ارجاء ہے تمام صحابہ کرام کی یہ دیوبندی مخالفت آخر کیا چیز ہے؟ اس طرح کی دیوبندی بدعنوانیاں بہت ہیں ہمارے پاس بیک وقت انھیں گنانے کا وقت نہیں ہے، لیکن صرف اتنی ہی باتیں دیوبندیہ اکاذیب و مغالطات کی پردہ دری اور صحابہ کرام سے مخالفت کے اثبات کے لیے اس قدر کافی ہیں کہ دیوبندیہ میں اگر شرم ذرا بھی ہو تو چلو بھر پانی میں ڈوب مریں۔ دروغ بافی کے بل پر غازی پوری نے صحابہ کرام کے بارے میں اہل حدیث نظریات کتب اہل حدیث میں تلاش کر کے الفاظ کی بناء پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ اہل حدیث کے نظریات روافض جیسے ہیں۔ یہ دیوبندیہ کی خالص دروغ بیانی ہے، جو اسے

موروثی طور پر تقلید ابی حنیفہ کی بدولت حاصل ہوئی ہے، وہ اس طرح کہ معتبر متواتر سندوں سے ثابت ہے کہ ارجاء سے بے حد بیزار رہنے والے امام سعید بن جبیر کی طرف ابوحنیفہ نے بطور تدلیس نظریہ ارجاء کو منسوب کر دیا، وہ بھی مسجد حرام جیسی محترم مسجد میں بیٹھ کر یہ تدلیس کی، پھر ایوب سختیانی نے مزید کہا کہ مجھے حضرت سعید بن جبیر نے طلق بن حبیب بصری کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے منع کر دیا، کیونکہ طلق بن حبیب مرجی تھے، لیکن حماد بن زید کے پر اصرار طور پر پوچھنے پر امام ابوحنیفہ نے کہا کہ وہ طلق نظریہ عدل یعنی قدر رکھتے تھے، پھر امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میں مدینہ منورہ میں تھا کہ مسجد نبوی میں قبر نبوی کے پاس حضرت ایوب سختیانی آئے، تو میں ایوب سختیانی کے پاس آیا، تاکہ میں ان کے کسی عیب پر واقف ہوسکوں۔

(كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل: ۱/ ۲۰۲، و متعدد مراجع)

اس روایت صحیحہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ تدلیس کرتے ہوئے غلط طور پر ائمہ اہل سنت و جماعت کی طرف برے عقائد منسوب کر دینے کے عادی تھے اور بڑے بڑے اماموں کے اندر عیوب وخرابیاں تلاش کرتے رہنے کے عادی تھے، اور اس ٹوہ میں لگے رہتے تھے کہ اس طرز عمل پر تدلیس و دروغ گوئی کا الزام نہیں آتا، جب کہ کئی ائمہ اہل سنت نے ابوحنیفہ پر دروغ گوئی کا الزام لگا رکھا ہے۔ طلق بن حبیب سے متعلق امام ابوحنیفہ اور ان کی تقلید کرنے والے کوثریہ دیوبندیہ کے اکاذیب پر واقف ہونے کے لیے اہل علم "**التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل**" ترجمہ طلق بن حبیب (۱/ ۲۷۹ تا ۲۸۲) ملاحظہ کریں۔

اسی طرح غازی پوری تقلید پرست نے بھی تقلید ابی حنیفہ میں تدلیس و دروغ گوئی و غلط بیانی سے کام بنا رکھا ہے، دوسروں میں عیوب تلاش کرنے کے لیے کتابوں کی ورق گردانی کرنی پھر دروغ و تدلیس و تلبیس کاری کر کے کسی تحریر پر غلط اور جھوٹے الزامات لگانا از روئے شریعت اسلامیہ کون سا عمل ہے اور ایسے شخص پر دیوبندیہ کا کیا فتوی ہے؟ اور اس طرح کے آدمی کو امام اعظم کہہ کر اس کی تقلید کو اپنے اوپر فرض قرار دے لینا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور اسی کی تقلید میں اتنے سارے دسائس کو حلال بنا لینا کون سا طرز عمل ہے؟ معلوم ہوا کہ دیوبندیہ کو یہ ساری باتیں موروثی طور پر تقلید کی بدولت حاصل ہوئی ہیں۔

اس کے بعد دیوبندیہ نے درج ذیل عنوان قائم کیا:

غیر مقلدین کے مذہب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو رضی اللہ عنہم کہنا مستحب نہیں:

مندرجہ بالا عنوان کے تحت تقلید و بدعت و تجہم و ارجاء و رائے پرست ابوبکر غازی پوری نے دیوبندیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا:

"غیر مقلدین کی جماعت کے مشہور عالم اور محدث نواب وحید الزماں صاحب نے اپنی مشہور

کتاب ''کنز الحقائق'' میں اپنی جماعت کا عقیدہ بیان کیا ہے کہ:

" و يستحب الترضى للصحابة غير أبي سفيان و معاوية و عمر و بن العاص و مغيرة بن شعبة و سمرة بن جندب"

''یعنی صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا مستحب ہے، لیکن ابو سفیان و معاویہ و عمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ و سمرہ بن جندب کو رضی اللہ عنہم کہنا مستحب نہیں۔'' (کنز الحقائق)

صحابہ کرام کے بارے میں اس قسم کا عقیدہ شیعیت و رافضیت کی پیداوار ہے، یہ محدثین و اہل سنت و جماعت کا عقیدہ نہیں، یہ عبارت کنز الحقائق کے جس نسخے سے میں نے نقل کی، اس کا سال طبع ۱۳۳۲ھ ہے، یہ مطبع شوکت الاسلام بنگلور کا مطبوعہ ہے، اسے نوے سال کا عرصہ ہونے جا رہا ہے اور غیر مقلدین نے آج تک اس عقیدہ سے براءت کا اظہار نہیں کیا، اس لیے نواب صاحب کا یہ فرمان صرف ان کی بات نہیں ہے، بلکہ تمام غیر مقلدوں کا یہی متفق علیہ عقیدہ ہے، اگر آج اس کا کوئی انکار کرتا ہے تو بڑوں اور اکابر جماعت کی خاموشی کے بعد ان چھوٹوں اور بعد والوں کے انکار کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا۔'' (زیر نظر غازی پوری کتاب، صفحہ:۱۳، ۱۴)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے اہل حدیث کے عیوب تلاش کرنے میں ''کنز الحقائق'' کی اوّل سے آخر تک ورق گردانی کی، اس طرح تکلیف اٹھائی جس طرح ان کے امام اعظم ابو حنیفہ امام ایوب سختیانی کے عیوب تلاش کرنے مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں گئے اور ایسی بات امام سختیانی کی بابت کہی کہ ائمہ اہل سنت نے انھیں دروغ گو و کذاب بیان کیا، آخر کار کنز الحقائق کے صفحہ:۲۳۴ پر بزعم خویش اہل حدیث کے عیوب اسی طرح پائے گئے، جس طرح امام ابو حنیفہ نے امام سختیانی کے عیوب پائے گئے، جنھیں بیان کرنے پر انھیں یعنی امام ابو حنیفہ کو ائمہ اہل سنت و جماعت کی طرف سے کذب بیان و دروغ بافی کا تحفہ و انعام ملا۔ کنز الحقائق (صفحہ ۲۳۴) والی بات کنز الحقائق کے بالکل ابتدائی صفحات میں اس طرح معنوی طور پر ہے:

" أصحاب النبي ﷺ المهاجرون والأنصار لم يكونوا معصومين غير أنهم عدول في الرواية لا نكذبهم و لا نطعن فيهم بل نسكت عن مساويهم و مشاجراتهم والإمام الحق بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أبوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي ثم الحسن بن علي رضى الله عنهم و لا ندري أيهم أفضل عند الله و لكل منهم فضائل و مناقب جمة فتمت الخلافة الشرعية بخلع إمامنا الحسن بن علی......الخ"

یعنی تمام مہاجرین و انصار صحابہ کرام معصوم نہیں تھے، البتہ سب کے سب روایت حدیث میں عدول و

ثقات تھے، ہم ان کی تکذیب کرتے ہیں نہ ان پر طعن کرتے ہیں، بلکہ ان کے عیوب و باہم لڑائی کے ذکر سے سکوت اختیار کرتے ہیں اور وفات نبوی کے بعد امام برحق یعنی خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق ہیں، پھر ان کے بعد عمر فاروق ہیں، پھر ان کے بعد عثمان غنی ہیں، پھر ان کے بعد علی مرتضیٰ ہیں، پھر ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ کے صاحب زادے حصرت حسن ہیں، لیکن ہم نہیں جانتے کہ ان پانچوں خلفائے راشدین میں سے اللہ تعالیٰ کی نظر میں افضل کون ہیں؟ ان میں سے ہر ایک کے بہت سے فضائل و مناقب ہیں۔ خلافت راشدہ شرعیہ امیر معاویہ کے حق میں حضرت حسن بن علی کے دست بردار ہونے کے ساتھ پوری ہوگئی، پھر ان کے بعد والے معاویہ اور دوسرے خلفاء تغلب حاصل کرنے والے ملوک و امراء ہیں، خلیفہ قریش میں سے ہونا ضروری ہے، ان کے علاوہ لوگوں کا خلیفہ ہونا شرعاً جائز نہیں اور اہل حدیث ہی کتاب وسنت کے متبع ہیں، یہی اہل حدیث صحابہ وتابعین کے مسلک پر چلنے والے ہیں، نیز طاہرین اہل بیت نبوی کی راہ پر بھی چلنے والے ہیں اور اہل بیت نبوی وآل نبوی وازواج نبوی سے محبت رکھنے والے ہیں، اور ولی درجہ نبوت کو نہیں پہنچ سکتے نہ اس درجہ کو پہنچ سکتے ہیں کہ ان سے شرعی احکام ساقط ہو جائیں اور ولی صرف اخلاص وتوکل و زہد کے ساتھ اعتقاد وصحیح وعمل صالح کی بدولت ہی ہو سکتے ہیں، نیز دنیاوی اغراض سے اعراض کے سبب بھی اور ایسا فقر جو مخالف شرع ہو کفر ہوسکتا ہے، چہ جائیکہ اس سے ولایت حاصل ہو شریعت کی اہانت اور اس کے ساتھ استہزاء کفر ہے...... الخ (کنز الحقائق، صفحہ: ۸، ۹)

یہی بات امام وحید الزماں نے معنوی طور پر نزل الأبرار (۱/ ۷، ۸) اور هدية المهتدی، صفحہ (۹۰، ۹۱) میں کہی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کوئی حنفی دیوبندی ولی ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ ان کے عقائد عقائد اہل سنت و جماعت کے خلاف جہمیہ ومرجیہ جیسے بدعات پرست کے سے ہیں، یہی بات شیخ عبد القادر جیلانی نے بھی کہی ہے، جن کو دیوبندیہ اور ان کے حلیف فرقے پیران پیر، دست گیر، غوث اعظم کہتے ہیں۔ اس اہل حدیث عبارت پر دیوبندیہ کو جو اعتراض ہو نصوص کتاب وسنت و اجماع امت سے ثابت کریں، کیا دیوبندیہ کو معلوم ہے کہ عند اللہ ان خلفائے راشدین میں سے کون افضل ہے؟ البتہ ہمارے پاس جو منصوص فضائل ہیں، ان کی بناء پر ہم اپنی تحقیق سے کہہ سکتے ہیں کہ ترتیب زمانی کے مطابق ان خلفائے راشدین کی افضلیت ثابت ہے اور اس اہل حدیث عبارت میں مذکور نہیں کہ ہم ان خلفائے راشدین میں سے کسے افضل فالافضل سمجھتے ہیں؟ صرف عند اللہ کی بات کا علم اگر دیوبندیہ کو معلوم ہو تو دلائل سے ثابت کریں اور یہ بھی ثابت کریں کہ یہ روافض کے عقائد ہیں اور

بہت دور چل کر ان دونوں کتابوں میں صرف پانچ صحابہ کی بابت کہا گیا ہے کہ ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہم کہنا مستحب نہیں ہے، ورنہ ہر صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہم کہنا مستحب ہے، مگر کسی بھی صحابی کو جو ان پانچوں میں سے ہی ہو برا بھلا کہنا صحیح نہیں بلکہ ممنوع ہے۔ دیوبندیوں نے ان سلفی کتابوں کی اس بات کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا، بلکہ ساقط کر دیا ہے۔ جو تحریف کی بدترین صورت ہے، دیوبندیہ مدلل طور پر بتلائیں کہ کیا روافض کا یہی عقیدہ ہے؟ دراصل کذب و افتراء ہی دیوبندیوں کا دین و ایمان ہے۔ مزید تفصیل آگے آ رہی ہے۔

غیر مقلدین کے عقیدہ میں صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ فاسق تھے۔ (معاذ اللہ)

غازی پوری نے کہا:

غیر مقلدین کے اکابر نے اس سے بھی بڑھ کر بات کہی ہے، انھوں نے صحابہ کرام کی مقدس جماعت کے ان لوگوں کے بارے میں کہا یہ لوگ معاذ اللہ فاسق تھے۔ نزل الأبرار جلد ثالث کے حاشیہ میں یہ عبارت موجود ہے:

لقوله تعالیٰ﴿ فَإِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا﴾ أنزلت في وليد بن عقبة و كذلك قوله تعالیٰ﴿ أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا﴾ و منه يعلم أن من الصحابة من هو فاسق كالوليد و مثله يقال: في حق معاوية و عمرو مغيرة و سمرة" (نزل الأبرار:۳/۹٤)

یعنی ﴿ فَإِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا﴾ والی آیت ولید بن عقبہ کے بارے میں اتری اسی طرح یہ آیت بھی ﴿ أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا﴾ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں سے کچھ لوگ معاذ اللہ فاسق بھی تھے، جیسے ولید اور اسی طرح کی بات معاویہ، عمرو، مغیرہ، سمرہ کے بارے میں بھی کہی جائے گی۔ نزل الأبرار کا کتاب کا یہ نسخہ جس میں یہ بے ہودہ عبارت ہے ۱۳۲۸ھ کا چھپا ہوا ہے، اس کی طباعت مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابو القاسم سیف بنارسی کے اہتمام میں ہوئی تھی۔ ان کے والد کے قائم کردہ پریس سعید المطابع بنارس میں یہ کتاب چھپی ہے، اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ عقیدہ صرف مولانا وحید الزماں صاحب کا ہے، بلکہ یہی عقیدہ غیر مقلدین کے اکابر کا بھی ہے اور آج تک غیر مقلدین علماء کے کسی بڑے عالم نے اس عبارت سے براءت ظاہر نہیں کی۔ مولانا ابو القاسم سیف بنارسی جن کے اہتمام اور حاشیہ سے یہ کتاب چھپی ہے، ان کے بارے میں جامعہ سلفیہ بنارس سے چھپی کتاب "**جهود مخلصه**" میں لکھا ہے کہ:

" و قد رزقه الله أولاداً صالحين منهم المحدث محمد أبو القاسم البنارسي وهو أيضا من تلاميذ السيد نذير حسين الدهلوی"

''یعنی محدث محمد سعید بنارسی کو اللہ نے صالح اولاد عطا کی تھی، جن میں محمد ابوالقاسم بنارسی بھی ہیں۔ یہ مولانا نذیر حسین صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں۔''

غرض یہ کتاب محدث بن محدث کے زیر اہتمام شائع ہو کر پوری جماعت غیر مقلدین کے عقیدہ و مسلک کی ترجمان ہے اور یہی وجہ ہے کہ جامعہ سلفیہ بنارس کی مطبوع کتاب '' اہل حدیث کی تصنیفی خدمات'' میں اس کا پرزور الفاظ میں تعارف کرایا گیا ہے اور اس کتاب کو فقہ اہل حدیث کی مشہور کتاب بتلایا گیا ہے۔ نزل الأبرار اور هدية المهتدي کا صفحہ:۶۲، میں تعارف موجود ہے جس کی عبارت یہ ہے: '' یہ کتابیں بھی فقہ اہل حدیث کے موضوع پر ہیں اور عوام وخواص میں بہت مقبول ہیں۔'' اور مصنف کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے :'' الشیخ العلام نواب وحید الزماں حیدر آبادی'' ان دلائل وشواہد کی روشنی میں کسی غیر مقلد کو اس کتاب کے مضامین سے انکار نہ ہونا چاہیے۔ اور اگر کوئی ان کتابوں کا انکار کرتا ہے تو وہ محض اپنا منہ بچانا چاہتا ہے۔ میں لکھ چکا ہوں کہ مسائل و عقائد کے باب میں بڑوں کی بات کے آگے چھوٹوں کالا نسلم کہنا لکھنا بے حقیقت امر ہے۔ دنیا کا کوئی عقل منداس کو تسلیم نہیں کرے گا۔'' (زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۱۴تا۱۶)

ان اکاذیب دیوبندیہ کا سلفی جائزہ:دیوبندیہ بہت سے صحابہ کوغیر معتبر کہتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کے زمانہ ولادت میں پیدا ہونے والے دیوبندیہ کے امام اعظم محمد زاہد کوثری جہمی مرجیہ رائے پرست وتقلید پرست واکاذیب وتلبیسات پرست نے اپنی کتاب ''الترھیب'' ص:۲۴) میں کہا ہے کہ:

" وأسماء الصحابة الذين رغب الإمام أبوحنيفة عن من انفردوا به من الروايات مذكورة في المؤمل لأبي شامة الحافظ و ليس هذا الا تحريا بالغا في المرويات يدل على العقلية الجبارة لأبي حنيفة"

''یعنی ابوحنیفہ نے بہت سارے صحابہ کی روایت کردہ احادیث نبویہ وآثار صحابہ کو رڈ کر دیا ہے، ان صحابہ کے نام حافظ ابوشامہ کی کتاب ''المؤمل'' میں مذکور ہیں، ابوحنیفہ نے محض اپنی رائے و قیاس کے زور پر ان صحابہ کی روایت کردہ احادیث و آثار کو رڈ کر دیا، کیونکہ وہ احادیث نبویہ و آثار صحابہ کی روایات میں تحقیق و چھان بین میں بہت زیادہ محنت صرف کرنے والے تھے اور ابوحنیفہ کا یہ طرز عمل ابوحنیفہ کی نہایت زوردار عقل مندی و دانش مندی پر دلالت کرتا ہے۔(نیز ملاحظہ ہو: مقدمة التنكيل بما في تانيب الكوثري من الأباطيل: ۱/ ۱۳، ۱٤)

معلوم ہوا کہ بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیوبندیہ اور ان کے خلیفہ و دم چھلے غیر فقیہ و غیر معتبر و ساقط

الاعتبار قرار دیتے ہیں، کیونکہ انکے امام اعظم ابوحنیفہ ایسا ہی کرتے تھے اور ان کی تقلید کو دیوبندیہ اور ان کے حلیفوں اور دم چھلوں نے اپنے اوپر فرض قرار دے لیا ہے، دیوبندیہ کی بے راہ روی وا کاذیب پرستی و اباطیل پرستی کی ہزاروں مثالوں میں سے یہ ایک ادنیٰ سے مثال ہے کہ یہ دجل و تلبیس پرست لوگ بہت سارے صحابہ کو غیر ثقہ و غیر معتبر مانتے اور ان کی روایت کردہ احادیث نبویہ و آثار صحابہ کو مردود قرار دیتے ہیں، یہ تو دیوبندیہ کا کھلا ہوا کفر ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کسی استثناء کے بغیر قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے بارے سارے نصوص اور اجماع صحابہ و تابعین اور دیوبندیہ یا کفر کی حد تک پہنچے ہوئے بعض فرق ضالہ کے علاوہ تمام اہل اسلام متفقہ طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عدول و ثقہ و معتبر کہنے پر متفق ہیں، مگر نا ہنجار و بدتمیز و بے ایمان و بدزبان دیوبندیہ اہل حدیث جیسی جماعت پر بہت سارے ایسے گھناؤنے الزامات لگاتے ہیں، جب کہ اہل حدیث جماعت کی ثقاہت و عدالت وامانت و دیانت اور زیغ و ضلال سے نبرد آزمائی و فتح یابی منصوص ہے، آخر متواتر المعنی فرمان نبوی ”لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق، وما أنا عليه و أصحابي“ کا مصداق ازروئے تحقیق جماعت اہل حدیث ہے اور اس سے جماعت اہل حدیث کی حق کی خاطر مخلصانہ جاں بازی اور موازنہ دفاع و عادل و ثقہ و معتبر ہونے پر مہر نبوت لگی ہوئی ہے، اس پر کسی قدر تحقیق ہماری کتاب ”اللمحات“ میں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام کے پہلے حضرت یا جناب اور آخر میں رضی اللہ عنہ کہتے، لکھتے ہوئے ہم ائمہ دیوبندیہ کوثریہ کی کتابوں اور تقریروں اور درسگاہوں میں شاذ ونادر ہی دیکھتے سنتے ہیں، البتہ ان دیوبندیہ سے استفسار پر دیوبندیہ بتلاتے تھے کہ صحابی کے نام سے پہلے حضرت یا جناب اور بعد میں رضی اللہ عنہ کہنا صرف مستحب ہے اور ترک مستحب میں کوئی حرج و قباحت نہیں۔

دیوبندیہ جس امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں وہ ارجاء و تجہم کی حمایت میں اپنی پوری درسی مجالس میں کبھی بھی رسول پر درود وسلام نہیں پڑھتے تھے:

امام ابوحنیفہ کی سرپرستی میں مذہب ابی حنیفہ کی تدوین کرنے والی چہل رکنی مجلس کے ایک رکن رکین امام عبد اللہ بن مبارک بھی بزعم خویش دیوبندیہ ہیں (مقدمہ أنوار الباري) اور انھوں نے کہا مجلس ابی حنیفہ میں میں نے ابوحنیفہ و أصحاب ابی حنیفہ کو کبھی بھی محمد رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھتے نہیں سنا اور دیکھا (کتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل: ١/٢١٣، وعام مراجع)

اس روایت پر ہم نے ”اللمحات“ میں مفصل بحث کی ہے، جن دیوبندیہ کے ائمہ کا یہ حال ہو کہ قرآنی آیت ﴿ يأيها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما﴾ پر بھی کبھی عمل نہ کرتے ہوں، جو فرض و واجب ہے، وہ صحابہ کرام کے نام کے ساتھ حضرت و جناب و رضی اللہ عنہ کہنا اور لکھنا کیا گوارا کر سکتے ہیں؟ جب کہ دیوبندیہ بھی اسے صرف مستحب کہتے ہیں اور ترک مستحب مذہب دیوبندیہ کا شعار ہے، دیوبندیہ کی کتابوں میں صراحت ہے

کہ پوری سو سالہ یا نوے سالہ یا ساٹھ، پچاس سالہ زندگی میں صرف ایک بار نبی، رسول پر درود پڑھنا واجب ہے، ورنہ اس سے زیادہ صرف مستحب ومباح ہے یا مسنون! جس فرقے کا مذہب یہ ہو وہ اہل حدیث پر نظر بد ڈالے تو حیرت ہے، اہل حدیث کے یہاں قعدہ آخرہ میں درود سلام پڑھنا فرض ہے، اس کے بغیر نماز ہی نہ ہوگی۔ حسب عادت دیوبندیہ نے امام اہل حدیث نواب وحید الزماں کی عبارت میں کاٹ چھانٹ وتحریف وتدلیس کی ہے۔

تحریف دیوبندیہ:

یہ حقیقت ہے کہ نواب صاحب کی تحریف دیوبندیہ انہی کی کتاب نزل الأبرار کی تلخیص ہے اور یہ تلخیص خود نواب صاحب ہی نے کی ہے، اس کی اصل عبارت صرف یہ ہے:

"ویتحری فی خبر الفاسق وخبر المستور ثم یعمل بغالب ظنه"

''یعنی آدمی کو فاسق ومستور کی خبر کی بخوبی تحقیق و چھان بین کرنی چاہیے پھر اس تحقیق و چھان بین سے جو ظن غالب حاصل ہو، اس کے مطابق عمل کرے۔''(نزل الأبرار :٣/٩٤، مطبوع سید المطابع بنارس:١٣٢٨ھ)

اپنی اس عبارت پر نواب صاحب نے حاشیہ پر یہ لکھا کہ:

" لقوله تعالیٰ﴿ فَإِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ فی ولید بن عقبة و كذلك قوله تعالیٰ﴿ أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا﴾ و منه يعلم أن من الصحابة من هو فاسق كالوليد و مثله يقال:في حق معاوية و عمر و مغيرة و سمرة و معنى قول الصحابة عدولاً أنهم صادقون فی الرواية لا أنهم معصومون "

یعنی یہ بات اس لیے کہی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿ فَإِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ یعنی جب کوئی فاسق خبر و حدیث بیان کرے، تو اے اہل ایمان اس کی تحقیق و چھان بین کر کے اس کے مطابق عمل کرو، یہ آیت کریمہ حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیۃ القرشی رضی اللہ عنہ کی بابت نازل ہوئی ہے، اسی طرح ﴿ أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا﴾ والی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں تمام صحابہ کو عدول قرار دینے کا معنی ہے کہ وہ نقل روایت میں ثقہ و عادل ومعتبر ہیں، نہ کہ سارے صحابہ معصوم ہیں، ان سے کوئی ایسی بات سرزد ہو ہی نہیں سکتی جس کی بناء پر ان پر لفظ فاسق کا اطلاق ناممکن ہے۔''

یہود و نصاریٰ کا طریق اختیار کرنے والے دیوبندیہ نے نواب صاحب کی عبارت "ومعنى قول الصحابة...... الخ" کو چھانٹ کاٹ دیا، جو یہودی تحریف کاری کی نہایت گھناؤنی صورت ہے۔ نواب صاحب

نے تو ہر صحابی کو نقل روایت میں ثقہ و عادل و ضابط کہا مگر بہت سارے صحابہ کو غیر ثقہ و غیر معتبر کہنے والے اکاذیب پرست دیوبندیہ بڑے ثقہ و عادل و ضابط ہیں، جب کہ خود امام ابوحنیفہ نے معنوی طور پر اپنے کو غیر ثقہ و غیر عادل و غیر معتبر کہا اور اپنے خصوصی تلامذہ ابو یوسف و محمد وغیرہ کو کذاب کہا، جن پر مذہب دیوبند کا دارومدار ہے۔ صحابہ کرام کے بارے میں اکاذیب پرست دیوبندیہ اور نصوص پرست اہل حدیث میں بہرحال زمین و آسمان کا فرق ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے سامنے آئمہ اہل سنت و جماعت نے سینکڑوں ہزاروں احادیث نبویہ و آثار صحابہ کا ذکر کر کے کہا کہ آپ کا رائے پرستی والا مذہب ان احادیث و آثار کے خلاف ہے، تو بھی امام ابوحنیفہ ان نصوص نبویہ و آثار صحابہ کو مردود قرار دینے پر اٹل رہے، بلکہ ان کا مذاق اڑایا اور استہزاء کیا۔ یہ باتیں عام کتب تراجم و تاریخ میں موجود ہیں اور ان سے دیوبندیہ واقف بھی ہیں، مگر ان کے قلوب میں تقلید ابی حنیفہ اس طرح سرایت کر گئی ہے، جس طرح قلوب بنی اسرائیل میں بچھڑے کی الوہیت سمائی ہوئی تھی۔ آخر امام ابوحنیفہ بھی غیر اللہ کی عبادت حتی کہ جوتے چپل کی عبادت کو بھی مشروع قرار دیے ہوئے ہیں۔

''نزل الأبرار'' والی مذکورہ عبارت کی تلخیص میں امام وحید الزماں نے کہا کہ:

" و يستحب الترضي للصحابة غير أبي سفيان و معاوية و عمرو بن العاص و مغيرة بن شعبة و سمرة بن جندب و يستحب السكوت عن هؤلاء الخمسة و تفويض أمرهم إلى الله و لا يحسن سبهم و لا مدحهم"

''یعنی ان پانچ کے علاوہ تمام صحابہ کو رضی اللہ عنہم کہنا مستحب ہے، لیکن انھیں کی کسی طرح کی قدح سے سکوت مستحب ہے اور ان کے معاملہ کو اللہ کی طرف سپرد کرنا ہی ضروری ہے، انھیں برا بھلا کہنا ٹھیک نہیں، نہ ان کی مدح ہی ٹھیک ہے...... الخ (كنز الحقائق ،صفحه: ٢٣٤)

حضرات ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ نواب صاحب کی دوسطری عبارت میں سے اکثر حصے کو یہودی اور اپنے تقلیدی اماموں کی تقلید میں دیوبندیہ نے حذف و ساقط کر دیا ہے، جو تحریف و تضلیل کی بدترین صورت ہے۔ اگر کانٹ چھانٹ اور تحریف کے بغیر ان دونوں کتابوں کی پوری عبارتیں دیوبندیہ نقل کر دیتے تو ان اکاذیب پرستوں کو اہل حدیث پر روافض ہونے کا الزام لگانے کا راستہ نہیں ملتا، کیونکہ روافض چند صحابہ کو چھوڑ کر باقی صحابہ کرام کو سب و شتم کا نشانہ بناتے اور انھیں مرتد کہتے ہیں، اور اہل حدیث امام کی دونوں کتابوں میں کسی بھی صحابی کو نشانہ سب و شتم بنانے سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے، مگر یہودی صفت دیوبندیہ نے اتنے نازک معاملہ میں حقیقت پوشی اور قلب موضوع کی اپنی یہودی والی پالیسی کے تحت ایسا کر دکھایا ہے۔

اصل معاملہ کیا ہے؟

یہ ایسی حقیقت ثابتہ ہے اور اس حقیقت ثابتہ کے خلاف لب کشائی کرنے والا فرد ہو یا فرقہ صحابہ کرام میں سے متعدد حضرات سے ایسے اعمال و اقوال صادر ہوئے ہیں جن کے مرتکب پر فاسق ہونے کا اطلاق ہوتا ہے، چنانچہ آیت ﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ کا سبب نزول حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط ہیں، یہ بات باسانید صحیحہ کئی صحابہ وتابعین و دیگر اسلاف سے مروی ہے، اس کا واضح مطلب ہے کہ اس آیت کریمہ میں حضرت ولید بن عقبہ کو فاسق کہا گیا ہے اور انھیں فاسق قرار دینے والوں میں سے کسی بھی صحیح العقیدہ امام و عالم کا اختلاف نہیں، یعنی کہ اس معاملہ میں پوری امت کا اجماع ہے اور اجماع ونص قرآنی ومعنوی طور پر نص نبوی کے خلاف اکاذیب پرست دیوبندیہ ہی نے زور آزمائی کر رکھی ہے اور ایسا کرنا اس فرقہ دیوبندیہ کا شیوہ و شعار و دین و ایمان ہے۔ تفسیر قرآن کی مختصر ترین درسی کتاب تفسیر جلالین میں بھی اس آیت کا مصداق حضرت ولید بن عقبہ ہی کو بتلایا گیا ہے، کیا دیوبندیہ اتنے جہل مرکب یا ضلالت کے شکار ہو گئے ہیں کہ اس درسی کتابِ تفسیر کی صراحت دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو گئے ہیں؟

مذکورہ دونوں سلفی کتابوں میں مذکورہ آیت کریمہ ﴿أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ﴾ (پ:۲۱، سورہ السجدہ آیت نمبر:۱۸) کے سلسلے میں جلالین کے حاشیہ میں مومن سے مراد حضرت علی مرتضی اور فاسق سے مراد حضرت ولید بن عقبہ کو بتلایا گیا ہے (ملاحظہ ہو تفسیر جلالین مطبوع أصح المطابع دیوبند ۱۳۷۶ھ، صفحہ:۳۵۰، حاشیہ نمبر:۱۵)

معلوم ہوا کہ دیوبندیہ اپنی تقلید پرستی کے نشہ میں اس قدر بدمست وخبط الحواس ہیں کہ نص قرآنی ونص نبوی و آثار صحابہ وتابعین و اجماع امت کی مخالفت کو اپنا دین و مذہب بنائے ہوئے ہیں۔

حضرت علی مرتضی کا چوتھا خلیفہ راشد ہونا مسلّم ومعروف ہے اور ان کے خلاف خلافت کے معاملہ میں حضرت معاویہ وعمرو بن العاص کا جنگ کرنا اور اس میں مغیرہ بن شعبہ کا نیز سمرہ بن جندب کا ملوث ہونا معلوم ہے۔

پانچویں خلیفہ راشد حضرت حسن بن علی بن ابی طالب جب زمام خلافت سے امیر معاویہ کے حق میں دستبردار ہوئے تھے، تو یہ معاہدہ ہوا تھا کہ امیر معاویہ کے بعد اگر حضرت حسن بن علی زندہ رہے تو یہی خلیفہ ہوں گے، کتب تواریخ میں یہ بات باسانید معتبرہ منقول ہے، لیکن حضرت حسن بن علی کے زندہ رہتے ہوئے حضرت مغیرہ بن شعبہ نے امیر معاویہ کو مشورہ دیا اور ان کے سامنے تجویز رکھی کہ امیر معاویہ اپنے لڑکے یزید جیسے شخص کو ولی عہد بنا دیں، جب کہ یزید حضرت حسن کے گرد پا کے برابر بھی نہ تھا، عہد شکنی پر امیر معاویہ کو آمادہ کرنا اور حضرت حسن جیسے عظیم المرتبت صحابی کے ولی عہد ہوتے ہوئے بھی غیر صحابی یزید جیسے شخص کو ولی عہد بنانے کی تجویز کوئی معمولی قسم کا فاسق ہونا

ہے؟ پھر وفات مغیرہ بن شعبہ کے تھوڑے عرصہ بعد ہی بذریعہ سازش حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو زہر ہلاہل پلا کر ہلاک وشہید کر دینا معلوم نہیں کن عناصر کا کام تھا۔

لیکن ان کے فوت ہوتے ہی یزید کی ولی عہدی پر بیعت کی تحریک چلانے سے کیا اندازہ ہوتا ہے کہ بذریعہ زہر خورانی حضرت حسن کی شہادت و ہلاکت میں کن عناصر کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟ احادیث متواترہ نبویہ میں صراحت ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے خلیفہ راشد کے باغی ہوں گے، جس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ خلافت کے معاملہ میں حضرت علی مرتضیٰ کے خلاف جنگ آزمائی کرنے والے سربراہ لوگ قطعاً اور یقیناً باغی تھے اور باغی کا فاسق ہونا لازم وملزوم ہے اور سمرہ بن جندب کا حضرت معاویہ کی حوصلہ افزائی کرنا ثابت ہے، پھر اگر ان کے لیے دونوں سلفی کتابوں میں فاسق کا لفظ استعمال ہوا ہے، تو نصوص متواترہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دیوبندیہ کا ہذیان سرائی میں مشغول ہو جانا کیا معنی رکھتا ہے؟ پھر بھی ان دونوں کتابوں میں امیر معاویہ وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ وسمرہ بن جندب و ابوسفیان کو برا بھلا کہنے سے منع کر دیا گیا ہے، تو دیوبندیہ کے سر میں اس قدر درد کیوں اٹھ گیا کہ سرسام و برسام زدہ ہو کر دنیا جہاں کی بیہودگی پر اہل حدیث کے خلاف اتر آئے؟

حضرت ابوسفیان کی بابت اس لفظ کا استعمال دونوں سلفی کتابوں کے مصنف نے جو بات اپنی تحقیق سے مناسب سمجھی اسے اختیار کیا، کیونکہ حضرت ابوسفیان کی بابت مختلف آرائے اہل علم میں سے نواب وحید الزماں نے اپنی تحریر کردہ بات ہی کو راجح سمجھا، پھر بھی ان صحابہ کے خلاف لب کشائی سے روک دیا اور ان سبھی صحابہ کو عدول و ثقہ قرار دیا جب کہ دیوبندیہ بہت سارے صحابہ کو نعوذ باللہ غیر ثقہ و غیر عادل کہہ کے نصوص و اجماع کی مخالفت کے مرتکب ہیں۔ امیر معاویہ کا زیاد بن اُبیہ کو اپنا بھائی قرار دے لینا جب کہ شریعت میں اس سے سخت ممانعت ہے، کون سی اچھی چیز ہے؟ زمام خلافت کو بخوبی سنبھالنے کی صلاحیت رکھنے والے غیر صحابی یزید کے بالمقابل متعدد صحابہ تھے، پھر ان میں سے صحابی کو ولی عہد بنانے کے بجائے یزید ہی کو ولی عہد بنانا کیا معنی رکھتا ہے؟ یزید کی قلیل مدت خلافت میں جتنی ہولناک والمناک باتیں رونما ہوئیں، کیا ان سے دیوبندیہ ناواقف ہیں؟

ہم نے محمود عباسی کی دو کتابوں "خلافت معاویہ بن یزید" اور "تحقیق مزید" کا بیک وقت رد لکھنا شروع کیا تھا، جس کی بہت سی قسطیں پندرہ روزہ "الہدیٰ" دربھنگہ میں شائع ہوئی تھیں، پھر ہم ایسے حالات کا شکار ہوئے کہ ہماری یہ کتاب نامکمل رہ گئی، اس میں ہم نے دلائل معتبرہ سے حضرت علی مرتضیٰ و امیر معاویہ وحضرات حسنین و یزید و واقعہ کربلا کا جائزہ لیا تھا، مگر افسوس کہ اس کا جو حصہ چھپ چکا تھا اور جو باقی رہ گیا تھا، سب کالعدم ہو کر رہ گئے!

ہمارا موقف:

صحابہ مذکورین کی بابت جو بات نواب وحید الزماں نے کہی ہے، اس سے زیادہ ابوبکر غازی پوری کے ہم

وطن و ہم مشرب مولوی فصیح الدین غازی پوری نے اپنے ایک فتویٰ میں لکھی، ان پر صراحتاً اور نواب وحید الزماں پر واضح طور پر اشارۃً ان کے استاذ شیخ الکل الامام العلام سید نذیر حسین بہاری ثم دہلوی نے ردّ لکھا اور فتویٰ شیخ الکل پر تصدیقی دستخط گیارہ علمائے کرام نے کیے، یہ فتاویٰ نذیریہ مطبوعہ ۱۳۳۳ھ جلد سوم میں موجود ہے اور یہ ردّ نواب وحید الزماں کی دونوں کتابوں کے شائع ہونے کے بعد سال بھر کے اندر ہی اندر لکھا گیا، اس کے باوجود اکاذیب پرست دیوبندیہ مدعی ہیں کہ نواب وحید الزماں کی اس بات پر کسی بھی اہل حدیث عالم نے نکیر نہیں کی، یہ دیوبندیہ کی کھلی ہوئی دروغ بافی و کذب پروری ہے یا نہیں؟

ہم کسی طرح کے اختلافی مسئلہ میں کسی اہل حدیث امام و عالم کے موقف پر اس لیے نکیر نہیں کرتے کہ مخلص مجتہد کی بات میں خطاء وصواب کا احتمال ہے، خواہ ہماری نظر میں اس کا موقف غیر صحیح ہو، ہم من وجہ نواب وحید الزماں کی بات کی تغلیط نہیں کرتے، مگر عام حالات میں کسی صحابی کے نام پر ''رضی اللہ عنہ'' کہنا مستحب ہی سمجھتے ہیں، اس کلیہ سے کسی بھی صحابی کو مستثنیٰ نہیں مانتے، لہٰذا من وجہ آخر نواب وحید الزماں کی تغلیط ضروری سمجھتے ہیں کہ تمام صحابہ کی تکریم وترضی پر اہل سنت و جماعت کا اجماع سلف صالحین سے چلا آرہا ہے۔ اور ہمارا بھی وہی موقف ہے، جو شیخ الکل سید نذیر حسین اور تمام اہل سنت و جماعت اسلاف کا موقف ہے اور ہمارے اہل سنت و جماعت اسلاف نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ ہمارے جامعہ سلفیہ بنارس کے دار الافتاء میں یہ استفتاء آیا تھا کہ صحاح ستہ و دیگر کتب حدیث میں صحابہ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' کا لفظ آیا ہے یا نہیں؟ اور کیا ہر صحابی کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' کہنا جائز ومباح ہے یا نہیں۔ ہم نے جواباً لکھا تھا کہ ہر صحابی کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' کہنا اور لکھنا صرف جائز و مباح ہی نہیں بلکہ مستحب و مسنون ہے۔ اس سے قطع نظر صحاح ستہ سمیت بہت ساری کتب حدیث دیوبندیہ ہی کے زیر اہتمام و زیر نگرانی ہندوستان میں شائع ہوتی ہیں مگر کسی صحابی کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' نہیں لکھا رہتا اور دیوبندیہ کی درسگاہوں اور اجلاسوں وکانفرنسوں میں شائع و ذائع ہی کسی صحابی کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' بولا جاتا ہو، اکاذیب پرست دیوبندیہ بتلائیں کہ ان سب نے مل کر کذاب اعظم ابوبکر غازی پوری سے اہل حدیث کے خلاف اتنے بڑے پیمانے پر ہذیاں سرائی کیوں کرائی اور اپنے کالے کرتوتوں پر کسی نکیر کی اجازت کیوں نہیں دی؟

خلفائے راشدین کے بارے میں اہل حدیث کا موقف:

عام اہل حدیث معتقد ہیں کہ پانچوں صحابی خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان غنی وعلی مرتضی وحسن نواسئہ رسول رضی اللہ عنہم اپنی ترتیب خلافت کے اعتبار سے مجموعی طور پر اپنے اپنے زمانہ خلافت میں دوسرے تمام خلفاء وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔

(مختصر سی تفصیل کے لیے دیکھیے ہمارے عزیز محترم مولانا عبد الواحد انور اثری کی کتاب "صحابہ کرام کے بارے میں جماعت اہل حدیث کا صحیح نقطہ نظر" طبع اوّل، صفحہ: ۳۲ تا ۴۸)

جامعہ سلفیہ بنارس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر ایک کتاب بزبان عربی تھی، جس کا اردو ترجمہ جامعہ سلفیہ بنارس کے چند اساتذہ نے کیا، بندہ خاکسار محمد رئیس ندوی نے بھی اس کے اچھے خاصے حصے کا ترجمہ کیا، وہ کتاب فتنہ مقلدہ غازی پورہ کی تولید سے بہت پہلے طبع ہو کر منظر عام پر آئی اور مقبول و مروّج ہوئی، اس کتاب میں امیر معاویہ کی طرف سے اچھا خاصہ دفاع بھی ہے، اسے پڑھ کر اکاذیب پرست دیوبندیہ خصاصاً ان کے پیدا کردہ ابوبکر غازی پوری کی قیادت میں فرقہ مقلدہ غازی پورہ امیر معاویہ اور ان جیسے صحابہ کی بابت اہل حدیث کا موقف معلوم کر سکتے ہیں، بشرطیکہ تقلید کی تاریک و خیرہ کن نگاہ کے بجائے روشن آنکھوں اور کھلے دل و دماغ سے دیکھیں، ہمیں کتاب امیر معاویہ کے ہر لفظ سے اتفاق نہیں ہے۔

ابوبکر غازی پوری نے لکھا کہ نواب وحید الزماں "هدية المهتدي" میں فرماتے ہیں:

" و لا نعرف أي هؤلاء الخمسة أفضل و أرفع درجة عند الله بل لكل منهم فضائل و مناقب جمة و كثرة الفضائل لسيدنا علي و لإمامنا حسن بن علي إذ هما جامعان لفضيلة الصحبة و فضيلة الاشتراك في أهل البيت هذا هو قول المحققين"

"یعنی ہمیں معلوم نہیں کہ ان پانچوں میں سے افضل کون ہے اور کس کا مقام اللہ کے یہاں اعلیٰ وارفع ہے؟ ان میں سے ہر ایک کے مناقب بہت ہیں البتہ فضائل کی کثرت سیدنا علی اور سیدنا امام حسن کو حاصل ہے اور اہل بیت میں سے ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، محققین کا قول یہی ہے۔(هدية المهدي، صفحه: ٢٩٤۔) صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر از ابوبکر غازی پوری، صفحہ: ۱۶، ۱۷)

ہم بتلا آئے ہیں کہ اہل حدیث کا کہنا ہے ان پانچ صحابی خلفائے راشدین میں سے ہر ایک کی فضیلت ترتیب زمانہ خلافت سے ہے، قرآن مجید میں اللہ و رسول اللہ کی اطاعت کے ساتھ اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، جس کا مطلب بتلانے پر اجماع ہے کہ اولوالامر میں خلفائے راشدین بدرجہ اولیٰ داخل ہیں، مگر ان کی انھیں باتوں کی اطاعت ضروری ہے جو مخالف نص نہ ہوں، پھر خلفائے راشدین کی ترتیب کا ملحوظ رکھنا نص نبوی "نبدأ بما بدأ الله" سے واجب ہے، الا یہ کہ کوئی شرعی مانع ہو اور یہاں کوئی شرعی مانع نہیں، اس اصول نص نبوی کے مطابق خلفائے راشدین کے افضل ہونے کا مسئلہ عند الناس حل ہو جاتا ہے اور نواب وحید الزماں اس کے منکر نہیں کہ عند الناس ان میں سے کون افضل ہے، وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ عند اللہ ان میں سے افضل کا ہم کو علم نہیں،

پھر نواب صاحب نے اپنی اس بات پر نہایت واضح دلائل پیش کیے ہیں۔(هدية المهدي،صفحه:٩٤ تا ٩٨) جن کا انکار دیوبندیہ تا قیامت نہیں کر سکتے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ نواب وحید الزماں کی تصریح کے خلاف ان کی طرف اپنی عادت کذب بیانی کے مطابق دیوبندیہ نے اپنی اختراعی افتراء پردازی والی بات ظلماً و جوراً و زوراً منسوب کردی ہے۔ آخر اس دیوبندی دروغ بافی و کذب بیانی کا کیا نام رکھا جائے؟

دیوبندیہ عند اللہ ان میں سے افضل ہونے کی تعیین نص قرآنی ونص نبوی و اجماع صحابہ سے کریں۔ نواب صاحب کی طرف منسوب بات دراصل ابوبکر غازی پوری کے ہم وطن و ہم مشرب مولانا فصیح الدین غازی پوری نے کہی ہے، جس پر نواب وحید الزماں کے استاذ حضرت الامام العلام شیخ الکل سید نذیر حسین بہاری دہلوی نے اپنے فتاویٰ میں نکیر کردی ہے۔ اسے فتاویٰ نذیریہ میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ جماعت کی طرف سے اس موقف وحید الزماں پر عدم نکیر کا جماعت اہل حدیث پر اتہام دیوبندیہ خالص دیوبندی افتراء ہے اور مجتہد فیہ مسئلہ میں نکیر نہ کرنے کا مطلب قابل نکیر بات کو پوری جماعت اہل حدیث کا موقف بتلانا بھی خالص دیوبندی افتراء ہے۔ دیوبندیہ کے ائمہ ثلاثہ کے اختلافی مسائل میں کوئی کسی کی نکیر عام طور سے نہیں کرتا، آخر اس صورت حال کا فرقہ دیوبندیہ کیا نام رکھتا ہے؟

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ بعد والے صحابہ کرام سے افضل ہو سکتے ہیں:

اپنے قائم کردہ مذکورہ بالا عنوان کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

”غیر مقلدوں کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ بعد میں آنے والے مسلمان صحابہ کرام سے بھی افضل ہو سکتے ہیں، عہد صحابہ کرام کے بعد بہت سے لوگ ایسے بھی ہوئے، جو صحابہ کرام سے افضل تھے۔ مولانا وحید الزماں فرماتے ہیں:

” و هذا لا يستلزم أن يكون في القرون اللاحقة من هو أفضل من أرباب القرون السابقة فإن كثيراً من متأخري علماء هذه الأمة كانوا أفضل من عوام الصحابة في العلم والمعرفة و نشر السنة وهذا مما لا ينكره عاقل “ (ص:٩٠)

یعنی آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ ”خير القرون قرني ثم الذين يلونهم “ الخ سے لازم نہیں آتا کہ بعد میں آنے والے پہلے لوگوں سے افضل نہیں ہیں، اس لیے کہ بہت سے اس امت کے متاخرین علماء علم و معرفت و سنت کی نشر و اشاعت میں عوام صحابہ سے افضل تھے اور یہ وہ بات ہے جس کا کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا۔

ہمیں اب تک کسی غیر مقلد عالم کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ اس نے نواب وحید الزماں کی اس بات کا انکار کیا ہو، اس لیے یہ عقیدہ بھی اس جماعت کا مسلم عقیدہ ہے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۱۷، ۱۸)

ہم کہتے ہیں کہ صحابی ہونا بذات خود بہت بڑی فضیلت ہے، اس فضیلت کو غیر صحابی نہیں پہنچ سکتا، مگر عوامی قسم کے بہت سارے صحابہ کے بالمقابل کوئی شک نہیں کہ کچھ ایسے بھی بلکہ بہت زیادہ غیر صحابی حضرات نے بذریعہ جہاد وعلم دین وتبلیغ وارشاد واصلاح تصانیف وخطبات ومقالات وتحقیقات دین اسلام کی خدمات بہت زیادہ کی ہیں، جس سے دیوبندیہ ہی انکار کی جرأت کر سکتے ہیں۔ یہاں نواب صاحب نے **افضل** سے مراد اعتباری افضلیت لے رکھی ہے۔ نواب صاحب نے اپنے موقف پر دو حدیثوں سے استدلال کر رکھا ہے ایک یہ کہ

" مثل أمتي مثل المطر لا يدرى أوّله خيراً أم آخره". دوسری "إن من وراء كم أيام الصبر من صبر فيهن فله أجر خمسين رجلاً منكم"

یعنی کہ میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے، پتہ نہیں کہ اوّل بارش بہتر ہے یا آخر؟ نیز دوسری حدیث کا ترجمہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہارے بعد ایام صبر آنے والے ہیں، جس نے ان ایام صبر میں صبر سے کام لیا، اسے تم سارے صحابہ میں سے پچاس صحابہ کا اجر و ثواب ملے گا۔

اوّل الذکر اور ثانی الذکر حدیثوں کی تخریج نواب صاحب نے نہیں دی، ہم اس کی تخریج دے رہے ہیں:

اوّل الذکر حدیث نبوی حضرت انس ؓ سے بسند صحیح جامع الترمذي و مشکوٰۃ میں منقول ہے۔(صحیح جامع الترمذي للألباني: ٥/ ١٤٠، ومشكوٰة حديث نمبر: ٦٢٧٧، الصحيحة للألباني حديث نمبر: ٢٢٨٦، صحيح سنن الترمذي للألباني: ٢/ ٣٨١۔

ثانی الذکر حدیث **صحیح** سنن ترمذی للألباني، : ١٨٤٤ و ٢٣٧٥، و الأحاديث الصحيحة للألباني، حديث نمبر: ٥٩٥، و سنن ابن ماجه و تفسير سوره مائده جامع ترمذی، نمبر: ٣٠٥٨، وغیرہ میں ہے اس کا معنی ومطلب دیوبندیہ بتلائیں!!

فرقہ دیوبندیہ کی کتاب **ردّ المحتار** (۱/ ٥٦) میں صراحت ہے کہ:

" و أما سلمان الفارسي فهو و إن كان أفضل من أبي حنيفة من حيث الصحبة فلم يكن في العلم والاجتهاد و نشر الدين و تدوين أحكامه كأبي حنيفة و قد يوجد فى المفضول ما لا يوجد في الفاضل"

"یعنی سلمان فارسی صحابی اگرچہ باعتبار صحابی امام ابوحنیفہ سے **افضل** تھے، مگر علم و اجتہاد و اشاعت دین

وتدوینِ احکام دین میں ابوحنیفہ جیسے نہیں تھے، (یعنی کہ صحابی ابوحنیفہ کے بالمقابل امور مذکورہ میں کمتر تھے) اور فاضل میں جو بات نہیں پائی جاتی وہ کبھی کبھار مفضول میں پائی جاتی ہے۔''

دیوبندیہ خصوصاً اس کا دم چھلہ فرقہ غازی پورہ بتلائے کہ دیوبندیوں کی اس کتاب ردّ المحتار کی عبارت مذکورہ کا کیا معنی ہے؟ نیز فرقہ دیوبندیہ خصوصاً نومولود فرقہ غازی پورہ بتلائے کہ اس حدیث کا کیا معنی و مطلب ہے، اور وہ حدیث باعتبار سند کیسی ہے کہ:

" و عنه عليه الصلوٰة والسلام إن آدم افتخر بی و أنا أفتخر برجل من أمتي اسمه النعمان و كنيته أبو حنيفة هو سراج أمتي و عنه عليه الصلوٰة والسلام ان سائر الأنبياء يفتخرون بي و أنا أفتخر بأبي حنيفة ...... الخ"

''یعنی حدیث نبوی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام مجھ پر فخر کریں گے اور میں اپنی امت کے ایک شخص پر فخر کروں گا جن کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے، وہ میری امت کے سراج ہیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ سارے انبیائے کرام علیہم السلام مجھ پر فخر کریں گے اور میں ابوحنیفہ پر فخر کروں گا۔ الخ۔ (در مختار مع رد المحتار: ۱/۵۲، ۵۳)

کیا صحابہ میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا، حتی کہ خلفائے راشدین میں سے نہ تابعین میں سے جس پر ہمارے نبی ﷺ کو فخر ہو، فخر ہو تو اتباع تابعین میں سے ایک ایسے شخص یعنی نعمان ابوحنیفہ پر جن کا جہمی و مرجی ہونا متحقق ہے؟

امام مہدی حضرت ابوبکر و حضرت عمر سے افضل ہیں:

مذکورہ بالا عنوان کے تحت ابوبکر غازی پوری نے کہا:

''غیر مقلدین علماء کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ امام مہدی حضرت ابوبکر وعمر سے افضل ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے، نواب وحید الزماں فرماتے ہیں:

" والمحقق أن الصحابي له فضيلة الصحبة ما لا يحصل للولي ولكنه يمكن أن تكون لبعض الأولياء وجوه أخرى من الفضيلة لم تحصل للصحابي كما روى عن ابن سيرين بإسناد صحيح أن إمامنا المهدي يكون أفضل من أبي بكر و عمر۔"(هدية المهدی صفحه: ۹۰)

یعنی محقق بات یہ ہے کہ صحابی کو صحبت کی فضیلت حاصل ہے، جو ولی کو حاصل نہیں، لیکن ممکن ہے کہ کچھ ولیوں کو فضیلت کی کچھ دوسری وجہیں حاصل ہوں، جو صحابی کو حاصل نہیں ہیں، جیسا کہ ابن سیرین سے صحیح سند سے مروی ہے کہ ہمارے امام مہدی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل ہوں گے۔ ہمیں نہیں

معلوم کہ کسی اہل سنت نے اس دلیل سے حضرت ابوبکر و عمر پر حضرت امام مہدی کی فضیلت ثابت کی ہے۔(دیوبندی کتاب مذکور صفحہ:۱۸، ۱۹)

ہم کہتے ہیں کہ نواب وحید الزمان نے اپنی اس عبارت میں مطلقاً صحابی کی فضیلت کو تمام غیر صحابی کی فضیلت سے کہیں زیادہ برتر بتلایا ہے، اُلبتہ اس کے بعد کہا ہے کہ بعض غیر صحابہ اولیاء میں دوسرے وجوہ فضیلت کا ہونا ممکن ہے، جیسا کہ امام ابن سیرین سے مروی ہے کہ فضیلت صحبت کو چھوڑ کر دوسرے کچھ فضائل میں امام مہدی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں، آخر اس عبارت میں فرقہ نومولودہ دیوبندیہ کو کیا بات غلط نظر آتی ہے؟ کیا بعض غیر صحابی میں فضیلت صحبت کے علاوہ دوسری وجوہ فضیلت کے اوصاف نہیں ہوتے؟ اور کیا امام محمد بن سیرین تابعی اہل سنت و جماعت میں سے نہیں تھے اور کیا کسی بھی قابل ذکر امام اہل سنت و جماعت سے اس کے خلاف کوئی بات بسند معتبر ثابت ہے؟ اکاذیب پرست دیوبندیہ باہم مل کر ہمارے ان سوالات کا جواب دیں!

صحابہ کو غیر صحابہ سے افضل ماننے کے بعد ہی بعض دوسرے وجوہ فضیلت غیر صحابہ میں پائے جانے کا ذکر نواب وحید الزماں نے کیا ہے اور یہی مطلب ہے نواب صاحب کی اس عبارت کا جسے دیوبندیہ نے ''غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ بعد والے صحابہ کرام سے افضل ہو سکتے ہیں''۔ کے عنوان کے تحت اپنی اس کتاب کے صفحہ ۱۷، ۱۸، میں کہا ہے، اسی بناء پر ہم نے کہا ہے کہ اس طرح کی فضیلت سے نواب صاحب کی مراد اعتباری فضیلت ہے، جہل مرکب کے شکار دیوبندیہ کو اللہ تعالیٰ جہالت و ضلالت کے دلدل سے نکال کر راہ راست پر لائے۔ آمین!

خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین کا نام لینا بدعت ہے:

دیوبندیہ کے ترجمان و آلہ کار و دم چھلے ابوبکر غازی پوری نے کہا:

''غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ خطبہ جمعہ میں التزاماً خلفاء کرام کا نام لینا بدعت ہے، نواب وحید الزماں لکھتے ہیں (یہاں نواب صاحب کی عربی عبارت کو چھوڑ کر ترجمہ نقل کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے): اہل حدیث خلفاء و سلطان وقت کا خطبہ جمعہ میں نام لینے کا التزام نہیں کرتے، اس لیے کہ ایسا کرنا بدعت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے یہ منقول نہیں۔'' (زیر نظر دیوبندی غازی پوری کتاب صفحہ:۱۹، بحوالہ هدية المهدي، صفحہ:۱۱۰)

ہم کہتے ہیں کہ آج سے پانچ سال قبل میں نے اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' صفحہ:۳۵۳، ۳۵۴ میں فرقہ دیوبندیہ و بریلویہ کو چیلنج کیا تھا کہ وہ اہل حدیث کے اس موقف کی تغلیط دلائل شرعیہ میں سے کسی بھی معتبر دلیل سے ثابت کر دیں اور ابوبکر غازی پوری نے میری اس کتاب کو اوّل سے آخر تک حرفاً حرفاً قابل تنقید بات ڈھونڈ

نکالنے کے لیے پڑھا ہے، جس طرح ان کے امام ابوحنیفہ اکابر ائمہ اہل سنت و جماعت کی ٹوہ میں ہمیشہ لگے رہتے تھے، تاکہ ان کے عیوب پر واقف ہو کر ان پر تنقید کریں، امام ابوحنیفہ کی اس حرکت پر ائمہ اہل سنت نے ان پر سخت نقد و نظر اور کذاب و دروغ گو کہا، فرقہ دیوبندیہ و بریلویہ ہمارے اس چیلنج کا جواب پانچ سال میں بھی نہیں دے سکے، بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ تاقیامت یہ لوگ اپنی اجتماعی جدو جہد سے بھی ایسا نہ کر سکیں گے!

صحابی کا قول و فعل و رائے و فہم حجت نہیں:

دیوبندیہ کے آلہ کار ابوبکر غازی پوری نے مختلف عناوین کے تحت اہل حدیث کا ایک عیب یہ بتلایا کہ ان کے نزدیک صحابی کا قول و فعل و رائے و فہم حجت نہیں۔'' (زیر نظر دیوبندی غازی پوری کتاب، صفحہ:۱۹، ۲۱)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کوثریہ غازی پورہ کی تمام کتب اصول فقہ میں چار اصول گنائے گئے ہیں کتاب و سنت و اجماع امت و قیاس شرعی، ان اصول دیوبندیہ میں صحابی کے قول و فعل و رائے فہم کا کوئی ذکر نہیں، آخر کیوں یہ کیا معاملہ ہے؟ اکاذیب پرست دیوبندیہ و غازی پورہ اس کا مدلل جواب دیں اور کسی نص شرعی یا اجماع یا قیاس شرعی سے ان کا حجت ہونا ثابت کریں۔ ہم ابھی بتلا دے رہے ہیں کہ تاقیامت دیوبندیہ اور ان کے آلہ کار و دم چھلے ایسا نہیں کر سکتے۔ البتہ خود ائمہ احناف دیوبندیہ بہت سارے صحابہ کرام کے اقوال و افعال و آراء و فہم غیر حجت بتلا چکے ہیں، اپنی کتابوں کی طرف یہ اکاذیب پرست فرقہ رجوع کر کے دیکھ لیں۔

حضرت عائشہ کی شان میں فتاویٰ نذیریہ والے مفتی کی گستاخی:

فرقہ دیوبندیہ کا آلہ کار سربراہ فرقہ غازی پورہ لکھتا ہے:

''اس مسئلہ کے ضمن میں (یعنی قول و فعل و فہم و رائے صحابی حجت نہیں) کہ حضرت عائشہ نے عورتوں کو مسجد میں جانے والی بات اپنی فہم سے فرمائی ہے جو حجت شرعی نہیں، فتاویٰ نذیریہ کے مفتی نے حضرت عائشہ کی شان میں زبردستی گستاخی کی ہے، انھیں آنحضور ﷺ کے حکم کا مخالف بتایا ہے اور اس کو اس قرآنی آیت کا مصداق قرار دیا:﴿ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ فتاویٰ نذیریہ کے مفتی کا بیان ملاحظہ ہو:

پھر اب جو شخص بعد ثبوت قول رسول و فعل صحابہ کی مخالفت کرے، وہ اس آیت کا مصداق ہے، جو حکم صراحتاً شرع شریف میں ثابت ہو جائے، اس میں ہرگز رائے و قیاس کو دخل نہ دینا چاہیے کہ شیطان اس قیاس سے کہ ''أنا خير منه'' صریح حکم الٰہی سے انکار کر کے ملعون بن گیا اور یہ بالکل حکم شریعت کو بدل ڈالنا ہے۔(۶۲۲) فتاویٰ نذیریہ کے مفتی کی گمراہی ملاحظہ فرمائیں کہ اس نے در پردہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر کیا زبردست حملہ کیا ہے۔(الی آخر ما هذى و افترى الغازي بوري صفحہ:۲۱ تا ۲۳)

ہم کہتے ہیں کہ فتاویٰ نذیریہ کے اس فتویٰ میں حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی شان میں اشارۃً بھی کوئی گستاخی نہیں کی گئی ہے، اس میں صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذاتی قول کو حجت بنا لینے والے دیوبندیہ و غیر دیوبندیہ کو نص نبوی ونص قرآنی و اجماع صحابہ کا مخالف ونص قرآنی ونص نبوی و اجماع صحابہ کا مصداق کہا گیا ہے، اور خود ہمارے رسول اللہ ﷺ نے قول وفعل وفہم ورائے ام المومنین عائشہ کی متعدد باتوں پر تنقید وسخت تبصرہ کیا ہے، اس موضوع خاص پر ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' کے اس مسئلہ کو دیکھنا چاہیے کہ عورتوں کا مسجد میں جا کر مردوں کی صفوں سے پیچھے صف بندی کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ دیوبندیہ غازی پوری مقلدہ کی اکاذیب پرستی کا سارا راز کھل جائے گا۔ افسوس کہ اپنے جہمی مرجی مذہب کے اتباع اور امام ابوحنیفہ کی تقلید میں اپنی کج فہمی و کج روی پر دیوبندیہ نے اپنے دین و مذہب کا مدار بنا رکھا ہے، حضرت سعید بن جبیر جیسے مخالف ارجاء کو امام ابوحنیفہ نے مرجی ہونے کا پروپیگنڈہ کر رکھا تھا، یہی حال دیوبندیہ کا ہے۔

غیر مقلدین خلفائے راشدین کے عمل کو مستقل سنت تسلیم نہیں کرتے:

آلہ کار دیوبندیہ ابوبکر غازی پوری نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

> ''تمام اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ خلفائے راشدین کا عمل مستقل سنت ہے اور ان کی سنت کی اتباع بحکم حدیث نبوی ''علیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدین'' لازم ہے، یہی بات امام ابن تیمیہ نے فرمائی اور کہا کہ اس پر بہت سے شرعی دلائل ہیں، لیکن غیر مقلدین (اہل حدیث) کے علماء کا یہ مذہب نہیں ہے، چنانچہ اس حدیث کو شرح غیر مقلدین ''تحفة الأحوذي'' میں بڑی قوت سے بیان کیا گیا ہے۔ (ماحصل از زیر نظر غازی پوری دیوبندی کتاب، صفحہ:۲۳)

ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیث کے یہاں سنت نبویہ سنت خلفائے راشدین پر مقدم ہے، جیسا کہ دیوبندیہ کی مستدل حدیث نبوی سے صاف ظاہر ہے کہ سنت خلفائے راشدین پر سنت نبویہ کو مقدم قرار دیا گیا ہے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو قول وفعل خلفائے راشدین موافق سنت ہوں، وہ متابعت سنت میں حجت ہیں اور جو خلاف ہوں وہ حجت نہیں۔ ہم اس مسئلہ کو ''ضمیر کا بحران'' اور ''اللمحات'' و ''تنویر الآفاق'' وغیرہ میں واضح کر چکے ہیں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز کا سرکاری فرمان تمام حکام کے نام جاری کیا گیا ہے کہ ''لا تقبل إلا حدیث النبي صلی اللہ علیه وسلم'' یعنی حدیث نبوی کے علاوہ کسی بھی صحابی بشمول خلفائے راشدین کا قول وعمل ورائے وفہم وقیاس حجت نہ بناؤ[1] (ضمیر کا بحران صفحہ:۳۵۷، ۳۵۸) اس کتاب کو شائع

[1] یہ امام بخاری کا قول ہے، جو کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے قول میں درج کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے اور ''تغلیق التعلیق'' میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ (ناشر)

ہوئے پانچ سال ہو گئے، اور ''اللمحات'' و ''تنویر الآفاق'' کو شائع ہوئے پندرہ سال سے بھی زیادہ ہو گئے، مگر دیوبندیہ اس کے خلاف جنبش تک نہ کر سکے، غازی پوری اپنے مجلّہ ''زمزم'' میں صرف گالیاں دے کر رہ گئے دیوبندیہ کا حال یہ ہو گیا: لا حیاۃ لمن تنادی!

اکاذیب پرست دیوبندیہ کی اکاذیب نوازی:

اپنی اس کتاب کے صفحہ ۲۳ کے اواخر کی دو سطروں سے لے کر اختتام کتاب صفحہ ۶۲ تک اہل حدیث کے خلاف خصوصاً میری کتاب تنویر الآفاق کے خلاف اپنی جہمی، مرجی مزاج کے مطابق بڑی غوغا آرائی کی ہے، مگر کسی ایک بات کے جواب کا حوصلہ نہیں ہو سکا ہے، اس جہمی، مرجی دیوبندی بدعنوانیوں کا جائزہ ایک تحقیقی کتاب ''صحابہ کرام کے بارے میں جماعت اہل حدیث کا صحیح نقطہ نظر غازی پوری اور سنبھلی کے اعتراضات اور اتہام کا جائزہ'' ہمارے عزیز محترم مولانا عبد الواحد انور یوسفی الاثری مشتمل بر صفحہ دو سو چالیس میں لیا گیا ہے، ہم اسی کو غازی پوری دیوبندیہ کے ردّ کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ ویسے اگر فرصت ہوتی اور ہمیں ان اکاذیب دیوبندیہ کا جائزہ لینے کا موقع ہوتا، تو فرقہ جہمیہ، مرجیہ، رائے پرست وتقلید پرست دیوبندیوں کو کافی مزہ آتا اور اپنی جماعت اہل حدیث کے لوگ بھی کافی لطف اندوز ہوتے۔ بس ہم انھیں باتوں پر اس غازی پوری کتاب پر اپنا تبصرہ ختم کرتے ہیں۔

وَ آخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین!

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۲۵/اپریل/۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس دہلی

منعقدہ ۲،۳/مئی/۲۰۰۱ء کے موقع پر مفت تقسیم کیے گئے انتیس کتابوں کے پیکٹ کی ایک کتاب

شریعت مطہرہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اور غیر مقلدین کا موقف

از

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی

پر

ہمارا تحقیقی تبصرہ ونقد ونظر

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۲۵اپریل،۲۰۰۲ء

خطبہ کتاب وتمہید

الحمد لله رب العالمين، الرحمن الرحيم، مالك يوم الدين، والصلوة والسلام على جميع الأنبياء والمرسلين خصوصاً على من بعث رحمة للعالمين وخاتم النبيين محمد صلى الله عليه وسلم ،و على آله، و أهل بيته، و أصحابه و أتباعه إلى يوم الدين و بعد:

حضرات اس مختصر سے خطبہ کے بعد عرض ہے کہ آپ حضرات کو خبر ہوگی کہ چودھویں صدی ہجری میں ہندوستان پر مسلط ہوجانے والی نصرانی عیسائی برطانوی حکومت کے منصوبہ بند طریق پر قائم دہلی کالج کے تعلیم وتربیت وٹریننگ یافتہ کچھ نام نہاد مولویوں نے اپنی ولی نعمت برطانوی حکومت کے اشارہ پر ''دارالعلوم دیوبند'' کے نام سے ایک درسگاہ قائم کی، تاکہ یہاں سے ہندوستان و بیرون ہند میں امریکی و برطانوی سامراج کے آلہ کار کے طور پر کام آسکیں، اس درسگاہ کے تربیت وتعلیم وٹریننگ یافتہ لوگ اپنے کو اس کی طرف منسوب کرتے ہوئے ''دیوبندی'' کہنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے چودھویں صدی میں اس کے فارغین اور ان کے متوسلین کا ایک فرقہ تیار ہوگیا جو ''فرقہ دیوبندیہ'' کے نام سے موسوم ہوا۔ اپنی ولادت کے روز اوّل سے ہی یہ فرقہ مسلک اہل حدیث و ائمہ اہل حدیث کی شدید تندخو مخالفت کا علم بردار بن گیا اور اردو فارسی عربی زبانوں میں اپنی تخطیط کے مطابق اپنی تصنیف کردہ کتابوں کا اتنا بڑا انبار لگا دیا، جس کا مطالعہ بھی بڑا مشکل بن گیا، نیز اہل حدیث سربراہوں کی قائم کردہ ''جمعیت علماء کانفرنس'' پر اپنی عیاری کے ذریعہ قبضہ جمالیا، جس کی زمام کار دورِ حاضر میں فرقہ دیوبندیہ کے سربراہ مولانا اسعد بانگر مئوی عرف ٹانڈوی کے ہاتھ میں ہے، نیز انھوں نے خود ساختہ طور پر اپنے کو ''امیر الهند'' بھی قرار دے لیا۔ یہ حضرت آئے دن خدمت ملک و ملت و دین کے نام پر کانفرنسیں منعقد کرانے کا ڈھونگ رچائے رہتے ہیں اور انھیں بروئے کار لانے کے لیے اپنے دیوبندی چمچوں اور آلہ کاروں سے کافی زیادہ مدد لیتے رہتے ہیں، ان پر اور ان کے فرقہ پر یک بیک یہ خبط سوار ہوا کہ دیوبندیوں پر اہل حدیث اپنی تقریری وتحریری خدمات کی بدولت غالب و برتر ہوتے جارہے ہیں، پھر کیا تھا کئی سالوں تک مجلسیں رچا کر غور کرنے لگے کہ ان مصطلح غیر مقلدین (اہل حدیث) کے فتنے کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ آخر طے پایا کہ ''تحفظ سنت کانفرنس'' کے نام سے ایک کانفرنس رچا کر غیر مقلدین یعنی اہل حدیث کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے، اس موقع پر بڑے پیمانے پر مفت تقسیم کرنے کے لیے اکتیس کتابوں پر مشتمل دیوبندی کتابوں کا ایک پیکٹ تیار کیا گیا، جو اہل حدیث کے خلاف نہایت زہریلی وتیز وتند باتوں پر مشتمل اس زعم باطل کے تحت تیار کی گئیں کہ ان سے دیوبندیت اور دیوبندیہ کو اہل حدیث

پر غلبہ حاصل ہو جائے گا، مگر ہوا یہ کہ

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ !

اور دیوبندی علماء کے ہی ایک گروہ نے مرکزی جمعیۃ اہل حدیث کے سابق ناظم اعلیٰ مولانا عبدالوہاب خلجی سلمہ اللہ کی خدمت میں اس دیوبندی کانفرنس کو فتنوں اور فسادات کی آماجگاہ اور ملت کے لیے بہت ضرر رساں بتلایا، مگر نشہ تقلید پرستی وہ نہیں جسے ترشی اتار دے کے مصداق فرقہ دیوبندیہ نے بڑی تیاریوں کے ساتھ تحفظ سنت کانفرنس ۲،۳، مئی/ ۲۰۰۱ء میں کر ڈالی، ہم اپنے بہت سارے مشاغل کے باعث بہت دیر میں ان دیوبندی کتابوں پر واقف ہو سکے، ہم جماعت کے لوگوں کے مطالبہ پر ان کتابوں کا تحقیقی جائزہ لینے پر آمادہ ہوئے، انھیں دیوبندی کتابوں میں سے ''شریعت مطہرہ میں صحابہ کرام کا مقام اور غیر مقلدین کا موقف'' بھی ہے، اس وقت ہم اس دیوبندی کتاب کا جائزہ لے رہے ہیں اور متعدد دیوبندی کتابوں کے جائزے سے فارغ ہو چکے ہیں۔

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۲۵/ اپریل ۲۰۰۲ء

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام و مرتبہ نصوص کتاب وسنت و اجماع امت سے:

زیر نظر دیوبندی کتاب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب نصوص قرآنیہ اور معتبر وغیر معتبر روایات میں تفریق کے بغیر احادیث و آثار صحابہ وتابعین و دیگر اسلاف کے اقوال نقل کیے گئے اور جگہ جگہ اہل حدیث پر تمسخر زنی کی گئی۔ ہم اس بحث میں پڑے بغیر اس دیوبندی کتاب کے اصل مقصد پر نظر کریں گے۔ اپنے مصطلح غیر مقلدین یعنی اہل حدیث کی بابت مصنف یعنی دیوبندیہ نے عنوان قائم کیا:

صحابہ کرام اور غیر مقلدین کا موقف:

اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے جو کچھ کہا، اس کا حاصل یہ ہے کہ:

پوری امت مسلمہ جانتی ہے کہ پورا قرآن مجید سیرت نبویہ ہے اور صحابہ کرام اس کے ترجمان ہیں، ان پر اعتماد قرآن مجید و نبی پر اعتماد ہے، اگر ان پر اعتماد نہ کیا جائے تو دین کا سارا قلعہ مسمار ہو جائے، لہٰذا علمائے حق نے انھیں وہی مقام دیا جو کتاب وسنت نے دیا، اسی وجہ سے ان کی حجیت و مقتدائیت علماء امت نے تسلیم کی، لیکن امت میں کچھ لوگ اپنے کو تقلید سے آزاد کہنے والوں یعنی اہل حدیث نے صحابہ کے مقام بلند کو نہیں سمجھا اور عدم تقلید کا نعرہ لگا کر امت کو راہِ آزادی پر لگا دیا، بہت سے لوگ ان کے جھانسے میں آکر قلادۂ تقلید اتار کر راہ ہدایت سے بہت دور چلے گئے، اب ان کا جاہل عامی بھی کہتا ہے کہ میں حدیث نبوی کو مانوں گا، قول و فعل صحابی کو نہیں، غیر مقلدین کے پیشواؤں نے یہ عقیدہ پیش کیا کہ صحابی کا قول و عمل حجت نہیں، معمولی عقل سلیم والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ اقوال و افعال و آرائے صحابہ کو حجت نہ ماننے سے آدمی اپنے اسلام کو سلام کر بیٹھتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ بیس رکعت تراویح کو بدعت عمری قرار دیا، جمعہ کی پہلی اذان کو بدعت عثمانی کہا، حضرت ابن مسعود نے ترک رفع یدین کا معمول نبوی نقل کیا تو ان پر الزامات کی بوچھاڑ کردی، صحابہ کے اجتہادات، فتاوی و تفاسیر کو ناقابل اعتماد ٹھہرایا، بعض غیر مقلدوں نے بعض جلیل القدر صحابہ کرام کے خلاف بغض و نفرت کا وہ اظہار کیا کہ "**الأمان والحفیظ**"! (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۴، ۲۵)

اکاذیب پرست دیوبندیہ نے اپنے ان سارے اکاذیب سے فارغ ہو کر کہا: تفصیل ملاحظہ ہو:

غیر مقلدین کے یہاں صحابی کا قول و فعل حجت نہیں:

میاں نذیر حسین کی رائے:

غیر مقلدین کے خاتم المحدثین و شیخ الکل فی الکل میاں نذیر صاحب دہلوی لکھتے ہیں:

"اگر تسلیم کردہ شود کہ سند ایں فتوی صحیح است تاہم لذ و احتجاج صحیح نیست زیرا کہ قول صحابی حجت نیست۔" (فتاویٰ نذیریہ:۱/۳۴۰)

یعنی اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس فتویٰ کی سند صحیح ہے، تب بھی اس سے دلیل لانا درست نہیں، اس وجہ سے کہ صحابی کا قول حجت نہیں۔

میاں نذیر صاحب نے افعال صحابہ کی حجیت سے بھی انکار کیا، فرماتے ہیں: "أفعال الصحابة لا تنتهض للاحتجاج بها" (فتاویٰ نذیریہ:۱/۱۹۶) یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے افعال سے حجت شرعیہ قائم نہیں ہوسکتی۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۵، ۲۶)

اس طرح کی بات دیوبندیہ نے نواب صدیق حسن اور نواب نور الحسن سے بھی نقل کی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۶، ۲۷)

ہم کہتے ہیں کہ چودھویں صدی ہجری میں دیوبندیہ کے تولد پذیر ہونے سے پہلے علمائے احناف کا موقف بھی وہی تھا، جو اہل حدیث کا موقف ہے، چنانچہ جس سرزمین مشرق سے قرن الشیطان کا ظہور ہوا ہے، یعنی کہ سرزمین مشرق میں ہمارا ملک ہندوستان بھی شامل ہے، جہاں چودھویں صدی ہجری میں قرن الدیوبندیہ کا ظہور ہوا ہے، اسی سرزمین ہند کے دسویں صدی ہجری کے حنفی المسلک امام محمد طاہر گجراتی پٹنی مولود ۹۱۳ھ متوفی ۹۸۷ھ اپنی مشہور کتاب مجمع بحار الأنوار (۱/۳۴۰) میں لکھتے ہیں کہ:

"صحابہ کے اقوال و افعال حجت نہیں۔"

اسی معنی کی بات امام ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد نے بھی لکھی اور کہی ہے۔ (اللمحات کے مختلف مقامات دیکھیں) پھر یہ دیوبندیہ اپنے تقلیدی اماموں ہی جیسی بات کہنے پر اہل حدیث کے خلاف غوغا آرائی کیوں کرتے ہیں؟ نیز ہم کہتے ہیں کہ نصوص قرآن ہی میں اقوال و افعال صحابہ کو حجت نہ ماننے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ لَا تَرْفَعُوٓا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ (پارہ:۲۶، سورہ حجرات:۲)

یعنی اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔"

اس ارشاد قرآنی میں صحابہ کرام کو حکم دیا گیا کہ تم اپنی باتوں کو فرمان نبوی پر فوقیت نہ دو، اس کا لازمی مطلب ہے کہ کچھ صحابہ کرام آواز نبوی پر اپنی آواز بلند کر بیٹھتے تھے اور کچھ لوگ فرمان نبوی پر اپنی باتوں کو فوقیت دیتے تھے۔

اس ارشاد قرآنی سے ثابت ہوا کہ اقوال و افعال صحابہ حجت نہیں، ورنہ اس پر قرآنی نکیر نہ ہوتی، اس حکم قرآنی کے بعد یہ حکم ہے کہ:

﴿وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَ أَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾(پ:۲۶، سورہ حجرات:۲)

یعنی اے صحابہ تم نبی (ﷺ) کے سامنے ایک دوسرے کی طرح اپنی آوازیں بلند نہ کرو، ورنہ تمہارے سارے اعمال تمہاری بے شعوری کے تحت اکارت ہو جائیں گے۔''

اس حکم قرآنی میں آواز نبوی کے بالمقابل ایک دوسرے پر بالجہر بات کی طرح بات کرنے سے منع کیا گیا، جس کا لازمی مطلب ہے کہ بعض صحابہ ایسی بات کے مرتکب ہوتے تھے اور اس کا لازمی مطلب ہے کہ قرآن مجید نے اقوال و افعال صحابہ کو حجت بنانے کی سخت ممانعت کی ہے، حتیٰ کہ ان دونوں احکام قرآنی کی خلاف ورزی پر سارے اعمال خیر کے تلف و اکارت ہونے کی دھمکی دی گئی ہے۔ اس کے ایک ہی آیت کے بعد فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

(پ:۲۶، سورہ الحجرات:٤)

یعنی اے صحابہ! تم میں سے جو لوگ رسول ﷺ کو حجرات نبویہ کے پیچھے سے بلاتے ہیں، ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔''

اس آیت کریم میں بھی صحابہ کے قول و عمل کو حجت بنانے کی صریح ممانعت کی گئی ہے۔ پھر ارشاد قرآنی ہے کہ:

﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا أَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ وَ تُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾

یعنی اے صحابہ اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے، تو اس کی تحقیق و چھان بین کرو، کہیں تم فاسق کی بات مان کر نادانی کے سبب کسی قوم پر ایسی کارروائی کر بیٹھو جس کے کرنے پر تمھیں نادم ہونا پڑے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ فاسق تھے، جن کی بات پر بلا تحقیق کارروائی سے منع کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ایسی حرکت اتنی خطرناک ہے جس کے انجام پر تمھیں ندامت ہوگی۔ اس آیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ صحابی کا قول و عمل حجت نہیں۔

اس آیت کے بعد ہی یہ فرمان قرآنی ہے کہ

﴿وَاعْلَمُوْا أَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ﴾

(پ:۲٦، سورہ حجرات:۷)

یعنی اے صحابہ تم جان رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں، اگر وہ تمہاری بہت سی باتیں مان لیں، تو تم پریشانی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔''

اس آیت کریمہ میں بھی صحابہ کے اقوال و افعال کو حجت نہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

الغرض بہت سے نصوص قرآنی میں اقوال و افعال صحابہ کو حجت بنانے سے منع کیا گیا ہے، اس طرح بہت ساری احادیث نبویہ و آثار صحابہ و تابعین میں بھی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر سے پوچھا گیا کہ حج تمتع جائز ہے یا ناجائز؟ حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا جائز ہے، لوگوں نے کہا کہ آپ کے والد صاحب دوسرے خلیفہ راشد تو اسے ممنوع کہتے ہیں! ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ کا قول مانا جائے گا یا اس کے خلاف میرے باپ خلیفہ راشد عمر فاروق کا؟ لوگوں نے کہا کہ قول و فعل نبوی کے بالمقابل قول خلیفہ راشد عمر فاروق کو رد کر دیا جائے گا۔ (جامع ترمذي، مع تحفة الأحوذی)

گویا تمام صحابہ کا اجماع ہے کہ سنت نبوی کے خلاف صحابہ کا قول و عمل حجت نہیں ہے اور اس اجماع کا دیوبندیہ مخالف ہے۔

تبصرہ:

اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

''تمام غیر مقلدین قرآن و حدیث پر عمل کی آڑ میں قیاس شرعی کا انکار کر ہی رہے تھے، اجماع امت کے بھی وہ منکر ہیں، صحابہ کرام کے فتاویٰ اور ان کے موقوفات و اقوال کو بے وقعت ٹھہراتے ہیں اور اس بارے میں خلفائے راشدین تک کے قول کو مستثنیٰ نہیں کرتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایمان و عمل دونوں میں حق کی کسوٹی معیار و حجت قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَ إِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ﴾ یعنی اگر یہود و نصاریٰ اسی طرح ایمان لے آئیں، جس طرح تم ایمان لائے ہو، تب تو وہ ہدایت پالیں گے، ورنہ وہ لوگ برسر مخالفت ہیں ہی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۷)

ہم کہتے ہیں کہ خلفائے راشدین میں سے حضرت عمر فاروق نے فرمایا:

''اہل رائے اعدائے سنن ہیں، یہ احادیث نبویہ کے حفظ و ضبط و روایت کی صلاحیت سے محروم ہیں، اس کے باوجود فتویٰ دیتے اور خود گمراہ ہیں ہی دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں یہ اثر فاروقی بہت سی اسانید صحیحہ سے مروی ہے۔ (اللمحات مختلف مقامات)

اس فرمان فاروقی سے کسی صحابی کا اختلاف منقول نہیں، یعنی کہ اس پر اجماع صحابہ ہے، مگر تمام صحابہ کے فرامین کے خلاف دیوبندیہ کہتے ہیں کہ ''هل الدين إلا الرأي الحسن'' یعنی دین صرف مجموعہ رائے حسن ہے، اس کی تفصیل ہماری زیر نظر کتاب میں بھی مذکور ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دیوبندیہ اور جن عناصر سے یہ پیدا

ہوئے، وہ باجماع صحابہ گمراہ و گمراہ گر تو ہیں ہی تمام صحابہ کے مخالف بھی ہیں اور ان کا ایمان ایمانِ صحابہ کے بالکل برعکس ہے، ان کا ایمان جہمیہ، و مرجیہ کا سا ہے جو ایمان صحابہ کے بالکل مختلف ہے۔ ہم زیادہ تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتے۔ صرف اتنی بات ہی سے دعاوی دیوبندیہ کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔

دیوبندیہ نے یہ بھی کہا کہ

''ان دونوں آیات سے واضح ہے کہ صحابہ کرام عقائد و اعمال میں معیارِ حق ہیں اور دین میں ان کا قول و فعل حجت ہے، نیز بارگاہ نبوت سے بھی انھیں معیارِ حق ٹھہرایا گیا ہے۔ جیسا کہ "**أصحابي کالنجوم**" الخ اور روایت "**ما أنا علیه و أصحابي**" سے واضح ہے۔'' (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۸)

بعنوان ''تنبیہ'' دیوبندیہ نے کہا:

''کسی کے حجت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کتاب اللہ پر مقدم یا اس کے برابر ہے، ورنہ حدیث نبوی بھی کتاب اللہ پر مقدم یا اس کے برابر ہو جائے گی❶ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اپنے اپنے درجہ کے مطابق حجت ہے، جو درجہ کتاب اللہ کی نص قطعی کا ہے، وہ مرفوع خبر واحد کا نہیں اور جو درجہ خبر مرفوع کا ہے، وہ خبر موقوف کا نہیں، لہٰذا پہلا درجہ کتاب اللہ کا دوسرا حدیث مرفوع، تیسرا حدیث موقوف اور اقوال صحابہ و اجماع امت کا ہے، اور چوتھا قیاس شرعی کا، یہ چاروں دلائل شرعیہ جمہور امت کو مسلم ہیں، غیر مقلدین صرف کتاب اللہ و سنت کو مستدل مانتے ہیں، اس لیے وہ اہل سنت کہلا سکتے ہیں اہل سنت و جماعت نہیں۔'' (ماحصل از زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۸)

ہم کہتے ہیں کہ ہمارا مطالبہ دیوبندیہ سے اور جن عناصر سے دیوبندیہ پیدا ہوئے ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے کہ کوئی ایک دلیل شرعی بھی اقوال و افعال صحابہ کے حجت ہونے پر دیں، مگر وہ آج تک عاجز و خائب و خاسر رہے اور تاقیامت ایسے ہی رہیں گے، کس نص یا قول و فعل صحابی و اجماع امت میں ہے کہ اقوال و افعال صحابہ کو حجت بناؤ؟

غیر مقلدین اہل سنت و جماعت سے خارج:

زیرِ نظر کتاب میں دیوبندیہ نے کہا:

''چونکہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہلانے والے غیر مقلدین اجماع امت و اجماع صحابہ کو حجت نہیں مانتے، اس لیے وہ صرف اہل سنت ہیں اور جو اجماع کو حجت مانتے ہیں، وہ یعنی جمہور وہ اہل سنت و جماعت ہیں۔ ارشاد نبوی ہے کہ "**اتبعوا السواد الأعظم**" کہ امت کے سوادِ اعظم جمہور کی اتباع

❶ دیوبندیہ کی یہ بات احادیث و سنن نبویہ کی تشریعی حیثیت سے ناواقفیت و جہالت پر مبنی ہے، کیونکہ تشریعی اعتبار سے قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں کوئی فرق نہیں، کوئی شرعی حکم اگر حدیث نبوی میں موجود ہو، تو وہ بھی اسی طرح واجب القبول والعمل ہوتا ہے، جس طرح قرآن مجید میں مذکور کوئی حکم واجب التسلیم ہوتا ہے، یعنی دونوں کی تشریعی حیثیت برابر ہے۔ (ناشر)

کرو اور ایک روایت میں "ما أنا علیه وأصحابي" فرمایا، یعنی میں اور میرے صحابہ جس طریق پر ہیں، وہی فرقہ ناجیہ ہے اور طریق نبوی سنت کہلاتا ہے اور مجموعہ صحابہ کا نام جماعت ہے، لہٰذا دونوں طریق پر چلنے والے اہل سنت و جماعت ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فإن أهل السنة تتضمن النّص والجماعة تتضمن الإجماع فأهل السنة والجماعة هم المتبعون للنّص والإجماع"

"یعنی اہل سنت کا لفظ نص کو متضمن ہے اور جماعت کا لفظ اجماع کو شامل ہے لہٰذا اہل سنت و جماعت وہ ہیں جو نص و اجماع کے متبع ہیں۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۲۹، بحوالہ منهاج السنّة للحافظ ابن تیمیہ:۳/۲۷۲)

ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیث پر اجماع حجت نہ ماننے کا دیوبندی الزام خالص افتراء ہے، کسی ایک مسئلہ میں اہل حدیث کا اجماع نہ ماننا دیوبندیہ بدلیل معتبر صحیح ثابت کر دیں تو ہم سمجھیں کہ دیوبندیہ اتفاقی طور پر کوئی کوئی بات سچ بھی بول دیتے ہیں، کیونکہ دیوبندیہ کا اکاذیب پرست ہونا ثابت ہے، اس کلیہ سے دو چار باتوں کا استثناء بدلیل حکم الأکثر حکم الکل سے کالعدم ہے۔

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے بیان میں اہل حدیث کو اہل سنت مان لیا ہے، صرف اہل جماعت نہیں مانا ہے، لیکن دیوبندیہ تو اہل سنت سے بھی خارج ہیں اور اہل جماعت سے بھی! کیونکہ وہ جہمی، مرجی، رائے پرست و بقول ابی حنیفہ مجموعہ اکاذیب والے مذہب کے پیرو ہیں، جو اہل سنت و جماعت کا مذہب نہیں۔ اہل الجماعت سے اہل حدیث کے خارج ہونے پر دیوبندیہ معتبر دلیل پیش کریں اور ہم جانتے ہیں کہ تا قیامت دیوبندیہ ایسا کرنے کی صلاحیت و استطاعت سے محروم ہیں، انھیں تو خلیفہ راشد حضرت عمر نے ضال و مضل (گمراہ و گمراہ گر) اور نصوص سنت سے جاہل مطلق قرار دیا ہے اور اس فرمان فاروقی پر تمام صحابہ کا اجماع ہے، اس اجماع صحابہ کا فرقہ دیوبندیہ مخالف ہے اور نوے فیصد مسائل میں یہ فرقہ اجماع صحابہ کا مخالف ہے، اگر کسی اجماع صحابہ سے دیوبندیہ متفق نظر آتے ہیں، تو یہ محض اتفاقی حادثہ ہے۔

اہل سنت و جماعت کی تعریف:

مذکورہ بالا عنوان کے تحت دیوبندیہ نے لکھا:

"مذکورہ وضاحت سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اہلسنت و جماعت وہ ہیں جو کتاب و سنت کے ساتھ اجماع امت کو مانتے ہوں، غیر مقلدین اجماع کو نہیں مانتے، ان کے ایک شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق نے مسلک اہل حدیث پر ایک کتاب لکھی ہے، اس میں مسلک اہل حدیث کا عنوان دے کر لکھتے ہیں:

اہل حدیث جماعت کا مسلک کتاب و سنت ہے، آگے لکھتے ہیں: کیونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد ہر شخص کے اقوال میں خطاء و صواب کا احتمال ہے۔(مسلک اہل حدیث اور اس کے امتیازی مسائل،ص:۱۱) غیر مقلدین صحابہ کرام کے اقوال و افعال کو تو کیا مانتے، ان میں نقائص اور کیڑے نکالتے ہیں۔'(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفہ:۲۹،۳۰)

ہم کہتے ہیں کہ اس دیوبندی عبارت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اہل حدیث اجماع صحابہ کو حجت نہیں مانتے پھر اس عبارت کی بنیاد پر اہل حدیث پر اس افتراء پردازی کا کیا جواز ہے کہ وہ اجماع امت کو حجت نہیں مانتے اور یہ افتراء پردازی دیوبندیہ نے اہل حدیث پر کیسی کر ڈالی کہ یہ لوگ اقول و افعال صحابہ میں نقائص و کیڑے نکالتے ہیں،تمام تر دیوبندیہ کا شیوہ و شعار ہے کہ صحابہ کرام کے شدید مخالف ہیں، ان کی باتیں نہیں مانتے انھیں غیر ثقہ کہتے ہیں۔

تنقیصِ صحابہ کرام اور غیر مقلدین:

اس عنوان کے تحت بدعنوان دیوبندیہ نے ایک ذیلی عنوان ''فضیلت شیخین غیر مقلدین کو تسلیم نہیں'' کے تحت لکھا:

''غیر مقلدین نے صحابہ کرام کی تنقیص بلکہ توہین بھی کی۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں:

''سب جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کی زندگی اور دورِ صحابہ میں حضرات شیخین کو بترتیب خلافت ساری امت میں سب سے افضل شمار کیا جاتا ہے اور اس دور سے یہ اجماع امت چلا آرہا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں، مگر غیر مقلدین کے ایک مشہور بڑے عالم نواب وحید الزماں کو شیخین کی شخصیت کی افضلیت تسلیم نہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

" لا يقال إن تفضيل الشيخين مجمع عليه حيث جعلوه من أمارات أهل السنة لأنا نقول دعوى الإجماع غير مسلم" (هدية المهدي: ١/ ٩٦)

یعنی یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ شیخین کی تفضیل ایک اجماعی مسئلہ ہے، کیونکہ علماء نے اس کو اہل سنت و جماعت ہونے کی نشانیوں میں ایک نشانی قرار دیا ہے،اس لیے کہ ہمیں اجماع کا دعویٰ ہی تسلیم نہیں۔

ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں کہ:

اس مسئلہ میں قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ دونوں میں افضل کون ہیں؟ لیکن شیخین کو اکثر اہل سنت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل کہتے ہیں اور مجھ کو اس پر بھی کوئی قطعی دلیل نہیں ملتی، نہ یہ مسئلہ کچھ اصول وارکان دین میں سے ہے، زبردستی اس کو متکلمین نے عقائد میں داخل کر دیا ہے۔(حیات وحید الزماں،ص:۱۰۳)

نواب صاحب کی اس تحریر سے لگتا ہے کہ عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے درمیان افضلیت میں علماء کا کوئی بڑا اختلاف ہے جو قدیم سے چلا آ رہا ہے، ایسا ہرگز نہیں جمہور اہل سنت و جماعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر افضلیت کے قائل ہیں، جیسا کہ آگے حدیث سے معلوم ہوگا، حضرت علی کی افضلیت کے قائل بہت کم لوگ ہیں اھ ان کا قول شاذ کے درجہ میں ہو کر نا قابل التفات ہے اور شیخین رضی اللہ عنہما کو اکثر اہل سنت و جماعت نہیں بلکہ تمام اہل سنت و جماعت حضرت علی سے افضل گردانتے ہیں، اسی پر اجماع ہے، جیسا کہ اوپر معلوم ہوا، اسی لیے متکلمین نے اس نظریہ کو عقائد میں شامل کیا اور اہل سنت و جماعت میں سے ہونے کی نشانی قرار دیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: تعارف علماء اہل حدیث از ص: ۱۴۷)

ہم کہتے ہیں کہ یہ باتیں ہذیانیات ولغویات دیوبندیہ سے ہیں، هدية المهدي کی عبارت کے کسی لفظ سے بھی اشارۃً و کنایۃً تنقیص صحابہ کا ثبوت نہیں ملتا، نہ یہ ملتا ہے کہ صحابہ میں اہل حدیث کیڑے نکالتے ہیں، هدية المهدي میں صرف یہ مذکور ہے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ عند اللہ صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین بالخصوص خلیفہ راشد اوّل و دوم میں کون افضل ہے، ہر ایک کے بہت سارے فضائل و مناقب نصوص سے ثابت ہیں، مگر کسی نص میں اس کی تعیین نہیں کہ کون سے خلیفہ راشد یا غیر خلیفہ راشد یا عام صحابہ میں سے کون سا صحابی عند اللہ افضل ہے؟ اور جہاں تک عند الناس کی بات ہے، تو مختلف لوگوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق جسے افضل سمجھا اسے افضل کہا اور کسی کے افضل ہونے پر اجماع صحابہ غیر مسلم ہے۔ اس سلفی عبارت میں کسی بھی صحابی کی کسی معمولی ترین تنقیص کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا، ورنہ دیوبندیہ مدلل طور پر اپنے اس دعویٰ کو ثابت کریں اور کسی صحابی کی فضیلت میں تعیین پر کوئی نص قرآنی یا نص نبوی یا اجماع امت پیش کریں، مگر دیوبندیہ اسے تا قیامت نہ پیش کر سکیں گے۔

بقول نواب وحید الزماں خطبہ میں خلفائے راشدین کا تذکرہ بدعت ہے:

اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے وہ بات کہی جو اس عنوان سے ظاہر ہے اور اس کا ردّ ہم پانچ سال پہلے شائع ہونے والی کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں کر چکے ہیں اور دیوبندیہ تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر مفت تقسیم کیے جانے والے پیکٹ مشتمل بر انتیس کتب میں بھی بعض کے ردّ میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور یہ بھی چیلنج دے چکے ہیں کہ تا قیامت دیوبندیہ ہمارے دلائل کا رد دائرہ شرافت میں رہتے ہوئے ہرگز نہ دے سکیں گے۔ اگر واقعی دیوبندیہ میں دم ہے تو دلائل شرعیہ سے ہماری بات کا رد کریں، خیر القرون کے بعد والے کسی مجدد یا غیر مجدد کے خیالات وتوہمات ہرگز دلیل شرعی نہیں، نہ کسی حنفی اصول فقہ کی کتاب میں یہ لکھا ہے، زیر نظر دیوبندی کتاب پر سلفی نظریہ ''صحابہ کرام کے بارے میں اہل حدیث کا صحیح نقطہ نظر'' نامی کتاب میں بھی بیان کیا گیا ہے، اسے ملاحظہ فرمائیں۔

بہت سے غیر صحابی صحابہ کرام سے افضل ہیں:

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے وہی باتیں کہی ہیں، جو دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے پیکٹ میں اسی طرح کے عنوان سے لکھی گئی غازی پوری دیوبندی کتاب میں تحریر ہے اور ہم اس کا تفصیلی مدلل جواب غازی پوری والی کتاب کے ردّ میں لکھ آئے ہیں۔ دیوبندیہ میں غیرت ہو تو اسے مدلل طور پر رد کریں، ورنہ خاموش کہ

ایں شور و فغاں چیزے نیست !

صحابہ کرام کی طرف فسق کی نسبت:

اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے جو بدعنوانیاں کی ہیں، ان کا ردّ بھی ہم محولہ غازی پوری کتاب کے جواب میں کر چکے ہیں۔

حضرت عائشہ کی طرف ارتداد کی نسبت:

دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت یہ بدعنوانی کی کہ:

”قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی تلمیذ و خلیفہ حضرت شاہ اسحاق صاحب لکھتے ہیں کہ مولوی عبدالحق نے ہزار ہا آدمی کو عمل بالحدیث کے پردے میں قید مذہب سے نکالا...... اور مولوی صاحب نے ہمارے سامنے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑ کر مرتد ہوئی، اگر بے توبہ مری تو کافر مری (العیاذ باللہ) اور صحابہ کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں، ہم کو سب کی حدیثیں یاد ہیں، صحابہ سے ہمارا علم بڑا ہے، صحابہ کو علم کم تھا (کشف الحجاب، ص: ۲۱)

اس طرح کی تنقیص کرنے والے کے لیے محدث جلیل حضرت ابو زرعہ رازی کا فرمان پیش کر دینا کافی ہے کہ جس کو کسی صحابی کی تنقیص کرتے دیکھو تو اسے زندیق سمجھو۔“ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۳۷، ۳۸)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ اپنے اس بیان میں سچے ہیں تو جس کتاب **کشف الحجاب** سے یہ بات نقل کی ہے، اس کتاب اور اس کے مصنف کا ثقہ و معتبر ہونا اور جس سند سے عبدالرحمٰن پانی پتی نے یہ بات لکھی ہے، اس کا بھی معتبر ہونا ثابت کریں۔ دیوبندیہ کا اکاذیب پرست ہونا محقق ہے، اس لیے ان کی نقل کردہ بات کا محقق ہونا مطلوب ہے۔ امام عبدالحق بنارسی کا پختہ کار اہل حدیث عالم ہونا معلوم ہے، ان سے اس بات کا صدور بعید از قیاس ہے اور ایسی مستبعد بات کے اثبات کے لیے قائل کا ثقہ ہونا اور قائل تک پہنچنے والی سند کا معتبر ہونا نیز اس کتاب کا بھی معتبر ہونا لازم ہے اور ان باتوں کو مطلوبہ شرائط کے ساتھ ثابت کرنا اکاذیب پرست دیوبندیہ کے بس کی بات نہیں ہم ببانگ دہل کہتے ہیں کہ امام اہل حدیث علامہ عبدالحق سے اس بات کا صدور معتبر ذرائع سے دیوبندی تا قیامت نہیں

ثابت کر سکتے۔ ام المومنین عائشہ سے مستبعد ہے کہ ارتداد جیسی ملعون چیز کی مرتکب ہوں، وہ تو جنگ جمل میں حضرت علی مرتضیٰ خلیفہ راشد کے خلاف لڑنے والی فوج کی قیادت پر بے حد نادم تھیں، کہا کرتی تھیں کہ کاش میں گھاس پھوس و تنکا ہوتی، جسے کوئی جانور کھا لیتا، اس کی تفصیل **تحفة اثنا عشریه** للشاہ عبد العزیز بن الشاہ ولی اللہ دھلوی میں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی سخت توہین:

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

''حضرت علی جو خلفائے راشدین میں سے ہیں، دامادِ رسول ہیں، جن کی فضیلت کی شہادت خود صاحب شریعت نے دی، مگر فرقہ غیر مقلدین کے بے نظیر عالم اور مایہ ناز محقق حکیم فیض عالم صاحب کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں اہل بیت نبوی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خصوصی پرخاش ہے، ان کا ارشاد ہے:

''جہالت، ضد، ہٹ دھرمی، نسلی عصبیت کا کوئی علاج نہیں، اپنے خود ساختہ نظریات سے چمٹے رہنے یا مزعومہ تخیلات کو سینے سے لگائے رکھنے کا دفعیہ ناممکن ہے، مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نام نہاد خلافت کے متعلق قرآنی آیات، حضور صادق و مصدوق کے ارشادات کی روشنی میں حقائق گزشتہ صفحات میں بیان کیے گئے ہیں، ان کی موجودگی میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خود ساختہ حکمرانہ عبوری دور کو خلافت راشدہ میں شمار کرنا صریحاً دینی بد دیانتی ہے، مگر اغیار نے جس چابک دستی سے آنجناب کی نام نہاد خلافت کو خلافت حقہ ثابت کرنے کے لیے دنیائے سبائیت سے درآمد کردہ مواد سے جو کچھ تاریخ کے صفحات میں قلم بند کیا ہے، اس کا حقیقت سے قطعاً کوئی تعلق یا واسطہ نہیں۔'' کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

''اسی طرح اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی مسلمان منتخب کر کے خلیفہ بناتے، تو ان کی ذات کی وجہ سے خلافت کو ضرور وقار ملتا مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کے ذریعہ اپنی شخصیت اور ذات کو قد آور بنانا چاہا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی سیلاب آسا فتوحات ہی ٹھپ ہو کر رہ گئیں، بلکہ کم و بیش ایک لاکھ فرزندان توحید خاک و خون میں تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے۔ (خلافت راشدہ، ص:۵۵،۵۶)

نیز آپ کی خلافتِ راشدہ اور خلافت حق ماننے والے حضرات کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ:

''اب ان تصریحات کی موجودگی میں بھی کوئی رفض سے مرعوب یا متاثر مولوی سبائیت کے خرمن سے برآمد کردہ نظریہ سے رجوع نہیں کرتا، تو ہم اسے تقیہ کا مولوی بھی نہ کہہ سکیں تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ وہ سیدنا علی کی نام نہاد خلافت کی طرح صرف نام نہاد مولوی ہے......إلی آخر ما قال (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۳۸، ۴۰ بحوالہ خلافت راشدہ، ص:۷۸)

ہم کہتے ہیں کہ جس کتاب ''خلافت راشدہ'' از حکیم فیض عالم صدیقی کا حوالہ ہے، وہ اہل حدیث کتاب نہیں

ہے، اس کا کوئی ذکر'' جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات'' میں نہیں ہے، بلکہ اس پر اپنے وقت کے امام و قائد اہل حدیث مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ردّ لکھا ہے، جیسا کہ خود زیر نظر دیوبندی کتاب کے ص:۴۱ پر دیوبندیہ نے بھی اعتراف کیا ہے۔ کسی غیر اہل حدیث کی کسی کتاب کو اہل حدیث کے خلاف پیش کرنا بھی اکاذیب دیوبندیہ میں سے ہے۔ہم نہ حکیم فیض عالم سے واقف ہیں نہ ان کی بدعنوانیوں پر مشتمل کتابوں سے، البتہ صرف یہ جانتے ہیں کہ وہ اہل حدیث نہیں تھے، مگر حکیم فیض عالم سے متعلق دیوبندیہ نے ص:۳۸، سے لے کر ص:۴۹، تک سیاہ کیے، حکیم موصوف دیوبندیہ ہی کے چٹے بٹے ہوں گے، جنھوں نے اہل حدیث کو گمراہ بنانے کے لیے اہل حدیث کا لبادہ چڑھا لیا ہوگا۔

اتباع صحابی اور ائمہ مجتہدین:

عنوان مذکور کے تحت زیر نظر دیوبندی کتاب میں کہا:

'' ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کی انفرادی رائیں اور شخصی فتاویٰ کی تقلید بھی واجب ہے، جیسا کہ اصول کی کتابوں میں موجود ہے ۔ ابو سعید بردعی اور ابو الحسن نے یہ بات کہی، تاہم ذرا سے اختلاف کے ساتھ کہی ہے۔(ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۴۹، ۵۰)

ہم کہتے ہیں کہ اس دیوبندی اصول سے دیوبندیہ کو خوب کھیل کھیلنے کا موقع فراہم ہوگیا ہے، بعض صحابہ نکاح متعہ کے قائل تھے، بعض پانی پر قادر نہ ہونے والے کو پانی قادر ہونے تک نماز پڑھنے کی چھٹی دیے ہوئے تھے اوراس طرح کی بہت ساری باتیں ہیں دیوبندیہ کے لیے تو مزہ ہی مزہ ہے، خنزیر ان (دیوبندیہ) کے یہاں پاک ہے، کتا بھی بسم اللہ کر کے ذبح کردینے سے بلکہ کتے کے علاوہ غیر ماکول اللحم کتنے ہی جانوروں کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کردینے سے وہ پاک ہو جاتے ہیں، پھر تو دیوبندیہ شریعت کی کسی بھی قید و بند سے آزاد و مطلق العنان بننے کا راستہ ہموار کیے ہوئے ہیں، یہ ابو سعید بردعی، ابوالحسن کرخی و شیخ عبد الحق دہلوی کون ہیں ذرا دیوبندیہ ان کا تعارف کرائیں۔ یہ تینوں جامد تقلید پرست تھے اور تضاد بیانی کے بہت شائق تھے، اپنے کو حنفی کہتے، اسی لیے امام ابوحنیفہ نے جس طرح جہمی ، مرجی مذہب اختیار کر کے اپنے کو قید و بند شریعت سے آزاد کرالیا تھا، اس طرح تقلید ابی حنیفہ میں انھوں نے اور دیوبندیہ نے بھی کر رکھا ہے۔ حسامی اور نامی کے مصنفین ہی کے راستہ پر چل کر دیوبندیہ شریعت و مذہب محمدی سے بھٹک کر بے راہ رو بن گئے ہیں، ان کا تعارف ہم کسی موقع پر کرانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ کی رائے:

زیر نظر دیوبندی کتاب میں عنوان مذکور کے تحت کہا:

''علامہ ابن تیمیہ نے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا کہ حضرات صحابہ علم و عقل و فضل میں ہم سے فائق ہیں، ہماری رائے کے بالمقابل ان کی رائے زیادہ بہتر ہے، نیز علامہ ابن تیمیہ منہاج میں فرماتے

ہیں کہ حضرات صحابہ کا جس بات پر اتفاق ہو جائے، وہ باطل نہیں ہوسکتی۔ کتاب و سنت و اجماع و قیاس کی دلالت کی بناء پر حضرات صحابہ امت میں سب سے اکمل ہیں، اسی لیے پوری امت صحابہ کی فضیلت پر متفق ہے، اس سے اختلاف کرنے والے روافض درحقیقت جاہل ہیں۔ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۵۱، بحوالہ فتاوی ابن تیمیہ: ٤/١٥٨، و منهاج السنة: ٣/٦٦ و ١٦٧)

ہم اہل حدیث بھی اسی موقف ابن تیمیہ پر عامل ہیں، پھر دیوبندیہ نے یہ باتیں ہمارے خلاف محض اپنی الٹی کھوپڑی کے سبب لکھی ہیں، آخر کیوں؟

حجیت صحابہ کے سلسلے میں غیر مقلدین کا تذبذب:

دیوبندیہ نے خبط الحواسی میں عنوان مذکور کے تحت لکھا:

''غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب ایک طرف فرماتے ہیں کہ صحابی کا قول حجت نہیں، دوسری طرف ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین کی زندگی کا نمونہ تھے۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، صف:۵۲)

ہم کہتے ہیں کہ واقعی دیوبندیہ خبط الحواسی میں مبتلا ہیں کہ قول صحابی کے حجت ہونے اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کا نمونہ ہونے میں زمین آسمان کے فرق میں تمیز نہیں رکھتے، ان سب کو بریلی اور رانچی اور دوسرے پاگل خانوں میں محبوس کرکے ان کے الٹے دماغ کا علاج کرانا چاہیے۔ اس الٹی کھوپڑی والی بکواس کا سلسلہ تا ختم کتاب، یعنی، ص:۴۶ تک چلا گیا ہے، جس میں دیوبندی جہالت مرکبہ کے گھناؤنے کرتب دکھائے گئے ہیں، دیوبندیہ کی ان ہفوات کا مدلل جواب ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' ''واللمحات'' و ''ضمیر کا بحران'' وغیرہ میں بخوبی دے دیا گیا ہے اور جن کتب اہل حدیث کے حوالے سے دیوبندیہ نے نقول ذکر کیے ہیں خود ان میں ہی دیوبندی جہل مرکب کا جواب ہے، مگر

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

ناظرین کرام اس دیوبندی کتاب سے پہلے والی غازی پوری کی کتاب پر بھی ہمارا ردّ دیکھ لیں۔ فقط

الحمد للّٰه الذی تتم به الصالحات، وآخر دعوانا أن الحمد للّٰه رب العالمين

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۲۵/اپریل ۲۰۰۲ء

تحفظ سنت کانفرنس دہلی

۳،۲/مئی/۲۰۰۱ء کے موقع پر تقسیم شدہ کتابوں میں ایک زہریلی کتاب

شریعت مطہرہ میں صحابہ کرام کا مقام

اور غیر مقلدین کا موقف

از

حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی استاذ دارالعلوم دیوبند"

پر ہمارا

تحقیقی وتنقیدی جائزہ وتبصرہ

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۲۲/مئی ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلي على رسوله الكريم، و على آله، و أهل بيته، و أتباعه أجمعين، أما بعد:

۲،۳/ مئی/ ۲۰۰۱ء میں فرقہ دیوبندیہ کا سلسلہ تحفظ سنت کانفرنس جاری ہوا، پہلا اجلاس دیوبندیہ ۲،۳، مئی/۲۰۰۱ء میں ہندوستانی راجدھانی دہلی میں منعقد ہوا، اس موقع پر اس فرقہ دیوبندیہ نے حدیث و اہل حدیث اور سنت و اہل سنت کے خلاف اپنے رائے پرست ہونے کے باعث جتنی کچھ دیوبندی کاروائیاں کیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لگ بھگ تیس کتابوں پر مشتمل دیوبندی پیکٹ دیوبندی مولویوں میں خصوصاً اور دیوبندی عوام وخواص میں عموماً اس مقصد کے تحت مفت تقسیم کرائے، تاکہ دیوبندی لوگ امام ابوحنیفہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اہل حدیث کے خلاف جدال و مناظرہ، شورش و فتنہ انگیزی اور شرور وفتن گرم رکھ سکیں، فرقہ دیوبندیہ اگرچہ چودھویں صدی ہجری میں تولد پذیر ہوا، مگر جن عناصر سے یہ تولد پذیر ہوا، ان کی بنیاد مخالفت سنت پر تھی اور یہی کام فرقہ دیوبندیہ اپنی پیدائش سے لے کر آج تک جاری رکھے ہوئے ہے، اور امید ہے کہ تا قیامت یہی کرتا رہے گا، یہ فرقہ دراصل اہل الرائے ہے اور فرقہ اہل الرائے بقول عمر فاروق و باجماع صحابہ اعدائے سنن ہے، یہ فرقہ دراصل منکرین سنت ہے، پھر بھی آئے دن نئے نئے چولے بدل کر لوگوں کے سامنے آتا اور اپنے گرگٹ والے بدلتے ہوئے رنگ دکھاتا ہے۔

تعجب ہے کہ اب وہ برعکس "نام نہند زنگی را کافور" تحفظ سنت کا ظاہری بہروپیوں والا رنگ بدل کر لوگوں کے سامنے آیا ہے، حامیان سنت کے تحفظ سنت و اشاعت و ترویج سنت والے کارناموں سے پوری دنیا کے دیوبندی لرزہ براندام ہونے لگے تھے کہ اس سازش پرست فرقہ نے نہایت منصوبہ بندی کر کے تحفظ سنت کانفرنس کا سلسلہ جاری کرنے کا پروگرام اس لیے بنایا کہ قصر دیوبندیت کی لرزش پر کسی قدر قابو پایا جاسکے، معلوم نہیں کتنے سالوں سے اس نے ہزاروں دیوبندیوں کی معاونت سے سلسلہ تحفظ سنت کانفرنس چلانے کی تیاری کی، اہل حدیثوں کے خلاف اس نے بہت ساری زہریلی کتابیں تیار کیں اور انھیں ایک پیکٹ میں بند کر کے مفت تقسیم کرایا، جس زمانہ میں اس فرقہ کی اس تحفظ سنت کانفرنس کا آغاز ہوا اور اس کی یہ زہریلی کتابیں لوگوں کے سامنے آئیں، میں طرح طرح کے مسائل میں الجھا تھا، بایں ہمہ بعض کتابوں کی تکمیل میں مصروف تھا، ہر چہار جانب سے سلفی حضرات کے مطالبے ہونے لگے کہ ان دیوبندی کتابوں کی خبر لی جائے مگر میں بیمار بھی تھا اور اب بھی ہوں، میرے پاس ان دیوبندی کتابوں کی خبر لینے کے لیے مراجع بھی نہیں تھے۔

سلفی حضرات تو اس طرح کے مطالبات بندۂ خاکسار سے کرتے رہتے ہیں، مگر میری بدحالی، پریشانی اور مطلوبہ کتب والی ضرورت پر ذرہ برابر دھیان نہیں دیتے، خود بڑے عیش و عشرت کی زندگی گزارتے اور بینک بیلنس کے چکر میں رہتے ہیں، میری حالت پر وہ کیسے توجہ دیں؟ میں نے کئی حضرات سے مطالبہ کیا کہ کچھ کتابیں اس سلسلے میں عنایت فرمائیں، مگر کسی نے ایک بھی کتاب نہیں دی، اور جامعہ سلفیہ بنارس کے کتب خانہ تک زینے پار کر کے اپنی بیماری کے سبب جا نہیں سکتا، اور مکتبہ جامعہ سلفیہ بنارس مجھے اپنے کمرہ میں کوئی بھی کتاب لانے کا روادار نہیں ہو سکتا بہرحال میں اپنی فطری سلفی غیرت کے سبب بے سروسامانی کے باوجود اپنے بہت معمولی کتب خانے کے سہارے بہت تاخیر سے ان دیوبندی کتابوں پر محققانہ تبصرہ لکھنے کے لیے اپنے کو تیار کر سکا، کیونکہ نصوص و اجماع کے خلاف دیوبندیہ کی اس طرح والی سرگرمی برداشت نہیں کر سکتا۔

ان دیوبندی کتابوں میں سے ایک کتاب کا نام ''شریعت مطہرہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اور غیر مقلدین کا موقف'' ہے، جسے ''حضرت مولانا عبد الخالق سنبھلی استاذ دارالعلوم دیوبند'' کے نام سے شائع کرایا گیا ہے، فی الوقت ہم اسی پر بحث و نظر کریں گے، اس فرقے نے اپنی کتاب کے سرورق پر حدیث نبوی ''يدالله على الجماعة'' لکھ کر ظاہر کرنا چاہا ہے کہ وہ اہل سنت و جماعت ہے، جب کہ وہ درحقیقت اہل رائے و قیاس پرست و تقلید پرست اور مخالف اہل سنت و جماعت و منکر سنت و منحرف نصوص ہے، ہم ہر حال میں حقیقت امر واضح کرنے کی پوری کوشش کریں گے، إن شاء اللہ!

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۲۲/مئی/۲۰۰۱ء

زیر نظر دیوبندی کتاب کی فہرست وخطبہ پر نظر:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب کے دوسرے صفحہ پر ۴۱ عناوین والی فہرست مضامین پیش کی ہے، جس کا اٹھارہواں عنوان ہے: ''غیر مقلدین (یعنی اہل حدیث) اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں''، بیسواں عنوان ہے: ''تنقیص صحابہ کرام اور غیر مقلدین'' مطلب یہ کہ اہل حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص کرتے ہیں، اکیسواں عنوان: ''فضیلت شیخین یعنی پہلے اور دوسرے خلفائے راشدین غیر مقلدین کو تسلیم نہیں''، بائیسواں عنوان: '' خطبہ میں خلفائے راشدین کا تذکرہ بدعت ہے''، تیسواں عنوان: '' بہت سے غیر صحابی صحابہ کرام سے افضل ہیں۔'' غیر مقلدین اہل حدیث کے مذہب میں چوبیسواں عنوان ہے:'' صحابہ کرام کی طرف فسق کی نسبت''، پچیسواں عنوان ہے:'' حضرت عائشہ کی طرف ارتداد کی نسبت''، چھبیسواں عنوان ہے:'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سخت توہین'' اٹھائیسواں عنوان ہے'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت میں حضرت حذیفہ کا دخل'' چونتیسواں عنوان ہے:''حجیت صحابہ کے سلسلے میں غیر مقلدین کا تذبذب''، پینتیسواں عنوان ہے:''غیر مقلدین کی صحابہ کرام سے اختلاف کی چند جھلکیاں۔''

خطبہ کتاب میں اس فرقہ نے اللہ رب العالمین کا شکریہ ادا کیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آل رسول واَصحاب رسول پر درود وسلام پڑھا اور قدوۃ المسلمین قرار دیا، یعنی مسلمانوں کے قائد مگر جن امام ابوحنیفہ کا مقلد فرقہ دیوبندیہ اپنے کو ظاہر کرتا ہے، وہ اللہ و رسول کی نصوص وصحابہ کرام کے آثار کو اپنا دین و مذہب قرار دینے کی بجائے قیاس و رائے حسن کو اپنا دین و مذہب بتلاتے ہیں۔(الكامل لابن عدي ،ترجمه أبي حنيفه، تاريخ خطيب ترجمه أبي حنيفه) پھر اس فرقہ دیوبندیہ کو حمد الٰہی و نبی و آل نبی واَصحاب نبی پر درود وسلام بھیجنے کی ضرورت کیا رہی؟ انھیں تو قیاس و رائے حسن کی ایجاد و اختراع کردہ مجموعہ تیار کرنے والوں کی مدح و حمد کرنی چاہئے، اور انھیں پر درود وسلام بھیجنا چاہئے کیونکہ نصوص و اجماع صحابہ کے بجائے یہ فرقہ قیاس و رائے حسن ایجاد کرنے والوں کے پیرو و مقلد ہیں، یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل میں اس رائے پرست فرقہ نے ایک صفحہ سے زیادہ سیاہ کیا،جس کی اسے ضرورت نہ تھی، اسے اختراع رائے حسن کرنے والوں کے فضائل ہی بیان کرنے چاہئے۔

صحابی کی تعریف:

اس عنوان کے تحت اس فرقہ نے صحابی کی تعریف آٹھویں صدی کے حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے یہ کی کہ:

''صحابی وہ ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بحالت ایمان ملاقات کی اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا، مجالست نبوی اسے زیادہ میسر رہی ہو یا بہت کم،حتی کہ ایک نظر اسے آپ کو دیکھنا میسر آسکا، یا جو شخص خدمت نبویہ میں آیا، مگر کسی عارضہ مثلاً نابینائی کے سبب دیکھ نہ سکا'' یہی تعریف صحابی فرقہ دیوبندیہ نے امام بخاری اور احمد بن حنبل سے بھی نقل کی۔(ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۴،۵ بحوالہ تحفة الدرر شرح نخبة الفكر ،صفحه:٤٨، و

الإصابہ: ۱/۷، والکفایة لعلم الروایة، ص: ۵۱) ہم کہتے ہیں کہ جب فرقہ دیوبندیہ کا دین و مذہب و ایمان اختراعی رائے و قیاس ہے، تو اسے نصوص اللہ و نصوص نبی ﷺ اور صحابہ کی کیا ضرورت ہے اور وہ کیوں صحابی کی تعریف کرنے بیٹھ گیا؟ وہ بھی غیر دیوبندی و غیر حنفی لوگوں کی کتابوں کے حوالے سے جو بہرحال دیوبندیہ کی طرح رائے و قیاس کے پرستار نہیں۔

صحابہ کرام قرآن و حدیث کے آئینہ میں:

اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت صحابہ کے فضائل میں فرقہ دیوبندیہ نے کچھ آیات اور بدعنوانی کرتے ہوئے بعض غیر قرآنی بیانات بھی کئی صفحات میں نقل کیے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶ تا ۱۱)

مگر ہم کہتے ہیں کہ جب یہ فرقہ نصوص کے بجائے اختراعی آراء کا پرستار نیز ان اختراعی آراء کے اختراع کرنے والوں کا پرستار ہے، تو اسے نصوص قرآن و سنت و آثار صحابہ و اقوال مفسرین پیش کرنے کی کیا ضرورت ہوئی؟ محض دکھلانے کے لیے کہ ہم بھی نصوص کتاب و سنت و نبی و صحابہ کے طور و طریق کے متبع ہیں؟ لیکن کیا اس فرقے کو معلوم نہیں کہ ہاتھی کے کھانے والے اور دکھانے والے دو مختلف دانتوں کی معرفت عوام و جہال پر بھی مخفی نہیں اہل علم و فن پر کیونکر مخفی رہ سکتی ہیں؟۔

خلاصہ آیات:

اس عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے اپنی بیان کردہ قرآنی آیات جن میں غیر قرآن بھی شامل ہیں، کہا کہ: ان آیات سے صحابہ کا مقام رفیع واضح ہے کہ یہ متبوع و مقتدی ہیں، انھیں مژدۂ کامرانی سنایا گیا، ان کا اتباع کرنے والے بھی فوز عظیم سے ہمکنار ہوں گے، نیز اپنے محبوب کی رفاقت کے لیے اللہ نے انھیں چن لیا، ان کے دل میں چھوٹے بڑے گناہ کے تصور تک کو ناپسندیدہ بنا دیا گیا تھا، انھیں بہترین جماعت کا خطاب دیا، ان کے مخالفین کو جہنم رسید ہونے کی دھمکی دی، انھیں ذکر خیر سے یاد کرنے کا حکم دیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی بھی تاکید کی، ان سے کینہ کپٹ، بدظنی دور رہنے کا حکم دیا، یہ ہے خلاصہ ان پیش کردہ آیات مبارکہ کا''(ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب صفحہ:۱۱، ۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ اس فرقہ دیوبندیہ کو قرآن یا غیر قرآنی فضائل صحابہ بیان کرنے کی کیا حاجت؟ انھیں حاجت ہے اختراعی رائے حسن کرنے والوں کے فضائل کی جو کذابین کے اکاذیب سے پر ہوں، تبھی تو یہ فرقہ صحیح معنی میں اکاذیب پرست ہو سکے گا، جبکہ ان کے زعیم امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میری مدوّن کردہ فقہ مجموعہ اکاذیب ہے اور اسی مجموعہ اکاذیب کا فرقہ دیوبندیہ پرستار ہے۔

صحابہ کرام احادیث کی روشنی میں:

اپنے اس عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے دس احادیث مرفوعہ نقل کیں، جن میں سے کئی ایک غیر معتبر بھی ہیں، مگر ہم کہتے ہیں کہ احادیث نبویہ سے فضائل صحابہ ثابت کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟ جب کہ وہ صحابہ کی مرویات مرفوعہ و موقوفہ کی بجائے بزعم خویش پرستار رائے حسن و مجموعہ اکاذیب ہے، اسے تو انھیں رائے حسن و مخترعین اکاذیب کی ثنا خوانی کرنی ضروری ہے، جنھوں نے دیوبندیہ کے لیے رائے حسن و مجموعہ اکاذیب بطور مذہب و دین و ایمان اختراع کر دیا۔ (ملاحظہ ہو زیر نظر دیوبندی، کتاب، صفحہ: ۱۲ تا ۱۶)

صحابہ کرام کا مقام بزبان صحابہ عظام:

اپنے اس عنون کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے تین چار صحابہ نقل کیے، ان میں سے بعض پر نظر بھی ہے، مگر اس سے قطع نظر ہمارا یہ کہنا ہے کہ اس فرقہ کو صحابہ کی زبانی یا نصوص کتاب و سنت سے فضائل صحابہ یا مقام صحابہ کے ذکر کی کیا حاجت جب کہ یہ پرستار رائے حسن و مجموعہ اکاذیب ہے؟

خلاصہ بحث:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے اس عنوان کے تحت لکھا:

’’قارئین کرام! آپ نے مذکورہ ارشادات ربانی، احادیث نبویہ، آثار صحابہ میں غور کرنے سے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ اللہ و رسول ﷺ نے ہمارے سامنے صحابہ کی کیا حیثیت واضح فرمائی، اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ امت میں مذہبی تفرقہ بازی کی صورت میں نجات کی سعادت صرف اس فرقے کو دی گئی، جو رسول و صحابہ رسول کے طریقے پر گامزن ہو، غیر مقلدین کو ان احادیث نبویہ پر اعتبار نہیں، تبھی وہ اقوال صحابہ کا اعتبار نہیں کرتے الخ۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب صفحہ: ۱۹، ۲۰)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ جس طریق رائے پرستی پر گامزن ہے، وہ بہرحال طریق نبوی اور طریق صحابہ کے خلاف ہے، پھر فرقہ دیوبندیہ کی اس طول کلامی سے کیا فائدہ؟ اور اہل حدیث پر اس فرقہ کا الزام مذکور افترائے خالص ہے، کما سیأتی

دیوبندی پیکٹ کی پہلی کتاب کے ردّ میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے، ملاحظہ کریں:

صحابہ کی پاکبازی وعدالت:

فرقہ دیوبندیہ کی عنوان مذکور کے تحت کہی ہوئی بات کا حاصل یہ ہے کہ

صحابہ کرام کی عدالت و ثقاہت منصوص ہے، اس لیے ان کی ثقاہت و عدالت کی بابت کسی تفتیش کی ضرورت نہیں، البتہ دوسروں کے لیے ضرورتِ تحقیق و تفتیش ہے۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب صفحہ: ۲۰، ۲۱)

ہم کہتے ہیں کہ یہ باتیں ٹھیک ہیں، مگر دیوبندیہ پر یہ کیسا بھوت سوار ہوا، جو صحابہ کے فضائل و عدالت و ثقاہت پر طویل بیانی سے کام لے رہا ہے، وہ تو پرستار آرائے حسن ہے، اسے آرائے حسن کے مخترعین کی ثنا خوانی کرنی چاہیے!!

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

اپنے اس عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ

صحابہ کے درمیان جو معرکے و مشاجرے ہوئے، انھیں نظر انداز کر کے طرفین کی ثقاہت و عدالت ماننی لازم ہے، ہمیں اس بحث و کرید، چھان بین میں نہیں پڑنا چاہیے، تاکہ امت گروہ صحابہ کی بابت شکوک سے محفوظ رہے، اہل سنت کا فیصلہ یہی ہے۔ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۱، ۲۲)

ہم کہتے ہیں اہل سنت کا فیصلہ جو کچھ ہو، مگر فرقہ دیوبندیہ اہل سنت کے بجائے فرقہ مرجیہ وجہمیہ ومعتزلہ کا ملغوبہ ہے، اسے ان بیان سے کیا واسطہ؟

مجتہد خطا کی صورت میں بھی مستحق اجر:

فرقہ دیوبندیہ اپنے عنوان مذکور کے تحت کہتا ہے کہ مجتہد سے غلطی ہو جائے تو بھی اس پر گرفت نہیں، اسے ایک اجر بھی ملے گا۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۲)

ہم کہتے ہیں کہ یہ نص نبوی کے مطابق اہل سنت و اہل حدیث کا مسلک ہے، جو دائرۂ اصول وضوابط میں رہتے ہوئے کسی بھی قابل اجتہاد مسئلہ میں پوری صلاحیت صرف کر کے حق بات تک پہنچنے کی کوشش کے باوجود لغزش کھا جاتے ہیں، نہ کہ اہل سنت کے خلاف باطل پرست فرقے جو اپنے اختراعی مسائل میں بزعم خویش اجتہاد کر کے حق تک پہنچنے کی کوشش کریں، کیونکہ وہ خود باطل پرست ہیں، حق تک پہنچنے کے لیے وہ کیا جان توڑ محنت دائرہ اصول وضوابط میں رہ کر کریں گے؟

مشاجرات صحابہ کے متعلق حسن بصری کا فرمان:

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان بالا کے تحت کہا:

''حضرت حسن بصری نے باہمی قتال صحابہ کی بابت کہا کہ اس لڑائی میں ہم موجود نہیں تھے، جس معاملہ میں صحابہ کا اجماع ہو، اس میں ہم پیرو صحابہ ہیں، جن میں انکا اختلاف ہے ہم سکوت اختیار کرتے ہیں محاسبی بھی قول حسن سے متفق ہیں۔'' (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۲، ۲۳)

ہم کہتے ہیں کہ جس معاملہ میں صحابہ کا اجماع ہو تو اجماع صحابہ پر سب کے لیے عمل فرض ہے، لیکن جن امور میں اختلاف ہے، ان کی بابت کیوں نہ نصوص پر غور کر کے حق پرست فریق کو حق پرست کہا جائے اور جو غلط موقف

پر ہوں ان میں ان کی غلطی پر ان کا پورا احترام برقرار رکھتے ہوئے وضاحت کی جائے، مگر ان کی غلطی کو خطائے اجتہادی کہہ کر نظر انداز کیا جائے اور انھیں ایک اجر کا مستحق سمجھا جائے۔ آخر اس طرح کے پیش آمدہ مسائل کو حل کیے بغیر کیوں چھوڑا جائے؟ خدمت نبویہ میں زنا کا ایک مسئلہ لے کر فریقین پہنچے اور بولے کہ کتاب اللہ کے مطابق ہمارے درمیان فیصلہ کیجیے آپ ﷺ نے فیصلہ کر دیا۔ (صحیحین و عام کتب حدیث) آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ صحابہ کے دو فریق کا معاملہ ہے، اس میں کسی فیصلہ کے بغیر سکوت اختیار کیا جائے، اس طرح کی بہت ساری مثالیں کتب حدیث میں معتبر اسانید سے مروی ہیں، جو موقف دیوبندیہ کا ابطال و رد کرتی ہیں، یہ فرقہ مقلدہ حق سے منحرفہ صحابہ کا مقام و مرتبہ کیا جانے؟ جب کہ آثار صحابہ و طریق صحابہ کے بجائے یہ آراء پرست ہے۔ امام حسن بصری کی طرف دیوبندیہ کی منسوب کردہ بات بحوالہ تفسیر قرطبی سورہ حجرات (۱۶/۳۲۲) بلا ذکر سند منقول ہے، کیا فرقہ دیوبندیہ کو معلوم نہیں، کہ مجہول سند سے کسی کی طرف منسوب بات قابل قبول نہیں اس کے باوجود بھی دیوبندیہ کو حق پرستی کا دعویٰ ہے، وہ حسن بصری والی روایت کی سند پیش کر کے اس کا معتبر ہونا واضح کرے، تاکہ معلوم ہو کہ کوئی کوئی بات یہ فرقہ سچ بھی کہتا ہے۔

ایک غلطی فہمی کا ازالہ:

اپنے اس عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

> ”بعض کج فہموں کو شبہ ہوتا ہے کہ صحابہ معصوم نہیں، ان سے صغیرہ و کبیرہ گناہ کا صدور ہو سکتا ہے، بعض سے ہوا بھی ہے، تو انھیں پاک باز و عادل کیسے کہا جا سکتا ہے؟ جمہور علماء نے جواب دیا ہے کہ صحابہ سے بڑا گناہ بھی سرزد ہو سکتا ہے اور بعض سے ہوا بھی ہے۔ مگر صحابہ ایسی صورت میں توبہ خالص کر لیتے تھے، اس لیے ان کی ثقاہت و عدالت زائل نہیں ہو پاتی تھی۔ صحابہ کو مژدۂ ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ سنایا گیا ہے، ان کے لیے عام معافی کا اعلان ہو چکا ہے، لہٰذا انھیں گنہگار کہنا ناجائز ہے...... الى أن قالت: سبحان اللہ ان حضرات کی مقبولیت کا اندازہ لگایئے کہ کیسا مژدۂ جانفزا سنایا گیا، مگر کور چشموں کو نظر نہیں آتا، آگے غیر مقلدین کا موقف ملاحظہ ہو...... الخ (ملخص زیر نظر دیوبندی کتاب صفحہ: ۲۳۔۲۴)

ہم کہتے ہیں کہ درحقیقت کج فہم و کور چشم دیوبندیہ ہیں، جو نصوص و اجماع صحابہ و طریق صحابہ کا پاس و لحاظ رکھے بغیر خود ساختہ آراء و اکاذیب و تلبیسات و مغالطات کے پرستار ہیں اور ہم تمام صحابہ کو نصوص کتاب و سنت کے سبب عادل و ثقہ مانتے ہیں، مگر دیوبندیہ صرف دکھلانے کے لیے یہ کہتے ہیں، ورنہ وہ طریق صحابہ کے شدید ترین مخالف بلکہ معاند ہیں۔

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے موضوع کتاب سے خارج اب تک چوبیں صفحات سیاہ کیے، پھر باقی چالیس صفحات پر موضوع سے متعلق باتیں لکھیں اور ان میں بھی خاصی تعداد موضوع سے خارج ہے، جس فرقہ کو کتاب لکھنے کا سلیقہ نہیں وہ خود کو پوری امت کا سربراہ بتلائے، تو اس کے کذاب ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اب ناظرین کرام اپنے مصطلح ''غیر مقلدین'' یعنی اہل حدیث کے خلاف طوفان بدتمیزی کا دیوبندی حال دیکھیں۔

صحابہ کرام اور غیر مقلدین کا موقف:

اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے خوب ہذیاں سرائی اور تلبیس کاری کی اور محض ریا کاری کے طور پر کہا:

''پوری امت مسلمہ جانتی ہے کہ نصوص قرآنیہ سیرت نبویہ ہیں اور صحابہ کرام اس کے ترجمان ہیں، ان پر اعتماد کتاب وسنت پر اعتماد ہے، یہ ستون دین ہیں، اگر انھیں مضبوط و معتبر نہ مانا جائے، تو دین کا سارا قلعہ مسمار ہو جائے، لہٰذا علماء حق نے انھیں وہی مقام دیا جو کتاب وسنت نے دیا، بنابریں ان کی حجیت و مقتدائیت علماء امت نے تسلیم کی اور ان کے فرامین کو خاص اہمیت دی، نیز ان کی انفرادی آراء کو بھی بہت اہمیت دی، مگر امت میں عدم تقلید کا نعرہ لگانے والے غیر مقلدین نے امت مسلمہ کو آزادی کی راہ پر لگا دیا، بہت سے لوگ ان غیر مقلدین کے جھانسے میں آ گئے اور ان غیر مقلدین کی اندھی تقلید کرنے لگے، صحابہ کرام کو اہمیت نہ دے کر قلعۂ دین کو مسمار کرنے کی کوشش میں مصروف ہوئے، قلادہ تقلید اتارنے کے باعث راہِ ہدایت سے بہت دور چلے گئے، اب ان کا عامی جاہل بھی کہتا ہے کہ میں حدیث نبوی کو مانوں گا، صحابی کے قول وفعل کو نہیں مانوں گا، غیر مقلدین کے پیشواؤں نے صحابہ کرام کی عظمت وعقیدت ذہنوں سے نکال دی اور یہ عقیدہ بنا کر پیش کیا کہ صحابی کا قول وعمل قابل عمل و حجت و استدلال نہیں اس کے نتائج بہت بھیانک ہوتے ہیں، معمولی عقل سلیم والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ اقوال و افعال وآرائے صحابہ نہ ماننے سے آدمی اسلام ہی کو سلام کر بیٹھتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ بیس رکعات تراویح کو بدعت عمری قرار دیا، جمعہ کی پہلی اذان کو بدعت عثمانی کہا، حضرت ابن مسعود نے نماز میں ترک رفع یدین کو سنت نبوی کہا، تو ان پر الزامات کی بوچھاڑ کر دی، اجتہادات وفتاویٰ وتفاسیر صحابہ کو ناقابل اعتماد ٹھہرایا، بعض غیر مقلدین نے بعض جلیل القدر صحابہ کے خلاف بغض ونفرت کا وہ اظہار کیا کہ الأمان والحفیظ! تفصیل ملاحظہ ہو......الخ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۴، ۲۵)

ہم کہتے ہیں کہ نصوص کتاب وسنت واجماع صحابہ میں تقلید پرستی کی ممانعت اور اس کی مذمت کی گئی ہے، بنا بریں دیوبندیہ کے مصطلح غیر مقلدین یعنی اہل حدیث عوام وخواص، علماء وجہلاء تقلید پرستی کو ممنوع ومبغوض کہتے اور

اہل اسلام کو بھی اسی کی دعوت دیتے ہیں، لیکن فرقہ دیوبندیہ اور اس کے حلیف نصوص کتاب وسنت واجماع صحابہ کو بالائے طاق رکھ کر تقلید پرستی ہی کو اپنا دین و مذہب و ایمان بنائے ہوئے ہیں، کیا تقلید پرستی کو دین و ایمان و مذہب بنا لینے والے دیوبندیہ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ وہ نصوص کتاب وسنت واجماع صحابہ کے پیرو ہیں؟ کسی مسلمان کے تقلید پرست ہونے کے جواز یا استحباب یا مسنون و واجب ہونے پر فرقہ دیوبندیہ کوئی ایک بھی نص قرآنی ونص نبوی وقول صحابی پیش کرے، ہمارا دعویٰ ہے کہ نصوص واجماع صحابہ کے خلاف دیوبندیہ تا قیامت تقلید پرستی پر کوئی نص قرآنی یا نص نبوی وقول صحابی ہرگز نہ پیش کر سکیں گے: ﴿وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ صحابہ کرام کے خلاف دیوبندیہ نے جو باتیں منسوب کی ہیں، ان کا حال جلد ہی ناظرین کرام کے سامنے آنے والا ہے۔

غیر مقلدین کے یہاں صحابی کا قول وفعل حجت نہیں (نصوص کتاب وسنت کے خلاف والے اقوال وافعال صحابہ حجت نہیں)

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان مذکورہ کے تحت نصوص واجماع صحابہ کا ذکر کیے بغیر انیسویں صدی کے اپنے مصطلح غیر مقلد امام علام شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کے اقوال سے اس موضوع پر گفتگو شروع کی، جب کہ ہم اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں بیان کر چکے ہیں کہ عہد نبوی سے لے کر آج تک اہل حدیث پائے جاتے رہے ہیں، بلکہ زمانہ آدم وحوا علیہما الصلاۃ والسلام سے اب تک اہل حدیث موجود رہے ہیں اور ان شاء اللہ تا قیامت دیوبندیہ اور ان کے حلیفوں کے لیے شدید درد سر اور ہلاکت تک پہنچا دینے والے امراض کے باعث رہیں گے۔

قرآن مجید نے صحابہ کے خلاف نصوص اقوال واعمال کو ردّ کر دیا اور انھیں حجت نہیں بنایا، اس پر نصوص کثیرہ دال ہیں، ہم صرف بعض کی طرف اشارہ کریں گے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ (پ:۲۶،سورۃ الحجرات:۱)

''یعنی اے ایمان والو! تم اللہ ورسول کے بالمقابل آگے مت بڑھ جاؤ۔''

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور یہ آیت بھی بتلاتی ہے کہ صحابہ کرام کی اچھی خاصی تعداد اللہ ورسول کے بالمقابل تقدم اختیار کرتی تھی، ان اقوال وافعال صحابہ کو رد کرتے ہوئے قرآن مجید نے ان پر پابندی لگائی۔

۲۔ ارشاد قرآنی ہے کہ:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ

كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾

(پ:۲٦، سورة الحجرات:۲)

بہت سے صحابہ آواز نبوی پر اپنی آواز بلند کرنے اور عام لوگوں کی طرح آپ ﷺ کے ساتھ بھی اونچی آواز سے بولتے رہے، اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کے خلاف اللہ و رسول صحابہ کے عمل کو یعنی آثار صحابہ کو رد کرتے ہوئے حکم دیا کہ تم ایسا مت کرو، ورنہ بے شعوری میں تمہارے اعمال رائیگاں ہو جائیں گے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ کے ایک آیت بعد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ وَ لَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتّٰى تخرج اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْراً لَّهُمْ﴾ (پ: ١٦، سورہ حجرات:٤، ٥)

ان دونوں آیات میں حجرات نبویہ کے پیچھے سے آواز دینے والوں کو ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ اس کام میں کئی صحابہ ملوث تھے، یعنی ان کے خلاف نصوص اقوال و افعال کو اللہ تعالیٰ نے رد کر دیا اور انھیں حجت نہیں بنایا۔

۴۔ انھیں آیات کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا إِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاءٍ فَتَبَيَّنُوْا أَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾ (پ:٢٦، سورہ حجرات:٦)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بہت سے صحابہ فاسق کی خبر کی تحقیق کیے بغیر کارروائی کر بیٹھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ان افعال و اقوال کو رد کر دیا اور انھیں حجت نہیں بنایا۔

۵۔ اس آیت کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاعْلَمُوْ أَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ﴾

(پ:٢٦، سورة الحجرات:٧، ٨)

صحابہ کرام کی اچھی خاصی جماعت کے اقوال و آثار کو رد کر دیا اور انھیں حجت نہیں بنایا، بلکہ کہا کہ تمہاری بات ماننے سے تم خود پریشانیوں کے شکار ہو جاؤ گے۔

٦۔ اس آیت کے بعد ہی ارشاد قرآنی ہے کہ:

﴿وَ إِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾(سورة الحجرات:٩)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے اچھے خاصے گروہ کے قول و عمل کو رد کر کے انھیں دوسرا حکم دیا، یعنی کہ قرآن مجید نے اقوال و افعال صحابہ کو حجت نہیں بنایا، بلکہ رد کر دیا۔

۷۔ اس آیت کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ (الحجرات:۱۰)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سے صحابہ کے اقوال و افعال کو رڈ کر دیا اور انھیں حجت نہیں بنایا، جیسا کہ اس آیت کا معنی بتلانے میں مفسرین کا اجماع ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ﴾ (الحجرات:۱۱)

اس آیت میں بھی متعدد صحابہ وصحابیات کے اقوال و افعال کو قرآن مجید نے رد کر دیا اور انھیں حجت نہیں بنایا۔

اس معنی و مفہوم کی سینکڑوں آیات ہیں، جن میں خلاف نصوص اقوال و افعال صحابہ کو حجت بنانے سے منع کیا گیا ہے اور ان اقوال و افعال صحابہ کو قرآن مجید نے رڈ کر دیا ہے اور اس معنی کی تو ہزاروں احادیث نبویہ ہیں۔ اہل حدیث انہیں نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ کے اتباع میں خلاف نصوص اقوال و افعال صحابہ کو حجت نہیں بناتے، ورنہ موافق نصوص ہونے یا موافق اجماع صحابہ ہونے کی صورت میں حجت بناتے ہیں اور ان کے جن اعمال و اقوال کا نصوص کے خلاف یا موافق نہ ہونے کے سبب باہم اختلاف ہو تو جس بھی صحابی کا قول باعتبار دلیل قوی تر ہو انھیں حجت مانتے ہیں، یہ دیوبندیہ کا اہل حدیث پر محض افتراء ہے اور دیوبندیہ بہر حال نصوص کے بجائے اختراعی آرائے حسنہ کو حجت مانتے ہیں، ہم ان جیسے مخالفین و معاندین نصوص سے کیا بات کریں۔ حاصل یہ کہ اہل حدیث کا موقف نصوص کتاب وسنت واجماع صحابہ کے موافق ہے اور ان کے خلاف دیوبندیہ کی غوغا آرائی محض بے معنی ولغو ہے۔

شیخ الکل مولانا امام علام نذیر حسین متوفی ۱۹۰۲ء پر فرقہ دیوبندیہ کی افتراء پردازی:

جس طرح کے اقوال و افعال صحابہ کو حجت نہ بنانے کا حکم نصوص و اجماع صحابہ میں دیا گیا ہے، اسی طرح کا فتویٰ انیسویں صدی عیسوی کے امام علام مولانا سید نذیر حسین نے بھی اتباع نصوص میں دیا ہے، مگر دیوبندیہ نے خالص افتراء پردازی کرتے ہوئے موصوف امام علام محدث دہلوی کے خلاف خوب آگ اگلی ہے اور ان کے ایک فتویٰ پر غیر معقول بات کہی ہے۔

ملاحظہ ہو:

''اگر تسلیم کردہ شد کہ سند ایں فتویٰ صحیح است تاہم از و احتجاج صحیح نیست زیرا کہ قول صحابی حجت نیست''
یعنی اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس فتویٰ کی سند صحیح ہے، تب بھی اس سے دلیل لانا درست نہیں، اس

وجہ سے کہ صحابی کا قول حجت نہیں۔'' (فتاویٰ نذیریہ: ۱/۳۴۰) ان ہی میاں صاحب نے افعال صحابہ کی حجیت کا بھی انکار کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "أقوال الصحابة رضی اللہ عنہم لا ينهض للاحتجاج بها" یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے افعال سے حجت شرعیہ قائم نہیں ہوسکتی۔ (فتاویٰ نذیریہ: ۱/۱۹۶، زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۵۔۲۶)

شیخ الکل کے خلاف دیوبندی شرانگیزی پر نظر:

حقیقت یہ ہے کہ شیخ الکل کی جو بات دیوبندیہ نے نقل کی ہے، وہ ایک استفتاء کا مفصل جواب ہے۔ فرقہ دیوبندیہ چونکہ تحریفات وتلبیسات و اکاذیب کا پرستار ہے، اس لیے اس نے شیخ الکل کی پوری بات نقل نہیں کی، دیوبندیہ کی نقل کردہ عبارت کے بعد شیخ الکل نے کہا:

''چنانچہ در مجمع البحار کہ از تصنیف محمد طاہر فتنی حنفی مرقوم است **والموقوف ما روي عن الصحابة من قول و فعل متصلاً منقطعاً و هو ليس بحجة**'' یعنی شیخ محمد طاہر پٹنی کی کتاب مجمع البحار میں مرقوم ہے کہ صحابہ سے مروی قول و فعل بسند متصل مروی ہو خواہ بسند منقطع مروی ہو حجت نہیں ہے۔'' سوم آنکہ اگر ایں ہم تسلیم کردہ شود کہ قول صحابی حجت است تاہم احتجاج ازیں فتویٰ صحیح نیست زیرا کہ نافی ایں فتوی حدیث مرفوع صحیح است چنانکہ گزشتہ ہر قول صحابہ کہ خلاف حدیث مرفوع باشد قابل احتجاج نمی شود وایں ہمہ حنفیہ ہم مسلم است چنانچہ در فتح القدیر شرح ہدایہ است قول الصحابہ حجت۔ **فيجب تقليده عنه ما لم ينفه شئ آخر من السنة، و فتح القدير كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة تحت قوله: إذا خرج الإمام يوم الجمعة**'' ثالثاً اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ قول صحابی حجت ہے پھر بھی اس فتویٰ صحابی سے حجت پکڑنی صحیح نہیں کیونکہ اس فتویٰ صحابی کی نفی کرنے والی حدیث مرفوع صحیح ہے جیسا کہ گزرا جو قول صحابی حدیث مرفوع کے خلاف ہو اسے حجت نہیں بنایا جاسکتا۔ یہ بات حنفیہ کے نزدیک بھی مسلم ہے جیسا کہ فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے کہ قول صحابی ہمارے نزدیک اسی صورت میں حجت ہے اور اس کی تقلید واجب ہے کہ اس کی نفی سنت نبویہ سے نہ کی گئی ہو (فتح القدير شرح هدايه، كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة تحت قوله إذا خرج الإمام يوم الجمعة) حاصل یہ کہ فتوی ابن عباس و ابن الزبیر مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر ہرگز قابل حجت نہیں، لہٰذا ہدایہ میں جو حکم منقول ہے وہ قابل تسلیم نہیں اور حنفی حضرات کی اس بات پر تعجب ہے کہ اس طرح کے کنویں کے پانی کو نجس کہتے ہیں اور دوسری جگہ اس پانی کو طاہر کہتے ہیں جو اس کنویں کے پانی سے کئی گنا ناپاک ہے چنانچہ احناف کہتے ہیں کہ اگر مکان کی چھت پر گندگی ہو اور اس پر بارش ہو جائے اور وہ گندگی پرنالہ سے گرے جہاں پرنالہ ہو اور پورا پانی یا اکثر پانی یا آدھا پانی نجاست سے ملا ہوا ہو تو وہ نجس ہے ورنہ طاہر ہے اور اگر نجاست چھت پر

متفرق مقامات پر پھیلی ہو مگر سرمیزاب نہ ہو تو وہ پانی نجس نہ ہوگا بلکہ اس کا حکم جاری پانی جیسا ہوگا اسی طرح سراج الوہاج و عالم گیری جلد اوّل کتاب الطہارۃ باب سوم فصل اوّل میں لکھا ہے واللہ اعلم بالصواب الراقم: ابومحمد عبدالحق اعظم گڑھی دستخط حضرت شیخ الکل۔

حافظ ابن حجر نے درایہ صفحہ:۳۰ پر فرمایا: بیہقی نے امام سفیان بن عیینہ سے روایت کیا کہ مکہ مکرمہ میں ستر سالوں سے رہتا ہوں لیکن کسی بھی چھوٹے بڑے کو زنجی والی روایت کی معرفت رکھنے والا نہیں پایا اور نہ کسی سے سنا کہ چاہ زمزم کا سارا پانی نکال دیا گیا اور امام شافعی نے کہا کہ اگر یہ روایت ابن عباس سے ثابت ہو تو ہوسکتا ہے کہ پانی کے اوپر نجاست ظاہر ہوگئی ہو یا محض نظافت کی خاطر چاہ زمزم کا پانی کھینچا گیا ہو لہٰذا ابن عیینہ و شافعی کی بات سے بھی فتویٰ ابن عباس استدلال کا مخدوش ہونا ظاہر ہے۔''

ناظرین کرام! فتاویٰ نذیریہ کی یہ عبارت پڑھیں اور فرقہ دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی وتلبیسات و مغالطات کا تماشا دیکھیں، خود وہ عناصر بھی جن کی کوکھ سے دیوبندیہ تولد پذیر ہوا ہے حدیث نبوی کے بالمقابل قول و فعل صحابی کو حجت نہیں مانتے ،اس کے پہلے شیخ الکل قول صحابی ابن زبیر و ابن عباس کا ساقط الاعتبار ہے، درایہ للحافظ ابن حجر میں اسے ضعیف ساقط الاعتبار کہا دارقطنی نے اسے ابن سیرین سے نقل کیا۔ بیہقی نے اسے منقطع السند اور اس کے تمام طرق کو ضعیف کہا، اس کے پہلے شیخ الکل نے اپنے موقف پر احادیث صحیحہ معتبرہ سے اور اجماع سے مدلل طور پر استدلال کیا۔(فتاویٰ نذیریہ:۱/ ۳۳۸تا۳۴۱)

اس تفصیل سے دیوبندیہ کی کذب بیانی و دروغ بافی و تلبیس کاری واضح ہوگئی۔

فرقہ دیوبندیہ نے ''أفعال الصحابة لا تنهض للاستدلال بها'' امام علام شیخ الکل کی طرف فتاویٰ نذیریہ(۱/ ۱۹۶) کے حوالہ سے منسوب کیا ہے، وہ فتاویٰ نذیریہ کے محولۂ مقام دیوبندیہ پر نہیں ہے، یہ بھی دیوبندیہ کے اکاذیب سے ہے(۱/ ۱۹۶) کی عبارت شیخ الکل ردتقلید کا محض ایک جزء ہے، جو صفحہ:۱۸۴ سے شروع ہو کر صفحہ:۱۹۶ پر منتہی ہوتا ہے، اس گیارہ بارہ صفحات پر مشتمل عبارت شیخ الکل میں دیوبندیہ کی منسوب کردہ بات کی طرف اشارہ بھی نہیں ملتا، لیکن یہ بات بہر حال نصوص و اجماع صحابہ سے ثابت ہے کہ افعال صحابہ بذات خود حجت نہیں، جب تک کہ شرائط مذکورہ نہ پائے جائیں۔

نواب سید صدیق حسن خان صاحب کی رائے:

فرقہ دیوبندیہ نے نواب سید صدیق حسن سے کئی عبارات نقل کرکے بتلایا کہ اقوال و افعال صحابہ حجت نہیں۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۲۶، ۲۷)

ہم کہتے ہیں کہ نواب صاحب مذکور کی بات نصوص و اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔(کما تقدم)

نواب نور الحسن صاحب کا قول:

نواب نور الحسن نے بھی اپنے والد سید صدیق حسن کی طرح کہا کہ اقوال و افعال صحابہ حجت نہیں۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۲۷)

ہم کہتے ہیں کہ یہی بات مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق صحیح ہے۔

تبصرہ:

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے کہا کہ قرآن و حدیث پر عمل کی آڑ میں تمام غیر مقلدین نے قیاس شرعی کا انکار کیا ہی ہے، اجماع امت کے بھی یہ لوگ منکر ہیں۔(ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۲۷، ۲۸)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ قیاس شرعی کی شرعی تعریف کرے اسی طرح اجماع کی بھی، تب وہ بتلائے کہ ان دونوں یعنی قیاس شرعی و اجماع امت کا وقوع بھی محقق طور پر امت میں ہوا، نواب وحیدالزماں نے تو نزل الأبرار (۱/۶) میں بالصراحت لکھا ہے کہ:

”والإجماع القطعي حجة ومنكره كافر“

یعنی اجماع قطعی حجت ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔“

نیز نواب صاحب نے مزید فرمایا:

”و أصحاب النّبي لم يكونوا معصومين غير أنّه لا نطعن فيهم عملا بحديث النّبي، و نسكت من مساويهم، و معنى كونهم عدولا: أنهم لم يكونوا في رواية الحديث معصومين والإمام الحق بعد رسول الله أبوبكر، ثم، عمر ثم عثمان، ثم علي، ثم الحسن بن علي و لا ندري أيهم أفضل عند الله“

یعنی صحابہ معصوم نہیں تھے، البتہ حدیث نبوی پر عمل کرتے ہوئے ان پر طعن نہیں کر سکتے اور صحابہ کے مساوی (گناہوں) کے ذکر سے ہم سکوت رکھتے ہیں اور صحابہ کے عادل ہونے کا مطلب ہے کہ وہ روایت حدیث میں جھوٹ نہیں بولتے، نہ کہ اس کا مطلب ہے کہ وہ معصوم ہیں۔ نبی ﷺ کے بعد برحق امام و خلیفہ حضرت ابوبکر ہیں، ان کے بعد عمر، ان کے بعد عثمان، ان کے بعد علی، ان کے بعد ان کے بیٹے حسن ہیں، لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ اللہ کے نزدیک کون افضل ہے۔

معلوم ہوا کہ دیوبندیہ نے اہل حدیث پر افتراء کیا ہے اور وہ کوئی منصوص دلیل پیش کریں کہ ان خلفائے میں فلاں افضل ہے؟ دونوں باتیں اہل حدیث پر منطبق ہوتی ہیں، ورنہ خاموش کہ

ایں شور و فغاں - چیزے نیست !

تنبیہ:

اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے ظاہر کیا کہ چاروں شرعی دلائل کے درجات مختلف ہیں، انھیں ان کے درجہ کے مطابق حجت ماننا چاہیے:

''غیر مقلدین صرف کتاب و سنت کو حجت مانتے ہیں، اس لیے وہ اہل سنت تو کہلا سکتے ہیں، والجماعۃ نہیں۔'' (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۱۲۸)

ہم کہتے ہیں کہ نصوص کتاب وسنت میں اگر اجماع امت وشرعی قیاس کا ثبوت اور وقوع ہے، تو اہل حدیث انھیں حجت مانتے ہیں ورنہ نہیں۔

غیر مقلدین اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں:

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے کہا کہ

''اپنے کو اہل حدیث کہنے والے غیر مقلدین اجماع امت واجماع صحابہ کو حجت نہیں مانتے، اس لیے وہ صرف اہل سنت ہیں اور جو لوگ اجماع کو حجت مانتے ہیں، یعنی جمہور وہ اہل سنت و جماعت ہیں۔ (ملخص از دیوبندی کتاب، صفحہ:۲۹)

ہم کہتے ہیں کہ جن کا دین مجموعہ آرائے مخترعہ ہو، وہ کیوں متبع قرآن وسنت و جماعت ہونے کے مدعی ہیں؟ دلائل سے دیوبندیہ واضح کریں اور یہ صرف دیوبندیہ کا مکذوب دعویٰ ہے کہ اہل حدیث اہل سنت وجماعت سے خارج ہیں اور مکذوب دعویٰ پر دلیل ہونی ضروری ہے، لہٰذا وہ اس مکذوب دعویٰ پر دلیل معتبر پیش کرے، یہ دلیل فرقہ دیوبندیہ کی چاروں دلیلوں میں سے ہونی چاہئے، اس قوم کو ضرورت ہے کہ وہ ''اتبعوا السواد الأعظم'' اور ''علیکم بالجماعۃ'' جیسی احادیث کا معنی سمجھنے کے لیے سلفی درسگاہوں میں داخل ہو کر اخلاص کے ساتھ پڑھے۔

اہل سنت و جماعت کی تعریف:

اپنے عنوان مذکور کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

مذکورہ وضاحت سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ اہل سنت و جماعت وہ لوگ ہیں، جو کتاب وسنت کے ساتھ اجماع امت بھی مانتے ہوں، غیر مقلدین اجماع کو نہیں مانتے، ان کے ایک شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق نے مسلک اہل حدیث پر ایک کتاب لکھی، جس میں ''مسلک جماعت اہل حدیث'' کے زیر عنوان لکھا کہ اہل حدیث جماعت کا مسلک کتاب وسنت ہے، آگے کہتے ہیں کہ ذات نبوی کے بعد ہر شخص کے اقوال میں خطاء وصواب کا احتمال ہے، یہ غیر مقلدین اقوال وافعال صحابہ کو

کیا مانیں یہ تو اقوال و افعال صحابہ میں نقائص اور کیڑے نکالتے ہیں۔(ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۲۹، ۳۰، بحوالہ مسلک اہل حدیث اور اس کے امتیازی مسائل، صفحہ:۱۱)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نصوص کتاب و سنت و اجماع امت سے ثابت کریں کہ نبی معصوم علیہ السلام کے بعد ہر شخص کے اقوال و افعال میں خطا و صواب کا احتمال نہیں اور یہ کہ غیر مقلدین اقوال و افعال صحابہ میں نقائص و کیڑے نکالتے ہیں، اگر فرقہ دیوبندیہ سچا ہے تو مدلل طور پر ثابت کرے کہ غیر مقلدین اقوال و افعال صحابہ میں نقائص اور کیڑے نکالتے ہیں۔

تنقیص صحابہ کرام اور غیر مقلدین

فضیلت شیخین غیر مقلدین کو تسلیم نہیں:

اپنے اس عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"غیر مقلدین نے صحابہ کی تنقیص کی، توہین صحابہ کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

سب جانتے ہیں کہ حیات نبوی و دور صحابہ میں شیخین (حضرت ابوبکر و عمر) کو بترتیب خلافت ساری امت میں افضل شمار کیا جاتا تھا اور دورِ صحابہ سے یہ اجماع امت چلا آرہا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں، مگر غیر مقلدین کے ایک مشہور و بڑے عالم نواب وحید الزماں کو شیخین کی افضلیت تسلیم نہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

یہ نہ کہا جائے کہ شیخین کی تفضیل اجماعی مسئلہ ہے، کیونکہ علماء نے اسے اہل سنت وجماعت ہونے کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے، اس لیے کہ ہمارا کہنا ہے کہ دعویٰ اجماع ہی تسلیم شدہ مسئلہ نہیں ہے۔(هدية المهدي:۱/۹۶)

اس مسئلہ میں قدیم سے یہ اختلاف چلا آرہا ہے کہ عثمان و علی میں افضل کون ہیں؟ لیکن شیخین کو اکثر اہل سنت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل کہتے ہیں، مگر مجھے اس پر بھی کوئی قطعی دلیل نہیں ملی اور نہ یہ مسئلہ کچھ اصول و ارکان دین سے ہے، زبردستی اسے متکلمین نے عقائد میں داخل کر دیا۔" (حیات وحید الزماں، صفحہ:۱۰۳)

نواب صاحب کی اس تحریر سے لگتا ہے کہ عثمان و علی کے درمیان افضلیت میں کوئی بڑا اختلاف ہے، جو قدیم سے چلا آرہا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ جمہور اہل سنت و جماعت حضرت عثمان کی حضرت علی پر افضلیت کے قائل ہیں، جیسا کہ آگے حدیث سے معلوم ہوگا، حضرت علی کی افضلیت کے قائل بہت کم

لوگ ہیں اور ان کا قول بمنزلہ شاذ ہونے کے ناقابل التفات ہے اور شیخین کو اکثر اہل سنت و جماعت نہیں بلکہ تمام اہل سنت و جماعت حضرت علی سے افضل گردانتے ہیں، اسی پر اجماع ہے، اسی لیے متکلمین نے اسے عقائد میں شامل کیا اور اسے اہل سنت و جماعت ہونے کی نشانی قرار دیا۔(تفصیل کے لیے دیکھیے: تعارف علماء اہل حدیث ،صفحہ:۱۴۷)

افضلیت شیخین کے سلسلے میں غیر مقلدین کے برخلاف روایتیں ملاحظہ فرمائیں، جن سے افضلیت شیخین حیات نبوی ہی میں ثابت ہوتی ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ نبوی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ حضرت عمر کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے، پھر عثمان کو سب سے زیادہ افضل مانتے تھے، اس کے بعد ہم صحابہ کے درمیان کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے۔(رواہ البخاری، مشکوٰۃ،صفحہ: ۵۵۰) دوسری حدیث بھی اسی کی ہم معنی ہے، نیز **عقیدہ طحاویہ** کی شرح میں ہے کہ ترتیب خلافت جیسی ترتیب فضیلت میں بھی ہے۔(شرح عقیدہ طحاویہ، صفحہ: ۵۴۸) مگر کتنے ہی مضبوط دلائل سامنے آجائیں غیر مقلدین نہیں مانتے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۳۰ تا ۳۲)

بقول نواب وحید الزماں خطبہ میں خلفائے راشدین کا تذکرہ بدعت ہے:

عنوان بالا کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

”اہل حدیث خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین و بادشاہ وقت کے ذکر کا التزام نہیں کرتے، کیونکہ یہ بدعت ہے اور خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر چونکہ سلف سے منقول نہیں، اس لیے اس کا چھوڑ دینا ہی اولیٰ و بہتر ہے۔ خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر اہل سنت و جماعت کا شعار ہے اور قدیم سے توارث کے ساتھ چلا آرہا ہے، غالباً نواب صاحب بدعت کی حقیقت سے آشنا نہیں اور انھیں اعمال اسلاف کا علم نہیں ہے، ورنہ وہ ہرگز ایسا نہ کہتے، مجدد الف ثانی احمد سرہندی کے دور میں اطراف سر ہند کے قصبہ سامانہ میں کسی خطیب نے خطبہ میں ذکر خلفائے راشدین چھوڑ دیا، تو حضرت احمد سرہندی سخت برہم ہوئے اور ذمہ داروں کو خط لکھا کہ خطبہ عید الاضحیٰ میں یہاں کے امام نے ذکر خلفائے راشدین چھوڑ دیا اور اس امام وخطیب نے اپنے سے تعرض کرنے والوں کو بھی اپنی سرکشی کا نشانہ بنایا، اگرچہ ذکر خلفائے شرائط خطبہ میں سے نہیں، مگر شعار اہل سنت میں سے ہے، اسے چھوڑنا نہیں چاہیے کیونکہ اس خطیب کا دل مریض اور باطن خبیث ہے۔“(ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۳۲ تا ۳۴، مکتوبات امام ربانی:۲/۴۲،۴۳)

ہم کہتے ہیں کہ جس چیز کا وجود ہی عہد نبوی و عہد خلفائے راشدین میں نیز بعد والے خلفاء کے دور میں نہیں رہا، اسے اپنے طور پر اختراع کر کے دین بنا لینا بدعت کے سوا کیا ہے؟ مگر دیوبندیہ جہاں تقلید پرست و اکاذیب وتلبیسات پرست ہیں، وہیں بدعات پرست بھی ہیں۔ سنت پر عمل پیرا ہونے اور مجدد دین کہلانے والے شیخ احمد سرہندی غالی مقلد حنفی تھے، اسی سے ان کی سنت پر عمل کا راز کھلتا ہے اور مجدد دین کا تقلید پرست ہونا منافی مجددیت ہے، جو فرقہ دیوبندیہ اتنی سی موٹی حقیقت دیکھنے اور محسوس کرنے سے محروم ہو، بھلا وہ کیوں زبردستی اپنے کو اہل سنت و جماعت کہتا ہے؟ وہ تو بدعت پرست، تقلید پرست، اکاذیب پرست وتلبیسات و مغالطات پرست ہونے پر نازاں ہے، پھر وہ کیونکر اہل سنت وجماعت ہے؟ اس میں شک نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضیٰ، حسن بن علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن زبیر بن عوام و عمر بن عبد العزیز خلفائے راشدین مہدیین برحق ہیں، مگر ان میں کون افضل ہے؟ اس پر کوئی نص صریح نہیں کہ ہم منصوص خلیفہ راشد کو متعین طور پر افضل کہہ سکیں۔

بہت سے غیر صحابی صحابہ کرام سے افضل ہیں:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کے محقق عالم صحاح ستہ کے مترجم نواب وحید الزماں نے شیعوں کو بھی مات کر دیا اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صحابہ کرام سے انھیں چڑ ہے کہ ان کی عظمت و افضلیت انھیں نہیں بھاتی، چنانچہ وہ رقم طراز ہیں کہ

اس امت کے بہت سے صحابہ کے بعد آنے والے علماء وعوام صحابہ سے افضل تھے۔ علم میں، معرفت الٰہی میں اور اشاعت سنت میں، اور اس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا، پھر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ اولیاء کو دوسری وجوہ سے ایسی فضیلت حاصل ہو جو صحابی کو نہ ہو، جیسا کہ ابن سیرین سے بسند صحیح مروی ہے کہ ہماری مہدی حضرت ابوبکر و عمر سے افضل ہیں۔ یہ صحابہ کرام کی کس قدر سخت توہین ہے، کیا کوئی شخص صحابہ سے بڑھ کر عارف باللہ اور عامل بالسنۃ ہو سکتا ہے؟ الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب کا ملخص، صفحہ: ۳۴، ۳۵)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا بات نواب وحید الزماں کی کتاب **هدية المهدي** (۱/۹۰) سے نقل کی ہے اور اسی صفحہ **هدية المهدي** میں ہے کہ سارے صحابہ افضل ہیں، ان پر ہم کلام اور طعن نہیں کرتے اور نہ انھیں معصوم ہی کہتے ہیں، بلکہ ان کے مساوی (خرابیوں) کے ذکر سے باز رہتے ہیں، ان پر طعن سے ہم احادیث نبویہ کے اتباع میں اپنی زبانیں پاک رکھتے ہیں اور بہترین قرن (زمانہ) قرن نبوی ہے، پھر اس سے ملا ہوا قرن ہے،

پھر اس سے ملا ہوا قرن ہے اور یہ چیز اس کو مستلزم نہیں کہ بعد والے قرون کے بالمقابل پہلے والے قرون سے افضل ہوں، کیونکہ اس وقت کے بہت سے متاخرین علماء عوامی صحابہ سے علم و معرفت و اشاعت سنت میں افضل تھے، اس بات سے کسی عاقل کو اختلاف نہیں، شیخ جیلانی نے فرمایا ولی آدمی درجہ صحابہ کو نہیں پا سکتا......الخ۔

ناظرین کرام! نواب صاحب کی اس عبارت کو پڑھیں اور دیکھیں کہ دیوبندیہ نے جو بات نواب وحید الزماں کی طرف منسوب کی ہے، وہ ان کی کتاب میں نہیں ہے۔نواب وحید الزماں نے اپنی اس تحریر میں تمام صحابہ کو افضل امت بتلایا ہے اور اس قدر معظم و محترم بتلایا ہے کہ اگر چہ ان میں قابل نکیر و قابل اعتراض باتیں بھی ہوں، تو ان کا ذکر بھی زبان پر نہ لائیں، نہ انھیں مطعون کریں، نہ کسی قسم کی تجریح کریں۔ صحابہ کو جو فضائل حاصل ہیں وہ غیر صحابہ کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ کیا فرقہ دیوبندیہ سمجھتا ہے کہ وہی فضائل صحابہ کا معترف ہے، جب کہ وہ صحابہ کا حریف و مخالف کی حیثیت سے اپنی شناخت رکھتا ہے، صحابہ کے بعد کوئی بھی بڑے سے بڑا مسلمان ولی ہی ہو سکتا ہے، شہید و مخلص و مجاہد بھی ولی ہی ہے اور نواب وحید الزماں کی باتوں کا حاصل یہ ہے کہ جتنے بھی اولیاء ہیں، وہ درجہ صحابہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ البتہ صحابیت والے فضائل کے علاوہ دوسرے امور میں کچھ افراد امت کا فائق و افضل ہونا ممکن ہے، پھر بھی ان کا مقام صحابہ کے مقام سے فروتر اور کمتر ہے۔ پہلے فرقہ دیوبندیہ عربی عبارت فہمی کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرے، تب کسی موضوع پر قلم اٹھائے۔

فرقہ دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ

> ''نواب وحید الزماں کا یہ کہنا کہ ابن سیرین سے بسند صحیح مروی ہے کہ ہمارے مہدی موعود حضرات ابوبکر و عمر سے افضل ہیں۔'' بھی غلط ہے، کیونکہ اوّل تو یہ بات بسند صحیح کتب اہل سنت میں ثابت ہی نہیں اور شیعوں کے یہاں ثابت بھی ہو تو قابل استدلال نہیں، کیونکہ یہ اجماع سابق کے خلاف ہے، جب اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ بعد انبیاء تمام انسانوں میں افضل حضرت ابوبکر و عمر ہیں، تو پھر امام مہدی جو نبی نہیں ہیں، وہ شیخین یعنی حضرت ابوبکر و عمر سے افضل کیسے ہو سکتے ہیں؟ (زیر نظر دیوبندیہ کتاب کا حاصل، صفحہ:۳۵)

ہم کہتے ہیں کہ درجہ صحیح تک پہنچنے والی حدیث نبوی ہے کہ

''مثل أمتي مثل المطر لا يدرى أوّله خير أم آخره''

یعنی میری امت بارش کی سی ہے، معلوم نہیں کہ اوّل بارش بہتر (افضل ہے) یا آخری۔'' (فتح الباري مع صحيح البخاري، كتاب فضائل الصحابة: ٦/٧، زیر حدیث:۳۶۵۱) اسی معنی کی حدیث نبوی بسند صحیح امام ترمذی و ابن حبان نے نقل کی۔ (فتح الباري: ٦/٧) حضرت عبد الرحمٰن بن جبیر بن نفیر تابعی سے مرسلاً بسند صحیح

مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لیدرکن المسیح أقواماً أنهم لمثلکم أو خیر ثلاثاً"

یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کا لقاء ایسی مسلم قوموں سے ہوگا، جو تمہاری ہی جیسی افضل ہوں گی۔ یا تم سے بڑھ کر افضل ہوں گی۔" (فتح الباري: ٦/٧، بحواله ابن أبي شيبه)

حضرت ابوعبیدہ سے مروی ہے کہ میں نے کہا:

"یا رسول الله، أ أحد خیر منا، أسلمنا معك، و جاهدنا معك؟ قال: قوم یکونون من بعدكم یؤمنون بي و لم یروني"

"یا رسول اللہ ﷺ ہم صحابہ سے بھی کچھ لوگ بہتر ہیں؟ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کے ساتھ جہاد کیا؟ آپ نے فرمایا تمہارے بعد کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے، جو مجھ پر ایمان رکھیں گے، حالانکہ مجھے دیکھے نہ ہوں گے وہ تم صحابہ سے افضل ہوں گے۔" (رواه أحمد والدارمي والطبراني والحاكم، و ابن عبد البر بسند حسن صحيح، فتح الباري: ٦/٧)

حضرت عمر فاروق سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"أفضل الخلق إیماناً قوم فی أصلاب الرجال یؤمنون بي و لم یروني" (رواه ابن عبد البر والطیالسی وغیره بسند ضعیف، فتح الباري: ٦/٧، أقول: هو صحیح بشواهده)

فرقہ دیوبندیہ ان احادیث نبویہ کا معنی بتلائے، نیز یہ بتلائے کہ امام ابن سیرین سے مروی جس روایت کی نواب وحید الزماں نے تصحیح کی ہے، اس کے غیر صحیح ہونے کی کیا دلیل ہے؟ کیونکہ اس کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی سند سے واقف ہے، جو شیعوں پر مشتمل ہے، لہٰذا فرقہ دیوبندیہ اس حدیث کی سند کے رواۃ کا شیعی ہونا، پھر اس کا غیر صحیح ہونا ثابت کرے، یہ اجماع امت ہے کہ بہت سارے شیعی رواۃ بھی ثقہ وحجت ہوتے ہیں۔ جن کی روایت کردہ احادیث سے کتب احادیث معمور ہیں۔

موقف نواب وحید الزماں سے حافظ ابن عبد البر اور کئی اکابر امت متفق ہیں (فتح الباري: ٧/٦،٧) اور یہ موقف پوری جماعت اہل حدیث کا نہیں ہے، بلکہ نواب وحید الزماں اور قدرے قلیل اہل حدیث کا ہے اور جس صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ نبی ﷺ کے ساتھ زور زور سے نزاعی گفتگو کر رہی تھیں کہ باآواز بلند انھوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ ﷺ میرے باپ ابوبکر صدیق سے زیادہ محبوب حضرت علی مرتضیٰ کو رکھتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے کوئی نکیر نہیں کی، اس لیے یہ حدیث تقریری ہے اس جھگڑے کے دوران حضرت ابوبکر صدیق آ گئے اور دروازہ عائشہ کو کھٹکھٹا رہے تھے، مگر آپ نے قول عائشہ پر نکیر نہیں کی۔ (رواه أحمد و أبو داود والنسائي بسند

صحیح، فتح الباري(۲۷/۷) تو ہم کہتے ہیں کہ محبت دوسری چیز ہے اور فضیلت اس سے مختلف چیز ہے۔ اور دیوبندیہ کا دعویٰ اجماع باطل ہے۔ کما مر

صحابہ کرام کی طرف فسق کی نسبت:

فرقہ دیوبندیہ کہتا ہے کہ:

''نواب وحید الزماں تحریر کرتے ہیں:

"و منه يعلم أن من الصحابة من هو فاسق كالوليد، و مثله يقال في حق معاوية و عمرو ومغيرة و سمرة"

اس سے معلوم ہوا کہ کچھ صحابہ فاسق ہیں، مثلاً ولید بن عقبہ و معاویہ بن ابی سفیان، وعمرو بن العاص و مغیرہ بن شعبہ وسمرۃ بن جندب۔

صحابہ کرام کی اس قدر تنقیص کہ پناہ بخدا! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نواب صاحب کو صحابہ کرام سے بغض ہے، ان کا ایک ارشاد یہ ہے کہ

'' بھلا ان پاک نفس صحابہ پر معاویہ کا قیاس کیونکر ہو سکتا ہے، جو نہ مہاجرین میں سے ہیں نہ انصار میں سے؟ ان لوگوں نے وفات نبوی کے بعد حضرت عثمان بن عفان کو رائے دی کہ حضرت علی مرتضیٰ وطلحہ وزبیر کو قتل کر ڈالیں۔(نزل الأبرار: ۹۴/۲)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ:

''انھیں یہ معتبر تاریخی روایات نہیں پہنچیں کہ معاویہ برسر منبر حضرت علی مرتضیٰ کو برا کہتے تھے اور اس کا حکم دوسرے خطیبوں کو بھی دے رکھا تھا۔ سچی بات ہے کہ معاویہ پر طمع دنیا غالب آ گئی تھی، حضرت علی ہی نہیں معاویہ کو تمام خاندانِ رسالت سے دشمنی تھی، (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۳۶،۳۵، بحوالہ حیات وحید الزماں ولغات الحدیث از نواب وحید الزماں، مزید تفصیل کے لیے تعارف علماء اہل حدیث، صفحہ:۱۵۰، دیکھیں)

ہم کہتے ہیں کہ احترام صحابہ کا تقاضا ہے کہ ان کی شان میں کسی قسم کی تجریحی بات نہ کی جائے، لیکن جب فقہی اور اصولی بحث آ جائے اور ضرورت کا اقتضاء ہو تو اس کی وضاحت کے بغیر چارہ نہیں۔ حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کی بابت تقریباً مفسرین کا اجماع ہے کہ سورہ الحجرات(٦) والی آیت ﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کی بابت نازل ہوئی ہے، اس آیت میں واقع ''فاسق'' کا لفظ انھیں ولید بن عقبہ بن ابی معیط کی بابت نازل ہوا۔(تفسیر ابن کثیر :۲٤٥/٤ تا۲٤۷، واستیعاب لابن عبد

البر، ترجمہ ولید بن عقبہ و عام کتب تفسیر)

یہ صحابی ولید بن عقبہ شراب خور بھی تھے۔ ان پر حد شراب خوری جاری ہوئی تھی۔ (صحیحین) جس صحابی کو قرآن مجید نے فاسق کہا ہو، اسے اگر فقہی و علمی ضرورت کے تحت نواب وحید الزماں نے ایسا لکھ دیا، تو اس پر اکاذیب پرست دیوبندیہ کیوں اپنے شور وشغب اور غوغا آرائی سے فضا کو مکدر و مسموم کر رہے ہیں؟

اور تواتر معنوی سے ثابت ہے کہ حضرت عمار بن یاسر کو باغی لوگ قتل کریں گے اور یہ معلوم ہے کہ حضرت عمار جنگ صفین میں حضرت علی مرتضٰی کی طرف سے لڑتے ہوئے امیر معاویہ اور ان کے لشکر کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے، اسی وجہ سے بہت سارے صحابہ امیر معاویہ کا ساتھ چھوڑ کر لشکر علی مرتضٰی سے مل گئے۔ اس سے واضح ہے کہ امیر معاویہ اور ان کے ساتھ دینے والے باغی لوگ تھے، اس واقعہ سے باغیوں سے متعلق احکام بھی مستنبط کیے گئے ہیں، اگر حضرت معاویہ اور ان کا ساتھ دینے والے خصوصاً عمرو بن العاص کو نواب وحید الزماں نے باغی کہا، تو اکاذیب پرست دیوبندیہ نے ان کے اور پوری اہل حدیث جماعت کے خلاف کیوں اس قدر شورش برپا کر رکھی ہے؟ اس سے جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے والے خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ کا باغی ہونا بھی لازم آتا ہے یہ بات کہہ دینے والے نواب وحید الزماں اور پوری جماعت اہل حدیث کے خلاف دیوبندیہ کی شوریدہ سری کیا معنی رکھتی ہے۔ یہ بھی تواتر معنوی سے ثابت ہے کہ امیر معاویہ خود اور ان کے حکام برسر منبر حضرت علی مرتضٰی پر سب وشتم ولعن طعن کرتے تھے۔ حضرت علی کے خلاف اس طرح کا رویہ رکھنے والوں پر شدید نبوی عتاب ثابت ہے، اگر ان احادیث متواترہ کی بنیاد پر نواب وحید الزماں نے امیر معاویہ اور ان کے وزراء، امراء اور حکام پر احادیث متواترہ کو منطبق مان لیا، تو اکاذیب پرست دیوبندیہ کے سر میں اتنا بھاری درد کیوں ہو رہا ہے؟

میں محمود عباسی کی رسوائے زمانہ کتاب "خلافت معاویہ و یزید" اور "تحقیق مزید" پر اپنا تبصرہ تقریباً چالیس سال پہلے لکھ رہا تھا اور اس کی بہت ساری قسطیں پندرہ روزہ "الہدیٰ" دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ سے بنام "قول سدید بجواب محبان معاویہ و یزید" شائع ہوئی تھیں، مگر یہ سوچ کر میں نے اس کی مزید اشاعت روک دی کہ بہت سارے صحابہ معرض بحث میں آ جائیں گے، جس سے بعض نصوص نبویہ و اسلاف کے اقوال میں ممانعت کی گئی ہے۔

امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لیے خاندان نبوت کے لوگوں اور دوسرے صحابہ سے بیعت کرنے پر دباؤ ڈالا اور خاندانِ رسالت کے بہت سارے لوگوں بالخصوص حکام علی مرتضٰی کو قتل کرایا، حتی کہ مدینہ منورہ پر بھی بسر بن ارطاۃ کے ذریعہ حملہ کرا کے بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کرایا، جن میں بہت سے صحابہ و خاندان نبوت کے لوگ تھے۔ حضرت علی کے ربیب محمد بن ابی بکر کو عجیب ڈھنگ سے قتل کرایا، حضرت حسن بن علی مرتضٰی نے جب زمام خلافت سے دستبردار ہو کر خلافت امیر معاویہ کے سپرد کر دی، تو حضرت حسن کو کس طرح بذریعہ زہر خورانی قتل کرایا گیا؟ کیا

یہ سب خاندانِ رسالت کے ساتھ خوب اچھا حسن سلوک ہے؟ اکاذیب پرست دیوبندیہ اس کا مدلل جواب دیں!!

حضرت مغیرہ بن شعبہ سن ۴۹۔۵۰ ھ میں فوت ہوئے، جس کے بعد حضرت حسن بن علی بذریعہ زہر ہلاک کیے گئے، مگر مغیرہ بن شعبہ ہی نے امیر معاویہ کے سامنے تجویز رکھی کہ اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی پر بیعت لیجیے، جسے امیر معاویہ نے بخوشی منظور کر لیا، کیا یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی معمولی غلطی ہے؟ واقعہ تحکیم میں حضرت عمرو بن العاص کا جو کردار رہا وہ کیسا تھا؟ اکاذیب پرست دیوبندیہ اس کا معقول جواب دیں۔ ہم بہرحال اس ناخوشگوار تفصیل میں پڑنا نہیں چاہتے۔

تنبیہ:

صحابہ کرام کی طرف فسق کی نسبت کے بعد بعنوان ''حضرت عائشہ کی طرف ارتداد کی نسبت'' دیوبندیہ نے حضرت الامام العلام عبدالحق بنارسی کی طرف کی، اور یہ معلوم ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کے خلاف ام المومنین عائشہ نے جنگ جمل کی قیادت و جنگ آزمائی کی، جب کہ عورتوں کو جنگ کرنے اور زمام قیادت سنبھالنے سے نصوص میں منع کیا گیا ہے۔ اہل حدیث حضرت عائشہ پر کوئی حرف گیری نہیں کرتے، البتہ حضرت عائشہ کے مرتد ہونے کا فتویٰ دیوبندیہ کی طرح کے ایک حنفی مولوی عبدالرحمٰن پانی پاتی جیسے غیر ثقہ حنفی مولوی نے دیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ امام علام عبدالحق بنارسی کی طرف ارتداد عائشہ کا انتساب غیر معتبر ہے، البتہ یہ ثابت ہے کہ حضرت علی کے خلاف اپنی روش پر حضرت عائشہ بار بار روتیں اور اللہ سے استغفار کرتی تھیں۔ یعنی انھیں بہت بڑے گناہ کے ارتکاب کا احساس تھا، مگر توبہ کے بعد ہر طرح کا گناہ کالعدم ہو جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تحفہ اثنا عشریہ للشاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دھلوی والبدایۃ والنہایۃ تذکرہ جنگ جمل و ترجمہ عائشہ)

اسی طرح کی بات دیوبندیہ کے زیرِ عنوان'' حضرت علی کی سخت توہین'' ہے کہ انھوں نے بزعم خویش کسی بڑے اہل حدیث عالم حکیم فیض عالم صدیقی کی کتاب'' خلافت راشدہ'' کے حوالے سے لکھی ہے، ہم حکیم فیض عالم صدیقی سے واقف ہیں، نہ ان کی کتاب'' خلافت راشدہ'' سے، دونوں کا حال معلوم ہوئے بغیر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور دیوبندیہ کی نقل ناقابل وثوق و غیر معتبر ہے۔

لو اپنے دام میں صیاد آ گیا:

دیوبندیہ نے عنوان مذکورہ بالا کے تحت کہا:

''غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا امرتسری اپنی کتاب اہل حدیث کا مذہب صفحہ: ۲۴، میں بشمول حضرت علی مرتضیٰ باقی خلفائے راشدین کو خلفائے راشدین کہا اور امام ربانی مجدد الف ثانی کا کہنا ہے کہ کوئی ولی مرتبہ صحابی کو نہیں پہنچ سکتا، مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلدین کا مذہب بیان کرتے ہوئے

لکھتے ہیں کہ مذہب اہل حدیث میں انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کرنے والا کافر ہے، اولیاء کی توہین کرنے والا فاسق ہے۔ (ملخص از دیوبندی کتاب، صفحہ: ۴۰ تا ۴۴)

ہم کہتے ہیں کہ جب دیوبندیہ کو معلوم ہے کہ مذہب اہل حدیث صحابہ کی بابت کیسا ہے، تو وہ یہ بے جا شور و غل کیوں مچاتے ہیں؟

حضرت عمر فاروق کی شہادت میں حضرت حذیفہ وغیرہ کا دخل:

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

''غیر مقلدین کے مایہ ناز محقق حکیم فیض عالم لکھتے ہیں کہ شہادت فاروقی میں حضرت حذیفہ اور متعدد صحابہ کا ہاتھ تھا، اس میں حذیفہ کے بیٹے محمد اور ابوبکر کے بیٹے محمد کا بھی ہاتھ تھا، یہ صرف یہود و مجوس کی سازش نہ تھی۔ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۴۴۔۴۵)

ہم عرض کر چکے ہیں کہ ہم کسی بڑے مایہ ناز محقق حکیم فیض عالم اہل حدیث سے اور ان کی کتاب سے واقف نہیں، اگر فی الواقع انھوں نے اسی طرح کی باتیں لکھی ہیں، تو وہ ازروئے حقیقت غلط در غلط ہیں۔ مذہب اہل حدیث اس سے بری ہے۔ البتہ یہ محقق بات ہے کہ شہادت فاروقی میں مجوسی و یہودی سازش کا پورا دخل ہے۔

حضرات حسنین سے بغض:

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے مذکور حکیم فیض عالم کے حوالہ سے لکھا کہ'' حضرات حسنین کو زمرۂ صحابہ میں شمار کرنا صریحاً سبائیت یا اندھا دھند تقلید کی خرابی ہے۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۴۵، بحوالہ سیدنا حسن بن علی، صفحہ: ۲۳)

ہم کہتے ہیں کہ حکیم مذکور معلوم نہیں کس طرح کے اہل حدیث ہیں، جو بہت سارے مزاعم فاسدہ رکھنے والے ہیں، اگر ان کی کتابیں ہمیں ملیں اور دیوبندیہ کی بات سچ نکلے، تو سب سے پہلے حکیم موصوف کی مخالفت ہم کریں گے۔

علمائے دیوبند اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

'' ہر دانشمند جانتا ہے کہ اہل سنت و جماعت کا مسلک معتدل ہے، جس کے سچے علم بردار علمائے دیوبند ہیں۔ الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۴۵)

ہم کہتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ مسلک اہل سنت و جماعت معتدل ہے، مگر دیوبندیہ مسلک اہل سنت و جماعت سے مختلف مرجی، جہمی و معتزلی مذہب کے ملغوبہ ہیں اور اپنے اہل سنت و جماعت ہونے کے دعویٰ میں

ہرگز ہرگز سچے نہیں۔

حضرت شیخ الاسلام کی رائے گرامی:

فرقہ دیوبندیہ اپنے ایک مولوی حسین احمد ٹانڈوی فیض آبادی کو شیخ الاسلام اور معلوم نہیں کن کن خطابات و القاب سے یاد کرتا ہے، فرقہ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

حضرت شیخ الاسلام صحابہ کرام کے معیار حق ہونے اور ان کے اقوال کے حجت ہونے پر طویل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''صحابہ کرام انبیاء علیہم السلام اور امت کے درمیان واسطہ ہیں، انھیں کے ذریعہ کتاب و سنت امت کو پہنچی، اگر یہ معتمد علیہ ہیں، تو کتاب و سنت پر اعتماد ہو سکتا ہے ورنہ نہیں، اسی لیے زنادقہ و مبتدعین نے ہمیشہ جماعت صحابہ کو مطعون کرنے کی کوشش کی۔

چند دلائل و شواہد نقل کرنے کے بعد مولوی حسین احمد ٹانڈوی لکھتے ہیں کہ تمام اہل سنت و جماعت متفق ہیں کہ تمام صحابہ عادل و ثقہ ہیں۔ الخ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۴۵، ۴۶، بحوالہ مودودی دستور عقائد کی حقیقت، از صفحہ: ۳۱ تا ۴۴)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیوں کے یہ شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب تمام دیوبندیوں کی طرح اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں، وہ جو چاہیں اپنا نظریہ بتلاتے پھریں، مگر حقیقت میں ان کا مذہب مرجیہ و جہمیہ و معتزلہ کا ملغوبہ ہے، جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے، کسی قدر ان کا تعارف **اللمحات** جلد: ۶ میں آنے والا ہے۔

حضرت حکیم الاسلام کا ارشاد:

فرقہ دیوبندیہ قاری محمد طیب کو اپنا ''حکیم الاسلام'' کہتا ہے، عنوان بالا کے تحت یہ فرقہ دیوبندیہ کہتا ہے کہ:

''حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب نے صحابہ کرام کے متعلق علماء دیوبند کا دینی رخ متعین کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام کا طبقہ مقدس ترین ہے، اس طبقہ کو راشد مرشد و راضی و مرضی القلب پاک باطن مستمر الطاعۃ محسن و صادق و موعود بالجنۃ فرمایا، ان کی عمومی مقبولیت کو کسی خاص زمانہ سے مخصوص نہیں رکھا، بلکہ عمومی گردانا۔ قرآن مبین نے کتب سابقہ سے ان کی خبر دے کر بتلایا کہ وہ پچھلوں میں بھی قیامت تک جانے پہچانے رہیں گے۔ الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب کا ماحصل صفحہ: ۴۶ تا ۴۹ بحوالہ علمائے دیوبندی کا دینی رخ اور مسلکی مزاج، صفحہ: ۱۱۹ تا ۱۲۱)

ہم کہتے ہیں کہ بشمول قاری طیب صاحب تمام دیوبندیہ اہل سنت و جماعت سے خارج اور ہوا کے رخ پر چلنے والے ہیں، ان کی جو بات واقعتاً کسی اہل سنت و جماعت کی باتوں کے مطابق ہے، وہ اگرچہ اتفاقی حادثہ

ہے، مگر ہم اسے قبول کرتے ہیں، ورنہ نہیں۔

اتباع صحابی و ائمہ مجتہدین:

اپنے مذکورہ عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کی انفرادی رائیں اور فتاویٰ کی تقلید بھی واجب ہے۔ الخ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۴۹، ۵۰)

ہم کہتے ہیں کہ اسلام میں ہزاروں ائمہ کرام ہوئے، پھر دیوبندیہ کا ائمہ اربعہ میں اسلام کو محصور کر دینا کسی شرعی دلیل سے جائز ہے؟ اور دیوبندیہ میں اگر کچھ بھی صدق مقالی کا حوصلہ ہے تو وہ نصوص و اجماع سے ثابت کرے کہ ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ صحابہ کی انفرادی رائے و فتویٰ کی تقلید واجب ہے۔ دیوبندیہ اکاذیب کے پرستار ہیں، اس لیے انھوں نے اپنی اس تحریر میں ائمہ اربعہ اور دین اسلام پر افتراء پردازی کر ڈالی ہے اور اکثر معاملہ میں وہ یہی کرتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ کا فرمان:

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا کہ امام ابن تیمیہ نے امام شافعی کا قول یوں نقل کیا:

''حضرات صحابہ علم، عقل، دین وفضل میں ہم سے فائق ہیں، اپنی رائے کے بجائے ہمارے لیے ان کی رائے زیادہ بہتر ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ، ص:۱۵) انھوں نے منهاج السنة میں فرمایا: کتاب وسنت و اجماع و قیاس کی دلالت کی بناء پر صحابہ، امت میں سب سے اکمل ہیں، اسی لیے کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو فضیلت صحابہ کا معترف نہ ہو اس مسئلہ میں اختلاف کرنے والے جیسا کہ روافض ہیں، درحقیقت جاہل ہیں۔ (منهاج السنة: ۲/ ٦٦)

صحابہ کی بابت پوری امت یہی عقیدہ رکھتی ہے کہ صحابہ سب سے اکمل ہیں، نیز صحابی کے قول وفعل و فتاویٰ کو سَر سے لگایا جائے، مگر غیر مقلدین اور ان کی ڈگر پر چلنے والے اپنی ایک اینٹ کی مسجد الگ بنائے ہوئے ہیں۔ الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب کا ماحصل صفحہ:۵۱)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کے مصطلح غیر مقلدین تو عہد نبوی یعنی عہد محمدی سے بلکہ عہد آدم وحوا سے راہ حق و سنت و جماعت والی راہ پر چلے آرہے ہیں، جیسا کہ ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں بیان کیا گیا ہے اور ہماری یہ کتاب خصوصاً اور دیگر کتب دیوبندیہ اور اس جیسے بے راہ رو فرقوں کے گلے میں ہڈی کا پھانس بنی ہوئی ہیں۔ جو جماعت اہل حدیث زمانہ آدم سے موجود ہے اور مخالفین حق کے لیے شدید درد سر کا باعث ہے، جو زبان حال سے دیوبندیہ جیسے بے راہ رو فرقوں سے بزبان حال کہہ رہی ہے: ''ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگ گراں اور'' وہ فرقہ

دیوبندیہ اہل سنت وجماعت سے الگ تھلگ اپنی کثرت تعداد پر نازاں ہو کر اہل حدیث پر زبان سب وشتم دراز کرتے ہیں۔ مواخذہ خداوندی سے بے باک ہو کر اپنے کو محفوظ سمجھتے ہیں اور کہتا ہے کہ غیر مقلدین قرآن وسنت پر عمل کا بظاہر بڑا پر کشش نعرہ لگا رہے ہیں۔ مگر صحابہ کو درمیان سے ہٹا کر کتاب وسنت کا سمجھنا ناممکن ہے وہ دیوبندی پارٹی صحابہ کرام کو اپنی پیدائش سے نظر انداز کیے ہوئے تھی، وہ ان کے خلاف اپنے اختراعی مذہب پر کار بند ہے اور اہل حدیث کے خلاف زہر اگل رہی ہے کہ جماعت غیر مقلدین تضاد بیانی یا خبط الحواسی میں کہتی ہے کہ ہم صحابہ کو مانتے ہیں، مگر ہم ادردیدہ ور دیکھ رہے ہیں کہ خبط الحواسی میں نہیں عمداً وقصداً جان بوجھ کر دین اسلام کو مان کر دیوبندی پارٹی تضادات ومتعارضات واکاذیب پرستی کو اپنا دین بنائے ہوئے ہے، جو دیوبندی پارٹی صحابہ ہی نہیں کتاب وسنت وآثار اسلاف کو پس پشت ڈال کر اپنے اختراعی اکاذیب کی پرستار ہو وہ ہم کو اپنی بے تمیزی کا نشانہ بنائے، خدا کی قدرت ہے!!

مگر ہم کہتے ہیں کہ سب سے بڑا مخالف صحابہ وتابعین فرقہ مرجیہ، جہمیہ، معتزلہ کے ملغوبہ سے تیار شدہ فرقہ دیوبندیہ ہے، یہ کوئی مذاق نہیں بلکہ حقیقت ہے، یہ فرقہ نصوص کتاب وسنت واجماع صحابہ کا بہت بڑا مخالف بلکہ دشمن ہے، جیسا کہ دیوبندی پیکٹ والی کتابوں میں سے بعض کے تبصرہ میں ہم نے واضح کیا ہے۔

حجیت صحابہ کے سلسلے میں غیر مقلدین کا تذبذب:

فرقہ دیوبندیہ مزید درمزید اکاذیب پرستی میں ترقی کرتے ہوئے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہتا ہے کہ:

> ”غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین ایک طرف فرماتے ہیں کہ اگر مان لیا جائے کہ اس فتویٰ صحابی کی سند صحیح ہے، تب بھی اسے دلیل بنانا درست نہیں کیونکہ قول صحابی حجت نہیں۔“ (فتاویٰ نذیریہ: ۱/ ۳٤۰)

ہم کہتے ہیں کہ شیخ الکل نے جس فتویٰ میں یہ بات کہی ہے، وہ یہ ہے کہ دیوبندیہ حضرت ابن عباس وابن زبیر کی طرف منسوب ایک ساقط الاعتبار سند والی روایت کو حجت بنائے ہوئے ہیں، وہ موقوف ہونے کے ساتھ منقطع ہے، نیز وہ اصول وضوابط اور دوسری احادیث مرفوع صحیحہ کے خلاف ہے، نیز دیوبندی مذہب میں بھی اقوال صحابہ نصوص کے خلاف حجت نہیں بنتے۔ (ماحصل از فتاویٰ نذیریہ: ۱/ ۳۳۸ تا ۳۴۵) یہ فتویٰ شیخ الکل ولادت فرقہ دیوبندی سے پہلے ۱۲۸۲ھ میں لکھا گیا، مگر فرقہ دیوبندیہ کی تولید پر ایک صدی سے زیادہ گزر گئے، لیکن فرقہ دیوبندیہ شیخ الکل کے اس فتویٰ کے مندرجات کے جواب سے ابھی تک عاجز رہا اور قیامت تک عاجز رہے گا۔ ایک تو فتویٰ دیوبندیہ احادیث صحیحہ مرفوعہ کے خلاف غیر معتبر سند سے مروی موقوف روایت پر قائم ہے، جو باجماع حنفیہ باطل ہے، اس کا کوئی جواب دیوبندیہ نہ دے سکا اور خاص اسی موضوع پر لکھی گئی اس دیوبندی کتاب میں بھی

وہ اس کے جواب سے عاجز اور مہر بلب ہے۔

بولتے کیوں نہیں سحر کے طیور
کیا کھلا دیا شفق نے ہمیں سیندور

دوسرے یہ کہ گستاخ دیوبندی فرقہ نے نصوص و اجماع صحابہ کے خلاف اپنی متدل روایت موقوفہ یعنی قول صحابی جو از روئے اصول حدیث غیر معتبر و غیر حسن و نا قابل استدلال ساقط الاعتبار روایت ہے کو معتبر نہیں ثابت کر سکا، گویا اس کے منہ کو سی دیا گیا ہو، پھر بھی وہ کتے کی دم کی طرح اکڑا ہوا ہے۔

بد زبان بد تمیز فرقہ دیوبندیہ شیخ الکل کے اس موقف کو متضاد قرار دیتے ہوئے ناقل ہے کہ ''الحیاة بعد المماة'' سیرت شیخ الکل میں کہا گیا ہے کہ وہ صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین وغیرہ کی زندگی کے نمونہ تھے۔ بے انتہاء مخالفتوں، مزاحمتوں، کشمکشوں، ومشکلات کے باوجود علمائے مجتہدین سے تابعین و تبع تابعین وصحابہ کی زندگی کا نمونہ بنا کے دکھلا دیا۔ (''الحیاة بعد المماة''، صفحہ:۳، بحوالہ غیر مقلدین کی ڈائری، صفحہ:۱۸)

ہم کہتے ہیں کہ جو فرقہ اس قدر جاہل و بے تمیز ہو کہ نمونہ زندگی صحابہ و تابعین واتباع تابعین و ائمہ مجتہدین کا مطلب یہ سمجھتا ہو کہ ان اوصاف سے متصف آدمی کی بابت یہ کہے کہ صحابہ وتابعین و اتباع تابعین و ائمہ مجتہدین وہ ان حضرات کے اقوال و احوال و افعال کو حجت مانتا ہے، اس کی جہالت مرکبہ پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے، دارالعلوم دیوبند کیا اسی لیے قائم کیا گیا کہ جہل مرکب والے مخالفین نصوص و مخالفین صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین ودیوبندی مولوی پیدا کیے جائیں، جو جہل مرکب کا شکار ہونے کے باوجود دارالعلوم دیوبند کے استاذ ہوں اور کتابوں کے مصنف ہوں اور دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کی تیاری میں کئی سال صرف کرنے والے ہوں، اور میدان تحقیق میں داد تحقیق دینے کے نام پر فرقہ نوزائیدہ غازی پوری کی کتابوں کو اپنا مرجع بنا کر اپنی جہالتوں کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔ إنا للہ و إنا الیہ راجعون!

فرقہ دیوبندیہ نے یہ بھی کہا کہ

''غیر مقلدین کے ایک شیخ الحدیث اپنی جماعت کا مسلک بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ جماعت اہل حدیث کا مسلک نصوص ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ نبی ﷺ کے بعد ہر شخص کے اقوال میں احتمال خطا وصواب ہے۔'' (مسلک اہل حدیث، صفحہ:۱۱)

ہم پوچھتے ہیں کہ یہ جاہل فرقہ یہ بتلائے کہ نبی ﷺ کے علاوہ دوسروں کے اقوال میں احتمال خطا نہ ہونے پر اس کے پاس کون سی خانہ ساز آیت قرآنی یا نص نبوی یا اجماع صحابہ یا اجماع امت ہے؟ کیا واقعتاً اس فرقہ نافرمان پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے کہ غیر نبی کے اقوال میں احتمال خطا نہیں؟ نیز وہ اس موضوع پر اپنے مسلک کی

وضاحت نصوص و صحابہ سے لے کر آج تک کے اہل اسلام کی روشنی میں کرے۔

فرقہ دیوبندیہ مزید ہذیاں سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''غیر مقلدین کے شیخ الکل سنت صحابہ سے استدلال کرتے ہوئے ''عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين'' سے استدلال کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ سنت صحابہ موافق حدیث نبوی مذکور ہے۔'' (فتاویٰ نذیریہ، صفحہ: ۱۱۷۰) درحقیقت غیر مقلدین کا کوئی اصول نہیں نہ قاعدہ ہے بس خواہش کے بندے ہیں۔

ایک نیا روز بدلتی ہے لباس
پیرہن رکھتی ہے دنیا کتنے

(زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۵۲)

ہم کہتے ہیں کہ ہر روز زنِ پیشہ ور کی طرح نئے چولے بدلنے والا فرقہ دیوبندیہ نے شیخ الکل پر اور پوری جماعت اہل حدیث یعنی صحابہ کرام بشمول خلفائے راشدین و تابعین و عامۃ المسلمین پر افتراء پردازی کی ہے، جس فتویٰ میں یعنی میت خاتون کو تابوت میں خوب مستور رکھنے کے فتوی میں اجماع صحابہ سے استدلال کیا ہے، جو باجماع امت حجت ہے، اور وہ مسئلہ نصوص کے خلاف نہیں اور نصوص کے خلاف نہ ہونے والا اجماع صحابہ حجت ہے اور اجماع صحابہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ یہ مسئلہ خلاف نصوص نہیں بلکہ موافق نصوص ہے۔(فتاویٰ نذیریہ: ۱/ ۲۹۵ تا ۳۰۰) یا اجماع صحابہ پر عمل کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایک صحابی کے قول کو حجت ماننا، جب فرقہ دیوبندیہ میں اتنی بھی تمیز نہیں تو معلوم نہیں کہ وہ اپنے کن مزاعم فاسدہ کے بل بوتے پر اہل حدیث کے خلاف ہر طرح کی دیوبندی تحریک چلانے میں بدمست ہے، اہل حدیث کا مسلک ہے کہ موافق نصوص صحابی یا کئی صحابہ کا قول حجت ہے اور ناموافق نصوص ایک صحابی یا کئی صحابی کا قول حجت نہیں اور جس کا موافق و مخالف نصوص ہونا ظاہر نہ ہو اور اس میں صحابہ کے درمیان اختلاف ظاہر نہ ہو اسے حجت ماننے اور نہ ماننے میں اختیار ہے اور اجماع صحابہ کی مخالفت کسی صورت میں جائز نہیں، اس معاملہ میں بھی فرقہ دیوبندیہ اہل حدیث کے خلاف کوئی کتاب لکھ ڈالے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت رائی شناشم

غیر مقلدین کی مزید گل کاریاں:

اس مفہوم کے عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ کہتا ہے:

''ایک مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد علی جونا گڑھی شانِ خلفائے راشدین میں گستاخی کرتے ہوئے لکھتا

ہے کہ حضرات خلفائے راشدین قطعاً اپنے اپنے زمانہ خلافت میں دونوں معنی کے لحاظ سے اولوالامر تھے، لیکن اس کے باوجود کسی صحابی نے ان کی تقلید نہیں کی، نہ ان کی طرف کوئی منسوب ہوا، بلکہ ان کے اقوال کی خلاف ورزی کی جب وہ فرمان نبوی کے خلاف نظر آئے۔ حضرت عمر موٹے موٹے مسائل میں موٹی موٹی غلطیاں کرتے تھے۔ ان غیر مقلد عالم کا جنون کس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ خلفائے راشدین نصوص کی کبھی کبھی مخالفت کرتے تھے، دوسری طرف ایک غیر مقلد عالم کا دعویٰ ہے کہ جس طرح تمام صحابہ عادل تھے اسی طرح فقیہ بھی تھے، اسے مولانا اسماعیل سلفی گوجرانوالہ نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے، میاں نذیر حسین نے کہا کہ فلاں بات حضرت عائشہ نے اپنے فہم سے کہی جو حجت نہیں۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۵۳، بحوالہ الانطلاق الفکری: ۲۱۸، و طریق محمدی، صفحہ: ۴۰)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ اپنی اجمائی زور آوری سے ثابت کرے کہ کوئی صحابی یا غیر صحابی خلفائے راشدین کا یا ان میں سے کسی کا مقلد تھا، کیا یہ کہنا کہ کوئی صحابی ان کا مقلد نہیں تھا، شان صحابہ میں گستاخی ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق اور تمام خلفائے راشدین تحریمہ کے علاوہ اور مقامات پر رفع یدین کرتے و آمین بالجہر کہتے، فاتحہ کو ہر نمازی کے لیے فرض کہتے اور فاتحہ خلف الإمام کو بھی فرض کہتے یہ اور بہت سارے امور میں تمام صحابہ ان کا اتباع کرتے، مگر بہت سارے امور میں ان کے خلاف موقف رکھتے، بلکہ ان پر بعض اوقات نکیر کرتے، کیا ان حقائق سے چمگادڑوں کی طرح دن کی روشنی میں بھی دیوبندیہ واقف نہیں ہیں؟ اگر واقف نہیں تو وہ علوم اسلامیہ سے نرے جاہل ہیں اور اگر واقف ہیں تو دیوبندیہ اور زیادہ بے راہ رو ہیں۔ وفات نبوی کے بعد دنیائے اسلام میں فتنہ ارتداد پھوٹ پڑا، ادھر علالت نبوی ہی میں حکم نبوی کے مطابق اسلامی لشکر حضرت اسامہ بن زید کی سرکردگی میں نصاریٰ کے خلاف جنگ کے لیے جا رہا تھا، حضرت ابوبکر نے بیک وقت ان تمام فتنوں کو ختم کرنے کے لیے جنگی مہم روانہ کرنا چاہی، ان کے اس عزم سے حضرت عمر فاروق اور دوسرے لوگوں نے موقف صدیقی میں خامی محسوس کر کے اس طرح کی کارروائی سے روکنا چاہا، مگر حضرت ابوبکر اپنی جگہ پر اٹل رہے، کیا یہ اکثر صحابہ کی طرف سے حضرت ابوبکر پر خلافت ابوبکر کے زمانہ میں اعتراض نہیں ہوا، مگر آخر کار حضرت ابوبکر کی عزیمت دیکھ کر سارے صحابہ حکم صدیقی کو ماننے پر راضی ہوئے، غزوۂ یمامہ میں بکثرت قراء کرام کی شہادت کی خبر پر جمع قرآن کی تجویز خدمت صدیقی میں رکھی گئی، بڑے مباحثہ کے بعد ابوبکر صدیق راضی ہوئے، تو حضرت زید بن ثابت کو بلا کر تدوین قرآنی کا حکم دیا، حضرت زید نے دونوں کی بات ماننے سے انکار اور مباحثہ بھی کیا، آخر وہ اس پر راضی ہوئے، عہد نبوی و صدیقی اور ابتدائے دورِ فاروقی کے اجماعی موقف بابت طلاق ثلاثہ کو کسی مصلحت کی خاطر حضرت عمر نے نافذ کر دیا، کسی نے عہد نبوی و عہد صدیقی والے اجماعی فیصلے کے خلاف اعتراض نہیں کیا،

دیوبندیہ ہی کو اعتراض ہے اور ان کی مخالفت بھی اس نانہجار فرقے نے کر رکھی ہے، اس طرح کی بہت ساری مثالیں ہم نے اپنی کتاب ''تنویر الآفاق'' میں پیش کی ہیں۔ حضرت عائشہ کا مسجد میں عورتوں سے متعلق ذاتی قسم کا تذکرہ عام کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن روزانہ کی نماز سے نماز عیدین مختلف ہے اور نماز عیدین کے مواقع پر تمام عورتوں حتی کہ حائضہ کو جانے کا حکم نبوی موجود ہے، اس سلسلے میں فہم عائشہ یعنی ایک صحابیہ خاتون کے فہم کو تمام خلفائے راشدین سے لے کر آج تک حجت ماننے سے پوری امت کا انکار ہے۔ صرف دیوبندیہ اور ان کے بعض حلیف اسے حجت مانتے ہیں، مگر عام امور کی طرح فتویٰ شیخ الکل کے جواب سے فرقہ دیوبندیہ ابھی تک چپ سادھے بیٹھا ہوا ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی مزید فتنہ سامانی:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

'' غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: '' میرا عقیدہ و مذہب یہ ہے کہ میں قول اللہ و قول نبوی کو سند اور حجت مانتا ہوں ان کے سوا ایک یا کئی ایک کا قول و فعل حجت شرعیہ نہیں۔ (روپڑی مظالم، صفحہ: ۶۵ وغیر مقلدین کی ڈائری، صفحہ: ۱۷۲، زیر نظر کتاب دیوبندی، صفحہ: ۵۴) ایسا لگتا ہے کہ اہل حدیث کا مذہب چوں چوں کا مربہ ہے، کہیں قول صحابی کی حجیت کا انکار، کہیں افعال صحابہ کی مخالفت کرنے والے کو جہنم کے قریب پہنچا دیتے ہیں، چنانچہ ایک مسئلہ کے ضمن میں غیر مقلدین کے شیخ الکل لکھتے ہیں کہ: '' جو شخص بعد ثبوت قول نبوی و افعال صحابہ کی مخالفت کرے، وہ اس آیت کا مصداق ہے: ﴿ و من يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى و يتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى و نصله جهنم و ساء ت مصيرا﴾ جو حکم صراحتاً شرع شریف میں ثابت ہو جائے، اس میں ہرگز رائے و قیاس کو دخل نہیں دینا چاہئے کہ شیطان اس قیاس سے کہ ''انا خير منه'' حکم صریح الٰہی سے انکار کر کے ملعون بنا اور یہ بالکل شریعت کو بدل ڈالنا ہے۔ (ملخص از دیوبندی کتاب، صفحہ: ۵۴، بحوالہ فتاویٰ نذیریہ: ۱/۶۲۲)

شیخ الکل یہاں اظہار حقیقت کر گئے، دراصل اس مسئلہ میں ان کو قول صحابہ سے دلیل پکڑنی تھی، ورنہ ان کا مسلک وہی ہے جو گزر چکا۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۵۴)

فرقہ دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ مذہب غیر مقلدین چوں چوں کا مربہ ہے، وہ دراصل دیوبندی مذہب کا تعارف ہے، یعنی کہ وہ خود چوں چوں کا مربہ بلکہ کچھ اور ہے، یعنی کہ دیوبندیت انبارِ غلاظت ہے۔ مزید یہ کہ دیوبندی مذہب مجموعہ اکاذیب و اباطیل ہے کہ اس کی صراحت خود امام ابوحنیفہ نے کی ہے، جیسا کہ اس دیوبندی پیکٹ کی

کئی کتابوں پر ہمارے تبصرے سے واضح ہے۔ دراصل دیوبندیہ کسی علمی و تحقیقی و دینی معاملہ پر بحث و نظر کی صلاحیت سے محروم ہے، اس لیے وہ بے معنی لغوطرازی کرتا ہے اور وہ عبارتوں کا معنی و مطلب سمجھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہے۔ شیخ الکل یا جماعت اہل حدیث نے جہاں خلفائے راشدین کی باتوں کو حجت بنایا ہے، وہاں صحابہ کے درمیان اختلاف ہے، پھر کس کا قول حجت بنایا جائے کس کا نہیں، دریں صورت جس کا قول أقرب إلی النصوص محسوس کیا گیا، اسی کی موافقت کی گئی، خلفائے راشدین میں سے کسی کی وہی بات حجت ہے، جو خلاف نصوص نہ ہو اور صحابہ کا اس سے اختلاف نہ ہو۔

غیر مقلدین کی صحابہ کرام سے اختلاف کی جھلکیاں:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکورہ بالا کے تحت کہا:

> ''اپنے کو اہل حدیث کہنے والے غیر مقلدین صحابہ کرام سے کوئی عقیدت نہیں رکھتے، جیسا کہ مذکورہ تصریحات سے واضح ہے...... الخ۔

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ اپنے اس بیان میں کذاب ہے، کیونکہ اکاذیب پرستی اس کا شیوہ ہے، اس نے یہ بات اہل حدیث پر بطور افتراء پردازی کہی ہے۔ کیا اس دوغلی پالیسی رکھنے والے فرقہ کذابہ نے اہل حدیث کے دلوں کو چیر کر دیکھا ہے کہ وہ عقیدت صحابہ کا جو دم بھرتے ہیں، اس میں سچے ہیں یا غیر سچے، پھر اکاذیب پرستوں کے لیے حقائق کا علم ہی کیسے ممکن ہے۔

فرقہ دیوبندیہ یعنی فرقہ کذابہ اکاذیب وتلبیسات و مغالطات کا پرستار ہونے کے باوصف اہل حدیث کے خلاف اپنے انبار اکاذیب میں اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

> ''فرقہ غیر مقلدین کے لوگ دین کو کتاب وسنت سے صحابہ کو چھوڑ کر براہ راست سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ یہ گمراہی ہے، ان کا جاہل بھی اپنے کو مجتہد و محدث سمجھتا ہے اور حدیث دانی کی خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کذابہ کا اہل حدیث پر یہ بھی بھاری افتراء ہے، اہل حدیث صحابہ ہی کے ذریعہ نصوص فہمی کی کوشش کرتے ہیں۔ البتہ دیوبندیہ اولاً نصوص کے خلاف فرقہ مرجیہ و جہمیہ و معتزلہ جیسے باطل پرست فرقوں کے ائمہ ایجاد و اکاذیب کے آلات سے اپنے اختراعی مذہب کے مسائل کی ایجاد و تولید کرتے ہیں۔ ثانیاً دیوبندیہ صحابہ، تابعین اور سنن نبویہ نہیں بلکہ ائمہ جہمیہ و مرجیہ و معتزلہ سے روابط رکھتے ہیں اور افتراء پردازی والے جھوٹے پروپیگنڈہ کے زور پر کہتے ہیں کہ ہم صحابہ و تابعین و سنن نبویہ کے ذریعہ نصوص قرآنی کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی نص صریح میں ﴿**فصاله عامين**﴾ مدت رضاعت دو سال بتلائی گئی، نیز دوسری آیت

میں ﴿یرضعن أولادهن حولین کاملین لمن أراد أن یتم الرضاعة﴾ میں بھی یہی بات کہی گئی ہے، تمام صحابہ و تابعین بشمول ذات نبوی ان دونوں کا یہی معنی بتلاتے ہیں، مگر دیوبندیہ اور جن عناصر سے دیوبندیہ تولد پذیر ہوئے، وہ مدت رضاعت ڈھائی سال بلکہ ان میں سے بعض تین سال بتلاتے ہیں، اکاذیب پرست دیوبندیہ اگر ذرہ برابر دینی و تحقیقی و علمی غیرت رکھتے ہوں، تو ان دونوں کا وہ مطلب سنت نبویہ و اجماع صحابہ یا افراد صحابہ یا تابعین سے اصول کے مطابق ثابت کریں، تو ہم جانیں کہ کوئی کوئی بات دیوبندیہ سچ بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں، اور صحابہ و تابعین کی راہ پر چلتے ہیں، مگر تقلید پرستی مذہب حنفی کی کرتے ہیں جن کے سربراہ اعلیٰ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میری فقہی و غیر فقہی باتیں مجموعہ اکاذیب و اباطیل وطومار رائے و قیاس ہیں، کچھ حد ہے دیوبندیہ کی بے راہ روی کی کہ دعویٰ کریں اطاعت الٰہی و اطاعت نبوی کا نیز راہ صحابہ و تابعین پر چلنے کا، مگر اس مذہب حنفی کے مقلد بننے پر نازاں و فرحاں ہو جو بقول ابی حنیفہ مجموعہ اکاذیب و آراء ہے؟ نعوذ باللہ، استغفر اللہ!!!

فرقہ دیوبندیہ ثابت کرے کہ جاہل اہل حدیث اپنے کو مجتہد و محدث کہتے ہیں۔ دلیل دیوبندیہ والا مجموعہ اکاذیب نہ ہو، بلکہ اہل اسلام کے اصول والی ہو۔ فرقہ دیوبندیہ نے جو یہ کہا کہ "صحابہ کرام دین کے ستون ہیں، انھیں درمیان سے ہٹا دیا جائے، تو پورا دین مسمار ہو جائے۔" اور ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے اسی لیے درمیان سے صحابہ کو ہٹا کر امام ابوحنیفہ کی مجموعہ اکاذیب قرار دی ہوئی فقہ کی تقلید کی اور اصل دین اسلام کی عمارت کو منہدم کرنے کے لیے کوشاں ہیں، مگر: ﴿واللّٰہ متم نورہ و لو کرہ ......﴾

ہم ہیں تو گراں راہ میں ہیں سنگ گراں اور

دیوبندیہ کا جو یہ دعویٰ ہے کہ "غیر مقلدین کے بس چند مسائل ہیں، جن کو یہ زیادہ اچھالتے ہیں مثلاً تراویح کی رکعات یا طلاق ثلاث کا مسئلہ وغیرہ، وغیرہ ہمارے علمائے محققین دیوبندیہ یعنی مرجیہ، جہمیہ، معتزلہ انھیں احادیث کی روشنی میں پوری طرح منقح کر چکے ہیں اور دلائل سے حق واضح کر چکے ہیں، مگر یہ ہٹ دھرم غیر مقلد قوم مانتی کہاں ہے۔"

تو یہ دعویٰ دیوبندیہ سو فیصدی جھوٹ ہے پورا قرآن مجید اور ذخیرہ احادیث نبویہ معتبرہ صحابہ کے اجماعی مسائل سب اہل حدیث کے مسائل ہیں، یہ محض افتراء دیوبندیہ ہے کہ اہل حدیث صرف چند مسائل کو اچھالتے ہیں اور چند مسائل میں سے صرف دو مسائل کا ذکر کر کے دیوبندیہ نے احادیث کی روشنی میں پوری طرح منقح کرنے اور دلائل سے ایضاح حق کا دعویٰ کیا ہے، تو یہ بھی دیوبندیہ کا خالص جھوٹ ہے۔ بھلا مجموعہ اکاذیب کے زور پر اختراع کردہ مسائل دیوبندیہ احادیث کی روشنی میں منقح اور دلائل سے ایضاح حق ممکن بھی ہے؟ یہ تو محال در محال

ہے اور محال در محال باتیں احادیث نبویہ و دلائل شرعیہ سے کسی طرح بھی ثابت، منقح و مبرہن نہیں ہو سکتیں۔ یہ محض شیخ چلی والی پلاؤ پکانی اور پلاؤ خوری ہے، جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اور ہٹ دھرم اہل حدیث نہیں بلکہ دیوبندیہ ہیں، جو تقلید پرستی پر اٹل ہیں وہ بھی ایسے مذہب کی تقلید پرستی جسے اس کے بانی نے مجموعہ اکاذیب و اباطیل وطومار، آراء وقیاس کہا ہو!!

مسئلہ تراویح:

اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے تقریباً ڈیڑھ صفحات سیاہ کرکے مزید اپنی عاقبت خراب کی۔ شائقین تحقیق ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' میں اور بہت ساری سلفی کتابوں میں یہ بحث دیکھ سکتے اور اکاذیب دیوبندیہ کی حقیقت سے واقف ہو سکتے ہیں۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں:

اس عنوان کے تحت بھی دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب میں ڈیڑھ صفحہ سے زیادہ سیاہ کیے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۵۸، تا صفحہ: ۶۰)

اس موضوع پر ہماری مستقل کتاب ''تنویر الآفاق'' اور اس کی تلخیص میں اکاذیب وتلبیسات دیوبندیہ کی مکمل بخیہ دری کر دی گئی ہے۔

جمعہ میں دو اذانوں کا مسئلہ:

اس عنوان کے تحت بھی فرقہ دیوبندیہ نے ایک صفحہ سے زیادہ سیاہ کیے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۶۰، ۶۱) تحقیق پسند حضرات اس سلسلے میں ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' دیکھیں، دیوبندیہ کی قلعی کھل جائے گی۔

مقلدین کا حدیث پر عمل...... فقط ایک دعویٰ:

اپنے اس عنوان کے تحت بھی دیوبندیہ نے ایک صفحہ سے زیادہ سیاہ کیے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۶۱، ۶۲)

اس سلسلے میں ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' اور ''اللمحات'' دیکھیں، جن سے قصر دیوبندیت میں زلزلہ آ گیا اور کتنے فضلائے دیوبند دیوبندی مذہب چھوڑ کر اہل حدیث ہو گئے، اس سے بوکھلا کر دیوبندیہ نے معلوم نہیں کتنے سالوں سے اپنی تحفظ سنت کانفرنس کا منصوبہ بنا کر اس کا سلسلہ شروع کیا، مگر جو دیوبندیت بقول ابی حنیفہ مجموعہ اکاذیب واباطیل وشرور وفتن وطومار واغلاط وآراء ہو، وہ حامیان نصوص کا کیا بگاڑ سکتی ہے۔

چراغ را کہ ایزد بر فروزد
ہر آنکہ تف زند ریشش بسوزد

روشن کیا ہے رب نے چراغ مصطفوی کو
جلا کے مار ڈالے گا ارباب دیوبند کو

اعتراف حقیقت:

اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے نواب وحید الزماں کا ایک قول نقل کررکھا ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶۲۔۶۳) اور ہم نے اس کا جائزہ لیا ہے اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں۔

آخری گزارش:

اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے وہی راگنی گائی ہے، جو وہ اپنے تولد پذیر ہونے کے زمانہ سے گاتا چلا آرہا ہے اور اسی پر اس نے اپنی کتاب ختم کردی ہے، اس دیوبندی راگنی کا جائزہ ہماری کتاب'' اللمحات'' اور ''ضمیر کا بحران'' میں ہے۔

و آخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین۔

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۲۷/اپریل/۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس

لال کٹورہ اسٹیڈیم

منعقدہ= ۲،۳/مئی/۲۰۰۱ء بمقام نئی دہلی کے موقع پر لگ بھگ انتیس کتابوں پر مشتمل
مفت تقسیم ہونے والے دیوبندی پیکٹ میں سے ایک کتاب

فرض نماز کے بعد دعاء، متعلقات ومسائل

از

مولانا عبدالحمید نعمانی

پر ہمارا تحقیقی جائزہ وتبصرہ

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۳/مئی/۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده، ونصلي على رسوله الكريم أما بعد:

نبوی پیش گوئی کے مطابق سرزمین مشرق کے دائرہ میں آنے والے ملک ہندوستان میں برطانوی عیسائی نصرانی سامراج کے منصوبہ بند طریق پر قائم کردہ تعلیمی اداروں میں سے دہلی کالج کے تعلیم و تربیت یافتہ لوگوں میں سے بعض لوگوں نے اواخر تیرہویں صدی ہجری میں ''دارالعلوم دیوبند'' نامی درسگاہ قائم کی، جس کے فارغین اور ہم خیال ''دیوبندی'' کہلائے، اور چودھویں صدی ہجری میں ان لوگوں نے فرقہ دیوبندیہ کی شکل اختیار کی، یہ دیوبندی فرقہ فتنوں کی سرزمین عراق کے فتنہ انگیز عناصر سے تولد پذیر ہوا اور انگریزی سامراج کا مخلص آلہ کار کے طور پر انگریزی سامراج کو ہندوستان و غیر ہندوستان پر برقرار رکھنے کے لیے انگریزی سامراج سے ملکر بنائے ہوئے منصوبوں پر عمل کرنے لگا، اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہندوستان و غیر ہندوستان میں پھیلے ہوئے اہل حدیث تھے۔

انھیں دبانے اور بے اثر بنانے کے لیے فرقہ دیوبندیہ اور اس کے حلیف فرقے انگریزوں اور انگریزوں کے وفاداروں سے مل کر کوشاں و جوشاں رہے، مگر ہندوستان سے انگریزی سامراج کے خاتمہ کے بعد ہندوستان میں قائم ہونے والی نام نہاد سیکولر جمہوری اسلام دشمن ہندو حکومت سے دیوبندیہ نے سیاسی و سماجی روابط قائم کیے اور اہل حدیث دشمنی والے اپنے موقف پر قائم رہتے ہوئے اہل حدیث کے خلاف منظم کام کرتے رہے۔ جس زمانے میں اسلام دشمن ہندو حکومت عروج کے منازل طے کرنے لگی، اسی زمانہ میں دیوبندی جماعت نے اہل حدیث کے خلاف نہایت منظم سازش پر عمل کرتے ہوئے کئی سالوں کی بے انتہائی کوششوں کے بعد اپنی ایک کانفرنس'' تحفظ سنت کانفرنس'' کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کا پہلا اجلاس ۲،۳/ مئی/ ۲۰۰۱ء میں ہندوستانی راجدھانی نئی دہلی میں منعقد ہوا، جس میں اہل حدیث کے خلاف بہت ساری کارروائیوں کے ساتھ سالہا سال سے تیار کی ہوئی لگ بھگ تیس کتابوں پر مشتمل پیکٹ اپنے خواص و عوام میں مفت تقسیم کیے گئے۔ اس پیکٹ پر ''غیر مقلدیت (یعنی اہل حدیث) کا جامع سیٹ'' لکھا گیا، تا کہ ان کتابوں کو دیوبندی لوگ بطور ہتھیار اہل حدیث کے خلاف استعمال کر سکیں۔ میں اس دیوبندی کانفرنس کے انعقاد اور اس کے مشتملات پر دیر ہی سے واقف ہو سکا۔ میں نے سمجھا کہ ہماری جماعت اہل حدیث کے غیرت مند اہل علم کم از کم اس دیوبندی پیکٹ والی کتابوں کا کافی و شافی ردّ ضرور کریں گے، مگر معلوم ہوا کہ ہماری جماعت کے لوگ کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ میں بستر علالت پر پڑا ہوا

سوچنے لگا کہ میں ہی یہ کام کروں، لیکن ایک تو خرابی صحت دوسری ضروری مراجع سے تہی دستی رکاوٹ رہیں۔ پھر بھی جی نہیں مانا تو اپنے معمولی سے ذاتی کتب خانہ کے سہارے اللہ کا نام لے کر میں نے بالآخر ۲۰۰۲ء میں یہ کام کرنے کا عزم کیا۔

جامعہ سلفیہ کے وسیع و عریض کتب خانہ سے استفادہ میرے لیے مشکل تھا۔ لہٰذا کچھ کتابیں اپنی بعض جائیدادیں فروخت کر کے خریدیں، مگر وہ بھی ناکافی ثابت ہوئیں، پھر بھی اللہ کا نام لے کر میں نے یہ کام شروع کیا، باوجودیکہ راستہ میں بہت ساری رکاوٹیں تھیں۔ تاہم اس دیوبندی پیکٹ کی ایک کتاب ''فرض نماز کے بعد دعاء'' اس وقت اسی پر میں کسی کی ادنیٰ معاونت کے بغیر ردّ لکھ رہا ہوں۔''

السعي مني، والإتمام على الله، و هو المستعان على ما يصفون.

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعه سلفيه بنارس

۲/ مئی/ ۲۰۰۲ء

اس دیوبندی کتاب کے مصنف کا نام ''مولانا عبدالحمید نعمانی'' ظاہر کیا گیا ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ کتاب تمام تر علمائے دیوبندیہ کی تیار کردہ ہے۔ جو خطبہ وتمہید حتی کہ بسم اللہ کے بغیر معرض وجود میں آئی ہے۔ کتاب کا آغاز ''اعتدال پسندی امت مسلمہ کی نمایاں پہچان ہے'' سے کیا گیا ہے، دوسرا فقرہ ہے:

''کتاب وسنت میں میانہ روی، اعتدال پسندی اور افراط وتفریط سے ہٹ کر بیچ کی راہ چلنے پر تحسین کی گئی ہے۔''

حالانکہ اس فرقے نے جن امام ابوحنیفہ کی تقلید کا دعویٰ کر رکھا ہے، وہ اپنے مذہب کو مجموعہ رائے و قیاس وطومار اغلاط و اکاذیب و اباطیل قرار دیے ہوئے ہیں۔ (تفصیل کے لیے میری کتاب ''اللمحات'' ''ضمیر کا بحران'' دیکھیں)

پھر ان چیزوں یعنی دیوبندیہ کی اہل حدیث کے خلاف زور آزمائی و جدوجہد وتقریری وتحریری وتصنیفی کارناموں اور خدمات و جہد مسلسل کا کتاب وسنت سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ فرقہ دیوبندیہ کی اس کتاب میں تیسرا فقرہ یہ ہے کہ

''تاریخ گواہ ہے کہ امت میں دینی فکری یا عملی انحراف وخرابیاں افراط وتفریط کی راہ اپنانے سے پیدا ہوئیں''

اور یہ حقیقت ہے کہ مذکورہ راہ فرقہ دیوبندیہ کی وہ پسندیدہ راہ ہے، جسے وہ قرآنی راہ ''صراط مستقیم'' کہتا ہے، جب کہ اس کی راہ کو امام ابوحنیفہ نے مجموعہ رائے و قیاس وطومار و اغلاط و اکاذیب کہا ہے۔ اس طرح کی دیوبندی تلبیس زیر نظر کتاب سمیت اس کے پیکٹ مذکور کی ہر کتاب میں خصوصاً اور اس کے تیار کردہ ذخیرہ کتب میں عموماً موجود ہے، اس طرح کے ایک اور جملے کے بعد فرقہ دیوبندیہ رقم طراز ہے کہ

''اہل حدیث کے مسائل میں سے فرض نمازوں کے بعد دعا اور اس میں ہاتھ اٹھانے کا مسئلہ بھی ہے۔ کچھ حضرات کی شدت پسندی نے اسے ضرورت سے زیادہ متنازعہ بنا دیا، ایک طرف فرض نماز کے بعد دعاء اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو لازم اور ترکِ دعا کو قابل مذمت فعل قرار دیا جاتا ہے، تو دوسری طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کو بدعت اور نہ کرنے ہی کو سنت قرار دیا جا رہا ہے، یہ فریق اپنے نظریہ و عمل میں انتہا پسند و بڑا جارح ہے، جب کہ راہ صواب افراط وتفریط کے درمیان ہے۔

فرض نماز کے بعد دعا اور ہاتھ اٹھا کر دعا اصول شرعیہ کے تحت پسندیدہ مسنون اور امت کے عملی توارث کے پیش نظر ایک مستحسن عمل ہے، اس پر عمل نبوی اور دوسری مختلف مواقع پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث سے ثابت ہے، فرض نماز کے بعد بھی دعا کرنا ثابت ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا دعا کی زیادہ مقبولیت کی امید ہونے کے پیش نظر ہے، اس کا شدت سے انکار خود بدعت ہے، فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی کوئی ممانعت نہیں، دوسری طرف عمل نبوی بھی اسی طرح کا ہے......إلی أن قالت هذه الفرقة الديوبنديه: عرب ممالک کے کچھ حصہ میں امام ابن تیمیہ کے فکری غلبے اور عرب میں تیل کی برآمد سے پہلے تک خود غیر مقلد عوام وعلماء کا یہی معمول تھا، مثلاً مولانا نذیر حسین، نواب صدیق حسن بھوپالی، مولانا ثناء اللہ امرتسری وغیرہم میں سے کسی نے فرض نماز کے بعد دعا اور اس میں ہاتھ اٹھانے کو بدعت نہیں کہا۔

عام اصول شرعیہ، عمل امت، محدث وفقہاء وعلماء کی تشریحات ہوتے ہوئے چند افراد کے تفردات کے پیش نظر ایک جائز عمل کو بدعت قرار دینا ایک ناقابل فہم بات ہے...... الخ

اسی طرح کی بات سے پورا مقدمہ کتاب اور اصل کتاب بھری ہے۔ بایں ہمہ کہا گیا ہے کہ

''کتب حدیث میں دعا کے تعلق سے جو روایات پائی جاتی ہیں، سب کے مجموعہ سے ۲۱،۲۲، مواقع پر دعا کرنا ثابت ہے۔ قبولیت دعا کے کچھ مقامات واوقات کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ مزید یہ کہ ذکر ودعا کے لیے کسی وقت ودن کی پابندی کو لازم قرار نہیں دیا گیا، اہل علم اطمینان کے لیے محدث ابن السنی کی عمل اليوم والليلة، امام نووی کی کتاب'' الأذكار'' علامہ ابن جزری کی حصن حصين و فتاویٰ ابن تيميه، جلد:۲۲، كتاب الدعوات زاد المعاد لابن قيم، حضرت تھانوی کی استجاب الدعوات وغیرہ کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ ہمیں اپنی مخالفت کو سامنے رکھ معروضات ومطالعات پیش کرنا ہے...... الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب کا مقدمہ، مشتمل بر تین صفحات از صفحہ:۳ تا صفحہ ۵)

ہم فرقہ دیوبندیہ کے ان طالب علمانہ معروضات و اعتراضات کا آئندہ سطور میں بھر پور جائزہ لیں گے۔ إن شاء اللہ العزیز!

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۳/مئی، ۲۰۰۲ء

بوقت دعا ہاتھ اٹھانے سے متعلق ایک شرعی اصول:

امام ''ابن ابی شیبہ'' نے کہا:

”حدثنا أبو معاويه عن الأعمش عن المسيب بن رافع عن تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال:خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:ما لي أراكم رافعي أيديكم، كأنها أذناب خيل شمس، اسكنوا في الدعاء“

یعنی حضرت جابر بن سمرہ نے کہا کہ ہماری طرف رسول اللہ ﷺ نکلے، تو فرمایا کہ میرے لیے کیا معاملہ ہے؟ میں تمھیں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں ہاتھ اٹھائے ہوئے ہو، گویا یہ ہاتھ بدکے اور بھڑکے ہوئے گھوڑوں کی دمیں ہیں تم لوگ دعا میں سکون سے رہا کرو، یعنی اس طرح کی ہیئت کذائی سے ہاتھ مت اٹھایا کرو۔(مصنف ابن أبي شيبه: ۱۰/۳۷۸، کتاب الدعوات)

اس صحیح حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ فرض نماز باجماعت کے بعد ہمارے رسول ﷺ نے صحابہ کرام کو ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے سے منع کیا، کیونکہ'' رافعي أيديكم" کا لفظ باجماعت نماز پر دلالت کرتا ہے اور باجماعت نماز فرض ہی پڑھی جایا کرتی ہے۔ فرض نماز کے علاوہ غیر فرض نمازیں باجماعت نہیں پڑھی جاتیں اور جو باجماعت غیر فرض نماز پڑھی جاتی ہے، ان کا یہاں کوئی قرینہ نہیں۔ بعض روایات میں بوقت سلام اس طرح کی ہیئت کذائی والی ہاتھ اٹھانے کی ممانعت پورے سلام سے فارغ ہونے سے پہلے والے رفع الیدین سے ممانعت ہے، جس میں صراحت ہے کہ ''اسكنوا في الصلوٰة"یعنی کہ نماز میں سکون سے رہو، سلام پھیرتے وقت اس طرح کا رفع الیدین مت کرو، یہ دو مواقع سے متعلق رفع الیدین سے ممانعت والی احادیث نبویہ ہیں۔ اندرون نماز رفع الیدین مذکور سے ممانعت اس لیے ہے کہ سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھا کر ایسا کرنا نامعقول و نامناسب بات ہے۔ اور فرض نماز باجماعت سے فراغت کے بعد بھی رفع الیدین مذکور سے ممانعت نبویہ ہے۔ اس فرمان نبوی سے واضح ہو گیا کہ فرض نماز باجماعت کے بعد اجتماعی طور پر رفع الیدین کر کے امام و مأموم کا دعا کرنا ممنوع ہے۔

یہ حدیث نبوی اس موقف پر صریح دلیل ہے کہ فرض نماز باجماعت سے فارغ ہونے کے بعد رفع الیدین کر کے اجتماعی دعا ممنوع ہے۔ اس نص نبوی کو ملحوظ رکھیں تو فرض نماز باجماعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا سے متعلق اس دیوبندی کتاب میں جن روایات میں تحریف کر کے یا کھینچ تان کر تاویلات فاسدہ کے ذریعہ دلیل بنایا گیا ہے، وہ خالص دیوبندی جعل سازی و چال بازی ہے اور اس نص نبوی کے عموم سے جن مواقع پر رفع الیدین کے ساتھ دعا کا ذکر بسند صحیح ثابت ہے، انھیں مواقع کو مستثنیٰ مانا جا سکتا ہے، ورنہ نماز جنازہ تمام تر دعاؤں پر مشتمل

ہے، اسی طرح دوسری نمازوں کا حال بھی ہے، مگر دیوبندیہ دعائیں اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر نہیں کرتے، اصل یہ ہے کہ دعا بھی عبادت ہے اور عبادت ہی نہیں بلکہ مغز عبادت ہے اور عبادت توقیفی چیز ہے، یعنی اللہ ورسول کے بتلانے ہی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ چیز عبادت ہے، لہٰذا جس دعا کا ہاتھ اٹھا کر کرنا نص قرآنی یا نص نبوی یا اجماع صحابہ سے ثابت ہے، اسے ہاتھ اٹھا کر کرنا مشروع ہے، خواہ اجتماعی طور پر ثابت ہو یا انفرادی طور پر۔

دعا میں ہاتھ اٹھانا:

مذکورہ بالاعنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''عن سلمان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن ربكم حييّ كريم يستحي من عبده إذا رفع إليه يديه أن يردهما صفراً''

یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب انتہائی حیا دار اور کریم ہے، جب بندہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے، تو اسے شرم آتی ہے کہ انھیں خالی و ناکام واپس کرے۔ (بلوغ المرام، باب الذكر والدعاء، ص: ٤٤٦، مطبوعه ادارة البحوث الاسلاميه والدعوة والافتاء بالجامعة السلفيه بنارس: ١٩٨٢ء) اسے نقل کرنے کے بعد مصنف بلوغ المرام حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''أخرجه الأربعة إلا النسائي وصححه الحاكم''

یعنی ترمذی و ابوداود ابن ماجہ وغیرہ نے اس کی تخریج کی اور حاکم نے تصحیح کی۔

روایت حاکم میں ''صفراً'' کے بجائے ''خائبين'' ہے دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ یہ روایت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں عام ہے، اسے کسی خاص نماز یا حالت سے مخصوص کرنا بلا دلیل ہے، لیکن چونکہ امام حاکم تصحیح و تعدیل میں متساہل مانے جاتے ہیں، اس لیے ہوسکتا ہے کہ کچھ غیر مقلدین جواز دعا میں تشکیک پیدا کرنے کی سعی کریں اس لیے اس کی تصحیح کو راقم الحروف مزید واضح کرنا چاہتا ہے۔ یہ روایت مستدرک حاکم (۵۵۳/۱) مطبوع حیدر آباد میں ہے، جس کے ساتھ تلخیص و تنقید ذہبی بھی ہے، علامہ ذہبی نے تصحیح حاکم کی توثیق و تائید کی، اس لیے اسے ناقابل استدلال نہیں قرار دیا جا سکتا۔ تصحیح حاکم سے حافظ ابن حجر نے بھی اتفاق کیا، ہوسکتا ہے کہ کچھ اہل علم کو تهذيب التهذيب و تقريب التهذيب میں جو اقوال تجریح و توثیق منقول ہیں، ان سے کچھ مغالطہ ہو جائے، تاہم دونوں تبصروں کو دیکھتے ہوئے صحت کا پلڑا بھاری نظر آتا ہے۔ اس کا ایک راوی جعفر بن میمون ابو علی بياع الأنماط ہے، جسے امام احمد نے ''ليس بقوي في الحديث'' کہا، جو کوئی زیادہ سخت جرح نہیں، اسے ابن معین و ابو حاتم رازی نے ''صالح'' کہا، ابو علی نے ''لا بأس به'' حافظ ابن حجر

نے " صدوق يخطئ من السادسة" کہا، دیکھیے عون المعبود شرح سنن أبي داود: ٣٦٠، وتقريب التهذيب)

غالباً اس کے صحیح ہونے کے پیش نظر غیر مقلد تعلیق نگار مولانا صفی الرحمٰن نے سرے سے کوئی گفتگو ہی نہیں کی، امام ترمذی نے اسے "حسن غریب" کہا امام ابو داود نے کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء میں اس پر کوئی جرح نہیں کی، دیوبندی شارح ابوداود نے بذل المجهود (٣٣٨/٧) میں حافظ ابن حجر کا قول صدوق يخطئ نقل کیا، محدث شہاب الدین بوصیری و علامہ البانی نے صحیح کہا، مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری نے بھی اسے صحیح کہا۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب کا ملخص، صفحہ: ٦ تا ٨)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کے "صحیح علی شرط الشیخین" ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ حدیث جعفر بن میمون انماطی ہی کی سند سے مروی بھی نہیں اور نہ جعفر بن میمون انماطی والی سند کو امام حاکم و ذہبی نے صحیح علی شرط الشیخین ہی کہا ہے، بلکہ اس سے پہلی والی سند سے اس معنی کی حدیث کو دونوں نے صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے اور اس کے بعد بھی اسی معنی کی حدیث کو حاکم نے دوسری سند کے ساتھ حضرت انس سے نقل کر کے صحیح الاسناد کہا نہ کہ صحیح علی شرط الشیخین کہا، مگر حاکم کی تصحیح کی مخالفت کرتے ہوئے حافظ ذہبی نے کہا کہ اس کی سند میں واقع راوی عامر بن یساف ذومناکیر ہے۔ (مستدرك مع تلخيص ذهبي، صفحه: ١/ ٤٩٨) پھر اسی حدیث کو دوسری سند سے (١/ ٥٣٨) نقل کر کے صحیح علی شرط الشیخین کہا اور حافظ ذہبی نے بھی اس کی موافقت کی۔

جعفر بن میمون والی روایت اس کی متابعت کر رہی ہے اور بطور متابع یہ مقبول ہے۔ جعفر بن میمون پر کلام ائمہ نقل کرنے میں دیوبندیہ نے تلبیس و مکاری سے کام لیا ہے مگر اس کی تفصیل سے ہم اغماض کرتے ہیں، البتہ کئی ائمہ کے مطابق جعفر مطلقاً غیر معتبر ہیں اور بعض کے مطابق بطور متابع معتبر ہیں اور بعض کے مطابق جو رواۃ ثقہ ہی سے روایت کا التزام کرتے ہیں، ان کی نقل کردہ سند میں جعفر مطلقاً ثقہ ہیں، مگر زیر نظر سند میں موصوف بطور متابع مقبول ہیں، البتہ اس حدیث میں اشارہ بھی نہیں کہ باجماعت فرض نماز کے بعد امام و مقتدی اپنے طور پر دعا کریں۔ اگر اس کے عموم میں نماز فرض باجماعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعائے اجتماعی کو مشروع کیا گیا، جب کہ کسی بھی روایت سے ثبوت نہیں بلکہ عدم ثبوت متواتر المعانی روایات سے ثابت ہے، تو اسے مشروع قرار دینے والے ایسے دلدل میں پھنس گئے کہ رہائی ناممکن ہوگئی۔

نماز میں بحالت قیام پوری سورہ فاتحہ دعا ہے، نیز اس کے بعد آمین کہنا بھی بہت سارے لوگوں کے یہاں دعا ہے، اس کے بعد مزید قرآن خوانی میں دعائیں آتی رہتی ہیں، ان دعاؤں کو پڑھتے وقت بحالت قیام نماز

با جماعت فرض یا نفل تنہا ہو یا تنہا نہ ہونے کی صورت میں ہاتھ اٹھا کر نیز رکوع وقومہ میں سجدہ و جلسہ وقعدہ میں قبل سلام ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا فتویٰ دیوبندیہ اور ان کے حلیفوں کو دینا ہوگا اور ہمیں یقین ہے کہ فرقہ دیوبندیہ اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے والے ایسا فتویٰ ہرگز نہیں دے سکیں گے، لہٰذا ان کے استدلال کا باطل ہونا بھی ظاہر ہے، فرقہ دیوبندیہ اور ان کے حلیفوں کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ موضوع کے دائرہ سے باہر ہو کر تطویل لا طائل سے کام نہیں لینا چاہئے۔ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں ہاتھ اٹھا کر دعائے ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ کا مسلسل ورد کرتے رہے۔ مختلف روایات میں ان کے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت ایک مہینہ یا اس سے زیادہ وکم اور کم تین روز بتلائی گئی ہے، انھیں دیوبندیہ نے فتویٰ مذکورہ کیوں نہیں دیا؟ اور جس بھی آدمی کے ساتھ یہ معاملہ پیش آئے اسے بھی دیوبندیہ یہی فتویٰ دیں۔

رفع الیدین کر کے دعا کے سلسلے کی دوسری دلیل از دیوبندیہ اور ان کے حلیف:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے اثبات مدعا کے لیے دوسری حدیث اس طرح پیش کی:

"عن عمر بن الخطاب قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه"

"یعنی جب رسول اللہ ﷺ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے، تو ان سے اپنا چہرہ مسح کیے بغیر ہاتھ نیچے نہیں گراتے تھے۔ (زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۸، ۹) امام ترمذی آگے چل کر فرماتے ہیں:

"هذا الحديث غريب لا نعرفه إلا من حديث حماد بن عيسىٰ و تفرد به و هو قليل الحديث و قد حدث عنه الناس، و حنظلة بن أبي سفيان الجمحي ثقة و ثقه يحيىٰ بن القطان"

یعنی کہ یہ حدیث ہم حماد بن عیسیٰ کے علاوہ کسی سے مروی ہونا نہیں جانتے اسے روایت کرنے میں حماد بن عیسیٰ متفرد ہیں، یہ قلیل الحدیث ہیں، مگر ان سے رواۃ نے روایت کیا ہے۔

امام ترمذی کے بیان مذکورہ پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے دیوبندیہ نے کہا:

"ترمذی کے نسخے میں کچھ اختلاف ہوگیا یہاں حسن صحیح کے الفاظ رہ گئے ہیں، جیسا کہ فتوحات ربانیہ (۲۵۸/۷) و حاشیہ العلل المتناهيه (۳۵۷/۲) میں ہے، اسے شیخ عبد الحق نے صحیح کہا ہے۔ (کما فی الأذکار ۔مستدرك حاكم، ۵۳٦) مطبوع حیدر آباد میں بھی یہ روایت معنوی طور پر موجود ہے۔ اس روایت کو جتنا بھی کم از کم درجہ دیا جائے ہاتھ اٹھا کر دعا کے جواز و استحباب کا اثبات تو ہوتا ہی ہے، رواۃ بھی ثقہ ہیں، اگرچہ حماد بن عیسیٰ اسے نقل کرنے میں متفرد ہیں، لیکن ان کی روایت معنوی طور پر صحیح ہے اور کثرت روایات وشواہد کے پیش نظر درجہ حسن تک پہنچ جاتی

ہے۔ یہ ہماری رائے نہیں بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی ہے، جن کی بات غیر مقلدین اپنے اثبات موقف کے لیے دیا کرتے ہیں، جیسا کہ انھوں نے بطور فیصلہ کہا:

" أخرجه الترمذي و له شواهد، منها حديث ابن عباس عند أبي داوٗد و غيره و مجموعها يقتضي أنّه حسن"(بلوغ المرام باب الذكر والدعاء ،ص:٤٤٦، مطبوع بنارس"

اس پر تعلیق نگار مولانا صفی الرحمٰن غیر مقلد نے کچھ نہیں کہا، گویا انھیں حافظ کے فیصلے سے اتفاق ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ خواہ جامع ترمذی میں اس حدیث کو صرف غریب یا حسن غریب یا حسن صحیح غریب کہا گیا ہو، یا نہ کہا گیا ہو مگر بقول ترمذی اس کی روایت میں حماد بن عیسیٰ متفرد ہیں اور ان کے علاوہ کسی سے بھی یہ حدیث مروی نہیں اور حماد بن عیسیٰ جہنی واسطی کو حاکم و نقاش نے احادیث موضوعہ کا راوی کہا، اسی طرح کی بات امام ابن حبان نے کہی اور ابن ماکولا نے " ضعفوا أحاديثه" کہا، یعنی تمام ائمہ نے اسے ضعیف الاحادیث کہا، امام ابو داود نے اسے روی مناکیر کہا، نیز ابن حبان نے اسے راوی مقلوبات بھی کہا اور کسی بھی امام نے اسے ادنیٰ ترین کلمہ والا معتبر راوی نہیں کہا۔ (تهذيب التهذيب:٣/١٦، ١٧، والمجروحين لابن حبان اور عام کتب رجال)

اس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ حدیث موضوع مکذوب و مقلوب و منکر و بالاتفاق غیر معتبر ہے، ایسی حدیث کو دیوبندیہ کا حجت بنانا انتہائی بے راہ روی ہے۔ حافظ ابن حجر کا یہ کہنا کہ "اپنے شواہد سے مل کر یہ حدیث حسن ہے"، تو اس معاملہ میں تقلید ابی حنیفہ چھوڑ کر تقلید حافظ ابن حجر کی اجازت دیوبندیہ کے لیے کن نصوص و آثار صحابہ سے ثابت ہے۔ اگر دیوبندیہ حافظ ابن حجر کی بات صحیح مانتے ہیں، تو وہ اس حدیث کے شواہد پیش کریں، کیونکہ وہ اور ہم مقلد حافظ ابن حجر نہیں اور ہمارا چیلنج ہے کہ فرقہ دیوبندیہ کبھی بھی تا قیامت اس کا کوئی قابل اعتبار شاہد پیش نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ امام ترمذی نے صراحت کر دی ہے کہ اس حماد بن عیسیٰ کے علاوہ کسی سے بھی یہ حدیث مروی نہیں ہے۔ امام ترمذی کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے ہی فرقہ دیوبندیہ اس مکذوبہ و موضوعہ و مقلوبہ و مصنوعہ و منکرہ روایت کا شاہد پیش کرے، جو فی الواقع بھی شاہد مانا جا سکے۔ دیوبندیہ کا اکاذیب پرست ہونا اس مکذوبہ روایت کو دلیل بنا لینا بھی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ دیوبندیہ کی مستدل اس مکذوبہ روایت میں فرض باجماعت نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی طرف اشارہ بھی نہیں۔

فرقہ دیوبندیہ کی مستدل تیسری روایت:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابو داود میں موجود حضرت ابن عباس والی (یعنی شاہد روایت مذکورہ بالا

سطور میں) جس کی طرف اشارہ کیا، وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے رب سے رفع الیدین کر کے ہتھیلیوں کے اندرونی رخ سے دعا مانگو اور دعا سے فارغ ہو کر منہ پر ہاتھ پھیر لو۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۱۰)

دیوبندیہ نے اس کی سند یوں ذکر کی ہے:

" حدثنا عبد اللّٰه بن مسلمة حدثنا عبد الملك بن محمد بن أيمن عن عبد اللّٰه بن يعقوب بن إسحاق عمن حدثه عن محمد بن كعب(حدثني عبد اللّٰه بن عباس أن رسول اللّٰه...... الخ)

امام ابوداود نے اسے نقل کر کے کہا:

"روي هذا الحديث من غير وجه كلها واهية و هذا الطريق أمثلها و هو ضعيف أيضاً۔"

یعنی یہ حدیث کئی ایک طریق سے مروی ہے، مگر سب کی سب واہیات ہیں۔ میری ذکر کردہ روایت ہی سب سے عمدہ ہے، مگر یہ بھی ضعیف ہی ہے۔(سنن أبي داود مع عون المعبود: ٤/ ٢٥١)

اس کی سند میں عبد اللہ بن یعقوب بن اسحاق و محمد بن کعب قرظی کے درمیان "عمن حدثه" والا راوی مجہول ہے اور مجہول کا کذاب ہونا بھی بعید نہیں، اسی لیے بہت سے ائمہ کرام نے حدیث کو موضوع مکذوب و منکر کہا ہے۔ پھر اس مجہول سے یہ روایت جس عبد الملک بن محمد بن ایمن نے بحوالہ عبد اللہ نقل کی، وہ بھی مجہول ہے۔(تقریب التهذيب) اور عبد اللہ بن یعقوب بن اسحاق مدنی بھی مجہول ہے۔(تقريب التهذيب)

ہم کہتے ہیں کہ جس روایت کی سند میں تین تین مسلسل مجہول راوی ہوں اور ان میں سے ہر ایک کا کذاب ہونا مستبعد نہ ہو، اسے دیوبندیہ کا حجت بنا لینا پھر اس کا پرستار بن جانا دیوبندیہ کے اکاذیب پرست ہونے کی بھاری دلیل ہے۔

حدیث مذکور کی دوسری سند:

فرقہ دیوبندیہ نے سنن ابن ماجہ میں موجود اس روایت کی سند یہ بیان کی:

" حدثنا محمد بن الصباح حدثنا عائذ بن حبيب عن صالح بن حسان عن محمد بن كعب القرظي ......الخ"

ہم کہتے ہیں کہ محمد بن کعب قرظی سے اسے روایت کرنے والے صالح بن حسان کو امام ابن حبان نے راوی موضوعات اور اکثر ائمہ نے متروک و منکر الحدیث کہا ہے۔(تهذيب التهذيب:۴/ ۳۳۶، ۳۳۷، و عام کتب رجال)

حافظ ابن حبان نے اس کی مکذوب اور وضعی حدیثوں میں زیر نظر حدیث بھی ذکر کی ہے، یہ حدیث مرفوع بھی ذکر کی ہے کہ صرف ان لوگوں کی احادیث قبول کرو جن کی شہادت قبول کرتے ہو۔ (المجروحین: ١/ ٣٦٤) اور یہ معلوم ہے کہ اہل سنت یعنی اہل حدیث کے زمانہ حکومت میں مرجیہ وجہمیہ معتزلہ کی شہادت اسلامی عدالت میں قبول نہیں کی جاتی تھی، جس کا مفصل ذکر ہماری کتاب ''اللمحات'' میں ہے اور فرقہ دیوبندیہ مرجیہ و جہمیہ ومعتزلہ کے ملغوبہ سے کشید کردہ فرقہ ہے، لہٰذا فرقہ دیوبندیہ کی مستدل حدیث کے زیر نظر راوی کے مطابق دیوبندیہ اور جن عناصر سے دیوبندیہ تولد پذیر ہوئے، سب کے سب مردود الشهادت اور مردود الحديث ہیں۔ **عائذ بن حبيب بن الملاح عبسي** نے اسے **حسان** سے نقل کیا، جسے امام جوزجانی نے غالی بدعت پرست اور راہ راست سے منحرف قرار دیا ہے، بعض ائمہ کے بقول عائذ بن حبیب زندیق وکذاب ہے۔ (تهذيب التهذيب: ٥/ ٧٧) امام ابن معین نے اسے ''صويلح'' کہا، جو ادنی درجہ کی توثیق ہے مگر اس کے بالمقابل غالی زائغ اور زندیق وکذاب کا کیا ہو گا؟ حافظ ذہبی نے کہا: ''هو شيعي جلد قال الجوزجاني: ضال زائغ'' و قال ابن عدي: روى أحاديث أنكرت عليه'' اس کی متعدد روایات منکر ہیں۔ (ميزان الاعتدال: ٢٩٠- ٣٦٣)

پھر یہ مکذوب وموضوع روایت بھی تو موقف دیوبندیہ پر منطبق نہیں ہوتی۔ جب کہ فرقہ دیوبندیہ نے اپنی حدیث کے لیے امام ابن حبان کی کتاب ''المجروحین'' (١/٣٦٤) کا حوالہ دیا ہے اور حافظ ابن حبان نے اسی جگہ اس روایت کو مکذوب وموضوع کہا ہے، نیز دیوبندیہ نے اپنی اس مستدل مکذوب روایت کے لیے **العلل لابن أبي حاتم** (٢/ ٣٥١) کا حوالہ دیا ہے، اس حوالہ میں بھی دیوبندیہ کی اس مستدل روایت کی تکذیب وتعلیل کی گئی ہے۔ فرقہ دیوبندیہ نے بحوالہ ''**عون المعبود**'' یہ بھی کہا کہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے، لیکن ہم بتلا چکے کہ ابو داود والی سند میں تین مجہول رواۃ ہیں۔

نیز فرقہ دیوبندیہ نے مزید کہا کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ابو داود نے مجہول کا نام نہیں لیا، تاہم ابن ماجہ و حافظ ابن حجر کی تقریب التهذیب سے اس کی تعیین ہو جاتی ہے، یعنی صالح بن حسان یہی وہ راوی ہیں، جن کا نام ابو داود نے نہیں لیا، اس طرح ان کی جہالت ختم ہو جاتی ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے ان کی بابت متروک کا قول بھی نقل کیا ہے، اس لیے اس میں کچھ نہ کچھ ضعف تو ہے، لیکن معنوی طور پر یہ روایت صحیح ہے، تعدد طرق کے پیش نظر سنداً بھی یہ درجہ حسن کی روایت ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بلوغ المرام میں تحریر کیا ہے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ١٠، ١١ کا ماحصل)

ہم کہتے ہیں کہ ابو داود کی سند کچھ اور ہے اور سنن ابن ماجہ کی سند کچھ اور، دونوں سندیں اس مجہول راوی

جس کا نام دیوبندیہ صالح بن حسان بتلا رہے ہیں، تک غیر معتبر ہیں اور پھر ابو داود والی سند تو بالکل مکذوب و باطل ہے، لہٰذا اس میں واقع مجہول راوی کا نام صالح بن حسان بحوالہ ابن ماجہ بتلانا دیوبندیہ کا جھوٹ ہے اور دیوبندیہ کا یہ دعویٰ بھی خالص جھوٹ ہے کہ اس مجہول راوی کی تعیین تقریب التهذيب سے ہوتی ہے، تقریب التهذيب میں اس کا اشارہ تک نہیں اور متروک و کذاب راوی کے بل بوتے پر اسے معنوی طور پر صحیح کہنا پھر تضاد بیانی کرتے ہوئے حسن کہنا بھی ایک طرح کا جھوٹ ہی ہے۔ حافظ ابن حجر نے حضرت عمر فاروق والی گزری ہوئی حدیث کے شواہد میں ابن عباس والی حدیث کا شمار کیا ہے اور ہم بتلا آئے ہیں کہ حضرت عمر فاروق کی طرف منسوب روایت تلاش کی گئی، تو وہ بھی مکذوب و مقلوب ہے، پھر اس کے لیے شاہد کی تلاش ہی غیر موزوں ہے اور جو شاہد حضرت ابن عباس کی طرف منسوب روایت کا تلاش کیا گیا، تو وہ بھی مکذوب و معلول و ساقط الاعتبار ہے، پھر ان دونوں میں سے کون سی روایت شاہد اور کون سی مشہود قرار دی جا سکتی ہے؟ اس طرح کے اکاذیب و معلولات شواہد اس کے حسن نہیں بلکہ مزید مکذوب ہونے پر شاہد ہیں۔

روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود معنوی طور پر کس طرح صحیح ہو سکتی ہے؟

مذکورہ بالا دیوبندیہ کے الفاظ ہیں ان الفاظ کے تحت اکاذیب پرست دیوبندیہ نے غیر مقلدین کو مکذوبہ و موضوعہ و منکرہ و معلولہ روایات کو صحیح بنانے کا طریقہ بتلایا ہے، چنانچہ مرجیہ وجہمیہ و معتزلہ کے مجموعہ سے تولد پذیر دیوبندیہ نے اپنے مصطلح غیر مقلدین کے سامنے اپنا نسخہ پیش کرتے ہوئے کہا:

> ''اس کی مثال میں اپنے غیر مقلد دوستوں کے گھر ہی سے دینا چاہوں گا، فتاویٰ علمائے حدیث، کتاب الطهارة: (۴۴/۱) میں ایک صاحب نے سوال کیا تھا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت میں حدیث پیش کریں، اس کے جواب میں مولانا حافظ محمد صاحب نے ترمذی کی یہ روایت پیش کی ''یا عمر لا تبل قائما'' (یہ روایت بقول دیوبندیہ مولوی عبدالحمید نعمانی ترمذی، صفحہ: ۲۸، و ابن ماجہ، صفحہ: ۲۶ پر موجود ہے۔) بقول حافظ محمد یہ روایت ضعیف ہے، پھر بھی انھوں نے اسے قابل استدلال سمجھا، اس کی تشریح میں مولانا علی محمد سعیدی خانیوال پاکستانی فرماتے ہیں کہ حدیث عمر اگرچہ ضعیف ہے، لیکن فعلی حدیث قولی حدیث کی مؤید ہے، لہٰذا حدیث عمر فاروق سنداً ضعیف اور معناً صحیح ہے۔ فافهم و تدبر
>
> اس فتاویٰ علمائے حدیث میں مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ضعیف حدیث جواز وفضیلت ثابت کر سکتی ہے۔ الخ۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۱۱، ۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے جن علمائے حدیث سے حدیث عمر کی تضعیف نقل کی ہے، ان سے کئی صدی پہلے فوت ہو جانے والے امام محی السنہ بغوی متوفی ۵۱۶ھ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (مشكوة بتحقيق الألباني: ۱/ ۱۱۷)

ظاہر ہے کہ زیر نظر حدیث کی جو سند سنن ابن ماجہ میں دی گئی ہے اور جامع ترمذی میں ادھوری سند دی گئی ہے، اس میں عبد الكريم بن قيس أبي المخارق یا طارق ابوامیہ واقع ہیں، انھیں اگرچہ امام ابوحنیفہ کے استاذ خاص حماد بن ابی سلیمان نے أفقه الفقهاء کہا اور امام ابوداود نے "من خير أهل البصرة" اور مقدسی نے رجال الصحيحين میں داخل کیا، مگر وہ بالاتفاق غیر معتبر و غیر ثقہ ہیں۔(تهذيب التهذيب: ٦/٣٣٥تا٣٣٧) اس لیے سند مذکور کے ساتھ حدیث مذکور غیر معتبر ہے، لیکن اسے امام بغوی نے معنوی متابع وشواہد کی بناء پر صحیح کہا ہے۔

حدیث عبدالکریم کی معنوی متابعت نمبر: 1

" قال الإمام ابن أبي شيبة:

حدثنا أبو معاويه عن الأعمش عن زيد بن وهب عن عبد الرحمن بن حسنة قال: خرج علينا النبي صلى الله عليه وسلم و في يديه كهيئة الدرقة قال: فوضعها ثم جلس فبال إليها فقال بعضهم: انظرو إليه يبول كما تبول المرأة فسمعه صلى الله عليه وسلم فقال: ويحك ما علمت ما أصاب بني إسرائيل كانوا إذا أصابهم البول قرضوه بالمقاريض فنهاهم فعذب في قبره۔"

یعنی حضرت عبد الرحمٰن بن حسنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے، آپ ﷺ کے ہاتھ میں ڈھال جیسی کوئی تھی چیز تھی اسے آپ ﷺ نے زمین پر رکھ دیا اور اس کی طرف رخ کر کے اپ ﷺ نے پیشاب کیا، بعض نے کہا: ان (نبی ﷺ) کو دیکھو، یہ عورتوں کی طرح بیٹھ کر پیشاب کرتے ہیں۔ یہ بات آپ ﷺ نے سن لی تو اس بات کے کہنے والے سے فرمایا تم پر افسوس ہے! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ بنو اسرائیل کے ایک آدمی پر کیا آفت آئی؟ ان کے ملبوسات پر اگر پیشاب لگ جاتا تھا، تو پیشاب لگے ہوئے حصہ لباس کو انھیں قینچیوں سے کاٹنا پڑتا تھا۔ اس لیے انھیں کھڑے ہو کے پیشاب کرنے سے ممانعت کردی گئی تھی کہ ایسا کرنے سے کہیں ان کے کپڑوں پر پیشاب کے چھینٹے نہ پڑ جائیں، لیکن ایک شخص کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے باز نہیں آیا، اس لیے وہ قبر میں عذاب الٰہی کا شکار ہوا۔" (مصنف ابن أبي شيبه: ١/١٢٢)

اس حدیث کی سند صحیح ہے، اسے نبی ﷺ سے روایت کرنے والے صحابی حضرت عبد الرحمٰن بن حسنہ جلیل القدر صحابی ہیں، ان سے حدیث مذکور کے راوی حضرت زید بن وہب جهني مخضرم ثقہ تابعی ہیں۔(عام کتب رجال) زید سے اسے روایت کرنے والے امام اعمش ثقہ ہیں اور امام ابوحنیفہ کے استاذ ہیں اور ان سے روایت کرنے والے ابومعاویہ ضریر ثقہ ہیں اور ان سے یہ حدیث امام ابی شیبہ نے نقل کی، لہٰذا یہ حدیث متصل السند اور صحیح ہے۔

اس حدیث نبوی کا مقتضی ہے کہ شریعت موسوی میں بنی اسرائیل کے مردوں کو بھی عورتوں کی طرح بیٹھ کر پیشاب کرنے کا حکم اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت تھی اور شرائع سابقہ کے احکام ہمارے لیے حجت ہیں، جب تک ان کے خلاف کوئی حکم ہماری شریعت میں نہ دیا گیا ہو اور اس مسئلہ میں تو خود کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو منع کیا گیا ہے۔ بہرحال یہ حدیث کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت پر صریح دلیل ہے۔

حدیث عبدالکریم کی دوسری معنوی متابعت:

"قال ابن أبي شيبة:

حدثنا يعلى حدثنا قدامة بن عبد الله العامري قال:حدثتني جسرة قالت حدثتني عائشة قالت: دخلت علي امرأة من اليهود فقالت إن عذاب القبر من البول قلت كذبت قالت بلىٰ إنّه ليقرض منه الجلد والثوب قالت فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الصلوٰة و قد ارتفعت أصواتنا فقال:ما هذا؟ فأخبرته فقال:صدقت۔"

یعنی حضرت ام المومنین عائشہ نے کہا کہ میرے پاس ایک یہودی عورت آئی اور کہنے لگی کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے جو چھینٹے کپڑے اور جسم پر پڑتے ہیں، اس سے عذاب قبر ہے۔ حضرت عائشہ نے یہودیہ کی تکذیب کی اس نے کہا کہ ضرور ہوتا ہے، اس لیے ہماری شریعت کا حکم ہے کہ پیشاب کپڑے اور چرمی لباس پر لگ جائے، تو اسے قینچیوں سے کاٹ دیا جائے، اتنے میں آپ ﷺ نماز کے لیے حجرہ سے نکل کر جا رہے تھے کہ اس موضوع پر ہماری آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر موضوع گفتگو معلوم ہوا، تو آپ ﷺ نے اس کی تصدیق کی۔" (مصنف ابن أبي شيبه: ١/١٢٢)

یہ حدیث نبوی بھی باعتبار سند و متن صحیح ہے اور اس امر کی دلیل ہے کہ مردوں عورتوں کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے ہماری شریعت میں ممانعت ہے۔

ان دونوں احادیث کو ہم نے عبدالکریم والی روایت کا معنوی متابع کہا ہے، ورنہ درحقیقت ان میں سے ہر حدیث صحیح ہونے کے سبب بذات خود حجت ہے، اس معنی کی احادیث بکثرت ہیں، مگر ہم بنظر اختصار انھیں کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

امام ابن ماجہ نے بھی امام احمد بن عبدالرحمٰن مخزومی سے نقل کیا کہ جاہلی عرب کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے عادی تھے۔ جس کے خلاف آپ ﷺ بیٹھ کر پیشاب کرنے کا التزام کرتے تھے، تو جاہلی لوگ کہتے تھے کہ "ألا تراه قعد يبول كما تبول المرأة" یعنی انھیں محمد ﷺ کو دیکھو کہ عورتوں کی طرح بیٹھ کر پیشاب کرتے

ہیں۔" (سنن ابن ماجه: ۱/۱۱۲، رقم الحدیث: ۳۰۹) نیز امام ابن ماجہ نے ہی بحوالہ سفیان ثوری اپنے استاذ احمد بن عبدالرحمٰن مخزومی سے نقل کیا کہ بقول عائشہ صدیقہ انھوں نے آپ ﷺ کو بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے ہمیشہ دیکھا ہے۔ یہ حدیث حضرت عائشہ والی اس حدیث کی تائید کرتی ہے کہ بقول عائشہ آپ ﷺ بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔ اس حدیث کو اہل علم نے صحیح قرار دیا ہے اور شریک کی متابعت ثوری کی روایت کو قرار دیا ہے جس میں حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ بیٹھ ہی کر پیشاب کرتے تھے۔ لہٰذا متابعت ثوری سے شریک والی روایت صحیح ہوگئی ہے۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت عائشہ نے جو اپنے بیان میں یہ کہا کہ جو یہ کہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے، وہ حضرت عائشہ کے ذاتی علم کی بات ہے کہ وہ پردہ میں ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ رہا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ عموماً تمام سفر نبوی میں آپ ﷺ کے ساتھ رہتی تھیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ چلنے کے معاملہ میں ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی ہوتی تھی، لیکن شائد ہی بائدکبھی دوسری ازواج مطہرات کے نام قرعہ نکل پاتا تھا۔ لہٰذا حضرت عائشہ کا یہ بیان اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا معمول ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کا تھا اور فعل نبوی بھی سنت ہے، جس کی مخالفت بلا دلیل استثناء جائز نہیں ہو سکتی ہے۔ لہٰذا یہ ساری احادیث صحیحہ حضرت عمر فاروق سمیت تمام صحابہ اور پوری امت کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت کو شامل ہیں۔ دریں صورت فرقہ دیوبندیہ کی یہ مثال مکذوب محض قرار پاتی ہے اور علمائے اہل حدیث میں سے اگر کچھ لوگوں کو زیر بحث حدیث کی صحیح متابعت کے باوجود بھی یہ حدیث ضعیف ہی نظر آتی ہے، کیونکہ اس کی مذکورہ بالا قسم کی متابعت کا انھیں علم نہیں ہو سکا، تو بعید نہیں، اس لیے کہ ان علمائے حدیث کے زمانے میں یہاں تمام احادیث پر ہونے والی سلفی تحقیقات کا علم نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے وہ معذور ہیں، مگر موجودہ حقائق سے واقف ہونے کے باوجود دیوبندیہ کی احادیث کے خلاف تحریک مسلسل ان کے فتنہ انکار حدیث کے بالکل موافق ہے، اس سلسلے میں ناظرین کرام سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني کے دوسرے ایڈیشن کو خاص طور پر ملاحظہ فرمائیں، انھیں قبول حق کی توفیق تو نہیں ہو سکے گی، مگر حقائق احوال معلوم ہو جائیں گے اور دیوبندیہ کی یہ عام خصلت ہے کہ یہود کی طرح علم رکھنے کے باوجود بھی وہ نصوص کی مخالفت کرتے یا انھیں اپنے جذبہ کی تسکین کی خاطر محرف بنا لیتے ہیں۔

تنبیہ بلیغ اوّل:

ہمارے نبی ﷺ نے ایک آدھ مرتبہ کسی معذوری کے سبب اور متعدد صحابہ کا بھی معذوری ہی کے سبب کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہے، اگر یہی مجبوری دیوبندیہ کو یا غیر دیوبندیہ کو بشمول اہل حدیث پیش آ جائے،

تو انھیں بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت ہے۔ اس معنی و مفہوم کی بہت ساری احادیث و آثار منقول ہیں، اس کا معاملہ دیوبندیہ والے معاملہ سے کسی طرح بھی لگاؤ نہیں رکھتا، اس لیے مکذوبہ و موضوعہ حدیث کو صحیح بنا لینے کا جو طریقہ دیوبندیہ نے اہل حدیث کو سکھانا چاہا ہے اور وہ طریقہ وہ خود اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنے اور اس سلسلے میں بکثرت دھاندلی بازی کرنے کا عادی ہے، وہ کم سے کم اہل حدیث کو نہ سکھائے، کیونکہ اہل حدیث اس کی طرح استعمال اکاذیب و اباطیل وتلبیسات و مغالطات نہیں کر سکتے، یہ دیوبندیہ کا دل گردہ ہے جو ایسا کرتے ہیں!!

تنبیہ بلیغ ثانی:

فرقہ دیوبندیہ نے اس بحث میں شیخ ابن باز و شیخ بن عثیمین کا فتویٰ نقل کیا ہے کہ چونکہ فرض نماز باجماعت ختم ہونے کے بعد اجتماعی طور پر امام و ماموم کا دعا کرنا ثابت نہیں، اس لیے یہ بدعت ہے، وہ ہمارے نزدیک بالکل صحیح ہے اور یہ ان بزرگوں کا دیوبندیہ کی طرح اختراعی مسئلہ نہیں بلکہ ان سے صدیاں پہلے امام ابن تیمیہ اور ان کے بہت سے تلامذہ کا مسلک اتباع نصوص میں رہا ہے، یہ موجودہ اہل حدیث کا اختراعی مسئلہ ہرگز نہیں، بلکہ حدیث صحیح مرفوع میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔(مصنف ابن أبي شيبه: ۱۰/ ۳۷۸، رقم الحديث: ۹۷۲۳) اس عموم سے صرف وہی بات مستثنیٰ مانی جا سکتی ہے، جس کے مستثنیٰ ہونے پر کوئی صحیح دلیل ہے اور فرض نماز باجماعت میں اجتماعی طور پر رفع الیدین کرنے کا کوئی بھی ثبوت نہیں ہے، بلکہ اس کی ممانعت ہے، حضرت سہل بن سعد سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو منبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے نہ کسی اور موقع پر وہ مونڈھے تک ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔(مصنف ابن أبي شيبه: ۱۰/ ۲۷۷، ۲۷۸، رقم الحديث: ۹۷۲۱) اس کے مقابلہ میں جس حالت میں رفع یدین کے ساتھ دعا کا ثبوت ہے، وہی مستثنیٰ مانا جا سکتا ہے، مگر باجماعت فرض نماز کے لیے ثبوت نہیں ہے، آج سے صدیوں پہلے جن علمائے حدیث نے فرض باجماعت نمازوں کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے کا فتویٰ دیا ہے، وہ ان کے اپنے اجتہاد کے مطابق ہے، اس زمانہ میں آج کی طرح مراجع تحقیق نہیں تھے، اس لیے وہ معذور و ماجور ہیں، مگر دورِ حاضر کے دیوبندیہ معذور ہیں نہ ماجور، اس کا نام ان کی فطرت کے مطابق دھاندلی، تحریف کاری و مغالطہ اندازی وغیرہ ہے۔

موضوع زیرِ بحث میں فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ چوتھی حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے بخیال خویش اپنے موقف پر چوتھی حدیث یہ پیش کی کہ:

”حدثنا قتيبة عن سعيد حدثنا ابن لهيعة عن حفص بن هاشم بن عتبة بن أبي وقاص عن السائب بن يزيد عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا دعا فرفع يديه و

مسح وجهه بيديه۔" (أبو داود، كتاب الصلوٰة، باب الدعاء)

یعنی دستور نبوی تھا کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے، پھر اپنے چہرے پر پھیر لیتے، اس روایت کو بیہقی نے ''دعوات کبیر'' میں بھی نقل کیا ہے، امام ابو داود نے اسے نقل کر کے سکوت فرمایا، جو دلیل تصحیح ہے، لہٰذا اسے صحیح یا صحیح سے قریب تر کہا ہوگا......الخ۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۱۴)

ہم کہتے ہیں کہ اس کی سند میں واقع ابن لهیعه کا مدلس ہونا اور ان کی تدلیس والی روایات کا قطعی طور پر ساقط الاعتبار ہونا محقق ہے، انھوں نے ازراہ تدلیس اسے حفص بن ہاشم سے نقل کیا، مگر درحقیقت حفص و ابن لہیعہ کے درمیان کوئی غیر ثقہ بلکہ کذاب راوی گرا ہوا ہے اور حفص بن ہاشم کو دیوبندیہ نے بھی مجہول تسلیم کیا ہے اور اس کی سند میں اضطراب بھی ہے، جس کی وضاحت تهذيب التهذيب ترجمہ حفص بن ہاشم میں ہے۔ ہماری رسائی ''العلل المتناهية في الأحاديث الواهية مع تعليق مولانا إرشاد الحق أثري'' تک نہیں ہو سکی، ورنہ دیوبندیہ کی فتنہ سامانی کا اور بھی راز کھلتا۔ بہر حال دیوبندیہ کی یہ مستدل حدیث علل کثیرہ کے سبب ساقط الاعتبار ہے اور اس سے فرقہ دیوبندیہ کے موقف کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ یہ روایت ساقط الاعتبار ہونے کے باوصف فرض باجماعت نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی ہرگز دلیل نہیں ہے۔ بھلا مکذوبہ و منکرہ و معلولہ بعلل کثیرہ والی روایت بھی کسی کام کی ہوتی ہے جس کو دیوبندیہ نے اپنے دیوبندی ہتھکنڈوں کے ذریعہ کارآمد بنا لیا ہے؟ علماء اہل حدیث ہمیشہ اپنی استطاعت بھر نصوص کی پیروی کی کوشش کرتے ہیں، جن کی سمجھ میں نصوص پر غور کر کے جو بات آئی، اسی کے مطابق عمل کیا، اسی لیے اہل حدیث علماء کی باتوں میں کہیں کہیں اختلاف نظر آتا ہے، اس مسئلہ میں ہمارے سامنے جو نصوص آئیں، انھیں کے پیش نظر ہم نے موقف مذکور اختیار کیا۔

موضوع زیر بحث میں فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ پانچویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن محمد بن أبي يحيىٰ الأسلمي قال: رأيت عبد الله بن الزبير رأى رجلا رافعاً يديه يدعوا قبل أن يفرغ من صلوته فلما فرغ منها قال: له إن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلوته "

یعنی محمد بن ابی یحییٰ اسلمی نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو دیکھا کہ انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے رفع الیدین کر کے دعا کر رہا ہے، تو اسے اس کی نماز سے فارغ ہونے پر حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا نماز سے فراغت کے بعد ہمارے نبی ﷺ کرتے تھے۔" (مجمع الزوائد للهيثمي: ١٠/ ١٦٩، قال: رجاله ثقات و

أخرجه ابن أبي شيبه)

مذکورہ روایت حافظ ہیثمی نے بحوالہ طبرانی نقل کی اور اس کے رجال کو ثقات کہا۔ سیوطی کی کتاب "فض الوعاء في أحاديث رفع اليدين في الدعاء و زبیدی یمانی محمد بن عبد الرحمن کا رسالہ "رفع اليدين في الدعاء مع معجم صغیر طبرانی" صفحہ:۲۸، إعلاء السنن للائمة الديوبنديه:۳/۱۹۷)

ہم کہتے ہیں کہ کسی حدیث کی سند کا ثقات رواۃ سے مروی ہونا صحت حدیث کو مستلزم نہیں، کیونکہ اس میں وقوع تدلیس و انقطاع اور دوسری علل قادحہ کا ہونا مستبعد نہیں، اس لیے فرقہ دیوبندیہ اس کی سند پیش کر کے اس کا صحیح ہونا ثابت کرے، اس حدیث صحیح کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ:

" عن جابر بن سمرة قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: ما لي أراكم رافعي أيدكم، كأنها أذناب خيل شمس، اسكنوا في الدعاء"

یعنی دعا میں ہاتھ اٹھانے پر نکیر کرتے ہوئے اسے آپ ﷺ نے ممنوع قرار دیا۔"

اس حدیث صحیح سے بوقت دعا ہاتھ اٹھانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، اس عموم سے اسی کا استثناء مانا جا سکتا ہے، جس کا استثناء بسند صحیح ثابت ہو اور نماز فرض باجماعت کے بعد اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی ممانعت ثابت ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی مستدل چھٹی حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے اس سلسلے میں اپنی مستدل چھٹی حدیث کا ذکر اس طرح کیا:

" أسود العامري عن أبيه قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع يديه ودعا" (مصنف ابن أبي شيبه)

یعنی اسود عامری نے اپنے باپ کے حوالہ سے کہا کہ میں نے معیت نبوی میں نماز پڑھی، پھر سلام پھیرنے کے بعد آپ مڑ گئے اور رفع یدین کر کے دعا کی۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۲۰)

دیوبندیہ کو اعتراف ہے کہ جس مصنف ابن أبي شيبه سے اس حدیث کو نقل کیا جاتا ہے، اس میں "ورفع يديه و دعا" کا لفظ موجود نہیں ہے۔ بنابریں دیوبندیہ نے اسے حجت قرار دینے میں اپنے تذبذب کا اعتراف کیا ہے، پھر بھی اس روایت کے لیے فض الوعاء للسيوطي، وإعلاء السنن للديوبنديه، ونماز مسنون صفحہ:۴۰۱، از عبد الحمید گجرانوالہ، فتاویٰ نذیریہ، صفحہ:۲۶۴، ۲۶۵ وصفحہ:۳۵۲ وصلوٰۃ الرسول از سیالکوٹی، والبلاغ المبين از محی الدین کا حوالہ دیا پھر بھی دیوبندیہ کا تذبذب دور نہیں ہوا اور کہا کہ ہو سکتا ہے مصنف ابن أبي شيبه کے کسی نسخہ

میں یہ الفاظ ہوں یا ابن ابی شیبہ کی کسی دوسری کتاب مثلاً المسند بالأحکام میں ہوں، پھر بھی دیوبندیہ کو اپنی مستدل حدیث پر نہ اعتماد ہے نہ بھروسہ بلکہ مشکوک ہونے کا شبہ ہے، اگر دائرۃ المعارف و ابو الوفاء افغانی کا نسخہ مصنف ابن أبي شیبہ ہوتا تو شائد کوئی بات بنتی۔ الخ (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۰ تا ۲۲ کا ملخص)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کی بابت یہ قرآنی فرمان پوری طرح منطبق ہوتا ہے کہ یہ شکوک وشبہات میں متردد ہیں، ورنہ مصنف ابن ابی شیبہ کے تمام نسخوں کی طرف ہم نے مراجعت کی ہے اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سبھی نے سیوطی کے رسالہ مذکورہ پر اعتماد کرکے یہ لکھ دیا ہے اور سیوطی نقل میں کچے تھے، جس کا اعتراف دیوبندیہ کے امام کوثری کو بھی ہے، جیسا کہ ''اللمحات'' سے ظاہر ہے۔ بہرحال الفاظ مذکورہ مدسوسہ ومحرفہ والحاقی ہیں، دلیل قرار دینا وہ بھی سیوطی کی تقلید میں بہت نامناسب ہے۔ أسود عامری اور ان کے باپ مجہول ہیں۔ (الأذکار المسنونة بعد الصلوات المکتوبة از ظفر دیوبندی، صفحہ: ۱۹۹/۱۱۷)

لہٰذا یہ روایت خالص مکذوبہ ہے، جسے اکاذیب پرست دیوبندیہ نے معمول بنا لیا ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی مستدل ساتویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے اس سلسلے میں ساتویں حدیث اس طرح پیش کی:

" حدثنا علي بن إسحاق أخبرنا عبد الله بن المبارك قال: أخبرنا ليث بن سعد حدثنا عبد الله بن نافع بن العمياء عن ربيعة بن الحارث عن الفضل بن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلوٰة مثنى مثنى تشهد فی کل رکعتین، و تضرع، و تخشع، و تمسكن، ثم تقنع يديك يقول ترفعهما إلى ربك مستقبلاً ببطونهما وجهك " (رواه الترمذي وأبوداود)

یعنی فضل بن عباس نے کہا ارشاد نبوی ہے کہ نماز دو دو رکعت کرکے پڑھی جائے، ہر دو رکعت پر تضرع وتخشع واظہار بیچارگی کیا جائے اور ہاتھ اٹھا کر ہاتھوں کے اندرون حصہ کو قبلہ رُخ کرکے دعا مانگی جائے۔ الخ۔ (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۲ تا ۲۵)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کو اعتراف ہے کہ اس کی سند میں واقع راوی عبد اللہ بن نافع بن عمیاء مجہول ہیں، پھر ان کا دعویٰ ہے کہ

ان کی کچھ اہل علم نے توثیق بھی کی ہے، خصوصاً امام شافعی نے اس کی تعریف وتحسین کی اور دو تین احادیث ان سے روایت بھی کی ہے اور امام ابوحاتم رازی نے ان کی کتاب کو أصح قرار دیا ہے۔ (الجرح والتعدیل: ۲/۲/۱۸) امام نسائی جیسے سخت ناقد فن نے انھیں ایک بار ''لا باس به'' اور ایک بار ثقہ قرار دیا۔

(تهذيب التهذيب: ٥١/٦، وميزان الاعتدال: ٥١٣/٢) ابن المدینی کے نزدیک موصوف مجہول ہیں، ابن حبان نے انھیں ثقات میں شمار کیا، اسی سے ان کی مجہولیت ختم ہو جاتی ہے۔ نیز امام بخاری نے ان کی بابت کہا کہ " في حفظه شيء" اس سے بھی ان کی مجہولیت ختم ہوجاتی ہے اور روایت قابل استدلال و صحیح ہو جاتی ہے، انھیں باتوں کے پیش نظر ہی ان کی حدیث کو ابو داود، ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، منذری نے نقل کیا، نیز یہ کہ قرون ثلاثہ کا مجہول راوی ہونا مضر نہیں، خصوصاً احناف کے یہاں قرون ثلاثہ کی مجہولیتِ راوی مضر نہیں۔ (ملخص از زیرنظر دیوبندی کتاب)

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب اکاذیب دیوبندیہ ہیں۔ قرون ثلاثہ ہی کا جابر جعفی بھی تھا، جسے امام ابوحنیفہ نے خود کذاب کہا اور زید ابی عیاش کو مجہول کہہ کر ان کی روایت ردّ کر دی، یہ بھی قرون ثلاثہ ہی کے راوی تھے، نیز بہت سارے کذابین اور وضاعین ومنکرین حدیث قرون ثلاثہ میں تھے، مگر اکاذیب ومغالطات کا پرستار فرقہ دیوبندیہ جھوٹ دعاوی کرتا ہے نہ اسے امام نسائی نے لاباس و ثقه کہا ہے، نہ امام بخاری نے في حفظه شي کہا، نہ ابو حاتم رازی نے اس کی کتاب کو اُصح کہا، نہ امام شافعی نے اس کی تعریف وتحسین کی، اگر دیوبندیہ کی دیوبندی شریعت انھیں کبھی صدق مقالی کی اجازت دیتی ہوتو اپنے ان دعاوی کو صحیح ہونا ثابت کریں، نیز یہ ثابت کریں کہ ابن لہیعہ نے اس کی متابعت کی ہے اور ہم یہیں بتا دیتے ہیں کہ تاقیامت دیوبندیہ ہرگز ایسا نہ کرسکیں گے۔

اور اس حدیث پر اکاذیب پرست دیوبندیہ کا خود بھی عمل نہیں، وہ دن یا رات کی غیر فرض نمازیں دو دو رکعت سے بھی زیادہ پڑھا کرتا ہے، جب کہ اس کا مقتضی ہے کہ غیر فرض نماز میں صرف دو دو رکعت پڑھ کر ہر دو رکعت پر سلام پھیر کر رفع یدین کر کے دعائیں کریں، امام ابن حبان کا اصول ہے کہ جس سے ایک ثقہ راوی بھی روایت کرے وہ ثقہ ہے، خواہ کسی نے اس کی توثیق نہ کی ہو، مگر عام اہل علم نے ان کے اصول مذکور کو رد کر دیا ہے، پھر امام ابن مدینی کے مجہول اور بخاری کے "لا يصح حديثه" قرار دیے ہوئے راوی کا ثقات ابن حبان میں ذکر محض کے سبب ثقہ ثابت کرنا دیوبندیہ پر فرض ہوجاتا ہے، جو اس کے بس کی چیز نہیں، جھوٹ بولنا بہت آسان ہے، مگر جھوٹ کو سچ ثابت کرنا محال ہے۔

اپنی تائید میں امام دیوبندیہ تھانوی کی بات بھی دیوبندیہ نے پیش کی۔ (زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۲۵)

ہم کہتے ہیں کہ جس طرح دیوبندیہ اکاذیب پرست ہیں، اسی طرح ان کے امام تھانوی بھی، انھیں کے حکم سے اور نگرانی میں إعلاء السنن نامی مجموعہ اکاذیب کتاب لکھی گئی اور امام ابوحنیفہ نے بھی اپنے مذہب کو مجموعہ اکاذیب واغلاط کہا ہے، پھر تو امام ابوحنیفہ کی تائید میں لکھی جانے والی ہر کتاب بشمول کتب تھانوی و إعلاء السنن مجموعۂ اکاذیب ہیں۔

فرقہ دیوبندیہ کی مستدل آٹھویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا أحمد بن الحسن بن أديبويه حدثنا أبويعقوب إسحاق بن خالد بن يزيد الباسي حدثنا عبد العزيز بن عبدالرحمن القرشي عن خصيف عن أنس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم ما من عبد يبسط كفيه في دبر كل صلوٰة ثم يقول اللهم إلهي إبراهيم و إسحاق و يعقوب ......الا كان حقا على الله أن لا يرد يديه خائبتين" (عمل اليوم والليلة ،صفحه:٤٨، ٤٩، وكنز العمال:٢/٨٤، مطبوع حيدر آباد)

یعنی جو بندہ ہر نماز کے بعد دونوں ہتھیلیاں پھیلا کر دعائے مذکور کرے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ پر حق ہو جاتا ہے کہ اسے خالی ہاتھ نہ لوٹائے، اس روایت کے دو راوی عبد العزیز بن عبد الرحمٰن و خصیف پر ائمہ ناقدین رجال کا کلام ہے...... الى أن قال...... اس روایت پر معنوی طور پر کوئی سقم نہیں، دوسری روایات حسن و خفیف الضعف سے مل کر قابل استدلال ہو جاتی ہے، یہ روایت کسی اور راوی و روایت کے خلاف نہیں، کیونکہ ممانعت دعا بعد از فرض نماز اجتماعی طور پر کرنے کے سلسلے میں کوئی صحیح روایت ہی نہیں، پھر علماء وصلحا و علماء کا عملی تواتر ہے...... الخ۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۲۵ تا ۲۷)

ہم کہتے ہیں کہ ہم یہ مرفوع حدیث نبوی بسند صحیح نقل کر آئے ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی ممانعت کی گئی ہے، اس فرمان نبوی سے اسی حالت میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے والی بات مستثنیٰ ہے، جو بدلیل معتبر مستثنیٰ ہو اور فرض نماز باجماعت کا استثناء کسی دلیل معتبر سے ثابت نہیں، نیز دیوبندیہ جن کو اپنا فقہی مورث اعلیٰ سمجھتے ہیں، یعنی امام ابراہیم نخعی وہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو مکروہ تحریمی کہتے تھے۔ (مصنف ابن أبي شيبه) لہٰذا یہ فرقہ دیوبندیہ کا خالص جھوٹ ہے کہ روایت مذکورہ کسی روایت و راوی کے خلاف نہیں۔ اور عبدالعزیز بن عبد الرحمٰن قرشی کو امام احمد نے متہم یعنی کذب بیانی کا ملزم کہا، اور حافظ ابن حبان نے کہا اس نے ایک سو احادیث مقلوبہ وموضوعہ بیان کی۔ امام نسائی نے اسے ليس بثقة کہا امام احمد نے اسے متروك بھی کہا، امام ابو نعیم اصبہانی نے اسے منکر الحدیث کہا۔ (لسان الميزان:٤/٣٤، و ميزان الاعتدال، المجروحين لابن حبان:٢/١٣٨، والضعفاء الكبير للعقيلي:٣/٥،٦، والكامل لابن عدي: ٥/١٩٢٧)

اس کا مطلب ہوا کہ دیوبندیہ کی یہ مستدل روایت خالص کذب و دروغ ہے، جسے انھوں نے معتبر کہہ کر دلیل بنا لیا ہے جب یہ روایت کذب خالص و مکذوب ہے، تو دوسری حسن یا خفیف الضعف روایات اسے معتبر کیونکر بنا سکتی ہیں، جب کہ عبد العزیز سے اسے روایت کرنے والا اسحاق بن خالد بھی منکر الحدیث وضعیف ہے۔ (الکامل

لابن عدي:١/٣٣٧، و میزان:١/١٩٠) نیز تهذیب التهذیب(٣/٥، ٦) والکامل لابن عدي (١/١٩٢٧) وغیرہ میں ہے کہ عبد العزیز کذاب نے خصیف سے احادیث باطلہ نقل کی ہیں۔ خصیف بھی ضعیف ومنکر الحدیث ومتروک ہے۔(تهذیب التهذیب:٣/١٤٤، والمجروحین لابن حبان:١/٢٨٧) اور خصیف و حضرت انس کے درمیان سند منقطع ہے اور ساقط راوی بہت بڑا کذاب بھی ہو سکتا ہے ۔ افسوس کہ دیوبندیہ نے علم وفن اور امانت و دیانت کا گلا گھونٹنے کی مذموم وقبیح وگھناؤنی تحریک چلا رکھی ہے۔ بلفظ دیگر اس نے اسلامی شریعت ہی کو بدل دینے کی کارروائی کر رکھی ہے۔ نیز فرقہ دیوبندیہ نے امت اور امت کے صلحاء وعلماء پر بھی افتراء پردازی کر رکھی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی نویں مستدل حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

”قال أبو موسیٰ الأشعري: دعا النّبي صلی اللّٰه علیه وسلم و رفع یدیه رأیت بیاض إبطیه۔“

یعنی ابو موسیٰ اشعری نے کہا کہ نبی ﷺ نے دعا کی، تو رفع الیدین کیا اور میں نے آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔“(صحیح بخاری)

ہم کہتے ہیں کہ یہ پوری حدیث غزوہ اوطاس کے باب میں صحیح بخاری میں منقول ہے، اس کا واضح مطلب ہے کہ ابو موسیٰ اشعری کی درخواست پر آپ ﷺ نے شہید ہو جانے والے صحابی ابو عامر اشعری کے لیے باوضو ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔(ملاحظہ ہو: صحیح بخاری جلد دوم محشی بحواشی دیوبندیه:٢/٦١٩) دیوبندیہ نے اپنی اکاذیب پرستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے غزوۂ حنین میں موصول مروی حدیث کہا، جب کہ یہ حدیث صحیح البخاري کے باب غزوۂ اوطاس میں ہے۔ معلوم نہیں اکاذیب سے دیوبندیہ کا پیٹ کیوں نہیں بھرتا نہ آسودگی ہوتی ہے، اسے علمی قسم کی جوع البقر اور استقاء کی بیماری ہوگئی ہے، مگر دیوبندیہ کی کسی روحانی بیماری کا دور ہونا محال سا معلوم ہوتا ہے۔ زیر بحث حدیث کی طرف امام بخاری نے کتاب الدعوات ، باب رفع الایدي في الدعاء میں اشارہ کر دیا ہے، بس سمجھ بوجھ عقل سلیم سے محروم دیوبندیہ نے اسے زیر بحث معاملہ کی دلیل بنا لیا اور کذب پرستی ہی کا ثبوت دیتے ہوئے دیوبندیہ نے کہا کہ اس باب میں ہمارے موضوع سے متعلق امام بخاری نے دو مزید احادیث ابن عمر و انس بن مالک کا ذکر کیا، حالانکہ حضرت ابن عمر کی حدیث کا تعلق اس بات سے ہے کہ غلط فہمی کا شکار ہو کر حضرت خالد بن ولید نے ایک آبادی پر حملہ کر دیا، جو مسلم آبادی تھی، اس بستی کے لوگوں کو انھوں نے قتل کیا اور اموال کو بطور غنیمت حاصل کر لیا۔ عورتوں، بچوں کو قیدی بنا لیا، اس کی خبر ہوئی

تو ہاتھ اٹھا کر آپ ﷺ نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ میں خالد کے کیے ہوئے اس کام سے بری ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس کا تعلق موضوع سے خارج ہے، لیکن دیوبندیہ اس طرح کی بے راہ روی کے عادی ہیں، اور حدیث انس کا تعلق خطبہ جمعہ کے وقت دعائے استقاء میں ہاتھ اٹھا کر آپ ﷺ کے دعا کرنے سے ہے۔(صحیح البخاري دیوبندی، نسخہ کتاب الجمعة، باب الاستسقاء في الخطبة يوم الجمعة ،صفحہ:۱۲۷)معلوم ہوا کہ فرقہ دیوبندیہ شریعت اسلامیہ کو ڈائنامیٹ کرنے کے چکر میں ہے اور جن عناصر سے اس کی تولید ہوئی ہے، وہ صدہا سال سے اسی کوشش میں غلطاں و پیچاں ہیں۔نعوذ باللہ!!

فرقہ دیوبندیہ کی دسویں مستدل حدیث ابی ہریرۃ:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

”ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر يمد يديه إلى السماء يا رب، يارب و مطعمه حرام، و ملبسه حرام، و غذي بالحرام فأنى يستجاب لذلك“

ایک آدمی پریشان حال غبار سے آلودہ طویل سفر کرتا ہوا ہاتھ اٹھا کر دعا کرے گا، جس کا کھانا، لباس و غذائیں حرام ہوں گی، پھر اس کی دعائیں کیونکہ مقبول ہوں۔“(جزء رفع اليدين للبخاري،صفحہ:۱۸، و صحيح مسلم)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ حرام خوری وحرام پوشی وحرام کوشی میں مصروف ہو کر خلق خدا کو گمراہ کر رہے ہیں، ان کی دعائیں اسی لیے مقبول نہیں ہوتیں۔ دیوبندیہ کی مستدل روایت مذکورہ بالا بھی موضوع سے خارج ہے، اس لیے اس سے اس کا استدلال باطل ہے، یعنی کہ اس میں فرض نماز باجماعت کے بعد اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کا ذکر نہیں۔

فرقہ دیوبندیہ کی گیارہویں مستدل حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

” عن عبد الرزاق عن معمر عن الزهري قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه إلى صدره في الدعاء ثم يمسح وجهه بهما“

یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ دعا کے وقت سینے تک اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔“(مصنف عبد الرزاق :۲/۲۴۷، و کنز العمال:۲/۳۹۶)

ہم کہتے ہیں کہ حدیث مذکور امام زہری سے مرسلاً مروی ہے اور زہری کی مرسل روایت بالکل ہی ساقط الاعتبار ہوتی ہے۔(عام کتب رجال) اسے بھی دلیل بنا کر دیوبندیہ نے تلبیسات پروری کا مظاہرہ کیا، پھر زیر بحث

موضوع سے اس روایت کا کوئی تعلق بھی نہیں۔

فرقہ دیوبندیہ کی بارہویں مستدل حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" أخبرنا سلام بن معاذ حدثناحماد بن الحسن عن عتبة حدثنا أبو عمر الحوضي حدثنا سلام المدايني عن زيد السلمي عن معاوية عن قرة عن أنس بن مالك قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قضى صلوته مسح جبهته بيده اليمنى ثم قال: أشهد أن لا إله إلا الله" (عمل اليوم والليلة لابن سنى،صفحه:۳۹، زير نظر ديوبندى كتاب،صفحه:۲۹)

یعنی جب نبی ﷺ اپنی نماز پوری فرما لیتے، تو اپنی پیشانی اپنے داہنے ہاتھ سے مسح کر کے أشهد أن لا إله إلا الله پڑھتے تھے۔

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی اس مستدل روایت میں فرض نماز کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی طرف اشارہ تک نہیں، پھر بھی اکاذیب پرست دیوبندیہ نے اسے اپنے زیر نظر موقف پر دلیل بنا لیا اور موقف سے نامطابق روایت کا دلیل بنانا بھی اکاذیب پرستی میں داخل ہے، پھر اس کی سند میں سلام بن سلیم مدائینی واقع ہے، جو بقول امام ابن حبان ثقات کی طرف اپنی اختراعی موضوع روایات منسوب کرنے کا عادی تھا، امام ابن خراش نے اسے کذاب اور امام بخاری نے "ترکوہ" نیز امام حاکم نے بھی اسے راوی موضوعات کہا اور امام ابونعیم اصبہانی نے ترجمہ شعبی میں اسے "متروك بالاتفاق" کہا۔(تهذيب التهذيب: ٤/٢٤٧، ٢٤٨، وعام کتب تراجم) اور اس نے جس زید السلمی سے یہ روایت کی، وہ بقول امام ابن حبان راوی موضوعات ہے اور اکثر ائمہ نے اسے سخت مجروح کہا۔(تهذيب التهذيب:۳/۳۵۲، ۳۵۳، وعام کتب تراجم) نیز اس سند میں واقع عتبہ مجہول ہے اور اس سے روایت کرنے والا حماد بن حسن بھی مجہول یا متروک و مجروح ہے اور حماد بن حسن سے روایت کرنے والا سلام بن معاذ بھی غیر معروف ہے، یہ سب دلائل ہیں فرقہ دیوبندیہ کی مستدل روایت کے مکذوب ہونے کے اور زیر بحث مسئلہ پر یہ منطبق بھی نہیں ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی تیرہویں مستدل حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن مسدود حدثنا أبو عوانة عن سماك بن حرب عن عكرمة عن عائشة زعم أنّه سمعه عنها أنها رأت النّبي صلى اللّٰه عليهٔ وسلم يدعو رافعاً يديه يقول: إنما أنا بشر

فلا تعاقبني أيما رجل من المسلمين آذيته أو شتمته فلا تعاقبني فيه۔" (الأدب المفرد للبخاری، صفحہ:١٥، و مسند أحمد:٦/١٠٧، و مسلم، کتاب البر والصلة والآداب)

امام عبدالرزاق نے اسے تھوڑے اختلاف کے ساتھ اس طرح نقل کیا:

" عن إسرائيل بن يونس عن سماك بن حرب عن عكرمة عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه يدعو حتى إني لأسام له مما يرفعهما اللهم إنما أنا بشر فلا تعذبني بشتم رجل شتمته أو آذيته۔" (مصنف عبد الرزاق :٢/١٦٨، کنز العمال:٢/٢٩٦)

تینوں کے رواۃ سماك پر آ کے ملتے ہیں، سب کا معنی ایک ہے کہ حضرت عائشہ نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ میں ایک بشر ہی تو ہوں، اگر میں نے کسی مومن کو تکلیف دی ہو یا برا بھلا کہا ہو تو مجھے سزا نہ دے، بقول عائشہ صدیقہ آپ ﷺ اتنی دیر تک ہاتھ پھیلائے رکھتے کہ میں اکتا جاتی۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:٢٩، ٣٠)

ہم کہتے ہیں کہ صحیح مسلم کی کتاب " البر والصلة والآداب" کے باب "من لعنه النبي ﷺ أو سبه أو دعا عليه...... الخ" میں مذکور دعائے نبوی حضرت عائشہ صدیقہ و دوسرے صحابہ سے مختلف اسانید کے ساتھ مروی ہے، مگر دیوبندیہ کی ذکر کردہ سند کے ساتھ موجود نہیں ہے، مگر کسی بھی روایت میں ہاتھ اٹھانے کی طرف اشارہ بھی نہیں، جس کا مطلب ہے کہ دیوبندیہ نے حسب عادت نبی ﷺ و صحابہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر افتراء پردازی و کذب بیانی کی اور صحیح مسلم پر بھی جھوٹا بہتان باندھا، دیوبندی شریعت میں اسی طرح کی افتراءات اصل دین و ایمان ہیں، نیز دیوبندیہ نے یہ تدلیس و تدسیس کی کہ ابن سنی والی سند سے یہ روایت صحیح مسلم میں بھی منقول ہے۔ یہ بھی از قسم افتراءات ہے۔

اور یہ حدیث عکرمہ مولی ابن عباس سے سماک بن حرب نے نقل کی ہے اور سماک کی عکرمہ سے روایت کردہ احادیث خاص طور پر مضطرب ہوتی ہے، نیز سماک کو متعدد اہل علم نے مجروح قرار دیا ہے، امام ابن حبان نے سماک کو "يخطئ كثيرا" کہا۔ (تهذيب التهذيب، ترجمه سماك:٤/٢٠٤، ٢٠٥) اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیوبندیہ کی متدل حدیث ساقط الاعتبار و مضطرب ہے، عبدالرزاق والی روایت سماک سے اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق سے مروی ہے اور اپنے باپ دادا کے علاوہ دوسرے سے ان کی روایت پر کچھ ائمہ کو کلام ہے، یہ کلام بھی سماک پر کلام سے مل کر دیوبندیہ کی اس حدیث کو اور زیادہ ساقط الاعتبار بناتے ہیں۔ حاصل یہ کہ حدیث مذکور بہت زیادہ ضعیف ہے، اس دیوبندی کتاب میں اس حدیث کی سند کے پہلے راوی مسدد کو مسدود (بذریعہ

تصحیف) بنا دیا گیا ہے۔ دیوبندیہ کی یہ مستدل ساقط الاعتبار روایت اپنے موضوع پر دلالت نہیں کرتی اسے اپنے موضوع پر بطور دلیل پیش کر کے دیوبندیہ نے اپنی مزید کذب پرستی کا ثبوت دیا ہے۔ یعنی اس میں باجماعت فرض نماز کے بعد اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا اشارہ بھی نہیں۔

فرقہ دیوبندیہ کی چودھویں مستدل روایت:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"حدثنا علي حدثنا سفيان حدثنا أبو الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة قال:قدم الطفيل بن عمرو الدوسي على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال:يا رسول الله، إن دوسا قد عصت، و أبت فادع الله عليها فاستقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم القبلة و رفع يديه فظن الناس أنّه يدعو عليهم فقال:اللهم اهد دوساً و أت بهم۔" (صحيح البخاري، باب رفع الأيدى فى الدعاء و كتاب الجهاد و باب الدعاء للمشركين بالهدي و صحيح مسلم كتاب فضائل الصحابة، و جزء رفع اليدين ،صفحه:۷)

یعنی حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ امیر قبیلۂ دوس خدمت نبوی میں آ کر درخواست گزار ہوئے کہ آپ ﷺ میرے قبیلہ بنو دوس پر بددعا کر دیجیے۔ کیونکہ وہ اللہ و رسول کی نافرمانی کر کے معصیت میں گرفتار ہے، آپ نے قبول اسلام سے اسے ہدایت یاب ہونے اور اپنی خدمت میں آنے کے لیے دعا کی۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۳۰)

یہ حدیث شرح وبسط کے ساتھ ہماری کتاب "اللمحات" جلد اوّل میں ہے۔ اس حدیث کا بھی کوئی تعلق دیوبندیہ کے موضوع سے نہیں ہے، یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم اور متعدد کتابوں میں بسند صحیح مروی ہے، مگر دیوبندیہ نے افتراء پردازی کر کے کہہ دیا کہ یہ حدیث دیوبندی موضوع پر دلیل ہے۔ کہیں افتراء پردازی سے کوئی شرعی مسئلہ ثابت ہوا ہے؟

فرقہ دیوبندیہ کی پندرھویں مستدل روایت:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" قحط المطر عاماً فقام بعض المسلمين إلى النّبي صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة فقال:يا رسول الله قحط المطر وأجدبت الأرض وهلك المال فرفع يديه و ما يرى فى السماء من سحابة فمد يديه حتى رأيت بياض إبطيه يستسقى الله فما صلينا الجمعة أهم الشاب القريب الدار الرجوع إلى أهله۔۔۔۔" (الأدب المفرد ،باب رفع الأيدى فى الدعاء و

صحیح بخاری متعدد مقامات و صحیح مسلم، باب الدعاء فی الاستسقاء و موطا امام مالک و سنن ابن ماجه، نسائی ، سنن أبي داود)

احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ قحط سالی و کھیتی کی خشکی پر جان و مال کا خطرہ محسوس ہونے پر بعض صحابہ نے خطبہ جمعہ کے درمیان کھڑے ہو کر آپ ﷺ سے بارش کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی، آپ ﷺ نے دورانِ خطبہ ہی ہاتھ اٹھا کر نزول باراں کے لیے دعا کی، جمعہ کی نماز ختم ہوتے ہی بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا، مسجد نبوی سے قریب گھر والے نوجوان لوگ اپنے گھر والوں کے پاس جانے کے لیے کوشاں ہوئے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۳۱)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی مستدل اس حدیث کا بھی ان کے موضوع سے اشارۃً بھی کوئی تعلق نہیں، محض کذب و افتراء کرتے ہوئے دیوبندیہ نے اسے دلیل بنا لیا ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی مستدل سولہویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" فی حیاۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا انکسفت الشمس فنبذتهن لأنظرن مایحدث لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی انکساف الیوم فأتیت إلیه و هو رافع یدیه یدعو یکبر و یحمد۔"(مسلم شریف:۱/۲۹۹)

یعنی حیات نبوی میں سورج گرہن لگا تو ہم سب کچھ چھوڑ کر یہ دیکھنے لگیں کہ آج سورج گرہن کے سبب آپ ﷺ پر کیا ردعمل ہونے والا ہے، آپ ﷺ کے پاس گئی تو آپ ﷺ ہاتھ اٹھا کر دعا اور تکبیر وتحمید کر رہے تھے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کا جو معنوی طور پر صحیح بخاری اور متعدد کتب حدیث میں معنوی تواتر سے مروی ہے، موقف دیوبندیہ سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا یہ بھی دیوبندیہ کی ذات نبوی و صحیحین و متعدد کتب حدیث پر افتراء پردازی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی مستدل سترہویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" فوقف في أدنی البقیع، ثم رفع یدیه، ثم انصرف۔"(جزء رفع الیدین للبخاری، صفحه:۱۷، و صحیح مسلم:۱/۳۱۳)

یعنی ہمارے رسول اللہ ﷺ ایک رات جنت البقیع گئے، پھر رفع الیدین کر کے دعا فرمائی اور واپس

چلے آئے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۳۱، ۳۲)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کا بھی کوئی اشارۃً بھی دیوبندیہ کے اس موضوع سے تعلق نہیں، اسے دلیل بنا کر دیوبندیہ نے کذب بیانی و تلبیس کاری وتحریف بازی سے کام لیا ہے، جو یہود کا شیوہ وشعار ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی مستدل اٹھارہویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا کہ:

"امام بخاری نے ولید کی بیوی کی اپنے شوہر سے شکایت اور آپ ﷺ کی دعا رفع الیدین کے ساتھ کرنے کا ذکر اپنی کتاب جزء رفع الیدین، صفحہ: ۱۷، میں کیا ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۳۲)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کا بھی ادنیٰ ترین شائبہ دیوبندیہ کے موضوع سے اشارۃً بھی نہیں ہے، یہ سب دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی اور افتراء پردازی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی مستدل انیسویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" دعا النبي صلى الله عليه وسلم بماء، و توضأ، ثم رفع يديه فقال: اللهم اغفر لعبدك أبي عامر، الخ"

یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری کی طلب پر میدان جنگ میں آپ ﷺ نے پانی منگوا کر وضو کیا، پھر ہاتھ اٹھا کر ابوعامر اشعری کے لیے دعا کی۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۳۲، بحوالہ صحیح البخاری، باب الوضوء عند الدعاء)

ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث فرقہ دیوبندیہ کی نویں مستدل حدیث کے تحت گزر چکی ہے، جو دیوبندی موضوع پر دلالت نہیں کرتی، اس لیے اسے دیوبندیہ موضوع پر بطور دلیل پیش کرنا دروغ بافی و کذب بیانی و کذب پرستی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی مستدل بیسویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" فرفع يديه و قال: أمتي، أمتي و بكى" (صحیح مسلم: ۱/ ۱۱۳)

یعنی بروز محشر لوگوں کی طلب پر آپ ﷺ رفع الیدین کرکے اپنی امت کی سفارش کرتے ہوئے دعا کریں گے۔" (دیوبندی کتاب، صفحہ: ۳۲)

ہم کہتے ہیں کہ رفع الیدین والی اس دعائے نبویہ کا تعلق روز محشر سے ہے، اس کا ادنیٰ ترین تعلق بھی

دیوبندیہ کے موضوع سے نہیں، مگر اپنے عادت کذب بیانی و دروغ بے فروغ سے کام لے کر اس فرقہ نے محض جھوٹ بول کر اس حدیث کو اپنے موضوع پر دلیل بنا لیا ہے۔ مولانا حالی کے بند کے آخری شعر میں ایک لفظ کی تبدیلی کے لیے معذرت کے ساتھ عرض ہے۔

اگر جھوٹ بکنے کی کوئی سزا ہے
تو محکمہ جس کا قاضی خدا ہے
گنہگار چھوٹ جائیں گے سارے
جہنم کو بھردیں گے دیوبندی سارے

فرقہ دیوبندیہ کی مستدل اکیسویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يديه بعد ما سلم، و هو مستقبل القبلة فقال:اللهم خلص الوليد بن الوليد۔"

یعنی آپ ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی کہ خدایا ولید بن ولید کی مشرکین کے پنجۂ استبداد سے گلو خلاصی کر۔'' (زیرنظر دیوبندی کتاب بحوالہ ابن أبي حاتم بسند صحيح و معارف السنن: ۱۳۳/۳)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے امام ابن ابی حاتم کی جس کتاب سے یہ حدیث نقل کی اور اسے صحیح کہا، اس کتاب کا نہ نام بتلایا نہ سند بتائی، نہ یہ بتایا کہ کس نماز سے سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ نے ولید بن ولید کے لیے دعائے مذکور کی، اگر کسی خاص آدمی کے لیے کسی بھی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر صرف امام کا دعا کرنا اور مقتدی کا اس میں شریک نہ ہونا یا جماعت فرض نماز کے بعد اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کی پورے تسلسل کے ساتھ پنجگانہ نماز سے فارغ ہونے پر دعا کرنے کا ثبوت ہرگز نہیں قرار دیا جا سکتا، بلکہ اجتماعی طور پر ناگہانی آفت و بلا کے شکار کسی ایک آدمی یا زیادہ آدمیوں کے لیے اس طرح دعا کی جا سکتی ہے، مگر اسے بلاوجہ بھی ہر نماز کے بعد دعا رفع الیدین کی دلیل قرار دے لینا تلبیس و مغالطہ اندازی ہے اور یہی دیوبندیہ کا دین و ایمان ہے۔ پہلے دیوبندیہ اس حدیث کی سند پیش کر کے اس کا صحیح ہونا ثابت کریں اور یہ ثابت کریں کہ یہ نماز کے بعد مسنون ہونے کی بناء پر دعا کی گئی، آفات وغیرہ کے شکار ہونے کے سبب نہیں کی گئی۔

فرقہ دیوبندیہ کی مستدل بائیسویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن عبد اللّٰه بن عمر قال:صلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الفجر ثم أقبل علی القوم فقال:اللھم بارك لنا في مدینتنا، و بارك لنا في مدنا، وصاعنا"
یعنی آپ ﷺ نے نماز فجر سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور دعائے مذکور پڑھی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۳۲۔۳۳) بحواله وفاء الوفاء للسمهودي: ۱/۳۷، ۳۸، و معارف السنن لیوسف بنوری: ۳/۱۳۳ وغیرہ)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں تو ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا کوئی ذکر اشارۃً بھی نہیں، پھر استعمال اکاذیب ہی کے ذریعہ دیوبندیہ نے اسے دلیل بنا لیا ہے۔ اسی قسم کی احادیث میں فرمان نبوی حضرت ابن عمر وغیرہ سے صحیح سندوں کے ساتھ منقول ہے کہ سرزمین عراق زلازل وفتن کا مرکز ہے اور کوئی شک نہیں کہ جن عناصر باطلہ سے دیوبندیہ تولد پذیر ہوئے، ان کا مرکز عراق ہی تھا اور ہم نے اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں واضح کیا ہے کہ ہندوستان بھی حجاز کے عین مشرق میں ہے، جہاں فتنہ دیوبندیہ جیسا فتنہ عالم اسلام کو اپنے فتنے میں لپیٹنے والا نیز اس جیسے دوسرے فرقے مثلاً بریلویہ، قادیانیہ، مہدویہ، چکڑالویہ، منکرین حدیث (فرقہ دیوبندیہ بھی منکرین حدیث بلکہ دشمن حدیث ہے) بہایہ وغیرہ فتنے پیدا ہوئے۔ شائقین اس کتاب کا مطالعہ کریں۔

فرقہ دیوبندیہ کی تیئسویں مستدل حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن ابن مسعود رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم في قبر عبد اللّٰه بن ذي النجادین، و فیه فلما فرغ من دفنه، استقبل القبلة رافعاً یدیه۔"
''یعنی حضرت عبد اللہ ذوالنجادین کی تدفین سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے قبلہ رخ ہو کر رفع الیدین کر کے موصوف ذوالنجادین کے لیے دعا کی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب بحوالہ فتح الباري: ۱۱/۳۳، بحواله صحیح ابن خزیمه)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ادنیٰ ترین شائبہ دیوبندیہ کے زیر نظر موضوع کے لیے نہیں پایا جاتا، یہ تو قبرستان میں تدفین میت کے بعد والی دعا کا معاملہ ہے، جسے دیوبندیہ نے محض کذب و افتراء والا اپنا ہتھکنڈا استعمال کر کے اپنے موضوع پر ظلماً و زوراً فٹ کر لیا ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی مزید در مزید بے راہ روی:

مندرجہ بالا تئیس روایات کو اپنے موضوع پر منطبق کرنے کی مکذوبہ نامسعود کوشش کے بعد فرقہ دیوبندیہ کہتا ہے:
''ان تئیس روایتوں کے علاوہ اور بھی روایات دیوبندی موضوع پر منطبق ہونے والی ہیں، انھیں کے

پیش نظر حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی فقہاء و محدثین حتی کہ غیر مقلد علماء نے بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کا استحباب و فضیلت نقل کیا ہے، یہ شروع سے علمائے امت کا معمول رہا۔ تاریخ کے کسی دور میں بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے پر ہتھیلیوں کو چہرے پر پھیرنے کو بدعت اور شرعاً قابل ترک نہیں سمجھا گیا۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۳۴)

ہم کہتے ہیں کہ ان تیئیس روایات جن میں سے کئی مکذوب و ساقط الاعتبار ہیں، ان کے علاوہ اس طرح کی سینکڑوں ہزاروں لاکھوں حدیثوں سے فرقہ دیوبندیہ کا دعویٰ نہیں ثابت ہو سکتا، کیونکہ ہم وہ حدیث نبوی نقل کر آئے ہیں جس میں رفع یدین کے ساتھ دعا کی شرعی ممانعت ہے، اس کلیہ سے صرف وہی دعائیں مستثنیٰ ہوں گی، جن کے استثناء پر دلیل شرعی ہے اور پنجگانہ فرض باجماعت سے سلام پھیرنے کے بعد کوئی بھی معتبر حدیث نبوی نہیں، لہٰذا اگر کوئی فرقہ و جماعت اس کے خلاف عمل کرے تو اسے اس کام پر ممانعت نبویہ والی حدیث ضرور منطبق ہوگی، لہٰذا ماننا ہی ہوگا کہ دیوبندیہ احادیث نبویہ کے مخالف و معاند و حریف ہیں۔ ہم یہ بھی نقل کر آئے ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو حنفیہ کے زعم باطل کے مطابق دیوبندیہ کے مورث اعلیٰ ابراہیم نخعی علی الاطلاق مکروہ تحریمی کہتے تھے۔ دیوبندیہ مسلک ولی اللہی پر چلنے کے دعویدار ہیں اور خاندانِ ولی اللہ کے سربراہ شاہ ولی اللہ نے صراحت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ امام نخعی کے مذہب سے کسی بھی معاملہ میں سرتابی نہیں تھے۔ (حجة الله البالغه کے متعدد مقامات) پھر تو حدیث نبوی و قول نخعی کے مطابق دیوبندیہ کو باجماعت فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو ضروری ہی ممنوع کہنا چاہیے، لہٰذا فرقہ دیوبندیہ اگر اپنے اکاذیب و مغالطات و تلبیسات کے دلدل سے نجات چاہتا ہے، تو اپنے اس موقف سے فوراً رجوع کا اعلان کرے کہ فعل مذکورہ بدعت و ضلالت ہے، نیز شرعی قانون سے انحراف ہے۔

محدثین اور غیر مقلد علماء کی آراء:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالاعنوان کے تحت کہا:

'' نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے کے سلسلے میں امام نووی کا نام قابل ذکر ہے، انھیں غیر مقلد حضرات خاصی اہمیت دیتے ہیں، نووی نے شرح صحیح مسلم میں متعدد مواقع و مقامات پر رفع الیدین کے ساتھ دعا کی تائید میں لکھا، اس کے علاوہ اپنی کتاب ''الأذكار'' و مجموع جلد سوم میں اس پر خاصی تفصیل پیش کی۔ ان کی کتاب ریاض الصالحین بھی ذکر دعا سے خالی نہیں، امام نووی نے ''المجموع'' میں اس موضوع پر تیئیس روایتیں نقل کیں اور لکھا کہ: ''باب استحباب رفع اليدين في الدعاء خارج الصلوٰة و بيان جملة من الأحاديث الواردة فيه'' (مجموع: ۴۴۸/۳ تا ۴۵۰) امام نووی نے

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے والی بات کو صحیح کہا اور مخالفین کو فحش غلطی کا شکار کہا نیز ان کی کتاب ''الأذکار'' صفحہ: ۲۳۵، بھی دیکھیے۔ (زیرِ نظر دیوبندی کتاب کا حاصل صفحہ: ۲۴،۲۳)

ہم کہتے ہیں کہ امام نووی کو بھی تقلید پرست کہا جاتا ہے اور امام نووی ساتویں صدی کے مقلد عالم تھے اور اہلِ علم بشمول نووی کی صراحت ہے کہ نصوص کے بالمقابل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک کی بات مردود ہے۔ پھر ساتویں صدی یا اس کے دو چار صدی کے پہلے یا بعد والے مقلد و غیر مقلد علماء غلطی کا شکار ہو کر نصوص کے خلاف کوئی اقدام کریں، تو ہم پر ان کی باتوں پر نہ چلنا غیر ضروری ہی نہیں، بلکہ فرض و واجب ہے اور نصوص کی پیروی فرض ہے۔ ہم بتلا آئے ہیں کہ نصِ نبوی میں ہاتھ اٹھا کر دعا سے منع کیا گیا ہے، اس لیے اس حکمِ عام سے وہی چیز مستثنیٰ ہوسکتی ہے، جو حکمِ شرعی سے مستثنیٰ ہو، مگر فرض نماز باجماعت کے بعد اجتماعی دعا مع رفع الیدین کا کثرت دواعی کے باوجود کوئی ثبوت نہیں، تو ہم اسے کیسے اپنا دین و مذہب بنالیں؟ جو لوگ صاحبِ علم ہوتے ہوئے، اس معاملہ میں لغزش و غلط فہمی کے شکار ہوئے ان کی لغزش و غلط فہمی کو ہم دین و ایمان نہیں بنا سکتے، جب کہ امام ابراہیم نخعی نیز اور بھی اہلِ علم نے اسے مکروہ و ممنوع قرار دیا ہو؟

جہاں تک ہم سمجھتے ہیں کسی اہلِ حدیث عالم نے فرض باجماعت نمازوں سے فارغ ہو کر امام و مقتدی کے لیے اجتماعی دعا ہاتھ اٹھا کر کرنے کی بلا قید و شرط فتویٰ نہیں دیا۔

امام مالک بن انس سے منقول ہے کہ دعا کے لیے رفع الیدین فقہاء کا کام نہیں صرف صلوٰۃ استسقاء میں انھوں نے رفع الیدین کے ساتھ دعا کی اجازت دی، دعا کے لیے رفع الیدین کو حضرت ابن عمر و جبیر بن مطعم و شریح قاضی مکروہ کہتے تھے۔ (فتح الباري: ١١/ ١٤٣) حافظ ابن حجر نے صرف انھیں مقامات پر رفع الیدین کے ساتھ دعا کو مشروع قرار دیا ہے، جن کے لیے شرعی ثبوت ہے، انھوں نے ہر فرض نماز باجماعت کے بعد امام اور مقتدیوں کے لیے رفع الیدین کے ساتھ دعا کی اجازت نہیں دی ہے، نہ ان کی کسی کتاب میں یہ بات بالصراحت دکھلائی جا سکتی ہے، اسی طرح علامہ امیر یمانی نے شرح بلوغ المرام سبل السلام میں بھی انھیں مقامات پر رفع یدین کے ساتھ دعا کو مشروع کہا ہے، جن کے لیے مشروع ہونا ثابت ہے، ان کی طرف زیرِ بحث موضوع پر رفع الیدین کے ساتھ دعا کی مشروعیت کا انتساب دیوبندیہ کی کذب بیانی ہے۔

مسک الختام (۱۸۱/۲) و نزل الأبرار (صفحہ: ۳۶) میں نواب بھوپالی نے پنجگانہ فرض نمازوں سمیت تمام دعاؤں میں رفع یدین کی بات کہی ہے، وہ ان کا ذاتی رجحان ہے، جو نصوص کے خلاف ہونے کے سبب قابلِ نظر انداز ہے۔ یہی بات بعض دیگر علمائے حدیث کی بابت کہی جائے گی۔ امام الدیوبندیہ انور شاہ کشمیری کی فیض الباری (۱۶۷/۲) والی بات کا جواب بھی اوپر آ گیا۔

دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ اس سلسلے میں عدم جواز کے قائلین کی تحقیقات اطمینان بخش نہیں۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۴۰) تو دیوبندیہ کو تحقیقات سلفیہ سے بے اطمینانی ہونی ہی چاہئے کیونکہ وہ اکاذیب پرست ہیں، اس کے برعکس علمائے اہل حدیث پابند نصوص ہیں۔ دیوبندیہ نے اپنے امام انور شاہ کشمیری کی یہ بات نقل کی کہ ''دوام ذکر کے باوجود دعا کو رفع یدین پر منحصر کرنا صحیح نہیں، یہ بدعت ہے، بلکہ دونوں صورت جائز ہے۔'' (زیرنظر دیوبندیہ کتاب،صفحہ:۳۹،۴۰، بحوالہ فیض الباري (۲/۱۶۷) دیوبندیہ کے اماموں کی مشترکہ کوشش سے لکھی گئی کتاب إعلاء السنن (۲/۱۵۸،۱۵۹) میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ نماز کے بعد آپ ﷺ سے دعا کرنا ثابت ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ زیرنظر دیوبندی موضوع پر احادیث تو ثابت نہیں، بلکہ ممانعت ثابت ہے، فرقہ دیوبندیہ موضوع سے ہٹ کر کیا بک رہا ہے؟

نماز کے بعد مطلق دعا کا بیان:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

> ''قدیم علمائے غیر مقلدین نماز کے بعد رفع یدین کے ساتھ دعا کو جائز مانتے تھے،لیکن بیشتر جدید غیر مقلد علماء کچھ عربی علماء وابن تیمیہ وابن قیم کی کمزور تحقیق سے متاثر ہو کر اس کے منکر ہیں، بلکہ سرے سے دعا ہی کو بدعت قرار دیتے ہیں...... إلی أن قال...... غیر مقلدین کی مشہور کتاب دستور المتقی(ص:۱۶)از شیخ الحدیث یونس قریشی میں فرض نمازوں کے بعد والی دعا حدیث نبوی کے مطابق مقبول ہوتی ہے۔الخ (زیرنظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۴۱تا۴۲)

ہم کہتے ہیں کہ ایسے علمائے اہل حدیث سے احادیث فہمی میں لغزش ہوگئی ہے اور اہل حدیث کی قدیم وجدید والی تقسیم دیوبندیہ کے اکاذیب میں سے ہے، ہم بتلا آئے ہیں کہ حدیث نبوی میں کلیہ بیان کیا گیا کہ دعاؤں کے وقت رفع الیدین نہ کیا جائے، نیز متعدد صحابہ وتابعین نے اسے بدعت قرار دیا ہے اور اہل حدیث تو خود ہمارے رسول ﷺ بھی تھے اور آپ کے صحابہ بھی مگر صحابہ کرام غلطی سے معصوم نہیں تھے،لیکن ان کی لغزش وغلطی معاف اور تحقیق پر سعی بسیار کا اجر ملے گا۔

حدیث ابی امامہ اور متعدد صحابہ کرام سے حدیث نبوی مروی ہے کہ ''دبر صلوات مکتوبات''یعنی آخر نماز کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ اس حدیث سے دعا مع رفع الیدین کو ہرگز نہیں ثابت کیا جا سکتا ہے۔فرقہ دیوبندیہ محض کذب بیانی کر کے لذت گیر ہو رہا ہے۔ایسی لذت گیری تحقیق کے سامنے کوئی وزن نہیں رکھتی۔

''دبر کل صلوٰۃ'' والی احادیث کا بہر حال مطلب یہ نہیں کہ نماز کے اواخر میں سلام پھیرے بغیر رفع یدین کر کے دعا کی جائے اور اگر بعد از سلام کسی روایت میں ہر نماز کے سلسلے میں دعاؤں کا ذکر ہے، تو ہاتھ

اٹھا کر نہیں، نماز سے فراغت کے بعد ہم دعا کرنے کے خلاف نہیں، بلکہ مسنون سمجھتے ہیں، البتہ رفع یدین کے ساتھ ان دعاؤں کا ثبوت نہ ہونے کے سبب صرف رفع الیدین کو ممنوع کہتے ہیں، جو لوگ امام بخاری وغیرہ کو فرض نماز کے بعد رفع یدین والی دعا کا قائل بتلاتے ہیں، وہ قطعاً غلط ہے۔ ہماری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سبھی کو حق فہمی وحق کوشی وحق پرستی کی توفیق دے۔ آمین یا رب العالمین

و آخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعه سلفيه بنارس

۸/۵/۲۰۰۲ء

تین طلاق کا مسئلہ

دلائل شرعیہ کی روشنی میں

از

جناب مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری
استاذ مدرسہ شاہی مراد آباد

شائع کردہ

جمعیۃ علماء ہند بموقع تحفظ سنت کانفرنس
منعقدہ: ۲، ۳/ مئی/ ۲۰۰۱ء

پر

ہمارا تبصرہ و جائزہ و نقد و نظر

از

محمد رئیس ندوی
جامعہ سلفیہ بنارس

۷/ مئی/ ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید وسبب تالیف:

الحمد للّٰه رب العالمين، والصلوٰة والسلام على جميع الأنبياء والمرسلين، و على آله وأصحابه، و أهل بيت وأتباعه أجمعين أما بعد:

فرقہ دیوبندیہ ہندوستان میں تحریک اہل حدیث کی سرگرمی دیکھ کر اپنے حواس کھو بیٹھا اور اہل حدیث کا زور توڑنے کے لیے نہ جانے بیس تیس سال میں ہونے والی اپنی میٹنگوں کی منصوبہ بند سازش کے مطابق ''تحفظ سنت کانفرنس'' کے نام سے ۲،۳/ مئی ۲۰۰۱ء میں اہل حدیث کے خلاف ایک کانفرنس بمقام دہلی ہند منعقد کر ڈالی اور نہ جانے کتنی تیاریوں کے بعد اپنے ۲۹ عدد رسائل دیوبندیہ کی مشترکہ معاونت سے لکھوا کر شائع کرایا اور بزعم خویش حواس باختگی میں ان کتابوں کے پیکٹ ہزار ہا ہزار کی تعداد میں اپنے دیوبندی مولویوں میں خصوصاً اور دیوبندی عوام میں عموماً مفت تقسیم کرا کے سمجھے کہ اب اہل حدیث کی کمر ٹوٹ جائے گی اور دیوبندیہ کو اہل حدیث کے خلاف کامیاب ہتھیار مل جائیں گے، تاکہ دیوبندیہ اہل حدیث کے خلاف میدان جنگ و جدال میں اتر کر اہل حدیث کا مقابلہ کریں، بدحواسی کے عالم میں کسی سازش کا کامیاب ہونا خصوصاً اہل حدیث کے خلاف ''ایں خیال است و محال است وجنوں'' کا مصدوق ہے، عالم حواس باختگی میں دیوبندیہ کی ان کتابوں کا جو حال ہوگا ظاہر ہے، چونکہ یہ فتنہ دیوبندیہ شیطان کے فتنے کی طرح بظاہر پھیل رہا ہے، اس لیے اس کانفرنس کا سلسلہ جاری رہنے کے وقت سے یہ سمجھا جا رہا تھا کہ بہت پہلے سے دیوبندیہ اور اس طرح کے فتنہ پرور بدعقیدہ و بد مذہب لوگوں کی جڑیں علمائے اہل حدیث کاٹ چکے ہیں، اس لیے کسی سلفی کارروائی کی مزید ضرورت نہیں، مگر اس فتنہ کی فتنہ گری نئے بھیس میں ظہور پذیر ہوئی ہے، اس لیے اس کے ازالہ کی سلفی کوشش ہونی چاہیے، بہت سارے لوگوں کے سرگرم اصرار سے ہم نے کافی تاخیر سے اس بھان متی کے پٹارہ کا جائزہ لینا شروع کیا، انھیں بھان متی کے پٹارے میں ایک کتاب ''تین طلاقوں کا مسئلہ'' بھی ہے، کتنے سالوں پہلے اس موضوع پر ہماری ضخیم کتاب ''تنوير الآفاق في مسئلة الطلاق'' مشتمل پانچ سو سولہ صفحات طبع اوّل ۱۹۸۷ء ۱۴۰۷ھ وطبع ثانی ۱۵۵۹ء ۱۴۱۶ھ شائع ہو چکی ہے، جس میں موقف مخالفین کے دلائل و دعویٰ کا بے لاگ جائزہ لے کر نصوص و آثار صحابہ و تابعین کی روشنی میں حقیقت امر واضح کی گئی ہے اور ہماری اس کتاب سے بہت پہلے تیسری چوتھی صدی کے اہل علم کتابوں اور ان کے بعد علماء سلف کی کتابوں سے حقیقت امر واضح کی جا چکی ہے۔

مگر تقلید و اکاذیب وتلبیسات و مغالطات پرست دیوبندیہ پر نصوص کتاب وسنت و آثار صحابہ وتابعین کا کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ جب کہ وہ باجماع امت دشمنان و اعدائے سنت ہیں اور محض رائے و قیاس و اغلاط و اکاذیب و اباطیل پرست ہیں، جن کی کسی قدر تفصیل بھان متی کے اس پٹارہ میں ہے، کئی کتب پر تبصرہ میں اور تفصیلی بات ہماری کتاب ''اللمحات'' میں آچکی ہے۔ یہ فرقہ ضالہ وباطلہ مرجیہ وجہمیہ ومعتزلہ کے ملغوبہ سے اور ہندوستان میں مسلط ہوجانے والی برطانوی حکومت کے احسانات عظیمیہ سے چودھویں صدی ہجری میں تولد پذیر ہوا ہے اور انگریزوں سے نہ جانے کتنے انعامات سے اثر پذیر ہوکر مذہب اسلام و اہل اسلام خصوصاً اہل حدیث کی مخالفت پر بہر طور تحریری وتقریری اور نزاعی ومناظرتی پیمانے پر میدان کارزار میں اترا ہوا ہے اور یہ فرقہ جن عناصر سے پیدا ہوا ہے وہ بہرحال دشمنان اسلام تھے اور خاص طور پر مسلمانوں میں تفرق وتشتت اور اکاذیب کی اشاعت میں کوشاں تھے، ہم نے اس کتاب دیوبندیہ'' تین طلاق کا مسئلہ'' کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۷/مئی/۲۰۰۲ء

تسمیہ و خطبہ و تمہید و سبب تالیف کے بغیر زیر نظر دیوبندی کتاب کی ابتداء:

بسم اللہ و خطبہ کے بغیر دیوبندیہ نے اپنی یہ کتاب لکھی، جو بقول نبوی ،أبتر و مجذوم و ناکارہ کتاب ہے اور جس کا أبتر و مجذوم و ناکارہ ہونا خود دیوبندیہ کے طرز عمل سے ظاہر ہو، وہ بیکار ہی ہو کر رہے گی۔

تین طلاق کا مسئلہ دلائل کی روشنی میں:

مذکورہ بالا عنوان سے اپنی کتاب شروع کرنے والا فرقہ دیوبندیہ عنوان مذکور کے تحت لکھتا ہے:

''تین طلاقیں چاہے ایک مجلس میں دی جائیں یا متعدد اوقات میں، وہ تین ہی واقع ہوتی ہیں، جمہور فقہاء و ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی و احمد بن حنبل کا یہی مسلک ہے، اس کے برخلاف روافض، بعض اہل ظاہر اور آخری دور کے علماء میں علامہ ابن تیمیہ کا مسلک یہ ہے، کہ تین طلاقیں جو ایک ساتھ دی جائیں، وہ صرف ایک طلاق رجعی کا حکم رکھتی ہیں اور دور حاضر کے غیرمقلدین (مراد اہل حدیث جو دیوبندیہ کے لیے ہمیشہ کمر توڑ ثابت ہوئے ہیں) نے اس مسئلہ میں جمہور علماء سلف کی رائے کو چھوڑ کر علامہ ابن تیمیہ کے مسلک کی شدت سے تقلید کر رکھی ہے، اس مسئلہ کو اپنے مزعومہ شعائر اسلام میں شامل کر لیا ہے۔ موقع بموقع اس مسئلہ کو عورتوں کی حالت زار کی دہائی دے کر اخبار میں اچھالا جاتا ہے۔ (از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۲)

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب اکاذیب و تلبیسات دیوبندیہ ہیں، ایک وقت میں یا متعدد اوقات میں دی ہوئی تین طلاقیں نصوص شرعیہ کے مطابق ایک ہوتی ہیں اور یہ معلوم ہے کہ جمہور فقہاء و ائمہ اربعہ کا صدور جن کا مسلک فرقہ دیوبندیہ نے بتلایا، نصوص شرعیہ کے صدور سے عرصہ بعد ہوا ہے اس لیے موقف دیوبندیہ نصوص کے خلاف ہونے کے سبب بدعت قبیحہ و باطلہ ہے۔

امام دیوبندیہ ابوبکر احمد بن علی رازی بصاص متوفی ۳۷۰ھ نے کہا:

" قال محمد بن إسحاق: الطلاق الثلاث ترد إلى الواحدة، واحتج بما رواه عن داؤد بن حصين عن عكرمة عن ابن عباس قال:طلق ركانة بن عبد يزيد امرأته ثلاثا في مجلس فحزن عليها حزناً شديداً فسأله رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف طلقتها فقال:طلقتها ثلاثاً قال:في مجلس واحد قال:نعم، قال: فإنما تلك واحدة فارجعها إن شئت قال:فرجعتها،و بما روى أبوعاصم عن ابن جريج عن ابن طاؤس عن أبيه أن أبا الصهباء قال لابن عباس: ألم تعلم أن طلاق الثلاث كانت على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم و أبي بكر و صدرا من خلافة عمرؓ ترد إلى الواحدة؟ قال:نعم"

یعنی امام محمد بن اسحاق امام المغازی نے کہا کہ ایک وقت کی تین طلاقیں ایک قرار دی جائیں گی، امام محمد بن اسحاق نے اپنے اس موقف پر اس حدیث نبوی سے استدلال کیا، جو انھوں نے اپنے استاد داود بن حصین از عکرمہ از ابن عباس نقل کی کہ حضرت ابن عباس نے کہا کہ رکانہ بن عبد یزید اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تینوں طلاقیں دے کر بعد میں بہت غم زدہ ہوئے، پھر رکانہ نے خدمت نبوی میں مسئلہ پوچھا، آپ ﷺ نے ان سے سوالات کر کے جب اطمینان حاصل کر لیا، تو فرمایا کہ ایک وقت کی یہ تین طلاقیں نظر شریعت میں صرف ایک طلاق رجعی مانی جاتی ہیں، اس لیے تم چاہو تو اپنی اس مطلقہ بیوی سے رجوع کر سکتے ہو۔ اور محمد بن اسحاق نے اس حدیث سے بھی اپنے موقف مذکور پر استدلال کیا جسے انھوں نے ابو عاصم از ابن طاؤس از طاؤس روایت کیا کہ ابو الصہباء نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا عہد نبوی و صدیقی اور ابتدائے عہد فاروقی میں ایک وقت کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق کی طرف نہیں لوٹائی جاتی تھیں؟ ابن عباس نے جواب دیا کہ ہاں انھیں عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے فاروقی میں ایک رجعی طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ (أحکام القرآن للجصاص مطبوع بیروت لبنان ۱۴۱۲ھ ۱۹۹۲ء (۲/ ۸۵، ۸۶) سورۂ بقرہ آیت ﴿الطلاق مرتان﴾ کے تحت کہا کہ:

''امام محمد بن اسحاق تابعی تھے اور ائمہ اربعہ غیر تابعی تھے اور وہ بہت بڑے فقیہ ہونے کے ساتھ سیر و مغازی کے امام تھے۔

وہ ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو صرف ایک رجعی طلاق مانتے تھے، یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ جصاص رازی نے امام محمد بن اسحاق کی کتاب فقہ سے یہ بات نقل کی ہے۔ امام محمد بن اسحاق اپنا موقف مذکور پر اپنے استاد داود بن حصین کی عکرمہ سے ابن عباس کی روایت کردہ اس حدیث کے مطابق اپنے موقف مذکور رکھتے تھے کہ رکانہ بن عبد یزید نے بیک وقت اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے ڈالیں، مگر بعد میں اس پر نادم ہو کر بڑے غم زدہ ہوئے، دربار نبوی میں مسئلہ پوچھنے آئے اور پورا ماجرائے طلاق بیان کیا ہمارے رسول ﷺ نے ان سے کہا کہ بیک وقت و مجلس کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق قرار پاتی ہیں، اس لیے تم اپنی اس مطلقہ بیوی سے رجوع کر سکتے ہو، چنانچہ رکانہ نے فتویٰ نبوی کے مطابق رجوع کر لیا۔ نیز امام محمد بن اسحاق نے اپنے اس موقف پر ابو عاصم ضحاک بن مخلد النبیل البصری سے سند مذکور کے ساتھ (یہ سند صحیح ہے) نقل کیا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی میں بوقت واحد دی ہوئی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق مانی جاتی تھیں، پہلی والی حدیث مسند احمد میں بھی مروی ہے اور دوسری والی صحیح مسلم وغیرہ میں اس کی تفصیل ہماری کتاب ''تنویر الآفاق'' میں ہے۔

ان دونوں حدیثوں کے راوی صحابی ابن عباس خود بھی ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق ہی مانتے

تھے، جیسا کہ مسند احمد میں رکانہ والی حدیث کے آخر میں صراحت ہے۔ یہ دونوں احادیث اور اس معنی کی دیگر کئی احادیث موقف اہل حدیث پر نص صریح و نصِ قاطع ہیں۔

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ والی آیت موقفِ اہل حدیث کی مؤید ہے:

فرقہ دیوبندیہ کے امام جصاص رازی نے آیت مذکورہ کے تحت کہا کہ

اس نص قرآنی میں، ایک سے زیادہ طلاق ایک ہی وقت میں دینے کو حرام و ممنوع کہا گیا ہے۔(أحکام القرآن للجصاص :۲/۷۳تا ۸۲)

اور جس فعل کو شریعت نے حرام و ممنوع قرار دیا ہو وہ متواتر المعنی حدیث نبوی: ''من صنع أمراً لیس علیه أمرنا فهو رد، و في روایة: مردود'' جس کام کی ہم نے یعنی شریعت نے اجازت نہیں دی، اسے اگر کسی نے کر ڈالا تو وہ مردود ہے۔(صحیحین و عام کتب حدیث) اس کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت نے ایک وقت میں ایک سے زیادہ طلاق دینے کی جب اجازت نہیں دی ہے بلکہ اسے ممنوع وحرام کہا ہے، تو ایک وقت کی تین طلاقوں میں سے ایک طلاق رجعی برقرار رہے گی، باقی دو مردود باطل و کالعدم ہوں گی۔ ظاہر ہے کہ جب یہ قرآنی آیت نازل ہوئی ہے اور جس وقت مذکورہ فرمان نبوی صادر ہوئے ہیں، اس وقت دیوبندیہ کے ائمہ اربعہ کا تولد بھی نہیں ہوا تھا اور جب یہ فتویٰ حضرت ابن عباسؓ نے جاری کیا تھا، اس وقت بھی دیوبندیہ کہ ائمہ اربعہ اور ان کے موافقین کا بھی کوئی اتا پتا نہیں تھا اور عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی میں اسی فتویٰ پر تمام اہل اسلام یعنی صحابہ کرام اور خود نبی ﷺ کا بھی عمل تھا، یعنی کہ اسی پر ذات نبوی سمیت سبھی صحابہ کا اجماع تھا، کیونکہ اس سے پہلے کسی بھی فرد بشر نے اس موقف سے کسی طرح کا اختلاف نہیں کیا تھا، جب یہ معاملہ ہے تو دیوبندیہ کا یہ بیان کہ فتویٰ مذکورہ ساتویں آٹھویں صدی کے امام ابن تیمیہ سے جاری ہوا اور یہ زمانہ حال کے اہل حدیث کا خود ساختہ فتوی ہے۔ خالص اکاذیب دیوبندیہ سے ہے۔

دیوبندیہ نے ہمارے نقل کردہ دیوبندیہ کے بیان میں اعتراف کیا ہے کہ اسی موقف پر بعض علمائے ظاہر بھی کاربند تھے اور یہ علمائے ظاہر بہر حال فرقہ دیوبندیہ کے تولد پذیر ہونے سے صدیوں پہلے فوت ہو کر اللہ کے یہاں جا چکے تھے۔ دیوبندیہ کو اپنے گھر ہی کی خبر نہیں، ان کے امام محمد بن حسن کے شاگرد ابوبکر محمد بن مقاتل جو حنفی المسلک ہیں، ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک ہی مانتے ہیں، امام نووی نے شرح مسلم، کتاب الطلاق، میں اس کی صراحت کی ہے۔

اپنے تقلید پرست بھائیوں شوافع سے دیوبندیہ کا بہت سخت اختلاف یہ ہے کہ بحالت طہر بلا جماع آدمی کے لیے بیک وقت تینوں طلاقیں دینی بھی سنی غیر بدعی طلاق ہے اور یہی ظاہریہ میں سے حافظ ابن حزم کا بھی مسلک

ہے، اپنے تقلیدی بھائیوں سے جھگڑا و نزاع شدید کے لیے اپنی لکھی ہوئی کتابوں کا انبار لگانے کے بجائے اکاذیب پرست دیوبندیہ اہل حدیث کے پیچھے پڑے ہیں کہ انھیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے، مگر

چراغ را گدا یزد برفرو زد
ہر آنکہ تف زند ریشش بسوزد (رومی)

اللہ کے روشن کردہ چراغ کو پھونک مار کر جو بھی بدبخت خبیث بجھانے کی کوشش قبیحہ کرے گا، خود اسی کی داڑھی جل کر شائد اسی کو نذر آتش کر دے، مگر وہ چراغ روشن کا روشن ہی رہے گا، جو چیز اللہ و رسول نے حلال کر رکھی ہو اسے حرام قرار دینے کا دیوبندیہ نے ٹھیکہ لے رکھا ہے، اس ٹھیکیداری کی آخرت میں اسے جو بھیانک سزا ملے گی، وہ وہی جانے گا۔

دیوبندیہ کا طوفان بے تمیزی و فتنہ سامانی:

اگرچہ مندرجہ بالا بات ہی دیوبندیہ کی تکذیب کے لیے کافی ہے، مگر دیوبندیہ کی شیطنت ملاحظہ کرتے چلیں:

> ''نادم و شرم ساز طلاق دینے والے مقلدین کی اہل حدیث کی جانب سے اشک شوئی کی جاتی ہے، انھیں آمادہ کیا جاتا ہے کہ غیر مقلدین کے فتویٰ پر عمل کر کے اپنی زندگی استوار کرلو، یہ بڑا نازک مسئلہ ہے، اس کا تعلق صرف حلال و حرام سے نہیں بلکہ اس کے اثرات نسلاً بعد نسل پر پڑنے کا اندیشہ ہے، جو عورت حرام ہو اسے حلال قرار دینا حرام کاری ہے اور ان سے جو اولاد پیدا ہو وہ بالکل حرامی ہوتی ہے، ایسی عورت کے حرام ہونے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔'' (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، صف:۲)

ہم کہتے ہیں کہ ہماری ذکر کردہ نصوص شرعیہ سے اظہر من الشمس ہے کہ بیک وقت طلاق دی ہوئی بیوی کو عدت کے اندر رجوع کر کے یا بعد از عدت تجدید نکاح کر کے اپنی بیوی بنا کر رکھا حلال ہے، وہ بیوی بھی حلال ہے اور اس کے ساتھ گھر میں رہنا اور اس سے جنسی تعلقات بھی حلال اور اس سے پیدا ہونے والے بچے بھی حلال ہیں، مگر دیوبندیہ نے اپنے اکاذیب کے ذریعہ شریعت کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کر لیا ہے، بھلا دیوبندیہ شریعت سازی کی اجازت کہاں سے ہوئی ہے؟ فرقہ دیوبندیہ جو اس کی حرمت پر اتفاق ائمہ عظام کہہ رہا ہے، تو وہ اپنے اس بیان اور اس طرح کے بہت سارے بیانات میں نہایت خالص قسم کا جھوٹا اور عیار و مکار اور اپنے دام تزویر میں لانے کا ماہر فن کار تلبیسات و مغالطات کا بے حد استعمال کرنے میں چالاک فریب کار ہے، اس کے جہل مرکب اور علم و فن سے محرومی کا یہ حال ہے کہ اس کی کھوپڑی میں ساری شرعی باتیں الٹی پلٹی ہی سماتی ہیں، ایسے بدقماش عقل و دانش سے محروم فرقہ سے بات کرنی بڑی مشکل ہے۔

پیش لایعقل زہانش دم زدن
دیوانگی است گفتگوئے عقل را بامر دم عاقل کنید

کیا یہ نابجار فرقہ نصوص کتاب وسنت واجماع صحابہ سے اپنے کو بالا تر سمجھتا ہے اگر ایسا ہے تو اسے اپنے خود ساختہ دین وایمان کی خبر نہیں، اس سے بڑی بے راہ روی و بدکاری و بدفعلی ومطلق العنانی وخودسری کیا ہوسکتی ہے کہ شریعت کی حلال کردہ چیزوں کو فرقہ دیوبندیہ حرام کہتا ہے، پھر بھی وہ اپنے کو اسلام کی طرف منسوب کرتا ہے!!

فرقہ دیوبندیہ کی جہالت مرکبہ:

یہ فرقہ اپنی ہذیاں سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''شریعت کی قانونی واصولی بات یہ ہے کہ دو طلاق تک رجعت کا حق ہے اور تین کے بعد رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے۔'' (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۲،۳)

ہم کہتے ہیں کہ شریعت نے ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیا ہے، تو اس سے رجوع کا حق کیسے ختم ہو جاتا ہے، کیا دیوبندیہ کے اکاذیب وتلبیسات ومغالطات اور عیاریوں ومکاریوں اور تحریفات وتدلیسات سے؟

فرقہ دیوبندیہ کہتا ہے کہ یک وقت کی طلاق ثلاثہ ظہار کے مثل ہے، جس میں آدمی اپنی بیوی کو ماں کی پیٹھ سے مشابہ کہتا ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۳،۴)

ہم کہتے ہیں ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کے لیے نصوص شرعیہ واجماع صحابہ موجود ہیں اور ظہار کے لیے بھی نصوص شرعیہ موجود ہیں، دونوں کے لیے نصوص واردہ کو دونوں پر منطبق کرنا اہل اسلام کا فریضہ ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ اس فریضہ کے خلاف نشہ دیوبندیت میں زیر نظر مسئلہ طلاق کو ظہار کے مشابہ کہتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ظہار کو قرآن مجید نے جھوٹ قرار دے کر آدمی کی بیوی کو بیوی ہی رہنے دیا اور کفارہ دے کر اس سے جنسی انتفاع کو بھی حسب سابق حلال قرار دیا، اسی طرح ایک وقت کی تین طلاق کے باوجود بھی بیوی کو بیوی ہی قرار دیا، جب کہ اندرون عدت رجوع کرے اور عدت گزرنے پر نکاح ثانی کرے، شریعت کے ان قوانین میں یہودیوں والی تحریف کا ماہر دیوبندیہ کو اپنے مزاج وطوروطریق نے بنایا ہے اور طحاوی جیسے لوگوں نے دیوبندیہ کو نصوص کے خلاف زور آزمائی کا طریقہ سکھایا ہے، وہ طحاوی کا سہارا نہ لیں تو کس کا لیں؟

فرقہ دیوبندیہ کی بے معنیٰ اڑان:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''طلاق کی قانونی حیثیت کے بارے میں ہمیں سنن ابی داود بجستانی متوفی ۲۷۵ھ کی نقل کردہ حدیث ابن عباس سے ملتی ہے کہ ابتداء میں کوئی شخص خواہ اپنی بیوی کو تین طلاق بھی دے، پھر بھی اسے

رجعت کا حق رہتا تھا، بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا، پھر آپ ﷺ نے ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ الی آیت کی تلاوت کی اس سے معلوم ہوا کہ تین طلاق کے بعد رجعت کا اختیار نہیں رہ جاتا۔(ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب)

ہم کہتے ہیں کہ تین طلاقوں کے بعد واقعی رجعت کا حق نہیں رہتا، لیکن جس تین طلاق کو شریعت نے ایک رجعی طلاق قرار دے کر رجعت کا واضح حکم دیا ہے، وہ تلبیسات دیوبندیہ سے کیا ختم ہوسکتا ہے؟ ایک وقت کی طلاق ثلاثہ جب نظر شریعت میں ایک رجعی طلاق ہے، جس کے اندرون عدت رجوع کیا جا سکتا ہے اور ختم عدت پر تجدید نکاح کے ذریعہ رجوع کیا جا سکتا ہے، پھر اگر شوہر اسی طرح کی طلاق کا مرتکب ہو کر بیک وقت تینوں طلاق دے بیٹھا، تو دوسری بار بھی رجوع کر سکتا ہے، اس کے بعد بھی اگر طلاق دیتا ہے، خواہ ایک بار دے یا تین بار یا اس سے زیادہ بار تو اس پر قانون شریعت کے مطابق دروازۂ رجوع بند ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری پر دیوبندی افتراء پردازی:

فرقہ دیوبندیہ نے گزشتہ اکاذیب کے بعد کہا:

''امام بخاری نے تین طلاقوں کے نافذ ہونے پر باب قائم کیا ہے، جس کے تحت حضرت عویمر عجلانی کے لعان کا ذکر ہے، لعان سے فارغ ہو کر عویمر نے کہا کہ اگر میں لعان شدہ عورت کو رکھوں تو جھوٹا کہلاؤں گا، پھر انھوں نے حکم نبوی سے پہلے اسے تین طلاقیں دیں، روایت ابی داود میں مزید وضاحت ہے کہ عویمر نے آپ ﷺ کے سامنے اپنی لعان شدہ بیوی کو تین طلاقیں دیں، جنھیں آپ ﷺ نے نافذ فرمایا، جو کام پیش خدمت نبوی کیا جائے، وہ سنت ہوتا ہے۔''(ماحصل از نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۵)

ہم کہتے ہیں کہ عویمر عجلانی اور ان کی بیوی لعان سے فارغ ہوئے اور عویمر نے حکم نبوی سے پہلے اس لعان شدہ بیوی کو تین طلاق دے ڈالیں، تو ہمارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ:''ذاکم التفریق بین کل متلاعنین'' یعنی عویمر کے تین طلاق دینے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا تمھیں طلاق دینے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ لعان سے خود بخود تفریق واقع ہو جاتی ہے۔(صحیح مسلم مع شرح نووی طبع ہند أصح المطابع دہلی:۱۳۷۶ھ، کتاب اللعان:۱/۴۸۹، سطر:۶، ۷)

اس صحیح حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ لعان کے بعد آپ ﷺ نے وقوع طلاق ثلاثہ کو ممنوع قرار دیتے ہوئے صراحت کردی کہ محض لعان ہی سے دونوں میں تفریق و جدائی ہو جاتی ہے، چونکہ فرقہ دیوبندیہ مخالفت سنن کی پاداش میں عقل وفہم اور دیکھنے و سننے سے محروم ہوگیا ہے، اس لیے زندگی بھر صحیح مسلم کو پڑھتے پڑھاتے رہنے

کے باوجود یہ حدیث صریح وصحیح دیکھنے سے محروم ہے۔ یعنی کہ آپ ﷺ نے لعان کرنے والے کی تین طلاق دینے والی بات کو مردود وقرار دے کر وضاحت کردی کہ محض لعان ہی سے تفریق ہوگئی، پھر تین طلاقیں یا ہزاروں لاکھ طلاقیں مردود ہیں، انھیں دینے کی حاجت نہیں۔ الٹی کھوپڑی رکھنے کے سبب فرقہ دیوبندیہ حقیقت امر کو کبھی سمجھ ہی نہیں سکتا۔

فرقہ دیوبندیہ کا الٹی کھوپڑی رکھنے کا مظاہرہ:

اپنی بے راہ روی کا مندرجہ بالا مظاہرہ کرتے ہوئے دیوبندیہ نے اس کے تحت دو باتیں کہیں، ایک یہ کہ حضرات صحابہ زمانہ نبوی میں بیک وقت تین طلاقیں دیتے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ کے اس فعل کو نبی ﷺ نے مردود قرار دیا۔ دوسری بات یہ کہ خود آپ ﷺ نے ایک وقت کی تین طلاقوں کو نافذ قرار دیا۔ ہم کہتے ہیں کہ جب بیک وقت تین طلاقیں دینے کو آپ ﷺ نے فعل مردود قرار دیا، تو دیوبندیہ کی کھوپڑی میں کیا بھُس بھری ہے کہ وہ فرمان نبوی سمجھنے سے محروم ہے؟ لطف یہ کہ لعان والا واقعہ صرف ایک صحابی کو پیش آیا، جس نے شدت غیض وغضب میں بیک وقت تین طلاقیں دے دی اور اس ایک صحابی کی بیک وقت تین طلاقوں کو آپ ﷺ نے مردود قرار دیا، اس کے باوجود الٹی کھوپڑی والا فرقہ دیوبندیہ کہتا ہے کہ تمام ہی صحابہ بیک وقت کی تین طلاقیں دیتے اور بیک وقت کی ان تین طلاقوں کو آپ ﷺ نافذ فرماتے تھے۔

وحشی کو وحشت میں الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

فرقہ دیوبندیہ کی چوتھی حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے امام بخاری کی روایت کردہ یہ حدیث نقل کی:

> ”بقول عائشہ صدیقہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ عورت نے دوسرا نکاح کرلیا، دوسرے شوہر نے جماع سے قبل طلاق دیدی، اس نے پوچھا کہ وہ عورت کیا پہلے شوہر کے لیے حلال ہوگئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ یہ حدیث بھی تین طلاق کو تین ماننے پر صریح ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے تین کے بعد بلا حلالہ رجعت سے منع فرمایا، خواہ تین طلاقیں اکٹھی دی جائیں یا الگ الگ۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۶، بحوالہ صحیح بخاری: ۱/۷۹۱، حدیث نمبر:۵۰۶)

ہم کہتے ہیں کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک وقت کی تین طلاقوں کو صرف ایک رجعی طلاق قرار دے کر طلاق دہندہ کو رجوع کا حق دیا، دریں صورت دیوبندیہ کی پیش کردہ اس حدیث کا یہ مطلب ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ تینوں طلاقیں بیک وقت دی گئی تھیں، چنانچہ صحیح بخاری وصحیح مسلم ودیگر کتب حدیث میں صراحت

ہے کہ اس مطلقہ خاتون کو تینوں طلاقیں تین مختلف اوقات میں شریعت کے مطابق دی گئی تھیں، جس کی تفصیل ہماری کتاب ''تنویر الآفاق'' میں ہے، پھر دیوبندیہ کا ان حقائق واضحہ کے ہوتے ہوئے بھی اپنے اندھے ہونے کا مظہر انتہائی خباثت اس لیے ہے کہ یہ احادیث نبویہ ونصوص شرعیہ کے ساتھ دیوبندیہ کی تحریف بازی و بدعنوانی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی پیش کردہ پانچویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے اختراعی فتوی کی تائید میں پانچویں حدیث پیش کرتے ہوئے کہا:

''مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ والد عبادہ بن صامت نے اپنی اہلیہ کو ہزار طلاقیں دیدیں، آپ کو جب اس کا علم ہوا، تو تین کو نافذ کردیا اور باقی کو لغو و ظلم قرار دیا۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۶، بحوالہ مصنف عبدالرزاق: ۶/ ۳۹۷، حدیث نمبر: ۱۱۳۳۹)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی متدل اس حدیث کا موضوع و مکذوب ہونا ہم اپنی کتاب ''تنویر الآفاق'' میں واضح کر چکے ہیں، جس کی اشاعت کو سال ہا سال گزر چکے، مگر ''تنویر الآفاق'' کے حقائق کو ملحوظ رکھنے کے بجائے یہ اکاذیب پرست فرقہ دیوبندیہ اسی کذب خالص کو اپنی شریعت قرار دیے ہوئے ہے۔ ہم بتلا آئے ہیں کہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ دی ہوئی طلاقوں کو آپ ﷺ نے باطل قرار دیا ہے، اس پر دیوبندیہ کیوں غور نہیں کرتے؟!

فرقہ دیوبندیہ کی متدل چھٹی حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''امام دارقطنی نے نقل کیا کہ ابن عمر نے خدمت نبویہ میں پوچھا کہ اگر میں بیک وقت تین طلاق دیے ہوتا تو کیا مجھے رجوع کا حق رہتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، اس وقت تمہاری بیوی بائنہ ہوجاتی اور تمہارا یہ کام گناہ کا کام ہوتا۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۶، ۷، بحوالہ دارقطنی: ۲/ ۴۳۸)

ہم کہتے ہیں کہ ''تنویر الآفاق'' میں ہم اس متدل حدیث دیوبندیہ کا جھوٹ ہونا ثابت کرآئے ہیں، جس کے سالہا سال بھی بعد دیوبندیہ نے اپنی اکاذیب پرستی کا ثبوت دیتے ہوئے اس جھوٹ کو اپنا دین و ایمان بنایا ہوا ہے!

فرقہ دیوبندیہ کا حاصل کلام:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

'' حاصل یہ کہ تین طلاق کے واقعات دورِ نبوی میں پیش آئے، انھیں آپ ﷺ نے تین طلاق قرار دی، اس کے بعد اکابر صحابہ و تابعین یہی فتویٰ دیتے رہے، ابن عباس کی پہلی رائے اس سے مختلف تھی، بعد میں وہ شدت کے ساتھ تین کو تین طلاقیں ماننے کا فتویٰ دینے لگے۔''

ہم کہتے ہیں کہ یہ دیوبندیہ کی تلبیس کاری و تلبیس پرستی ہے، ان سب کی تکذیب زمانہ پہلے ہماری کتاب "تنویر الآفاق" میں ہو چکی ہے، مگر بصیرت و بصارت سے محروم فرقہ دیوبندیہ کو یہ سب نظر نہیں آتا۔

کچھ مغالطے:

مذکورہ بالا عنوان اور نہ جانے کس مناسبت سے نمبر ٦ کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے لکھا:

یہاں ایک دوسرا پہلو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے، جس کے بغیر بحث بالکل ناتمام رہے گی، وہ یہ کہ اس مسئلہ میں باقاعدہ بلکہ منصوبہ بند طریقہ پر ایسے مغالطوں کو فروغ دیا گیا، جنھیں دیکھ کر خالی الذہن شخص مبتلائے فریب ہو جاتا ہے، ان مغالطوں کی وجہ احادیث کے متعدد طریق پر نظر نہ رکھنا ہے، جو ہر زمانہ میں جدت پسندوں کی ضلالت کی بنیاد رہی ہے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۷، ۸)

ہم کہتے ہیں کہ یہ دیوبندی کتاب بسم اللہ و خطبہ نبویہ کے بغیر لکھی جانے کے سبب بقول نبوی بذات خود ناکام، ابتر و مجذوم ہے، اس کے اوصاف کو دور کرنے کے لیے ضلالت و اکاذیب پرست فرقہ دیوبندیہ کو مزید در مزید اکاذیب پرستی سے کام لینا ہی ہے، مگر حامیان سنت دیوبندیہ کے سارے دجل و فریب و تزویر و تلبیس کاری کو واضح کرنے کے لیے موجود ہیں، پھر دیوبندیہ کی اسلام دشمنی سازش کیونکر مکمل بلکہ باطل ہونے سے محفوظ رہ سکتی ہے؟

فرقہ دیوبندیہ کی مغالطہ بازی:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے اکاذیب کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کرتے ہوئے کہا:

"اس سلسلے کا سب سے اہم مغالطہ حضرت رکانہ بن عبد یزید والی روایت ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدیں، جنھیں آپ ﷺ نے ایک رجعی طلاق قرار دیا، غیر مقلد حضرات بڑے زور وشور سے اسے پیش کرتے ہیں، حالانکہ اس روایت کے الفاظ مختلف ہیں، بعض میں تین طلاقوں کا ذکر ہے، بعض میں طلاق البتہ کا ذکر ہے، امام ابوداود نے البتہ والی رویت ہی کی تصحیح فرمائی ہے، جو یہ ہے کہ رکانہ کے پڑپوتے عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رکانہ نے اپنی زوجہ کو طلاق البتہ دی، جس میں ایک اور تین دونوں مراد لینے کا احتمال تھا، پھر وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے رکانہ سے پوچھا تمہاری مراد کیا تھی، انھوں نے جواب دیا کہ ایک طلاق، اس پر آپ نے رکانہ کو قسم دلائی تو انھوں نے قسم کھالی، آپ نے فرمایا تمہاری جو مراد ہے وہی ایک طلاق واقع ہوگی، اس پر امام ابوداود نے درج ذیل محدثانہ تبصرہ کیا ہے کہ یہ روایت ابن جریج کی اس روایت کے بالمقابل اُصح ہے، جس میں ابورکانہ کے تین طلاق دینے کا ذکر ہے، کیونکہ اس کے ناقل رکانہ کے اہل خانہ ہیں، جو حقیقت حال کو زیادہ جاننے والے

ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اصل معاملہ طلاق البتہ کا ہے، بعض رواۃ نے غلطی سے تین طلاق نقل کر دی اسی بناء پر صاحب فتح الباري شرح بخاری نے کہا کہ اس سے بروایت ابن عباس رکانہ والی حدیث سے استدلال کا موقع ختم ہو جاتا ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۷ تا۹)

ہم کہتے ہیں کہ طلاق البتہ والا واقعہ رکانہ کے باپ کا ہے اور طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد والا واقعہ رکانہ کا ہے، یہ دو مختلف روایات ہیں اور رکانہ والی طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد والی حدیث مسند احمد کا امام ابو داود نے اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا ہے، مسند احمد والی روایت کی بابت کلام ابی داود کا انتساب دیوبندیہ کا خالص جھوٹ ہے، کیونکہ اکاذیب پرستی دیوبندیہ کا شیوہ و شعار ہے۔ طلاق البتہ والی زیر نظر حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ طلاق دہندہ کی جو نیت ہوگی، اسی کے مطابق طلاق واقع ہوگی، مگر اپنی اس متدل حدیث کا دیوبندیہ بذات خود بہت بڑا مخالف ہے، وہ کہتا ہے کہ اگر ایک رجعی طلاق دینے کا ارادہ طلاق البتہ والا کرے، تو ایک رجعی طلاق نہیں واقعہ ہوگی، بلکہ ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی، ظاہر ہے کہ دیوبندیہ کا یہ بہت بڑا جھوٹ ہے، جو اس کی اکاذیب پرستیوں میں داخل ہے، پھر یہی فرقہ دیوبندیہ کا فتویٰ ہے کہ طلاق البتہ والے نے اگر دو رجعی طلاقوں یا دو بائنہ طلاقوں کی نیت کی، تو دو رجعی یا بائنہ طلاقیں واقع نہیں ہوں گی، یہ بھی دیوبندیہ کے بڑے اکاذیب میں سے ہے، جس حدیث کو اس نے دلیل بنایا اس کی تکذیب اپنے قبیح وگھناؤنے عمل سے کر ڈالی، پھر طلاق البتہ والا اگر ایک بھی طلاق کی نیت کے بغیر طلاق البتہ دے، تو دیوبندیہ کا فتویٰ ہے کہ اس میں اس کی نیت نہیں مانی جائے گی، یہ بھی دیوبندیہ کے بڑے اکاذیب میں سے ایک ہے اور دیوبندیہ کا سب سے بڑا اکذوبہ و دروغ بے فروغ یہ ہے کہ طلاق البتہ والی روایت سنداً ساقط الاعتبار اور خلاف نصوص کتاب وسنت ہے، پھر بھی اس خلاف نصوص کتاب وسنت والی ساقط الاعتبار روایت کو دیوبندیہ نے اپنے دین وایمان بنا لیا۔

فرقہ دیوبندیہ کے امام ابن الترکمانی معترف ہیں کہ یہ حدیث طلاق البتہ حنفیہ کے مسلک کے خلاف ہے، پھر اسی طلاق البتہ والی ساقط الاعتبار و خلاف نصوص کتاب وسنت روایت سے شوافع کا استدلال ہے کہ ایک مشروع وقت میں بیک وقت تین طلاقیں دینی بلا کراہت مشروع ومسنون ہیں، جب کہ دیوبندیہ کہتے ہیں کہ بیک وقت طلاق ثلاثہ حرام وممنوع ہیں، دیوبندیہ سے آج تک اس شوافع والی بات کا کوئی جواب نہیں بن پڑا اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ طلاق البتہ دینے والے نے اگر درباری نبوی میں کہا ہوتا کہ میرا ارادہ تین طلاقیں دینے کا تھا، تو معلوم نہیں کہ اس کا کیا جواب دربار نبوی سے ملا ہوتا، دیوبندیہ کی تکذیب والا جواب ہوتا یا شافعیہ کی تکذیب والا ہوتا، ان امور کے باوجود اس روایت سے دیوبندیہ کا استدلال خالص افتراء پردازی، دروغ بافی و کذب بیانی وتلبیس کاری ومغالطہ اندازی ہے، اس طلاق البتہ جس کا ذکر اس ساقط الاعتبار ومخالف نصوص کتاب

وسنت والی روایت میں ہے، وہ ایک مصطلح طلاق البتہ ہے، اس کا وجود عہد نبوی میں نہیں تھا اورعہد نبوی کے نہ جانے کتنے زمانہ بعد بطور بدعت وضلالت یہ مصطلح طلاق البتہ تولد پذیر ہوئی، لہٰذا یہ خالص بدعت وضلالت ہے، اس کی تفصیل ہماری کتاب''تنویر الآفاق'' میں ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی مستدل ساتویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''مسئلہ زیر بحث میں دوسرا بڑا مغالطہ فیصلہ فاروقی کی بابت دیا جاتا ہے کہ خلیفہ دوم عمر فاروق کا تین طلاقوں کو تین طلاق قرار دینا محض وقتی استثناء اور انتظامی حکم تھا، اسی حیثیت سے حضرات صحابہ نے اس سے اتفاق کیا تھا، اس کی حیثیت شرعی حکم نہ تھی کہ اسے بہرحال مانا جائے، اس اہم مسئلہ میں جو اپنے اندر حلت وحرمت کے معنی رکھتا ہے، فیصلہ فاروقی اور اس پر اجماع صحابہ کو محض انتظامیہ اور سیاسی تدبیر وتعزیر قرار دینا بہت بڑی جسارت اور نئے زمانہ کے جدت پسندوں کی دماغی ایجاد ہے، جس کا کوئی سر پیر نہیں، کیونکہ (الف) علمائے سلف میں سے کسی نے اسے وقتی استثناء کے درجہ میں نہیں رکھا۔(ب) حلت وحرمت کے مسئلہ میں کسی کو صاحب شریعت کے بعد اپنی طرف سے رائے قائم کرنے کی ہرگز اجازت نہیں، خواہ وہ وقتی استثناء ہو یا انتظامی حکم۔(ج) جو واقعات دور نبوی میں پیش آچکے ہوں اور ان میں آپ ﷺ نے تین طلاق کے نفاذ کا حکم دیا ہو ان جیسے واقعات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تین قرار دینے کا فیصلہ کیسے خارج ہوسکتا ہے۔(زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۹)

ہم کہتے ہیں کہ حج تمتع پر پابندی بھی حضرت عمر فاروق نے لگائی تھی اور اس طرح کے متعدد اقدامات کیے گئے تھے، اگر فرقہ دیوبندیہ کبھی سچ بھی بولنے کا روادار ہے، تو بتلائے کہ وہ بذات خود حج تمتع کا فیصلہ فاروقی کے مطابق ممنوع وحرام ہونا کیوں نہیں قرار دیتا، بلکہ دیوبندیہ حج تمتع کو مسنون اور حج مفرد سے افضل قرار دیتے ہیں، حکم فاروقی سے اس انحراف دیوبندیہ کو انہیں کے اصول باطلہ و فاسدہ سے دیوبندیہ کی شریعت کے خلاف بغاوت و شورش پسندی اور شرارت وشیطنت کیوں نہ قرار دیا جائے؟ ہم صرف اسی ایک مثال پر اکتفاء کرتے ہیں، زیادہ تفصیل ہماری کتاب''تنویر الآفاق'' میں ہے۔ دیوبندی اکاذیب پرستی کی کوئی حد بھی ہے؟

فرقہ دیوبندیہ کی آٹھویں دلیل:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی آٹھویں دلیل کے تحت کہا:

''فیصلہ فاروقی کے انتظامی ہونے پر یہ دلیل دی جاتی ہے کہ حضرت عمر بیک وقت تین طلاقیں دینے والے کو کوڑے کی سزا دیتے تھے، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ استدلال ناواقفیت پر مبنی ہے، احقر کے علم میں

کم از کم دو اور واقعات دورِ فاروقی میں پیش آئے کہ فاروق اعظم نے تحقیق کر کے کوئی اعلان کیا اور اس پر اجماع صحابہ ہو گیا، پھر آپ نے اعلان کیا جو اس کے خلاف کرے گا وہ سزا یاب ہو گا۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۹)

اکاذیب پرست دیوبندیہ کسی بھی اہل حدیث عالم کی بابت ثابت کرے کہ مذکورہ حکم فاروقی کے خلاف عمل پر کوڑے کی سزا دینے کے سبب اسے انتظامی امر کہا گیا ہے، اکاذیب پرست یہ فرقہ کبھی اپنا یہ جھوٹا دعویٰ تا قیامت ثابت نہ کر سکے گا، البتہ حکم فاروقی کے خلاف اس معاملہ پر کوڑے کی سزائے فاروقی پر بہرحال ثابت ہے، جس کی تفصیل تنویر الآفاق میں ہے۔ اس کی نفی کر کے بھی دیوبندیہ نے کذب پرستی و کذب بیانی سے کام لیا ہے، حضرت عمر فاروق کا اپنا یہ اعلان کہ نبوی و صدیقی اور خود میرے عہد کے دو تین سال تک ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق سمجھا جاتا تھا، اس بات کی دلیل قاطع ہے کہ اس مسئلہ کو عہد نبوی و صدیقی اور ابتدائے فاروقی کا اجماعی مسئلہ مانتے تھے اور اجماع بلا دلیل شرعی محال ہے، خاص طور سے جس اجماع میں خود رسول اللہ ﷺ شامل ہوں، جس کا ثبوت نصوص قرآنی و نبوی میں موجود ہو، اس کے خلاف اقدام فاروقی سوائے انتظامی و سیاسی و تعزیری اور کچھ کہنا دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی ہے۔ اور خود اپنے اس اقدام سے عمر فاروق کا رجوع بسند صحیح ثابت ہے، جیسا کہ تنویر الآفاق میں میسر ہے، خلاف نصوص اپنے جس اقدام سے حضرت عمر فاروق نے رجوع کر لیا ہو، اسی کو دیوبندیہ کا اپنا دین و ایمان بنانا اور جن نصوص کی طرف انھوں نے رجوع کیا، انھیں نظر انداز کر دینا دیوبندیہ کی شریعت اسلامیہ کے خلاف بغاوت ہے، جن عناصر سے دیوبندیہ تولد پذیر ہوئے، وہ عناصر اسلام سے اہل اسلام کو برگشتہ کرنے کے لیے معرض وجود میں آئے تھے، اپنے انھیں آباء و اجداد کی تقلید میں دیوبندیہ کا بدمست رہنا اس کی بدعنوانی کی دلیلوں میں سے بھاری دلیل ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی بے راہ روی کی بعض مثالیں:

پہلی مثال: فرقہ دیوبندیہ نے اپنے نمبر الف کے تحت کہا:

''ان میں ایک واقعہ حرمت نکاح متعہ کا ہے، امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے نقل کیا کہ دورِ نبوی وصدیقی و فاروقی میں نکاح متعہ کیا جاتا رہا، پھر ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روک دیا تو ہم رک گئے، یہ بعینہٖ اسی طرح کے الفاظ ہیں، جو حضرت ابن عباس کے تین طلاق ماننے سے متعلق ہیں، اس اقدام فاروقی سے تمام اہل سنت بشمول اہل حدیث متفق ہیں، کسی نے اسے وقتی استثناء یا انتظامی حکم قرار نہیں دیا، کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت عمر کوئی ایسا حکم نہیں دے سکتے جو خلاف نصوص ہو، واقعہ میں یہ متعہ کی منسوخی کا اعلان تھا، جو دورِ نبوی میں ہی طے ہو چکا تھا، مگر بعض صحابہ کو اس کا علم

نہیں تھا، حضرت عمر نے سب کو باخبر کر دیا۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۹، ۱۰)

ہم کہتے ہیں کہ بیک وقت طلاق ثلاثہ کی ممانعت نصوص کتاب وسنت سے ثابت ہے اور یہ قطعاً و یقیناً ثابت نہیں ہے کہ عہد نبوی میں کبھی بھی بیک وقت کی طلاق ثلاثہ کو قرآن وسنت نے نافذ کیا تھا، بلکہ کتاب وسنت میں علی الاطلاق بیک وقت طلاق ثلاثہ کو ممنوع و حرام قرار دیا گیا ہے اور اسے ایک رجعی طلاق بتلایا گیا ہے، لیکن ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو تین قرار دیتے ہوئے حضرت عمر فاروق نے بزور وشور اعتراف کیا تھا کہ ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو عہد نبوی سے لے کر کے اب تک صرف ایک رجعی طلاق قرار دیا جاتا رہا ہے، جسے ہم تعزیری طور پر نافذ کر رہے ہیں، لیکن اس طرح کی بات نکاح متعہ کی بابت کسی بھی صحابی بشمول حضرت عمر فاروق سے ثابت نہیں ہے، بلکہ نصوص نبویہ میں نکاح متعہ کو محض وقتی چیز قرار دے کر پھر اسے نصوص نبویہ نے ہی منسوخ کر دیا، دونوں مسائل کے درمیان اس اظہر من الشمس فرق کو بصیرت و بصارت سے محروم فرقہ دیوبندیہ محسوس کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا، لہٰذا نکاح متعہ پر ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو قیاس کرنا دیوبندیہ کا قیاس مع الفارق اور ان کا جہل مرکب ہے اور یہ معلوم ہے کہ قیاس مع الفارق و جہل مرکب سے کسی بات کا اثبات ناممکن ہے۔

دوسری مثال:

فرقہ دیوبندیہ نے نمبر (ب) کے تحت کہا:

> ''اس سے ملتا جلتا دوسرا مسئلہ جماع بلا انزال التقاء الختانین سے وجوب غسل کا ہے، صحابہ اس بارے میں مختلف فیہ تھے، حضرت عمر نے تحقیق حال کے بعد یہ حکم جاری کیا کہ اگر آئندہ مجھے پتہ چلا کہ کسی نے جماع بلا انزال کے بعد غسل نہیں کیا، تو میں اسے سخت ترین سزا دوں گا، حضرت عمر کے اس حکم کو سبھی صحابہ نے بطور حکم شرعی قبول کیا، کسی نے اسے وقتی استثناء نہیں قرار دیا، کیونکہ یہ حکم فاروقی نہ تھا بلکہ حکم سابق عدم وجوب غسل کی منسوخی کا اظہار تھا۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۱۰)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ نے اپنے اس بیان میں جماع بلا انزال کو التقاء الختانین کہا ہے، جو دیوبندیہ کی جہالت مرکبہ اور جہالت مرکبہ کے باعث ہذیاں سرائی کی دلیل ہے، جماع بلا انزال اور التقاء الختانین دو مختلف امور ہیں، ان کو وہی فرقہ ایک قرار دے سکتا ہے، جسے شدت جہالت و بدماغی کے سبب دائیں بائیں کی بھی خبر نہ ہو، جماع بلا انزال سے وجوب غسل کا نسخ بہت سارے نصوص نبویہ سے ثابت ہے، جن بعض صحابہ کو اس کے نسخ کا علم نہیں تھا، وہ وجوب غسل کے منکر تھے، اس مثال کا ادنیٰ ترین لگاؤ ایک وقت والی تین طلاق کے ایک رجعی طلاق ہونے سے نہیں ہے، حضرت عمر فاروق نے جماع بلا انزال کی بابت تحقیق کی، تو معلوم ہوا کہ اس سے عدم وجوب غسل والا مسئلہ نصوص نبویہ ہی سے منسوخ ہے اور وجوب غسل کا حکم نبوی واضح طور پر ثابت ہے، کیا ایسا ہی معاملہ

زیرنظر مسئلہ کا ہے؟

افسوس کہ فرقہ دیوبندیہ عقل و خرد، ہوش و گوش و دانش و بینش سے محروم ہونے کے باوجود اپنے کو فقیہ یعنی عاقل سمجھتا ہے۔

تیسری مثال:

فرقہ دیوبندیہ نے نمبر (ج) کے تحت کہا:

''تقریباً یہی نوعیت تین طلاق کے مسئلہ میں پیش آئی، تین طلاق کے بعد رجعت کا حکم منسوخ ہو چکا تھا، جیسا کہ سنن ابی داود میں مذکور حدیث ابن عباس سے معلوم ہوتا ہے، بعض صحابہ کو اس کی منسوخی کا علم نہ تھا، تا آنکہ حضرت عمر نے اس حکم کا باقاعدہ اعلان فرمایا، یہ اپنی طرف سے وقتی مصلحت یا استثناء کے بطور نہ تھا، بلکہ قرآن وحدیث سے ماخوذ تھا، صحابہ نے اسی حیثیت سے اس سے اتفاق کیا تھا، وہ صحابہ جو حضرت عمر کو مہر کی زیادتی پر پابندی کے ارادہ پر سختی سے ٹوکتے تھے، ان کے ساتھ یہ بڑی ناانصافی ہے کہ انھیں نعوذ باللہ خصوصی انتظام کی آڑ میں حضرت عمر کے ایک غیر شرعی فیصلے کی موافقت کا ملزم گردانا جائے، خود مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی متوفی ۱۳۷۵ھ نے فیصلہ فاروقی کو سیاسی ماننے کی سختی سے تردید کی ہے۔ (زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ: ۱۰، ۱۱، بحوالہ اخبار اہل حدیث ،۱۵/ نومبر ۱۹۲۹ء بحوالہ عمدۃ الأثاث، ص: ۹۷)

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ کی مذکورہ بالا باتیں مکذوبہ ہیں، بیک وقت تین طلاق ثلاثہ کا مسئلہ دیوبندیہ کی مذکورہ بالا دونوں مثالوں جیسا ہرگز نہیں ہے، جیسا کہ بیان ہوا، اور سنن ابی داود والی حدیث میں اشارۃً بھی اس کا ذکر نہیں کہ

''بیک وقت تین طلاقوں کے بعد رجعت والا حکم منسوخ ہو چکا تھا اور بعض صحابہ کو اس کا علم نہیں تھا، تا آنکہ حضرت عمر نے اس حکم کا باقاعدہ اعلان فرمایا، یہ اپنی طرف سے وقت مصلحت یا استثناء کے بطور نہ تھا، بلکہ قرآن وحدیث سے ماخوذ تھا''

یہ سب دیوبندیہ کے افتراءات ہیں، سنن ابی داود میں مروی حدیث ابن عباس پر ایک تو اس فرقہ نے سنن ابی داود پر افتراء کیا، دوسرے حضرت ابن عباس پر، تیسرے حضرت عمر فاروق پر، چوتھے تمام صحابہ پر! سنن ابی داود والی روایت میں صرف یہ ہے کہ بقول ابن عباس تین طلاقیں دے چکنے کے بعد بھی طلاق دہندہ کو رجعت کا اختیار تھا اور ہمارے اور دیوبندیہ کے زیرنظر یہ مسئلہ ہے کہ بیک وقت تین طلاق ثلاثہ کو ایک رجعی طلاق مانا جائے یا تین؟ ہمارا کہنا یہ ہے کہ نصوص کے مطابق جب طلاق صرف ایک رجعی طلاق ہے، تو بنظر ظاہر اگرچہ طلاق دہندہ

نے تین طلاقیں دیں، وہ درحقیقت نصوص کے اعتبار سے ایک رجعی طلاق ہوئیں۔ یعنی کہ ہم کہتے ہیں کہ ایک رجعی طلاق یا اس لیے مراجعت کے بعد دوبارہ طلاق دینے کے بعد دو رجعی طلاقوں کے باوجود بھی رجوع کا حق طلاق دہندہ کو ہے، مگر تیسری بار ایسی صورت کے پیش آنے پر رجعت کا اختیار نہیں رہ جاتا۔

مگر دیوبندیہ کی مستدل سنن ابی داود والی روایت ابن عباس میں اشارۃً بھی اس تفصیل کا ذکر نہیں، یہ سب اکاذیب دیوبندیہ میں سے ہیں، اس میں صرف یہ ہے کہ تین طلاقیں دے چکنے کے باوجود بھی آدمی کو رجوع کا حق رہتا تھا اور ان تین طلاقوں سے مراد یکے بعد دیگرے تین متفرق اوقات میں دی ہوئی تین طلاقوں کے بعد بھی حق رجوع کے نسخ کی صراحت ہے۔ دیوبندیہ میں دم ہے تو روایت ابن عباس مذکور میں رجعت حق تین طلاقوں کے بعد بھی کا باقی رہتا تھا، ان کا بیک وقت والی طلاق ثلاثہ ہونا ثابت کرے اور ہم کو یقین ہے کہ فرقہ دیوبندیہ تا قیامت ایسا نہیں کر سکتا اور روایت ابن عباس والی طلاق ثلاثہ کے بعد رجعت کے اختیار کو جن آیتوں کے ذریعہ منسوخ قرار دیا گیا ہے، ان کا واضح مفاد ہے کہ بیک وقت کی طلاق ثلاثہ ایک رجعی طلاق ہو گی، اس کی تفصیل تنویر الآفاق میں ہے اور زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ دیوبندیہ کی یہ مستدل روایت غیر معتبر ہے، اس کی سند میں واقع علی بن حسین بن واقد مروزی کو امام ابوحاتم رازی نے ضعیف الحدیث کہا اور عام اہل علم نے انھیں متروک الحدیث کہا، خاص طور پر انھیں امام بخاری نے متروک کہا، اسے امام نسائی نے "لیس به بأس" اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے لیکن اسے ضعیف و غیر معتبر ہی مانا جائے گا۔" (تهذيب التهذيب: ٧/ ٢٧١)

فرقہ دیوبندیہ کے برخلاف حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ:

"كان الناس والرجل يطلق امرأته ما شاء أن يطلقها وهي امرأته إذا ارتجعها و هي في العدة، و إن طلّقها مائة مرة أو أكثر حتى قال: رجل لامرأته والله، لا أطلقك فتبيني مني، و لا آويك أبدا، قالت: و كيف ذاك؟ قال أطلقك فكلما همت عدتك أن تنقضي راجعتك فذهبت المرأة فدخلت على عائشة فأخبرتها فسكتت عائشة حتى جاء النّبي صلى الله عليه وسلم فأخبرته فسكت النّبي صلى الله عليه وسلم حتى نزل القرآن ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ قالت عائشة فاستأنف الناس الطلاق مستقبلاً من كان طلق و من لم يكن طلق، حدثنا أبو كريب محمد بن العلاء قال: حدثنا عبد الله بن إدريس عن هشام بن عروة عن أبيه نحو هذا الحديث بمعناه و لم يذكر فيه: عن عائشة، و هذا أصح من حديث يعلىٰ بن شبيب"

"یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ لوگوں کا حال یہ تھا کہ آدمی اپنی بیوی کو جتنی بھی طلاقیں دیتی

چاہتا ہوتا تھا اور اس کی مطلقہ بیوی اس کی بیوی ہی رہتی تھی، جب کہ وہ عدت کے اندر رجوع کر لیتا تھا، خواہ وہ ایک سو بار یا اس سے بھی زیادہ طلاقیں دے چکا ہوتا، یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تمھیں طلاق دیتا رہوں گا اور جب عدت گزرنے میں قدرے باقی رہے گا، تو رجوع کرلوں گا، تو نہ تو مجھ سے بائنہ ہوکر جدا ہو سکے گی نہ میں تمھیں اپنے پاس ہی آنے دوں گا، بیوی نے کہا وہ کیسے؟ شوہر نے کہا کہ میں تمھیں طلاق دیدوں گا، پھر جب عدت پوری ہونے کو آئے گی، تو رجوع کرلوں گا، یہ سن کر وہ خاتون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور اس معاملہ کا ذکر کیا، جب نبی ﷺ آئے تو عائشہ صدیقہ نے آپ سے اس خاتون کی بات کا ذکر کیا، آپ ﷺ خاموش رہے، حتی کہ ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ والی آیت نازل ہوئی، تو اس آیت کے نزول کے بعد طلاق دینے والے اور طلاق نہ دینے والے از سرنو طلاق دینے لگے، اس معنی کی حدیث مرسلاً حضرت عروہ بن زبیر نے نقل کی ہے، جو عائشہ والی متصل حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔(جامع ترمذي مع تحفة الاحوذي كتاب الطلاق: ٤/٣١٣)

ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسلاً اور متصلاً دونوں طور پر صحیح ہے اور ان کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت مذکور کے نزول سے پہلے بھی لوگ ایک طہر میں ایک ہی طلاق دیا کرتے تھے اور ختم عدت سے پہلے رجوع کرلیا کرتے تھے، یہ سلسلہ طلاق و رجوع ایک سو بلکہ اس سے زیادہ بار بھی پیش آتا رہتا تھا اور ایک سو طلاقیں علیحدہ علیحدہ طہر میں یکے بعد دیگرے دو طلاقوں کے درمیان رجوع کے بعد ہوا کرتی تھیں، اس صورت کو قرآنی آیت ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ نے منسوخ کردیا کہ یکے بعد دیگرے دو طہر میں دی جانے والی طلاقیں جب کہ دونوں سے عدت کے اندر رجوع کیا گیا ہو، دی جا سکتی اور ان سے رجوع ہو سکتا ہے، مگر اب دو سے زیادہ بار اگر ایک بھی طلاق دی گئی تو عدت کے اندر رجوع جائز نہیں بلکہ حرام ہے، وہ عورت اب حلالہ شرعیہ کے بعد ہی تجدید نکاح کے بعد پہلے والے طلاق دہندہ شوہر کے پاس آ سکتی ہے، یہی حدیث قدرے اختلاف کے ساتھ سنن ابی داود میں غیر معتبر سند سے مروی ہے اور اس کا مضمون بھی ترمذی والی روایت سے مل کر مزاعم و اکاذیب دیوبندیہ کے خلاف ہے، یعنی کہ محض جھوٹ بول کر دیوبندیہ نے اس حدیث سے اپنے مذہب پر استدلال کر رکھا ہے، اس حدیث کا مطلب دیوبندیوں کے اختراعی مکذوبہ مطلب سے بالکل الگ ہے، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جس حدیث سے اکاذیب پرست فرقہ دیوبندیہ نے اہل حدیث پر حجت قائم کرنی چاہی ہے، اس میں وہ سراسر جھوٹا اور تلبیس کار ہے، یہود کی سی تحریف بازی ہی دراصل اس فرقے کا شعار ہے۔ اس حدیث کا اگر وہی مطلب ہوتا جو دیوبندیہ بتلاتے ہیں اور جھوٹ بکتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسی حدیث کے مطابق حضرت عمر فاروق نے اقدام مذکور کیا تھا، تو

آخر حضرت عمر نے علی الاعلان یہ کیوں کہا کہ عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی میں ایک وقت کی تین طلاقیں محض ایک بار رجعی مانی جاتی تھیں، مگر لوگوں کی غلط روی کے باعث میں انھیں نافذ کرتا ہوں، فرقہ دیوبندیہ اس سوال کا جواب دے جو وہ قیامت تک نہ دے سکے گا، ورنہ کم از کم ایک حدیث کے خلاف اپنی غوغا آرائی بند کرے۔

فرقہ دیوبندیہ اگر کوئی بات سچ بھی بولنا جائز سمجھتا ہو، تو بتلائے کہ صحابہ (جن کی تعداد کم از کم تین ہو) نے حضرت عمر کی مہر پر پابندی کے خلاف سختی سے ٹوکا تھا، فرقہ دیوبندیہ اپنے اس دعویٰ میں بھی جھوٹا ہے، ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ حضرت عمر کی زیادہ مہر کے خلاف تقریر پر ایک عورت نے آیت کریمہ پڑھی تھی، اسے دیوبندیہ نے تمام صحابہ کا علی الاعلان ٹوکنا کہہ دیا۔

مولانا سیالکوٹی اہل حدیث نے اس اقدام فاروقی کو اگر غیر سیاسی کہا، تو پھر انھوں نے اس کا کیا نام رکھا تعزیری سزا یا مصلحت اندیشی؟ اسے فرقہ دیوبندیہ واضح کرے۔

فرقہ دیوبندیہ کی نویں دلیل:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

> ''فاروقی فیصلہ کے حکم شرعی ہونے کی تائید ابو داود کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے، جس میں صراحت ہے کہ حضرت عمر کا فیصلہ غیر مدخولہ کی بابت تھا، جو متعدد الفاظ سے طلاق کے وقت پہلے ہی لفظ سے بائنہ ہوجاتی ہے، ایسی صورت میں مدخولہ و غیر مدخولہ کے درمیان حکم کی تفریق بلاشبہ شرعی دلیل کے اعتبار سے ہوگی، کیونکہ انتظامی حیثیت سے مدخولہ و غیر مدخولہ کے معاملات یکساں ہیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۱۱)

معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ دیوبندیہ ہذیاں سرائی میں مبتلا ہو کر لغو طرازی میں بہت سرگرم ہے، اگر فیصلہ فاروقی صرف غیر مدخولہ کی بابت تھا، تو صرف یہ کہہ دینا کافی تھا کہ اس فیصلہ فاروقی کا تعلق صرف غیر مدخولہ سے ہے، اسے اتنے سارے اکاذیب اختراع کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ مسند احمد والی حدیث رکانہ بروایت ابن عباس کا مدخولہ کی بابت ہونا اظہر من الشمس ہے، لہٰذا فرقہ دیوبندیہ کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ مدخولہ بیک وقت کی تین طلاقوں کے بعد بھی ایک رجعی طلاق سے مطلقہ رجعیہ ہونے کے سبب رجعت کے لائق ہے اور فیصلہ فاروقی کا تعلق غیر مدخولہ سے ہے، اس لیے اسے غیر مدخولہ ہی کے لیے خاص مانا جائے گا، مگر مشکل یہ ہے کہ غیر مدخولہ کی بابت فیصلہ فاروقی کو ماننے والے دیوبندیہ کہتے ہیں کہ اگر اسے تین بار شوہر کہے کہ تم کو طلاق ہے، تم کو طلاق ہے، تم کو طلاق ہے، تو وہ پہلی مرتبہ ''تم کو طلاق ہے'' کہ بعد بائنہ ہو جائے گی اور باقی دو مرتبہ والی طلاقیں باطل و کالعدم ہوں گی۔ اس سے اندرون عدت بھی رجوع کرنا جائز نہیں، یعنی کہ اس بے راہ رو فرقہ نے فیصلہ فاروقی کو بھی رد کر دیا

اور فتویٰ دیا کہ فیصلہ فاروقی غیر مدخولہ کے بارے میں تھا، جو اکاذیب پرست فرقہ فیصلہ فاروقی کو پس پشت ڈال کر فیصلہ فاروقی کو رد کر دیتا ہو وہ اہل حدیث پر افتراء کر کے کہے کہ اس نے حضرت عمر فاروق سمیت اجماع صحابہ کی مخالفت کی تو اسے جس قدر بھی کذاب کہا جائے کم ہے۔ یہی فرقہ دراصل اپنے اصول کے مطابق خرقِ اجماع صحابہ کا مرتکب ہے، اسے تو اپنے اختراعی مسلک کے مطابق یہ فتویٰ دینا ضروری تھا کہ غیر مدخولہ کو تین بار طلاق دی جائے یا ایک بار بہرحال اس پر تین طلاق پڑے گی، اسے مطلقہ بائنہ رجعیہ کسی صورت میں نہیں مانا جا سکتا، جس کے بعد تجدید نکاح کے ذریعہ رجعت ہوسکتی ہے، اپنے اصول کے مطابق فیصلہ فاروقی کی مخالفت اور خرق اجماعِ صحابہ کا مرتکب فرقہ دیوبندیہ ہم اہل حدیثوں پر خرق اجماع صحابہ کا اتہام و بہتان ظلماً و جوراً و زوراً لگاتا ہے۔ پہلے یہ بے راہ رو فرقہ اپنے اوپر عائد ہونے والے خرق اجماع صحابہ و مخالفت حکم فاروقی کی جواب دہی میدان تحقیق میں کرے، تب آگے بڑھے۔ ہم مدخولہ و غیر مدخولہ سب کے لیے فیصلہ فاروقی کو مانتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ باعتراف خویش وہ اس کے قائل تھے کہ عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی میں ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو مدخولہ و غیر مدخولہ سب کے لیے ایک رجعی طلاق مانی جاتی تھی، جسے حضرت عمر نے کسی بھی مصلحت سے تین قرار دیا، دریں صورت غیر مدخولہ سے تجدید نکاح کر کے مراجعت کی جا سکے گی اور مدخولہ سے اندرون عدت بلا تجدید نکاح مراجعت کی جائے گی، کیونکہ نصوص کے خلاف وقتی تعزیزی حکم کو دائمی قانون نہیں مانا جا سکتا، اسی لیے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے رجوع کر لیا جس کی تفصیل ''تنویر الآفاق'' میں ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی دسویں دلیل:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''مصنف عبد الرزاق کی ایک روایت سے فیصلہ فاروقی کے خالص شرعی ہونے کا پتہ چلتا ہے کہ ابو صہباء نے پوچھا کہ جو اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دے اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت ابن عباس نے کہا کہ عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی میں ایسی طلاق کو ایک رجعی طلاق قرار دیا جاتا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا کہ لوگو تم نے طلاق پر بہت کثرت کر دی ہے، اب آئندہ جو جیسا بولے گا، ایسا ہی سمجھا جاوے گا۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۱، بحوالہ مصنف عبد الرزاق :۶/۲۹۲، ۲۹۳، نمبر حدیث: ۱۱۳۳۸)

جو شخص بصارت و بصیرت و سوجھ بوجھ سے بے بہرہ ہو گا، وہ مصنف عبد الرزاق و صحیح مسلم و سنن ابی داود والی روایت کا معنی الگ الگ سمجھے گا، ورنہ معنوی طور پر ان روایات میں کوئی اختلاف نہیں، بلکہ یکسانیت ہے، وہ یہ کہ عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی میں ایک وقت کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق مانی جاتی تھی۔

فرقہ دیوبندیہ کی گیارہویں دلیل:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

’’جب یہ حکم شرعی ہے تو اس پر عمل کے لیے یا فتوی دینے کے لیے کسی با اختیار حاکم کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ ہر مسلمان پر اس کی پابندی لازم ہے جیسا کہ مسئلہ نکاح متعہ و مسئلہ بلا انزال جماع کا ہے۔‘‘ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ ہمیں دیوبندیہ کے اس نظریہ سے اختلاف نہیں، مگر مسائل دیوبندیہ تلبیس و مغالطہ و کذب بیانی پر مبنی ہوتے ہیں، جس کی وضاحت ہم بنظر اختصار نہیں کر رہے ہیں اور اہل نظر کی نظر پر تلبیسات دیوبندیہ مخفی نہیں۔

فرقہ دیوبندیہ کی بارہویں دلیل:

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اجماع کے خلاف تھے؟

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے عنوان مندرجہ بالا میں لکھا:

’’امیر المومنین حضرت علی۔ کرم اللہ وجہہ۔ کو اجماع فاروقی سے اختلاف کرنے والا بتایا جاتا ہے، جو بالکل خلاف حقیقت ہے، سلیمان اعمش کی ایک روایت حافظ ابن رجب حنبلی نے شرح مشکل الاحادیث الواردۃ میں لکھی ہے کہ اعمش کہتے ہیں کہ کوفہ میں ایک بوڑھا شخص حضرت علی مرتضی کی طرف منسوب کرتا رہتا تھا کہ اگر کوئی شخص ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ دے تو وہ ایک رجعی طلاق شمار ہو گی، لوگوں کا اس کے یہاں تانتا بندھا رہتا تھا، اعمش کہتے ہیں کہ میں بھی اس کے پاس گیا اور حضرت علی کی طرف اس کی منسوب کردہ بات کے متعلق پوچھا، تو اس نے اپنی کاپی دکھائی جس میں لکھا تھا کہ میں نے حضرت علی کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص ایک مجلس میں اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دے تو بیوی اس کے ہاتھ سے نکل گئی، دوسرے شوہر کے ساتھ حلالہ شرعیہ کے بغیر طلاق دہندہ شوہر کے لیے حلال نہ ہو گی، میں نے کہا کہ یہ تحریری روایت تمہاری زبانی روایت کے خلاف ہے، اس نے کہا یہی تحریری روایت ہی صحیح ہے، مگر کوفہ والے مجھ سے وہی بات کہلوانا چاہتے ہیں جو میں زبانی طور پر کہتا ہوں۔ روایت کا مطلب معلوم ہو گیا کہ اصل معاملہ کیا ہے، دراصل اجماع کے خلاف اختلاف کی نسبت روافض کے پروپیگنڈہ کا جزو ہے، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (مستفاد از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۲، ۱۳، بحوالہ النجاۃ الکاملۃ:۱/ ۱۱، ۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کوفہ کی زلازل و فتن والی زمین بزبان نبوی مع پورے عراق میں ظہور پذیر ہونے

والے باطل فرقوں بشمول روافض کا ہندوستان میں آلہ کار ہے، اس کے امام ابوحنیفہ کوفہ کے اکذب الناس جابر جعفی جیسے رافضی، جہمی، مرجی، معتزلی کے تربیت یافتہ اور آلہ کار تھے، جابر جعفی سے مسائل پوچھ کر فقیہ بنے تھے، جس کی تفصیل ''اللمحات'' میں ہے۔

جو مجہول بوڑھا شخص اتنا غلط کار ہو کہ اہل کوفہ کے دباؤ میں آ کر خلاف امر واقع بات حضرت علی مرتضی کی طرف منسوب کرتا پھرتا ہو اسی کذاب مجہول کی بات کو دیوبندیہ کا دلیل قرار دے لینا اکاذیب پرستی نہیں تو کیا ہے؟

فرقہ دیوبندیہ کی تیرہویں دلیل:

قابل ذکر شہادت: فرقہ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت اپنی دلیل نمبر:۱۳، بیان کرتے ہوئے کہا:

''اخیر میں ہم اس بحث سے متعلق مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی کی منصفانہ شہادت نقل کرتے ہیں، جس سے حقیقت مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے، ملاحظہ کریں کہ مولانا شرف الدین فرماتے ہیں کہ یہ تین طلاقوں کو ایک ماننے کا مسلک صحابہ، تابعین، تبع تابعین وغیرہ ائمہ محدثین ومتقدمین کا نہیں ہے، یہ مسلک سات سو سال بعد کے محدثین کا ہے، جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتاوی کے پابند ومعتقد ہیں، یہ فتوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اواخر ساتویں صدی یا اوائل آٹھویں صدی میں دیا تھا، جن کی اس وقت کے علماء نے سخت مخالفت کی، نواب صدیق حسن خاں نے اتحاف النبلاء میں اسے تفردات ابن تیمیہ میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تین طلاق کے ایک ہونے کا فتوی دیا تو بہت شور ہوا اور ان پر نیز ان کے شاگرد ابن قیم پر مصائب برپا ہوئے، انھیں اونٹ پر بٹھا کر درے مار مار کر شہر میں پھرا کر توہین کی گئی، قید کیے گئے، کیونکہ اس وقت یہ مسئلہ علامت روافض تھا۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب :۱۳،۱۴، بحوالہ إتحاف النبلاء، صفحہ:۳۱۸، بحوالہ عمدۃ الاثاث، ص:۱۰۳)

ہم کہتے ہیں کہ روافض کا مسئلہ یہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق کالعدم ہے اور امام ابن تیمیہ واہل حدیث کا مسلک یہ ہے کہ ایک وقت کی طلاق ثلاثہ ایک رجعی طلاق ہے دونوں میں فرق عظیم ہے، مگر پروپیگنڈہ نے یہ گل افشانی کر رکھی ہے، امام ابن تیمیہ اصلاً حنبلی المذہب تھے، مگر حدیث صحیح کے بالمقابل مذہب حنبلی چھوڑ کر حدیث صحیح پر عمل کرتے تھے۔ اور اس معاملہ میں امام ابن تیمیہ کے خلاف شورش برپا کرنے والے زیادہ تر حنابلہ تھے اور حنابلہ کی مشہور کتاب ''**الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف**'' میں صراحت ہے کہ:

'' إذا طلقها ثلاثا متفرقة بعد أن راجعها طلقت ثلاثا بلا نزاع في المذهب، و عليه الأصحاب، منهم الشيخ تقي الدين و إن طلقها ثلاثا مجموعة قبل رجعة واحدة

طلقت ثلاثا و إن لم ينوها على الصحيح من المذهب، نص عليه مراراً عليه والأصحاب بل الأئمة الأربعة و أصحابهم في الجملة و أوقع الشيخ تقى الدين من ثلاث مجموعة أو متفرقة قبل رجعة طلقة واحدة، و قال:لا نعلم أحدا فرق بين الصورتين و حكى عدم وقوع الطلاق الثلاث جملة بل واحدة فى المجموعة أو المتفرقة ، عن جده المجد و أنّه كان يفتي به سراً أحياناً ، ذكره فى الطبقات، لأنه محجور عليه إذن فلا يصح كالعقود المحرمة لحق الله تعالىٰ ، وقال:عن قول عمر بن الخطاب رضى الله عنه فى إيقاع الثلاث إنما جعله لإكثارهم منه فعاقبهم على الإكثار منه، لما عصوا بجمع الثلاث فيكون عقوبة من لم يتق الله...... إلى أن قال:و اختاره المحلي وغيره من المالكية لحديث صحيح فى مسلم يقتضي أن المراد بالثلاث في ذلك ثلاث مرات لا أن المراد بذلك ثلاث تطليقات واختاره أيضاً ابن القيم وغيره ، وكثير من أتباعه، قال ابن المنذر: هو مذهب أصحاب ابن عباس رضي الله عنهما كعطاء و طاؤس و عمرو بن دينار، نقله الحافظ ابن حجر في فتح الباري، و حكى المصنف عن عطاء و طاؤس، و سعيد بن جبير، و أبي الشعثاء، و عمرو بن دينار أنهم كانوا يقولون من طلق البكر ثلاثا فهي واحدة، قال القرطبي: فى تفسيره وشذ طاووس: و بعض أهل الظاهر فذهبو إلى أن الطلاق الثلاث في كلمة واحدة يقع واحدة و يروى هذا عن محمد بن إسحاق والحجاج بن أرطاة و قال:بعد ذلك و لا فرق بين أن يوقع ثلاثا مجتمعة فى كلمة أو متفرقة فى كلمات ثلاث و ذكر محمد بن أحمد بن مغيث فى وثائقه ثم اختلف أهل العلم بعد إجماعهم على أنه مطلق كم يلزمه من الطلاق؟ فقال علي و ابن مسعود: يلزمه طلقة واحدة و قاله ابن عباس و قاله الزبير بن العوام و عبد الرحمن بن عوف و رويناه عن ابن وضاح و قال:به من شيوخ قرطبة ابن زنباع ومحمد بن بقى بن مخلد و محمد بن عبد السلام الخشني فقيه عصره وأصبغ بن الحباب و جماعة سواهم" (ملخص أز الإنصاف فى معرفة الراجح من الخلاف: ۸/۵۳تا ۵۵)

اس کا حاصل یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں خواہ ایک کلمہ کے ساتھ ہوں یا متفرق طور پر وہ ایک رجعی طلاق قرار پائیں گی، یہی مذہب حضرت علی مرتضٰی، ابن مسعود، ابن عباس، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف جیسے صحابہ کا ہے اور دوسری تیسری صدی کے امام محمد بن وضاح کا ہے، نیز یہی مسلک قرطبی شیوخ میں سے ابن زنباع واحمد

بن محمد بن بقی ومحمد بن عبد السلام خشنی فقیہ العصر واصبغ بن الحباب اوران کے علاوہ بہت سارے اہل علم کا ہے۔

اس بیان میں فرقہ دیوبندیہ کی اس افتراء پردازی اور دروغ بافی کی تکذیب ہے کہ ساتویں آٹھویں صدی کے امام ابن تیمیہ نے بیک وقت کی طلاق ثلاثہ کو ایک رجعی طلاق ہونے کا نظریہ ایجاد کیا، ورنہ ان سے پہلے عہد نبوی سے لے کر ابن تیمیہ کے ظہور پذیر ہونے تک کوئی بھی شخص بیک وقت کی طلاق ثلاثہ کو ایک رجعی طلاق نہیں مانتا تھا، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید اور سنت نبویہ نے ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیا اور اس پر عہد نبوی و عہد صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی میں اجماع رہا، پھر حضرت عمر نے کسی تعزیری یا غیر تعزیری مصلحت سے بیک وقت کی طلاق ثلاثہ کو تین طلاقیں قرار دے دیا، مگر اس فیصلہ فاروقی سے بہت سے صحابہ مثلاً علی مرتضیٰ، ابن مسعود، ابن عباس، زبیر بن عوام وعبد الرحمٰن بن عوف نے اختلاف کرتے ہوئے عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے فاروقی کے اجماعی عمل کو اپنا نظریہ بنایا اور صحابہ کے بعد بہت سارے تابعین نے اسی پر عمل کیا اور تابعین کے بعد بہت سارے اہل علم مثلاً امام محمد بن وضاح، ابن زنباع، احمد بن بقی، محمد بن عبد السلام خشنی، اصبغ بن الحباب اور بہت سارے دوسرے ائمہ کرام بھی عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی والے اجماع پر عمل پیرا رہے اور یہ سارے حضرات دوسری تیسری و چوتھی صدی کے اہل علم وائمہ دین تھے، امام ابن تیمیہ کے دادا مجد الدین ابوالبرکات عبدالسلام ابن تیمیہ مولود ۵۹۰ھ و متوفی ۶۵۳ھ بھی ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو ایک رجعی طلاق کہتے تھے، جیسا کہ بیان ہوا، امام ابن تیمیہ کے دادا امام ابن تیمیہ کی ولادت سے تقریباً دس سال پہلے فوت ہوئے، مگر فرقہ دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی کا یہ حال ہے کہ کہتا ہے کہ یہ نظریہ ساتویں آٹھویں صدی کے امام ابن تیمیہ کا اختراع ہے، حد ہوگئی دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی کی!!

فرقہ دیوبندیہ نے مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد عالم یعنی اہل حدیث سے کیوں نہیں پوچھا لیا کہ آپ جماعت اہل حدیث کے خلاف یہ موقف کیوں رکھتے ہیں کہ ایک وقت کی طلاق ثلاثہ تین ہی مانی جائے گی، وہ ضرور ہی دیوبندیہ کو اپنے جواب سے خوش کر ڈالتے۔

سعودی عرب کے اکابر علماء کا فیصلہ:

اپنے قائم کردہ مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سعودی عرب کی اعلیٰ ترین فقہی مجلس "هيئة كبار العلماء" نے ۱۳۹۳ھ میں پوری بحث و تمحیص کے بعد بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی، یہ بحث اور مفصل تجویز مجلة البحوث الاسلامیہ ۱۳۹۷ھ میں ۱۵۰ صفحات میں شائع ہوئی، جو اس موضوع پر ایک وقیع علمی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، اس فیصلہ میں سعودی عرب کے جو

اکابر علماء شریک رہے، ان کے اسمائے گرامی ذیل میں درج ہیں۔ شیخ عبدالعزیز بن باز، شیخ عبداللہ بن حمید، شیخ محمد امین شنقیطی، شیخ سلیمان بن عبید، شیخ عبداللہ خیاط، شیخ محمد حرکان، شیخ ابراہیم بن محمد آل الشیخ، شیخ صالح بن حیدان، شیخ مھدار عقیل، شیخ عبداللہ بن غدیان، شیخ عبداللہ بن منیع۔ تعجب ہے کہ غیر مقلد حضرات ہر معاملہ میں علمائے حرمین کا حوالہ دیتے ہیں، اس معاملہ میں علمائے سعودی عرب کی رائے و موقف کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں، حالانکہ علامہ ابن تیمیہ سے حد درجہ متاثر ہونے کے باوجود علمائے سعودی عرب کا موقف ابن تیمیہ سے عدول کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ مسلک ابن تیمیہ میں کوئی قوت نہیں، ورنہ سعودی علماء اس سے ہرگز صرف نظر نہ کرتے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۴)

ہم کہتے ہیں کہ سعودی عرب کے انھیں سترہ علماء کو فرقہ دیوبندیہ سعودیہ کے سارے علماء سمجھتا ہے، حالانکہ ان کے علاوہ سعودیہ میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں علماء ہیں، جو موقف ابن تیمیہ ہی کو صحیح سمجھتے ہیں اور سترہ علماء کے دستخط والے فتویٰ کو دیوبندیہ اہم علمی دستاویز سمجھتے ہیں، وہ اس مجلس میں موجود ہونے کی بناء پر اس پر دستخط کیے ہوئے ہیں، ورنہ ان میں سے کئی حضرات کا موقف موقف ابن تیمیہ جیسا ہے، خود اس مجلس کے صدر نشین اس طرح کا مسئلہ پوچھنے والے کو رجوع کر لینے کا مشورہ دیتے تھے، یعنی ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو ایک رجعی طلاق مانتے تھے۔ اس مجلس کی پوری روداد ''فتاویٰ هيئة كبار العلماء'' میں چھپی ہوئی ہے، اس روداد کو دیکھ کر دیوبندیہ کی افتراء پردازی ظاہر ہو جاتی ہے۔ سعودی حکومت اصلاً حنبلی مذہب کی مقلد ہے، مگر حنبلی مذہب میں اس مسئلہ کے دو پہلو ہیں، ایک مجلس کی تینوں طلاقوں کو تین طلاقیں ماننا، دوسرا ایک مجلس کی تین طلاقوں کو صرف ایک رجعی طلاق ماننا، جیسا کہ ہم بحوالہ الإنصاف في معرفة الراجح من الا الخلاف کی عبارت نقل کر آئے ہیں۔ ان دو اقوال والے مسئلہ میں سے کسی ایک کو ترجیح صرف دلائل شرعیہ کی روشنی میں دی جا سکتی ہے، جن سعودی علماء کو جو پہلو راجح نظر آیا، انھوں نے اسے اختیار کیا، ہماری نظر میں راجح امام ابن تیمیہ والا موقف ہے، کیونکہ وہی نصوص و اجماع عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی کے مطابق ہے اور دوسرا پہلو نصوص و اجماع عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی کے خلاف ہونے کے ساتھ حضرت عمر کی وقتی و تعزیری کارروائی تھی، جس سے خود حضرت عمر فاروق نے رجوع کر لیا تھا اور نصوص و اجماع صحابہ کی طرف عمر فاروق منتقل ہو گئے تھے، ان حقائق کو سمجھنے اور دیکھنے سے اگر دیوبندیہ عقل و بصیرت و بصارت سے بے بہرہ ہوں تو ہم کیا کریں؟

فائدہ کیا ہے؟ (فرقہ دیوبندیہ کی چودھویں دلیل)

اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے، وہ یہ کہ تین طلاق کو ایک قرار دینے کے نظریہ کو اہم

اصلاحی عمل کی حیثیت سے متعارف کرایا جاتا ہے، جب کہ یہ نری خام خیالی ہے، غور کیا جائے تو یہ نظریہ عورتوں کے ساتھ نا انصافی ہے۔ (الف) اس کا سارا فائدہ اس مرد کو پہنچتا ہے، جو انجام کا لحاظ کیے بغیر تین طلاقیں دے دے اور بعد میں پشیمان ہو۔ (ب) یہ نظریہ عورت کو مجبور کرتا ہے کہ وہ پھر اسی ناقدرے کے ساتھ کڑوی زندگی گزاری۔ (ج) اس نظریہ کی وجہ سے مرد طلاق دینے پر جری ہوجاتے ہیں۔ (د) جو عورتیں شوہر کی زیادتیوں سے تنگ رہتی ہیں، ان کی گلوخلاصی مشکل تر ہو جاتی ہے۔ (ہ) تین طلاق کے بعد رجعت کرنے والا شخص جمہور کے نزدیک حرام کار قرار پاتا ہے۔ (و) اجماع امت چھوڑنے سے غیروں اور دشمنوں کو دیگر دینی مسائل میں دخل اندازی کا موقع مل جاتا ہے، اس کے برخلاف تین طلاق کو تین ماننے سے مذکورہ بالا کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۱۴، ۱۵)

ہم کہتے ہیں کہ نصوص و اجماع صحابہ کے خلاف دیوبندیہ کی یہ ہذیاں سرائی لغو و لایعنی ہے دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ اس کا سارا فائدہ اس مرد کو پہنچتا ہے، جو انجام کا لحاظ کیے بغیر تین طلاقیں دیدے اور بعد میں پشیمان ہو، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا فائدہ مرد سے زیادہ عورت کو پہنچتا ہے، وہ خود اہل حدیث سے خوشامد کرتی ہے کہ اگر رجوع نہ ہوسکا تو میری زندگی اور بال بچوں کی زندگی تباہ ہو جائے گی اور پتہ نہیں کہ دوسرا شوہر کیسا ملے، میرا یہ شوہر میرے لیے بہت اچھا کارآمد اور مجھے آرام و راحت رساں ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جہالت کی بنائر پر کیا ہوا غلط کام شریعت کی نظر میں کالعدم ہے، جیسے مسئ صلوٰۃ والے کی نماز کو شریعت نے کالعدم قرار دیا ہے، اور نیت کیے بغیر وضوء کرنے والے نام نہاد مولویوں اور حقیقی جاہلوں کے وضوء کو کالعدم قرار دے کر ان جاہلین کی نماز کو بھی کالعدم قرار دیا ہے، یعنی کہ کسی بھی دیوبندی کی وضو و نماز باطل و کالعدم ہے، خواہ اسے علامۃ الدیوبندیین اور امام الدیوبندیین کہا جاتا ہو، ان جہالت مرکبہ کی بھول بھلیوں میں پھنسے ہوئے علماء کہے جانے والے دیوبندی مولویوں کا نہ وضو صحیح ہوتا ہے نہ نماز، کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی حرام کاری ہوسکتی ہے کہ دیوبندیہ کا وضوء و نماز باطل و کالعدم ہوتا رہے۔ دیوبندیہ کا یہ بیان کہ نظریہ اہل حدیث عورت کو مجبور کرتا ہے کہ پھر اسی ناقدرے کے ساتھ کڑوی زندگی گزارے خالص اکاذیب پرستی ہے، کیونکہ جسے دیوبندیہ ناقدرے شوہر کہتے ہیں اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کو کڑوی کہتے ہیں، اسی کو اس کی بیوی بہت زیادہ قابل قدر سمجھتی ہے اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کو راحت و آرام والی میٹھی و شیریں زندگی کہتی ہے۔

کیا فرقہ دیوبندیہ میں یہ بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں کہ حضرت معقل بن یسار صحابی نے اپنی بہن کے جس شوہر کو ناقدر کہا، اسی شوہر کو قرآن مجید نے قابل قدر کہا؟ صرف اتنی باتوں کو ہم رد دیوبندیہ میں کافی سمجھتے ہیں، ورنہ

ازدواجی زندگی کا تعلق دیوبندیہ کے ان اختراعات سے ذرہ برابر بھی نہیں، اللہ و رسول جس کا حکم دیں، اسے دیوبندیہ کا مفاسد سے پر کہنا انتہائی بدتمیزی و قابل گردن زدنی ہے، اگر بیوی واقعتاً شوہر کی غلط روی کے سبب گلو خلاصی چاہتی ہے، تو اس کے لیے شریعت کی طرف سے خلع و فسخ نکاح کا راستہ ہے، دیوبندیہ کا یہ کہنا نظریہ اہل حدیث سے مرد طلاق دینے پر جری ہو جاتے ہیں، ایک احمقانہ دیوبندی نظریہ ہے، کیونکہ جامعہ سلفیہ بنارس میں فتویٰ مذکور حاصل کرنے والوں کو زبانی و تحریری طور پر بتلا دیا جاتا ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینی شریعت میں ممنوع و حرام ہیں، اپنے اس فعل سے صدق دل کے ساتھ نادم ہو کر توبۂ نصوح کرو اور بہتر طریق پر بیوی بچوں کے ساتھ زندگی گزارنے اور پھر دوبارہ یہ حرکت نہ کرنے کا عزم مصمم کرو۔ ہمارا خیال ہے کہ تمام سلفی فتوی دینے والے ایسا ہی کرتے ہی ہوں گے، پھر اگر وہ اس طرح کی حرکت سے باز نہیں آتا تو صرف دو مرتبہ ہی وہ اسے کر سکے گا تیسری مرتبہ کے بعد تو دروازہ رجوع بند ہو جائے گا اور اسے اور اس کی بیوی اور متعلقین کو زندگی بھر قلق کھاتا رہے گا فرقہ دیوبندیہ کی یہ الٹی کھوپڑی والی بات کہ نظریہ اہل حدیث کے سبب جو عورتیں شوہر کی زیادتیوں سے تنگ رہتی ہیں، ان کی گلوخلاصی مشکل تر ہو جاتی ہے، ہمارے مذکورہ بالا بیان سے ہذیان دیوبندیہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا، عورت اگر شوہر سے گلوخلاصی چاہتی ہے، تو خلع و فسخ نکاح پورے ملک میں قائم دیوبندیہ کی شرعی عدالت کے ذریعہ کر سکتی ہے اور دیوبندیہ کی ہذیاں سرائی بے معنی ہے کہ تین طلاق کے بعد رجعت کرنے والا جمہور کے نزدیک حرام کار قرار پاتا ہے، کیونکہ نصوص کی مخالفت کرنے والے دیوبندیہ سرتا سر بحر ضلالت ولعنت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور دیوبندیہ کی یہ ہذیاں سرائی بھی بے معنی ہے کہ اجماع امت کو چھوڑنے کے رجحان سے غیروں اور دشمنوں کو دیگر مسائل میں دخل اندازی کا موقع ملتا ہے، کیونکہ نصوص و اجماع تو دیوبندیہ اور جن عناصر سے دیوبندیہ تولد پذیر ہوئے، بہت پہلے عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی میں صادر ہو چکے تھے، جس کی مخالفت دیوبندیہ نے حضرت عمر کے وقتی تعزیری ایسے حکم سے کی، جس سے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رجوع کر لیا۔

کیا نصوص و اجماع صحابہ کی مخالفت دیوبندیہ سے غیروں اور دشمنوں کو دخل اندازی کا موقع نہیں ملے گا؟ کیا جس عورت کو رجوع کر کے بیوی بنایا جا سکتا ہے، اس سے دیوبندیہ کا منع کرنا معمولی قسم کے قبائح و مفاسد کا حامل ہے؟ اور ایسے معاملات میں دیوبندیہ جو حلالہ مرجبہ پر شوہر و بیوی کو مجبور کرتے ہیں، جس کو صحابہ کرام نے بالاجماع زنا کاری کہا ہے، وہ اس لیے نہیں ہے کہ دیوبندی مولویوں کو حلالہ مروّجہ یعنی زنا کاری و لذت فاسدہ و حرام کاری و ملعون و مردود ہونے کا شرف حاصل ہو، اور حلالہ والی عورت ان مولویانِ دیوبندیہ کی زندگی بھر آشنا بن کر حرام کاری کرتی کراتی رہے؟ زنا کاری و بدکاری و حرام کاری کا دروازہ بند کرنے کی تدبیر شریعت نے بتلائی، مگر دیوبندیہ نے اس حرام کاری و زنا کاری کو اپنی لذت فاسدہ کی خاطر مشروع بنا لیا۔

کرنے کا کام (فرقہ دیوبندیہ کی پندرہویں دلیل)

اپنے مذکورہ بالاعنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''بحث اس لیے لمبی ہوگئی کہ بزعم خود مفکرین و مجتہدین کے مغالطوں کی توضیح ضروری تھی۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۶)

ہم کہتے ہیں کہ علمائے حدیث کو بزعم خویش مفکر و مجتہد ہونے کا دعویٰ نہیں، لیکن مدعیان تقلید دیوبندیہ نے جو امام ابوحنیفہ کی مجموعہ اکاذیب واباطیل قرار دی ہوئی فقہ وتقلید کو فرض قرار دے لیا ہے اور اہل حدیث کے خلاف مسائل عامہ میں مقلد ہونے کے دعویٰ کے باوجود اجتہاد و تحقیق کر کے فتنہ و جدال پیدا کرتے ہیں، جس سے اہل اسلام میں انتشار و افتراق کی آتش فشانی عروج پر ہے، جب کہ دشمنان اسلام یہی چاہتے بھی ہیں اور دیوبندیہ ان دشمنانِ اسلام کا آلۂ کار ہیں، تو اہل حدیث دفاعی طور پر نصوص و اجماع کی وضاحت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، تاکہ حقیقت حال سے لوگ واقف رہیں۔

تین طلاق کو ایک ماننے کے مفاسد:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالاعنوان کے تحت کہا:

''تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے والے فتویٰ اہل حدیث کی آڑ میں ایک طرف قومی ذرائع ابلاغ اور میڈیا اسلامی شریعت پر طعن و تشنیع اور تنقید وتوہین کا بازار گرم کیے ہوئے ہے تو دوسری طرف إلی آخر ما هذت الديوبنديه'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۶ تا ۲۴)

ہم ان مزعومات دیوبندیہ کی تکذیب کر چکے ہیں، لہٰذا زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

والحمد لله الذی تتم به الصالحات

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۱۰/مئی/۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس

کے موقع پر فتنۂ دیوبندیت پھیلانے والی انتیس کتابوں پر مشتمل پیکٹ مفت تقسیم ہونے والے

کی کتاب

تحریک لامذہبیت، غیر مقلدیت، سلفیت

دورِ حاضر میں افتراق بین المسلمین کی سب سے خطرناک عالم گیر مہم

از...... جناب مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری استاذ مدرسہ شاہی مراد آباد

پر ہمارا

تحقیقی و دیوبندیت شکن زوردار تبصرہ

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

یکم مئی ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ کتاب و تمہید

الحمد لله رب العالمين، الرحمن الرحيم مالك يوم الدين، والصلوة والسلام على جميع الأنبياء والمرسلين خصوصاً على من بعث رحمة للعالمين، وخاتم النبيين محمد صلى الله عليه وسلم، و على آله، و أهل بيته، و أصحابه، و أتباعه إلى يوم الدين۔ وبعد:

حضرات......!! فتنہ دیوبندیت اپنے شعلہ بداماں بدعات وخرافات اور اسلام دشمن نشاطات سے پورے عالم کو چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہونے کے ساتھ ہی اب تک اور نہ جانے کب تک خرمن اسلام کو تہ و بالا کرنے پر کمر بستہ ہے، اس کی فتنہ سامانی کا اصل نشانہ مذہب اہل حدیث واہل حدیث ہے، کیونکہ اہل حدیث تمام باطل و اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف ہمہ وقت سینہ سپر رہتے اور ﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ﴾ کے مصداق دیوبندیہ وغیر دیوبندیہ کی ساری کوششوں کو تہ و بالا و بے اثر و کالعدم بنانے کی کامیاب جدوجہد میں حکم الٰہی وحکم نبوی و سنت صحابہ کی پیروی کرتے ہوئے لگے رہتے ہیں۔

دیوبندیہ خصوصی طور پر زمانہ حال کے اپنے سربراہ خود ساختہ امیر الہند مولانا اسعد بانگر مئوی، ٹانڈوی کی قیادت میں لگا تار اپنی تدریسی وتعلیمی وتبلیغی خدمات کے نام پر اہل حدیث کے خلاف زور آزمائی کرتے رہتے ہیں اور آئے دن اہل حدیث کے خلاف بڑے پیمانے پر کانفرنس اور جلسے و موامرہ یعنی سازشوں کے لیے مجلسیں و میٹنگیں کرتے رہے ہیں، ان کو دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کی بات انھیں مقاصد کے تحت سوجھی، بہت ساری مجلسیں محض اس لیے رچائی گئیں کہ اہل حدیث کے بڑھتے سیلاب پر کیسے بند لگایا جائے، غور وفکر کے بعد طے پایا کہ ''تحفظ سنت'' کے نام سے طویل سلسلہ کانفرنس کا ڈھونگ رچایا جائے اور فرعون کی طرح شعبدہ بازوں کا لشکر عظیم حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی تحریک کو زندہ درگور کرنے کا طلسم رچایا جائے اور عالمگیر پیمانے پر اسلام و اہل اسلام کے خلاف چلنے والی زوردار مسلح و غیر مسلح تحریفات کے سبب اہل اسلام میں اتحاد کی طرف تھوڑی سی جو خوبو پائی جانے لگی ہے، اسے دیوبندی سازش سے بے اثر اور تار تار کر دیا جائے، پھر کیا تھا؟

طے پایا کہ تحفظ سنت کانفرنس ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں ۲،۳/مئی/۲۰۰۱ء کو اس طرح کی جائے کہ اہل حدیث کے خلاف شر انگیز وفتنہ خیز کتابوں کے ایک انبار کو پیکٹ میں بند کر کے تمام لوگوں میں مفت تقسیم کیا جائے،

اس کانفرنس میں ہونے والی کارروائیوں اور تقسیم کیے جانے والے پیکٹ اہل حدیث کے لیے بھاری فتنے اور دیوبندی پارٹی کے لیے اہل حدیث کش ہتھیار ثابت ہوں گے، اسی عزم و حوصلہ و منصوبہ کے تحت یہ کانفرنس مقررہ تاریخ پر ہوئی، اس فتنہ خیز و شر انگیز کانفرنس کی خبر مجھے مختلف وجوہ سے کافی دیر میں ہوئی۔

میرے خیال میں آیا کہ جماعت اہل حدیث کے اہل قلم اور اہل دعوت و عزیمت اپنی تحریروں و تقریروں سے اس دیوبندی کانفرنس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیں گے، بعض تحریریں اہل حدیث کی طرف سے آئیں بھی، اس دیوبندی کانفرنس کے دعوت نامہ پر جمعیت اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ مولانا عبد الوہاب نے اپنے تاثرات اور دیوبندی طلسمات کے خطرناک عواقب سے کھلے خط کے نام سے دیوبندی سربراہ خود ساختہ امیر الہند کو اچھی خاصی تحریر بھیجی اور بتلایا اس طرح کی شر انگیز و فتنہ خیز کانفرنس سے متعدد اہل اثر دیوبندی علماء و اکابر بھی بیزار ہیں، مگر دیوبندی پارٹی اس طرح کی باتوں سے نہ کبھی اثر پذیر ہوئی نہ ہو سکتی ہے۔

ہماری جماعت اہل حدیث کے بہت سارے علماء خصوصاً میرے تلامذہ نے اس دیوبندی پیکٹ کا جائزہ لینے کا اصرار اس انداز میں کیا کہ میں نے یہ کام اپنے ذمہ کر لیا اس وقت اس دیوبندی پیکٹ کی شر انگیز کتاب ''تحریک لامذہبیت'' میرے سامنے ہے، جس پر میں اپنا تبصرہ پوری تحقیق کے ساتھ کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ اسے مفید خاص و عام بنائے اور اس پیکٹ سے پیدا ہونے والے فتنوں کو مٹائے۔ آمین

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

یکم/ جون ۲۰۰۲ء

دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر انتیس شرانگیز کتابوں کے پیکٹ کی ایک کتاب "تحریک لامذہبیت" پر ہمارا تبصرہ:

مذکورہ دیوبندی کتاب میں خطبہ وتمہید کے بغیر تقریباً ڈیڑھ صفحہ ۲،۳، اس بات پر سیاہ کیے گئے کہ

امت مسلمہ کی شیرازہ بندی کو اہل حدیث تار تار کر رہے ہیں اور اکثر مسلم ممالک تک کا حال اس قدر خراب ہو چکا ہے کہ وہ سیاسی، اقتصادی، تعلیمی اور ہر معاملہ میں اسلام دشمنی طاقتوں کے دست نگر بن چکے ہیں اور یہ سب کچھ اہل حدیث ہند وغیر ہند کی فتنہ پروری سے ہو رہا ہے اور اس کی حمایت سعودی عرب کے ذریعہ ہو رہی ہے، غیر مقلدین یعنی اہل حدیث سعودی حکومت کی سرپرستی میں حرمین شریفین کے شعبہ وعظ وتذکیر میں بھی دخیل ہیں اور سارا زور بیان چند اختلافی مسائل و دلائل بیان کرنے اور علماء سلف وائمہ عظام پر تبصروں اور تبرے بازیوں پر صرف کر رہے ہیں، ان کی تقریریں سننے والا ہر شخص باآسانی سمجھ سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اہل مذہب سے بغض وعناد ان کے دلوں میں پیوست ہے، جس کا اظہار زبان کی شدت وگندگی سے ہوتا رہتا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ چودہویں صدی ہجری میں تولد پذیر ہونے والے دیوبندیہ اور جن عناصر سے ان کی تولید ہوئی، ان کی سازشوں سے تاریخ اسلام کی ہر صدی میں اہل اسلام کے خلاف اسلام شکن تحریکیں چلتی رہی ہیں اور اس زمانے میں اور بھی زیادہ زوروں سے اسلام دشمن عناصر کے مجموعہ فرقہ دیوبندیہ کی سازشوں سے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ ہوتا جا رہا ہے، ان کی سازشوں کے نتیجہ میں افغانستان جیسا غیرت مند اسلامی ملک تباہ و برباد ہوا اور روس کے پنجے سے آزاد ہونے والی اسلامی ریاستیں بھی معرض خطر میں ہیں، خلیجی ریاستوں کو بھی اس دیوبندی سازشوں نے کھوکھلا کیا اور عراق کے صدر صدام کی در پردہ حوصلہ افزائی سے عرب ممالک حتی کہ کویت وسعودی حکومتیں بہر طور کھوکھلی ہوتی جا رہی ہیں اور ہندوستان و پاکستان و بنگلہ دیش کا حال خراب سے خراب تر ہو رہا ہے۔ اور ارضِ مشرق کی فتنہ سامانیوں سے متعلق دیوبندی پیشین گوئیاں فرقہ دیوبندیہ اور اس کے حلیفوں و معاونوں کے ذریعہ پوری ہو رہی ہیں، جہاں جہاں دیوبندیت اور اس کے حلیفوں کا زور زیادہ ہے، وہ ارض مشرق ہی کے دائرہ میں زیادہ تر آئی ہیں اور یہ فتنہ دیوبندیت روز بروز اپنی فتنہ سامانی میں مزید در مزید ترقی کرتا جا رہا ہے۔

اس دیوبندی فتنہ کا بیج بویا جانا پہلی صدی ہجری میں شروع ہو چکا ہے اور مسلمانوں میں افتراق وانتشار وخانہ جنگی وقتل عام انھیں عناصر کے ذریعہ ہوتا رہا، جن سے دیوبندی فرقہ چودہویں صدی ہجری میں وجود پذیر ہوا، ان کی سازش سے دوسری صدی ہجری کے اواخر میں عالم اسلام پر جہمی، مرجی، معتزلی حکومت کا غلبہ ہو گیا اور تمام اہل اسلام نوع بنوع مصائب میں گرفتار و پریشان ومقتول ومقید ہوئے۔

دیوبندی امام ابوحنیفہ اپنے زمانے میں جہمیت ومرجیت واعتزال کے سربراہ تھے، اس لیے ان سے اور ان

کے مقلدین سے اہل اسلام کا مشتعل و مکدر ہونا فطری بات تھی اور ائمہ اہل سنت و جماعت نے پوری شدت وقوت سے اس فتنہ جہمیت و مرجیت و اعتزال کا مقابلہ کیا اور کرتے آرہے ہیں اور کرتے رہیں گے، کسی وقتی معاملہ میں جہمیہ و مرجیہ، معتزلہ، حنفیہ، اہل رائے دیوبندیہ کا بظاہر کامیاب ہو جانا، محض وقتی فسوں کاری کا نتیجہ ہے، ورنہ اس سحر و فتنہ کی سرکوبی کے لیے اہل حدیث ہمیشہ کمر بستہ رہے ہیں اور رہیں گے۔

شر انگیز مغالطہ:

مندرجہ بالا عنوان کے تحت زیر نظر دیوبندی کتاب میں کہا گیا کہ:

''غیر مقلدین اور لا مذہبی لوگ سادہ لوح عوام کو اپنا ہم نوا بنانے کے لیے ایک طرف کوئی حدیث بیان کرکے اس کے بالمقابل کوئی قول ابی حنیفہ ذکر کرکے دونوں میں موازنہ کرکے کہتے ہیں کہ قول نبوی کے خلاف قول ابی حنیفہ ہے، مگر دیوبندیہ احناف قول نبوی پر قول ابی حنیفہ کو ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ بات صرف اتنی ہے کہ احناف فہم کتاب وسنت میں علم ابی حنیفہ پر اس حسن ظن کے سبب اعتماد کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے نصوص سے سمجھ کے جو رائے اپنائی ہے، وہ کتاب و سنت کے مطابق ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۳۰)

ہم کہتے ہیں کہ نصوص فہمی کے لیے ہزاروں لاکھوں صحابہ و ائمہ تابعین کو چھوڑ کر صرف امام ابوحنیفہ پر اعتماد کر لینا، جب کہ ان کے اہل سنت و جماعت کا مخالف جہمی و مرجی ہونا محقق ہے، فرقہ دیوبندیہ اور ان عناصر کا وہ جرم ہے، جن سے دیوبندیہ کی تولید ہوئی ہے، جو اہل سنت و جماعت کی نظر میں عند اللہ وعند الناس ناقابل معافی ہے، تا آنکہ اس سے تائب نہ ہوں، ہم موصوف کے محقق طور پر جہمی و مرجی ہونے پر اس سے پہلے کی دیوبندی کتابوں کے ردّ میں بحث کر آئے ہیں۔

علامہ شاطبی کا بیان:

زیر نظر دیوبندی کتاب میں علامہ شاطبی کی ایک طویل عربی عبارت نقل کرکے اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے، ہم صرف ترجمہ نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں:

''شریعت کا عالم جب اس کے قول کی پیروی کی جائے اور اس کے فیصلہ کو لوگ تسلیم کرلیں، تو اس کی اتباع صرف اس حیثیت سے ہوتی ہے کہ وہ شریعت کا جاننے والا اور اس کے مقتضی پر فیصلہ کرنے والا ہے، اس کے علاوہ کسی اور جہت سے اس کی اتباع نہیں کی جاتی، وہ عالم دراصل آنحضور ﷺ اور اللہ کی جانب سے دین پہنچانے والا ہے، چنانچہ جو کچھ وہ عالم ہم تک پہنچائے، وہ اس سے قبول کیا جائے گا، خواہ اس یقین کے ساتھ کہ وہ واقعی مبلغ ہے یا اس کے مبلغ ہونے کا غالب گمان ہو، یہ قبول کرنا اس

حیثیت سے نہیں ہے کہ اسے مطلقاً شارع کے درجہ میں رکھ دیا جائے، کیونکہ یہ حق کسی کے لیے بھی حقیقتاً ثابت نہیں، یہ حق صرف شریعت کو حاصل ہے، جو صرف آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی اور معصوم ہونے کی حیثیت سے تشریع کا یہ اختیار صرف آپ ﷺ کو حاصل ہے مخلوقات میں سے کسی کو بھی نہیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۳،۴،بحوالہ اعتصام:۳/۲۵۰)امام ابوحنیفہ خود انتہائی احتیاط کرنے والے تھے، وہ اپنے استنباط کا طریقہ خود ان الفاظ میں بتلاتے ہیں کہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ کو اختیار کرتا ہوں، اگر اس میں نہ پاؤں تو سنت نبویہ کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اگر کتاب وسنت میں مسئلہ نہ ملے تو صحابہ کے اقوال میں جسے چاہتا ہوں لے لیتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں ترک کر دیتا ہوں، صحابہ کے اقوال کے علاوہ کسی قول کو اختیار نہیں کرتا اور جب معاملہ تابعین تک پہنچے تو میں ان کی رائے کا پابند نہیں، جس طرح وہ اجتہاد کرتے ہیں، میں بھی کرتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کا طریقہ استنباط موافق شریعت ہے۔'' (ملخص از نظر دیوبندی کتاب،ص:۴،۵، بحوالہ تاریخ بغداد بحوالہ الفقہ الحنفی،ص:۲۲)

ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ وفات نبوی کے ستر سال بعد پیدا ہوئے اور کسی صحابی کو دیکھ بھی نہیں سکے، چہ جائیکہ ان سے مستفید ہوتے، ان کے اور نبی ﷺ کے درمیان کئی واسطے ہیں اور وہ بقول خود غیر ثقہ وغیر معتبر ہیں، پھر انھوں نے جو احادیث نبویہ فہم کتاب وسنت کے لیے نقل کیں، بشرطیکہ ثابت ہو کہ انھوں نے احادیث نبویہ کی روایت کی، تو جن اسانید سے روایت کیں، ان کا معتبر وصحیح ہونا ضروری ہے، لیکن جب وہ نقل روایت میں بقول خود معتبر نہیں، تو ان کی نقل کردہ روایات کیسے معتبر ہوسکتی ہیں؟ اور خود امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کو مجموعۂ رائے و قیاس قرار دیا ہے، کتاب وسنت سے استنباط کردہ مذہب نہیں قرار دیا اور اپنے اس مجموعہ قیاس و رائے مذہب کو مجموعہ اغلاط واباطیل واکاذیب کہا ہے اور بقول خود فرمایا کہ رائے ہی اصل دین وایمان ہے، اس کی مدلل تفصیل دیوبندی پیکٹ کی بعض کتابوں کے ردّ میں مفصل مندرج ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ائمہ اہل سنت وجماعت نے امام ابوحنیفہ کو عالم، صاحب حدیث وثقہ ماننے سے انکار کر دیا ہے اور محض اپنی رائے وقیاس کی تصویب کی خاطر مناظرہ باز وصاحب خصومات قرار دیا ہے، تو اس دیوبندی کتاب کے مذکورہ دعاوی امام ابوحنیفہ ہی کے بیان کے سو فیصد خلاف ہیں، پھر دیوبندی کتابوں کے اکاذیب ومغالطات وتلبیسات کا اہل علم کی نظر میں کیا وزن ہوسکتا ہے؟

مذاہب اربعہ میں انحصار:

عنوان بالا کے تحت زیر نظر دیوبندی کتاب کے بیانات کا حاصل یہ ہے کہ

صرف مذاہب اربعہ امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی و احمد کی تدوین ہوسکی، دوسرے ائمہ مجتہدین کی نہیں، اس لیے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید پر چوتھی صدی میں اجماع ہوگیا، یہی بات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب **حجۃ اللہ البالغہ** اور **عقد الجید** میں اور ملا جیون نے **تفسیرات احمدیہ**، ص:۲۹۷ میں، علامہ ابن نجیم نے ''**الاشباہ**'' میں، شیخ عبد الغنی نابلسی نے ''**خلاصۃ التحقیق**'' میں، و علامہ مناوی نے بھی کہی ہے۔ (ما حصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، صف:۵ تا ۸)

ہم کہتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کو مجموعہ رائے و قیاس و اغلاط و اباطیل و شرور و فتن و اکاذیب کہا ہے تو ان کے مقابلہ میں مذکورہ حضرات کا کیا وزن ہوسکتا ہے؟ اور مذاہب اربعہ میں سے کسی نہ کسی ایک کی تقلید پر اجماع کا دعویٰ باطل ہے اور یہ دعویٰ اجماع کو چوتھی صدی کا اجماع کہا گیا ہے، پھر چوتھی صدی میں اس مزعومہ دعوی سے پہلے کے اہل اسلام بشمول نبی ﷺ و تابعین و اتباع تابعین اور بعد والے کس مذہب کے مقلد تھے؟ اگر یہ مقلد نہیں تھے تو اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ چوتھی صدی تک اہل اسلام عدم تقلید والے مذہب پر اجماع کیے ہوئے تھے، پھر اسی خیر القرون کے اجماعی موقف کو کیوں نہ اختیار کیا جائے، خصوصاً مذہب حنفی کی تقلید کیوں اختیار کی جائے، جسے امام ابوحنیفہ نے مجموعہ رائے و قیاس و اغلاط و اباطیل و اکاذیب کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ میری یا کسی غیر کی ہرگز تقلید نہ کی جائے، پھر دیوبندیہ منعِ تقلید میں تقلید ابی حنیفہ کیوں نہیں کرتے؟

ایک ہی امام کی اتباع کیوں ضروری ہے؟

اس عنوان کے تحت زیر نظر دیوبندی کتاب کی لغو طرازیوں کا حاصل یہ ہے کہ

''عوام کی بدعنوانیوں کو دیکھتے ہوئے صرف ایک ہی امام کی تقلید کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔'' (ما حصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۸)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ جس امام کی تقلید کی طرف اپنے کو منسوب کرتے ہیں، وہ امام ابوحنیفہ اپنے مذہب کو مجموعہ رائے و قیاس و اغلاط و اکاذیب کہہ گئے ہیں اور اپنی تقلید سے منع بھی کر گئے ہیں، تو دیوبندیہ امام ابوحنیفہ کی تقلید کو اپنے اوپر کیوں فرض کیے ہوئے ہیں؟

دیوبندیہ کے فقیہ النفس قطب عالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ:

زیر نظر دیوبندی کتاب میں مذکورہ بالا اوصاف و القاب والے مولانا رشید احمد گنگوہی کا یہ فتویٰ نقل کیا گیا ہے:

''تقلید شخصی اور غیر شخصی دونوں مامور من اللہ ہیں، لہٰذا جو تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں، وہ بھی گنہگار ہیں کہ مامور من اللہ کو حرام کہتے ہیں اور جو بدون حکم شرعی تقلید غیر شخصی کو حرام کہتا ہے...... الی آخر ما

لغا و طغی۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۵ تا ۱۰)

ہم کہتے ہیں کہ تقلید شخصی و غیر شخصی کے مامور من اللہ ہونے پر امام دیوبندیہ نے کوئی شرعی دلیل پیش نہیں کی اور دلائل شرعیہ میں تقلید پرستی کو بالکل باطل بلکہ شرک کہا گیا ہے۔ دیوبندیہ اپنے کو مذہب ولی اللہی کا پیرو کہتے ہیں اور ولی اللہی خاندان کے سربراہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تقلید کو مفاسد وفتن کی جڑ کہا ہے اور ان کے صاحب زادہ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بھی تقلید کو ممنوع و شرک کہا ہے، اس کی تفصیل ہماری کتاب "ضمیر کا بحران" اور "اللمحات" کی چھٹی جلد میں ہے، امام الدیوبندیہ کا یہ دعویٰ خالص جھوٹ و افتراء ہے کہ شخصی یا غیر شخصی تقلید مامور من اللہ ہے، بلکہ مامور من اللہ تقلید سے مطلقاً ممانعت ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے زیادہ کتابوں کی ورق گردانی سے بچنے کے لیے "نشر الصحیفة في ذكر الصحیح من أقوال أئمة الجرح والتعدیل في أبي حنیفة" کا مطالعہ کریں۔

"إذا صح الحدیث فهو مذهبي" کا صحیح مطلب:

زیر نظر دیوبندی کتاب میں عنوان مذکور کے تحت جو کچھ کہا گیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

" فتنہ پرور غیر مقلدین عوام کو دھوکہ دینے کے لیے یہ ارشاد ابی حنیفہ بڑے زور وشور سے پیش کرتے ہیں: "إذا صح الحدیث فهو مذهبي" یعنی جب صحیح حدیث سامنے آجائے تو وہی میرا مذہب ہے "، مگر مقلدین ابی حنیفہ اپنے امام کی اس بات کو نظر انداز کرکے قیاس و رائے ابی حنیفہ کو حدیث صحیح کے بالمقابل اپنا مذہب بنائے ہوئے ہیں، حالانکہ غیر مقلدین کی بات محض تلبیس اور حقیقت سے قصداً روگردانی ہے، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ جہاں بھی صحیح حدیث نظر آجائے، اس پر عمل کرلیں، یہ کسی کا بھی مذہب نہیں، اس لیے کہ بہت سی احادیث صحیحہ متعارض ہیں، ان میں تطبیق یا ترجیح یا تنسیخ کا پتہ مجتہد ہی لگا سکتا ہے، ذخیرہ حدیث کا ادنیٰ سا مطالعہ کرنے والا بھی اسے جانتا ہے...... إلی آخر ما قال (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۱، ۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ اس طرح کے مباحث میں پڑنے کی حنفیہ دیوبندیہ کو کیا ضرورت ہے، جب امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کو مجموعہ نصوص و احادیث صحیحہ کہنے کے بجائے مجموعہ رائے و قیاس کہا اور یہ کہا کہ رائے ہی اصلی دین و ایمان ہے، نیز یہ کہا کہ میرا مذہب مجموعہ اغلاط و اباطیل و اکاذیب ہے، نیز یہ کہا کہ میری یا کسی کی بھی تم تقلید نہ کرنا، تو دیوبندیہ نے امام ابوحنیفہ کے مجموعہ اغلاط و اباطیل و اکاذیب کہے ہوئے مذہب کی تقلید ان کے منع تقلید کے باوجود کیوں کی؟ دیوبندیہ اس کا مدلل جواب نصوص و اجماع امت و اقوال سلف غیر تقلید پرست ائمہ سے دیں۔ نیز اقوال ثابتہ معتبرہ ابی حنیفہ سے بھی دیں۔

کیا صحیح حدیثیں صحاح ستہ ہی میں ہیں؟

زیر نظر دیوبندی کتاب میں بلاجھجک افتراء پردازی کرتے ہوئے دیوبندیہ نے کہا:

''غیر مقلدین یہ بھی پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ صحیح حدیثیں صرف صحاح ستہ بالخصوص بخاری ومسلم میں ہیں، اگر کوئی شخص اپنے مسلک پر ان کے خلاف کوئی ایسی حدیث پیش کرے، جو صحاح ستہ کے علاوہ کسی معتبر کتاب میں ہو، تو وہ بڑی ڈھٹائی سے اسے قبول کرنے سے انکار کردیتے ہیں، حالانکہ یہ بات واقعہ کے خلاف ہے...... الی آخر ما قال۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۲، ۱۳)

ہم کہتے ہیں کہ یہ دیوبندیہ کی اہل حدیث پر افتراء پردازی ہے، کسی بھی اہل حدیث عالم نے یہ بات نہیں کہی ہے، صحاح ستہ کے علاوہ حدیث کی تمام کتب معتبرہ میں معتبر اسانید سے مروی احادیث اہل حدیث کے یہاں حجت ہیں، جب کہ وہ منسوخ و مرجوح و لائق تطبیق نہ ہوں، ان کا صرف صحیح الاسناد و علت قادحہ سے خالی غیر معارض و غیر منسوخ و غیر مرجوح و غیر لائق تطبیق ہونا کافی ہے۔ اگر دیوبندیہ کو اس کا انکار ہو تو مدلل طور پر واضح کریں۔

ضعیف احادیث کا طعنہ:

اس دیوبندی کتاب میں عنوان مذکور کے تحت کہا گیا:

''غیر مقلدین کا یہ بھی وطیرہ ہے کہ اپنی غلط رائے کو اپنانے کے لیے کسی ضعیف حدیث کو بھی کھینچ تان کر اور محدثین کے یک طرفہ اقوال نقل کر کے اسے صحیح قرار دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے، لیکن بالاتفاق حنفیہ اپنے مذہب پر کوئی ایسی حدیث پیش کریں، جس کی سند میں کوئی ضعیف راوی ہو، تو غیر مقلدین غیظ و غضب میں زمین و آسمان ایک کر دیتے ہیں، واضح رہے کہ آج کل کے غیر مقلدین کا مبلغ علم مشہور غیر مقلد محدث علامہ ناصر البانی کی تحقیقات ہیں، جن کا غیر مقلدین میں تعصب روز روشن کی طرح آشکار ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی متعصب شخص حدیث کی تضعیف و تصحیح میں جانب داری سے نہیں بچ سکتا۔ محققین علماء کی نظر میں علامہ البانی کی متعصبانہ جرح و تضعیف ناقابل قبول ہے، دوسری بات یہ ملحوظ رہے کہ کسی راوی کی بابت جرح مبہم کافی نہیں، بلکہ جرح مفصل ضروری ہے، نیز جس راوی کی جرح و تعدیل میں اقوال مختلف ہوں، اسے محض یک طرفہ طور پر مجروح و ضعیف نہیں کہا جا سکتا اور سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ جو روایت ضعیف قرار دی جا رہی ہے، اس میں ضعف کس زمانہ کے راوی کی وجہ سے آیا ہے؟ اگر ضعیف راوی زمانہ ابی حنیفہ کے بعد کا ہو جیسا کہ اکثر ضعیف روایتوں کا حال ہے تو اس سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ امام صاحب

تک بھی یہ روایت ضعیف طریقوں سے پہنچی ہو، بلکہ عین ممکن ہے کہ ان تک پہنچنے والی تمام روایتوں کے طرق معتبر اور قابل قبول ہوں اور انھیں پر حضرت الامام نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہو، لہٰذا محض کسی روایت کے ضعیف ہونے سے مذہب ابی حنیفہ کا کمزور ہونا ثابت نہیں کیا جا سکتا۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۱۳، ۱۴)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب میں اہل حدیث کے جو اوصاف بیان کیے ہیں، وہ خود دیوبندیہ کے اوصاف ہیں، الحمد للہ اہل حدیث دیوبندی اوصاف رذیلہ سے محفوظ ہیں، جس فرقہ دیوبندیہ کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ جرح مبہم صرف اس صورت میں اثر انداز نہیں ہوتی، جب کہ جرح مبہم والے راوی کی توثیق ثابت ہو، ورنہ جرح مبہم بھی موثر ہوتی ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے مذہب کا دارو مدار ان کے جن تلامذہ پر ہے ان کی توثیق ثابت نہیں اور ان پر جرح مفصل و مفسر ثابت ہے، نیز یہ بھی ثابت ہے کہ ائمہ دیوبندیہ دائرۂ اہل سنت و جماعت سے خارج اور فرق ضالہ میں داخل ہیں، اس سلسلے میں ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' کے ابتدائی صفحات خاص طور پر اور پوری کتاب عام طور پر نیز ''اللمحات'' کی چھ جلدیں دیکھیں، جب امام ابوحنیفہ بذات خود غیر ثقہ ہیں، تو ان تک پہنچنے والی اسانید حدیث اگر معتبر بھی ہوں تو عدم ثقاہت ابی حنیفہ کے سبب وہ ساری روایات غیر معتبر ہوں گی، نیز امام ابوحنیفہ بقول ابن حبان وغیرہ اپنی بیان کردہ اکثر احادیث میں اغلاط و اوہام کے شکار ہوئے ہیں اور یہ بات خود امام ابوحنیفہ نے بھی کہی ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر انھوں نے اپنے مذہب کو اباطیل و اکاذیب کا مجموعہ کہا ہے، پھر جسے امام ابوحنیفہ نے ان اوصاف سے متصف بتلایا ہو، اسے دیوبندیہ کا اپنا دین و ایمان و مذہب و حجت بنا لینا کون سا طریقِ عمل ہے؟

صرف مختلف فیہ مسائل پر ہی بحث کیوں؟

دیوبندیہ نے مذکورہ عنوان کے تحت حسب عادت خوب بدعنوانیاں کیں، جن کا حاصل یہ ہے:

''غیر مقلدوں کی شر انگیزی کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ ناواقف عوام کے سامنے صرف چند رٹے رٹائے اختلافی مسائل کی بحثیں کر کے علمائے احناف کو مخالفِ سنت قرار دینے کا جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں...... إلی أن قال: ہماری شکایت یہ ہے کہ امت مسلمہ کا ننانوے فیصدی طبقہ جو صدیوں سے معتبر ائمہ کے اوپر اعتماد کرتا چلا آ رہا ہے اور ان کی فقہ پر عمل پیرا ہے، اس کو نئے مدعیان اجتہاد کے نام نہاد اجتہادی مسائل کے لیے تختہ مشق بننے پر آخر کیوں مجبور کیا جا رہا ہے؟ ان چند روزہ غیر مقلدین کے وجود سے پہلے امت کا یہ طبقہ ضلالت و گمراہی میں پڑا رہا۔ سعودی حکومت بھی ہوش کی آنکھوں سے

صورت حال سمجھ کر حرمین شریفین میں تحریک لا مذہبیت پر پہلی فرصت میں پابندی لگائے اور ان مقدس مقامات کو گستاخان ائمہ سے جلد از جلد پاک کرے، ورنہ یہ شرانگیز فتنہ امن و امان میں بھی مخل ہو سکتا ہے۔'' (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۴، ۱۵)

ہم کہتے ہیں کہ ہر زمانے کی باطل پرست اکثریت حق پرست اقلیت کو اسی طرح کے دھونس سناتی رہی ہے، مگر وہ خود زیر و زبر، تہس نہس ہو کر رہ گئی، تقلیدی دیوبندیت کے پرستاروں نے بقول خویش تقلید کی دیوی کو چوتھی صدی میں بنا کر اس کی پرستش شروع کی، تقلید کی اس دیوی کے اختراع سے پہلے امت مسلمہ اس مذہب اہل حدیث کے پیرو تھی، جسے پرستاران تقلید غیر مقلدیت و لا مذہبیت کا نام تنابز بالالقاب کے طور پر اپنے پیشرو لوگوں کی تقلید میں رکھے ہوئے ہیں، خیر القرون کے زمانہ میں بہت سارے فرق ضالہ کی تولید ضلالت پرستوں نے کر لی تھی، جس کی مزاحمت اہل سنت و جماعت روز اوّل سے کرتے آئے ہیں اور آج بھی **"شرذمة قليلة"** کے فرعونی نعرہ لگانے والوں کے لیے دردسر اور ان کی ناکوں میں دم کیے ہوئے ہیں۔

اپنی سازشوں کے ذریعہ یہ فرعونی نعرہ باز سعودی حکومت کو کھوکھلا کرنے کی ناپاک کوشش میں لگے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان تقلید پرستوں اور ان کے معاونین کے شرور وفتن سے مسلمانوں کو ملحوظ رکھے۔ فرقہ دیوبندیہ عالمی پیمانہ پر مردم شماری کر کے دیکھ لے کہ کیا واقعی مسلمانوں کی نوے فیصد اکثریت تقلید کی اس دیوی کی پرستار ہے، جو خیر القرون گزر جانے کے بعد معرض وجود میں لائی گئی۔ پھر خیر القرون والے اہل اسلام تقلید کی دیوی کی پرستش سے ناآشنا تھے، وہ جس مسلک اہل حدیث کے پابند تھے، اسی کے پابند ہر زمانہ وصدی حتی کہ دیوبندیہ کے زمانہ عروج میں بھی تقلید و باطل پرستی کیخلاف بہر طور جہاد میں مصروف ہیں، دیوبندیہ اس بات کا جواب شافی مدلل پر ہمیں ضرور دیں کہ چوتھی صدی ہجری میں تقلید کی دیوی کی تولید نصوص کتاب وسنت و اجماع امت کے خلاف کیوں کی گئی؟ جب کہ وہ لوگ بھی تقلید پرستی سے منع کر گئے ہیں، جن کی تقلید کو دیوبندیہ اور ان کے حلیفوں نے دین و ایمان بنا رکھا ہے؟

بے ادبی اور گستاخی:

دیوبندیہ نے اپنی زیر نظر کتاب میں عنوان مذکور کے تحت یہ ہرزہ سرائی کی کہ:

''تحریک لا مذہبیت (یعنی اہل حدیث) سے وابستہ افراد کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنی زبان و اعمال سے بے ادبیوں کے اظہار میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے، مثلاً نماز کے بعد کی سنن مؤکدہ جن کا التزام صحیح حدیث سے ثابت ہے، غیر مقلدوں کے یہاں ان کی کوئی اہمیت نہیں، ان کی مساجد میں

فرض نماز کا سلام پھیرتے ہی چہل قدمی شروع ہو جاتی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ سنت پڑھنے کے اہتمام کے بجائے باقاعدہ نہ پڑھنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔" الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۶)

ہم کہتے ہیں کہ ہمارے اہل حدیث حضرات اس دیوبندی بدعنوانی کا جواب خود ہیں۔و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۵/ جون/ ۲۰۰۲ء

فرقہ دیو بندیہ کی

تحفظ سنت کانفرنس

منعقدہ ۲،۳/مئی/۲۰۰۱ء میں انتیس کتابوں پر مشتمل پیکٹ مفت تقسیم ہونے والے کی ایک کتاب

خواتین اسلام کی بہترین مسجد

تالیف: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی

استاذ حدیث دار العلوم دیو بند

پر

ہمارا تبصرہ

از قلم

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۱۱/مئی/۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للّٰہ و کفی، و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، أما بعد:

فرقہ دیوبندیہ جو چودھویں صدی ہجری میں اپنے تولد پذیر ہونے سے آج تک ہندوستانی مسلمانوں پر اپنی چودھراہٹ قائم رکھنے کے جنون و خبط میں مبتلا ہو کر اسلام دشمن طاقتوں خصوصاً اپنے ولی نعمت انگریزوں اور انگریزوں کے یہاں سے چلے جانے کے بعد والی غیر مسلم حکومتوں کا مرہون منت اور احسان مند بن کر اسلام اور اہل اسلام کو پامال کرنے پر کمر بستہ ہے اور اس مقصد کے تحت خدمت علم و دین کے نام پر متعدد زبانوں میں طویل و عریض یا متوسط وصغیر کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر کے عام مسلمانوں خصوصاً اہل حدیث پر دھونس جمانے میں سرگرم عمل رہا کرتا ہے۔ اسے اس زمانہ پر آشوب میں کہ مسلمانوں کو متحد ہو کر اپنے تحفظ و تشخص کے لیے زور دار تحریک چلانی چاہئے، معلوم نہیں کس مقصد کے پیش نظر ۲،۳/مئی/۲۰۰۱ء سے تحفظ سنت کانفرنس کا طویل و عریض سلسلہ شروع کر کے اہل حدیثوں کے خلاف مسلسل ہذیاں سرائی میں مشغول ہے، تحفظ سنت کانفرنس دراصل "عداوت سنت کانفرنس" ہے کہیں بھیڑیا کو بکریوں کا چرواہا بنا دینے سے بکریوں کا تحفظ ہو سکے گا، جب کہ اسپر اجماع صحابہ ہے کہ اَہل الرأی دشمنان سنت ہیں، انھیں احادیث کے ضبط و روایت کی صلاحیت نہیں ہوتی، وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے رائے و قیاس پر فتویٰ دے کر خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسے گمراہ و گمراہ گر اَہل رائے سے دور رہنا ضروری ہے۔(اس اجمال کی تفصیل ہماری کتاب "اللمحات" میں ہے) فرقہ دیوبندیہ بھی اَہل رائے ہی ہے، اس نے اپنے بھان متی والے پٹارے میں انتیس کتابیں رکھ کر اپنے علماء و عوام و خواص کو اہل حدیث کے خلاف جدال و قتال و سب و شتم کا بزعم خویش بڑا ہتھیار فراہم کیا ہے، ہم اس کی ہر ہر کتاب کا جائزہ لے کر بتلا رہے ہیں کہ دیوبندیہ کا اقدام تحفظ سنت ہے یا سنت کے خلاف منکرین حدیث والی تحریک ہے، جو اپنے برطانوی و امریکی و جملہ یورپی و مسلم دشمنوں سے کافی مال و منال اور سامان عیش و عشرت پا کر یہ کام کرتے ہیں۔

اس وقت ہماری نظر دیوبندی کتاب" خواتین اسلام کی بہترین مسجد" پر ہے، جس کے ٹائٹل پیج پر" بموقع تحفظ سنت کانفرنس باہتمام جمعیۃ العلماء" پھر"ید اللہ علی الجماعۃ" عام کتابوں کی طرح لکھا ہے۔ یہ فرقہ سمجھتا ہے یا لوگوں کو سمجھانا چاہتا ہے کہ اس حدیث میں "الجماعۃ" سے مراد دیوبندی جماعت، جو اپنے کو اہل سنت کہتی پھرتی ہے، حالانکہ دیوبندی

جماعت مرجی، جہمی، معتزلی فرقوں کے مجموعہ سے تیار ہونے والی مسلمانوں کی تہتر پارٹیوں میں سے ایک ہے، جو اہل سنت سے بالکل الگ بلکہ اہل سنت سے شدید پرخاش کرنے ولی ہے، ان دونوں باتوں کے بعد اس فرقہ نے اپنی کتاب کے موضوع کے لحاظ سے "خير مساجد النساء قصر بيوتهن" بحوالہ احمد و ابو داود لکھا ہے، اس دیوبندی پیکٹ میں زیرنظر کتاب کے علاوہ بھی کئی کتابوں کے مصنف مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی استاد حدیث دارالعلوم ہیں۔ ٹائٹل پیج کے اوران ٹائٹل پیج کے بعد ایک صفحہ میں یعنی صفحہ ۳ میں فہرست مضامین ہے، پیش لفظ دارالعلوم دیوبند ہی کے ایک استاد مولانا ریاست علی بجنوری کا ہے، جو دو صفحات پر مشتمل ہے، پھر مصنف کی تمہید از ص:٦ تا ١١، اور پوری کتاب چوہتر صفحات پر مشتمل ہے۔

پیش لفظ کا حاصل کلام یہ ہے کہ

صحافت وتحریر کی آزادی اگر چہ مفید ہے، لیکن اس کا رخ ضرر رسانی کی طرف موڑ دینے سے ضرر ہی ضرر ہوتا ہے، کچھ لوگ ذہنی انتشار پیدا کرنے کے لیے مذہبی موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں۔ ماضی میں ایسے کئی موضوعات کی نشاندہی کی جا سکتی ہے، مثلاً تین طلاقوں کا مسئلہ، عورتوں کی آزادی کا مسئلہ، عورتوں کی سربراہی کا مسئلہ اور ابھی ماضی قریب میں عورتوں کے مسجدوں میں شریک نماز کا مسئلہ، یہ کام مستشرقین اور مستبشرین نے اسلامی معاشرہ کی پاکیزہ اقدار کو پامال کرنے کے لیے زیادہ موثر سمجھا ہے اور حنفی مراد دیوبندی جماعتیں اور سادہ لوح عوام ان سازشوں کا شکار ہوتے ہیں، لیکن شرار ابولہبی کے ٹکراؤ سے چراغ مصطفوی کو تتر بتر کرنے والے طائفہ منصورہ یعنی فرقہ دیوبندیہ کو توفیق ملتی رہتی ہے۔ ماضی قریب میں اس موضوع پر بحث کا سلسلہ جاری ہوا، اصل حقیقت کے اظہار کے لیے دیوبندیہ نے قلم اٹھایا اور اسے منقح کر دیا۔" (ملخص از زیرنظر کتاب، صفحہ:۴، ۵)

حالانکہ عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے کی اجازت عہد نبوی سے لے کر خلفائے راشدین بلکہ آج بھی ہے، عہد نبوی والے اس رواج کے خلاف فرقہ دیوبندیہ اور جن عناصر سے اس کی تولید ہوئی ہے، آواز اٹھائی اور بہت کچھ لکھا۔ اہل حدیث نے اس دیوبندی یعنی ارجائی، جہمی، معتزلی یورش کی صرف مدافعت کی، مگر یہ فرقہ اپنی عادت معروفہ کے مطابق اہل حدیث ہی کو مورد الزام ٹھہراتا ہے۔ ہم اس دیوبندی کتاب دیوبندی کا بھی جائزہ لے رہے ہیں۔ السعي مني والاتمام على الله

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۲۵/ اپریل ۲۰۰۲ء

تمہید:

بعنوان ''تمہید'' فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''انسانی دنیا جب سے وجود میں آئی، کوئی خطہ، قوم، و مذہب نہیں ملتا، جس میں فواحش و بدکاری، زنا وحرام کاری کو مستحسن و اچھا یا مباح و جائز سمجھا گیا ہو، بلکہ ساری دنیا و سارے مذاہب اس کی مذمت پر متفق ہیں کیونکہ یہ جرائم اس درجہ فساد افزاء وہلاکت خیز ہیں، جن سے بسا اوقات خاندان و شہر و قصبہ برباد ہو جاتے ہیں، اس وقت جتنے فتنہ وفساد، قتل وغارت گری کے واقعات سامنے آرہے ہیں، ان کی تحقیق کی جائے تو اکثر واقعات میں شہوانی جذبات، ناجائز جنسی تعلقات کا عمل و دخل ملے گا۔ بہت سی قوموں و مذاہب میں زنا وفواحش کی ممانعت کے باوجود ان کے مقدمات و اسباب و ذرائع کو معیوب وممنوع نہیں سمجھا جاتا، نہ ان پر بندش لگائی جاتی ہے۔ مذہب اسلام ایک کامل ومکمل نظام حیات اور فطری قانون الٰہی ہے۔ اس لیے اس طرح کے جرائم کے اسباب کو بھی حرام وممنوع قرار دے دیا گیا ہے، جو بالعموم ان جرائم تک پہنچانے والے ہیں، مثلاً شراب خوری کو حرام کیا گیا، تو اسے بنانے، بیچنے، خریدنے اور کسی کو دینے کو بھی حرام کر دیا گیا ہے اور سود کو حرام کیا گیا تو اس سے ملتے جلتے ہوئے سارے معاملات کو ناجائز کہا گیا۔ شرک و بت پرستی جرم عظیم ہے، تو اسباب و ذرائع مجسمہ سازی و بت تراشی وصورت گری کو بھی حرام قرار دیا گیا۔ اسلامی شریعت میں زنا کاری کو حرام کیا گیا تو اس کے تمام اسباب و ذرائع ومقدمات پر سخت پابندی لگائی گئی۔ اجنبی عورت پر شہوانی نظر ڈالنے کو آنکھوں کا زنا، عورت کی باتیں سننے کو کانوں کا زنا، چھونے کو ہاتھوں کا زنا، اس کے پاس آنے جانے کو پیروں کا زنا ٹھہرایا گیا۔ صحیح مسلم میں وارد ہے:

" العينان زناهما النظر، والأذنان زناهما الاستماع، واللسان زناه الكلام، واليد زناها البطش، والرجل زناها الخطأ"

''میں یہی باتیں بتلائی گئی ہیں، بُرے ارادہ سے اجنبی عورت کی جانب دیکھنا، اس کی باتوں کا سننا، اس سے باتیں کرنا، اسے دیکھنا، چھونا، پکڑنا یہ سارے کام حقیقتاً زنا نہیں، بلکہ اسباب ومقدمات زنا ہونے کے سبب انھیں حدیث میں زنا کہا گیا، تاکہ امت سمجھ جائے کہ زنا کی طرح زنا کے اسباب و مقدمات بھی حرام وممنوع ہیں۔ اسی وجہ سے عورتوں کے لیے پردہ کے احکام نازل ہوئے، یہ بھی پیش نظر رہے کہ شریعت اسلامی کا مزاج تنگی و دشواری کے بجائے سہولت و آسانی پیدا کرنا ہے۔ ارشاد قرآنی ہے: ﴿ما جعل عليكم في الدين من حرج﴾ دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں، اسی لیے اسباب

و ذرائع میں فطرت سے ہم آہنگ حکمت آمیز فیصلہ کیا گیا کہ جو امور معصیت کا قریبی سبب ہوں، وہ بھی ممنوع و حرام ہیں۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ شریعت نے جن کاموں کو گناہ کا قریبی سبب قرار دے کر حرام کیا ہے، وہ تمام مسلمانوں کے لیے حرام ہیں، جس پر عمل سب کے لیے لازم و مخالفت حرام ہے، اسی لیے شریعت نے چند شرائط کے ساتھ عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت دی تھی اور انھیں مسجدوں میں آنے سے روکنے کو منع کیا تھا، پھر بھی انھیں ترغیب یہی دی گئی تھی کہ وہ گھروں میں نماز پڑھیں، کیونکہ ان کے لیے یہی افضل اور زیادہ باعث ثواب ہے، چنانچہ حافظ ابن عبدالبر نے تمہید (۱۱/ ۱۹۶) میں کہا کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ عورت کی نماز گھر میں مسجد سے بہتر و افضل ہے۔ وفاتِ نبوی کے بعد وہ حالات برقرار نہیں رہے، طبیعتوں میں تغیر و قلوب میں فتور ہو گیا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تدفین نبوی کر کے ہم نے مٹی سے ہاتھ نہیں جھاڑے تھے کہ اپنے قلوب کی بدلتی ہوئی کیفیت محسوس کرنے لگے، علاوہ ازیں جن شرائط کے ساتھ عورتوں کو مسجد آنے کی اجازت تھی، ان کی پابندی میں دن بدن کوتاہی بڑھتی رہی، بنا بریں حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین نے متنبہ فرمایا کہ یہ حالات دورِ نبوی میں ہوتے تو عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا جاتا، اس لیے عام صحابہ نے یہی فیصلہ کیا کہ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیا۔ موضوع زیر بحث میں اس ضروری تمہید کے بعد احادیث و آثار ملاحظہ کریں، جن پر اس مسئلہ کا مدار ہے، اگر یہ احادیث نبویہ و آثار صحابہ پیش نظر رہے تو مسئلہ کی حقیقت تک پہنچنے میں دشواری نہیں ہوگی، بلکہ منقح ہو جائے گی، یہ بھی ملحوظ رہے کہ جمہور فقہاء و محدثین متفق ہیں کہ خواتین پر مسجد میں آ کر نماز پڑھنی واجب نہیں، جن احادیث میں مسجد کے بجائے خواتین کو گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے، یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ دورِ نبوی میں چند شرائط کے ساتھ خواتین کو جمعہ و جماعت میں حاضر ہونے کی اجازت تھی، مگر کیا اس زمانہ شرور و فتن میں بھی یہ بات جائز ہے؟ فقہائے اسلام بیک زبان کہتے ہیں کہ ایسے فساد آمیز حالات میں عورتوں کے لیے مسجد آنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، اب احادیث و آثار کی روشنی میں یہ دیکھنا ہے کہ کس فریق کا نقطہ نظر صحیح ہے اور کس کا نہیں؟ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۶ تا ۱۱)

دیوبندی تمہید پر نظر:

فرقہ دیوبند یہ عام گمراہ فرقوں کی طرح اپنی مقلدانہ باتوں کے اثبات کے لیے پہلے چکنی چپڑی اور بظاہر بہت اچھی باتیں بناتا اور انھیں کے درمیان بڑی عیاری سے اپنے مقصد کو بھی نہایت حکیمانہ انداز میں پیش کرتے رہنے

کی عادت رکھتا ہے، اب ہم اصل کتاب پر بحث سے متعلق یہ ضروری بات عرض کر دینی مناسب سمجھتے ہیں کہ مزاج شریعت کو زیادہ شریعت خود سمجھتی ہے نہ کہ مخالفین شریعت اور دیوبندیہ جیسے بے لگام لوگ، یہ دیوبندیہ کی کذب بیانی ہے کہ صحابہ نے وفات نبوی کے بعد خواتین کے بدلتے ہوئے حالات دیکھ کر انھیں مسجد میں آ کر جمعہ و جماعت سے روک دیا، یہ تمام صحابہ پر دیوبندیہ کی افتراء پردازی ہے، نیز اسی طرح کی بات تمام فقہاء و محدثین کی طرف منسوب کرنا بھی دیوبندیہ کی افتراء پردازی و دروغ گوئی ہے، دورِ حاضر کے فقہاء و محدثین ہوں یا پہلے کے۔

وہ احادیث جن سے بظاہر کسی قید و شرط کے بغیر مسجد میں خواتین کی حاضری کا جواز سمجھ میں آتا ہے:

فرقہ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کچھ احادیث نقل کیں:

۱۔ عن سالم بن عبد الله عن أبيه عن النبي ﷺ قال:إذا استأذنت امرأة أحدكم فلا يمنعها۔"(صحيح بخاري:۲/۷۸۸، وصحيح مسلم:۱/۱۸۳)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی یہ فرمان نبوی ہے کہ جب تم میں سے کسی کی بیوی نماز پڑھنے کے لیے مسجد جانے کی اجازت چاہے، تو اسے منع نہ کرو۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۲)

۲۔ " عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال:لا تمنعوا إماء الله مساجد الله " (صحيح مسلم:۱/۱۸۳،سنن أبي داود :۱/۱۸٤)

یعنی ارشاد نبوی ہے کہ اللہ کی بندیوں کو مسجدوں میں جانے سے مت روکو۔"

۳۔ عن ابن عمر قال:سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا استأذنكم نساؤكم إلى المساجد فاذنوا لهن"

"یعنی ارشاد نبوی ہے کہ جب تم سے تمہاری عورتیں مسجد جانے کی اجازت مانگیں، تو اجازت دے دو۔" (صحيح مسلم:۱/۱۸۳)

٤۔ " عن عمر بن الخطاب قال:قال رسول الله ﷺ: لا تمنعوا إماء الله مساجد الله"

یعنی ارشاد نبوی ہے کہ تم اللہ کی بندیوں کو مسجدوں میں مت روکو۔"

(رواه أبويعلى و رجاله رجال الصحيح ، مجمع الزوائد:۲/۳۳)

تشریح:

عنوان مذکور کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا کہ

"ان احادیث میں عورتوں کو مسجد جانے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ اپنے گھر کے مردوں کی اجازت سے مسجد جانے کی اجازت دی گئی ہے، مرد کو اختیار ہے کہ جیسی مصلحت دیکھے اجازت دے یا نہ دے، اگر

مرد اجازت دینے پر مجبور ہوتا تو طلب اجازت والا ارشاد نبوی عبث و بے فائدہ ہوتا، آگے آنے والی احادیث میں صرف رات کو عورتوں کے لیے مسجد جانے کی اجازت مردوں کی اجازت پر موقوف ہے، شارح صحیح مسلم امام نووی لکھتے ہیں کہ اس طرح کی احادیث کا مطلب ظاہر ہے کہ مسجد جانے سے عورتوں کو روکنا منع ہے، مگر علماء کی ذکر کردہ شرائط کے ساتھ جو احادیث ہی سے ماخوذ ہیں، مثلاً یہ کہ وہ خوشبو اور آرائش و زیبائش کے ساتھ نہ جائیں، نیز آواز پیدا کرنے والے پازیب زیورات کے ساتھ اور فاخرہ ملبوسات کے ساتھ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو اور عورتیں جواں اور جوان جیسی نہ ہوں، جن سے فتنہ ہوتا ہے، نیز یہ کہ راستہ میں مفسدہ اور اس جیسی چیز کا خطرہ نہ ہو اور یہ ممانعت کراہت تنزیہی پر محمول ہے۔الخ۔ (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۲ تا ۲۱ بحوالہ کتب متعددہ)

ہم کہتے ہیں کہ خوشبو جات و آرائش کے ساتھ عورتوں کا مسجد جانا تو احادیث میں ممنوع ہے اور مردوں سے اختلاط مطلقاً منع ہے، خواہ مسجد میں ہو یا مسجد جاتے وقت ہو اور نوعمر جواں سال عورت ہو یا غیر جواں سال، سب کے لیے اجازت عامہ ہے، کسی حدیث نبوی میں تفریق نہیں کی گئی ہے، راستہ میں مفسدہ یا اس جیسی چیز کا کوئی ذکر نہیں اور جب عورتوں کے لیے مطلقاً اجازت بشروط معتبرہ ہے، تو اس اجازت کو مکروہ تنزیہی قرار دینا خود ساختہ بات ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

" من أتى الجمعة من الرجال والنساء فليغتسل " (الحديث)

یعنی جمعہ کی نماز میں شرکت کرنے کے لیے آنے والے مرد اور عورتیں غسل کر کے مسجد آیا کریں۔"

(صحیح أبي عوانه و صحیح ابن خزیمه و صحیح ابن حبان)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے حکم کے مطابق نماز جمعہ عورتیں بھی مردوں کی طرح مسجد میں پڑھنے آتی تھیں، دیوبندیہ کی معتبر کتاب جامع المسانید (۱/۳۶۳) میں امام ابوحنیفہ کا یہ فتویٰ منقول ہے کہ عورتوں پر نماز جمعہ فرض نہیں، پھر بھی عورتیں مردوں کے ساتھ مسجد میں نماز جمعہ پڑھ لیں تو صحیح ہے۔ اسی مسند خوارزمی (۱/۳۷۱ تا ۳۸۲) میں حکم نبوی منقول ہے کہ تمام عورتیں حتی کہ کنواری نوخیز و جواں نوعمر عورتیں عیدگاہ جا کر مردوں کے ساتھ نماز پڑھیں، جو حیض سے ہوں وہ نماز عیدگاہ سے الگ رہیں، مگر خطبہ و وعظ میں شریک رہیں۔ دیوبندیہ بتائیں کہ نماز جمعہ اور عیدین دن کی نماز ہے یا رات کی؟ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ عہد نبوی میں صرف رات کی نماز مسجد میں جا کر عورتوں کے لیے جائز تھی۔ بہرحال اس سے دیوبندیہ کے دعاوی کی تکذیب ہوتی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی ذکر کردہ پانچویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن سالم بن عبد اللّٰه بن عمر عن أبيه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: لا تمنعوا نساء كم المساجد إذا استاذنكم إليها قال: فقال بلال بن عبد اللّٰه: و اللّٰه لنمنعهن فأقبل عليه عبد اللّٰه فسبه سبا ما سمعته سبه مثله قط وقال: أخبرك عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وتقول واللّٰه لنمنعهن۔"

" یعنی ابن عمر نے کہا کہ فرمان نبوی ہے کہ عورتیں مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو تم مت روکو، یہ سن کر ابن عمر کے صاحب زادے بلال نے کہا کہ ہم ضرور روکیں گے، اس پر عبداللہ بن عمر نے اپنے اس صاحب زادے کی طرف متوجہ ہو کر اتنا برا بھلا کہا اور سب وشتم کیا کہ اس سے زیادہ میں نے کبھی بھی ان سے نہیں سنا تھا۔ حضرت ابن عمر نے صاحب زادے سے کہا میں حدیث نبوی بیان کرتا ہوں، جس کے بالمقابل تم اپنی بات پیش کرتے ہو (پھر وہ اپنے اس صاحبزادے سے زندگی بھر نہیں بولے) (عام کتب حدیث)

یہاں حدیث کا آخری فقرہ دیوبندیہ نے نقل نہیں کیا، جسے ہم نے قوسین میں محصور کر دیا۔ دیوبندیہ نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے پر اس لیے اظہار ناراضگی کیا کہ انھوں نے براہ راست حدیث نبوی کی مخالفت کی، ورنہ اگر وہ یہ کہتے کہ حالات بدل گئے ہیں اور بعض عورتیں کسی اور مقصد سے مسجد جانے لگی ہیں، تو حضرت ابن عمر اس قدر خفا نہ ہوتے، بزعم خویش دیوبندیہ نے یہ بات حافظ ابن حجر کی فتح الباري شرح بخاری سے نقل کی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ حکم نبوی کے خلاف خواہ کتنی ہی سخن سازی کی ہو، حدیث نبوی کی مخالفت دیوبندیہ کے لیے کیسے جائز ہوگئی، جب کہ امام ابوحنیفہ بذات خود اپنی والدہ کو تراویح باجماعت مردوں کے ساتھ پڑھنے کے لیے تین میل کا سفر کر کے مسجد زرعہ میں لے جایا کرتے تھے۔(مناقب أبي حنيفه للموفق كردى)

وہ احادیث جن سے صرف تاریکی شب میں عورتوں کے مسجد جانے کا جواز ثابت ہوتا ہے:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

" عن ابن عمر عن النّبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا استأذنكم نساؤكم بالليل إلى المساجد فأذنوا لهن۔" (بخاری: ۱/ ۱۱۹ و ۱۲۳، ۲/ ۷۸۸)

" یعنی حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات میں مسجد جانے کی اجازت تم سے عورتیں مانگیں، تو تم انھیں اجازت دیدو۔"

" عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أذنوا النساء بالليل إلى المساجد فقال: ابن له يقال له واقد إذًا يتخذونه غلا قال: فضرب في صدره و قال: أحدثكم عن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تقول لا۔" (مسلم:۱/۱۸۲)

حضرت ابن عمر نے یہ فرمان نبوی نقل کیا کہ رات میں عورتوں کو مسجد جانے کی اجازت دو، تو ان کے واقد نامی لڑکے نے کہا اسے عورتیں دھوکہ وفریب وفساد زنی کا ذریعہ بنالیں گی۔ اس پر ابن عمر نے اپنے بیٹے واقد کے سینہ پر گھونسا مار کر کہا کہ میں حدیث نبوی بیان کرتا ہوں اور تم اس کے خلاف عمل کرنے کی بات کہتے ہو۔'' حدیث نمبر ۵ میں اسی سے ملتا جلتا واقعہ حضرت عبداللہ بن عمر کے دوسرے صاحب زادے بلال کا گزر چکا ہے، اس جگہ بھی واقد کے قول اور ابن عمر کے ردّعمل کی وہی توجیہ ہے، جو واقعہ بلال میں بیان کی گئی ہے۔ تشریح بخاری ومسلم کی دونوں روایتوں میں عورتوں کے لیے یہ اجازت رات کے ساتھ مفید ہے، بخاری کی حدیث نمبر ۶ کے تحت مولانا احمد علی محدث سہارن پوری لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں رات کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ دن کا حکم رات کے برخلاف ہے۔ یعنی دن کو یہ اجازت نہیں ہوگی اور جس حدیث میں عورتوں کو مسجد جانے سے روکنے کو مطلقاً منع کیا گیا ہے، اس میں رات کی قید ملحوظ رکھنی ہوگی۔ الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۲۴ تا ۲۶)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بلال و واقد نامی بیٹے کا ایک ہی ہونا مستبعد نہیں اور بعض روایات میں رات والی قید اتفاقی ہے اور حضرت ابن عمر و ام سلمہ ام المومنین کی روایت میں مطلقاً عورتوں کو مسجد جانے کی اجازت کا ذکر ہے، ان میں کوئی قید نہیں اور صحیح مسلم (۱/۱۸۲) میں مردوں کی صف اول کو بہتر اور عورتوں کی صف آخر کو بہتر کہا گیا ہے، یہ بھی مطلقاً اجازت کی دلیل ہے دن ہو یا رات، نیز صحیح مسلم کے اسی صفحہ میں نبوی موجودگی میں ایک صحابی کا یہ قول منقول ہے کہ "یا معشر النساء لا ترفعن رؤسكن حتى يرفع الرجال" اس میں بھی رات کی قید کے بغیر مطلق طور پر عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنے کے ثبوت پر دلیل ہے کہ اے عورتوں تم مردوں سے پہلے اپنے سرسجدوں سے نہ اٹھاؤ اور "التسبيح للرجال و التصفيق للنساء" والی متواتر المعنی حدیث نبوی بھی حکم مطلق ہی ہے، یعنی امام کی غلطی پر مرد سبحان اللہ کہہ کر متنبہ کریں اور عوتیں تالی بجا کر اس طرح کہ بائیں ہتھیلی کی پشت پر داہنی ہتھیلی تھپتھپائیں، نیز حضرت ام سلمہ کی یہ حدیث کہ آپ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد تھوڑی دیر اپنی جگہ بیٹھے رہتے تھے اور صحابہ بھی تاکہ عورتیں مردوں کے پہلے مسجد سے نکل کر اپنے گھر چلی جائیں۔ (صحیح بخاری:۱/۱۱۷، و۱/۱۱۹، ۱۲۰) یہ بھی مطلق ہی ہے، نیز آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ میں نماز کو طویل پڑھانے کا ارادہ رکھتا ہوں، مگر بچوں کے رونے اور ان کی ماؤں کی بے تابی کے سبب مختصر کردیتا ہوں، یہ حدیث بھی متواتر المعنی ہے اور مطلقاً دن ہو یا رات تمام نمازوں میں عورتوں کے لیے عام و مطلق حکم ہونے پر دال ہے، اگر فرقہ دیوبندیہ ان حقائق سے ناواقف ہو یا جان بوجھ کر ناواقفیت کا مظاہرہ کرتا ہو، تو ان کا کوئی کیا کرے

گا، صحابہ کرام تو اس معنی کی احادیث نبویہ سے انحراف کرنے والوں کو سزا دیتے تھے، مگر دیوبندیہ کے جی میں جو آتا ہے کرتے ہیں۔ انھیں احادیث نبویہ کے ساتھ کھلواڑ کی سزا بروز قیامت اللہ ہی دے گا۔

حدیث عائشہ:

اس معاملہ میں دیوبندیہ نے یہ قول عائشہ اپنی تائید میں نقل کر رکھا ہے کہ اس زمانے میں عورتوں میں جو خرابیاں آگئی ہیں، اگر عہد نبوی میں ہوتیں تو انھیں آپ ﷺ مسجد آنے سے منع کر دیتے، جیسا کہ خواتین بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا اور انھیں کے سبب عورتوں کو حیض آنے لگا۔ (صحیحین و عام کتب حدیث) حالانکہ اسی قول عائشہ میں دیوبندیہ کی تکذیب موجود ہے کہ بنی اسرائیل کے زمانہ سے عورتوں کو حیض آنے لگا، جب کہ متواتر المعنی حدیث نبوی میں صراحت ہے کہ حضرت آدم وحوا ہی کے زمانہ سے عورتوں کو حیض آتا ہے، جب حضرت عائشہ کا یہ بیان غلط ہے، تو ان کی سمجھ میں آئی ہوئی یہ بات کہ موجودہ دور کو آپ دیکھتے تو عورتوں کو مسجد آنے سے منع کر دیتے، بھی غلط ہی ہے، کیونکہ نص نبوی کے خلاف کسی کی سمجھی ہوئی کوئی بھی بات غلط ہو گی، حضرت عائشہ نے اس نص نبوی کے خلاف تحریک چلائی کہ میری بیماری کی حالت میں حضرت ابوبکر صدیق ہی امامت کریں، اس تحریک عائشہ میں شریک دوسری امہات المومنین کی باتوں کو نہایت تلخی سے آپ ﷺ نے رد کر دیا، صحیحین اور دوسری کتب حدیث میں یہ حدیث بھی موجود ہے، پھر قول عائشہ کو دیوبندیہ کا دلیل بنانا جب کہ حضرت عائشہ خود بھی مسجد نبوی وعید گاہ میں مردوں کے ساتھ نماز پڑھا کرتی تھیں، نہایت غلط روی ہے، اس سلسلے میں ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' کی طرف اصحاب تحقیق رجوع کریں۔

احادیث نبویہ کے خلاف دیوبندیہ وغیر دیوبندیہ کی حاشیہ آرائی کو فرقہ دیوبندیہ کا نقل کر دینا اور حقائق سے عمداً وقصداً آنکھیں بند کر لینا ایک مجرمانہ حرکت ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی آٹھویں مستدل حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن ابن عمر قال: كانت امرأة لعمر تشهد صلاة الصبح و العشاء في الجماعة في المسجد فقيل لها لما تخرجين و قد تعلمين أن عمر يكره ذلك و يغار، قالت فما يمنعه أن ينهاني قال: يمنعه قول رسول الله ﷺ "

یعنی حضرت ابن عمر نے کہا کہ حضرت عمر فاروق کی ایک بیوی عاتکہ بنت زید بن نفیل مسجد میں عشاء و فجر کی نمازیں مردوں کے ساتھ باجماعت پڑھا کرتی تھیں، ان سے کہا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتی ہیں جب کہ جانتی ہیں کہ آپ کے شوہر حضرت عمر فاروق اسے ناپسند کرتے اور اس سے غیرت کھاتے ہیں؟

موصوفہ حضرت عاتکہ نے کہا کہ جب ایسی بات ہے تو وہ مجھے اس سے منع کیوں نہیں کر دیتے، حضرت ابن عمر نے کہا کہ ایسا کرنے سے حضرت عمر فاروق کو فرمان نبوی مانع ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۲۶، ۲۷، بحوالہ صحیح بخاری:۱/۱۲۳)

تشریح:

اسے نقل کر کے دیوبندیہ نے بعنوان تشریح تین صفحات سیاہ کیے، اس میں کہا کہ:

''اس حدیث سے بھی صرف رات ہی میں عورتوں کو مسجد جانے کی اجازت معلوم ہوتی ہے، ورنہ وہ ظہر وعصر میں بھی حاضر مسجد ہوتیں۔'' الخ

ہم کہتے ہیں کہ صرف رات کی نمازیں مسجد میں عاتکہ کے پڑھنے کے ذکر سے یہ کہاں لازم آیا کہ وہ دن کی نمازیں مسجد میں نہیں پڑھتی تھیں، نماز جمعہ وعیدین میں ان کا حاضر نماز ہونا قطعی سی بات ہے، کیا یہ دن والی نمازیں نہیں تھیں؟ یہاں معلوم نہیں نماز مغرب کا نام دیوبندیہ نے کیوں نہیں ذکر کیا، بعض روایات سے بلکہ نصوص قرآنی سے مغرب و فجر کی نمازوں کا دن کی نماز ہونا ثابت ہے، آخر دن طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے، اسی وقت سے روزہ شروع ہو جاتا ہے اور نماز فجر بھی اور روزہ صرف دن میں ہوتا ہے اس سے مزعومات دیوبندیہ کی واضح طور پر تکذیب ہوتی ہے اور مغرب کی نماز کو بعض معتبر احادیث میں ''وتر النھار'' کہا گیا ہے، اس سے بھی مزاعم دیوبندیہ کی تکذیب ہوتی ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ صرف رات ہی میں عاتکہ کا مسجد میں نماز پڑھنے کا دعویٰ قطعاً غیر صحیح ہے۔

فرقہ دیوبندیہ نے مزید کہا:

''زوجہ عمر کا خیال تھا کہ ابھی حالات اس درجہ نہیں بگڑے ہیں کہ مسجد جانے میں اندیشہ فتنہ ہے، لیکن بعد میں انھیں احساس ہوا کہ اب مسجد میں نماز پڑھنے کا زمانہ نہیں رہا تو انھوں نے مسجد جانا ترک کر دیا۔ حافظ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۵ھ نے جو تفصیلات التمہید شرح موطا میں درج کی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ زوجہ عمر فاروق پہلے حضرت ابوبکر صدیق کے صاحب زادے عبداللہ کی زوجیت میں تھیں، ان کی شہادت کے بعد انھوں نے تین شرطوں کے ساتھ عمر فاروق سے شادی کی (۱) مجھے زدوکوب نہیں کریں گے (۲) حق بات سے منع نہیں کریں گے۔ (۳) مسجد نبوی میں نماز عشاء سے منع نہیں کریں گے۔

تمہید سے اتنی بات نقل کر کے فرقہ دیوبندیہ نے اپنی طرف سے خودساختہ اضافہ یہ کیا کہ اپنی شرط کے مطابق موصوفہ عشاء و فجر کی نمازیں مسجد میں پڑھتی رہیں...... الخ، حالانکہ فرقہ دیوبندیہ کہہ آیا ہے کہ موصوفہ نے

صرف ایک نماز عشاء مسجد نبوی میں پڑھنے کی شرط لگائی تھی، پھر ان کی طرف اس نے کیسے منسوب کر دیا کہ وہ عشاء و فجر کی نمازیں مسجد میں پڑھتی تھیں، اگر فرقہ دیوبندیہ کہے کہ بعض روایات صحیحہ میں ایسا ہی مذکور ہے، تو ان سے عرض ہے کہ وہ احادیث صحیحہ کے بجائے خود ساختہ قیاس و آراء کو اپنا دین و مذہب بنائے ہوئے ہیں، اسے احادیث صحیحہ سے کیا واسطہ؟ ہاں اپنے مطلب کی کوئی روایت ہو تو وہ ''تحفظ سنت'' کا دعویدار بن بیٹھتا ہے، جب موصوفہ نے ایک نماز عشاء کی شرط لگانے کے باوجود فجر کی نماز بھی باعتراف دیوبندیہ مسجد میں پڑھنے جاتی تھیں، تو مطلق فرمان نبوی کے پیش نظر ظہر و عصر و مغرب کی نمازیں بھی مسجد میں پڑھتی رہی ہوں گی، عدم ذکر سے عدم وجود بہرحال لازم نہیں آتا اور فرقہ دیوبندیہ نے یہ کیسی عجیب بات کہی کہ حضرت عاتکہ نے شرط لگائی تھی کہ وہ انھیں زدوکوب نہیں کریں اور حق بات سے منع نہیں کریں، کیا حضرت عمر کی یہ عادت مشہور تھی کہ وہ بیویوں کو زدوکوب کرتے اور حق باتوں سے منع کرتے ہیں، یہ تو دیوبندیہ نے حضرت عمر فاروق پر افتراء پردازی کی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ نے اسی بیان میں کہا کہ امام زہری سے مرسلاً مروی ہے کہ:

"إن عاتكة بنت زيد بن عمر و بن نوفل كانت تحت عمر بن الخطاب و كانت تصلي الصلوٰة في المسجد، و كان عمر يقول لها إنك تعلمين ما أحب هذا فقالت لا أنتهي حتى تنهاني قال: إني لا أنهاك قالت لقد طعن عمر يوم طعن و إنها لفي مسجد۔"

''یعنی عاتکہ زوجہ عمر فاروق نماز باجماعت کے لیے مسجد جایا کرتی تھیں اور عمر فاروق ان سے کہتے بخدا تمھیں خوب معلوم ہے کہ مجھے تمہارا یہ جانا پسند نہیں، وہ کہتیں جب تک آپ مجھے صراحتاً مسجد میں نماز پڑھنے سے منع نہیں کریں گے، میں جاتی رہوں گی، حضرت عمر نے کہا کہ منع نہیں کروں گا، حضرت عاتکہ کا کہنا ہے کہ جس دن حضرت عمر کو خنجر سے زخمی کیا گیا، میں مسجد میں تھی۔'' (مصنف عبد الرزاق: ۳/۱٤۸)

دیوبندیہ کی اس مستدل روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عاتکہ رات کی قید کے بغیر عام دن والی نمازیں بھی مسجد میں پڑھتیں۔ دیوبندیہ کی یہ مستدل روایت دیوبندیہ کی تکذیب کرتی ہے اور دیوبندیہ نے دروغ بیانی و تلبیس کاری کرتے ہوئے اپنی مستدل حدیث میں بین القوسین عبارت لکھ کر یہود کا طریقہ اختیار کیا، جب حضرت عمر اپنی زوجہ عاتکہ سے یہ شرط کر چکے تھے کہ انھیں مسجد میں نماز عشاء پڑھنے کی اجازت ہے تو اسے پڑھنے پر حضرت عمر کو اعتراض کیوں ہوا؟ جب صرف عشاء کی نماز کے لیے طرفین سے شرط تھی تو موصوفہ سبھی نمازیں کیوں مسجد میں پڑھتی تھیں، حقیقت یہ ہے کہ کسی خاص نماز کے لیے شرط نہیں کی گئی تھی، ورنہ وہ تمام نمازیں خصوصاً زیادہ اہتمام سے عشاء مسجد میں نہ پڑھتیں۔ مرسل زہری قابل حجت نہیں ہوتی، فن رجال کے ماہرین کی یہی تصریح ہے

اور یہ مرسل زہری دیوبندیہ کے خلاف حجۃ اللّٰہ البالغۃ ہے۔

حضرت عاتکہ حضرت زبیر بن عوام کی زوجیت میں:

فرقہ دیوبندیہ کہتا ہے کہ حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

''شہادت فاروقی کے بعد حضرت عاتکہ نے مذکورہ تینوں شرطوں پر حضرت زبیر بن عوام سے شادی کرلی اور حسب معمول مسجد جا کر نماز باجماعت پڑھنے لگیں، حضرت زبیر پر یہ بات شاق گزری، حضرت عاتکہ نے کہا کہ شرط کی خلاف ورزی کرکے مجھے مسجد جانے سے روکنا چاہتے ہیں۔ حضرت زبیر اسے برداشت کرتے رہے، البتہ ایک تدبیر کے ذریعہ عاتکہ کو احساس دلایا، ایک شب حضرت عاتکہ نماز کے لیے مسجد کی طرف نکلیں۔ حضرت زبیر پہلے سے ایک جگہ راستہ میں چھپے تھے، عاتکہ وہاں سے گزریں تو حضرت زبیر کمر کے نیچے ہاتھ مار کر کھسک گئے ۔ عاتکہ کو وحشت ہوئی، اگلی شب اذان سن کر بھی نماز کی تیاری کرکے مسجد نہیں گئیں۔ حضرت زبیر نے اس کا سبب پوچھا، حضرت عاتکہ نے کہا لوگوں میں بگاڑ آ گیا، مسجد جا کر نماز پڑھنے کا زمانہ نہیں رہا، پھر انھوں نے مسجد جا کر نماز پڑھنے کا ارادہ ترک کردیا۔ دیکھیے: التمهيد (۲۳/۴۰۴ تا ۴۰۷) استیعاب و اصابه)

فرمان نبوی پر عمل سے روکنے کے لیے یہ حیلہ ان عناصر نے گھڑ لیا جن سے فرقہ دیوبندیہ تولد پذیر ہوا، ورنہ حضرت زبیر جیسے صحابی سے اس طرح کی حیلہ سازی مستبعد ہے، فرقہ دیوبندیہ اس کی سند پیش کرکے اس کا معتبر ہونا واضح کرے۔

حدیث عائشہ:

اپنی ان تلبیسات کے بعد دیوبندیہ نے حدیث عائشہ والی راگنی پھر گائی کہ

''عائشہ صدیقہ نے اسی تغیر حالات کو دیکھ کر فرمایا کہ آپ ﷺ نے اگر عورتوں کی ان بے اعتدالیوں کو دیکھا ہوتا جو بعد میں آئیں، تو انھیں مسجد آنے سے روک دیتے۔'' الخ۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۳۰، ۳۱)

ہم اس دیوبندی تلبیس کاری کی حقیقت گزشتہ صفحات میں واضح کر آئے ہیں، حضرت زبیر سے تو دیوبندیہ کی سازش والی بات کا صدور مشکل ہے، جس پر معتبر دلیل چاہیے، مگر عہد نبوی میں تو نماز کے لیے مسجد جانے والی ایک عورت کے ساتھ زنا بالجبر کا واقعہ پیش آ گیا، جو مشہور و معروف معتبر بات ہے۔ پھر بھی آپ ﷺ نے نہیں کہا کہ فساد کا زمانہ ہے، اس لیے عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے پر پابندی لگائی جاتی ہے، مگر فرقہ دیوبندیہ ردنصوص کے لیے ہی تولد پذیر ہوا ہے وہ اپنا کام کیوں نہ جاری رکھے؟!

ان تلبیسات کے بعد دیوبندیہ نے پھر ایک بھاری بھرکم عنوان قائم کیا یعنی:

وہ احادیث جن میں مسجد کی حاضری کے وقت پردہ کی پابندی، زیب و زینت وخوشبو کے استعمال اور مردوں سے اختلاط سے اجتناب کا حکم ہے:

عنوان مذکورہ کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''ضروری وضاحت: اس موقع پر یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ خواتین اسلام کے لیے اصل حکم یہی ہے کہ بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں، سورۂ احزاب کی آیت نمبر: ۳۰، میں ازواج مطہرات کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد الٰہی ہے کہ ﴿وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی﴾ (الآیة) تم اپنے گھر میں قرار گیر رہو اور قدیم جاہلی رواج کے مطابق بے پردگی کا مظاہرہ نہ کرتی پھرو۔ حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ یہ ازواج مطہرات کے آداب ہیں اور خواتین امت بھی ان کی اس معاملہ میں تابع ہیں کہ وہ اپنے گھروں سے چپکی رہیں اور بلا ضرورت وحوائج شرعیہ مثلاً نماز بشروطھا کے بغیر باہر نہ نکلیں۔ فرمان نبوی ہے کہ اللہ کی بندیوں کو مسجدوں سے نہ روکو، وہ نکلیں تو نہایت خراب حالت میں ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں، حافظ بزار نے اپنی سند سے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا کہ عورتیں خدمت نبویہ میں آئیں اور بولیں یا رسول اللہ، مردوں فضائل حاصل کر لیتے ہیں۔ بزار کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خاتون سراپا پردہ ہے، وہ جب بھی باہر نکلتی ہے تو اس کے لیے شیطان تاک جھانک کرنے لگتا ہے۔ سب سے زیادہ وہ عورت عافیت میں رہتی ہے، جو گھر میں رہتی ہے، امام ترمذی نے بھی اسی معنی کی حدیث دوسری سند سے نقل کی ہے۔ فرمان شریعت کے مطابق عورت کے لیے اصل حکم قرار فی البیوت ہی ہے، لیکن اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس اصل حکم کے ساتھ رخصت و رعایت بھی دی گئی ہے کہ وقت ضرورت کی رعایت کرتے ہوئے باہر نکل سکتی ہیں، چنانچہ نصوص میں اسی طرح کی اجازت ہے۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۳۱ تا ۳۵)

ہم کہتے ہیں کہ نماز کے لیے مسجد جانے سے کہیں زیادہ فتنہ وفساد کا خطرہ گھر میں عورتوں کا بیٹھ رہنا ہے، گھر کے عام مرد نماز میں ہوں گے اور تنہائی پا کر عورتیں معلوم نہیں کیا گل کھلائیں یہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔

پہلی شرط: پردہ

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

" عن عروة بن الزبير أن عائشة أخبرته قالت: كن نساء المؤمنات يشهدن مع

رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوٰة الفجر متلففات بمروطهن، ثم ينقلبن إلى بيوتهن حتى يقضين الصلوٰة لا يعرفهن أحد من الغلس"

یعنی عروہ بن زبیرؒ نے بیان کیا حضرت عائشہ نے انھیں خبر دی کہ مومنہ عورتیں معیت نبوی میں نماز فجر پڑھنے مسجد میں حاضر ہوتی، وہ اپنی رنگین چادروں سے لپٹی ہوتیں، پھر نماز کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں، صبح کی تاریکی کے باعث انھیں کوئی پہچان نہ پاتا۔'

(صحيح بخاری:۱/۸۲، وصفحہ:۸۲، وصحیح مسلم:۱/۲۳۰)

یہ حدیث ابو ہریرہ سے مروی ہے اور پہلی والی حدیث کے ہم معنی ہے۔ پھر فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" یہ دونوں حدیثیں فرمان الٰہی ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ کی عملی تعبیر ہیں، جن سے صاف ظاہر ہے کہ ضرورت شرعی کے تحت عورتوں کے لیے باہر نکلنا اور مسجد میں نماز کے لیے آنا اسی وقت جائز ہے کہ برقعہ یا لمبی چادر میں پورے جسم کو ڈھکے ہوئے ہوں۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۳۵،۳۶)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کیا یہ سمجھتا ہے کہ مسلک اہل حدیث ان نصوص کے خلاف عورتوں کو باہر نکلنے کی اجازت دیتا ہے؟ صحیح بخاری میں متعدد جگہ منقول ہے کہ حضرت زبیر بن عوام کی بیوی اپنے سر پر کھاد وغیرہ لاد کر تقریباً دو میل اپنے کھیت و باغات میں لے جاتی تھیں اور واپسی پر کھجوروں کی گٹھلیاں لاد کر اونٹ و گھوڑے کے کھانے کے لیے بھگو دیتی تھیں اور گھوڑے کے لیے سائیس کا کام کرتی تھیں۔ کیا فرقہ دیوبندیہ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ حضرت زبیر نے انھیں اس کام سے روکنے کے لیے دیوبندیوں والی حیلہ گری کی تھی، وہ حضرت زبیر ہی کے حکم سے ایسا کرتی تھیں۔ تبرج جاہلیت ایک دوسری مذموم چیز ہے، مگر شرافت کے ساتھ کسی ضرورت کے لیے گھر سے عورتوں کا نکل کر کام کرنا دوسری بات ہے۔ فرقہ دیوبندیہ کی دونوں مستدل حدیث سے عورتوں کا مسجد نبوی میں جا کر نماز پڑھنا ثابت ہے، مگر دیوبندیہ جس طرح کی متواتر المعنی احادیث کی مخالفت میں اپنا سارا زور لگاتا ہے۔ وہ درست نہیں۔

دوسری شرط: خوشبو کے استعمال سے اجتناب

فرقہ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

" عن زينب امرأة عبد الله قالت قال: لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا شهدت إحداكن المسجد فلا تمس طيباً" (صحیح مسلم:۱/۱۸۳)

"یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود کی بیوی زینب نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی عورت نماز پڑھنے مسجد آئے، تو خوشبو نہ استعمال کرے۔"

اس معنی کی احادیث فرقہ دیوبندیہ نے از نمبر۱۲ تا نمبر انیس نقل کیں، جو عورتوں کے لیے مسجد میں جا کر مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی دلیل ہیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۳٦ تا ۴۰) دیوبندیہ کی نقل کردہ یہ ساری احادیث دیوبندیہ پر ردّ بلیغ ہیں۔

تیسری شرط: ترکِ زینت

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالاعنوان کے تحت کہا:

۲۰۔ عن عائشة قالت بينما رسول الله صلى اللهعليه وسلم جالس في المسجد إذا دخلت امرأة من مزينة ترفل في زينة لها في المسجد فقال صلى الله عليه وسلم: يا أيها الناس انهوا نساء كم عن لبس الزينة والتبختر في المسجد فإن بني إسرائيل لم يلعنوا حتى لبس نساؤهم الزينة و تبخترن في المساجد ـ" (رواه ابن ماجة: باب فتنة النساء، والحافظ ابن عبد البرفي التمهيد(۲۳/٤٠٧) و هو حديث ضعيف و لكن حديث عائشة، لو أدرك ما أحدث النساء' وحديث أبي هريرة و لكن ليخرجن و هن تفلات، يوأيدان معناه)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا کہ آپ ﷺ مسجد میں بیٹھے تھے کہ قبیلہ مزینہ کی ایک عورت اپنی زینت کے ساتھ مسجد میں ناز و انداز کے ساتھ داخل ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا لوگو اسے مسجد میں ایسا کرنے سے روکو، کیونکہ بنو اسرائیل پر اس طرح کی خواتین کی حرکتوں کے سبب لعنت ہوئی۔ یہ حدیث سنن ابن ماجه و تمهيد لابن عبد البر میں ضعیف سند سے مروی ہے، لیکن حدیث عائشہ و ابوہریرہ اس کی تائید کرتی ہیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۴۰،۴۱)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کو اس حدیث کے ضعیف ہونے اور تکلفات باردہ سے اس کی موئید روایات کو ڈھونڈنے میں اتنی محنت کی کیا ضرورت تھی؟ جب کہ اپنی اور غیروں کی خودساختہ روایات ہی کو اس نے اپنا دین و مذہب بنا رکھا ہے، بہر حال اس حدیث سے بھی مسجد میں عورتوں کی اجازت ثابت ہوتی ہے، مگر اس طرح کی زیب و زینت کی نمائش کے ساتھ نہیں۔ فرقہ دیوبندیہ اپنے خود ساختہ موقف کے خلاف احادیث جمع کرتا جا رہا ہے۔ جو اس پر حجة الله البالغه ہیں۔

چوتھی شرط: مردوں سے عدم اختلاط

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مندرجہ بالاعنوان کے تحت کہا:

" عن حمزة بن أبي أسيد الأنصاري عن أبيه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه

وسلم وهو خارج من المسجد فاختلط الرجال مع النساء في الطريق فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: للنساء استأخرن فإنّه ليس لكن أن تحققن الطريق عليكن بحافات الطريق فكأنت المرأة تلصق بالجدار حتى أن ثوبها ليتعلق بالجدار من لصوقها به۔" (ابو داود:٧١٤/٢)

یعنی حضرت ابو اسید انصاری سے مروی ہے کہ انھوں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا کہ آپ ﷺ مسجد سے نکل کر باہر جا رہے تھے اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آنے والے مردوں و عورتوں کا اختلاط ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا عورتو، تم پیچھے چلی جاؤ، تمہارے لیے مناسب نہیں کہ تم راستے میں مردوں سے مزاحمت کرو، تمھیں راستے کے کنارے سے چلنا چاہئے، یہ فرمان نبوی سن کر عورتیں راستے کے کنارے والے مکانوں کی دیوار سے اس قدر سمٹ کر چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے۔

اس کے بعد اسی کی ہم معنی ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵ احادیث فرقہ دیوبندیہ نے نقل کیں، جن میں سے بعض پہلے بھی گزری ہیں اور یہ سب کی سب فرقہ دیوبندیہ پر حجت ہیں، کیونکہ سب دلالت کرتی ہیں کہ عورتیں مسجدوں میں جا کر نماز پڑھتی تھیں۔

فرقہ دیوبندیہ کی مستدل چھبیسویں حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" حدثنا عبد الوارث ثنا أيوب عن نافع عن ابن عمر قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو تركنا هذا الباب للنساء قال:نافع فلم يدخل منه ابن عمر حتى مات، قال أبو داود: ورواه إسماعيل بن إبراهيم عن أيوب عن نافع قال: قال عمر، وهذا أصح۔ (أبو داود: ٦٤/١، ٦٦) و في بعض النسخ، قال أبوداود: و حديث ابن عمر و هم من عبد الوارث، أي رفعه و هم منه، و قال المحدث خليل أحمد السهارنبوري: و لم أجد دليلاً ما ادعاه المصنف من الوهم فإن الراويين كليهما ثقتان۔" (بذل المجهود: ٣٢٠/١، الخ)

یعنی حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کے اس دروازہ کی جانب جسے اب باب النساء کہا جاتا ہے، اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کاش اس دروازہ کو لوگ عورتوں کے نکلنے کے لیے خاص کر دیتے، ابن عمر اس دروازہ سے زندگی بھر داخل نہیں ہوئے۔"

حضرت ابو مالک اشعری صحابی نے ایک دن اپنی قوم کو جمع کیا اور فرمایا:

" يا معشر الأشعريين، اجتمعوا، و أجمعوا نساء كم، و أبناء كم حتى أعلمكم صلوٰة النّبي صلى الله عليه وسلم صلى بنا بالمدينة فاجتمعوا نساء هم وأبناؤهم فتوضأ، و أراهم كيف يتوضأ حتى لما فاء الفيئ و انكسر الظل قام فأذن فصف الرجال في أدنى الصف، و صف الولدان خلفهم، و صف النساء خلف الولدان الحديث۔" (مسند أحمد: ٣٤٣/٥، و جامع المسانيد والسنن: ٤٥٣/١٤، و رواه ابن أبي شيبه في مصنفه عن أبي مالك الأشعرى بلفظ: أن النّبي صلى الله عليه وسلم صلى فأقام الرجال يلونه و أقام الصبيان خلف ذلك و أقام النساء خلف ذلك، كما فی نصب الرايه: ٩٨/٢)

یعنی حضرت ابو مالک اشعری نے اپنی قوم سے کہا، اے اشعری لوگو! تم اپنی عورتوں و بچوں سمیت جمع ہو جاؤ، تاکہ میں تمھیں نماز نبوی سکھاؤں، جو آپ ﷺ مدینہ منورہ میں پڑھتے تھے۔ ساری اشعری لوگ عورتوں اور بچوں سمیت جمع ہوئے، پھر انھوں نے وضوء کرکے دکھایا کہ وضوئے نبوی کس طرح ہوتا تھا، پھر جب زوال ہوا اور شدت گرمی ختم ہوئی، تو انھوں نے اذان دی، پھر مردوں کو اپنے پیچھے کھڑا کیا، ان کے بعد بچوں کو کھڑا کیا، بچوں کے پیچھے عورتوں کو کھڑا کیا۔" (زیر نظر دیوبندی کتابچہ، ص: ۴۵ تا ۴۹)

ہم کہتے ہیں کہ اس سے بھی دن میں عورتوں کا مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے اور دیوبندیہ کی تکذیب ہوتی ہے۔

وہ احادیث جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو اپنے گھروں میں نماز ادا کرنا افضل ہے:

اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

" عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تمنعوا نساء كم المساجد و بيوتهن خيرلهن۔" (رواه أبو داود وأخرجه الحاكم و قال: صحيح على شرط الشيخين وصححه ابن خزيمه)

یعنی حضرت ابن عمر نے کہا کہ یہ فرمان نبوی ہے لوگو! تم اپنی عورتوں کو مسجدوں میں آکر نماز پڑھنے سے مت روکو، البتہ ان کے لیے گھروں میں نماز پڑھنی بہتر ہے۔

عن عبد الله عن النّبي صلى الله عليه وسلم قال: صلوٰة المرأة في بيتها أفضل من صلوٰتها في حجرتها و صلوٰتها فی مخدعها أفضل من صلوٰتها في بيتها۔ "(رواه أبو داود)

یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود سے یہ فرمان نبوی مروی ہے کہ عورت کی نماز اپنے گھر کے اندر گھر کے

صحن کی نماز سے بہتر ہے اور گھر کی چھوٹی کوٹھری میں گھر کی نماز سے بہتر ہے۔''

عن أم حميد امرأة أبي حميد الساعدی أنها جاء ت النّبي صلی اللّٰه عليه وسلم فقالت يا رسول اللّٰه، إنی أحب الصلوٰة معك، قال:قد علمت أنك تحبين الصلوٰة معي، و صلاتك في بيتك خير من صلوٰتك في حجرتك وصلوٰتك في حجرتك خير من صلوتك في مسجد قومك، و صلوٰتك في مسجد قومك خير من صلوٰتك في مسجدي قالت: فأمرت فبني لها مسجد في أقصى شئٍ من بيتها، و أظلمه فكانت تصلي فيه حتى لقيت اللّٰه عزوجل۔"

(رواه أحمد و رجاله رجال الصحيح غير عبد اللّٰه بن سويد الانصاری و وثقه ابن حبان، مجمع الزوائد:۲/۳۳،۳٤)

یعنی ابوحمید ساعدی کی بیوی ام حمید سے مروی ہے کہ وہ خدمت نبویہ میں آ کر بولیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنی پسند کرتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تمھیں میرے ساتھ نماز پڑھنی پسندیدہ ہے، مگر تیری کوٹھری کی نماز تیرے لیے بڑے کمرہ کی نماز سے بہتر ہے اور بڑے کمرہ کی نماز گھر کے صحن کی نماز سے بہتر ہے اور تیری صحن کی نماز محلّہ والی مسجد کی نماز سے بہتر ہے اور محلّہ والی مسجد کی نماز میری مسجد یعنی مسجد نبوی کی نماز سے بہتر ہے، پھر ام حمید نے گھر کے بعید تر مکان و تاریک کوٹھری میں مسجد بنانے کا حکم دیا، وہ اسی میں نماز پڑھتی رہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث بھی مسجدوں میں عورتوں کو جا کر نماز پڑھنے کی اجازت پر دلیل ہے۔

" عن أم سلمة قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: صلوٰة المرأة في بيتها خير من صلوٰتها في حجرتها، و صلاتها في دارها خير من صلوٰتها في مسجد قومها۔" (رواه الطبراني في الأوسط بإسناد جيد، الترغيب والترهيب: ۱/٤٤٦)

اس حدیث کا مطلب بھی پہلی حدیث جیسا ہے۔

"و عنها عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال:خير مساجد النساء قعر بيوتهن" (رواه أحمد و أبو يعلی و الطبراني في الكبير، و فيه ابن لهيعة و فيه كلام، مجمع الزوائد: ۲/۳۳)

یعنی ارشاد نبوی ہے کہ عورتوں کی بہتر مسجدیں ان کے گھر کا اندرونی حصہ ہے۔''

اس حدیث کو دیوبندیہ نے ضعیف کہا ہے اور اس کو اپنے ٹائٹل پیج پر نمایاں طور پر لکھا ہے، پوری سند ہو تو راز ہائے سربستہ زیادہ کھلیں بہرحال اس میں بھی عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے کی شرعی ممانعت نہیں۔

" و عنها قالت الحديث نحو حديث٢٩، ٣٠، ٣١ (رواه الطبراني في الأوسط و رجاله رجال الصحيح، خلا زيد بن مهاجر قال ابن أبي حاتم: لم يذكر عنه راو غير ابنه محمد بن زيد، مجمع الزوائد: ٢/٣٤)

اس معنی کی حدیث دیوبندیہ نے حدیث نمبر ۴۴ سے لے کر ۴۵ میں نقل کی۔(زیر نظر دیوبندیہ کتاب،ص:۵۲ تا۵۸)

ان میں سے کسی بھی حدیث میں عورتوں کے لیے مسجد میں نماز پڑھنے کی ممانعت نہیں کی گئی ہے۔

ضروری وضاحت:

اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت دیوبندیہ نے غیر ضروری وضاحت کے نام پر سخن سازی کی، جس سے عوام و خواص واقف ہیں، اس لیے ہمیں اس پر کچھ کہنا نہیں ہے۔ (زیر نظر دیوبندی، کتاب،ص:۵۹، ۶۰)

(۵) وہ احادیث جن سے مسجد میں جانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے:

اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے حدیث نمبر ۴۶ و ۴۷ کے نام سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ذاتی قول نقل کیا، جس کے مجموعہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر اپنی وفات کے بعد والے زمانہ فساد کو آپ ﷺ دیکھتے تو عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے، جیسے کہ بنو اسرائیل کے ساتھ معاملہ ہوا، دونوں روایات موقوفہ ہیں، جن کو دیوبندیہ نے اپنی تلبیس کاری کے ذریعہ مرفوع حکمی قرار دے لیا ہے، حالانکہ دونوں روایات میں حضرت عائشہ نے کہہ رکھا ہے کہ بنو اسرائیل سے پہلے والی عورتوں کو حیض نہیں آتا تھا، مگر ان کی بے راہ روی کے سبب حیض آنے لگا، حالانکہ یہ بات نصوص میں کہی گئی ہے کہ حضرت آدم کے زمانہ ہی سے عورتوں کو حیض آیا کرتا تھا، نیز ان دونوں موقوف روایات میں عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا نہیں ہے، بلکہ ذاتی خیال کا اظہار کیا گیا ہے اگر بگاڑ والا یہ زمانہ آپ ﷺ دیکھتے تو عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روک دیتے، اور یہ معلوم ہے کہ حضرت عائشہ نے خود زندگی بھر تمام نمازیں مسجد نبوی اور عیدین کی نماز عید گاہِ نبوی میں پڑھا کرتی تھیں، انھیں تو اس ممانعت کی ہمت نہیں ہوئی، مگر دیوبندیہ کو ہوگئی، کیونکہ مخالفت سنن اس کا شیوہ ہے اور تحفظ سنت کانفرنس اس کے پروپیگنڈہ کا دوسرا رخ ہے، یہ قوم دورخی ہی نہیں متعدد رخی پالیسی پر گامزن ہے۔

اس نمبر کے تحت دیوبندیہ نے حضرت عائشہ والی حدیث کا مضمون حضرت ابن مسعود سے نقل کیا اور اس کا غلط ہونا صرف اس بات سے ظاہر ہے کہ اس میں بھی کہا گیا کہ بنو اسرائیل کی عورتوں کی بے راہ روی کے سبب ان پر حیض مسلط کر دیا گیا، حالانکہ یہ بات خلاف نصوص ہے (جیسا کہ ذکر گزر چکا ہے) یہ طویل دیوبندی سخن آرائی صفحہ:۶۱ تا ۶۴ تک بے معنی پھیلی ہوئی ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی انچاسویں مستدل حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے ابوعمرو الشیبانی سے نقل کیا کہ:

" أنه رأى عبد الله يخرج النساء من المسجد يوم الجمعة و يقول اخرجن إلى بيوتكن خير لكن" (رواه الطبراني في الكبير، رجاله موثقون، مجمع الزوائد:٢/٣٥، و قال المنذري، بإسناد لا بأس به، الترغيب :٨/٣٢)

''یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود جمعہ کے دن عورتوں کو نکالتے ہوئے فرماتے تھے کہ تم گھر جاؤ، وہی تمھارے لیے بہتر ہیں، اس معنی کی روایت ابن عمر سے بھی مروی ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،صفحہ:۶۴ تا ۶۵)

ہم کہتے ہیں کہ نماز جمعہ پڑھ چکنے کے بعد مسجدوں میں عورتیں موجود تھیں اور نصوص سے ثابت ہے کہ سلام پھیرتے ہی عورتوں کو اپنے گھر لے جانا چاہیے، بس عورتوں کے اسی طرزِ عمل سے نماز جمعہ کے بعد بھی مردوں کی موجودگی میں وہ مسجد میں بیٹھی تھیں، تو اس جگہ سے دونوں صحابہ نے انھیں ڈانٹ کر بھگایا، ان دونوں روایات میں یہ نہیں ہے کہ ان عورتوں نے مسجد میں نماز جمعہ نہیں پڑھی تھی۔ تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' پڑھیں۔ دیوبندیہ کی نقل کردہ مندرجہ ذیل روایت ملاحظہ کریں:

"سئل الحسن عن امرأة جعلت عليها إن أخرج زوجها من السجن، أن تصلي في كل مسجد تجمع فيه الصلوٰة بالبصرة ركعتين، فقال الحسن: تصلي في مسجد قومها فإنها لا تطيق ذلك، لو أدركها عمر بن الخطاب لأوجع رأسها۔" (مصنف ابن أبي شيبه:٢/٣٨٤)

یعنی امام حسن بصری سے ایک عورت کی بابت پوچھا گیا، جس نے یہ نذر مان رکھی تھی کہ اگر اس کے شوہر کو جیل سے رہائی مل گئی، تو وہ بصرہ کی ہر اس مسجد میں جس میں نماز باجماعت ہوتی ہے، دو رکعت نماز پڑھے گی، حسن بصری نے فرمایا کہ وہ اپنے قبیلہ کی مسجد میں نماز پڑھ لے، کیونکہ وہ بصرہ جیسے بڑے شہر کی ہر اس مسجد میں جہاں نماز باجماعت ہوتی ہو، دو دو رکعت نماز نہیں پڑھ سکتی۔ اگر حضرت عمر فاروق اس خاتون کو پا جاتے، تو مالا یطاق نذر ماننے پر اس کا سر پیٹ پیٹ کر دردزدہ کر دیتے۔

اس روایت سے عورتوں کے مسجد میں نماز پڑھنے سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی، صرف اس طرح کی نذر ماننے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور اس طرح کی نذر ماننے کی ممانعت متعدد نصوص نبویہ و آثار صحابہ خصوصاً خلفائے راشدین سے ثابت ہے۔

مشہور تابعی حضرت عطا سے ابن جریج نے پوچھا:

" أيحق على النساء إذا سمعن الأذان أن يجئن كما هو حق على الرجال قال:لا لعمري"(مصنف عبد الرزاق:۳/۱٤۷)

کیا اذان سننے پر مردوں کی طرح عورتوں پر بھی مسجدوں میں نماز کے لیے آنا ضروری ہے؟ حضرت عطاء نے کہا: نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ مذہب اہل حدیث بھی یہی ہے کہ اذان سنتے ہی نماز کے لیے مردوں کی طرح عورتوں پر مسجد جا کر نماز پڑھنی ضروری نہیں ہے۔

" كان لإبراهيم ثلاث نسوة فلم يكن يدعهن يخرجن إلى جمعة و لا جماعة۔"

(مصنف ابن أبي شيبة:۲/۳۸۵، مصنف عبد الرزاق:۳/۱۵۰،۱۵۱)

یعنی ابراہیم نخعی کی تین بیویاں تھیں، مگر وہ انھیں جمعہ اور جماعت کے لیے گھر سے نکل کر مسجد جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔(زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۲۶)

ہم کہتے ہیں کہ محض بعض صحابہ کی زیارت سے شرف یاب ہونے کے سبب ابراہیم نخعی کو کچھ اہل علم تابعی کہتے ہیں، مگر سماع وصحبت کے اعتبار سے وہ تبع تابعی ہیں، نصوص کے بالمقابل صحابہ تک کی بات قابل قبول نہیں اور تبع تابعی کی بات تو دور سے دورتر ہے۔

" إن علقمة و أسود كانا يخرجان نساء هم في العيدين و يمنعانهن من الجمعة۔" (مصنف ابن أبي شيبه:۲/۱۸۲)

یعنی علقمہ اور اسود اپنی عورتوں کو عیدین کے موقع پر عید گاہ لے جاتے تھے، مگر جمعہ کے لیے مسجد جانے سے روکتے تھے۔(زیرنظر دیوبندی کتاب، صفحہ:۲۶)

ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں حضرات کو فرقہ دیوبندیہ اپنے فقہی مسلک کے مورثین میں مانتا ہے، جیسا کہ ہماری کتاب اللمحات میں واضح کیا گیا ہے، ان دونوں کے آثار متدلہ کے خلاف دیوبندیہ کا عمل ہے، دیوبندیہ عیدین میں بھی عید گاہ لے جانے پر عورتوں پر پابندی لگاتے ہیں، کیا یہ دیوبندیہ کی یہودیوں والی پالیسی نہیں ہے کہ ﴿يُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ يَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ ہمارے نزدیک سبھی اسلاف قابل احترام ہیں، لیکن ان کی جو بات خلافِ نصوص ہے، ہم نہیں مان سکتے۔

(۲) عیدین کے موقع پر عید گاہ جانے سے متعلق روایات:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت لکھا:

''احادیث نبویہ سے جب یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوئی کہ فرائض پنجگانہ و جمعہ کی جماعتوں میں عورتوں کی حاضری افضل و بہتر نہیں، تو عیدین کی نمازوں میں جو کسی کے نزدیک بھی فرض نہیں، کیوں کر سنت و مستحب ہوسکتی ہے؟ علاوہ ازیں آپ ﷺ سے ثابت نہیں کہ کبھی بھی عورتوں کو نماز میں آنے کی ترغیب دی ہو، اس لیے جن حدیثوں سے عورتوں کو نماز عیدین میں حاضر ہونے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے، وہ خواہ کسی بھی صیغہ و لفظ پر مشتمل ہوں، ان سے محض رخصت و اباحت ہی ثابت ہوگی، علاوہ ازیں بچے اور حائضہ عورتیں سرے سے نماز عیدین کے مکلف ہی نہیں، پھر وہ کیونکر عید گاہ جانے کے مکلف ہو سکتے ہیں؟ چنانچہ امام قرطبی لکھتے ہیں کہ جن حدیثوں میں عورتوں کو عید گاہ بموقعہ عیدین لے جانے کا حکم ہے، اس کے وجوب پر استدلال صحیح نہیں، کیونکہ یہ حکم انھیں دیا گیا جو سرے سے اس نماز کے مکلف نہیں...... إلی أن قال:' اس تفصیل کے بعد اس باب سے متعلق احادیث و آثار صحابہ و تابعین پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، مگر فریب خوردگانِ تہذیب مغرب اپنی بیمار رائے کے ثبوت میں ان احادیث و آثار صحابہ و تابعین کو پیش کرنے اور عامۃ المسلمین کو باور کرانے کی سعی رائیگاں کرتے ہیں کہ علمائے دین یعنی دیوبندیہ حدیث نبوی کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے عورتوں کو عیدین کے موقع پر عید گاہ جانے سے روکتے ہیں۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۶۷، ۶۸)

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ کو جھوٹ بولنے میں ذرا بھی شرم و حیاء نہیں، خود دیوبندیہ کے ائمہ نماز عیدین کو واجب کہتے ہیں، سنت نہیں۔ مرتضی زبیدی حنفی ابن عابدین شامی نے کہا:

" قال أصحابنا: صلوٰة العیدین واجبة علی من تجب علیه الجمعة نصاً عن أبي حنیفة الخ"

یعنی ہمارے حنفی اصحاب کا کہنا ہے کہ عیدین کی نماز واجب ہے، ان پر جن پر نماز جمعہ واجب ہے۔ (مرعاۃ شرح مشکوۃ، نقله عن کتب الحنفیة المعتبرة: ۵/ ۲۲)

اکاذیب پرست دیوبندیہ جب کذب پرستی ہی کو اپنا دین و ایمان بنائے ہوئے ہے، تو وہ جو چاہے کر گزرتا ہے، اپنی ذکر کردہ مذکورہ بات کی قباحت و ضلالت کا اسے کیسے احساس ہوسکتا ہے، جب نصوص کی خلاف ورزی ،اکاذیب و تلبیسات کی پرستش نے اسے احساس سے محروم کر دیا ہے؟ نفلی نماز کا پڑھنا اگرچہ فرض واجب نہیں، مگر اس کے لیے وہ شرائط و فرائض ضروری ہیں، جو فرض نمازوں کے لیے ہیں، اس میں شک نہیں کہ احادیث نبویہ میں صراحت سے حکم دیا گیا ہے کہ عورتیں عید گاہ عیدین میں جائیں، خواہ جوان، باکرہ، ثیبہ اور ادھیڑ و بوڑھی ہوں اور حکم شرعی کو وہی واجب نہیں مانے گا، جو مسوخ الفطرۃ ہو اور دیوبندیہ مسوخ الفطرۃ ہیں،

انھوں نے اس سلسلے میں جو پہلی حدیث نقل کی ہے، وہ یہ ہے:

" عن ابن عباس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج أهله في العيدين ـ"(جامع المسانيد و السنن: ٣/٩، و إسناده حسن)

یعنی آپ ﷺ اپنے گھر کی عورتوں کو عیدین کے موقع پر عید گاہ لے جاتے تھے۔

کیا اکاذیب پرست دیوبندیہ اپنے کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ غیرت مند اور رموز شریعت سمجھتا ہے، اس کے قول سے تو یہی پتہ چلتا ہے۔

٥٦ـ" عن أم عطية أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يخرج الأبكار والعواتق، و ذوات الخدور، والحيض في العيدين فأما الحيض: فيعتزلن المصلى و يشهدن دعوة المسلمين، قالت إحداهن: يا رسول الله، إن لم يكن لها جلباب؟ قال: فلتعرها أختها من جلابيبها، قال أبو عيسىٰ: حديث أم عطية حديث حسن صحيح...... الخ۔"

یعنی حضرت ام عطیہ نے کہا کہ آپ ﷺ اپنے حکم سے باکرہ، جوان، پردہ نشین و حائضہ عورتوں کو گھروں سے نکال کر عیدین میں عید گاہ لے جاتے تھے۔ حائضہ عورتیں نماز نہیں پڑھتی تھیں، نہ عید گاہ میں جاتی تھیں، بلکہ عید گاہ سے باہر بیٹھتی تھیں اور دعا میں شریک ہوتی تھیں، بعض عورتوں نے آپ ﷺ سے کہا اگر کسی کے پاس اوڑھنی نہ ہو تو کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی کسی اسلامی بہن و سہیلی سے عاریۃً مانگ لے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ٦٩ تا ٧١)

آج چودھویں صدی کا تولد پذیر فرقہ دیوبندیہ نبی ﷺ اور صحابہ و تابعین کو اپنا خود ساختہ دین بتلانے چلا ہے۔

صحیح مسلم (مع شرح نووی: ١/١٩٠۔١٩١) میں کئی احادیث میں ہے کہ بصیغہ امر آپ ﷺ نے عورتوں کو بروز عید عید گاہ چلنے کا حکم دیا:

" عن أم عطية قالت أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نخرج في العيدين العواتق، و ذوات الخدور، والحيض۔"

نیز یہ حدیث بصیغہ امر متعدد کتب میں تواتر طور پر مروی ہے، لہٰذا فرض و واجب ہے کہ عورتیں نماز عید کے لیے عید گاہ جائیں اور حائضہ عورتیں عید گاہ سے الگ رہیں، آخر حائضہ عورتیں ایام حج میں منیٰ و عرفات و مزدلفہ و مکہ مکرمہ میں رہتی ہیں۔ ان پر دیوبندیہ اپنا مکذوبہ مذہب کیوں نہیں تھوپتے ہیں؟

تنبیہ بلیغ:

فرمان نبوی ہے کہ جمعہ و عیدین تمام اہل اسلام کے لیے عید ہیں، مگر دیوبندیہ اسلام کے خلاف اپنے سازشی منصوبہ

کے تحت کہتے ہیں، غیر شہری اہل اسلام پر نہ عیدین نہ جمعہ نہ تشریق فرض و واجب ہے، ہماری کتاب ''اسلام میں نماز جمعہ کا حکم'' میں اسلام کے خلاف دیوبندیہ کی منصوبہ بند سازش کو بے نقاب کیا گیا ہے، حالانکہ صحابہ و تابعین حکم شریعت کے مطابق غیر شہر میں جمعہ و عیدین پڑھتے تھے۔(صحیح البخاري:١/١٣٤، باب إذا فاته العيد يصلي ركعتين، و كذلك النساء، و من كان في البيوت والقرى الخ)

" عن نافع عن ابن عمر أنّه كان لا يخرج نساءه في العيدين۔" (أخرجه ابن أبي شيبه و رجال إسناده رجال الجماعة غير عبد اللّٰه بن جابر قال الذهبي: في "الكاشف": هو ثقة و قال الحافظ: في "التقريب: مقبول، من السادسة)

یعنی حضرت ابن عمر اپنی عورتوں کو عیدین میں عید گاہ نہیں لے جاتے تھے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:١٧)

ہم کہتے ہیں کہ سارے صحابہ کرام نصوص کتاب و سنت کے تابع تھے، اس سے وہی مستثنیٰ ہوگا جس کے مستثنیٰ ہونے پر دلیل معتبر ہو، عبد اللہ بن جابر کو میزان الاعتدال (٣/ ٤٠٠) میں امام ذہبی نے " تكلم فيه" کہا اور تقریب التہذیب کا مقبول راوی دراصل مجہول ہوتا ہے، اس کی سند میں دوسری علل قادحہ موجود ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت بھی ہے:

" كان عبد اللّٰه بن عمر يخرج إلى العيدين من استطاع من أهله"

یعنی حضرت ابن عمر عیدین میں عید گاہ اپنے گھر والوں کو جو عید گاہ تک جا سکیں لے جاتے تھے۔

دیوبندیہ کی یہ مستدل روایت اس کے پہلے والی روایت کے معارض ہے، اگر اسے معتبر فرض کر لیا جائے، تو صورتِ تطبیق یہ ہے کہ جو عید گاہ جانے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا، اسے نہیں لے جاتے تھے اور جو استطاعت رکھتا اسے لے جاتے تھے، یعنی دیوبندیہ کی مستدل روایت دیوبندیہ کے خلاف حجت بالغہ ہے۔ اس سے دیوبندیہ تانے بانے کی بخیہ دری ہوگئی اور اس سلسلے میں دیوبندی سخن سازی محض تلبیس کاری ہے اور نصوص کی مخالفت بھی۔

" عن هشام بن عروة عن أبيه أنّه كان لا يدع امرأة من أهله تخرج إلى فطر و لا أضحى" (أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه: ٢/١٨٣، و رجاله رجال الجماعة)

یعنی حضرت عروہ بن زبیر اپنے گھر والوں کو عید الفطر و عید الاضحیٰ کی نماز کے لیے عید گاہ جائے بغیر کسی کو نہ چھوڑتے تھے۔

ہمارے ترجمہ کے مطابق حضرت عروہ بن زبیر تابعی اپنے گھر والوں کو بشمول خواتین عیدین میں عید گاہ لے جاتے تھے اور اس طرح کے تابعین سے یہی توقع بھی ہے کہ وہ نصوص کے خلاف کوئی اقدام نہ کرتے ہوں گے۔

" عن عبد الرحمن بن القاسم قال القاسم: أشد على العواتق لا يدعهن يخرجن في الفطر و الأضحى ۔" (أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه: ۲/ ۱۸۳)

یعنی امام قاسم نوجوان عورتوں پر اس معاملہ میں سخت گیر تھے کہ وہ بھی عیدین میں عیدگاہ جائیں۔

ہمارے ترجمہ سے ظاہر ہے کہ امام قاسم تابعی بڑے اہتمام سے اپنے گھر والوں بشمول خواتین عیدین میں عید گاہ لے جاتے تھے۔

" عن إبراهيم كان يكره للشابة أن تخرج للعيدين، و في رواية قال إبراهيم: يكره خروج النساء في العيدين أيضاً"

یعنی ابراہیم نخعی ایک روایت کے مطابق صرف جوان عورت کا عیدین کے لیے عیدگاہ جانا ناپسند کرتے تھے۔ دوسری روایت کے مطابق علی الاطلاق عورتوں کا عیدگاہ جانا ناپسند کرتے تھے۔

دونوں کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جوان خاتون کے لیے تو موصوف عیدین میں عیدگاہ جانے کو ناپسند کرتے تھے، مگر غیر جوان خواتین کو اجازت دیتے تھے اور ہم عرض کر آئے ہیں کہ از روئے حقیقت امام نخعی تبع تابعی ہیں اور باعتبار دیدار صحابی تابعی ہیں اور جس کسی کی بات خلافِ نصوص ہو وہ ساقط الاعتبار ہے۔

اس کے بعد ایک صفحہ سے زیادہ دیوبندیہ نے لغوطرازی کی ہے، لہٰذا شریعت نے ترك مالايعنى کا حکم ہمیں دے رکھا ہے۔ اس دیوبندی کتاب پر ہمارا تبصرہ ختم ہوا۔

ہمیں یقین ہے کہ اس حقیقت بیانی سے سلیم الطبع لوگ حقیقت سے باخبر ہو جائیں گے۔ والله ولي التوفيق۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعه سلفیه بنارس

۲۵/اپریل/۲۰۰۲ء

۳،۲/مئی/۲۰۰۱ء میں فرقہ دیوبندیہ کی تحفظ سنت کانفرنس

کے موقع پر انتیس زہریلی کتابوں پر مشتمل پیکٹ علماء دیوبندیہ اور عوام و خواص دیوبندیہ میں بہت بڑے پیمانے پر مفت تقسیم کیا گیا، تاکہ دیوبندی لوگ اہل حدیث کے خلاف غوغہ آرائی و جدال و مناظرہ ومباحثہ میں انھیں بطور ہتھیار استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ فتنہ وفساد اور شر کا بازار گرم کر سکیں اور اسلام و اہل اسلام دشمنوں سے بہت زیادہ مالی فائدہ حاصل کر کے دشمنان اسلام و اہالیان اسلام میں باہم نزاع و جدال و فتنہ وفساد دیکھ کر خوب خوش ہوں، انھیں کتابوں میں سے ایک کتاب کا نام ہے

”علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کا مقام ومرتبہ“

از حضرت مولانا حبیب الرحمان اعظمی

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

اس پر ہمارا

تحقیقی جائزہ اور علمی وتنقیدی تبصرہ

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۲۱/مئی/۲۰۰۱ء

الحمد لله رب العالمين، والصلوٰة والسلام على جميع الأنبياء والمرسلين خصوصاً على خاتم النبيين محمد و آله وأصحابه، و أتباعه أجمعين، أما بعد:

پھر اس دور میں ہے زندہ کیا سحر قدیم
گزر اس دور میں ممکن نہیں بے ضرب کلیم
(اقبال)

چودہویں صدی ہجری میں تولد پذیر ہونے والا فرقہ دیوبندیہ اپنی تولد پذیری سے لے کر اب تک اہل حدیث کے خلاف زبردست شورش وفتنہ سامانی وشرارت انگیزی کی تحریک عالمی پیمانے پر چلائے ہوئے ہے اور جن عناصر سے یہ فرقہ دیوبندیہ پیدا ہوا ہے یعنی فرقہ مرجیہ وجہمیہ ومعتزلہ و ہندو مذہب کے تصوف اور اپنے ولی نعمت انگریز کی سازش کے مجموعہ ملغوبہ سے اس فرقے کا ظہوا ہوا اور جن عناصر سے اس کا ظہور وتولد ہوا وہ اسلام کے خلاف ہمیشہ سازشی منصوبوں پر عمل پیرا رہے، انھوں نے حقیقت اسلام کو مسخ ومتغیر کر کے دیوبندی رنگ میں رنگنے کی ہمیشہ سے کوشش کر رکھی ہے، مرجیہ کی مذمت تو حدیث نبوی میں بھی بہت آئی ہے، جس کا ذکر اس سلسلے کی بعض کتابوں میں ہم نے کیا ہے اور اسلاف نے کہا کہ مرجیہ فرقہ نے جہمیہ کو پیدا کیا، یہ دونوں فرقے اپنی منصوبہ بند تحریک کے ذریعہ روز اوّل سے صورت اسلام کو مسخ کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

جہمیہ اور غالی مرجیہ نے عقیدہ خلقِ قرآن پیدا کر کے سارے عالم اسلام کو اپنے فتنوں کی لپیٹ میں لے لیا، امام ابوحنیفہ جن کا مقلد ہونے کا فرقہ دیوبندیہ مدعی ہے، عقیدہ خلق قرآن کے سرگرم پیرو ومبلغ تھے، اس دور کی سلفی حکومت کو پتہ چلا، تو اس نے امام ابوحنیفہ کو پکڑوایا اور ان کے ساتھ انتہائی نرم رویہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ اپنے اس عقیدہ مخترعہ سے اگر آپ تائب ہوجائیں، تو ٹھیک ورنہ قتل کر کے آگ سے جلا دیے جائیں گے، مصلحت کا تقاضا دیکھتے ہوئے امام ابوحنیفہ اپنے اس عقیدہ سے تائب ہوگئے، پھر بھی کبھی کبھار اس کا اظہار کرتے اور سلفی حکومت کی کارروائی کے ڈر سے تائب ہوتے رہے، پھر معتزلہ آئے اور اپنی سازش سے معتزلہ، جہمی حکومت قائم کر لی، اس معتزلی جہمی حکومت نے کہا کہ ہم حنفی مذہب کے پیرو ہیں اور یہی حنفی مذہب ہمارا سرکاری مذہب ہے، اپنے دورِ حکومت میں غیر جہمی ومرجی ومعتزلی حکومت نے ہمارے ائمہ امام ابوحنیفہ وابو یوسف ومحمد کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا، اب ہم اس کا بدلہ لینے کے لیے سبھی کو حنفی، معتزلی، جہمی، مرجی حکومت کے سرکاری مذہب کا پیروکار بزورِ حکومت و تلوار کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ اس حنفی مرجی، جہمی، معتزلی حکومت نے اہل حدیث افراد، ان کے علماء و ائمہ کو سخت زدوکوب وجیل قید خانہ کی ناقابل برداشت سزائیں دی۔ سلفی درسگاہوں کو بند کرایا اور سلفی لوگوں پر سخت کڑی

نظر رکھنے لگی ان امور کی تفصیل ہماری کتاب " اللمحات الی ما فی أنوار الباري من الظلمات" میں ہے، اس کی چار ضخیم جلدیں شائع ہو چکی ہیں، پانچویں جلد زیر طبع ہے اور چھٹی جلد زیر تصنیف ہے، اسی چھٹی جلد پر ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کتاب ختم ہو گی۔

ہم نے اس نئے فتنہ دیوبندیہ کی زہریلی کتابوں کے پیکٹ کا شرعی پوسٹ مارٹم کا عزم کر رکھا ہے، جس طرح کہ ہمارے اسلاف دیوبندی سازشوں اور فتنوں کی نقاب کشائی اور ازالہ حیثیت عرفی کرتے رہے ہیں، نیز جن عناصر کی کوکھ سے اس فرقہ دیوبندیہ نے چودہویں صدی میں جنم لیا ہے، ان عناصر کا بھی ہمارے اسلاف نے بھاری قربانیاں دے کر کامیابی سے مقابلہ کیا ہے اور اس کے مزاعم فاسدہ کی وضاحت کر کے لوگوں کے سامنے اس کی حقیقت لے آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اس کام میں ہماری مدد کرے، کیونکہ میں ایک نہایت بے دست و پا اور مراجع وضروری کتابوں سے بالکل تہی دست ہوں، اپنے معمولی سے کتب خانہ اور بے سروسامانی وعلالت اور مشکلات کے باوجود اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ کام شروع کیے ہوئے ہوں۔

وما توفيقي الا بالله، وهو المستعان على ما يصفون، والحمد لله رب العالمين رب يسر، و لا تعسر، و تمم بالخير، ﴿رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي يَفْقَهُوْا قَوْلِي﴾ آمین

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۲۲/مئی/۲۰۰۲ء

امام ابوحنیفہ کے تابعی ہونے کی بحث:

خطبہ کتاب وتمہید کے بغیر فرقہ دیوبندیہ نے یہ کتاب شروع کردی اور امام ابوحنیفہ کی سب سے بڑی فضیلت سمجھتے ہوئے اس فرقہ نے بزعم خویش امام موصوف کو تابعی ثابت کردیا، سب سے پہلی دلیل اس فرقہ نے ''الخیرات الحسان'' فصل سادس، ص:۲۱، از علامہ ابن حجر مکی سے نقل کی کہ

''امام ابوحنیفہ نے اپنی پیدائش ۸۰ھ کے بعد صحابہ کی ایک جماعت کا زمانہ پایا ہے، جو کوفہ میں تھے، اس لیے وہ تابعین کے طبقہ میں ہیں اور یہ شرف ان کے معاصر محدثین وفقہاء جیسے شام میں امام اوزاعی، بصرہ میں امام حماد بن سلمہ وحماد بن زید، کوفہ میں امام سفیان ثوری، مدینہ میں امام مالک اور مصر میں امام لیث بن سعد کو حاصل نہ ہوسکا۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۲)

ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے استاذ امام عطاء بن ابی رباح امام ابوحنیفہ کے معاصر تھے اور اس پر اجماع ہے کہ عطاء بن ابی رباح تابعی تھے، اس طرح بہت سارے ائمہ کرام حتی کہ اساتذہ ابی حنیفہ بھی تابعی تھے اور امام عطاء بن ابی رباح کی بابت امام ابوحنیفہ نے کہا کہ: ''ما رأيت أفضل من عطاء'' میں نے امام عطاء سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ (علل ترمذی و کتاب القراءۃ للبیھقي و نصب الرایة بسند صحیح) اور یہ معلوم ہے کہ ہر صحابی خواہ وہ کتنا ہی معمولی صحابی ہو، عظیم ترین تابعین سے افضل ہے، اگر امام ابوحنیفہ نے کسی بھی صحابی کو دیکھا ہوتا، تو یہ ہرگز نہ کہتے کہ ''ما رأيت أفضل من عطاء'' معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ نے بزبان خود صراحت کردی کہ وہ تابعی نہیں ہیں۔'' (نیز ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''اللمحات'': ۱/ ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲)

اور یہ قطعی ویقینی طور پر غلط بات ہے کہ امام ابوحنیفہ عراق کے کسی مقام مثلاً کوفہ میں پیدا ہوئے، بلکہ وہ روسی ترکستان وخراسان کے شہر نساء یا اس کے مضافات میں پیدا ہوئے وہیں جواں سال ہونے تک پلتے بڑھتے اور تربیت و تعلیم پاتے رہے، پھر جوان ہونے کے بعد اپنے والد کے ساتھ مختلف مقامات پر گھومتے پھرتے رہے، اس زمانے میں خراسان میں کون سے صحابی تھے، جس سے ان کا لقاء و دیدار ہوا؟ ہرگز نہیں پھر امام ابوحنیفہ نصرانی باپ و مجوسی سندھی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور نہ جانے کب وہ مسلمان ہوئے، اس وقت کوئی صحابی خراسان میں زندہ بھی موجود تھا، جس سے امام ابوحنیفہ کی ملاقات و دیدار بسند معتبر ثابت ہو؟ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہماری کتاب اللمحات: ۲/ ۱۳۱، وما بعدھا)

امام ابوحنیفہ کے صرف باعتبار دیدار نہ کہ باعتبار سماع تابعی ہونے کی سب سے زیادہ معتبر مانی جانے والی روایت یہ ہے کہ طبقات ابن سعد میں ہے کہ ابن سعد نے کہا کہ مجھ سے سیف بن جابر ابو الموفق قاضی واسط نے بیان کیا کہ میں نے ابوحنیفہ کو بیان کرتے سنا کہ حضرت انس بن مالک صحابی کوفہ کے محلہ بنونخع میں نزول پذیر

ہوئے، تو میں نے انھیں ایک بار یا ایک سے زیادہ بار دیکھا۔(اللمحات ۳/ ۲۷۲) مگر اس پر کئی اعتراضات ہیں:

۱۔ امام ابوحنیفہ ۸۰ ھ میں عراق سے بہت دور خراسانی شہر نساء یا اس کے مضافات میں رہے اور جوان ہونے تک وہ اپنے والد کے ساتھ خراسان میں رہے اور معلوم نہیں کب مسلمان ہوئے اور ۱۰۱ ھ یا ۱۰۲ھ میں کوفہ آ کر آباد ہوئے، اس وقت حضرت انس بن مالک کی وفات پر کم از کم آٹھ نو سال گزر چکے تھے، پھر حضرت انس سے ابوحنیفہ کے بحالت ایمان دیدار کا امکان کہاں رہا؟ یہ تو محال بات ہوئی اور محال بات کے وقوع کا مدعی بہت بڑا کذاب ہے۔

۲۔ جس طبقات ابن سعد کی طرف یہ روایت منسوب کی گئی ہے، اس میں یہ روایت موجود نہیں۔(التنكيل بما في تانيب الكوثري الأباطيل: ۱/ ۱۷۹) جب یہ روایت طبقات ابن سعد میں نہیں اور دعوی یہ ہے کہ روایت مذکورہ طبقات ابن سعد میں ہے، تو یہ روایت ساقط الاعتبار ہوگئی۔

۳۔ ابن سعد سے یہ روایت سیف بن جابر ابو موفق قاضی واسط نے نقل کی، ان کا ثقہ ہونا کہیں مذکور نہیں اور مجہول کی روایت ساقط الاعتبار ہوتی ہے۔

۴۔ سیف بن جابر نے یہ روایت ابوحنیفہ سے نقل کی، یہ بھی غیر ثقہ و غیر معتبر ہیں، جس کی سند میں مسلسل دو رواۃ میں سے ایک مجہول اور دوسرا مجروح ہو، اس کا ساقط الاعتبار ہونا واضح ہے، خود طبقات والے ابن سعد نے امام ابوحنیفہ کا ذکر دو جگہ کیا اور دونوں میں امام ابوحنیفہ کو غیر ثقہ و غیر معتبر کہا۔ (اللمحات: ۲/ ۱۷، و طبقات ابن سعد: ۶/ ۳۶۸، ۳۶۹، و ۷/ ۶۷) پھر یہ روایت کیونکر معتبر ہو سکتی ہے؟

۵۔ سیف سے اس کی روایت میں ابن سعد بھی منفرد ہیں اور ان کا یہ تفرد قابل نظر انداز ہے۔ (اللمحات: ۲/ ۲۷۴، ۲/ ۲۷۸، ۲۷۹)

۶۔ روایت زیر بحث کی سند کے معتبر ہونے کا مطالبہ علماء اہل حدیث کرتے آ رہے ہیں مگر دیوبندیہ اور ان کے حلیف اور جن عناصر سے دیوبندیہ پیدا ہوئے، وہ علمائے اہل حدیث کے اس مطالبہ کو پورا کر سکے نہ قیامت تک کر سکتے ہیں۔(تبصرۃ الناقد، ص: ۲۷۶، ۲۷۷) یہ مشہور سلفی کتاب ہے، اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ ابن حجر مکی ہیثمی کی "الخيرات الحسان" والی وہ بات مکذوبہ و مردودہ ہے، جسے دلیل بنا کر فرقہ دیوبندیہ نے امام ابوحنیفہ کا تابعی ہونا ثابت مانا ہے اور اس سے دیوبندیہ کے معتمد علیہ ابن حجر مکی ہیثمی کا بھی حلیہ معلوم ہو گیا کہ وہ غلط ساقط الاعتبار اسانید پر بھروسہ کر کے اپنی کتاب الخیرات الحسان لکھے ہوئے ہیں، جو طومار اکاذیب و مجموعہ اباطیل ہے۔

کیا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ کو تابعی کہا؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تقريب التهذيب" میں أعدل الأقوال لکھنے کا التزام کیا ہے، اپنی اس

کتاب میں انھوں نے امام ابوحنیفہ کو طبقہ سادسہ کا راوی کہا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہ کا کسی صحابی کو دیکھنا تک ثابت نہیں۔ پھر وہ معمولی ترین تابعی بھی نہیں ہوئے، چہ جائیکہ مطلقاً تابعی ہوں۔ حافظ ابن حجر کی اس تصریح کے برخلاف فرقہ دیوبندیہ مدعی ہے کہ:

''حافظ ابن حجر نے ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ولادت ابی حنیفہ کے بعد کوفہ میں بہت سارے صحابہ موجود تھے، اس لیے ان سے ادراک زمانی ابوحنیفہ کو حاصل ہے اور ابن سعد نے '' لا باس به'' سند سے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۲،۳، بحوالہ تبییض الصحیفة للسیوطی،ص:۲۵، ۲۶)

ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے دیدار انس والی مذکورہ بالا بات پر وہ سارے اعتراضات وارد ہوتے ہیں، جو اس کے پہلے والی عبارت الخیرات الحسان پر۔ مزید یہ کہ حافظ ابن حجر کی خدمت میں استفتائے مذکور کو جو لایا وہ مجہول ہے اور مجہول کی روایت ساقط الاعتبار ہے۔ حافظ ابن حجر کی ولادت ۸۴۹ ھ میں ہوئی، جب کہ سیوطی کی عمر صرف تین سال تھی، تین سال کے بچے کو کیسے معلوم ہوا کہ استفتاء مذکورہ ابن حجر کی خدمت میں پیش ہوا اور انھوں نے اس کا یہ جواب دیا، بلاشک وشبہ مجہول السند سے مروی یہ روایت خالص مکذوب ہے، اسی طرح کا فتویٰ سیوطی نے حافظ عراقی کی طرف منسوب کیا اور حافظ عراقی کی وفات حافظ ابن حجر سے بھی پہلے ہوئی، لہٰذا یہ روایت سراسر جھوٹ و مکذوب ہے۔

دیوبندیہ نے اسی سانس میں کہا کہ ہیثمی و حافظ ابن حجر کے علاوہ بھی فلاں فلاں نے امام ابوحنیفہ کو تابعی کہا۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۳)

ہم کہتے ہیں کہ ہماری کتاب ''اللمحات'' (ج:۲) میں دیوبندیہ کے ان اکاذیب کو واضح کیا گیا ہے، لوگ اسی کی طرف رجوع کریں۔ امام ذہبی کی تابعیت ابی حنیفہ سے متعلق بات پر بھی ہم نے اللمحات میں روشنی ڈالی ہے۔ یہاں مختصر سے تبصرہ میں تفصیل کی کوئی ضرورت بھی نہیں، جب کہ ایک دوسری کتاب میں تفصیل موجود ہے، البتہ دیوبندیہ نے حافظ ذہبی کی ایک اسی طرح کی عبارت کو اپنا مستدل بنایا ہے:

" فلما كان عند انقراض التابعين في حدود الخمسين و مئة تكلم طائفة من الجهابذة في التوثيق، و التضعيف فقال أبوحنيفة: ما رأيت أكذب من جابر الجعفي"

یعنی جب عام تابعین کا ۱۵۰ھ کے حدود میں خاتمہ ہو گیا، تو ماہرین میں نے توثیق وتضعیف کے باب میں کلام کیا، مثلاً امام ابوحنیفہ نے جابر جعفی پر کلام کرتے ہوئے کہا:''ما رأيت أكذب من جابر'' میں نے جابر سے زیادہ کذاب کسی کو نہیں دیکھا۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۲۲،۲۳)

دیوبندیہ کی یہ مستدل عبارت سے واضح ہو رہا ہے کہ انھوں نے ابوحنیفہ کو تابعی نہیں بلکہ تبع تابعی میں شمار کیا ہے، اس سے دیوبندیہ کی ساری تلبیس و فسوں کاری ہوا ہو کر اڑ گئی۔

طلب حدیث کے لیے اسفار:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا کہ:

''امام ابوحنیفہ نے فقہ و کلام کے علاوہ بطور خاص حدیث پاک کی تعلیم حاصل کی تھی اور اس کے لیے طریق محدثین کے مطابق اسفار بھی کیے، امام ذہبی نے اپنی کتاب سیر أعلام النبلاء (۶/۳۹۲، ۳۹۶) میں زیر ترجمہ ابی حنیفہ لکھا کہ امام ابوحنیفہ نے طلب حدیث کی جانب خصوصی توجہ کی اور اس کے لیے اسفار کیے اور ۱۰۰ھ اور اس کے بعد بہت زیادہ طلب حدیث کے لیے متوجہ رہے۔ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۴)

ہم کہتے ہیں کہ انھیں امام ذہبی نے اپنی دوسری کتاب دیوان الضعفاء والمتروکین میں زیر ترجمہ أبی حنیفہ لکھا:

" النعمان الإمام رحمه الله قال ابن عدي: عامة ما يرويه غلط و تصحيف و زيادات و له أحاديث صالحة و قال النسائي: ليس بالقوي في الحديث كثير الغلط على قلة روايته و قال ابن معين: لا يكتب حديثه"

یعنی امام ابوحنیفہ کی روایت کردہ عام احادیث بقول امام ابن عدی مجموعہ اغلاط و تصحیفات و اضافات والحاقات ہیں، ان کی کچھ احادیث صالحہ بھی ہیں امام نسائی نے کہا کہ ابوحنیفہ حدیث میں قوی نہیں، قلیل الحدیث اور قلت روایات حدیث کے باوجود کثیر الغلط ہیں اور امام ابن معین نے کہا کہ ابوحنیفہ بہت زیادہ ضعیف ہونے کے سبب اس لائق بھی نہیں کہ ان کی روایت کردہ احادیث لکھی جائیں، یعنی کہ ابوحنیفہ متروک الحدیث، ساقط الاعتبار ہیں۔ (دیوان الضعفاء والمتروکین للذہبی، ص: ۳۱۸، ترجمہ ۴۳۸۹، مطبوع مکۃ المکرمۃ: ۱۳۸۷ھ، ۱۹۶۸ء)

نیز امام ذہبی نے اپنی تیسری کتاب میزان الاعتدال میں لکھا:

" النعمان بن ثابت بن زوطا أبوحنيفة أحد إمام أهل الرأي" ضعفه النسائي من جهة حفظه، و ابن عدي، و آخرون، و ترجم له الخطيب في فصليه من تاريخه، و استوفى كلام الفريقين معدليه و مضعفيه"

یعنی نعمان بن ثابت بن زوطا ابوحنیفہ کوفی امام أہل الرأی ہیں، انھیں امام نسائی و ابن عدی اور تمام

دوسرے ائمہ کرام نے خرابی حفظ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ بغداد میں دو فصلوں میں ان کا ترجمہ لکھا اور انھیں عادل وضعیف کہنے والے فریقین کا کلام پوری طرح نقل کیا۔(ميزان الاعتدال: ٢٦/٤، دار الفكر، بيروت ترجمه: ٩٠٩٢)

امام ذہبی کی ان کتابوں سے علم حدیث میں امام ابوحنیفہ کا حال واضح کیا گیا ہے اور انھیں اہل الرأی کا امام کہا گیا ہے، اہل الرأی کے بہت سارے فرقے مرجیہ، جہمیہ ومعتزلہ وغیرہ ہیں، انھیں تینوں اہل الرأی فرقوں یعنی مرجیہ ومعتزلہ کے مجموعہ سے امام ابوحنیفہ نے اپنا مذہب کشید کر کے خود اس پر عمل پیرا تھے۔ اور دوسروں کو اسی کی دعوت دیتے تھے اور انھیں عناصر نیز بعض دیگر عناصر کے مجموعہ سے فرقہ دیوبندیہ کی تولید ہوئی ہے۔ دیوبندیہ اور ان کے حلیف فرقوں کا دعویٰ ہے کہ امام ذہبی کی کتاب میزان الاعتدال میں امام ابوحنیفہ کا ترجمہ نہیں تھا، اسے بعد کے اہل حدیثوں نے الحاق کر دیا ہے اس دعویٰ دیوبندیہ کی حقیقت ہم نے اپنی کتاب "اللمحات" (ج:٦) میں واضح کی ہے۔ مگر فرقہ دیوبندیہ امام ذہبی کی دوسری کتاب دیوان الضعفاء میں ترجمہ ابی حنیفہ کی بابت کیا کہتا ہے؟ جس کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ قلیل الحدیث تھے، اس کے باوصف کثیر الغلط اور متروک وساقط الاعتبار تھے؟ نیز ان کی بیان کردہ روایات مجموعہ اغلاط وتصحیفات واضافات والحاقات ہیں۔ چھ ضخیم جلدوں میں ہماری تصنیف کردہ کتاب "اللمحات الی ما فی أنوار الباری من الظلمات" جو تین ہزار صفحات سے زیادہ پر مشتمل ہے، دراصل امام ابوحنیفہ سے متعلق ہے، اس میں امام ابوحنیفہ سے متعلق دیوبندیہ کے دجل وتلبیس واکاذیب واباطیل کی وضاحت کی گئی ہے۔

امام ابوحنیفہ کے علم حدیث سے متعلق اکاذیب دیوبندیہ پر نظر:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

"بیان ذہبی" وارتحل فی ذلك" کی قدرے تفصیل صدر الائمہ موفق بن ابراہیم مکی نے اپنی مشہور جامع کتاب "مناقب الإمام الاعظم" میں بیان کیا کہ" امام ابوحنیفہ نے طلب علم میں بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا اور یہ سفر اکثر سال سال بھر کے لیے ہوتا، صاحب ہدایہ امام مرغینانی نے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ نے پچپن حج کیے۔ الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:٤، ٥)

ہم کہتے ہیں کہ موفق کی کتاب مذکور اوّلاً مجموعہ اکاذیب ہے، موفق خود معتزلی و رافضی اور کذاب تھا۔(اللمحات جلد اوّل کے ابتدائی صفحات)

ثانیاً: موفق کی روایت مذکورہ میں یہ صراحت ہے کہ فرق باطلہ سے مناظرہ کے لیے امام ابوحنیفہ بیس سے زیادہ مرتبہ گئے اور ہر سفر تقریباً سال بھر یا اس سے کسی قدر زیادہ یا کم کا ہوتا تھا۔

ثالثاً: ہم نے "اللمحات" میں بتلایا کہ امام ابوحنیفہ خود مرجی وجہمی ومعتزلی تھے، وہ اہل سنت کو فرقہ باطلہ سمجھتے اور ان سے مناظرہ بازی کرتے تھے اور اپنے عقائد فاسدہ کے سبب حکومت وقت کے مواخذہ اور سخت عتاب کے شکار ہوئے، حتی کہ دھمکی دیے گئے کہ آپ ان عقائد باطلہ سے توبہ کیجیے، ورنہ بری طرح قتل، نذر آتش ہوں گے۔ بطور تقیۃ امام ابوحنیفہ نے بظاہر ان عقائد سے توبہ کی اور انھیں پورے کوفہ میں گدھے پر سوار کر کے گھما کر اعلان کیا گیا کہ انھوں نے اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کر لی ہے اور ان پر فتویٰ دینے یا اس قسم کی کسی سرگرمی میں ملوث ہونے پر پابندی لگا دی گئی ہے، اگر یہ اپنی روش سے باز نہ آئے تو خبر کی جائے، معقول کارروائی کی جائے گی، مگر فرقہ دیوبندیہ نے یہودیوں کی طرح اپنی مستدل مکذوبہ روایات موفق میں بھی تحریف کر ڈالی اور اپنے اکاذیب شامل کر دیے موفق تو بذات خود جھوٹ کا پوٹ ہے، مزید برآں دیوبندیہ نے اسے بدل کر دوسرے جھوٹے معانی پہنائے، اس سلسلے میں مکذوبہ روایت موفق پر ہم نے بھرپور تحقیقی جائزہ وتبصرہ اللمحات میں کیا ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کی وہ بات بھی خالص جھوٹ ہے کہ امام ابوحنیفہ چھ سال از ۱۳۰ھ تا ۱۳۶ھ حجاز میں مقیم رہ کر علم حدیث حاصل کرتے رہے، اس جھوٹی روایت کا بھی جائزہ ہم نے "اللمحات" میں لیا ہے اور یہ دعویٰ دیوبندیہ امام ابوحنیفہ ۱۲۰ھ سے لے کر ۱۵۰ تک کوفہ میں اپنی فقہ کی تدوین اپنے چالیس مولود وغیر مولود تلامذہ کی معاونت سے کرتے رہے، پھر وہ ۱۳۰ سے ۱۳۶ھ تک حجازی درسگاہوں میں کیسے علم حدیث پڑھتے رہے؟ نیز امام ابوحنیفہ کا سال ولادت فرقہ کوثریہ اور اس دیوبندیہ نے ۶۱ھ یا ۶۲، ۶۳ھ یا ۷۰ھ بتلایا اور اس کو ترجیح دیا، بعض ہی دیوبندیہ اس زمانے میں ان کا سال ولادت ۸۰ھ بتلاتے ہیں، اس سے لازم آتا ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنی عمر کے پچاس وساٹھ اور اس سے بھی زیادہ زمانہ تک طالب علم ہی تھے، نیز یہ کہ درحقیقت وہ خراسانی شہر نساء میں پیدا ہوئے، وہیں جوان ہونے تک ائمہ جہمیہ سے تعلیم وتربیت پاتے رہے۔ اور ۱۰۲ھ میں باپ کے ساتھ گھومتے پھرتے کوفہ آ کر سکونت پذیر ہوئے، دریں صورت انھوں نے کب اور کس زمانہ میں ائمہ اہل سنت سے علم حدیث پڑھا، جب کہ ان کے خاص کوفی استاذ حماد بن ابی سلیمان مرجی تھے اور انھیں سے سیکھ کر امام ابوحنیفہ مرجی المذہب ہوئے، ائمہ اہل سنت واہل حدیث سے انھیں وحشت بھی تھی، اسی وجہ سے انھیں گوارا نہیں ہوا کہ امام ابراہیم نخعی جیسے امام اہل سنت وحدیث کا جانشین کسی سنی المذہب امام کو بننے دیں، ابوحنیفہ نے چالیس ہزار درہم دے کر اپنے استاذ حماد کو جانشین بنایا، اس طرح یہ درسگاہ اہل سنت کی درسگاہ ہونے کے بجائے اہل الارجاء کی درسگاہ بن گئی۔ ان ساری باتوں کی تفصیل "اللمحات" میں ہے۔

علم حدیث میں مہارت وامامت:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

''اکابر حفاظ حدیث میں سے امام مسعر بن کدام نے امام ابوحنیفہ کی جلالت شان اس طرح بیان کی کہ میں نے ابوحنیفہ کی رفاقت میں تحصیل حدیث کی، تو وہ ہم پر غالب رہے اور زہد و پرہیز گاری میں بھی وہ ہم پر فائق رہے اور تم دیکھ رہے ہو کہ فقہ میں انھوں نے کیسے جوہر دکھائے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب کا خلاصہ، بحوالہ مناقب ابوحنیفہ، ص:۲۷) مسعر وہ بزرگ ہیں جن کے حفظ و اتقان کی بناء پر امام شعبہ انھیں مصحف کہا کرتے تھے، إلى آخر ما قال (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۶، ۷)

ہم کہتے ہیں کہ ان باتوں میں ذرا سا بھی شائبہ صداقت ہوتا، تو دیوان الضعفاء للذهبی و میزان الاعتدال للذهبی میں جو باتیں امام ابوحنیفہ سے متعلق کہی گئی ہیں، وہ نہ کہی گئی ہوتیں۔

فرقہ دیوبندیہ نے مزید کہا:

''امام ابوحنیفہ کے علوم قرآن و حدیث میں امتیازی تبحر و وسعت معلومات کا اعتراف امام الجرح والتعدیل نے بھی ان الفاظ میں کیا کہ بخدا ابوحنیفہ اس امت میں خدا و رسول سے جو کچھ وارد ہوا، اس کے سب سے بڑے عالم تھے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۷)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے یہ بات بتصریح خویش مقدمہ کتاب التعلیم از مسعود ابن شیبہ سندھی سے نقل کی اور مسعود بن شیبہ سندھی کا کذاب اور وضاع ہونا ہم اللمحات میں واضح کر چکے ہیں، فرقہ دیوبندیہ اکاذیب و تلبیسات پرست ہے، نیز کذابین و مکذوبہ باتوں کو اپنا دین و ایمان بنائے رکھنا اس کا شیوہ ہے۔

اسی طرح اس فرقہ نے اپنے ہی جیسے کذاب، معتزلی، رافضی موفق کی مناقب ابی حنیفہ سے نقل کیا کہ امام مکی بن ابراہیم استاذ امام بخاری نے کہا کہ ابوحنیفہ پرہیز گار، عالم، راهب، آخرت سے ڈرنے والے، بڑے راست باز اور اپنے معاصرین میں سب سے بڑے عالم حدیث تھے، نیز یہ کہ امام ابوحنیفہ نے حدیث پر لکھی گئی اپنی سب سے پہلی کتاب میں چالیس ہزار احادیث منتخبہ لکھیں۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب کا ماحصل، ص:۷)

ہم کہتے ہیں کہ اس مکذوبہ بات کا واضع موفق کذاب ہے اور ''کند ہم جنس باہم پرواز'' والی مثال کے مطابق اکاذیب پرست دیوبندیہ نے اپنے اکاذیب پرست و اکاذیب ساز موفق کی ہاں میں ہاں ملا دی۔

فرقہ دیوبندیہ اکاذیب پرستی میں اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

''اس کے ساتھ امام حافظ ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری کا یہ بیان موفق کذاب کے مطابق نقل کیا کہ امام بوحنیفہ نے کہا میرے پاس حدیث کے صندوق بھرے ہیں، ان حدیث سے بھرے صندوقوں میں سے میں نے تھوڑی سی احادیث نکالیں، جن سے لوگ نفع اٹھائیں۔''

(زیر نظر دیوبندی کتاب کا خلاصہ، ص:۷، ۸)

ہم کہتے ہیں کہ یہ بات اختراع کردہ نیز سراسر جھوٹ ہے، تو اکاذیب پرست لوگ اس کا جو چاہیں مزید اکاذیب اختراع کر کے مطلب نکالیں، انھیں کوئی کیا کہہ سکتا ہے چنانچہ اپنی اس مکذوبہ مستدل بات کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا

''ابوحنیفہ کی احادیث سے بھرے صندوق کی تعداد معلوم نہیں، نہ ان میں ذخیرہ کردہ احادیث کی تعداد معلوم، مگر اس سے ابوحنیفہ کا کثیر الحدیث ہونا معلوم ہو گیا اور یار لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ ابوحنیفہ حدیث سے تہی دامن تھے، انھیں صرف سترہ حدیثیں معلوم تھیں۔ محض بے بنیادی الزام اور بازاری افسانہ ہے۔'' (خلاصہ از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۷)

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب سے صرف اکاذیب پرست لوگ ہی کوئی بات ثابت کر سکتے ہیں اور ابوحنیفہ کا قلیل الحدیث ہونا تو دیوبندیہ کو بھی تسلیم ہے، یہ معلوم نہیں کہ کس نے کہا کہ ابوحنیفہ کو صرف سترہ احادیث معلوم تھیں:

حدیث میں امامت ومہارت ابوحنیفہ حافظ ابن حبان کی نظر میں:

" قال الحافظ ابن حبان: و كان رجلا جدليا، ظاهر الورع لم يكن الحديث صناعته حدث بمائة و ثلاثين حديثا مسانيد و ماله حديث في الدنيا غيرها أخطأ منها في مائة و عشرين حديثاً إما أن يكون قلب إسناده أو غيّر متنه من حيث لا يعلم، فلما غلب خطاؤه على صوابه استحق ترك الاحتجاج به في الاخبار"

یعنی حافظ ابن حبان جو روایات ابی حنیفہ پر تخصصکیے ہوئے اور اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھے ہوئے ہیں، فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ ایک مناظر و جدال باز اور بظاہر پرہیز گار آدمی تھے، حدیث ان کی صنعت نہیں تھی انھوں نے کل ایک سوتیس احادیث بیان کی ہیں، ان کے علاوہ پوری روئے زمین پر ان کی کوئی ایک حدیث بھی نہیں، اپنی ایک سوتیس احادیث کی روشنی میں ان سے ایک سوبیس احادیث میں صدور خطا ہوا ہے، یا تو انھوں نے ان کی سندوں میں قلب اور الٹ پلٹ کر دیا، یا ان کے متن میں ترمیم وتغیر و تبدل کر لیا اور یہ سب ان سے علم حدیث سے بے بہرہ ہونے کے سبب نادانستہ طور پر صادر ہوا جب ان کی غلطیاں صواب پر غالب رہیں، تو وہ حدیث میں متروک قرار دیے جانے کے مستحق ہو گئے، یعنی کہ امام ابوحنیفہ کو صحیح طور پر صرف دس احادیث یاد تھیں۔ (المجروحين لابن حبان: ۳/۶۳، مطبوع ۱۴۰۲:)

دیوبندیہ بتلائیں کہ کذابین کی بات مانی جائے یا حافظ ابن حبان جیسے ماہرفن کی، جن کی تائید ائمہ فن نے کی ہے؟!!

ضروری تنبیہ:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

''اس موقع پر یہ علمی نقطہ پیش نظر رہے کہ یہ چالیس ہزار متون حدیث کا ذکر نہیں بلکہ اسناد کا ہے، پھر اس میں آثار صحابہ و تابعین بھی داخل ہیں، کیونکہ اصطلاح سلف میں سب کے لیے حدیث و اثر کا استعمال ہوتا تھا، زمانہ ابی حنیفہ میں طرق و اسانید احادیث کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ نہیں تھی، بعد والے زمانہ بخاری ومسلم وغیرہ میں سندوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی، الی آخر ما قال۔(ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۸ تا ۱۵)

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب اکاذیب دیوبندیہ نیز جن عناصر سے دیوبندیہ وجود پذیر ہوئے ان کے اکاذیب ہیں، ہم نے ان میں سے ہر ایک پر تحقیقی بحث اللمحات میں پیش کر کے ایضاح حقیقت کر دیا ہے۔ شائقین حضرات اس کی طرف رجوع کریں۔

امام ابوحنیفہ کی عدالت وثقاہت:

اپنے مندرجہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''سید الفقهاء سراج الأمة امام اعظم ابوحنیفہ علم وفضل و امانت و سیرت کے جس بلند وبالا مقام پر ہیں، وہ خود انھیں الجرح والتعدیل کی انفرادی تعلیل وتوثیق سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ امام تاج الدین سبکی اپنی کتاب جمع الجوامع کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ ابوحنیفہ، مالک و شافعی واحمد وسفیان ثوری،سفیان بن عیینہ، اوزاعی ، ابن راہویہ، داود ظاہری وغیرہ عقائد و اعمال میں منجانب اللہ ہدایت پر تھے، ان ائمہ پر حرف گیری مطلقاً لائق التفات نہیں۔'' الخ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹)

ہم کہتے ہیں کہ ان ساری باتوں پر تحقیقی تبصرہ ہماری کتاب ''اللمحات'' میں کئی سالوں پہلے گزر چکا ہے، انھیں ملاحظہ کرلیں۔

امام ابوحنیفہ کی توثیق وتعدیل میں کچھ ائمہ دین کے اقوال:

گزشتہ صفحات کی تفصیل ہی سے امام ابوحنیفہ کی توثیق وتعدیل وکثرت حدیث کا حال معلوم ہو چکا ہے، یہاں دیوبندیہ نے پانچ اقوال نقل کیے، جن میں امام ابوحنیفہ کی توثیق وتعدیل کی گئی ہے: ''اللمحات'' میں واضح کیا گیا ہے کہ خود امام ابوحنیفہ نے کہا: ''عامة ما أحدثكم به خطاء'' میری بیان کردہ احادیث مجموعہ خطاء واغلاط ہیں، امام ابوحنیفہ کے بالمقابل دوسروں کی توثیق بے معنی ہے، البتہ ہم ان پانچ اقوال کی حقیقت ظاہر کر رہے ہیں۔

۱۔ محمد بن سعد عوفی نے کہا کہ میں نے ابن معین سے سنا کہ ابوحنیفہ ثقہ تھے۔ الخ(تهذيب الكمال از مزی:۷/۳۴۰، اور زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۲۰)

ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت غیر معتبر ہے۔(اللمحات:ج:۲) اور صحیح یہ ہے کہ ابن معین نے امام ابوحنیفہ کو متروک و غیر ثقہ کہا ہے۔(کما مر)

۲۔ فرقہ دیوبندیہ نے کہا:''صالح بن محمد اسدی نے کہا میں نے سنا کہ ابن معین نے ابوحنیفہ کو ثقہ کہا۔'' (زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۲۰، بحوالہ تهذيب الكمال)

ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت بھی صحیح نہیں اور صحیح یہ ہے کہ امام ابن معین نے امام ابوحنیفہ کو متروک و غیر ثقہ کہا ہے۔(کما مر)

۳۔ فرقہ دیوبندیہ نے کہا کہ امام علی المدینی نے ابوحنیفہ کو ثقہ'' لا بأس به''کہا۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۲۰، بحوالہ جامع بيان العلم)

ہم کہتے ہیں کہ امام علی بن المدینی تک اس کی سند صحیح نہیں۔(اللمحات ،ج:۲) اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ امام علی بن المدینی نے امام ابوحنیفہ کی بابت کہا کہ:

''هو صاحب الرأي ضعيف جدا روى خمسين حديثاً أخطأ فيها''

یعنی ابوحنیفہ أصحاب الرأي میں سے بہت زیادہ ضعیف ہیں، انھوں نے کل پچاس احادیث بیان کی، جو سب کی سب مجموعہ اغلاط ہیں۔(خطیب: ۱۳/ ٤٥٠) و عام کتب رجال۔

ظاہر ہے کہ جو راوی صرف پچاس احادیث کا راوی ہو اور وہ سب کی سب مجموعہ اغلاط ہوں، وہ بہت زیادہ ساقط الاعتبار ہوگا، ہم نے اللمحات میں بتلایا ہے کہ یہ بات امام ابن المدینی نے اپنے علم کے مطابق کہی ہے، ورنہ روایات ابی حنیفہ پر ریسرچ کرنے والے حافظ ابن حبان نے امام ابوحنیفہ کی مرویات کی تعداد ایک سو تیں بتلائی اور کہا کہ ایک سو بیں احادیث کے بیان میں ابوحنیفہ نے غلطی کی، ان کی اسانید و متون میں ردوبدل کر دیا جیسا کہ گزرا۔

۴۔ فرقہ دیوبندیہ نے اپنے اس نمبر کے تحت کہا کہ بقول شبابہ بن سوار شعبہ امام ابوحنیفہ کی بابت حسن الرأي تھے۔(خلاصہ از زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۲۰،۲۱، بحوالہ الانتقاء لابن عبد البر،ص:۱۹۶)

ہم کہتے ہیں کہ حسن الرأي دوسری چیز ہے اور توثیق و تعدیل دوسری چیز ہے، امام ابوحنیفہ کی مدح سرائی و ثنا خوانی کے جذبات شدیدہ نے اسے حسن الرأي و توثیق و تعدیل کے درمیان فرق کرنے سے محروم کر دیا ہے، امام شعبہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ پر لعن طعن کرتے اور مجروح قرار دیتے، اور کہتے کہ مٹی ابوحنیفہ سے

کہیں بہتر ہے۔(الضعفاء للعقیلی، ۴/۲۸۱، ۲۸۲، و متعدد کتاب رجال)فرقہ دیوبندیہ بتلائے کہ لعن طعن کون سی توثیق ہے؟!

۵۔ فرقہ دیوبندیہ نے کہا کہ:''امام ابن معین نے ابوحنیفہ کو ثقہ کہا اور یہ کہا کہ میں نے کسی کو ان پر جرح کرتے نہیں سنا، شعبہ انھیں خط لکھ کر حدیث بیان کرنے کا حکم دیتے۔''(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۲۱ کا خلاصہ،بحوالہ جامع بیان العلم لابن عبد البر:۲/۱۰۸۴)

ہم کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ پر ابن معین و شعبہ کی تجریح گزر چکی، پھر دیوبندیہ کی نقل کردہ اس روایت سے کیسے کام بنے گا؟ جب کہ اس روایت کی سند صحیح بھی نہیں اور ابن معین خود بھی ابوحنیفہ کو بہت مجروح قرار دے چکے ہیں اور شعبہ بھی اور ان سے پہلے والے عام اہل علم بھی اور معاصرین بھی، لہٰذا دیوبندیہ کی یہ متدل روایت متواتر المعنی روایات کے خلاف ہونے اور بذات خود غیر معتبر ہونے کے سبب ساقط الاعتبار ہے، فرقہ دیوبندیہ نے اس بحث کے اخیر میں کہا کہ ابوحنیفہ کی تعدیل و توثیق میں انھیں پانچ اقوال پر اکتفاء کیا جا رہا ہے، ورنہ امام ابن عبد البر نے کہا کہ ابوحنیفہ پر جرح کرنے والے ائمہ اور بھی ہیں اور یہ معلوم ہے کہ بسا اوقات ایک آدمی کی بات سینکڑوں کی بات کے بالمقابل زیادہ وزنی ہوتی ہے، نیز یہ کہ حقیقت یہ ہے کہ سبھی ائمہ جرح و تعدیل نے ابرحنیفہ کو مجروح کہا ہے، اور خود ابن عبد البر نے بھی، تفصیل ''اللمحات'' میں ہے۔

امام ابوحنیفہ اور فن جرح و تعدیل:

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

> ''سراج الامۃ سید الفقہاء ابوحنیفہ نہ صرف عادل و ضابط، حافظ حدیث تھے، بلکہ علوم حدیث ورجال میں بڑے ماہر و ذکاوت و فراست و عدالت و ثقاہت میں اس درجہ پر تھے کہ ان کے اقوال پر فن جرح و تعدیل کا دارو مدار تھا، چنانچہ امام ذہبی نے اپنی مختلف کتابوں خصوصاً تابعین کے بعد والوں میں امام ابوحنیفہ کو ماہر فن جرح و تعدیل کہا۔(ملخص،ص:۲۱،۲۲،۲۳،۲۴، بحوالہ کتب کثیرہ)

ہم کہتے ہیں کہ تمام دنیا کے لوگوں کی بات پر امام ابوحنیفہ کی یہ بات بھاری ہے کہ میری بیان کردہ احادیث اور فقہی اقوال مجموعہ اکاذیب و اباطیل و شرور و فتن اور طومار و اغلاط و اوہام ہیں، یہ بات ہم نے لوگوں میں مفت تقسیم کیے جانے والے دیوبندی پیکٹ کے کئی کتابوں کے تبصرہ میں دلائل کے ساتھ مدلل کر کے لکھی ہے، فن رجال میں امام ابوحنیفہ کا اپنی بابت بہت سارا بیان تو منقول ہے، مگر دوسروں کی بابت صرف جابر جعفی کو کذاب کہنا، امام عطاء کو أفضل الناس کہنا، زید ابوعیاش کو مجہول کہنا ثابت ہے اور زید ابوعیاش کا ثقہ ہونا ابوحنیفہ کی ولادت سے پہلے واضح ہو چکا تھا اور عطاء کو أفضل الناس کہنے کے باوجود ان کے مذہب اہل حدیث سے منحرف ہو کر مرجیہ و

جہمیہ ومعتزلہ سے وابستہ رہنا بھی واضح ہے، جابر جعفی بذات خود غالی مرجی، وجہمی ورافضی تھا، اسی أکذب الناس جابر جعفی کے جمع کردہ اکاذیب کو امام ابوحنیفہ نے اپنا دین وایمان بنایا اور لاکھوں نہیں بلکہ دور حاضر میں عرصہ دراز سے ابوحنیفہ کے اسی مذہب کے مقلد کروڑوں لوگ ہیں، مگر مشرکین و بت پرستوں کی تعداد ان مقلدین ابوحنیفہ سے کہیں زیادہ ہے، ابوحنیفہ کو سراج الأمۃ موضوع حدیث میں کہا گیا، اسی کو دیوبندیہ نے حجت بنا لیا اور اسی پر دیوبندیہ نے اپنی یہ کتاب ختم کردی، لہٰذا ہم بھی ختم کر رہے ہیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی جمیع الأنبیاء والمرسلین خصوصاً علی محمد، و آلہ و أصحابہ، و أتباعہ أجمعین۔ آمین

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۲۳/مئی/ ۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس، دہلی

منعقدہ ۳،۲/مئی/۲۰۰۱ء کے موقع پر انتیس کتابوں پر مشتمل مفت تقسیم کیے جانے والے دیوبندی پیکٹ کی

ایک کتاب

قرآن وحدیث کے خلاف غیر مقلدین کے

پچاس مسائل

از..... حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہاں پوری
سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند، شائع کردہ جمعیۃ علماء ہند

پر...... ہمارا تحقیقی تبصرہ

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۱۶/ جون/۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ و تمہید

نحمد و نصلی علی رسوله الكريم، أما بعد:

دیوبندی کتاب ''قرآن و حدیث کے خلاف غیر مقلدین کے پچاس مسائل'' اس دیوبندی پیکٹ میں شامل ہے، جسے عالمی پیمانے پر دیوبندیہ میں مفت تقسیم کیا گیا اور اس زعم باطل کے ساتھ کہ یہ اہل حدیث کو ختم و ناپید کرنے والا مکمل سیٹ ہے۔ اس کتاب کے مصنف ''حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہاں پوری، سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند'' کے نام سے شائع کی گئی ہے، مفتی موصوف کی اس دیوبندی پیکٹ کی دعوت نامہ و خطبہ صدارت و خطبہ استقبالیہ کے بعد سب سے پہلی ایک اور کتاب **كشف الغمه بسراج الأمة** المعروف بہ غیر مقلدین کے اعتراضات اور ابوحنیفہ'' کے نام سے بھی شائع کی گئی ہے، ہم ان کتابوں اور ان کے بعد والی کئی دیوبندی کتابوں کے رد سے فارغ ہو کر مفتی سید مہدی حسن کی اس کتاب پر پہنچے، تو معلوم ہوا کہ یہ وہی کتاب ہے، جس کے پچاس مسائل دیوبندیہ کے حلیف و برادر بریلویہ نے اپنی کتاب ''غیر مقلدین کے چالیس فریب'' میں نقل کیے ہیں، اس کے کافی اور وافی ردّ بلیغ سے ہم اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں عرصہ ہوا فارغ ہو چکے ہیں، جو پانچ سال پہلے طبع ہو کر بریلویہ و دیوبندیہ میں تقسیم کی گئی، اگرچہ ان جوابات سے جماعت اہل حدیث کے ایک سے زیادہ اماموں نے فراغت حاصل کر لی تھی، پھر بھی ہم نے ''ضمیر کا بحران'' میں دیوبندیہ و بریلویہ کا کمر توڑ اور کھوپڑی توڑ و تقلید و بدعت شکن ردّ لکھ دیا، اس کے بعد بھی کئی سال گزرنے پر جب دیوبندیہ نے ''تحفظ سنت کانفرنس'' کا ڈھونگ رچایا، تو اس دیوبندی مفتی والی کتاب کو بھی اشاعت شرور و فتن کی خاطر اپنی اس کانفرنس کا ایک جزو بنا دیا، اس تقلید پرست قوم کا حال ہی یہی ہے۔

خاتمہ

چونکہ اس دیوبندی کتاب مشتمل بر تلبیسات و مغالطات و اکاذیب کا رد ''ضمیر کا بحران'' میں کر چکے ہیں اور اس پر کوئی ردّ و جواب فرقہ دیوبندیہ و بریلویہ لکھنے سے آج تک عاجز و قاصر ہے، اس لیے ہم اس سلسلے میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتے، البتہ دیوبندیہ و بریلویہ سے گزارش ہے کہ وہ دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کرنے والے

ذمہ داروں سے پوچھیں کہ تم نے یہ کون سی گھناؤنی حرکت کی کہ تمہاری جس کتاب کا کمر توڑ جواب اہل حدیث کی طرف سے ایک زمانہ پہلے دیا جا چکا ہے اور جس کے جواب سے ابھی تک تم عاجز ہو، اس مردود کتاب کو اپنی اس دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کا ایک جزو کیوں بنا دیا؟

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۱۶/ جون/ ۲۰۰۱

دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس

تال کٹورہ اسٹیڈیم دہلی

منعقدہ ۲،۳/مئی/۲۰۰۱ء میں انتیس دیوبندیہ کتابوں پر مشتمل مفت تقسیم کیے جانے والے پیکٹ کی ایک کتاب

مسئلہ تقلید قرآن وحدیث

اور

اقوال علماء سلف کی روشنی میں

از...... جناب مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظم گڑھی

استاذ دار العلوم دیوبند

شائع کردہ جمعیۃ علماء ہند نئی دہلی

پر

ہمارا تحقیقی وتنقیدی تبصرہ وجائزہ ورد بلیغ

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۱۷/جون/۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ کتاب وتمہید

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین، و علی آلہ و أصحابہ، و أھل بیتہ، و أتباعہ إلی یوم الدین و بعد:

یہ بات معروف ومشہور ہو چکی ہے کہ علمبرداران سلفیت کے ہاتھوں تقلید پرستی کی لگا تار شکست و ریخت کو دیکھ کر دیوبندیہ اور ان کے حلیفوں و معاونوں کے حواس خبط ہو گئے اور اس خبط الحواسی میں بہت زمانہ تک غور وفکر کے بعد انھیں اپنی سابقہ ڈھونگ بازیوں کے ساتھ اپنی ''تحفظ سنت کانفرنس'' کا ڈھونگ رچانا، سوچنا پڑا اور بڑی تیاریوں کے بعد یہ کانفرنس پہلی بار ہندوستان کی راجدھانی دہلی کے تال کٹورہ اسٹیڈیم میں ۲،۳/مئی/۲۰۰۱ء میں منعقد ہو کر اختتام پذیر بھی ہو گئی، اس کانفرنس کی فتنہ سامانیوں وشر انگیزیوں میں ایک جزو یہ بھی داخل ہے کہ انتیس کتابوں پر مشتمل دیوبندی پیکٹ بڑے پیمانے پر تقسیم کیے گئے، یہ کتابیں اہل حدیث کے خلاف دیوبندیوں کے لیے نہایت مہلک ہتھیار کے طور پر تیار کرائی گئی تھیں، انھیں کتابوں میں سے ایک کتاب

''مسئلہ تقلید قرآن و حدیث و اقوال علماء سلف کی روشنی میں از مولانا مفتی محمد ارشد صاحب اعظمی استاذ دارالعلوم دیوبند'' بھی ہے۔ چونکہ ہم تن تنہا اس دیوبندی پیکٹ والی کتابوں کا تحقیقی جائزہ لے رہے ہیں، اس لیے اس دیوبندی کتاب کا تحقیقی جائزہ بھی لینا پڑ رہا ہے۔

اس کتاب کے نام سے اوپر بموقع تحفظ سنت کانفرنس زیر اہتمام جمعیۃ علماء ہند ''ید اللّٰہ علی الجماعۃ'' سے نیچے قرآنی آیت ﴿فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ لکھ کر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ فرقہ دیوبندیہ جو چودھویں صدی ہجری میں تولد پذیر ہوا ہے اور جن عناصر سے اس کی تولید عمل میں آئی ہے، ان کا اپنے اس موقف تقلید پر اساسی استدلال اسی آیت اور ید اللّٰہ علی الجماعۃ والی حدیث نبوی پر ہے، مگر ہم اس سے پہلے والی کتابوں کے ردّ میں بتلا آئے ہیں کہ دیوبندیہ اور ان کے حلیفوں و معاونین پر یہ حدیث منطبق نہیں ہوتی، کیونکہ اس میں اہل سنت و جماعت پر اللہ تعالیٰ کے دست شفقت ہونے کا ذکر ہے اور دیوبندیہ نیز ان کے حلیف و معاونین اہل سنت والجماعت کے دائرہ سے خارج ہیں اور آیت قرآنیہ مذکورہ پر ہماری تحقیق کئی سالوں پہلے ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں آ چکی ہے، نیز دوسرے علماء اہل حدیث یا بلفظ دیگر اہل سنت دیوبندیہ کے اس قرآنی اور حدیث نبوی والے استدلال کا ابطال کر چکے ہیں، پھر بھی ہمیں اس زیر نظر دیوبندی کتاب کا جائزہ لینا ہے۔

واللّٰہ المستعان علی ما یصفون، والحمد للّٰہ رب العالمین

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۱۷/ جون/ ۲۰۰۱

تقلید کا وجوب اور اس کی ضرورت:

کسی خطبہ و تمہید کے بغیر عنوان مذکور کے تحت اس کتاب کے چار سے زیادہ صفحات بزعم خویش یہ ثابت کرنے کے لیے سیاہ کیے گئے کہ دین اسلام و شریعت اسلام کے تحفظ کے لیے تقلید پرستی اسی طرح فرض و واجب ہے جس طرح تدوین قرآن و حدیث، اور تقلید شخصی و غیر تقلید شخصی دونوں میں سے ہر ایک کو فرض قرار دے کر کہا گیا کہ خیر القرون کے بعد تقلید شخصی کے وجوب پر اجماع ہو گیا، کیونکہ اس کے بغیر تحفظ دین ممکن ہی نہیں رہ گیا، اس کے بغیر پورے دین میں زبردست خلل ہونے کا خطرہ ہے، اپنے اس دعویٰ پر دیوبندیہ نے دو احادیث سے اور ایک عبارت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے استدلال کیا، جب کہ ان میں سے کسی ایک میں بھی افتراض تقلید پرستی پر اشارہ بھی نہیں ہے، یہ سراسر تحریف بازی و تلبیس کاری و دجل و فریب ہے۔

افسوس کہ دیوبندیہ کو تواتر سے ثابت ہونے والی اس بات کا علم نہیں کہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ پورے قرآن مجید کی تدوین اپنی زندگی میں کرا گئے تھے اور احادیث نبویہ کی بھی، البتہ کتاب کی شکل میں یکجا نہیں تھی اور فرما گئے تھے کہ میری وفات کے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی پیروی کو لازم پکڑے رہنا، خصوصاً پہلے دو خلفائے راشدین حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی، اور تواتر ہی سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی متفق علیہ رائے و حکم سے حضرت زید بن ثابت نے تدوین قرآن کی۔ یوں تو بہت سارے صحابہ کے پاس اپنے اپنے تدوین کردہ قرآنی نسخے تھے، جن کی ترتیب اور بعض الفاظ میں قراءت مختلفہ کے سبب اختلاف تھے۔ خلافت عثمانی میں تمام صحابہ کے مشورہ سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے تیارہ کردہ نسخے کو ہی برقرار رکھنے کا حکم دیا گیا اور ان کے علاوہ تمام نسخے تلف کر دیے گئے، یعنی اس کی موجودہ شکل میں مدوّن شدہ نسخہ قرآنی پر تمام صحابہ کا اجماع ہے اور اجماع صحابہ پوری امت کے یہاں حجت ہے اور ذخیرہ احادیث کے بہت سارے نسخے حکم نبوی ہی کے مطابق عہد صحابہ میں مدوّن و مرتب تھے، جنھیں بعد والوں نے اپنی اپنی صواب دید کے مطابق یکجا طور پر کتابوں میں مدوّن کر دیے اور ان دونوں کی تدوین اللہ و رسول اللہ کے حکم کے مطابق ہوئی اور دورِ صحابہ میں اس پر اجماع بھی رہا، نیز فرمان نبوی میں صراحت کر دی گئی تھی کہ جس دینی بات پر شریعت کا حکم نہ ہو، اسے دین بنا لینا بدعت و ضلالت اور جہنم رسید کرنے والا جرم عظیم ہے۔ تقلید پرستی کے ناجائز ہونے پر بہت ساری نصوص کتاب و سنت میں موجود ہیں، اس تقلید پرستی کو بہت ساری نصوص کتاب و سنت میں ضلالت و شرک و بد دینی کی جڑ و بنیاد کہا گیا ہے، ان نصوص کا اچھا خاصا و معتد بہ حصہ "نشر الصحيفة في ذكر الصحيح من أقوال أئمة الجرح والتعديل في أبي حنيفة" میں یکجا نقل کر دیا گیا ہے، ہم نے تقلید پرستی کے ناجائز بلکہ حرام و بدعت و ضلالت و شرک و کفر ہونے پر پانچ سال پہلے شائع ہونے والی ایک کتاب "ضمیر کا بحران" میں دلائل شرعیہ و اقوال سلف نقل کر دیے

اور تمام پرستاران تقلید سے اس کے جواب کا مطالبہ کیا، مگر ''صدائے بر نہ خواست'' والا معاملہ ہے۔

شریعت نے اسی طریق خلفائے راشدین و امراء و علماء کو ماننے کا حکم اہل اسلام کو دیا ہے، جو نصوص شریعت کے خلاف نہ ہوں اور خلاف ہونے کی صورت میں انھیں رد کر دینے کا حکم دیا ہے۔ یہ ساری باتیں مفصل و محقق طور پر ''ضمیر کا بحران'' میں موجود ہیں اور یہ تفصیل بھی موجود ہے کہ تقلید پرستی حکم شریعت کے بغیر بلکہ حکم شریعت کیخلاف ایجاد کی گئی اور چوتھی صدی ہجری کے بہت بعد دعویٰ کیا جانے لگا کہ چوتھی صدی ہجری میں تقلید پرستی کی دیوی کی ایجاد و تولید ہوئی اور اس کی پرستش پر اجماع امت ہو گیا، اس دعویٰ اجماع پر پانچویں صدی ہجری تک کسی معتبر امام اہل سنت والجماعت کی کوئی تحریر نہیں ملتی، بلکہ حنفی تقلید پر دعویٰ اجماع چھٹی صدی میں کیا جانے لگا، وہ متفقہ طور پر تقلید پرستی کو ممنوع و زیغ و ضلال قرار دے گئے ہیں، اس کے باوجود یہ دعویٰ اجماع باطل و مکذوب ہونے کے علاوہ کیا ہے؟ قاضی عیاض، مولود ۴۷۶ھ و متوفی ۵۴۴ھ نے پانچویں صدی گزر جانے کے بعد سات مذاہب مذاہب اربعہ و مذہب سفیان ثوری و مذہب اوزاعی و مذہب داود ظاہری کی تقلید پر دعویٰ اجماع کیا۔ (ترتیب المدارك: ۱/ ۹۸۔۱۰۲) لیکن اس دعویٰ اجماع کی امام ذہبی نے تغلیط و تردید کر دی اور بہت سارے ائمہ دین نے بھی۔ (سير أعلام النبلاء: ۸/ ۹۰ تا ۹٤)

امام ذہبی کے علاوہ بھی چوتھی صدی میں تقلید پرستی پر دعویٰ اجماع کی تغلیط کی گئی ہے، اس کی تفصیل ہماری کتاب ''اللمحات'' میں ہے، پھر جب بدعوی عیاض سات مذاہب کی تقلید پر اجماع ہو گیا ہے، تو خلاف اجماع کر کے فرقہ دیوبندیہ نے صرف چار مذاہب ہی کی تقلید پر چوتھی صدی میں دعویٰ اجماع کیوں کیا؟ جس سے اپنے اس دعویٰ کی مٹی پلید کیے ہوئے ہیں، حاصل یہ ہے کہ یہ دعویٰ خالص جھوٹ و غلط ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں چار مذاہب کی تقلید پر اجماع ہو گیا ہے اور یہ اجماع ممکن ہی نہیں، جب کہ نصوص کتاب و سنت و اقوال سلف میں تقلید کی مذمت و ممانعت بیان کی گئی ہے۔

تقلید کے لغوی و اصطلاحی معنی:

''قلد'' فعل متعدی ہے، جس کا معنی ہے: گلے میں کوئی چیز بطور ہار پہنانا اور حدیث نبوی میں اس کا معنی یہ بتلایا گیا ہے کہ قربانی کے جانوروں کی پہچان کے لیے ان کے گلے میں پھٹے پرانے چپل و جوتے اور اس نوع کی چیزیں لٹکانا، تاکہ معلوم ہو کہ انھیں بروز عید قربان ذبح کر کے قتل کر دیا جائے گا، تو کیا تقلید پرست قربانی کے چوپائے جانور ہیں، جو بروز عید قربان منیٰ میں یا کہیں ذبح کر دیے جاتے ہیں، پھر تو روئے زمین پر تقلید پرستوں کا وجود بھی معدوم ہو گا، پھر یہ تقلید پرست اتنی بڑی تعداد میں نظر کیوں آ رہے ہیں؟ اور تقلید پرستوں نے تقلید کی جو اصطلاحی تعریف کی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ

جس شخص کی بات حجت شرعی نہ ہو، اس کی بات کو بلا طلب دلیل معمول بہ بنالینا۔(ضمیر کا بحران، ص:۲۱۳)

معلوم ہوا کہ دیوبندیہ اور ان کے حلیفوں کا مذہب کسی شرعی دلیل پر قائم نہیں ہے، محض اوہام واکاذیب ہی ان کا مذہب ہیں اور نصوص و اجماع و قیاس شرعی کی طرف رجوع بالاتفاق تقلید نہیں، بلکہ تحقیق ہے۔(ضمیر کا بحران، ص:۲۱۳، بحوالہ عقد الفريد و مغتنم الحصول و شرح جمع الجوامع)

معلوم ہوا کہ مذہب اہل حدیث ہر مسئلہ میں تحقیق و دلیل شرعی پر قائم ہے۔ ہماری یہ کتاب شائع ہوئے پانچ سال گزر گئے، مگر دیوبندیہ اور ان کے حلیفوں کو معلوم ہوتا ہے کہ موت آگئی ہے، اس کا کوئی جواب نہیں بن پڑا، پہلے یہ فرقہ ہماری اس کتاب کا جواب دے کر اپنی زندگی کا ثبوت دے۔

ہماری اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ دیوبندی کتاب ''مسئلہ تقلید قرآن و حدیث اور اقوال علماء سلف کی روشنی میں'' میں مجموعہ تلبیسات ہے۔ کسی تقلید پرست کا دعوی اجماع اس میدان میں چوتھی صدی کے بعد مقبول و مسموع نہیں ہوگا، بلکہ اس پر چوتھی صدی تک کے مسلم و معروف و مشہور ائمہ کی وہ بات مسموع ہوگی، جو دلائل شرعیہ یعنی نصوص کتاب وسنت و اجماع امت و قیاس شرعی سے مبرہن و مدلل ہو۔

جو آیت دیوبندیہ نے تقلید کے ثبوت میں اس کتاب کے ٹائٹل پیج پر نقل کی ہے، اس کا مطلب ہم ''ضمیر کا بحران'' میں بتلا آئے ہیں کہ تقلید پرستی کو دین و ایمان بنانے والوں کے علاوہ از اول تا آخر پوری امت کا اجماع ہے کہ اس آیت میں ان کفار و مشرکین و ملحدین و دہریہ سے کہا گیا ہے کہ اگر تمھیں رسول و نبی کے رسول و نبی ہونے سے انکار ہو تو یہود و نصاریٰ اور دوسری کتب سماویہ کے اہل علم سے پوچھ لو کہ کیا کسی انسان کا رسول و نبی ہونا ممکن ہے یا ناممکن؟ اگر ان غیر مسلم اہل کتاب سے پوچھنے پر تمھیں اطمینان ہو جائے، تو نبی و رسول کو نبی و رسول مانو، ورنہ نہ مانو، تمھیں اس کا اختیار ہے، ہم نے یہ بات بھی ''ضمیر کا بحران'' میں واضح کر دی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ دیوبندیہ اور ان کے حلفاء ایسے مشرک و کفار ہیں، جنھیں غیر مسلم اہل کتاب سے تحقیق کرنے کی ضرورت ہے، یعنی کہ یہ دیوبندیہ اور ان کے حلفاء درحقیقت غیر مسلم اہل کتاب کے مقلد ہیں، انھیں سے تحقیق کر کے یہ اللہ و رسول پر ایمان رکھتے ہیں، پھر بھی تو یہ غیر اہل کتاب سے تحقیق ہوئی، تقلید نہیں، لیکن بر سبیل تنازل انھیں مقلدین غیر مسلم کو اہل کتاب ماننے کو تیار ہیں، دیوبندیو اور ان کے حلیفو! کہو یہ کون سا دھرم ہے؟

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والحمد لله الذي تتم به الصالحات

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعه سلفیه بنارس

۲۵/اپریل/۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس دہلی

منعقدہ ۲، ۳/ مئی/ ۲۰۰۱ء کے موقع پر انتیس کتابوں پر مشتمل پیکٹ میں سے ایک کتاب

عورتوں کا طریقہ نماز

از..... حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم

شیخ الحدیث جامع اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس

پر ہمارا

بھرپور تحقیقی تبصرہ

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۱۹/ مئی/ ۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عورتوں کا طریقہ نماز: امتیازات

اپنے مندرجہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''اسلامی نظام حیات میں عورتوں و مردوں کی صنفی خصوصیات اور ان کے تقاضوں کے لحاظ سے دونوں کے حقوق و فرائض اور مسائل و احکام میں نمایاں طور پر فرق و امتیاز کی رعایت کی گئی ہے، یہ فرق صرف طرز معاشرت، امور خانہ داری، تربیت اولاد، اور گھر ذمہ داریوں تک، ہی محدود نہیں، بلکہ ہر شعبہ زندگی میں اس کی رعایت کی گئی ہے، حتی کہ اسلامی نظام حیات کے بنیادی شعبہ عبادات میں بھی عورتوں کے صنفی خصوصیات کے پیش نظر ان کے لیے مردوں سے الگ احکام ہیں، یہ ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے جس سے کوئی باشعور مسلمان انکار نہیں کر سکتا، ہمارا اصل موضوع گفتگو عورتوں کا طریقہ نماز بالخصوص طریقہ سجدہ ہے، لیکن اس سے پہلے بعض ایسے امتیازات کی طرف اشارہ مفید ہوگا، جن سے شریعت کے اس مزاج کا اندازہ ہو سکے کہ وہ عورتوں کے لیے ہر حکم میں ستر و پوشیدگی پسند کرتی ہے، اور عورتوں کی جسمانی خد و خال کی نمائش پسند نہیں کرتی، اس سلسلے میں چند مسلم اور غیر متنازعہ فیہ امتیازات پر نظر ڈالی جائے:

۱۔ مردوں کے لیے نماز باجماعت میں حاضری کی اس قدر تاکید ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا، جو اذان سننے کے باوجود بھی جماعت میں حاضر نہیں ہوتے۔ (صحیح بخاری: ۱/ ۸۹)

دوسری بعض مصالح کی وجہ سے مسجد نبوی میں حاضری کی اجازت کے باوجود عہد نبوی میں عورتوں کی یہ حاضری مردوں کی اجازت پر موقوف رکھی گئی تھی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۳، بحوالہ بخاری: ۱/ ۱۱۹، و ترمذی: ۱/ ۷۱)

۲۔ عہد نبوی میں عورتیں جماعت میں شامل ہوتیں، تو ختم نماز کے بعد عورتیں جلدی سے اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاتیں، پھر آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اٹھتے۔ (بخاری: ۱/ ۱۲۰)

۳۔ مردوں کے لیے نماز باجماعت کی فضیلت تنہا نماز کے بالمقابل ۲۷ یا ۲۵ گنا ہے۔ (بخاری: ۱/ ۸۹) اور عورتوں کے لیے اپنے مکان کی اندرونی کوٹھری میں چھپ کر تنہا نماز ادا کرنا، مسجد نبوی میں اقتدائے نبوی میں نماز پڑھنے کے بالمقابل کئی درجہ افضل ہے، حضرت ابوحمید ساعدی کی اہلیہ حضرت ام حمید خدمت نبوی میں حاضر ہو کر بولیں، یا رسول اللہ ﷺ میری خواہش ہے کہ میں آپ کے ساتھ نماز ادا کروں، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم میری اقتداء میں نماز پڑھنا چاہتی ہو، لیکن تمہارا اپنے

گھر کے کمرہ میں نماز ادا کرنا، صحن میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے اور صحن میں نماز پڑھنا، احاطہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور احاطہ میں نماز پڑھنا، اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، عبد اللہ بن سوید انصاری کہتے ہیں کہ ام حمید نے اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں نماز کے لیے ایک جگہ بنا لی اور اپنی وفات تک اسی میں نماز پڑھتی رہیں۔(رواہ أحمد بسند حسن، آثار السنن، ص:٦٢)

اس کے علاوہ متعدد احکام میں یہ فرق نمایاں ہے، مثلاً مرد کے لیے سب سے افضل صف اوّل اور عورتوں کے لیے سب سے افضل سب سے پچھلی صف تھی، ایک امام اور ایک مقتدی ہو تو مقتدی امام کے دائیں جانب کھڑا ہو گا، لیکن مقتدی عورت تنہا ہو تو مرد امام کے پیچھے کھڑی ہو گی، خواہ محرم ہی کیوں نہ ہو، مرد کو لقمہ یا تنبیہ کے لیے سبحان اللہ کہنا چاہیے اور عورت کو دائیں ہتھیلی سے بائیں ہتھیلی کی پشت سے تالی بجانے کا حکم ہے، مرد اگر ناف سے گھٹنے تک ملبوس ہو کر نماز پڑھے تو بکراہت نماز ہو جائے گی، لیکن عورت کا اگر صرف سر ہی کھلا رہے، تو نماز نہیں ہوگی۔

عورتوں اور مردوں کے احکام میں یہ امتیازات کتب احادیث سے تعلق رکھنے والے کسی فرد کے لیے محتاج ثبوت نہیں، عورتوں اور مردوں کے طریقہ نماز میں جو فرق ہے، وہ عین تقاضائے شریعت کے مطابق ہے، اس کی نظیر ہر قدم پر ملے گی۔ اب اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے سمجھ لینا چاہیے کہ عورتوں کو پورا بدن مستور رکھ کر خدو خال نمایاں کیے بغیر نماز پڑھنی چاہیے، ان میں سے چند باتیں خاص طور پر ملحوظ رہیں، تحریمہ کے وقت عورت صرف سینے تک رفع یدین کرے، مردوں کے بالمقابل کہ وہ کان یا مونڈھے تک رفع یدین کریں اور بحالت قیام عورت سینے پر ہاتھ باندھے گی، جب کہ مرد ناف سے نیچے باندھیں گے، رکوع میں پوری طرح جھکنے کے بجائے عورت صرف اتنا جھکے گی کہ ہاتھ گھٹنے تک پہنچ جائیں اور بدن سمیٹے رکھے گی، سجدہ میں پورا بدن سمیٹ کر زمین سے چپک جائے گی نہ بازو پھیلائے گی نہ پنڈلیاں رانوں سے الگ رکھے گی، نہ پیٹ اور ان کے درمیان فاصلہ رکھے گی، جلسہ کی حالت میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال دے گی، ان مسائل میں سب سے اہم عورت کا سجدہ ہے اور یہی ہماری گفتگو کا اصل محور ہے، بوقت تحریمہ مقدار رفع یدین کی بابت طبرانی کی وائل بن حجر سے مروی حدیث ہے کہ

" قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا صليت فاجعل يديك حذاء أذنيك والمرأة تجعل يديها حذاء ثدييها"

یعنی مرد بوقت تحریمہ کانوں تک رفع یدین کرے اور عورت پستانوں تک

(تنوير الحوالك شرح موطا مالك للسيوطي: ١/ ٩٨)

زیادہ ستر کے لیے عورتوں کے واسطے بحالت قیام سینوں پر ہاتھ باندھنا اختیار کیا گیا ہے، اصل مسئلہ ہے سجدے کا طریقہ اور جلسہ و قعدہ میں سدل یعنی دونوں پاؤں کو دائیں طرف نکال کر بیٹھنا۔ ہم نے مختلف مسالک فقہ کا جائزہ لیا، تو حیرت انگیز اتفاق سامنے آیا کہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور اہل حدیث اس مسئلہ میں متفق ہیں۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی، کتاب، ص:۲ تا ۵)

ہم کہتے ہیں کہ اپنی کئی کتابوں میں ہم ناقابل تردید دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ اپنے کو جس مذہب حنفی کا مقلد کہتا ہے، اس کے پیشرو نے اپنے مذہب و علوم کو مجموعہ اکاذیب و اباطیل و اغلاط و آراء قرار دیا ہے، پھر جو مذہب بقول بانی مذہب مجموعہ اکاذیب و اباطیل و شرور و فتن و اغلاط و آراء ہو، اس کا کوئی بھی مسئلہ نصوص کتاب و سنت و اجماع صحابہ سے کیونکر مدلل ہوسکتا ہے؟ اتفاقی بات دوسری ہے کہ محض اتفاقی طور پر کوئی مسئلہ نصوص و اجماع کے مطابق ہو، ورنہ کم از کم نوے فیصد حنفی مسائل کی بنیاد محض اکاذیب و اباطیل و شرور و فتن و آراء پر قائم ہے، بنا بریں دیوبندیہ کی عبادت و غیر عبادات سے متعلق کسی جزوی یا اصولی مسئلہ پر بحث کی ضرورت نہیں رہتی، مگر دیوبندیہ چونکہ جھوٹے پروپیگنڈہ کے ذریعہ اپنے مکذوب مذاہب کو اہل حدیث کے خلاف برتر قرار دینے کے لیے کوشاں و جویاں ہیں، اس لیے ہم ان کا جائزہ لے رہے ہیں۔

ہم دیوبندی پیکٹ کی کتابوں میں سے بعض کتابوں کے رڈ میں اس دیوبندی تلبیس کاری کی وضاحت کر آئے ہیں کہ عورتوں کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت مردوں کی اجازت پر موقوف ہے، کیونکہ بہت سارے نصوص نبویہ میں صراحت ہے کہ عورتیں مسجد میں جا کر نماز پڑھنی چاہیں، تو مرد انھیں ہرگز نہ منع کریں اور جب مسجد میں عورتوں کی نماز پر پابندی لگانے سے شریعت نے ممانعت بلیغہ فرما دی ہے، تو مردوں کی اجازت پر عورتوں کی مسجد میں نماز کو موقوف بتلانا دیوبندی تلبیس کاری ہے، عورتوں کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کو افضل قرار دینے والی شریعت ہی نے انھیں مسجد میں فرض نماز باجماعت پڑھنے کی اجازت شرائط کے ساتھ دی، مگر عیدین کی نماز و نماز جمعہ کے لیے انھیں عیدگاہ و مسجد میں نماز ادا کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے۔

اسی طرح بوقت تحریمہ سینے تک عورتوں کا رفع الیدین جس حدیث سے ثابت ہے، وہ ساقط الاعتبار ہے، البتہ بعض روایات میں بلاتفریق مرد و زن کو سینے تک رفع الیدین کا حکم نبوی ہے۔ ہم نے بڑی صراحت سے کہا ہے کہ اصل یہ ہے کہ نماز میں مرد و زن کے درمیان تفریق نہ ہو، لیکن جن امور میں تفریق منصوص ہو ان میں تفریق ماننا ہر مومن پر فرض ہے۔

اب ہم اس دیوبندی کتاب کا جائزہ لے رہے ہیں، اس کتاب سے بالکل ملتا جلتا ہوا ایک مضمون کتاب کے مصنف کے مدرسہ سے نکلنے والے مجلّہ ''ترجمان الاسلام'' میں مصنف ہی کے قلم سے عرصہ ہوا شائع ہوا تھا جس کا

جواب ہم نے اپنی مختصری کتاب میں لے کر اس کا مکذوبہ و دروغ بے فروغ ہونا ظاہر کر دیا تھا اور جو لوگ اس کتاب کی تصنیف پر زیادہ زور لگائے ہوئے تھے اور وعدہ اشاعت بھی کیا تھا، انھیں کے حوالے میں نے اس کتاب کا مسودہ کر دیا تھا، اس کی نقل کا بھی مجھے موقع ان کرم فرماؤں نے نہیں دیا، پھر اس مسودہ کو عرصہ دراز تک سرد خانہ میں ڈالے رہے اور میرے شدید مطالبہ پر مجھے یہ ہوش ربا خبر دی کہ مسودۂ کتاب گم ہو گیا۔ إنا لله و إنا إليه راجعون

ان سرمایہ داروں اور کرسی نشینوں کو اس کا ذرا بھی احساس نہیں کہ میں نے ان کی فرمائشی کتاب رات دن ایک کر کے ساری توانائی صرف کر کے لکھی اور ان حضرات نے اوّلاً اس کی طباعت میں طرح طرح کے حیلے بہانے کر کے اسے سرد خانہ میں ڈال دیا، پھر انھیں حضرات نے مسودۂ کتاب کے گم ہو جانے کا مایوس کن واقعہ سنایا۔ اب مجھے از سرِ نو محنت کرنی پڑ رہی ہے۔

امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی و احمد بن حنبل:

اپنے اس عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ہدایہ (۱/۱۱۰) میں ہے:

"والمرأة تنخفض في سجودها وتلزق بطنها بفخذها: لأن ذلك أستر لها۔"

عورت اپنے سجدہ میں پست رہے اور پیٹ کو رانوں سے چپکائے، کیونکہ اس کے حق میں یہی زیادہ چھپانے والا ہے۔

اسی طرح کی بات فرقہ دیوبندیہ نے امام مالک و شافعی و احمد بن حنبل سے بھی نقل کی ہے۔ (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، ص: ۵ تا ۹)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ نے جو بات اپنی مستند ترین کتاب فقہ ''هدایه'' سے نقل کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ اسی طرح کی بات امام مالک و شافعی و احمد بن حنبل سے بھی منقول ہے، اس بات کا نص قرآنی یا نص نبوی یا اجماع صحابہ ہونا ثابت کرے، کیونکہ فرقہ دیوبندیہ کا یہی دعوی ہے کہ اس کا ہر مسئلہ نصوص و اجماع پر قائم ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام نبی ﷺ کا طریقہ نماز بیان کرتے ہیں، مگر کوئی بھی صحابی آپ سے عورتوں اور مردوں کی نماز میں تفریق کی بات نقل نہیں کرتا ہے اور نص قرآنی ہے کہ ﴿لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ اور فرمان نبوی ہے کہ: "صلو كما رأيتموني أصلي" نیز یہ کہ اتباع نبوی کا عام حکم قرآن مجید میں بکثرت دیا گیا ہے، مگر کسی بھی نص قرآنی و نص نبوی و اجماع میں نماز پڑھنے کے معاملہ میں مردوں اور عورتوں کے درمیان تفریق والی بات اشارۃً بھی نہیں کہی گئی ہے۔ امام ابراہیم نخعی سے بسند صحیح مروی ہے:

'' تقعد المرأة في الصلوٰة كما يقعد الرجل'' (مصنف ابن أبي شيبه: ۱/ ۲۷۰)

یعنی نماز میں عورت اس طرح بیٹھے جس طرح مرد بیٹھتے ہیں۔

حضرت ام الدرداء سے منقول ہے کہ:

" كانت تجلس في الصلوٰة كجلسة الرجل"

یعنی موصوفہ ام درداء صحابیہ نماز میں عورتوں کی طرح بیٹھتی تھیں۔" (مصنف ابن أبي شيبه: ١/ ٢٧٠)

اسی طرح حضرت ام الدرداء نماز میں رفع الیدین بھی مردوں کی طرح کرتی تھیں، (جزء رفع اليدين للبخاری) عورتوں کی یہی نماز مطلق اصول شرع ہے، اس کے خلاف اصول شرع کی مخالفت ہے اور کسی بھی صحابی سے اس طرح کی بات عذر کے بغیر ثابت نہیں اور نہ یہ ثابت ہے کہ عورتوں کی نماز کا طریقہ مردوں سے مختلف ہے۔

ایک روایت حضرت علی مرتضٰی سے مروی ہے:

" إذا سجدت المرأة فلتحتفز، و لتضم فخذيها"

یعنی عورت سجدہ کرے تو سرین کے بل بیٹھے بیٹھے کرے اور رانوں کو باہم ملاء رکھے۔ (مصنف ابن أبي شيبه: ١/ ٢٦٩، ٢٧٠، وسنن بيهقي)

مگر اسے حضرت علی سے روایت کرنے والے حارث اعور کذاب ہیں اور اس کذاب سے اسے نقل کرنے والے ابو اسحاق مدلس و مختلط ہیں۔ (تهذيب التهذيب، ص: ٥٩) یعنی کہ دیوبندیہ کی یہ متدل روایت موقوف ہونے کے ساتھ مکذوبہ بھی ہے اور مدلس بھی اور مدلس روایت ساقط الاعتبار ہے اور دیوبندیہ کی بیان کردہ اس ساقط الاعتبار روایت کا اصول اسلام کے خلاف ہونا بھی ظاہر ہے۔

اسی طرح کی بات کرنے والے حضرت ابن عباس سے مروی ایک روایت نقل کرتے ہیں:

" أنه سُئل عن صلوٰة المرأة فقال: تجتمع و تحتفز"

یعنی نماز میں عورت سمٹی رہے اور سرین کے بل بیٹھے۔ (مصنف ابن أبي شيبه: ١/ ٢٧٠)

اس روایت میں ظاہر نہیں کیا گیا کہ عورت یہ طرز عمل نماز کے کس مرحلہ میں اختیار کرے؟ قیام، رکوع وقومہ میں تو یہ بات ہو نہیں سکتی، قعدہ و جلسہ ہی میں ہو سکتی ہے، سجدہ میں بھی نہیں ہو سکتی، مگر معاملہ یہ ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس سے جس تابعی بکیر بن عبد اللہ بن الاشج نے نقل کی ہے، وہ تقریب التہذیب کے طبقہ خامسہ کے راوی ہیں، جن کا سماع کسی صحابہ سے ثابت نہیں، لہٰذا یہ روایت منقطع السند ہونے کے باعث ساقط الاعتبار ہے۔

اور جو روایات اس معنی کی تابعین سے مروی ہیں، ان کی بابت معلوم ہو چکا ہے کہ نصوص کے خلاف صحابی کی بات بھی ناقابل قبول ہے، تو تابعی کی بات کیوں قابل قبول ہوگی؟!

امام ابوحنیفہ کے استاذ حماد اور استاذ الاستاذ قتادہ کا فتویٰ:

امام ابوحنیفہ کے استاذ خاص حماد بن ابی سلیمان کا فتوی تھا کہ

"تقعد کیف شاء ت"

یعنی جلسہ و قعدہ میں عورت جیسے چاہے بیٹھے۔(مصنف ابن أبي شیبه: ۱/ ۲۷۱)

کبار تابعین میں سے امام قتادہ نے کہا: عورت قعدہ و جلسہ میں جیسا کہ آسان سمجھے، اسی طرح بیٹھے۔(مصنف ابن أبي شیبه : ۱/ ۲۷۰)

ہم کہتے ہیں کہ نص کی اجازت کے بغیر کسی کو نماز جیسی عبادت میں جو چاہے سو کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، نیز جس قعدہ میں سلام پھیرنا ہو اس میں سرین کے بل مردوں کو بھی بیٹھنے کا حکم شرعی ہے۔(ملاحظہ ہو ہماری کتاب: رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز)

اس جگہ زیر نظر دیوبندی کتاب میں اس مسئلہ کو ائمہ اربعہ وغیرہ کی طرف منسوب کر کے دعویٰ اجماع کیا گیا ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۸، ۹)

مگر اس طرح کا دعویٰ کوئی جاہل مطلق ہی کر سکتا ہے، ہم بعض اکابر کا اس سے اختلاف نیز نصوص عامہ کے خلاف ہونا ظاہر کر چکے ہیں، کیا دین اسلام صرف چار حضرات میں محصور ہو کر رہ گیا ہے، دین نام ہے نصوص و اجماع صحابہ کا اور فرقہ دیوبندیہ نہ کوئی نص پیش کر سکا، نہ اجماع صحابہ، بلکہ کسی ایک صحابی کا قول و اثر بھی پیش کرنے سے یہ عاجز و درماندہ ہے۔

روایت ابن اللجلاج:

امام ابن ابی شیبہ نے کہا:

" نا إسماعیل بن علیة عن محمد بن إسحاق عن زرعة عن إبراهیم عن خالد بن اللجلاج قال: کن النساء یؤمرن أن یتربعن إذا جلسن فی الصلوٰة و لا یجلسن جلوس الرجال علی أوراکهن الخ"

یعنی ابن اللجلاج نے کہا کہ عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں بیٹھیں تو سرین پر بیٹھیں مردوں کی طرح نہ بیٹھیں۔(مصنف ابن أبي شیبه: ۱/ ۲۷۰)

ہم کہتے ہیں کہ مردوں کو بھی حکم ہے کہ جس قعدہ میں سلام پھیرنا ہو وہ سرین کے بل بیٹھیں، مگر روایت مذکورہ کی سند میں واقع محمد بن اسحاق مدلس نے تدلیس سے اسے روایت کیا ہے، اس لیے یہ ساقط الاعتبار ہے اور جس زرعہ سے انھوں نے روایت کیا، وہ مجہول ہیں اور خالد بن اللجلاج نام لینے میں راوی سے غلطی ہوئی ہے، یہ

حصین بن لجلاج ہیں، جو ضعیف و مجہول ہیں اور مجہول کا غیر معمولی ضعف بلکہ وضاع و کذاب ہونا بھی مستبعد نہیں۔ لہٰذا یہ روایت ساقط الاعتبار ہے۔

نافع سے جو یہ مروی ہے کہ حضرت ابن عمر کے گھر کی عورتیں علی الاطلاق سرین پر بیٹھتی تھیں۔ (مصنف ابن أبي شيبه: ١/ ٢٧٠) تو اس کی سند میں عمر ضعیف ہیں، البتہ بعض قعود میں تو مرد بھی سرین پر بیٹھتے ہیں۔

اہل حدیث:

مذکورہ عنوان سے پہلے دیوبندیہ نے کہا:

''کئی مسائل میں امت کے اجماعی عمل سے اختلاف رکھنے کے باوجود عورتوں کی نماز کی بابت علماء اہل حدیث امت کے سواد اعظم کی ہم نوائی کرتے نظر آتے ہیں۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۹، سطر،۶، ۷، ۸)

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ پہلے یہاں اہل حدیث کے ان مسائل کی فہرست پیش کرے، جن میں اہل حدیث نے اجماع امت کی مخالفت کی ہے۔

مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''سرخیل علماء اہل حدیث الشیخ العلام نواب وحید الزماں حیدر آبادی اپنی کتاب "نزل الأبرار من فقه النّبي المختار" میں فرماتے ہیں کہ عورت بھی مرد کی طرح تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرے گی اور عورت کی نماز مرد کی طرح ہے، تمام ارکان و آداب میں سوائے اس کے کہ عورت بوقت تحریمہ اپنے ہاتھ چھاتی تک اٹھائے گی اور سجدہ میں مرد کی طرح پیٹ کو زمین سے اونچا نہیں رکھے گی، بلکہ پست رکھے گی اور اپنے پیٹ کو دونوں رانوں سے چپکا لے گی اور جب کوئی بات پیش آئے تو لقمہ دینے کے لیے اللہ اکبر نہیں کہے گی، بلکہ تالی بجا دے گی اور باندی کا بھی وہی حکم ہے جو آزاد عورت کا۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۹، ۱۰)

ہم کہتے ہیں کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ بوقت تحریمہ سینے تک رفع الیدین مردوں کے لیے بھی ثابت ہے اور اس طرح بھی کرنا صحیح ہے اور ظاہر ہے کہ عورتوں کو بھی مردوں ہی کی طرح نماز پڑھنی چاہیے، لہٰذا وہ بھی موقع بہ موقع سینے تک رفع الیدین پر اکتفاء کر سکتی ہیں، اس میں امتیاز کی کوئی بات نہیں، نواب وحید الزماں ائمہ اہل حدیث میں سے ایک امام ہیں اور کتنے ائمہ اہل حدیث کی باتوں کو جو ائمہ اہل حدیث غیر صحیح دیکھتے ہیں انھیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور جس قعدہ میں تمام اہل حدیث متفقہ طور پر کہتے ہیں کہ وہ بائیں ہتھیلی کی پشت پر دائیں سے تھپتھپاویں گی، صرف ایک مسئلہ رہ جاتا ہے، سجدہ والا اس سے اگرچہ عام علماء اہل حدیث کو

اختلاف ہے مگر اس کی تائید میں محشی نزل الأبرار مولانا سیف بنارسی نے ایک روایت نقل کی اور اس کے ضعیف ہونے کی بھی صراحت کر دی۔

بوقت سجدہ عورتوں کا مردوں سے مختلف طریق پر دلالت کرنے والی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما

سجدہ میں عورتوں کو جس طرح کی تعلیم مقلدین ائمہ اربعہ اور بعض اہل حدیث نے دی ہے، بہر حال کسی نص شریعت سے ثابت نہیں، تلاش بسیار کے بعد جو حدیث ابن عمر مرفوعاً:

" إذا سجدت ألصقت بطنها على فخذيها" (الحديث ضعفه)

نقل کی گئی ہے کہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکا دے، ہم نے یہ حدیث امام ابن عدی کی کتاب "الکامل" اور اس کی فہرست احادیث میں تلاش کی، مقصد یہ تھا کہ اس کے ضعیف ہونے کے اعتراف کے باوجود اس کی سند دیکھ کر معلوم کیا جا سکے کہ یہ ضعف کس درجہ کا ہے، مگر افسوس ہمیں اس میں کامیابی نصیب نہیں ہوئی، مگر بعد میں ہم کو یہ سند مل گئی، جو وضعی ہے۔ (کما سیاتی)

یہ ایک جزوی مسئلہ ہے اور اس پر دوسرے علماء اہل حدیث نے کوئی گرفت نہیں کی، تو اس کا سبب یہی ہے کہ یہ کوئی ایسا اختلاف نہیں جس میں بحث و نظر ہو۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ابن عمر والی حدیث کا انتساب نبی ﷺ کی طرف صحیح نہیں، لہٰذا وہ کالعدم ہے، اس لیے معاملہ اپنے اصل پر رہے گا، اس سے کسی اہل حدیث یا غیر اہل حدیث کا اختلاف کوئی معنی نہیں رکھتا۔

فرقہ دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ:

> "اب تک کے حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ قرن اوّل سے چودھویں صدی کے اوائل تک عالم اسلام میں رائج تمام فقہی مکاتب فکر کے متبعین اور ابتدائی دور کے علماء اہل حدیث بھی اس مسئلہ میں متفق تھے...... الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۱۵)

اوّل مکذوب محض ہے، پہلی صدی کے کسی بھی صحابی یا تابعی سے دیوبندیہ کی موافقت والی بات منقول نہیں ہے اور اگر کسی سے موافقت منقول ہے، تو سند کے ساقط الاعتبار ہونے کی بناء پر کالعدم ہے، پھر مقلدین کا متحدہ محاذ اپنے دعویٰ پر کوئی نص و اجماع کیوں نقل نہیں کرتا، نص میں تو اسوۂ رسول کا اتباع" صلوا كما رأيتموني أصلي" ہے، اس کے خلاف بعد والوں کا محض قیاس سے کوئی مسئلہ مستنبط کر لینا ہمارے نزدیک مناسب نہیں۔

دیوبندی کتاب کی آخری دفعات:

زیر بحث مسئلہ میں معلوم ہو گیا کہ دیوبندی اور دیوبندیہ کے حلیفوں کا موقف خلاف نصوص و خلاف نماز نبوی

ہے، پھر بھی اپنی اس کتاب کے آخر میں دیوبندیہ نے کچھ نمبرات کے تحت اپنی دیوبندی راگنی الاپی ہے، ملاحظہ ہو:

ا۔ کسی مسئلہ کے ثبوت میں اگر متعدد روایات و آثار موجود ہوں اور وہ فرداً فرداً ضعیف بھی ہوں، تب بھی ان کے مجموعہ اور کثرت طرق و آثار کی بنا پر یہ ثبوت ملتا ہے کہ اس کی اصل موجود ہے یہ اصول تمام محدثین کے یہاں ملتا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی و صاحب تحفۃ الاحوذی کے یہاں بکثرت اس کا ذکر ملتا ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۱۷)

ہم کہتے ہیں کہ ہاں ہم بھی یہ اصول مانتے ہیں، مگر زیر بحث مسئلہ میں مرفوع حدیث صرف ایک عدد ہے، وہ بھی ضعیف ہے اور صرف بعض آثار صحابہ ہیں، ان کی سند بھی بہت زیادہ ضعیف ہے، پھر تعدد طرق کہاں اور تعدد طرق سے قوت کہاں؟ واضح کریں!

۲۔ کسی مسئلہ میں اگر متدل ضعیف ہو، لیکن اس کے بالمقابل کوئی دوسرا متدل موجود ہی نہ ہو تو یہ مضر نہیں، نامور اہل حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری کا بھی یہی اصول ہے۔(ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۱۷)

ہم کہتے ہیں کہ زیر بحث مسئلہ میں صرف ایک ضعیف حدیث ہے اور آثار میں زیادہ تر ساقط الاعتبار ہیں اور یہ ساقط الاعتبار حدیث و آثار نصوص کے خلاف ہونے کے سبب مردود ہیں

فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

جو حضرات عورتوں اور مردوں کے طریقہ نماز میں تفریق کے قائل نہیں، ان کی طرف سے بطور استدلال ہمارے علم میں تین چیزیں آئی ہیں:

ا۔ وہ روایات جن میں مردوں کے لیے سجدہ کا مسنون طریقہ بیان کیا گیا ہے، یا سجدہ میں ہاتھ بچھانے سے منع کیا گیا ہے اسی طرح جس حدیث نبوی میں "صلو کما رأیتموني أصلي"

۲۔ حضرت ابراہیم نخعی کا قول "تفعل المرأۃ في الصلوٰۃ کما یفعل الرجل"

۳۔ ام الدرداء کا عمل۔

اس سلسلہ میں ہماری معروضات پیش ہیں:

جن روایات میں عام خطاب کے ذریعہ طریقہ نماز بتایا گیا یا بعض ہیئتوں سے منع کیا گیا ہے، ان کی بابت عرض ہے کہ ابتدائی صفحات میں درج احوال سے یہ بات آشکار ہو چکی ہے کہ جمہور علماء نے ان احادیث و روایتوں کے عام ہوتے ہوئے بھی عام پر محمول نہیں کیا ہے، بلکہ عورتوں کو زیر بحث ارکان صلوٰۃ میں مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ اور ان کے حلیف فرقے پہلے شریعت کے احکام عامہ سے تخصیص و استثناء کا اصول دیانت داری سے بتلائیں، پھر ان اصول کے مطابق اس حکم عام سے عورتوں کے مستثنیٰ و مخصوص ہونے پر دلائل قائم کریں، محض ایک ضعیف حدیث سے اور ضعیف آثار سے اگر شریعت کا حکم عام ہونے کا دیوبندی شریعت اور اس کے حلیفوں کا اصول ہو تو واضح کریں اور دیوبندیہ نے صرف چند تقلیدی مذاہب کی باتوں کو بطور دلیل پیش کیا ہے، صرف چند تقلیدی مذاہب اگر واقعتاً جمہور علماء ہیں، تو اسے مدلل طور پر واضح کریں اور ہم کو یقین ہے کہ قیامت تک بھی دیوبندیہ اور ان کے حلیف ایسا نہیں کرسکیں گے، پھر خائب و خاسر و عاجز ہوں گے۔ اگر دیوبندیہ میں دم و غیرت ہو تو میدان تحقیق میں وسائل تحقیق کے ساتھ آئیں۔

امام نخعی کا جو قول ہم نے اور دیوبندیہ نے حامیان نصوص کی تائید میں نقل کیا ہے، وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس کے خلاف نخعی اور دوسروں سے مروی باتیں مردود ہیں، نخعی سے اس موقف کے مطابق نصوص و اجماع صحابہ کے خلاف نخعی والی دیوبندیوں کی مستدل روایت کی سند میں سفیان ثوری واقع ہیں اور اسی کتاب میں جس کا حوالہ دیوبندیہ نے دیا ہے، ثوری مدلس ہیں اور تدلیس کے ساتھ ہی انھوں نے اس کو روایت کیا ہے، لہٰذا یہ روایت ساقط الاعتبار ہے۔

۳۔ جہاں تک ام الدرداء کا عمل ہے، تو

اولاً: یہی نہیں طے ہو پایا کہ وہ کبریٰ یعنی صحابیہ ہیں یا صغریٰ (تابعیہ)۔

ثانیاً: ان کے عمل کا نقل صرف صورت جلوس سے ہے۔

ثالثاً: حدیث مرسل کو ساقط الاعتبار قرار دینے کے باوجود ایک خاتون صحابیہ یا تابعیہ کے ذاتی عمل سے استدلال کچھ زیب نہیں دیتا۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۹)

ہم کہتے ہیں کہ نصوص و اجماع صحابہ کی تائید اور اس کے مخالفین کے ردّ میں کسی صحابیہ یا تابعیہ کا قول پیش کرنا مخالفین نصوص و اجماع کا ردّ بلیغ کرنا ہے، جو صحابہ و تابعین کے بعد والے تقلیدی اماموں کی باتوں کو اپنا دین و مذہب بنائے ہوئے ہیں، خصوصاً احناف جو امام ابوحنیفہ کی مجموعہ اکاذیب ورائے و قیاس کو اپنا دین بنائے ہوئے ہیں۔

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے ان لغویات کے بعد کہا:

''گفتگو طویل ہوتی جا رہی ہے اس لیے ہم آخر میں وہ روایت پیش کریں گے، جن میں عورتوں کو سجدہ میں انخفاض و تستر کی تعلیم دی گئی ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۹)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی طویل گفتگو ہو یا عریض ان کا بے معنی ہونا ظاہر ہو چکا ہے۔

۱۔ روى ابن عدي عن ابن عمر مرفوعا إذا سجدت ألصقت بطنها على فخذيها" (الحديث وضعفه)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ اس روایت کی سند پیش کر کے بتلائے کہ اس نے حدیث مذکور کو جو ضعیف کہا ہے، اس کا ضعف کس درجہ کا ہے؟

ہم کو یہ پوری حدیث مع سند سنن بیہقی (۲/۲۲۳) میں مل گئی، اس کی سند میں مشہور کذاب اور وضاع جہمی مرجی واقع ہے، اسی کذاب نے اہل اسلام کو اپنے شیطانی راستہ پر لگانے کے لیے یہ حدیث گھڑ کر اور وضع کر کے نبی معصوم ﷺ کی طرف منسوب کر دی، مگر ہم کو امید نہیں کہ دیوبندیہ اپنے اس کرم فرما وضاع و کذاب جہمی و مرجی کی اختراعی روایت پر عمل سے باز آ جائیں گے، کیونکہ اسے بھی دیوبندیہ نے اپنی فقہ کی تدوین کے چہل ارکان میں شمار کر رکھا ہے، دیوبندیہ کی طرف سے لکھی گئی کتاب ''أنوار الباري'' میں اسی طرح کے اکاذیب بھر دیے گئے ہیں، جن کا کذاب ہونا ہم ''اللمحات'' میں واضح کر چکے ہیں۔

۲۔ عن يزيد بن أبي حبيب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرّ على امرأتين تصليان قال: إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلى الأرض، ان المرأة ليست في ذلك كالرجل۔"

یعنی رسول اللہ ﷺ کا گزر نماز پڑھتی ہوئی دو عورتوں پر ہوا، تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب تم سجدہ کیا کرو، تو اپنے گوشت کا کچھ حصہ زمین سے لگا دو، کیونکہ عورت اس بارے میں مرد کی طرح نہیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۲۰)

ہم کہتے ہیں کہ یزید بن حبیب تقریب التہذیب کے طبقہ خامسہ کے راوی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ روایۂ یہ تابعی نہیں بلکہ تبع تابعی ہیں، ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معلوم نہیں کتنے واسطے ہیں دراصل اسے اصطلاحی مرسل بھی کہنا صحیح نہیں اور ان سے روایت کرنے والا سالم بن غیلان کو بتایا گیا ہے، انھیں امام دارقطنی نے میزان الاعتدال میں متروک کہا ہے، پھر اس منقطع و متروک روایت کو حجت بنانا کیا معنی رکھتا ہے؟

۳۔ اپنی روایات کا نمبر زیادہ کرنے کے لیے دیوبندیہ نے اوپر والی روایت کو مراسیل أبي داود سے نقل کیا اور اس کا بالکل ہی ساقط الاعتبار ہونا ہم واضح کر چکے ہیں، نیز نصوص و اجماع صحابہ کے بھی خلاف یہ روایت ہے۔

۴۔ اس نمبر والی روایت کا کذب خالص ہونا ہم بیان کر آئے ہیں، جو زیادہ سے زیادہ ایک صحابی کا قول ہو سکتا ہے اور حقیقت میں اسے قول صحابی کہنا جرم و گناہ ہے۔

۵۔ اس نمبر والی روایت کا ساقط الاعتبار ہونا بھی ہم بیان کر آئے ہیں۔

۶۔ اس نمبر والی مستدل دیوبندیہ کا حال ہم بیان کر آئے ہیں، جو سنداً ضعیف ہونے کے ساتھ روایۃ ایک تابعی کی طرف منسوب ہے۔

۷۔ اس نمبر والی روایت میں لیث بن ابی سلیم متروک ہے۔

۸۔ فرقہ دیوبندیہ کی آٹھویں نمبر والی روایت حسن بصری کی طرف منسوب ہے اور ان کی طرف اسے منسوب کرنے والا ہشام بن زیاد بن ابی یزید قرشی ہے، جو موضوع و مکذوب اور حسن بصری کی طرف خصوصاً منسوب کرنے والا متروک الحدیث راوی ہے۔(تہذیب التہذیب: ۱/۳۲، ۳۳)

۹۔ ''عن إبراهيم إذا سجدت المرأة'' الخ اس روایت کو دیوبندیہ نے نمبر ۶ پر نقل کیا یعنی تکرار بھی دیوبندیہ کی عادت ہے، اس کا ضعیف، خلاف نصوص واجماع صحابہ ہونا نیز تبع تابعی کا قول ہونا ہم ظاہر کر آئے ہیں)

اپنی ان بے تکی باتوں کے ساتھ مزید بے تکی باتیں کی گئی، جس پر بحث کرنا تضییع اوقات کے علاوہ کچھ نہیں۔

ایک اہم سوال:

اس عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا کہ

''فلاں فلاں باتوں میں بشمول عورتوں کے لیے مسجد سازی کو مردوں کی طرح ہونا چاہیے۔''(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۲۲، ۲۳)

ہم کہتے ہیں کہ عورت کے لیے مستقل مسجد بنانے کا ثبوت موجود ہے۔(رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز)

عورتوں کا استثناء خصوص سے ثابت ہے اور یہی ہم کہتے ہیں کہ اصول عامہ سے بدلیل معتبر مستثنیٰ نیز استثناء ہم بھی مانتے ہیں۔ بس انھیں باتوں پر دیوبندیہ نے اپنی یہ کتاب ختم کر دی ہے، ہم بھی ختم کر رہے ہیں۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۲۵/اپریل/۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس

منعقدہ ۲،۳/مئی/۲۰۰۱ء۔ ۲۹ زہریلی کتابوں پر مشتمل پیکٹ کی ایک کتاب

فقہ حنفی اَقرب اِلی النصوص ہے

از...... مولانا سعید احمد پالن پوری

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

پر

ہمارا تحقیقی جائزہ و علمی تبصرہ و تحقیقی بحث و نظر

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ/بنارس/یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، الرحمن الرحیم، والصلوٰۃ والسلام علی جمیع الأنبیاء والمرسلین خصوصاً علی من بعث رحمة للعالمین محمد، و آلہ وأصحابہ أجمعین و بعد:

دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کی انتیس کتابوں پر مشتمل شرور وفتن سے بھرے پیکٹ کی سالہا سال کی تیاری کرکے اس دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس منعقدہ ۲،۳/ مئی/ ۲۰۰۱ء کے موقع پر یہ پیکٹ علمائے دیوبند و دیوبندی عوام وخواص میں مفت تقسیم کیا گیا، اس مقصد کے تحت کہ جماعت اہل حدیث کے خلاف لڑنے جھگڑنے و بازار مناظرہ و مجادلہ گرم رکھنے کے لیے ہتھیار کے طور پر یہ پیکٹ منصوبہ بند سازش کے تحت اہل حدیث کے خلاف دیوبندیوں کے کام آئیں۔ فرقہ دیوبندیہ جب سے تولد پذیر ہوا ہے، تبھی سے یہ کام پورے تسلسل کے ساتھ کرتا آرہا ہے، اس کی تولید چودھویں صدی ہجری میں انگریزی سامراج کی سازش سے ہوئی، اس نے ہندوستان میں اپنی حکومت برقرار رکھنے کے لیے مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے لیے کئی تعلیمی ادارے کھولے، دہلی میں بھی دہلی کالج کے نام سے ایک کالج کھولا، اس کے تربیت یافتہ لوگوں نے ''دارالعلوم دیوبند'' انگریز کے اشارہ پر کھولا، یہ دارالعلوم تیرہویں صدی کے اواخر میں قائم ہوا اور یہاں کے تعلیم وتربیت یافتہ لوگ دیوبند کی طرف منسوب ہوکر دیوبندی کہلائے، فرقہ کی شکل اختیار کرنے میں اسے کچھ وقت لگا اور چودھویں صدی میں یہ تولد پذیر ہوا اس نے اپنے آپ کو ظلماً و جوراً امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا کہ ہم انھیں کے تقلید پرست ہیں، جس طرح امام ابوحنیفہ عراق جس کا دوسرا نام بابل ہے، میں سرگرم عمل رہے اور اس کی بابت حدیث نبوی ہے: ''**هناك الزلازل والفتن**'' یہ زمین شرور وفتن کا مرکز ہے۔ اسی طرح سرزمین ہند میں فتنوں اور شرور کا بازار گرم رکھنے والے یہی دیوبندیہ و بریلویہ ہیں، جو اپنے کو حنفی مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس دور میں حالات جتنے زیادہ مسلمانوں کو متحد رکھنے کے متقاضی ہیں اتنا ہی دونوں مذہب حنفی کی طرف منسوب ہونے والے فرقے مسلمانوں میں نزاع و شقاق کو زیادہ سے زیادہ ابھارنے کے لیے کوشاں ہیں۔ اہل حدیث جو تمام شرور وفتن کے خلاف دفاعی کامیابی حاصل کرنے میں ہمیشہ کامیاب رہے ہیں وہ اس فتنہ دیوبند کے بالمقابل کیونکر خاموش رہ سکتے ہیں؟ لہٰذا جماعت اہل حدیث کے شرور دیوبندیہ سے تحفظ کی خاطر ہمیں بھی کچھ کرنا پڑا اور ہم نے اس شرور وفتن کے بھرے ہوئے دیوبندی پیکٹ کا تحقیقی جائزہ لینا ضروری سمجھا۔ ہم اپنی جان لیوا بیماری اور کسمپرسی اور وسائل کے تہی دستی کے عالم

میں ایک دوسرے اہم کام اور گھریلو و ذاتی امور میں الجھے تھے اور خاص مجبوری یہ تھی کہ ہم کسی مناسب کتب خانہ سے محروم ہیں اور کتابیں بقدر ضرورت ہمارے پاس نہیں، جامعہ سلفیہ، بنارس میں اگرچہ ہم مدرس ہیں، مگر اپنی علالت کے باعث ہم یہاں کے مکتبہ تک رسائی نہیں حاصل کر سکتے اور وہاں سے ہم کتابیں اپنے کمرہ میں نہیں منگا سکتے، پھر بھی ہم نے اپنے نہایت ناقص کتب خانہ نیز دوسروں کی کتب کی بدولت یہ کام اللہ کا نام لے کر شروع کر دیا۔

امام شافعی جب عراق گئے تو وہاں کے اہل حدیث ائمہ و علماء وعوام نے شکایت کی کہ یہاں کے أہل رائے کی فتنہ سامانی سے ہمیں پریشانی ہے، آپ کوئی ایسی جامع کتاب لکھ دیجیے جس کی بدولت ہماری أہل رائے کے ہاتھوں پریشانی دور ہو، تو امام شافعی نے کہا کہ مجھے أهل الرأي کی کتابیں فراہم کراؤ تو میں کتاب لکھ دوں، وہاں کی اہل حدیث جماعت نے مطلوبہ کتابیں فراہم کیں اور اپنے طور پر بھی امام شافعی نے أہل رائے کی کتابیں حاصل کیں، پھر اپنی کتاب ''الرسالہ'' لکھ دی، جس سے أہل رائے کی ناک میں دم ہو گیا۔ میں اس دور میں ایک ناکارہ شخص ہوں، مگر مجھ سے لوگ اس موقع پر تحفظ اہل حدیث والی کتاب لکھنے پر اصرار کرتے ہیں، لیکن اتنی توفیق نہیں کہ مجھے مطلوبہ کتابیں بھی دیں، بہر حال اللہ کے بھروسے میں نے یہ کام شروع کر دیا ہے۔

فقط

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۱۶/مئی/۲۰۰۲ء

بقول امام ابوحنیفہ حنفی مذہب مجموعۂ رائے و قیاس ہے:

دیوبندیہ نے زیر نظر کتاب کا نام ''فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے'' رکھا ہے، لیکن یہ فرقہ جس امام کا اپنے کو مقلد کہتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

" ديننا هذا رأي و في رواية: علمنا هذا رأي"

یعنی ہمارا مدوّن کردہ دین و علم مجموعۂ رائے و قیاس ہے۔

نیز امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

" ويحك يا يعقوب، لا تكتب كل ما تسمعه مني، فإني قد أرى الرأي اليوم وأتركه غدا، و أرى الرأي غدا، و أتركه بعد غدٍ"

یعنی مذہب حنفی کی تدوین کرنے والے امام ابویوسف سے امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ میری کسی بھی مسئلہ میں جو رائے تم سنو اسے مت لکھا کرو، کیونکہ میری رائے روز بروز بدلا کرتی ہے۔

امام ابوحفص بن غیاث نے کہا کہ رائے پر مشتمل اپنے فتویٰ سے امام ابوحنیفہ ایک دن میں پانچ مرتبہ کیے بعد دیگر رجوع کیا کرتے تھے، یہ صورت حال دیکھ کر امام ابوحنیفہ درس گاہ رائے و قیاس چھوڑ کر حدیث پڑھنے میں مصروف ہو گئے، بعض روایات میں (یعنی کتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل یہ ساری روایات ہماری کتاب ''اللمحات'' میں باسانید معتبرہ منقول ہے، جن کا حاصل یہ ہے کہ جس مذہب کی تقلید کا فرقہ دیوبندیہ دعویٰ کرتا ہے، اس کے بانی مبانی امام ابوحنیفہ اسے مجموعہ رائے و قیاس کہتے ہیں، پھر یہ دیوبندی مذہب أقرب إلى النصوص کیسے ہو گیا؟ دیوبندیہ سچ ہیں یا ان کے امام ابوحنیفہ؟ نیز امام ابوحنیفہ نے کہا: ''هل الدين إلا الرأي الحسن'' دین اچھی رائے و قیاس کا مجموعہ ہی تو ہے۔'' (الكامل لابن عدي: ٧/٢٤٧٥)

بقول امام ابوحنیفہ حنفی مذہب مجموعۂ اکاذیب ہے:

امام ابوحنیفہ نے اپنے فقہی مذہب کی تدوین و ترتیب کرنے والے تلامذہ کو خطاب کر کے فرمایا:

" ويحكم كم تكذبون علي في هذه الكتب ما لم أقل۔"

یعنی میرے حنفی مذہب کی تدوین کرنے والے میرے شاگردو! تم میری مدوّن ہونے الی ان کتابوں کو کتنے اختراعی اکاذیب سے بھر دیتے ہو؟! (اللمحات: ٣/٣١٧، ٣١٨)

اس کا حاصل یہ ہوا، کہ فرقہ دیوبندیہ جس مذہب کا مقلد ہے، اس کے بانی امام ابوحنیفہ اسے مجموعہ اکاذیب بتلا گئے ہیں۔

بقول امام ابوحنیفہ حنفی مذہب مجموعہ اغلاط ہے:

امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

"عامة ما أحدثكم به خطأ"

یعنی میری بیان کردہ فقہی و غیر فقہی باتیں مجموعہ اغلاط ہیں۔ (الكامل لابن عدي: ٧/٢٤٧٣)

یہ روایت متعدد و معتبر اسانید سے مروی ہے، اس کی تفصیل اللمحات میں ہے۔

بقول امام ابوحنیفہ ان کا فقہی مذہب مجموعہ شرور و اباطیل ہے:

کئی معتبر سندوں سے مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنی مدونہ کتب کو مجموعہ اباطیل و شرور وفتن کہا ہے، جس کی تفصیل اللمحات میں ہے۔

بقول امام ابوحنیفہ ان کا مدوّن شدہ مذہب مجموعہ خارج شدہ ریاح ہے:

کئی معتبر سندوں سے مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کو انسان و غیر انسان سے خارج ہونے والی بدبودار کریہہ ریاح کہا ہے، اس کی تفصیل بھی اللمحات میں ہے۔

جو حنفی مذہب کے بانی کی تصریحات کے مطابق مجموعہ رائے وقیاس و اغلاط و اکاذیب و اباطیل و ریاح و شرور وفتن ہو، اسے دیوبندیہ کا اس صدی میں أقرب إلى النصوص کہنا انتہا درجہ کی شرارت و بے راہ روی اور اپنے امام کی شدید مخالفت ہے، اس کے باوجود فرقہ دیوبندیہ کا اپنے کو حنفی مذہب کی تقلید پر اڑے اور اٹل رہنا اور اس کے فضائل و محامد کے پل باندھ دینا کون سی دیانت داری و امانت شعاری ہے!!

وحشی کو وحشت میں الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ان کی اختراعی آراء کا مجموعہ ہے، جن کی وہ خلاف ورزی نہیں کرتے تھے۔ (الكامل لابن عدي: ٦/٢٤٧٥)

دیوبندیہ کا اپنے اس دعویٰ پر کہ "فقہ حنفی أقرب إلی النصوص ہے"، پہلا استدلال:

ہم دیوبندیہ کی اس کتاب کے نام سے امید رکھتے تھے کہ وفات نبوی کے ایک سو سال سے زیادہ بعد تولد پذیر حنفی مذہب کے اقرب الی نصوص ہونے پر نصوص کتاب وسنت و آثار صحابہ وتابعین پیش کیے گئے ہوں گے، مگر افسوس کہ اس اکاذیب پرست فرقہ نے دسویں گیارہویں صدی کے ہندوستانی صوفی اور حنفی مقلد کا یہ قول سب سے پہلے پیش کیا۔

"برین فقیر ظاہر ساختہ اند کہ در خلافیات کلام حق بجانب حنفی است، و در خلافیات فقہی در اکثر مسائل حق

بجانب حنفی و دراقل متردد"

یعنی فقیر پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ کلامی اختلافی مسائل میں حق مسلک احناف یعنی ماتریدیہ کی طرف ہے اور اکثر فقہی اختلافی مسائل میں حق بجانب احناف ہے اور بہت کم مسائل میں تردد ہے کہ حق کس جانب ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۱،بحوالہ مبدأ و معاد،ص:۳۹)

ہم کہتے ہیں کہ کسی تقلید پرست حنفی مقلد کا مدقق و محقق و امام ربانی و مجدد الف ثانی ہونا نصوص کی روشنی میں محال ہے، کیونکہ مقلد جاہل ہونے کے سبب ہی تقلید پرستی کا سہارا لیتا ہے اور تقلید پرستی بدعت و ضلالت ہے اور صوفیت بھی رہبانیت والی یہود و نصاریٰ جیسی بدعت ہے جسے وفات نبوی بلکہ خیر القرون کے بعد ایجاد کیا گیا ہے، حنفی مقلد تو مذہب اہل حدیث کا حریف ہوتا ہے، زیر بحث مقدمہ میں اپنے ہی فرقہ کے ایک مقلد کی شہادت پیش کرنا اصول بحث و نظر سے سرتابی و روگردانی ہے، کسی ایسے شخص کی شہادت مطلوب ہے، جو تقلید پرست و اہل حدیث کے درمیان مسلّم ہونے کے ساتھ ساتھ نصوص ہی کو اپنے دعویٰ کی دلیل میں پیش کرے، کیونکہ اہل حدیث نصوص و اجماع صحابہ اور صرف نظر کے طور پر اجماع غیر صحابہ کو حجت مانتے ہیں، اور کسی تقلید پرست کا دور صحابہ و تابعین و عہد نبوی میں موجود ہونا محال ہے، وہ نصوص و اجماع صحابہ اور بر سبیل تنازل صحابہ کے بعد والوں کا اجماع پیش کرے، مگر یہ ساری باتیں کسی بھی تقلید پرست کے لیے وہ بھی جو نویں دسویں صدی کا تقلید پرست ہو، کی شہادت میدان تحقیق و بحث ونظر میں غیر مسموع ہے، مثل ہے کہ بلی کو خواب میں چھچھڑے ہی نظر آتے ہیں، ظاہر ہے کہ مقلد صوفی کو خواب یا بیداری میں اپنا تقلیدی مذہب ہی صحیح معلوم ہوگا، یہ وسوسہ شیطانی ہے، ارشاد نبوی ہے کہ "ہر شخص کے ساتھ شیطان لگا رہتا ہے، جو اسے شیطانی وسوسوں میں مبتلا رکھتا ہے حتی کہ شیطان ہر انسان کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتا اور دوڑتا رہتا ہے۔"

دیوبندیہ کا اپنے مذکورہ دعوی پر دوسرا استدلال:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی اس نمائندہ کتاب میں فقہ حنفی کے أقرب إلى النصوص ہونے کے ثبوت میں امام المسلمین مسند الہند حضرت اقدس شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بارہویں صدی ہجری کے متوفی ۱۱۷۶ھ کا قول ان کی کتاب "فیوض الحرمین" کے حوالے سے لکھا:

" عرفني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن في مذهب الحنفي طريقة أنيقة هي أوفق الطرق بالسنة المعروفة التي جمعت و نقحت في زمان البخاري"

یعنی مجھے کشف میں رسول اللہ ﷺ نے یہ حقیقت سمجھائی کہ فقہ حنفی کی شکل میں ایک عمدہ طریقہ ہے، جو دیگر طرق سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔ ان احادیث مشہورہ سے جو امام بخاری کے زمانہ میں جمع کی گئیں اور

ان کی تنقیح کی گئی، یعنی تدوین حدیث کے تیسرے دور میں جو احادیث صحیحہ منقح ہو کر کتابوں میں مدوّن کی گئیں، ان سے فقہ حنفی بنسبت دوسری فقہوں کے زیادہ ہم آہنگ ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو بھی اپنے جیسا حنفی مقلد کہتا ہے اور انھیں کے طریق پر چلنے کا دعویدار ہے، پھر وہ زیر بحث مسئلہ میں اپنے ہی جیسے بارہویں صدی کے مقلد کی بات کو بطور دلیل پیش کر کے اصول بحث ونظر سے منحرف ہو کر مجرم قرار پایا۔ کسی مقلد کا کشف یا کرامت میدان تحقیق میں کارآمد نہیں ہوسکتا، ویسے حقیقت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ کی تحریریں دیوبندی دعاوی کے بالکل خلاف ہیں اور دیوبندیہ درحقیقت مسلک ولی اللہ کے باغی و طاغی و منحرف وجھوٹے دعاوی کرنے والے ہیں، جس کی تفصیل ہماری دوسری کتابوں میں ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کا ماحصل:

فرقہ دیوبندیہ نے دسویں گیارہویں صدی ہجری اور بارہویں صدی کے ایک ایک مقلد کے اقوال بطور دلیل مندرجہ بالا نقل کر کے کہا ہے:

> "مذکورہ دونوں بزرگوں کے ارشادات کا ماحصل یہ ہے کہ فقہ حنفی کے تمام مسائل جہاں ایک طرف عقل سے بلند معیار پر پورا اترتے ہیں، وہاں قرآن وحدیث سے بھی پوری طرح ہم آہنگ ہیں اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے جب امام ابوحنیفہ کو احادیث کا جامع مانا جائے، بلکہ آپ کی کامل حدیث فہمی کا اعتراف کیا جائے، امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک اپنے تلامذہ سے فرماتے تھے کہ "احادیث وآثار کو لازم پکڑو، مگر ان کے معانی کے لیے امام ابوحنیفہ کی ضرورت ہے، کیونکہ وہ حدیث کے معانی زیادہ جانتے تھے۔ (مناقب کردری، زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱،۲)

ہم کہتے ہیں کہ جس حنفی مذہب کو بانی حنفی مذہب امام ابوحنیفہ نے دونوں بزرگوں کے پیدا ہونے سے کئی صدی پہلے مجموعہ اکاذیب و اباطیل و اغلاط و رائے و قیاس قرار دے دیا ہو، اسے ۱۵۰ھ کے بعد سینکڑوں سال گزرنے پر دسویں و بارہویں صدی کے دو حنفی تقلید پرست عقل ونقل سے پوری طرح ہم آہنگ کیسے بنا سکتے ہیں؟ امام ابن المبارک کی بعض باتیں فرقہ دیوبندیہ نے کردری سے نقل کی، جس کی سندیں حذف کر دیں گئی ہیں، پھر فرقہ دیوبندیہ کو یہ کشف کیسے ہوگیا کہ قول ابن المبارک معتبر سند سے مروی ہے؟ نیز جس دیوبندی فقہ کو امام ابوحنیفہ مجموعہ اکاذیب و اباطیل و اغلاط و رائے و قیاس کہہ گئے ہوں، اسے عبداللہ ابن مبارک یا کوئی کیسے احادیث وآثار ونصوص وعقل سے ہم آہنگ بنا سکتے ہیں، کیا ان کے پاس افسانوی الہ دین کا چراغ تھا، جس سے وہ ایسا کر سکتے ہوں؟

فقہاء قیاس کب کرتے ہیں؟

فرقہ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

"احناف بھی دوسرے فقہاء کرام کی طرح قیاس پر اسی وقت عمل کرتے ہیں جب نص موجود نہیں ہوتی، ان کا یہ طرزِ عمل عین منشائے نبوی کے مطابق ہے، حدیث معاذ بن جبل اسی پر دلالت کرتی ہے، جب آپ انھیں گورنر یمن بنا کر بھیج رہے تھے۔ (ملخص از دیوبندی کتاب: ۱۴۲/۳، بحوالہ مسند أحمد: ۲٤۲/٥)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کا یہ دعویٰ کذب خالص ہے، جس دیوبندی مذہب کو امام ابوحنیفہ نے مجموعہ اکاذیب و اباطیل و شرور و فتن واغلاط و رائے و قیاس کہا ہو، وہ کبھی بھی اس وصف سے متصف نہیں ہو سکتا، جو دیوبندیہ نے بیان کر رکھی ہے۔

تقلید کی ضرورت کب اور کیوں ہے؟

اپنے اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

"یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہر امر کا حکم شرعی نصوص میں صراحتاً موجود نہیں، بعض احکام اجتہاد ہی کے ذریعہ معلوم کیے جا سکتے ہیں، ارشاد باری ہے: ﴿أنزلنا إليك الذكر لتبين للناس ما نزل إليهم و لعلهم يتفكرون﴾ (النحل: ٤٤) اس آیت سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ بیان نبوی کے بعد بھی غور و فکر اور سوچنے کی حاجت رہتی ہے، یہی وہ اجتہادی مسائل ہیں، جو مجتہدین کرام کے غور و فکر کے محتاج ہیں۔"

ہم کہتے ہیں کہ اس آیت میں نصوص قرآنیہ و نصوص نبویہ پر غور و فکر کا حکم ہے، جسے دیوبندیہ نے دیوبندی چال بازی سے دوسرا معنی پہنا لیا، نصوص ہوں یا نصوص کے بجائے رائے و قیاس والے اجتہادی مسائل ہوں، امام ابوحنیفہ نے تو اپنے مذہب کو علی الاطلاق مجموعہ رائے و قیاس واغلاط و اکاذیب و اباطیل کہا ہے، پھر دیوبندیہ اپنے مسائل کے نصوص کو اجتہاد کا مجموعہ کیسے کہہ سکتا ہے؟

فرقہ دیوبندیہ نے مزید کہا کہ

"ہر مسلمان ہر حکم شرعی سے واقف نہیں ہو سکتا۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل: ٤٣) سو اگر تم کو علم نہیں تو اہل علم سے پوچھو' اور حدیث نبوی میں ہے: "إنما شفاء العي هو السؤال" یعنی کسی ناواقفیت کے سبب کسی دینی سوال کے جواب سے عاجز آدمی کی عاجزی کا علاج سوال کر کے معلوم کر لینا ہے۔ ہر ناواقف حکم شرعی نصوص سے نہیں نکال سکتا، اس لیے ضروری ہے کہ اہل علم کی طرف رجوع کیا جائے، پس غیر مجتہدین جو نصوص سے احکام مستنبط نہیں کر سکتے،

وہ ہمیشہ اس کے محتاج ہیں کہ کسی ایک مجتہد کے دامن سے وابستہ رہیں۔(ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۳،۴)

ہم کہتے ہیں کہ نصوص سے مستنبط کردہ جن مسائل کو مستنبط کرنے والے مجتہد نے مجموعہ اکاذیب و رائے و قیاس ہونے کی صراحت کردی ہو، اسے مجموعہ اکاذیب و اغلاط ماننا ضروری ہے اور امور مذکورہ کے لیے کسی ایک مجتہد کے دامن سے وابستہ رہنے کے دیوبندی دعوی پر کون سی منصوص یا غیر منصوص دلیل شرعی دال ہے؟ اس قرآنی آیت میں ﴿أهل الذكر﴾ کی مراد دیوبندیہ متعین کرے، اہل حدیث نے تو بہت زمانہ پہلے تاریخی مناظرہ مرشد آباد میں دیوبندیہ کے سامنے ''اہل ذکر'' سے مراد متعین طور پر واضح کردی تھی اور ہم نے بھی اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں اسے واضح کردیا ہے، سارے دیوبندیہ مناظرہ مرشد آباد میں اہل حدیث سے شکست خوردہ ہوکر بھاگ گئے، ابھی تک وہ لوگ دم دبائے بیٹھے ہیں۔ ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' بھی کئی سال پہلے طبع ہوکر منصۂ شہود پر آگئی، اگر فرقہ دیوبندیہ میں ذرا بھی غیرت و حوصلہ مندی ہے، تو جواب دے!!

غیر مقلدین کا غلط خیال:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت حسب عادت بدعنوانی کی اور کہا:

''غیر مقلدین حضرات سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہوئے زور و شور سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ نصوص کو چھوڑ کر امام کی تقلید کرنا ان کو ﴿أربابا من دون الله﴾ بنانا ہے...... الخ(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۴،۵)

ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیث سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے کے لیے اکاذیب وتلبیسات بکثرت استعمال کرنے والے دیوبندیہ کے اکاذیب وتلبیسات کی ہی وضاحت کرتے ہیں اور تقلید پرستوں کو ہمارے رسول ﷺ ہی نے ﴿أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کا مصداق بتلایا ہے۔ اہل حدیث اس نص نبوی کے اتباع میں مقلدین بشمول دیوبندیہ کو اس آیت کا مصداق بتلاتے ہیں، جو ناجائز طور پر مرغ خوری، پلاؤ خوری اور نہ جانے کیا کیا خوری کے لیے یہ سلسلہ تقلید جاری کیے ہوئے ہے۔

مطلقہ عورت کو بذریعہ حلالہ مروّجہ طلاق دہندہ کے لیے حلال بنانے کیلیے رائج کیا ہے، تاکہ حرام کاری و بدکاری و زود لطف اندوزی کا سلسلہ اپنے لیے جاری رکھ سکیں اور یہ لوگ بڑے پیمانے پر کرتے بھی ہیں، علمائے یہود و نصاریٰ بھی یہی دعوی کرتے تھے کہ ہم نصوص سے مستنبط کردہ مسائل ہی بیان کرتے ہیں، جن کی تکذیب نصوص قرآن و نبوی نے کردی اور ان کے دام تزویر میں پھنسے ہوئے لوگوں کی بھی سرزنش کی، پھر مقلدین دیوبندیہ علمائے دیوبندیہ کے دام تزویر میں آنے کے سبب بارگاہ الٰہی میں جواب دہ ہوں گے کہ جب ایسے علماء حق

موجود تھے، جو اس دام تزویر کی حقیقت واضح کرتے تھے، تو تم اتنے اندھے بہرے کیوں بن گئے کہ دیوبندیہ کے دام تزویر میں پھنسے پڑے رہے؟ مقلدین کو بھی جواب دہی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

اہل قرآن اور اہل حدیث:

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

''اصول شرع یعنی قانون اسلام کے مآخذ بالفاظ دیگر دین کا مدار کن چیزوں پر ہے؟ یعنی حجت شرعیہ کیا ہیں؟ اس میں اسلامی فرقوں میں اختلاف ہے، فرقہ اہل قرآن کہتا ہے حجت شرعیہ صرف قرآن کریم ہے، کیونکہ وہ ﴿تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ﴾ یعنی دین کی تمام باتوں کی خوب وضاحت کرنے والا ہے، اس لیے قرآن کے علاوہ کسی چیز کی حاجت نہیں، یہ فرقہ حدیث کی تاریخی حیثیت کا انکار نہیں کرتا، صرف اس کی حجیت کا انکار کرتا ہے، یہ فرقہ احادیث کو بزرگوں کے ملفوظات کا درجہ دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ احادیث سے نصیحت پذیری کا کام لیا جا سکتا ہے، مگر اسے قانون اسلامی کا مآخذ نہیں بنایا جا سکتا، یہ فرقہ اپنا نام ''اہل قرآن'' رکھتا ہے، مگر یہ نام وجہ امتیاز نہیں کیونکہ قرآن کریم کو سبھی مسلمان حجت مانتے ہیں، حقیقت میں یہ لوگ منکرین حدیث ہیں اور یہی نام ان کے لیے موزوں ہے، اور فرقہ اہل حدیث کہتا ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ احادیث شریفہ بھی حجت شرعیہ ہیں اور بس، یعنی ان کے نزدیک اجماع امت خواہ اجماع صحابہ ہو، اسی طرح آثار صحابہ و تابعین بھی حجت شرعیہ نہیں، یہ فرقہ اپنے کو ''اہل حدیث'' کہتا ہے، مگر حقیقت میں یہ نام بھی وجہ امتیاز نہیں، کیونکہ فرقہ اہل قرآن کے علاوہ سبھی مسلمان احادیث کو حجت مانتے ہیں، پھر یہ فرقہ اہل حدیث کیوں کہلائے؟ قدیم زمانہ میں یہ لوگ، ظاہر، اہل الظاہر اور أصحاب ظواہر کہلاتے تھے، یعنی وہ فرقہ جو بعض نصوص کے ظاہری اور سرسری مطلب پر اکتفاء کرتا ہے، نصوص میں غور و فکر اور قیاس و استنباط کا روادار نہیں، مگر شاہ اسحاق صاحب محدث دہلوی کے بعد ان کے بعض تلامذہ نے ان سے راہ اعتزال اختیار کی اور اپنا نام اہل حدیث رکھا، پھر انگریزی دور میں درخواست دے کر اپنا نام اہل حدیث کرالیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجة الله البالغة کی قسم اوّل کے آخر میں اس فرقہ کا تعارف اس طرح کرایا ہے:

"والظاهري من لا يقول بالقياس و آثار الصحابة والتابعين كداود و ابن حزم"

یعنی ظاہری وہ لوگ ہیں جو نہ قیاس کو مانتے ہیں نہ آثار صحابہ و تابعین کو جیسے داود ظاہری و ابن حزم۔''

(حجة الله البالغه: ۱/ ۱۶۱)

ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید نے احادیث کو بھی ﴿تبيانا لكل شيء﴾ اور وحی منزل من اللہ قرار دیا ہے،

دعویٰ منکرین حدیث یعنی اہل قرآن اس کے برعکس ہے، اہل حدیث نصوص میں غور وفکر و استنباط کے روادار ہیں، انھیں عہد نبوی سے لے کر آج تک اہل حدیث کہا جاتا ہے اور قیامت تک کہا جاتا رہے گا۔ اکاذیب پرستی کے سبب اندھے بہرے عقل سے کورے ہونے کے سبب دیوبندیہ اس حقیقت واضحہ کی معرفت سے محروم ہیں۔ شاہ اسحاق محدث دہلوی کے جد امجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب حجة الله البالغة میں ''الفرق بين أهل الرأي و أصحاب الحديث'' کا باب قائم کر کے اہل حدیث کو مسلمانوں کا ایک معزز فرقہ بتلایا ہے۔ اور آٹھویں صدی کے مورخ ابن خلدون نے بھی اور پانچویں صدی کے دیوبندیہ کے پیران پیر نے بھی انھیں اہل حدیث کہا اور دوسرے فرقوں کو بشمول حنفیہ باطل پرست کہا اور عہد نبوی سے لے کر آج تک ان کا یہ نام مشہور و معروف ہے، فرقہ دیوبندیہ اور ان کے تقلید پرست بھائی بریلویہ نے اپنی ولی نعمت و سرپرست، برطانوی حکومت کے اشارہ پر اہل حدیثوں کو وہابی مرتد یعنی بے دین وغیرہ کے ناموں سے موسوم کر کے اپنی شرارت سے اہل حدیث پر عرصہ حیات تنگ کر دیا، تو اہل حدیثوں نے انگریزوں کے نمک خواروں پروردۂ نعمت فرقہ دیوبندیہ و بریلویہ کی سازش کے خلاف جن میں انگریزی حکومت بھی شامل تھی، حکومت سے اپنا صحیح نام اہل حدیث منوالیا، اس کی تفصیل ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں ہے۔ احادیث تو صرف نبوی اقوال و افعال و احوال و تقریرات کو کہتے ہیں، وہ بزرگوں کے ملفوظات کیسے ہو گئے؟ یہ بھی دراصل دیوبندیہ کے اکاذیب میں سے ہے اور تاریخ کے سچے واقعات کو سبھی لوگ حتی کہ غیر مسلمین بھی حجت مانتے ہیں، ضرور ہی دیوبندیہ نے اہل قرآن کا تعارف کرانے میں اپنی معروف گھپلہ بازی کی ہے اور بظاہر یہ اجماع صحابہ کو حجت مانتے ہیں، ان میں سے بعض تو صحابہ کے بعد والے اجماع کو حجت مانتے ہیں، وہ اجتہاد کو بھی شرع مانتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ جس کا نام دیوبندیہ اور ان کے حلیف فرقے اجتہاد و رائے و قیاس کہتے ہیں، اس سے مراد ہمارے نزدیک یہ ہے کہ نصوص میں پوری طاقت صرف کر کے مسائل مستنبط کیے جائیں، دیوبندیہ نے اہل ظاہر پر بھی افتراء پردازی کر ڈالی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ظاہریہ کی کتابوں سے واقف نہیں اسے حافظ ابن حزم کی کتابیں خصوصاً أحكام في أصول الأحكام دیکھنا چاہیے۔

اہل حدیث امام نواب سید صدیق حسن حسینی کا ذکر:

فرقہ دیوبندیہ نے حضرت الامام العلام سید صدیق حسن حسینی پر اتہام لگایا کہ

''وہ اجماع کو حجت نہیں مانتے، بنا بریں تمام اہل حدیث پر بھی یہی افتراء ہے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب ص: ۶، ۷)

فرقہ دیوبندیہ کی یہ کذب بیانی قابل بحث و نظر ہے، کیونکہ اہل حدیث اجماع صحابہ کی حجیت کے قائل ہیں،

بعد والوں کے اجماع کے انعقاد کو اہل حدیث ناممکن کہتے ہیں، پھر بھی اہلحدیث علماء کا بھاری گروہ صحابہ کے بعد والے اجماع کو حجت مانتا ہے، جو فی الواقع نظر شریعت میں اجماع کہا جا سکے، مگر فرقہ دیوبندیہ جس مسلک ولی اللہی کو اپنا مذہب قرار دیتا ہے، اس کے سربراہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

" أصول الشرع اثنان آية محكمة و سنة قائمة لا يزيد عليهما، فالرأي في الدين تحريف و في القضاء حسنة۔"

یعنی اصول شرع صرف دو ہیں ایک قرآنی آیت محکمہ جو منسوخ نہ ہو، دوسری حدیث نبوی اور دونوں اصول شرع سے زیادہ کوئی تیسرا چوتھا اصول، اصول اسلام نہیں) رائے تو دین میں تحریف بازی ہے، البتہ مناظرہ وعدلیہ میں اچھی چیز ہوسکتی ہے، بشرطیکہ خلاف نصوص نہ ہو۔(ملاحظہ ہو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مشہور کتاب تفهيمات الٰهيه، ص:۴۰، ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'': ۲۳۔۴۰)

اب فرقہ دیوبندیہ بتلائے کہ وہ مسلک ولی اللہی پر چلنے کے اپنے دعوی میں کذاب محض ہے یا کچھ اور ہے؟ جو بات کہے مدلل کہے۔ ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' فرقہ دیوبندیہ کی تحفظ سنت کانفرنس سے کئی سال پہلے منصۂ شہود پر آئی، جس کے خلاف فرقہ دیوبندیہ نے بڑا شور وشرابہ بھی کیا، پھر بھی اس نے اپنی تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر اہل حدیث کے خلاف زہریلی کتابیں تیار کرتے ہوئے اس کا پاس ولحاظ نہیں کیا، یہ کون سی دیوبندی چال بازی وعیاری ہے؟ اس تفصیل سے دیوبندیہ کی وہ بات بھی مکذوب ہو کر رہ گئی، جو اس نے حسامی واصول الدین از شیخ عبدالقاہر بغدادی کے حوالہ سے لکھی ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۸)

أهل السنة والجماعة کون ہیں؟

فرقہ دیوبندیہ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ کی کتاب "منهاج السنه" (۲۷۲/۳) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اہل سنت کا لفظ نص کو شامل ہے اور جماعت کا لفظ اجماع کو شامل ہے، پس اہل السنہ والجماعت وہ لوگ ہیں جو نص اور اجماع کے متبع ہیں۔ الخ۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۸،۹)

ہم کہتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے زمانہ میں کہیں مقدم امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کو مجموعہ اکاذیب و اباطیل و اغلاط و رائے و قیاس کہا ہے، کیا مجموعہ اکاذیب وغیرہ مذہب کو جس کی تقلید کا فرقہ دیوبندیہ مقلد ہے نصوص و اجماع والا مذہب کہا جا سکتا ہے؟ فرقہ دیوبندیہ نے جو یہ کہا کہ حدیث نبوی میں امت مسلمہ کے تہتر فرقوں میں منقسم ہو جانے اور صرف ایک فرقہ کو حق پرست ہونے کے سبب جنتی اور باقی تمام فرقوں کے جہنمی ہونے کا ذکر ہے۔(الخ)۔

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب و آراء پرست دیوبندیہ کا فرقہ باطلہ ضالہ ہونا متحقق ہے، ہم نے اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں وہ حدیث نبوی نقل کی ہے کہ باطل پرست فرقوں میں رائے و قیاس کو اپنا مذہب بنانے والے سب سے زیادہ جہنم رسید ہونے کے مستحق ہیں۔ ہماری پوری کتاب دیوبندیہ دیکھیں، مگر بچشم عبرت و نصیحت ان شاء اللہ دیوبندیہ کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔

فرقہ دیوبندیہ نے اس عنوان کے تحت اپنی لکھی ہوئی باتوں کے اُخیر میں کہا کہ طریقہ نبوی سنت کہلاتا ہے اور صحابہ کرام کے مجموعہ کا نام جماعت ہے، مسند احمد و سنن ابی داود میں یہی نام آیا ہے اور **مشکوٰۃ** باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل ثانی میں وہی الجماعۃ کا لفظ موجود ہے...... الخ (زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۹)

ہم کہتے ہیں کہ مشکوٰۃ کی سلفی شرح مرعاۃ المفاتیح کو فرقہ دیوبندیہ ضرور دیکھے، بصیرت و بصارت سے محروم اس فرقہ کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جائیں گی۔

قیاس کا کیا درجہ ہے؟

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ عنوان کے تحت کہا:

''قیاس مذکورہ اصول ثلاثہ (نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ و اجماع) کے درجہ کی چیز نہیں، اس وجہ سے وہ بنیادی نقطہ اختلاف نہیں اصول فقہ کی کتاب منار الأنوار، شرح نور الأنوار میں قیاس کو اصول ثلاثہ سے الگ کر کے اس طرح بیان کیا گیا کہ مآخذ شرع تین ہیں: کتاب[1] وسنت[2] اجماع امت[3] اور چوتھی بنیاد ''قیاس'' ہے۔ بالفاظ دیگر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ قیاس کوئی مستقل چیز نہیں، قیاس ایک آلہ ہے جس کے ذریعہ اصول ثلاثہ سے احکام نکالے جاتے ہیں۔ (ملخص از زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۹، ۱۰)

حقیقی اہل حدیث کون حضرات ہیں؟

اپنے عنوان مذکورہ کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ تک اسلامی عقائد میں کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا البتہ مسائل فقہیہ میں اختلاف ہوتا تھا، مگر نظریاتی اختلاف رونما نہیں ہوا تھا، اس لیے اس زمانہ میں تقلید تو تھی، مسائل نہ جاننے والے جاننے والوں سے احکام دریافت کر کے عمل کرتے تھے، مگر کسی خاص مکتبہ فکر کی تقلید کا رواج نہیں ہوا تھا، کیونکہ اس وقت کوئی مکتبہ فکر وجود ہی میں نہیں آیا تھا۔ الخ (زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۱۰ تا ۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ کے یہ سب اکاذیب ہیں، اگر نہ جاننے والے سے مسئلہ پوچھ کر عمل کرے تو وہ مقلد ہے، تو سارے انبیاء کرام علیہم السلام نعوذ باللہ مقلد قرار پائیں گے، کیونکہ وہ سب اپنے معلم حضرت

جبرائیل سے معلوم کر کے عمل کرتے تھے اور امام ابوحنیفہ تو فرقہ جہمیہ کی کتابیں دیکھ کر عمل کرتے تھے اور ائمہ مرجیہ وجہمیہ ومعتزلہ سے معلوم کر کے عمل کرتے، لہٰذا اس دیوبندی اصول سے امام ابوحنیفہ فرقہ جہمیہ ومرجیہ ومعتزلہ کے مقلد تھے، اس کی کسی قدر تفصیل ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں ہے۔

زمانہ صحابہ میں سبائی یعنی رافضی وخوارج وقدریہ ومرجیہ کا ظہور ہو گیا تھا، اس لیے مذکورہ دعویٰ دیوبندیہ باطل وغلط ہے۔

فرقہ دیوبندیہ اصلاً فرقہ مرجیہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے کہ

"صنفان من أمتي ليس لهم في الإسلام نصيب: المرجية، والقدرية"

یعنی میری امت میں پیدا ہونے والے دو فرقے مرجیہ وقدریہ اسلام سے محروم القسمہ ہوں گے۔

(مشکوۃ مع شرح مرعاۃ: ۱/۱۹۳، حدیث: ۱۰۰۹، بحوالہ جامع ترمذی)

مشکوۃ کے شارح حضرت الامام العلام عبید اللہ رحمانی مبارکپوری نے حافظ صلاح الدین وحافظ ابن حجر سے اس حدیث کا حسن ہونا نقل کیا ہے اور عام نسخہ جامع ترمذی میں اسے امام ترمذی نے حدیث حسن کہا ہے، امام العلام عبید اللہ رحمانی مبارکپوری نے کہا کہ تحسین ترمذی کثرت شواہد کی بناء پر ہے اور یہ معلوم ہے کہ فرقہ دیوبندیہ کی تولید جن عناصر سے ہوئی ہے، ان عناصر میں فرقہ مرجیہ بطور سرغنہ شامل ہے۔

فرقہ دیوبندیہ نے اپنی عبارت میں اعتراف کیا ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد تقلیدی فرقے وجود پذیر ہوئے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۱۲) اور فرقہ دیوبندیہ کا یہی اعتراف تقلید اور تقلیدی فرقوں کی ایجاد کے بدعت ہونے کی واضح دلیل ہے، کیونکہ نصوص کے خلاف ایجاد کردہ بات کو حدیث نبوی میں بدعت کہا گیا ہے اور نصوص کا وجود چوتھی صدی کے چار سو سال پہلے ہو چکا تھا، پھر نصوص کا سلسلہ وفات نبوی کے ساتھ بند ہو گیا، لہٰذا تقلید وتقلیدی گروہ کی ایجاد واختراع بدعت وضلالت ہے، جو حکم الٰہی وحکم نبوی وحکم خلفائے راشدین کے خلاف اختراع کی گئی۔

تقلید شخصی کی حقیقت کیا ہے؟

اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''یہاں یہ بات واضح ہوئی کہ تقلید شخصی میں شخص سے مراد حقیقی نہیں بلکہ شخص حکمی مراد ہے، یعنی خاص مکتبہ فکر کی تقلید کو تقلید شخصی کہا جاتا ہے۔'' الخ

ہم کہتے ہیں کہ تقلید شخصی حقیقی یا غیر حقیقی ایجاد و اختراع کی اجازت نصوص و خلفائے راشدین نے نہیں دی، پھر تقلیدی کی دیوی کو ایجاد کرکے اس کی پرستش کیونکر ہوئی؟ امام ابوحنیفہ نے تو آئندہ قیامت تک پیش آنے والے مسائل سے متعلق فرضی سولات قائم کرکے ان کے جوابات مدوّن کرائے، جیسا کہ عام کتب دیوبندیہ خصوصاً "أنوار الباري" میں صراحت ہے اور اس طرح ایجادات کرنے والے پر خلیفہ راشد عمر بن خطاب نے لعنت بھیجی ہے اور کسی بھی صحابی سے فرمان فاروقی کا اختلاف ثابت نہیں، بلکہ کئی ایک سے اتفاق ثابت ہے، لہٰذا اس پر صحابہ کا اجماع سکوتی ہوا، پھر دیوبندی مذہب درحقیقت بقول امام ابوحنیفہ مجموعہ اکاذیب و اباطیل ہے، ان باتوں کی تفصیل ہماری کتاب "اللمحات" میں ہے، شوق ہو تو مطالعہ کریں۔

کیا فرقہ اہل حدیث غیر مقلد ہے؟

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت کہا:

"تقلید کے بغیر زندگی کی گاڑی ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتی، بچہ جب تک باپ کی انگلی نہیں پکڑتا چلنا نہیں سیکھتا۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۱۲ تا ۱۴)

ہم فرقہ دیوبندیہ سے پوچھتے ہیں کہ بچے کا باپ کی انگلیاں پکڑ کے چلنا تقلید پرستی ہے؟ دیوبندیہ وغیر دیوبندیہ کی کتابوں میں تقلید پرستی کی یہی تعریف کی گئی ہے؟ انبیاء کرام علیہم السلام حضرت جبرائیل کا ہاتھ پکڑے بغیر نماز نہ پڑھ سکتے تھے، نہ روزہ رکھ سکتے تھے، نہ زکوۃ دے سکتے تھے، نہ حج کر سکتے تھے، تو کیا وہ سب دیوبندیہ کی طرح نعوذ باللہ تقلید پرست تھے؟ جس دیوبندی اکاذیب نویسی کی بنیاد پر نعوذ باللہ خاکم بدہن انبیائے کرام و مرسلین عظام اور تمام صحابہ بشمول خلفائے راشدین اور امام ابوحنیفہ کا خاص طور پر مقلد ہونا لازم آئے، اس کے ناقابل برداشت بدبودار ہونے میں کیسے شک ہوسکتا ہے؟

فرقہ دیوبندیہ کی اس کتاب پر ہمارا تحقیقی جائزہ و تبصرہ ختم ہوا۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وسلام على المرسلين

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۱۷/مئی/۲۰۰۲ء

۲،۳/مئی/۲۰۰۱ء کو فرقہ دیوبندیہ نے نہ جانے کتنے زمانہ کی تیاری اور کتنے لوگوں کی معاونت سے دہلی میں ''تحفظ سنت کانفرنس'' کا طویل و عریض سلسلہ شروع کیا۔ اس موقع پر بڑی جانفشانی سے فرقہ دیوبندیہ نے انتیس کتابوں پر مشتمل ایک دیوبندی پیکٹ تمام دیوبندیہ میں تقسیم کیا، تا کہ انھیں دیوبندیہ بطور ہتھیار اہل حدیث کے خلاف استعمال کرسکیں، اسی پیکٹ میں ایک دیوبندی کتاب بنام

توسل واستغاثہ بغیر اللہ

اور غیر مقلدین کا مذہب

از......

جناب مولانا مفتی محمد صاحب بلند شہری مفتی دارالعلوم دیوبند، بھی ہے۔

میں اس دیوبندی پیکٹ کی ہر کتاب بشمول کتاب ہذا کا تحقیقی جائزہ لے رہا ہوں، تا کہ لوگ حقیقت حال سے واقف رہیں، ہماری یہ تحریر اسی دیوبندی کتاب ''توسل واستغاثہ بغیر اللہ اور غیر مقلدین کا مذہب'' کا تحقیقی جائزہ ہے۔

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۲۱/مئی/۲۰۰۲ء

خطبہ وتمہید:

مختصر سے خطبہ یعنی"الحمد لله الذي علمنا بالاحسان، وأسبغ علينا الإنعام، و أمرنا بابتغاء الوسيلة، والعبادات، وبالتجنب عن الشرك والآثام، و صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على سيد المرسلين و علىٰ آله، و أصحابه هداة الأنام، و مصابيح الظلام و بعد" کے بعد کہا:

تمہید:

آج دنیا کے حالات یہ ہیں کہ پوری قوت کے ساتھ سازشوں کا جال بچھا کر اسلام کو بین الاقوامی مجرم قرار دینے کی مساعی کی جا رہی ہے، اسلام دشمن طاقتیں چاروں طرف مورچہ بندی کر کے اپنی توپوں کا رخ اسی مجرم کی طرف کر چکی ہیں، جگہ جگہ کٹ گھر بنایا جا رہا ہے کہ اس شریعتی مذہب کو قید کیا جا سکے، دام ہم رنگ زمین بچھانے کی ہر ملک میں کوشش کی جا رہی ہیں، حملہ کا بگل بج گیا ہے اور سرد جنگوں کا آغاز ہو گیا ہے، یہ ہیں دنیا کے مختصر حالات جن سے اسلام دو چار ہے، ان خطرناک حالات میں نام نہاد اہل حدیث سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت عقل و فہم سے دوری کے باعث اسلامی قلعہ کے محافظین پر گولیاں چلانے اور خنجر گھونپنے میں مصروف ہیں، اپنے مزعومات فاسدہ کی بنیاد پر کافر ومشرک قرار دے کر ان کے کلیجے چھلنی کرنے کے لیے گھات لگائے بیٹھے ہیں،

اس سے آگے بعنوان ''اصول تکفیر'' کہا کہ

نہ اصول تکفیر کا ان بے چاروں کے پاس علم ہے نہ حدود اختلاف کے ضوابط سے کوئی سروکار، بس لکیر کے فقیر بنے بیٹھے ہیں، جن مسائل میں زمانہ خیر القرون سے اختلاف چلا آتا ہے اور وہ اختلاف درحقیقت امت کے حق میں بڑی خیر کا باعث ہے اور ایک درجہ میں ضروری بھی ہے، ان مسائل میں ایک جانب کو قطعی صحیح دوسری جانب کو قطعی غلط قرار دینا قیامت تک ممکن نہیں، ایسے مسائل کو بھی مدعیان عمل بالحدیث نام نہاد اہل حدیث تکفیری اکھاڑہ بنائے ہوئے ہیں، بلکہ علمائے احناف کے متعلق کفر کشید کرنے میں کسی تحقیق کے بغیر اپنے رجسٹروں کو ہی دیکھ لیتے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ۔

پھر بعنوان "الدیوبندیہ" یہ کہا:

''چنانچہ چند سال قبل ''ادارۃ الکتاب والسنۃ راولپنڈی'' (پاکستان) سے ایک کتاب عربی زبان میں'' الدیوبندیہ'' غیر مقلدین نے شائع کی، جو نہایت اعلیٰ معیار پر چھپوائی گئی، لاکھوں روپے اس کی اشاعت پر پانی کی طرح بہائے گئے، اہل حق علمائے کرام کو زبردستی کافر ومشرک قرار دینے کے جذبہ کے تحت اس کی اشاعت برساتی کیڑوں کی طرح کی گئی، حقیقی اہل سنت و جماعت، قرآن وسنت کے سچے خدام اہل حق اکابر علمائے دیوبند نیز ان کے متبعین کے متعلق بلا دلیل شرعی کافر ومشرک کے بے جا رٹ لگائے گئے

ہیں۔ الدیوبندیہ کے مصنف اور ان کے ہم نوا محقق نہیں، بلکہ حرمین شریفین سے چرا کر لائی ہوئی تلوار'' حسام الحرمین'' بجانب السنة چلانے والے کے اندھے مقلد ہیں۔'' (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، ص:۲، ۳)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ نے اپنی کتاب کی صرف اسی تحریر میں اکاذیب پرستی کے جوہر دکھلائے، اہل حدیث کو بطور تنابز بالالقاب غیر مقلدین کہا، اسلام کے خلاف دنیا بھر کے غیر مسلم عناصر فتنہ وفساد کے اعتراف کے باوجود اس زمانہ میں تمام مسلمانوں کی متحدہ کوشش سے مقابلہ کا پلان بنانے کے بجائے بڑے بڑے زور وشور کے ساتھ سلسلہ تحفظ سنت کانفرنس شروع کیا اور اس موقع پر بڑی تعداد میں زہر آلود دیوبندی کتابوں کا پیکٹ بڑے پیمانہ پر دیوبندیہ میں اس لیے تقسیم کیا کہ وہ فرقہ دیوبندیہ کے نام نہاد اہل حدیث اور عقل وفہم سے دور رہنے والے اہل حدیث اور اسلامی قلعہ کے محافظین (یعنی دیوبندیہ) پر گولیاں چلانے اور خنجر گھونپنے والے اہل حدیث اور مزعومات فاسدہ رکھنے والے اہل حدیث اور حق پرستوں یعنی دیوبندیوں کے کلیجے چھلنی کرنے والے اہل حدیث اور ان سارے مذموم کاموں کے لیے گھات لگائے ہوئے اہل حدیث، دشنام طرازی کو دیوبندیہ کی اصل شناخت بتلانے والے دیوبندی لوگ اہل حدیث کے خلاف پہلے جارحانہ اقدام خود کرتے ہیں اور جب اہل حدیث اس کا جواب دیتے ہیں، تو دیوبندیہ یہ شورش و چیخ و پکار مچاتے ہیں کہ دیکھو اہل حدیث ہمارے خلاف بہت سارے اقدامات کر رہے ہیں، اس زہر آلود پیکٹ کو اور دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کو سالہا سال کی تیاری کر کے اہل حدیث کے خلاف جارحانہ قدم اٹھا کر اس پارٹی نے اہل حدیث کو خوب مطعون کیا اور سب وشتم کا نشانہ بلا وجہ وسبب بنایا، پہل اس دیوبندی پارٹی نے خود کی، مگر جب اس کا جواب اہل حدیث کی طرف سے دیا جانے لگا، تو پھر یہی پارٹی غوغا آرائی کرنے لگی کہ ہمارے خلاف اہل حدیث نے یہ کچھ کیا ہے !!

اہل حدیث کو علم سے تہی دست بتلانے والا یہ فرقہ دیوبندیہ اختلاف امت کو موضوع روایت کی بنیاد پر خیرو رحمت قرار دیتا ہے، جبکہ نصوص میں مسلمانوں کے مابین اختلاف کی بڑی مذمت آئی ہے اور وضعی روایت کو دلیل بنا کر اپنے کو جہنم رسید بناتا ہے، دلیل کی بنیاد پر کسی پہلو کو صحیح اور کسی کو غلط قرار دینا دورِ نبوی سے لے کر اب تک چلا آرہا ہے، مگر دیوبندیہ چاہتے ہیں کہ ان کے گھناؤنے کاموں کو اہل حدیث تحسین کی نظر سے دیکھیں، ورنہ ان کے خلاف دیوبندی فرقہ کی جارحیت برابر جاری رہے گی، گویا یہ خود اللہ کا پٹواری اور خدائی فوج دار بنا ہوا اپنی عقبیٰ کو مسلسل خراب کرنے میں لگا ہوا ہے، اپنے کو یہ فرقہ حقیقی اہل سنت و جماعت، قرآن وسنت کا سچا خادم کہتا ہے، مگر اتنا بھی سمجھ نہیں پاتا کہ یہ اپنے کو امام ابوحنیفہ کا مقلد کہتا ہے، جو اپنے مذہب و دین کو مجموعہ اکاذیب وتلبیسات و اباطیل ورائے وقیاس کہہ گئے ہیں، جیسا کہ ان زہریلی دیوبندی کتابوں میں سے کئی کے ردّ میں ہم واضح کر چکے ہیں، جو فرقہ مجموعۂ اکاذیب وتلبیسات واباطیل ورائے وقیاس کا پرستار ہو، وہ بھلا کب سے اور کس شرعی دلیل

سے اہل سنت و جماعت وتبع کتاب وسنت اور حق پرست اور دفاع عن السنہ کرنے والا بن گیا؟

حضرت عمر بن خطاب نے پرستاران رائے و قیاس کوملعون ومطعون بتلایا، نیز یہ کہ یہ لوگ نصوص کتاب و سنت سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں، مسلمان ان سے بچ کر رہیں، اس بات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور دیوبندیہ اُہل رائے والقیاس ہی ہے، پھر وہ کب سے کتاب وسنت والا ہو گیا؟ یہ سب اکاذیب دیوبندیہ سے ہیں۔

یہ فرقہ دراصل مرجیہ، جہمیہ و معتزلہ کے مجموعہ سے تولد پذیر ہوا ہے، اس کا مفصل ذکر ہماری کتاب "اللمحات إلى ما في أنوارالباری من الظلمات" اور ''ضمیر کا بحران'' میں ہے۔ قصر دیوبندیہ میں ہماری دیوبندیت شکن تصانیف سے زلزلہ آ گیا، اسی بوکھلاہٹ میں دیوبندیہ یہ ساری مذموم وگھناؤنی حرکتیں کر رہا ہے۔ ہم بہرحال اس زہریلے دیوبندی پیکٹ کی زہریلی کتاب کا ردّ لکھنے کا عزم رکھتے ہیں، اللہ اسے پورا کرائے اور خلق خدا کو حق کوشی اور حق فہمی وحق پرستی کی توفیق دے۔ آمین۔

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس ۲۱ مئی/۲۰۰۲ء

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ:

اپنے مذکورہ عنوان کے تحت لکھا:

''مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے نام نامی سے کون واقف نہیں ہے، مسلم حکومتوں کو بیدار کرنے، انھیں ان کے مذہبی فرائض یاد دلانے میں اس مرد درویش نے عالم اسلام کی جو بادیہ پیمائی کی ہے...... الی ان قال ''الدیوبندیہ'' میں انھیں شرک کا مرتکب کہا گیا ہے۔ الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۳ تا ۵)

میں اس سلسلہ میں سکوت بہتر سمجھتا ہوں، مولانا علی میاں رحمہ اللہ نے ہمیں صحیحین پڑھائی اور تحصیل علوم و تصنیف کتب کا بہترین طریقہ بتلایا، ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء جانے سے پہلے ہی ان سے میرے مراسم ہو گئے۔ ۱۹۶۰ء میں میں دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فارغ ہونے کے بعد سے ان کی زندگی کے آخری سال تک ان سے میرے اچھے تعلقات رہے، جب کبھی لکھنؤ جاتا وہ میری دعوت طعام ضرور کرتے، انھوں نے حدیث کی سند خاص میری طلب پر مجھے عطا کی، ۱۹۶۱ء میں بری طرح بیمار ہوا تو اپنے یہاں بلا کر ڈاکٹر فریدی سے میرا علاج کرایا، ان کے میرے اوپر بہت سے احسانات ہیں، میں جب اہل حدیث ہو گیا تو دوسرے لوگ حتی کہ میرے اساتذ بہت چیں بجبیں ہوئے، مگر مولانا علی میاں رحمہ اللہ اور مولانا سید عبدالغفار ندوی مجھ سے ہمیشہ خوشگوار طور پر ملتے اور میری ضروریات میں میری مدد کرتے رہے، انھوں نے ایک سلفی درسگاہ میں ملازمت کی ترغیب دی اور وہاں کے ذمہ دار ناظم سے میری تقرری کروائی، میں اس سلسلہ میں کچھ کہنا پسند نہیں کرتا، صرف یہ کہنے پر اکتفاء کرتا ہوں کہ مصنف ''الدیوبندیہ'' نے مولانا کو از خود کچھ نہیں کہا، جو کچھ کہا ہے مولانا علی میاں رحمہ اللہ کے استاد تقی الدین ہلالی کا قول نقل کر دیا ہے اور پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی بات بھی نقل کر دی، جس پر بقول ابن تیمیہ اجماع امت ہو چکا ہے۔

شرح شفاء کا دیوبندی حوالہ اور اس کی تشریح:

شرح شفاء کے حوالہ سے دیوبندیہ نے کہا:

''کسی کافر کو ملت اسلامیہ میں داخل یا خارج کرنا بہت زیادہ اہم ہے، اس کے بعد فرقہ دیوبندیہ نے اچھی خاصی عبارت آرائی کی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۵، ۶)

ہم بھی بلا دلیل صریح تکفیر و تفسیق کے فتاویٰ لگانا صحیح نہیں سمجھتے، اسی پر ہماری جماعت کا عمل ہے، فرقہ دیوبندیہ اور اس کا سگا بھائی بریلویہ ہم پر کفر وغیرہ کے فتاوے لگائے ہوئے ہے۔

دعاء میں توسل:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت کہا:

''مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ جن گنے چنے مسائل میں غیر مقلدین نے تضلیل و تفسیق بلکہ تکفیر کا بازار گرم کر رکھا ہے، ان میں سے توسل بھی ہے، حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین نے توسل کے تمام پہلوؤں کا حکم سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی یا پھر جان بوجھ کر دجل و تلبیس سے کام لیا، سمجھنا چاہیے کہ توسل مجوزہ اپنے یا غیر کے اعمال صالحہ سے ہو خواہ مقبولین حضرات کی ذوات مبارکہ سے ہو وہ زندہ ہو یا مردہ ہو، بلاشبہ درست ہے، کیونکہ ان صورتوں میں مرجع مقصود اللہ پاک کی رحمت کے ساتھ توسل کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:٦)

ہم کہتے ہیں کہ اس دیوبندی بات پر ہمارا کلام عنقریب آ رہا ہے۔

حقیقت توسل:

اپنے عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

''توسل' کے معنی قریب ہونا اور وسیلہ ہر وہ چیز جو مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:٥، ٦)

ہم کہتے ہیں کہ کیا کوئی مردہ آدمی بھی وسیلہ بن سکتا ہے، جو عمل سے بالکل عاری ہو چکا ہو؟ حتی کہ وہ بنص قرآنی کسی پکارنے والے کی آواز تک سن نہ سکتا ہو، جو آدمی مدفون ہو کر زندوں کی آواز بھی نہ سن سکے اسے وسیلہ بنانا کیونکر جائز ہے، خواہ وہ نبی و رسول ہو یا ولی و دیوبندی پیر، اس دعویٰ پر شرعی دلیل درکار ہے۔

توسل کی صورت:

پہلی صورت: اپنے قائم کردہ مندرجہ بالا عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

'' اپنے اعمال صالحہ سے توسل، اس کا حکم یہ ہے کہ بالاجماع جائز ہے۔ حضرت ابن عمر والی حدیث جس میں تین آدمیوں کے غار میں پناہ لینے اور دھانہ غار کسی چٹان سے بند ہو جانے اور بڑی کوششوں کے باوجود بھی نہ کھلنے کی صورت میں تینوں آدمیوں کا اپنے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا کر کے غار سے نکلنے کی کامیابی حاصل کرنا، اعمال صالحہ کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا بہت زیادہ ظاہر طور پر اس کی دلیل ہے، یہ حدیث صحیح بخاری کے علاوہ متعدد کتب حدیث میں منقول ہے۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:٧، ٨)

دوسری صورت:

اپنے قائم کردہ عنوان بالا کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

''توسل کی دوسری صورت یہ ہے کہ کسی سے دعا کی درخواست اس حسن ظن پر کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مقبول بندہ کی دعا اپنے بالمقابل زیادہ لائق قبول ہے، یہ صورت زندوں کے ساتھ خاص ہے اور بلا کراہت ونکیر نہایت مستحسن ہے خیر القرون سے اس پر عمل چلا آ رہا ہے۔'' (ملخص از زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۸، ۹)

تیسری صورت: مقبول بندوں کا توسل

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے عنوان بالا کے تحت کہا:

''اس کی حقیقت یہ ہے کہ توسل اختیار کرنے والا گویا کہتا ہے اے اللہ میں اپنے حسن ظن کے اعتبار سے آپ کے دربار عالی میں فلاں بزرگ کو مقبول سمجھتا ہوں اور مقبولین سے محبت رکھنا افضل الاعمال میں سے ہے، حدیث نبوی میں ''المرء مع من أحب'' (صحیحین) یعنی میرا تو کوئی عمل نہیں کہ تیری بارگاہ میں پیش کر سکوں، البتہ آپ کا فلاں بندہ آپ کی خصوصی رحمت کا مورد ہے اور مورد رحمت سے محبت جالب رحمت ہے، اس محبت کے وسیلہ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری دعا قبول فرما لیجیے، علامہ ابن تیمیہ بھی اس وسیلہ کے منکر نہیں، بلکہ ثابت ماننے والوں میں ہیں، جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔ اسی مضمون کو مختصر کر کے دعا کرنے والے کہتے ہیں کہ اے اللہ فلاں بزرگ کے وسیلہ سے میری دعا قبول فرما۔'' اس قسم کے توسل میں عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ تواضع وعبدیت کی شان زیادہ ٹپکتی ہے...... إلى ان قال:

اس قسم میں دو باتیں بہرحال قابل لحاظ ہیں:

(الف) یہ عقیدہ ہرگز نہ رکھا جائے کہ توسل کے بغیر دعا مقبول نہیں ہوگی۔

(ب) اور نہ یہ عقیدہ ہو کہ وسیلہ کے ساتھ جو دعا کی جائے، اسے اللہ تعالیٰ لازمی طور پر قبول کرتا ہے اس مسئلہ کو فقہاء نے اس طرح کہا:

" يكره أن يقول في دعائه: بحق فلان، أو بحق أنبيائك، و رسلك: لأنه لا حق لمخلوق على الخالق۔" (الهداية، كتاب الكراهية: ٤/٤٧٥)

اس جیسی عبارات کا حاصل بھی یہی ہے کہ عقیدہ مذکورہ رکھ کر توسل اختیار کرنا جائز نہیں اور ایسا عقیدہ رکھے بغیر توسل اختیار کرے تو جائز ہی نہیں بلکہ بہتر ہے۔ (ملخص از زیرنظر دیوبندی کتاب، بحوالہ ہدایہ و درمختار و ردمختار و حصن حصین، ص:۹ تا ۱۱)

ذوات کا توسل:

پہلی روایت: حضرت عثمان بن حنیف راوی ہیں کہ ایک نابینا شخص خدمت نبوی میں آ کر بولا کہ دعا

کیجیے اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے، یعنی آنکھوں میں روشنی عطا کر دے، آپ ﷺ نے فرمایا اگر صبر کر سکے تو بہتر ہے، اس نے کہا دعا ہی فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگو کہ اللہ میں درخواست کرتا ہوں کہ وسیلہ نبوی سے آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، آپ کے نبی رحمت کے ساتھ پر اس نے یہی دعا وسیلہ نبوی کے ساتھ کی۔(ابن ماجه، صلوٰة الحاجة و قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح كتاب الدعوات من سنن الترمذي) اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح اعمال صالحہ سے توسل جائز ہے اسی طرح دوسرے سے درخواست دعا بھی صحیح ہے نیز اس طرح مقبول دعاؤں کا توسل بھی بلاشبہ جائز ہے۔(زیر نظر دیوبندیہ، کتاب، ص:۱۱، ۱۲، بحوالہ مستدرک حاکم :۱/۳۱۳، ۵۱۹، ۵۲۶)

دوسری روایت:

اپنے عنوان مذکور کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''طبرانی کبیر میں عثمان بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک شخص عہد خلافت عثمانی میں حضرت عثمان غنی کے پاس کسی کام سے جاتا تھا، مگر وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے، حضرت عثمان بن حنیف نے اسے وضوء کر کے مسجد میں جا کر دعائے توسل سکھا کر کہا یہی دعا کرو، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کا کام بن گیا۔(معجم كبير للطبراني:۹/۳۱، المجروحين: ۱/۱۹۷، ترغيب: ۱/٤٧٣، سنن كبرىٰ للنسائي:۱/۱٦۹، ودلائل بيهقي:٦/١٦٦، كنز العمال:۲/۷۹) اس روایت سے ثابت ہوا کہ وفات نبوی کے بعد بھی ذات نبوی سے توسل درست ہے۔(ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۱، ۱۲)

تیسری روایت:

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

''حضرت انس سے مروی ہے کہ عہد فاروقی میں قحط پڑا تو حضرت عمر آپ کے چچا عباس کے توسل سے دعائے باراں کرتے اور وہ مقبول ہوتی اور بارش ہونے لگتی۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۲، بحوالہ بخاری:۱/٥٢٦)

اس حدیث سے کئی مضمون ثابت ہوئے، ایک یہ کہ غیر نبی سے توسل جائز ہے، جب کہ اسے نبی کے ساتھ قرابت حسیہ یا معنویہ حاصل ہو، اگرچہ صورۃً یہ توسل غیر نبی کے ساتھ ہے، مگر حقیقۃً ومعنیً یہ بھی توسل نبوی ہے، دوسرا مضمون اس سے یہ ثابت ہوا کہ توسل زندہ بزرگوں سے بھی درست ہے۔(ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۲، ۱۳)

ہمارا تبصرہ:

''دعا میں توسل'' کے عنوان سے دیوبندیہ نے جو یہ دعویٰ پیش کیا ہے کہ

توسل خواہ اپنے یا غیر کے اعمال صالحہ سے ہو خواہ مقبول حضرات کی ذوات مبارکہ سے ہو چاہے وہ زندہ ہوں یا مردہ بلاشبہ درست ہے، کیونکہ ان سب صورتوں میں مرجع مقصود اللہ کی رحمت کے ساتھ توسل کے علاوہ کچھ نہیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:٦)

ہم کہتے ہیں کہ کوئی بھی شرعی کام نص کے بغیر محض قیاس کے زور پر کرنا ممنوع و حرام ہے، غیر کے اعمال صالحہ سے توسل کے جواز پر فرقہ دیوبندیہ اور ان کے حلیفوں کے پاس کون سا نص شرعی ہے؟ قیامت تک دیوبندیہ اور ان کے حلیف جان توڑ محنت کر کے مرکھپ جائیں پھر بھی وہ اپنے اس دعویٰ مکذوبہ وقبیحہ پر بطور دلیل کوئی نص ہرگز ہرگز نہ پیش کر سکیں گے۔ یہ بحر ضلالت میں ڈوبے ہوئے دیوبندیہ سمجھتے ہیں کہ اللہ و رسول و مومنین کو دھوکہ و فریب دے رہے ہیں اور ان سے استہزاء کر رہے ہیں، مگر قرآنی فرمان انھی جیسے لوگوں کی بابت ہے:

﴿اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى﴾ إلى أن قال: ﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (سورة البقرة: ١٤ تا ٢٤)

''مقبول حضرات کی ذوات مبارکہ'' سے توسل کے جواز پر بھی فرقہ دیوبندیہ اور اس کے حلیف کوئی نص شرعی پیش کریں، جھوٹے مکذوب دعاوی اکاذیب کی بدولت شرعی طور پر تا قیامت کذابین ثابت نہیں کر سکتے، مقبول حضرات کی ذات خواہ زندہ ہو یا مردہ ان سے توسل کے جواز پر دیوبندیہ اور ان کے حلیف شرعی دلیل یعنی نص قرآنی نص نبوی یا اجماع صحابہ پیش کریں، توسل کی ان سب صورتوں میں مرجع مقصو اللہ کی رحمت کے ساتھ توسل ہونے پر اکاذیب پرست دیوبندیہ اور ان کے حلیف کوئی نص قرآنی ونص نبوی و اجماع صحابہ پیش کریں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دیوبندیہ کا یہ دعویٰ بھی مکذوب و دروغ بے فروغ ہے اور اس پر ان کا دلیل پیش کرنا محال در محال ہے۔

توسل کی پہلی صورت اور دوسری صورت جو دیوبندیہ نے بتلائی ہے، وہ صحیح و جائز ہے، کیونکہ یہ منصوص ہے، دیوبندیہ کا اکاذیب کے ساتھ بعض صحیح باتوں کا شامل کر دینا ان کے کاذیب پرست ہونے کے منافی نہیں، امام ابو عبدالرحمٰن مقری نے جب لوگوں کے سامنے یہ بیان کیا کہ ابوحنیفہ مرجی اور مرجی گر اور مبلغ ارجاء ہیں، تو ان کے تلامذہ نے کہا کہ ان کی روایات آپ کیوں نقل کرتے ہیں، مقری نے کہا: میں گوشت کے ساتھ ہڈیاں بھی بیچتا ہوں!'' (الكامل لابن عدي، ترجمہ امام ابوحنیفہ)

دیوبندیہ نے تیسری صورت توسل میں جو بات کہی کہ اے اللہ فلاں بزرگ کو مقبول سمجھتا ہوں اور مقبولین سے محبت افضل الاعمال ہے، تو یہ صورت حال بھی اپنے ہی عمل صالح سے توسل ہے ،اس کا مطلب دیوبندیہ کچھ اور سمجھتے ہیں اور تلبیس و تدلیس پر مشتمل ان کی عبارت کا مقصود بھی یہی ہے، ورنہ وہ اسے دوسری صورتِ توسل میں بیان کرتے۔ تیسری صورتِ توسل کا نام دے کر دیوبندیہ نے اپنی تلبیس والی عادت سے کام لیا ہے۔ دیوبندیہ کا یہ قول مکذوب محض ہے کہ علامہ ابن تیمیہ بھی اس وسیلہ کے منکر نہیں،اگر دیوبندیہ اپنے اس دعوی میں سچے ہیں تو امام ابن تیمیہ کی عبارت کسی صحیح عربی خواں اور اردو خواں سے اردو میں ترجمہ کرا کے پیش کرے کہ امام ابن تیمیہ اپنے علاوہ دوسرے کے عمل صالح کو توسل بنانے کے قائل ہیں اور ان پر دیوبندیہ کی افتراء پردازی ان کے سر پر بروز قیامت سوار ہو کر پکارے گی کہ یہ دیوبندیہ ہیں جو بات بات میں افتراء پردازی کو اپنا دین بنائے ہوئے تھے اور مقبولان الٰہی کے ساتھ محبت آدمی کا اپنا عمل ہے، اس کے وسیلہ سے دعا جائز ہے،مگر ان کی ذات جب کہ وہ مر چکی ہوں وسیلہ بنانا کسی طرح صحیح نہیں، اگر دیوبندیہ اسے کسی نص و اجماع سے ثابت کردیں، تو ٹھیک ہے،مگر تا قیامت وہ ایسا نہیں کرسکتے اور زندہ بزرگوں کے ذوات سے بھی وسیلہ پکڑنا دیوبندیہ تا قیامت ثابت نہیں کرسکتے۔ ان سے محبت ان کی خدمت اور ان کی اعانت کار خیر ہے، اس طرح کار خیر سے توسل جائز ہے، کیونکہ ہر کار خیر سے توسل جائز ہے۔

دیوبندیہ کی اس دروغ بافی کو صرف اتنا سمجھنا چاہیے کہ مقبول بندوں کے وسیلہ کے ساتھ جو دعا کی جائے گی، اس کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے اور دلیل میں یہ عبارت ہدایہ پیش کرتا ہے:" بحق فلان و بحق أنبيائك و رسلك" مجھے فلاں چیز عطا فرما'' خالص جھوٹ ہے، کیونکہ اسی ہدایہ میں ایسے وسیلہ کو مکروہ یعنی مکروہ تحریمی یعنی ممنوع کہا ہے اور لطف یہ کہ ''یکرہ'' والا لفظ ہدایہ دیوبندیہ نے نقل بھی کر رکھا ہے، قرآن مجید نے جرائم اہل کتاب میں سے یہ بھی بتلایا ہے کہ اپنی دینی کتابوں کو پڑھنے پڑھانے کے باوجود حرام خوری کے لیے جھوٹ بولتے ہیں۔

امام محمد بن حسن نے کہا:

"إن كل مكروه حرام" و عن أبي يوسف و أبي حنيفة أنه إلى الحرام أقرب۔"

یعنی امام الدیوبندیہ محمد بن حسن نے کہا کہ ہر مکروہ حرام ہے اور ابو یوسف و ابو حنیفہ نے کہا کہ ہر مکروہ حرام سے قریب تر ہے۔(عین الهداية شرح هدايه اردو: ۴/ ۲۳۶، ۲۳۷، مطبوع رحمانیہ اردو بازار لاہور، جنوری: ۱۹۹۲ء)

گویا جس وسیلہ کو دیوبندیہ نے جائز کہا، ان کے ائمہ ثلاثہ نے حرام و ممنوع کہا دیوبندیہ سے پوچھنا چاہیے کہ

کہو یہ کون سا دھرم ہے؟ دیوبندیہ کی یہ بات کہ

زیر بحث عبارات کا حاصل یہی ہے کہ اگر یہ عقیدہ رکھ کر توسل اختیار کرتے ہوئے دعا کی جائے کہ یہ دعا ضرور قبول ہوگی تو یہ توسل ناجائز ہے اور ایسا عقیدہ رکھے بغیر محض أرجی للقبول سمجھے تو جائز بلکہ بہتر ہے۔" (زیر نظر دیوبندیہ کتاب، ص:۱)

خالص تحریف بازی اور اپنی مذہبی کتابوں کے معانی میں ترمیم وتغییر، قلب ومسخ اور شیطانی حرکت ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر دیوبندیہ کا افتراء:

اکاذیب پرست دیوبندیہ نے امام ابن تیمیہ کی یہ عبارت نقل کی ہے:

" نعم، لو سأل الله بإيمانه بمحمد ﷺ، و صحبته له، و طاعته له، وأتباعه له لكان سأله بسبب عظيم يقتضي إجابة الدعاء، بل هذا أعظم الأسباب والوسائل"

یعنی محمد ﷺ پر ایمان آپ کی صحابہ کی صحبت و طاعت و اتباع کے وسیلہ سے جس نے دعا کی، اس نے بہت بڑا وسیلہ اختیار کیا، جو مقبولیت دعا کی مقتضی ہے، بلکہ یہ سب سے بڑے وسائل میں سے ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۰، بحوالہ قاعدہ جليله في التوسل والوسيله لابن تيميه، ص:٥٦)

اس عبارت میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذات نبوی سے وسیلہ پکڑنے کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا ہے، بلکہ آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی صحبت و طاعت و اتباع کو وسیلہ عظیم قرار دیا ہے، جو بندے کا اپنا فعل صالح ہے، مگر دیوبندیہ حرافہ کذابہ نے عبارت ابن تیمیہ میں عمداً وقصداً تحریف کردی اور اپنے اختراعی اکاذیب بھر دیے، پھر بھی یہ اکاذیب پرست فرقہ اپنے کو بڑا پکا سچا مومن ودیانت دار و امانت شعار ہونے کا مدعی ہے۔

ذوات کا توسل پہلی روایت:

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

"حضرت عثمان بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک شخص خدمت نبوی میں آ کر عرض گزار ہوا کہ دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے، یعنی آنکھوں میں روشنی عطا فرما دے، آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو اپنی اس تکلیف پر صبر کر سکے تو کر لے، اس نے کہا کہ دعا فرما دیجیے، آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ باوضوء ہوکر دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا مانگو: اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور محمد ﷺ کے وسیلہ سے آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، جو آپ کے نبی رحمت ہیں اور پھر وہ نابینا آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہے، اے محمد میں آپ کے وسیلہ سے اپنی دعا میں اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، تاکہ میری دعا پوری ہو اور آپ کی شفاعت میرے حق میں مقبول ہو، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس طرح اعمال صالحہ سے توسل درست

ہے، اسی طرح دوسرے سے درخواست دعا بھی صحیح ہے، نیز اسی طرح مقبول بندہ کی ذات کا توسل بھی بلاشبہ جائز ہے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۱)

ہم کہتے ہیں کہ عثمان بن حنیف والی حدیث میں یہ مذکور نہیں، جو دیوبندیہ نے حسب عادت اختراع کر کے اپنی طرف سے لکھ دیا ہے کہ اسی طرح مقبول بندہ کی ذات کا توسل بھی بلاشبہ جائز ہے، اس حدیث میں ذرہ بھی اس کا اشارہ نہیں کہ ذات نبوی کو وسیلہ بنا کر دعا کی گئی، بلکہ اس میں صرف یہ ہے کہ دعا کرنے والے نے تعلیم نبوی کے مطابق کہا:

" اللهم اني أسألك و أتوجه إليك بمحمد نبي الرحمة يا محمد، إني قد توجهت إلى ربي في حاجتي هذه لتقضي اللهم فشفعه في۔" (جامع الترمذي، أبواب الدعوات وسنن ابن ماجه و نسائي بيهقي)

اس حدیث میں ذات نبوی سے توسل کا اشارہ نہیں، البتہ آپ کو شفیع بنا کر دعا کا ذکر ہے اور زندہ آدمی خواہ رسول ہو یا غیر رسول ہو شفیع بنا کر دعا کرنے کے صحیح بلکہ مستحب ہونے کے ہم معتقد ہیں، بیہقی و حاکم کی مستدرک (۱/۳۱۳، ۵۱۹، ۵۲۶) میں ہے کہ تعلیم نبوی کے مطابق دعا کرنے والے اندھے آدمی کی بصارت لوٹ آئی۔

اسی دوسری روایت کے تحت دیوبندیہ نے ذکر کیا کہ خلافت عثمانی میں عثمان بن حنیف کی مذکورہ بالا روایت میں منقول دعائے نبوی ایک آدمی نے کی تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کی ضرورت پوری کر دی۔ ہم کہتے ہیں کہ اولاً روایت مذکورہ میں اشارۃً بھی مذکور نہیں'' یہ واقعہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیش آیا، یہ بات دیوبندیہ نے اپنی طرف سے اختراع و ایجاد کر کے لکھ دی ہے۔ بات یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت مالدار و فیاض اور اثر و رسوخ والے تھے، لوگوں کی طلب پر مالی مدد کرتے اور اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر ضرورت مندوں کا کام بنوا دیتے، عہد نبوی میں بھی حضرت عثمان بن عفان یہ کام کرتے تھے اور کوئی شک نہیں کہ بشرط صحت اس واقعہ کا وقوع وفات نبوی سے پہلے عہد نبوی میں ہوا ہو، شخص مذکور مالی پریشانی یا غیر مالی پریشانی میں حضرت عثمان کی خدمت میں آتا جاتا رہتا، مگر کسی وجہ سے وہ شخص مذکور کی طرف توجہ نہ دے سکے، اس دعا کے بعد وہ متوجہ ہوئے اور اس کی ضرورت پوری کر دی مگر اس روایت کی سند میں خود دیوبندیہ نے بتلایا کہ روح بن صلاح ہے۔ (سنن ابن ماجه مع تحشيه ديوبنديه، ص:۹۸، ۹۹)

اور روح بن صلاح بن سبابہ بن عمرو الحارثی کو امام ابن ماکولاء نے ''ضعفوہ'' کہا، یعنی ابن ماکولاء کے علم کے مطابق کسی بھی استثناء کے بغیر تمام ائمہ کرام نے روح بن صلاح کو علی الاطلاق ضعیف کہا، اسے امام دارقطنی و ابن عدی نے بھی ضعیف الحدیث کہا، امام ابن یونس نے اسے ''رويت عنه مناكير'' کہا، ان کے بالمقابل

ابن حبان نے اپنے اصول کے مطابق ثقات میں ذکر کیا ہے اور عام اہل علم نے ان کے اس اصول کو رد کر دیا، امام حاکم کا اسے "ثقه مامون" کہنا بھی ان کے تساہل کا نتیجہ ہے۔(لسان المیزان: ٢/ ٤٦٥، ٤٦٦) حاصل یہ کہ یہ روایت ضعیف ہے، پھر بھی اسے معتبر فرض کر کے کہا جائے کہ یہ زندہ آدمی رسول ﷺ کا وسیلہ ہے، لہٰذا فرقہ دیوبندیہ کی ان ساری باتوں کا مکذوبہ ہونا واضح ہے، فرقہ دیوبندیہ نے تیسرے نمبر پر جو حدیث نقل کی ہے، وہ حضرت عمر فاروق کا نبی ﷺ کے زندہ چچا کے وسیلہ سے دعا کرانے کے مضمون پر مشتمل ہے اور زندہ بزرگ کے وسیلہ سے دعا کرانی ہمارے یہاں بلکہ سارے محققین کے یہاں اجماعی طور پر جائز ہے۔

فرقہ دیوبندیہ نے اس حدیث میں اپنی عادت کے مطابق جو تلبیس کاری و اکاذیب پرستی سے کام لے کر کہا ہے کہ یہ وسیلہ دراصل توسل بالنبی ہی ہے، اس طرح کی تلبیسات دیوبندیہ کا آخر کیا کیا جائے؟

ضروری تنبیہ:

اپنے عنوان بالا کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عمل سے بعض حضرات نے سمجھا کہ توسل زندہ بزرگوں کے ساتھ خاص ہے اور جو دنیا سے چلے گئے ان سے توسل جائز نہیں ان کا یہ سمجھنا بالکل غلط ہے، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں مردوں کے توسل کا ذکر نہیں، دوسری روایت کے تحت گزرا کہ رسول ﷺ سے بعد وفات ہی توسل کی تلقین ہے، اس پر صحابہ میں سے کسی کی نکیر نہیں، اس لیے اس کے جواز پر اجماع کی سی شان پیدا ہوگئی، پس یہ روایت ناطق اور بخاری والی روایت ساکت ہے اور ساکت پر ناطق کی ترجیح بالکل ظاہر ہے......الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۱۳، ۱۴)

ہم کہتے ہیں کہ مردوں سے توسل اگر جائز ہوتا، تو کوئی ایک ہی صحابی کہتا کہ سب سے بڑے بزرگ رسول ﷺ ہیں اور وہ فوت ہو گئے، تو کیا ہوا، فوت ہونے والے بزرگ سے اگر کسی ناحیہ سے توسل جائز ہوتا تو سارے صحابہ فعل عمر پر خاموش نہ رہتے، معلوم ہوا کہ ذوات کے توسل خواہ ذات نبوی ہو سے عدم جواز پر اجماع صحابہ ہے لیکن دیوبندیہ نے اپنی عیاری سے اصل معاملہ میں قلب وعکس کر دیا ہے۔ دیوبندیہ کا تو کاروبار ہی مسخ حقائق اور قلب وقائع ہے وہ اپنی زیر نظر اس کتاب کے ص: ۱۳ کے آخر میں قلب ومسخ کا جو حوصلہ ظاہر کیا ہے، اسی کو وہ پورا کر چکا ہے۔ ان تحریف وتلبیس کاروں سے خدا سمجھے گا!!

اشکال و جواب:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنا یہ اختراعی اشکال وجواب بیان کیا کہ

"کسی کو یہ عامی اشکال ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے ذات نبوی کے بجائے حضرت عباس سے توسل

کیوں اختیار کیا؟ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر نے وفات نبوی کے بعد توسل کو ناجائز سمجھ کر آپ سے توسل نہیں کیا تھا اس کی چند وجوہ ہیں۔"

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وفات نبوی کے بعد ذات نبوی سے توسل ناجائز ہی سمجھ کر اختیار کیا تھا، جس پر تمام صحابہ کا اجماع ہے، اس کے خلاف فرقہ دیوبندیہ کسی ایک بھی صحابی سے کوئی معتبر روایت اپنی متحدہ کوشش کے باوجود تا قیامت نہیں ثابت کر سکتا۔

فرقہ دیوبندیہ نے اس سلسلے میں اپنے وجوہ اس طرح بیان کیے ہیں:

"(الف) حضرت عباس سے توسل کے ساتھ دعا کرنا بھی مقصود ہو۔"

ہم کہتے ہیں کہ توسل کے ساتھ دعا تو ہوتی ہے، پھر دیوبندیہ کا اشکال کیسے رفع ہوا؟

"(ب) اس پر تنبیہ مقصود ہو کہ غیر انبیاء علیہم السلام یعنی صلحا اور اولیاء سے بھی توسل درست ہے۔"

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ وفات پا چکنے والے خواہ سید المرسلین خاتم النبیین ہی کیوں نہ ہو، ان سے توسل ناجائز ہے اور زندہ بزرگوں سے توسل جائز ہے اور مردہ بزرگوں سے توسل ناجائز ہونے پر اجماع صحابہ ہے، جسے فرقہ دیوبندیہ نے اپنے حلیفوں سے مل کر توڑ ڈالا اور اپنے مذہب کے بانی اماموں کی بھی خلاف ورزی کی، مردے لوگ زندوں کی آواز ہی نہیں سنتے اور توسل میں دعا کا ہونا ضروری ہے، تو مردہ متوسلین کا متلاشیان توسل کی باتوں کا سننا پھر ان کے لیے دعا کرنا محال ہے اور محال و حرام کاموں کا دیوبندیہ عادی ہے، کیونکہ اس سے حرام خوری، حرام پوشی، و حرام رہائش کا بہت عمدہ انتظام ہوتا ہے، یہی بات ہے کہ یہ فرقہ ﴿اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ﴾ والے قرآنی الفاظ کا مصداق بن کر یہ ساری کارستانیاں کر رہا ہے، فرقہ دیوبندیہ کو کس نے بتلایا کہ حدیث مذکور کا مقصود یہ بتلاتا ہے، کہ غیر انبیاء کا توسل بھی جائز ہے ہاں زندہ بزرگوں کا توسل اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہے اور مردوں سے توسل ممنوع ہونا واضح ہے۔

دیوبندیہ نے مزید کہا کہ:

"(ج) اپنے عمل سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ توسل بالنبی کی دو صورتیں ہیں: ایک توسل بذاتہ اور دوسری توسل بقرابتہ۔"

ہم کہتے ہیں کہ اپنے اس دعویٰ پر دیوبندیہ نہ کوئی دلیل پیش کر سکے ہیں، نہ قیامت تک کر سکتے ہیں، اپنے دام تزویر میں سادہ لوح لوگوں کو پھنسانے کا یہ مقولہ اس تحریف کار فرقے نے اختراع کر لیا ہے تاکہ وہ اس کے دنیاوی فوائد سے مالا مال ہو سکے۔

(د) حدیث نبوی میں ہے کہ جب دور سے صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو فرشتے قبر اطہر میں پہنچا دیتے ہیں......الخ

ہم کہتے ہیں کہ غیر درود کو فوری طور پر پہنچانے کا کوئی ثبوت دیوبندیہ جیسے مسخ و قلب حقائق کرنے والے کے پاس بھی ہے، یقین ہے کہ اس کا ثبوت نہ دیوبندیہ کے پاس ہے نہ وہ قیامت تک یہ ثبوت پیش ہی کر سکتا ہے۔

بعثت سے قبل وسیلہ:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت قرآنی آیت ﴿وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (سورۃ البقرۃ:۸۹) اس آیت کا مطلب فرقہ دیوبندیہ نے یہ بتلایا ہے کہ جنگوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے یہود ہمارے آخری نبی ﷺ کو وسیلہ بناتے تھے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۵)

فرقہ دیوبندیہ تو اپنے کو مقلد ابی حنیفہ کہتا ہے، مگر اب معلوم ہوا کہ حسب ضرورت یہودیوں کی بھی تقلید کرتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

اپنے اس اکذوبہ کے لیے دیوبندیہ نے تفسیر روح المعانی (۱/ ۲۸۹) و درمنثور (۱/ ۸۸) کا حوالہ دیا ہے، ان حوالوں سے اپنی اس بات کا معتبر ہونا فرقہ دیوبندیہ ثابت کرے، مگر وہ تاقیامت ایسا نہ کر سکے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا توسل:

اپنے اس عنوان کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے مشہور و معروف مکذوب و موضوع روایت سے استدلال کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی لغزش کے سبب توبہ کرنے لگے تو انھوں نے عرش پر ''لا إله إلا الله محمد رسول'' لکھا دیکھا اور سمجھے کہ محمد کوئی بڑی حیثیت والے ہیں، چنانچہ انھوں نے محمد ﷺ سے دعائے استغفار کی، اس سے معلوم ہوا کہ ولادت نبوی سے بہت پہلے آپ کے وسیلہ سے دعائیں کرنے کا رواج رہا۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۵، ۱۶)

ہم کہتے ہیں کہ یہ موضوع و مکذوب روایت ہے اور یہ معلوم ہے کہ فرقہ دیوبندیہ اکاذیب پرست ہے کتب احادیث موضوعہ میں اسے دیکھئے یہ صحیح حدیث میں نہیں ملے گی۔

توسل بالفعل:

فرقہ دیوبندیہ نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

'' ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں سخت قحط سالی ہوئی، کچھ حضرات نے حضرت ام المومنین کی خدمت میں اس کی شکایت کی، ام المومنین نے فرمایا قبر نبوی میں سوراخ کر دو کہ آسمان اور قبر نبوی کے درمیان حجاب نہ رہے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، تو بہت زور کی بارش ہوئی، اس فعل کا مطلب

بزبان حال توسل تھا کہ یہ قبر نبوی ہے، اس کے ساتھ جسد نبوی کے متصل ہونے کی وجہ سے ہم اس کو متبرک سمجھتے ہیں اور اسے متبرک سمجھنا موجب رحمت ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب کا خلاصہ، ص:١٦)

ہم کہتے ہیں کہ ابو الجوزاء سے اسے روایت کرنے والے عمرو بن مالک نکری کو حافظ ابن حجر نے "صدوق له اوهام" (تقريب التهذيب) اور نکری سے اسے روایت کرنے والے سعید بن زید بن درہم کو یحییٰ بن سعید نے متروك و ضعيف جداً کہا، ابو حاتم رازی ونسائی نے ليس بقوي کہا، جوزجانی نے بھی سخت ضعیف کہا، حافظ ابن حبان نے "لا يحتج به إذا انفرد" کہا، بعض نے توثیق کی، مگر تجریح غالب ہے، لہٰذا دیوبندیہ کی مستدل روایت ساقط الاعتبار ہے۔ اور اس سے وفات نبوی کے بعد ذات نبوی سے توسل ثابت بھی نہیں، اگر یہی بات ہوتی تو اتنے سارے کام کی کیا ضرورت تھی، قبر اور چھت میں شگاف اور قبر کھودنے کے بجائے یوں بھی آپ ﷺ سے توسل ہو سکتا تھا، یہ واقعہ کسی اوہام پرست راوی نے قبر پرستی کو فروغ دینے کے لیے گھڑ لیا ہے۔

توسل بالثوب:

فرقہ دیوبندیہ نے اس عنوان کے تحت یہ حدیث پیش کی کہ جبہ نبوی کو پانی میں بھگو کر اس سے نچوڑ کو مریضوں کو شفاء حاصل کرنے کے لیے پلاتے تھے، حالانکہ آپ کے متبرک جبہ سے حصول شفاء کی تدبیر تھی، توسل سے اس کا ذرہ برابر لگاؤ نہیں، ورنہ جبہ نبوی اور قبر نبوی سے توسل کو دیوبندیہ مستحب کہتے!

بالوں سے توسل:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت کہا:

''لوگ اپنی بیماری کا علاج حضرت ام سلمہ کے پاس پیالہ نبوی کے بالوں سے کرتے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ١٧)

ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی حصول شفاء کی تدبیر ہے، اس سے توسل کا ذرہ برابر لگاؤ نہیں ورنہ دیوبندیہ کہتے کہ پیالہ نبوی سے توسل مسنون ہے!

غیر مقلدین:

فرقہ دیوبندیہ نے عنوانِ مذکور کے تحت کہا:

''آج کل غیر مقلدین دوسرے سے وسیلہ ہی کا انکار کرتے ہیں، ان کے یہاں اس مسئلہ میں تنگی ہی تنگی ہے۔ الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:١٧)

ہم کہتے ہیں کہ تنابز بالالقاب و دشنام طرزی کے عادی فرقہ دیوبندیہ نے غیر مقلدین یعنی اہل حدیث پر افتراء ہی افتراء کر رکھا ہے، اسے موروثی طور پر یہ بات حاصل ہے کہ لوگوں کی طرف اپنے اختراعی اکاذیب

منسوب کرو، ہم بیان کر آئے ہیں کہ زندہ بزرگوں کی دعاؤں اور اپنے اعمال صالحہ کو وسیلہ بنا کر دعا کرنی جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے، پھر یہ دیوبندی پارٹی ذرا سا خوف خدا کھائے بغیر اکاذیب پرستی میں مگن ہے یہ فرقہ مزید اہل حدیث پر افتراء کرتے کہتا ہے کہ

''مگر تعجب یہ ہے کہ ان صاحبان یعنی اہل حدیث کے پیشوا امام شوکانی کے نزدیک وسعت ہی وسعت نظر آتی ہے، وسیلہ عباس والی تفصیل گزری، اس پر امام شوکانی نے یہ ترجمۃ الباب قائم کیا:''باب الاستسقاء بذوی الصلاح'' پھر اس تبویب کے تحت کہا:

''و يستفاد من قصة العباس استحباب الاستسقاء بأهل الخير والصلاح و أهل بيت النبوة''

یعنی حدیث عباس رضی اللہ عنہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اہل بیت نبوی و اصحاب خیر وصلاح سے توسل مستحب ہے۔'' (نیل الأوطار: ۳/۲۳۳)

اس اکاذیب پرست فرقہ کو ذرہ برابر شرم بھی نہیں آئی کہ چودھویں و پندرھویں صدی کے غیر مقلدین کے امام شوکانی کا قول استحباب وسیلہ اہل بیت نبوی و اصحاب خیر وصلاح کے ساتھ آٹھویں نویں صدی کے حافظ ابن حجر کی فتح الباري (۲/۱۳۹۹) اور اپنے تقلیدی امام عینی کی عمدۃ القاری (۳/۴۳۷) کا حوالہ خالص افتراء کے طور پر دے ڈالا، کیونکہ دیوبندیہ کے مصطلح غیر مقلدین اس فرقہ کذابہ کے نزدیک چودھویں صدی ہجری کی پیداوار ہیں۔ پھر ان کی بابت کوئی بات آٹھویں نویں صدی کے لوگ کیسے کریں گے؟

نواب صاحب کا شرک:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے قائم کردہ مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

''غیر مقلدین کے مسلّم قریبی پیشوا نواب صدیق حسن حسینی حسنی قنوجی بھوپالی نے حد کر دی، وہ وسیلہ ہی نہیں مردوں سے مدد مانگتے رہے ہیں۔ نواب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اشعار:

زمرۂ رائی در افتاد بأرباب سنن
شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے
پشت ہا خم شدہ ازبار گران تقلید
سنت خیر بشر حضرت قرآں مدد دے
گفت نواب غزل درصفت سنت تو
خواجہ دین صلہ قبلۂ پاکاں مددے

(نفح الطیب من ذکر المنزل والحبیب، ص: ٦٣)

ہم کہتے ہیں کہ یا تو فرقہ دیوبندیہ نے بآسانی سمجھ میں آنے والی نواب صاحب کی بات کا مطلب سمجھے بغیر افتراء پردازی کی یا قصداً وعمداً افتراء پردازی کی، کیونکہ افتراء پردازی اس کی وہ دیوی ہے جس کی پرستش میں یہ مگن ہے۔ اشعار میں بڑی نازک خیالی پیش کرنے کی شعراء کی عادت ہے، یہاں نواب صاحب کی بات کا مطلب یہ ہے کہ اہل حدیث کے ساتھ فرقہ اہل رائے فتنہ پردازی میں مصروف ہے، ان کے مقابلہ کے لیے ہمیں امام شوکانی جیسے حامی سنت کی کتابوں سے مدد لینے کی ضرورت پیش ہے، تقلید پرستی کے بھاری بوجھ سے لوگوں یعنی تقلید پرستوں کی کمریں ٹیڑھی ہو چکی ہیں، ان کے خلاف سنت نبویہ وقرآن مجید کی ورق گردانی سے مدو لینے کی ضرورت ہے۔ اے نبی ﷺ آپ ﷺ کی سنت کی حمد سرائی میں نواب (یہ نواب صاحب کا تخلص ہے) نے یہ غزل لکھی ہے اے خواجہ دین اور پاک باز لوگوں کے مرجع آپ ﷺ تقلید پرستوں کے خلاف ہماری مدد کیجیے، یعنی سنت نبویہ اور قرآن مجید کی ورق گردانی سے ہم مقلدین کے خلاف مدد حاصل کر کے ان کا حلیہ بگاڑ دیں گے۔ اس وضاحت کے باوجود جو خود بخود بہت واضح ہے، اسے نواب صاحب کا شرک قرار دینا اکاذیب پرست فرقہ دیوبندیہ اپنا فریضہ زندگی بنائے ہوئے ہے۔

حق پوشی:

فرق دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

> ''غیر مقلدین کی حق پوشی لائق دید ہے کہ وسیلہ ثابتہ اختیار کر لینے پر کفر و شرک کے نوٹس جاری کر کے صرف عوام نہیں متبع سنت علماء کرام کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں۔ دوسری طرف اموات یعنی مردوں سے کھلی مدد مانگ کر شرک کرنے والوں کے حق میں منہ سیے بیٹھے ہیں، بلکہ انھیں اپنا امام بنا کر اندھی تقلید میں بڑھے چلے جاتے ہیں، گڑ کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز! (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۸)

اکاذیب پرست دیوبندیہ اس میں واقع لفظ ''کفر'' کے ساتھ ''شرک'' کا مطلب تو ہی اکاذیب پرست فرقہ ہی بتلائے گا، جس وسیلہ کو یہ فرقہ ''ثابتہ'' کہہ رہا ہے، وہ جھوٹ ہے اور یہ اس کی اکاذیب پرستی میں داخل ہے، شرکیہ کفریہ اور شریعت کے خلاف والے وسائل کو محض جھوٹ کے بل بوتے ثابتہ کہنا اور اسے اختیار کرنا، اس کی اکاذیب پرستی میں داخل ہے، مقلدین کو متبع سنت علماء کہنا بھی افتراء پردازی فرقہ دیوبندیہ ہے، یہ فرقہ نصوص کے بالمقابل اکاذیب ورائے وقیاس کی پرستش کرتا ہے، نہ گڑ کھاتا ہے نہ گلگلے بلکہ نصوص واجماع صحابہ کے خلاف اپنی اختراعات وافتراءات کا سلسلہ مزید درمزید جاری کیے ہوئے ہے۔ مردوں سے مدد مانگنا بالفاظ دیوبندیہ وسیلہ پکڑنا شرک ہی ہے، جیسا کہ فرقہ دیوبندیہ نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی کتاب ''اہل حدیث کا مذہب'' (ص:۱۹) سے

نقل کیا ہے۔ اہل حدیثوں اور دیوبندیہ کے سگے بھائی بریلویہ کے درمیان بجرڈیہہ بنارس میں کئی سال پیشتر مناظرہ ہوا تھا، اس میں بریلویہ کو شکست فاش ہوئی اور اسے اقرار کرنا پڑا کہ دیوبندیہ والے وسائل میں سے اکثر ممنوع و حرام ہیں، اس کے نتیجے میں بہت سارے تقلید پرست اہل حدیث ہو گئے، اس مناظرہ کی روداد مطبوع شکل میں موجود ہے، اسے دیوبندیہ اگر اپنی تقلیدی بدمستی میں ابھی تک نہیں دیکھ سکا ہے، تو اب دیکھ لیں، ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی، تقلید نے تو انھیں اندھا بہرا اور عقل سے کورا بنا ہی دیا ہے۔

عناد و تعصب:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے عنوان بالا کے تحت کہا:

''غیر مقلدین نے حق کو تو چھپایا ہی مگر ان کا ظلم و نا انصافی بھی قابل دید ہے۔الخ (دیوبندی کتاب، ص:۱۹)

ہم کہتے ہیں کہ جو غیر مقلدین فرقہ دیوبندیہ نے مراد لیے ہیں، انھیں غیر مقلدین سے دیوبندیہ معاملہ حل کریں، ہم کہہ آئے ہیں کہ اس مسئلہ میں ہم بولنا نہیں چاہتے اور نواب صاحب کے اشعار مذکورہ کی توضیح و توجیہہ ہم کر چکے ہیں، ان دیوبندیہ پر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ قول منطبق ہوتا ہے:

" من اتخذ وسائط بين العبد و بين ربه كفر إجماعاً۔"(بحوالہ دیوبندیہ، ص:۱۳۴)

مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے عنوان بالا کے تحت کہا:

''نواب بھوپالی کی تضاد بیانی اور ان کے عقیدہ شرکیہ کو نقل فرما کر مولانا عبدالحی فرنگی محلی اظہار تعجب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نواب صاحب کی یہ بات بڑی عجیب ہے کہ ندائے اموات واہل قبور سے استمداد کو مواضع بعیدہ سے شرک کہتا ہے، ندائے یارسول اللہ اور یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ کو کفر گردانتا ہے۔ پس ایسے شخص کا کیا حال ہوگا، جو غوث صمدانی و رسول ربانی سے، استمداد کو حرام و شرک کہے اور خود شوکانی سے استمداد کرے، اس نواب کے والد سید اولاد حسن نے استمداد بالاموات کے بدعت ہونے کی صراحت کی ہے۔(إبراز الغي الواقع في شفاء العي، ص:٦)

ہم نواب صاحب کے اشعار کی توضیح و توجیہ کر آئے، مگر لکھنؤ جیسے اردوداں شہر میں رہنے والے دام فرنگ کے اسیر فرنگیوں کے نمک خوار مولانا عبدالحی فرنگی محلی کو تقلید پرستی میں غلو اور اہل حدیث سے شدت بغض وعناد نے یہاں تک پہنچا دیا، شائقین کرام دام فرنگ کے اسیر مولانا عبدالحی کی اس کتاب کا سلفی جواب سلفی کتابوں میں دیکھیں۔ نواب سید صدیق اور ان کے والد نیز اہل خاندان تحریک شہیدین کے ارکین تھے، جب کہ یہ فرقہ اپنی

تحریک کو ظلماً و جوراً و زوراً ایسا قرار دیتا ہے۔

انصاف کا خون:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے عنوان بالا کے تحت کہا:

''ناظرین کرام آپ نے دیکھا حق و انصاف کا خون کرنے میں کس قدر ایچ پیچ سے کام لیا گیا۔ الخ (زیرنظر دیوبندی کتاب، ص: ۲۰۔۲۱)

ہم کہتے ہیں کہ ناظرین کرام نہیں بلکہ ناظرین کتب دیوبندیہ ہم بھی ہیں، ہم نے اس دیوبندی اکاذیب پرستی کی وضاحت کردی ہے، یہ فرقہ مقلدہ بذات خود ''**إذا كان الدليل غراب قوم سيهديهم إلى الأرض الجياف**'' کا مصداق ہے۔

إبراز الغي الواقع في شفاء العي:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے عنوان بالا کے تحت کہا:

''اپنی کتاب إبراز الغی میں اسیر دام فرنگ مولانا فرنگ محلی نے نواب سید صدیق کے ان مسائل کا ذکر کیا، جن میں انھوں نے ٹھوکریں کھائیں اور جن میں شیعوں کی تقلید کی، اہل علم کو یہ کتاب ضرور ملاحظہ کرنی چاہیے۔ الخ (ملخص از زیرنظر دیوبندی کتاب، ص: ۲۱، ۲۲)

ہم کہتے ہیں کہ اسیر فرنگ اور نمک خوار فرنگ مولانا فرنگی کی تلبیسات پر مشتمل یہ کتاب ہم نے ضرور دیکھی ہے، جس سے پتہ چلا کہ وہ بھی نمک خوارانِ فرنگ دیوبندیہ ہی کی بولی بولتے اور تلبیسات و اکاذیب کے استعمال میں دیوبندی ہی کی طرح ماہر ہیں، ناظرین کرام اس فرنگی زلف گرہ گیر کے اسیر کی کشف حقیقت کے لیے فرنگی اور ان کے معاونین کے ردّ میں لکھی گئیں کتب سلفیہ ضرور دیکھیں۔

افراط وتفریط:

اپنے مذکورہ عنوان کے تحت دیوبندیہ کی بے عنوانی ملاحظہ ہو، فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''یہ امر بہرحال قابل لحاظ ہے کہ توسل قربت مقصودہ نہیں اور درود شریف قربت مقصودہ ہے دونوں میں یہ قدر مشترک ہے کہ دونوں دعا کے أقرب إلى الإجابة ہونے کے سبب ہیں، جب کہ حدود شرعیہ کو ملحوظ رکھا جائے، مگر آج کل بشمول توسل بہت سے معاملات افراط وتفریط کے شکار ہیں، ایک طبقہ کا حال یہ ہے کہ کتاب وسنت سے ثابت وسیلہ کا بھی منکر ہے، نیز اس کا بھی جو متبع سنت اکابر کا معمول چلا آرہا ہے۔ دوسرا طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ دعا میں تبرکا اللہ کا نام لینا کافی ہے، باقی اپنی مرادیں انبیاء، اولیاء، شہداء ائمہ سے ہی مانگی جائیں، یہ کھلا شرک ہے۔ الخ (زیرنظر دیوبندی کتاب، ص: ۲۲)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ بھی اپنے شرک قرار دیے ہوئے وسائل میں سے بہت سے شرکیہ وسائل میں ملوث ہے۔

غلط قیاس کی بنیاد:

عنوان بالا کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے کہا:

''اصل یہ ہے کہ دنیاوی بادشاہوں کو یہ صورت یعنی دوسروں کی سفارشات و شفاعات و توسلات اس لیے اختیار کرنے پڑتے ہیں کہ وہ اس سے عاجز ہیں کہ ہر شخص کی فریاد سن سکیں، شان الٰہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کی آواز، پکار و دعا کو براہ راست کامل توجہ سے سنتا ہے بلکہ وہ اندھیری رات میں کالے پہاڑ پر چلنے والی کالی چیونٹی کی آواز بھی سنتا ہے جب کہ دنیاوی بادشاہوں کا یہ حال نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ اے رسول آپ ﷺ ان لوگوں سے پوچھیے کہ کس کے ہاتھ میں قدرت کاملہ ہے جو پناہ دیتا اور اس کے بالمقابل کوئی پناہ نہیں دے سکتا، تو سبھی لوگ متفقہ طور پر کہیں گے، وہ اللہ ہے۔ (پ:۱۸، سورۃ المومنون) ارشاد نبوی ہے کہ تم حقوق اللہ کی حفاظت کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا اور جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگو، اسی سے طلب مدد کرو الخ۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۲۲، ۲۳)

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ یہ باتیں جانتا ہے، تو جو لوگ فوت ہو کر مدفون ہو گئے اور باہر کے کسی آدمی کی آواز تک نہیں سکتے وہ فوت شدہ انبیاء اور مرسلین علیہم السلام ہوں یا دوسرے حضرات ان کا وسیلہ پکڑ کر ان سے کیوں دعا کرنے کی درخواست کرتے ہیں؟ یہ تو فرقہ دیوبندیہ اور ان کے حلیفوں کی انتہائی عملی تضاد ہے، کیا اتنی موٹی بات سمجھنے سے بھی یہ لوگ قاصر و عاجز ہیں؟

تم مسلمان ہو قبروں کی تجارت کرکے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے
ہم بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوئے اہل نظر گئی

شیخ المشائخ حضرت جیلانی رحمہ اللہ:

اپنی دورخی پالیسی سے کام لے کر فوت شدہ لوگوں سے یہ فرقہ دیوبندیہ وسیلہ پکڑ کر دعائیں کروانے کا متضاد طریق عمل اختیار کیے ہوئے ہے اور اپنی بے انتہاء بے راہ روی کے سبب اہل حدیث پر طعن و تشنیع و سب وشتم و دشنام طرازی وغیرہ کرنے کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے، یہی مشرکانہ توسل کو مستحب کہنے والا فرقہ دیوبندیہ اپنے مذکورہ بالا

عنوان کے تحت کہتا ہے:

''حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" إن الخلق عجز عدم لاهلك، و لا فقر، و لا ضر، و لا نفع، و لا ملك عندهم إلا الله عزوجل لا قادر غيره و لا معطي، و لا مانع، و لا ضار، و لا نافع غيره و لا محيي، و لا مميت غيره۔"

یعنی بے شک تمام مخلوق عاجز وکالعدم ہے، نہ ہلاکت اس کے قبضہ میں ہے نہ ملک نہ مالداری نہ نقصان اس کے ہاتھ میں، نہ نفع نہ اس کے سوا کوئی زندگی بخش سکتا ہے، نہ ہی موت دینے والا ہے۔'' (الفتح الربانی للشیخ الجیلانی، مجلس نمبر: ٦١)

شیخ عبدالقادر جیلانی جیسے پیران پیر کا بھی فرقہ دیوبندیہ پر کوئی ذرہ برابر اثر نہ ہوا، وہ مشرکانہ توسل کی حمایت میں استعمال اکاذیب میں بہت سرگرم ہے اور نصوص واجماع کا مخالف بھی ہے، ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ جو زندہ آدمی جن چیزوں پر قادر ہے، انھیں امور میں زندہ آدمی سے توسل اختیار کیا جا سکتا ہے ورنہ نہیں، مگر یہ فرقہ اپنی اس تصریح کے باوجود مردوں سے وسیلہ پکڑتا ہے اور اسے خوب معلوم ہے کہ نصوص سے ثابت ہے کہ مرنے کے بعد نبی ورسول وولی وشہید کسی کام پر قادر نہیں، وہ حیات برزخی میں جی رہے ہیں۔

اپنی اسی بات پر دیوبندیہ نے اپنی کتاب ختم کردی، ہم بھی اپنی بات ختم کر رہے ہیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والصلوٰة والسلام على نبيه محمد و اله و أصحابه، و أتباعه أجمعين۔

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۲۵/اپریل/۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس

منعقدہ ۲،۳/مئی/۲۰۰۱ء کے موقع پر ۲۹ کتابوں پر مشتمل مفت تقسیم کیے جانے والے پیکٹ کی ایک کتاب

اجماع وقیاس کی حجیت

قرآن وحدیث اور اقوال سلف کی روشنی میں

از..... حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی

استاذ دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ جمعیۃ علمائے ہند، نئی دہلی

پر ردّ بلیغ و دیوبندی کمر توڑ تبصرہ وفکر ونظر

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ کتاب و تمہید

الحمد لله رب العالمين، الرحمٰن الرحيم، مالك يوم الدين، الذى أنزل آخر كتبه على رسوله إلى العالمين بشيراً، و نذيراً، و سراجاً منيرا محمد خاتم النبيين، و رحمة للعالمين الذى فرق بين الحق و الباطل، و الصلوٰة والسلام على جميع الأنبياء والمرسلين خصوصًا على من بعث خاتم النبيين محمد و آله و أهل بيته وصحبه و أتباعه إلى يوم الدين و بعد:

یہ بات عوام و خواص کو معلوم ہے کہ چودہویں صدی میں ہندوستان پر مسلط ہو جانے والی نصرانی عیسائی انگریزی حکومت کی کارفرمائی سے معرض وجود میں آنے والی دیوبندی پارٹی نے اپنے زمانہ تولید ہی سے اہل حدیث کے خلاف مسلسل زور دار تحریک چلائی ہوئی ہے، اپنی قائم کردہ درسگاہوں اور تصنیف کردہ کتابوں اور تحریروں وتقریروں کے ذریعہ پورے تسلسل وقوت کے ساتھ اہل حدیث کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے کوشاں ہے۔ آئے دن مختلف عناوین سے کانفرنسیں منعقد کرتے رہنے کی عادی ہے، اسے محسوس ہوا کہ ساری دیوبندی تدبیروں کے باوجود اہل حدیث کا سیل رواں جاری و ساری ہے، اس پر مضبوط بند لگانے پر فرقہ دیوبندیہ نے اجتماعی و انفرادی تدابیر سوچیں اور آخر دور حاضر کے اس کے سرخیل مولانا اسعد بانگرمئوی ٹانڈوی کے دماغ میں یہ سمایا کہ تحفظ سنت کانفرنس کے انعقاد کا زوردار سلسلہ شروع کیا جائے، جس کی ابتداء ہندوستانی راجدھانی دہلی سے ہو، اور اس موقع پر خصوصی کتابوں پر مشتمل دیوبندی پیکٹ مفت تقسیم کیے جائیں، جو عوام وخواص دیوبندیہ کے ہاتھ میں اہل حدیث کے خلاف اثر انداز ہونے والے ہتھیار ثابت ہوں، اس زعم باطل کے تحت بڑی لمبی چوڑی تیاری شروع ہوئی اور اس کے لیے دعوت نامہ جاری کیا گیا، دعوت نامہ ہی سے دیوبندی جارحیت کا اظہار ہو رہا تھا، ان مزاعم دیوبندیہ کے پیش نظر اس وقت کے جمعیۃ اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ مولانا عبدالوہاب خلجی نے سربراہ دیوبندیہ جو خود ساختہ امیر الہند بھی ہیں مولانا اسعد ٹانڈوی کے نام کھلا خط لکھا، جس میں اس مزعومہ کانفرنس کے مفاسد وفتن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتلایا کہ اسلام کے خلاف غیر اسلامی تحریکات کے پیش نظر اس طرح کی دیوبندی کانفرنس سے اہل اسلام میں مزید انتشار و افتراق پیدا ہوگا اور اس دیوبندی کانفرنس سے خود ایک اچھا خاصا دیوبندی طبقہ اختلاف رکھتا اور اسے امت مسلمہ کے لیے مضرت رساں سمجھتا ہے، مگر دیوبندی قیادت اس طرح کی باتوں پر دھیان دینے والی نہیں، آخر یہ دیوبندی کانفرنس پہلی بار ۲،۳/ مئی/ ۲۰۰۱ء میں دہلی میں منعقد ہوئی اور اپنی تمام تر فتنہ سامانی کے ساتھ اپنے تیار کردہ دیو بندی پیکٹ کو بھی بڑے پیمانے پر مفت تقسیم کیا، ان

کتابوں میں سے ایک کتاب ''اجماع و قیاس کی حجیت قرآن و حدیث و اقوال سلف کی روشنی میں'' بھی ہے، ہم اپنی علالت کے باعث اس پیکٹ پر خاصی تأخیر سے واقف ہو سکے، پھر ہر چہار جانب سے مجھ ہی کو ان کتابوں پر تبصرہ کے لیے جماعت اہل حدیث کے لوگوں نے زور دیا، چارو ناچار مجھے اس کام پر اپریل ۲۰۰۲ء میں عزیمت ہوئی اور یہ کام میں نے شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ میری ان دیوبندی شکن تحریروں کو جماعت اہل حدیث کے لیے موثر و کارآمد بنائے۔ آمین

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ، بنارس

یکم جولائی/۲۰۰۲ء

اجماع کے لغوی و شرعی معنی:

زیر نظر دیوبندی پیکٹ والی کتابوں میں کئی ایک میں جس طرح خطبہ وتمہید کا کوئی ذکر نہیں، اسی طرح زیر نظر اس دیوبندی کتاب ''اجماع و قیاس کی حجیت قرآن وحدیث واقوال سلف کی روشنی میں'' بھی خطبہ وتمہید کا ذکر نہیں ہے۔

اجماع کے لغوی معنی اور اجماع کے شرعی معنی کو دو عناوین کے تحت اجماع کا یہ شرعی معنی بیان کیا گیا ہے کہ:

" اتفاق المجتهدين الصالحين من أمة محمد ﷺ في عصر على أمر من الأمور۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۲، بحوالہ توضیح تلویح، ص:٥١٦)

اس عبارت کا ماحصل اس دیوبندی کتاب میں یہ بتلایا گیا کہ

امت محمدیہ کے مجتہدین صالحین کا کسی دینی و شرعی معاملہ میں اتفاق و اجماع۔ اس تعریف اجماع سے مقلدین اور تقلید پرستوں کا اجماع خارج ہو گیا، کیونکہ مقلدین مجتہدین نہیں اور '' صالحین'' کی قید کے سبب فاسقین ومبتدعین خارج ہو گئے کیونکہ وہ صالحین نہیں۔'' (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۲ تا۴)

ہم کو یہ پتہ نہیں چلا کہ اس کتاب کو مذکورہ دیوبندی کتب میں شامل کرنے کا کیا مقصد ہے، کیونکہ دیوبندیہ نے یہ کانفرنس اہل حدیث کے خلاف رچائی اور تمام ہی اہل حدیث حجیت اجماع کے قائل ہیں، البتہ اگر اسے یہ ثابت کرنے کے لیے لکھا گیا کہ تقلید پرستی پر اجماع ہو چکا ہے، تو دعویٰ اجماع سو فیصدی باطل ہے، کیونکہ خیر القرون والے تمام اہل اسلام کا عدم تقلید پر اجماع رہا اور نصوص کتاب وسنت اور خیر القرون کے اقوال سلف کا حرمت تقلید پرستی پر اجماع متحقق ہے، حتی کہ دیوبندیہ اور ان کے حلیف جن امام ابوحنیفہ کی تقلید کے مدعی ہیں، وہ اپنی اور غیروں کی تقلید پرستی سے منع کر گئے ہیں، پھر دیوبندیہ اور ان کے حلیف کس بنیاد پر دعویٰ کرتے پھر رہے ہیں کہ مذاہب اربعہ میں سے کسی نہ کسی کی تقلید پرستی پر اجماع چوتھی صدی ہجری میں منعقد ہو گیا ہے؟ جس تقلید کی ممانعت پر نصوص کتاب وسنت و اجماع خیر امت موجود ہوں، ان نصوص کتاب وسنت و اجماع امت خیر القرون کے خلاف وقوع اجماع ناممکن ومحال ہے، اگر خیر القرون کے بعد کسی زمانہ میں تقلید پرستوں کا تقلید پرستی کے جواز یا وجوب وافتراض پر دعویٰ ہو تو ظاہر ہے کہ تقلید پرستوں کا اجماع انعقاد اجماع ہرگز نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ مقلدین مجتہدین نہیں اور نصوص کتاب وسنت و اجماع خیر القرون کے بعد دعوی اجماع کرنے والے بدعت پرست ہیں، اس لیے کہ صریح نص نبوی موجود ہے کہ جس چیز کا حکم شریعت نے نہیں دیا، وہ مردود و بدعت وضلالت ہے اور

جس مردود و بدعت و ضلالت کے مرتکب لوگ کسی بات پر اجماع کریں، وہ بدعت پرستوں اور ضلالت پرستوں کا اجماع ہے، جس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، بلکہ ایسے بدعت وضلالت پرست شریعت کی نظر میں بہت بڑے مجرم اور گھناؤنے طور وطریق پر چلنے والے ہیں، لہٰذا تمام دیوبندیہ اپنے حلیفوں اور ہم نواؤں سمیت شریعت کی نظر میں بہت بڑے مجرم اور گھناؤنے طور وطریق پر چلنے والے ہیں، لہٰذا تمام دیوبندیہ اپنے حلیفوں اور ہم نواؤں سمیت بدعات کے بحر ناپیدا کنار کے قعر مذلت میں غوطہ زن ہیں، انھیں کوشش یہ کرنی چاہیے کہ اپنے کو تقلید کے بحر ظلمات **بعضها فوق بعض** کے قعر ضلالت سے نکال کر نصوص کتاب و سنت واسلاف خیر امت کے صالحین مذہب سلف یعنی مذہب اہل حدیث و بلفظ دیگر مذہب اہل سنت و جماعت کے پیرو بنیں!

تنبیہ بلیغ:

اس زیر نظر دیوبندی کتاب میں اجماع کی حجیت پر جو دلائل فراہم کیے گئے ہیں، ان میں سے بعض ہماری نظر میں صحیح ہیں اور اکثر غلط ہیں، ان کی تغلیط میں پڑ کر ہم زیادہ وقت ومحنت نہیں ضائع کرنا چاہتے، البتہ ہم اجماع خیر القرون خصوصاً اجماع صحابہ کو بایں طور حجت مانتے ہیں کہ جس بات پر واقعی انعقاد اجماع ثابت ہے، وہ شرعاً کوئی غلط بات نہیں اور یہ کہ وہ نصوص شرعیہ کے خلاف نہیں بلکہ موافق ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ جس امام ابوحنیفہ کا دیوبندیہ اور اس کے ہم نوا اپنے کو مقلد کہتے ہیں، ان کے غیر معتبر و غیر اہل سنت و جماعت ہونے پر خیر القرون تک اجماع رہا ہے اور ایسے امام کی تقلید پرستی کرنے والے خود بھی دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں، ان کا یہ دعویٰ کہ یہ بھی اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں، قطعی طور پر باطل ومکذوب ہے۔ جس کی پوری وضاحت ہم اس زیر نظر دیوبندی پیکٹ کی ایک سے زیادہ کتابوں میں مفصل و مدلل طور پر کر چکے ہیں۔

قیاس:

قیاس زمانہ قدیم سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے، قیاس پرستی کے باطل و فاسد وجہل و ضلال ہونے پر ہم اپنی ایک سے زیادہ کتابوں میں مدلل بحث کر چکے ہیں، خصوصاً ''اللمحات'' اور ''ضمیر کا بحران'' میں۔ پھر بھی اگر کوئی حکم قیاس شرعی کے دائرہ میں آتا ہے، تو ہم اس شرط پر اسے حجت ماننے پر آمادہ ہیں کہ وہ نصوص اور اجماع کے خلاف نہ ہو۔

تقلید پرستی ایک خالص منصوص مسئلہ ہے، جو نصوص شرعیہ و اجماع خیر امت ہی سے حل ہو سکتا ہے اور ہم بتلا آئے ہیں کہ نصوص و اجماع خیر القرون و تقلید پرستی کے بہت زیادہ خلاف ہیں، حتی کہ اسے کفار و مشرکین کا شیوہ

وشعار بہت سارے نصوص میں قرار دیا گیا ہے اور جس مسئلہ میں نصوص و اجماع موجوذ ہوں، وہاں قیاس کی کیا گنجائش ہوسکتی ہے؟

ہم اپنی اس مختصر تحریر کو دیوبندیہ کی پچپن صفحات پر مشتمل اس کتاب کے ردّ میں کافی سمجھتے ہیں جو دوراز کار استدلال سے پُر ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، الذی تتم به الصالحات۔

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعه سلفیه بنارس

۵/ جولائی/۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس دہلی

منعقدہ ۲،۳/مئی/۲۰۰۱ء بمقام تال کٹورہ اسٹیڈیم نئی دہلی میں انتیس کتابوں پر مشتمل دیوبندی پیکٹ

مفت تقسیم کی جانے والی ایک کتاب

غیر مقلد کی توبہ

ایک حنفی اور غیر مقلد کے مابین دلچسپ مباحثہ

شائع کردہ جمعیۃ علماء ہند بہار شاہ ظفر مارگ نئی دہلی

پر...... تحقیقی وتنقیدی تبصرہ

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ، بنارس

۶/ جولائی/۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ:

مذکورہ بالا عنوان کے تحت دیوبندیہ نے مختصر سا خطبہ پیش کر کے کہا:

''یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ملت مسلمہ ان دنوں مختلف مسائل میں گھری ہوئی ہے، افسوس یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کے بعض افراد ہی اکثر مسائل پیدا کرتے ہیں اور پوری امت انھیں بھگتنے پر مجبور ہو جاتی ہے، مثلاً مسلم پرسنل کے مسئلہ پر حمید دلوائی اور اسی ذہنیت کے لوگوں نے ''مسلم ستیہ سودھک منڈل'' بنایا، اسی قماش کے افراد نے حکومت ہند اور عدلیہ کو مسلم پرسنل لاء کے بارے میں بدگمان کیا، نیشنل پریس نے بھی خوب فضا کو گرم کیا، اس کے دفاع میں ملت مسلمہ نے مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل کی، تمام مکتب فکر کے لوگوں نے یک آواز ہو کر کہا کہ ''اسلامی قوانین خالق کائنات کے وضع کردہ ہیں، ان میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ ممکن نہیں۔'' اس آواز کی ہیبت و گرج سے حکومت مرعوب ہوئی اور اسے کچھ عرصہ ہی کے لیے سہی مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کا سرا اپنا بند کر دیا، شیطان کو یہ خاموشی پسند نہ آئی، اس نے بے دین لوگوں سے نہیں بلکہ دینداروں کے ذریعہ ہی مسلم پرسنل لاء میں ترمیم کا منصوبہ بنایا اور ہندوستان میں ایک نہایت ہی مختصر گروہ نے عمل بالحدیث کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اس کا کام آسان کر دیا، انھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ایک نشست میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جائے، افسوس کہ اس طرح انھوں نے حکومت، عدلیہ اور عوام کو تاثر دیا کہ مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کی جا سکتی ہے، ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ حرکت کسی دانا کی نہیں ہو سکتی، بلکہ کوئی نادان ہی ایسا کر سکتا ہے۔ عمل بالحدیث کا دعویٰ کرنے والوں میں ایک طبقہ وہ بھی ہے جو اپنے کو غرباء کی حیثیت میں پیش کرتا ہے۔ بمبئی میں اس گروپ نے نوجوانوں میں یہ تأثر پیدا کرنا شروع کیا کہ جو بات صحابہ کرام نہیں جانتے تھے، جو حدیثیں ائمہ فقہ کو نہیں معلوم تھیں، جن امور سے کروڑھا کروڑ مسلمان سینکڑوں سال سے ناواقف تھے، انھیں ہم نے جان لیا ہے اور ہم حدیث پر عمل پیرا ہیں، باقی سارے لوگ گمراہ و جہنمی ہیں۔ اس پروپیگنڈہ سے نئی نسل کنفیوژن کا شکار ہو رہی ہے، اسلاف پر سے اعتماد ختم ہو رہا ہے، اور یہ تأثر بن رہا ہے کہ دین کی بنیاد اختلاف اور صرف اختلاف ہی پر

قائم ہے ،اس سے نوجوانوں میں دین بیزاری پیدا ہو رہی ہے، اس کے تدارک کی نیت سے یہ مکالمہ آسان اور عام فہم دلائل کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے، تاکہ ہر شخص جان لے کہ مقلدین کو گمراہ سمجھنا غلط ہے، اس مضمون کا ہدف وہی غیر مقلدین ہیں، جو تقلید کو کفر و شرک قرار دیتے ہیں، ان سے بحث نہیں کی گئی جو تقلید کو جائز و صحیح سمجھنے کے باوجود غیر مقلدیت کو ترجیح دیتے ہیں، ضرورت ہے کہ حنفی ،شافعی ، مالکی، حنبلی غیر مقلدین اور تمام مسالک کے افراد اپنے اندر توسع پیدا کریں، ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے بجائے اتحاد و انضباط کا مظاہرہ کریں اور ملت کو انتشار سے بچائیں۔

والسلام :

نبی رحمت کا ایک گنہگار امتی

ہمارا تبصرہ:

اس دیوبندی کتاب کی تولید وتخلیق کرنے والے کا نام نہیں ظاہر کیا گیا، معلوم ہوا کہ وہ مجہول ہے، اس میں باہم مسلم فرقوں کے درمیان اتحاد اور اختلاف نہ کرنے اور سب کو ایک پلیٹ فارم پر آنے کی دعوت دی گئی ہے، یہ دیوبندی کتاب دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس منعقدہ ۲،۳/مئی/ نئی دہلی کے دیوبندی پیکٹ میں شامل کی گئی ہے، یہ پیکٹ دیوبندی لوگوں میں بڑے پیمانہ پر مفت تقسیم کیا گیا، جس پر کروڑوں روپے صرف کیے گئے، معلوم نہیں کہ اتنے روپے کہاں سے آئے، بہت سارے شرور وفتن کے ساتھ شرور فتن سے بھرا پیکٹ بھی تقسیم کیا گیا اور اپنے مصطلح غیر مقلدین یعنی اہل حدیث کے خلاف بہت زیادہ زہر افشانی پر مشتمل دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس اس دیوبندی پیکٹ کے ساتھ اس غرض سے منعقد ہوئی کہ جماعت اہل حدیث کے خلاف دیوبندی لوگ انھیں بطور آتشیں اسلحہ استعمال کریں اور ''اختلاف أمتي رحمة'' والی اپنے آباؤ اجداد کی اختراع کردہ حدیث نبوی معصوم۔علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ کی طرف منسوب کرکے امت مسلمہ میں اختلاف سے بہت زیادہ منع کیا گیا ہے، دیوبندیہ نے یہ کانفرنس منعقد کرکے مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ فتنہ اختلاف کھڑا کرنے کی مذموم و بیہودہ سعی نامحمود کی، پھر اس کا اتحاد کی دعوت اس کے عمل سے بالکل معارض ہے، چودھویں صدی ہجری میں انگریزوں کی بدولت معرض وجود میں آنے والے دیوبندیہ نکتہ اتحاد نہیں بتلاتے اور شرانگیز فتنے ہمیشہ اٹھاتے رہتے ہیں، اس دیوبندی کانفرنس کے دعوت نامہ پر کانفرنس کے داعی خود ساختہ امیر الہند کے نام کھلا خط لکھ کر اس کی فتن سامانی کے پیش نظر اسے نہ کرنے کا مشورہ جمعیت اہل حدیث کے ناظم مولانا عبد الوہاب خلجی سلمہ اللہ و وفقہ لما یحب و یرضی۔ نے دیا، اس پر دیوبندیہ کے تیور حسب عادت اور چڑھ گئے اور اپنی دیوبندی کانفرنس کی فتنہ سامانی میں زیادہ سے زیادہ اضافات کرکے وقت مقررہ پر اسے انجام دے کر بہت خوش ہوئے کہ ہم نے شرور و فتن کا بازار گرم کرکے بہت عمدہ کارنامہ انجام دیا ہے!!

اس کتاب کے مجہول واجہل الناس مصنف کو یہ تک معلوم نہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو خود اللہ، و رسول نے ایک قرار دیا ہے، جسے ہم نے اپنی کتاب ''تنویر الآفاق'' میں واضح کیا ہے اور اسی پر عہد نبوی و صدیقی و ابتدائے عہد فاروقی میں تمام صحابہ بالاجماع عمل پیرا رہے، لوگوں کی غلط روی کی سزا کے طور پر حضرت عمر فاروق نے تعزیراً ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین قرار دیا اور اپنے سرکاری خطوط و بیانات میں صراحت کرتے رہے، قرآن مجید میں ایک وقت کی ایک سے زیاد طلاقوں کو باطل قرار دے کر صرف رجعی طلاق کو واقع مانا گیا ہے، پھر بعد میں خود حضرت عمر فاروق اپنے تعزیری موقف سے رجوع کرکے نصوص شرعیہ پر عمل پیرا ہوگئے، ان ساری باتوں کی تفصیل ہماری کتاب ''تنویر الآفاق'' میں موجود ہے، ہماری یہ کتاب اس زمانہ میں لکھی گئی جب مسلم پرسنل لاء میں مداخلت کا کوئی ارادہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا، پھر کچھ ناہنجار لوگوں نے شاہ بانو کیس کے سلسلے میں ہنگامہ برپا کیا،

اس پر مسلمانوں نے متحدہ طور پر قدم اٹھایا، اس میں جماعت اہل حدیث نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور ہم نے بہت سارے جلسوں کو خطاب بھی کیا، اسی طرح بہت سارے سلفی اہل علم نے کیا، اس موقع پر ہم نے مختصر سی جامع کتاب "نفقه مطلقه" لکھی، اس میں ہم نے بیہودہ عناصر کے اس مطالبہ کا کہ ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک شمار کرنے پر مسلمان راضی ہوں، تو شاہ بانوں والا کیس نیز دوسرے امور سے وہ دستبردار ہو جائیں گے، ہم نے پورے چیلنج کے ساتھ اپنی اس مختصر سی کتاب میں یہ معاملہ پیش کیا کہ نصوص کتاب وسنت نے تو روز اوّل ہی سے ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دے رکھا ہے، جس پر ہر دور میں بہت سارے اہل علم کا عمل رہا اور اہل حدیث کا بھی یہی موقف روز اوّل سے لے کر اب تک چلا آ رہا، لہٰذا اگر اس کی بنیاد پر سرکار اور اس کے چمچے اپنی بدعنوانی واپس کرنے کو تیار ہیں، تو یہ اسلام کا پرانا موقف ہے۔ مرکزی حکومت کی طرف سے بعض مسلم وکلاء بھی جامعہ سلفیہ بنارس میں سلفی مواد لینے آئے اور انھیں میری یہ کتاب دی گئی، انھوں نے اس کی بڑی تحسین و تائید کی اور یہ مغالطہ بہرحال اس وقت ٹل گیا، کچھ علماء نے شاہ بانو سے بھی رابطہ قائم کر کے شریعت کی بات بتلا کر یہ کیس واپس لینے پر آمادہ کیا، یہ دیوبندی فرقہ جو چودھویں صدی ہجری میں بذریعہ انگریز تولد پذیر ہوا، جس کی تفصیل ہماری کتاب "ضمیر کا بحران" میں ہے، ۷۱ فیصدی امور میں اسلام سے منحرف ہو کر تن تنہا اسلام کا محافظ بنا ہوا ہے، جب کہ اس کی سرشت ہی میں شرور و فتن و نزاع داخل ہے، ہم دیوبندیہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ سارے مسلمانوں خصوصاً اپنی پارٹی کو اس بات پر رضا مند کرے کہ کتاب وسنت و اجماع خیر القرون کو نکتہ اتحاد مان کر رسول کے مخاطبین اوّلین صحابہ کرام کے طریق کار کے دائرہ میں رہتے ہوئے لائحہ عمل تیار کرے اور نص نبوی میں جن بہتر فرقوں کو ضالہ وجہنمی کہا گیا ہے، ان کی باتوں میں آئے بغیر پوری امت کو متحد کرے، ہم اہل حدیث اس معاملہ میں دوسرے امور خیر کی طرح بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔ نصوص کتاب وسنت و خیر القرون اجماع امت سے ہٹ کر جو طریقہ اتحاد بھی اختیار کیا جائے گا، وہ مزید فتنوں کا باعث ہوگا۔ ہم نے بابری مسجد کی شہادت کے بعد تنازل اختیار کرتے ہوئے بنارس کے تمام طبقہ کے مسلمانوں کو خطاب کیا کہ اپنے سارے اختلاف برقرار رکھتے ہوئے کچھ خاص بنیادوں پر سبھی مسلمان سیاسی، سماجی، و دفاعی امور میں متحد رہیں، مگر افسوس کہ حنفی لوگ اس پر آمادہ نہ ہوئے، بولو دیوبندیو! تمہارا یہ کون سا دھرم ہے؟

پھر میں نے مجلّہ "محدّث" میں بابری مسجد سے متعلق ایک بھرپور مقالہ طباعت کے لیے دیا۔ جو شائع ہوا۔

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ، بنارس

۷/ جولائی/۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک غیر مقلد کی توبہ:

تمہید کے بعد مذکورہ بالا دیوبندی عنوان کے تحت زیر نظر دیوبندی کتاب میں کہا گیا:

''شوکت نے عبد الجلیل صاحب سے کہا، السلام علیکم! کہاں ہیں آپ؟ مسجد میں نظر نہیں آئے؟ کیا دوسرے علاقہ میں جا بسے ہیں؟ خیریت تو ہے نا؟

عبد الجلیل: سب ٹھیک ہے، اب میں نے اہل حدیث مسلک اختیار کر لیا ہے، کیونکہ اماموں کو ماننا قرآن و حدیث کے خلاف ہے:﴿أطیعوا اللّٰہ وأطیعوا الرسول﴾ کا حکم ہے اماموں کی تقلید نہ صرف یہ کہ جہالت ہے، بلکہ کفر و شرک ہے۔

اکاذیب پرست دیوبندیہ نے حنفی مذہب کے مقلد ہونے سے توبہ کر کے اہل حدیث ہو جانے والے عبد الجلیل کی غلط و مکذوب ترجمانی کی، کیونکہ اہل حدیث مذہب میں قرآن و حدیث کی اطاعت کے ساتھ عہد نبوی سے لے کر اب تک اور قیامت آنے تک تمام اماموں کو مانا جاتا ہے، جو حق پرست ہوں، دیوبندیہ کی طرح بدعت پرست اور جامد و خالی تقلید پرست نہ ہوں، تمام اماموں کو نہ ماننا اور صرف جہمی و مرجی و رائے پرستوں کی تقلید کو دین و مذہب بنا لینے والوں اور ان کے تقلیدی اماموں کو، البتہ اہل حدیث اپنا امام نہیں مانتے، نہ کسی حق پرست امام کی تقلید پرستی کرتے ہیں، کیونکہ بہت ساری قرآنی آیات و احادیث میں تقلید پرستی خصوصاً غلطی کے مرتکب گمراہ و گمراہ گر امام کہے جانے والوں کی تقلید پرستی کو کفر و شرک قرار دیا گیا ہے، خلیفہ راشد عمر فاروق کی اس بات پر تمام صحابہ اور بعد والے حق پرست اسلاف کا اجماع ہے کہ رائے پرست ائمہ نصوص اور ان کی ترویج و اشاعت کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں۔ لہٰذا تمام اہل اسلام کو ان سے بچ کر رہنا چاہیے۔ (کما مر کراراً و مراراً)

دیوبندیہ نے عبد الجلیل کی بات کا جواب دینے والے تقلید پرست کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا کہ امام کا لفظ قرآن و حدیث دونوں میں آیا ہے پھر اس مقلدانہ دعوی پر بعض آیات و احادیث کا ذکر کیا حالانکہ تقلید پرستی سے تائب ہو کر اہل حدیث بن جانے والے عبد الجلیل کا مطلب یہ تھا کہ لاکھوں کروڑوں حق پرست ائمہ کرام میں صرف چار ائمہ میں سے کسی نہ کی تقلید کو فرض واجب قرار دیے ہوئے لوگوں میں سے تقلید پرست دیوبندیہ نے امام ابوحنیفہ کی تقلید کو نصوص شرعیہ کی مخالفت کرتے ہوئے اپنا دین و ایمان بنا لیا ہے، جب کہ امام ابوحنیفہ ائمہ اہل سنت و جماعت کی تصریحات کے مطابق جہمی و مرجی المذہب و رائے پرست تھے کی تقلید کا کوئی ذکر کتاب و سنت و اجماع خیر القرون میں نہیں ہے، ان کی تقلید کو دین و ایمان بنا لینا ایمان و اسلام کے خلاف اور منافی ہے مگر

دیوبندیہ کا شیوہ و شعار ہی تلبیس و مغالطہ اندازی ہے دیوبندیہ کے پیش کردہ نصوص کتاب و سنت میں سے کسی میں بھی جہمی و مرجی و رائے پرست و نصوص سے منحرف اسی امام کی اطاعت و تقلید کا کوئی ذکر نہیں بلکہ بے راہ رو وائمہ ضلالت کے اتباع سے ممانعت بالصراحت کی گئی ہے۔

دیوبندیہ نے تقلید پرستی سے تائب ہو کر اہل حدیث ہو جانے والے عبدالجلیل کی غلط ترجمانی کرتے ہوئے کہ کہ قرآنی آیت ﴿أطیعوا اللّٰہ وأطیعوا الرسول و أولي الأمر منکم﴾ کا مطلب بتلایا کہ قرآن و حدیث میں صرف اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ ''اولی الامر'' کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے حالانکہ نصوص کتاب و سنت میں ''اولوالامر'' کی اطاعت کا حکم صرف اسی صورت میں ہے کہ اولوالامر کی بات خلاف نصوص نہ ہو یعنی کہ دیوبندیہ تحریف بازی و تلبیس کاری والا یہودی شعار یہاں بھی اپنا رکھا ہے۔

دیوبندیہ کی قرآنی آیت میں تحریف کاری:

دیوبندیہ نے تقلید پرست شرک کی تقلید پرستی کی حمایت میں یہ قرآنی آیت اپنے محرف ترجمہ کے ساتھ پیش کیا:

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (سورة النساء:١١٥)

یعنی راہ و واضح ہو جانے کے باوجود بھی کوئی رسول کو زحمت دے گا اور مومنین کے سوا کسی اور کی پیروی کرے گا، تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے، جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے، اس آیت میں مومنین کی بھی پیروی ثابت ہوئی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:٦، ٧)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی اپنی حمایت میں پیش کردہ آیت اور اس کا دیوبندی تحریف والا ترجمہ ناظرین کرام ملحوظ رکھیں، پھر اس کا صحیح ترجمہ ملاحظہ کریں:

''راہ ہدایت واضح ہو جانے کے باوجود بھی جو لوگ رسول کی بتلائی ہوئی راہ پر چلنے کے بجائے رسول کی مخالفت کریں اور مومنوں کی اختیار کردہ راہ کے علاوہ کسی اور راہ پر چلنے لگیں، تو ہم اسے اس کی اختیار کردہ راہ ضلالت ہی پر چلائیں گے، پھر اسے داخل جہنم کر دیں گے، جو بہت برا ٹھکانا ہے۔''

اور یہ معلوم ہے کہ دنیا میں اللہ کی طرف سے بھیجے گئے رسولوں میں سے کوئی بھی رسول تقلید پرست نہیں تھا، بلکہ ہر رسول تقلید پرستی کے خلاف تھا اور تقلید پرستی سے منع کرتا تھا، اور رسول کی اسی واضح راہ کے خلاف دیوبندیہ نے تقلید پرستی کو اپنی راہ و دین و ایمان بنا رکھا ہے، لہٰذا وہ تمام ہی رسولوں اور نبیوں علیہم السلام کے مخالف ہیں اور رسول کی اسی واضح راہ پر تمام مؤمنین چلتے رہے، جن کی راہ پر چلنا بعد والے مومنین کا شیوہ و شعار ہونا چاہیے، چنانچہ

ہمارے رسول کے مخاطبین اوّلین صحابہ کرام اور ان کے بعد خیر القرون والے مؤمنین تقلید پرستی کے مخالف تھے، خود ائمہ بھی اپنی اور غیر کی تقلید سے منع کرتے رہے، جن کی تقلید کو دیو بندیہ اور ان کے سگے بھائیوں نے اپنا دین و ایمان بنا رکھا ہے، پھر رسولوں اور مومنوں کی واضح راہ کے خلاف جو کفر و شرک و بدعت و کفر کی راہ تقلید پرست دیوبندیہ نے اختیار کی ہے، وہ جہنم رسید کرنے والی راہ ضلالت ہے، دیوبندیہ نے اپنی تقلید پرستی کی حمایت میں ایک آیت کو سورہ طور آیت نمبر:۲۱، اس طرح پیش کیا:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُم ذريتهم بأيمان ألحقنا بهم ذريتهم﴾ یعنی جو لوگ لائے اور ان کی اولاد نے بھی اپنے مؤمنین آباء و اجادا کا اتباع ایمان کے ساتھ کیا، انھیں بھی ہم ان کے مؤمن آباء و اجداد میں شامل کردیں گے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۷)

اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ رسولوں خصوصاً خاتم النبیین ﷺ کی واضح راہ پر چلنے والے مومن لوگ یعنی صحابہ کرام و تابعین عظام تقلید پرست نہیں تھے، ان غیر تقلید پرست کی جو اولاد ان کی راہ غیر تقلید پرستی پر چلتی رہی، وہ اپنے غیر تقلید پرست مومن آباء و اجداد میں شامل مانے جائیں گے، لہٰذا تقلید پرست دیوبندیہ رسول اور مومنوں کی واضح راہ پر چلنے کے بہت مخالف و معاند ہیں، پھر ان پر از روئے نصوص شرعیہ و اجماع خیر القرون کیا فتویٰ عائد ہوتا ہے؟ دیوبندیہ نصوص و اجماع کی روشنی میں واضح کریں کہ جہمیہ و مرجیہ و رائے پرست اماموں اور آباء و اجداد کی راہ پر ہی چلنے کا نام شریعت اور اللہ و رسول اور مومنوں نے اسے روا رکھا ہے؟

دیوبندیہ پر بے اعتمادی:

دیوبندیہ نے تقلید پرستی سے تائب عبدالجلیل اہل حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا کہ:

تقلید پرستوں کے کیے ہوئے تراجم قرآن ناقابل اعتماد ہیں، پھر اس اہل حدیث کے جواب میں یہ کہا: کہ تو پھر تمھیں مقلدین کے مجموعہ احادیث پر کیوں اعتماد ہوسکتا ہے؟ مجموعہ احادیث تیار کرنے والے سبھی محدثین امام بخاری، مسلم، ابو داود، ترمذی، ابن ماجہ وطحاوی و غیرھم مقلد تھے اور آپ اہل حدیث لوگ مقلدین کو مشرک و کافر کہتے ہیں پھر ان کے مجموعہ احادیث پر اعتماد کیوں کرتے ہیں؟ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۷،۸)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ افتراء پردازی کے عادی ہیں، اس لیے سارے محدثین کو محض افتراء پردازی کے زور پر مقلدین کرتے ہیں، خود انھیں کے محدث طحاوی نے کہا کہ کوئی غبی وبلید و احمق و ناسمجھ ہی شخص مقلد ہوسکتا ہے۔ (تفصیل کے لیے ہماری کتاب ضمیر کا بحران دیکھیے)

معلوم ہوا کہ دیوبندیہ صرف اکاذیب و اغلاط و تلبیعات پرست ہی نہیں ہیں، بلکہ بلید، کند ذہن، غبی، احمق و

جاہل بھی ہیں اور مقلد تو جاہل ہی ہوتا ہے، بلکہ بقول ائمہ کرام "لا فرق بين مقلد و بهيمة" مقلد اور چوپایہ جانور میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ (جامع بیان العلم لابن عبد البر)

اپنی اکاذیب پرستی ہی کی بنیاد پر یہ سفید جھوٹ دیوبندیہ نے گھڑا کہ سارے محدثین تقلید پرست تھے۔

حدیث کی اہم ترین کتاب امام مالک کی مؤطا ہے اور ان کے زمانہ میں انھیں جیسے ائمہ کرام کے تیار کردہ بہت سے مجموعہ ہائے احادیث ہیں، دیوبندیہ لاکھوں کروڑوں اماموں کو چھوڑ کر جن چار اماموں میں سے کسی نہ کسی کی تقلید کو فرض قرار دیے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک امام مالک بھی ہیں، کیا حدیث کا مجموعہ تیار کرنے والے یہ امام مالک اور ان کے بہت سارے معاصر ائمہ کرام مقلد تھے؟ دیوبندیہ کی کذب بیانی کس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ ان چار اماموں میں سے کسی نہ کسی کی تقلید واجب ہے، ان میں سے ایک امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی ہیں، جن کی مسند اور دوسری کتب حدیث مشہور و معروف ہیں، بقول دیوبندیہ جن چار اماموں میں سے کسی نہ کسی کی تقلید واجب ہے ان میں سے ایک امام احمد بن حنبل بھی ہیں، کیا دیوبندیہ پر بلادت وغباوت وحماقت اس قدر مسلط ہو گئی کہ اس کے ہوش و حواس اور عقل و دانش کو ختم کر دیا ہے کہ امام احمد کو مقلد قرار دینے میں ذرہ برابر بھی شرم وحیاء نہیں ہوئی؟ دیوبندیہ نے جن چار اماموں میں سے کسی نہ کسی کی تقلید کو فرض واجب قرار دیا ہے، ان میں سے ایک امام شافعی بھی ہیں، ان کی آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل کتاب "الأم" احادیث کا بڑا مجموعہ ہے، نیز ان کی دوسری کئی کتابیں بھی مجموعۂ احادیث ہیں، دیوبندیہ کے اس مکذوبہ دعوی کے مطابق امام شافعی بھی مقلد ہوئے۔ الٹی کھوپڑی والے دیوبندیہ امام شافعی کو بہرحال مقلد نہیں مانتے اور عقل و خرد سے محروم دیوبندیہ نے اپنے جہمی اور مرجی و رائے پرست امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف احادیث کے مجموعہ منسوب کر رکھے ہیں اور دعویٰ کر رکھا ہے کہ ابوحنیفہ کی سرپرستی میں چہل رکنی مجلس تدوین نے مذہب حنفی کی تدوین کی ہے، ان چہل ارکان کی جو فہرست دیوبندیہ نے اپنی کتاب مقدمہ "أنوار الباري" میں پیش کی ہے ان میں سے اکثر و بیشتر حضرات کے مجموعہ ہائے احادیث موجود ہیں، کیا یہ سارے کے سارے ائمہ مع امام ابوحنیفہ تقلید پرست تھے؟ ان بے تمیزوں اور جاہل دیوبندیوں کو جھوٹ بولنا بھی نہیں آتا، جب کہ جھوٹ ان کا اوڑھنا بچھونا ہے، دیوبندیوں کے بہت سارے اماموں میں سے ابویوسف و محمد وحسن بن زیاد و زفر و محمد بن شجاع وغیرہ کے تیار کردہ بہت سارے مجموعہ ہائے حدیث ہیں، کیا یہ سارے کے سارے ائمہ دیوبندیہ تقلید پرست تھے؟ دیوبندیہ کا یہ جھوٹا دعوی کتنا خطرناک و ہولناک ہے کہ کتب حدیث میں مرتب شدہ کوئی ایک حدیث نہیں، جس میں کم از کم ایک راوی مقلد نہ ہو، یہ کذاب دیوبندیہ بتلائیں کہ مؤطا امام مالک و مدوّنہ امام مالک کی کس حدیث میں کوئی مقلد راوی ہے، اسی طرح امام شافعی و احمد بن حنبل کی کتابوں کی کسی حدیث کی سند میں کوئی مقلد راوی ہے؟ اکاذیب پرستی میں دیوبندیہ کے

ہوش و حواس بھی ختم ہو گئے ہیں!

حنفی تقلید پرست سے اہل حدیث بن جانے والے عبدالجلیل پر دیوبندیہ کی افتراء پردازی و بہتان تراشی:

دیوبندیہ نے اپنے مذکور بالا اکاذیب کے بعد اہل حدیث ہو جانے والے عبدالجلیل کا مکذوبہ ترجمہ کرتے ہوئے کہا کہ مذکورہ بالا جھوٹی دیوبندی باتیں سن کر عبدالجلیل بولا:

''یہ سب آپ جھوٹ ہانک رہے ہیں، امام بخاری و امام مسلم وغیرہ مقلد کیسے ہو سکتے ہیں، جب کہ خیر القرون میں پیدا ہوئے، ابوحنیفہ و شافعی تو بہت بعد میں پیدا ہوئے، جن روایتوں کو امام بخاری اور دوسرے محدثین نے ضعیف اور موضوع قرار دیا تھا، انھیں کو اماموں نے گلے لگا لیا اور مقلدین کے مسلک کی بنیاد انھیں روایتوں پر ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۸)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے یہ فرضی مکذوبہ باتیں لکھ ڈالی ہیں، مگر امام ابوحنیفہ نے توفی الواقع اپنے مذہب کو مجموعہ اکاذیب و اباطیل و اغلاط و رائے و قیاس کہا ہے۔

دیوبندیہ کی مزید دروغ بافی:

دیوبندیہ نے فرضی مقلد شوکت کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا کہ

''امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے، دوسرے تمام محدثین ان کے بعد ہی پیدا ہوئے......الخ'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۹)

کوئی شک نہیں کہ دیوبندیہ کذب بیانی اور دروغ بافی و تلبیس کاری میں بڑے ماہر ہیں، کیونکہ ہمارے رسول کے مبعوث ہوتے ہی احادیث کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا اور احادیث کی تعریف ہی یہ ہے کہ ہمارے رسول ﷺ کے سارے اقوال و افعال و احوال و سیرت و ساخت و عادات و اطوار و اخلاق و کردار و بشارت و سوانح و وقائع سے متعلق دوسروں کے بیان کردہ امور کے مجموعہ کو احادیث کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان امور میں سے بہت سارے امور کا تعلق ولادت نبویہ سے پہلے اور ولادت نبویہ کے زمانے میں آپ ﷺ سے صادر ہونے والے اقوال و افعال و احوال اور تقریرات اور آپ سے متعلق دوسروں کے بیان کردہ اقوال کو احادیث کہا جاتا ہے، بلفظ دیگر آپ بذات خود محدث تھے اور آپ ﷺ کے تمام صحابہ و صحابیات و مخضرم (وہ حضرات جو دور نبوی میں موجود تھے اور مسلمان ہوئے لیکن زیارت نبوی سے محروم رہے) حضرات بھی محدثین تھے، جنھوں نے آپ ﷺ سے متعلق کسی بھی بات کی تحدیث کی، پھر ان صحابہ و صحابیات و مخضرمین سے سماع کر کے یا مرسلاً ہی احادیث بیان کرنے والے تابعین کرام بھی محدثین تھے اور متعدد صحابہ و تابعین کے مرتب کردہ تحریری مجموعہ ہائے احادیث تھے، اور ظاہر بات ہے کہ ۸۰ھ میں پیدا ہونے والے امام ابوحنیفہ سے بہت پہلے عہد نبوی ہی میں رسول اللہ ﷺ سمیت عام

صحابہ وصحابیات ومخضر مین حضرات محدثین تھے اور وہ سب کے سب تقلید کی دیوی کی پرستش سے بہر حال محفوظ اور نا آشنا و ناواقف تھے، ان کے زمانہ میمون و مبارک میں تقلید پرستی کا تصور بھی نہیں تھا، وہ سب عدم تقلید والی تمام انبیائے کرام و مرسلین عظام علیہم السلام کی راہ وصراط مستقیم پر چلنے والے تھے، ان میں سے بہت سے صحابہ و تابعین نے حکم نبوی پر عمل کرتے ہوئے احادیث کے مجموعے تیار کر رکھے تھے، یہ حقائق اس قدر واضح ہیں جن کی وضاحت کی ضرورت نہیں، البتہ دیوبندیہ چونکہ اپنے ہی امام طحاوی کی صراحت و وضاحت کے مطابق غبی و بلید و احمق و جاہل ہیں، اس لیے وہ سارے دیوبندیہ ان حقائق سے بے بہرہ و نا آشنا ہیں یا متجاہل و متغافل بنے ہوئے بدھو و احمق و بلید و غبی و نادان ہیں، جو کسی دیوبندی تقلیدی مصلحت کے باعث یہ راہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔

حاصل یہ کہ دیوبندیہ اپنے کو جس امام کا مقلد کہتے ہیں، ان سے بہت پہلے بشمول نبی ﷺ عام صحابہ و صحابیات ومخضر مین و تابعین و محدثین تھے، جنھیں دیوبندیہ اپنے اختراعی و افترائی دجل و فریب سے نعوذ باللہ مقلدین کہتے ہیں، امام مالک تو دیوبندیہ کے امام ابوحنیفہ کے اساتذہ کے بھی استاذ تھے اور ان کی کتاب حدیث مؤطا ابوحنیفہ کے زمانہ طالب علمی ہی میں تیار ہو چکی تھی، جس کی تفصیل ہماری کتاب ''اللمحات الی ما في أنوار الباري من الظلمات'' میں ہے، نیز امام مالک کے علاوہ امام ابوحنیفہ کی ولادت سے پہلے یا ان کے سن شعور کو پہنچنے سے پہلے یا تحصیل علم سے فارغ ہونے سے پہلے بہت سارے محدثین کی کتب حدیث موجود تھیں اور ان کے زمانہ میں تقلید پرستی کا کوئی بھی وجود اہل اسلام میں نہیں تھا۔

دیوبندیہ کا یہ دعوی سراسر جھوٹ و باطل ہے کہ:

''ابوحنیفہ نے جن حضرات سے علوم خصوصاً علم حدیث حاصل کیا، ان میں سے کوئی نہ حافظہ کا کچا تھا نہ کسی کا جھوٹ و کذب سے کوئی واسطہ تھا اور نہ کوئی کسی زاویہ سے غیر مستند تھا، غرض انتہائی مستند و قابل ذریعہ سے امام ابوحنیفہ نے علم حاصل کیا۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب کا ماحصل ص:۸،۹)

ہم کہتے ہیں کہ یہ خالص اکاذیب دیوبندیہ ہیں، امام ابوحنیفہ کی تعلیم و تربیت کذاب و بد باطن و غیر ثقہ و بد دین و بد دیانت اساتذہ کے ذریعہ ہوئی، ان کی پیدائش ایک نصرانی المذہب وعیسائی المسلک خاندان میں اسلامی و دینی و علمی مراکز سے بہت دور خراسانی شہر نساء یا اس کے مضافات میں جہمی و مرجی و کذاب و غیر ثقہ لوگوں کے گڑھ میں ہوئی، معلوم نہیں موصوف امام ابوحنیفہ اپنی عمر کے کس مرحلہ میں تھے کہ اپنے والدین کی متابعت میں نہ جانے کس عقیدہ و مذہب والے کسی اسلامی مبلغ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ خود امام ابوحنیفہ کا بیان ہے کہ میرے گھر والوں کی تعلیم و تربیت جہم بن صفوان کی بیوی اور اس کی لونڈی کے ذریعہ ہوئی۔ امام ابوحنیفہ ائمہ جہمیہ کے اس قدر معتقد تھے کہ جہم کی بیوی و لونڈی کے سواری والے اونٹ کی نکیل پکڑ کر ساربانی کے کام انجام دیتے، پھر نہ

جانے کب اپنے والدین کے ساتھ خراسان وغیر خراسان کے مختلف مقامات پر گھومتے پھرتے ہوئے لگ بھگ ۱۰۲ء میں عراقی راجدھانی کوفہ میں سکونت اختیار کی اور وہ ابتدائے امر میں جہمیہ و مرجیہ کی حمایت میں مناظرہ و مجادلہ و خصام و جدال میں معروف ومشہور رہے، پھر مرجی المذہب حماد بن ابی سلیمان کی درسگاہ میں فقہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے، ظاہر ہے کہ حماد امام ابوحنیفہ کو جس فقہ کی تعلیم دیتے تھے، وہ فقہ مرجی تھی۔ اور حماد کی کتب حدیث ان کے ایک شاگرد محمد بن جابر یمامی کے یہاں تھی، ان کتابوں میں بکثرت الحاق وحک واسقاط واضافات کسی نالائق غیر ثقہ نے کردی تھیں، جب کہ جابر یمامی اختلاط کے شکار ہو کر خبط الحواس ہو گئے تھے۔

امام ابوحنیفہ کو یہ بات معلوم تھی کہ کتب حدیث حماد جابر یمامی کے پاس ہیں، انھیں حاصل کرنے کی امام ابوحنیفہ نے کوشش کی، مگر جابر یمامی نے نہیں دیا، لیکن صاحب تدابیر کثیرہ امام ابوحنیفہ نے کسی نہ کسی طرح سے یہ کتابیں حاصل کرلیں، جابر یمامی کہتے تھے کہ میرے یہاں رکھی ہوئی حماد کی کتب حدیث امام ابوحنیفہ نے چرالیں اور حماد سے ان کا سماع کیے بغیر حماد کے نام سے ان کی تحدیث کرتے رہتے تھے، اگرچہ معتقدین ابی حنیفہ امام ابوحنیفہ کے بہت بڑے فقیہ ہونے کا پروپیگنڈہ بڑے پیمانہ پر کرتے تھے، مگر امام ابوحنیفہ کی سرپرستی میں چہل رکنی مجلس کے ذریعہ مدوّن ہونیوالے مذہب حنفی کے کئی ارکان نے امام ابوحنیفہ کے فقیہ ہونے کے منکر اور جہمیہ و مرجیہ کی حمایت میں بہت زیادہ مناظرے اور جدال و خصام امام ابوحنیفہ کا اصل مشغلۂ زندگی بتلایا، ان امور کی تفصیل ہماری کتاب ''اللمحات'' اور زیر نظر دیوبندی پیکٹ کی کتابوں کے ردّ میں موجود ہے۔

امام ابوحنیفہ ساقط الاعتبار اساتذہ کے زیر تعلیم و تربیت ہونے میں بہت بدنام بھی ہیں، جس کا اعتراف کتب حنفیہ میں بھی پایا جاتا ہے۔ جابر جعفی امام ابوحنیفہ کے خصوصی اساتذہ و مربیوں میں سے ہیں، جن کی کتابوں سے امام ابوحنیفہ بہت استفادہ کرتے رہتے تھے، اگرچہ جابر جعفی کو امام ابوحنیفہ أکذب الناس بھی کہتے رہتے تھے، جابر جعفی غالی مرجی ہونے کے ساتھ شیعی بھی تھے، اور جہمیہ سے بھی ان کے تعلقات تھے۔ خراسان سے آنے والی جہم کی کتابوں پر امام ابوحنیفہ عمل پیرا بھی تھے، جہمیہ مرجیہ کی ایک پوری ٹیم و مجلس تھی جن کے آفس خراسان و کوفہ میں خاص طور پر تھے، وہاں جہمی مرجی، شیعہ لوگ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سازشیں تیار کرتے اور انھیں عملی جامہ بھی پہنایا کرتے تھے اور غیر مرجی و غیر جہمی و غیر تقلید پرست حکومت کے خلاف بغاوت کر کے خانہ جنگی کراتے رہتے تھے، بلکہ بعض اوقات خود بھی ایسی باغیانہ جنگوں میں شریک رہتے تھے، جہم بن صفوان کا استاذ جعد بن درہم اور خود جہم بھی بغاوتوں میں مسلح زور آزمائی میں شریک رہتے تھے۔

آخر اپنے عقیدۂ خلق قرآن کے سبب جعد عین بقرعید کے دن عید گاہ پر ذبح کیا گیا اور جہم بن صفوان حکومتِ وقت کے خلاف جنگ میں مقتول ہوا، امام ابوحنیفہ کے استاذ جابر جعفی شعبدہ باز و جادوگر بھی تھے، امام ابوحنیفہ پر

خود ان کے شاگرد رشید نے حکومت کے خلاف بغاوت کی حوصلہ افزائی کا الزام لگایا، اور انھیں متنبہ کیا کہ اگر آپ اس سے باز نہیں آئے تو پھانسی کے پھندے میں آ کر ہلاک ہوں گے، آخر بغاوت ہی کے الزام کی بناء پر جیل خانہ میں بند کر کے جبراً وقہراً زہر خورانی کے ذریعہ ہلاک کیے گئے، ان سب باتوں کی تحقیقی تفصیل "اللمحات" کے صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔

پھر بھی دیوبندیہ کا یہ پروپیگنڈہ جاری ہے کہ امام ابوحنیفہ بذات خود انتہائی مستند تھے اور ان کے اساتذہ بھی اور جن اسانید سے انھیں احادیث کا علم ہوا، ان کے سبھی رواۃ مستند تھے۔ ہم نے اوائل اللمحات میں امام ابوحنیفہ کے کذاب اساتذہ کی ایک فہرست پیش کی ہے جن کی روایات پر ہی مذہب امام ابوحنیفہ کا دارو مدار ہے، لہٰذا دیوبندیہ کا یہ سارا پروپیگنڈہ خالص جھوٹ کے علاوہ کچھ نہیں، خود امام ابوحنیفہ نے بھی اپنے کو غیر ثقہ کہا ہے اور اپنے مذہب کو مجموعہ رائے و قیاس وطومار و اغلاط و اباطیل و اکاذیب کہا، پھر دیوبندیہ ان پروپیگنڈوں میں کیونکر سچے مانے جا سکتے ہیں۔

دیوبندیہ کی تاریخ دانی:

دیوبندیہ نے اپنے مکذوبہ پروپیگنڈوں کی ایک مثال دیتے ہوئے کہا:

"ابن ماجہ میں ایک حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس میں ایک راوی جابر جعفی ہیں، جو ضعیف القول ہیں، یہ جابر جعفی ۲۳۵ھ میں پیدا ہوئے، روایت کے الفاظ یہ ہیں:" من كان له إمام فقراء ة الإمام له قراء ة" یعنی جس کا امام ہو تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہوگی، امام ابوحنیفہ کے پاس جب یہ روایت آئی، اس وقت جابر جعفی کے پردادا بھی شاید پیدا نہ ہوئے ہوں گے اس لیے امام ابوحنیفہ پر اس ضعف کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا، ان کے پاس جن معتبر راویوں کے ذریعہ روایت پہنچی، ان پر پوری امت اعتماد کرتی ہے، اس مثال سے آپ نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ امام ابوحنیفہ اور دوسرے ائمہ فقہ پر حدیث ضعیف پر عمل کا الزام کتنی بڑی غلط فہمی ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۹، ۱۰)

دیوبندیہ کے اس بیان کی تکذیب:

ہم بتلا آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا اپنا بیان ہے:

" ما رأيت أكذب من جابر الجعفي " الخ......

میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں دیکھا۔ میں اپنی رائے پرستی کے سبب جو مسئلہ بھی بذریعہ رائے بیان کرتا تھا اس کے موافق جابر جعفی کوئی نہ کوئی حدیث ضرور وضع کر کے بیان کر دیتا تھا۔"

جابر جعفی سے امام ابوحنیفہ کی روایات اس جامع مسانید ابی حنیفہ میں موجود ہیں، جس کو دیوبندیہ محض جھوٹ

کی بناء پر امام ابوحنیفہ کی تصنیف کہتے ہیں، جس کا مطلب بہت واضح ہے کہ جابر جعفی امام ابوحنیفہ کے استاذ و مربی تھے، دیوبندیہ نے جابر جعفی کا سال ولادت ۲۳۵ھ بتلایا، جس کے ۱۵۵ سال پہلے امام ابوحنیفہ پیدا ہوئے، اور جابر جعفی کی وفات کے ۸۵ سال پہلے امام ابوحنیفہ پیدا ہوئے سچ کہا امام طحاوی نے کہ کوئی بلید و غبی ہی تقلید پرست ہوسکتا ہے، دیوبندیہ کی غباوت و بلادت یہاں تک پہنچ جائے گی، اس کا وہم و گمان بھی ہم کو نہیں ہوسکتا تھا۔

دیوبندیہ نے جس حدیث ''من کان له إمام فقراء ة الإمام قراء ة له'' کا ذکر کیا ہے، اس کا مطلب ہم نے اپنی کتاب ''فاتحہ اور اس کے مسائل'' میں بتلایا کہ امام کی قراءت صرف امام کے لیے کافی ہوگی کسی ایک یا ایک سے زیادہ مقتدیوں کے لیے نہیں، یہ تاویل اس صورت میں ہے کہ اسے معتبر فرض کر لیا جائے، ورنہ یہ روایت مرسل ہے جو از روئے تحقیق غیر معتبر ہوا کرتی ہے اور امام ابوحنیفہ نے اسے غیر شعوری طور پر یا عمداً متصلاً بیان کر دیا ہے، اگر عملاً بیان کیا ہو تو کئی ائمہ کرام نے امام ابوحنیفہ پر کذاب ہونے کا الزام لگایا ہے، بہرحال اہل علم کا کہنا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اسے مقتدیوں کو سورہ فاتحہ پڑھنے سے محروم بنانے کے لیے متصلاً بیان کر دیا ہے، امام ابوحنیفہ پر یہ الزام بہت بھاری ہے اور خود انھوں نے بالصراحت کہا ہے کہ میری کتابوں میں میرے شاگردوں نے خانہ ساز جھوٹی باتیں بطور حدیث شامل کر دی ہیں، امام ابوحنیفہ کی اس صراحت کے بعد دیوبندیہ کا ابوحنیفہ کو اور ان کی طرف منسوب روایات کو بہت زیادہ مستند کہنا، قلب و مسخ حقائق ہے اور یہ دیوبندیہ کا ہی پیشہ و شعار ہے، اسی سے ان کی روزی روٹی چلتی ہے۔

فقہ کا معنی:

دیوبندیہ کی مصطلح فقہ دراصل رائے و قیاس کا مجموعہ ہے، امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کو مجموعہ رائے و قیاس کہا ہے اور اس مجموعہ رائے و قیاس کو خود ابوحنیفہ نے مجموعہ اغلاط و اباطیل و اکاذیب و بدبودار ریاح کہا ہے، جو شرور و فتن کا بھی مجموعہ ہے، دیوبندیہ کی مصطلح فقہ اس فقہ سے سو فیصدی مختلف ہے جس کا ذکر نصوص کتاب و سنت میں بطور مدح آیا ہے، اس فقہ کے بغیر آدمی مومن و مسلم ہی نہیں ہوسکتا، مگر کتاب و سنت والی فقہ دیوبندیہ کی فقہ سے سو فیصدی مختلف چیز ہے یعنی دیوبندیہ کی فقہ مجموعہ رائے و قیاس و اغلاط و اباطیل و اکاذیب ہے۔

دیوبندیہ نے محدثین کو عطار (مجرد دوائیں بیچنے والے مگر طب سے ناواقف) اور رائے پرستوں کو اطباء کہا:

دیوبندیہ نے اپنی اس فرضی اور مجموعہ اکاذیب کتاب میں قصۂ اعمش کے ذریعہ رائے پرست اماموں کو اطباء یعنی فقہاء کہا ہے اور محدثین کو مجرد روایات کا تاجر کہا ہے، حالانکہ دیوبندیہ اپنے کو جس ولی اللہی مذہب کا پیرو کہتے ہیں، اس کے رکن رکین شاہ اسماعیل شہید دیوبندیہ کے فقہی مذہب ہی کو دکان عطارین کہتے ہیں، جیسا کہ ہماری

کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں مدلل طور پر مرقوم ہے نیز ''اللمحات'' میں بھی اس پر بحث ہے۔

محدثین صحیح معنوں میں فقہاء نہیں تھے:

دیوبندیہ نے آگے بڑھتے ہوئے دیوبندی تقلید پرست سے اہل حدیث ہو جانے والے عبدالجلیل اور شوکت دیوبندی کا مکالمہ نقل کیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ

امام ابوحنیفہ کے عظیم ترین استاذ سمجھے جانے والے امام عامر شعبی نے کہا کہ:

''إنا لسنا بالفقهاء و لكننا سمعنا الحديث فرويناه للفقهاء'' یعنی ہم محدثین فقیہ نہیں ہیں ہم حدیث سن کر فقہاء کے لیے بیان کر دیتے ہیں۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۱۲، ۱۳، بحوالہ تذكرة الحفاظ)

ہم کہتے ہیں کہ تحریف کاری اور اکاذیب پرستی دیوبندیہ کا دین و ایمان و شیوہ و شعار ہے:

اولاً: شعبی کی طرف منسوب جو روایت دیوبندیہ نے تذكرة الحفاظ سے نقل کی ہے، اس میں شعبی سے اسے روایت کرنے والا ابوالجابیہ الفراء بتلایا گیا ہے اور ابوالجابیہ الفراء مجہول ہے۔(لسان الميزان: ۷/ ۲٤) اور مجہول کا کذاب ہونا بھی مستبعد نہیں اور اس ابوالجابیہ الفراء تک کی سند ساقط ہے اور ایسی روایت مکذوب ہے، یعنی یہاں بھی دیوبندیہ نے اپنی اکاذیب پرستی کے جوہر دکھلائے۔

ثانیاً: روایت مذکورہ صرف ''فرويناه'' پر ختم ہوگئی ہے، اس کے بعد ''الفقهاء'' سے دوسرا جملہ شروع ہوا، یعنی ''الفقهاء من إذا علم عمل'' یعنی فقہاء وہ ہیں، جو جس بات کا علم رکھتے ہیں اس پر عمل کرتے تھے۔ اور دیوبندیہ کو خوب معلوم ہے کہ نصوص کتاب و سنت میں جھوٹ کو جہنم رسید کرنے والا کہا گیا ہے، لہٰذا دیوبندیہ کذاب قرار پائے کہ مجہول سند والی روایت کو حجت بنایا اور الفقهاء سے شروع ہونے والے جملہ میں لفظ '' الفقهاء'' پر ''ل'' داخل کر کے اس کو پہلے والے جملہ میں شامل کر دیا، جو بدترین قسم کی تحریف و دروغ گوئی ہے۔

ثالثاً: ہم بتلا آئے ہیں کہ تمام صحابہ اور بعد والے بہت سارے لوگ حتی کہ ائمہ اربعہ میں سے امام مالک و شافعی و احمد کو دیوبندیہ محدث کہتے ہیں اور فقہاء بھی، یہ دیوبندیہ کا عملی و علمی تضاد ان کے کذاب و افتراء پرداز ہونے کی واضح دلیل ہے، دیوبندیہ کی اپنی ہی باتوں سے دیوبندیہ کی بھرپور تکذیب ہوتی ہے۔

رابعاً: معلوم ہوا کہ دیوبندیہ کا عمل ان کے علم سے معارض ہے اور یہ انتہاء درجہ کی بلادت و حماقت و ضلالت ہے۔

خامساً: اپنے اس بیان کے سیاق میں دیوبندیہ نے امام داود ظاہری کا بھونڈے انداز میں مذاق اڑایا ہے، جب کہ دیوبندیہ کا جنم جن عناصر سے چودھویں ہجری میں ہوا، وہ امام داود ظاہری کو ائمہ میں شمار کرتے ہیں اور ائمہ متبوعین پر طعن و تشنیع مقلدین کے مذہب میں انتہائی درجہ کی بدتمیزی و بے ہودگی و ضلالت ہے۔

سادساً: دیوبندیہ نے اپنے گھڑے ہوئے ایک قصہ کے ذریعہ محدثین کا مذاق اڑایا ہے، جن محدثین کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ اللہ انھیں تر و تازہ رکھے، ان کا استہزاء و مذاق دیوبندیہ کی انتہائی شرارت و شیطنت کی دلیل ہے۔

امام اہل حدیث سید صدیق حسن بھوپالی کا تذکرہ دیوبندیہ:

فرضی عبدالجلیل و شوکت کے فرضی مکالمہ میں دیوبندیہ نے یہ ظاہر کیا کہ

امام سید صدیق حسن نے اپنی کتاب "**الحطة**" میں امام بخاری و دوسرے ائمہ محدثین کو تقلید پرست کہا ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۴ تا ۱۷)

دیوبندیہ کی یہ بات تحریف و دروغ بے فروغ ہے، نواب سید صدیق کی یہ کتاب سیاق و سباق کے ساتھ پڑھ کر دیکھیں، تو دیوبندیہ کا کذاب و تلبیس کار ہونا ظاہر ہوگا۔ ہم نے اس کا جائزہ اپنی کتاب "ضمیر کا بحران" میں لیا ہے۔

دیوبندیہ نے صحابہ کرام کو تقلید پرست کہا:

دیوبندیہ کے مسلک ولی اللہی کے سربراہ نے کہا کہ تقلید پرستی چوتھی صدی ہجری سے مسلمانوں میں رواج پذیر ہوئی، دیوبندیہ نے دعویٰ کیا کہ صحابہ و تابعین پہلی صدی میں تقلید پرست تھے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۵، ۱۶) اس دیوبندی بدعنوانی کی انتہاء نہیں، دیوبندیہ کے امام اعظم ابوحنیفہ قول جہم و جعد و حماد مرجی و دیگر فرقۂ ضالہ کے سربراہوں کے بیان کردہ عقائد و مسائل پر عامل تھے، اس لیے دیوبندیہ کے اصول سے ابوحنیفہ بھی تقلید پرست ہوئے، دیوبندیہ کے اصول سے لازم آنے والی یہ بات دیوبندیہ نہ مان کر اکاذیب پرستی و دوہری پالیسی رکھنے کے ملزم و مجرم قرار پاتے ہیں۔

دیوبندیو! کہو یہ کون سا دھرم ہے؟

دیوبندیہ بقول خویش مقلدین صحابہ ہیں:

دیوبندیہ اپنے آپ کو مقلدین ابی حنیفہ ہونے کا پروپیگنڈہ کرتے تھے مگر اپنی اس کتاب میں انھوں نے کہا کہ "ہم صحابہ کے مقلدین ہیں، ہم تراویح کی بیس رکعت صحابہ خصوصاً حضرت عمر فاروق کی تقلید میں پڑھتے

ہیں۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۷،۱۷)

حالانکہ دیوبندیہ اپنے اس دعویٰ میں تمام صحابہ بشمول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر افتراء پردازی کرتے ہیں، حضرت عمر فاروق کا حکم آٹھ رکعت تراویح پڑھنے کا اتباع سنت نبویہ میں صادر ہوا تھا، جس کا اعتراف متعدد ائمہ دیوبندیہ کو بھی ہے، اس سلسلے میں لوگ ہماری کتاب "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز" اور "ضمیر کا بحران" دیکھیں، دیوبندیہ کے اکاذیب کی قلعی کھل جائے گی ان شاء اللہ۔

لیکن اکاذیب پرستی کے بحرظلمات میں ڈوبے ہوئے دیوبندیہ کے قلوب اس قدر زنگ آلود ہوگئے ہیں کہ ان پر نصوص قطعی کارگر نہیں ہوسکتی، صرف غیر دیوبندی غیر جانب دار کی نظر میں دیوبندیہ کی قلعی کھل جائے گی۔

کیا عمر فاروق نے مسجد و عیدگاہ میں جا کر عورتوں کے مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے پر پابندی لگائی تھی؟

دیوبندیہ نے خانہ ساز جھوٹا دعویٰ عمر فاروق و صحابہ پر تھوپ دیا کہ عمر فاروق اور صحابہ نے عیدگاہ و مساجد میں عورتوں کے لیے نماز پڑھنے کے حکم پر عمل سے منع کر دیا، حالانکہ یہ سراسر سو فیصدی دیوبندی جھوٹ ہے، اپنے اس دعویٰ پر تاقیامت دیوبندیہ اجتماعی طاقت لگا کر بھی معتبر دلیل نہیں پیش کر سکتے، اس ضمن میں ائمہ دیوبندیہ نے ام المومنین حضرت عائشہ پر بھی افتراء پردازی کر ڈالی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۶ تا ۱۷) دیوبندیہ کے اس جھوٹے دعویٰ کا جائزہ ہم نے اپنی کتاب "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز" و "ضمیر کا بحران" میں لیا ہے۔

بیک وقت تین طلاقوں کا مسئلہ:

دیوبندیہ نے اپنی اس مکذوبہ کتاب میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین ہونے پر اجماع امت کا دعویٰ کیا ہے اور موقف اہل حدیث کو شیعوں کا موقف قرار دیا ہے:

یعنی کہ ایک مجلس کی تین طلاق ان کے مصطلح غیر مقلدین ایک ہی طلاق مان کر شیعہ کی موافقت اور اجماع کی مخالفت کرتے ہیں۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۱۸ تا ۲۶)

دیوبندیہ کے اس جھوٹ دعویٰ کی تکذیب ہماری کتاب "تنویر الآفاق" میں مفصل و مدلل طور پر موجود ہے، اس کے دلائل قاہرہ سے خبط الحواس ہو کر نیز دوسری کتب سلفیہ سے مغلوب الغضب ہو کر بدحواسی میں انھوں نے اپنی تحفظ سنت کانفرنس کا ڈھونگ رچایا، پہلے وہ ہماری ان کتابوں کا جواب دائرہ شرافت و دائرہ اصول اہل اسلام میں رہتے ہوئے دے لیں، تب بات کریں!!

چہرہ خواتین کا پردہ:

دیو بندیہ نے آگے بڑھتے ہوئے اہل حدیث پر الزام لگایا:

"یہ لوگ بھی شیعوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے خواتین کے چہرہ کے پردہ کے قائل نہیں۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۲۶۔۲۷)

ہم کہتے ہیں کہ دیو بندیہ پہلے اس موضوع پر لکھی ہوئی اہل حدیث کی کتابیں دیکھ کر خصوصاً علامہ البانی کی کتاب کا مدلل جواب لکھیں، پھر کوئی بات کریں۔

چار ہی تقلیدی امام کیوں؟

دیو بندیہ نے عبدالجلیل و شوکت کے مکالمہ سے عبدالجلیل کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تقلیدی امام مقلدین نے چار ہی کیوں بنائے پانچ یا تین کیوں نہیں بنائے؟

دیو بندیہ نے جواب میں کہا کہ

"اگر ہم تقلیدی ائمہ اربعہ پانچ یا تین بناتے تو بھی ہم پر اعتراض کرتے کہ دو یا چھ کیوں نہیں بنائے، پھر چار کے عدد کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔ (زیر نظر دیوبندی، کتاب، ص: ۲۷، ۲۸)

ہم کہتے ہیں کہ اسلام نے تقلید پرستی کو مطلقاً ممنوع قرار دیا ہے، جب تک اسلامی احکام کا غلبہ تھا تب تقلید پرستوں میں ہمت و حوصلہ نہیں ہوا کہ تقلید پرستی کی ترویج و اشاعت کریں، پھر جب انھیں مقلدین مخالفین نصوص اسلام کا غلبہ ہونے لگا تو رفتہ رفتہ تقلید پرستی غالب آنے لگی ، اور چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہونے والے دیو بندیہ نے تقلید پرستی کی حمایت میں اپنے دیو بندی تقلیدی موقف پر کتابوں کا انبار لگا دیا، اس انبار اکاذیب دیو بندیہ کی تکذیب میں اہل حدیث علماء کو بھی کتابیں لکھنے پر مجبور ہونا پڑا، پھر تو دیو بندیہ کی وہ درگت بنی کہ خبط الحواس ہو کر دیو بندیہ نے دیو بندی تحفظ سنت کانفرنس تک کر ڈالی، جس کے ذریعہ تقلید کی حمایت میں بڑی زور آزمائی دیو بندیہ نے کی، صرف ان کے انتیس کتابوں پر مشتمل پیکٹ ہی شرور و فتن سے بہت زیادہ بھرے ہیں، جن کی تردید و تکذیب کے لیے مجھے تن تنہا بلا شرکت غیرے اور بلا کسی کی مدد و اعانت کے قلم اٹھانا پڑا۔

تقلید پرستی کی دیو بندی حمایت:

دیو بندیہ نے عبدالجلیل و شوکت کے مکالمہ میں کہا کہ عبدالجلیل نے قرآنی آیت سورہ توبہ:۳۱ سے تقلید کا شرک و بدعت ہونا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرنی چاہی، جس کے جواب میں دیو بندیہ نے کہا:

"آیت مذکورہ کے بعد ان احبار و رہبان کی تقلید کی مذمت کی گئی ہے، جو حرام خوری، رشوت خوری، راہ حق میں

رکاوٹ کھڑی کرنے اور اموال میں حقوق اسلام نہ دے کر جمع اموال کے عادی تھے، ان سے تقلیدی اماموں کو کیا نسبت؟" (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۲۹ تا ۴۸ یعنی ختم کتاب)

ہم کہتے ہیں کہ ان اکاذیب دیوبندیہ کی خبر اہل حدیث کتابوں میں لی جا چکی ہے، انھیں تحقیق پسند دیکھ لیں، ہم اسی پر اپنی باتوں کا سلسلہ ختم کرتے ہیں۔ دیوبندیہ بھی اپنے معتقدین کے موافق فتاوئ دے کر بڑے تحائف حاصل کر کے حرام خوری و رشوت خوری و زکوۃ دیے بغیر اپنی کتاب ''الحیل'' کے ذریعہ جمع اموال و تحریف و دروغ بافی میں مصروف ہیں، ان کے امام ابو یوسف کو کیوں قاضی القضاۃ بنایا گیا اور ان کی بدولت حنفیہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو کر عیش وعشرت مناتے رہے؟؟

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ، بنارس

۲۵/اپریل/۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس

منعقدہ ۲،۳/مئی/۲۰۰۱ء کے موقع پر انتیس کتابوں پر مشتمل دیوبندی پیکٹ مفت تقسیم کیے گئے میں ایک کتاب

مسائل وعقائد میں

غیر مقلدین کے متضاد اقوال

از..... مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیر آبادی
مفتی دارالعلوم دیوبند

پر ہمارا تحقیقی وتنقیدی جائزہ وتبصرہ

از

محمد رئیس ندوی
جامعہ سلفیہ بنارس

یکم جولائی/۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين، الرحمن الرحيم، مالك يوم الدين، فان أصدق الحديث كتاب الله، و خير الهدي هدي محمدﷺ، و شر الأمور محدثاتها، و كل محدثة بدعة، وكل ضلالة في النار أما بعد:

۳،۲/مئی/۲۰۰۱ء بمقام نئی دہلی میں منعقد ہونے والی دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر بہت ساری فتنہ سامانی کے ساتھ اہل حدیث کے خلاف انتیس دیوبندی فتنہ خیز و شر انگیز کتابوں میں سے اکثر پر ہم اپنا سلفی اثری محمدی اور فرقہ دیوبندیہ کے لیے کمر توڑ و ہوش ربا تبصرہ لکھ چکے ہیں، اب دیوبندی شرانگیزیوں پر مشتمل کتاب ''مسائل و عقائد میں غیر مقلدین کے متضاد اقوال از حضرت مولانا حضرت مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی مفتی دارالعلوم دیوبند'' پر ہم اپنا تحقیقی تبصرہ پیش کر رہے ہیں۔ اس دیوبندی پیکٹ کی متعدد کتابوں کو دیوبندیہ نے جس طرح خطبہ وتمہید سے محروم رکھا ہے، اپنی اس کتاب کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا ہے۔ یہ دیوبندی کتاب اس طرح شروع ہوتی ہے۔

''غیر مقلدین'جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں، وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ ہمارا عمل حدیث نبوی پر ہوتا ہے، ساتھ ہی وہ اجتہاد کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں ان کے یہاں بہت سے عقائد و مسائل میں اختلاف و تناقض پیدا ہوا، ان کے پیشواؤں میں کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے، انھوں نے تقلید شخصی کا دامن چھوڑ کر اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق مسائل و عقائد گھڑنا شروع کیے۔

ہم یہاں ان کے مشہور و معتمد علیہ بڑوں کی کتابوں سے چند مسائل ذکر کر رہے ہیں جس سے ناظرین کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ یہ لوگ کہاں تک قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں؟ اہل حدیث کا فریضہ تو یہ ہے کہ نصوص قرآن و حدیث کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہیے، نصوص کے ہوتے ہوئے اپنے خواہشات نفسانی کی پیروی نہ کرنی چاہیے مگر یہ ایسے مجتہد مطلق ہیں کہ علم نہ ہونے کے باوجود، اجتہاد کے شرائط نہ پائے جانے کے باوجود اپنی عقل سے مسائل و عقائد نکالتے ہیں۔ حدیث کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں، پھر بھی اہل حدیث ہونے کے مدعی بنتے ہیں، لہٰذا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

ان کے یہاں یہ عجیب بات ہے کہ انھوں نے احادیث کی صحت وضعف کو اپنے قبضہ قدرت میں کر رکھا ہے، جس حدیث کو چاہا صحیح مان لیا اور جس کو چاہا ضعیف بنا دیا، ایک حدیث کو ایک جگہ صحیح کہہ دیا اور اسی

کو دوسری جگہ ضعیف قرار دے دیا، جس چیز کو چاہا قاعدہ کلیہ تسلیم کر لیا اور جس کو چاہا اس قاعدہ سے خارج کر دیا، حدیث کے خلاف تو ان کے بے شمار مسائل ہیں، یہاں تو صرف ان کے تناقض کو دکھایا گیا ہے، یہ ساری ضلالت و گمراہی اور بے راہ روی عدم تقلید کی وجہ سے ان میں پیدا ہوئی ہے، یہ لوگ صرف قرآن و حدیث ہی کو نہیں، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دین اسلام ہی کو سلام کر بیٹھے ہیں دین کے عقائد و مسائل کو بچوں کا کھیل بنا لیا ہے، اللہ تعالیٰ ایسی لا مذہبیت سے محفوظ رکھے۔ آمین

ہمارا تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے بڑی کوشش کر کے یا کوشش کے بغیر اپنے مصطلح غیر مقلدین کے اپنی اس کتاب میں مختلف ائمہ اہل حدیث کے دوسرے سے متعارض صرف تیس اکتیس عقائد و مسائل کا ذکر کیا ہے، مگر دیوبندیہ کے دعوی کے مطابق مذہب حنفی کے عقائد و مسائل کو امام ابوحنیفہ کی سرپرستی میں چہل رکنی مجلس نے مدون کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو دیوبندی کتاب ''أنوار الباري شرح صحيح بخاري'' کا مقدمہ جلد اوّل)

ان چہل ارکان میں سے بہت سارے مسائل و عقائد میں ایک ہی مسئلہ میں تیس سے زیادہ متعارض اقوال موجود ہیں اور اس سے عام اہل علم واقف بھی ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ امام ابوحنیفہ کی سرپرستی میں تدوین مذہب حنفی کرنے والی چہل رکنی مجلس کے رکن رکین امام حفص بن غیاث نے کہا کہ'' امام ابوحنیفہ ایک ہی دن میں یکے بعد دیگرے دس اقوال ایک ہی مسئلہ میں بیان کرتے اور اس سے رجوع کر لیا کرتے تھے۔ (كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل، روایت نمبر: ٣٧٦، ٣٧٨ بسند صحيح)

یہ حفص بن غیاث جیسے ثقہ محدث کا بیان ہے، جنھیں دیوبندیہ نے امام ابوحنیفہ کی سرپرستی میں مذہب حنفی کی تدوین کرنے والی چہل رکنی مجلس کا رکن قرار دیا ہے اور جس کا تحقیقی جائزہ میں نے ''اللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات'' کی تیسری جلد میں لیا ہے۔ اس معنی کی بہت ساری روایات معتبرہ ہیں، امام حفص کا کہنا ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنے جن مسائل سے یکے بعد دیگر رجوع کرتے رہتے تھے، وہ سب کے سب رائے و قیاس سے مستنبط ہوتے تھے، لہٰذا میں نے ان کی درسگاہ ترک کر دی اور حدیث کی طرف متوجہ ہوا اور خود امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میرا دین محض اور خالص رائے و قیاس ہے، میرا مذہب مجموعہ اغلاط و اباطیل و خارج ہونے والی بدبودار ریاح کا مجموعہ نیز مجموعۂ اکاذیب بھی ہے، ان ساری باتوں کی تحقیق کسی حد تک دیوبندی پیکٹ کی بعض کتابوں کے تبصرہ میں ہماری طرف سے پیش کی جا چکی ہے اور مفصل و محقق جواب ''اللمحات'' و ''ضمیر کا بحران'' میں ہے۔

جن چہل رکنی مجلس کے ذریعہ بدعوی دیوبندیہ مذہب حنفی کی تدوین زیر سرپرستی ابی حنیفہ ہوئی، اس میں سے بعض اراکین نماز میں امام کے پیچھے قراءت کو فرض قرار دیتے تھے، نماز سری قراءت والی ہو یا جہری، بعض سری

قراءت والی نماز میں قراءت فاتحہ فرض قرار دیتے تھے، جہری میں نہیں، یہ لوگ کہتے تھے کہ جو مقتدی قراءت فاتحہ خلف الإمام نہ کرے اس کی نماز باطل ہے اور اسی چہل رکنی مجلس کے بعض ارکان فاتحہ خلف الإمام کو احناف کی مصطلح واجب قرار دیتے تھے، جس کا درجہ فرض سے کمتر اور بعض سنت مؤکدہ سے برتر ہے۔ بعض ارکان قراءت فاتحہ خلف الإمام کو سنت مؤکدہ اور بعض سنت غیر موکدہ اور بعض سنت مستحبہ اور بعض مستحسن اور بعض بالکل جائز بلاکراہت اور بعض جائز بالکراہۃ اور بعض حرام ومکروہ تحریمی کہتے اور بعض قراءت کو موجب عذاب شدید قرار دیتے۔ ہم زیادہ تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتے ہیں، اسی اشارہ پر اکتفاء کرتے ہیں، کیا دیوبندیہ اس حقیقت سے واقف نہیں کہ ان کی کتب فقہ میں ان کے امام اعظم سے ایک ہی مسئلہ میں متعارض ومتضاد مسائل منقول ہیں اور امام اعظم سے امام ابویوسف کے ایک سے زیادہ اختلافی اقوال ہیں، اسی طرح امام محمد وزفر اور بعد والوں کے بھی اقوال کا حال ہے اور جس فرقہ دیوبندیہ کا یہ حال ہو وہ اہل حدیث کے خلاف اس طرح کی یاوہ گوئی وغوغا آرائی کرتا پھرے؟

ائمہ اہلحدیث اپنی اپنی صوابدید سے نصوص سے مسائل وعقائد بیان کرتے، اس میں کسی کسی مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، یہ کوئی بڑا حادثہ فاجعہ نہیں خلفائے راشدین کے مسائل میں بھی اختلاف ہے اور صحابہ و تابعین میں بھی، دیوبندیہ اپنے کو جس حنفی مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں، ان کے ائمہ کے درمیان اختلاف کی بناء پر نہیں دوسرے اسباب کی بناء پر محدثین ائمہ حنیفہ خصوصاً امام ابوحنیفہ پر بہت زیادہ ناراض اور تجریح کنندہ ہیں، چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کے ایک رکن شریک قاضی بھی تھے، انھوں نے اور امام سفیان ثوری وحسن بن صالح بن حی نے متفقہ طور پر کہا:

"أدركنا أبا حنيفة و ما يعرف بشيئ من الفقه ما يعرف إلا بالخصومات"

یعنی امام ابوحنیفہ فقہ سے کوئی واقفیت نہیں رکھتے تھے وہ صرف (اپنے جہمی وارجائی نظریات کے اثبات) میں جدال وخصام ومناظرہ بازی کیا کرتے تھے۔ (کتاب السنة عبد الله بن أحمد بن حنبل ۲۱۰/۱، روایت نمبر: ۳۳۸، و متعدد کتب رجال)

ہم نے بین القوسین والی عبارت دوسری روایات معتبرہ کے سبب لکھی ہے، چنانچہ امام حماد بن زید نے امام ابوحنیفہ کی بابت کہا:

"إنما ذاك يعرف بالخصومة في الإرجاء"

یعنی موصوف ابوحنیفہ صرف اپنے ارجائی نظریات کی خاطر خصام وجدال کرتے رہتے تھے۔ (کتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد حنبل ۲۰۳/۱، روایت نمبر: ۳۰۴، بسند صحیح)

امام ابوبکر بن عیاش ومغیرہ بن مقسم نے متفق اللسان ہو کر کہا:

"أبو حنيفة و أصحابه الذين يخاصمون لأنا أخوف على الدين منهم من الفساق"

یعنی ابوحنیفہ اور ان کے اُصحاب اپنے باطل نظریات کے اثبات کے لیے جو خصام و جدال کا بازار گرم رکھتے ہیں، ہمیں ان سے دین اسلام کو خراب کرنے کا خطرہ فساق سے کہیں زیادہ ہے۔(کتاب السنة للإمام عبد الله: ۱/ ۱۹۰، روایت نمبر:۲۵۸)

اسی طرح کی بات چہل رکنی مجلس تدوین کے رکن یحییٰ بن سعید قطان وغیرہ سے بھی مروی ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کلمہ توحید تو لا إله إلا الله محمد رسول الله کا پڑھتے تھے ،مگر جہمی ہونے کے سبب اتباع جہم میں غیر اللہ حتی کہ پھٹے پرانے جوتے کی عبادت کو بھی توحید وایمان کے منافی نہیں سمجھتے تھے، یہ روایت متواتر المعنی ہے، اس کے باوجود اگر دیوبندیہ ائمہ اہل حدیث پر متعارض نظریات رکھنے کا الزام لگائیں تو حیرت ہے!!

چونکہ اس دیوبندی کتاب کے ائمہ اہل حدیث پر لگائے گئے الزامات کی تردید وتغلیط ہم دیوبندی پیکٹ کی متعدد کتابوں کے ردّ میں کر چکے ہیں، نیز ''ضمیر کا بحران'' واللمحات میں بھی، اسی لیے ہم صرف اتنی ہی بات پر اکتفاء کر رہے ہیں۔مگر ہم مختصراس کتاب میں بھی دیوبندیہ کی پیش کردہ تلبیسات کا تحقیقی جائزہ لے رہے ہیں۔

محمد رئیس ندوی

۵/ جولائی/۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیر اللہ کو ندا کرنا جائز ہے:

دیوبندیہ نے اپنی کتاب میں مذکورہ بالا عنوان کے تحت لکھا ہے کہ

''مولوی وحید الزماں غیر مقلد نے لکھا کہ غیر اللہ کو ندا کرنا مطلقاً جائز ہے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۳، بحوالہ هدية المهدي، ص:۲۳)

ہم کہتے ہیں کہ یہ دیوبندیہ کی سو فیصدی تلبیس کاری ہے، کیونکہ اباطیل پرست دیوبندیہ جن بہت سارے اباطیل کے پرستار ہیں، ان میں تلبیس کاری بھی داخل ہے، کیونکہ اپنی اس کتاب کی وضاحت نواب وحید الزماں نے طویل وعریض عبارت میں کر رکھی ہے، ان کی پوری عبارت کا حاصل ہے کہ کسی بھی وجہ سے اضطراری طور پر کسی کی زبان سے اگر غیر اللہ کے لیے ندا کا لفظ نکل گیا، خواہ شدتِ عشق کے باعث یا شدتِ تکلیف کے باعث یا کسی بھی باعث بایں اعتقاد یہ لفظ ندا نکلا ہے کہ وہ ہر مقام پر حاضر ہے اور آسمان و زمین کے جو لوگ بھی اسے پکاریں، وہ سنتے ہیں:

"فهم مشركون خارجون عن دائرة الاسلام بلا شك"

تو اس طرح کی ندا کرنے والے بلاشک مشرک ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور اگر نداء کرنے والے بایں ظن ندا کرتے ہیں کہ وہ منادی کے ساتھ شدتِ عشق کی بناء پر اس زعم و خیال سے ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو انھیں ہماری ندا سنا سکتا ہے یا پہنچا سکتا ہے یا یہ کہ نبی ﷺ کو ہماری نداء و الاسلام بھی اللہ تعالیٰ سنا سکتا ہے:

"فهم ليسوا بمشركين، و لكن سفهاء لأن المناديٰ كان لا يسمع في حياته من بعيد فكيف يسمع بعد مماته...... إلى أن قال: واستدل بأن الصحابة بعد وفاة النبي ﷺ كانوا يقرؤون في التشهد السلام على النبي بدلا عن أيها النبي فاحترزوا عن لفظ النداء و جملة الكلام إن من اعتقد...... إلى ان قال:فهو مشرك خارج عن دائرة الاسلام"

یعنی مذکورہ نداء سے نداء کرنے والے کا مشرک ہونا لازم نہیں آتا، مگر یہ لوگ سفہاء و بے وقوف و احمق الناس، غبی و جاہل تو ضروری ہی ہیں، کیونکہ پکارا جانے والا تو اپنی زندگی ہی میں دور کی آواز نہیں سن پاتے تھے، تو موت کے بعد کیسے سنیں گے؟ اللہ رسول اللہ ﷺ پر پڑھا جانے والا سلام بذریعہ فرشتہ سنا دیتا ہے، لیکن بہت سارے ائمہ کرام وفات نبوی کے بعد بھی سلام کے لیے نداء نبوی اس لیے نہیں جائز مانتے

کہ تمام صحابہ کرام وفات نبوی کے بعد تشہد میں "أیها النّبي" کے بجائے علی النبي کہنے لگے۔(یہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری و متعدد کتب حدیث میں مروی ہے اور اس سے کسی بھی صحابی کا اختلاف ثابت نہیں گویا کہ یہ صحابہ کا اجماع سکوتی ہے) حاصل یہ کہ جو نبی وعلی وغوث کی بابت یہ عقیدہ رکھ کر نداء کرتا ہے کہ وہ ہماری بات ہمہ وقت تمام مقامات پر سنتے ہیں، تو وہ مشرک ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔(هدیة المهدي، ص:۲۳ تا ۲۵ کا ماحصل)

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ عبارت امام وحید الزماں میں دیوبندیہ کی بھرپور تکذیب موجود ہیں، معلوم ہوا کہ دیوبندیہ نے اس معاملہ میں اپنی عادت اباطیل پرستی سے مجبور ہو کر مبنی بر اکاذیب تلبیس کاری کر رکھی ہے۔

اس کے بعد دیوبندیہ نے دوسری سطر میں امام وحید الزماں کی طرف جوبات منسوب کر رکھی ہے، وہ بھی جھوٹ و تلبیس ہے کیونکہ اسے نواب صاحب نے اگرچہ شرک نہیں کہا، مگر اسے نص شرعی کے مطابق غلطی اور حماقت وسفاہت ضرور کہا ہے۔(ملاحظہ ہو هدیة المهدي، ص: ٢٤ تا ٢٦)

جس فرقہ دیوبندیہ نے ائمہ اہل حدیث پر اس طرح کی افتراء پردازی کو اپنا دین وایمان بنا رکھا ہے، اس کے دین وایمان کا حال کسی بھی صاحب نظر اہل علم پر مخفی نہیں رہ سکتا کہ دیوبندیہ کا دین وایمان افتراء و دروغ بے فروغ ہے۔

حضرت الامام العلام نواب حسن قنوجی بھوپالی پر دیوبندی افتراء پردازی:

جب یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ افتراء پردازی و بہتان تراشی دیوبندیہ کا دین وایمان ہے، تو وہ جس قدر بھی افتراء پردازی واکاذیب پرستی کرے کم ہے، چنانچہ دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب میں مذکورہ بالا افتراء پردازی کے بعد چوتھی سطر میں کہا کہ "نواب صدیق حسن بھی اسی کے قائل ہیں اور وہ خود غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں:

قبلہ دین مددے کعبہ ایمان مددے ابن قیم مددے قاضی شوکانی مددے

(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۳، بحوالہ نفح الطیب، ص: ٤٧ تا ٥٧)

اپنی اس عبارت میں دیوبندیہ نے حضرت الامام العلام سید صدیق حسن قنوجی بھوپالی پر مذکورہ بالا افتراء و بہتان ان کی کتاب نفح الطیب من ذکر المنزل والحبیب کے ص،ص:۴۷ و ۵۷ کے حوالہ سے کی ہے۔ یہ معلوم ہے کہ نواب صاحب کی یہ کتاب اکثر وبیشتر منظوم ہے اور شاعرانہ طرز کلام سے لوگ واقف ہیں کہ اس کا ظاہری معنی کچھ اور حقیقی معنی کچھ اور ہوتا ہے، اس کتاب میں نواب صاحب رحمہ اللہ نے رائے وتقلید پرستی کی بہت زیادہ مذمت اور اتباع سنت کی بہت ترغیب دی ہے۔ان کے جملہ اشعار میں سے ایک شعر یہ بھی ہے:

اپنا پادشہ طیبہ سنت مددے کن
دل می برد از دست مرا یاد وطن ہا

یعنی اے طیبہ کے بادشاہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ میری مدد فرمایئے، میرا دل وطن کی یاد سے چھوٹا جا رہا ہے، اس شعر میں سنت نبویہ کے خزینہ مدینہ منورہ کے بادشاہ محمد رسول ﷺ سے بظاہر مدد طلب کی گئی ہے، حالانکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ سنت نبویہ سے میری مدد کی جائے ،نصوص قرآن وسنت میں اللہ و رسول و اولوا الامر کی اطاعت کا حکم ہے اور اسی اطاعت کو بعض احادیث صحیحہ میں کتاب وسنت و اولوالامر سے استعانت و حصول مدد کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ و رسول کی مدد کتاب وسنت جو کاغذ پر مکتوب شکل میں موجود ہیں، کی طرف رجوع کو کہا گیا ہے، حالانکہ یہ دونوں چیزیں نہ اللہ ہیں نہ رسول، نیز اولوالامر میں خلفائے راشدین بدرجۂ اولیٰ داخل ہیں اور خلفائے راشدین کے افعال و اقوال سب مکتوب شکل میں ہی ہیں، ان سے حصول مدد کا مطلب ہے مکتوب شکل میں ان کی تحریر جو نہ اللہ و رسول ہے نہ خلفائے راشدین، بلکہ جن شعبوں میں یہ مکتوب ہیں، ان کی طرف مراجعت کو ان سے حصول مدد کہا گیا ہے، نواب صاحب کا بھی اپنے اس شعر یا اس کے معنی اشعار کا یہی مطلب ہے، اسے دیوبندیہ کا نواب صاحب کی طرف حصول مدد لغیر اللہ سے تعبیر کرنا، دیوبندی حماقت و جہالت و ضلالت ہے، شاعرانہ خیالات کے مفہوم کو نہ سمجھ سکنا دیوبندیہ کی بدذوقی اور فطرت سلیمہ سے محرومی کی دلیل ہے۔

اسی کتاب میں نواب صاحب کے جن دونوں شعروں کا مطلب دیوبندیہ نے غیر اللہ سے مدد طلب بتلایا، وہ بھی دیوبندیہ کی بدذوقی اور فطرت سلیمہ سے محرومی پر دال ہے، اب اشعار کا مطلب اس قدر ہے کہ نواب صاحب نے سنن نبویہ و کتب حافظ ابن قیم وامام شوکانی سے مدد طلب کی ہے، کیونکہ سنن نبویہ اور کتب حافظ ابن قیم و امام شوکانی تقلید پرست اور رائے پرست دیوبندیہ و غیر دیوبندیہ پر ردّ بلیغ ہیں۔

امام علام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ:

دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب کی نویں دسویں سطر میں کہا:

''مولوی ثناء اللہ غیر مقلد یہ فرماتے ہیں کہ: غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، بحوالہ اہل حدیث کا مذہب، ص:۱۷ تا ۲۱)

ہم کہتے ہیں کہ تینوں ائمہ مذکورین غیر اللہ سے طلب مدد کو شرک قرار دیتے ہیں، جیسا کہ اوّل الذکر اماموں کی عبارتوں سے ہم یہ بات واضح کر آئے ہیں، چونکہ دیوبندیہ کا دین و ایمان افتراء پردازی ہے، اس لیے انھوں نے یہ ساری افتراء پردازی کر رکھی ہے۔

زنا کی لڑکی سے نکاح جائز ہے:

اپنے اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے کہا کہ

مولوی نور الحسن غیر مقلد لکھتے ہیں کہ زنا کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے، جب کہ مولوی عبد الجلیل سامرودی غیر مقلد اسے ناجائز کہتے ہیں۔'' (زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۱۱۳، بحوالہ عرف الجادی، ص: ۱۱۳، والعذاب المهين،ص:۵۲)

ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں اہل حدیث اماموں نے اپنی اپنی صواب دید سے یہ لکھا ہے، جس کی بات صحیح ہے اسے دہرا اجر ملے گا، جس کی غلط ہے اسے اجتہاد کے سبب اکہرا اجر ملے گا اور غلطی معاف ہوگی، زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی شرعی طور پر زانی کی لڑکی نہیں اور جب وہ لڑکی نہیں تو اس سے نکاح کرنے میں شرعاً کون سی چیز مانع ہے، البتہ احتیاط وتقوی کی بات یہ ہے کہ اس سے آدمی نکاح نہ کرے۔ ہم نے اس موضوع پر اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں مفصل بحث کر کے دیوبندیہ کی کذب پرستی واضح کی ہے۔

مال تجارت میں زکوۃ واجب نہیں:

اپنے عنوان مذکورہ کے تحت دیوبندیہ نے لکھا ہے کہ

''نواب صدیق حسن وغیرہ مالِ تجارت کے وجوب کے قائل نہیں مگر سامرودی واجب مانتے ہیں۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۴، بحوالہ بدور الأهله، ص: ۱۰۲، والعذاب المهين، ص: ۲۸، ۲۹)

ہم کہتے ہیں کہ اس مسئلہ پر بھی ہم نے ''ضمیر کا بحران'' میں بحث کی ہے اور وجوب زکوۃ کو راجح قرار دیا ہے۔

چاندی سونے کے زیور میں زکوۃ واجب نہیں:

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے لکھا ہے کہ

'' نواب صدیق حسن چاندی سونے کے زیورات میں وجوب زکوۃ کے قائل نہیں، جب کہ غیر مقلدوں کے دوسرے پیشوا مولوی وحیدالزماں لکھتے ہیں کہ ان میں زکوۃ واجب ہے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۴، بحوالہ بدور الأهله :۱۰۱/۶ و هدية المهدي،ص:۵)

ہم کہتے ہیں کہ یہ دو مختلف سلفی اماموں کی اپنی اپنی تحقیق ہے ہم نے ضمیر کا بحران میں مفصل بحث کی ہے اور وجوب زکوۃ کو راجح کہا ہے۔

طوائف کی کمائی:

اپنے عنوان کے تحت دیوبندیہ نے کہا کہ

''پیشوائے غیر مقلدین مولوی وحید الزماں رنڈی کی کمائی کو حرام کہتے ہیں، اس کے برخلاف غیر مقلد

مولوی عبداللہ غازی پوری اسے حلال کہتے ہیں، جب کہ رنڈی اپنے اس پیشہ سے توبہ کرلے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۴،بحوالہ أسرار اللغة،ص:۵۱،فتوی عبداللہ غازی پوری، مورخہ:۲۲، ربیع الاوّل: ۱۳۲۹ھ)

ہم کہتے ہیں کہ توبہ سے پہلے رنڈی کی کمائی کو حرام کہنے پر دونوں اہل حدیث ائمہ متفق ہیں اور توبہ کے بعد اوّل الذکر امام صریح فتوی دینے سے ساکت ہیں اور آخر الذکر اسے حلال ہوجانے کا فتویٰ اس لیے دیتے ہیں کہ تائب کو نص نبوی میں بالصراحت ''کما لا ذنب له'' کہا ہے، اس لیے تائب خود پاک ہوا اور اس کی کمائی جس بھی ذریعہ سے ہوئی ہو پاک ہوئی، کسی بھی نص سے یہ بات ثابت نہیں کہ نومسلم لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے یہ تفصیل پوچھی ہو کہ تمہاری کمائی حلال ذرائع سے ہوئی یا حرام سے؟ پھر ہمیں کیا حق ہے کہ حرام ہونے کا فتویٰ دیں؟ پھر بھی ہم نے ''ضمیر کا بحران'' میں اس کا جائزہ لیا ہے اور کہا ہے کہ مسلمہ رنڈی کا اس پیشہ سے کمایا ہوا مال حرام ہونا راجح ہے، ہم نے بعض ائمہ اہل حدیث کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔کیا ائمہ احناف کے اقوال فقہ وفتاوی میں اختلاف وتعارض نہیں ہے!!

بیماروں پر جھاڑ پھونک:

اپنے عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے کہا کہ

''قرآن وحدیث سے بیماروں پر رقیہ یعنی جھاڑ پھونک جائز ہے، جب کہ دوسرے تمام غیر مقلدین جھاڑ پھونک کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں۔''(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۵،۶، بحوالہ أسرار اللغة، پ: ۱۰،ص: ۱۸۸)

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ کی یہ بات تمام اہل حدیثوں پر افتراء وبہتان ہے، سبھی اہل حدیث کتاب وسنت سے ثابت اور غیر شرک وبدعت والے جھاڑ پھونک کے قائل ہیں اور جن میں شرک وبدعت کی آمیزش ہو اور جن کے معنی کو ہم نہ سمجھ سکیں، ان کا کرنا ناجائز وحرام ہے۔ دیوبندیہ جب اکاذیب پرست ہی ہیں تو دوسروں پر افتراء پردازی ہی ان کا دین وایمان ہے!!

گانا بجانا شادی میں جائز ہے:

اپنے اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے کہا کہ

غیر مقلد مولوی وحید الزماں لکھتے ہیں کہ تفریح طبع کے لیے گانا بجانا مختلف فیہ ہے اور عید، شادی اور دیگر خوشی کے مواقع پر جائز بلکہ مستحب ہے، اس کے برخلاف نواب صدیق حسن غیر مقلد اسے حرام کہتے ہیں۔ (زیر نظر

دیوبندی، کتاب،ص:٦، ٧، بحوالہ أسرار اللغة، پ:٦، ص:٨٦، وبدور الأهلة، ص:١٣ ٥)

ہم کہتے ہیں کہ دونوں قسم کے ائمہ اہل حدیث دو طرح کے گانے بجانے کو حلال و حرام کہتے ہیں، مطلقاً نہیں، ہم نے ''ضمیر کا بحران'' میں اس کا جائزہ لیا ہے۔

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ زور سے پڑھنا:

دیوبندیہ نے اپنے اس عنوان کے تحت کہا کہ

''نواب صدیق حسن غیر مقلد لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ میں جہر کے ساتھ فاتحہ پڑھنی چاہیے آہستہ پڑھنی مستحب نہیں جب کہ مولوی وحید الزماں غیر مقلد نے کہا کہ نماز جنازہ میں صحیح قول یہ کہ بالجہر سورہ فاتحہ نہ پڑھے بلکہ آہستہ پڑھے۔'' (زیر نظر دیوبندی، کتاب،ص:٧، بحوالہ بدور الأهله،ص:٩٢ و هدية المهدي،ص:٢٢١)

ہم کہتے ہیں کہ دونوں ائمہ اہل حدیث دونوں طرح نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہیں، صرف اصح میں اختلاف ہے، اوّل الذکر بالجہر کو مستحب مانتے ہیں اور ثانی الذکر بالسر کو اصح مانتے ہیں، ہم نے اپنی کتاب ''نماز جنازہ غائبانہ اور اس کے مسائل'' میں مدلل طور پر دونوں کو جائز اور بالجہر کو اصح و افضل قرار دیا ہے۔

شراب سرکہ بن جانے پر پاک نہیں ہوتی:

فرقہ دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا کہ

''غیر مقلدوں کے گرو علامہ ابن تیمیہ و ابن قیم ہر حال میں شراب کو نجس کہتے ہیں، یعنی اگر شراب قلب ماہیت ہو کر سرکہ بن جائے تو بھی ناپاک ہے، جب کہ علامہ شوکانی و نواب صدیق حسن غیر مقلد اسے پاک کہتے ہیں۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:٧، بحوالہ بدور الأهله و فتاویٰ ابن تیمیه:١/٧٢)

ہم کہتے ہیں کہ دونوں طرح کے ائمہ اہل حدیث نے اپنی صوابدید سے یہ باتیں کہی ہیں، ہم نے ''ضمیر کا بحران'' میں اس کا تحقیقی جائزہ لیا ہے، اور یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ دیوبندیہ کے امام اعظم ابوحنیفہ تن تنہا ایک دن میں ایک ہی مسئلہ میں یکے بعد دیگرے دس دس بار اپنی رائے گرگٹ کے رنگ کی طرح بدلتے رہتے تھے۔

کفن میں عدد مسنون کپڑوں سے زیادہ دینا درست ہے:

فرقہ دیوبندیہ عنوان مذکور کے تحت گویا ہے:

''مولوی وحید الزماں غیر مقلد فرماتے ہیں کہ میت کے کفن میں مردوں کو تین کپڑوں سے زیادہ دینا مکروہ ہے، جب کہ علامہ شوکانی و نواب صدیق حسن غیر مقلد فرماتے ہیں کہ زیادتی میں کوئی حرج نہیں، بلکہ بلا کراہت جائز ہے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:٧۔٨، بحوالہ هدية المهدي،ص:٢١١، والروضة الندية، ص:٢٧)

ہم کہتے ہیں کہ یہ تو علمائے اہل حدیث کے دو مختلف گروپ کے مختلف موقف ہیں، جو اپنی اپنی صواب دید کے مطابق اختیار کیے گئے ہیں، جبکہ ہم بتلا آئے ہیں کہ دیوبندیہ کے امام اعظم ابوحنیفہ یک ہی دن میں یکے بعد دیگرے دس دس بار متضاد و مختلف فتاوی بدلتے رہتے تھے، علماء اہل حدیث کے دونوں گروپ نے اپنے موقف پر اپنی استطاعت بھر دلائل شرعیہ پیش کیے ہیں اور ہمارا موقف ہے کہ دونوں میں ہر ایک کو اختیار کرنے کا لوگوں کو اختیار ہے، کیونکہ تکفین میں زیادتی کی تائید میں احادیث معتبرہ موجود ہیں، جن کی تفصیل نواب صدیق حسن قنوجی ثم بھوپالی نے اپنی کتابوں خصوصاً الروضة الندية میں پیش کر رکھی ہے۔

میت اٹھانے سے وضوء واجب ہے:

اپنے عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

''غیر مقلدین کہتے ہیں کہ جنازہ مراد میت اٹھانے سے اٹھانے والوں پر وضوء واجب ہو جاتا ہے، یعنی اگر کوئی باوضوء جنازہ اٹھائے، تو اس کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے، جب کہ امام بخاری کے نزدیک میت اٹھانے سے وضوء واجب ہو جاتا ہے، یعنی اگر کوئی با وضوء جنازہ اٹھائے تو اس کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے، جب کہ امام بخاری کے نزدیک میت اٹھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا، نہ وضو کرنا واجب ہوتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں روایت موجود ہے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۸، بحوالہ هدية المهدي و بدور الأهله و الروضة الندية)

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ نے اپنے مصطلح غیر مقلدین کی طرف اس بات کا سب سے پہلا حوالہ **هدية المهدي** کا دیا ہے اور **هدية المهدي** (۲۶/۳) میں صراحت ہے:

" إنما صرفناه عن الوجوب بحديث أن ميتكم يموت طاهرا فحسبكم أن تغسلوا أيديكم و هو حديث حسن"

یعنی میت اٹھانے سے غسل اور وضوء کرنے والے حکم نبوی کو ہم مستحب ہونے پر اس حدیث نبوی کے سبب محمول کرتے ہیں کہ تمہارا مر جانے والا بحالت طہارت ہی فوت ہوتا ہے، لہٰذا تمہارے لیے اسے غسل دینے اور اٹھانے کے سبب دونوں ہاتھوں کا دھو لینا کافی ہے، یہ حدیث حسن درجہ کی معتبر ہے۔

هدية المهدي کی اس صراحت سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث امام مصنف **هدية المهدي** میت کو غسل دینے اور اٹھانے کے سبب وضوء کرنے کو صرف مستحب کہتے ہیں، مگر دیوبندیہ نے اپنے طریق اکاذیب پرستی و افتراء پردازی سے کام لیتے ہوئے، **هدية المهدي** کی طرف منسوب کر دیا کہ اس میں لکھا ہے کہ میت کو غسل دینے اور اٹھانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے میت کو غسل دینا اور اٹھانا ناقض وضوء و غسل ہے۔ یہ دیوبندیہ کی کتنی بڑی بھیانک افتراء پردازی ہے، جسے انھوں نے اپنا دین مذہب بنا لیا ہے؟ اسی طرح دیوبندیہ نے اس کا

حوالہ اہل حدیث امام کی کتاب بدور الأهله سے دیا ہے اور بدور الاهلہ، ص:۳۲، میں بھی اسی طرح کی صراحت ہے۔ نیز دیوبندیہ نے تیسرا حوالہ الروضة الندية کا دیا اور الروضة الندية(۱/۹۴) میں بھی یہی صراحت ہے کہ ان دونوں باتوں سے غسل یا وضوء واجب نہیں ہوتا، بلکہ صرف مستحب ہے۔ معلوم ہوا کہ دیوبندیہ بذریعہ اکاذیب اہل حدیث کے خلاف منافقانہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔

میت کو نہلانے سے غسل واجب ہوتا ہے:

اکاذیب پرست دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت مندرجہ بالا تینوں اہل حدیث کتابوں پر افتراء پردازی کی کہ غسل میت دینے والے پر غسل واجب ہوجاتا ہے، حالانکہ ان تینوں اہل حدیث کتابوں میں غسل میت دینے والے کے لیے غسل صرف مستحب کہا گیا ہے، جیسا کہ ہماری مذکورہ بالا تفصیل سے ظاہر ہے، کیا اب بھی کسی ہوشمند کو شک ہوسکتا ہے کہ دیوبندیہ افتراء پرداز و اکاذیب پرست ہیں؟

ختم تراویح میں تین مرتبہ ﴿قل هو الله أحد﴾ پڑھنا:

دیوبندیہ نے کہا کہ:

''مولوی بشیر الدین غیر مقلد لکھتے ہیں کہ تراویح میں ختم کے دن تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا بدعت ہے، جب کہ مولوی وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں کہ یہ بالکل جائز ہے بدعت نہیں ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۸، ۹، بحوالہ أسرار اللغة پ:۴،ص:۱۴۲)

ہم کہتے ہیں کہ بروز ختم قرآن و تراویح تین بار سورۂ اخلاص پڑھنے کو ثابت کرنے والی کوئی روایت ہم کو نہیں ملی، لیکن سورہ اخلاص پڑھنے کے فضائل بہت ہیں، اگر اسے تین بار مستحب سمجھے بغیر کوئی پڑھے تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور اگر مستحب سمجھ کر پڑھے جس پر کوئی شرعی دلیل نہیں، تو وہ ضرور ہی بدعت ہے دونوں اہل حدیث اماموں کا مقصود بھی یہی ہے۔

نماز میں ستر کا چھپانا ضروری نہیں:

دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا کہ:

''علامہ شوکانی و نواب صدیق حسن غیر مقلد فرماتے ہیں کہ نماز میں ستر عورت شرط نہیں، یعنی بحالت نماز شرم گاہ کھلی رہی تو اس کے بغیر اس کی نماز درست ہے، اس کے برخلاف مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں کہ ستر عورت نماز میں شرط ہے، اس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی، ان دونوں خیالوں میں سے کسے مانا جائے اور کسے ترک کیا جائے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۹، بحوالہ هدية المهدي)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے یہ نہیں بتلایا کہ نواب صدیق حسن نے یہ بات اپنی کس کتاب میں لکھی ہے؟

البتہ یہ بتایا کہ نواب وحید الزماں نے هدية المهدي میں یہ بات لکھی ہے۔نواب سید صدیق حسن نے ستر عورت کو فرض قرار دیا ہے،لیکن اگر اتفاق سے کسی کا ستر نماز میں غیر ارادی طور پر کھل جائے تو نماز باطل نہیں ہوگی، اس موضوع پر ہم اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں گفتگو کر چکے ہیں، شائقین ملاحظہ کر لیں۔

فجر کے لیے دو اذان ہونی چاہیے۔اذان پر اجرت:

دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت کہا کہ

''نواب صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ اذان وقت کے اندر ہی ہونی چاہیے۔وقت سے پہلے اذان جائز نہیں، حضرت بلال کی اذان رات میں سونے والوں کو جگانے کے لیے ہوتی تھی، ان کی اذان فجر کے واسطے نہ تھی۔(بدور الأهلة،ص:٤٧) جب کہ مولوی وحید الزماں غیر مقلد فرماتے ہیں کہ فجر کے واسطے دو اذانیں ہونی چاہیے۔(هدية المهدي ،ص:١٦٤، زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۹،۱۰)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ دونوں سلفی اماموں کی بات سمجھ ہی نہیں پائے، کیونکہ وہ طبع سلیم سے محروم ہیں، ہم نے اس پر ''ضمیر کا بحران'' میں بحث کی ہے۔اذان پر اجرت نہ دینے کے باوجود جب مؤذن مل جائے تو مؤذن کو اجرت نہ دی جائے، لیکن اگر بلا اجرت مؤذن ملے ہی نہیں تو کیا کیا جائے؟ اذان فرض ہے، اسے دینے کے لیے اگر اجرت کے مؤذن نہ ملے تو اجرت دی جائے، دونوں اہل حدیث اماموں کی بات اپنی جگہ صحیح ہے۔

عورت بھی مؤذن ہو سکتی ہے:

دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

''مولوی وحید الزماں غیر مقلد فرماتے ہیں کہ مؤذن کے لیے مرد ہونا شرط ہے عورت اذان نہیں دے سکتی ہے۔(هدية المهدي،ص:٦٢) اس کے برخلاف نواب صدیق حسن غیر مقلد فرماتے ہیں کہ مؤذن کے لیے مرد ہونا شرط نہیں بلکہ عورتوں اور مردوں کا ایک حکم ہے، یعنی عورت بھی مؤذن ہو سکتی ہے۔(بدور الأهلة،ص:٤٦)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ میں اتنی صلاحیت ہی نہیں کہ کلام ائمہ کا معنی سمجھ پائیں، نواب سید صدیق نے صرف یہ کہا کہ عورتوں کیلیے عورت پست آواز کے ساتھ اذان دے، یعنی کہ جب صرف عورتوں کو نماز پڑھاتی ہو، ورنہ مردوں وعورتوں دونوں کی جماعت ہو تو مرد ہی اذان دے، نواب صاحب نے کہا کہ عورتوں کے لیے عورت کے اذان کی ممانعت پر کوئی شرعی دلیل نہیں، لہٰذا دیوبندیہ سچے ہوں تو اس پر کوئی شرعی دلیل دیں، نواب

صاحب نے کہا کہ عورتوں کے لیے عورت کے اذان دینے کی ممانعت پر کوئی شرعی دلیل نہیں آئی ہے اور احکام شرع مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں ہیں، اس لیے عورتوں پر اذان واجب نہ ہونے پر دلیل چاہیے، اگر اس پر دلیل پیش کریں تو ٹھیک ہے ورنہ دونوں کے لیے حکم یکساں ہے، نواب صاحب نے یہ نہیں کہا کہ مردوں کے لیے بھی عورت اذان دے، اب دیوبندیہ نواب صاحب کے مطالبہ کے مطابق شرعی دلیل دیں! نواب وحید الزماں نے عورت کے اذان دینے پر ثبوت نہ ہونے پر عورت پر اذان کو واجب نہیں کہا، دونوں اہل حدیث اماموں کی باتوں میں بہت فرق ہے، جسے دیوبندیہ سمجھ نہیں پائے۔

اذان دینا واجب ہے:

دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا کہ:

''نواب صدیق حسن غیر مقلد فرماتے ہیں کہ پنجوقتہ نماز کے لیے اذان دینا واجب ہے۔ اس کے برخلاف مولوی وحید الزماں غیر مقلد اسے واجب کے بجائے سنت مانتے ہیں۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۱۰،۱۱، بحوالہ بدور الأهله، ص: ٤٦، و هدية المهدي،ص:٤٦)

ہم کہتے ہیں کہ دونوں ائمہ اہل حدیث نے اپنی صوابدید سے بات کہی، اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوسکتا، اس مسئلہ میں ائمہ حنفیہ نے کیا کہہ رکھا ہے؟ دیوبندیہ اس کی وضاحت کریں۔

پورے رمضان کے روزے چھوٹے تو کچھ لازم نہیں:

دیوبندیہ نے کہا:

''اگر کوئی شخص عذر کی وجہ سے پورے رمضان کا روزہ نہیں رکھ سکا اور سال گزر گیا، دوسرا رمضان آ گیا اور پچھلے رمضان کی قضا نہ کر سکا، تو مولوی وحید الزماں غیر مقلد فرماتے ہیں کہ بعد میں ان روزوں کی قضا ضروری ہے اور ہر روزہ کے بدلے میں ایک مد کھانا دینا تاخیر کی وجہ سے ضروری ہے، نواب سید صدیق حسن غیر مقلد فرماتے ہیں کہ تاخیر کی وجہ سے کچھ اس کے ذمہ لازم نہیں، حتی کہ وہ شیخ فانی جو روزہ رکھنے پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ بیمار جس کے صحت یاب ہونے کی امید نہیں، ان کے اوپر نہ قضاء واجب ہے نہ کفارہ واجب ہے، مولوی عبد اللہ غازی پوری غیر مقلد نے ایک نیا مسئلہ نکالا، وہ یہ کہ مریض و مسافر دو قسم ہیں، ایک وہ جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے دوسرے وہ جو مشقت کے ساتھ روزے رکھ سکتے ہیں، تو پہلی قسم کے لوگوں کے لیے قضاء ہے اور دوسری قسم کے لیے فدیہ ہے۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۱۱، بحوالہ هدية المهدي:٦/٦٥، و بدرو الاهله ،ص:١٢٨، والروضة الندية ،ص:١٥٠)

ہم کہتے ہیں کہ تینوں اہل حدیث اماموں کے تینوں مختلف تین فتوی ہیں جیسا کہ ان کی عبارتوں سے ظاہر ہے، مگر تلبیسات وتحریفات کے عادی دیوبندیہ نے خوب تلبیس وتحریف کر رکھی ہے۔ دیوبندیہ یہ بتلائیں کہ ان مسائل میں ان کے ائمہ کے کون کون سے فتاویٰ ہیں؟ دیوبندیہ!

اتنا نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

میت کا چھوڑا ہوا روزہ ولی کے لیے رکھنا جائز ہے:

دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت کہا:

''حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ اگر میت کے ذمہ روزے کی قضا باقی رہ گئی، پس اگر نذر کا روزہ تھا تو اس کا ولی روزہ کی قضا کر سکتا ہے، لیکن اگر اصلی فرض روزہ رمضان کا ہو تو ولی کے لیے یا کسی کے لیے جائز نہیں کہ میت کے روزوں کی خود قضا کرے، اس کے برخلاف نواب صدیق حسن فرماتے ہیں کہ نذر کے روزے کی طرح اصلی فرض کی قضا بھی میت کی طرف سے ادا کر سکتا ہے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۱،۱۲، بحوالہ الروضۃ الندیہ، ص: ۲۱۵۰، هدية المهدي، ص:٦٦)

دیوبندیہ نے مزید کہا:

''یہ ہیں نام نہاد اہل حدیث! عبادت بدنیہ میں کوئی ایک دوسرے کے بدلے میں نہ نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ روزہ رکھ سکتا ہے، صاف طور پر حدیث میں آیا ہے کہ:'' **لا يصلي أحد عن أحد و لا يصوم أحد عن أحد**'' الخ ❶ مگر یہ اپنے قیاس و اجتہاد کے جوش میں حدیث کو بھی سلام کر بیٹھے ہیں!! (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی پیش کردہ حدیث کا تعلق جب ہے کہ آدمی کو کوئی عذر نہ ہو، البتہ نماز کے لیے عدم قضاء ولی متحقق ہے اور روزہ ایک اعتبار سے مالی عبادت بھی ہے کہ بعض احوال میں فدیہ روزہ کا بدل ہو سکتا ہے اور حدیث سے ثابت بھی ہے کہ معذور کے روزے کی قضاء اس کے وارثین و اولیاء و اقرباء کر سکتے ہیں، اہل حدیث کا مسائل مذکور میں اختلاف مختلف صورت میں ہیں، اور سب صحیح ہیں دیوبندیہ اپنے موقف کی وضاحت کریں ان کے ائمہ بھی غیر مقلد ہی تھے، ان کے فتاوی ان صورتوں میں کیا ہیں؟ دیوبندیہ کی گھگھی یقیناً بند ہو جائے گی!!

❶ دیوبندیہ کی پیش کردہ مذکورہ بالا ''حدیث'' مرفوع حدیث نہیں ہے، بلکہ یہ حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر کا قول ہے یعنی موقوف روایت ہے، دیکھیں: موطا(٦٦٩)، مصنف ابن ابی شیبہ(٣٨٠/٣) سنن النسائی الکبری(١٧٥/٢) (ناشر)

خطبہ، جمعہ کے شرائط میں نہیں ہے:

دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

''غیر مقلدوں کے مقتدی، علامہ شوکانی وسید صدیق حسن نے کہا کہ خطبہ فرائض جمعہ میں سے نہیں، خطبہ کے بغیر بھی جمعہ ہوجاتا ہے، اس کے برخلاف مولوی وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں کہ خطبہ نماز جمعہ کے شرائط میں سے ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۲، بحوالہ الروضة الندیه، ص:۸۹، وهدية المهدي: ۵/۱۵۹)

ہم کہتے ہیں کہ مختلف ائمہ اہل حدیث اس سلسلے میں اپنی صوابدید کے مطابق مختلف رائے رکھتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ نزاع کھڑا کیا جائے، البتہ کبھی آپ ﷺ کا یا صحابہ کا خطبہ کے بغیر جمعہ پڑھنا ثابت نہیں، لیکن بعض علمائے اہل حدیث کی زیر نظر یہ بات شرط جمعہ کی دلیل نہیں، سنت مؤکدہ پر دلیل ہے اور ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ خطبہ جمعہ فرض ہے۔

رکوع اور سجود میں تسبیحات واجب نہیں ہیں:

دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکورہ کے تحت کہا:

''مولوی وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں کہ رکوع اور سجدے میں تسبیحات پڑھنا واجب ہے اور اسی قول کو مختار واضح قرار دیا ہے، یہ دراصل علامہ ابن تیمیہ کی تقلید جامد ہے اور اس کے برخلاف نواب صدیق حسن غیر مقلد لکھتے ہیں کہ رکوع وسجود میں تسبیحات سنت ہیں۔ یہ دونوں غیر مقلدوں کے پیشوا ہیں، اب عامی غیر مقلد کس کی تقلید کرے! الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۲، ۱۳، بحوالہ هدية المهدي، بدور الاهله، ص:۵۵)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ ایک ہی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے دس دس متضاد فتاویٰ اور ان کی چہل رکنی مجلس تدوین کے ارکین کے فتاویٰ ابی حنیفہ کے معارض پالیسی یا ان سے زیادہ فتاویٰ پر کیسے عمل کرتے ہیں؟

ہم کہتے ہیں کہ نواب سید صدیق حسن نے تسبیحات رکوع وسجود کو سنت مؤکدہ کہا ہے اور نواب وحید الزماں نے واجب کہا ہے اور دیوبندیہ کا مصطلح واجب وسنت مؤکدہ تقریباً ہم معنی ہے اور ان تسبیحات کے وجوب پر دلائل زیادہ قوی ہیں۔

غسل میں بدن کا ملنا واجب ہے:

دیوبندیہ نے کہا:

''مولوی وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں کہ غسل میں بدن کا ملنا مستحب ہے، اس کے برخلاف نواب صدیق

حسن کہتے ہیں کہ بدن کا ملنا واجب ہے، شوکانی بھی وجوب کے قائل ہیں۔" (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۳، بحوالہ هدية المهدي، ص:۲۳، و بدور الأهله، ص:۳۱، والروضة الندية، ص:۳۶)

ہم کہتے ہیں کہ وحید الزماں نے بھی کہا ہے کہ کچھ اہلِ حدیث بشمول شوکانی غسل میں بدن ملنے کو واجب کہتے ہیں۔ (هدية المهدي، ص:۲۱) ہمارے نزدیک جو غسل فرض ہو، اس میں بدن کا ملنا واجب ہے اہلِ علم کے درمیان اختلاف ہوتا ہی رہتا ہے۔ دیوبندیہ کو اس سے کیا پریشانی ہے؟!

دخول مکہ کے لیے غسل مسنون ہے:

دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا:

"مولوی وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں کہ دخول مکہ کیلیے غسل کرنا سنت ہے، اس کے برخلاف نواب صدیق حسن فرماتے ہیں کہ مکہ میں نزول ہونے سے پہلے غسل نہ کرے، یعنی وہ منع فرماتے ہیں، بلکہ یوں لکھتے ہیں کہ "**ظلمات بعضها فوق بعض**" یعنی غسل کرنا تاریکی پر تاریکی ہے!! (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۳، بحوالہ هدية المهدي، ص:۲۶، و بدور الاهله، ص: ۲۳)

ہم کہتے ہیں کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے:

" إنّه كان لا يدخل مكة إلا بات بذي طوى حتى يصبح و يغتسل ثم يدخل مكة نهارا و يذكر عن النّبي ﷺ "

یعنی نبی ﷺ مکہ مکرمہ جاتے ہوئے وادی ذی طویٰ میں رات گزارتے، پھر صبح غسل کرکے مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے۔

اس حدیث نبوی سے دخول مکہ کے لیے غسل کا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے، اس طرح نواب صدیق حسن نے امام ابن المنذر سے نقل کیا ہے کہ تمام علماء کے نزدیک دخول مکہ کے لیے غسل مستحب ہے اور اکثر کے نزدیک وضو کافی ہے۔ نواب صدیق حسن نے دخول کعبہ و قبرِ نبوی و بیت المقدس و مسجد قباء و قبرستان و قبورِ جمع انبیاء کے غسل کرنے کی بات کو غیر ثابت و ظلمات بعضها فوق بعض کہا ہے، مگر دیوبندیہ کا فریضہ زندگی ہی دروغ بافی ہے!!

مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے ناجائز ہے:

دیوبندیہ نے کہا:

"مولوی عبد الجلیل سامرودی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے جائز ہے، اس کے برخلاف نواب علی حسن غیر مقلد لکھتے ہیں کہ ہرگز مقیم کے پیچھے اقتداء نہ کرے، اسے پچھلی دو رکعتوں میں شریک ہونا

چاہیے۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۱۴، بحوالہ العذاب المهين، ص: ٧١، والبنيان المرصوص، ص:١٦٣)

ہم کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' میں مقیم کے پیچھے مسافر کی نماز کے جائز ہونے کو صحیح کہا ہے، مگر دیوبندیہ کے اماموں کے فتاویٰ میں جو کئی کئی متعارض فتاوی ہیں، ان کی بابت دیوبندیہ کیا کہتے ہیں؟

مشت زنی جائز ہے:

دیوبندیہ نے کہا:

''مولوی نورالحسن غیر مقلد لکھتے ہیں کہ جلق لگانا یعنی مشت زنی جائز ہے، جب کہ مولوی عبدالجلیل اسے ناجائز کہتے ہیں۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۱۴، بحوالہ عرف الجادی، ص: ٢١٤، والعذاب المهين،ص:٥٢٦)

ہم کہتے ہیں کہ مولانا سامرودی والی بات ہی مطابق نصوص ہونے کے باعث صحیح ہے، زمانہ صحابہ سے اہل علم کے درمیان مسائل میں اختلاف چلا آرہا ہے۔

ہر رکعت کی ابتداء میں أعوذ باللہ پڑھنا:

دیوبندیہ نے کہا:

''مولوی وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں کہ نماز کی ہر رکعت سے پہلے قراءت أعوذ باللہ پڑھنی چاہیے اس کے برخلاف نواب صدیق حسن فرماتے ہیں کہ صرف نماز شروع کرتے وقت ابتدائے نماز میں أعوذ باللہ پڑھنا مسنون ہے، ابن قیم شوکانی کا بھی یہی مسلک ہے حدیث پر عمل کرنے والوں میں یہ تناقض و تضاد بیانی کبھی نہیں ہوسکتی یہ سب تقلید نہ کرنے کا نتیجہ ہے ہر ایک شتر بے مہار کی طرح دین میں قیاس آرائی کرتا ہے۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۱۴/ بحوالہ هدية المهدي،ص:١٧٧، والروضة الندية، ص: ٦٧)

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب و آراء پرست دیوبندیہ کے یہاں تناقض و تضاد کا بھرمار ہے، ہمارے نزدیک اختیار ہے کہ دونوں اقوال میں سے کسی پر بھی عمل کرسکتا ہے، مگر احتیاط ہے کہ ہر رکعت کے ابتدائے قراءت میں تعوذ پڑھے۔

ہر رکعت میں بسم اللہ زور سے پڑھنا:

دیوبندیہ نے کہا:

''مولوی وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں کہ الحمد سے پہلے بسم اللہ آہستہ پڑھنا مستحب ہے، اس کے برخلاف نواب صدیق حسن غیر مقلد فرماتے ہیں کہ جہری نمازوں میں زور سے بسم اللہ پڑھے، یہی مذہب حق ہے۔(بحوالہ هدية المهدي ،ص:١٣٧، والروضة النديه، ص: ٦٧) یہ دونوں غیر مقلدوں کے پیشوا ہیں، ایک کچھ مسئلہ بتاتا ہے، دوسرا کچھ، اب سادہ لوح غیر مقلد کہاں جائیں؟ کس کی بات مانیں؟ اور کس کی ترک کریں؟ کیا اسی کا نام عمل بالحدیث ہے؟

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کہاں جائیں
کہ درویشی بھی ہے عیاری سلطانی بھی عیاری۔

(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:١٠)

ہم کہتے ہیں کہ

مقلد را نہ دیدم ہیچ کارہ
کند خود راز خود را آشکارا

دونوں باتیں صحیح ہیں، جس کا جی جس پر چاہے عمل کرے، تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' دیکھیں اور نواب صدیق حسن کا بھی یہی مذہب ہے۔ (الروضة النديه،ص:١٥٨) افتراء پردازی دیوبندیہ کا شعار ہے۔

سلام کے ذریعہ نماز سے نکلنا واجب نہیں:

دیوبندیہ نے کہا:

''مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں کہ سلام نماز میں نماز کے فرائض میں سے ہے۔(هدية المهدي :٢١٧/٣) اس کے برخلاف نواب صدیق حسن لکھتے ہیں کہ سلام سے نکلنا واجب نہیں۔(الروضة النديه،ص:٦٧) علامہ شوکانی نے ''نیل الاوطار'' میں عدم وجوب کو اختیار کیا ہے اور الدرر البهية میں کہا کہ سلام سے نکلنا واجب ہے ، مولوی وحید الزماں نے نواب صدیق حسن کا رد کیا، ناظرین غور فرمائیں کیا اسی کا نام عمل بالحدیث ہے، یا اپنی قیاس آرائیاں ہیں؟(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:١٥)

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ کے یہاں عمداً ریاح خارج کرکے نماز سے نکلنا مشروع ہے، اس سے قطع نظر قیاس پرست حنفی اماموں کے فقہی اقوال عجائب روزگار ہیں۔ نواب سید صدیق نے کہا:'' سلام کے ذریعہ نماز سے خروج ایسا واجب ہے کہ اس کے بغیر نماز سے خروج جائز نہیں۔(الروضة النديه،ص:١٤٤) پھر دونوں ائمہ اہل حدیث کے درمیان اختلاف صرف لفظی ہوا نہ کہ معنوی!

مروّجہ میلاد جائز ہے:

دیوبندیہ نے کہا کہ:

''مولوی وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں کہ آج کل مروجہ میلاد پر انکار جائز نہیں یہ جو کچھ ہو رہا ہے درست ہے، لیکن مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد لکھتے ہیں کہ مروّجہ مولود بدعت ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۱۶، بحوالہ اہل حدیث کا مذہب،ص: ۳٤، و ھدیة المھدي،ص:۱۱۸)

ہم کہتے ہیں کہ یہ دیوبندیہ کی امام وحید الزماں پر افتراء پردازی ہے،''ضمیر کا بحران'' میں اس پر ہم نے بحث کی ہے۔ معترضین اس کے مطالعہ پر رجوع کریں۔

اس دیوبندی کتاب پر ہمارا تبصرہ ختم ہوتا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین۔

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ، بنارس

۲۵/اپریل/۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس

منعقدہ ۲،۳/مئی/۲۰۰۱ء کے موقع پر انتیس کتابوں پر مشتمل پیکٹ کی ایک کتاب

مسائل وعقائد میں غیر مقلدین اور شیعہ مذہب کا توافق

از.....مولانا محمد جمال صاحب بلند شہری
استاذ دار العلوم دیوبند

پر......ہمارا

تحقیقی تبصرہ اور تنقیدی جائزہ

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ، بنارس

۱۷/ جولائی/۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ کتاب و تمہید

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین محمد و آلہ و أصحابہ، و أھل بیتہ، و أتباعہ إلی یوم الدین و بعد:

ہندوستان پر انگریزی سامراج نے اپنے دورِ سامراجیت میں جہاں اپنی سامراجیت سے متعلق بہت کام کیے وہیں، وہی اس نے خاص طور پر مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور سامراجی اصول کے مطابق ان کی ذہن سازی کے لیے ہندوستان کے طول و عرض میں متعدد کالج قائم کیے اور ان کی تربیت و ٹریننگ پر خصوصی توجہ اس لیے دی کہ مسلمانوں ہی سے اس نے ہندوستانی حکومت حاصل کی تھی، دہلی کالج میں تربیت پانے والوں میں سے کچھ افراد نے تیرہویں صدی کے اواخر میں ''دارالعلوم دیوبند'' سے موسوم ایک درسگاہ یہ کہہ کر قائم کی کہ اس میں اہل اسلام کو خالص اسلامی تعلیم دی جائے گی، مگر حقیقت میں ''دارالعلوم دیوبند'' انگریزی مقاصد حاصل کرنے کے لیے قائم ہوئی تھی، انگریز کے تعاون سے بہت جلد اس کی دور دور تک شہرت ہوئی اور اس کی شاخیں بھی وہی کام کرنے لگیں، اس کے فارغین اور اس کے معتقدین و متوسلین ''دیوبندی'' کہلانے لگے، رفتہ رفتہ چودھویں صدی ہجری میں دیوبندی افراد کی اتنی کثرت ہوئی کہ ایک فرقہ دیوبندیہ تیار ہوگیا، اس فرقہ کے افراد اپنے انگریزی ولی نعمت کا حق نمک ادا کرنے میں سرگرم عمل ہو گئے، کیونکہ دیوبندیہ درحقیقت انگریزی سامراج کے آلہ کار کے طور پر ہی تیار کیے گئے تھے، انگریزی حکومت اور اس کے آلہ کار دیوبندیہ کو شدت سے یہ احساس تھا کہ ہندوستان میں اہل حدیث اور اس کے ہم معنی کہلانے والے لوگ انگریزی حکومت ختم کیے جانے کے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں، اس لیے دونوں کی ساز باز سے ہندوستانی و غیر ہندوستانی اہل حدیثوں کو بیک وقت برطانوی سامراجیت اور دیوبندیہ کی دیوبندیت کا نشانہ بنانا شروع کردیا گیا۔ دیوبندیہ کے کچھ حلیف فرقے بھی ہیں ان میں اگرچہ باہم کچھ اختلاف ہے، مگر اہل حدیثوں کے خلاف زور آزمائی میں سبھی اپنے ولی نعمت کے اشارہ پر متفق ہیں، دیوبندیہ جس کی تولید ہی انگریزی سامراج کی بدولت چودھویں صدی ہجری میں ہوئی، اپنے زمانہ تولید ہی سے اہل حدیث کے خلاف تحریر و تقریر، بھاری یا چھوٹی کتابیں لکھ کر اور چھوٹے بڑے اجلاس و کانفرنسیں کرکے بڑے بڑے فتنے اٹھاتے رہتے ہیں، حتی کہ انگریزی سامراج سے دیوبندیہ نے اہل حدیث کی بیخ کنی کے لیے بہت سارے مادی وسائل حاصل کرنے کے ساتھ اتنا زیادہ ادھار کھا لیا کہ ہندوستان سے انگریزوں کو گئے ہوئے نصف صدی سے زیادہ ہو گئے، مگر وہ آئے دن بڑے بڑے فتنے مختلف عنوان سے اہل حدیث کے خلاف اٹھاتے رہتے ہیں، مگر

اہل حدیث بھی انگریز، دیوبندیہ وحلفائے دیوبندیہ کی برابر خبر لیتے رہے ہیں۔

ابھی حال ہی انھوں نے محسوس کیا کہ ہماری تمام تر کوششوں کے باوجود اہل حدیث ہر میدان میں کامیاب ہوتے جا رہے ہیں، تو نہ جانے کتنے ارب وکھرب روپیوں کو خرچ کر کے کئی سالوں کی تیاری اور کئی سالوں کے غور وخوض کے بعد دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کا سلسلہ عالمی پیمانہ پر شروع کیا گیا، پہلی کانفرنس ہندوستان کی راجدھانی نئی دہلی میں کی، اس نام کی تمام کانفرنسوں میں اہل حدیث کے خلاف بہت اودھم مچانے کے ساتھ ساتھ تیس دیوبندی کتابوں پر مشتمل پیکٹ مفت دیوبندیوں میں بڑی حوصلہ مندی کے ساتھ تقسیم کیے گئے، جو اہل حدیث کے خلاف دیوبندیہ کے لیے کارگر ہتھیار کے طور پر پوری دنیا میں استعمال ہوں۔

ہم اس زمانہ میں ہارٹ اٹیک کے مریض تھے اور اب بھی ہیں، اس وقت قدرے توقف کے بعد فوری طور پر پوری دیوبندی کانفرنس پر سرسری نظر ڈالی، جو آج تک جماعت و جامعات طبع نہیں کرا سکے، پھر ہم نے اپریل ۲۰۰۲ء میں اس کی ہر کتاب کا جائزہ لینا شروع کیا، اسی دوران ششماہی امتحان اور موسم گرماں کی چھٹی بھی پیش آگئی، جن سے اس کام میں خلل ہوا، نیز آئے دن میری بیماری بھی خلل انداز ہوتی رہی، مگر میں نے حتی الوسع کام جاری رکھا۔

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعه سلفیه، بنارس

۲۵/اپریل/۲۰۰۲ء

اہل حدیث کی تاریخ:

دیوبندیہ کی تحفظ کانفرنس میں بڑے پیمانہ پر تقسیم کیا جانے والا تیں کتابوں پر مشتمل پیکٹ کی تمام کتابوں میں دیوبندیہ نے اہل حدیث کو" غیر مقلدین" کہا ہے، خصوصاً زیر نظر دیوبندی کتاب میں یہ بات زیادہ کہی گئی ہے۔ اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ غیر مقلدین کا ڈیڑھ صدی پہلے روئے زمین پر کوئی وجود نہیں تھا، نہ کسی کتاب میں غیر مقلدین کا نام ڈیڑھ صدی پہلے لکھا ہوا تھا، کیونکہ غیر مقلدین کی تولید ہندوستان میں انگریزی سامراج کی بدولت ہوئی، دیوبندیہ کی یہ تحفظ سنت کانفرنس ۲،۳، مئی ۲۰۰۱ء میں ہوئی، اس سے ڈیڑھ صدی پہلے کا مطلب دعویٰ دیوبندیہ کے مطابق یہ ہوا کہ دیوبندیہ کے مصطلح غیر مقلدین ۱۸۱۵ء میں تولد پذیر ہوئے ۔لیکن یہ بات ہم زیر نظر دیوبندی پیکٹ کی ایک سے زیادہ کتابوں کی تردید میں واضح کر آئے ہیں کہ ہندوستان میں انگریزوں کے قائم کردہ دہلی کالج سے انگریزوں کی منصوبہ بندی کے مطابق تعلیم وتربیت پا کر ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۷ء میں کچھ لوگوں نے "دارالعلوم دیوبند" قائم کیا۔

اس دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہونے والے اور ان کے مزاج و مذہب سے ہم آہنگی رکھنے والے دیوبندی کہلائے اوراتنی بڑی تعداد میں دیوبندی کہلانے والے لوگوں نے فرقہ دیوبندیہ کی صورت کم از کم بیس بائیس سال میں اختیار کی، کیونکہ ابتدائے امر میں دارالعلوم ایک معمولی سا مدرسہ تھا، اتنا معمولی کہ اس مدرسہ میں تعلیم کا افتتاح ایک مدرس اور ایک طالب علم سے ہوا، کیونکہ دیوبندیہ کی دین وملت کے ساتھ روش اور انگریز کی تحصیل خوشنودی دیکھ کر عام مسلمان اس فرقہ دیوبندیہ سے بہت متنفر ومتوحش تھے، ان کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے روادار نہ تھے، مگر جو لوگ یہ جان گئے کہ یہ مدرسہ انگریزوں کی منصوبہ بندی کے مطابق چل رہا ہے، جس سے وابستہ لوگوں پرانگریز بہادر کی بڑی عنایات ہیں، تو خواہش پرست لوگ اس مدرسہ سے وابستگی کو مفید سمجھ کر اس سے مربوط ہونے لگے، البتہ چونکہ دیوبندیت کی تاسیس سے بہت پہلے علمائے اہل حدیث شہیدین سید احمد شہید وشاہ اسماعیل شہید ومولانا عبدالحی بڈھیانوی کی قیادت میں انگریز کے خلاف سرفروشانہ تحریک چلا رہے تھے، اس تحریک کے پرخلوص و بے لوث لوگوں کی عظمت لوگوں کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی، اس لیے بھی عام لوگ دارالعلوم دیوبند سے وابستہ لوگوں سے نفرت و وحشت رکھتے تھے کہ یہ تو نعمت ہائے انگریز کے بدلے بک جانے والے دین وملت اور ملت و وطن کے غدار ہیں، پھر بھی بہر حال یہ لوگ بیس بائیس سالوں میں فرقہ دیوبندیہ کی شکل اختیار کر گئے، یعنی چودھویں صدی ہجری کے اوائل اور آواخر انیسویں صدی عیسوی و اوائل بیسویں صدی عیسوی میں دیوبندیہ کی تولید وتخلیق فرقہ کی شکل میں وجود پذیر ہوئی، اس سے پہلے دنیا کا کوئی بھی متنفس فرقہ دیوبندیہ سے واقف وآشنا نہ تھا۔

البتہ قرآنی فرمان: ﴿يوم ندعوا كل أناس بإمامهم﴾

(پ:۱۵، سورہ اسراء:۷۱)

﴿و لكل أمة رسول فإذا جاء رسولهم قضي بينهم بالقسط و هم لا يظلمون﴾

(پ:۱۱، سورۂ یونس:۴۷) کی تفسیر میں نہایت معتبر مفسر و محدث و مؤرخ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی:۷۷۴ھ) نے کہا:

"قال بعض السلف: هذا أكبر شرف لأصحاب الحديث لأن إمامهم النبي صلى الله عليه وسلم"

یعنی بعض اسلاف نے کہا کہ ان دونوں آیتوں، بلکہ اس معنی کی متعدد (آیات) میں اہل حدیث کے لیے بہت فضل و شرف ثابت ہوتا ہے کہ ان کے امام محمد ﷺ ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، پ:۱۵، سورہ اسراء:۷۱، مطبوع ریاض ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۷ء :۳/ ٦٧)

یہ بہت واضح بات ہے کہ ان قرآنی آیات کی تفسیر میں قرآن مجید کے مخاطبین اوّلین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے امام جناب محمد ﷺ کو اہل حدیث کہا گیا ہے اور یہ بھی واضح بات ہے کہ تمام صحابہ کرام کے مذہب اہل حدیث پر صحابہ کے بعد والے اسلاف سے لیکر آج تک اس مذہب کی پیروی کرنے والے موجود ہیں، اب پندرہویں صدی ہجری چل رہی ہے، پندرہویں صدی ہجری میں سے بائیس سال گزر چکے ہیں اور ہجرت سے تیرہ سال پہلے نزول قرآن شروع ہو چکا تھا، گویا اہل حدیث تقریباً ساڑھے چودہ سو سال سے خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی صراط مستقیم پر چل رہے ہیں، ہم اپنی کتاب "سورۂ فاتحہ سے متعلق مسائل" میں واضح کر آئے ہیں کہ بعثت نبوی ہی کے دن ہمارے رسول ﷺ پر پوری سورۂ فاتحہ اور سورہ اقرأ کی پانچ آیتیں نازل ہوئی تھیں، اسی دن آپ ﷺ پر نماز فرض کی گئی اور حضرت جرائیل معلم الأنبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے مطابق حضرت جبرئیل کی امامت میں آپ ﷺ نے اسی دن نماز پڑھی، پھر گھر آئے اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ کو بھی آپ ﷺ نے تعلیم وضوء دے کر وضوء کرا کے نماز پڑھائی، اس کی تفصیل ہماری کتاب "سیرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ" میں ہے۔

سورہ فاتحہ میں واقع لفظ ﴿ اهدنا الصراط المستقيم﴾ میں "صراط مستقیم" سے مراد مذہب اہل حدیث ہے نہ کہ دیوبندیہ چکڑالویہ و منکرین سنت و دوسرے لوگوں کی راہ صراط مستقیم ہے۔ اہل حدیث کے معنی میں سچے پکے اہل قرآن بھی داخل ہیں، کیونکہ قرآن مجید ہی میں بہت سارے مقامات پر قرآن مجید کو حدیث کہا گیا ہے، حدیث نبوی کا دوسرا نام سنت بھی ہے، لہٰذا اہل حدیث، اہل سنت و جماعت اور اہل قرآن بھی ہیں، مگر چودھویں صدی ہجری میں کچھ مخالفین قرآن و سنت نے اپنا نام اہل قرآن رکھ لیا ہے۔ یہ نام نہاد اہل قرآن مخالفین قرآن و سنت ہونے کے

سبب دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

ہمارے رسول ﷺ اپنے صحابہ کرام کے براہ راست بلا واسطہ امام تھے اور بعد والے اہل حدیث واسطہ درواسطہ آپ ﷺ کے پیروکار اہل حدیث ہیں اور فرمان نبوی "لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق" کے مطابق اہل حدیث تا قیامت باقی رہیں گے، اس فرمان نبوی میں "طائفة من أمتي" کا معنی اہل علم اہل حدیث بتلانے پر متفق نظر آتے ہیں، اسی طرح افتراق امت والی حدیث نبوی میں جس فرقہ کو ناجیہ وجنتی کہا گیا ہے، اس سے بھی اہل حدیث مراد ہیں، اور ہمارے رسول ﷺ تک سب کا مذہب اور ان کے اصحاب وانصار واعوان اوران کی صراط مستقیم پر چلنے والے بھی اہل حدیث ہی تھے، اس کی تفصیل ہماری کتاب "ضمیر کا بحران" میں ہے، جو اہل حدیث افراد اور مذہب اہل حدیث حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک پائے جاتے رہے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک پائے جاتے رہیں گے، ان کا نام چودھویں صدی میں انگریز بہادر کی مہربانی سے پیدا ہونے والے دیوبندیہ نے اپنے مزعومہ مقاصد کے مطابق غیر مقلدین رکھ لیا، بھلا یہ خود ساختہ اختراعی نام دیوبندیہ اپنی ولادت سے پہلے اور بعد میں کتب اہل اسلام میں کیسے پائیں گے؟ کیونکہ غیر مقلدین نام والا کوئی اسلامی فرقہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک روئے زمین پر نہ کبھی پایا گیا اور نہ قیامت تک ان شاء اللہ تعالیٰ پایا جائے گا، یہ تو حق پرستوں و طائفہ ظاهرہ على الحق وفرقہ ناجیہ سے بغض وعداوت وکدورت رکھنے والے چودھویں صدی ہجری میں انگریز بہادر کی بدولت معرض وجود میں آنے والے فرقہ دیوبندیہ نے محض حسد وعناد کے باعث اہل حدیث کا نام ظلماً و جوراً وزوراً و کذباً و افتراءً و بهتاناً اپنی آتش غیظ وغضب کی تسکین اور تقلیدی مزاعم فاسدہ کو بروئے کار لانے کے لیے "غیر مقلدین" رکھ لیا ہے اور اپنے آقا ومولیٰ و ولی نعمت و مربی و سرپرست برطانوی سامراج کے اشارہ پر برطانوی سامراج کو خوش رکھنے کے لیے فرقہ نومولودہ دیوبندیہ نے "اہل حدیث" کا ایک دوسرا نام "وہابیہ" اور تیسرا نام "لامذهبیه" اختراع کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے اختراع پرداز فرقہ دیوبندیہ کے اختراعی و افترائی شرور وفتن سے سبھی لوگوں کو محفوظ رکھے۔

انگریز سامراج کے ساتھ ساتھ سازش تیار کر کے یہ فرقہ دیوبندیہ اہل حدیث کو اپنے خون آشام دریدہ دہنی کا نشانہ بنانے میں بہت تیز وطرار اور سرگرم ونشیط و تازہ دم رہا کرتا ہے، مگر اسے حدیث نبوی کی اس صراحت پر غالباً ایمان و ایقان نہیں کہ اہل حدیث بحر ضلالت میں ڈوبے ہوئے فرقوں بشمول چودھویں صدی ہجری میں تولد پذیر ہونے والے دیوبندیہ کی تمام تر کوششوں وزور آزمائیوں وشر انگیزیوں کے باوجود ہمیشہ تازہ دم و زندۂ جاوید رہیں گے اور باطل پرست تمام فرقے خود ناکام ونامراد وخائب وخاسر ہو کر ذلیل وخوار ہوں گے اور بروز قیامت اپنی کذب بیانی و دروغ بافی وحق دشمنی اور باطل پرستی اور زیغ وضلال کی حمایت وطرف داری اور حق پرستوں کے

خلاف جہد مسلسل کے سبب رو سیاہ ہوں گے ، تمام صحابہ کرام کا اہل حدیث ہونا متحقق اور ہر طرح کے شک و شبہ سے بالا تر ہے۔

وفات نبوی ﷺ کے ہوتے ہی ان اہل حدیث صحابہ کرام کے خلاف ہر چہار جانب سے نوع بنوع فتنے کھڑے ہوگئے، فتنہ ارتداد اور تین تین مدعیان نبوت کی فتنہ سامانی اور اسلام دشمن سامراج قیصر روم کی اہل حدیث صحابہ کرام کے خلاف لشکر کشی اور وفات نبوی پر صحابہ کے دلوں میں ہونے والے بے انتہاء غموم و ہموم اور منافقوں و یہود کی شماتت نے صحابہ کرام کو مصائب و مشکلات کے گھیرے میں بری طرح گھیر رکھا تھا، مگر یہ پاسبان مذہب اہل حدیث تمام پریشانیوں کے بالمقابل متحدہ طور پر اٹھ کھڑے ہوئے اور تمام فتنوں کو دور کر کے ہی دم لیا ، پھر تھوڑے ہی دنوں بعد اہل رائے، خوارج، روافض و سبائی اور طرح طرح کے فتنوں نے سر اٹھایا، مگر صحابہ کرام اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے اہل حدیث تابعین عظام کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آنے پائی، اسی طرح اہل حدیث نے ہر دور میں اپنے خلاف اٹھنے والے قدموں کا کامیاب مقابلہ کیا، اب ایک صدی سے دیوبندیہ باطل طاقتوں سے ساز باز کر کے اہل حدیث کے خلاف پورے تسلسل کے ساتھ اپنی کثرت تعداد کے زعم باطل میں مبتلا ہو کر آئے دن فتنے کھڑے کرتے ہیں اور اہل حدیث کے دفاعی اقدام کے مقابلہ میں منہ کی کھا کر رسوا و ذلیل ہوتے رہتے ہیں۔

شیعہ اور غیر مقلدین کی تاریخ ولادت اور اس کا پس منظر:

اس وقت ہم جس دیوبندی کتاب کا جائزہ لینے جا رہے ہیں، اس کا نام ہے

''مسائل وعقائد میں غیر مقلدین اور شیعہ مذہب کا توافق''

اس دیوبندی کتاب کی پہلی سرخی ''شیعہ اور غیر مقلدین کی تاریخ ولادت اور پس منظر'' کے تحت فرقہ دیوبندیہ نے جو کچھ لکھا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ

> ''اسلام میں رونما ہونے والے فرقوں میں فرقہ شیعہ قدیم ترین فرقہ ہے، جو یہود کی سازش کے تحت وجود پذیر ہوا، تاریخ اسلام کا ایک ادنیٰ طالب بھی جانتا ہے کہ اسلام کی حیران کن برق رفتار ترقی جزیرۂ عرب سے نکل کر روم و فارس سمیت بہت سارے ممالک کی حدود کو بھی پار کر گئی، جس سے یہودی صیہونی اور استعماری طاقتیں حیران بلکہ خوف زدہ ہوگئیں اور میدان کارزار میں اسلام کے ہاتھوں اپنی شکست پیہم سے انھیں یقین ہوگیا کہ مسلح زور آزمائی کے ذریعہ اسلامی سیل رواں کو روکنا ممکن نہیں، لہٰذا اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور، اس میں انتشار پیدا کرنے، اس کا عقائد کو مشکوک بنانے کی سازش مرتب کی گئی، جس کے تحت صنعاء یمن کا ایک یہودی عبد اللہ بن سباء المعروف بابن سوداء منافقانہ طور پر اسلام میں داخل ہو

کر اہل اسلام میں مذکور سازشی کام کرنے لگا۔ تیسرے خلیفہ راشد عثمان غنی کے آخری دور خلافت میں اسلام کے خلاف بڑی ہنگامہ آرائی کی گئی، اگرچہ اس سے پہلے بھی عہد نبوی سے لے کر عہد صدیقی و فاروقی و ابتدائے عہد عثمانی میں بھی اسلام کے خلاف ناکام کوششیں یہودیوں کی طرف سے ہوتی رہیں، مگر دورِ عثمانی کے اواخر میں انھیں بڑی کامیابی ملی، مصری عالم دین محمد ابوزہرہ لکھتے ہیں کہ بقول علی رضی اللہ عنہ ابن سبا یہودی اسلام کا لبادہ پہن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خانہ ساز جھوٹی حدیثیں منسوب کرتا رہا۔(تاریخ المذاهب الاسلامیه: ۱/ ۱۳، از ابوزهره) اس یہودی سازش سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کم کرنے کے لیے ''نظریہ امامت وعصمت ائمہ'' پیش کیا گیا، نیز کہا کہ حضرت علی مرتضیٰ موروثی طور پر خلافت کے وصی وحقدار ہیں۔(معرفة اخبار الرجال، ص: ۷۱، والأنوار النعمانیة از نعمت اللہ جزائری، ص: ۲۰۷)

ابتداءً لفظ شیعہ حمایتی وطرف دار کے معنی میں استعمال ہوا، حضرت عثمان کے طرف داروں کو ''شیعان عثمان'' نیز حضرت علی مرتضیٰ کے طرف داروں کو ''شیعان علی'' کہا جاتا تھا، یہ نظریاتی نہیں سیاسی تقسیم تھی، ۳۹ھ میں کچھ لوگ حضرت عثمان پر حضرت علی کو فضیلت دینے لگے، حضرت علی کی بابت دیگر خرافات مثلاً وصی وخلیفہ الرسول و امام معصوم کا عقیدہ شامل ہو گیا، یہی شیعیت کا نقطہ آغاز ہے، اسلام کو شیعہ فرقہ سے جس قدر نقصان پہنچا، کسی اور فرقے سے نہیں پہنچا، اب آخر میں ایک نومولود فرقہ غیر مقلدین پیدا ہوا، جو اپنے کو قدیم ترین فرقہ کہتا ہے، جس کا مقصد بھی شیعوں کی طرح ہے، اس کی تاریخ ولادت و پس منظر ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔(ماحصل زیر نظر دیو بندی کتاب، ص: ۴، ۵)

دیو بندیہ کی اس بات پر ہمارا تحقیقی تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ کسی اسلام دشمن سامراج کے آلہ کار منافق صفت افراد و فرقوں کو اپنے سامراجی آقا و سرپرست و ولی نعمت کی مرتب کردہ اسلام دشمن پالیسی پر عمل کے لیے آلہ کار افراد وفرق کو تلبیس کاری، دجل و فریب و دروغ بافی کا بکثرت استعمال لازمی ہوتا ہے، دیو بندیہ کا مذکورہ بالا بیان سو فیصدی جھوٹ ہے، فرقہ شیعہ سے بہت پہلے اہل اسلام میں فرقہ اَہل رائے وجود پذیر ہوا جن کی بابت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے ہونے والے خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب فاروق نے فرمایا:

"أهل الرأي أعداء السنن أعيتهم الأحاديث أن يعوها، و تفلتت منهم أن يروها واستحيوا حين سئلوا أن يقولوا لا نعلم فعارضوا السنن برأيهم فإياكم وإياهم"

یعنی اَہل رائے احادیث نبویہ وسنن مصطفویہ کے دشمن ہیں، یہ بدنصیب لوگ احادیث نبویہ وسنن مصطفویہ کے حفظ وضبط اور محفوظ رکھنے اور روایت کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں اور اس کے باوجود دین

کے ٹھیکیدار بن کے مفتی بن بیٹھتے ہیں، تو ان سے جب مسائل پوچھے جاتے ہیں، تو صلاحیت جواب نہ ہونے کے باوجود احادیث نبویہ وسنن مصطفویہ کے خلاف اپنی ذاتی رائے و قیاس سے فتویٰ دیتے ہیں اور خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں، لہٰذا تم ان اہل رائے سے دور رہو اور ان سے اجتناب رکھو۔(الإحكام لابن حزم:٦/٤٢،٤٣، و إعلام المؤقعين:١/٥٥، وجامع بيان العلم لابن عبد البر و قال الحافظ ابن القيم: أسانيد هذه الآثار في غاية الصحة، واللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات :١/١٦٦،١/١٨٠، و١/١٩٦، طبع سوم ١٤١٩ھ مطابق:١٩٩٨ء

حضرت عمر فاروق کی اس بات سے کسی صحابی نے اختلاف نہیں کیا، لہٰذا یہ بات صحابہ کرام کا اجماعی موقف ہے اور کوئی شک نہیں کہ نصوص کے بالمقابل رائے پرستی بہت زیادہ مہلک ہے، اس کے لیے "اللمحات" دیکھیں۔ یہ معلوم ہے کہ دیوبندیہ چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہونے والے قدیم فرقہ اہل رائے کی ایک شاخ ہیں اور قدیم اہل رائے کے بالمقابل دیوبندیہ نے اپنی فتنہ سامانی و شرانگریزی و دروغ بافی اور اباطیل پرستی میں بہت زیادہ اضافہ کر لیا ہے، ناظرین کرام اس کی یہی دروغ بافی دیکھ لیں کہ جن عناصر سے دیوبندیہ کی تولید ہوئی، وہ اگرچہ دور فاروقی میں یا اس سے پہلے ہی تولید پذیر ہو چکے تھے، مگر یہ پوری ڈھٹائی سے ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ اسلام میں پیدا ہونے والا سب سے پہلا فرقہ شیعہ ہے۔ اہل رائے کے سربراہ ابلیس لعین اور اس کے معاونین ہیں۔ پہلی و دوسری صدی ہجری میں دیوبندیہ کے وہ سربراہ ظہور پذیر ہوئے، جن کو دیوبندیہ امام اعظم ابوحنیفہ کہتے ہیں، ابوحنیفہ والی رائے پرستی میں ان کے بہت سے اصحاب و تلامذہ و معتقدین معاون و مددگار تھے، انھیں کی تقلید کا دیوبندیہ دعوی کرتے ہیں جب کہ امام ابوحنیفہ نے اپنی تقلید اور غیروں کی تقلید سے بشدت منع کر دیا تھا، اس بنیادی معاملہ میں ہی دیوبندیہ نے اپنے امام اعظم کی مخالفت کو اپنا دین و ایمان اور شیوہ و شعار بنا لیا، یہ معلوم ہے کہ احادیث نبویہ و سنن مصطفویہ قرآن مجید کی منصوص نبوی تفسیر ہیں اور احادیث و سنن کی مخالفت کر کے رائے کو دین بنا لینے والے حقیقت میں قرآنی تعلیمات کے بھی مخالف و معاند ہیں، اسی سے دیوبندیہ کا حدود اربعہ معلوم ہو جاتا ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ گمراہ و گمراہ گر بھی ہیں اور خود رسول اللہ ﷺ فرما گئے ہیں کہ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی، ان میں سب سے زیادہ میری امت کے لیے مضرت رساں فرقہ اہل رائے ہوگا۔ ان تہتر فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ حق پرستی کے باعث جنتی ہو گا اور وہ "ما أنا عليه و أصحابي" اور "لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق" کا مصداق ہوگا، باقی سب بحر ضلالت میں ڈوبے ہوں گے اور جہنم رسید ہوں گے، جہنم رسید ہونے کا مطلب ہے کہ جو فرقے اس قدر ضال و مضل ہوں گے کہ دائرہ اسلام سے خارج ہوں گے، وہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہوں گے اور جو دائرہ اسلام سے خارج ہوئے بغیر بدعت وضلالت پرست ہوں گے، وہ اپنے اپنے طور وطریق کے مطابق ایک خاص زمانہ تک جہنم میں رہ کر

داخلِ جنت ہوں کیے جائیں گے، حتی کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ بھی جنت میں جائے گا، مگر یہ معلوم ہے کہ دیوبندیہ ایمان میں کمی و بیشی کا عقیدہ نہیں رکھتے، بلکہ کہتے ہیں کہ ایمان کی جو مقدار فرشتوں، انبیاء کرام، صحابہ و مومنین کاملین میں ہے، وہی مقدار فساق و فجار میں ہے۔ معلوم نہیں آخرت میں ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہونے والا ہے، دیوبندیہ کو ان تمام ائمہ کرام نے بھی گمراہ و گمراہ گر کہا ہے، جن میں سے کسی کی تقلید کو دیوبندیہ فرض کہتے ہیں، یعنی امام مالک و شافعی و احمد بن حنبل اس کی تفصیل ہماری کتاب "ضمیر کا بحران" میں ہے۔ ان دیوبندیہ کے سربراہوں کے راہِ مستقیم سے ہٹے ہونے پر ائمہ ثلاثہ اور عام ائمہ اسلام متفق ہیں، تفصیل ہماری کتاب "اللمحات الى ما في أنوار الباري من الظلمات" کی چھ ضخیم جلدوں میں ہے، ان میں سے چار جلدیں مطبوع ہیں، پانچویں جلد مکمل کر کے میں جامعہ سلفیہ بنارس کے شعبہ طباعت میں زمانہ ہوا دے چکا ہوں، مگر اللہ ہی جانتا ہے کہ ذمہ داران جامعہ اسے کس وجہ سے چھپا کر منظر عام پر نہیں لا رہے ہیں اور چھٹی جلد لکھنے کے لیے مجھے جن مراجع کی ضرورت ہے، جامعہ سلفیہ بنارس مجھے وہ مراجع عنایت نہیں کرتا، بلکہ کوئی کتاب مرحمت نہیں کرتا، پھر میں اس جلد کی تکمیل کے لیے پریشان ہوں کہ ہارٹ اٹیک کا مریض ہوں معلوم نہیں کب کیا ہو جائے، آخر مراجع کے بغیر میں اسے پایہ تکمیل تک کیسے پہنچاؤں؟

غیر مقلدین کی تاریخ ولادت اور اس کا پس منظر:

دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب میں مندرجہ بالا عنوان قائم کیا اور اس کے تحت کہا:

"ہر فرقہ خواہ وہ نومولود ہی کیوں نہ ہو، قدامت کا دعویٰ کرتا ہے، غیر مقلدین کا دعوی بھی یہی ہے کہ وہ اسلام میں سب سے زیادہ قدیم بلکہ اصل وہی ہیں، باقی تمام فرقے بعد کی پیداوار ہیں، چنانچہ نواب صدیق حسن بھوپالی ترجمان الوهابيه کی ص:۲۱، پر تحریر فرماتے ہیں کہ اہل حدیث تیرہ سو برس سے چلے آرہے ہیں، ان میں سے کسی نے بھی کسی ملک میں اس جہاد اصطلاحی کا جھنڈا کھڑا نہیں کیا اور نہ ان میں کوئی بادشاہ و حاکم کسی ملک کا بنا، بلکہ سب کے سب تارک الدنیا تھے۔ (ترجمان الوهابيه: ۲۱) اس بیان سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱) اہل حدیث کا طائفہ تیرہ سو سال سے چلا آتا ہے۔

۲) اہل حدیث نے کبھی جہاد نہیں کیا۔

۳) اہل حدیثوں میں کبھی کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔

۴) اہل حدیث تیرہ سو برس سے نواب صاحب کے زمانے تک سب کے سب تارک الدنیا تھے، اہل حدیث اپنی تاریخ پر جتنا چاہیں فخر کریں، مگر کم از کم یہ مسلمانوں کی تاریخ نہیں ہے، صحابہ کرام اور تابعین، ائمہ دین، محدثین و مفسرین اور مجاہدین اسلام کی تاریخ نہیں ہے اور اللہ کی راہ میں سر کٹانے والوں کی

تاریخ نہیں، یہ تاریخ اہل حدیث (غیر مقلدین) کو مبارک ہو، مگر کوشش کرنے کے باوجود ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ اہل حدیث کے تیرہ سو سال سے چلے آنے کا کیا مطلب ہے؟ اگر مطلب یہ ہے کہ اُصحاب حدیث چونکہ تیرہ سو سال سے موجود ہے، لہٰذا اہل حدیث بھی تیرہ سو سال سے موجود ہیں، تو اہل قرآن بھی اسی دلیل سے کہہ سکتے ہیں کہ اہل قرآن کا فرقہ تیرہ سو سال سے چلا آرہا ہے اس لیے کہ قرآن تیرہ سو سال سے موجود ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان بے چاروں کو کہیں کسی کتاب میں اُصحاب الحدیث یا محدث کا لفظ مل گیا تو خوش ہو گئے اور جھٹ سے اپنا مسلکی سلسلہ نسب جوڑ دیا، ہم چونکہ اس مختصر رسالہ میں بات طویل نہیں کرنا چاہتے، اس لیے ہم خود انھیں کے اکابر کے کلام سے یہ بات ثابت کریں گے کہ اس فرقہ کا وجود ڈیڑھ سو سال سے قبل کہیں نظر نہیں آتا، فرقہ غیر مقلدین کی ولادت کا پس منظر معلوم کرکے آپ کو حیرت ہوگی کہ شیعوں اور غیر مقلدین کے پس منظر میں کس قدر یکسانیت و اتحاد ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ شیعہ فرقہ صیہونیت اور استعماریت کے ناجائز ملاپ کا نتیجہ اور پیدا کردہ ہے اور فرقہ غیر مقلدین ان کا پروردہ ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۵، ۶)

اس دیوبندیہ تحریر پر ہمارا تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کی اصل جڑ اور بنیاد ابلیس لعین جیسا رائے پرست اور اس کے اعوان و انصار ہیں، حضرت آدم علیہ السلام سے کہیں پیشتر ہو چکا تھا، مگر ان کی شیطنت کا ظہور اس وقت ہوا جب تمام اہل حدیث کو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سجدہ تعظیمی کا حکم دیا۔ جیسا کہ یہ بات بہت مشہور معروف ہے، نیز ہم کہتے ہیں کہ نواب سید صدیق حسن قنوجی بھوپالی کی کتاب ''ترجمان الوهابيه'' ۱۳۰۰ ہجری میں پہلی بار چھپی۔ اور ہجرت کے بعد ہی ہمارے رسول نے افتراق امت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تہتر فرقوں میں سے جو فرقہ جنتی اور ناجیہ ہوگا، وہ ''ما أنا عليه و أصحابي'' اور ''لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق'' کا مصداق ہوگا اور ان دونوں فرامین نبویہ کا مصداق اسی زمانہ سے کتاب مذکور لکھی جانے تک محدثین کرام ''اہل حدیث'' ہی کو بتلاتے چلے آرہے ہیں اور حقیقت امر یہ ہے کہ مذہب اہل حدیث اور پیروان مذہب اہل حدیث انسانوں کے مورث اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے آج تک موجود ہیں اور ان شاء اللہ تاقیامت موجود رہیں گے جیسا کہ ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں مفصل و مدلل طور پر مذکور ہے، ہمارے آخری رسول ﷺ کے اس فرمان مبارک کا اعتبار کرتے ہوئے نواب صاحب قنوجی بھوپالی نے بجا طور پر کہا کہ اہل حدیث تیرہ سو سال سے موجود ہیں اور اہل قرآن سے مراد اکثر وہی لوگ ہیں جن کو اسلاف کرام نے مراد لیا ہے تو ان میں اور اہل حدیث میں کوئی حقیقی و معنوی فرق نہیں یہ حقیقت میں ایک ہی فرقہ کے دو نام ہیں بلکہ اہل حدیث کے بہت سارے نام زمانہ

اسلاف سے پائے جارہے ہیں، اس لیے اس معنی والے اہل قرآن في الواقع ترجمان وہابیہ لکھے جانے کے زمانہ میں تیرہ سو سال سے پائے جاتے ہیں۔

لیکن اہل قرآن سے اگر منکرین حدیث مراد ہوں تو وہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کی ولادت بھی دیوبندیہ کی ولادت سے قریب ہی ہوئی ہے۔ اگر دیوبندیہ حقائق کو تسلیم نہ کریں تو یہ ان کی پیدائش ہی کے زمانہ سے عادت مستمرہ چلی آرہی ہے، اور اس میں شک نہیں کہ دیوبندیہ والا اصطلاحی جہاد تولید دیوبندیہ سے پہلے اسلامی جہاد ہرگز نہیں کہلاتا تھا، ویسے اسلامی جہاد ہمارے رسول ﷺ سے پہلے انبیائے سابقین کی قیادت میں جاری رہا ہے اور اسلامی جہاد ہمارے رسول اور آپ ﷺ کے صحابہ و تابعین و بعد والے حق پرست بندگان خدا کا شیوہ و شعار رہا ہے۔ اسی طرح دیوبندیہ کے اصطلاحی حاکم و بادشاہ بھی دیوبندیہ کے زمانے سے ہونے لگے، یا جن عناصر سے دیوبندیہ کی تولید ہوئی ان کی کرم فرمائی سے یہ اصطلاحی بادشاہ و حکام ظہور پذیر ہوئے ہر رسول اور ان کے متبعین کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور رہا کرتی تھی، اسی طرح اسلامی حکومت کی باگ دوڑ ہمارے نبی خاتم علیہ السلام کے ہاتھ میں رہی اور آپ ﷺ کے بعد دیگرے خلفائے راشدین کے ہاتھوں رہی، خلفائے راشدین کے علاوہ جن کے ہاتھ حکومت کی باگ دوڑ رہی، وہ دیوبندیہ کی اصطلاح والے بادشاہ نہیں تھے، بلکہ انھیں امیر المومنین یا اسی طرح کے ناموں سے موسوم کیا جاتا رہا۔

حضرت حسن بن علی بن ابی طالب یعنی پانچویں خلیفہ راشد نے زمام حکومت امیر معاویہ کے حوالے کی تھی اور خلیفہ راشد کا جو قول وعمل خلاف نصوص نہ ہو وہ منصوص طور پر صحیح اقدام ہے، اس لیے امیر معاویہ شرعی اعتبار سے اہل حدیث بادشاہ تھے، کسی بھی صحابی کو تقلید پرست کہنا دیوبندیہ کی افتراء پردازی ہے، امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنانے میں اجتہادی غلطی کی اور اس بات پر تمام صحیح العقیدہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ غیر نبی سے اجتہادی غلطی ہوسکتی ہے، مگر صحابیت کے منصب پر فائز جن امیر معاویہ کو خود پانچویں خلیفہ راشد حضرت حسن بن علی نے امیر المومنین بنایا، ان کی کسی اجتہادی غلطی پر ہم مواخذہ نہیں کر سکتے، کیونکہ اسے صحابی کی اجتہادی غلطی کے معاف ہونے اور اس پر ایک اجر ہے کی شہادت ہمارے رسول ﷺ نے دی ہے، یزید بن معاویہ کی خلافت بمعنی ملوکیت مجموعی اعتبار سے صحیح تھی۔

البتہ اس نے جو غلط کاریاں کیں وہ مذموم ہیں اور حسن بن علی کے بھائی حضرت حسین کو قتل کرنے کا حکم یزید نے نہیں دیا تھا، بلکہ اس کے بعد شر پسند امراء نے ایسا کیا تھا، یزید کے ہاتھ پر بیعت کے لیے حضرت حسین تیار تھے، بہر حال یزید بھی تقلید پرست نہیں، تھا اور نہ اس زمانے میں اہل اسلام تقلید پرستی سے واقف تھے، یزید کے بعد ہم حضرت عبد اللہ بن زبیر کو خلیفہ راشد مانتے ہیں پھر حضرت عمر بن عبد العزیز کو۔ جو بادشاہ تقلید پرست ہوئے

وہ از روئے حقیقت اہل حدیثوں کے بادشاہ و حکام نہیں تھے، انھیں مجازی طور پر ہی بادشاہ یا حکام کہا گیا، جس طرح انگریزوں اور مشرکوں کو مجبوراً حکمراں مانا جاتا ہے، درحقیقت امر یہ ہے کہ علمائے اہل حدیث نے دیوبندیوں کے مصطلح بادشاہوں سے کوئی سروکار نہیں رکھا، صرف اضطراری صورت کے، جیسا کہ بابری مسجد اور اس جیسے مسائل میں اضطراری طور پر اہل حدیث غیر مسلم حکمرانوں تک سے تعلق رکھنے پر مجبور ہیں اور ان سے بابری مسجد کی بازیابی اور دوسرے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں، کیا دیوبندیہ بتلا سکتے ہیں کہ تقلید پرست خصوصاً حنفی تقلید پرست بادشاہ و امراء و وزراء حکام کب سے پائے جانے لگے ہیں؟ بہرحال اس میں شک نہیں کہ ائمہ اہل حدیث شاہی درباروں سے دور ہی رہتے تھے، کسی اضطراری صورت میں شاہی درباروں سے تعلق رکھتے تھے، اس اعتبار سے وہ تارک الدنیا ہی تھے کہ شاہی درباروں سے مراسم رکھے بغیر اپنے طور پر دینی یا دنیاوی خدمات انجام دیتے رہتے۔

امام ابوحنیفہ کی طرح اہل حدیث نے حکومت وقت کے خلاف پورے تسلسل سے بغاوت و خانہ جنگی کی تحریک نہیں چلائی، ان کے طرز عمل کو دیکھتے ہوئے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اگر وہ دورِ عثمان غنی و علی مرتضی میں ہوتے تو ان کے خلاف زور آزمائی کا طریقہ ہی اختیار کرتے، آخر اپنی اسی عادت کی بدولت وہ جبراً زہر خورانی کے ذریعہ ہلاک کیے گئے۔

دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ

> ''شیعہ صیہونیت و استعماریت کے ناجائز ملاپ کا پیدا کردہ فرقہ ہے اور فرقہ غیر مقلدین بمعنی اہل حدیث ان کا پروردہ ہے''

بالکل دیوبندیہ کا خالص جھوٹ ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دیوبندیہ استعماریت کے پیدا کردہ بھی ہیں اور پروردہ بھی جیسا کہ ہماری کتابوں سے ظاہر ہے۔

دیوبندیہ مشرکین مکہ کے نقش قدم پر:

دربارِ نبوی سے فرقہ ناجیہ اور ''ما أنا علیه و أصحابي'' اور '' لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق'' کا خطاب پانے والے اہل حدیث کو رائے پرست واکاذیب پرست دیوبندیہ اور ان کے حلیفوں کا ''غیر مقلدین'' کہنا کفار و مشرکین عرب خصوصاً کفار و مشرکین مکہ مکرمہ کی تقلید ہے، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ تقلید ابی حنیفہ کے مدعی دیوبندیہ اور ان کے حلفاء مقلدین مشرکین و کفار کیوں بنے ہوئے ہیں، جو ہمارے نبی و رسول محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے أصحاب و انصار و اعوان کو ''صابئین'' کہنے کا شیوہ و شعار رکھتے ہیں، صابئین کا مذہب نمارده و فراعنہ و بخت نصر و آل بخت نصر کا مذہب تھا، آخر نمارده اور فراعنہ و بخت نصر و آل بخت نصر کے مذہب صابئیت میں دیوبندیہ کی اس قدر دلچسپی کا راز کیا ہے؟ یہ بات تو صحیح ہے کہ ہمارے رسول ﷺ کی پیش

گوئی ہے کہ مسلمان اقوام باطلہ کے مقلد بن جائیں گی، مگر دیگر اقوام باطلہ کو چھوڑ کر ابوجہل و ابولہب کے گروہ کی تقلید کو دیوبندیہ نے کس وجہ وسبب سے اختیار کیا ہے؟

دیوبندیہ کے پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کی تشریح تو یہ ہے کہ باطل پرست فرقوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو ازراہ تنابز بالالقاب خراب ناموں سے موسوم کرتے ہیں، مگر شیخ جیلانی نے ان خراب ناموں میں سے ''غیر مقلدین'' و ''لامذھبیہ'' کے نام نہیں لیے تھے، یہ نام چودھویں صدی میں انگریزوں کے ذریعہ ولادت پذیر ہونے والے دیوبندیہ نے اہل حدیث کے لیے ایجاد کیے اور دیوبندیہ نے یہ ایجاد ابوجہل و ابولہب کی تقلید میں کی ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ امام ابوحنیفہ کی تقلید ہرگز نہیں، کیونکہ امام ابوحنیفہ تقلید پرست نہیں تھے، بلکہ اس سے سخت ممانعت کرتے تھے، انھوں نے اپنا نام ''غیر مقلدین'' نہیں تجویز کیا تھا، پھر تقلید کی پرستش کرنے والے دیوبندیہ پرستاران تقلید کیوں ہیں؟ اور اس معاملہ میں امام ابوحنیفہ کے طریق عمل عدم تقلید اختیار کرنے والوں کو دیوبندیہ ''غیر مقلدین'' کفار و مشرکین مکہ کہہ رہے ہیں افسوس کے مدعی اسلام ہو کر بدعات پرست اسلام کی طرف منسوب فرقوں میں سے کسی کی طرف منسوب کرنے کے بجائے ان دیوبندیہ کو کفار مکہ کی تقلید اس قدر کیوں پسند آ گئی؟ کیا کتاب و سنت بلکہ چودھویں ہجری سے قبل دیوبندیہ کا نام اسلامی تاریخ میں پایا جاتا ہے اور چوتھی صدی ہجری سے پہلے بھی تقلید پرست کسی نام سے موسوم کیے جاتے تھے؟

ہندوستان پر غیر مسلم عناصر کا تسلط محسوس ہوتے ہی اہل حدیث نے علم جہاد بلند کردیا:

تقلید پرست ہندوستانی حکمراں محمد اورنگ زیب کی وفات کے بعد ہی تقلید پرست مسلم بادشاہت زوال پذیر ہونے لگی تھی اور ہندوستان پر غیر مسلم عناصر کا غلبہ شروع ہو گیا تھا، اس صورتِ حال کا احساس و ادراک اس دور کے سربراہان اہل حدیث خصوصاً شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو ہو گیا اور انھوں نے ہندوستان پر غیر مسلم عناصر کے غلبہ و تسلط کو ختم کرنے کی تدابیر پر غور و فکر کر کے ایک طرف مسلمانوں کو غلط نظریات ترک کر کے مذہب اہل حدیث کے پرچم کے نیچے متحد کرنے کے لیے سوز و گداز و ہمدردی سے بھرپور بہت ساری کتابیں لکھیں اور تقلید پرست غلط بادشاہوں کی اصلاح کی بھی کوشش کی اور ہندوستان کے علاوہ دوسری طاقتور مسلم حکومتوں کو ہندوستان کی بگڑتی صورتِ حال سے مطلع کرتے ہوئے موثر و زوردار طریق پر غیر مسلم عناصر کی متحد ہوتی ہوئی طاقتوں کو ختم کرنے اور بگڑے ہوئے ہندوستانی مسلم حکام و بادشاہوں کی اصلاح کرنے کی طرف متوجہ بھی کیا، اور اس کا بڑی حد تک اثر بھی ہوا، لیکن ہندوستانی مسلم حکام و حکمراں اس قدر بگڑ چکے تھے کہ بیرون اسلامی ممالک کی مدد بھی کوئی خاص کامیابی نہ دلا سکی اور نہ وہ عناصر ہی کتب شاہ ولی اللہی سے عبرت پذیر ہو کر پرچم اہل حدیث کے تحت متحد و متفق ہو کر غیر مسلم عناصر کا کامیاب مقابلہ کرنے پر تیار ہوئے، جن کی کوکھ سے چودھویں صدی ہجری میں دیوبندیہ

بذریعہ انگریزی سامراج تولد پذیر ہوئے، یہ موضوع بذات خود ضخیم جلدوں پر مشتمل کتابیں لکھنے کا متقاضی ہے، اگر صحت و زندگی اور وسائل و مواقع نے ساتھ دیا، تو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کتابیں لکھیں گے۔

پھر شاہ ولی اللہ کے چاروں لڑکوں نے بھی یہ کام جاری رکھا اور ان چاروں میں سے شاہ عبد العزیز کے شاگرد و تربیت یافتہ شاہ اسماعیل شہید و سید احمد شہید بریلوی و شیخ عبد الحی بڈھیانوی اور ان کے رفقاء نے ہندوستان میں غیر مسلم تسلط و مسلمانوں کی بے راہ روی کا بخوبی جائزہ لے کر پورے ملک کا دورہ کیا، پھر حج بیت اللہ کے لیے گئے اور وہاں سے آنے کے بعد انگریزی سامراج اور ان کے معاونین ہندوستانی لوگوں خصوصاً سکھوں سے مسلح زور آزمائی و جہاد کا بہت بڑا منصوبہ تیار کیا اور ہندوستان کی مغربی سرحد پر جا کر افغانوں سے روابط قائم کیے، جہاں پر مسلم حکومت قائم تھی، پھر باقاعدہ جہاد کا سلسلہ جاری کر دیا اور خلافت علی منہاج النبوۃ کی بنیاد ڈال دی، اور پورے ہندوستان میں اصلاح و تبلیغ اور جہاد کے لیے افراد و اموال کی فراہمی کے لیے مبلغین و مصلحین کا نہایت منظم مگر خفیہ سلسلہ پھیلا دیا، اور جہاد کا یہ سلسلہ جاری رہا، مگر تقلید پرستوں کی فتنہ سامانی اور سازش کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ اسماعیل شہید و سید احمد شہید رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء و معاونین شہید کر دیے گئے، اس وقت فرقہ دیوبندیہ کا نام و نشان بھی روئے زمین پر نہیں پایا جاتا تھا۔ شہادت سید احمد شہید و شاہ اسماعیل شہید اور ان کے اعوان و انصار کے ختم ہو جانے پر تقلید پرست عناصر اور ان کے موافق غیر مسلم عناصر یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ تحریک جہاد ختم ہوگئی، مگر اس تحریک کے معاونین میں سے علماء اہل حدیث صادق پور پٹنہ نے اسے زندہ رکھا اور آخر انگریزوں کو ہندوستان سے نکال باہر کیا، مگر انگریزوں کے آلہ کار دیوبندیہ اس وقت تک پیدا ہو کر اپنے عروج کو پہنچ رہے تھے، انھیں دیوبندیہ نے داخلی غیر مسلم عناصر جو مسلمانوں کے لیے بہت مضر تھے اور آئے دن مضر سے بھی زیادہ مضر ہوتے جا رہے ہیں سے اہل اسلام کے تحفظ کا کوئی بندوبست نہیں ہونے دیا۔

۱۸۵۷ء میں انگریزوں کی چیرہ دستیوں سے ہندوستانی مسلم و غیر مسلم کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور لوگوں میں انگریزوں کے خلاف مسلح جنگ آزمائی کے ذریعہ ان کو ملک بدر کرنے یا انھیں مفلوج و بے اثر کرنے کا جذبہ قویہ پیدا ہوا، اس مسلح تصادم میں بھی اہل حدیث ہی پیش پیش رہے، مگر انھوں نے اطمینان کر لیا کہ کوئی حرکت انگریزوں کے خلاف غیر شرعی نہ ہونے پائے، اس اطمینان کو حاصل کرنے کے بعد ہی اس تحریک جہاد میں اہل حدیث بڑھ چڑھ کر حصہ لینے پر آمادہ ہوئے۔ دیوبندیہ یا تو واقعی بقول اپنے امام طحاوی بالکل غبی و بلید ہونے کے سبب تاریخ سے نادان ہیں یا پھر فطرت کے مطابق متجاہل و متغافل ہیں کہ ان حقائق کا اعتراف نہیں کرتے۔

اہل حدیث کی تمام تر وفاداری شرائع اسلامی سے مربوط ہے، لہٰذا اسلامی شرائع کے مخالفین انگریزی سامراج ہو یا کوئی بھی قوت و طاقت ہو، اس کے خلاف اسلام کی موافقت دراصل نہ بے وفائی ہے نہ عہد شکنی، اسی بنیاد پر

بطور توریہ امام اہل حدیث نواب سید صدیق حسن قنوجی بھوپالی نے بقول دیوبندیہ یہ بات کہی، جو مندرجہ ذیل عنوان کے تحت دیوبندیہ نے لکھی۔

نواب صاحب بھوپالی کا اعتراف:

اپنے قائم کردہ اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے کہا کہ نواب صاحب بھوپالی امام غیر مقلدین نے کہا:

''کسی نے نہ سنا ہوگا یا آج تک کوئی موحد یعنی مصطلح دیوبندیہ غیر مقلد اور دراصل اہل حدیث متبع حدیث و سنت و قرآن پر چلنے والا بے وفائی اور اقرار توڑنے کا مرتکب ہوا ہو، جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے، وہ سب کے سب مقلدین مذہب حنفی تھے۔'' (ترجمان الوھابیہ، ص: ۲۵)

ہم کہتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں یا اس سے پہلے اور بعد میں اہل حدیث کی طرف سے غیر مسلم عناصر خصوصاً انگریزی سامراج سے حصول نجات کے لیے جو بھی کارروائی ہوئی، وہ اسلامی اصول شریعت کی وفاداری میں ہوئی، اس کو کسی بھی غیر مسلم کے خلاف بے وفائی و عہد شکنی سے تعبیر کیا ہی نہیں جا سکتا، کیونکہ غیر مسلم عناصر کے پنجۂ استبداد میں پھنسے رہنے کے لیے اہل حدیث نے کبھی وفاداری کا عہد کیا ہی نہیں تھا، پھر ان کے پنجۂ استبداد سے چھوٹنے کی جدو جہد کو اسلام کے ساتھ وفاداری ہی وفاداری ہے، اسے حکومت انگلشیہ سے برسر عناد کا نام درحقیقت دیا ہی نہیں جا سکتا،اس قسم کا کام یوبندیہ ہی کا شیوہ و شعار ہے کہ جن عناصر سے دیوبندیہ کی تولید ہوئی انھیں عناصر کی ساز و باز سے سید احمد شہید و اسماعیل شہید کی سرکردگی میں اہل حدیث کی تحریک جہاد اگرچہ وقتی طور پر بظاہرنا کام نظر آنے لگی تھی، لیکن اسے علماء اہل حدیث نے زندہ رکھا تھا اور اس میں شک نہیں کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اہل حدیث لاکھوں کروڑوں ائمہ اسلاف کو چھوڑ کر صرف چار تقلیدی اماموں میں سے کسی نہ کسی میں دین کو مقید مان کر اس کی تقلید کو فرض قرار دے لیں، لہٰذا نواب صاحب بھوپالی کا یہ فرمان بجا ہے کہ اہل حدیث اپنے دین میں وہی آزادی برتتے ہیں، جس کا اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا، خصوصاً دربار دہلی میں جو سب درباروں کا سردار ہے۔(زیر نظر دیوبندی، کتاب،ص:۶، ۷، بحوالہ ترجمان الوھابیہ،ص: ۲۵، ۳۲)

ایک ہی جملہ و بات کا معنی و مطلب دیوبندیہ اور ان کے اولیاءِ نعمت انگریز و غیر انگریز کی نظر میں کچھ ہوتا ہے اور اسی کا مطلب اہل حدیث کی نظر میں کچھ اور ہوتا ہے اور دربار دہلی سے نواب صدیق حسن کی مراد شاہ ولی اللہی مذہب ہے، جس کا مرکز دہلی تھا اور اس کا مطلب دیوبندیہ انگریز و غیر انگریز کی دہلی میں قائم انگریزی حکومت کو سمجھتے ہیں، یہ دیوبندیہ و اہل حدیث کے نقطہ نظر کا فرق ہے۔

مولوی نذیر حسین کے لیے انگریزی کمشنر کی چھٹی:

۱۸۵۷ء کے غدر کے موقع پر انگریزوں کی ایک گھائل خاتون کے ساتھ شیخ الکل سید نذیر حسین کی اسلامی وانسانی ہمدردی کو انگریز نے اپنے ساتھ شیخ الکل کی ہمدردی ووفاداری سمجھا، بعد میں جب شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی نے سفر حج کا پروگرام بنایا، تو انھیں احساس ہوا کہ ہندوستان سے لے کر حجاز مقدس مدینہ منورہ مکہ مکرمہ میں انگریزوں کے آلہ کار دیو بندیہ چھائے ہوئے ہیں، جو ہماری اس اہم عبادت میں رخنہ اندازی کی ضرور کوشش کریں گے، ساتھ ہی ساتھ شیخ الکل کو یہ بھی احساس تھا کہ غدر میں انگریزی خاتون کے ساتھ اسلامی و انسانی ہمدردی کو انگریزی حکومت اپنے ساتھ وفداری سمجھتی ہے، اس لیے حفظ ما تقدم کے لیے شیخ الکل نے انگریز کمشنر دہلی سے اس مضمون کا خط حاصل کیا کہ ان کی عبادت میں کسی قسم کی خلل اندازی کی کوشش کو دور کرنا انگریزی حکام کا فریضہ ہے۔(ترجمان وهابيه، ص:۸۳) اسی خط کو دیو بندیہ انگریزی سامراج کے ساتھ اہل حدیث کی وفاداری سے تعبیر کرتے ہیں۔(المآثر شمارہ:۱۹۹۶ء بحوالہ غیر مقلدین کی ڈائری، زیر نظر دیو بندی کتاب، ص۷)

نومولود طائفہ غیر مقلدین کی عمر ڈیڑھ سو سال سے زیادہ نہیں:

اپنے اس عنوان کے تحت دیو بندیہ نے بزعم خویش یہ ثابت کیا کہ ان کے مصطلح غیر مقلدین کو پیدا ہوئے ڈیڑھ سو سال سے زیادہ نہیں ہوئے۔(زیر نظر دیو بندی کتاب، ص:۷،۸)

اس کا مطلب دعوی دیو بندیہ کے مطابق یہ ہوا کہ ان کے مصطلح غیر مقلدین اہل حدیث ۱۸۵۱ء میں وجود پذیر ہوئے، ہم نے اس دیو بندی جھوٹ وتلبیس کی پردہ دری اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں اور ''جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات'' کے پہلے ایڈیشن کے مقدمہ میں کردی تھی کہ جماعت اہل حدیث عہد صحابہ میں پائے جاتے تھے اور آج تک پائے جارہے ہیں، پھر ''جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات'' کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا، تو میرا مقدمہ کسی کرم فرما بزرگ نے اپنے نام سے منسوب کرلیا، بہرحال ان دونوں کتابوں نیز اپنی غیر مطبوع کتاب ''تاریخ اہل حدیث ہند'' میں ہم نے واضح طور پر لکھا ہے کہ عہد نبوی ہی سے ہمارے ملک ہندوستان میں آج تک اہل حدیث پائے جاتے رہے ہیں اور چوتھی صدی ہجری بلکہ اس کے بعد بھی ہندوستان پر اہل حدیث حکومت قائم تھی، معلوم نہیں کن اسباب کے تحت ایک عرصہ سے میری کتابیں جامعہ سلفیہ بنارس کا شعبہ طباعت طبع کرنے سے کتراتا ہے، جب کہ دوسری کتابیں دھڑا دھڑ شائع ہورہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری تمام غیر مطبوع کتابوں کی طباعت کا اطمینان بخش انتظام کرائے۔ آمین یا رب العالمین برحمتك يا أرحم الراحمين!

ناموں کے انتخاب کا اضطراب ان کے اندرونی اضطراب کا پتہ دیتا ہے:

اپنے عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے یہ ظاہر کیا کہ مذہب اہل حدیث کے متعدد نام اہل حدیث کے رکھے ہوئے ہیں اور یہ تعداد اضطراب کا مظہر ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ۸ تا ۱۰)

حالانکہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی تعداد ہی ننادوے ہے اور دوسرے بھی بے شمار ہیں، اسی طرح ہمارے نبی خاتم ﷺ کے بہت سارے نام ہیں اور مذہب اسلام کے بہت سارے نام نصوص کتاب وسنت میں موجود ہیں، اس لیے ہمارے دین کے متعدد نام مذہب اہل حدیث کی عظمت کی دلیل ہیں، اس معاملہ کو دیوبندیہ نہ سمجھ پائیں، تو بہت سارے حقائق کے ادراک واحساس سے دیوبندیہ محروم ہیں۔

دیوبندیہ نے اپنے اس عنوان کے تحت حسب عادت جو یہ ہذیان سرائی کی ہے:

سب سے پہلے ان علم برادران لا مذہبیت نے خود کو موحد کہنا اور لکھنا شروع کیا، گویا اور لوگ موحد نہ تھے، یہی نام ایک مدت تک باقی رہا، پھر خدا جانے کس مصلحت کے پیش نظر اس نام کو خیر باد کہہ کے محمدی نام رکھ لیا...... إلى آخرہ۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۸ تا ۱۰)

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ اگر اپنے کو اس بیان میں سچا سمجھتے ہیں، تو ترتیب وار ان ناموں میں اہل حدیث کے ردّ و بدل کو دلائل سے ثابت کریں، ہمارا دعویٰ ہے کہ دیوبندیہ تا قیامت اس کا کوئی معقول و مدلل جواب نہ دے سکیں گے۔

غیر مقلدوں کے اہل حدیث بننے کی تاریخی شہادت:

دیوبندیہ نے اس عنوان کے تحت اپنی شرانگیزی کا خوب مظاہرہ کیا اور جو بات یہ بار بار دہراتے ہیں کہ غیر مقلدین ڈیڑھ سو سال پہلے انگریزوں کی بدولت پیدا ہوئے اسی کو طول بیان کے ساتھ یہاں بھی بیان کیا۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۰ تا ۱۲)

دیوبندیہ کی اس شرانگیز افتراء پردازی کی وضاحت ہم مقدمہ ''جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات'' اور ''ضمیر کا بحران'' اور ''تاریخ اہل حدیث ہند'' نیز اس دیوبندی پیکٹ کی بعض کتابوں کے ردّ میں کر چکے ہیں، اس کے باوجود دیوبندیہ اپنی عادت اکاذیب پرستی پر قائم رہیں، تو اس دور پرفتن میں کیا کیا جا سکتا ہے؟

اکاذیب پرست دیوبندیہ نے اپنے اس عنوان کے پہلے والے عنوان کے تحت جو یہ دعویٰ کیا کہ:

''سب سے پہلے لا مذہبیت کے ان علم برداروں نے خود کو مؤحد کہنا اور لکھنا شروع کیا، گویا اور لوگ مؤحد نہ تھے، یہی نام ایک مدت تک باقی رہا، پھر خدا جانے کس مصلحت کے پیش نظر اس نام کو خیر باد کہہ کر محمدی نام رکھ لیا......الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۸ تا ۱۰)

اپنے اس مکذوبہ و مردودہ دعوی کا سچ ہونا ثابت کرے کہ اہل حدیث اپنے مذہب کا نام ''لا مذہبیت و موحدیت و محمدیت'' ترتیب وار بدلتے رہے ہیں، پھر عنوان مذکور کے تحت لکھی ہوئی باتوں کو دلائل معتبرہ سے ثابت کریں، یہ مریدوں اور معتقدوں کا جم گھٹا نہیں بلکہ علمی و تحقیقی میدان ہے، اس میں استعمال اکاذیب سے خطرہ ہے کہ دیوبندیہ جہنم رسید ہوں گے۔ جن عناصر سے دیوبندیہ اور بریلوی پیدا ہوئے انھوں نے اپنی ولی نعمت انگریز کے اشارہ پر ہندوستان سے انگریزی سامراج ختم کرنے کی جدوجہد کرنے والے جاں باز اہل حدیث کو وہابی ہونے کا پروپیگنڈہ کیا، اہل حدیث اس زمانہ کے سربراہوں میں سے مولانا حسین بٹالوی نے انگریز حکومت سے رابطہ قائم کرکے کہا کہ دیوبندیہ و بریلویہ اور اس طرح کے دین وایمان فروش جن عناصر سے پیدا ہوئے، ان عناصر نے ایام قدیمہ سے چلے آرہے اہل حدیث کو محض جھوٹ کے زور پر جو وہابی ہونے کا پروپیگنڈہ کر رکھا ہے، وہ نہایت جھوٹا پروپیگنڈہ ہے، لہٰذا اہل حدیث کو وہابی کہنے پر پورے ملک ہندوستان میں پابندی لگائی جائے، بہرحال کسی بھی وجہ سے انگریزی حکومت نے مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کی بات مان کر حکم جاری کیا کہ اہل حدیث کو وہابی کہنا چھوڑ کر ان کو قدیم نام اہل حدیث سے پکارا جائے، تفصیل ''ضمیر کا بحران'' میں دیکھیں۔

عقیدہ امامت میں شیعہ اور غیر مقلدین میں توافق و یکسانیت:

دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت دو ذیلی سرخیاں ''شیعوں کے نزدیک عقیدۂ امامت'' اور ''شیعہ کا مرکز محور عقیدہ امامت'' قائم کرکے کہا:

''پہلے ہم شیعوں کے عقیدۂ امامت کو بیان کرتے ہیں، اس کے بعد غیر مقلدین کے عقیدۂ امامت سے موازنہ کرکے یہ واضح کریں گے کہ دونوں فرقوں کے عقیدۂ امامت میں کس قدر ہم آہنگی ہے۔ شیعہ مذہب میں عقیدۂ امامت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، بقیہ تمام عقیدے اسی عقیدۂ امامت کی صیانت و حفاظت کے لیے تصنیف کیے گئے ہیں، اہل تشیع کے یہاں امامت کا عقیدہ توحید و رسالت کے عقیدہ پر فوقیت رکھتا ہے، عقیدۂ امامت عماد الدین (دین کا ستون) ہے، اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ نبی پر لازم ہے کہ امام کا تعین خود کرے، قوم کے حوالہ نہ کرے اور یہ کہ امام نبی کی طرح معصوم ہوتا ہے، شیعوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی امامت کی تصریح فرمائی تھی اور حضرت علی نے اپنے بیٹے حضرت حسن کی امامت اور حضرت حسن نے اپنے بھائی حضرت حسین کی امامت اور حضرت حسین نے اپنے بیٹے علی کی اور علی بن حسین نے اپنے ابو جعفر محمد کی اور محمد نے اپنے بیٹے جعفر کی امامت کی اور جعفر نے موسی کاظم کی اور موسیٰ کاظم نے اپنے بیٹے علی رضا کی امامت کی اور انھوں نے اپنے بیٹے محمد تقی کی امامت کی اور انھوں نے اپنے بیٹے حسن عسکری کی امامت کی اور انھوں نے اپنے بیٹے محمد بن حسن عسکری کی امامت

کی تصریح فرمائی۔ یہ کل بارہ امام ہیں، انھیں کی طرف شیعوں کا مشہور فرقہ امامیہ منسوب ہے جس کو اثناء عشریہ بھی کہتے ہیں۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۱۲، ۱۳، بحوالہ منهاج السنة: ۲/ ۱۰۲)

اکاذیب دیوبندیہ پر ہمارا تبصرہ: امام ابوحنیفہ کے معصوم ہونے کا دعویٰ دیوبندیہ

ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ نے اہل حدیث پر یہ خانہ ساز و خانہ زاد وافتراء پردازی کی ہے کہ شیعوں کی متابعت میں دیوبندیہ کے مصطلح غیر مقلدین نے اپنے عصمت ائمہ کا عقیدہ اختراع کیا ہے، جس کتاب منهاج السنه کے حوالے سے یہودی تحریف کے عادی دیوبندیہ نے اہل حدیث پر یہ بہتان تراشی کی ہے، اس کے مصنف شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ بذات خود بھی اہل حدیث تھے، وہ یہودی صفت دیوبندیہ کی طرح دیوبندیہ کے مصطلح غیر مقلدین پر شیعوں والے عقیدہ عصمتِ ائمہ کو کیوں تھوپنے لگے، یہ تو دیوبندیہ نے اپنی یہودی صفت چال بازی کا استعمال کر کے امام ابن تیمیہ کی عبارت کا زبردستی یہ معنی بتلا دیا کہ یہ بھی شیعوں والا عقیدہ عصمت ائمہ رکھتے ہیں، بلکہ کلام ابن تیمیہ کو اپنے مصطلح غیر مقلدین پر فٹ کرنا دیوبندیہ کی تحریف بازی و افتراء پردازی ہے، البتہ دیوبندیہ رافضی صفت ہیں کہ اپنے جس امام کی تقلید نصوص کتاب و سنت کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے اوپر فرض قرار دیے ہوئے ہیں، انھیں یہ دیوبندیہ معصوم کہتے ہیں، چنانچہ دیوبندیہ نے اپنی کتاب أنوار الباري اردو شرح صحيح البخاري کے مقدمہ میں لکھا ہے:

> ''جو شخص امام ابوحنیفہ کے بارے میں ایسی بات کہتا ہے کہ کسی ایک بھی مسئلہ میں ان سے غلطی ہو گئی ہے، وہ چوپایہ جانور بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ ہے اور جو یہ گمان کرے کہ امام ابوحنیفہ کی کوئی بات خلاف صواب ہے، وہ بدعتی ہے اور نئے دین کا ایجاد کرنے والا ہے۔(مقدمہ أنوارالباری تذکرہ مندل بن علی کوفی: ۱/ ۱۶۸، بحوالہ حدائق الحنفیه و مسند خوارزمی)

جس مسند خوارزمی کے حوالہ سے دیوبندیہ نے اپنی مندرجہ بالا بات لکھی ہے، اسے دیوبندیہ امام ابوحنیفہ کی تصنیف کہتے ہیں، جیسا کہ ان کی کتاب ''أنوار الباري'' کے مقدمہ میں بار بار اس کی صراحت کی گئی ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ کتب دیوبندیہ میں صراحت ہے کہ جو بات بھی امام ابوحنیفہ نے کہی ہے، وہ بات ان کے تمام تلامذہ نے بھی کہی ہے۔(ضمیر کا بحران،ص:۴۹، بحوالہ عین الهدایه: ۱/ ۹۲، ۹۳، و فتاوی عزیز، ص: ۱۰۷)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیوبندیہ اپنے تمام حنفی ائمہ کو معصوم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور رافضہ کا فرقہ امامیہ تو صرف اپنے بارہ ائمہ کو معصوم کہتا ہے اور دیوبندیہ کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں امام ہیں جنھیں دیوبندیہ معصوم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، دیوبندیہ کا دعویٰ ہے کہ مذہب حنفی کی تدوین امام ابوحنیفہ کی سرپرستی میں چالیس ائمہ احناف نے کی ہے، بلکہ ان چالیس ائمہ احناف کی معاونت کرنے والے بہت سارے سینکڑوں ہزاروں ائمہ احناف بھی

تھے، یہ بات دیوبندیہ نے اپنی مشہور کتاب ''أنوار الباري'' شرح ''صحیح البخاري'' کے مقدمہ میں تفصیل سے لکھی ہے اور ہم نے اس کا تحقیقی جائزہ چھ جلدوں میں لیا ہے، ان میں چار جلدیں مطبوع ہیں، پانچویں جلد کا مسودہ جامعہ سلفیہ بنارس کے شعبہ طباعت میں عرصہ سے رکھا ہوا ہے اور چھٹی جلد کی تصنیف میں جن مراجع کی ضرورت ہے ان میں سے تو ۹۰ فیصد مراجع میرے پاس نہیں، نہ میری وہاں تک رسائی ہے، اللہ تعالیٰ اس کا کوئی انتظام کرے۔ آمین۔

فرقہ دیوبندیہ کو سلفی چیلنج:

فرقہ دیوبندیہ کے علماء کہے جانے والے لاکھوں افراد دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، پورے دیوبندیہ کو ہمارا چیلنج ہے کہ اہل حدیث کی کسی قدیم یا جدید کتاب میں دکھا دے کہ مذہب اہل حدیث شیعوں اور رافضیوں والے بارہ ائمہ کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور روافض کے ایک سے زیادہ فرقے تو ائمہ معصومین سے دنیا کا کوئی لمحہ خالی نہیں مانتے، اس اعتبار سے روافض کے ان فرقوں کا عقیدہ بھی دیوبندیہ کے اس عقیدہ کے عین مطابق ہے کہ ''ائمہ معصومین کی تعداد سینکڑوں سے بھی زیادہ ہزاروں لاکھوں ہے۔''

دیوبندیہ کے ائمہ معصومین والے عقیدہ کے خلاف اہل حدیث کا یہ عقیدہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی معصوم نہیں:

ائمہ اہل حدیث کے سرکردہ امام نواب وحید الزماں فرماتے ہیں:

"فصل ۔ نحن لا نقول إن الصحابة بل يجوز صدور الذنوب منهم و لكن من حيث أنهم نصروا الله و رسوله و بذلوا أنفسهم و أموالهم لإعلاء كلمة الله و محاماة رسوله ﷺ فنرجوا بهم المغفرة و لو صدر منهم الذنب والخطاء الاجتهادي ليس بذنب بل يرجى لصاحبه الأجر بنص الحديث بالجملة هم خير الخلائق بعد الأنبياء و سلالة الأولياء والأصفياء ثم بعد هم التابعون بإحسان من أهل البيت ثم التابعون مين غيرهم الخ"

یعنی ہم اہل حدیث لوگ یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم ہیں، بلکہ ان سے گناہوں کا صدور ممکن ہے، لیکن چونکہ انھوں نے اعلاء کلمۃ اللہ اور حمایت نبوی میں اپنی جانیں اور اموال قربان کر دیے، لہٰذا ہم انھیں مغفرت یافتہ سمجھتے ہیں، خواہ ان سے گناہ بھی سرزد ہو جائے، اور اجتہادی خطا سرے سے گناہ ہی نہیں، بلکہ نص حدیث نبوی سے اجتہادی خطا سرزد ہونے پر ایک اجر اور خطاء نہ کرنے پر دو اجر ملتے ہیں۔ الحاصل صحابہ کرام انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد تمام مخلوقات میں سب سے بہتر ہیں، اور صحابہ اولیاء

اللہ د برگزیدہ بندے ہیں اور صحابہ کے بعد اہل بیت نبوی میں سے وہ تابعین ہیں، جو صحابہ کرام کے اچھے طریق پر چلنے والے ہیں، پھر غیر اہل بیت نبوی والے تابعین کرام ہیں...... الخ(هدية المهدي ،ص:١٠٤)

ناظرین کرام! دیکھ رہے ہیں کہ اس اہل حدیث امام کی عبارت میں صراحت ہے کہ اپنے تمام تر فضائل کے باوصف صحابہ کرام غیر معصوم ہیں اور ان کے بعد اہل بیت نبوی کے پاکباز تابعین ہیں، جو صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں، پھر اہل بیت نبوی کے علاوہ تابعین کیونکہ معصوم ہو سکتے ہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ نے اہل حدیث پر بہت بڑا خانہ ساز اتہام و بہتان و افتراء کیا ہے کہ اہل حدیث ائمہ اہل بیت نبوی کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں،شیعوں میں اور اہل حدیث میں اتنا بھاری تفاوت وفرق ہونے کے باوجود دروغ بافی و افتراء پردازی کے عادی دیوبندیہ کا یہ دعوی کہ مسائل و عقائد میں دیوبندیہ کے مصطلح غیر مقلدین یعنی اہلحدیث اور شیعہ مذہب میں توافق ہے، افتراء پردازی اور یہود والی فتنہ سامانی کے علاوہ اور کیا ہے؟ حالانکہ اہل حدیث کے یہی امام وحید الزماں نے لکھا ہے:

"أهل الحديث يتبرؤن من دأب الروافض الذين يبغضون الصحابة ويسبونهم"

یعنی اہل حدیث روافض وشیعہ کے اس طور وطریق سے اپنی براءت ظاہر کرتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام سے بغض رکھتے اور انھیں نشانہ سب وشتم بناتے ہیں۔(هدية المهدي:١/٢٤،٤٥)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو مطعون کرنے کے معاملہ میں اہل حدیث واہل تشیع میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ شیعہ صرف چند صحابہ کو چھوڑ کر تمام صحابہ کرام کو مرتد بناتے اور انھیں مطعون اور ان پر سب وشتم کرتے ہیں۔اس تفصیل سے دیوبندیہ کا کذاب وافتراء پرداز ہونا بہت ظاہر ہے۔

پھر یہ بھی دیکھیے کہ اہل حدیث امام کی اس عبارت میں صراحت ہے کہ تمام صحابہ کرام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ساری مخلوقات میں افضل و بہتر ہیں، ان سے بھی گناہ صادر ہو جائیں تو بھی وہ مغفرت یافتہ ہیں اور اجتہادی غلطی ان سے صادر ہو تو وہ سرے سے غلطی ہی نہیں، بلکہ ان کی غلطی کالعدم ہوگی اور انھیں ایک اجر بھی ملے گا،لیکن دیوبندیہ خصوصاً اس کا پیدا کردہ ابوبکر غازی پوری والا دم چھلا اس غوغا آرائی و افتراء پردازی میں مصروف ہے کہ اہل حدیث صحابہ کرام کی عزت وتکریم نہیں کرتے، بلکہ ان کی توہین کرتے ہیں!!

دیوبندیہ کی تکذیب مزید:

اہل حدیث امام نواب وحید الزماں مزید فرماتے ہیں:

"من السنة تولي أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم و حبهم و ذكر محاسنهم

و الترحم عليهم والاستغفار لهم و كف اللسان عن مساويهم و ما شجر بينهم و اعتقاد فضلهم و معرفة سابقتهم في الإسلام والاعتراف بحقوقهم والتشكر لمساعيهم في الدين...... الخ"

یعنی ہم اہل حدیث کے نزدیک صحابہ کرام سے عقیدت ومحبت رکھنا اسلامی دستور میں داخل ہے اور ان کے محاسن کا ذکر اور ان پر دعائے رحمت اور ان کے لیے استغفار اور ان کے مساوی بیان کرنے سے زبان بند رکھنا اور ان کے درمیان ہونے والے جھگڑوں کے ذکر سے اجتناب اور ان کی فضیلت اور اسلام لانے میں ان کی سابقت کا اعتقاد واعتراف نیز ان کے حقوق کا بھی اعتراف اور دین کے لیے ان کے مساعی کا تشکر بھی اسلامی دستور وقوانین میں شامل و داخل ہے۔الخ (هدية المهدي: ۱/۹۸،۹۹)

اس اہل حدیث عبارت سے بھی دیوبندیہ اور ان کے دم چھلوں کی بخوبی تکذیب ہوتی ہے، مگر یہ بے حیا و بے شرم دشمنان دین و ایمان افتراء پردازی ہی کو اپنا دین وایمان بنائے ہوئے ہیں!

دیوبندیہ کی تکذیب در تکذیب:

اس افتراء پرداز فرقہ دیوبندیہ کی تکذیب در تکذیب مندرجہ ذیل عبارت امام اہل حدیث نواب وحید الزماں سے ہو رہی ہے:

" أصحابه كلهم خيار لا نتكلم فيهم ولا نطعن فيهم و لا نقول أنهم كانوا معصومين بل نكف عن مساويهم و نطهر ألسنتنا عن الطعن فيهم اتباعاً لحديث النبي ﷺ "

یعنی صحابہ کرام سب سے افضل ہیں، ان پر نہ ہمیں تجریحی کلام کرنا جائز ہے نہ طعن کرنا مناسب ہے اور ہم انھیں معصوم نہیں کہتے، بلکہ ان کے مساوی سے زبان بند رکھتے اور ان پر طعن سے اپنی زبانیں پاک و صاف رکھتے ہیں اور ہم حدیث نبوی کے اتباع میں ایسا کرتے ہیں......الخ (هدية المهدي: ۹۰)

ناظرین کرام! افتراء پرداز دیوبندیہ سے پوچھیں کیا اہل حدیث کے اصول وضوابط وقوانین و دساتیر روافض کے طور وطریق کے مطابق ہیں جو چند صحابہ کو چھوڑ کر سبھی کو مرتد ومطعون ونشانہ طعن وتشنیع بناتے ہیں!

امام غائب کے بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ:

دروغ گو دیوبندیہ نے تو اپنے تین عناوین کے تحت شیعوں کے عقیدہ امامت کا ذکر کیا اور وعدہ کیا کہ شیعوں کے عقیدہ امامت کو بیان کرنے کے بعد شیعوں کے اس عقیدہ سے اپنے مصطلح غیر مقلدین کے عقیدہ امامت کا ذکر کر کے ہم موازنہ کر کے واضح کریں گے کہ دونوں کے عقیدہ امامت میں موافقت پائی جاتی ہے اور دعویٰ کیا کہ شیعوں کا عقیدہ توحید و رسالت پر فوقیت رکھتا ہے، نیز یہ عقیدہ امامت عماد الدین ہے۔ نیز یہ کہ نبی پر لازم ہے کہ

امام کا تعین خود کرے اور یہ کہ امام بھی نبی کی طرح معصوم ہوتا ہے، نیز یہ کہ نبی ﷺ نے حضرت علی کی امامت کی اور حضرت علی نے حضرت حسن کی، حسن نے حسین کی، حسین نے علی بن حسین کی، اورانھوں نے ابو جعفر محمد کی، اور محمد نے جعفر کی اور جعفر نے موسیٰ کاظم کی، اور موسیٰ کاظم نے علی رضا کی اور علی رضا نے محمد تقی کی اور محمد تقی نے علی تقی کی اور علی تقی نے حسن عسکری کی اور عسکری نے محمد بن حسن عسکری کی امامت کی تصریح فرمائی۔ یہ کل بارہ امام ہوئے جو معصوم تھے۔

اب ہم افترائے پرداز دیوبندیہ سے پوچھتے ہیں کہ کسی بھی اہل حدیث کی تحریر یا تقریر سے اپنے اس اختراع کردہ عقیدۂ باطلہ کا انتساب اہل حدیث کی طرف ثابت کرے، ورنہ پوری دنیا میں سر عام انھیں رسوا و ذلیل اور ننگا و عریاں کر کے رکھ دیا جائے گا اور اپنی تولید سے لے کر اب تک تحفظ سنت جیسی کانفرنسوں کا جو ڈھونگ انھوں نے رچایا ہے، وہ پوری دنیا کے سامنے ان کے مفت تقسیم کردہ پیکٹ کی کتابوں پر ہمارے ردّ بلیغ کے ذریعہ آ جائے گا، اگرچہ اسلاف نے ان عناصر کو عریاں طور پر دنیا کے سامنے دکھلا دیا ہے، جن سے دیوبندیہ کی تولید ہوئی، مگر وہ ''شرم تم کو مگر نہیں آتی'' کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔

دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا اتنے اکاذیب وافتراءات واتہامات کے ثبوت میں یہ عنوان قائم کیا:

''امام غائب کے بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ''

حالانکہ ان کذابین ومفترین نے اوپر اتنی ساری دروغ بافی کی۔ اب ذرا ناظرین کرام ان کذابین کے اس عنوان کے تحت ان کی تلبیسات ابلیسیہ ملاحظہ کریں وہ کہتے ہیں:

''امام غائب اور بقیہ اماموں کے بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ قریب قریب وہی ہے جو اہل تشیع کا ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے ایک مشہور عالم اور مقتدر ہستی نواب وحید الزماں صاحب اپنی کتاب ''هدية المهدي'' میں لکھتے ہیں: اگر ہم ہوتے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پھر امام حسین بن علی کے ساتھ ان کے بعد علی بن حسین کے ساتھ، ان کے بعد حسن عسکری کے ساتھ ہوتے۔ اور اگر ہم زندہ رہے تو امام غائب محمد بن عبداللہ حسن عسکری کے ساتھ ہوں گے۔ (هدية المهدي، ص: ۱۰۳) اور سنیے موصوف تحریر فرماتے ہیں: ''یہ بارہ امام ہیں اور درحقیقت یہی حکمراں ہیں جن پر نبی کریم ﷺ کی خلافت اور دین کی ریاست منتہا ہوتی ہے یہ آسمان علم و یقین کے آفتاب ہیں۔ (هدية المهدي، ص: ۱۰۲) جناب حیدر آبادی صاحب اس فصل کو ان دعائیہ کلمات پر ختم فرماتے ہیں:

''أللهم أحشرنا مع هولاء الأئمة الاثنا عشر و ثبتنا علی حبهم إلی يوم النشور''

''اے اللہ ان بارہ اماموں کے ساتھ ہمارا حشر فرما اور قیامت تک ان کی محبت پر ہمیں ثابت قدم رکھ!''

ناظرین کرام! ذرا غور فرمائیں کیا مذکورہ کلام میں شیعی عقائد کے جراثیم صاف معلوم نہیں ہو رہے ہیں؟ کیا اس کلام میں شیعیت کی روح صاف نہیں جھلک رہی ہے؟ کیا اہل سنت والجماعت کے کسی فرد کا یہ عقیدہ ہو سکتا ہے؟ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۱۳، ۱۴)

ہمیں چودھویں صدی ہجری میں انگریزوں کی عنایت سے تولد پذیر ہونے والے دیوبندیہ کی بصیرت و بصارت سے یکسر محروم ہونے پر بے حد افسوس ہے کہ مدعی اسلام و ایمان ہو کر اکاذیب پرستی و دروغ بافی کو انھوں نے اپنا شیوہ و شعار بنا رکھا ہے، جس اہل حدیث کتاب ''هدية المهدي'' سے دیوبندیہ نے مذکورہ بالا باتیں لکھ کر محض منہ زوری کے ذریعہ روافض و شیعوں کی باتیں کہیں ہیں، ان باتوں سے اشارہ تک نہیں نکلتا کہ یہ رافضہ و شیعہ کی باتیں ہیں، یہ تحریر امام اہل حدیث نواب وحید الزماں رحمہ اللہ نے ایک طویل جملہ معترضہ کے بعد کہی ہے، اس جملہ معترضہ کے پہلے موصوف امام وحید الزماں نے لکھا ہے کہ:

" الإمام الحق بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أبوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي ثم حسن بن علي و به تم ثلاثون سنة مدة الخلافة فمعاوية و من بعده ملوك لا خلفاء و خالف فيه شيخنا عبد القادر الجيلاني فقال: خلافة معاويه صحيحة ثابتة بعد موت علي و بعد خلع الحسن بن علي، الخ،"

'' یعنی وفات نبوی کے بعد پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور وفات صدیق کے بعد دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت عمر فاروق کی شہادت کے بعد تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی مرتضیٰ ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ کی شہادت کے بعد پانچویں خلیفہ راشد حضرت حسن بن علی بن ابی طالب نواسۂ رسول ہیں اور حضرت حسن بن علی کی وفات پر خلافت راشدہ نص نبوی کے مطابق ختم ہو گئی، حسن بن علی بن ابی طالب کے بعد خلیفہ قرار پانے والے حضرت امیر معاویہ شریعت کے مصطلح خلیفہ راشد نہیں ہیں، بلکہ معاویہ سمیت بعد والے خلفاء ملوک (بادشاہ) ہیں، خلفاء نہیں ہیں۔ لیکن ہمارے شیخ عبد القادر جیلانی نے اگرچہ معاویہ کو خلیفہ راشد نہیں کہا ہے، مگر انھیں صحیح طور پر شرعی خلیفہ اس لیے کہا ہے کہ امام حسن بن علی نواسہ رسول معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو کر معاویہ کو خلیفہ بنا دیا اور امیر معاویہ کے بعد والے حکمراں ملوک تھے، مصطلح خلیفہ نہیں تھے، اگرچہ لوگ انھیں بھی مجازاً خلیفہ کہہ دیا کرتے تھے...... الخ (هدية المهدي: ۱/ ۹۴)

اپنی اس عبارت کے بعد امام اہل حدیث نواب وحید الزماں نے ایک طویل بات جملہ معترضہ کے طور پر کہی

کہ ہمارے زمانہ میں اہل بیت نبوی والے نو ائمہ کے خلاف جنگ ہوتی تو ہم انھیں ائمہ اہل بیت نبوی کا ساتھ دیتے۔ نواب وحید الزماں کی اس بات میں دیوبندیہ کو رفض و تشیع کہاں سے نظر آ گیا؟ جب کہ وہ بصیرت اور بصارت سے محروم بھی ہیں، روافض و شیعہ تو اوّل الذکر تینوں خلفائے راشدین کو مرتد و کافر اور غاصب کہتے ہیں کہ وفات نبوی کے بعد نص نبوی بلکہ نص شرعی و قرآنی کے مطابق حضرت علی مرتضیٰ خلیفہ بلا فصل ہے۔ پھر انھیں خلیفہ نہ بنا کر کے بعد دیگر حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کو خلیفہ بنا کر سبھی صحابہ شریعت کی مخالفت اور حضرت علی کی حق تلفی کر کے کافر و غاصب ہو گئے۔ شیعہ کی اس بات کے ساتھ اہل حدیث کی زیر نظر بات میں کون سا توافق عقل و بینائی سے محروم افتراء پردازی کے عادی اکاذیب پرست دیوبندیہ کو نظر آ رہا ہے؟

مشہور و معروف متواتر المعنی حدیث نبوی صحیحین اور تمام کتب حدیث میں مروی ہے کہ میرے بعد قریش میں سے بارہ ائمہ یعنی خلفاء و حکمراں ہوں گے، جن کی حکومت کے زمانہ میں اہل اسلام کا حال استوار رہے گا، ان میں سے پانچ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و علی و حسن بن علی کو نواب صاحب نے خلفائے راشدین اس لیے قرار دیا ہے کہ ایک حدیث نبوی میں خلافت راشدہ علی منهاج النبوة کو ۴۱ھ تک قرار دیا گیا ہے، اس کے بعد نواب وحید الزماں صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ شیخ عبد القادر جیلانی اور بہت سارے اہل علم نے امیر معاویہ کی بیس سالہ خلافت کو اگر چہ شرعی خلافت قرار دیا ہے اور یہی بات ہمارے نزدیک سچ بھی ہے، مگر امام اہل حدیث نواب وحید الزماں نے بعض نصوص کی بنیاد پر امیر معاویہ کو شرعی خلیفہ نہیں مانا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پانچوں خلفائے راشدین کے بعد باقی سات خلفاء باستثناء امام مہدی کی تعیین ایک اجتہادی مسئلہ ہے، اس اجتہادی مسئلہ میں شرعی خلیفہ امیر معاویہ کو نواب صاحب کا نہ ماننا اس اعتراف کے باوجود کہ حضرت معاویہ خلیفہ ہیں، نواب صاحب کی اجتہادی غلطی ہے، اس لیے اصولِ اسلام کے مطابق نواب صاحب کی غلطی کالعدم قرار پائے گی اور انھیں ایک اجر بھی اجتہاد میں محنت صرف کرنے کے سبب ملے گا۔

ہم امیر معاویہ کی خلافت کو شرعی خلافت اس لیے مانتے ہیں کہ انھیں حضرت حسن نواسۂ رسول ہی نے خلیفہ راشد بنایا تھا اور عام صحابہ نے اجتماعی طور پر اسے تسلیم بھی کر لیا تھا اور اس میں شک نہیں کہ مجموعی طور پر امیر معاویہ کی بیس سالہ خلافت کے زمانہ میں کوئی خاص انتشار برپا نہیں ہوا، جب کہ ان کے پہلے خلافت عثمان و حیدری میں بہت زیادہ شورش مچی ہوئی تھی، امیر معاویہ کا شرعی خلیفہ ہونا ہمارے نزدیک متحقق ہے اور امام مہدی کا شرعی خلیفہ ہونا منصوص ہے، باقی پانچ شرعی خلفاء کی تعیین ایک اجتہادی مسئلہ ہے، امام اہل حدیث نواب وحید الزماں نے اپنے اجتہاد سے یہی سمجھا کہ یہ پانچوں ائمہ بمعنی شرعی خلفاء اہل بیت نبوی سے ہوں گے، یہ بات کہنے میں وحید الزماں منفرد نہیں، بلکہ ائمہ اہل سنت و جماعت نے اس معنی کی بات کہی ہے، جس کی تفصیل فتح الباري اور

دوسری شروح صحیح البخاري نیز متعدد کتب میں موجود ہے۔ آخر نواب صاحب کی اس بات میں اکاذیب پرست دیوبندیہ کو شیعیت کہاں اور کس طرح نظر آ گئی؟ جب کہ نواب صاحب کی بات شیعہ کی بات سے سو فیصدی مخالف ہے۔

اہل حدیث امام نواب وحید الزماں کی تفصیل کے مطابق بارہ ائمہ (خلفاء) میں سے تین غیر اہل بیت نبوی سے تھے اور باقی تو اہل بیت نبوی سے کچھ ہو چکے اور اکثر ہونے والے ہیں۔ وہ سبھی خلفاء کو خواہ غیر اہل بیت نبوی سے ہوں یا اہل بیت نبوی سے نہ ہوں، معصوم نہیں مانتے، جب کہ شیعہ بارہوں خلفاء کا اہل بیت نبوی سے نیز معصوم ہونا منصوص مانتے ہیں اتنے زیادہ فرق میں دیوبندیہ کے اندر تمیز کی صلاحیت نہیں اور اپنی بے تمیزی ہی پر دیوبندیہ نازاں وفرحاں وشاداں ہیں!!

ہمارے نزدیک چھٹے خلیفہ راشد حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوام صحابی ہیں، کیونکہ انھوں نے اور بہت سے صحابہ نے امیر معاویہ کے ولی عہد بنائے ہوئے بیٹے کی ولی عہدی پر نہ بیعت کی تھی، نہ وفات معاویہ کے بعد ہی کی، بلکہ نہایت زور دار مخالفت کی تھی، وفاتِ یزید کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر کی خلافت کو اکثر صحابہ نے تسلیم کیا تھا اور ان کی عظمت کی بناء پر اہل علم نے انھیں خلیفہ راشد کہا ہے، ان چھ خلفائے راشدین کے علاوہ ہم اہل علم ہی کی صراحت کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیز کو بھی خلیفہ راشد مانتے ہیں، یہ صحابی نہیں تھے اور امام مہدی کا خلیفہ راشد ہونا منصوص ہے، اس لیے آٹھ خلفائے راشدین کی تعیین میں ہم اپنے کو حق بجانب سمجھتے ہیں، باقی چار خلفائے راشدین کی تعیین میں ہم کو توقف ہے، کیونکہ ان کی تعیین کی ہماری نظر میں کوئی دلیل نہیں، البتہ امام اہل حدیث نواب وحید الزماں نے اپنے اجتہاد سے جو بات کہی ہے، اس سے جزوی طور پر اختلاف کے باوجود شیعیت کی بود وباش کا بھی احساس ہمیں نہیں ہوتا، یہ احساس اکاذیب پرست دیوبندیہ کو ضرور ہے، کیونکہ بشمول ابوحنیفہ سینکڑوں حنفی اماموں کو معصوم کہنے پر بڑے بڑے روافض اپنی باتوں ہی کے ذریعہ دیوبندیہ نظر آتے ہیں۔

دیوبندیو! کہو یہ کون سا دھرم ہے؟

مصائب اور تکلیف کے وقت امام غائب سے فریاد رسی:

دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت لکھا:

''غیر مقلدین بھی شیعوں کی طرح امام غائب سے فریاد رسی کرتے ہیں، چنانچہ غیر مقلدین کے ایک بڑے عالم جن کے بارے میں'' جهود مخلصه'' کا غیر مقلد مؤلف لکھتا ہے:'' آپ علمائے اہل حدیث کے مشہور علماء میں سے تھے، علمی حلقوں میں آپ کی شہرت تھی، زندگی بھر تصنیف تألیف اور سنت وسلفیت کی اشاعت میں لگے رہے، بدعات وخرافات اور تقلید ومذہبی تعصب کے خلاف ہمیشہ لڑتے

رہے۔(جھود مخلصہ:۱۹۳) چنانچہ یہ بڑے عالم صاحب امام غائب کی شان میں اپنے ایک قصیدہ میں لکھتے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ" خوشی اور چڑھتے ہوئے دریا کا پانی خشک ہو گیا، اسلام کی فرحت جاتی رہی اور سکون کے ہار کے موتی بکھر گئے، وہ دن اور وہ نظام بدل گیا، اے اللہ امام غائب کا ظہور تو اب ہونا ہی چاہیے کہ قافلہ اسلام کا نہ آج کوئی رہنما نہ اس کا کوئی تاج ور!" ناظرین! دیکھا آپ نے شیعیت کی کیسی روح بول رہی ہے؟ آپ ﷺ نے سچ فرمایا جس روح کا جس سے تعارف ہوتا ہے، وہ آپس میں مل جاتی ہیں اور جن روحوں میں اجنبیت ہوتی ہے وہ ایک دوسرے سے دور رہتی ہیں۔(صحیح بخاری:۴/۱۰۶، زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۴،۱۵)

دیوبندیہ کا جو یہ دعویٰ ہے کہ امام مہدی اور عیسیٰ مسیح علیہ السلام فقہ حنفی کے مقلد ہوں گے، اس پر کس نص قرآنی یا نص نبوی یا اجماع صحابہ سے حجت قائم ہے؟ دیوبندیہ اس کا جواب ضرور دیں!

اس دیوبندی تلبیس پر ہمارا تبصرہ:

ناظرین کرام اس دیوبندی عنوان کا مضمون دیکھ رہے ہیں کہ دیوبندیہ کے مصطلح غیر مقلدین یعنی اہل حدیث مصائب و تکالیف کے وقت امام غائب یعنی امام مہدی سے فریاد رسی کرتے ہیں، اس افتراء پرداز دیوبندیہ نے اہل حدیث پر اپنی عادت افتراء پردازی کے مطابق اتنی بڑی افتراء پردازی کر ڈالی، مگر دیوبندیہ نے اپنے اس جھوٹے خود ساختہ دعوی پر اہل حدیث امام محمد جونا گڑھی کے جس قصیدہ کا ترجمہ کیا ہے، اس میں امام غائب سے کسی قسم کی فریاد رسی کا اشارہ تک نہیں، اس میں صرف اللہ رب العالمین سے دعا کی گئی ہے کہ جس زمانہ کے مسلمانوں کی بے بسی و بے کسی و مصائب و تکالیف کے ازالہ کی کوشش کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، اس زمانہ کے مسلمانوں کی بے بسی و بے کسی دور کرنے والے امام مہدی جو امام غائب بھی ہیں کا ظہور نص نبوی کے مطابق ہوگا، جو درندہ صفت، دشمنان اسلام و اہل اسلام کا خاتمہ اپنی زور دار قیادت وسیادت کے ذریعہ مدد الٰہی سے کر کے خالص اسلامی حکومت قائم کر دیں گے اور ان کی قائم کردہ اسلامی حکومت سے اسلام و اہل اسلام کی سربلندی ہو گی۔ اس امام اہل حدیث کی عبارتِ منقولہ دیوبندیہ میں اشارۃً بھی امام غائب یعنی امام مہدی سے کسی قسم کی فریاد رسی نہیں کی گئی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ دیوبندیہ کی یہ بات بھی اہل حدیث پر سراسر افتراء و بہتان ہے اور اس افتراء کو شیعہ کے ساتھ موافقت قرار دینا دیوبندیہ کی مزید در مزید افتراء پردازی ہے۔

جو امام کی بیعت کے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا:

دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت لکھا:

"غیر مقلدین کے علماء میں سے ایک مشہور عالم عبدالوہاب ملتانی جو جماعت غرباء اہل حدیث کے امیر

اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے شاگرد خاص بھی ہیں، تحریر فرماتے ہیں کہ: ''جو امام کی بیعت کے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور جو امام کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ دے گا، اس کی زکوٰۃ قبول نہ ہوگی اور امام کی اجازت کے بغیر طلاق و نکاح بھی درست نہیں اور جو اس وقت میرے علاوہ مدعی امامت ہو گا، وہ واجب القتل ہو گا۔'' (مقاصد امامت، ص: ۱۴) دیکھا آپ نے شیعہ اور غیر مقلدین کے نزدیک اس مسئلہ امامت میں کس قدر توافق ہے؟ اہل تشیع کا بھی امامت کے بارے میں بعینہٖ یہی عقیدہ ہے، امام ابن تیمیہ جن کے کندھے پر رکھ کر غیر مقلدین حضرات بندوق چلاتے ہیں، امامت کے بارے میں شیعی عقیدے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ان کی حماقت یہ ہے کہ چند جگہیں متعین کر کے وہاں امام منتظر کا انتظار کرتے ہیں اور بلند نعرے لگا کر ان کو نکالنے کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ اگر وہ موجود ہوتے اور ان کے نکلنے کا حکم ہوتا تو نکل آتے، چاہے لوگ ان کو پکاریں یا نہ پکاریں۔ (منہاج السنة: ۱/ ۱۰) علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''رہا ائمہ کی عصمت کا دعویٰ کرنا تو اس پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی گئی ہے، ان کی عصمت کے صرف امامیہ اور اسماعیلیہ قائل ہیں اور ملحدین و منافقین ہی نے اس سلسلہ میں ان کی موافقت کی ہے۔ (منہاج السنة: ۲/ ۸۳)

اس دیوبندیہ افتراء پردازی و منافقانہ رویہ پر ہمارا تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے یہ بات غرباء اہل حدیث کے بانی مولانا عبد الوہاب ملتانی سے نقل کی ہے اور مولانا عبد الوہاب صاحب کا مذہب و مسلک بعض امور میں جمہور اہل حدیث سے مختلف تھا، نیز علماء اہل حدیث کا بعض مسائل میں اختلاف عہد صحابہ سے چلا آ رہا ہے، مولانا عبد الوہاب جس زمانہ کے آدمی تھے، اس زمانہ میں ہندوستان پر برطانوی نصرانی حکومت کا غاصبانہ قبضہ تھا، مسلمانوں کا کوئی امیر اجتماعی طور پر منتخب شدہ نہیں تھا، اس لیے امیر وقت کی بیعت لازم ہونا ممکن ہی نہیں تھا، لہٰذا عبد الوہاب صاحب کی یہ بات خطائے اجتہادی قرار پاتی ہے اور کسی ایک اہل حدیث عالم کی ذاتی خطائے اجتہادی کو پوری جماعت اہل حدیث کا مسلک قرار دینا خالص منافقانہ طرز عمل ہے۔

پھر دیوبندیہ کا یہ دعویٰ کہ اہل حدیث ائمہ کی عصمت کے قائل کیوں ہونے لگے، دراصل اپنے اکاذیب پرست ہونے کے سبب ہی دیوبندیہ نے یہ ساری دروغ بافی کر رکھی ہے۔ دیوبندیہ کو اس معاملہ میں غرباء اہل حدیث کی طرف رجوع کرنا ضروری تھا، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بات کو اہل حدیث پر دیوبندیہ کا منطبق کرنا خالص منافقانہ طرز عمل ہے۔

عیش بہار کا ثواب بے شمار، ہم خرما وہم ثواب:

دیوبندیہ نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت لکھا:

''اہل تشیع کا مرغوب ترین اور پسندیدہ مسئلہ متعہ ہے، جو تمام عبادتوں سے بڑھ کر عبادت اور تمام نیکیوں سے بڑھ کر نیکی ہے، حقیقتاً متعہ مرد وزن کا جنسی تسکین حاصل کرنے کے لیے آپس میں معاہدہ کر لینا ہے، یہ معاہدہ چند دنوں کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور چند گھنٹوں کے لیے بھی، نہ اس میں ولی کی اجازت کی ضرورت ہے اور نہ گواہوں کی، پس دونوں فریق تنہائی میں بیٹھ کر وقت اور فیس طے کر لیں اور آپس ہی میں ایجاب و قبول کر لیں اور بس۔ متعہ میں طلاق کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، ٹائم اور وقت پورا ہونے پر خود بخود جدائی واقع ہو جائے گی، جدائی کے بعد نہ وراثت، نہ عدت اور نہ نان ونفقہ، بقول امام جعفر کرایہ دار عورت ہے، اسلام کی نظر میں یہ زنا بالرضا ہے، برٹش عہد میں اور شیعہ ریاستوں میں لائسنس یافتہ عورتیں یہ کار خیر کراتی تھیں، الی آخر ما کذبت الدیوبندیہ۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۶ تا ۱۸)

اکاذیب دیوبندیہ پر تبصرہ:

یہ دیوبندیہ کا بہتان و افتراء ہے کہ اہل حدیث نکاح متعہ کے قائل ہیں، کسی بھی اہل حدیث کتاب سے دیوبندیہ جوازِ نکاح متعہ تا قیامت ثابت نہیں کر سکتے۔ خیر نکاح متعہ تو عہد نبوی میں چند دنوں کے لیے جاری ہو کر منسوخ ہو گیا اور ہمیشہ کے لیے ممنوع ہو گیا، اور حلالہ کرنے والوں کو ملعون ومطعون قرار دیا گیا، مگر دیوبندیہ نے اور جن عناصر سے دیوبندیہ کی تولید ہوئی، انھوں نے اپنے لیے نکاح متعہ کا بہترین بدل اپنے زور اجتہاد سے نکال لیا، جس کی کوئی مثال عہد نبوی میں نہیں پائی جاتی۔ یعنی نکاح حلالہ جس مرد سے کیا جائے اسے حدیث نبوی میں کرایہ کا سانڈ کہا گیا ہے اور بقول صحابہ اسے عہد نبوی و عہد صحابہ میں کھلی ہوئی بدکاری کہا جاتا رہا، حتی کہ بعض خلفائے راشدین نے اعلان کر دیا کہ نکاح حلالہ کرنے والوں کو سنگسار کر دیا جائے گا، اس کے باوجود اتنے بڑے بڑے مجرمین یعنی حلالہ کرنے کرانے کا دیوبندیہ مستحق ثواب و اجر قرار دیتے ہیں۔ یہ دیوبندیہ کا کتنا گھناؤنا اور بھیانک جرم ہے؟

دیوبندیہ کے مذہب میں حلالہ ملعونہ مروّجہ کے لیے ولی کی کوئی بھی ضروری نہیں بلکہ عام نکاح و زواج میں بالغہ عورت خواہ، باکرہ ہو یا غیر باکرہ ولی کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے جے پور راجستھان میں منعقد ہونے والے سیمینار تحریری مذاکرہ علمیہ زیر سرپرستی مسلم پرسنل لا بورڈ میں یہ مسئلہ اٹھایا تھا اور اس کے مضر اثرات کا مسلم معاشرہ پر ذکر کرتے ہوئے مطالبہ کیا تھا کہ نصوص شرعیہ کی روشنی میں اس دیوبندی موقف پر نظر ثانی کی جائے، ذمہ داران مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس پر نظر ثانی کا وعدہ بھی کیا تھا مگر دیوبندیہ'' زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد ہرگز نہ

جنبد'' مثل کے مصداق اپنے تقلیدی موقف پر اٹل رہے۔ کتنے دیوبندیہ مولویوں کی روزی روٹی بھی حلالہ مروّجہ ملعونہ سے وابستہ ہے، ہم نے اس موضوع پر اپنی کتاب ''اللمحات'' میں تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ اس سے بڑھ کر دیوبندیہ نے یہ فتویٰ بھی دے رکھا ہے کہ کوئی فاسق و فاجر کذاب آدمی اپنے ہی جیسے دو گواہوں کو کھڑا کر کے کسی بے گناہ خاتون کے بارے میں یہ جھوٹا دعویٰ عدالت میں پیش کر دے کہ اس سے میرا نکاح ہوا ہے، یہ میری بیوی ہے، پھر عدالت اس کذاب و فاسق کے حق میں فیصلہ کر دے، تو دونوں کے لیے ایک دوسرے کے میاں بیوی کی طرح رہنا جائز ہے، دیوبندیہ کے اس فتویٰ سے جنسی بے راہ روی پیدا ہو کر دیوبندیہ ہی کے الفاظ میں بہا رہی ''بہار اور ہم خرما و ثواب ہے؟''

اس میں شک نہیں کہ جس طرح شیعہ یہود کے ساختہ پرداختہ ہیں، اسی طرح دیوبندیہ انگریزی سامراج اور ہندو حکومت کے حلیف و آلہ کار و ساختہ پرداختہ ہیں۔

شیعوں کے بارے میں مسعودی و ابن عبدربہ کی رائے:

اپنے اس عنوان کے تحت دیوبندیہ مشہور مؤرخ مسعودی و ابن عبدربہ سے ناقل ہیں:

''رافضیت نواز تحریک صرف اعتقادی گمراہیوں تک محدود نہ تھی، بلکہ عملاً اخلاقی حدود سے آزادی اس کے لیے لازم و ملزوم تھی اور عوام میں اس بات کا شعور پیدا ہو گیا تھا کہ شراب و زنا و رشوت مذکورہ تحریک کے لوازم اور کھلی علامات ہیں، باقر مجلسی نے زنا و بدکاری کی حلت و جواز سرورِ کائنات ﷺ کی طرف منسوب کی ہے اور یہ روایت اپنی کتاب ''منهج الصادقين'' میں درج کی ہے، اس شرمناک روایت کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو: ''جو ایک مرتبہ متعہ کرے، وہ امام حسین کا درجہ پائے گا اور جو دو مرتبہ کرے وہ امام حسن کا اور جو تین بار کرے، وہ امیر المومنین علی اور جو چار مرتبہ کرے، وہ رسول اللہ ﷺ کا درجہ پائے گا۔''

(زیرِ نظر دیوبندی کتاب، ص: ۱۸، ۱۹، بحوالہ مروج الذهب للمسعودی: ۳/ ۵۱۵، و عقد الفريد لابن عبد ربه: ۲/ ۱۷۹، و منهج الصادقين از باقر مجلسی)

ہم کہتے ہیں کہ اہلِ حدیث نے یہود و نصاریٰ اور شیعوں کے ردّ میں بہت زیادہ ردّ بلیغ پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور دیوبندیہ تو اسلام دشمن طاقتوں کے آلہ کار اور ساختہ پرداختہ ہیں، جن کے یہاں صرف جنسی بے راہ روی ہی نہیں ہر طرح کی بے راہ روی کی حوصلہ افزائی پائی جاتی ہے۔

ایک دفعہ متعہ یعنی زنا کرنے سے ستر حج کا ثواب:

دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا عنوان کے تحت لکھا:

''باقر مجلسی متعہ یعنی زنا کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ

جس نے ان مومنہ عورتوں سے متعہ کیا، اس نے ستر مرتبہ کعبہ کی زیارت کی۔ (عجالہ نافعہ ترجمہ رسالہ متعہ، ص:۱۴ تا ۱۷، لاہور) اور سنیے اور دادِ عیش دیجیے: جس نے اس کارِ خیر متعہ میں زیادتی کی ہو گی، اللہ تعالیٰ اس کے مدارج اعلیٰ کرے گا، یہ لوگ بجلی طرح پل صراط سے گزر جائیں گے ان کے لیے ملائکہ کی ستر صفیں ہوں گی، دیکھنے والے کہیں گے کیا یہ مقرب فرشتے ہیں یا انبیاء و رسل ہیں؟ فرشتے جواب دیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے متعہ کیا، یہ لوگ بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ (عجالہ نافعة، ص:۱۷)

دیکھا آپ نے دین کے دیگر ارکان نماز و روزہ، حج و زکوۃ میں سے کسی پر درجات کی بلندی اور بغیر حساب و کتاب جنت میں داخلہ کی گارنٹی نہیں ہے۔ باقر مجلسی کو گزرے ہوئے چار سو سال ہو چکے، عصر حاضر کے مجلسی خمینی نے تحریر الوسیلہ (۲/۲۹۲) میں اس سے بڑی بات کہی...... إلی أن قالت: اہل سنت و جماعت حرمت متعہ پر متفق ہیں، لیکن چونکہ غیر مقلدین اور شیعہ کا مسلکی رشتہ یگانگت ہے، لہٰذا متعہ جیسے لذت بخش مسئلہ میں شیعوں سے کیسے الگ ہو سکتے ہیں، غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ متعہ نص قرآنی سے ثابت ہے۔ (نزل الأبرار: ۲/۳۳، ۳٤، ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۹، ۲۱)

اگر متعہ منسوخہ کا جواز قرآن سے ثابت نہیں، تو صحابہ اور بعد والے اسلاف نے یہ بات کیوں کہی ہے؟

اس دیوبندی یاوہ گوئی پر تبصرہ:

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ دیوبندیہ جیسے اکاذیب پرست لوگوں نے یہ اہل حدیث پر افتراء پردازی کی ہے، اہل حدیث امام وحید الزماں نے متعہ کو منسوخ و ممنوع کہا ہے۔ (نزل الأبرار: ۲/ ۳٤) اصل میں فرقہ دیوبندیہ جہمیہ و مرجیہ و معتزلہ ہیں اور معتزلہ کا مزاج روافض جیسا ہے، اس کی تفصیل ''اللمحات'' میں ہے۔ امام ابو حنیفہ کی تعلیم و تربیت جہمی و مرجی و معتزلی و رافضی اساتذہ کے ذریعہ ہوئی تھی۔ (کما مر) جابر جعفی خود غالی رافضی تھا اور اس سے امام ابو حنیفہ کی تربیت ہوئی۔ تفصیل ''اللمحات'' میں ہے۔

شیعہ اور غیر مقلدین کے درمیان توافق کی ایک اور مثال:

دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت لکھا ہے:

'' جمہور مسلمانوں کیخلاف اور شیعوں کے موافق غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ وہ جمعہ کی اذان اوّل کا جسے حضرت عثمان نے جاری کیا تھا انکار کرتے ہیں، حالانکہ تمام صحابہ و تابعین اور ائمہ نے حضور ﷺ کے ارشاد کی پیروی کرتے ہوئے حضرت عثمان کی پیروی فرمائی ہے: ''علیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدین'' پھر دوسری بات یہ بھی مسلم ہے کہ امت محمدیہ کبھی کسی گمراہی پر اتفاق کر کے جمع نہیں ہو سکتی،

صدیوں سے امت محمدیہ میں جاری اس عمل کی مخالفت ضرور گمراہی اور خلفائے راشدین کی مخالفت کے زمرہ میں آتی ہے، شیعہ اور غیر مقلدین کے علاوہ اس مسئلہ میں کسی اور سے انکار منقول نہیں ہے۔شیعوں کا مذہب ہے کہ جمعہ کے دن دوسری اذان بدعت ہے اور بعینہٖ یہی غیر مقلدین کا مذہب ہے۔(کنز الحقائق،ص:٣٦) جب کہ جمہور امت حضرت عثمان کے جاری کردہ اس عمل کی پیروی کرتے ہیں، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو پہلی اذان کا عمل اختیار کیا، لوگوں نے بعد میں اس پر اتفاق کیا اور چاروں مذاہب میں اسے اختیار کیا گیا جیسا کہ ایک ایک امام پر لوگوں کو جمع کرنے کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جاری کردہ طریقہ پر اتفاق کیا۔''(منهاج السنة:٣/٢٠٤)
علامہ ابن تیمیہ اذان اوّل کو بدعت قرار دینے والوں سے خطاب کرکے فرماتے ہیں:''یہ آپ کس بناء پر کہہ رہے ہیں کہ حضرت عثمان نے بغیر کسی شرعی دلیل کے یہ عمل انجام دیا۔(ایضاً) ایک جگہ فرماتے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں نے اس کے استحباب پر حضرت عثمان کے ساتھ اتفاق کیا، حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے بھی اس بات کی موافقت فرمائی، جیسے حضرت عمار، حضرت سہل بن حنیف اور سابقینِ اوّلین سے تعلق رکھنے والے دوسرے بڑے بڑے صحابہ ہیں، اگر یہ بڑے بڑے صحابہ انکار کردیتے تو کوئی ان کی موافقت نہ کرتا، دوسری جگہ فرماتے ہیں یہ اذان حضرت عثمان کی جاری کردہ ہے اور مسلمانوں نے اس پر اتفاق کیا ہے۔(منهاج السنة:٤/١٩٣)
حقیقت یہ ہے کہ موافقت ومخالفت کا جذبہ انسان کے اندر پوشیدہ بغض ومحبت کے چشمہ سے پھوٹتا ہے، بہت سے مسائل میں صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کی مخالفت کرکے اور ان کی سنت ودینی امور میں ان کی اتباع سے اعراض کرکے غیر مقلدین صحابہ کے بارے میں اپنے دل کے پوشیدہ بغض کی ترجمانی کر رہے ہیں، خطبہ میں خلفائے راشدین کا تذکرہ غیر مقلدین اور اہل تشیع کے نزدیک بدعت ہے، غیر مقلدین کے ایک نامور عالم نواب وحید الزماں صاحب حیدرآبادی اپنی کتاب''نزل الأبرار (ص۱۵۳) میں لکھتے ہیں: اہل حدیث خطبہ میں بادشاہِ وقت اور خطبہ کے ذکر کا التزام نہیں کرتے کہ یہ بدعت ہے۔ جس طرح اہل تشیع کے نزدیک خلفاء کا ذکر خطبہ میں بدعت ہے، ٹھیک اسی طرح غیر مقلدین کے نزدیک بھی بدعت ہے...... الی آخر ما قالت الدیوبندیہ(زیرِنظر دیوبندی کتاب،ص:۲۱ تا۲۳)

اس دیوبندی بکواس پر تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی اس طویل بحث کا حاصل صرف یہ ہے کہ خطبہ والی اذان سے پہلے جس اذان کو حضرت عثمان غنی خلیفہ راشد نے اپنے زمانہ خلافت میں سے اچھا خاصا زمانہ گزر جانے پر جاری کیا تھا، اسے شیعہ

کی موافقت میں دیوبندیہ کے مصطلح غیر مقلدین نے بھی بدعت و ناجائز قرار دیا ہے، حالانکہ عام اہلحدیث کی کتابوں میں صراحت ہے کہ جس طرح کی ضرورت کے تحت امیر المومنین حضرت عثمان نے یہ اذان جاری کی تھی، اسی طرح کی ضرورت درپیش ہونے کی صورت میں اذان عثمانی دینی جائز اور سنت خلیفہ راشد ہے، اور بعض صحابہ و تابعین تک نے اذان عثمانی کو بدعت کہا تھا، ہمارا موقف اوپر بیان ہو چکا ہے۔

اذان عثمانی کو بدعت کہنے والے حضرت عبد اللہ بن عمر صحابی و حسن بصری و امام زہری وغیرہم ہیں۔(مصنف ابن أبي شيبه: ٢/ ١٤، بأسانيد صحيحه) لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اسے ان حضرات نے بدعت مصطلح نہیں کہا ہے، بلکہ بدعت لغویہ کہا ہے۔

اس پر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اہل علم نے کہا، حضرت عثمان نے اذان مذکور کو صرف مدینہ منورہ میں جاری کیا تھا، مدینہ منورہ کے علاوہ کہیں اور آبادی اور ملک کے لیے نہیں، چنانچہ امام عبد الرزاق ابن جریج سے نقل کرتے ہیں:

" أخبرنا عمرو بن دينار قال: رأيت عبد الله بن الزبير لا يؤذن له حتى يجلس على المنبر و لا يؤذن له إلا أذانا واحداً يوم الجمعة"

یعنی عمرو بن دینار نے کہا کہ میں نے امام مسجد حرام عبد اللہ بن زبیر مکہ مکرمہ میں دیکھا کہ منبر پر وہ بیٹھ جاتے، تو خطبہ کے لیے اذان کہی جاتی اور اس ایک اذان کے علاوہ کوئی بھی اذان جمعہ کے لیے نہیں کہی جاتی تھی۔ (مصنف عبد الرزاق: ٣/ ٩٩)، حدیث: ٥٣٥٩)

اسی طرح کی بات کہ مدینہ منورہ کے علاوہ کسی اور جگہ کے لیے اذان عثمانی نہیں دی جاتی تھی، عام اہل علم حافظ ابن حجر و ابن عبد البر و صاحب غاية المقصود وغیرہم نے بھی کہی ہے کہ اذان عثمانی مدینہ منورہ کے علاوہ کسی اور جگہ جاری نہیں کی گئی تھی، پھر دیوبندیہ کس بنیاد پر اور کس شرعی دلیل سے ہندوستان اور غیر ہندوستان کے گاؤں اور شہروں کے محلوں میں اذان خطبہ کے پہلے اذان عثمانی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خلیفہ راشد حضرت عثمان کی سنت پر عمل کرتے ہیں؟ اکاذیب پرست دیوبندیہ سنت عثمانی پر نہیں بلکہ خود ساختہ اپنی اختراعی سنت پر عمل کرتے اور اہل حدیث کو اس معاملہ میں بھی شیعہ کی موافقت کرنے والے محض افتراء پردازی کے زور پر کہتے ہیں، واضح رہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر بھی خلیفہ راشد ہیں، جو اذان عثمانی کو صرف مدینہ منورہ کے لیے خاص مانتے تھے اور اذان عثمانی مسجد نبوی کی اذان گاہ پر نہیں، بلکہ بازار کے کسی مکان کی چھت یا جگہ سے دی جاتی تھی اور دیوبندیہ اذانِ عثمانی کی سو فیصد مخالفت کرنے کے باوجود دعوی کرتے پھرتے ہیں کہ ہم اذانِ عثمانی دیتے ہیں اور ذرا بھی اپنی افتراء پردازی پر خوف نہیں کھاتے نہ اہل حدیث کو موافقت شیعہ کرنے کی بات سے ذرہ برابر شرماتے ہیں۔

صحابہ کرام و اہل تشیع و غیر مقلدین

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہل تشیع و غیر مقلدین کی بدزبانی:

مذکورہ بالا اپنے عنوان کے تحت دیوبندیہ نے جو کچھ کہا، اس کا حاصل یہ ہے کہ

''صحابہ کرام کی بابت غیر مقلدین کا بھی وہی عقیدہ ہے جو شیعہ کا ہے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۲۴۔۲۵)

دیوبندیہ کی اس افتراء پردازی کی حقیقت ہم گزشتہ صفحات میں نیز دیوبندی پیکٹ والی بعض کتابوں کے رد میں واضح کر آئے ہیں۔

ملاحظہ!

دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب کے ص:۲۴ سے لیکر ص:۴۰ تک اہل حدیث پر جو افتراء پردازی کی ہے، اس کی تکذیب بھی زیر نظر دیوبندی پیکٹ والی ایک سے زیادہ کتابوں کے رد میں نیز اس کتاب میں بھی بڑی حد تک کر آئے ہیں۔ اللہ کے فضل سے ہم اپنے اس فریضہ کو ادا کر کے فارغ ہوئے۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، و العاقبة للمتقين، والصلوٰة، والسلام على جميع الأنبياء والمرسلين خاصة على محمد خاتم النبيين، وعلى آله و أصحابه، و أهل بيته، و أتباعه أجمعين۔

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعه سلفيه، بنارس

۲۵/اپریل/۲۰۰۲ء

دیوبندی

تحفظ سنت کانفرنس دہلی

کے موقع پرانتیس کتابوں پر مشتمل مفت تقسیم کیے جانے والے دیوبندی پیکٹ کی ایک کتاب

غیر مقلدین کے چھپن اعتراضات

کے جوابات

از.....مولانا شبیر احمد قاسمی

استاذ حدیث مدرسہ شاہی مراد آباد

شائع کردہ جمعیۃ علماء ہند، بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی

پر

ہمارا تحقیقی تبصرہ

از

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ، بنارس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ کتاب وتمہید

الحمد لله رب العالمين، الرحمن الرحيم، مالك يوم الدين، والصلوٰة والسلام على جميع الأنبياء و المرسلين خصوصاً على من بعث خاتم النبيين، و رحمة للعالمين محمد، و آله، و ازواجه، و أهل بيته، و أصحابه، وأتباعه إلى يوم الدين، أما بعد:

حضرات! دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس دہلی منعقدہ ۲،۳، مئی/۲۰۰۱ء کے موقع پر اہل حدیثوں کے خلاف انتیس کتابوں پر مشتمل پیکٹ میں سے ایک دیوبندی کتاب ''غیر مقلدین کے چھپن اعتراضات کے جوابات از مولوی شبیر احمد قاسمی استاذ حدیث مدرسہ شاہی مراد آباد'' کا تحقیقی جائزہ ہم لکھنے جا رہے ہیں، اس دیوبندی پیکٹ اور اس سے متعلق تیاریوں میں فرقہ دیوبندیہ نے اپنی ساری قوت جھونک دی، جس کا جواب باصواب میں تن تنہا اور اپنی اور اپنی جماعت اہل حدیث و اہل حدیث افراد و مدرسوں کی طرف سے لکھ رہا ہوں اور کسی بھی اہل حدیث شخص نے میرے اس کام میں ذرہ برابر بھی معاونت نہیں کی ہے۔ میں اپنی جان لیوا علالت ہارٹ اٹیک کے باوجود اس کام کو تن تنہا کر رہا ہوں، اس پر اگرچہ مجھے افسوس ہے کہ میری اپنی جماعت نے اس معاملہ میں نیز دوسرے معاملات میں میرے ساتھ بہت بے حسی و بے اعتنائی سے برتاؤ کیا مگر خوشی ہے کہ میں اپنی دانست میں یہ کام بخیر وخوبی انجام دینے میں کامیاب رہا۔ اللہ تعالیٰ میری مدد و معاونت فرماتا رہے۔

و هو حسبي و نعم الوكيل، و نعم المولىٰ، و نعم النصير۔

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۲۶/اگست/۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاثرات حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری دامت برکاتہم استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند:

مذکورہ بالا عنوان کے تحت دیوبندیہ نے دو صفحات سیاہ کیے، جن کا حاصل یہ ہے کہ

زعیم الدیوبندیہ مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے مصطلح غیر مقلدین یعنی اہل حدیث کو اہل سنت و جماعت کے دائرہ سے خارج کیا اور انھیں بدعت وضلالت پرست بتلایا اور ان سے دور رہنے اور قطع تعلق رکھنے کا حکم دیا اور انھیں صرف اسلام کی طرف منسوب بتلایا، مطلب یہ ہے کہ اہل حدیث صرف اپنے کو اسلام کی طرف غلط طور پر منسوب کرتے ہیں، ورنہ اسلام سے خارج کسی غیر اسلامی مذہب کے پیرو ہیں، البتہ تقلید پرست فرقے بشمول دیوبندیہ حق پرست اور اہل سنت و جماعت ہیں، غیر مقلدین کی نفسیات میں جہاں بہت سی باتیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ حق کو اپنی ذات میں منحصر سمجھتے ہیں، دوسرے کو گمراہ، کافر و مشرک قرار دیتے ہیں، اسلاف کے ساتھ بدتمیزی، بدزبانی و بے ادبی کرتے ہیں، یہ اسلاف خواہ صحابہ وتابعین و ائمہ مجتہدین، علماء امت، محدثین کرام وصوفیائے عظام ہی کیوں نہ ہوں؟ یہ غیر مقلدین تلبیسات و دھوکہ دھڑی سے کام لیتے ہیں، دوسروں کی طرف غلط باتیں منسوب کرتے صحیح باتوں کو غلط معانی پہنا کر مطلب برآری کرتے ہیں، یہ دیوبندی کتاب غیر مقلدین کے ایک اشتہار ”مطرق الحدید“ کا جواب ہے، جس میں چھپن اعتراضات ہیں، یہ اشتہار سرزمین مکہ میں تقسیم کیا گیا، جو غیر مقلدین کی تلبیسات، دھوکہ دھڑی دوسروں کی طرف غلط باتیں منسوب کرنے اور صحیح بات کے غلط اور غلط کے صحیح معانی پہنانے کا اعلیٰ نمونہ ہے، اس دیوبندی کتاب سے معلوم ہوگا کہ غیر مقلدین اشتہار بازوں نے کس طرح تلبیسات سے کام لیا، ان تلبیسات غیر مقلدین کے چاک کرنے والے مولانا شبیر احمد کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

کتبہ سعید پالن پوری خادم دارالعلوم دیوبند۔۔۔۔۔۔۲۱، ربیع الاوّل، ۱۴۲۱ھ

رائے گرامی حضرت اقدس مولانا نعمت اللہ صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند:

اس دیوبندی کتاب میں عنوان مذکور کے تحت سوا ایک صفحہ سیاہ کیا گیا، اس کا حاصل یہ ہے کہ حصول صراط مستقیم کی دعا ہر مسلمان ہر نماز میں کرتا ہے، جس کی تعیین سورۂ فاتحہ میں ﴿اهدنا الصراط المستقيم، صراط الذين أنعمت عليهم﴾ سے کی گئی ہے اور اس کی تفسیر دوسری جگہ سورۂ نساء آیت نمبر:۶۹، میں ﴿اولٰئِكَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ﴾ سے کی گئی ہے، صحابہ کرام باجماع امت بالیقین اس کا مصداق ہیں اور اسی لیے افتراق امت والی حدیث نبوی فرقہ ناجیہ کی تعیین "ما أنا عليه و أصحابي" سے کی ہے، قرآن و حدیث فہمی کے لیے صحابی کو واسطہ بنانا ضروری ہے، اس سے انحراف کے سبب گمراہ ہونے والے سب سے پہلے خوارج تھے، ان کی دوسری گمراہی یہ تھی کہ اپنی رائے کے علاوہ دوسری کسی بھی رائے کی گنجائش سے انکار کرتے تھے، بلکہ اسے فسق و فجور کہتے تھے۔

یہی بات موجود زمانہ کے فرقہ اہل حدیث میں ہے کہ وہ ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کے بارے میں حدود سے تجاوز کر رہے ہیں اور خوارج کا طرزِ عمل اختیار کر رہے ہیں، وہ خالی الذہن مسلمانوں کو بتلائے تذبذب وتشویش کرکے کتابیں لکھتے ہیں اور اشتہار تقسیم کرتے ہیں، اس طرح کا چھپن اعتراضات پر مشتمل اشتہار حرمین شریفین میں تقسیم کیا جا رہا تھا، جس کا مدلل علمی جواب مولانا شبیر احمد نے مرتب فرمایا ہے۔

نعمت اللہ

خادم تدریس

دارالعلوم دیوبند

۲۱/ربیع الاوّل/۱۴۲۲ھ

رائے گرامی حضرت اقدس مولانا ریاست علی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند:

اس دیوبندی کتاب میں عنوانِ مذکور کے تحت ایک صفحہ سیاہ کیا گیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ "دیوبندیہ کے مصطلح غیر مقلدین یعنی اہل حدیث عہدِ صحابہ میں نمودار ہونے والے خوارج کی طرح ہیں، جن کی فتنہ سامانی سے سارے عالم میں بے چینی ہے، مولانا شبیر نے ان کے اشتہار مذکور کا رد لکھا ہے۔"

ریاست علی بجنوری

خادم تدریس

دارالعلوم دیوبند

۲۱/ربیع الاوّل/۱۴۲۲ھ

سبب تألیف:

اس دیو بندی کتاب میں مصنف کتاب کا ساڑھے تین صفحہ پر مشتمل سبب تالیف بیان کیا گیا ہے جس میں پہلے والے تینوں حضرات کے آرائے گرامی بھی آ گئے ہیں، البتہ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ

گزشتہ کئی سالوں سے حج کے موقع پر حرمین شریفین میں غیر منقسم ہندوستان کے غیر مقلدین جو اپنے کو حجاز مقدس میں سلفی ظاہر کرتے ہیں، جب کہ نہ یہ سلف کو مانتے ہیں نہ ان کی اتباع کو مشعل راہ سمجھتے ہیں، بلکہ حضرت عثمان و ابن مسعود جیسے اجلہ صحابہ و خلفائے راشدین کی شان میں سخت جملہ استعمال کرتے ہیں کہ یہ بات بدعت ابن مسعود اور یہ بدعت عمر اور یہ بدعت عثمانی ہے، اسی طرح ائمہ مجتہدین خصوصاً امام ابوحنیفہ اور مسلک حنفی کے علماء کو بدعتی کہتے ہیں۔ انھوں نے حجاز مقدس کے ذمہ دار علماء و جامعات کے اساتذہ اور ائمہ وطلبائے حرمین کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا رکھی ہے کہ حنفی المسلک لوگ بدعتی ہوتے ہیں اور ہم سلفی ہیں۔ ۱۴۱۹ھ میں بموقع حج دیکھنے میں آیا کہ مسجد نبوی کے چاروں طرف صحنوں میں جامعات کے غیر مقلد طلبہ اردو میں جو شیلے انداز سے صرف ایک بات کہتے ہیں، جس کا حاصل ائمہ مجتہدین خصوصاً ائمہ اربعہ کی تقلید کی مذمت تھی، متعدد افراد نے کہا کہ سارے غیر مقلدین اسی موضوع پر تقریر کر رہے تھے، نیز مسلک حنفی اور ان کے علماء اور بزرگوں کو درمیان میں نشانہ بناتے ہیں، جی چاہا کہ بعض تقریروں کے درمیان ٹوک دیں، لیکن ان غیر مقلدین کے پاس اجازت نامہ تھا اور خطرہ تھا کہ ٹوکنے پر ہم مجرم ٹھہرائے جائیں گے، پتہ نہیں کہاں پہنچا دیتے، لہٰذا صبر کرتا رہا۔

بعض ہندوستانی علماء نے وہاں کے مدیر اعلیٰ سے کہا کہ آپ ان کے بیانات کی نگرانی کریں، یہ تفریق بین المسلمین ہو رہی ہے، بعدہ اس سال دیکھنے میں آیا کہ سلسلہ بدل دیا، امام ابوحنیفہ کے بجائے حنفی مذہب پر زبردست حملے ہو رہے ہیں کہ فرمان ابی حنیفہ "إذا صح الحديث فهو مذهبي" کے مطابق تمام حنفی مسائل جو صحیحین کی حدیثوں کے خلاف ہیں غلط ہیں، لہٰذا انھیں مقلدین حنفیہ کو چھوڑ دینا چاہیے، لیکن غیر مقلدین یہ نہیں کہتے کہ ان حنفی مسائل کی تائید میں بھی صحیح احادیث ہیں اور امام ابوحنیفہ کی اس بات کا مطلب ہے کہ میرا کوئی قول خلاف حدیث نہیں، اگر بالفرض ایسا ہوا اور وہ کسی آیت یا صحیح حدیث کے معارض نہ ہو تو وہی صحیح حدیث میرا مذہب ہے، جو احادیث حنفی مسائل کی تائید میں ہیں، انھیں غیر مقلدین کسی بھی طریقہ سے ضعیف قرار دیتے ہیں، مسئلہ توسل کو لے کر بھی غیر مقلدین حنفی مسلک پر آزادانہ حملے کرتے ہیں، ان حالات میں کوئی بڑا حنفی عالم بھی غیر مقلدین کا جواب نہیں دے پاتا، ورنہ اسی پر بدعت پھیلانے کا الزام لگ جاتا ہے، اس سال حد سے بہت زیادہ متجاوز زیادتی یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ مکہ مکرمہ کی گلیوں اور مسجدوں میں "مطرق الحديث" نامی بڑا اشتہار بانٹا گیا، جس میں بحوالہ حنفی مسلک پر چھپن اعتراضات پیش کر کے چیلنج دیا گیا ہے، احقر کو بھی یہ اشتہار ملا، پھر دو دنوں بعد مسجد حرام کے اندر

بھی اسے باضابطہ بانٹا گیا، اس موقع پر ہمارے دوستوں میں سے حضرت مولانا مفتی محمد سلمان، مولانا محمد یثاق، مولانا بشیر احمد گونڈوی ،مولانا عبد الناصر، مولانا عبد المنان ، قاری انس صاحبان مسجد حرام میں ایک جگہ تشریف فرما تھے، انھوں نے سعودی ذمہ داروں سے شکایت کی تو انھوں نے کہا مسجد میں نہیں مسجد کے باہر بانٹو، یہ اشتہار مرتب کرنے والا الضلع بلیسر صوبہ اڑیسہ کا ہے، جسے شائع کرنے والا الضلع گونڈہ یوپی کا ہے۔ یہ اشتہار اردو زبان میں ہے، اس سے اندازہ ہوا کہ غیر مقلدین کی اسکیمیں عالمی سطح پر سرگرم ہیں۔ بنا بریں اس کا جواب لکھنا ضروری محسوس ہوا، ورنہ اس میں چند مسائل یعنی قراءت خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر، نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے، توسل، بیس رکعت تراویح ،علم غیب، زیارت قبور والے مسائل اہمیت کے حامل ہیں، جن کے جوابات لکھنے ضروری محسوس ہوئے ، بہرحال غیر مقلدین کے چھپن اعتراضات کے ترتیب وار جوابات حاضر ہیں، جن سے حق و باطل کے درمیان امتیاز ہو جائے گا اور غیر مقلدین کے پیش کیے گئے اکثر حوالے غلط ثابت ہونگے۔ (دیوبندی کتاب مذکور ماحصل از صفحہ:۱۱ تا ۱۴)

دیوبندی مکتبہ فکر کی گزارش:

سبب تالیف کے عنوان کے تحت بدعنوانیاں کرنے والے دیوبندیہ نے مذکورہ بالاعنوان قائم کیا اور کہا کہ اشتہار مذکورہ لکھنے والے غیر مقلدین نے بلا امتیاز احناف کو مخاطب فرمایا ہے، لیکن غیر مقلدین یاد رکھیں کہ فقہ حنفی کے ماننے والے پوری دنیا کے عام ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں، ان میں سے بعض ممالک میں فقہ حنفی ماننے والے دو قسم کے مکتب فکر مشہور ہیں، دیوبندی و بریلوی ، دیوبندی مکتبہ فکر پوری دنیا میں شہرۂ آفاق ہے ، اورانھیں کی کثرت ہے ، انھیں میں بڑے بڑے اہل علم، محدثین وفقہاء و مصنفین بکثرت ہیں، جو پوری دنیا میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، اور بریلوی لوگوں کی تعداد بہت کم ہے، ان کے یہاں اہل علم کی کمی اور جہلاء کی کثرت ہے، ان میں بہت سے امور ایسے رائج ہیں، جو قرآن و حدیث و فقہ سے ثابت نہیں، بنا بریں دیوبندی و بریلوی کے درمیان ناقابل فراموش اختلافات ہیں، چونکہ غیر مقلدین کے اشتہار میں دیوبندی بریلوی میں امتیاز نہیں کیا گیا اور ہم دیوبندیہ کی طرف سے جواب دے رہے ہیں، بریلویہ کے ہم ذمہ دار نہیں، اس لیے اس دیوبندی کتاب کے ناظرین دیوبندی و بریلوی فرق کو ملحوظ رکھیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۴، ۱۵)

ناظرین سے گزارش:

مذکورہ باتوں کے بعد عنوان مذکور کے تحت دیوبندی کتاب میں کہا گیا کہ

اس دیوبندی کتاب کے مطالعہ سے پہلے ہماری گزشتہ تحریر ضرور پڑھیں اور غیر مقلدین کا جو اشتہار فوٹو اسٹیٹ کر کے اس دیوبندی کتاب کے شروع میں چسپاں کر دیا گیا ہے، اسے بھی بغور پڑھیں، اللہ سے دست بدعا ہوں کہ اس دیوبندی کتاب کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان شکوک و شبہات دور فرمائے اور حضرت امام ابوحنیفہ کے مسلک کی حفاظت فرمائے۔

شبیر احمد قاسمی

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

۲۲/صفر/۱۴۲۲ھ۔

گزشتہ دیوبندی تحریروں پر ہمارا تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ ہندوستان پر انگریزی برطانوی سامراج سے ماہوار چھ سو روپے پانے والے برطانوی سامراج کے آلہ کار مولوی اشرف علی تھانوی امام الدیوبندیہ اپنے معتقدین و متلمذین و ہم مسلک و ہم مشرب مدعیان تقلید اور دین اسلام سے منحرف، اہل سنت و جماعت سے مختلف اور انگریزی مظالم اور انگریزوں کے ہندوستان پر ہمیشہ کے لیے تسلط برقرار رکھنے کی خاطر انگریزوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے برطانوی سامراج کو ملک بدر کرنے کے لیے کوشاں جماعت اہل حدیث کے خلاف سرمستی و بدمستی کا مظاہرہ نہ کریں، تو پھر کریں کیا؟ جب کہ اتنی بڑی خطیر رقم انھیں انگریزی حکومت اہل حدیث کے خلاف اسی طرح کی زور آزمائی کے لیے دے رہی تھی۔

اس زمانے کا چھ سو روپیہ ماہوار آج کے چھ لاکھ روپیوں کے برابر ہوا، انگریزی حکومت نے پہلے اپنے مطلب کے لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کیلیے اپنے قائم کردہ تعلیمی و غیر تعلیمی اداروں میں تربیت و تعلیم دینے کے واسطے نوکر رکھا اور دہلی کالج کے خصوصاً اور دوسرے اداروں کے عموماً انگریزی تربیت یافتہ لوگوں کے ذریعہ دارالعلوم دیوبند اور اسی قسم کے نام نہاد دینی تعلیم ادارے قائم کرائے اور یہ بات ان کے ذہن نشین کرائی کہ اہل حدیث دنیا جہاں میں انگریزی تسلط کے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں، انھیں جس طرح بھی ہو زیر کرنے کے لیے انگریزی حکومت کی مدد و معاونت کرو، صرف مولوی اشرف علی تھانوی ہی نہیں اسطرح کے کتنے دین و ملت فروشوں دیوبندی صفت مولویوں کو انگریزی حکومت اپنے دام تزویر میں پھنسائے ہوئے تھی، جن کے کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ سلف صالحین کی طرف منسوب سلفی اہل حدیث پر عرصہ حیات تنگ کرنا تھا، انگریز حکومت کی جدو جہد و مدد و معاونت اور لاانتہاہی کوششوں سے چودھویں صدی میں تولد پذیر ہونیوالا دیوبندی فرقہ پوری دنیا میں خوب پھیلتا پھولتا رہا، اہل حدیث کو ستانے انھیں زیر و زبر، تہس نہس کرنے کے لیے اس دیوبندی فرقہ نے نقود کثیرہ کے علاوہ نہ جانے کتنی بڑی مقدار میں بھاری ادھار کھا لیا تھا کہ ہندوستان اور کئی دوسرے ممالک سے انگریزوں کے جانے کے باوجود اہل حدیث کے خلاف زور آزمائی میں یہ مزید در مزید ترقی کرتا جا رہا ہے، اسے ایک ہندوستانی طالب علم کے لکھے ہوئے اشتہار اور شائع کرنے والے ایک ہی طالب علم پر اس قدر جلال دیوبندیت سوار ہو گیا ہے کہ اسے پوری دیوبندی دنیا پر عالم گیر حملہ محسوس ہونے لگا ہے، ہم نے یہ اشتہار دیکھا نہیں، ہم ۱۹۹۰ء میں حج پر گئے تھے، مگر اس اشتہار کا اشارۃً بھی ذکر نہیں سنا، حجاز مقدس میں ہمارے ایک ہزار تلامذہ ہوں گے، انھوں نے کبھی اس اشتہار کا ذکر نہیں کیا، نیز ہر سال حج پر جانے والے ہمارے سلفی احباب و علماء بلکہ دیوبندی دوستوں نے بھی اس کا کوئی ذکر اس سال بھی نہیں کیا، ہمارے اتنی تعداد والے تلامذہ میں سے بہت سے لوگ ہر سال چھٹی پر اپنے گھر

آتے ہیں، تو بہت سارے لوگ ہم سے ملاقات کرتے ہیں، مگر کسی نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔

چند دیوبندی لوگ جن کے دیوبندی روحانی آبا و اجداد انگریز کے آلہ کار رہنے اور اپنی اولاد سے کہہ گئے کہ دیکھو ہم نے اہل حدیث کے خلاف دجل و تلبیس کے جال پھیلانے کے لیے بہت زیادہ ادھار کھا لیا ہے اور تمہارے لیے جائیدادیں کھڑی کر دی ہیں اور تعلیمی اداروں کے نام پر تجارت چمکانے کا انتظام کر دیا ہے، اس لیے اگرچہ غیر منقسم ہندوستان میں اب انگریزی حکومت کا خاتمہ ہو گیا ہے پھر بھی تم ہمیشہ انگریزوں کا حق نمک ادا کرتے ہوئے اہل حدیث کے خلاف مشاغل میں لگے رہنا، تھوڑی ہی مدت میں دیوبندیہ نے اہل حدیث کے خلاف اپنے لٹریچر تیار کر دیے جن کے مطالعہ کے لیے عمر نوح سے بھی زیادہ وقت کی ضرورت ہے۔

انگریزی حکومت سے پہلے صفحہ ہستی پر دیوبندیہ کا نام و نشان بھی نہیں تھا، ایک سلفی طالب علم کے مذکورہ اشتہار پر پوری دیوبندی مشینری متحرک و سرگرم ہو گئی اور نہ جانے کتنے دنوں کی اجتماعی محنت سے جواب لکھا، جو ایک کتابی شکل میں بنام ''غیر مقلدین کے چھپن اعتراضات کے جوابات'' ایک سو ستاون صفحات پر مشتمل ہے، ہم چونکہ دیوبندی تحفظ کانفرنس کی انتیس کتابوں پر مشتمل پیکٹ کا ردّ بلیغ لکھنے پر تن تنہا اپنی علالت و وسائل کی بے حد قلت کے باوجود پر عزم ہیں، اس لیے ان شاء اللہ اس کام کو اختتام تک پہنچا کر ہی دم لینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

و ما توفیقی إلا باللّٰہ، و ھو المستعان علی ما یصفون، والحمد للّٰہ رب العالمین۔

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ، بنارس

۲۵/اپریل/۲۰۰۲ء

تنبیہ بلیغ:

ایک اہل حدیث طالب علم کے اشتہار پر دیوبندی چراغ پا اور مشتعل ہو کر ذہنی و دماغی توازن کھو بیٹھے، اس کا جو فوٹو اسٹیٹ دیوبندیہ نے بنام ''مطرق الحدید'' اپنی اس دیوبندی کتاب میں چسپاں کیا ہے، اس کے سرورق پر دیوبندیہ نے یہ الفاظ جلی خط میں لکھیں ہے:

''غیر مقلدین کے چھپن اعتراضات کا اشتہار بعینہٖ ملاحظہ فرمائیے، جو حرمین شریفین میں ۱۴۲۲ھ میں حج کے موقع پر تقسیم کیا جا رہا تھا۔''

دیوبندیہ نے حسب عادت سنت نبوی کے بالکل خلاف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھے بغیر سرورق پر مذکورہ اپنی مکذوبہ بات لکھ ماری، اس کے پہلے ٹائیٹل پیج اور ان ٹائیٹل پیج پر بھی انھوں نے بسم اللہ نہیں لکھی، سنت تو سنت بلکہ آیات قرآنیہ کے نصوص وتصریحات سے دیوبندیہ کا انحراف واعراض حد عروج پر پہنچا ہوا ہے، اس سلفی طالب علم نے اشتہار میں سب سے پہلے بسم اللہ الخ...... واضح طور پر لکھا ہے، اسے دیکھ کر بھی سنت ونص قرآن پر دیوبندیہ کو عمل کی توفیق نہ ہوئی، کیونکہ نصوص کے خلاف رائے پرستی کے سبب دیوبندیہ نصوص فہمی اور نصوص پر عمل کرنے سے محروم ہو گئے ہیں، اور اپنے مصطلح ایک غیر مقلد طالب علم کو علی الاطلاق غیر مقلدین لکھتے ہیں جو دیوبندی غباوت وحماقت و جہالت یا تلبیس کاری ہے کہ دیوبندیہ واحد وجمع میں فرق واضح کی تمیز سے بھی محروم ہیں، نیز اشتہار مذکور میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا ہے کہ غیر مقلدین کی طرف سے اس اشتہار میں چھپن اعتراضات کیے گئے ہیں، مگر دیوبندیہ عربی و فارسی و اردو میں بکثرت بولے جانے والے لفظ اعتراض و اعتراضات کے معنی بھی اپنی جہالت یا جذبہ مغالطہ اندازی کے غلبہ کے سبب سمجھنے سے بھی محروم ہیں، اشتہار مذکور کے درمیان جلی خط میں ''مطرق الحدید'' لکھا گیا، پھر اس کے نیچے خفی خط میں حمد الٰہی اور نبی ﷺ نیز آپ کے آل و اُصحاب و اتباع پر درود و سلام لکھ کر ایک آیت حسب دستور ''أما بعد'' کے بعد لکھی، یعنی ﴿وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ أَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾(سورہ البقرۃ:۴۲) یعنی تم حق کو باطل کے ساتھ ملاؤ بھی مت اور حق کو چھپاؤ بھی مت اس حال میں کہ تم جانتے ہو۔'' پھر ناظرین اشتہار سے خطاب ہے کہ

> اس اشتہار میں تراجم کتب فقہ حنفیہ سے لوگوں کی آسانی کے لیے مسائل لکھ دیے ہیں، تاکہ لوگ ان پر عامل ہو جائیں اور بائیں جانب علماء احناف سے بے لوث گزارش کی ہے کہ یہ مسائل میں نے کتب فقہ حنفیہ کے حوالے سے قلم بند کیے ہیں، ان پر آپ عمل کریں، اگر کوئی حوالہ غلط ہو تو از روئے تحقیق صحیح بات لکھیں، میرے خیال میں کوئی حنفی عالم و مفتی اس کے کسی مسئلہ کی تقلید نہیں کر سکے گا، لہٰذا ان مسائل پر عمل کریں اور شیرازہ ملت کو بکھیریں نہیں، بلکہ متحد رہیں، درمیان میں یہ شعرہ بھی لکھا دیا ہے کہ

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

پھر چھپن مسائل بحوالہ تراجم کتب حنفیہ لکھ دیے ہیں، آخر میں میرے دوستو کہہ کر ان کی خدمت میں گزارش کی گئی ہے، ان مسائل پر غور کریں۔ میں نے صرف بطور نمونہ یہ مسائل لکھے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوگا، آپ کی خدمت کرتا رہوں گا۔ (ملخص از اشتہار)

مگر دیوبندیہ نے اپنی بے عقلی سے اس اشتہار میں منقول مسائل کو اپنے اوپر کذب بیانی کرتے ہوئے اعتراضات قرار دیا ہے اور انھوں نے اپنی دانست میں بڑا تیر مارا، مشتہر نے صراحت کر دی ہے کہ یہ مسائل کتب فقہ حنفیہ کے تراجم سے نقل کیے گئے ہیں، مگر دیوبندیہ نے انھیں عربی کتابوں میں تلاش کیا، جن میں وہ مسائل انھیں نظر نہیں آئے، کیونکہ مترجمین نے ان کتابوں پر اپنے مقدمات بھی لکھے ہیں، کتب حنفیہ کے حوالوں کے ساتھ اور ان عبارتوں کی تشریح بھی کر دی ہے، جو کل کے کل حنفی مراجع سے ماخوذ ہیں اور یہ مترجمین کی باتوں کی تکذیب کر کے اپنی اور اپنے مذہب کی مٹی پلید کی۔ افسوس کہ ان مرجئہ، جہمیہ دیوبندیہ کو جھوٹ و تلبیس میں شرم اس لیے نہیں آتی کہ یہ کوئی بھی بدعنوانی حتی کہ شرک وکفر کا ارتکاب کریں، مگر صرف توحید الٰہی اور رسولوں کی رسالت کی تصدیق دل اور زبان سے کر دیں، تو بھی ان کا ایمان ملائکہ وانبیاء و مرسلین علیہم السلام اور تمام اکابر واصاغر صحابہ کے برابر ہی رہے گا۔

اشتہار مطرق الحدید کا مطالعہ:

اشتہار مذکور ہم کو اصل صورت میں نہ مل سکا، مگر اس دیوبندی کتاب کے ص:۲،۳، میں اس کا فوٹو اسٹیٹ دیا ہوا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس اشتہار کا فوٹو اسٹیٹ بغور پڑھیں اور ہر اعتراض کا جواب پڑھتے جائیں۔ ہم دیوبندیہ کے اس حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔

مولویوں اور درویشوں کی بات۔ اعتراض نمبر ایک:

''یہود ونصاریٰ اپنے مولویوں اور درویشوں کا کہا مانتے تھے، اس لیے اللہ نے انھیں مشرک فرمایا، مقدمہ عالمگیری''

دیوبندی جواب: یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ اللہ ورسول نے یہود ونصاریٰ کے علماء کی بات ماننے پر ان کی مذمت فرمائی ہے اور اس مذمت کی دو وجہ ہیں:

(۱) ان کے علماء علمائے سو تھے، آسمانی کتابوں میں اپنی مرضی کے مطابق تحریف کرتے تھے اور تحریف شدہ باتیں قوم کے سامنے پیش کرتے تھے، قوم اسی کو شریعت تسلیم کر لیتی تھی، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن

کریم میں ان الفاظ سے فرمایا ہے: ﴿یحرفون الکلم عن مواضعه﴾(المائدۃ:۱۳) ان کے علماء خدا کے کلام میں تحریف کرتے تھے۔

(۲) یہود ونصاریٰ نے اپنے علماء اور عابدوں کو خدا کا درجہ دے رکھا تھا، ان کے علماء نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر رکھا تھا، جیسا کہ اللہ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ قال أهل المعاني: جعلوا أحبارهم و رهبانهم أرباباً حيث أطاعوهم في كل شئي سئل حذيفة عن قول الله عزوجل ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ هل عبدوهم فقال:لا ولكن أحلوا لهم الحرام فاستحلوه و حرموا عليهم الحلال فحرموه۔" (تفسیر قرطبی:۸/۸۸، تفسیر خازن: ۲/۳۰۹)

قول الٰہی ﴿اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کا مطلب اہل معانی نے یہ بتلایا ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے علماء اور عابدوں کو خدا کا درجہ دے کر ان کی اطاعت کرتے اور حضرت حذیفہ سے دوسرا مطلب یہ بھی مروی ہے کہ ان کے علماء حرام کو ان کے لیے حلال کہتے، تو وہ لوگ اس کو حلال سمجھتے اور حلال کو ان پر حرام قرار دیتے، تو وہ لوگ اس حلال کو حرام سمجھتے تھے۔

یہ ان کے علماء سوء کا کارنامہ تھا۔ یہ مراد ہرگز نہیں کہ یہود و نصاریٰ کے علماء نے دین کی جو حق بات کہی ہے اس کا ماننا بھی جائز نہیں تھا اور امت محمدیہ اور ائمہ مجتہدین کے علماء کو یہود ونصاریٰ کے علماء سوء سے قیاس کرنا آقائے نامدار علیہ السلام کے ارشاد اور منشاء کی مخالفت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:"إن العلماء ورثة الأنبياء"(ابو داود:۲/۱۳، وبخاری:۱/۱۶) امت محمدیہ کے علماء آپ ﷺ کے نائبین ہیں:"قال رسول الله ﷺ: فضل العالم على العابد كفضلي على أدناكم"(ترمذی:۲/۹۸) آپ ﷺ نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے، جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا۔ یہ امت محمدیہ کے علماء کی فضیلت ہے اور ائمہ اربعہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں جو مسائل مستنبط فرمائے، وہ منشائے شریعت کے عین مطابق ہیں، پھر امت محمدیہ کے علماء اور حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، احمد بن حنبل کو یہود و نصاریٰ کے علماء سوء پر قیاس کرنا کتنا بڑا ظلم اور امت کے سواد اعظم پر کتنا بڑا جارحانہ حملہ ہے۔ اللہ اکبر! غیر مقلدین نے خالی الذہن مسلمانوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے کے لیے جو مشکلات پیش کیے ہیں، کیا وہی ان کی عبادت ہے؟ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۶، ۱۷)

اس دیوبندی بیان پر ہمارا تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ اس اشتہار کے مخاطب صرف وہ ہیں، جو اپنے کو حنفی المسلک کہتے ہیں اور ہم دیوبندی پیکٹ والی کئی کتابوں میں اس کا ذکر کر آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے مدوّن کرائے ہوئے مذہب کو بالصراحت مجموعۂ رائے و قیاس کہا، اسے مجموعہ نصوص و اجماع امت نہیں کہا، نیز امام ابوحنیفہ نے اپنے مجموعہ رائے و قیاس والے مذہب کو مجموعہ اغلاط و اباطیل و اکاذیب کہا، دریں صورت مذکورہ بالا دیوبندی باتیں ان کے اپنے تقلیدی امام کی باتوں کے بالمقابل مکذوب ثابت ہوتی ہے۔ نیز ہم کہتے ہیں کہ ہمارے رسول ﷺ نے اپنی امت کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم لوگ امم سابقہ یعنی گمراہ د گمراہ گر یہود و نصاریٰ و مجوس و مشرکین کے نقش قدم پر چلنے لگو گے اور یہ کہ تم تہتر فرقوں میں منقسم ہو جاؤ گے، ان میں سے صرف اور صرف ایک فرقہ حق پرست ہو گا اور نجات یافتہ ہوگا اور حق پرست فرقہ طائفہ ظاہرہ بھی ہو گا اور تا قیامت حق پر برقرار رہے گا۔ اور سب سے زیادہ میری امت کے لیے ضرر رساں فرقہ رائے پرست ہو گا۔

یہ متعدد احادیث کا مجموعہ جو تواتر سے ثابت ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ امت مسلمہ تہتر فرقوں میں سب سے زیادہ مضرت رساں فرقہ فرقہ اہل رائے ہو گا، اس کی تفصیل دیوبندی پیکٹ و دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس پر تبصرہ والی پہلی کتاب میں ہم ذکر کر آئے ہیں۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ بیان بھی نقل کر آئے ہیں کہ فرقہ اہل رائے اعدائے سنن ہے، اہل اسلام کو اس اہل رائے فرقے سے دور رہنا چاہیے، نیز یہ کہ اس فرمان فاروقی سے کسی بھی صحابی نے اختلاف نہیں کیا ہے، نیز یہ کہ ائمہ اہل سنت والجماعت نے فرقہ حنفیہ کو اہل رائے کہا ہے، اس فرقہ اہل رائے کی ایک اہم شاخ فرقہ دیوبندیہ ہے، اس کے باوجود اس فرقے کو محافظ سنت کہنا اور تحفظ سنت کے نام سے کانفرنس کا عالم گیر سلسلہ جاری کرنا خالص ڈھونگ بازی ہے۔

نصوص کتاب و سنت میں لفظی و معنوی تحریف اس فرقہ دیوبندیہ کا شیوہ وشعار ہے جس کا کسی قدر ذکر ہماری کتاب ”ضمیر کا بحران“ کے اواخر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ ذکر الٰہی یعنی کتاب اللہ کے تحفظ کا وہ خود ذمہ دار ہے، یہی وجہ ہے کہ اس میں ان کی تحریف بازی چلنے نہیں پا رہی ہے اور سنت نبویہ بھی بقول نبویہ وحی منزل من اللہ ہے، اس کے تحفظ کا بھی اللہ تعالیٰ نے انتظام کر رکھا ہے کہ ایسے ناقدین فن پیدا کرتے رہنے کا سلسلہ جاری کر دیا ہے، جو حدیث نبوی کے بالمقابل مصنوعی حدیث یا نا قابل قبول احادیث کو واضح کرتے رہتے ہیں اور تحریف معنوی کرنے والوں کی چلنے نہیں دیتے۔

زیر نظر دیوبندی کتاب میں سورہ توبہ کی تیرہویں آیت اور اس کی تفسیر سے متعلق جو روایات نقل کی ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ مقلدین جن کی تقلید کو اپنا دین و مذہب بنائے ہوئے ہیں، انھیں انھوں نے اللہ کے علاوہ اپنے

أرباب یعنی معبودان باطلہ بنا رکھا ہے، اس آیت اور اس سے متعلق احادیث میں علماء سوء و علماء غیر سوء میں تفریق نہیں کی گئی ہے۔تقلید کی اصطلاحی تعریف جو اہل تقلید نے کر رکھی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کی بات دلیل شرعی نہیں، اس کی بات کو دلیل شرعی سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونا، فرقہ دیوبندیہ جن حنفی اماموں کی تقلید کا مدعی ہے، ان کی بات کو کسی نص قرآنی یا نص نبوی یا اجماع امت میں حجت نہیں قرار دیا گیا ہے، اس کے باوجود دیوبندیہ اپنے اماموں کی تقلید کو حجت شرعی بنائے ہوئے ہیں، جس کو کتاب اللہ وسنت رسول میں غیر اللہ کی پرستش سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہی دیوبندیہ کا دین وایمان وشرع متین بنا ہوا ہے۔

چوتھی صدی ہجری سے پہلے کسی بھی امام اہل سنت والجماعت نے دیوبندیہ کے ان اماموں کو اہل سنت و جماعت میں سے نہیں کہا ہے، یہ بات بسند معتبر کسی امام اہل سنت و جماعت سے ثابت نہیں، بلکہ ثابت یہ ہے کہ ائمہ دیوبندیہ اہل رائیو مرجیہ وجہمیہ ہیں۔ اس اشتہار میں مقلدین امام مالک وشافعی واحمد کو مخاطب نہیں کیا گیا ہے، پھر دیوبندیہ کا ان ائمہ مقلدین کو بھی اس اشتہار کے جواب میں شامل کر لینا بدعنوانی ہے، یہ تینوں ائمہ ائمہ اہل سنت و جماعت ہیں، جن میں باہم کسی مسئلہ میں اختلاف کوئی معنوی چیز نہیں ہے۔ پھر بھی انھوں نے کہا ہماری جو باتیں نصوص و اجماع کے مطابق ہوں انھیں کو مانو، ورنہ ترک کردو اور نصوص و اجماع کو مانو، شاعروں نے بظاہر امام ابوحنیفہ کی اپنے اشعار میں مدح کی، تو سارے اہل سنت و جماعت کی طرف سے کسی استشہاد کے بغیر یہ اشعار بطور جواب کہے گئے:

إذا ذوا الرأي فاصم في قياس
و باء ببدعة معنة سخيفة
أفتيناه بقول الله فيها
و آثار منيرة شريفة
فكم من فرج محصنة عفيفة
أحل حرامها بأبي حنيفة

حاصل یہ کہ اگر یہ حنفیہ قیاس آرائی کر کے مناظرہ بازی پر اتر کر لغویات پیش کریں گے، تو ہم انکار رد کتاب وسنت کی روشنی میں کر کے انھیں خاموش کرویں گے، کتنی پاکیزہ عورتوں کی شرمگاہیں ابوحنیفہ کی بدولت حلال بنالی گئیں۔(یہ روایت کئی اسانید معتبرہ سے ثابت ہے، جس کی تفصیل ہماری کتاب "اللمحات" میں ہے۔

جن اماموں کی بات مطابق نصوص برحق ہو اسے ماننا ضروری ہے، لیکن جس فقہ ابی حنیفہ کو خود امام ابوحنیفہ

نے مجموعہ رائے و قیاس و اغلاط و اباطیل و اکاذیب کہا ہو، اس کی باتوں کا اعتبار کیسے ہو؟ امت محمدیہ کے علماء کی فضیلت میں جو بات دیوبندیہ نے کہی اور اس کا یہ معنی بتلایا کہ ان کی تقلید کی جائے، سراسر دھاندلی و تحریف ہے، اس امت میں لاکھوں کروڑوں علماء آئے، پھر صرف امام ابوحنیفہ کی تقلید کرنی اور سب کو نظر انداز کر دینا کون سا طریق عمل ہے، جب کہ امام ابوحنیفہ بھی اپنی تقلید سے منع کیے ہوئے ہیں اور چوتھی صدی سے پہلے والے تمام ائمہ اہل سنت و جماعت ابوحنیفہ کو اہل سنت و جماعت سے خارج ہونے اور بدعتی مذہب کے پیرو و داعی ہونے پر متفق ہیں؟

بڑوں کی بات مت پوچھو! (اعتراض نمبر:۲)

دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب میں اشتہار مذکور کا اعتراض نمبر ۲ اس طرح نقل کیا:

''مومنوں کو حکم دیا کہ بڑوں کا قول مت پوچھو، بلکہ یہ پوچھو کہ اللہ و رسول کا حکم کیا ہے۔'' (بحوالہ عالمگیری:۱/۱۳، زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۷)

اس پر دیوبندیہ نے ردّ لکھتے ہوئے کہا کہ یہ حوالہ غلط ہے اور جو بات پیش کی گئی ہے کہ: ''مومنوں کو حکم دیا کہ بڑوں کا قول مت پوچھو'' یہ بھی غلط ہے، ہاں اتنی بات اپنی جگہ پر درست ہے کہ قرآن و حدیث کے خلاف اگر کسی کی بات ہو تو اسے نہ مانا جائے، بلکہ قرآن و حدیث ہی کی بات مانی جائے، حنفی مسلک کے لوگ بھی اسی کے قائل ہیں، لیکن اگر علماء مجتہدین قرآن و حدیث سے مستنبط کر کے کوئی مسئلہ بتلائیں، تو وہ قرآن و حدیث کے خلاف نہیں ہوتا، اس کا ماننا بھی لازم ہو جاتا ہے، اسی طرح صحابہ کے اجماع سے جو بات ثابت ہوتی ہے، وہ بھی عین حدیث کے موافق ہوتی ہے، اس لیے اس کا ماننا بھی واجب ہو جاتا ہے اور اس کا نہ ماننا گمراہی ہوگی، جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين، عضوا عليها بالنواجذ" (هذا حديث حسن صحيح، ترمذي: ٢/٩٦، و مستدرك حاكم: ١/١٧٧)

''تم میری سنت اور ان خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑ لو، جو ہدایت کے لیے مشعل راہ ہیں، اسے اپنی داڑھ سے پکڑو، کہیں چھوٹنے نہ پائے۔ غیر مقلدین اگر اپنے مذکورہ بالا بات سے یہی مراد لیتے ہیں، تو حنفی مسلک کے لوگوں پر کوئی الزام نہیں کیونکہ احناف بھی اسی کے قائل ہیں اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔

"إذا صح الحديث فهو مذهبي" (شامی: ۱/۱۶۷ و ۷/۱۹۷، و ۲/۱۵۰ و رسم المفتی ۶۶)

یعنی جب میرے قول کے خلاف کوئی ایسی حدیث صحیح مل جائے، جس سے کسی آیت یا دوسرے حدیث یا اجماع کا تعارض نہ ہو تو وہی حدیث صحیح میرا مذہب ہے، لیکن اگر وہ حدیث صحیح کسی آیت یا حدیث یا

اجماع کے معارض ہے تو وہ حدیث صحیح امام ابوحنیفہ کا مذہب نہ ہوگا، بلکہ امام ابوحنیفہ کا مذہب وہی ہوگا جو ان کا قول راجح ہے، نیز اگر تلاش کی جائے تو امام ابوحنیفہ کے ہر قول کے موافق کوئی نہ کوئی حدیث رسول مل جائے گی، نیز امام صاحب نے "إذا صح الحديث" والی بات اس لیے فرمائی ہے کہ امام صاحب کا قول حدیث کے مخالف نہیں ہے۔ (زیرِ نظر دیوبندی کتاب، ۱۷، ۱۸)

دیوبندی بے راہروی پر ہمارا ردِّ بلیغ:

ہم کہتے ہیں کہ ایک اہل حدیث طالب علم کے اشتہار کا مطلب اس کے رد لکھنے والے مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی اور ان کے جملہ دیوبندی اعوان و انصار اور پورے فرقہ دیوبندیہ کے لوگ سمجھنے سے محروم ہیں، کیونکہ ان میں سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں، یہ معلوم ہے کہ عربی زبان میں پائے جانے والے فتاویٰ عالمگیری پر کوئی مقدمہ نہیں لکھا گیا ہے، اس پر مقدمہ لکھنے والے اس کا اردو ترجمہ کرنے والے حنفی مترجمین ہی ہیں، جو اس پر مقدمہ بھی اردو ہی میں لکھے ہوئے ہیں یہ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مع مقدمہ اردو میں پہلی بار ۱۸۹۹ء میں شائع ہوا، اسی اردو ترجمہ مع مقدمہ والے فتاویٰ عالمگیری (۱۳/۱) میں وہ عبارت موجود ہے، جسے اشتہار کے مرتب طالب علم نے لکھا ہے، ہم نے یہ اشتہار دیکھا نہیں کہ اشتہار لکھنے والے طالب علم نے اس طرح کی صراحت کی ہے یا نہیں کہ فتاویٰ عالم گیری کے اردو ترجمہ والے مقدمہ میں یہ بات لکھی ہے کہ اگر اشتہار میں یہ صراحت نہ بھی ہو تو دیوبندیہ کی یہ تغلیط بے معنی ہے اور دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ اس غلط حوالہ کے ساتھ جو بات لکھی گئی ہے وہ بھی غلط ہے، دیوبندی بدعنوانی اور بہت بڑی بے راہ روی ہے، کیونکہ بڑوں سے کسی شرعی مسئلہ پوچھنے کا حکم کسی نص قرآنی یا نص نبوی یا اجماع میں بلا قید نہیں اور وہ قید بدیہی طور پر یہ ہے کہ جس عالم پر آدمی کا اعتبار ہو، اس سے پوچھے کہ آپ اس مسئلہ میں نص قرآنی و نص و اجماع کا حوالہ دیجیے یا ان تینوں میں سے کسی دو کا یا ایک ہی کا حوالہ دیجیے۔ اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے مدوّن شدہ مذہب کو ان تینوں یا دو یا ایک ہی کا مجموعہ قرار دینے کے بجائے ایسے آراء و قیاس کا مجموعہ بتلایا ہے، جو سرتا سر اغلاط و اباطیل و انسانی جسم سے خارج ہونے والی بدبودار ریاح و شرور و فتن واکاذیب ہے، نیز امام ابوحنیفہ کو بسند معتبر چوتھی صدی سے پہلے والے اہل رائے کے علاوہ کسی بھی امام اہل سنت و جماعت نے نصوص کتاب و سنت و اجماع کا عالم نہیں کہا ہے، پھر اصولی طور پر ان کے مدون مذہب کی کسی بات کا شرعی حجت ہونا محال در محال اور ناممکن سے بھی ناممکن تر بات ہے۔ صرف اتنی سی بات ہی دیوبندیہ کو مخبوط الحواس بنانے کے لیے کافی ہے۔

دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ اشتہار مذکور کی اتنی بات اپنی جگہ پر درست ہے کہ قرآن و حدیث کے خلاف اگر کسی کی بات ہو تو اسے نہ مانا جائے، بلکہ قرآن و حدیث ہی کی بات مانی جائے، حنفی مسلک کے لوگ بھی اسی کے قائل

ہیں، قطعی اور یقینی طور پر جھوٹ کا پلندہ ہے، یہاں ہم صرف ایک مثال بطور نمونہ پیش کرتے ہیں، کیونکہ اختصار پیش نظر ہے۔

قرآن مجید میں صراحت ہے کہ:﴿وَ فِصَالُهُ عَامَيْنِ﴾ (پ:۲۱،سورہ لقمان:۱۴) یعنی مدت رضاعت دو سال ہے:

قرآن مجید کی دوسری آیت میں صراحت ہے کہ:﴿وَالْوَالِدات یرضعن أولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة" (پ:۲، سورة البقرة: ۲۳۳) یعنی مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں، جن کا باپ چاہے کہ پوری مدت رضاعت مکمل کرلے، ان دونوں آیات کریمات میں پوری مدت رضاعت دو سال اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ بتلائی ہے اور اسی کے مطابق بہت سی احادیث مرفوعہ وموقوفہ اور فرامین خلفاء راشدین وارد ہوئے ہیں، جس کی تفصیل تفسیر ابن جریر بتحقیق علامہ احمد محمود شاکر اور عام کتب تفسیر خصوصاً "درمنثور" میں ہے، البتہ "درمنثور" میں منقول روایت کی سند حذف کردی گئی ہے، جس سے اس کی کامل افادیت مفقود ہوگئی ہے، ان دونوں صریح آیات کے ساتھ یہ قرآنی آیت بھی وارد ہوئی ہے کہ ﴿وحمله و فصاله ثلاثون شهراً﴾ (پ:۲۶، سورة الأحقاف:۱۵) یعنی حمل و پوری رضاعت کی مجموعی مدت ڈھائی سال ہے۔

ان تینوں صریح آیات کے مجموعہ سے متخرج ہوتا ہے کہ قلیل ترین مدت حمل چھ مہینے ہے اور مکمل ترین مدت رضاعت دو سال ہے۔ معمولی ترین عالم جو پورا قرآن مجید سمجھ کے پڑھا ہوا ہو، وہ بھی ان تینوں آیات صریحہ کے مجموعے سے یہی بات سمجھے گا، مگر امام ابوحنیفہ نے کثیر ترین مدت حمل دو سال بتائی ہے اور کثیر ترین مدت رضاعت ڈھائی بسال بتلائی ہے، اگر امام ابوحنیفہ صرف انھیں تینوں آیات اور ان سے متعلق احادیث و آثار خصوصاً آثار خلفائے راشدین کا سرسری علم بھی رکھتے تو ایسی بات ہرگز نہ کہتے، یہ بات اس امر کی واضح دلیلوں میں سے ہے کہ امام ابوحنیفہ نصوص قرآنیہ کا علم رکھتے تھے نہ احادیث نبویہ کا نہ آثار صحابہ و تابعین کا خصوصاً آثار خلفائے راشدین کا اور جسکا یہ حال ہو وہ عالم بھی کہلانے کا مستحق نہیں، چہ جائیکہ مجتہد مطلق یا مجتہد مقید ہو!!

سلف کی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ ایک بہت مالدار آدمی تھے ان کے مال سے بہرہ ور ہونے والے کذابین ان کے خانہ ساز فتاویٰ کی تائید میں وضعی روایت گھڑتے رہتے اور اپنے ولی نعمت امام ابوحنیفہ کو سرعام رسوا و ذلیل کرنے کا پیشہ اختیار کیے ہوئے تھے۔ اسی ایک معاملہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دیوبندیہ کے امام اعظم ابوحنیفہ کتنے بڑے عالم اور مجتہد اور امام اہل سنت تھے؟ امام ابوحنیفہ کی تعلیم و تربیت جہم بن صفوان کی لونڈی و بیوی کے ذریعہ ہوئی تھی اور روایات معتبرہ متفرقہ ہیں کہ امام ابوحنیفہ اسی جہم کے **مقلد یا ہم مذہب تھے**۔ اس نے بھی قرآنی

آیات کی تصریحات کے خلاف فتاویٰ دینے کا پیشہ اختیار کر رکھا تھا۔

فرقہ دیوبندیہ کی جہالت مرکبہ کا یہ حال ہے کہ

''فعليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين'' کا صحیح اردو ترجمہ کی تمیز نہیں، اسی بدتمیزی کے سبب اس فرقہ کے لوگ نصوص میں تحریف کے عادی ہیں، دیوبندی ترجمہ جیسا کہ اوپر منقول ہوا ہے کہ ''تم میری سنت اور ان خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو، جو ہدایت کے لیے مشعل راہ ہیں۔'' حالانکہ اس کا صحیح اردو ترجمہ یہ ہے کہ تم ہدایت یاب خلفائے راشدین کی سنت اپنے اوپر لازم کرلو اس حدیث میں ''مهديين'' کا لفظ منقول ہے اور دیوبندیہ نے اپنے جہل مرکب سے اسے اعلیٰ سمجھ کر اپنی الٹی کھوپڑی کے مطابق حدیث نبوی کو الٹ پلٹ اور محرف کر دیا، اس حدیث نبوی میں واضح اشارہ ہے کہ خلفائے راشدین اپنے جن امور میں ہدایت یاب اور صحیح راہ پر ہوں ان امور میں ان کا اتباع کرو، لیکن جن امور میں وہ کسی لغزش کے سبب نصوص اور سنت سے پھسل گئے ہوں، ان میں تم اتباع مت کرو، یہ جہالت وجہل مرکب کے شکار دیوبندیہ اپنے جہل مرکب سے کیا کیا تماشے دکھلاتے ہیں؟ اس تلبیس کار دیوبندیہ نے کتنی ہنر مندی سے ''إذا صح الحديث فهو مذهبى'' کا یہ مطلب بیان کرنے کی ناپاک وگھناؤنی سازش کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کا کہنا ہے کہ میرا مذہب کسی حدیث صحیح کے خلاف نہیں، دوسری طرف سخن سازی کرتے ہوئے دیوبندیہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی اس بات کا یہ مطلب یا غرض ہے کہ جس حدیث صحیح کے خلاف میرا مذہب ہو وہ حدیث صحیح ہی میرا مذہب ہے، اس طرح کی دوغلی اور تلبیس وتحریف ومکروفریب اس فرقے نے دین برحق ونصوص شرعیہ کے ساتھ بہت زیادہ کر رکھا ہے:

''والله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم''

ابوحنیفہ نے حضرت سعید بن جبیر جیسے سنی امام کی بات کو الٹا سمجھ کر انھیں مرجی کہا، جس پر بڑے بڑے ائمہ نے ابوحنیفہ کی تکذیب کی اور امام ابن المبارک نے انھیں پھر غیرسنی وغیر معتبر بدعتی کہا، یہ باتیں عام کتب تاریخ و رجال میں مذکور ہیں۔

دیوبندیہ مدعی ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی سرپرستی میں جس چہل رکنی مجلس نے تدوین فقہ حنفی کی اس کے ایک رکن رکین ابن المبارک بھی تھے، لہٰذا مجلس تدوین فقہ حنفی کے ان رکن رکین ابن المبارک اور انھیں جیسے تجریح ابی حنفیہ کرنے والے ارکان مجلس تدوین فقہ کی باتوں کا ماننا دیوبندیہ پر فرض قرار پاتا ہے ہم نے اس مزعومہ چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی اور ان کے اراکین پر اپنی کتاب ''اللمحات'' کی تیسری چوتھی جلد میں تحقیقی جائزہ لیا ہے، شائقین اس کا مطالعہ کر کے حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔

حضور ﷺ کی محبت اتباع سے ہوتی ہے: (اعتراض نمبر:۳)

دیوبندیہ نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت اشتہار مذکور کی یہ بات نقل کی:

'' آنحضرت ﷺ کی محبت صرف زبان سے نہیں ہوتی، بلکہ اتباع سے ہوتی ہے''۔ (بحوالہ شرح وقایہ:۱۰، زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۹)

اسے نقل کرنے کے بعد دیوبندیہ نے کہا: ''یہ بات بالکل صحیح ہے کہ حضور ﷺ کی محبت صرف زبان سے نہیں بلکہ اتباع سنت سے ہوتی ہے یہی ائمہ اربعہ خاص طور پر امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے متبعین کا عقیدہ ہے۔الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۹)

ہم کہتے ہیں کہ قرآنی آیت میں باعتراف دیوبندیہ صراحت ہے کہ ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي﴾ (سورہ آل عمران:۳۲) اے لوگو! اگر تمھیں دعوی محبت الٰہی ہے، تو میری یعنی رسول کی اتباع کرو۔ لیکن ناظرین کرام دیکھ آئے ہیں کہ اتباع نبوی تو دور کی بات ہے، اتباع نصوص قرآنیہ بھی دیوبندیہ کے امام اعظم ابوحنیفہ نہیں کرتے تھے اور نصوص قرآنیہ سے متعلق بہت ساری احادیث نبویہ و آثار صحابہ و تابعین خصوصاً آثار خلفاء راشدین مھدیین کو پس پشت ڈالے ہوئے تھے، اپنے اسی کارناموں پر دیوبندیہ کو بڑا فخر و غرور و گھمنڈ ہے اور اسی بناء پر امام ابوحنیفہ کی تقلید انھوں نے اپنے اوپر فرض قرار دے رکھی ہے اور اسی بناء پر یہ مدح ابی حنیفہ کرتے نہیں تھکتے۔

جو سنت کو حقیر جانے وہ کافر ہوگا (اعتراض نمبر:۴)

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے کہا کہ اشتہار مذکور میں لکھا ہے کہ جو سنت کو حقیر جانے وہ کافر ہو گا۔ (بحوالہ درمختار:۱/۲۱۸، و ہدایہ:۱/۵۴۱) یہ مسئلہ اپنی جگہ درست ہے یہی حنفیہ کا مسلک ہے، پھر اس سے حنفیہ پر اعتراض کیوں گیا...... الخ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۲۰)

دیوبندیہ کی بات پر ہمارا تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ تطویل سے بچنے کے لیے ہم امام ابوزرعہ رازی جیسے امام فنون کثیرہ ثقہ ترین صاحب علم وفضل کی صرف ایک بات کے ذکر پر اکتفاء کریں گے، امام برذعی نے کہا:

" سمعت أبا زرعه يقول كان أبو حنيفة جهميا و كان محمد بن حسن جهميا و كان أبو يوسف جهميا بيّن التجهم و قال أبوزرعة: أبوحنيفة: يوصل الأحاديث، أو كلمة قالها: أبو زرعة هذا معناها ثم قال لي أبو زرعة: حديث عن موسى بن أبي عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر عن النبي ﷺ فزاد عن جابر يعني حديث

القراءة خلف الإمام و يقول القرآن مخلوق و يرد على رسول الله ﷺ ويستهزئ بالآثار و يدعوا إلى البدع والضلالات ثم يعني بحديثه ما يفعل هذا الغبي جاهل و جعل يحرف على إبراهيم بن أرومه و يذكر أحاديث لا أصل لها الخ۔"

یعنی ابوحنیفہ و محمد بن حسن و ابویوسف سبھی جہمی تھے، لیکن ابویوسف بہت کھلے جہمی تھے اور ابوحنیفہ منقطع احادیث کو متصل بیان کرتے رہتے تھے، چنانچہ انھوں نے قراءت خلف الامام والی منقطع روایت متصل بنا دی اور وہ قرآن مجید کو مخلوق کہتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو مردود بنانے اور احادیث نبویہ و آثار صحابہ کا استہزاء و مذاق اڑانے کا کاروبار کرتے تھے اور بدعات و ضلالت پھیلانے کے لیے تبلیغ کرتے، پھر حدیثوں میں تحریف و الٹ پھیر کرتے رہتے تھے اور ایسی احادیث ذکر کرتے جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔ (ملاحظہ أسئلة البرذعي، ص: ۵۷۰، و نشر الصحيفة، ص: ۳۵۴، ۳۵۵)

اس روایت صحیحہ سے صاف واضح ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے مذہب کی تدوین کرنے والے خصوصی تلامذہ ابویوسف و محمد جہمی تو خیر تھے ہی، احادیث نبویہ و آثار صحابہ بشمول آثار خلفاء راشدین کو صرف مردود ہی نہیں قرار دیتے تھے، بلکہ ان کا استہزاء و مذاق اڑاتے تھے اور بدعات و ضلالات کی تبلیغ بھی کرتے اور احادیث کے معانی میں تحریف کاری کرتے تھے، اب دیوبندیہ اپنے ان اماموں پر وہ فتویٰ چسپاں کریں کہ احادیث نبویہ کی تحقیر کرنے والے کافر ہیں، کیونکہ احادیث کا استہزاء نہایت گھناؤنے درجے کی تحقیر ہے۔

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

تارک سنت: (اعتراض نمبر: ۵)

اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے اشتہار مذکور کی یہ بات نقل کی کہ "جو سنت کو ہلکا جان کر برابر ترک کرے، وہ کافر ہے۔" (بحوالہ مقدمہ ہدایہ: ۱/ ۷۷)

اس پر دیوبندیہ نے یہ لکھا ہے سنت کو ترک کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا، الگ مسئلہ ہے اور سنت کو ہلکا سمجھنا دوسرا مسئلہ ہے، اوّل الذکر کا عادی بن جانا موجب فسق ہے موجب کفر نہیں اور اسے ہلکا سمجھنا استخفاف و تحقیر کرنا واجب کفر ہے، حنفیہ بھی اس کے قائل ہیں۔ فتاوی ثنائیہ حاشیہ (۵/ ۴۸۱) میں اسے کفر کہا گیا ہے" (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۲۱)

ہم کہتے ہیں کہ اعتراض نمبر ۴، کے تحت ثابت ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ سنن نبویہ کا مذاق اڑاتے تھے اور جو شخص سنن نبویہ کا مذاق اڑائے اس کا سنن نبویہ کو ہلکا سمجھ کر عمل نہ کرنا لازمی بات ہے، لہٰذا دیوبندیہ اپنے امام

ابوحنیفہ پر اپنے بیان کی روشنی میں جو چاہیں فتویٰ دیں!!

حدیث کا ردّ کرنے والا گروہ۔ (اعتراض نمبر:۶)

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے اشتہار مذکور سے الفاظ مذکور بحوالہ مقدمہ ہدایہ (۱/۳۰) نقل کر کے لکھا:

"یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ حدیث کا رد کرنے والا گمراہ ہے، یہی حنفیہ کا عقیدہ ہے اور حدیث رد کرنے والوں کی تین قسم ہے، پہلی یہ کہ جس کے پاس اس حدیث کے بالمقابل قرآنی آیت یا دوسری حدیث موجود ہے، وہ اس آیت اور دوسری حدیث کے ذریعہ اسے رد کرتا ہے، اسے گمراہ نہیں کہا جائے گا، دوسری یہ کہ جو شخص بلا دلیل محض فخر وغرور سے حدیث کو رد کردے وہ گمراہ ہے، تیسری یہ کہ جو حدیث کو حقیر سمجھ کر استخفاف وحقارت کی وجہ سے ردّ کرتا ہے، جب کہ وہ حدیث متواتر یا مشہور ہے، تو اس کی بابت خطرۂ کفر ہے، جب یہی عقیدہ حنفیہ ہے، تو حنفیہ کے خلاف اسے پیش کرنے کا کیا مقصد ہے؟ کیا حنفیہ کا قول وعمل اس کے خلاف ثابت ہے؟ اگر غیر مقلدین نے اس کے خلاف دیکھا ہے، تو وہ مسلک حنفیہ نہیں، اپنے کو سلفی کہنے والے غیر مقلدین جو درحقیقت سلفی نہیں اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں، تو وہ خود فیصلہ کریں کہ ان کا کیا عقیدہ ہے ان پر کیا حکم لگنا چاہیے تاتارخانیہ (۵/۴۸۴) میں ہے کہ جو آدمی کوئی حدیث نبوی روایت کرے اور اسے کوئی رد کردے، تو ہمارے بعض مشائخ اسے کافر کہتے ہیں اور متاخرین میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ردّ حدیث کرنے والا اسی صورت میں کافر قرار پائے گا کہ اس کی مردود قرار دی ہوئی حدیث مشہور ہو اور اگر کسی حدیث نبوی کی بابت کوئی شخص حدیث بیان کرنے والے نبی ﷺ کو مراد لیتے ہوئے کہے کہ اس آدمی نے اسے بیان کیا تو وہ کافر ہے، کیونکہ اس کی یہ بات تحقیر نبوی ہے۔ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۲۱)

ہم کہتے ہیں کہ اعتراض نمبر:۲ کے تحت ہم بیان کر آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے تین صریح نصوص قرآنی کو اپنے قیاس سے مردود قرار دے دیا، جب کہ ان کے خلاف کوئی معمولی ترین قسم کی عقلی یا نقلی دلیل نہیں، تو اپنے امام اعظم ابوحنیفہ پر دیوبندیہ کا کیا فتویٰ ہے؟ اس طرح کے کام ابوحنیفہ نے بکثرت کیے ہیں، جیسا کہ کتب تاریخ ورجال میں مسطور ہے، دریں صورت ازروئے کتاب وسنت واجماع ابوحنیفہ پر دیوبندیہ کا کیا فتویٰ ہے؟ اشتہار مذکور میں دیوبندیہ کے مصطلح غیر مقلد طالب علم نے انھیں باتوں کے پیش نظر یہ بات حنفی مرجع کے حوالے سے نقل کی ہے۔

آیت قرآنی کے ساتھ بے ادبی کفر ہے (اعتراض نمبر:۷)

دیوبندیہ نے عنوان بالا کے تحت اشتہار مذکور کے حوالہ سے نقل کیا: "جو شخص مسخرہ پن یا بے ادبی کسی آیت کے ساتھ کرے، وہ کافر ہے۔ (بحوالہ درمختار: ۲/۵۱۳)

اس پر دیوبندیہ نے اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا:

''یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ جو شخص کسی آیت کریمہ کے ساتھ تحریہ و مسخرہ پن کرتا ہے یا کسی اور طریقہ سے بے ادبی کا انداز اختیار کرتا ہے، وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، یہی حنفی و دیوبندی اہل سنت و الجماعت و ائمہ اربعہ کا عقیدہ ہے، اگر غیر مقلدین کا اس کے علاوہ کوئی اور عقیدہ ہے تو ہو، حنفیہ کو اس سے کوئی تعلق نہیں، مگر حنفیہ کو شکوہ ہے کہ حنفیہ پر اسے لے کر کیوں اشکال کیا گیا؟ اس سے خالی الذہن مسلمانوں کو شکوک میں ڈالنا چاہتے ہیں کہ عقیدہ حنفیہ ایسا ہی ہے، جس سے مسلمان امام ابوحنیفہ اور ان کے متبعین سے بدگمان ہو جائیں، اللہ کے یہاں اس کا فیصلہ ہوگا، کتب حنفیہ میں صحیح لکھا ہے کہ جب دف اور بانسری بجانے کے ساتھ قرآن پڑھا جائے تو کافر قرار دیا جائے گا، جب آدمی قرآن کی کسی آیت کا انکار کرے یا کسی آیت کے ساتھ مسخرہ پن اور مذاق کرے تو کافر قرار پائے گا۔(عالم گیری :۲/۲۶۶۔۲۶۷، تاتارخانیہ: ۵/۴۹۰، زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۲۲)

ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اُصحاب کا جہمی و مرجی ہونا متحقق ہے اور جہمیہ و مرجیہ کے عقائد قرآنی تصریحات کے بالکل خلاف ہیں، لہٰذا ائمہ احناف سے ان آیات صریحہ کثیرہ کا اختلاف کرنا اور ان آیات کریمات کے ساتھ استہزاء و مذاق و بے ادبی بہت ظاہر ہے، مدت رضاعت ہی کے متعلق ہم نے بتلایا کہ تین تین آیات صریح و واضح کی مخالفت کر کے امام ابوحنیفہ نے ان کے ساتھ بے ادبی کی، کم از کم آٹھ قرآنی آیات میں صراحت ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے، ان کے خلاف امام ابوحنیفہ سمیت ان کے تمام ہم مذہب ان آیات صریحہ اور ان سے متعلق ہزاروں احادیث نبویہ و آثار صحابہ و تابعین اور اجماع صحابہ کی مخالفت کرتے اور ان کے ساتھ بے ادبی و استہزاء کے مرتکب ہیں، اب دیوبندیہ اپنے ان اماموں پر اپنا فتویٰ لگائیں،

وہ امام ابوحنیفہ جس جہم بن صفوان کی لونڈی و بیوی کے تربیت یافتہ ہیں، وہ بہت ساری آیات کا مذاق اڑاتا اور ان کے ساتھ بے ادبی کرتا، اسی طرح قرآن کے معاملے میں امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اُصحاب جہم اور عمرو بن عبید معتزلی کے ہم نوا تھے اور یہ دونوں کے دونوں بہت ساری آیات و احادیث نبویہ کے ساتھ بے ادبی و گستاخی و استہزاء و مذاق کرتے تھے، جیسا کہ ان کے تراجم میں منقول ہے، اس کا لازمی مطلب ہے کہ امام ابوحنیفہ عقیدہ خلق قرآن کے باعث خصوصاً اور دیگر عقائد جہم وعمرو بن عبید کے باعث عموماً قرآن کریم کے ساتھ بے ادبی کے مرتکب تھے، پھر انھیں اہل سنت والجماعت میں شمار کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ عقیدہ خلق قرآن جہم وعمرو بن عبید کا عقیدہ ہے اور ان میں سے ایک معتزلی تھا اور دسرا جہمی تھا اور دونوں اہل اسلام میں یہود و نصاریٰ و مجوس و ہندوستانی مشرکین کے عقائد کی ترویج و اشاعت کے لیے کوشاں تھے، عقیدہ خلق قرآن یہود و نصاریٰ و دیوبندیہ

کا بنیادی عقیدہ ہے، اہل اسلام کا نہیں ہے

یہ گنبد کی صدا جیسا کہے ویسا سنے!

بغیر علم حدیث فہمی گمراہی ہے۔(اعتراض نمبر:۸)

مندرجہ بالا عنوان کے تحت دیوبندیہ نے اپنے مصطلح غیر مقلد اشتہار سے نقل کیا:

''جو لوگ علم کے بغیر حدیث طلب کریں گے، وہ گمراہ ہوں گے۔'' (بحوالہ مقدمہ عالمگیری:۱/۴۳)

اپنی نقل کردہ عبارت مذکورہ پر دیوبندیہ نے یہ تبصرہ و نقد کیا:

''اس تحریر سے غیر مقلدین کیا نتیجہ اخذ کرنا چاہتے ہیں؟ فرشتوں کی تحریر ابن آدم سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہاں اگر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہتے ہیں کہ بغیر علم جو لوگ براہ راست حدیث سمجھنے کی کوشش کریں گے وہ تباہ ہوں گے، یہ بات اپنی جگہ درست ہے، جو خود غیر مقلدین کے خلاف پڑتی ہے کہ ائمہ مجتہدین اور اولوالعزم علماء ربانیین ہی احادیث شریفہ کی گہرائی میں پہنچ کر مسائل کا استنباط کر سکتے ہیں۔'' الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۲۴)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ میں اتنی بھی تمیز نہیں کہ اپنے مصطلح ایک غیر مقلد طالب علم کو ''تمام غیر مقلدین'' کہنا انتہائی غباوت و جہالت ہے، نیز ایک غیر مقلد طالب علم ایک آدمی ہے، پھر ایک آدمی کو اور فرشتوں کو کہنا حد درجہ کی بلادت و حماقت ہے، تو ان حمقاء و جہال کی کھوپڑی میں کوئی بات صحیح طور پر کیونکر سما سکتی ہے؟ ایک طویل روایت صحیحہ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کی زیر پرستی فقہ حنفی کی تدوین کرنے والی چہل رکنی مجلس تدوین کے رکن رکین امام عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا کہ ''أكان أبو حنيفة عالما قال: لا ما كان بخليق لذلك'' کیا ابوحنیفہ عالم تھے؟ تو ابن المبارک نے کہا کہ ابوحنیفہ عالم نہیں تھے اور عالم ہونا ابوحنیفہ کے شایان شان نہیں تھا پھر وہ عالم کیسے ہوتے؟ (خطيب: ١٣/ ٤٣٢، ٤٣٤) امام ابن المبارک کو ابوحنیفہ کے مذہب کی تدوین کرنے والی چہل رکنی مجلس کا رکن دیوبندیہ کی کتاب مقدمہ ''أنوار الباري'' جلد اوّل میں صراحت سے مذکور ہے اور جب بقول امام ابن المبارک دیوبندیہ کے امام ابوحنیفہ عالم ہی نہیں تھے، تو ان کا مجتہد ہونا ناممکن تھا اور جب یہ معاملہ ہے تو:

اوّلاً ابوحنیفہ علم حدیث سے ناواقف تھے۔

ثانیاً امام سفیان ثوری اور متعدد علماء نے کہا: ''كان أبو حنيفة يتصف الأموز بلا علم و لا سنة'' یعنی ابوحنیفہ علم و سنت سے واقفیت کے بغیر ہی بزعم خویش مجتہد بن بیٹھے تھے۔'' (خطيب: ٣/ ٤٦٩، ٤٣٠)

پھر جب ابوحنیفہ عالم ہی نہیں تھے اور علم حدیث سے واقفیت نہ رکھنے کے باوجود رائے و قیاس سے مستنبط کردہ مسائل کو اپنا دین بنائے ہوئے تھے، تو مجتہد رائے وقیاس والے جس دین کو دیوبندیہ اپنا مذہب و مسلک و

دین وایمان بنائے ہوئے ہیں، اس کا کیا حال ہوگا؟ اسی لیے دیوبندیہ کے مصطلح ایک طالب نے اپنے مرتب کردہ اشتہار میں یہ بات کہی تھی، جسے دیوبندیہ اپنی انتہائی جہالت وغباوت و بلادت وحماقت کے سبب پوری جماعت کو غیر مقلدین اور فرشتے کہتے ہیں۔

فقہاء کے اجتہاد پر عمل کا حکم:

دیوبندیہ نے اپنے عنوان بالا کے تحت کہا:

''حضور ﷺ نے اجتہادی مسائل میں فقہائے عابدین سے مشورہ کرکے ان کی سمجھ کے مطابق عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔(مجمع الزوائد: ۱/۱۷۱، و المعجم الأوسط للطبراني) میں یہ حدیث ایسی سند سے منقول ہے، جن کے رواۃ ثقہ ومعتبر ہیں۔ (ماحصل از زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۲۳، ۲۴)

ہم کہتے ہیں کہ اجتہادی نہیں بلکہ منصوص مسائل میں فقہائے عابدین سے مشورہ کے بغیر اور بقول ائمہ کرام علم وحدیث سے ناواقف ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہ نصوص کے خلاف اپنی ذاتی رائے سے مستنبط کرکے مسائل مدوّن کراتے تھے، جو دیوبندیہ کا مسلک و دین و مذہب بنا ہوا ہے، جیسا کہ اعتراض نمبر:۲ کے تحت بطور نمونہ میں نے بتایا کہ صرف ایک ہی مسئلہ میں تین تین آیات صریحہ اور سینکڑوں ہزاروں احادیث و آثار واقوال سلف کے خلاف اپنی ذاتی رائے سے امام ابوحنیفہ نے مسئلہ مستنبط کرلیا، نیز کسی روایت کی سند کے رواۃ کا ثقہ ہونا روایت کی صحت کو مستلزم نہیں، لہٰذا دیوبندیہ اپنی مستدل حدیث جو ان کے امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے، کا غیر معلول ہونا ذکر سند کے ساتھ ثابت کریں۔

دیوبندیو! تمہاری عقل و دانش کا یہ حال ہے:

بریں عقل و دانش بباید گریست

کیا فقہ میں موضوع حدیث ہے؟ (اعتراض نمبر:۹)

اپنے اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے اپنے مصطلح غیر مقلد طالب علم کے اشتہار سے نقل کیا کہ:

''فقہ میں جو احادیث ہیں، ان پر اعتماد کلی نہیں ہوسکتا، جب تک کہ کتب حدیث سے صحیح نہ کرلی جائے، حالانکہ فقہ میں احادیث موضوع بھی ہیں۔'' (بحوالہ مقدمہ ہدایہ:۱/۱۰۸، زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۲۵)

ایک غیر مقلد طالب علم کی بات کو یہاں بھی دیوبندیہ أحمق الناس و أجهلهم نے پوری جماعت غیر مقلدین کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا:

یہ بات ہدایہ کے مقدمہ میں نہیں، بلکہ ''عین الهدایه'' کے مقدمہ میں ہے، غیر مقلدین نے ''عین الهدایه'' کو ہدایہ ہی سمجھ لیا جو صحیح نہیں ''عین الهدایه''، ہدایہ کا ترجمہ ہے اور مترجم نے ترجمہ کے بعد جگہ

جگہ بہت سی باتیں لکھ ڈالیں ہیں، انھیں صاحب ہدایہ کی طرف منسوب کرنا نہایت غلط ہے، اصل بات کا جواب یہ ہے کہ صاحب "عین الهدایه" نے بحوالہ "عمدة الرعاية" سے ایک بات نقل کی، جس کا حاصل یہ ہے کہ مصنفین فقہ دو قسموں پر ہیں:

۔ وہ مصنف جو نہ فقیہ ہوتے ہیں نہ محدث انھیں نہ حدیث کا ماخذ معلوم ہوتا ہے نہ جزئیات فقہ کا کہ یہ کس آیت یا حدیث سے مستنبط ہے، اس لیے ان کی کتابوں میں موضوع حدیث بھی آ جاتی ہے، ان کی کتابیں نہ معتبر ہوتی ہیں نہ مقلدین دیوبندیہ حنفیہ کا اعتماد ہوتا ہے۔

۲۔ وہ مصنف محدث وفقیہ دونوں ہو ان کی کتابوں میں موضوع روایات نہیں آتی ہیں، بلکہ وہ کسی نہ کسی معتبر روایت کی روشنی میں مسائل فقہیہ لکھتے ہیں، ان کی کتابوں اور مسائل پر اعتماد ہوتا ہے اور جہاں سے غیر مقلدین نے اعتراض نمبر ۹ نوٹ کیا ہے، وہاں پر صاحب "عین الهدایه" کی عبارت اس طرح موجود ہے کہ مصنف محدث ثقہ ہو تو اعتماد ہو سکتا ہے، غیر مقلدین یاد رکھیں کہ حنفیہ معتبر کتابوں پر ہی اعتماد رکھتے ہیں، غیر معتبر پر نہیں، اس لیے صاحب "عمدة الرعاية" نے یہ بات تنبیہ کے لیے لکھی ہے، تاکہ غیر معتبر کتابیں نہ دیکھیں اور مذکورہ اعتراض میں غیر مقلد نے ایک بات میں سے اپنے مطلب والا حصہ نقل کر دیا اور خلاف مطلب والا حصہ چھوڑ دیا، یہ کتنی بڑی خیانت ہے اللہ ان کی باتوں سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۲۵، ۲۶، کا ماحصل)

ہم کہتے ہیں کہ غیر مقلد طالب علم نے صراحت کر دی ہے کہ ہم نے اردو تراجم کتب فقہ حنفیہ سے مسائل نقل کیے ہیں اور ہم عرض کر آئے ہیں کہ یہ متوحشین بذات خود غالی حنفی تھے اور حنفی مذہب کی مستند کتابوں ہی کی بات نقل کرتے تھے، پھر یہ تو ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہ نے بذات خود اپنی فقہ کو مجموعہ نصوص و اجماع کے بجائے مجموعہ رائے و قیاس کہا اور اسی مجموعہ رائے و قیاس کو مجموعہ غلط اور باطل اور شرور فتن و اکاذیب کہا، پھر کتب فقہ حنفی تمام تر تلامذہ و موضوعہ مخترعہ روایات کا مجموعہ خود دیوبندیہ کے امام اعظم ہی نے کہا ہے، تو امام ابوحنیفہ کی بات صحیح ہونے میں کوئی شک بھی ہے؟

حدیث قول امام پر مقدم ہے: (اعتراض نمبر ۱۰ بحوالہ هدایة)

دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت اشتہار مذکور کے حوالہ سے کہا:

"غیر مقلدین نے اس اعتراض کو "هدایه" کی طرف منسوب کرنے میں بہت بڑی خیانت کی ہے اس لیے کہ "هدایه" کے متن و ترجمہ میں ایسی کوئی بات نہیں البتہ صاحب "عین الهدایه" نے ترجمہ سے ہٹ کر ملا علی قاری کی ایک بات نقل فرمائی ہے کہ تشہد کی حالت میں انگلیوں سے اشارہ کرنا حدیث

شریف سے ثابت ہے اور امام سے اشارہ نہ کرنا ثابت ہوتا، تو حدیث قول امام پر مقدم ہوتی مطلب یہ کہ قول ابوحنیفہ حدیث کے خلاف ہرگز نہیں، اب یہاں سے غیر مقلدین نے کتنا بڑا غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کی، ناظرین اندازہ لگائیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۲۶)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کذب بیانی تلبیس کاری و مغالطہ اندازی میں بڑے ماہر ہیں، یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ امام ابوحنیفہ کی عادت وفطرت تھی کہ اپنی رائے و قیاس والے اجتہاد کے ذریعہ ایک ہی دن میں دس دس بار اور اس سے کم وبیش اپنی اجتہادی آرائے متعارضہ دمضطربہ بدلتے رہتے تھے، ایک رائے قائم کر لینے کے چند ہی منٹ یا گھنٹے بعد اس کی تغلیط کرتے، اس کے خلاف و معارض دوسری اجتہادی پالیسی محض رائے و قیاس کے زور پر اختیار کر لیتے، اسی طرح دن ہی بھر میں دس دس بار کرتے، یہ بات مفصل طور پر دیوبندی تحفظ سنت والی کانفرنس کے دیوبندی کتب کثیرہ پر مشتمل بعض کتابوں کے ردّ میں ہم ایک سے زیادہ بار لکھ آئے ہیں اور تفصیل مزید ''اللمحات'' میں ہے، امام ابوحنیفہ کے کئی تلامذہ نے امام ابوحنیفہ کی رائے پرستی والی پالیسی سے عاجز آ کر درسگاہ ابی حنیفہ چھوڑ کر اشتغال حدیث اختیار کر لی، جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کا تمام تر اشتغال جہمی و مرجی ومعتزلی رائے پرستی سے تھا، امام ابوحنیفہ کے اس طرز عمل کو عام مقلدین حنفیہ دیوبندیہ نے مدح وفضیلت ابی حنیفہ قرار دے لیا ہے، پھر ''عین الھدایہ'' (۵۰۲/۱) میں صاف صاف لکھا ہے کہ تشہد میں انگلی نہ اٹھانے والے ابوحنیفہ کے موقف پر کئی معتبر کتب حنفیہ میں فتویٰ دیا گیا اور اس کو مذہب مختار قرار دیا گیا ہے، اس کے برعکس بعض دوسری معتبر کتب حنفیہ میں اس کے معارض دوسری والی رائے ابوحنیفہ پر فتویٰ دیا گیا ہے، ہزاروں مسائل ابی حنیفہ میں مقلدین ابی حنیفہ نے ایسا ہی کیا ہے، اس مسئلہ میں بھی بعض حنفیہ نے کہا کہ چونکہ نصوص نبویہ میں تشہد میں انگلی اٹھانے کا ثبوت ہے، اس لیے امام ابوحنیفہ کی جو بات ان نصوص نبویہ کے معارض ہے، اس پر نصوص نبویہ مقدم ہیں، کتب حنفیہ کی اس صراحت کے مطابق اہل حدیث طالب علم نے کہا کہ اقوال ابی حنیفہ کے معارض نصوص نبویہ کو اقوال ابی حنیفہ پر کتب حنفیہ میں مقدم مانا گیا ہے، لہٰذا تمام مسائل میں حنفیہ دیوبندیہ مرجیہ جہمیہ کو ایسا ہی کرنا چاہیے، اہل حدیث طالب علم کے اشتہار کی یہ بات دیوبندیہ نے اپنے اوپر اعتراض کیوں سمجھ لیا، جب کہ اس طالب نے اس اعتراض کو صرف یہ مخلصانہ اپیل دیوبندیہ سے کیا کہ اپنی کتب معتبرہ کی اس بات پر عمل کریں، پھر اسے اعتراض ہی نہیں بلکہ اپنی عادت والی نقل عبارت میں غیر مقلدین کی بڑی خیانت و غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش قرار دیا، یہ دیوبندی پالیسی بلاشبہ یہود و نصاریٰ و مجوس و مشرکین کی پالیسی ہے کہ اخلاص پر مبنی ایک طالب علم کے مخلصانہ مطالبہ کو سارے غیر مقلدین کی غلط و پر خیانت روش قرار دیا۔

”إذا صح الحديث فهو مذهبي“ کا مطلب:

اپنے عنوان مذکور کے تحت کہی ہوئی بات دیوبندیہ پہلے بھی ایک سے زیادہ بار کہہ آئے ہیں اور ”إذا صح الحديث فهو مذهبي“ والے قول ابی حنیفہ کا یہی اصل مطلب بتلا آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کوئی مسئلہ خلاف نص نبوی نہیں بیان کرتے، صرف بغرض محال اگر ان کا کوئی مسئلہ نص نبوی کے خلاف ہو تو نص نبوی ہی کو مذہب ابی حنیفہ مانا جائے، یہود کی طرح اس تحریف دیوبندیہ پر ہم رد بلیغ کر آئے ہیں، اسے ملاحظہ کر لیا جائے۔

تقلید کی ضرورت:

اپنے عنوان مذکور کے تحت حنفیہ دیوبندیہ نے چوتھی صدی ہجری میں اپنی گھڑی بنائی ہوئی تقلید کی مورتی کی پرستش کا وجوب و افتراض بعض آیات و اقوال ائمہ میں معنوی تحریف کر کے بزعم خویش ثابت کر لیا ہے، مگر اکاذیب و مغالطات کے زور پر چوتھی صدی ہجری میں ایجاد ہونے والی مشرکانہ و مبتدعانہ تقلید کا جواز ثابت ہونا محال در محال ہے، کیونکہ تقلید پرستی کا بدعت مشرکانہ ہونا نصوص سے ثابت ہے، پھر اس کے جواز یا ایجاب و افتراض کا شرعی وجود محال نہیں تو کیا ہے؟

حدیث میں تقلید کا ثبوت:

اپنے عنوان مذکور کے تحت تقلید پرستی کا مزعوم دعوی دیوبندیہ نے احادیث نبویہ سے ثابت کر دکھایا ہے، جو ایک مستحیل و محال و ناممکن چیز ہے، تحریف کار دیوبندیہ نے اپنے زعم باطل پر طویل حدیث کے اس فقرہ نبویہ کے ذریعہ تحریف معنوی استدلال کیا کہ:

> ” فاقتدوا بالذين من بعدي و أشار إلى أبي بكر، و عمر، و تمسكوا بعهد عمار و ما حدثكم ابن مسعود فصدقوه۔“
>
> اے میری امت کے لوگو میرے بعد تم حضرت ابوبکر و عمر کا اتباع کرو اور عہد عمار کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ابن مسعود جو احادیث بیان کریں، ان کی تصدیق کرو۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۳۰، ۳۱، بحوالہ جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ و مسند احمد بن حنبل)

اس حدیث نبوی میں صراحت ہے کہ میری موجودگی میں میرے بیان کردہ نصوص کا اتباع کرو، نصوص نبویہ نہ ملے تو ان کے بعد ان امور میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا اتباع کیجیے، جو نصوص کتاب و سنت کے معارض نہ ہوں اور عہد عمار پر مضبوطی کے ساتھ اس لیے کاربند رہو کہ خلیفہ راشد کے خلاف مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی میں موقف عمار اہل حق کا موقف ہے اور حضرت عمار خلیفہ راشد کے خلاف جنگ کرنے والوں کے ساتھ نہیں تھے، بلکہ خلیفہ راشد ہی کے ساتھ تھے، لہٰذا خلیفہ راشد کے خلاف جنگ آزمائی کرنے والے شرعی اصطلاح میں باغی قرار پاتے ہیں،

انھیں ان کی صحابیت کا احترام کرتے ہوئے برا بھلا کہنے کی ممانعت کے ساتھ اہل حدیثوں پر فرقہ دیوبندیہ نے اپنی تحفظ سنت والی کانفرنس میں کئی کتابوں پر مشتمل کتابیں پیکٹ میں بہت طعن و بدتمیزی والا دیوبندی طور وطریق اختیار کر رکھا ہے، مسلمانوں میں خانہ جنگی کے جواز یا وجوب و افتراض کے بہت زیادہ قائل و شائق تھے اور حکومت وقت کے خلاف صلح بغاوت وقتال کے بڑے حامی تھے، خلاف عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے خلاف ہونے والی بغاوت و جنگ کے وقت ابوحنیفہ اگر رہتے ہوتے، تو ان کے طرز عمل کو دیکھتے ہوئے یہی رائے قائم ہوتی ہے کہ وہ باغیوں و بغاوت وقتال وخانہ جنگی کی پرزور وشور حمایت کرتے ہوئے تو ان کے طرز عمل کو دیکھتے ہوئے یہی رائے قائم ہوتی ہے کہ وہ باغیوں و بغاوت وقتال وخانہ جنگی کی پرزور وشور حمایت کرتے خواہ لاکھ نصوص موقف ابی حنیفہ کے خلاف ہوتے اور ابن مسعود کی تحدیث کی تصدیق کا حکم آپ ﷺ نے اس اسلامی اصول کے تحت دیا کہ سارے صحابہ عدول و ثقہ ہیں خواہ وہ اصطلاح شرع میں فساق و فجار و بغاۃ ہی کے زمرہ میں آتے ہوں۔ دیوبندیہ کی مستدل اس حدیث سے تقلید پرستی کی تکذیب ہوتی ہے خصوصاً اس لیے بھی کہ آپ ﷺ کے اوّلین مخاطب تقلید پرستی سے واقف بھی نہیں تھے، اور بعض صحابہ سے بالصراحت تقلید پرستی کی تکذیب ہوتی ہے خصوصاً اس لیے بھی کہ آپ ﷺ کے اوّلین مخاطب تقلید پرستی ہے باجماع صحابہ وتابعین واتباع تابعین وتصریحات نصوص خالص بدعت ومشرکانہ وکافرانہ یہود ونصاریٰ کی پیروی ہوئی جسے دیوبندیہ نے فرض واجب قرار دے کر اپنے بدعت پرست اور مراسم کفر وشرک و یہودیت ونصرانیت کے پیرو ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

دیوبندیہ کی پیش کردہ حضرت علی خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ کی حدیث نمبر:۲ پر پوری بحث گزر چکی ہے جس میں نصوص شرعی نہ ہونے کی صورت میں فقہاء و عابدین کے متفق علیہ فیصلہ پر عمل کا حکم نبوی ہے، اور امام ابوحنیفہ کی چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی میں سے کئی ایک نے عالم وعبادت گزار نہ مان کر مرجی جہمی آراء کی حمایت میں مناظرہ باز کہا اور دائرہ اسلام سے خارج کہا ہے، پھر مرجیہ جہمیہ رائے پرستوں کے علاوہ تقلید ابی حنیفہ کے روادار ائمہ اسلام کیوں ہو سکتے تھے جب کہ خود امام ابوحنیفہ نے اپنی اور غیر کی تقلید سے بڑی شدت کے ساتھ ممانعت کر رکھی ہے؟ امام ابوحنیفہ بذات خود اپنے جہمی و مرجی اساتذہ کے علاوہ تمام ائمہ اہل سنت والجماعت اور فقہاء سے شدید مخالفت و مخاصمت ومنازعت ومناظرہ بازی کے سبب ائمہ اہل سنت کی نظر میں صاحب الخصومات وعلوم نصوص سے محروم تھے۔

تقلید کے جواز پر علماء امت کا اتفاق:

جس طرح دیوبندیہ نے بہت ساری بدعنوانیاں کر رکھی ہیں اسی طرح اصل موضوع سے ہٹ کر اپنا مندرجہ بالا عنوان قائم کر کے بدعنوانیاں اور لغوطرازی کر رکھی ہے چنانچہ اس عنوان کے تحت بحوالہ تفسیر فخر الدین رازي و جامع بیان العلم لابن عبد البر، و حجة اللہ البالغہ للشاہ ولی اللہ محدث دھلوی،

و شرح جمع الجوامع للمحلی، و خلاصة التحقیق دیوبندیہ نے کہا بعض آیات کا ذکر کر کے دیوبندیہ جیسے عام جہال اور علم وفن سے محروم لوگوں کے لیے تقلید کو ضروری قرار دیا ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۳۱،۳۲) دیوبندیہ بتلائیں کہ جن لوگوں کے حوالہ سے دیوبندیہ نے تقلید کو فرض و واجب بتلایا وہ چوتھی صدی سے پہلے تھے یا بعد؟ چوتھی صدی کے بعد والے کسی مقلد کی بات اس متنازعہ معاملہ میں مقبول نہیں کسی غیر جانب دار امام اہل سنت کی بات مقبول ہو سکتی ہے، بشرطیکہ اس کی بات نصوص اجماع تیسری صدی کے خلاف نہ ہو۔ نیز دیوبندیہ یہ بتلائیں کہ وہ اپنے جن دیوبندیہ کے مدعی ہیں کہ امام فخر الدین رازی و حافظ ابن عبد البر و شارع جمع الجوامع محلی و حافظ ابن حجر و شاہ ولی اللہ وغیرھم سبھی مقلد تھے لہٰذا دیوبندیہ بتلائیں کہ یہ سارے لوگ جہال تھے یا نہیں اگر جہال نہیں تھے تو وہ مقلد کیوں تھے؟ تقلید تو منافی علم ہے جو عامی لوگوں کا شیوہ و شعار ہے دیوبندیہ اس کا جواب نصوص و اقوال ائمہ اہل سنت والجماعت قبل چوتھی صدی ہجری تحریف کیے بغیر لکھیں اپنے امام ابوحنیفہ کی طرح نہیں کہ خالص اہل سنت والجماعت کے امام سعید بن جبیر کو مرجی کہتے تھے۔

تقلید شریعت میں مطلقاً ممنوع ہے غیر علماء عوام تقلید پرستوں کے علاوہ معتبر و متدین غیر علماء سوء سے پیش آمدہ مسئلہ میں پوچھیں کہ از روئے تحقیق نصوص کتاب وسنت واجماع امت کی روشنی میں مدلل طور پر بتلائیں کہ اس معاملہ میں کیونکر عمل کیا جائے اگر وہ ان کی روشنی میں مدلل حوالوں سے جواب دے دے تو ٹھیک ورنہ اگر وہ کہے کہ اس معاملہ میں ان تینوں میں سے کسی ایک سے بھی مجھے اس کا جواب نامعلوم ہے تو کسی اور عالم کی طرف رجوع کرے تھوڑی کوشش و تحقیق سے مسئلہ حل ہو جائے گا اور اس طرح کی جستجو تقلید نہیں تحقیق ہے، اگر تینوں ادلہ شرعیہ سے مسئلہ حل نہ ہو سکے تو غیر تقلید پرست متدین عالم سے قیاس شرعی کے مطابق حل طلب کرے اس طرح تقلید کے بجائے آدمی خواہ عامی ہو لعنت تقلید سے محفوظ رہے گا۔

اہل حدیث اور احناف کا اتفاق: (اعتراض نمبر:۱۱)

عنوان مذکورہ کے تحت دیوبندیہ نے کہا اہل حدیث واحناف میں اتفاق باہم ہونا چاہیے۔(بحوالہ ہدایہ:۱/۳۱۰) اس پر دیوبندیہ نے کذب بیانی تلبیس کاری و بدعنوانی کرتے ہوئے کہا کہ حوالہ وعبارت دونوں غلط ہیں ہم اس کی کسی عبارت میں یہ بات نہیں پاتے البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ غیر مقلدین کا امام ابوحنیفہ اور متبعین ابی حنیفہ پر الزام ہے کہ یہ لوگ احادیث نبویہ کو کوئی وزن نہیں دیتے بلکہ اپنی رائے و قیاس کو مقدم کرتے ہیں حالانکہ یہ الزام غیر مقلدین کی غلطی ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ اور احناف متکلم فیہ حدیث کے بالمقابل رائے و قیاس کو چھوڑ کر متکلم فیہ حدیث ہی پر عمل کرتے ہیں۔

نوٹ: یہ واضح رہے کہ ضعیف حدیث سے صرف فضائل میں استدلال کرتے ہیں احکام میں نہیں، اگر حدیث

ضعیف ہے تو ہمارے لیے ضعیف ہے امام ابوحنیفہ کے لیے نہیں کیونکہ ابوحنیفہ تابعی ہیں اور سلسلہ سند میں ضعیف راوی ابوحنیفہ کے بعد داخل ہوا ہے۔ (ماحصل از زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۳۳)

ہم کہتے ہیں کہ اشتہار مذکور کے مرتب اہل حدیث طالب علم نے صراحت کردی ہے کہ مسائل مذکورہ اور اردو تراجم کتب حنفیہ سے نقل کیے گئے اور ہدایہ کے ایک سے زیادہ اردو تراجم ہیں، کیا دیوبندیہ نے تمام کتب تراجم ہدایہ کا استقصاء کر کے جان لیا کہ یہ دونوں حدیثیں تراجم ہدایہ کی کسی بھی کتاب میں نہیں ہے؟ جواب یقیناً نفی میں ہوگا جو یقینی طور پر دیوبندیہ کا تکذیب کنندہ ہے، اور اس میں بھی کوئی شک ہے کہ رائے پرست امام ابوحنیفہ اور ان کے متبعین اپنے رائے و قیاس کے بالمقابل نصوص قرآن و سنت کو کوئی وزن نہیں دیتے امام ابوحنیفہ کے قیاس و رائے کی موافقت میں وضع حدیث کرنے والوں کی پوری ایک جماعت تھی جس کا ذکر اجمالاً ہم نے ''اللمحات'' کے اوائل صفحات میں کردیا یہ واضعین حدیث اگر امام ابوحنیفہ کی طرف اپنی احادیث موضوعہ و مخترعہ کو منسوب کردیں، تو انھیں ممسوخ الفطرۃ ہی لوگ معتبر صحیح کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں، اور دیوبندیہ اسی طرح کے جری واقع ہوئے ہیں، جب امام ابوحنیفہ کی صراحت ہے کہ میری طرف میرے تلامذہ اکاذیب منسوب کرنے کے عادی ہیں تو ابوحنیفہ کی کسی مستدل حدیث کو ہرگز ہرگز معتبر نہیں کہا جا سکتا۔ نصوص کتاب و سنت کو چھوڑ کر احادیث موضوعہ وساقطہ کو دین و ایمان یا فضائل قرار دے لینا کون سی پالیسی ہے؟

اہل قرآن، اہل حدیث، اہل سنت والجماعت: (اعتراض نمبر:۱۲)

دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت (بحوالہ اشتہار مذکور یہ بدعنوانی کی کہ:)

''حضرت امام اعظم جب بغداد میں وارد ہوئے تو ایک اہل حدیث نے سوال کیا کہ رطب یعنی پکی کھجور کی بیع تمر یعنی سوکھی کھجور سے جائز ہے یا نہیں لہٰذا اہل حدیث کا وجود امام ابوحنیفہ کے زمانے میں ثابت ہوا۔'' (زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۳۳، بحوالہ در مختار: ۱۳/۳، مقدمہ ھدایہ: ۵۹/۱)

اپنی نقل کردہ اس عبارت پر دیوبندیہ نے یہ ردعمل ظاہر کیا:

''اعتراض کے جواب سے پہلے ایک تمہید ناظرین کے فائدہ سے خالی نہیں۔ تمہید یہ ہے کہ اصول تین ہیں:

۱۔ اصول کلام جس میں توحید و صفات الٰہی وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔

۲۔ اول دین جس میں کفار و فساق کے لیے عذاب قبر اور صالحین کے لیے قبر میں نعمتوں اور بروز قیامت حساب و کتاب وغیرہ کا ذکر ہوتا ہے جن کا ذکر کتاب عقائد میں ہے۔

۳۔ اصول شرع جن سے احکام شرع معلوم ہوتی ہے پھر اصول شرع تین ہیں: کتاب اللہ، سنت نبویہ، اجماع صحابہ، اپنی اس بات پر کسی بحث کے بغیر دیوبندیہ نے یہ عنوان قائم کیا۔

اجماع کی حجیت:

اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

''اجماع کی تھوڑی سی وضاحت یہ ہے کہ جس بات پر تمام صحابہ نے بلا اختلاف اتفاق کر لیا ہے اور کسی نے بھی نکیر نہیں کی پھر اس کے بعد پورے دور صحابہ تابعین سے اس پر عمل کا سلسلہ جاری رہا ہو تو اسے اجماع کہتے ہیں، جیسا کہ بیس رکعت تراویح کا مسئلہ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے تمام صحابہ کا اجماع رہا، پھر باتفاق جمیع عمل کا سلسلہ جاری ہو چکا ہے کسی نے اس پر قولاً نکیر نہیں فرمائی پھر امت کا سواد اعظم اہل سنت والجماعت جن میں ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین ہیں ان میں یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا، اسی طرح جمعہ کی اذان اوّل کا مسئلہ ہے اس مسئلہ میں حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں جمیع صحابہ کا اجماع ہو چکا تھا کہ یہ اذان پہلے نہیں تھی حضرت عثمان کے زمانہ میں ضرورت کی وجہ سے اس کا سلسلہ شروع کر دیا گیا اور تمام صحابہ نے اس عمل کے اوپر بلا اختلاف اتفاق کر لیا اس کے بعد امت کے سواد اعظم میں اس اذان پر عمل کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ جاری ہو گیا اس طرح اجماع امت کی حجیت اس صحیح حدیث نبوی سے ثابت ہوتی ہے جس کا ذکر اپنی یہودیوں والی تحریف کے ذریعہ فرقہ دیوبندیہ کر آیا ہے کہ میرے بعد میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو۔ (مستفاد از زیرِ نظر دیوبندی کتاب، ص:۳۴، ۳۵) اس کے بعد دیوبندیہ نے قیاس کی حجت کا عنوان قائم کیا۔

قیاس کی حجیت:

اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے حضرت معاذ بن جبل وعلی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ایک ایک روایت کا ذکر کیا، جن کا ذکر دیوبندیہ پہلے بھی کر چکے ہیں، کہ حضرت معاذ بن جبل نے کہا کہ کتاب وسنت میں مسئلہ نہ ملنے کی صورت میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے خدمت نبوی میں گزارش کی اگر ایسا معاملہ پیش آئے جس کی بابت کتاب وسنت میں امر ونہی کا کوئی ذکر نہیں، تو کیا کیا جائے؟ جواب نبوی یہ تھا کہ فقہاء وعابدین کے مشورہ کے بعد جو بات طے ہو جائے اسی پر عمل کرو کسی ایک فرد کی ذاتی رائے رائے نہیں۔ (ماحصل از زیرِ نظر دیوبندی کتاب، ص:۳۶) پھر دیوبندیہ نے مندرجہ ذیل عنوان قائم کیا۔

دورِ حاضر کے اہل قرآن:

اپنے اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

''اہل قرآن موجودہ زمانہ میں اس گمراہ فرقہ کو کہا جاتا ہے جو اصول شرع میں سے صرف قرآن کو مانتا ہے حدیث نبوی واجماع صحابہ کو کوئی مقام نہیں دیتا بلکہ ان کا انکار کرتا ہے حالانکہ اہل قرآن حدیث نبوی

میں اس جماعت کو کہا گیا ہے، جو ان مذکورہ تینوں اصولوں کو حجت مانتی ہے اور موجودہ زمانہ کا یہ گمراہ فرقہ جو اپنے کو اہل قرآن کہتا ہے پوری امت اسے اسلام سے خارج مانتی ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۳۷)

اپنی ان باتوں کے بعد دیوبندیہ نے یہ عنوان قائم کیا:

دورِ حاضر کے اہل حدیث:

اپنے اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے یہ بدعنوانی کی کہ:

''موجودہ زمانہ میں اہل حدیث سے مراد وہ غیر مقلدین ہوتے ہیں جو اصول شرع کی تینوں قسموں میں سے صرف پہلی اور دوسری قسموں کو حجت مانتے ہیں یہ لوگ اجماع صحابہ کو حجت نہیں مانتے، البتہ جہاں ان کا مطلب پڑتا ہے مان بھی لیتے ہیں ، اس غیر مقلد جماعت کو گمراہ و فاسق کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔(ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۳۷)

پھر دیوبندیہ نے یہ عنوان قائم کیا:

ہندوستانی سلفی:

دیوبندیہ نے کہا کہ سلف کا لفظ حضرات صحابہ کرام و تابعین واتباع تابعین کے لیے بولا جاتا ہے ان کا زمانہ بھی خیر القرون ہے ان کا اجماع اور قرآن و حدیث سے مستنبط کردہ مسائل امت کے لیے حجت شرعیہ ہیں ان کو ماننے والے ہی درحقیقت سلفی و اہل سنت والجماعت ہیں،لیکن موجودہ زمانے میں ان غیر مقلدین کو ہندوستانی سلفی کہتے ہیں جو خیر القرون کے اساطین امت اور سلف صالحین کے اجماع اور قرآن وحدیث کے مستنبط مسائل نہیں مانتے اور خلفائے راشدین وفقہاء صحابہ کی شان میں سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں اور عربی دنیا کو دھوکہ دینے کے لیے اپنے کو سلفی کہنے لگے ہیں، حالانکہ وہ نہ سلفی ہیں نہ اہل سنت و الجماعت بلکہ سلفی و اہل سنت وجماعت وہی لوگ ہیں جو سلف صالح اور صحابہ کرام کے تابع ہیں الحمد للہ ہم مقلدین یعنی دیوبندیہ ہی اہل سنت و جماعت ہیں نہ کہ غیر مقلدین۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۳۷،۳۸)

پھر دیوبندیہ نے مختلف عناوین کے تحت اسی طرح کی لغوطرازی کی مگر اس مسئلہ سے متعلق کوئی دیوبندی تحقیق نہیں پیش کی ۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۳۸ تا۴۳)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کے سارے اکاذیب و مغالطات و اباطیل کا تحقیقی جائزہ پانچ سال پہلے شائع ہونے والی اپنی کتاب''ضمیر کا بحران'' اور ''اللمحات'' میں جو پندرہ سال سے بھی پہلے شائع ہو چکی ہے لے

چکے ہیں دیوبندیہ ہماری انھیں دونوں کتابوں کا جواب اپنی پوری پارٹی کے تعاون سے دیں، البتہ ہم بتلا دیتے ہیں کہ انسانیت اوراصول اسلام کے دائرہ میں رہتے ہوئے دیوبندیہ ہماری ان کتابوں کا کوئی جواب تاقیامت نہ دے سکیں گے۔

اعتراض نمبر:۱۲ کا اصل جواب:

مذکورہ بالا باتوں کے بعد بزعم خویش اہل حدیث طالب علم کے اشتہار کے مسئلہ نمبر ۱۲ کا جواب دینے کے لیے عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے ہذیاں سرائی کی:

''اعتراض نمبر ۱۲ ان الفاظ کے ساتھ تھا کہ امام اعظم اب بغداد وارد ہوئے تو ایک اہل حدیث نے سوال کیا رطب یکی کھجور کی بیع تمریعنی سوکھی کھجور سے جائز ہے یا نہیں، لہٰذا اہل حدیث کا وجود امام ابوحنیفہ کے زمانے میں ثابت ہوا۔(الی آخر ما هذت الديوبنديه ،ص:۴۳ تا ۴۴)

ہم اس دیوبندی ہذیاں سرائی کا رد زیر نظر دیوبندی پیکٹ کی بعض کتابوں میں کر آئے ہیں اسے دیوبندیہ اور دیگر شائقین ملاحظہ کرلیں۔

جھک کر سلام کرنا مکروہ۔(اعتراض نمبر:۱۳)

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے اہل حدیث طالب علم کے اشتہار سے نقل کیا:

''سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہے حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص ۴۷، بحوالہ عالمگیری :۴/ ۳۴۵)

اس پر اپنا ردّعمل ظاہر کرتے ہوئے دیوبندیہ نے یہ کہا:

''یہ بات بالکل صحیح ہے کہ سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہے یہی حنفیہ کا مسلک ہے اور یہی حدیث شریف سے ثابت ہے جب حنفیہ خود اس کے قائل ہیں تو حنفیہ دوسروں پر اس کے ذریعہ کیا الزام قائم کرنا چاہتے ہیں کیا غیر مقلدین جھک کر سلام کو جائز کہتے ہیں؟ حنفیہ کے نزدیک تو مکروہ ہے اگر غیر مقلدین جائز کہتے ہیں تو حدیث کے خلاف کرتے ہیں حنفیہ نہیں کرتے حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی آدمی جب بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لیے سرجھکائے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں سائل نے پھر سوال کیا ملاقات کے وقت اس سے معانقہ کرے اور اسے بوسہ دے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بھی نہیں، کیونکہ خوف فتنہ ہے پھر سوال کیا ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں مصافحہ کرے۔(ترمذی:۲/ ۱۰۲) حاشیہ ترمذی عرف الشذی میں ہے کہ بوقت ملاقات سرجھکانا

مکروہ ہے جیسا کہ حنفیہ کے فتاویٰ میں ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی محنت سے دیکھے تو امام ابوحنیفہ کی ہر مسئلہ کے مطابق کوئی نہ کوئی آیت کریمہ یا حدیث شریف ضرور ملے گی، مگر غیر مقلدین صحابہ کرام سے بغض و عناد کی وجہ سے اجماع صحابہ نہیں مانتے اور ائمہ مجتہدین سے بغض و عناد کی وجہ سے فقہ نہیں مانتے۔ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۴۷، ۴۸)

ہم کہتے ہیں کہ یہ سوال دیوبندیہ کو اپنے مصطلح غیر مقلدین کے بجائے اپنے ہم مذہب مقلدین حنفیہ مرتبین فتاویٰ عالمگیری اور اسے مرتب کرانے والے سلطان اورنگزیب عالم گیر کے مزاروں پر چلہ کشی یا کسی بھی ذریعہ سے کرنا چاہیے، کہ جب ہم حنفیہ دیوبندیہ بوقت ملاقات سر جھکانا مکروہ سمجھتے ہیں تو ہمیں یہ مسئلہ بتلانے کے لیے آپ لوگوں نے اپنے فتاوی میں یہ بات کیوں لکھی مگر دیوبندیہ کے ہوش گوش و دماغ پر پتھر پڑے ہیں فتاویٰ عالمگیریہ سے اسے نقل کر دینے والے ایک غیر مقلد طالب علم ہی پر نہیں پوری جماعت اہل حدیث پر اپنا گھناؤنا اعتراض جڑ دیا اور اپنی کتاب عین الہدایہ کی یہ تصریح انھیں نظر نہیں آئی، اور یہ جو طریقہ پیشانی خم کرنے کا اس دیار میں کالج کے منافقوں کی بدوضع میں سے ہے خصوصاً کمر جھکانا اور رکوع کے مشابہ جھکنا تحریفاً مکروہ ہے۔'' (عین الہدایہ کتاب الکراہۃ فصل سلام و آداب دیگر مطبوع مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور: ۱۹۹۲ء ۴/ ۳۸۱) دیوبندیہ نے اپنی اس بدتمیزی کے باوصف اپنے موقف پر جامع ترمذی سے ایسی حدیث نقل کی جس سے بوقت ملاقات معانقہ کی بھی ممانعت ثابت ہوتی ہے، نیز جامع ترمذی پر اپنی دیوبندی حاشیہ آرائی کرتے ہوئے کہا کہ فتاویٰ حنفیہ میں ایسا ہی لکھا ہے تو دیوبندیہ بتلائیں کہ عرف الشذی کی یہ بات فتاویٰ حنفیہ و عالم گیریہ کی یہ بات کس پر اعتراض کے لیے حنفیہ نے لکھی ہے؟ دیوبندیہ کی بے تمیزی و بے عنوانی حد سے بہت زیادہ تجاویز ہے ہم تو دیوبندیہ کے زمانے ولادت یعنی اوائل چودھویں صدی ہجری اواخر چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے اور ہم نے بچشم خویش بہت سارے دیوبندیہ اور ان کے حلیف بریلویہ وغیرہ کو بوقت ملاقات سر جھکاتے دیکھا اور آج کے اس دور میں بھی دیوبندیہ و بریلویہ کو ایسا دیکھا ہے نیز جہل مرکب کے شکار احمق الناس و اجھلھم دیوبندیہ کیا دورِ مغل اور اس کے پہلے کی تاریخ ہند سے ذرا بھی واقف نہیں کہ اس کا عام رواج ان معاصر میں تھا جن سے دیوبندیہ کی کی تولید چودھویں صدی ہجری میں ہوئی، یہی وجہ ہے کہ کتب فتاوی حنفیہ میں جو تولید دیوبندیہ سے پہلے مرتب شدہ ہیں ان میں بوقت ملاقات جھکنے سے منع کیا گیا اور اسے مکروہ کہا گیا اور اس مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے، بدتمیز، بدقماش دیوبندیہ نے اپنی مستدل حدیث ترمذی میں معانقہ (التزام) سے ممانعت کو پس پشت ڈال کر بوقت ملاقات معانقہ میں بڑی سرگرمی دکھا رکھی ہے، یعنی کہ اپنی ہی مستدل روایت کا معنی و مطلب سمجھنے سے محروم دیوبندیہ نے بدعوی خویش اپنی مستدل حدیث کے حکم کی خلاف ورزی کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اسی طرح بے تمیز دیوبندیہ اپنے آیات و

احادیث و آثار پر عمل کا دعوی رکھنے کے باوجود اپنی حماقت و جہالت و غباوت کے سبب نصوص و آثار کی خلاف ورزی کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اسی طرح دیوبندیہ کی مستدل روایت میں بوسہ دینے کی بھی ممانعت ہے مگر بہت سارے علماء دیوبندیہ تک بوسہ دیتے نظر آتے ہیں خصوصا شیوخ عرب سے۔

دیوبندیہ کی یہ مستدل حدیث از روئے سند غیر معتبر و متروک ہے کیونکہ اس کا دار و مدار حنظلہ سدوسی پر ہے جو متروک الحدیث اور غیر ثقہ ہے۔(تحفۃ الاحوذی، شرح ترمذی: ۷/ ۴۲۵، ۴۲۶) دیوبندیہ نے اپنی اس مستدل حدیث کا غیر معتبر ہونا ظاہر نہیں کیا جو اس کی گھناؤنی عادت میں سے بہت قبیح عادت ہے۔

دیوبندیہ کی اس مستدل حدیث میں صراحت ہے کہ "فیأخذ بیده و یصافحه قال: نعم "یعنی سائل نے خدمت نبوی میں سوال کی کہ بوقت ملاقات مسلمان اپنے بھائی یا دوست سے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرے جواب نبوی یہ تھا کہ ہاں ایک ہاتھ سے مصافحہ کرے، مگر افسوس کہ دیوبندیہ اپنی مستدل حدیث کے خلاف ایک ہاتھ سے نہیں طرفین کی جانب سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتے اور حدیث پر عمل کرنے والے اہل حدیثوں پر نکیر کرتے ہیں، اور اپنی انتہائی بلادت و حماقت و بے شعوری کی سبب اسے شریعت کی خلاف ورزی سے تعبیر کرتے ہیں یہی جہل مرکب کے شکار دیوبندیہ اپنی تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ شریعت سے کھلواڑ کرنے والے ہمارے دیوبندی مذہب میں کافر ہیں اپنے ہی فتوی سے کافر قرار پانے والے دیوبندیہ تقلید پرستی پر نازاں وشاداں ہونے کے باوجود میدان تحقیق میں اہل حدیث سے زور آزمائی کے لیے اتر کر اپنے کو سرعام رسوا و ذلیل کرتے ہیں۔

تنبیہ بلیغ:

واضح رہے کہ دیوبندیہ کی یہ مستدل حدیث ساقط الاعتبار ہونے کے باوجود دوسری صحیح سندوں سے مروی ہے اور دیوبندیہ کی اس مستدل غیر معتبر حدیث کے ایک حدیث بعد ہی حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی قولی حدیث ہے کہ:"من تمام التحية الأخذ باليد" یعنی کامل اسلام یہ ہے کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا جائے۔" (جامع الترمذي، مع تحفة الأحوذي: ۷/ ۴۲۷، ۴۲۸) اس حدیث کی سند میں حضرت ابن مسعود سے روایت کرنے والے تابعی کا نام نہیں بتلایا گیا ہے مگر اس مجہول تابعی کی متابعت دوسرے ثقہ رواۃ نے کردی ہے، نیز یہ روایت عبد الرحمٰن بن یزید نخعی تابعی سے موقوفا بسند صحیح مروی ہے، اور اس طرح کی حدیث دیوبندی مذہب میں معتبر ہوتی ہے اور اہل حدیث مذہب میں معنوی متابع سے معتبر ہوتی ہے، لہٰذا دیوبندیہ و اہل کے متفقہ اصول سے یہ حدیث صحیح ہے، مگر دیوبندیہ حسب عادت جس طرح بہت سارے نصوص قرآنی و نصوص سنت کی مخالفت کو اپنا دین و مذہب بنائے ہوئے ہیں اسی طرح اس حدیث صحیح کو بھی بنائے ہوئے ہیں۔ دیوبندیہ کی تولید سے پہلے حنفی ائمہ میں سے محمد امین بن عابدین شامی نے رد المختار المعروف بہ فتاویٰ شامی میں کہا:" المصافحة باليمنى"

یعنی مصافحہ داہنے ہاتھ ہی سے ہوتا کرتا ہے۔(نقله في تحفة الاحوذي:٧/٤٣) اسی طرح شیخ ضیاء الدین حنفی نقشبندی اپنی کتاب" لوامع العقول شرح رموز الحديث) میں کہا:

"والظاهر من آداب الشريعة تعيين اليمنى من الجانبين حصول السنة"

یعنی آداب شریعت میں سے ظاہر بات یہ ہے کہ دونوں جانب سے دائیں ہاتھ کے ساتھ مصافحہ سنت ہے، نیز دیوبندیہ کے شیخ عبدالقادر جیلانی نے بھی یہی بات کہی ہے کہ دونوں ملنے والے آدمی داہنے ہاتھ سے مصافحہ کریں اسی طرح کی بات دیگر حنفی وغیر حنفی اماموں سے منقول ہے۔(تحفة الاحوذي: ٧/ ٤٢٩، ٤٣٠)

دیوبندیہ کا یہ دعویٰ کہ محنت سے دیکھنے پر امام ابوحنیفہ کے ہر مسئلہ پر کوئی نہ کوئی آیت یا حدیث ضرور ملے گی" تو جب تحریف کاری وتلبیس واکاذیب پرستی ہی دیوبندیہ کا مذہب ہے، تو بذریعہ تحریف ووضع حدیث ضرور ہی ابوحنیفہ کے ہر مسئلہ کے مطابق کوئی ایک نہیں کئی آیات واحادیث مل جائیں گی۔ اور دیوبندیہ کا یہ دعویٰ کہ ان کے مصطلح پر غیر مقلدین صحابہ کرام سے بغض وعناد کے باعث اجماع صحابہ کونہیں مانتے اور ائمہ مجتہدین سے بغض وعناد کے باعث فقہ کونہیں مانتے" خود دیوبندیہ کا اپنا مذہب ہے اہل حدیث کا ہرگز نہیں اس کی بہت ساری مثالیں دیوبندیہ وغیر دیوبندیہ ہماری کتاب "تنویر الآفاق"، "ضمیر کا بحران" میں دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ اکاذیب پرستی ہی دیوبندیہ کا دین وایمان مذہب ہے۔

مصافحہ ایک ہاتھ سے دونوں ہاتھوں سے: (اعتراض نمبر:۱۴)

دیوبندیہ نے ایک فرد اہل حدیث طالب علم کے اشتہار مذکور سے نقل کیا:

"مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا اکثر روایات صحاح سے ثابت ہے۔(بحوالہ ہدایہ:۴/۳۴۳)

اس پر دیوبندیہ نے یہ ردعمل ظاہر کیا کہ:

"یہ الفاظ نہ ہدایہ کے متن میں ہیں نہ حاشیہ میں البتہ مترجم نے اپنی طرف سے ترجمہ کے بعد بطور شرح لکھا ہے اس لیے نہ اس کو صاحب ہدایہ کی طرف منسوب کرنا صحیح ہے نہ ہدایہ کے محشی کی طرف، البتہ "عین الهدايه" کے مصنف نے ترجمہ کے بعد اپنی طرف سے یہ بات لکھی ہے، لیکن جہاں انھوں نے یہ بات لکھی وہاں پر یہ بات بھی تحریر فرمائی کہ بعض روایات میں دونوں ہاتھ بھی مروی ہیں اور ساتھ میں یہ بھی لکھا ہے کہ دونوں کے درمیان وسعت ہے اور بنظر فضیلت یعنی گناہ جھڑ جاتے ہیں لوگوں نے دونوں ہاتھ کو پسند کیا یہ عین الہدایہ کی پوری عبارت ہے مصافحہ ایک ہاتھ سے کریں یا دونوں ہاتھوں سے اس سے دونوں طرح کی باتیں احادیث شریفہ سے ثابت ہوئیں، لیکن یہ بات بھی حدیث شریف میں ہے کہ مصافحہ کرنے سے گناہ جھڑ جاتے ہیں جب ایک ہاتھ سے مصافحہ کرے گا تو ایک ہاتھ کے گناہ جھڑیں

گے، اور جب دونوں ہاتھوں سے کرے گا تو دونوں ہاتھوں کے گناہ جھڑیں گے اور کہیں نہیں کہا کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے جائز نہیں بلکہ اسے بھی جائز کہتے ہیں ہاں دونوں ہاتھوں سے کرنے میں گناہ زیادہ جھڑتے ہیں اس لیے دونوں ہاتھوں سے کرنے کو افضل کہا گناہ جھڑنے کی روایت اس طرح مروی ہے:

" عن حذيفة قال:قال النبي ﷺ: إذا لقي المؤمن المؤمن فقبض أحدهما على يد صاحبه تناثرت الخطايا منهما كما تناثر أوراق الشجرة۔ (شعب الإيمان"(٦/٤٧٤)

یعنی حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملاقات کرے اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کریں تو دونوں سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح موسم خزاں میں درختوں کو ہلانے سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ نیز کیا غیر مقلدین عین الہدایہ کی مذکورہ عبارت سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کو ناجائز ثابت کرنا چاہتے ہیں یا یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حنفیہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کو ناجائز کہتے ہیں جب یہ دونوں باتیں عین الهدایہ سے ثابت نہیں تو آخر اس اعتراض کا مقصد کیا ہے؟ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۴۸، ۴۹)

ہم کہتے ہیں کہ اشتہار نگار اہل حدیث طالب علم نے صراحت کر دی ہے کہ ہم نے حوالے کتب تراجم سے دیے ہیں پھر دیوبندیہ کا بار بار عام مسائل میں حوالہ پر ردّ و قدح جہالت مرکبہ ہے، اور جب کتب حنفیہ میں اعتراف ہے کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ اکثر روایات صحاح سے ثابت ہے تو ہم نے عام دیوبندیہ و بریلویہ کو صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ پر نکیر کرتے دیکھا حتی کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء جیسے روادار تعلیمی ادارے کے سابق مہتمم مولانا عمران خان صاحب ندوی ازہری بھوپالی جو میرے دوست و ہم سبق ساتھی ہیں چچا زاد خسر تھے میرے ایک ہاتھ یعنی داہنے ہاتھ سے مصافحہ پر نکیر کی یہ ۱۹۶۰ء کی بات ہے اب میں دیوبندی حنفی سے اپنی تحقیق کے مطابق اہل حدیث ہو چکا تھا، مولانا محترم کی اس نکیر پر میں نے کچھ کہنا چاہا اتنے میں مولانا سنبھل گئے اور فرمایا ارے جی میں نے مذاقاً یہ بات کہہ دی تھی ہمارے ساتھ ڈاکٹر مسعود الرحمٰن داماد مولانا عمران خان و سید ضیا الحسن نشاط گنج لکھنؤ اور کوئی حضرات اس موقع پر ندوہ کے مہمان خانے میں موجود تھے غالباً انھیں یہ بات یاد ہو ان سے پوچھ کر ان سے حصول تسکین کی جا سکتی ہے، جب اکثر صحیح احادیث سے صرف داہنے ہاتھ سے مصافحہ ثابت ہے تو دیوبندیہ کا عمل ان احادیث صحاح کے خلاف کیوں ہے یہ دیوبندیہ کا خالص جھوٹ ہے کہ وہ بھی صرف داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرنے اور اس کے قائل ہیں اگر واقعی قائل ہیں تو عملی دوغلی پالیسی کیوں اختیار کیے ہوئے ہیں اور دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ دونوں ہاتھوں سے جانبین کا مصافحہ بھی ثابت ہے محض ایک دعویٰ بلا دلیل اور خالص جھوٹ ہے، اور جو بات ثابت نہ ہو اسے دین و ایمان بنا لینا قطعاً غلط بات ہے اور دیوبندیہ کا یہ دعویٰ کہ حدیث میں ہے کہ دونوں ہاتھ

سے مصافحہ کرنے پر دونوں ہاتھوں والے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرنے پر صرف داہنے ہاتھ والے گناہ معاف ہوتے ہیں خالص سفید جھوٹ ہے، حدیث میں صرف یہ ہے کہ صرف ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنے پر گناہ جھڑ جاتے ہیں اس بحث میں جو حدیث (بحوالہ شعب الایمان للبیهقي: ٦/٤٧٤) نقل کی ہے اس میں صراحت ہے کہ بوقت ملاقات دو مومنوں کا ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا گناہوں کے جھڑنے کا باعث ہے۔ اپنی ہی مستدل حدیث کا اپنا دیوبندی خود ساختہ معنیٰ بتلانا تحریف وتلبیس اور بندگان خدا کی فریب دہی نہیں تو اور کیا ہے؟ ناظرین کرام ہماری اس بات سے دیوبندیہ کی اکاذیب ومغالطات وتحریفات پر بخوبی واضح ہو گئی۔ غیر مقلد اشتہار نویس طالب علم کا اسے نقل کردینے کا مقصد واضح ہے کہ جب باعتراف خویش دیوبندیہ داہنے ہاتھ سے مصافحہ اکثر احادیث صحاح سے ثابت ہے تو اس پر دیوبندیہ اور ان کے حلیفوں کا نکیر کرنا بلکہ مضحکہ اڑانا کیا معنیٰ رکھتا ہے احادیث صحاح پر عمل کا مذاق اڑانا کوئی معمولی شیطانی کام ہے؟ پھر یہ کہنا کہ ہم صرف داہنے ہاتھ سے بھی مصافحہ کے قائل ہیں کوئی معمولی عملی نفاق ہے؟

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی روایات:

اپنے قائم کردہ اس عنوان کے تحت دیوبندیہ نے کہا کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کی روایات ناظرین کو معلوم ہیں اس لیے ہم ان کا ذکر نہیں کرتے اور غیر مقلدین دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کو مشروع نہیں سمجھتے بلکہ اس پر اعتراض کرتے ہیں، اس لیے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ پر چند روایات ذیل میں درج کردیتے ہیں پھر بحوالہ صحیح بخاری (٢/٩٢٦) حضرت انس بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ مجھے تعلیم تشہد دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے میری ایک ہتھیلی کو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان پکڑ رکھا تھا نیز حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کریں تو ان دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے سے الگ ہونے کے پہلے دونوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (المعجم الکبیر للطبراني: ٨/٢٨، حدیث: ٧٠٧٦، و مجمع الزوائد: ٨/٣٧) پھر دو اتباع تابعی حماد بن زید عبداللہ بن مبارک کو دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کی بات بحوالہ صحیح البخاري (٢/٩٢٦) نقل کی اس کے بعد آگے بڑھتے ہوئے دوسرا عنوان قائم کردیا۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ٤٩، ٥٠)

ہم کہتے ہیں کہ ابن مسعود کا ذاتی اور مرفوع قول گزر چکا ہے کہ صرف داہنے ہاتھ سے مصافحہ ہونا سنت ہے اس کے بالمقابل دیوبندیہ کی نقل کردہ روایت بن مسعود میں یہ ذکر نہیں کہ بوقت ملاقات سلام کرنے کے ساتھ تعلیم تشہد دینے کے لیے حضرت ابن مسعود کی داہنی ہتھیلی آپ ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کر رکھی تھی اس مستدل حدیث دیوبندیہ کا کوئی بھی تعلق بوقت ملاقات سلام کے ساتھ مصافحہ سے نہیں ہے۔ دیوبندیہ اس حدیث پر

عمل کرتے ہوئے تشہد کی تعلیم اپنے تلامذہ کو دیتے وقت تمام تلامذہ کی داہنی ہتھیلی اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھیں ہم کو یقین ہے کہ دیوبندیہ اپنی اس مستدل حدیث پر عمل نہیں کرتے اس حدیث میں طرفین کی طرف سے دونوں ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کا ذکر اشارۃً بھی نہیں، صرف یہ ذکر ہے کہ بوقت تعلیم تشہد ابن مسعود کی صرف داہنی ہتھیلی آپ ﷺ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی ظاہر ہے کہ حدیث میں یہ دیوبندیہ کی واضح تحریف کاری ہے؟ نیز دیوبندیہ بتلائیں کہ وہ اتباع تابعین کا ذاتی عمل دلائل شرعیہ میں سے کون سی دلیل شرعی ہے کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ یا اجماع صحابہ یا شرعی قیاس؟

حضرت ابوامامۃ والی حدیث مستدل دیوبندیہ کی سند میں بقول ھیثمی "مھلب بن العلاء ولم اعرفه" ہیں یعنی کہ مجہول ہیں لہٰذا دیوبندیہ کی یہ مستدل روایت غیر معتبر ہے اور احادیث صحاح کے بالمقابل کسی غیر معتبر روایت سے استدلال غلط کاروں کا شیوہ ہے مزید براں یہ کہ دیوبندیہ کی یہ مستدل روایت مقصود دیوبندیہ پر دلیل صریح نہیں "أكفهما" کا لفظ دونوں کی ایک ایک ہتھیلی کے لیے تثنیہ کے بجائے بسا اوقات جمع کے لیے بولا جاتا ہے پھر جب یہ حدیث معتبر نہیں اور مہلب بن علاء کے مجہول ہونے والی علت سے مزید علل سے معلول ہے تو اسے احادیث صحاح کے بالمقابل دلیل بنانا کس طرح کے لوگوں کا کام ہوسکتا ہے؟

احادیث کثیرہ معتبرہ صحیحہ متواترہ میں منقول ہے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا فلاں فلاں کلمات تحلیل، تسبیح، تحمید سے سارے گناہ جھڑ جاتے ہیں اور یہ بہت ظاہر بات ہے کہ ہر آدمی کے پاس ایک ہی زبان ہوتی ہے اسی ایک زبان سے ادا کیے ہوئے یہ کلمات گناہوں کو جھاڑ دیتے ہیں پھر صرف داہنے ہاتھ سے مصافحہ کے سبب ایسا کیوں نہیں ہوسکتا کسی شرعی دعوی پر معتبر شرعی دلیل کا ہونا ضروری ہے اور جب کوئی معتبر شرعی دلیل نہیں تو دیوبندیہ کی ہذیاں سرائی چہ معنی دارد؟

حدیث میں لفظ "ید" دونوں ہاتھوں کے لیے؟

اپنے عنوان بالا کے تحت دو حدیثوں کا ذکر کر کے دیوبندیہ نے دعویٰ کیا کہ ان میں لفظ "ید" بول کر دونوں ہاتھ مراد لیے گئے ہیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۵۰ تا ۵۳) حالانکہ دونوں حدیثوں میں سے کسی کا تعلق بوقت ملاقات سلام کے ساتھ مصافحہ سے نہیں اور مصافحہ ایک خالص شرعی مصطلح لفظ ہے، جس کے لیے احادیث صحاح میں صرف داہنے ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر ہے، وہ لازمی طور پر مفصل و غیر مفصل پر محمول کرنا فرض ہے لہٰذا سارے دیوبندی مغالطات محض باطل ہی باطل ہیں اور کہاں مغالطات وتلبیسات سے شرعی امور ثابت ہوتے ہیں؟

اجنبی عورتوں سے مصافحہ: (اعتراض نمبر: ۱۹)

دیوبندیہ ایک اہل حدیث طالب علم کی اشتہار والی باتوں کو سارے اہل حدیث کی طرف منسوب کر کے

بدعنوانیاں کرنے کے عادی ہیں چنانچہ انھوں نے اشتہار مذکور سے پندرہواں مسئلہ نقل کیا کہ:

''بیعت میں عورتوں سے مصافحہ کرنا جائز نہیں۔'' (بحواله هدایه: ٤/٤٤٤)

اس پر دیوبندیہ نے یہ لغوطرازی کی کہ ''غیر مقلدین کی طرف سے یہ اعتراض ہے کہ بیعت کے وقت عورتوں سے مصافحہ جائز نہیں حنفیہ کی طرف سے یہ بات واضح کی جاتی ہے حنفیہ کا یہی مذہب وعقیدہ ہے الی آخر ما قال (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۵۳تا۵۵)

ہم کہتے ہیں کہ حنفی یا غیر حنفی کتابوں میں جو کچھ دلائل شرعیہ معتبرہ منقول ہوتے ہیں دیوبندیہ کا عمل عام طور سے ان کے خلاف ہوتا ہے، ان کے لوگوں کو دیکھا گیا کہ عورتوں سے مصافحہ کرتے، ان سے پاؤں دھلواتے، اور جسمانی خدمات لیتے ہیں دیوبندی تحفظ سنت کا ڈھونگ رچانے والے مولوی اسعد ٹانڈوی بھی پیروں کے خاندان سے ہیں بعید نہیں کہ ان کے آباء و اجداد یہی سب کرتے ہوں، اور اس کلام میں اہل حدیث طالب علم کا مخاطب دیوبندیہ نے اپنے کو چور کی داڑھی میں تنکا والی مثال کے مصداق ہو کر سمجھ لیا، کیا دیوبندیہ کے حلیف حنفی پیر عورتوں سے اس طرح کا کاروبار نہیں کرتے؟ سارے دیوبندی اپنی ولادت سے لے کر اب تک کے پیران دیوبندیہ و بریلویہ کا سروے کر کے ہمیں رپورٹ دیں۔

داڑھی منڈانا کترانا حرام ہے: (اعتراض نمبر:۱۶)

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے اہل حدیث طالب علم کے اشتہار مذکور سے نقل کرتے ہوئے کہا:

''داڑھی منڈانا کترانا حرام ہے، کفار و مجوس کی رسم ہے، عورتوں کی تشبیہ ہے۔'' (بحوالہ درمختار:۱/۵۲۴)

اس پر دیوبندیہ کا ردعمل ملاحظہ ہو:

''کتاب کا حوالہ درست ہے، نیز نفس مسئلہ بھی صحیح ہے، داڑھی کا ایک مشت سے کم کترانا یا حلق کرانا حرام ہے، یہیں حنفیہ کا مسلک ہے، یہاں یہ سوال ہے کہ اس مسئلہ سے حنفیہ پر کیا الزام قائم کرنا چاہتے ہیں؟ کیا حنفیہ اس کے قائل نہیں ہیں؟ اب رہی یہ بات کہ داڑھی منڈانے یا کتروانے والوں کا عمل ان کا ذاتی عمل ہے، جو منشائے نبوی کے خلاف ہے۔ یہ بدعملی صرف حنفیوں میں محدود نہیں دنیا کے تمام مسالک میں بکثرت یہ بدعملی پائی جاتی ہے، غیر مقلدین کے عوام میں بھی بکثرت یہ بدعملی موجود ہے، مسلک حنفی کے ذمہ دار علماء و مفتیان و مشائخ میں سے کسی کی بھی داڑھی ایک مشت سے کم کٹی ہوئی یا منڈی ہوئی نہ ملے گی، ارشاد نبوی ہے کہ مونچھیں کاٹو داڑھی بڑھاؤ۔'' (نسائی شریف،مطبع اشرفی: ۱/ ۷، ۱/ ٤، در مختار: ۲/ ۲۵۰، ورد مختار: ۹/ ۵۸۳) میں ہے کہ مرد کے لیے داڑھی کٹوانا حرام ہے۔'' (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۵۵،۵۶)

ہمارا تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ کس نص شرعی سے غیر حج وعمرہ میں داڑھی کا قدرے قلیل مشت سے نیچے کٹوانا منڈوانا ثابت ہے ؟ ہر گز نہیں، شریعت کے خلاف دیوبندی علماء ومفتیان ومشائخ وائمہ ایک ایک مشت سے نیچے داڑھیاں کٹوانے یا منڈواتے ہیں، اپنے جہل مرکب کے سبب اہل حدیث طالب علم کے اشتہار والی بات کا مطلب دیوبندیہ سمجھنے سے محروم ہیں اور غوغا کرنے میں بڑے تیز وطرار ہیں۔ نصوص شرعیہ کو اپنے موقف پر پیش کرنا اور اپنا موقف ان نصوص شرعیہ کے خلاف اپنی کتابوں میں خوف خدا سے خالی ہو کر لکھنا تحریف وتلبیس وتدلیس ومغالطہ واکاذیب پرستی نہیں تو کیا ہے؟

ٹخنوں سے نیچے لنگی یا پائجامے کی حرمت: (اعتراض نمبر:۱۷)

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے اہل حدیث طالب علم سے اشتہار سے نقل کیا:

''ٹخنوں سے نیچے لنگی یا پائجامہ لٹکانا حرام ہے، بحوالہ ما لا بدمن:۴۳'' اس پر دیوبندیہ نے یہ کہا کہ:

''یہ مسئلہ بھی اپنی جگہ درست ہے کہ مرد کے لیے ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانا حرام ہے، یہی حنفیہ کا عقیدہ و مسلک ہے، حدیث نبوی میں ہے کہ مومن کا لباس نصف ساق آدھی پنڈلی تک مسنون ہے اور پنڈلی و ٹخنہ کے درمیان ہو تو بھی کوئی حرج نہیں، لیکن اس سے نیچے ہو تو آگ میں جائے گا، اسے آپ نے تین بار فرمایا اور ایسے آدمی کی طرف اللہ تعالیٰ بنظر رحمت بروز قیامت نہیں دیکھے گا جو غرور وفخر سے ٹخنے کے نیچے اپنا تہبند لٹکا کر زمین پر گھسیٹتا ہوا چلے۔ (رواہ ابو داود:۲/۵۶۶، وابن ماجہ:۳۵۵، والبخاری:۲/۱۶۱)

''ثلاثة لا یکلم اللہ یوم القیامة: المنان، والمنفق سلعته بالحلف الکاذب والمسبل''

(رواہ مسلم:۱/۱)

اب سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ کو نقل کر کے حنفیہ پر کیا الزام قائم کرنا چاہتے ہیں حنفیہ تو مرد کے لیے بلا عذر ٹخنوں سے کپڑا لٹکانے کو حرام سمجھتے ہیں، کیا غیر مقلدین نے کہیں حنفیہ کا کوئی ایسا فتویٰ دیکھا، جس میں مرد کے لیے ٹخنوں کے نیچے بلا عذر کپڑا لٹکانا جائز لکھا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ اعتراض لکھنے والے کے دماغ میں جنون ہے، اعتراض لکھنے کے ذہن میں مجنون و پاگل ہو گیا ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۵۶،۵۷)

ہم کہتے ہیں کہ بدعوی دیوبندی اگرچہ ٹخنہ سے نیچے تہبند و پائجامہ کا لٹکانا حرام و مکروہ تحریمی ہے، مگر دیوبندیہ اپنی کتاب و فتاویٰ پر بہت کم عمل کرتے ہیں، دیوبندیہ کے بہت سارے مشائخ واساتذہ وعلماء وواعظین کو دیکھا

جاتا ہے کہ وہ ٹخنے سے نیچے تہبند و پائجامہ لٹکائے رہتے ہیں، اگر ان پر نکیر کی جائے تو کہتے ہیں کہ ہم تکبر وغرور کے سبب ایسا نہیں کرتے اور دیوبندیہ کی معتبر کتاب الهدایہ میں بحوالہ غرائب الفتاوی نقل کیا کہ بلاتکبر و گھمنڈ پائجامہ و تہبند ٹخنہ سے نیچے پہنے تو کراہت تنزیہی کے ساتھ جائز ہے۔(عین الهدایہ، مطبوع لاہور:۱۹۹۲ء:۴/ ۲۹۸) دیوبندیہ بتلائیں کہ ان کے اس فتویٰ کا کیا معنی و مطلب ہے؟ یعنی کہ دیوبندیہ اپنے مصطلح غیر مقلدین کی مخالفت میں بذاتہ خود دیوانہ و مجنون و پاگل ہو کر حکم شریعت کو بالائے طاق رکھے ہوئے ہیں۔

تنبیہ:

دیوبندیہ کے غرائب الفتاوی میں اگرچہ ٹخنہ سے نیچے پائجامہ وتہبند کو تنزیہاً جائز کہا ہے، لیکن صاحب عین الهدایة نے اس کی تردید کی ہے اور بحوالہ سنن ابی داود اس حدیث نبوی کی طرف واضح اشارہ کیا ہے کہ بحالت نماز جس مرد کا پائجامہ یا تہبند ٹخنہ سے نیچے ہو، اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بلا وضوء غیر مقبول ہوتی ہے، اس لیے دوبارہ وضوء کر کے نماز دوہرائے، دیوبندی مجنون و پاگلوں یا دیوانوں کی طرح سے تنزیہاً جائز سمجھ کر بلا وضوء نماز پڑھ لینے والے کی نماز صحیح نہ قرار دے۔ صاف ظاہر ہے کہ دیوبندیہ نے جو فتویٰ اپنے مصطلح غیر مقلدین پر دیا، وہی فتویٰ ان پر حدیث نبوی کے مطابق عائد ہوا کہ سارے دیوبندیہ مجنون و پاگل و دیوانہ ومخالفین نص ہیں۔ اب دیوبندیہ سمجھے یا نہیں کہ غیر مقلد طالب علم نے دیوبندیہ ہی کی کتاب سے ایسی بات اشتہار مذکور میں لکھی، جس سے دیوبندیہ کا مخالف نصوص نبویہ اور پاگل ودیوانہ ومجنون و بدمست ہونا لازم آتا ہے؟

بے نمازی کی سزا (اعتراض نمبر:۱۸)

دیوبندیہ نے غیر مقلد طالب علم کے اشتہار سے اپنے عنوان مذکور کے تحت لکھا ہے کہ:

”بے نماز کو امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک ہمیشہ قید میں رکھنا واجب ہے۔“ (بحوالہ هدایه: ۱/ ۲۵، و ما لا بد منه: ۱۱) پھر اس پر اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے اپنے علم سے مجنون و پاگل ہونے کا ثبوت پائے ہوئے دیوبندیہ لکھتے ہیں:

”تارک الصلوٰۃ کو قید میں رکھنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے، اس مسئلہ کو غیر مقلدین نے حنفیہ پر الزاماً عائد إلی آخر ما قالت الدیوبندیة المجانون۔“

ہم کہتے ہیں کہ صاحب اشتہار نے یہی بتلانے کے لیے یہ بات کتب حنفیہ سے نقل کی کہ نماز سستی و کاہلی و غفلت وشرارت کے سبب نہ چھوڑی جائے کیونکہ ابوحنیفہ نے بے نمازی کے لیے یہ سزا تجویز کی ہے، دیوبندیہ نے نہ جانے کیوں اس کا مخاطب صرف اپنے کو اپنی جہالت وحماقت اور جنون کی حد تک پہنچی ہوئی اپنی تقلیدی بدمستی کے سبب سمجھ لیا کہ ہم پر غیر مقلدین کی طرف سے اعتراض ہو رہا ہے دیوبندیہ سچے ہوں تو اس اشتہار کا غلط ہونا

ثابت کریں۔

یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ دل میں اللہ پر ایمان رکھنے والا خواہ چپل جوتے کی عبادت کرے وہ امام ابوحنیفہ کی نظر میں مومن کامل ہے جس کا ایمان بشمول خاتم الأنبیاء ﷺ کے برابر ہے اس کا ایمان کسی بھی نبی سے ذرہ برابر کم نہیں۔

گردن کے مسح کا فلسفہ: (اعتراض نمبر:۱۹)

دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت اہل حدیث طالب علم کے اشتہار سے نقل کیا کہ گردن کا مسح بدعت ہے، اور اس کی حدیث موضوع ہے۔ (بحوالہ درمختار: ۱/ ۵۸) اہل حدیث طالب علم کی اس نقل پر دیوبندیہ نے چراغ پا ہو کر کہا:

اس مسئلہ میں درمختار کا حوالہ غلط ہے اس میں گردن کے مسح کو نہ بدعت کہا ہے نہ ہی حدیث کو موضوع کہا ہے، بلکہ اس کے برعکس مسح گردن کو مستحب کہا ہے وہاں دوسری کتابوں میں قول ضعیف کے ساتھ دوسرے لوگوں کی طرف منسوب کر کے گردن کے مسح کو بدعت کہا، اور جن کتابوں میں سے اسے بدعت کہا وہ قول ضعیف ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں اس لیے **فتح القدیر و البحر الرائق** میں اسے "قیل" سے تعبیر کیا گیا اور حنفیہ کا قول صحیح و راجح و مفتی بہ یہی ہے کہ مسح گردن مستحب و آداب وضوء سے ہے البتہ مسح حلقوم حنفیہ کے نزدیک بدعت ہے إلی آخر ما قال (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۵۸ تا ۶۱)

ہم کہتے ہیں کہ طالب علم مذکور نے حوالہ اردو ترجمہ **درمختار مسمی حکایة الاوطار** کا دیا اور دیوبندیہ اپنی بے انتہائی حماقت کے سبب اس دیہاتی کی طرح جس کا لوٹا گاؤں کے باہر کھیتوں والے کنویں میں گرا تھا اپنے گھر کے پاس والے کنویں میں تلاش رہا تھا اشتہار والی بات اصل متن والی عربی کتاب درمختار میں تلاش رہے ہیں اور اپنی مجنونانہ لغوطرازی کرتے ہوئے جو کچھ بک رہے ہیں اسے ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں حالانکہ اشتہار کی محولہ عبارت ہی میں مسح گردن کو بدعت کہا گیا اور اس پر دلالت کرنے والی حدیث کو موضوع کہا گیا ہے اور موضوع حدیث کا دلیل بنانے والا کم از کم بدعت پرست گمراہ ضروری ہے، لہٰذا دیوبندیہ کا اپنی ہی کتاب سے بدعت پرست اور موضوع حدیث کو دلیل بنانے والے کا گمراہ ہونا ثابت ہوا اس مسئلہ پر مفصل بحث ہماری کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" میں ہے۔

اوائل چودھویں صدی میں بہت ساری بدعات کے ساتھ تولد پذیر ہونے والے فرقہ دیوبندیہ نے جن عناصر کی کوکھ سے جنم لیا ہے ان کی کتابوں کے حوالے سے مسح گردن کے سلسلے میں جو عبارتیں اس **فرقہ مستحدثہ** نے نقل کی ہیں ان کا حاصل ہے کہ مسح رقبہ کے سلسلے میں دیوبندیہ کے آباء و اجداد کے تین متضاد و متعارض اقوال ہیں

ایک یہ کہ مسح رقبہ سنت موکدہ ہے دوسرے یہ کہ مسح رقبہ مستحب و آداب وضوء سے ہے، تیسرے یہ کہ مسح گردن بدعت ضالہ جہنم رسید کرنے والی چیز ہے، دیوبندیہ ہی کے آباء واجداد کے یہ تینوں متعارض ومتضاد ومتصادم موقف رکھنے والے تینوں گروہ ایک دوسرے کی تکذیب کر رہے ہیں اور اپنی اپنی بات کی حمایت میں بزعم خویش دلائل شرعیہ پیش کر رہے ہیں حالانکہ اکاذیب کے علاوہ اوّل الذکر اور حنفی فرقوں کے پاس کوئی شرعی اور غیر شرعی اور نہ عقلی ونقلی دلیل ہے، البتہ تیسرے گروہ کے پاس اس موقف پر دلیل شرعی موجود ہے کہ وضوء میں ومسح گردن بدعت وضلالت ہے کیونکہ گردن اعضاء وضوء میں سے نہیں کہ اسے دھویا جائے یا اس پر مسح کیا جائے۔

قضا نمازوں کے لیے اذان واقامت (اعتراض نمبر:۲۰)

دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت اہل حدیث طالب علم کے اشتہار مذکور سے نقل کیا:

''قضا نمازوں کے لیے اذان واقامت کہنا سنت ہے۔'' (بحوالہ درمختار:۱/۱۸۱)

اس پر دیوبندیہ نے اپنا یہ ردعمل ظاہر کیا:

یہ غیر مقلدین کی طرف سے اعتراض کی عبارت ہے یہ لوگ حنفیہ پر اس مسئلہ کے ذریعہ کیا الزام قائم کرنا چاہتے ہیں؟ حنفیہ کے یہاں تو یہی مسئلہ ہے کہ قضا نمازوں کے لیے بھی اذان واقامت مسنون ومستحب ہے، کتب فقہ احناف میں بعض جگہ مطلقاً یہی مسئلہ لکھا ہوا اور بعض جگہ جماعت کی قید ہے لیکن بہرحال مسلک احناف یہی ہے، اگر غیر مقلدین جو نام کے سلفی اور اجماع صحابہ وفقہ اسلامی کے منکر ہیں ان کے یہاں اس سے ہٹ کر کوئی دوسرا مسئلہ ہے تو وہ لوگ جانیں ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہمارے یہاں تو قضا نمازوں کے لیے بھی اذان واقامت مسنون ہے اور اس مسئلہ کے لیے دو حدیثیں اور حنفی فقہ کی عبارت پیش کرتے ہیں، ایک ليلة التعريس والی حدیث جس کا حاصل یہ ہے کہ سفر سے واپس کے وقت نبی ﷺ سمیت لشکر اسلام نے پڑاؤ ڈالا اور آپ ﷺ سمیت سبھی لوگ سوتے رہ گئے کہ سورج نکل کر دھوپ چھا گئی اور فجر کی نماز قضا ہوگئی تو آپ ﷺ نے کچھ دیر آگے چل کر اذان واقامت کے ساتھ نماز قضاء کی، اور نماز سے پہلے سنت فجر بھی پڑھی۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۶۱، ۶۲، بحوالہ نسائی: ۱/ ۷۲) دوسری غزوہ خندق کے موقع پر ایک دن چار نمازیں جہاد میں اشتغال کی شدت سے فوت ہوگئیں، حتی کہ رات کا بھی خاصا حصہ گزر گیا، پھر حکم نبوی سے حضرت بلال نے نماز ظہر کے لیے اذان واقامت کہی اور باجماعت نماز ظہر پڑھی گئی، پھر بحکم نبوی نماز عصر کے لیے حضرت بلال نے اقامت کہی اور نماز عصر باجماعت پڑھی گئی پھر عصر ومغرب وعشاء کے سلسلے میں ایسا ہی ہوا ''قال ابو عيسى الترمذي: (۱/ ٤٣)، ليس بإسناده بأس'' تاتارخانیہ:۱/۵۲۴ میں ہے کہ جس کی نماز

قضا ہو جائے وہ دوسرے وقت اذان و اقامت کے ساتھ قضا کرے خواہ تنہا ہو یا جماعت کے ساتھ۔ درمختار میں ہے کہ فوت شدہ نماز کے لیے تنہا ہو یا جماعت کے ساتھ باآواز بلند اذان و اقامت کہنی مسنون ہے آبادی میں ہو یا صحراء میں، مگر گھر میں تنہا ہونے کی صورت میں نہیں، اور ایسا ہی قضا نمازوں میں سے پہلی نماز کے لیے اذان مسنون ہے فاسد نماز کے لیے نہیں، اور باقی نمازوں میں اذان دینے اور نہ دینے میں اختیار ہے پھر بھی اذان دینی اولیٰ ہے اور ہر نماز کے لیے اذان اقامت کہنی مسنون ہے (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:٦٢، بحوالہ درمختار مع رد المختار مصری:١/٣٦٢ وشامی زکریا:٢/٥) اور قضاء نمازوں میں سے پہلے کے علاوہ باقی کے لیے اقامت نہ کہنی مکروہ ہے جیسا کہ نور الایضاح میں ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:٦٢، ٦٣، بحوالہ شامی زکریا: ٢/ ٥٨، وکبیری :٣٥٧، والبحر الرائق :٥/٢٦ و فتاوی دار العلوم:٢/٩٦)

ہم کہتے ہیں کہ اشتہار مذکور میں صراحت کردی گئی ہے کہ جن کتابوں کے حوالے لیے گئے ان سے مراد ان کے اردو تراجم ہیں پھر درمختار کے اردو ترجمہ مع شرح غایۃ الاوطار میں اسے دیکھنے کی کوشش دیوبندیہ کی جہالت مرکبہ وحماقت ہے۔ اشتہار والی کتاب پر دیوبندی ردعمل کا حاصل یہ ہے کہ فوت شدہ تمام نمازوں کے لیے حنفی مذہب میں اذان واقامت مسنون ہے مگر حنفیہ کا فتوی اس طرح نہیں ہے جس طرح دیوبندیہ نے کہا ہے، بلکہ ان کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ اگر صرف ایک نماز فوت ہوئی ہو تو اس کے لیے اذان و اقامت دونوں مسنون ہے، اور ایک سے زیادہ نمازیں فوت ہوں تو پہلی نماز کے لیے اذان و اقامت تو مسنون ہے مگر باقی نمازوں کے لیے اذان نہیں بلکہ صرف اقامت مسنون ہے اور ان دونوں حنفی باتوں میں فرق عظیم ہے مگر غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہر نماز کے لیے اذان و اقامت کو حنفی ہی مراجع سے مسنون کہا گیا ہے لیکن حنفیہ کا عمل بہرحال اس کے خلاف ہے نہ صرف پہلی نماز کے لیے اذان و اقامت کہنی مسنون ہے تو دیوبندیہ کا یہ عمل خلاف حنفیہ ہے اور دوسری والی جو حدیث ابن مسعود دیوبندیہ نے اپنی تائید میں پیش کی ہے وہ تعامل دیوبندیہ کے خلاف ہے کیونکہ اس میں صراحت ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر فوت ہو جانے والی چار نمازوں میں سے صرف پہلی نماز کے لیے حکم نبوی سے اذان و اقامت دونوں کہی گئی اور باقی نمازوں کے لیے اذان کی بجائے صرف اقامت حکم نبوی کے مطابق کہی گئی، یعنی دیوبندیہ کی دلیل ان کے دعویٰ کے بالکل خلاف ہے، مگر تقلید پرستی کے جنون نے ان کا دماغ الٹ دیا اور وہ الٹی پلٹی باتیں کرنے لگے کیونکہ:

وحشی کو وحشت میں الٹا نظر آتا ہے
مجنون نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

پھر جامع ترمذی کی یہ بات تو دیوبندیہ نے نقل کی کہ "لیس باسناد بأس"لیکن اس کے بعد جامع ترمذی کی یہ بات "الا أن أبا عبیدة لم یسمع من عبد الله بن مسعود" یعنی اس کی سند میں صرف اتنی خرابی ہے کہ ابوعبیدہ نے ابن مسعود سے سنا نہیں۔(جامع ترمذي مع تحفة الأحوذي: ۱/ ۱۵۱ تا ۱۵۳) حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کی سند منقطع ہے اور منقطع السند حدیث غیر معتبر ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے اللمحات میں واضح کیا ہے، تحریف کے عادی دیوبندیہ نے یہاں بھی حذف و اسقاط سے کام لے کر گھناؤنی تحریف کی جو یہودیوں کی گھناؤنی عادت ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ مذہب دیوبندیہ تحریف بازی کے بغیر نیز تلبیس و ضابطہ اندازی و دسیسہ کاری جیسے مجرمانہ افعال کے بغیر چل ہی نہیں سکتا۔ اور دیوبندیہ نے درمختار سے صرف یہ نقل کیا ہے کہ کئی فائتہ نمازوں میں سے پہلی کے لیے تو اذان و اقامت دونوں مسنون یعنی سنت موکدہ ہیں اور باقی کے لیے اختیار ہے کہ اذان کہے یا نہ کہے، البتہ اقامت ترک کرنی مکروہ ہے دریں صورت دیوبندیہ کا یہ دعویٰ کیسے صحیح ہے کہ فوت شدہ تمام نمازوں کے لیے ہم اذان و اقامت مسنون سمجھتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ دیوبندیہ اپنے دعاوی میں جھوٹے ہوا کرتے ہیں۔

ہم نے اپنی کتاب رسول اکرم ﷺ کی نماز کا صحیح طریقہ" میں بتلایا کہ ہر فرض نماز کے لیے اذان و اقامت واجب و فرض ہے لہٰذا فوت نمازوں کے لیے بھی اذان و اقامت فرض ہے کیونکہ فرض کی قضا والی تمام باتیں فرض ہوں گی جو اصل کی نماز میں فرض و واجب ہیں لیلة التعریس والی فجر کی قضا میں حکم نبوی کے مطابق اذان و اقامت دونوں کہی گئی تھیں اسی پر ایک سے زیادہ والی فوت شدہ نمازوں کو بھی محمول کیا جائے گا کیونکہ تفریق پر کوئی دلیل صریح نہیں جن روایات میں اذان و اقامت کا ذکر نہیں تو عدم ذکر سے عدم وجود مذکورہ لازم نہیں آتا ہاں اس عموم سے جس نماز کا استثناء بدلیل صریح ثابت ہوا ہے مستثنیٰ مانا جائے گا، دیوبندیہ یہ بتلائیں کہ نماز کے لیے اذان و اقامت کے واجب و فرض کی نفی پر ان کے پاس کون سی دلیل شرعی نص قرآنی و نص نبوی و اجماع صحابہ و قیاس شرعی موجود ہے؟

یقیناً دیوبندیہ کے پاس کوئی بھی شرعی دلیل نہیں اور ان کا اکاذیب پرست ہونا ان کے امام اعظم ابوحنیفہ کی تصریح سے ثابت ہے۔

سر کھول کو نماز پڑھنا: (اعتراض نمبر:۲۱)

دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت ایک اہل حدیث طالب علم کے اشتہار سے نقل کیا کہ:

"انکساری کے لیے سر کھول کر نماز پڑھنا درست ہے۔(بحوالہ درمختار:۱/ ۲۹۹)

اس پر دیوبندیہ نے کہا:" مسئلہ اور حوالہ دونوں اپنی جگہ پر درست ہیں غیر مقلدین جو سر کھول کر نماز پڑھتے ہیں وہ کس عاجزی کی بناء پر پڑھتے ہیں؟ اور امام ابوحنیفہ کے یہاں سر کھول کر نماز پڑھنے سے ہر

حال میں نماز صحیح ہو جاتی ہے لیکن گفتگو فضیلت اور اوّلیت پر ہے بلا کسی عذر یا عاجزی کے سر کھول کر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے اور فضیلت و اوّلیت سے محرومی اور مکروہ ہے نیز حضور ﷺ سے سر کھول کر نماز پڑھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہاں دو صورتوں میں سر کھول کر نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔ عاجزی و انکساری کی بنا پر کوئی کراہت نہیں جیسا کہ بحالت احرام سر کھول کر نماز پڑھنا لازم ہے اسی طرح نماز استسقاء میں بھی۔ (۲) کسی خاص عذر کی بناء پر مثلاً ٹوپی کا انتظام نہ ہو یا سر پر زخم یا کوئی اور عذر ہو ان صورتوں میں سر کھول کر نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں۔ غیر مقلدین سے سوال ہے کہ وہ کس عذر یا انکساری کی وجہ سے سر کھول کر نماز پڑھتے ہیں درمختار کی عبارت کا یہی مطلب ہے الخ۔ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۶۳، ۶۴)

ہم کہتے ہیں کہ اشتہار میں صرف حنفی عبارت نقل کر دی گئی ہے ورنہ شریعت میں بقدر ستر لباس میں نماز کا صحیح ہونا متحقق ہے اور قدر ستر میں سر پر ٹوپی یا عمامہ لگانا داخل نہیں، لہٰذا بلا کراہیت سر کھول کر نماز پڑھنا جائز ہے عذر ہو یا انکساری اس کی کوئی قید نہیں ہاں زیادہ سے زیادہ زینت جو ستر پوشی سے زیادہ ہو اختیار کرنا افضل و اولیٰ ہے اور افضل و اولیٰ کا ترک بلا کراہت جائز ہے دیوبندیہ بتلائیں کہ کس دلیل شرعی کی بناء پر وہ انکساری و عذر کے بغیر ترک اولیٰ و افضل کو مکروہ و قابل نکیر کہتے ہیں، البتہ مدارس کے طلباء پر نظام برقرار رکھنے کے لیے اولیٰ و افضل لباس پوشی کا حکم مدارس کی طرف سے ضروری ہے تاکہ وہ افضل و اولیٰ پر عمل کے عادی بنیں۔

صفوں میں مل کر کھڑے ہونا: (اعتراض نمبر: ۲۲)

دیوبندیہ نے سلفی طالب علم کے اشتہار سے نقل کیا: ''امام مقتدی کو حکم کرے ایک دوسرے سے ملے رہیں بیچ کی جگہ بند کر دیں۔ (بحوالہ درمختار: ۱/......)

دیوبندیہ نے اس پر لکھا کہ'' درمختار میں مسئلہ ایسا ہی ہے کہ بحکم امام مقتدی صفیں سیدھی رکھیں اور بیچ میں کوئی خلل باقی نہ رکھیں کندھے کو کندھا ملا کر کھڑے ہوں یہی حنفیہ کا مسلک ہے لیکن اس سے یہ ہرگز نہیں ثابت ہوتا کہ پیروں کو پھیلا کر کھڑے ہوں حدیث نبوی میں یہی مذکور ہے اور قول نبوی میں قدم کو قدم سے ملانے کا ذکر نہیں صرف بعض صحابہ کا عمل ہے کہ بروایت صحیح بخاری ہر صحابی اپنے بغل والے صحابی کے قدم سے اپنا قدم ملاتا تھا۔ (إلی ان قال در مختار: ۲/ ۳۱۰) میں ہے کہ امام مقتدیوں کو حکم دے کہ دو نمازیوں کے درمیان والے خلال کو بند کر دیں۔ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۶۴، ۶۵)

ہم کہتے ہیں کہ نماز میں دیوبندیہ کے کھڑے ہونے والا عمل وحشت زندہ گدھوں کا ہے جب احناف کی کتاب درمختار میں صراحت ہے کہ دو نمازیوں کے قدموں کے درمیان خلل نہ رہنے دیا جائے اور اسے بند کر دیا

جائے تو یہ مقصود ہر نماز کا دوسرے نماز کے قدم سے اپنا قدم ملائے بغیر حاصل نہ ہوگا چنانچہ تمام کے تمام صحابہ صف بندی میں بحالت قیام ایک دوسرے سے اپنا اپنا قدم خلل رکھے بغیر ملا کر کھڑے ہوتے تھے اور اس پر صحابہ کے امام نبی ﷺ کوئی نکیر نہیں کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں دیوبندیہ نے نقل کیا تو یہ حدیث تقریری ہوئی اس پر دیوبندیہ کی بیہودہ گوئی انسانی شرافت کی بھی خلاف ورزی ہے اور نص نبوی کے ساتھ دیوبندیہ کی نہایت گھناؤنی بدتمیزی و بیہودگی ہونے کے ساتھ خود حنفی مذہب کے ساتھ انتہائی بداطواری و بے تمیزی ہے جس دیوبندی مذہب پر عمل سنت نبویہ اور اپنے سے پہلے والے احناف کی خلاف ورزی کے بغیر ممکن نہ ہو اس مذہب کے مجموعہ اباطیل اور بدبودار ریاح کے مجموعہ ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے؟

روایات کا جائزہ:

اپنی مذکورہ بالا ہذیان سرائی اور بیہودہ گوئی کے بعد دیوبندیہ نے مندرجہ بالا عنوان قائم کر کے کہا:

ان تمام روایات پر غور کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ کندھوں کو کندھوں سے ملانے کا زیادہ حکم ہے جو قول نبوی میں صراحت سے موجود ہے اور قدموں کو قدموں سے ملانے کا حکم قول نبوی میں نہیں جب کندھے سے کندھے مل جائیں گے تو بیچ میں کوئی جگہ خالی نہیں رہے گی۔ یہی حضور اکرم ﷺ کا منشاء ہے یہی خلفاء راشدین کا عمل ہے اور اسی پر حنفیہ کا فتویٰ ہے اور حنفیہ اس کے قائل ہرگز نہیں کہ بیچ کی جگہ خالی رکھی جائے۔ (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:٦٦)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کی نقل کردہ حدیث نبوی جو صحیح بخاری میں مروی ہے اس کا مطلب تمام صحابہ نے سمجھ کر یہ عمل کیا کہ "و کان أحدنا یلزق قدمه بقدمه" ہر صحابہ اپنے بغل والے صحابی کے قدم سے اپنا قدم سٹا کر اور ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔ جو حدیث تقریر نبوی ہے اور اس نص نبوی میں دیوبندیہ نے پہلی تحریف یہ کی صرف بعض ہی صحابہ ایک دوسرے کے قدم سے قدم ملاتے تھے اور دوسری تحریف نص نبوی میں یہ کہ کسی بھی حدیث نبوی میں نمازیوں کی حالت قیام پاؤں سے پاؤں ملانے کا ذکر ہی نہیں اور تیسری تحریف معنوی دیوبندیہ نے اس موقع پر ذکر کردہ اپنی متعدد و آثار صحابہ و خلفاء راشدین میں کی حتی کہ اپنی معتبر حنفی کتاب درمختار کی عبارت میں بھی کی جس میں مذکور ہے:"ینبغي أن یامرهم أن یتراصوا ولیسدوا الخلل" یعنی کہ امام مقتدیوں کو صف درست رکھنے کا حکم اس طرح دے کہ وہ باہم ایک دوسرے سے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مل جائیں دو نمازیوں کے درمیان خلل کو بند رکھیں۔

دیوبندیہ نصوص نبویہ بلکہ نصوص قرآنیہ و اجماع صحابہ و اپنی ولادت سے پہلے والے احناف کی باتوں کے خلاف اپنے خود ساختہ مذہب پر کاربند ہیں حافظ ابن حجر نے باسانید صحیحہ یہ فرمان نبوی نقل کیا ہے کہ "سدو الخلل"لیکن کج رو و کج فہم دیوبندیہ مدعی ہیں کہ یہ لفظ قول نبوی میں نہیں ہے۔(فتح الباري مع صحیح البخاري: ٢/ ٢١١)

ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی دیوبندیہ جماعت میں ایک سے دوسرے کا قدم نہیں ملاتے اور خلل قائم رہتا ہے اور ان کا یہ عمل متوارث ان کی ولادت اوائل چودھویں صدی ہجری سے اب تک چلا آرہا ہے، یعنی کہ انھوں نے جھوٹ اور مخالفت نصوص کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے علی الاعلان یہ جھوٹ بکتے پھر رہے ہیں، کہ ہم جماعت میں اپنے قدم ملاتے اور خلل نہیں ہونے دیتے ہیں معلوم نہیں ان کذابین کو توفیق توبہ و اصلاح ہو پائے گی یا اسی طریق پر قائم رہتے ہوئے مریں گے؟

ناف کے نیچے یا سینے پر ہاتھ باندھنا:

دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت کہا:

''غیر مقلدین نے نماز کے اندر سینہ پر ہاتھ باندھنے یا زیر ناف ہاتھ باندھنے کے متعلق تین سرخیوں کے ذریعہ حنفیہ پر الزام قائم کیا ہے اور وہ تینوں سرخیاں حسب ذیل ہیں ہدایہ کے حوالہ سے یہ لکھا:

اعتراض نمبر:۲۳ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی احادیث مرفوع اور قوی ہیں۔ (بحوالہ ہدایہ:۱/۳۵۰)

اس پر دیوبندیہ غوغہ آرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ مسئلہ بھی غلط اور ہدایہ کا حوالہ بھی غلط ہے ہدایہ میں کہیں اس طرح کی عبارت نہیں نہ ہدایہ کے متن میں ایسی عبارت ہے نہ حاشیہ میں البتہ عین الہدایہ کے مصنف نے اپنی طرف سے یہ بات لکھی ہے حالانکہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی احادیث متکلم فیہ ہیں جس کی وضاحت ان شاء اللہ تعالیٰ ہم پیش کریں گے۔ (زیر نظر دیوبندیہ کتاب، ص:٦٦)

اعتراض نمبر:۲۴، ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی احادیث ضعیف ہیں۔ (بحوالہ ہدایہ:۱/۳۵۰)

اپنے اس عنوان مذکورہ کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

''یہ مسئلہ بھی غلط ہے ہدایہ کے متن میں ایسی کوئی عبارت نہیں البتہ عین الہدایہ میں جہاں سے معترض نے اعتراض نقل کیا ہے وہاں خود عین الہدایہ کی بات اس کے خلاف ہے مترجم نے خود یہ بات لکھی کہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کی روایت مرفوع ومعتبر ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:٦٧)

اعتراض نمبر:۲۵، ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی احادیث ضعیف ہیں۔ (بحوالہ شرح الوقایہ:۱/۳۵۰)

دیوبندیہ نے عنوان مذکورہ کے تحت لکھا:

''قول علی رضی اللہ عنہ کا ضعیف ہونا اور مرفوع نہ ہونا حاشیہ ہدایۃ (۱/۱۰۲) وحاشیہ شرح وقایہ (۱/۱۴۴) میں موجود ہے، لیکن متن میں کہیں نہیں، البتہ جہاں سے غیر مقلدین نے اعتراض نقل کیا ہے وہاں پر صاحب عین الہدایہ نے اسے نقل کرکے لکھا کہ: زیر ناف ہاتھ باندھنا صحیح اسناد اور مرفوع حدیث سے ثابت ہے جب

وہاں زیر ناف ہاتھ باندھنے والی روایت کو صحیح کہا تو قول علی کو لے کر حنفیہ پر کیوں حملہ کیا؟ جب کہ صرف قول علی حنفیہ کا مستدل نہیں۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:٦٧)

اصل مسئلہ کا جائزہ:

اپنے عنوان مذکورہ کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

''رہی یہ بات کہ نماز کے اندر سینہ پر یا زیر ناف ہاتھ باندھا جائے تو اس سلسلے میں احادیث شریفہ پر غور کی ضرورت ہے ہم نے پورے ذخیرہ حدیث کا مطالعہ کر کے دیکھا تو روایت دونوں طرف موجود ہیں سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایات بھی موجود ہیں مگر وہ متکلم فیہ ہیں اور زیر ناف ہاتھ باندھنے سے متعلق بھی کافی روایات موجود ہیں صرف قول علی نہیں ہے جیسا کہ غیر مقلدین کہنا چاہتے ہیں بلکہ متعدد صحابہ کرام سے مرفوع و غیر مرفوع روایات موجود ہیں اور بات صحیح ہے کہ حضرت علی کا قول ضعیف ہے لیکن غیر مقلدین باور کریں کہ حنفیہ صرف قول علی سے استدلال نہیں کرتے بلکہ قول علی کے علاوہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کے متعلق متعدد صحابہ سے روایات مروی ہیں لہٰذا ہم آپ کے سامنے اولا دونوں قسم کی روایات پیش کرتے ہیں، اس کے بعد اصل مسئلہ پیش کریں گے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:٦٦، ٦٧)

سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایات

دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکورہ کے تحت کہا:

سینہ پر ہاتھ باندھنے سے متعلق تین روایات ہم کو ملی ہیں:

۱۔ حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے کہ میں خدمت نبوی میں اس وقت حاضر ہوا کہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف لے جا رہے تھے آپ ﷺ محراب میں داخل ہوئے اور تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھایا اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے کے اوپر رکھا نیز مول بن اسماعیل کی روایت میں ہے کہ حضرت وائل بن حجر نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے کے اوپر رکھا۔ (السنن الکبریٰ للبیهقي :٢/٤٦، حدیث:٢٣٣٥، ودار المعرفة:٢/٣٠، و معارف السنن :٢/٤٣٧، و إعلام السنن :٤/١٦٨، ونصب الرايه:١/٣١٥، وتحفة الأحوذي: ٢/٧٩)

۲۔ حضرت ھلب طائی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ دائیں اور بائیں طرف متوجہ ہو جاتے اور میں نے دیکھا کہ ہاتھوں کو سینے پر رکھے ہوئے ہیں۔ حدیث کے راوی یحییٰ بن سعید نے یده علی صدره کی وضاحت یوں فرمائی کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھتے تھے۔ (مسند أحمد:٥/٢٢٦، وتحفة الاحوذي:٢/٨٠، و إعلاء السنن:٢/١٧٠، ودار الکتب العلمیه، بیروت: ٤/١٨٤)

۳۔ حضرت طاؤس بن کیسان کا اثر۔ حضرت طاؤس سے مرسل روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھتے پھر انھیں نماز میں اپنے سینے پر رکھتے۔(مراسیل أبي داود:٦، تحفة الأحوذي:٢/٨١، و معارف السنن: ٢/٤٤٠) سینے پر ہاتھ باندھنے سے متعلق یہ تین روایات ہیں، پہلی روایت وائل متکلم فیہ اور ضعیف ہے، اس کی سند میں محمد بن حجر منکر الحدیث ہے سنن کبریٰ بیہقی کے حاشیہ میں اس پر کافی بحث ہے اس طرح وائل کی روایت مومل سے بھی منقول ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیهقي نسخه قديم:٢/٣٠، ونسخه بيروت:٢/٤٦) تهذيب الكمال اور ميزان الاعتدال میں مومل کو كثير الغلط اور امام بخاری نے منکر الحدیث، اور ابو حاتم و ابوزرعہ رازی وغیرہ نے کثیر الخطاء کہا ہے۔ (سنن کبریٰ:٢/٣٠) اور روایت هلب میں "يضع هذه على صدره" کا لفظ متعین نہیں ہے اس پر محدثین نے زبردست کلام کیا ہے۔عون المعبود و التعليق الحسن وغیرہ میں اس لفظ پر کلام ہے کہ "على صدره" کا لفظ از قبیل تصحیف ہے یہ کاتب کی طرف سے تصحیف ہے یا لفظ وصف یحییٰ کے الفاظ سے واضح ہے کہ یحییٰ نے اپنی طرف سے یحییٰ کا لفظ بڑھایا ہے اور الفاظ حدیث "يضع هذه على هذه" ہیں لہٰذا صحابی کے الفاظ میں على هذه ہے على صدره نہیں ہے اس لیے حضرت هلب کی روایت دوسری سند سے جو مروی ہے ان میں کہیں بھی على صدره کا لفظ نہیں۔(إعلاء السنن کراچی:٢/١٧١، و بیرت :٢/١٨٠) میں تفصیل موجود ہے نیز علامہ شوق نیموی نے التعليق الحسن على آثار السنن میں مختلف دلائل سے یہ بات ثابت کی ہے روایت هلب میں درحقیقت على صدره کے الفاظ نہیں ہیں یہ کاتب کی طرف سے اضافہ ہے نیز روایت هلب میں سماک بن حرب کو لین الحدیث کہا گیا ہے اس لیے روایت هلب بھی متکلم فیہ ثابت ہوئی، اور اثر طاؤس حدیث مرفوع نہیں، اور طاؤس و رسول اللہ ﷺ کے درمیان کون کون راوی ہیں ان کا کوئی نام و نشان نہیں، اور ایسی مرسل روایت حنفیہ کے یہاں کبھی حجت بن جاتی ہے، لیکن غیر مقلدین نام کے سلفیوں کے یہاں حجت نہیں بنتی پھر تم غیر مقلدین مرسل طاؤس سے کس بناء پر استدلال کرتے ہو، معلوم ہوا کہ گنی چنی دو تین روایتیں سینے پر ہاتھ باندھنے سے متعلق ملتی ہیں سب کی سب متکلم فیہ ہیں جن سے سینے پر ہاتھ باندھنے کا اصرار اور نہ باندھنے والوں پر تنقید و الزامات عائد کرنا کون سا انصاف ہے؟ نیز بحوالہ "هدايه" سینے پر ہاتھ باندھنے کو مرفوع وقوی کہنا بھی سراسر غلط ہے ہدایہ میں کوئی ایسی بات نہیں هدايه اور عين الهدايه دونوں ایک نہیں بلکہ الگ الگ کتابیں ہیں شارح کی بات ماتن کی طرف منسوب کرنا تلبیس ہے۔ (ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:٦٨ تا ٧١)

ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیث کا دیوبندیہ کی تلبیسات پر ردّ بلیغ ہے کہ مسائل مذکورہ کتب تراجم سے منقول ہیں

اس صراحت کے باوجود بار بار دیوبندیہ کی ہذیان سرائی لغو و لایعنی ہے ترجمہ ہدایۃ عین الہدایۃ مع تشریحات بھی تو حنفیہ کی کتاب ہے جس میں صراحت ہے کہ "ہاں یہ بھی ثبوت ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھے، چنانچہ حدیث وائل بن حجر ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پس آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر کیے ہوئے اپنے سینے پر رکھا۔(رواہ ابن خزیمہ في صحیحہ)

لیکن ظاہر ہے کہ حدیث وائل میں تیقن ایک مرتبہ نماز کا فعل ہے اور صرف اس قدر سے سنت ہونا ثبوت نہیں ہوتا لیکن اثر مذکور میں سنت ہونے کی تقریر ہے لیکن حدیث الصدر قوی ہے چنانچہ معمولات مظہریہ میں منقول ہے کہ شیخ علیہ الرحمۃ سینہ پر ہاتھ باندھتے اور کہتے کہ اس کی حدیث قوی ہے۔(عین الهدایه: ۱/ ۴۵۰)

جس حدیث وائل کو دیوبندیہ کی تولید سے پہلے احناف کے دو اماموں نے قوی وصحیح و ثابت کہا ہو اسے دیوبندیہ کا غیر معتبر کہنا عجوبہ ہے۔(یہ حدیث معجم کبیر للطبرانی :۲۲/ ۴۹ تا ۵۱، حدیث نمبر:۱۱۸) میں بھی معنوی طور پر منقول ہے اور یہ حدیث طویل ہے اس کا ایک فقرہ یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کا فقرہ ہی یہاں منقول ہے ورنہ اسی حدیث کو تعبیر قرار دے کر اپنی اسی کتاب میں مسح گردن کے مسنون و مستحب ہونے پر دیوبندیہ نے دلیل بنا رکھا ہے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۶۰، ۶۱)

اپنی اس کارستانی میں اپنی اس مستدل حدیث میں دیوبندیہ نے تحریف و تدلیس کاٹ چھانٹ و اسقاط وغیرہ جیسے تمام خصائل مذمومہ و اوصاف رذیلہ و بیہودہ کا مظاہرہ کر رکھا ہے اہل حدیث نے اسے مستقل طور پر مستدل نہیں بنایا ہے بلکہ اس کے جن فقرات کی دوسری اسانید سے معنوی متابعت ہوتی ہے انھیں کو حجت بنایا ہے انھیں فقرات میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والا فقرہ بھی ہے ورنہ اصل استدلال صحیح ابن خزیمہ میں دوسری سند سے معنوی طور پر مروی حدیث سے ہے اس میں محض لین ہونے کا معمولی سا عیب ہے جو معنوی متابع سے دور ہو گیا ہے، مگر دیوبندیہ تحریف و تدلیس و حذف و بیہودہ خصائل سے متصف ہیں اس حدیث میں یہودیوں کا یہ وصف بھی اختیار کر رکھا ہے کہ ﴿أفتؤمنون ببعض الكتاب و تكفرون ببعض﴾ یہ صرف اسی حدیث کے ساتھ نہیں بلکہ یہ ان کی عادت جاریہ مستمرہ ہے۔(حدیث وائل کی دو سندیں دیوبندیہ نے نقل کی ہیں یہاں سند میں ایک راوی محمد بن حجر بن عبد الجبار بن وائل بن حجر کو اکاذیب پرست دیوبندیہ نے "منکر الحدیث" کہا، اور یہ کہا، کہ سنن کبری کے حاشیہ نسخہ قدیم:۲/ ۳۰ و بیروت:۲/ ۴۶، میں اس پر کافی بحث نہیں کی اس میں صرف محمد بن حجر کی بابت "له مناكير" کا لفظ حافظ ذہبی سے نقل کیا ہے ،اور منکر الحدیث نیز "له مناكير" میں بہت زیادہ فرق ہے۔ "له مناكير" سے متصف راوی ثقہ بھی ہو سکتا ہے اور اس کی بیان کردہ جس حدیث کا منکر ہونا معتبر ذرائع سے نہ ثابت ہو معتبر ہو سکتی ہے جب کہ اس کا ثقہ ہونا ثابت ہو اور محمد بن حجر کو امام ابوحاتم رازی نے "شیخ" کہا ہے۔(الجرح

والتعدیل ۲۳۹/۷: ترجمہ: ۱۳۱) اور یہ لفظ کلمات توثیق میں سے ہے اور انھیں اکاذیب پرست دیوبندیہ کے علاوہ جو اوائل چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے کے علاوہ کسی نے بھی ''منکر الحدیث'' نہیں کہا ہے، اگرچہ یہ لفظ بھی علی الاطلاق تضعیف کیلیے نہیں آتا، بلکہ توثیق ثابت کے بالمقابل تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے، کہ اس کی جو روایت منکر نہ ہو اسے معتبر مانا جائے گا۔ بہرحال معلوم ہوا کہ محمد بن حجر بن عبد الجبار بن وائل کو منکر الحدیث کہنے میں دیوبندیہ جھوٹے ہیں اور محمد بن حجر کو ابو حاتم کا ''ليس بالقوي عندهم'' کہنا تخریج مبہم ہے جو توثیق ابی حاتم رازی کے بالمقابل کالعدم ہے اور محمد بن حجر نے اسے اپنے جس چچا سے روایت کی وہ سعید بن عبد الجبار بن وائل بن حجر حضری ہیں، جنھیں حافظ ابن حجر نے کہا کہ انھیں امام ابن حبان نے ثقات میں سے شمار کیا، اور نسائی نے ليس بالقوي کہا، تخریج نسائی توثیق ابن حبان کے بالمقابل مجمل ہونے کے سبب کالعدم ہے، اسے سعید بن عبد الجبار نے اپنے باپ عبد الجبار بن وائل سے نقل کیا جو ثقہ ہیں۔(تقريب التهذيب) عبد الجبار نے اسے اپنی ماں ام یحییٰ سے نقل کیا جن کا صحابیہ ہونا بھی مستبعد نہیں اگر صحابیہ کے بجائے تابعیہ ہوں تو حافظ ذہبی نے کہا کہ تابعیہ خواتین کا متروک ہونا ثابت نہیں۔(ميزان الاعتدال طبقة النساء) لیکن اس روایت میں جو کلام ہے وہ اس کے بعد والی روایت جس کا ذکر دیوبندیہ نے کیا کی متابعت سے کالعدم ہے، اس لیے یہ روایت اپنے معنوی شواہد و متابع سے مل کر معتبر ہے اور اکاذیب پرست دیوبندیہ کے خلاف رد بلیغ بھی ہے اسے حافظ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں بھی نقل کیا، ظاہر ہے کہ شواہد ہی کے پیش نظر امام ابن خزیمہ نے اور متعدد ائمہ حنفیہ نے اسے صحیح مانا اور اسے معمول بہ بنایا ہے۔ ہماری اس تفصیل سے اس حدیث سے متعلق دیوبندیہ کی ساری اکاذیب پروری تلبیسات کا خاتمہ ہو گیا پھر زیر نظر حدیث وائل بن حجر کے اور بھی شواہد و معنوی متابع ہیں جن میں سے ایک کا ذکر دیوبندیہ نے بھی بروایت حضرت هلب مسند احمد(۲۲۶/۵) و تحفة الأحوذي وغیرہ نے کیا ہے۔ چنانچہ امام احمد کے صاحب زادے امام عبد اللہ نے کہا:

"حدثني أبي ثنا يحيى بن سعيد عن سفيان حدثني سماك عن قبيصه بن هلب عن أبيه قال: رأيت النبي ﷺ ينصرف عن يمينه و يساره، ورأيته قال: يضع هذه على صدره وصف يحيىٰ اليمنىٰ على اليسر فوق المفصل"

یعنی ھلب طائی نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا نماز سے فارغ ہو کر کبھی داہنی جانب مڑتے تھے اور کبھی بائیں جانب یا بوقت سلام داہنی جانب مڑتے تھے، پھر بائیں جانب اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں بحالت قیام ہاتھوں کو سینے پر باندھتے تھے امام یحییٰ بن سعید قطان نے عملی طور پر اپنی درسگاہ میں بتلایا کہ بائیں ہاتھ پر داہنا ہاتھ نیچے کے جوڑ پر سینے کے اوپر رکھتے تھے۔(مسند أحمد: ۲۲۶/۵)

ھلب کا اصل نام امام بیہقی نے اپنی سنن کبریٰ (۲/۲۹) میں یزید بن قنافہ بتلایا ہے اور تہذیب التہذیب (٣١٤/٨) میں یزید بن عدی بن قنافہ بتلایا نیز استیعاب لابن عبد البر وإصابة لابن حجر ملاحظہ ہو۔ یزید بن قنافہ طائی سے یہ حدیث ان کے صاحب زادے قبیصہ بن ہلب طائی نے نقل کی جن کو ابن حبان نے ثقات (۵/۳۱۹) میں ذکر کیا اور امام عجلی نے بھی ثقہ کہا۔ (تهذيب التهذيب: ٣٤/٨) اور قبیصہ سے اسے امام سماک بن حرب نے نقل کیا جن کی روایت عکرمہ کے علاوہ دوسروں سے معتبر ہوتی ہے بشرطیکہ ان سے زمانہ قدیم میں روایت کی گئی ہو اور ان سے یہ حدیث سفیان ثوری نے تحدیثاً نقل کی جن کا سماک سے سماع زمانہ قدیم میں ہے۔ (تهذيب الكمال، ترجمه، سماك بن حرب) اور سفیان ثوری سے اسے امام یحییٰ قطان نے نقل کی جن کا ثقہ ہونا متفق علیہ ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے اس سند والی بہت ساری احادیث کو ائمہ حدیث نے صحیح کہا ہے جس کی تفصیل الفتح الربانی مع مسند أحمد میں دیکھی جا سکتی ہے مگر افسوس کہ اکاذیب پرست دیوبندیہ نے اس پر کلام کیا اور کہا: کہ اسے اور اس حدیث میں تصحیف کے سبب ایسا ہو گیا ہے نیز یہ کہ اس پر عون المعبود سلفی شرح سنن ابی داود میں زبردست کلام کیا ہے۔ یحییٰ قطان نے بلا سند نقل کر دیا ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۷۰،۷۱) حالانکہ عون المعبود پر دیوبندیہ کا افتراء ہے اور افتراء پردازی دیوبندیہ کا خاص شعار وشیوہ ہے۔

حاصل یہ کہ حدیث ھلب حدیث وائل کی قوی اور زوردار معنوی متابع و شاہد ہے اور ایک دوسری کی متابعت سے دونوں آحادیوں معتبر ہوگئی ہیں۔

اور امام طاؤس اکابر یا دو واسطہ تابعین میں سے ہیں ان کی مرسل حدیث دونوں متصل و مرفوع حدیث سے مل کر حجت بن گئی ہے اور دیوبندیہ کی ولادت سے پہلے حنفیہ مرسل کو مطلقاً حجت مانتے رہے موقف احناف سے چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہونے والے دیوبندیہ اپنے مطلب والی مرسل خواہ کتنی ہی ضعیف ہو حجت مانتے ہیں اور اپنے خلاف والی مرسل کو خواہ کتنی صحیح اور متصل احادیث صحیحہ سے تائید یافتہ ہو مردود قرار دینے کے عادی ہیں، دیوبندیہ مولودۂ چودھویں صدی ہجری کی جس بات کی تائید و تصدیق دوسرے معتبر ذرائع سے نہ ہو وہ بالکل باطل و مکذوب ومردود ہے۔

اور اس دیوبندی دعوی کے مکذوب ہونے میں کوئی شک نہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں صرف یہی متن روایات ہیں اس دعوی دیوبندیہ کی تکذیب اس موضوع پر ہماری زیر طبع ایک مستقل کتاب میں ہے۔

قرآنی آیت ﴿فصل لربك وانحر﴾ کی تفسیر میں حضرت علی بن ابی طالب سے بسند صحیح مروی ہے کہ نماز میں بحالت قیام سینے پر ہاتھ باندھا جانے کا حکم قرآن مجید نے دیا ہے۔ (سنن بيهقى: ٢/٢٩، ٣٠، ومتعدد

کتب حدیث وتفسیر) یہ بات متعدد صحابہ سے بھی مروی ہے۔(تفسیر درمنثور، افسوس کہ روایات درمنثور کی اسانید حذف کردی گئی ہیں اس لیے ان اسانید کے معتبر و غیر معتبر ہونے کا پتہ نہیں چل پاتا) ظاہر ہے کہ تفسیر حضرت علی مرتضٰی معنوی اعتبار سے مرفوع یعنی حدیث نبوی کا درجہ رکھتی ہے حضرت علی مرتضٰی سے اس روایت کے ناقل عقبہ بن صہبان و عقبہ بن ظبیان و عتبہ بن ظہر بتلائے گئے ہیں عقبہ بن صہبان ثقہ ہیں۔(تقریب التہذیب) اورعقبہ بن ظبیان وعقبہ بن ظھران کے متابع ہیں،عقبہ بن ظبیان وعقبہ بن ظہیر کوبعض اہل علم نے ایک ہی راوی کہا اور عقبہ بن ظبیان ثقہ ہیں۔(ثقات ابن حبان ،ص:۲٤٧) اور ان سب سے اسے روایت کرنے والے عاصم بن عجاج جحدری ہیں جو ثقہ ہیں۔(الجرح والتعدیل:٦/٣٤٩)اور عاصم تک اس کی سند صحیح ہے۔

اس کے علاوہ بھی اس موقف پر دلائل ہیں جن کی تفصیل ہماری زیرطبع کتاب میں دیکھیے۔

امام ابوحنیفہ نے بقول خویش جس عطاء بن ابی رباح سے بڑا افضل تابعی نہیں دیکھا ان سے بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت سعید بن جبیر سے مسئلہ پوچھ کر ناف سے اوپر مراد سینے پر ہاتھ باندھتے تھے اور ابو مجلز لاحق بن حمید تابعی بھی ایسا ہی کرتے تھے۔(سنن بیهقی:٢/٣١، ومتعدد کتب حدیث) ظاہر یہ ہے کہ ان تابعین کبار نے صحابہ کرام سے اسے لیا ہوگا اورصحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے، ان روایات معتبرہ کا ذکر دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب میں اشارۃ بھی نہیں کیا۔

زیرناف ہاتھ باندھنے والی پہلی حدیث دیوبندیہ نے حضرت وائل بن حجر کی طرف منسوب کی جس کا روایت کنندہ ابن ابی شیبہ کو بتلایا مگر وائل کی طرف اس کا انتساب قطعاً غلط ہے جس کی تفصیل تحفۃ الاحوذی و عون المعبود و إبکار المنن وہماری کتاب میں ہے اس کا کوئی جواب دیوبندیہ سے نہیں بن پڑتا پھر بھی یہ لوگ اسے حجت بناتے چلے آرہے ہیں یہ دیوبندی روایت وائل والی اس حدیث مرفوع معتبر کے معارض ہے جس میں سینے پر ہاتھ باندھنا منقول ہے۔

دوسری روایت دیوبندیہ نے حضرت علی سے نقل کی جو ضعیف ہونے کے ساتھ ان کی تفسیر سورہ کوثر کے معارض اور مردود ہے تیسری روایت دیوبندیہ نے حضرت ابوہریرہ سے موقوفاً نقل کی جس کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق بہت ضعیف ہے اس کے ترجمہ کے لیے کتب رجال کی طرف رجوع کریں نیز اس میں اور بھی علل قادحہ ہیں جن کی تفصیل میں ہم بنظر اختصار نہیں پڑتے۔

چوتھی روایت دیوبندیہ نے اپنی تائید میں حضرت انس بن مالک کے قول موقوف کو پیش کیا جو بلا سند ہے اور حضرت انس کی تفسیر سورہ کوثر کے معارض ہونے کے سبب مردود ہے۔

پانچویں اور چھٹی روایات ابراہیم نخعی اور ابو مجلز کا قول ہے جو صحیح بھی ہوتے تو احادیث مرفوعہ معتبرہ کے

خلاف ہونے کے سبب مردود ہوتے، ابراہیم نخعی سے روایت کرنے والے ابو معشر غیر معتبر کا نام دیوبندیہ نے حذف کر دیا جو تحریف ہے۔ اور ابراہیم نخعی سے مصنف ابن ابی شیبہ میں ارسال بھی مروی ہے دیوبندیہ اس میں تطبیق دیں اور جب صحیح طور پر نماز نبوی میں سینے پر ہاتھ باندھنا مذکور ہے تو تمام ہی صحابہ کی بابت یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ وہ حدیث نبوی پر عامل تھے اس عقیدہ کے خلاف اگر قوی معتبر دلائل سے کسی صحابی کا قول و عمل ثابت ہو تو صرف اسی صحابی کو ناواقفیت کے سبب مستثنیٰ مان سکتے ہیں اور یہاں معاملہ یہ ہے کہ کسی بھی صحابی سے سنت نبویہ ثابتہ کے خلاف قول و عمل ثابت نہیں اس لیے یہ ماننا لازم ہے کہ دیوبندیہ دوسرے امور کی طرح اس میں بھی نصوص و اجماع صحابہ کے مخالف ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ بلا دلیل اس معاملہ میں عورتوں مردوں کے درمیان تفریق کر کے دیوبندیہ کہتے ہیں کہ عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں اور مرد زیر ناف۔ حالانکہ اصل یہ ہے کہ دونوں کے درمیان اس معاملہ میں تفریق نہ کی جائے مگر دیوبندی بھلا کسی اصل کی کیا پرواہ کرتے جب کہ اصول و نصوص و اجماع صحابہ سے انھیں انحراف ہے۔

امام کے پیچھے قراءت کا فلسفہ:

اپنے قائم کردہ مندرجہ بالا عنوان کے تحت دیوبندیہ مولودۂ چودھویں ہجری نے یہ بدعنوانی کی:

"غیر مقلدین جو منکرین اجماع صحابہ و منکرین فقہ ہیں ان کی طرف سے مقتدی کے امام کے پیچھے قراءت کرنے سے متعلق مسلسل چار اعتراض اس انداز سے پیش کیے گئے ہیں جس سے ناظرین دھوکہ میں رہ کر شکوک میں مبتلا ہو سکتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

اعتراض نمبر: ۲۶، سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر کسی کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ (بحوالہ ہدایہ: ۱/ ۳۶)

اس پر دیوبندیہ نے لکھا: مسئلہ و حوالہ دونوں غلط ہیں البتہ ہدایہ (۱/ ۸۷) میں امام مالک و شافعی کا مسلک ان الفاظ کے ساتھ لکھا گیا ہے نہ کہ احناف کا مسلک

"وللشافعي قوله عليه السلام لا صلوٰة إلا بفاتحة الكتاب"

(للمالك :" لا صلوٰة إلا بفاتحة الكتاب و سورة معها)

اعتراض: ۲۷، مقتدی سورہ فاتحہ دل میں پڑھے اور یہ حق ہے: (بحوالہ ہدایہ: ۱/ ۳۶۱)

اس پر دیوبندیہ نے یہ کہا: اس میں بھی مسئلہ و حوالہ دونوں غلط ہیں البتہ مترجم صاحب عین الہدایہ نے بحث کرتے ہوئے روایت ابی ہریرۃ نقل فرمائی ہے جس میں جی میں پڑھنے کی بات ہے جس کو ہم آپ کے سامنے پیش کریں گے۔

اعتراض نمبر:۲۸، امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کی احادیث ضعیف ہیں (بحوالہ شرح وقایہ:۱/ ۱۸)

اس پر دیوبندیہ نے یہ کہا:

"یہاں بھی مسئلہ وحوالہ دونوں غلط ہیں بلکہ امام مالک وشافعی کا مسلک شرح وقایہ میں نقل کیا نہ کہ حنفیہ کا۔

اعتراض نمبر:۲۹، حضرت علی کا قول منع فاتحہ بھی ضعیف و باطل ہے (بحوالہ شرح:۱۱۰)

اس پر دیوبندیہ نے کہا:

"یہ حوالہ بھی غلط ہے بلکہ مصنف ابن أبي شیبه (۱/ ۳۷۶) میں حضرت علی کا قول اس سند سے مروی ہے:

"حدثنا محمد بن سلیمان الأبهان عن عبد الرحمن الأصبهاني عن ابن أبي لیلی عن علي قال: من قرأ خلف الإمام فقد أخطأ الفطرة"

"جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس نے فطرت اسلام میں غلطی کی"غیر مقلدین نے امام کے پیچھے مقتدی پر قراءت سے متعلق مذکورہ چار اعتراضات حنفیہ کی کتابوں کے حوالوں سے پیش کیے ہیں اور چاروں غلط ہیں۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۷۴، ۷۵)

فاتحہ خلف الإمام کا تحقیقی جائزہ:

دیوبندیہ نے اپنے اس عنوان کے تحت خوب بدعنوانیاں کیں اور کہا:

"غیر مقلدین نے غلط اور جھوٹے حوالے کے ساتھ حنفیہ کی کتابوں کے ذریعہ احناف پر نمبر وار چار اعتراضات کیے جس کی حقیقت آپ کے سامنے واضح ہوگئی اور اخیر میں یہ ظاہر کیا کہ منع فاتحہ سے متعلق حضرت علی کا قول ضعیف و باطل ہے، اس جملہ سے خالی الذہن مسلمان یہ دھوکہ کھا سکتے ہیں کہ شاید منع فاتحہ سے متعلق صرف حضرت علی کا قول ہے اور وہ بھی ضعیف ہے لیکن ہم غیر مقلدین اور تمام مسلمانوں کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے سے متعلق اور امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت سے متعلق دونوں طرح کی روایات احادیث شریف کی کتابوں میں موجود ہیں پڑھنے سے متعلق صرف چار صحابی سے روایات موجود ہیں اور ان تمام روایات کی تاویلات بھی موجود ہیں جب کہ اس کے برخلاف امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت سے متعلق حضرت علی کے علاوہ پندرہ صحابہ سے روایات مروی ہیں اور حضرت علی سمیت سولہ صحابہ سے روایات مروی ہیں عدل و انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ دونوں طرف کی روایات پیش کی جانے کے بعد صحیح جائزہ لیا جائے اور صحیح بات کو ثابت کیا جائے لہٰذا ہم اوّلاً آپ کے سامنے دونوں طرف کی روایات پیش کرتے ہیں اور صحیح بات کو واضح کریں گے۔(زیر نظر دیوبندیہ کتاب،ص:۷۵، ۷۶)

ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیث طالب علم کے اشتہار کو تمام اہل حدیث کی طرف منسوب کرنا دیوبندیہ کی بڑی مجرمانہ اور گھناؤنی سازش افتراء پردازی ہے اور جب اشتہار میں یہ صراحت ہے کہ اس میں منقول مسائل کتب تراجم حنفیہ میں ہیں تو ان کو کتب تراجم میں دیکھنے کی بجائے اصل کتب عربیہ میں تلاش کرنا حد درجہ کی حماقت و غباوت و بلادت وجہل مرکب ہے اشتہار کے سارے حوالے اشتہار کی صراحت کے مطابق صحیح ہیں ان کی تغلیط و تکذیب کرنے والے دیوبندیہ مولودۂ چودھویں صدی ہجری بذات خود بہت بڑے کذاب ومفتری ہیں کیونکہ یہی ان کا دین وایمان وشیوہ و پیشہ ہے۔

ایک زمانہ گزر گیا کہ فاتحہ سے متعلق جملہ مسائل پر ہم ایک مبسوط ومفصل تحقیقی کتاب پر مشتمل ساڑھے سات سو صفحات لکھ کر جامعہ سلفیہ بنارس کے شعبہ طباعت و اشاعت میں داخل کر چکے ہیں مگر افسوس کہ زمانہ طویل گزر چکنے کے بعد بھی وہ چھاپی نہیں جارہی ہے اس میں دیوبندیہ کی ان ساری لغویات کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے جو دیوبندیہ نے اس کتاب کے ص:۴۷ تا ۸۸ میں لکھی ہیں نیز حنفیہ نے اپنی ولادت سے لے کر تا ایں دم اس سلسلے میں جو کچھ ہذیان سرائی کی ہے ان کا بھی رد ہماری اس کتاب میں موجود ہے ہم کو امید ہے کہ مستقبل قریب میں یہ کتاب طبع ہو کر منظر عام پر آجائے گی جس سے دیوبندیہ کی زبان ان شاء اللہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گی اس سلسلے میں کسی قدر تفصیل ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' مطبوع ۱۹۹۷ء، ص۱۰۳ تا ۱۰۷ میں ہے اسی سے دیوبندیہ کی تکذیب ہوجاتی ہے۔

آمین بالجہر یا بالسر:

اپنی اس سرخی کے تحت دیوبندیہ نے کہ'' مسئلہ آمین بالجہر سے متعلق غیر مقلدین نے درمختار کے حوالے سے نقل کر کے حنفیہ پر اشکال کیا ہے پھر اعتراض نمبر:۳، کے زیر عنوان '' مقتدی امام کی آمین سن کر آمین کہے۔'' (بحوالہ درمختار:۱/ ۲۲۹) حوالہ ومسئلہ دونوں غلط ہیں درمختار میں کہیں بھی ایسی عبارت نہیں جس میں مقتدی کو یہ حکم کیا گیا ہو کہ امام کی آمین سن کر آمین کہے، بلکہ درمختار کا ترجمہ جس سے معترض نے اعتراض نقل کیا ہے اس میں بھی اس کے برعکس لکھا ہے۔ (زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۸۸)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ خود بڑے کذاب ہیں وہ درمختار کا اردو ترجمہ مطبوع نولکشور لکھنوی ۱۹۰۰ء (۱/ ۲۲۹) و عین الھدایہ،ص:۳۶۴، ۳۶۰، ونور الھدایہ ،ترجمہ ،شرح وقایہ (۱/ ۹۷) اس مسئلہ کی اصل تفصیل ہماری کتاب رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز میں دیکھیں۔

اعتراض نمبر:۳۱، ایک دو آدمیوں نے سنا تو جہر نہ ہو گا جہر جب ہے کہ سب سنیں۔ (بحوالہ درمختار:۱/ ۲۴۹)

اس پر دیوبندیہ نے کہا کہ یہ حوالہ بھی غلط ہے درمختار میں مسئلہ آمین سے متعلق دور دور تک آمین کو جہر کرنے

کا ذکر نہیں اور قراءۃ بالجہر کی بحث میں اپنی جگہ جہر کی تعریف موجود ہے جس کا مسئلہ آمین سے کوئی واسطہ نہیں البتہ درمختار کراچی (۱/۷۵) و زکریا (۱/۱۹۵) میں اس طرح کا مسئلہ موجود ہے کہ امام و مقتدی و مقتدی آہستہ سے آمین کہیں۔ (ماحصل از زیرنظر دیوبندی کتاب، ص:۸۸، ۸۹)

حدیث شریف سے مسئلہ آمین کا جائزہ:

اپنے عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

''اب یہاں سے یہ بات بھی واضح کردی جاتی ہے، کہ احادیث شریفہ میں آمین کو جہر سے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے یا سراً؟ اس سلسلہ میں حدیث شریف میں دونوں طرح کی روایات موجود ہیں بعض روایات میں جہراً آمین کہنے کی بات سمجھ میں آتی ہے اور بعض روایات میں سراً آمین کہنے کا حکم ہے، لہٰذا آپ کے سامنے دونوں طرح کی روایات پیش کرتے ہیں:''

آمین بالجہر کی روایت:

"عن وائل بن حجر عن النبي ﷺ قرأ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ وقال: آمين و مدّ بها صوته و في رواية أبي داود رفع بها صوته"

یعنی وائل بن حجر سے مروی ہے کہ نماز میں نبی علیہ السلام نے سورہ فاتحہ کے بعد آواز آمین کو کھینچا اور روایت ابی داود میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے بآواز بلند آمین کہی۔ (ترمذی: ۱/۵۷، ابو داود: ۱/۱۳٤، والمعجم الكبير، ص: ۲۳، ۲۰ تا ۲۳ و ٤٥)

آمین بالسر کی روایت:

حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد آمین بالکل آہستہ و پست آواز سے کہی۔ (ترمذی: ۱/۵۸، ومعجم الکبیر: ۲۲/۴۵)

دونوں قسم کی روایات کا جائزہ:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت کہا:

''آمین کے بارے میں صرف ایک صحابی حضرت وائل بن حجر سے واضح الفاظ کے ساتھ روایات ہمارے سامنے پہلی قسم میں ''و مدّبها صوته'' کے الفاظ ہیں، جس میں آواز کو کھینچنے کا ذکر ہے جہر کا نہیں، اس لیے آواز کا کھینچنا جہراً و سراً دونوں ہوسکتا ہے، اور جب دونوں کا امکان ہے تو جہر کا امکان ہے یقینی بات نہیں اور دوسری قسم میں ''خفض بها صوته'' کے الفاظ ہیں اور خفض کے معنی پست اور بالکل آہستہ کہنا، تو اس قسم کی روایات میں صرف آواز کو سراً اور آہستہ کہنے کے الفاظ ہیں، ان میں جہر کا امکان نہیں۔ الخ۔ پہلی قسم کی روایت پر یہ حاشیہ ہے

کہ اگر کوئی کہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت واضح الفاظ کے ساتھ ابو داود(۱/ ۳۵۳) و سنن ابن ماجہ(۱/ ۱۶) میں بشر بن رافع کے طریق سے موجود ہے، تو بشر بن رافع ضعیف ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ بروایت علی بن صالح ابو داود(۱/ ۱۳۵) میں فجھر بآمین اور بطریق سفیان ثوری رفع صوتہ پر امام ترمذی نے سخت کلام فرمایا ہے۔" (ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۸۸ تا ۹۲)

ہم کہتے ہیں کہ پانچ صفحات پر پھیلے تلبیسات دیوبندیہ کی بھرپور تکذیب و تغلیط ہماری کتاب "رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز" میں ہے، پہلے دیوبندیہ مولودہ چودھویں صدی ہجری اس کا جواب دیں پھر بات کریں، آخر وہ کس منہ سے یہ ساری تلبیسات کر رہے ہیں؟

امام ترمذی کے کلام کا منصفانہ جواب:

دیوبندیہ فرقہ مستحدثہ و نومولودہ نے عنوان مذکور اور "راوی کے ضعف کا اثر امام ابوحنیفہ پر نہیں پڑتا" کے عنوان کے تحت ص ۹۲ تا ۹۶ کو اپنے مغالطات و اکاذیب و تدلیسات سے بھر رکھا ہے، سب کی تکذیب ہماری محولہ کتاب میں موجود ہے، اسے دیکھیں۔

مسئلہ رفع یدین:

اپنے عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے کہا کہ

"غیر مقلدین کی طرف سے رفع یدین سے متعلق مسلسل چار نمبرات قائم کر کے حنفی مسلک پر الزام عائد کیا گیا ہے۔"

۱۔ اعتراض نمبر:۳۲ رفع الیدین قبل الرکوع و بعد الرکوع کی تصدیق بحوالہ (ھدایہ: ۱/ ۳۸٤، و شرح وقایہ:۱/۱۳)

ھدایۃ و شرح وقایہ کا حوالہ غلط ہے، ہاں حاشیہ میں یہ بات موجود ہے کہ رفع یدین کے ثبوت و عدم ثبوت دونوں طرح کی روایات احادیث شریفہ سے ثابت ہیں۔

۲۔ اعتراض نمبر:۳۳، رفع یدین کو اکثر فقہاء و محدثین ثابت کرتے ہیں۔(بحوالہ ما لا بد منہ، ص:۲۷)

۳۔ اعتراض نمبر۳۴، حق یہ ہے کہ حدیث نبوی سے رفع یدین صحیح ثابت ہے۔(بحوالہ ھدایۃ:۱/۳۸٤)

۴۔ اعتراض نمبر:۳۵، یہی رفع الیدین والی آپ ﷺ کی نماز رہی یہاں تک اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی۔(بحوالہ ھدایہ:۱/۳۸٦) رفع یدین کے بارے میں تحقیقی جائزہ و ثبوت رفع یدین کی روایات و عدم رفع یدین کی روایات کا جائزہ کے عناوین کے تحت چودھویں صدی ہجری کے نوزائیدہ دیوبندیہ نے (ص:۹۷ تا ۱۰۸) میں بزعم خویش اپنے مصطلح غیر مقلدین کے خلاف بہت زور آزمائی کی ہے اور ہماری کتاب "رسول اکرم ﷺ" میں

ان دیوبندی زور آزمائیوں کو تہہ و بالا کر دیا گیا ہے، نیز اس دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس کے پیکٹ والی بعض کتابیں خاص اسی موضوع پر ہیں، جن کا جائزہ انھیں بعض دیوبندی کتابوں میں ہے۔

سنت فجر کے بعد داہنی کروٹ لینا۔ (اعتراض نمبر:۳۶)

دیوبندیہ نے عنوان مذکور کے تحت کہا کہ اہل حدیث کے اشتہار مذکور میں ہے کہ

''صبح کی سنت نماز پڑھنے کے بعد داہنی کروٹ پر لیٹے۔''(بحوالہ هدایه۱/٥٤١، و در مختار:۱/۳۱٦) اس پر اپنی دیوبندی گل پاشی اس طرح کی''

یہ مسئلہ اپنی جگہ درست ہے، عین الھدایہ میں ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور ﷺ سنت فجر کے بعد داہنی کروٹ پر تھوڑی دیر کے لیے استراحت فرما لیا کرتے تھے، اس کی وجہ ہے کہ رات بھر عبادت کی وجہ سے آپ ﷺ کو تھکاوٹ ہو جاتی تھی اور فراغت سنت فجر کے بعد جماعت میں کچھ وقفہ ہوتا تھا، اس لیے اس دوران تکان دور کرنے کے لیے استراحت فرما لیا کرتے تھے، اگر آج بھی کوئی اس پر عمل کرتا ہے، تو حنفیہ کی طرف سے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ (الخ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۰۸)

ہم کہتے کہ مسئلہ مذکور سے متعلق دیوبندیہ نے خانہ ساز دروغ بیانی کرتے ہوئے کہا کہ ''رات بھر عبادت کے سبب آپ ﷺ تھک جاتے، اس لیے بعد سنت فجر لیٹ کر آرام کرتے'' نیز اس دیوبندی دروغ بیانی کے بعد اہل حدیث پر جو گھناؤنی دیوبندی ہذیان سرائی کی گئی ہے اس کی جواب دہی کے لیے بروز محشر دیوبندیہ تیار رہیں، وہاں ان کی اکاذیب پرستی وتلبیسات و مغالطات ان کے مفید ہونے کے بجائے ہوش ربا، بلیات وحواس شکن مشکلات ہوں گی اور سنن نبویہ و احادیث نبویہ پر عامل اہل حدیث کے خلاف تنابز بالالقاب و ترویج اکاذیب کی جو سزا انھیں ملیں گی، ان کا تصور بھی روح فرسا ہے۔ اس مسئلہ پر مفصل بحث ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' میں ہے، اسے دیوبندیہ ضرور دیکھیں۔

ظہر چار رکعت سنت: (اعتراض نمبر:۳۷)

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے اہل حدیث طالب علم کے اشتہار سے نقل کیا کہ ظہر کی چار رکعت سنت و سلام سے پڑھتے۔ (بحوالہ در مختار:۱/۴۴۴)

اس پر دیوبندیہ نے کہا:

''مسئلہ حوالہ دونوں غلط ہیں، ایسا در مختار میں نہیں ہے، نہ متن میں نہ ترجمہ درمختار غایة الأوطار میں بلکہ در مختار کے متن و غایة الأوطار میں صراحت ہے کہ ظہر کی چار رکعت سنت اگر دو سلام سے پڑھی جائے گی، تو ظہر سے پہلی والی چار سنت کی قائم مقام نہ ہوگی، درمختار کی عبارت ملاحظہ ہو:

" و سنن موکدا أربع قبل الظهر، و أربع قبل الجمعة و أربع بعد ها بتسلیمة فلو بتسلیمتین، لم تثبت عن السنة" (درمختار مع شامی کراچی۳/۱۲، شامی، زکریا: ۲/۱ ٤٠، وغایة الأوطار :۱/۳۱۳)

یعنی ظہر و جمعہ سے پہلے چار رکعت اور جمعہ کے بعد چار رکعت ایک سلام کے ساتھ سنت موکدہ ہیں، لہٰذا اگر دو سلام سے ہوں تو سنت کی قائم مقام نہ ہوں گی، البتہ درمختار کے متن اور اس کے ترجمہ غایة الأوطار دونوں میں مذکور ہے کہ ظہر سے پہلے چار رکعت سنت ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مسنون ہے اور ظہر کے بعد چار رکعت کتنے سلام سے پڑھے، اس سلسلے میں غایة الأوطار ترجمہ درمختار میں یہ عبارت ہے، اسی طرح ظہر کے بعد چاہے چار رکعت کتنے سلام سے پڑھے، اس سلسلے میں غایة الأوطار ترجمہ درمختار میں یہ عبارت ہے، اسی طرح ظہر کے بعد چاہے چار رکعت ایک سلام سے پڑھے چاہے دو رکعت پڑھے۔ یہ غیر مقلدین کی طرف سے تلبیس ہے، جو مسلمانوں کو بلا وجہ فریب و شکوک و شبہات میں مبتلا کرنے کی کوشش ہے۔ نیز حدیث پاک سے بھی یہی واضح ہے کہ ظہر سے پہلے چار رکعت سنت ایک سلام سے پڑھی جائیں۔

" عن أم حبیبة قالت قال: رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من صلی في یوم و لیلة ثنتی عشرة رکعة، بني له بیت في الجنة، أربعاً قبل الظهر، و رکعتین بعدها و رکعتین بعد المغرب، و رکعتین بعد العشاء، و رکعتین قبل الفجر، حدیث عنبسة عن أم حبیبة في هذا الباب خدیث حسن صحیح۔"

یعنی فرمان نبوی ہے کہ جو شخص دن و رات میں بارہ رکعت سنت پڑھے، اس کے لیے جنت میں ایک محل تیار ہو جائے گا، چار ظہر سے قبل دو ظہر کے بعد دو مغرب کے بعد دو عشاء کے بعد دو فجر سے پہلے۔" (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۱۰۹، ۱۱۰)

ہم کہتے ہیں کہ اشتہار میں طویل بات کو مختصر کر دیا گیا ہے غایة الأوطار (ترجمہ درمختار: ۱۹/۳۱۴) کی عبارت کا حاصل یہی ہے کہ سنت موکدہ چار رکعت دو سلام کے ساتھ پڑھنے سے ادا ہوگی، امام ابن الہمام کا مذہب مختار اور اکثر ائمہ حنفیہ کا یہی مسلک ہے اور یہی بات عین الهدایة (۱/ ٦٩٨) کی عبارت کا بھی حاصل ہے اور جو یہ حدیث نبوی ہے کہ "صلوٰة اللیل و النهار مثنی مثنی" یعنی رات و دن کی غیر فرض نمازیں دو دو رکعت پڑھی جائیں۔(رواه الحاکم و ابن خزیمة و ابن حبان والبیهقي و صححه الإمام البخاري وغیره کما في التلخیص الجبیر و أخرجه الترمذي من أبواب الجمعة مع عارضة الأحوذي:۲/۲۲۰، و ۳/۷٦، و ابن ماجه: ۱/۳۷۱، و۴۱۸، ٤۱۹، والدارمي: ۱/ ۳٤ تا ۷۲وغیره۔)

یہ حدیث اس بات کی صریح دلیل ہے کہ غیر فرض نمازیں خواہ سنن موکدہ ہوں یا غیر موکدہ و مستحبہ ہوں، دو دو رکعت پر سلام پھیر کر پڑھنی افضل ہیں۔

دیوبندیہ نے جو حدیث ام حبیبہ بروایت ترمذی نقل کی ہے، اس میں یہ صراحت کہاں ہے کہ چاروں رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھی جائیں؟ ان پر صلوٰۃ اللیل والنہار والی حدیث نبوی نافذ کر کے کہنا چاہیے کہ دو دو رکعت پر سلام پر پھیرنا سنت اور افضل ہے۔ دیوبندیہ نے اپنی اس مستدل حدیث میں بھی تحریف کی، کیونکہ تحریف و تکذیب حقائق ان کی فطرت ہے۔

دیوبندیہ کی طرف سے جو بعض روایات اس معنی کی پیش کی گئی ہیں کہ ظہر کی چاروں سنت قبل از فرض والی ایک ہی سلام سے پڑھی جائیں، تو جواز میں ہم کو کلام نہیں بشرطیکہ وہ معتبر ہوں، مگر ان میں سے کوئی بھی معتبر نہیں، بلکہ بہت زیادہ ضعیف ہیں۔

تراویح بیس رکعات ہیں یا آٹھ اعتراض نمبر:۳۸، تراویح آٹھ رکعات کی حدیث صحیح ہے۔(بحوالہ شرح وقایہ:۱۱۲)

عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے کہا:

"اس طرح کے کوئی الفاظ شرح وقایہ میں نہیں، نہ ہی اس کے حاشیہ میں نہ ترجمہ شرح وقایہ میں، اگر ترجمہ شرح وقایہ میں ایسی بات ہے تو وہ غلط ہے، شرح وقایہ کی عبارت یہ ہے۔(ترجمہ) بیس رکعات تراویح مسنون ہے، جو بعد عشاء وتر سے پہلے ہوتی ہے اور فوت ہونے کی صورت میں بعد وتر بھی مسنون ہے إلی آخرہ ما قال تحت هذا العنوان۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۱۱۰،۱۱۱)

ہم کہتے ہیں کہ جب دیوبندیہ اپنی ہی کتابوں کی بات ماننے کو تیار نہیں تو پھر ان سے کوئی بات ہی کرنی بے فائدہ ہے، ویسے اس موضوع پر دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب میں ص:۱۱۰ تا ۱۷۳ و ص:۱۲۱ تا ۱۲۶ میں واضح کر دیا ہے۔ ہماری اوّل الذکر کتاب ۱۹۹۶ء میں اور ثانی الذکر ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی، ہماری ان کتابوں کا جواب دینے کی ہمت فرقہ دیوبندیہ کو اب تک نہیں ہوئی، مگر اپنی ترویج اکاذیب پر یہ فرقہ ڈٹا ہوا ہے۔ اور ۲۰۰۱ء میں بھی اپنی مردود باتوں سے کئی صفحات سیاہ کر ڈالا ہے۔

منبر پر خطیب کا سلام اعتراض نمبر:۳۹، خطیب جب منبر پر بیٹھے تو سلام کرے۔(بحوالہ در مختار:۱/۳۷۴)

مذکورہ بالا اشتہار مذکور سے نقل کر کے دیوبندیہ نے کہا:

"غیر مقلدین نے یہ مسئلہ غلط نقل کیا، درمختار کا ترجمہ غاية الأوطار جہاں سے معترض نے اعتراض نقل

کیا، وہاں پر سلام کو منع لکھا ہے، البتہ درمختار میں امام شافعی کا قول نقل کیا گیا ہے، اسے غلط انداز سے نقل کر کے لوگوں کو دھوکہ میں رکھنا چاہتے ہیں، کیا حنفیہ کی کتابوں میں دیگر مذاہب کا بیان حرام ہے؟ امام نووی، شوکانی، عبدالرحمٰن مبارکپوری وغیرہم غیر حنفی کی کتابوں میں ہر مذہب کے اقوال مندرج ہیں، در مختار مطبوع زکریا:۳/۲۳، وغیرہ میں اسے مذہب شافعی کہا گیا ہے، حنفیہ کا مسلک اس معاملہ میں الگ ہے۔(ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۱۱۸، ۱۱۹)

ہم کہتے ہیں کہ اشتہار مذکور میں "امام شافعی نے فرمایا کہ" بیٹھنے کا لفظ کاتب یا خود مصنف ہی سے چھوٹ گیا، اس پر دیوبندیہ کا اس قدر شعلہ بدزباں ہونا عجوبہ ہے، اس سلسلے میں امام شافعی کے موافق احادیث نبویہ و تعامل خلفاء راشد حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و حسن بن علی و عبداللہ بن زبیر و عمرو بن عبدالعزیز بھی ہے، یہ ساتوں کے ساتوں خلفاء راشدین ہیں۔(ملاحظہ ہو تفصیل کے لیے: المغني لابن قدامه، و متعدد مراجع و سنن ابن ماجه:۱/۳۵۲، و سنن بیهقي :۳/۲۰٤، ۲۰۵، ومصنف عبد الرزاق: ۳/۱۹۳، و مصنف ابن أبي شيبه:۲/۱۱٤، و نصب الرايه :۲/۲۰۵،۲۰٦، و اعلاء السنن:۸/۸۳،۸٤، والمحلی لابن حزم:۳/۲٦۲) معلوم ہوا کہ حنفی مذہب نصوص و تعامل صحابہ کے خلاف ہے۔

اور دیوبندیہ کی کتاب در مختار کی شرح رد المحتار میں صراحت ہے کہ:

"و من الغريب ما في السراج أنه يستحب للإمام إذا صعد المنبر و أقبل على الناس أن يسلم عليهم"

یعنی غریب سی بات ہماری کتاب السراج میں منقول ہے کہ خطبہ کے لیے منبر پر امام چڑھے اور مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو تو تمام مقتدیوں کو السلام علیکم کہے۔"(رد المحتار:۲/۱۵۰، الخوهره النيرة البحر الرائق:۲/۱٤۸ تا ۱۵۵)

دیوبندیہ کی معتبر کتابوں میں جس خطبہ جمعہ کے لیے منبر پر بیٹھنے پر السلام علیکم کہنے کو مستحب کہا گیا ہے اور اس کی تائید میں احادیث و آثار و تعامل صحابہ و خلفاء راشدین ہیں انھیں دیوبندیہ حدیث و اہل حدیث سے بغض و عناد کے سبب ممنوع و غیر مشروع کہتے ہیں، دریں صورت وہ ائمہ اہل سنت و جماعت جو اہل رائے بشمول ائمہ احناف کو مخالفین احادیث نبویہ و اعدائے اہل سنت و جماعت کہتے ہیں، وہ بالکل حق بجانب ہیں، اہل رائے کو اعدائے سنن قرار دینے میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب سرفہرست ہیں اور اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہے۔(کما مر اکراراً و مراراً)

اس سلسلے میں احادیث واردہ و آثار منقولہ کی تغلیط و تردید میں دیوبندیہ پر رد بلیغ ان کے امام اشرف علی

تھانوی جو ہندوستان پر انگریزی سامراج کے وظیفہ خوار تھے، کی اس بات سے ہو جاتا ہے جسے اسی کتاب الدیوبندیہ میں بحوالہ بہشتی زیور والسراج والجوھرۃ النیرۃ والبحر الرائق لکھا ہے، دیوبندیہ کے امام انور شاہ کشمیری کہا کرتے تھے کہ امام بخاری سے مرعوب ہو کر میں نے زندگی بھر حنفی مذہب کے ساتھ نمک حرامی سے کام لیا اس پر ہم نے ''اللمحات'' میں تبصرہ کیا ہے سارے دیوبندیہ انگریزی سامراج کے نمک خوار رہے اور اپنے اس ولی نعمت انگریز سے دیوبندیہ نے اہل حدیث کے خلاف شورش برپا کرنے کی خاطر بہت زیادہ ادھار کھا رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان سے انگریز کو گئے ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، مگر دیوبندیہ حق نمک ادا کرنے کو فرض سمجھتے ہوئے اہلحدیث کے خلاف شوریدہ سری اختیار کیے ہوئے ہیں، لیکن مولانا اشرف علی تھانوی جیسے انگریزی کی وفاداری بھول گئے۔ دیوبندیہ اپنے مصطلح غیر مقلدین کے اصول حواس باختگی کے سبب کیا جانیں گے؟ اہل حدیث تصحیح وتحسین احادیث میں پورے اصول حدیث کی رعایت کرتے ہیں۔

ہر زبان میں خطبہ کا مسئلہ، اعتراض: ۴۰

دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے تحت اشتہار مذکور بزعم خویش (بحوالہ در مختار ۱/۴۰۲) نقل کیا کہ خطبہ ہر زبان میں جائز ہے۔'' پھر اس پر اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا:

''اس مسئلہ میں در مختار کا حوالہ غلط ہے، بلکہ علامہ شامی نے بحث کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ وصاحبین کا اختلاف نقل فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک غیر عربی میں بھی خطبہ کی گنجائش ہے اور صاحبین کے نزدیک غیر عربی میں خطبہ مشروع نہیں بلکہ مکروہ ہے الی آخر ما قال۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۱۲۳، ۱۲۴)

ہم کہتے ہیں کہ درمختار عربی مع ترجمہ غایۃ الاوطار مطبوع نول کشور لکھنؤ ۱۹۲۵ (۱/۲۲۴) میں صراحت ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اور زبانوں میں خطبہ اور ثناء اور دوسری دعائیں درست ہیں۔ یہاں یہ کہا کہ صاحبین کا اس معاملہ میں اختلاف ہے یعنی کہ وہ غیر عربی میں خطبہ وثناء اور دوسری دعائیں صحیح نہیں مانتے، مگر تھوڑا ہی آگے چل کر کہا کہ صاحبین نے امام ابوحنیفہ والے موقف کی طرف رجوع کر لیا، یعنی کہ احناف اس بات پر متفق ہیں کہ تحریمہ، خطبہ وثناء اور نماز کی ساری دعائیں اور اذان سب غیر عربی زبان میں صحیح ہے، حتی کہ نماز کے اندر قراءت قرآن بھی غیر عربی زبان میں حنفی مذہب میں جائز ہے۔ (ملخص از در مختار: ۱/۲۲۴، ۲۲۵)

جس حنفی مذہب کا یہ حال ہو، اس کی تقلید کے مدعی دیوبندیہ اگر اس طرح غوغا آرائی کریں، تو کچھ تعجب نہیں۔ ترکی کے مصطفیٰ کمال نے جب ترکی زبان ہی میں اذان واقامت وتحریمہ وپوری نماز کا حکم جاری کیا، تو حنفی مذہب کے اس اصول کے مطابق۔ آخر جب حنفی مذہب میں غیر عربی زبان میں خطبہ دینا متفق علیہ ہے، تو وہ کیوں خود اس پر عمل نہیں کرتے اور انھیں کی کتابوں کے حوالہ سے یہ بات جب پیش کر کے دیوبندیہ سے کہتے ہیں،

کہ تم بھی غیر عربی زبان کے سمجھنے والے لوگوں کے سامنے اسی زبان میں خطبہ دو جسے سامعین سمجھتے ہیں، تو دیوبندیہ شورش کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم پر غیر مقلدین غلط اعتراض کرتے ہیں، صحیح طریقہ پر چلنے کی دعوت کا نام دیوبندیہ نے اپنے اوپر غلط اور بھیانک الزام و اعتراض قرار دے دیا، جیسا کہ کفار و مشرکین و یہود و نصاریٰ سے جب کہا جاتا تھا کہ اپنے آباء و اجداد کے صحیح طریقہ پر چلو تو وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے وارثین علماء کرام پر طعن و تشنیع اور تکذیب و تغلیط و تردید کرتے تھے۔

شوہر کی نعش کو نہلانا، اعتراض نمبر:۴۱، بیوی اپنے شوہر کی نعش کو نہلا دے۔ (بحوالہ درمختار: ۱/۴۰۳)

مذکورہ بالا عنوان میں اہل حدیث طالب علم کے اشتہار والی بات نقل کر کے خود بھی اعتراف کیا ہے کہ اشتہار والا یہ مسئلہ بالکل صحیح ہے (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۲۴، ۱۲۵) جب دیوبندیہ اس کے معترف ہیں، مگر بہرحال وہ اس مسئلہ میں اہلحدیث سے کٹ حجتی کرتے ہیں، کیونکہ ہر چیز انھیں امام ابوحنیفہ سے وراثت میں ملی ہے، عام ائمہ اہل سنت کا کہنا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو نہ فقہ کا علم تھا نہ حدیث کا انھیں صرف آراء کا علم تھا اور اسی میں وہ ہمہ وقت مناظرے، جدال و بحث کرتے رہتے تھے، تو انھیں کی بات اہل حدیث طالب علم نے لکھ دی، تو دیوبندیہ اسے اعتراض سے کیوں موسوم کرتے ہیں؟

نماز جنازہ میں رفع یدین، اعتراض نمبر:۴۲، تکبیرات جنازہ میں رفع یدین جائز ہے۔ (بحوالہ درمختار: ۱/۴۱۰)

اپنے مذکورہ بالا عنوان میں اہل حدیث طالب علم کے بحوالہ درمختار نقل کردہ عبارت کو دیوبندیہ نے اپنے اوپر برق باری سمجھ کر ﴿يحسبون كل صيحة عليهم﴾ کے مصداق ہو کر اعتراض سمجھ لیا، پھر اس کی تردید میں لغو طرازی کرتے ہوئے اعتراف بھی کیا کہ حنفی ائمہ بلخ اور امام ابوحنیفہ ابو یوسف و محمد کا مذہب بھی یہی ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۲۵، ۱۲۶) پھر جب یہ معاملہ ہے تو دیوبندیہ کی یہ غوغا آرائی و شوریدہ سری چہ معنی دارد؟

تیجہ، دسواں چالیسواں، اعتراض نمبر:۴۳، تیجہ، دسواں، چالیسواں نہایت مذموم بدعت ہے۔ (بحوالہ بہشتی زیور):

اپنے عنوان مذکور میں دیوبندیہ نے اہل حدیث طالب علم کے اشتہار والی مذکورہ بات کو اپنے اوپر اعتراض سمجھ کر اعتراف کیا کہ یہ مسئلہ جیوں کا تیوں ان کی دیوبندی کتاب بہشتی زیور از مولوی اشرف علی تھانوی ہندوستان پر مسلط انگریزی حکومت کے نمک وظیفہ خوار نے نیز دوسرے حنفی علماء نے بھی لکھی ہے۔ (زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۲۶، ۱۲۷) پھر دیوبندیہ نے انگریزی سامراج کا حق نمک ادا کرتے ہوئے یہ

کیسا شور وغل مچا رکھا ہے؟

قبروں پر عمارت بنانا، چراغ جلانا (اعتراض نمبر:۴۴)، ولی کی قبر پر بلند مکان بنانا، چراغ جلانا بدعت ہے۔(درمختار)

اپنے عنوان مذکور میں اہل حدیث طالب علم کے اشتہار والی منقولہ عبارت کو بھی دیوبندیہ نے اپنے اوپر اعتراض سمجھا، پھر اعتراف کیا کہ ہمارا بھی یہی موقف ہے، البتہ یہ باتیں ہمارے سگے بھائی بریلویہ کرتے ہیں۔'' (زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۱۲۷، ۱۲۸)

ہم کہتے ہیں کہ اشتہار مذکور حنفی ہونے کے تمام دعویداروں کے لیے لکھا گیا ہے، اگر دیوبندیہ اپنی انتہاء درجہ والی حماقت و جہالت مرکبہ کے باعث اسے اپنے ہی اوپر چسپاں کر رہے ہیں، تو

وداء النوك ليس له دواء'' (حماسہ)

قبروں کو بوسہ دینا نصاریٰ کی عادت:(اعتراض نمبر:۴۵) قبروں کا بوسہ دینا جائز نہیں کہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔(بحوالہ درمختار)

اپنے عنوان مذکورہ میں دیوبندیہ نے اشتہار مذکور کو اپنے اوپر اعتراض سمجھ لیا، کیونکہ:

وحشی کو وحشت میں الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

پھر دیوبندیہ نے اسے صحیح قرار دیا اور اپنی کئی کتابوں کے حوالے سے مدلل بھی کیا۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۱۲۹)

تو ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ نے ایک صحیح بات لکھ دینے پر اتنی غوغہ آرائی کیوں کر رکھی ہے؟

انبیاء و اولیاء کی قبروں کا سجدہ وطواف نذر چڑھانا حرام و کفر ہے۔(اعتراض نمبر:۴۶) (بحوالہ ما لا بد منه:۵۲)

اپنے مذکورہ عنوان میں دیوبندیہ نے اہل حدیث کے اشتہار والی چھیالیسویں بات نقل کرتے ہوئے اسے اپنے اوپر اعتراض سمجھا، پھر اعتراف کیا کہ دیوبندیہ اسے مانتے اور اسے کفر و شرک کہتے ہیں۔(زیرنظر دیوبندی کتاب،ص:۱۲۹، ۱۳۰)

ہم کہتے ہیں کہ امور مذکورہ کو دیوبندیہ کے سگے بھائی بریلویہ کار خیر سمجھ کر،حنفیوں کے تمام فرقوں کے لیے پورا اشتہار لکھا گیا ہے۔

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت، اعتراض نمبر:۴۷، جو ولی کی قبر کے واسطے مسافت طے کرے، وہ جاہل و کافر ہے۔(بحوالہ درمختار:۲۹)

اپنے عنوان مذکور کے تحت دیوبندیہ نے سلفی بات کو اپنے اوپر اعتراض سمجھا اور خود کہا کہ یہ غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار کا حوالہ ہے، جو اپنی جگہ پر درست ہے، پھر فرمایا کہ اولیاء کی مزارات کی زیارت کے لیے سفر دو طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ وہاں پہنچنے سے مرادیں پوری ہوجائیں گی یا یہ خیال کرنا اولیاء اللہ کے توسل سے اللہ سے مانگنا اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے کہ ان کی قبروں کے پاس جا کر اللہ سے مانگا جائے، تو یہ جہالت ہے، شامی میں منقول زعفرانی کے قول کا یہی مطلب ہے، دوسرے مزارات اولیاء کے لیے جو سفر کیا جا رہا ہے وہ اس لیے نہیں کہ ان سے مرادیں مانگیں، بلکہ ان کی قبر پر کھڑے ہوکر عبرت حاصل کی جائے اور آخرت کی یاد کی نیت سے سفر کیا جائے تو جائز و درست ہے۔(ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۳۰ تا ۱۳۲)

ہم کہتے ہیں کہ زیارت قبور مستحب و مسنون ہے، جیسا کہ دیوبندیہ کی نقل کردہ احادیث کا مفاد ہے، مگر دور دراز مزارات جو شرک و کفر کی بنیاد اور تجارت مزارات کے لیے ہی ناجائز طور پر بنائی گئی ہیں، ان کی طرف سواری و زاد سفر کا اہتمام کرنے سے متواتر یعنی حدیث نبوی میں ممانعت آتی ہے۔ اور یہ حدیث نبوی:''لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد'' کے مخالف دیوبندیہ وغیر دیوبندیہ کا عمل ہے، اس پر ائمہ کرام خصوصاً امام ابن تیمیہ اور ان کے تلامذہ و متوسلین اور مستند اہل علم نے مستقل کتابیں لکھی ہیں، اس لیے دیوبندیہ بھی فعل حرام کے مرتکب ہیں، جب دیوبندیہ کی کتب معتبرہ میں بھی اسے ممنوع کہا گیا ہے، تو دیوبندیہ کا اس کے خلاف معمول بنا لینا کون سی بات ہے؟

غیر اللہ کی منت ماننا، اعتراض نمبر:۴۸، غیر اللہ کی منت ماننا شرک اور اس کا کھانا حرام ہے۔(بحوالہ بہشتی زیور، ص:۶۵)

دیوبندیہ نے عنوان مذکور میں اشتہار مذکور کو نقل کیا اور اسے اپنے اوپر اعتراض قرار دیا، پھر بقلم خود لکھا کہ یہ مسئلہ اپنی جگہ صحیح ہے اور الٹی کھوپڑی کے باعث یہ نہیں سمجھ پائے کہ حنفیوں کے مختلف فرقے میں سے زیادہ تر حنفی لوگ یہی کام کرتے ہیں۔

إذا كان الطباع طباع سوء
فلا أدب يفيد ولا أديب

معلوم ہوا کہ دیوبندیہ نے کج فہمی کے باعث اپنی اس کتاب کے ص:۱۳۲، ۱۳۳، سیاہ کیے ہیں۔

﴿ما أهل به لغير الله﴾ کی حرمت، اعتراض نمبر:۴۹، جس جانور پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا، اگرچہ بوقت ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کہا تو ذبیحہ حرام ہے۔(بحوالہ در مختار:۴/۲۷۲ تا ۲۷۹)

دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور کے ساتھ سلفی اشتہار کی اس بات کو اپنی حماقت سے اپنے اوپر اعتراض سمجھ لیا اور اس مسئلہ میں اہل حدیث کے موقف کی تصحیح بھی کی۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۱۳۳، ۱۳۴)

پھر دیوبندیہ نے یہ شور و شغب کیوں مچا رکھا ہے؟!

مسئلہ توسل حق اور وسیلہ کا فرق، اعتراض نمبر:۵۰، دعا و بحق ولی و نبی مانگنا مکروہ ہے۔(بحوالہ در مختار: ٤/ ٢٣٠، وهداية: ٤/٣٢٦)

مذکورہ بالا اپنے عنوان کے تحت دیوبندیہ نے ایک طرف اشتہار مذکور کی بات کی تصحیح کی، دوسری طرف وسیلہ مروجہ مبتدعہ کی تصویب بھی کی اور حوالہ اپنی بعض کتابوں کا نیز ایک حدیث کا دیا، حدیث نبوی میں تو دیوبندیہ نے اپنی یہودی والی تحریف کی اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جن حنفی کتابوں کے حوالے سے وسیلہ مروّجہ کی دیوبندیہ نے تصویب کی، وہ بقول ابی حنیفہ مکذوب و مجموعہ اباطیل نہیں، بجرڈیہہ بنارس کے احناف و اہل حدیث میں اسی موضوع پر مناظرہ ہوا، جس میں احناف کو بہت رسوا کن شکست فاش ہوئی، اس کی روداد بنام ''رزم حق و باطل'' مطبوع ہے اس سے دیوبندیہ اپنی آنکھیں روشن کریں، اس مناظرہ اور اس کے جملہ متعلقات کے مواقع پر میں بھی حاضر تھا، مگر

دیکھنے میں گیا تھا کہ تماشا نہ ہوا

۲۔مسئلہ توسل:

جس وسیلہ کو دیوبندیہ کی کتابوں میں حرام و شرک و کفر کہا گیا، اسی کو دوسرا معنی پہنا کر دیوبندیہ نے جائز قرار دے لیا اور الزام اہل حدیثوں پر لگا دیا کہ ان کے پیشوا مولانا نذیر حسین دہلوی متوفی:۱۳۲۰ھ بھی اس کے جواز کے قائل تھے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۱۳۸)

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ کے مصطلح غیر مقلدین کے اصل پیشوا نبی ﷺ ہیں اور وہ غیر نبی و غیر اللہ کی باتیں خواہ صحابہ کرام بشمول خلفاء راشدین و تابعین اور بعد والے ائمہ کی انھیں باتوں پر عمل کرتے ہیں جو خلاف نصوص و اجماع نہ ہوں، ورنہ وہ سبھی اسلاف صحابہ و تابعین اور بعد والے ائمہ کرام کا پورا احترام کرتے اور ان کے اقوال و افعال سے استفادہ کرتے ہیں، مگر ان کی جو باتیں خلاف نصوص و اجماع ہیں انھیں ان کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے

نظر انداز و ترک کر دیتے ہیں اور یہی پوری امت کا طریق رہا ہے۔ آخر خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب نے تمام صحابہ کی موجودگی میں علی الاعلان فرمایا کہ جب تک ہمارے رسول ﷺ زندہ تھے، تب تک تو ہم آپ ﷺ ہی کے وسیلہ سے دعائیں کرتے تھے، آپ ﷺ کے فوت ہونے کے بعد ہم آپ ﷺ کے محترم چچا حضرت عباس بن عبد المطلب کو اپنا بزرگ سمجھتے ہوئے انھیں کے وسیلہ سے دعائے بارش و ازالہ قحط کر رہے ہیں، حضرت عمر فاروق خلیفہ راشد کی اس بات سے کسی بھی صحابی و تابعی نے کوئی اختلاف نہیں کیا اور نہیں کہا کہ رسول اللہ ﷺ اگرچہ فوت ہو گئے مگر ان کے وسیلہ سے ہم دعا کریں۔

جو احادیث دیوبندیہ نے پیش کی ہیں ان میں سے جو معتبر ہیں وہ زندہ ہی رسول وصحابی یا غیر صحابی کے وسیلہ سے دعا کے جواز پر دال ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ والی روایت جس میں فوت شدہ انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ سے دعا کا ذکر ہے، وہ معتبر نہیں، اس کے معتبر ہونے کا ثبوت دائرہ اصول مصطلح حدیث میں رہتے ہوئے دیوبندیہ تا قیامت نہیں پیش کر سکتے۔ حضرت عثمان بن حنیف والی حدیث صحیح ہے، اس میں صرف حیات نبوی میں وسیلہ نبوی سے دعا کا ذکر ہے، وفات نبوی کے بعد نہیں اور ان سے دوسرے حدیث جو دیوبندیہ نے اپنی اس کتاب کے ص:۱۴۸، پر نقل کی اس کا

اوّلاً: وفات نبوی کے بعد وسیلہ نبوی سے دعا کا ثبوت نہیں ملتا،

ثانیاً: باعتبار سند یہ روایت غیر معتبر ہے، دیوبندیہ اگر اس کے معتبر ہونے کے مدعی ہوں تو اسے ثابت کریں۔

اسی طرح دیوبندیہ نے ص:۱۴۹ پر جو روایت نقل کی وہ ادھوری ہے، اسے پوری نقل کر کے ثابت کریں کہ جو شخص قبر نبوی پر آ کر دعائے استسقاء کا طالب ہوا وہ کون تھا اور اس کا فعل حجت بن سکتا ہے اور یہ کہ صحابہ کرام نے اس پر کوئی نکیر نہیں کی، ہمارا دعوی ہے کہ ان میں سے کوئی بات بھی دیوبندیہ اور ان کے آباء و اجداد اور ولی نعمت انگریز اپنی تمام تر سامراجی طاقت لگا کر بھی نہ ثابت کر سکیں گے، خصوصاً اس صورت میں کہ اس کے خلاف اجماع صحابہ ہے۔ ہماری اتنی سی بات تکذیب اوہام دیوبندیہ کے لیے کافی ہے، آدمی اپنے اعمال صالحہ یا صرف زندہ بزرگوں کے وسیلہ سے دعا کر سکتا ہے اور بس۔ اس موضوع پر طرفین کی طرف سے کتابیں ہیں، ان کتابوں کے مطالعہ سے ہر سلیم الطبع صحیح المزاج آدمی اصل حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔

مسئلہ علم غیب، اعتراض نمبر:۵۱، علم غیب سوائے خدا کے کسی مخلوق کے پاس نہیں۔ (بحوالہ مقدمہ هداية :۱/۵۹)

مذکورہ بالا دیوبندی عنوان میں بحوالہ هداية اشتہار مذکور والی بات نقل کی، پھر کہا کہ یہ مسئلہ مقدمہ هداية

میں نہیں، مقدمہ عین الھدایہ میں ہے اور یہ کہ یہ مسئلہ صحیح بھی ہے، اس پر دیوبندیہ نے دلائل بھی پیش کیے۔(زیر نظر دیوبندی کتاب، ص: ۱۵۱ تا ۱۵۴)

ہم کئی بار کہہ چکے ہیں کہ اشتہار میں صراحت ہے کہ حوالے حنفی کتابوں کے حنفی تراجم ہی کے دیے گئے ہیں، مگر دیوبندیہ کی سمجھ ہی الٹی ہے، وہ ہر معاملہ میں دریں چہ شک والے قصہ کے مصداق ہیں اور معترف ہیں کہ یہ مسئلہ ترجمہ ہدایہ کے مقدمہ عین الھدایہ میں موجود ہے۔ دیوبندیہ نے صراحت کی ہے کہ وہ اس مسئلہ میں اپنے مصطلح غیر مقلدین کے ساتھ ہیں، حالانکہ دیوبندیہ اپنے اس دعویٰ میں سچے نہیں مگر ہم تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتے اور ان کے اعتراف کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں، البتہ اس موضوع پر ہماری کتاب **تصحیح العقائد** باضافات کثیرہ موجود ہے، جس میں غیر اللہ سے علم غیب کی نفی پر مدلل بحث ہے اور دیوبندیہ کے سگے بھائی بریلویہ کی پوری تردید و تغلیط ہے، دیوبندیہ نے اسے اپنے اوپر اعتراض تصور کر کے اپنی جہالت مرکبہ کا ثبوت دیا ہے۔

قرآن سے فال نکالنے کا مسئلہ اعتراض نمبر:۵۴، قرآن سے فال نکالنا حرام ہے۔(بحوالہ مقدمہ ھدایہ:۱/۷۷)

مذکورہ بالا اپنے عنوان میں دیوبندیہ نے اشتہار والے مسئلہ کو حسب عادت اپنے اوپر اعتراض سمجھا اور حوالہ کی تغلیط کی، پھر مذکور حوالہ کا اعتراف بھی کیا کہ یہ مسئلہ اردو ترجمہ ہدایہ مقدمہ عین الھدایہ میں موجود ہے اور یہ بات اشتہار ہی میں بتلا دی گئی ہے، حوالہ سے مراد کتب حنفیہ کے اردو تراجم ہیں، مگر دیوبندیہ اپنی عادت اکاذیب پرستی کو چھوڑ نہیں سکتے، کیونکہ وہ اپنے اکاذیب پر اٹل اور اڑیل اور بضد رہنے کی قسم اپنے ولی نعمت انگریز سے کھائے ہوئے ہیں اور اس کے بدلے وہ انگریز سے بہت زیادہ ادھار بھی کھا چکے ہیں، لیکن ہم تھانوی والے ترجمہ وحواشی قرآن مجید کے مقدمہ میں دیکھتے ہیں کہ اس میں قرآن مجید سے فال نکالنے کا طریقہ دیوبندیہ نے بتلا رکھا ہے، کیا یہ اپنے عقیدہ سے انحراف واعراض نہیں ہے؟ کیا وہ لوگ احناف نہیں ہیں جو اس طرح کے فال نکالنے کے عادی ہیں؟

طاعون و ہیضہ میں اذان، اعتراض نمبر:۵۳، طاعون و ہیضہ میں اذان دینا بیوقوفی ہے۔(بحوالہ ہدایۃ:۴/۲۴۲)

مذکورہ بالا دیوبندی عنوان میں اشتہار والی بات کو دیوبندیہ نے اپنے ہی اوپر اعتراض سمجھا اور پھر حسب عادت حوالہ کی تغلیط وتصحیح کے اپنے متعارض رویہ کا اعادہ کیا اور کہا کہ قرآن وحدیث وفقہ حنفی میں اس کا ذکر نہیں، اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کی بیوقوفی ہے۔(ماحصل از زیر نظر دیوبندی کتاب، ص:۱۵۴، ۱۵۵)

حالانکہ ہم نے ۱۹۴۸ء میں جب کہ ہم اور ہمارے گاؤں والے دیوبندی تھے اور گاؤں میں ہیضہ اور اطراف

میں طاعون وچیچک کی وبا تھی تو دیوبندی مولوی ہی کے کہنے پر اذان دینے والا بیوقوفی کا کام کرتے تھے، بہرحال دیوبندیہ نے اگر اسے بیوقوفی اور غیر مشروع کہا، تو اپنی اس بات کے معارض کام کیا، اب اگر اسے ہوش آ گئے ہوں تو بہتر ہی ہے۔

دعا گنج العرش اور عہد نامہ کی سند، اعتراض نمبر ۵۴، و دعا گنج العرش وعہد نامہ کی اسناد بالکل گھڑی ہوئی ہیں۔(بحوالہ بہشتی زیور)

دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور میں اشتہار والی بات کو اپنے اوپر اعتراض کہہ کر اپنی حماقت کا ایک اور ثبوت دیا اور اعتراف کیا کہ حوالہ اور مسئلہ صحیح ہے۔(ملخص از زیر نظر دیوبندی کتاب،ص:۱۵۵)

ہم کہتے ہیں کہ جس زمانے میں ہمارا گاؤں دیوبندی تھی، اس زمانے میں گاؤں کی مسجد میں دعائے گنج العرش و وعہد نامہ کے نسخے رکھے ہوئے تھے، اہل حدیث ہونے کے بعد غائب ہو گئے، بہرحال بریلوی احناف میں اس کا رواج عام ہے، کیا یہ حنفی نہیں ہیں؟ دیوبندیہ جواب دیں!

مسئلہ مولود، اعتراض نمبر:۵۵، مولود میں راگنی سے اشعار پڑھنا اور سننا حرام ہے۔(بحوالہ ہدایہ:۴/ ۲۴۰)

اپنے عنوان مذکور میں دیوبندیہ نے سلفی اشتہار سے جو بات نقل کی اس کی تغلیط وتصحیح میں اپنی عادت والی متعارض بات کہی اور اعتراف کیا کہ ترجمہ ہدایہ کے مقدمہ عین الہدایہ میں یہ بات موجود ہے اور مولود کی بابت کہا کہ یہ سخت ترین گناہ اور ایمان سے خارج ہوجانے کا خطرہ بھی ہے، اسے کتب احناف میں ناجائز وحرام لکھا ہے، پھر مسلک حنفی پر کیا اعتراض؟۔(زیر نظر دیوبندی کتاب،۵۵،۱۵۶)

ہم کہتے ہیں کہ حسب عادت دیوبندیہ نے سلفی حوالہ کی تغلیط وتصحیح والا اپنا متعارض کردار دہرایا اور اپنے اوپر بلا وجہ اپنی عادت کے مطابق اس مسئلہ کو اعتراض سمجھا، حالانکہ دیوبندیہ کے ہم مسلک بریلویہ یہ کام کرتے ہیں اور اپنی کتابوں میں اسے لکھے ہوئے ہیں اور دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔

شب براءت کا حلوہ اور رسومات محرم سب بدعت ہیں، اعتراض نمبر(۵۶) شب براءت کا حلوہ اور رسومات محرم سب بدعت ہیں۔(بحوالہ بہشتی زیور)

دیوبندیہ نے اپنے عنوان مذکور میں اشتہار والی بات بحوالہ بہشتی زیور لکھی اور اپنی عادت جاریہ کے مطابق اسے اپنے اوپر اعتراض سمجھا اور اس مزعومہ اعتراض کی بابت کہا کہ یہ حنفیہ کا مسئلہ نہیں حالانکہ بریلویہ حنفیہ یہ سارے کام کرتے ہیں، کیا دیوبندیہ انھیں حنفی المذہب نہیں مانتے؟

اس پر دیوبندیہ نے اپنی یہ کتاب ختم کردی ہم بھی ختم کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے، لہجہ میں کہیں

کہیں سختی آ گئی ہے۔ جو الزاما اور ردّ عمل کے طور پر ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ ہماری ان تحریروں سے دیوبندیہ کی ساری شرانگیزی علمی طور پر کافور ہو جائے گی، اللہ کا شکر ہے کہ نامساعد حالات اور مراجع کی سہولت کے بغیر تنہا کیا ہوا یہ کام تمام جماعت کی طرف سے کفایت کرے گا۔ ان شاء اللہ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

فقط

محمد رئیس ندوی

مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

۲۵/اپریل۲۰۰۲ء

